عبادات کے ظاہری و باطنی آداب پر مشتمل
تصوف کی پہلی مبسوط کتاب

(اردو)
قوت القلوب

مُترجم جلد اوّل

مُصنّف: امام اجلّ حضرتِ سیّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی
المتوفی ۳۸۶ھ

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)
شعبہ تراجم کتب

قوت القلوب (اردو)

عبادات کے ظاہری و باطنی آداب پر مشتمل تصوف کی پہلی مبسوط کتاب

قُوتُ الْقُلُوب
مترجم

جلد اوّل

مُصَنِّف

اِمام اَجَلّ حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابُو طَالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

پیش کش: مَجلسِ اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ

(شعبہ تراجمِ کتب)

ناشر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب : قُوْتُ الْقُلُوْب مترجم (جلد:1)

مؤلف : امام اجل حضرت سیدنا شیخ ابوطالب مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

مترجمین : مدنی علما (شعبہ تراجم کتب)

سن طباعت : صفر المظفر ۱۴۳۴ھ بمطابق جنوری 2013ء

تعداد : 5000

قیمت :

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- ۰۰۰ **کراچی**: شہید مسجد، کھارادر — فون:021-32203311
- ۰۰۰ **لاھور**: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ — فون:042-37311679
- ۰۰۰ **سردارآباد**: (فیصل آباد) امین پور بازار — فون:041-2632625
- ۰۰۰ **کشمیر**: چوک شہیداں، میر پور — فون:058274-37212
- ۰۰۰ **حیدرآباد**: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن — فون:022-2620122
- ۰۰۰ **ملتان**: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ — فون:061-4511192
- ۰۰۰ **اوکاڑہ**: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال — فون:044-2550767
- ۰۰۰ **راولپنڈی**: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ — فون:051-5553765
- ۰۰۰ **خان پور**: دُرانی چوک، نہر کنارہ — فون:068-5571686
- ۰۰۰ **نواب شاہ**: چکرا بازار، نزد MCB — فون:0244-4362145
- ۰۰۰ **سکھر**: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ — فون:071-5619195
- ۰۰۰ **گوجرانوالہ**: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ — فون:055-4225653
- ۰۰۰ **پشاور**: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail.ilmia@dawateislami.net

اجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”فیضانِ قوتُ القلوب جاری رہے گا“ کے 23 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”23 نیّتیں“

فرمانِ مُصطَفٰے صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: **نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ** یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔[1]

دو مَدَنی پھول:

﴿۱﴾ بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عَمَلِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿۲﴾ جتنی اچھّی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿۱﴾ ہر بار حمد و﴿۲﴾ صلوٰۃ اور﴿۳﴾ تعوّذ و﴿۴﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا) ﴿۵﴾ رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا ﴿۶﴾ حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور ﴿۷﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿۸﴾ قرآنی آیات اور ﴿۹﴾ اَحادیثِ مُبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿۱۰﴾ جہاں جہاں **اللّٰہ** کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿۱۱﴾ جہاں جہاں **سرکار** کا اِسمِ مُبارَک آئے گا وہاں صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پڑھوں گا ﴿۱۲،۱۳﴾ اس کتاب کا مُطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مُؤلِّف اور دیگر بُزُرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کروں گا ﴿۱۴﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) **عِندَ الضرورت** خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿۱۵﴾ (اپنے ذاتی نسخے کے) **یادداشت والے** صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿۱۶﴾ اولیا کی صفات کو اپناؤں گا ﴿۱۷﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿۱۸،۱۹﴾ اس حدیثِ پاک ”**تَهَادَوْا تَحَابُّوْا**“[2] یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں مَحبّت بڑھے گی۔ پر عمل کی نیّت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿۲۰﴾ اس کتاب کے مطالعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا ﴿۲۱﴾ اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لئے روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مَدَنی انعامات کا رسالہ پر کیا کروں گا اور ہر اسلامی ماہ کی دَس تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور ﴿۲۲﴾ عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سفر کیا کروں گا ﴿۲۳﴾ کتابت وغیرہ میں شَرْعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

---

[1] ……المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج ۶، ص ۱۸۵

[2] ……مؤطا امام مالک، الحدیث: ۱۷۳۱، ج ۲، ص ۴۰۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن ط
اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

المدینۃ العلمیہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے مُتَعَدَّد مجالس کا قِیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''**المدینۃ العلمیہ**'' بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شعبۂ درسی کُتُب (۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تراجمِ کتب (۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''**المدینۃ العلمیہ**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق **حتَّی الْوَسْع** سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اَشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور **مجلس** کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مُطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ **''دعوتِ اسلامی''** کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیہ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیشِ لفظ

آسمانِ رُشد و ہدایت کے چمکدار ستاروں یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ہادیِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے براہِ راست فیض اور تربیّت حاصِل کی اور اپنی وفاشِعاری و اخلاص کی بدولت بارگاہِ ربوبیّت سے یہ مُژدۂ جانفزا پایا: ﴿ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ (پ۳۰، البینۃ: ۸) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ مگر مُرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جب دُنیا سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے فیض پانے والی ان بابرکت ہستیوں کی برکتوں سے محروم ہونے لگی اور لوگ مال و دولت کی فراوانی اور آسائشوں کی کثرت کی بنا پر مختلف دینی اُمور کی بجا آوری میں سُستی کا شِکار نظر آنے لگے تو سرورِ ذی شان، عالِمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین کی حِفاظَت و خِدمَت پر مامور وارثانِ عُلومِ نبوّت یعنی صُلَحا و عُلَمائے اُمّت عَلَیْہِم رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے زندگی کے ہر ہر پہلو (خواہ اس کا تعلق ظاہر سے تھا یا باطن سے) کو مدِّنظر رکھتے ہوئے مختلف عُلوم مُدوّن فرمائے۔ انہی علوم میں ایک علمِ تصوف بھی ہے جس کا تعلق باطنی طہارت سے ہے اور اسے عِلْمِ مَعْرِفت بھی کہتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب ''قُوْتُ الْقُلُوب'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کِتاب میں موجود نایاب و نادر مدنی پھولوں سے قُلوب کو مُنَوّر اور سانسوں کو مُعَطَّر کرنے سے پہلے چند باتوں کا جاننا بہت ضروری ہے۔

یہ باتیں درج ذیل چھ مراحل میں مذکور ہیں:

پہلا مرحلہ

تَصَوُّف چونکہ عِلْم و عَمَل کا نام ہے لہٰذا سب سے پہلے مرحلے میں عِلْم و عَمَل، ان کی اَہَمیت اور ظاہِر و باطِن کے اعتبار سے آپس میں ان کے باہمی تعلّق کی وضاحت کی گئی ہے۔

دوسرا مرحلہ

دوسرے مرحلے میں تَصَوُّف کیا ہے؟ اس کی اصل اور بنیادی خصوصیات وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔

تیسرا مرحلہ

اس مرحلے میں تاریخی حقائق کی روشنی میں مختصراً چار صَد سالہ ادوار پر ایک سرسری نظر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے

تا کہ پیشِ نظر کتاب کے مُطالعہ سے قبل یہ معلوم ہو سکے کہ صاحبِ قُوت اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے زمانے تک کیسے کیسے نامْوَر صُوفی بُزُرگ گزرے اور انہوں نے دینِ مَتین کی سربُلندی کے لیے کیا خدماتِ جلیلہ سرانجام دیں۔

چوتھا مرحلہ

اس مرحلے میں صاحِبِ قُوت اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صاحبِ قوت کا تصوُّف میں مَشْرَب بیان کرنے سے پہلے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے زمانے میں موجود مختلف اسالیبِ طریقت کی بھی مختصراً وضاحت کر دی گئی ہے۔

پانچواں مرحلہ

پانچویں مرحلے میں قُوتُ الْقُلوب کے نام کی اِنْفرادِیَّت سے لے کر اُسلوبِ بیان اور مَضامین ومَفاہیم وغیرہ کا ایک سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

چھٹا مرحلہ

چھٹے اور آخری مرحلے میں مختصراً اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ **مجلس المدینۃ العلمیہ** میں قوت القلوب پر کام کا طریقہ کار کیا رہا اور دورانِ کام کن باتوں کو پیشِ نظر رکھا گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بشمول **"المدینۃ العلمیہ"** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گُنبدِ خضرا شہادت، جنّتُ البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب

(مجلس المدینۃ العلمیہ)

پہلا مرحلہ

عِلْم وعَمَل کی اَھَمِیَّت اور باھمی تَعَلُّق

عِلم

علم کی اہمیت وفضیلت سے انکار ممکن نہیں، قرآن وحدیث میں اس کے مُتعلّق بے شُمار فرامینِ مُبارکہ موجود ہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں علم کی اہمیت جاننے کے لیے یہی دو باتیں کافی ہیں کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے انہیں علم کی دولت سے ہی نوازا گیا اور ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بھی سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ بھی علم کے متعلق ہی تھی۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ علم ایک نور ہے جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ [1] اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نِشان ہے: "علم حاصِل کرو کیونکہ ...... اس کا حاصِل کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشیَّت ...... اسے طلب کرنا عِبادَت ...... اس کا درس دینا تسبیح ...... اس میں بحث کرنا جِہاد ...... بے عِلْم کو علم سکھانا صدقہ اور ...... اس کی اَہلیَّت رکھنے والوں تک اسے پہنچانا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرنا ہے ...... یہ تنہائی میں غمخوار ...... خَلْوَت کا ساتھی ...... خوشی وغمی پر دلیل ...... دوستوں کے ہاں زینت ...... اجنبی لوگوں کے ہاں قَرابتدار اور ...... راہِ جنّت کا مینار ہے ...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے سبب قوموں کو بلندیوں سے نوازتا ہے اور ...... انہیں نیکی وبھلائی کے کاموں میں ایسا رہنما اور ہادی بنا دیتا ہے کہ ۞ ...... ان کی پیروی کی جاتی ہے ۞ ...... ہر خیر وبھلائی کے کام میں ان سے رہنمائی لی جاتی ہے ۞ ...... ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے ۞ ...... ان کے اعمال وافعال کی اِقتدا کی جاتی ہے ۞ ...... ان کی رائے حرفِ آخر ہوتی ہے ۞ ...... فِرِشتے ان کی دوستی کو مرغوب جانتے ہیں اور ۞ ...... انہیں اپنے پروں سے چھوتے ہیں ۞ ...... ہر خشک وتَر شے یہاں تک کہ سُمُندر کی مچھلیاں ۞ ...... کیڑے مکوڑے ۞ ...... خشکی کے درندے اور جانور ۞ ...... آسمان اور

[1] ......الدر المنثور، پ ۲۲، الفاطر، تحت الآیۃ ۲۸، ج ۷، ص ۲۰

سِتارے سب ان کی مَغْفِرت چاہتے ہیں۔ کیونکہ ...... عِلْم اندھے دلوں کی زِنْدگی ...... تاریک آنکھوں کا نور اور ...... کمزور بدنوں کی قُوَّت ہے ...... بندہ عِلْم کے سبب نیک لوگوں کے مَراتب اور بُلَنْد دَرَجات تک جا پہنچتا ہے ...... عِلْم میں غور وفکر کرنا روزے رکھنے کے برابر اور ...... اسے پڑھانا رات کے قِیام کے مُساوی ہے ...... عِلْم کے ذریعے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت وفرمانبرداری ہوتی ہے ...... اسی سے توحید اور وَرَع وتقوٰی ملتا ہے ...... اسی کے سَبَب صِلَہ رِحْمی کی جاتی ہے ...... عِلْم امام ہے اور عَمَل اس کا تابع ...... عِلْم نیک بخت لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے جبکہ بد بختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ عِلْم کثرتِ رِوایَت کا نام نہیں بلکہ عِلْم تو خَشیَتِ الٰہی (یعنی خوفِ خدا) کو کہتے ہیں۔ [2] جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ ۲۲، فاطر: ۲۸)

علم وعمل

عِلْم بغیر عَمَل کے فائدہ مند نہیں۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحِیْم نے اپنے بیٹے کو وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے لَخْتِ جگر! جس طرح کھیت پانی اور مٹّی کے بغیر دُرُست نہیں ہو سکتا، اسی طرح ایمان، عِلْم وعَمَل کے بغیر دُرُست نہیں رہ سکتا۔'' [3] اور ایک مرتبہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ارشاد فرمایا: ''شیطان بعض اوقات تم سے عِلْم میں سبقت لے جاتا ہے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ عِلْم میں ہم سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ کہتا ہے علم حاصل کرو لیکن اس پر اس وقت تک عمل مت

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۴۰، ص۷۷۔ بتغیر

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، باب فی فضل ابی ھریرۃ، الحدیث: ۸۶۷، ص۱۸۰

[3] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج۱، ص۲۳۴

کر و جب تک کہ عالِم نہ بن جاؤ، عِلْم کے حُصُول میں یہی کہتا رہتا ہے اور عمل کے سلسلے میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے یہاں تک کہ بندہ اس حال میں مرجاتا ہے کہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا ہوتا۔'' [1]

منقول ہے کہ عِلْم عَمَل کو پکارتا ہے اگر عمل اس کی پُکار پر **لَبَّیْک** (میں حاضر ہوں) کہے تو عِلْم رُک جاتا ہے ورنہ کُوچ کر جاتا ہے۔ [2] اور **امامِ اَجَلّ** حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے **قُوْتُ الْقُلُوب** میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ عِلْم اتنا ہی حاصل کرو جس پر تم عمل کرنا چاہتے ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں عِلْم پر اس وقت تک اجر عطا نہیں کرے گا جب تک تم اس پر عمل نہ کرو گے۔ [3]

عَمَل سے زِندگی بنتی ہے جنّت بھی، جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فِطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ظاہری و باطنی علم

عِلْم درحقیقت رِوایَت و دِرایَت [4] کا نام ہے اور حضرت سیِّدُنا **امامِ اَجَلّ** شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اپنی کِتاب مُسْتَطاب (عُمدہ و مبارک) **قُوْتُ الْقُلُوب** میں فرماتے ہیں کہ عام لوگ صِرف رِوایت کا عزم کرتے ہیں اور خاص لوگ دِرایَت کا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی صاحبِ رِوایت کے بجائے صاحبِ دِرایت کی پروا کرتا ہے۔ [5] بہرحال علم رِوایَت کا ہو یا دِرایَت کا، اس کا تعلُّق انسان کے ظاہِری و باطِنی اعمال سے ہی ہوتا ہے مگر ان دونوں میں سے کسی ایک کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عِلْم ظاہر ہے اور یہ باطن کیونکہ عِلْم زبان پر آنے سے پہلے دل میں ہو تو عِلْم باطن کہلاتا ہے اور زبان سے ادا ہونے کے بعد اسے عِلْمِ ظاہر کہتے ہیں۔ اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ عِلْم ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ظاہری عُلُوم وہ ہیں جن پر ظاہری اعضائے جسمانی سے عمل ہوتا ہے۔ جیسے ہر قسم کی عِبادات (طہارت، نماز، زکوٰۃ، حج اور

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی للخطیب بغدادی، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۵، ج ۱، ص ۸۹

[2] ......تاریخ مدینہ دمشق، ج ۵۲، ص ۲۶

[3] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۳۰

[4] ......**روایت** سے مراد کسی کی بات کو آگے بیان کرنا ہے اور **درایت** سے مراد کسی بات کو عقلی طور پر پرکھنا ہے کہ آیا وہ درست ہے یا غلط۔

[5] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۳۰

جِہاد وغیرہ) اور احکامات (حُدود، نِکاح وطلاق، خرید وفروخت وغیرہ)۔ باطِنی عُلوم وہ ہیں جن پر باطِنی اَعضائے جِسمانی یعنی قَلْب (دل) سے عَمَل ہوتا ہے۔ جیسے ایمان، تصدیق، یقین، صِدْق، اِخلاص، مَعْرِفَتِ باری تعالیٰ، تَوکُّل، مَحبَّت، رِضا، ذِکْر، شکر، اِنابَت (رُجوع اِلَی الله)، خَشیَّت، تقویٰ، مُراقبہ، خوف ورجا اور صَبْر وقناعَت وغیرہ۔

الله عَزَّوَجَلَّ کا پارہ 21 سورۂ لقمان کی آیت نمبر 20 میں ارشاد ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

صدرُ الاَفاضل حضرتِ علامہ مولانا سَیِّد محمد نعیمُ الدّین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے **''خزائن العرفان''** میں اس آیتِ مُبارکہ کے تحت کئی اقوال ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

- ......ظاہری نعمتوں سے دُرُستیٔ اعضا وحَواسِ خَمسہ ظاہرہ[1] اور حُسْن وشکل وصُورت مراد ہیں اور باطنی نعمتوں سے عِلْمِ معرفت ومَلکاتِ فاضِلہ (اِضافی خُصوصیات) وغیرہ۔
- ......حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ نعمتِ ظاہرہ تو اسلام وقرآن ہے اور نعمتِ باطنہ یہ ہے کہ تمہارے گناہوں پر پردے ڈال دیئے، تمہارا اِفشائے حال نہ کیا، سزا میں جلدی نہ فرمائی۔
- ......بعض مُفَسِّرین نے فرمایا کہ نعمتِ ظاہرہ دُرُستیٔ اَعْضا اور حُسْنِ صُورت ہے اور نعمتِ باطنہ اعتقادِ قلبی۔
- ......ایک قول یہ بھی ہے کہ نعمتِ ظاہرہ رِزْق ہے اور باطِنہ حُسْنِ خُلْق۔
- ......ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ احکامِ شرعیہ کا ہلکا ہونا ہے اور نعمتِ باطِنہ شَفاعت۔
- ......ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ اسلام کا غَلَبہ اور دشمنوں پر فتح یاب ہونا ہے اور نعمتِ باطِنہ ملائکہ کا امداد کے لئے آنا۔
- ......ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اِتّباع ہے اور نعمتِ باطِنہ ان کی مَحبّت۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى اِتِّبَاعَهٗ وَ مَحَبَّتَهٗ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

---

[1] ......یعنی پانچ ظاہری حواس: باصِرہ (دیکھنے کی حس)، سامعہ (سننے کی حس)، شامّہ (سونگھنے کی حس)، ذائقہ (چکھنے کی حس) اور لامسہ (چھونے کی حس)۔

علم وعمل کے باہمی تعلق کی صورتیں

عِلْم وعَمَل کے اس ظاہری وباطنی تعلّق کی تین صورتیں ہیں:

(1)......ظاہری تعلّق (2)......باطنی تعلّق اور (3)......ظاہری وباطنی تعلّق۔

(1)......ظاہری تعلق

اس سے مُراد وہ عِبادات (طَہارت، نماز، زکوۃ، حج اور جِہاد وغیرہ) یا احکام (حُدود، نِکاح وطلاق، خرید وفروخت وغیرہ) ہیں جن کا تعلق فَقَط انسان کے ظاہِری عَمَل سے ہے۔ چنانچہ،

طہارت یعنی وُضُو کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ (پ۶، المآئدۃ:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

پانی کی عدمِ دستیابی پر تَیَمُّم کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ (پ۶، المآئدۃ:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صُحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

(2)......باطنی تعلق

اس سے مُراد وہ عبادات یا احکام ہیں جن کا تعلق فقط انسان کے باطن یعنی دل سے ہے۔ جیسے ایمان، تصدیق، یقین، صِدْق، اِخلاص، مَعْرِفَت باری تعالیٰ، تَوکُّل، مَحبَّت، رِضا، ذِکْر، شکر، اِنابَت (رُجُوع اِلَی اللّٰہ)، خَشْیَت، تَقْوٰی، مُراقبہ، خوف ورجا اور صَبْر وقناعت وغیرہ۔ چنانچہ،

توکُّل کے مُتعلّق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ (پ۵، النساء: ۸۱) ترجمۂ کنز الایمان: تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللّٰہ پر بھروسا رکھو۔

اور ایک مقام پرخشیّت (ڈر، خوف) کے متعلق ارشادفرمایا:

اَلۡيَوۡمَ يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ (پ۶، المائدۃ: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

(3)......ظاہری و باطنی تعلق

اس سے مراد وہ عبادات یا احکام ہیں جن کا تعلّق انسان کے ظاہر سے بھی ہے اور باطن سے بھی۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوۡنَ النَّاسَ (پ۵، النساء: ۱۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں۔

پس اس آیتِ مبارکہ میں مُنافقین کی نماز کے متعلّق ارشادفرمایا کہ وہ نماز کی ادائیگی میں سُستی و کاہلی کا مُظاہرہ کرتے ہیں اور باطن کے متعلق ارشادفرمایا کہ ان کی یہ نماز حقیقی نہیں بلکہ دِکھاوے و ریاکاری کی عَلامت ہے۔

یہی آئینِ قُدرَت ہے، یہی اُسلوبِ فِطرَت ہے
جو ہے راہِ عَمَل میں گام زن، محبوبِ فطرت ہے

علم قال وعلم حال

عِلْمِ قال سے مُراد ظاہری عُلوم یعنی عِلْمِ حدیث وفقہ وغیرہ ہیں اور عِلْمِ حال سے مُراد عِلْمِ باطن یعنی عِلْمِ معرِفتِ باری تعالیٰ ہے مگر عِلْمِ قال ہو یا عِلْمِ حال، ان تمام عُلوم کا مَنْبَع وسرچشمہ مُعَلِّمِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے یہ تمام علوم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سیکھ کر بعد والوں کو سکھائے اور یہ سلسلہ ہُنوز جاری ہے۔ جسکی تائید کئی روایات وآثار اور بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے اقوال سے ہوتی ہے۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جب ایمان والوں کو اپنی سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی یعنی ان میں اپنے محبوب سیّدِ عالم خاتَمُ الانبیا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مَبْعُوث فرمایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے انہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب قرآنِ مجید، فُرقانِ حمید کی آیات پڑھ پڑھ کر سُنائیں حالانکہ اُن کے کان اس سے پہلے کلامِ حق اور آسمانی وحی سے آشنا نہ تھے۔ پھر ان کا تزکیۂ نَفْس فرمایا یعنی ان کے نُفُوس وارواح کو کُفر وضَلالت اور اِرتکابِ مُحَرَّمات و مَعاصی، ناپسندیدہ خَصائل اور گھٹیا خصائص سے پاک کر کے حجاب اٹھا دیئے اور انہیں اس قابل بنا دیا کہ ان کے دل کے آئینے میں حقائق ومَعارِف کی جَلْوہ گری ہو سکے۔ اس کے بعد انہیں احکاماتِ الٰہیہ کی ایسی تفصیل بیان فرمائی جس کی روشنی میں وہ مَنْشائے اِیزدی کے مطابق ان احکامات پر عمل کرنے لگے اور اس طرح نہ صرف ان کے نَفْس کی قُوَّتِ عَملیہ اور عِلْمیہ دونوں کی تکمیل ہوئی بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عِلْمِ اسرار وحکمت کی دولت سے بھی خوب نوازا جس کے نتیجے میں وہ لوگ جو حق وباطل اور نیک وبد میں امتیاز نہ رکھتے تھے اور جَہل ونابینائی میں مبتلا تھے فِرِشتہ سیرت بن گئے، جنہیں کوئی اپنا غلام بنانا بھی پسند نہ کرتا تھا اچانک آئینِ جہانبانی میں دنیا بھر کے اُستاذ بن گئے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللّٰہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(پ ۴، اٰل عمران: ۱٦۴)

حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ "میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دو طرح کا عِلْم حاصل کیا، ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا جبکہ دوسرے کو اگر میں نے ظاہر کیا تو **"قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ"** یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔" [1]

مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الامّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں

[1] ......صحیح البخاري، کتاب العلم، باب حفظ العلم، الحدیث: ۱۲۰، ج ۱، ص ٦۳

کہ ”مجھے حُضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ۲ دو قسم کے علم ملے، ایک عِلْمِ شَرِیعَت جو میں نے تمہیں بتا دیا۔ دوسرا عِلْمِ اسرار وطریقت وحقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔“ مزید فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شَرْعی مَسئلے بے دھڑک بیان کیے جائیں مگر تصوُّف کے اسرار نااہل کو نہ بتائے جائیں۔ دوسرے یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔“ [1]

معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ۲ دو عُلوم سیکھے، یعنی ایک عِلْمِ قال اور دوسرا عِلْمِ حال مگر یہ صرف حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہی خاصہ نہیں تھا بلکہ دوسرے کئی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی بخُوبی عِلْمِ الٰہی سے آگاہ تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وِصال ہوا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مَسْعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''میرے خیال میں وہ عِلْم کے دَس میں سے نَو حصّے اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم میں جلیلُ القدر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ابھی موجود ہیں۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''میری مُراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ میری مُراد تو عِلْمِ الٰہی ہے۔'' [2]

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے اگرچہ بعض حضرات ایسے بھی تھے جنہیں ایک خاص قسم کا علم خُصُوصیّت کے ساتھ حاصل تھا۔ مثلاً حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حُضور نبیِ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آنے والے فتنوں اور مُنافقین کے ناموں کا علم عطا فرمایا تھا اور یہی وجہ ہے کہ انہیں رازدانِ رَسُول بھی کہا جاتا یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کہیں وہ تو ان مُنافقین میں سے نہیں۔

عِلْمِ الٰہی کو عِلْمِ یقین بھی کہا جاتا ہے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان یقین کے جس مرتبے پر فائز تھے اسے اس روایت

---

[1] ......مراٰۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۲۷

[2] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۴۱

سے بَخُوبی جانا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک انصاری صحابی حضرت سیِّدُنا **حارِثہ بن نُعمان** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دریافت فرمایا: اے حارِثہ! صُبح کیسے کی؟ تو حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا** یعنی میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر سچے ایمان کی حالت میں صُبح کی۔ تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے حارِثہ! **اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ**؟ دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ بے شک ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ تو حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: میرے نَفْس نے دنیا سے منہ پھیر لیا ہے (اب میری نظر میں دنیا ومافیہا کی کوئی حَیثِیَّت نہیں) میں (محبّتِ الٰہی کے جام پینے کے لیے) رات بھر جاگتا رہتا ہوں اور دن بھر پیاسا رہتا ہوں (کہ کب رات ہوگی؟)۔ میری یہ کَیفِیَّت ہے گویا کہ میں عرشِ الٰہی کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، جَنّتیوں کو جنّت میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور اہلِ جَہَنَّم کو چِلّاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تو اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اَبْصَرْتَ فَالْزَم**۔ اے حارِثہ! تو نے (حق کو کھلی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہے، اب اس کو مَضبوطی سے تھام لے۔ اور ایک روایت میں ہے: **عَرَفْتَ فَالْزَم**۔ یعنی اے حارِثہ! تجھے عرفانِ الٰہی کی دولت نصیب ہوگئی ہے اب اس کو مَضبوطی سے تھامے رہنا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو بار یہ ارشاد فرمایا اور مزید فرمایا کہ حارِثہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نورِ ایمان کی شمع فروزاں کر رکھی ہے۔ چنانچہ ایک دن صُبح کے وقت اچانک جِہاد کا اعلان ہوا تو یہی حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نہ صرف میدانِ جہاد میں پہنچے بلکہ سب سے پہلے اپنی جان بھی جانِ آفرین کے سپُرد کردی۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر ان کی والدہ ماجِدہ بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے میرے لَختِ جِگر کے مُتعلّق بتایئے وہ کہاں ہے؟ اگر جنّت میں ہے تو نہ میں اس پر روؤں اور نہ غم زدہ ہوں اور اگر جہنّم میں ہے تو جب تک میں زِندہ ہوں اس پر روتی رہوں۔ تو مُحسِنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے حارِثہ کی ماں! جنّت ایک نہیں بلکہ بَہُت سی ہیں اور حارِثہ تو جنّت کے سب سے اعلٰی مَقام یعنی فردوسِ اعلٰی میں ہے۔[1]

---

[1] ……شعب الایمان، الحدیث: ۱۰۵۹۰، ۱۰۵۹۱، ج۷، ص ۳۶۲، ۳۶۳

دوسرا مرحلہ

تَصَوُّف

تصوف کیا ہے؟

حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یقین ومَعْرِفت کے جس مرتبے پر فائز تھے اسی کا نام عِلْمِ حال یعنی تَصَوُّف ہے۔ تصوف کیا ہے؟ اس کے مُتعلّق بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے بے شُمار اقوال منقول ہیں، کیونکہ ہر ایک نے اپنے مَقام ومرتبہ اور حال کے اعتبار سے تصوف کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھَوازِن قُشَیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) رسالہ قُشَیریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا رُوَیم بن احمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اپنے ربّ کی مرضی پر چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس سے کام لے اور جب حضرت سیِّدُنا جُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی سے تصوف کے مُتعلّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: تَصَوُّف یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے بھی کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ [1]

صوفی کون؟

حضرت سیِّدُنا ابو الحسن قَنَّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد سے جب صُوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: صوفی وہ ہوتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُقوق کی ادائیگی کے لیے ہر وَقْت کمر بستہ رہتا ہے۔ [2] شیخ ابو نَصر سراج طُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی مزید ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ صُوفی وہ لوگ ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو خوب پہچانتے ہیں، اس کے احکام کا علم رکھتے ہیں، جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے جو کام لینا چاہتا ہے یہ اس کو پورا کرنے کے لیے ثابِت قدمی دکھاتے ہیں، پختہ عمل کی بدولت وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے کچھ پالیتے ہیں اور جو کچھ ملتا ہے اس کی وجہ سے فنا ہو جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کہ ہر پالینے والا آخر کار فنا ہو جایا کرتا ہے۔ [3]

---

[1] ......الرسالۃ القشیریۃ، باب التصوف، ص ۳۱۳

[2] ......اللمع فی التصوف، ص ۴۶ [3] ......اللمع فی التصوف، ص ۴۷

تصوُّف کی اَصل

تعلیماتِ تَصَوُّف پرغور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تَصَوُّف میں دو باتیں اصل کی حَیثیَّت رکھتی ہیں: تزکیۂ نَفْس اور اِحْسان۔ تزکیۂ نفس کا ذکر قرآنِ کریم میں بِعثَتِ نبوی کے مَقاصِد میں بار بار آیا ہے اور احسان کا ذکر حدیثِ پاک میں ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ جبریل کو تَصَوُّف کی اصل سمجھا جاتا ہے جس میں احسان کی تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے: "مجھ سے (دین کی باتیں) پوچھا کرو۔" مگر بارگاہِ نبوت کا اَدب بجالانے اور غَلَبۂ ہَیبت کی وجہ سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سُوالات کرنے کی جُرْأَت نہ ہوتی۔ لہٰذا حقائقِ دینیہ سکھانے کے لیے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو انسانی شکل میں بھیجا تاکہ وہ سُوال کریں اور مُعلِّمِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جواب میں اس طرح نایاب موتی نچھاور فرمائیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا دامَنِ عِلْمی جوَاہِر پاروں سے بھر جائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رِسالَت میں حاضر ہو کر جو سُوالات پوچھے وہ دین کی اساس کی حَیثیَّت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ان سوالات کے جو جوابات سرورِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمائے وہ کل عُلُومِ دینیہ کا خُلاصہ و نچوڑ کہے جاسکتے ہیں۔ مثلاً شارِع ہونے کی حَیثیَّت سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی دینی عُلوم پر مشتمل کل احادیثِ مُبارکہ کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جائے تو صُورت کچھ یوں بنے گی:

(۱)......آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی بعض احادیثِ مُبارکہ ایسی ہیں جن میں دین کے اُصُول و نظریات یعنی عقائد کی تعلیم مروی ہے۔

(۲)......بعض احادیث اعمالِ ظاہِرہ کی اِصلاح سے متعلق ہیں۔

(۳)......اور بعض اِصلاحِ باطن سے متعلق ہیں۔

پس حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے پوچھے گئے سُوال ﴿......مَا الْاِیْمَانُ؟ ایمان کیا ہے؟ کے جواب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اصلاحِ عقائد کے حوالے سے دین کے اُصُولِ و نظریات کچھ یوں بیان فرمائے

کہ ایمان یہ ہے کہ تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ، اسکے فِرِشتوں ، اس کی کِتابوں ، اس کے رسولوں ، قِیامت کے دن اور ہر خیر و شر کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے وابستہ مانو ۔ ﴿﴾...... **مَا الْاِسْلَامُ** ؟ اسلام کیا ہے ؟ کے جواب میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعمال ظاہرہ کی اِصلاح یوں فرمائی کہ تم توحید و رسالت کی گواہی دو ، نماز پڑھو ، زکوٰۃ ادا کرو ، رمضان شریف کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو ۔ ﴿﴾...... اور **مَا الْاِحْسَانُ** ؟ احسان کیا ہے ؟ کے جواب میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اصلاحِ باطِن کے حوالے سے کچھ یوں ارشاد فرمایا : **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **کی عِبادت اس طرح کرو گویا کہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ **کو دیکھ رہے ہو اور اگر اس مَقام کو نہ پاسکو تو یہ یقین رکھو کہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ **تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے** ۔ یہی تصوف کی اصل ہے ۔

تصوف کی بنیادی خصوصیات

حضرت سیدعلی بن عُثمان جلابی المعروف حضور داتا گنج بخش ہَجْوِیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنی شُہرۂ آفاق کتاب **کَشْفُ الْمَحْجُوْب** کے صفحہ ۳۹ پر سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُ ناجُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیادی خصوصیات آٹھ ہیں : ﴿1﴾...... سخاوت ﴿2﴾...... رضا ﴿3﴾...... صَبْر ﴿4﴾...... اِشارہ ﴿5﴾...... غُربَت ﴿6﴾...... گُدڑی (لباس) ﴿7﴾...... سِیاحَت اور ﴿8﴾...... فَقْر ۔

یہ آٹھ خصلتیں آٹھ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہیں ۔ چنانچہ ،

﴿1﴾...... **سَخَاوَت** حضرت سیِّدُ نا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے ۔ کیونکہ آپ نے راہِ خدا میں اپنے جگر گوشہ کی قربانی دینے سے بھی گُریز نہ کیا ۔

﴿2﴾...... **رِضَا** حضرت سیِّدُ نا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے ۔ کیونکہ آپ نے ربّ کی رضا کے لیے اپنی جانِ عزیز کو بھی بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دیا ۔

﴿3﴾...... **صَبْر** حضرت سیِّدُ نا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے ۔ کیونکہ آپ نے بے انتہا مَصائب پر صبر کا دامَن نہ چھوڑا اور اپنے ربّ کی آزمائش پر ثابِت قدم رہے ۔

﴿4﴾...... **اِشارہ** حضرت سیِّدُ نا زَکَرِیَّا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے ۔ کیونکہ ربّ تعالٰی نے ان سے ارشاد فرمایا :

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًاؕ ترجمۂ کنزالایمان: تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے۔ (پ۳، اٰل عمران: ۴۱)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا(۳) (پ۱۶، مریم: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

﴿5﴾...... **غُربت** حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے کہ انہوں نے اپنے وطن میں بھی مُسافِروں کی طرح زِندگی بَسر کی اور خاندان میں رہتے ہوئے بھی اپنوں سے بیگانہ رہے۔

﴿6﴾...... **گُدڑی** (صُوف کا لباس) حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے جنہوں نے سب سے پہلے پشمینی لباس زیبِ تن فرمایا۔

﴿7﴾...... **سیاحت** حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے جنہوں نے تنہا زندگی گزاری اور ایک پیالہ و کنگھی کے سوا کچھ بھی پاس نہ رکھا۔ بلکہ ایک مرتبہ کسی کو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیتے دیکھا تو پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

﴿8﴾...... **فقر** مُحسِنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنَّت ہے جنہیں رُوئے زمین کے تمام خزانوں کی کُنجیاں عنایت فرمائی گئیں مگر آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے خدا! میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شِکَم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔

تیسرا مرحلہ

تاریخِ تَصَوُّف

چند جملوں میں پورے دین کا خُلاصہ بیان کر دینا پیغمبرانہ مُعْجزہ ہے۔ لہٰذا حدیثِ جبریل کو بلا شبہ **جَوَامِعُ الْکَلِم**[1] کی اعلیٰ صورت کہا جا سکتا ہے جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دین کے ان تینوں حصّوں کی

[1] ...... جَوامِعُ الکَلِم سے مراد ایسے کلمات ہیں جو عبارت کے لحاظ سے مختصر اور مَعانی و مَطالب کے لحاظ سے جامع ہوں۔ (کوثر الخیرات، ص ۵۵)

کماحقُّہٗ تشریح بیان فرمائی۔ صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضْوَان بھی چونکہ گلستانِ رسالت کے خوشہ چین تھے، لہٰذا ان میں بھی جامعیّت کی یہی شان کافی حد تک موجود تھی مگر مُرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس جامعیت میں کمی آتی گئی۔ اس لیے عُلَمائے اُمَّت عَلَیۡهِم رَحمَةُ رَبِّ الۡعِزَّت نے دین کی حِفاظَت وخِدمَت کے لیے ان تینوں شعبوں کو تین مُستَقِل علیحدہ علیحدہ علوم میں مُدوّن کردیا۔ چنانچہ،

تصحیحِ عقائد کے سلسلہ میں کِتاب وسُنَّت میں جو ہِدایات دی گئیں ان کی حِفاظَت وخِدمَت کے لیے **عِلْمِ کلام** مُدوّن ہوا۔ **اعمالِ ظاہرہ** کے متعلق جو رہنمائی کِتاب وسُنَّت نے کی ہے، اس کی تشریح کے لیے **عِلْمِ فِقْہ** مُدوّن ہوا اور **اِصلاحِ باطن** کے متعلق جو باتیں کتاب وسُنَّت نے بتائیں ان کی تفصیلات کے لیے **عِلْمُ الْاِحْسَان** جسے **عِلْمُ الْاَخْلَاق** اور **عِلْمُ التَّصَوُّف** بھی کہتے ہیں، مُدوّن ہوا۔ اوران تمام عُلوم میں کامل دَسترَس رکھنے والے کو کامل عالِمِ دِین سمجھا جانے لگا۔ یہ عُلوم چونکہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمَّت کی آسانی کے لیے مدوّن کیے گئے تھے اور قرآن وسُنَّت کے خلاف بھی نہ تھے بلکہ کتاب وسُنَّت کی روح اوران کے ثمرات تھے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کے جاننے والے کو ایک الگ نام سے جانا و پہچانا جانے لگا۔ عِلْمِ کلام جاننے والے **متکلمین** کے نام سے معروف ہوئے، عِلْمِ فقہ جاننے والے **فقیہ** کے نام سے مشہور ہوئے اور عِلْمِ تَصَوُّف جاننے والے **زاہد و صُوفی** کے نام سے جانے و پہچانے جاتے۔ یہ اصفیاء ہر زمانے اور ہر دور میں اِعلائے کَلِمَۃُ الحق کے لیے کمر بستہ رہے اور اس سلسلے میں کبھی کسی کی پروانہ کی۔ لہٰذا آیئے دورِ صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضْوَان کے بعد سے لے کر تقریباً چاڑ صدیوں تک کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس دور میں کیسے کیسے جوانمردوں نے اس قوم کی ڈُوبتی نیّا (کشتی) کو سہارا دینے کی کوشش کی۔

پہلا دور

یہ دور اُمَوی خِلافت [1] کے آغاز سے لے کر اس کے اختتام اور عباسی خلافت [2] کے آغاز یعنی 40 ہجری سے لے کر 132 ھ تک مُحیط ہے۔ چنانچہ بنواُمَیَّہ نے جب خلافت کا اقتدار سنبھالا تو اس وقت موجود اکثر صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ

---

[1] ......اُمَوی دورِ خلافت سے مُراد حضرت سیدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡه سے شروع ہونے والا خاندانِ بنواُمَیَّہ کی خِلافت کا دور ہے۔

[2] ......عبّاسی دورِ خلافت سے مُراد حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡه کے خاندان سے تعلق رکھنے والے خُلَفا کا دور ہے، جس کا آغاز ابو العبّاس عبد اللّٰہ بن محمد بن علی بن عبد اللّٰہ بن عباس المعروف ابو العباس سَفّاح کی خِلافت سے ہوا۔

الرِّضْوَان دِینِ اِسلام کی اشاعت کے لیے مَصروفِ عَمَل تھے جنہوں نے باقاعدہ سِلسِلہ درس وتدریس شروع کررکھا تھا اور بے شُمار تشنگانِ عُلُوم دینیہ اپنی علمی پیاس بجھانے دور دراز سے ان کی خدمت میں حاضر ہورہے تھے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِکتِسابِ فیض کرنے والوں کو تابعینِ عُظّام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے 57ھ میں اس جہانِ فانی سے کوچ کے بعد گنتی کے چند صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بَقیدِ حَیات رہ گئے جنہوں نے یہ سلسلہ مزید جاری رکھا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے جن صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے سب سے آخر میں دارِ بقا کی جانب کوچ فرمایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ......حضرت سیِّدُنا بُرَیدہ اَسلمی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٦٢ھ) کا خُراسان میں وصال ہوا۔[1]
- ......حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن ابی اَوفیٰ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٨٦ھ) کا کُوفہ میں وصال ہوا۔[2]
- ......حضرت سیِّدُنا سہل بن سَعد ساعدی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٩١ھ) کا سَو سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں۔[3]
- ......حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٩٣ھ) کا بَصرہ میں۔[4]
- ......اور حضرت سیِّدُنا ابو طُفَیل رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ١٠٠ھ) کا وِصال مکّہ مکرمہ میں سب سے آخر میں ہوا۔[5]

پس جب ایک صدی ہجری پوری ہوئی تو سطحِ زمین پر کوئی ایسی آنکھ باقی نہ رہی جس نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی زِیارت کی ہو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کی 40ھ میں شہادت کے بعد جب اُمّت کے افکار میں آہستہ آہستہ اِفْتِراق واِنْتِشار کی کیفیّات وسیع ہونے لگیں اور حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے بعد

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ١١٥٠، ج ٢، ص ١٩

[2] ......تاریخ مدینہ دمشق، ج ٣١، ص ٤٨

[3] ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر سھل بن سعد الساعدي رضي الله عنه، الحدیث: ٦٤٤٤، ج ٣، ص ٦٦٢

[4] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ٧١٧، ج ١، ص ٢٥٠

[5] ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی صلی الله علیه وسلم ابیض ملیح الوجه، الحدیث: ٢٣٤٠، ص ١٢٧٥

آنے والے حکمران صحیح معنوں میں اسلامی حکومت کی مثال قائم نہ رکھ سکے تو اس وقت موجود صحابۂ کرام، تابعین و تبعِ تابعین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن حکمرانوں کی طرف سے نہ صرف مایوس ہونے لگے بلکہ مُتعَدِّدان سے بدظن بھی ہوگئے۔ یہ سب چونکہ دُنیاوی نعمتوں پر اُخروی نعمتوں کو ترجیح دیا کرتے تھے اور عیش وعشرت سے بھرپور زندگی کو اچھا سمجھنے کے بجائے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سادہ زندگی کے اتباع کی پیروی پر زور دیتے تھے، لٰہذا انہوں نے سیاست سے منہ موڑ کر خالص عِلْمی وعَمَلی حیثیت سے دِینِ اسلام کی ترویج کے لیے اپنی زندگیاں وَقْف کر دیں اور لوگوں کو سچّا مسلمان بنانے کے لیے ان کی ظاہری ومَعْنَوی حیثیّت سے مَدَنی تربیّت فرمانا شروع کر دی۔ عِلْمِ یقین، فسادِ اعمال، قلبی خَواطِر (خیالات) اور نفسانی وسوسے اور ان کا عِلاج تَصَوُّف کے اہم موضوعات اسی دور کی یادگاریں ہیں۔

تابعینِ عُظّام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے اس دور میں صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان سے سب سے زیادہ اکتسابِ فیض کرنے اور عِلْمِ تَصَوُّف میں اِمام کی حیثیّت رکھنے والے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی (متوفی 110ھ) ہیں جن کے بارے میں اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه نے 70 بدری صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے علاوہ کل 300 صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی زیارت کی۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کی پیدائش امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه (متوفی ۲۳ھ) کی خلافت میں 20 ہجری پورے ہونے سے دو دن پہلے ہوئی۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کی والِدہ ماجِدہ اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا (متوفی ۶۳ھ) کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه شدید رو رہے تھے تو اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا نے شفقت فرماتے ہوئے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور آپ نے ان کی چھاتی مُبارک سے دودھ پیا۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کی باتیں سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی باتوں کے مُشابہ تھیں۔[1] آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه نے بنو اُمیّہ کے پہلے نو خُلَفاء کا عہدِ حکومت اور اس کے عبرت انگیز حالات

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۵۷

اپنی آنکھوں سے دیکھے۔آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے علاوہ اس دور کے مَشْہور بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن میں سے چند ایک یہ ہیں: حضرت سیِّدُ نا یُوسُف بن اَسْباط (متوفی ۹۶ھ)، حضرت سیِّدُ نا ثابِت بُنانی (متوفی ۱۲۷ھ)، حضرت سیِّدُ نا مالِک بن دینار (متوفی ۱۳۰ھ) اور حضرت سیِّدُ نا اَیُّوب سَخْتیانی (متوفی ۱۳۱ھ) رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی۔

دوسرا دور

یہ دور (132ھ تا 232ھ) پر مُشْتَمِل ہے۔عَبّاسی خِلافت کا یہ دور سیاسی اور علمی اعتبار سے انتہائی اَہم سمجھا جاتا ہے، اسی دور میں اَہلِ سُنَّت و جماعت کے چاروں فِقْہی مَذاہِب کے اُصول وقوانین وَضْع ہوئے یعنی فقہ حَنَفی، مالکی، شافعی اور حَنْبلی اسی دور کی یادگاریں ہیں۔احادیثِ مُبارَکہ کی باقاعدہ تَدْوِین پر بھی تَوَجّہ اسی دور میں شروع ہوئی، بے شُمار عُلوم و فُنُون نے اس دور میں خوب ترقّی کی، عِلمِ کیمیا، عِلمِ فلکیات، فَلْسفہ، جُغْرافیہ اور رِیاضی کی یادگار کُتُب اس دور میں تصنیف ہوئیں۔مال و دولت کی فراوانی کا عالَم یہ تھا کہ عباسی سلطنت کے فرمانرواؤں کو دولت خرچ کرنے کا بہانہ درکار ہوتا۔

جب مال و دولت کی اس چکا چوند اور فراوانی نے مسلمانوں کو عَمَلی طور پر دین سے دور کرنا شروع کر دیا، یونانی فلسفہ کی وجہ سے بعض ناسمجھ لوگ دین کو عقل کے پیمانے پر تولنے لگے اور باطل فرقے قَدَرِیّہ، جَبْرِیّہ، مُرجِیہ و مُعْتَزِلہ وغیرہ خیالات کے حامیوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی تو حضرت سیِّدُ نا امام جَعْفَر صادِق (متوفی ۱۴۸ھ)، حضرت سیِّدُ نا امام ابو حنیفہ نُعمان بن ثابِت (متوفی ۱۵۰ھ)، حضرت سیِّدُ نا سُفْیان ثَوری (متوفی ۱۶۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا ابراہیم بن اَدْہَم (متوفی ۱۶۱ یا ۱۶۲ھ)، حضرت سیِّدُ نا عبدُ الواحِد بن زید (متوفی ۱۷۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا امام مالِک بن اَنَس (متوفی ۱۷۹ھ)، حضرت سیِّدُ نا فُضَیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ)، حضرت سیِّدُ نا امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور حضرت سیِّدُ نا معروف کرخی (متوفی ۲۱۵ھ) وغیرہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن نے خوب ڈٹ کر نہ صرف ان عقل کے ماروں کا مقابلہ کیا بلکہ توحید و رسالت کے عشق و مستی سے بھر پور جام بھر بھر کر لوگوں کو پلائے اور دنیاوی عیش وعشرت کو ترک کر کے لاکھوں انسانوں کو راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہنے کا درس دیا۔

تیسرا دور

یہ دور 233ھ تا 334ھ پر مُشْتَمِل ہے۔عَبّاسی خِلافت کے اس دور کی ابتدا تو بڑی اچھی رہی مگر انتہا اِفْتِراق

وانتشار کی کیفیت میں ہوئی۔ البتہ! پچھلے دور میں جن علمی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تھا وہ اپنی آب وتاب سے جاری و ساری رہیں اورفنِ تعمیر، خُوش نویسی وخطّاطی وغیرہ کوخوب عُروج ملا، علمِ طب نے بھی خوب ترقّی کی اور سلطنتِ عباسیہ کے طُول وعرض میں بڑے بڑے ہسپتال بنائے گئے، پچھلے دور میں علمِ فقہ مُدوّن ہوا تو اس دور میں علمِ حدیث کے امام پیدا ہوئے جنھوں نے صحاحِ ستّہ [1] کی صُورت میں ایک عظیم اور بیش بہا علمی سرمایہ رہتی دنیا تک کے تمام مسلمانوں کو عطا کیا۔ مگر سیاسی طور پر مسلمان جس وحدت کے علمبردار تھے اسے قائم نہ رکھ سکے اور بے شُمار محلّاتی سازِشوں کا شکار ہونے لگے، اسی دور میں طَوَائِفُ الْمُلوکی کا ظُہور ہوا مگر خلافتِ عباسیہ کا سکّہ کسی نہ کسی طرح چلتا ہی رہا۔ اس دور میں بہت سے باطل فرقوں نے سر اٹھایا جن کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا جس کی ایک مثال یہی کافی ہے کہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے قرامطی باغیوں میں اس قدر جرأت پیدا ہوگئی کہ انہوں نے 315ھ میں مکہ معظّمہ پر چڑھائی کر کے چاہِ زمزم کو پاٹ دیا اور خانہ کعبہ کی دیواروں سے حَجَرِ اَسْوَد کو نکال کر عمّان لے گئے جہاں انہوں نے اسے اپنے بنائے ہوئے کعبے کی دیوار میں نَصب کر دیا۔ اور بالآخر 24 سال کے بعد 339ھ میں خلیفہ **المطیع اللہ** نے ان باغیوں کی سرکوبی کی اور حجر اسود کو اپنی اصلی جگہ یعنی **بیت اللہ** شریف کی دیوار میں نصب کرایا۔ یہی وہ دور ہے جس میں صاحبِ قُوت حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کی پُرنور فضاؤں میں اکتسابِ فیض میں مَصروفِ عمل تھے۔

مسلمان چونکہ اس دور میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فراموش کر کے دنیاوی جاہ وحَشْمت کے دِلْدادہ ہو چکے تھے لہٰذا ان کی سنّتوں بھری تربیّت کرنے اور انہیں راہِ خدا میں اپنا تن من دھن قربان کرنے کی مَدَنی سوچ دینے کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس دور میں حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حَنْبل (متوفی ۲۴۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا شیخ حارِث مُحاسبی (متوفی ۲۴۳ھ)، حضرت سیِّدُ نا ذُوالنُّون مصری (متوفی ۲۴۵ھ)، حضرت سیِّدُ نا سَرِی سَقَطی (متوفی ۲۵۳ھ)، حضرت سیِّدُ نا بایزید بُسْطامی (متوفی ۲۶۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا بِشْر حافی (متوفی ۲۷۷ھ)، حضرت سیِّدُ نا سہل بن **عبد اللہ** تُسْتَری (متوفی ۲۸۳ھ)، حضرت سیِّدُ نا جُنَید بغدادی (متوفی ۲۹۷ھ) اور حضرت سیِّدُ نا امام محمد بن جریر طَبری (متوفی ۳۱۰ھ) وغیرہ ایسے بُزُرگانِ

---

[1] ......احادیثِ مبارکہ کی وہ چھ مُعتبر کتابیں جن کی صحّت پر تمام عُلمائے کرام کا اتفاق ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور سنن نسائی۔

دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن پیدا فرمائے جنہوں نے اپنی شَبانہ روز جِدّ و جُہد اور کَدّ و کاوِش (چھان بین، کوشش) سے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمَّت کو ظاہری شان و شوکت اور پاکیزگی کے بجائے باطِنی زیب و زینت اور پاکی وطَہارت اپنانے کی ترغیب دی۔

چوتھا دور

یہ دور 334ھ تا 436ھ پر مُشْتَمِل ہے۔ اس دور کا آغاز اس حال میں ہوا کہ مملکتِ اِسلامیہ مختلف شیرازوں (ٹکڑوں) میں بٹ چکی تھی، عباسی خلافت کے متوازی دو مزید خلافتیں دولتِ سامانیہ[1] اور خلافتِ فاطِمیہ[2] نُمُودار ہو چکی تھیں۔ نیز مختلف علاقوں کے فرمانرواؤں نے خود مختار بادشاہیاں اور سلطنتیں قائم کرلیں تاہم یہ اُمَراوسلاطین خلیفہ بغداد کو اپنا پیشوا مانتے اور دربارِ خلافت سے سَنَدِ خُوشنودی حاصل کرنے کو اپنے اِقْتِدار کے اِسْتِحکام کے لیے ضروری سمجھتے۔ بلاشُبہ اس دور کو بدامنی اور انارکی (لاقانونیت *Anarchy*) کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اسی دور میں بُت شِکَن سُلطان محمود غزنوی ایسا اُولُوالْعزم بَطَلِ جَلیل پیدا ہوا جس نے کُفرِسْتان کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔

بدامنی وانارکی کے اس دور میں جب ہر ایک قلبی و ذہنی انتشار کا شکار ہوتا جا رہا تھا اور دولت کی ریل پیل نے اسے خدائے وحدہ لاشریک کا بندہ بننے کے بجائے درہم و دینار کا غلام بنا دیا تھا، اعلیٰ اخلاقی اقدار نایاب ہوتی جا رہی

---

[1] ......دولتِ سامانیہ کی حکومت خِلافتِ عبّاسیہ کے خاتمے کے بعد 874ء بمطابق ۲۶۱ھ میں ماوراء النھر میں قائم ہوئی۔ اپنے مورثِ اعلیٰ اسد بن سامان کے نام پر یہ خاندان سامانی کہلاتا ہے۔ نَصر بن احمد بن اسد سامانیوں کی آزاد حکومت کا پہلا حکمران تھا۔ ماوراء النھر کے علاوہ موجودہ افغانستان اور خُراسان بھی اس حکومت میں شامل تھا۔ اس کا دارالحکومت بُخارا تھا۔ سامانیوں نے 1005ء تک یعنی کل 134 سال حکومت کی۔ اس عرصے میں ان کے دس حکمران ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں: نصر اول 261ھ تا 279ھ، اسماعیل 279ھ تا 295ھ، احمد 295ھ تا 301ھ، نصر دوم 301ھ تا 331ھ، نوح اول 331ھ تا 343ھ، عبدالملک 343ھ تا 350ھ، منصور اول 350ھ تا 366ھ، نوح دوم 366ھ تا 387ھ، منصور دوم 387ھ تا 389ھ، عبدالملک 389ھ تا 395ھ۔

[2] ......خلافت فاطمیہ شمالی افریقہ میں خلافت عباسیہ کے خاتمے کے بعد ۲۹۷ھ میں قیروان شہر میں قائم ہوئی۔ اس سلطنت کا بانی **عبید اللّٰہ المہدی** چونکہ خاتونِ جنت حضرت سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اولاد ہونے کا دعویدار تھا، اس لئے اس کی قائم کردہ سلطنت کو فاطمی خلافت کہا جاتا ہے۔ **عبید اللّٰہ** تاریخ میں مہدی کے لقب سے مشہور ہے۔ اس خلافت کے ۵۶۷ھ تک ۲۷۰ سالہ دور میں ۱۴ خُلَفا نے حکومت کی۔ جن کے نام یہ ہیں: مہدی، قائم، مَنصور، مُعِز، عزیز، حاکم، ظاہر، مُسْتَنْصِر، مُسْتَعلی، آمر، حافظ، ظافِر، فائز، عاضِد۔

تھیں، باطِل فِرقے سیاسی طور پر مَضْبُوط ہوتے جا رہے تھے یہاں تک کہ ۳۴۱ھ میں بغداد میں ایک باطِل فرقے نے تَنَاسُخ [1] کے عقیدے کا اظہار کیا اور ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی رُوح مُبارک اس میں حُلُول کر گئی ہے، اس کی بیوی بھی اس سے کسی طرح پیچھے نہ رہی اور اس نے بھی جھَٹ یہ دعویٰ کر دیا کہ خاتونِ جَنَّت حضرت سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی رُوح اس میں حُلول کر گئی ہے، ادھر ایک شخص کے سر میں سَودا (پاگل پن) سمایا اور اس نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس میں رُوحِ جبریل حُلول کر گئی ہے۔ جب یہ کیفیَّت پیدا ہونے لگی تو عام مسلمانوں نے ایسے لوگوں کو خُوب آڑے ترچھے ہاتھوں لیا یعنی ناراضی و غُصّے کا اظہار کیا مگر افسوس صَدْ افسوس! اس وَقْت کے کٹھ پُتلی عَبّاسی فرمانْروا کے وزیر مُعِزُّ الدَّولہ نے ایسے لوگوں کی سَرکوبی کرنے کے بجائے ان کی تعظیم بجالانے کا حکم دیدیا اور اس طرح مسلمانوں کے عقائِد پر بِدْعَتوں کے بے شُمار زہر آلود تیروں کی لگاتار بَوچھاڑ شروع ہوگئی، ہر طرف باطِل پرستوں کا راج دِکھائی دینے لگا۔ چنانچہ ان دِگرگُوں (اُلٹ پلٹ) حالات میں بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا ایک ایسا طَبَقہ پیدا ہوا جنہوں نے لوگوں کو اس دَور کی بدعتوں سے نہ صرف دور رکھنے کی سرتوڑ کوشش کی بلکہ دلوں میں سنَّتوں کا پَیکر بنے رہنے کے ساتھ ساتھ صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان اور دیگر سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نَقْشِ پا پر چلنے کی تڑپ پیدا کرنے کا جَذْبہ بھی بیدار کیا۔

اسی دَور میں تَصوُّف کی نہ صرف اِصْطِلاحات مُرتّب ہوئیں بلکہ ان بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے اس سلسلے میں کافی گِراں مایہ علمی سرمایہ بھی عطا کیا جن سے بعد والوں نے خوب استفادہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا ابونَصْر سِراج طُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی کتاب **اَللُّمَع فِی التَّصَوُّف** اور حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی **قُوْتُ الْقُلُوْب** اسی زمانے کی یادگار تصانیف ہیں۔

❁……❁……❁

[1] ……تَنَاسُخ سے مُراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ ایک شخص کی روح اس کے مرنے کے بعد کسی دوسرے انسان کے جسم میں چلی جاتی ہے۔ نیز کسی کا ایک صُورت سے دوسری صورت اختیار کرنا بھی تَنَاسُخ کہلاتا ہے اور اصل میں یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے، جسے آواگون کہتے ہیں۔ (فیروز اللغات، مفہوماً)

چوتھا مرحلہ

کچھ صاحِبِ قُوتْ شَیخ اَبُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بارے میں

نام ونسب

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا نام محمد بن علی بن عَطِیَّہ حارِثی اور کُنیَّت ابو طالِب ہے، خاص و عام آپ کو شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے نام سے جانتے و پہچانتے ہیں۔

ولادت

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عراق کے جَبَل نامی عَلاقے میں پیدا ہوئے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تارِیخ پیدائش کے مُتعلّق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا البتّہ! ایک مُحتاط اندازے کے مُطابق آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تیسری صدی ہجری کے آخر یا چوتھی صدی ہجری کی اِبْتِدا میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وہجرت

تمام مُوَرِّخین اس بات پر مُتَّفِق ہیں کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نوعُمری ہی میں عراق سے مَکّۂ مُکَرَّمہ آ بسے تھے اور وہیں پلے بڑھے اور تعلیم حاصِل کی، مگر کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے آبائی وطن کو خیر آباد کہنے کے اسباب کیا تھے اور آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کس دور میں مَکّۂ مُکَرَّمہ میں سُکونت اختیار فرمائی۔

بَہَرحال سَبَب کچھ بھی ہو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عجمی ہونے کے باوُجُود دینِ اسلام کے مَرکَز اُمُّ الْقُرٰی مکہ مکرمہ کی زبان اور بُود و باش کو پسند کیا اور ابتدائی زندگی کی بہت سی قیمتی بہاریں حَرَمِ مُقدّس کی پُرکیف فضا میں عِلْم کے مَدَنی پھول چُننے میں گزار دیں۔ جس طرح کُتُب آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مکہ مکرمہ میں آمد کے متعلّق خاموش ہیں اسی طرح

یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کب تک حرمِ پاک کی فضاؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اَلبتّہ! ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ۳۴۶ھ سے قبل مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر بغداد مُعلّٰی پہنچ چکے تھے۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سماع [1] کے جواز کے قائل تھے جبکہ بغداد شریف کے شیخ الحدیث سیِّدُنا عَبدُالصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی اس کے برعکس موقف رکھتے تھے۔ چنانچہ، جب ایک مرتبہ شیخ عبد الصمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو سماع کے جواز کا قائل ہونے کی وجہ سے سخت انداز میں روکنے کی کوشش فرمائی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے برا مانے بغیر یہ شعر پڑھا:

فَيَا لَيْلِ كَمْ فِيْكَ مِنْ مُّتْعَةٍ ‏ ‏ ‏ ‏ وَيَا صُبْحِ لَيْتَكَ لَمْ تَقْتَرِب

یعنی اے شب تجھ میں کس قدر مزے ہیں اور اے صبح! کاش! تو قریب بھی نہ آتی۔

اسے سُن کر شیخ عَبدُالصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اس واقعے کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ چونکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا اِنتقال ۳۴۶ھ میں ہوا، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ عَبدُالصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے وِصال اِلَی الْحَق سے پہلے حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بغداد میں تھے۔

---

[1] ......اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنّت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے عَوَارِف شریف میں پہلے ایک باب قبول وپسند سماع میں تحریر فرمایا اور اس میں بہت احادیث وارشادات ذکر فرمائے۔ اور فرمایا: بیشک شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کچھ ایسے دلائل وشواہد بیان فرمائے جو سماع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے اسلاف، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین سے نقل فرمایا اور شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا قول معتبر اور مستند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں، حال میں صاحبِ کمال ہیں۔ اور اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور تقویٰ وورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکر کامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سماع میں حلال، حرام اور شبہ کی اقسام ہیں، لہٰذا جس نے نفس مشاہدہ، شہوت اور خواہش کے پیش نظر سماع سنا تو یہ حرام ہے۔ اور جس نے معقولیت کے پیش نظر مباح طریقے سے لونڈی یا اہلیہ سے استفادہ سماع کیا تو اس صورت میں شُبہ پیدا ہو گیا کیونکہ اس میں کھیل داخل ہو گیا اور جس شخص نے ایسے نفیس دل کے ساتھ سماع سنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کر رہا تھا جو دلیل کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے ربِّ جلیل کے راستے گواہ ہوں۔ لہٰذا یہ سماع مباح ہے۔ شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا یہ ارشاد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج ۲۲، ص ۵۵۷)

شیوخ

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے شُیوخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شیوخ میں فقیہ بھی تھے، مُحدّث بھی اور صُوفی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ **قُوْت القلوب** میں آپ کے ان تمام شُیوخ کی تھوڑی بہُت جھلک ضرور نظر آتی ہے۔آپ کے شُیوخ میں بلند پایہ مقام رکھنے والے چند شیوخ یہ ہیں:

(1) **عبد اللّٰہ** بن جعفر بن فارس (2) ابوبکر آجُری (3) ابوزید مَرْوَزِی (4) ابوبکر بن خَلّاد **نُصَیبِی**۔

حضرت سیِّدُ نا **ابن فارس** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۴۶ھ) **اصفہان** کے مُحدِّث تھے اور حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ان سے روایتِ حدیث کی اجازت بھی حاصِل کی۔

حضرت سیِّدُ نا **ابوبکر آجُری** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۳۶۰ھ) **بغداد** سے ہجرت کر کے **مکہ مکرمہ** میں آ بسے تھے اور حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی ان سے ملاقات مکہ مکرمہ ہی میں ہوئی۔ چنانچہ ان کی مکہ مکرمہ میں آمد کے متعلق لکھتے ہوئے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی **قوت القلوب** میں فرماتے ہیں: یہ مکہ مکرمہ میں ہمارے پاس ۳۳۰ھ میں تشریف لائے۔حضرت سیِّدُ نا **ابوبکر آجری** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شمار حدیث کے قابل اعتماد راویوں اور حُفّاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔اور **اعلام للزِرکلی** میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ذکر **فَقِیْہٌ شَافِعِیٌّ مُحَدِّثٌ** کے القابات سے ملتا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا **ابوزید مَرْوَزِی** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۷۱ھ) کا شُمار جید شافعی فُقَہائے کرام میں ہوتا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو صحیح بخاری کی روایت کا شرف حاصِل تھا چنانچہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بخاری شریف کے بعض حِصّوں کو روایت کرنے کی اجازت حاصِل کی۔

حضرت سیِّدُ نا **ابوبکر بن خَلّاد نصیبی** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۵۹ھ) بھی ایک ثقہ محدث تھے جن سے امام دارِ قُطنی اور امام ابو نُعَیم وغیرہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے ان شُیوخ کی تربیّت کا اثر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ کی کتاب **قوت القلوب** میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔

اب آیئے یہ جانتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے راہِ طریقت کی مَنزلیں طے کرنے کے لیے کس شیخ کا دامَن تھاما۔ چونکہ مُرورِ زمانہ کے ساتھ صوفیوں کے اُسْلوبِ طریقت میں بھی نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ لہٰذا پہلے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے دَور میں رائج مختلف اَسالیبِ طریقت کو جاننا بہت ضروری ہے۔

اَسالیبِ طریقت

حضرت سید علی بن عُثمان جُلابی المعروف حُضور داتا گنج بخش ہَجْوِیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے اپنی شُہرۂ آفاق کتاب **کَشْفُ الْمَحْجُوب** میں صُوفیوں کے جن 12 گروہوں کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ سب تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے بارہ گروہوں میں سے دو گروہ مردود اور دس مَقبول ہیں۔ ان مقبول گروہوں میں ایک گروہ مُحاسِبیوں کا، دوسرا قصاریوں کا، تیسرا طَیفوریوں کا، چوتھا جُنیدیوں کا، پانچواں نُوریوں کا، چھٹا سُہَیلیوں کا، ساتواں حَکیموں کا، آٹھواں حرازیوں کا، نواں خفیفیوں کا اور دسواں ستاریوں کا ہے۔ یہ دسوں گروہ محقق اور اہلِ سنَّت و جَماعت ہیں لیکن وہ دو گروہ جو مردود ہیں ان میں سے ایک حُلُولیوں کا جو حُلُول واِمْتِزاج سے مَنْسوب ہے اور سالمی اور مُشبِّہ ان سے تعلّق رکھتے ہیں اور دوسرا گروہ حلاجیوں کا ہے جو ترکِ شَرِیْعَت کے قائل ہیں، انہوں نے اِلْحاد کی راہ اِخْتِیار کی جس سے وہ مُلْحِد و بے دِین ہو گئے، اِباحَتی و فارِسی گروہ بھی ان ہی سے متعلّق ہیں۔

(1)...... مُحَاسبیه

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُ نا ابو عبد اللہ حارِث بن اسد مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (متوفی ۲۴۳ھ) ہیں۔ آپ کے مَذہَب کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ رِضائے الٰہی کو مَقام کے بجائے طریقت کا ایک حال سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ رضا احکامِ الٰہی کے نفاذ پر دل کے مُطمَئِن رہنے کا نام ہے اور دل کا سکون و اطمینان

اِختیاری عمل نہیں بلکہ وَہبی وعَطائی ہے۔اور یہی اس بات کی دلیل ہے کہ رِضا ایک مَقام نہیں بلکہ حَال ہے کیونکہ یہ مُجاہَدے ورِیاضت کے ذریعہ حاصِل نہیں کیا جاسکتا بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

(2)......قِصَاریہ

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا ابو صالح بن حمدون بن احمد بن عمارہ قصار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ السَّتَّار (متوفی ۲۷۱ھ) ہیں، ان کا مَسلک ومَشْرَب مَلامَت[1] کی نَشْر واَشاعت ہے۔آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ لوگوں کو جتانے کے مُقابلہ میں تمہارا اِعْلَم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے متعلّق بہت بہتر سے بہتر ہونا چاہیے، یعنی خَلْوَت میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ تمہارا مُعاملہ اس سے بہتر ہونا چاہیے جو تم لوگوں کے ساتھ ظاہر میں کرتے ہو کیونکہ راہِ حق میں سب سے بڑا حجاب یہ ہے کہ تمہارا دل لوگوں کے ساتھ مَشغول ہو۔

(3)......طَیفُوریہ

اس گروہ کے پیشوا و امام حضرت سیِّدُنا ابو یزید طَیفُور بن سروشاں بُسْطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی (متوفی ۲۶۱ھ) ہیں۔ آپ کا طریقہ غَلَبہ[2] وسُکر ہے۔خلیفۂ مُفْتیِ اعظم ہند شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد المصطفٰے اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی **مَعْمُولَاتُ الْاَبْرار** میں فرماتے ہیں کہ وہ مَشائخ جو بادۂ عِرفانِ الٰہی سے اس دَرَجہ مَخمور وسرشار ہو جاتے ہیں کہ غَلَبۂ احوال و کیفیّات میں دامَنِ عَقْل وہوش تار تار کر دیتے ہیں اور دُنیائے بیداری و ہُشیاری سے بیزار ہو کر مَسْتی و

---

[1] ......مَلامَت سے مراد اپنے نَفْس کو بُرا بھلا کہنا ہے۔اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) بندہ احکامِ الٰہی بجالانے میں کامل احتیاط برتتا ہے لیکن لوگ اپنی عادت کے مُطابق پھر بھی اسے بُرا بھلا کہتے ہیں مگر وہ ان کی مَلامَت کی پروا نہیں کرتا (۲) بندہ اپنے ربّ کی یاد میں رکاوٹ بننے والے لوگوں سے چھٹکارا پانے کے لیے جان بُوجھ کر کوئی ایسی راہ اِختیار کرے کہ لوگ اسے مَلامَت کریں اور اس سے مُتَنَفِّر ہو کر جُدا ہو جائیں اور ایسے عَمَل سے شَریعَت میں بھی کوئی خَلَل واقع نہ ہو اور (۳) بظاہر شریعَت کا تابِع فرمان نہ ہوتا کہ لوگ اسے بُرا بھلا کہیں اور اس کی حقیقت سے دور رہیں مگر باطن میں مَضْبوط دیندار رہو۔ (کشف المحجوب، ص ۶۰)

[2] ......غلَبہ وَجْدِ مُتَواتِر کا نام ہے، وَجْد بجلی کی طرح ظاہر ہو کر ختم ہو جاتا ہے مگر غَلَبہ کی صُورت میں یہ تجلّی مُتَواتر نمودار ہوتی ہے اور اس وقت سالِک کی قُوّتِ تمیز باقی نہیں رہتی، وَجْد بہت جلد خَتْم ہوتا ہے مگر غلبہ باقی رہتا ہے۔ (عوارف المعارف، ص ۳۰۹)

مَدہوشی کے عالَم میں رہتے ہیں۔ان بزرگوں کو"اَرْبابِ سُکْر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

(4)......جُنَیدِیه

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا ابوالقاسم جُنَید بن محمد بَغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی (متوفی ۲۹۷ھ) ہیں۔آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا طریقہ حضرت سیِّدُنا بایزید بُسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کے اُسلوبِ طریقت سُکْر کے برعکس ہے۔یعنی آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صَحْو کے قائل تھے اور باطن کا مُراقَبہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گروہ کا اِمتیاز ہے۔خلیفۂ مُفْتی اعظم ہند شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفٰے اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی **معمولاتُ الابرار** میں فرماتے ہیں کہ اکثر صُوفیہ ایسے گزرے ہیں کہ مَعْرِفَتِ اِلٰہی و وِصالِ حقیقی کی دَولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کو **مِنْجَانِبِ اللہ** ایسے وسیع ظَرف سے نوازا گیا کہ کیفیّات واحوال سے مَغلوب ہوکر دامَنِ ہَوش وخرَد ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ان کی بیداری وہوشیاری میں ایک لمحہ کے لئے بھی فُتور نہیں پیدا ہوا۔یہ لوگ"اَرْبابِ صَحْو" کہلاتے ہیں۔[2]

(5)......نُورِیه

حضرت سیِّدُنا ابوالحسن احمد بن محمد نُوری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۷۵ھ) اس گروہ کے پیشوا ہیں۔آپ کے مذہَب کی بُنیادی خُصوصیّت یہ ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک تَصوُّف،فَقْر سے افضل ہے۔نیز آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صُحْبت میں اپنے رفیق کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دیتے اور ایثار کے بغیر صُحْبت کو ہی حرام سمجھتے اور فرمایا کرتے کہ درویشوں کے لیے صحبت فرض اور گوشہ نشینی ناپسندیدہ ہے،نیز آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ ایک ہم نشیں پر دوسرے ہم نشیں کے لیے ایثار فرض ہے۔

(6)......سُھَیلیه

اس طبقہ کے پیشوا وسرخیل حضرت سیِّدُنا سَہْل بن **عبد اللّٰہ** تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۸۳ھ) ہیں۔یہ

---

[1] ......معمولاتُ الابرار،ص ۱۱۵

[2] ......معمولاتُ الابرار،ص ۱۱۴

تصوّف میں اپنے زمانے کے سلطانِ وَقت اور طریقت میں اَہلِ حلّ وعَقد اور صاحبِ اَسرار تھے۔آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے دلائل بہت واضح اور حِکایات فَہم عَقل سے بہت بُلند ہیں۔آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے مذہب کی خُصوصیت اِجتہاد،مُجاہَدۂ نَفس اور رِیاضَتِ شاقّہ ہے۔مُریدوں کومُجاہَدے سے دَرَجۂ کمال تک پہنچادیتے تھے۔چنانچہ،

آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے واقعات میں مَشہور ہے کہ ایک مُرید سے فرمایا:خُوب جِدّ و جُہْد کرو یہاں تک کہ پورا دن **یااللہ یااللہ** ہی کہتے رہو۔پھرفرمایا:اب دن کے ساتھ رات بھی شامل کرلواور یہی کہتے رہو۔چنانچہ مرید نے اس پرعمل کیااور سوتے جاگتے یہی کہتا رہا یہاں تک کہ یہ اس کی طبعی عادَت بن گئی۔اس کے بعد فرمایا:اب اس سے لوٹ آؤاور یادِالٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔اس مرید کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ ہمہ وقت اسی میں مُستَغرَق رہنے لگا،ایک دن اپنے گھر میں تھا کہ ہوا کی وجہ سے ایک وزنی لکڑی گری جس نے اس کا سر پھاڑ دیا۔سر سے خون کے جوقطرے ٹپک کر زمین پر گرتے تھے وہ بھی **اللہ اللہ** لکھتے جاتے تھے۔

الغرض مُجاہَدے و رِیاضَت کے ذریعہ مُریدوں کی تربیَّت سُہَیلیوں کا طریقہ ہےاور صاحبِ **قُوْت القُلوب** حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی کاتعلّق بھی اسی گروہ سے ہے۔

﴿7﴾......حکمیہ

اس گروہ کے پیشواحضرت سیِّدُ نا **ابو عبد اللہ** محمد بن علی حکیم ترمذی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی (متوفی ۳۲۰ھ) ہیں۔ان کے مذہَب کی خُصُوصیَّت اِثْبَاتِ ولایت اور اس کے قَواعِد و درجات کا بیان ہے،آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ حقیقت کے مَعانی اور اولیا کے درجات اس ترتیب اور ایسے انداز سے واضح فرماتے گویا کہ وہ ایک بَحرِ بے کَنار ہوں۔آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے مذہب کی ابتدائی وضاحَت یہ ہے کہ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ ہر شخص کو یہ بتانا اور سکھانا چاہتے تھے کہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی شان یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان کومَخلوق میں سے چُن لیتا ہے اور انہیں ہر قسم کے دنیاوی تَعلُّقات سے مُنْقَطع فرمانے کے ساتھ ساتھ نفسانی خواہشات کے تَقاضوں سے بھی آزادی کا پروانہ عطا فرمادیتا ہے۔

﴿8﴾......خَرّازِیہ

اس طبقہ کے بانی وپیشوا حضرت سیِّدُنا ابوسعید خَرّازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۷۷ھ) ہیں۔ فَنا وبَقا [1] کے حال پرسب سے پہلے آپ نے گفتگو فرمائی اور طریقت کے تمام رُمُوز کو آپ نے ان دو کلموں میں پوشیدہ فرما دیا۔ چنانچہ، آپ فرماتے ہیں کہ فَنا یہ ہے کہ بندہ اپنی بَنْدگی کی دِید سے فانی ہو اور بَقا یہ ہے کہ بندہ مُشاہَدۂ حق سے باقی ہو۔

﴿9﴾......خَفِیفِیہ

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا ابوعبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۷۱ھ) ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مَسْلک ومَشْرَب کا اَصْلِ اُصُول غَیْبَت وحُضُور [2] ہے۔

﴿10﴾......سَیّارِیہ

یہ طبقہ حضرت سیِّدُنا ابوالعباس سَیّاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی (متوفی ۳۴۲ھ) سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مَذْہَب کی بُنْیادی خُصوصیت جَمْع وتَفْرِقہ [3] ہے۔

---

[1] ......سیِّد شریف جُرجانی حَنَفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۸۱۶ھ) تصوّف کی ان دو اِصْطِلاحات کے متعلّق فرماتے ہیں کہ بُرے اوصاف کا خاتمہ فَنا اور اچھے اوصاف سے مُتَّصِف ہونا بقا ہے۔ فَنا کی دو صُورتیں ہیں ایک تو بُرے اَوصاف کا خاتمہ ہے اور یہ صُورت عِبادت و رِیاضَت کی کَثْرت سے حاصِل ہوتی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بندہ مُشاہَدۂ حق میں اس طرح کھو جائے کہ اسے کسی شے کا ہوش نہ رہے۔ (کتاب التعریفات، ص ۱۲۰) مزید تفصیلات کے لیے کَشْفُ المحجوب، عَوارِفُ المَعارف اور رسالہ قُشَیْریہ وغیرہ کا مُطالعہ کیجئے۔

[2] ......غَیْبَت وحُضُور دو مُتَضاد صِفتیں ہیں، چنانچہ غَیْبَت سے مراد یہ ہے کہ دل مَاسِوَا اللہ سے غائب ہو حتی کہ اپنے آپ سے بھی غائب ہو۔ جس کی علامَت یہ ہے کہ دل رَسْمی احکام تک سے کِنارہ کَشی اختیار کرلے اور جب وہ ہر شے سے غائب ہو جائے گا تو بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوگا کیونکہ دل کا مالِک حق تعالیٰ ہے۔ (کشف المحجوب، ص ۲۷۱) مزید تفصیلات کے لیے اَللُّمَع، کشف المحجوب، عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔

[3] ......جَمْع وتَفْرِقہ بھی تَصوف کی اِصطِلاحات ہیں، شیخ شہاب الدین سُہروَرْدی عَوارِف المَعارف میں فرماتے ہیں: عِلْمِ مَعْرِفَتِ خُداوندی جمع ہے اور عِلْمِ احکامِ خداوندی تَفْرِقہ ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کو لازِم ومَلْزوم ہیں۔ کیونکہ "لَا جَمْعَ اِلَّا بِتَفْرِقَہ" یعنی جَمع کی دُرُسْتی تَفْرِقہ پر اور تَفْرِقہ کی دُرُسْتی جَمع پر مَوقوف ہے۔ (عوارف المعارف، ص ۳۰۸) مزید تفصیلات کے لیے اللمع، کشف المحجوب، عَوارِفُ المَعارِف اور رِسالہ قُشَیْریہ وغیرہ کا مُطالعہ کیجئے۔

شیخ ابوطالب مکّی کا مشرب

اِمَامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم کے واسِطہ سے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابومحمد سَہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے مَسْلک ومَشْرَب سے مُنْسلِک تھے اور ہمیشہ اپنے شیخ کی رائے کو ترجیح دیتے، اس کے علاوہ آپ حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے بھی حد درجہ مُتاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے **قُوْتُ القلوب** میں ان دونوں ہستیوں (یعنی حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور حضرت سیِّدُ نا ابومحمد سَہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی) کے مُتعَدّد اقوال ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ،

فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی عِلْمِ مَعْرِفَت میں ہمارے امام ہیں، ہم انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور انہی کے راستے پر رَواں دَواں ہیں اور ان کے چراغ ہی سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ہم نے انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے اپنا امام بنایا ہے، اس طرح کہ دَورِ حاضِر سے لے کر ان کے زمانے تک اس فن کی اِمامت اُن پر جا کر خَتْم ہوتی ہے۔ان کا شُمار بُلند پایہ تابعین عُظَّام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک اپنے سینے میں حکمت کے مَوتی اکٹھے کئے، پھر زبان سے ان کا اظہار کیا۔[1]

شیخ الحدیث حضرت سیِّدُ نا عبدُ الصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی سے پیش آنے والے واقعہ کے بعد چونکہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا جی بغداد میں نہ لگا۔لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بصرہ کا رخ کیا اور وہاں حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم (متوفی ۳۶۰ھ) کی صُحْبت اختیار کر کے سُلوک کی راہیں طے کیں۔اس صُحْبت کی مُدَّت تو بڑی قلیل تھی مگر اس کے اثرات آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زندگی پر کافی گہرے مُرتّب ہوئے۔[2] اگرچہ کئی مُورِّخین کے نزدیک آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ اس وقت گئے جب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۵۷

[2] ......قوت القلوب، مقدمۃ التحقیق، ج ۱، ص ۹

بن سالِم عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم اس جہانِ فانی سے کُوچ فرما چکے تھے مگر یہ دُرُسْت نہیں جیسا کہ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عُثْمان ذَہبی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے **تاریخ الاسلام** میں حضرت سیِّدُنا سہل تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه کے شاگردوں کا تذکرہ کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نہ صرف حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کی صُحْبت میں رہے بلکہ ان سے عِلْم بھی حاصِل کیا۔ پھر حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه حضرت سیِّدُنا سہل تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه کے شاگردِ رشید ہیں اوران کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہوئے اکثر اوقات انہی کی باتیں کرتے رہتے تھے۔[1] اور حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے خود بھی **قوت القلوب** میں حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم سے ملاقات کی صراحت فرمائی ہے۔[2]

ممکن ہے دیگر مُؤَرِّخین نے جو حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے جہانِ فانی سے کوچ کے بعد شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بصرہ جانے کا ذکر کیا ہے وہ دوسری مرتبہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه اس بار زیادہ دیر بَصْرہ میں نہ رکے بلکہ اپنے شیخ کی صَفْحۂ قِرْطاس پر رَقْم تعلیمات کو سَرمایۂ حَیات جان کر سینے سے لگائے دوبارہ بغداد واپس لوٹ آئے اور بغداد کی جامع مسجد میں وعظ و نصیحت کے مَدَنی پھولوں سے عَوامُ النَّاس کے دلوں کو مُعَطَّر کرنے لگے۔

وعظ و نصیحت

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے دَور میں بغداد میں باطِل فِرقوں کا دَور دَورہ تھا۔ چنانچہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه اپنے شُیوخ کے طریقہ کار کے برعکس بغداد میں ہر خاص و عام کو عِلْم وعِرفان کی دولت سے مالا مال کرنے لگے یہاں تک کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه کا حلقۂ درس اس قدر وُسْعت اختیار کر گیا کہ جن مُؤَرِّخین نے آپ

---

[1] ......تاریخ الاسلام، الجزء السادس والعشرون، ص ۲۲۶

[2] ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون، ج ۲، ص ۱۵۸

رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا تذکرہ فرمایا ہے انہوں نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو جامع بغداد کا واعظ ضرور قرار دیا ہے۔ حالانکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شیخ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم صرف خاص لوگوں سے ہی کلام کرتے تھے اور عام لوگوں کو علم وعرفان کی دولت کا اَہل نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ،

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **قُوْتُ الْقُلُوب** میں اپنے شیخ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم کے متعلّق لکھتے ہیں کہ ایک بار مَسْجِد میں کافی لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے ایک شخص کو حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم کی خِدمَت میں یہ عَرْض کرنے بھیجا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اصحاب مسجد میں موجود ہیں اور آپ سے ملنا اور آپ کی باتیں سننا چاہتے ہیں، اگر مُناسب خیال فرمائیں تو ان کے پاس چلئے۔ مسجد ان کے گھر کے قریب ہی تھی، ابھی قاصِد ان کی خِدمَت میں حاضر بھی نہ ہوا تھا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گھر سے باہَر تشریف لائے اور قاصِد سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' اس نے بتایا کہ فلاں فلاں اور فلاں ہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''یہ میرے اصحاب نہیں، بلکہ یہ تو اصحابِ مَجْلِس ہیں۔'' یہ کہا اور ان کے پاس نہ گئے، گویا کہ انہوں نے ان تمام لوگوں کو عام افراد شُمار کیا جو ان کے خاص علم کے قابل نہ تھے۔ (صاحبِ قُوت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بطور درس ارشاد فرماتے ہیں) اسی طرح عالم اپنی خَلْوَت کو عزیز سمجھتا ہے، ہاں اگر خاص رُفقا مُیَسّر ہوں تو پھر ان کی صُحْبت کو خَلْوَت پر ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح وہ عالم ان خاص افراد کے ایمان میں زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اگر اسے ایسے خاص افراد کی ہم نشینی میسر نہ ہو تو اپنی خلوت پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ حالانکہ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم اپنے خاص اصحاب کے پاس ضرور تشریف لاتے اور جنہیں اپنے علم کے مَوزوں خیال کرتے انکے پاس بیٹھ کر علمی باتیں کرتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم نے سلسلہ سُہَیلِیہ کے بانی حضرت سیِّدُنا شیخ ابومحمد سَہْل تُستَری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے زیرِ تربیّت راہِ سُلوک کی مَنزِلیں طے کی تھیں جو مُجاہدۂ نفس اور رِیاضَتِ شاقّہ سے اپنے مُریدوں کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتے تھے۔ پس یہی وجہ ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زندگی پر حضرت سیِّدُنا شیخ ابو

---

[1] ……قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۶۷

محمد سہل تُستری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تربیّت کے گہرے نُقُوش ثبت رہے اور بعد میں اسی تربیّت کا اثر حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم کے واسِطہ سے حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی حیاتِ طیبہ پر بھی دیکھنے میں آیا۔ چنانچہ،

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **قُوْتُ القُلوب** میں حضرت سیِّدُنا ابومحمد سہل تُستَری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی بہت سے اقوال میں سے ایک قول کچھ یوں نَقْل فرمایا ہے کہ عالم کے پاس تین قسم کے عُلوم ہوتے ہیں۔ ایک علم ظاہر ہے جس کا اِظہار وہ عام لوگوں پر کرتا ہے اور دوسرا علم باطن ہے، اس کا اظہار اہلِ باطن کے سوا کسی سے کرنا جائز نہیں اور تیسرا علم بندے اور اس کے خالق کے درمیان راز ہے جو بندے کے ایمان کی حقیقت پر دلالت کرتا ہے اور اس کا اظہار عام لوگوں کے سامنے دُرُست ہے نہ خاص لوگوں کے سامنے۔ [1]

بطورِ واعظ تعلیمات اور مخالفت کا سامنا

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی حیاتِ طیبہ پر بطورِ واعظ نگاہ ڈالی جائے تو اس بات کو سمجھنا زیادہ دُشوار نہ ہوگا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مَواعِظِ حُسنہ کا مَوضُوعِ سُخن کیسا ہوگا۔ کیونکہ آپ کے دور میں جس طرح لوگ اَسلاف کے طور طریقوں سے مُنہ موڑ کر دُنیاوی فراوانی کے سیلاب میں بہے چلے جا رہے تھے، ہر طرف طَوائِفُ المُلُوکی (بدنظمی، اَبتری، سیاسی اِنتشار، لاقانونیت) کا عالَم تھا، خِلافت عبّاسیہ کی وَحْدت خَتْم ہونے کو تھی، خلیفہ وقت وُزَرا کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا، بہت سے اُمَرا و سلاطین اپنے اپنے علاقوں میں الگ الگ سلطنتوں کے مالک تھے، جو اپنی من مانی کرتے، کوئی کسی کو جوابدہ نہ تھا، وہ ہر وقت دوسروں کے علاقے میں گھس کر انہیں بیدخل کر کے اپنا اثر و رُسوخ قائم کرنے کی تگ و دَو میں مصروف رہتے، باطِل فرقے قُوّت پکڑتے چلے جا رہے تھے، لہٰذا افراتَفری کے اس عالَم میں ضَرورت اس امر کی تھی کہ کوئی مردِ قلندر لوگوں کے ضَمیر کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر انہیں راہِ حق کی طرف گامزن کر دے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے خَواہی نَخْواہی وعظ و نصیحت کا یہ عظیم بیڑا اٹھا لیا کیونکہ آپ

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون، ج ۲، ص ۱۴۸

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نہ صرف اسلاف کے احوال سے بَخُوبی آگاہ تھے بلکہ صالحین کے بے شُمار اقوال بھی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے خزینۂ دل میں مَوتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ پس آپ نے دلوں کی طَہارت اور نیّتوں کے اِخلاص کے ساتھ ساتھ ہر مُعاملے و مَسئلے میں سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے طریقوں کو بیان کیا اور دُنیاوی چمک دَمک کے سیلاب میں ہچکولے کھاتی پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمَّت کی کشتی کو ایک ماہِر مَلّاح کی طرح چَلانے کی کوشش شروع فرمائی تو شَمعِ حق کے دِیوانے ہر طرف سے پروانہ وار آپ کی بارگاہ میں حاضِر ہونے لگے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گِرد روز بروز پروانوں کا یہ بڑھتا ہوا کثیر ہُجوم بعض جاہ وحَشْمت کے مَتوالوں کو ایک آنکھ نہ بھایا اور انہوں نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے خلاف ایک مَحاذ بنا لیا اور آپ کی جانب مختلف قسم کی غلط باتیں مَنسوب کرنے لگے تاکہ لوگوں کو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دُور کیا جا سکے۔ چنانچہ وہ سِیاق و سباق کو حذف کر کے آپ کی بیان کردہ باتیں لوگوں کو بتانے لگے اس طرح حقیقت سے ناواقف لوگوں نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دُور ہونے میں ہی عافیّت جانی اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ بعض نااَندیش آپ کے خِلاف اس قسم کی افواہیں پھیلا رہے ہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مسلمانوں کو اپنے بارے میں مزید غلط فہمیوں کا شِکار ہونے سے بچانے کے لیے وعظ و نصیحت کی دنیا ترک کر دی اور سَلَف صالحین کے طریقے پر چلتے ہوئے دنیا اور دنیا والوں سے دُور رہنے ہی میں عافیّت جانی۔

اعلیٰ حضرت اور شیخ ابوطالب مکی

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، پَروانۂ شَمْعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اپنے شُہرہ آفاق فتاویٰ رضویہ شریف میں کئی مقامات پر حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اقتباسات بطورِ دلیل نہ صرف نقل فرمائے ہیں بلکہ جس انداز میں آپ کے القابات ذکر کیے ہیں انہیں پڑھ کر دل بے اختیار جھوم جاتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا نامِ نامی فتاویٰ رضویہ شریف میں مُتفرِّق مَقامات پر ذکر کرتے ہوئے کچھ یوں فرماتے ہیں:

❁……**اِمَامِ اَجَلّ عَارِف بِاللّٰہ سَیِّدِی اَبُو طَالِب مَکّی** قُدِّسَ سِرُّہُ الملکی اسی کو فُقَہائے کرام و اَولیائے عُظّام قُدِّسَت اَسرارُھُم کا مَذْہَب قرار دیتے ہیں، **کتاب مُسْتَطَاب، جَلِیلُ القَدر، عَظِیمُ الفَخْر، قُوْتُ الْقُلُوب فِی مُعامَلَۃِ الْمَحْبُوب** کی فَصْل ۳۱ میں فرماتے ہیں: بعض وہ باتیں جن کے سَبَب راویوں کو ضعیف اوران کی حدیثوں کو غیرصحیح کہہ دیا جاتا ہے، فُقَہا وعُلَما کے نزدیک باعِثِ ضُعْف وجَرْح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گُمنامی پسند کی کہ خودشَرْعِ مُطَہَّر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہُوئے کہ لوگوں کواس سے رِوایَت کا اِتِّفاق نہ ہوا۔[1]

❁……**اِمَامِ اَجَلّ شَیْخُ الْعُلَمَآءِ وَالْعُرَفَآءِ سَیِّدِی اَبُو طَالِب مُحَمَّد بِنْ عَلِی مَکّی** قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الملکی **کتاب جَلِیلُ الْقَدر، عَظِیمُ الْفَخر، قُوْتُ الْقُلُوب فی مُعَامَلَۃِ الْمَحْبُوب** میں فرماتے ہیں: فضائلِ اعمال وتفضیلِ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وماخوذ ہیں، مقطوع ہوں خواہ مُرْسَل ۔ نہ اُن کی مُخالفت کی جائے نہ اُنہیں رَدّ کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔[2]

❁…… **قال ومن کتاب القوت (ای السَّیِّدِی ابی طالب المکی رحمہ اللّٰہ تعالٰی) قال بعض السلف کم من رجل بارض خراسان اقرب الٰی ھذا البیت ممن یطوف بہ۔ ملتقطاً۔**

اورفرمایا کتاب **القوت** (للامام ابوطالب مکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) میں بعض اَسْلاف سے ہے بہت سے خُراسان میں رہائش پذیر (لوگ) اس **بیتُ اللّٰہ** کے ان لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جو اس کا طَواف کر رہے ہیں، بعض نے فرمایا: بندہ اپنے شہر میں ہو اوراس کا دل **اللّٰہ** تعالٰی کے گھر سے مُتَعلّق ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیت **اللّٰہ** میں ہو اور دل کسی اور شہر کے ساتھ وابَستہ ہو اھ اِخْتِصاراً۔[3]

---

[1] ……فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۴۴۵

[2] ……فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۴۷۹

[3] ……فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۶۹۰

شیخ ابو طالِب مَکّی کے اَوصافِ حمیدہ

......شیخ ابوطالب مکّی کا عقیدہ

حضرت سیّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اہلِ سُنَّت و جماعت کے عظیم بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین میں سے ہیں اور آپ بدمذہبوں کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن جب بھی آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ذِکرِ خیر فرماتے تو اِمَامِ اَجَلّ، شَیْخُ الْعُلَمَآءِ وَالْعُرَفَآءِ اور سَیِّدِی وغیرہ جیسے القابات سے یاد فرماتے۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اہلِ سنت و جماعت کے مذہب پر ہونے اور بدمذہبوں کو پسند نہ کرنے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دور میں چونکہ باطِل فِرقے سِیاسی طور پر کافی مَضْبوط ہو چکے تھے اگرچہ عبّاسی خُلَفا تو اہلِ سنَّت و جماعت سے تعلّق رکھتے تھے مگر چند اُمَرا و سلاطین بدمذہب تھے۔ چنانچہ آپ نے بدمذہبیّت کے خِلاف عَلَمِ جِہاد بُلند کیا اور زبان و قلم سے ہمیشہ عقائدِ اہلِ سنَّت کی ترجمانی کی۔

......آپ ماحی بدعت تھے

قوت القلوب کے مُطالَعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی یہ کِتاب مُستَطاب بدمذہبوں کے ردّ میں لکھی۔ کیونکہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دور میں جہاں تناسُخ و حُلول وغیرہ کے عقائد عباسی وزیر **مُعِزُّ الدَّولہ** کی سرپرستی میں بغداد میں پھلنا پھولنا شروع ہوئے تو دوسری طرف بعض لوگ عَقل سے ماوراقصے کہانیاں سنا سنا کر لوگوں کو گُمراہ کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ لہٰذا آپ نے اپنی ساری زندگی بدعتوں کو جڑ سے اکھاڑنے میں صَرف کر دی اور ہر لمحہ مسلمانوں کے دین میں بِگاڑ پیدا کرنے والوں کا ردّ فرمایا۔ چنانچہ،

قصہ گوئی کی مذمت

قُوتُ القُلوب میں ایک مَقام پر فرماتے ہیں: جُمُعہ کے دن جب کوئی شخص عِلْم کی مَجلِس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس

کا نماز پڑھتے رہنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں غور وفکر کرنا قِصّہ گوئی[1] کی محفل میں شریک ہونے اور قِصّے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ کیونکہ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک قِصّہ گوئی ایک بدعت ہے اور وہ قِصّہ گو افراد کو جامع مسجِد سے نکال باہر کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مَروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ایک دن مسجد میں اپنی مَخْصُوص نَشِسْت کے پاس آئے تو وہاں ایک قِصّہ گو کو قصے سناتے ہوئے پایا، لہٰذا اس سے ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جا، لیکن اس نے کہا: ''میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں۔'' یا پھر اس نے یہ کہا کہ میں آپ سے پہلے بیٹھ چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے سپاہی بلا کر اسے اس جگہ سے اٹھا دیا۔[2] پس اگر قِصّہ گوئی سنَّت ہوتی تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اس قِصّہ گو کو کبھی اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد اٹھانا جائز نہ سمجھتے بِالْخُصوص اس صُورت میں جبکہ وہ آپ سے پہلے اس جگہ بیٹھ چکا تھا اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ حالانکہ آپ سے ہی سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان مروی ہے کہ ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس جگہ نہ بیٹھے، بلکہ وُسْعَت اور کُشادگی اختیار کرلیا کرو۔''[3]

سب سے پہلی بدعت

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی نمازِ جُمُعہ کے لیے جَلْد جانے کے متعلق اَسلاف کے حَوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ بعض بُزُرگ تو نمازِ جمعہ کے لئے شبِ جمعہ جامع مسجد میں بَسر کیا کرتے اور کچھ تو ایسے بھی تھے جو

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 98 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نیکی کی دعوت کے فضائل'' صَفْحَہ 60 پر ہے: مساجد میں ایسے قصہ گو اور واعظین کا کلام کرنا جو خِلافِ شَرع باتیں کرتے ہوں (منع ہے)۔ لہٰذا درس دینے والا اگر جھوٹی اور غلط باتیں بیان کرے تو وہ فاسِق ہے اور اسے مَنْع کرنا واجب ہے اور ایسا بدعتی و بدمذہب جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صِفات میں نازیبا کلمات کہتا ہوا سے منع کرنا واجِب اور اس کی محفِل میں جانا جائز نہیں۔ ہاں! اگر اس کا رَدّ کرنا مقصود ہو تو جانا جائز ہے (لیکن یہ علما کا کام ہے)۔ مسجِد میں وعظ و نصیحت کرنے والوں کو اجازت دینے سے پہلے ان کی حقیقتِ حال سے باخبر ہو لینا ضروری ہے (کہ کہیں وہ بدمذہب تو نہیں)۔

[2] ......شرح السنة للبغوی، کتاب العلم، باب التوقی عن الفتیا، ج ۱، ص ۲۴۱

[3] ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامة الانسان . . . الخ، الحدیث: ۵۶۸۴/۵۶۸۶، ص ۱۰۶۵

ہفتے کی رات بھی جامع مسجد ہی میں بَسَر کیا کرتے تا کہ جمعہ کی مزید بَرَکتیں بھی نصیب ہوں۔ اکثر اسلاف جمعہ کے دن نمازِ فَجْر جامع مَسْجِد میں ادا کرتے اور پھر وہیں بیٹھ کر نمازِ جمعہ کا اِنتِظار کرتے رہتے تا کہ جلْدی آنے کے سَبَب پہلی ساعت پانے کا اجر وثواب حاصِل کر سکیں اور اس لئے بھی کہ قرآنِ کریم خَتْم کر سکیں۔ جبکہ عَوامُ النَّاس اپنے محلّے کی مساجِد میں نمازِ فَجْر ادا کرتے اور پھر جامع مساجِد کا رُخ کرتے۔ چنانچہ، **منقول** ہے کہ سب سے پہلی بدعت اسلام میں یہ پیدا ہوئی کہ جامع مسجد میں جلدی جانا چھوڑ دیا گیا۔

کیا آپ کو حیا نہیں آتی؟

مزید فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن سَحَری کے وَقْت اور نمازِ فجر کے بعد دیکھا کرتے تھے کہ تمام راستے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں جو گلیوں میں پیدل چل رہے ہوتے اور جامع مسجد کی جانِب جانے والے راستوں میں اچھّی خاصی بھیڑ ہوتی جیسا کہ آج کل عید کے دنوں میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ یہ عمل کم ہوتا گیا اور جیسے لوگ اسے جانتے ہی نہ ہوں اور پھر اسے مکمل طور پر چھوڑ دیا گیا۔ کیا آپ کو اس بات سے حَیا نہیں آتی کہ ذِمّی لوگ آپ کے جامع مسجِد جانے سے پہلے صُبْح سویرے اپنے عِبادت خانوں کا رُخ کرتے ہیں؟ اور کیا آپ جامع مَسجِد کے ساتھ مَوجود کھلی جگہوں میں چیزیں بیچنے والے تاجروں کو مُلاحَظہ نہیں فرماتے کہ وہ دُنیا کمانے کی خاطِر صبح سویرے ان مَیدانوں کا رُخ کرتے ہیں اور لوگوں کے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب جانے اور آخرَت کا سرمایہ اکٹھا کرنے کی خاطر جانے سے پہلے وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں؟ لہٰذا مُناسب یہ ہے کہ نمازی ایسے لوگوں سے قبل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہونے میں سَبقت لے جائے اور جلدی کرے۔[1]

......آپ وقت کے قدر دان تھے

حضرت سیِّدُنا شَیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی زِندَگی کا ہر ہر لمحہ یادِ الٰہی میں بَسَر ہوتا، آپ کا تَعلق صُوفیہ کے جس مکتبہ فِکْر سے تھا گویا کہ وہ یادِ الٰہی سے غَفلت میں لی جانے والی سانس کو سانس ہی شُمار نہ کرتے۔ جیسا کہ تَصَوُّف

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۱۲۷

کے اَسالیب میں حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے ایک مُرید کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ کَثْرتِ یادِ الٰہی کی وجہ سے اس کے خون کا ہر ہر قطرہ **اللّٰہ اللّٰہ** پکارنے لگا تھا۔ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی میں بھی چونکہ اپنے مُرشِد حضرت سیِّدُنا شیخ سہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کی تربیَّت کی جھلک موجود تھی جس کی وجہ سے آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہ صرف دن رات کو اپنے اوراد و وظائف وغیرہ کے لیے مُختَص کر رکھا تھا بلکہ راہِ سُلوک پر چلنے والوں کو بھی وَقْت کی اہمیَّت کا اِحساس دلاتے رہتے تھے۔ **قُوْتُ الْقُلُوب** میں کئی مَقامات پر اس کی مِثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ،

ایک مَقام پر فرماتے ہیں: اہلِ مُراقَبہ میں سے کسی کے مُشاہَدہ کی ابتدا یہ ہے کہ وہ اس بات کو یقینی طور پر جان لے کہ کسی بھی وقت میں اگرچہ وہ وقت کتنا ہی مُختَصر کیوں نہ ہو، تین باتوں سے خالی نہ ہو:

(۱)......اس وقت میں اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی فرض لازم ہوگا، جس کی دو صُورَتیں ہیں: وہ امر ایسا ہوگا جس کے بجا لانے یا چھوڑ دینے کا اسے حکم دیا گیا ہوگا۔ اسے مَنْہِیّات سے اِجْتِناب کرنا بھی کہتے ہیں۔

(۲)......وہ وقت کسی مُسْتَحَب کام کی ادائیگی میں بَسر کر دے یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا باعِث بننے والے خیر و بھلائی کے کسی امر کی ادائیگی میں سَبقَت لے جائے اور نیکی کا کام وقت خَتْم ہونے سے پہلے پہلے فوراً ادا کر لے۔

(۳)......وہ اس وقت میں کوئی ایسا مُباح کام سرانجام دے جس میں جسم اور دل دونوں کا فائدہ ہو۔

مؤمن کے لئے ان مَذکورہ اوقات کے علاوہ کوئی چوتھا وقت نہیں، اگر اس نے کوئی چوتھا وقت نکالا تو وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود سے تجاوُز کرنے والا شمار ہوگا اور جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود سے تجاوُز کرتا ہے وہ اپنے ہی نَفْس پر ظُلْم کرنے والا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی راہیں پیدا کرنے والا شمار ہوگا اور جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی باتیں پیدا کرے وہ مُتَّقِین کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے والا ہے۔ [1]

آپ کا زُہد

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی چونکہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الحَاکِم کے

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السادس والعشرون، ج ۱، ص ۱۵۹

واسطہ سے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابومحمد سَہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے اُسْلُوبِ طریقت سے وابستہ تھے، جس کا آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **قُوْتُ القُلُوب** میں کئی مَقامات پر اظہار بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ،

ایک مَقام پر حضرت سیِّدُ نا شیخ ابومحمد سَہل تُستری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کا قول کچھ یوں نَقْل فرماتے ہیں:

- ......ایمان کی علامَت مَحبَّتِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......مَحبَّتِ باری تعالیٰ کی علامت مَحبَّتِ کلامِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......مَحبَّتِ کلامِ باری تعالیٰ کی علامَت مَحبَّتِ محبوبِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......مَحبَّتِ محبوبِ باری تعالیٰ کی علامَت اِتّباعِ محبوبِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......اور اتّباعِ محبوبِ باری تعالیٰ کی علامَت زُہد (یعنی دنیا سے کِنارہ کَشی) ہے۔

حضرت سیِّدُ نا ابومحمد سہل بن **عبد اللّٰہ** تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے اس فرمان کی روشنی میں جب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کی زندگی کا مُطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پابندِ سنَّت اور ماحیِ بدعَت تھے، یقین کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کلام کی، مَحبوبِ باری تعالیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی سنَّتوں کی مَحبَّت آپ کے دل میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی، اسی وجہ سے آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اَولیائے کاملین کے سرداروں میں شُمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ،

آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی دُنیا ولذّاتِ دنیا سے کِنارہ کَشی کے مُتعلّق شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اپنی شُہْرہ آفاق کتاب **فیضانِ سنت** میں نَقْل فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے تقویٰ کا عالَم یہ تھا کہ ایک مدّت تک کھانا ہی چھوڑ دیا تھا، **فَقَط** مُباح خُودرَو گھاس (یعنی قدرتی طور پر اُگ جانے والی گھاس) کھا کر گزارہ فرماتے رہے، صرف سبز سبز گھاس کھاتے تھے اِس لئے آپ کی کھال سَبز ہوگئی تھی۔ [1]

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کا دُنیا کی نعمتوں سے مُنہ موڑ کر صرف گھاس پر گُزر بَسَر کرنا اس

---

[1] ......فیضان سنت، ج ۱، ص ۱۷۶

بات کی دلیل ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رِزْقِ حلال کا کس قدر اِہتمام فرماتے اور مُشتبہ رزق سے کس قدر پرہیز فرماتے۔ دنیا کی لذّتوں سے کنارہ کشی ہی چونکہ تصوّف کی اَصْل ہے۔ لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہ صرف خود دنیا سے منہ موڑا بلکہ **قُوْتُ الْقُلُوب** میں راہِ طریقت کے مُسافروں کو بھی اس پُرخطر راہ پر چلنے کے ایسے نایاب قیمتی مَدَنی پھول عطا فرمائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ چنانچہ،

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ایک مُرید میں سات باتوں کا پایا جانا بہت ضروری ہے:

(۱)......ارادے میں سچّائی کا ہونا۔ اس کی علامت ہے آخرت کے لیے زادِ راہ کا تیار ہونا۔

(۲)......طاعت کے اسباب اختیار کرنا۔ اس کی علامت ہے بُرے دوستوں کو چھوڑ دینا۔

(۳)......حالِ نفس کی مَعْرِفَت رکھنا۔ اس کی علامت ہے آفاتِ نَفْس سے آگاہ ہونا۔

(۴)......عالمِ رَبّانی کی مجلس میں بیٹھنا۔ اس کی علامت ہے عالمِ ربّانی کو دوسروں پر ترجیح دینا۔

(۵)......توبہ نَصوح کا ہونا تاکہ اس کے سَبَب حَلاوتِ طاعت پائے اور ہمیشہ ثابِت قدم رہے۔ توبہ کی علامت ہے خواہشِ نفس کے اسباب کا خاتمہ اور نفس کو اس کی مَرغوب اشیاء سے دور رکھنا۔

(۶)......ایسی حَلال اشیاء کھانا جو مذموم نہ ہوں۔ اس کی علامت ہے رزقِ حَلال تلاش کرنا اور اس میں شرعی حکم سے مُوافَقت رکھنے والے کسی مُباح سبب کی بِنا پر علم کو پیشِ نظر رکھنا۔

(۷)......نیک کام میں مدد کرنے والے کسی رفیق کا ہونا۔ اچھّے رفیق کی علامت ہے اس کا نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاوُن کرنا اور گناہ وسرکشی سے مَنع کرنا۔

پس یہی سات عادتیں اور خصلتیں اِرادت کی غِذا ہیں جن کے بغیر اِرادت قائم نہیں ہوسکتی اور ان سات باتوں پر عَمَل کرنے کے لئے چار چیزوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے اور یہی چاروں چیزیں مُرید کے لئے نہ صرف اصل کی حَیثیّت رکھتی ہیں بلکہ انہی کے سبب وہ دیگر فرائض واَرکان کی ادائیگی پر قُوَّت وتوانائی بھی حاصل کرتا ہے:

(۱)......بھوک (۲)......شب بیداری (۳)......خاموشی اور (۴)......خَلْوَت۔ [1]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، ج ۱، ص ۱۶۹

آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کا یہ قول اپنے شیخ کے شیخ حضرت سیِّدُ نا سَہل تُستَری رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے ایک قول سے ماخوذ ہے جو آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے کچھ یوں نَقْل فرمایا ہے: ساری بھلائیاں چار باتوں میں جمع ہو گئی ہیں جن کے سَبَب ابدال ابدال بنتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) پیٹوں کا خالی ہونا (۲) خاموشی (۳) شب بیداری اور (۴) لوگوں سے کِنارہ کشی۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص بھوک اور تکلیف پر صَبْر نہ کر پائے وہ کبھی بھی اس اَمر کو ثابِت نہیں کر سکتا۔[1]

پس شیخِ طریقت، اَمیرِ اہلسنّت دَامَتۡ بَرَکَاتُہُمُ الۡعَالِیَہ کی ذِکر کردہ بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی میں یہ چاروں اوصاف بَدَرجۂ اَتَم پائے جاتے تھے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی کے بھُوک (پیٹ کے قُفلِ مدینہ) کے مُتعلّق عطا کردہ یہ مَدَنی پھول تو ہر مُرید کو ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں:

- ......بھُوک زُہد کی چابی اور آخرت کا دروازہ ہے۔
- ......اس میں نفس کی ذِلّت، اِہانت، کمزوری اور عاجِزی پنہاں ہے۔
- ......اس میں دل کی زِندَگی اور اس کی صِحَّت کا راز پوشیدہ ہے۔
- ......بھوکا شخص عموماً خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور خاموشی ہی میں سلامتی ہے۔
- ...... پیٹ بھر کر کھانا دنیا میں رَغْبَت رکھنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی شِکَم سیری (پیٹ بھر کر کھانے) کے متعلّق فرماتے ہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا دنیا میں رَغْبَت رکھنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بعض صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان سے منقول ہے کہ شَہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسْن و جَمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلی بدعت پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی پیدا ہوئی۔[2] کیونکہ جب لوگوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں تو ان کی شہوتیں بھی بے لگام ہو جاتی ہیں۔[3]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، ج ۱، ص ۱۷۰

[2] ......موسوعۃ لابن الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۲۲، ج ۴، ص ۸۲

[3] ......قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، ج ۱، ص ۱۷۴

......آپ کی قرآنِ کریم سے محبت

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: تم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کے مُتعلق ہی کسی سے سُوال کیا کرے، اگر وہ قرآنِ کریم سے مَحبَّت کرے گا تو وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبَّت کرنے والا ہوگا اور اگر قرآنِ کریم سے محبت نہ ہوگی تو اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبَّت نہ ہوگی۔

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے حضرت سیِّدُ نا ابن مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ فرمان ذکر کرنے کے بعد جو کلام کیا ہے وہ اس بات کا بیِّن ثُبوت ہے کہ آپ کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کلام سے کس قدر مَحبَّت تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُ نا ابنِ مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا ہے کیونکہ جب آپ کسی بات کرنے والے کو محبوب جانیں گے تو یقیناً اس کے کلام کو بھی پسند فرمائیں گے اور اگر اسے ناپسند کرتے ہوں گے تو یقیناً اس کی باتوں کو بھی ناپسند کریں گے۔ [1]

یقیناً مَخلُوق پر حجاب ڈال دیا گیا ہے کہ وہ کلامِ باری تعالیٰ کی حقیقت سمجھے اور اس کی مُراد کے راز کی مَعْرِفَت حاصِل کرے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مَعْرِفَت کی حقیقت لوگوں سے چھپا رکھی ہے اور انہیں اسی قدر اپنے کلام کی مَعرِفت عطا فرمائی ہے جس قدر انہیں اپنی ذات کی مَعرِفت عطا فرمائی ہے، اس لئے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے اس کی صِفات، افعال اور احکام کی مَعرِفت حاصِل ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا کلام درحقیقت اس کی صِفات کا ہی ایک حصّہ ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں آسانی بھی ہے اور سختی بھی، اُمّید بھی ہے اور خوف بھی کیونکہ رحمت اور لُطف، اِنتِقام و گرفت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے اَوصاف ہیں۔ پس اگر کسی کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت اس طرح نصیب نہ ہو جیسے کوئی خود کو جانتا ہے تو سوائے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی بھی اس کے کلام اور اوصاف کی حقیقت نہ جان سکتا۔

لہٰذا مخلوق میں جو سب سے زیادہ کلامِ باری تعالیٰ کے مَعانی جانتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کی صِفات کے مَعانی کا عارِف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف، اَخلاق اور احکام کا مَفْہوم جاننے والا ہوتا ہے وہی خِطاب

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السابع عشر، ج ۱، ص ۱۰۴

کے رازوں، حُروف کی شکل اور کلام کے باطنی مَفہوم کا عارف ہوتا ہے اور سب سے زیادہ وہی اس کا حقدار ہے جو سب سے زیادہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے اور جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے اور سب سے زیادہ قریب وہی ہوتا ہے جسے وہ اپنے کرم سے ترجیح دے کر خاص کر لیتا ہے۔ ①

معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **عارِف باللّٰہ** تھے، اور آپ کو قرآنِ کریم سے حد درجہ مَحبَّت تھی، نیز آپ عُلومِ قرآن سے بھی خوب آگاہ تھے جس کی بے شُمار مثالیں **قُوتُ الْقُلُوب** میں مُلاحَظہ کی جا سکتی ہیں۔ بِالْخُصوص 16 سے لے کر 19 تک کی فصلوں میں تِلاوت اور آدابِ تلاوت وغیرہ کے متعلق اَسلاف کے طریقہ ہائے کار مذکور ہیں۔ اور سترہویں فصل میں حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے قرآنِ کریم کے غریب (یعنی انوکھے، مشکل اور عجیب) الفاظ کی جو تفسیر بیان کی ہے، وہ آپ کے علم کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس فصل میں خالص علمی بحث کی گئی ہے جو عوام کی عقل سے بالاتر ہے اور صرف اہلِ عِلْم ہی اس سے اِسْتِفادہ کر سکتے ہیں۔

......عبادت و ریاضت

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے مُتعلّق حضرت سیِّدُنا امام عَفِیفُ الدین **عبد اللّٰہ** بن اسعد بن علی یافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی (متوفی ۷۶۸ ھ) اپنی کِتاب **مِرْاٰۃُ الْجِنَان** میں فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے راہِ سلوک کی منزلیں سخت مُجاہَدے کر کے طے کیں اور پھر آخر عمر میں صاحبِ اَسرار و مُشاہَدہ بُزُرگانِ دین میں شُمار ہونے لگے۔ ②

حضرت سیِّدُنا امام یافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِبتدائی دَور میں راہِ سُلوک کی مَنْزِلیں طے کرتے ہوئے کس قدر جانفشانی سے مُجاہَدے و رِیاضَت سے کام لیا۔ اس کی ایک جھلک قُوتُ الْقُلُوب کے ابتدائی چند ابواب سے سمجھی جا سکتی ہے جن میں حضرت سیِّدُنا شیخ

---

1 ......قوت القلوب، الفصل السادس عشر، ج ۱، ص ۹۲

2 ......مراٰۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج ۲، ص ۳۲۳

ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی نے دن اور رات کے اوقات کو نہ صرف مختلف ذکر واذکار کے لیے تقسیم فرمایا ہے بلکہ بے شُمار اوراد ووظائف مع فضائل ذکر کئے ہیں۔ حُجَّۃُ الاسلام حضرت سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْوَالی نے اپنی کتاب اِحیاء عُلُوم الدین میں تقریباً جس قدر اوراد ووظائف وغیرہ ذکر کئے ہیں ان کا ماخذ **قُوْتُ الْقُلُوب** ہی ہے۔

تعریفی کلمات

امام یافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْکَافِی نے **مِرْاۃُ الْجِنَان** میں آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو **شَیْخُ الْاِسْلَام قُدْوَۃُ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَام** یعنی اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام کے سردار و پیشوا کے لَقَب سے یاد فرمایا ہے۔[1] اور **اَعْلَام لِلزِّرِکْلی** میں آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو **واعِظ، زاھِد، فَقیہ** کے القابات سے یاد فرمایا گیا ہے۔[2] ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن **خِلِّکَان** (متوفی ۶۸۱ھ) **وفِیَّات الْاَعْیان** میں فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شماران صالحین میں ہوتا ہے جو بہت زیادہ عِبادت کرتے تھے۔[3]

اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی کو جن پیارے القابات سے یاد فرمایا ہے ان کا تذکرہ بالتفصیل گزر چکا ہے۔ اور عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ **فیضانِ سنّت** میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُ نا **ابو طالِبُ المکّی** پائے کے عالم، **مُحَدِّث** و**مُفکِّر** بَہُت بڑے **ولیُّ الله** اور تصوُّف کے زبردست امام گزرے ہیں۔ حضرتِ سیِّدُ نا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْوَالی نے **تصوُّف** میں ان کی کتاب **قُوْتُ الْقُلُوب** سے خوب اِسْتِفادہ فرمایا ہے۔[4]

---

[1] ......مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج ۲، ص ۳۲۳

[2] ......اعلام للزرکلی، ج ۶، ص ۲۷۴

[3] ......وفیات الاعیان، ج ۴، ص ۱۲۱

[4] ......فیضانِ سنت، ج ۱، ص ۱۷۶ .... المنتظم لابن جوزی، ج ۱۴، ص ۳۸۵

وصال

شیخِ طریقت، اَمیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فیضانِ سنَّت میں نقل فرماتے ہیں: بوقتِ وفات کسی نے حضرت سیِّدُ نا ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خِدمت سراپا عظمت میں عرض کیا: حُضُور مجھے کچھ وصیَّت فرمائیے۔ فرمایا: اگر میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے تو میرے جنازے پر بادام وشکر لُٹانا۔ عرض کیا: مجھے کیسے پتا چلے گا؟ فرمایا: میرے پاس بیٹھے رہو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اگر میں نے تمہارا ہاتھ **بَقُوَّت** دبالیا تو سمجھ لینا میرا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ چنانچہ، ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جب وقتِ رُخصت قریب آیا تو آپ نے اس کا ہاتھ زور سے دبالیا اور روح قَفَسِ عُنْصَرِی سے پرواز کر گئی، جب جنازہ مُبارکہ اٹھایا گیا تو اس پر شکر اور بادام لٹائے گئے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یوم عُرس ٦ جُمادی الآخرہ ٣٨٦ھ ہے۔ بغدادِ مُعلّٰی میں مَقبرہ مالِکیہ میں آپ کا مَزار فائضُ الانوار زیارت گاہِ خواص وعام ہے۔ [1]

عاشق کا جَنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
مَحبوب کی گلیوں سے ذرا گھوم کے نکلے

تصانیف

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تصوّف اور توحید پر کُتُب تحریر فرمائیں، آپ کی مشہور تصنیف **"قوت القلوب"** ہے جس کے متعلق **کَشْفُ الظُّنُون** میں ہے کہ طریقت کی باریکیوں میں اسلام میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور نہ ہی حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے پہلے کسی نے تصوّف کی ان باریکیوں کو اِحاطۂ تحریر میں لانے کی جُرأت کی تھی۔ [2]

---

[1] ......فیضانِ سنت، ج ١، ص ١٧٦

[2] ......کشف الظنون، ج ٢، ص ١٣٦١

پانچواں مرحلہ

کچھ قُوتُ الْقُلُوب کے بارے میں

قُوْتُ الْقُلُوب کا شُمار تصوف کی ابتدائی اور بُنیادی کُتُب میں ہوتا ہے مگر یہ اپنی نَوعیّت کے لحاظ سے اس مَوضوع پر پہلی کِتاب ہے، چوتھی صدی ہجری میں اگرچہ علم تصوف پر دو کتابیں لکھی گئی یعنی اللُّمَع اور قوت القلوب۔ دونوں عُلَما و مَشائخ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے ہاں مَقبول ہوئیں مگر **قُوْتُ الْقُلُوب** نے فَقِیدُ المِثال مَقبولیت حاصل کی جس کے ثُبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ اکثر بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن نے اس سے نہ صرف اِسْتِفادہ کیا بلکہ اس کے اُسلوب کو بھی اپنایا ہے۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی کتاب **قُوْتُ الْقُلُوب** کی بے شُمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ سے پہلے اس اسلوبِ بیان کو کسی نے اختیار نہیں کیا، اس میں آپ نے جہاں عِلْمِ تَصوّف کے بند دروازوں کو کھولا ہے وہیں دُرُشت مَعانی اور خوبصُورت الفاظ بھی اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ عُلوم مع اُصول وفُروع اس طرح ذکر کیے ہیں کہ بلاشُبہ یہ کتاب اُس عِلْم و فَن کی کسی بھی کِتاب کا بدل قرار دی جاسکتی ہے مگر اس علم کی کوئی بھی کتاب **قُوتُ القُلوب** کا بدل نہیں بن سکتی مثلاً قُوتُ القلوب کو علم تصوف کے ساتھ ساتھ بلاشبہ اُصولِ حدیث[1] کی کسی بھی ابتدائی و بُنیادی کِتاب کا بدل قرار دیا جاسکتا ہے مگر اُصُولِ حدیث کی کوئی بھی کِتاب قُوت القلُوب کا بدل نہیں بن سکتی اور یہی اس کِتاب کی اِنْفِرادیّت ہے۔ اگرچہ بعض کُتُب میں یہی اُسلوب اپنانے کی کوشش کی گئی ہے مگر ان سب کی اَصْل قُوْت ہی ہے۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو ان کے علم کے تناظُر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

---

[1] ......قوت القلوب کی 31ویں فصل کے آخری حصہ کا مُطالعہ کرنے سے اس بات کا بَخُوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ صاحبِ قُوت نے جو بُنیادی اُصول بیان کیے ہیں ان کی بِنا پر اسے کسی بھی اصولِ حدیث کی کِتاب کا بدل قرار دیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ آپ کے ذِکر کردہ انہی اُصولوں میں سے ایک اصول کو اعلیٰ حضرت نے بھی فتاویٰ رضویہ شریف میں بطورِ دلیل ذکر کیا ہے۔ جس کا مُطالعہ آپ اسی مُقدّمہ میں ''اعلیٰ حضرت اور صاحبِ قوت'' کے عُنوان کے علاوہ ''احادیث و آثار سے اِستِدلال'' کے عُنوان کے تحت بھی کر سکتے ہیں۔

رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ بہترین قاری، خطیب، شیریں بیاں واعظ ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ واُصولِ فقہ اورعِلمِ توقیت وہیئت وغیرہ ایسے عُلوم کے جاننے والے بھی تھے۔ کیونکہ بہت سے عُلوم کے مُبادِیات کے متعلق آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے کسی نہ کسی حد تک **قُوْتُ الْقُلُوب** میں کلام فرمایا ہے۔ چنانچہ **قُوتُ القُلُوب** کے مُطالعہ سے آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کی شخصیَّت پر پڑے ہوئے حجاب خود بخود کھلتے جاتے ہیں۔ لہٰذا آیئے **قُوْتُ الْقُلُوب** کا سرسری جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے اپنی اس نایاب کتاب میں کن عُلوم کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ ان عُلوم میں کس قدر مُمارَست ومَہارَت رکھتے تھے، کیونکہ علم خواہ کیسا بھی ہو اگر اسے جاننے والا اس علم کے اُصول وفُروع کے ساتھ ساتھ اس کے برمَحَل استعمال سے بھی واقِف ہو اور موقع محل کے مطابق اِستِدلال کا ملکہ رکھتا ہو تو اسے بجا طور پر اس علم کا بخوبی جاننے والا کہا جا سکتا ہے۔

مگر یہ سب جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ صاحبِ قُوت کا اُسلوبِ بیان جان لیا جائے تاکہ ان کا مِزاج جان کر کتاب کے مُطالعہ سے کماحقّہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ چنانچہ،

نام میں انفرادیت

اگر صرف **قُوتُ القُلُوب** کے نام پر ہی غور کر لیا جائے کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی نے اپنی اس تصنیف کا یہ نام کیوں رکھا تو اس سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کس قدر پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمّت کی اِصلاح کی کوشش فرمانے والے تھے، کیونکہ **قُوتُ القلوب** کا مطلب ہے دلوں کی غِذا۔ یعنی آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ یہ کہنا چاہتے ہیں ہر ذی رُوح کو زندہ رہنے کے لیے چونکہ ظاہری غِذا کی ضرورت ہے اور وہ بَقائے حَیات کے لیے دل کی دھڑکنوں کا مُحتاج ہے مگر اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی نَشو ونما اور صِحَّت وسلامتی کے لیے دل کی تندرستی لازم ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ جسم کی غِذا کے ساتھ ساتھ دل کی غذا کا خاص خیال رکھا جائے اور دل جس غِذا سے راحت وفرحت پاتے ہیں وہ تقویٰ وطہارت اور ذِکرِ خُداوندی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (پ۱۳، الرعد:۲۸)

پس آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **نَفْسِ مُطْمَئِنّہ** کے مَقام تک رسائی پانے اور اطمینانِ قلبی کے حُصُول کے لیے **قُوت القُلوب** میں ایسے نادِر و نایاب مدنی پھول عطا فرمائے ہیں جن کی مہک سے آج بھی لوگوں کے قلوب واَذہان مُعَطَّر ہیں۔

اسلوبِ بیان

اِمامِ اَجَلّ حضرت سیدنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے **قُوْتُ القُلوب** چونکہ راہِ طریقت پر چلنے کی خواہش رکھنے والے ان نَوواردوں کی رہنمائی کے لیے لکھی ہے جو اس راہِ پُرخَطَر کی دشواریوں سے توانجان ہیں مگر مَنْزِلِ مَقصود پانے کی آرزو اور تڑپ رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انتہائی سَہْل اُسْلُوبِ بیان اپنانے کی کوشش فرمائی تاکہ ہر خاص و عام اس کِتابِ مُسْتَطاب سے اِسْتِفادہ کر سکے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے نُقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے بطورِ دلیل قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات پیش کرتے ہیں، اس کے بعد احادیثِ مبارکہ، پھر سَلَفِ صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے اقوال اور طریقے بیان کرتے ہیں۔ یہ اسلوب اگرچہ ہر کوئی اپناتا ہے مگر ان آیاتِ بینات واحادیثِ مُبارکہ اور سَلَفِ صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے اقوال کی روشنی میں حضرت سیّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی سالکینِ راہِ ہِدایت کے لیے جو مہکے مہکے مَدَنی پھول پیش کرتے ہیں وہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہی کا خاصّہ ہے۔ چند مثالیں مُلاحَظہ فرمایئے:

قرآنِ مجید سے استدلال

آیاتِ بیّنات سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا اندازِ اِستِدلال بڑا ہی مُدبِّرانہ ومُحقِّقانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **قُوتُ القُلوب** کی پہلی دو فصلوں میں سوائے آیاتِ بینات کے کچھ کلام ذکر نہیں کیا۔ مگر ان فصلوں کے عُنوانات سے ظاہر ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کیا اِستِدلال فرما رہے ہیں۔ ان فصلوں میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے صرف آیاتِ بینات سے بندے اور اس کے رب کے تعلّق کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مُجاہدہ و رِیاضت کے

احکام بھی بیان کر دیئے ہیں جو یقیناً آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے **عَارِف بِاللّٰہ** اور **عَالِمِ رَبَّانی** ہونے کا مظہر ہیں۔

بطورِ مثال تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کے مُتعلّق آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول پیشِ خدمت ہے:

تِلاوت کا حق صرف ایمان والے ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جب بندۂ مومن کو حقیقتِ ایمان کی دولت سے نوازتا ہے تو اسے اس کی مِثل ایسے مَعانی ومَفاہیم بھی عطا فرماتا ہے جن کا سرچشمہ حقیقتِ مُشاہدہ ہے۔ اس طرح بندے کی تِلاوت تو مُشاہدہ سے ہوتی ہے مگر اس کے ایمان میں زِیادتی تِلاوت کے مَعانی ومَفاہیم سمجھنے سے ہوتی ہے اور یہی حقیقتِ ایمان کا مِعْیار ہے۔ جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ترجمۂ کنز الایمان: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔ (پ۹، الانفال: ۲)

اور ایک مَقام پر ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (پ۹، الانفال: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچّے مسلمان ہیں۔

پس بندۂ مومن کو اس وقت حُضوری کا شرف ملتا ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَذاب سے ڈرانے والوں میں اس کا شُمار ہونے لگتا ہے، خاص طور پر ایمان کی زیادتی اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی بَشارتیں دینا اس کے حصّے میں آتا ہے۔ چنانچہ، قرآنِ کریم میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے حُضوری واِنذار کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔ (پ۲۶، الاحقاف: ۲۹)

اور ایمان کی زِیادَتی اور اِستِبشار (یعنی خوش ہونے) کا تذکرہ ان آیاتِ بینات میں کیا:

فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ان کے ایمان کو اس نے ترقّی دی اور وہ خوشیاں مَنا رہے ہیں۔ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۴)

احادیث وآثار سے استدلال

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی پائے کے مُحدِّث تھے اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو روایتِ بُخاری کی اِجازَت بھی حاصِل تھی جیسا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شُیوخ کے ضِمن میں بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **قُوتُ القُلُوب** میں درج احادیثِ مُبارکہ اور اقوال وآثار کے متعلق 31ویں فصل کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ "ہم نے اس کِتاب میں سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو روایات نقل کی ہیں یا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین وتبعِ تابعینِ عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اقوال ذکر کئے ہیں وہ سب اپنی قُوَّتِ حافِظہ سے قلم بند کئے ہیں اور تقریباً تمام آثار واخبار میں **روایت بِالمَعْنٰی**[1] کا اِلْتِزام کیا ہے، مگر بعض رِوایات ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس تھیں یا ان تک ہماری رسائی ممکن تھی تو ہم نے ان میں الفاظ کا بھی خیال رکھا ہے اور جو ہماری پہنچ سے دور تھیں اور ہم انہیں حاصِل بھی نہ کر سکے تو ان کی خاطِر زیادہ کوشش بھی نہ کی۔ اب ہم اس سلسلے میں اگر حق پر ثابِت قدم رہے ہیں تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ بہترین توفیق اور تائید کی بدولت ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو یہ ہماری غلطی ہے جو غفلت کا نتیجہ ہے۔ یا ہم سے کہیں نِسیان وعُجلت کا مظاہرہ ہوا ہے تو یاد رکھیں کہ نِسیان وعُجلت کا مُظاہَرہ ہمیشہ شیطانی عَمَل دخل سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی وہی کہیں گے جو حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا یعنی ہمارا قول ان کی رائے کے تابع ہے۔ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بیان اور ثابِت قدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا ہے اور عُجلت ونِسیان شیطان کی پیداوار ہے۔"[2] یعنی عجلت ونسیان کا واسِطہ وسبب شیطان ہے اور دوسرا یہ کہ بندے پر اس وقت توفیق کی کمی ہوتی ہے۔ (مزید فرماتے ہیں کہ) میں نے جہاں کثیر رِوایات میں الفاظ کا اِہتمام نہیں کیا تو وہیں تمام رِوایات میں مفہوم ومعنٰی سے بھی رُوگردانی نہیں کی کیونکہ میرے نزدیک الفاظ کا اہتمام لازِم وضروری نہیں بشرطیکہ جب آپ رِوایَت بِالمعنٰی کریں تو آپ پر لازِم ہے کہ آپ کلام میں ہونے والی تبدیلی اور مختلف مَعانی ومَفاہیم کے فرق

---

[1] ......**روایت بالمعنٰی** سے مراد یہ ہے کہ کسی حدیث یا روایت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ اس کا معنی ومفہوم تبدیل نہ ہو۔

[2] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۴۲۴۰، ج۳، ص ۴۴۳

کو بخوبی جانتے ہوں اور تحریف یا لفظی ہیر پھیر سے بھی اِجتناب کریں۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے بھی **رِوَایَت بِالمَعنی** میں رُخْصَت دی ہے۔ ان میں امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُنا ابن عبَّاس، حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک، حضرت سیِّدُنا واثِلہ بن اُسْقَع اور حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی شامل ہیں۔ اور تابعین کی بھی ایک کثیر تعداد **روایت بالمعنی** کی قائل تھی۔ جن میں امامُ الائمہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری، امام شَعبی، عَمْرو بن دینار، ابراہیم نَخْعی، مُجاہد و عِکرِمہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی جیسے جلیلُ القدر بُزُرگ ہیں۔ ہم نے ان کی کتابوں سے یہ اخبار و آثار الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام ابن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ میں ایک ہی حدیث دس راویوں سے سنتا تو سب کے الفاظ مختلف ہوتے مگر مَفْہوم ایک ہی ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ سرکارِ ابدقرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ کی رِوایَت میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِختِلاف مَروی ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض کامل رِوایات بیان کرتے تو بعض مُختصر اور بعض صرف مَعنٰی و مَفْہوم کو ہی کافی جانتے اور بعض دو مُترادِف لفظوں میں تَغَیُّر و تبدُّل کی وُسْعت پاتے کہ مَعنٰی و مَفْہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو تو ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیتے۔ مگر ایسا وہ اپنی خواہش سے نہ کرتے اور نہ ہی ان کا جھوٹ باندھنے کا کوئی ارادہ ہوتا بلکہ ان سب کا مَقْصد تو سچ بیان کرنا اور جو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا اس کا مَفْہوم بیان کرنا ہوتا۔ پس اس لئے احادیث کی روایت میں انہوں نے وُسْعت سے کام لیا اور وہ کہا کرتے کہ جھوٹ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔

(مزید کچھ آگے فرماتے ہیں کہ) ہم نے اپنی اس کتاب میں بعض مُرسَل [1] اور مَقْطُوع [2] رِوایات بھی ذکر کی ہیں

---

[1] ......وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد صحابی کا نام حذف کر کے اسے براہِ راست سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کیا جائے۔

[2] ......وہ حدیث جس کی سند میں سے کوئی بھی راوی ساقط ہوجائے عموماً اس کا اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔ مثال: **رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ زَیْدِ بْنِ یُثَیْعٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ مَرْفُوْعاً: اِنْ وَلَّیْتُمُوْھَا اَبَابَکْرٍ فَقَوِيٌّ اَمِیْنٌ**۔ اس حدیث کی سند سے ایک راوی ساقط ہے جس کا نام شریک ہے یہ راوی ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان سے ساقط ہے کیونکہ ثوری نے یہ حدیث ابو اسحاق سے نہیں سنی بلکہ شریک سے سنی ہے اور شریک نے ابو اسحاق سے۔ (نصاب اصول حدیث، ص ۱۲)

اور بعض ایسی رِوایات بھی ہیں جن کی سَند میں کلام کیا گیا ہے۔مگر یاد رکھیں کہ ایک مَقْطُوع ومُرْسَل رِوایت سند کے بعض راویوں کے لحاظ سے صحیح بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ وہ راوی ائمۂ حدیث ہوں۔

اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایسی رِوایات کو قُوْتُ القلوب میں نقل کرنے کی بعض وُجوہات ذکر کی ہیں۔پھر آخر میں اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جو چند باتیں ذکر کی ہیں یہ معرفتِ حدیث میں اُصول کا درجہ رکھتی ہیں اور معرفتِ حدیث ایک ایسا علم ہے جو صرف عارِفین ہی جانتے ہیں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔مگر سَلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے بعد اب ایک ایسی قوم پیدا ہوچکی ہے جن کے پاس نہ تو کوئی خاص علم ہے اور نہ ہی ان کی علمی حالت قابلِ ذکر ہے بلکہ ان کا تو عبادت سے بھی کوئی کام نہیں۔انہوں نے سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا راستہ چھوڑ کر اپنے نُفوس کے بہلاوے کے لئے ایک ایسا علم بنالیا ہے جس میں نہ صرف خود مَصروفِ عَمَل ہیں بلکہ جو ان کی باتیں سنتا ہے وہ بھی اس علم میں مَشغول ہو جاتا ہے۔پس یہ لوگ کتابیں لکھنے میں مَصروف ہیں اور انہوں نے اخبار وآثار کے نقل کرنے والوں کے مُتعلق ان کے مَعْلول ہونے کے بارے میں کلام کرنا شروع کر دیا ہے اور ہر وقت وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ ناقِلینِ احادیث کی لَغْزِشوں کو جان سکیں۔اس طرح انہوں نے بدمذہبوں کے لئے یہ راستہ فراہم کیا کہ جب وہ رِوایات میں طَعْن دیکھیں تو سُنَن کو رَدّ کر دیں اور رائے اور قیاس کو ترجیح دیں اور جب لوگوں کو بِالْخُصوص اس زمانے میں سنَّت سے ہٹا ہوا پائیں تو اپنے نظر وقیاس پر عمل کرنے پر رشک کریں۔لہٰذا جان لیجئے کہ وہ تمام احادیثِ مُبارکہ جو امورِ آخرت کی ترغیب دلائیں، دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر آمادہ کریں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اعمال واصحاب کے فضائل ومَناقِب کے بارے میں مروی ہیں، ہر حال میں قبول کی جائیں گی۔خواہ مَقطوع ومُرسَل ہی ہوں۔ان سے منہ پھیرا جاسکتا ہے نہ انہیں ردّ کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح جن احادیثِ مُبارکہ میں قیامت کی ہولناکیوں، اس کے زلزلوں اور دوسری بڑی بڑی مُصیبتوں کا ذکر ہے، انہیں عَقْل کے پیمانے پر تولتے ہوئے ماننے سے انکار نہ کیا جائے گا بلکہ انہیں قُبول کیا جائے گا۔سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا یہی طریقہ تھا۔کیونکہ علم اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اُصول بھی اسی بارے میں مروی ہیں۔چنانچہ مروی ہے کہ جسے کتاب وسنَّت سے کوئی فضیلت معلوم ہو اور وہ اس پر (ثواب کی امید رکھتے ہوئے) عمل کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے

اس پر عمل کا ثواب عطا فرماتا ہے اگرچہ ویسا نہ ہو جیسے کہا گیا تھا۔[1]

مضامین ومفاہیم

قُوتُ القُلوب کے 48 فصلوں میں بیان کردہ بے شُمار مختلف قسم کے مَضامین ہی اس کی اِنْفِرادیت کے لیے کافی ہیں اگرچہ ان مَضامین پر بعد کے اکثر بُزُرگانِ دین نے بھی کلام فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت سیِّدُنا امام غَزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی **احیاء عُلوم الدین** ہو یا شیخ شہاب الدین سُہرَوَرْدِی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۵۳۹ھ) کی **عوَارِفُ المَعَارِف**، ہر ایک میں **قوت القلوب** کا فیض نظر آتا ہے۔ لہٰذا آیئے **قُوتُ القُلوب** کے مَضامین ومَفاہیم پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے سب سے پہلے راہِ طریقت پر چلنے والوں کی رہنمائی کے لیے ابتدائی آٹھ فصلوں میں قرآن وحدیث سے مُستَنبَط مُتفرِّق اوراد ووَظائف ذکر کیے ہیں جن پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت سیِّدُنا امام غَزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَالی نے بھی انہیں تقریباً بعینہٖ **احیاء عُلوم الدین** میں نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد نویں فصل میں ایک سالِک کو فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دن کا آغاز نمازِ فَجْر سے کرے اور پھر دسویں فصل میں آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اوقات کی پہچان کے حوالے سے عِلْمِ توقیت کے جو مدنی پھول نقل فرمائے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک ماہر توقیت داں ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ہیئَت داں بھی تھے۔ اس کے بعد آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 15 ویں فصل تک دن رات میں پڑھے جانے والے مختلف نوافل اور دیگر سرانجام دی جانے والی عِبادات کا تذکرہ فرمایا اور 16 ویں سے لے کر 19 ویں فصل تک صرف قرآن اور آدابِ قرآن سے متعلق سَیر حاصِل گفتگو فرمائی ہے۔ اگر کوئی حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے قرآن فہمی سے متعلق علم کو جاننا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ **قوت القلوب** کی 17 ویں فصل کا ضرور مُطالَعہ کرے۔ 21 ویں فصل میں جُمُعہ اور اس کے آداب اور 22 ویں میں روزہ اور اس کے آداب وغیرہ درج ہیں۔

23 ویں سے 30 ویں فصل تک سالکینِ راہِ طریقت کی رہنمائی کے لیے نفس، مُحاسَبۂ نفس، مُراقَبہ، مُشاہَدہ اور

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، الحدیث: ۲۱۵۹۰، ج۷، ص ۱۲۴

مَقاماتِ یقین وعلاماتِ اہلِ یقین کے متعلق اِنتہائی مُفید معلومات بیان کی گئی ہیں۔ 31 ویں فصل سے ایک عام انسان کو علم اور عُلَمائے حَق کی نہ صرف پہچان ہوتی ہے بلکہ اس پر یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ عِلْمِ باطن عِلْمِ ظاہر سے کیوں افضل ہے۔ 32 ویں فصل تصوّف کی جان ہے، اس فصل میں آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے بالتفصیل مَقاماتِ یقین مثلاً توبہ، صَبر، شکر، رجا، خوف، زہد، توکّل، رضا اور محبّت کے متعلق کلام کیا ہے۔ 33 ویں فصل میں ارکانِ اسلام اور ان کے آداب واحکام ہیں۔ اس کے بعد 37 ویں فصل تک آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے عِلْمِ کلام کی دقیق ابحاث کو آسان پیرائے میں بیان کیا ہے تاکہ راہِ طریقت پر چلنے والے راہِ حق پر ثابت قدم رہیں اور مَسلک اہلِ سُنَّت وجماعت پر کاربند رہتے ہوئے کبھی بھی بدمذہبوں کے ہتھے نہ چڑھیں۔ 38 ویں فصل میں نیّت اور اس کے ثمرات کا تذکرہ ہے۔ 39 ویں اور 40 ویں میں کھانا کھانے کے آداب، 41 ویں میں فقر کے فضائل وفرائض وغیرہ، 42 ویں میں سفر اور مسافر کے احکام، 43 ویں میں اِمامت اور اس کے احکام، 44 ویں میں اُخُوّت وبھائی چارے کے احکام، 45 ویں میں نکاح وغیرہ کے احکام، 46 ویں میں حَمام میں جانے کے احکام، 47 ویں میں تجارت اور تاجر کے احکام اور 48 ویں فصل میں حلال وحرام وغیرہ کے احکام کا بیان ہے۔

قوت القلوب کی اہمیت

قُوتُ الْقُلُوب کی اَہمیت واَفادِیَّت سے اہلِ علم خُوب آگاہ ہیں انہیں بتانے کی حاجت نہیں، عام لوگوں کے لیے یہی ایک مِثال کافی ہے کہ آٹھویں صدی ہجری کے ایک عظیم مُؤَرِّخ اور بزرگ صلاح الدین خلیل بن اَیبک بن **عبد اللّٰه صَفَدِی** عَلَیْه رَحْمَةُ اللّٰهِ الْهَادِی فرماتے ہیں کہ میں نے خانقاہِ سَریاقُوس کے شیخُ المشائخ حضرت سیّدُنا شیخ مجد الدّین اَقْصَرائی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے پاس **قُوتُ القُلُوب** کا ایک نُسخہ دیکھا، اس کی مِثل کوئی کِتاب میں نے آج تک نہ دیکھی تھی، کاش! اگر میرے لیے اس کو خریدنا ممکن ہوتا تو میں تین ہزار درہم کے بدلے بھی اسے خرید لیتا مگر وہ کتاب اس خانقاہ کے نام پر وَقف تھی۔

❁......❁......❁

چھٹا مرحلہ

قوت القلوب اور المدینۃ العلمیۃ

......کام کرنے والوں کا انتخاب

ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کی گئی عبارت کو"ترجمہ" کہتے ہیں، بظاہر یہ کام آسان لگتا ہے مگر حقیقت میں ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ ہر زبان کی اپنی اصطلاحات، محاورے، اشارے کنائے اور مخصوص لب ولہجہ ہوتا ہے اور جب معاملہ دینی کتب کا ہو تو یہ دشواری دو چند ہو جاتی ہے کیونکہ دینی باتوں کے بیان میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص اگر کتاب تصوف (علم معرفت/تزکیۂ نفس) کے موضوع پر ہو کہ حضراتِ صوفیا کرام دینی مسائل کو انتہائی باریک بینی سے بیان کرتے ہیں، الغرض ترجمہ کی دشوار گزار گھاٹیوں کو وہی شخص عبور کر سکتا ہے جو دونوں زبانوں سے واقفیت کے ساتھ ساتھ کتاب میں بیان کردہ علم سے بھی آشنائی رکھتا ہو، بصورتِ دیگر ترجمہ کی غلطیاں پڑھنے والوں کو غلط راہ پر ڈال سکتی ہیں، ناواقف شخص کو ترجمہ سے اُسی طرح پرہیز کرنا چاہیے جس طرح شوگر کا مریض شکر سے پرہیز کرتا ہے ورنہ اِس کے پسماندگان کا جو حال ہوتا ہے وہی غلط ترجمہ پڑھنے والوں کا ہوگا۔

کسی بھی کام کو بخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے متعلقہ کام کے ماہرین درکار ہوتے ہیں، زیرنظر کتاب کے ترجمہ کا کام کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اسے پڑھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ حضرت مصنف حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ٣٨٦ھ) نے علوم و معارف کے جن بیش بہا خزانوں کو صفحۂ قرطاس پر انمول موتیوں کی طرح بکھیرا ہے ان کے ترجمہ وتفہیم کے لئے **دعوتِ اسلامی** کی خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی مجلس **"مجلس المدینۃ العلمیہ"** نے علوم و معارف کے اس انمول خزانے کو طشت از بام کرنے کی ذمہ داری شعبہ تراجم کتب (عربی سے اردو) کو سونپ دی۔ شعبہ تراجم میں اس وقت جتنے بھی مدنی علمائے کرام کَثَّرَھُمُ اللہُ تَعَالٰی ترجمہ، تقابل، تفتیش اور تخریج وغیرہ کی خدمت سرانجام دے رہے تھے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اپنی

مسلسل کاوشوں کے نتیجہ میں ان کاموں میں غیر معمولی مہارت وممارست (تجربہ) رکھتے تھے، آپ کے ہاتھوں میں موجود اس کتاب کی پہلی جلد کا ترجمہ اور مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والے دیگر تراجم اس پر شاہد عدل ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل مزید برکتیں عطا فرمائے۔ امین

......کام کا آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! شعبہ تراجم کتب اپنے آغاز سے تادمِ تحریر 27 کتب کو عربی سے اُردو کے قالب میں ڈھال چکا ہے، اس شعبہ سے اب تک طبع ہونے والے ترجمہ کے صفحات کی تعداد 11231 ہے۔ **مجلس المدینۃ العلمیہ** کے تراجم اپنے غیر معمولی معیار، حسن صوری وحسن معنوی اور عام فہم ہونے کی بدولت نہ صرف عوام بلکہ علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کے درمیان بے حد مقبول ہیں اور یہ سارا فیضان حضور قبلہ امیر اہلسنت، شیخ طریقت حضرت علامہ، مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری زید مجدہ کے خلوص وللّٰہیت اور شریعت وطریقت سے کامل وابستگی کا نتیجہ ہے۔ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ کے پہلے عشرے میں جب کتاب "اَلزَّوَاجِر عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر" کی دوسری جلد کا ترجمہ (بنام: جہنم میں لے جانے والے اعمال) تکمیل کو پہنچا تو اسی مہینے کے پہلے عشرے میں کتاب مستطاب **قوت القلوب** کے ترجمہ کا کام شروع کر دیا گیا۔

......کام کا انداز اور دشواریاں

المدینۃ العلمیہ کے طے شدہ مدنی پھولوں کے مطابق تیس فصلوں کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور کام کے اکثر مراحل مکمل ہو چکے تھے کہ مجلس کی طرف سے شعبہ تراجم میں کام کرنے کے کچھ نئے مدنی پھول طے ہوئے اگرچہ ان کا نفاذ آئندہ کتب کے تراجم پر ہونا تھا مگر **قُوتُ الْقُلُوب** پر بھی ان کے نفاذ کا فیصلہ کیا گیا مثال کے طور پر ان میں سے ایک مدنی پھول یہ بھی تھا کہ **"عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر خالص فنی اور مشکل وپیچیدہ ابحاث وغیرہ کو ترک کر دیا جائے۔"** چونکہ ایسی ابحاث کا تعلق خالصتاً علما کے ساتھ ہے اور وہی ان سے مستفیض ہو سکتے ہیں لہٰذا عوام کی آسانی کے لیے ایسے مقامات کو حذف کر دیا جائے۔ لہٰذا اس مدنی پھول کی روشنی میں ازسرِنو نظرِ ثانی کا کام شروع ہوا اور یوں قوت القلوب کی پہلی جلد جو ۱۴۳۱ھ میں شائع ہونی تھی مزید تاخیر کا شکار ہو گئی۔

نئے مَدَنی پھولوں کی روشنی میں قُوت القُلوب کی چیدہ چیدہ چند عبارات کے علاوہ دُو فصلوں 10 ویں اور 17 ویں کی اَکْثَر اَبحاث کو حَذف کرنا پڑا۔ کیونکہ 10 ویں فصل خالِص عِلْمِ توقیت کی دقیق ابحاث پر مشتمل تھی اگرچہ اس فصل کی چند مُفید اور اَہم باتیں رہنے دی گئی ہیں مگر اہلِ ذَوق پر لازم ہے کہ وہ ضرور اصل کِتاب کی طرف رُجوع فرمائیں۔ اسی طرح 17 ویں فصل میں حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے قرآنِ کریم کے اِیجاز واِختِصار کی ایسی مِثالیں دی ہیں کہ عُلَمائے کرام بھی اَنگُشت بَدَنداں ہیں اور آپ کے متعلق یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ آخر آپ صوفی بزرگ تھے یا کوئی مُفَسِّرِ قرآن۔ عُلَمائے کرام کی آسانی اور اہلِ ذوق افراد کے ذوق کی تسکین کے لیے ان دُو فصلوں کی مکمل عربی عبارت کتاب ھٰذا کے آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔

ترجمۂ قرآنی آیات

کِتاب میں موجود قرآنِ کریم کی آیاتِ مُقدّسہ کا ترجمہ خُصُوصیَّت کے ساتھ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مُجَدِّدِ دین وملّت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) کے شُہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن **"کنزالایمان"** سے لیا گیا ہے۔ نیز کتاب کی عبارت میں اگر کہیں قرآنی آیاتِ مبارکہ سے اقتباس یا دُعا مذکور ہوئی تو اس کا ترجمہ کرتے وقت بھی **"کنزالایمان"** کے ترجمہ کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ترجمۂ احادیث طیبہ

حدیث شریف کا ترجمہ کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھنا ضَروری ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف کے وُرود کا سَبَب کیا تھا، وہ کس موقع پر ارشاد فرمائی گئی اور حضرات شارحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن نے اس کی شرح میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ، احادیث طیبہ کا ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش رہی ہے کہ اس حدیث شریف کی شرح تلاش کی جائے اور شرح کے آئینہ میں اس کا ترجمہ کیا جائے، نیز اکابِرینِ اہلسنّت دَامَتْ فُیُوضُہُم کے تراجم کو بھی خُصُوصیت کے ساتھ دیکھا گیا۔

تخریج کا اہتمام

تخریج کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احادیث، اقوال یا حکایات کو ان کُتُب کی طرف منسوب کیا جائے جن میں وہ

ابتداءً بیان ہوئی ہوں ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث ،قول یا حِکایت کو کن ائمہ ٔفن نے اپنی کتابوں میں کن مَقامات پر بیان کیا ہے ۔ عِلمیہ کی کُتُب میں حَتَّی الْمَقْدُور کوشِش کی جاتی ہے کہ روایات کو ان کے اَصل ماخذ سے تلاش کر کے اس کا حوالہ درج کیا جائے اور جب مَقْدُور بھر کوشِش کے باوجود اصل ماخذ سے نہ ملے تو دیگر مُستَنَد و مُعتَبَر کُتُب سے حوالہ لکھا جاتا ہے ۔ چنانچہ زیرِنظر کتاب میں احادیث مُبارکہ ، آثارِ صحابہ ، اقوالِ سَلَف صالحین وغیرہ کے حوالہ جات ، کتاب ، باب ، فصل ، جلد اور صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ درج کئے گئے ہیں (مثلاً : صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اِثبات حوض نَبِیِّنَا صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم وصفاتہ، الحدیث: ۵۹۷۱، ص۱۰۸۳) اور ہر کتاب کا مَطبوعہ حوالے میں درج کرنے کے بجائے آخر میں ماٰخذ و مَراجع کی فہرِست ، مُصَنِّفِین و مُؤَلِّفِین کے ناموں اور ان کے سن وفات کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے ۔ نیز آخر میں **مَجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ** کی طرف سے پیش کردہ کُتُب و رسائل کی فہرست بھی دی گئی ہے ۔

......عنوانات و بند سازی

مُطالَعہ کرنے والوں کی دِلچسپی برقرار رکھنے اور ذوق بڑھانے کی غرض سے متعلقہ مضمون کے مطابق عُنوانات (درمیانی و بغلی سرخیوں) کا اِہتِمام کیا گیا ہے اور ایک مضمون کی تکمیل کے بعد دوسرا مضمون نئے پیرے اور نئی سطر سے شروع کیا گیا ہے کیونکہ عُنْوانات و بند سازی (یعنی پیراگرافنگ *Paragraphing*) ، کسی بھی کتاب کے حُسنِ صُوری کی عَکّاسی کرتے ہیں ۔

......مشکل الفاظ کے معانی و اعراب

اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ترجمہ میں جہاں کہیں عربی عبارات یا مشکل الفاظ آئے ہیں ان پر اِعراب بھی لگایا گیا ہے اور ہِلالَین '' (......) '' میں مُرادی مَعانی بھی لکھ دیئے گئے ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو آسانی رہے ۔

......آیات مبارکہ کی پیسٹنگ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کمپیوٹر (*COMPUTER*) نے انسانی تَرَقّی میں بڑا اَہَم کردار ادا کیا ہے ۔ اسی کمپیوٹر کی بدولت اب کتابوں کی ہاتھ سے کِتابَت کے کٹھن ، جاں سوز اور وَقْت طَلَب مَرحلہ سے نجات مل گئی اور اب کتابوں کو

کمپوز کرلیا جاتا ہے مگر اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ کتابت کی غلطیاں اُردو کُتُب کا مُقَدَّر بن کے رہ گئیں جو کہ ہاتھ سے کِتابَت کے مُقابَلے میں زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ تجربہ سے ثابِت ہے کہ ہاتھ سے کِتابَت میں غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ مسئلہ صِرف عام جُملوں کا نہیں بلکہ عقائد اور فقہی مَسائل کا ہے کہ ان میں کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح قرآنی آیاتِ مبارکہ کا مسئلہ تھا کہ کمپوزنگ کی صُورت میں ان میں بھی کہیں کوئی حرف رہ جاتا اور کہیں کوئی حرکت (یعنی زبر، زیر وغیرہ) چھوٹ جاتی ہے۔ ہماری خوش قسمتی کہ کچھ عرصہ قبل **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃُ المدینہ** نے قرآنِ کریم شائع کرنے کی سَعادَت حاصِل کی۔ اس کی چَھپائی کے لئے ایک دردمند اسلامی بھائی نے **مکتبۃُ المدینہ** کو Q.P.S یعنی قرآن پبلشنگ سوفٹ ویئر خرید کر ہدیہ (DONATE) کیا جس کی مدد سے قرآنِ کریم کا مُسوّدہ تیار کیا گیا۔ **قبلہ شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّاؔر قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی خواہش تھی کہ **اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ** کی کُتُب میں بھی اس سوفٹ ویئر سے آیات پیسٹ کی جائیں۔ چنانچہ قبلہ امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی خواہش کے اِحْتِرام میں **مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ** نے یہ اُصُول بنالیا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کی کمپوزنگ کے بجائے ہر آیتِ طیبہ کو پیسٹ کیا جائے گا اور اس کے بغیر وہ کتاب نامکمل تصَوُّر کی جائے گی۔ پیشِ نظر کتاب پر بھی تقریباً تمام آیاتِ مُبارَکہ Q.P.S سے پیسٹ کی گئی ہیں۔

......علاماتِ ترقیم

تحریر کے مِعْیار، ظَاہری حُسْن اور اس کی تفہیم میں آسانی کے لئے تقریباً ہر زبان میں کچھ نہ کچھ علامات ضرور استعمال ہوتی ہیں تاکہ بیان کردہ مَعانی ومفاہیم سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ اسی طرح اردو جو ایک عالمگیر زبان ہے، کی علامات بھی اہلِ زبان نے مُقَرّر کر رکھی ہیں جنہیں ''علاماتِ ترقیم'' یا ''رُمُوز اَوقاف'' کہا جاتا ہے جیسے کاما (،) اور فُل اسٹاپ (۔) وغیرہ۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! **اَلمَدِیْنَۃُ العِلْمِیَّہ** کی تقریباً تمام کُتُب میں حتَّی الْمَقْدُور ان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

......اِجمالی فہرست

علمی ذوق رکھنے والوں کی آسانی کے لئے کتاب کی فصلوں کے اعتبار سے ایک اجمالی فہرست شروع میں شامل کردی گئی ہے تاکہ مطلوبہ فصل تلاش کرنا آسان رہے۔

فہرست کتاب

کسی بھی کتاب کی اہمیت اور یہ جاننے کے لئے کہ اس میں کیا بیان ہوا ہے، فِہرِست بُنیادی حَیثِیّت رکھتی ہے۔ اور اس کی مدد سے مُطالَعہ اور تحقیقی کام کرنے والے اپنے مَطلوب تک جلد رسائی حاصِل کر لیتے ہیں۔ اس چیز کا خیال رکھتے ہوئے کم وبیش علمیہ کی تمام کُتُب میں فِہرِسْت کا اِہتمام ہوتا ہے۔ چنانچہ، **قُوْتُ الْقُلُوب** میں دیئے گئے عُنوانات ومَوضوعات کی مُفَصَّل فہرست بھی آخر میں بنادی گئی ہے۔

شعبہ تراجِم کُتُب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تبلیغِ قُرآن وسنَّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** کی مُتَعَدِّد مَجالس میں سے ایک **''مَجْلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ''** بھی ہے جس نے خالِص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے شعبہ جات میں سے ایک شعبہ **''تراجِمِ کُتُب''** بھی ہے۔ جس کی ذِمّہ داری اپنے اکابرین عُلَمائے اسلام کی عربی میں لکھی گئی کُتُب اور رسائل کے اردو زبان میں تراجم کرنا ہے۔ مَحْض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ تحقیقی وبامُحاورہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔ شعبہ تراجم میں بِالتَّرتیب ہونے والے کاموں کی تفصیل یہ ہے: (1)...... سلیس اور بامُحاورہ ترجمہ (2)...... حَتَّی الاِمکان آسان وعام فہم الفاظ کا استعمال (3)...... ترجمہ کی کمپوزنگ (4)...... ترجمہ کا تَقابُل (5)...... نظرِ ثانی بلحاظ اُردو اَدَب (6)...... علاماتِ ترقیم (رُموزِ اَوقاف) کا اہتمام (7)...... پروف ریڈنگ۔ کم از کم دوبار خُصوصاً آیاتِ قرآنیہ کی تین بار (8)...... ضروری ومُفید حَواشی کا اہتمام (9)...... فارمیشن (بڑی وذیلی سرخیوں اور عربی واردو عبارات کے لئے جُدا جُدا فونٹ کا استعمال وغیرہ) (10)...... شرعی تفتیش (11)...... بیان کردہ تفسیری عبارات، احادیثِ مُبارکہ، اقوال اور واقعات کی تخریج کا حَتَّی المَقْدُور اہتمام (12)...... تخاریج کی کمپوزنگ، تفتیش اور پیسٹنگ وغیرہ وغیرہ۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ شکر کہ **ذُو الْحِجَّۃِ الْحَرَام** (۱۴۳۳ھ) تک شعبہ تراجم کتب کے **مَدَنی عُلَمائے کرام** کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی مسلسل کاوشوں اور انتھک کوششوں سے اب تک سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی 27 کُتُب ورسائل زیورِ ترجمہ سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِک**

شرعی تفتیش

شعبہ تراجم کتب جب اپنے حصّے کا کام مکمل کر لیتا ہے تو پھر "ترجمہ" کو دار الافتاء اہلسنّت کے مدنی عُلَمائے کرام دَامَتْ فُیُوضُہُم کے سپُرد کر دیتا ہے اور وہ اس ترجمہ کو عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحظہ فرماتے ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں موجود **قوت القلوب** مترجم (جلد اول) بھی اس مرحلہ سے ہو کر آپ تک پہنچی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن! آج اس کتاب کی پہلی جلد زیورِ ترجمہ سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے اور مزید کام جاری ہے۔ اس ترجمہ میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے **پیارے حبیب** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطاؤں، **اولیائے کرام** رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی عِنایتوں اور شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شرعی غلطی پائیں تو برائے کرم تحریراً اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ آیندہ ایڈیشن میں دُرُستی کی جاسکے۔ علمِ دین اور تقویٰ کے حُصُول اور **اللہ** و رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت و فرمانبرداری پر استقامت پانے اور **"اپنی اور ساری دُنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش"** کا مُقدس جذبہ اُجاگر کرنے کے لئے خود بھی اس کتاب کا مُطالَعہ کیجئے اور حسبِ اِستطاعت **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے ہدیۃً حاصل کر کے دوسرے اسلامی بھائیوں بالخُصوص **مفتیانِ کرام** اور **علمائے اہلسنّت** دَامَتْ فُیُوضُہُم کی خدمت میں بطورِ تُحفہ پیش کیجئے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی! تیری دھوم مچی ہو

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب

(مجلس المدینۃ العلمیہ)

مُقَدِّمَةُ الْمُؤَلِّف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ الْاَزَلِيِّ قَبْلَ الْكَوْنِ وَالْمَكَانِ، مِنْ غَيْرِ اَوَّلٍ وَّلَا بِدَايَةٍ، اَلْاٰخِرِ الْاَبَدِيِّ بَعْدَ فَنَآءِ الْمَكْنُوْنَاتِ وَالْاَزْمَانِ بِغَيْرِ اٰخِرٍ وَّلَا غَايَةٍ، اَلظَّاهِرِ فِيْ عُلُوِّهٖ بِقَهْرِهٖ عَنْ غَيْرِ بُعْدٍ، وَالْبَاطِنِ فِيْ دُنُوِّهٖ بِقُرْبِهٖ مِنْ دُوْنِ مَسٍّ، اَلَّذِيْ اَحْسَنَ بِلُطْفِهٖ كُلَّ شَيْءٍ بَدَاَهٗ وَاَتْقَنَ صُنْعَ كُلِّ شَيْءٍ اَنْشَاَهٗ، وَدَبَّرَتِ الْاَحْكَامَ حِكْمَتُهٗ وَصَرَّفَتِ الْمَحْكُوْمَاتِ مَشِيْئَتُهٗ، فَاَظْهَرَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَطِيْفَ قُدْرَتِهٖ وَعَمَّ فِي الْعَاجِلِ وَالْاٰجِلِ خَلْقَهٗ بِنِعْمَتِهٖ، وَنَشَرَ عَلٰى مَنْ اَحَبَّ مِنْهُمْ فَضْلَهٗ، وَبَسَطَ لِجَمِيْعِهِمْ عَدْلَهٗ، وَاَنْعَمَ عَلَيْهِمْ بِتَعْرِيْفِهِمْ اِيَّاهُ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، بِهٖ عَزَّ وَجَلَّ، وَاَحْسَنَ اِلَيْهِمْ بِاِجْتِبَآئِهٖ اِيَّاهُمْ اِلَيْهِ، وَاَفْضَلَ عَلَيْهِمْ بِتَيْسِيْرِ كَلَامِهٖ لَهُمْ، وَمَنَّ عَلَيْهِمْ بِبَعْثِهٖ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اِلَيْهِمْ، فَنَسْاَلُهُ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ، وَاَنْ يُّوْزِعَنَا بِفَضْلِهٖ وَشُكْرَ نِعَمِهٖ، وَيُعَرِّفُنَا خَفِيَّ قَدْرِهٖ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ، رَسُوْلُهُ الْمُفَضَّلُ بِالشَّفَاعَةِ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ، اَلْمَخْصُوْصِ بِالْوَسِيْلَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ، وَعَلٰى اِخْوَانِهٖ السَّالِفِيْنَ فِي الْاَزْمَانِ، وَاَنْصَارِهِ التَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو کون ومکان سے قبل، اَوّل اور اَزَلی ہے، اس کی کوئی اِبتدا ہے نہ ہی کوئی آغاز، زمان ومکان کے فنا ہونے کے بعد اَبد تک رہے گا، اس کی کوئی انتہا ہے نہ کوئی اختتام، وہ اعلیٰ واَرفَع ہونے میں اپنی شانِ قہّاریت کے ساتھ ظاہر ہے کہ جس میں کسی قسم کا بُعد اور دُوری نہیں، وہ اپنے ہی قُرب میں چُھپا ہوا ہے کہ اس قُرب کے باوجود اسے چھونا ومَس کرنا ممکن نہیں، اس نے اپنے لُطف وکرم سے ہر شے کے آغاز کو حُسن کی دولت بخشی اور اپنی تخلیق کردہ ہر شے کی بناوٹ کو مرتبۂ کمال عطا فرمایا، اس کی حکمت نے احکام کی تدبیر کی اور اسی کی مَشِیَّت تمام مخلوق کو چلاتی ہے۔ پس جس نے عالَم ظاہر وباطن میں اپنی شانِ قدرت کی لَطافت کا اظہار کیا، اپنی نعمتوں کو دنیا وآخرت میں مخلوق پر عام فرمایا، ان میں سے جسے محبوب جانا اس پر اپنا خاص فضل و کرم فرما کر سب کے لئے میزانِ عدل پھیلایا اور اپنی مَعْرِفَت کی دولت پانے والوں کو خُصوصی اِنعام سے نوازا وہی پاک اور برتر و اعلیٰ ہے، عزّت وجلالت اسی کے لئے ہے، اس نے مخلوق میں سے بعض کو اپنا محبوب بنا کر ان پر احسان کیا اور ان پر اپنا کلام آسان

فرما کر فضل فرمایا اور انہیں میں سے ان کی طرف اپنا پیارا رسول (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) مبعوث فرما کر احسان جتایا۔ پس ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ حُضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجے اور یہ کہ ہمیں اپنے فضل وکرم اور اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما کر اپنی مخفی قدرت کے عرفان کی دولت عطا فرمائے، اللہ تبارک و تعالٰی اوّلین وآخرین کے سردار پر رحمتیں نازل فرمائے کہ جنہیں شفاعت اور حوضِ کوثر عنایت فرما کر فضیلت دی گئی ہے اور جو وسیلہ ومقامِ محمود کے ساتھ خاص ہیں اور (وصفِ نبوت میں) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ان ہم منصبوں پر جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ سے قبل گزر گئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ان جاں نثاروں پر جنہوں نے کمالِ حسن سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی۔

بعد از حمد وصلوٰۃ! اس کتاب کا نام ہے:

﴿قُوْتُ الْقُلُوْب فِیْ مُعَامَلَةِ الْمَحْبُوْب وَوَصْفِ طَرِیْقِ الْمُرِیْدِ اِلٰی مَقَامِ التَّوْحِیْد﴾

(مرید صادق کے لئے مقامِ توحید تک رسائی حاصل کرنے کے راستے اور محبوب کے معاملے میں دلوں کی غذا)

یہ تصنیف (حضرت سیِّدُنا شیخ) ابو طالِب محمد بن علی بن عَطِیّہ حارِثی مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی ہے جو درج ذیل اڑتالیس ﴿48﴾ فصلوں پر مشتمل ہے:

فصل ﴿1﴾: معاملات کے ذکر پر دلالت کرنے والی آیاتِ کریمہ کا بیان۔ **فصل ﴿2﴾**: شب وروز کے اَوْرَاد ووَظائف کے ذِکر پر مشتمل آیاتِ کریمہ کا بیان۔ **فصل ﴿3﴾**: دن اور رات کے معمولات کا بیان۔

فصل ﴿4﴾: نمازِ فجر میں سلام پھیرنے کے بعد مُسْتَحَب ذکر اور مخصوص آیاتِ کریمہ کی قِرَاءَت کا بیان۔

فصل ﴿5﴾: نمازِ فجر کے بعد مقبول دعاؤں کا بیان۔ **فصل ﴿6﴾**: نمازِ فجر کے بعد کے معمولات کا بیان۔

فصل ﴿7﴾: دن کے سات اَوْرَاد کا بیان۔ **فصل ﴿8﴾**: رات کے پانچ اَوْرَاد کا بیان۔

فصل ﴿9﴾: نمازِ فجر کے وقت کا بیان۔ **فصل ﴿10﴾**: قدموں کے ذریعہ وقتِ زوال اور سائے کی کمی بیشی کی پہچان کا بیان۔ **فصل ﴿11﴾**: دن اور رات میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔ **فصل ﴿12﴾**: وِتْر اور صلوٰۃ اللیل کی فضیلت کا بیان۔ **فصل ﴿13﴾**: نیند سے اٹھنے اور صبح بیدار ہوتے وقت کی مُسْتَحَب دعائیں۔

فصل ﴿14﴾: رات کے قیام اور قیام کرنے والوں کے اوصاف کا بیان۔ **فصل ﴿15﴾**: دن رات میں تسبیح،

ذکر اور نماز وغیرہ جیسے معمولات، باجماعت نماز اور قبولیتِ دُعا کے اوقات کی فضیلت اور صلوٰۃ التسبیح کا بیان۔
فصل﴿16﴾: تلاوَت کرنے اور خُشوع وخُضوع کے ساتھ کما حقُّہٗ تلاوت کرنے والوں کے اوصاف کا بیان۔
فصل﴿17﴾: مُفَصَّل اور مُتَّصِل کلام کی ایک قسم کا تذکرہ اور اس پر عمل کرنے والوں کی مدح اور غافلین کی مَذَمَّت کا بیان۔ **فصل﴿18﴾**: غافِلوں کی ناپسندیدہ عادات واوصاف کا بیان۔ **فصل﴿19﴾**: قرآنِ کریم کی جَہری تلاوت کرنے اور اس کی نیّتوں کا بیان، نیز جَہر (بلند آواز سے پڑھنے) اور اِخفا (آہستہ آواز سے پڑھنے) کے حکم کی تفصیل۔ **فصل﴿20﴾**: فضیلت والی راتوں کا تذکرہ جن میں عبادت مُستحَب ہے اور فضیلت والے دنوں میں مُسَلْسَل اوراد و وظائف کا بیان۔ **فصل﴿21﴾**: جُمُعَۃُ الْمُبَارَک، آدابِ جمعہ، روزِ جمعہ اور شبِ جمعہ میں ذکر کرنے کا بیان۔ **فصل﴿22﴾**: روزہ، اسکی ترتیب اور روزہ داروں کے اوصاف کا بیان۔ **فصل﴿23﴾**: مُحاسبۂ نفس اور رعایتِ وقت کا بیان۔ **فصل﴿24﴾**: مُرید کے وِرْد و وظیفہ کی کَیفیّت اور عارِف کے حال کا بیان۔
فصل﴿25﴾: تعریفِ نفس اور عارفین کی وِجدانی کیفیّت و حالَت کا بیان۔ **فصل﴿26﴾**: مُشاہَدات کا بیان۔ **فصل﴿27﴾**: مُریدوں کی بنیادی باتوں کا بیان۔ **فصل﴿28﴾**: مُراقَبہ کا بیان۔ **فصل﴿29﴾**: مقربین، عابدین اور غافلین کا تذکرہ اور انکی پہچان کا بیان۔ **فصل﴿30﴾**: وسوسوں کا بیان۔
فصل﴿31﴾: علم اور عُلَما کی فضیلت، عِلْمِ مَعْرِفت کی بقیہ تمام عُلوم پر فضیلت، سَلَف صالحین، عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے طریق کی وضاحت، عِلْمِ باطن کی عِلْمِ ظاہِر پر فضیلت، عُلَمائے دُنیا و عُلَمائے آخرت کے درمیان فرق اور اپنے عُلوم سے دنیا کمانے والے عُلَمائے سُوء کا بیان، علم کے اوصاف اور سَلَف صالحین کا طریقہ، سَلَف صالحین کے برعکس متاخرین علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور لوگوں کی پیدا کردہ بدعتیں، عِلْمِ ایمان و یقین کی تمام عُلوم پر فضیلت اور اس میں کسی قسم کی لَغزِش سے بچنے کا بیان، اخبار و احادیثِ مبارکہ کی وضاحت اور آثار کے طُرُق کا بیان۔
فصل﴿32﴾: مقاماتِ یقین کی شرح، اہلِ یقین کے احکام اور مقاماتِ یقین کی اُس اصل کا بیان جس کی جانب احوالِ مُتَّقین کی فُروع لوٹتی ہیں اور وہ 9 ہیں: (۱) توبہ (۲) صبر (۳) شکر (۴) رجا (امید) (۵) خوف (۶) زُہد (۷) توکُّل (۸) رضا (۹) مَحبّت۔

فصل ﴿33﴾: پانچوں ارکانِ اسلام کی شرح: (۱) اہلِ ایمان کے لئے توحید کی گواہی کا فرض ہونا اور اس کے فضائل کا بیان، مُقرَّبین کی گواہی، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی (رسالت کی) گواہی دینے کا تذکرہ اور اہلِ یقین کے لئے اس کی فضیلت (۲) نماز کی شرح کا بیان اور اس میں سب سے پہلے اِستنجا کے فرائض وسُنَن، پھر وُضُو کے فرائض وسُنَن اور فضائل اور اس کے بعد نماز کے فرائض وسُنَن اور نمازی کے لئے نماز فوت ہوجانے اور پالینے کی صورت میں احکام، نماز کے متعلقات، ہیئت (ہَ۔اَ۔ ث) وکیفیت اور آداب (۳) زکوٰۃ کی تشریح اور اس کی ادائیگی کے وَقت کا بیان، صدقہ کے فضائل، عطاوبخشش کے آداب اور احوالِ فُقرا کے اوصاف کا تذکرہ (۴) ماہِ رمضان کے روزوں کی تشریح اور (۵) حج کا بیان جو کہ شریعتِ مُطَہَّرہ اور مِلّتِ اسلامیہ کی تکمیل ہے۔

فصل ﴿34﴾: اسلام وایمان کی تفصیل، مُعاملاتِ سُنَّت اور اعتقاداتِ قلب کا بیان، علمِ ظاہر سے لوگوں کے معاملات کی وضاحت، اسلام اور ایمان کے ارکان کا تذکرہ، اسلام وایمان اور قُلوب وعمل کا آپس میں تَعَلُّق، اسلام اور ایمان میں فرق، ایمان میں استثنا اور نِفاق سے بچاؤ اور اس میں سَلَف صالحین کا طریقہ کار۔

فصل ﴿35﴾: سُنّت، اس کے فضائل کی تشریح اور آدابِ شریعت کا بیان، ظاہری علم میں دلوں کے عقائد کا تذکرہ جو کہ 16 ہیں: یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ (۱) ایمان قول وعمل کا نام ہے[1] (۲) قرآنِ کریم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور غیرِ مخلوق ہے (۳) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفات کے متعلق مروی احادیثِ مُبارکہ کو تسلیم کرنا (۴) سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو نہ صرف اَفضل جاننا بلکہ عقیدہ بھی رکھنا (۵) جس کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُقدَّم ٹھہرایا ہو اسے ہی مُقدّم سمجھنا (۶) یہ عقیدہ رکھنا کہ امامت قیامت تک قُریش ہی میں رہے گی (۷) (ارتکابِ مَعاصی کی وجہ سے) کسی مسلمان کو کافر قرار نہ دینا (۸) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تمام تقدیروں، یعنی خیر وشر کی تصدیق کرنا (۹) مُنکَر نکیر کے سُوال جواب کو حق جاننا (۱۰) عذابِ قبر کو حق ماننا (۱۱) میزان پر ایمان لانا (۱۲) پل صراط کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا (۱۳) تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوضِ کوثر پر ایمان رکھنا

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 173 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اصلِ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمالِ بدن اصلاً جُزوِ ایمان نہیں۔

(۱۴) رُؤیَتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا (۱۵) اہلِ توحید کے جہنّم سے نکالے جانے پر ایمان لانا اور (۱۶) حساب وکتاب پر ایمان رکھنا۔اس میں ایک ضِمنی فصل ہے جس میں مفہومِ اجماع سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بدعتی لوگ اہلِ سنّت سے خارج ہیں اور پھر فضائلِ سُنّت اور احسان کی اِتّباع کرنے والے سلف صالحین کے طریقوں کا تذکرہ ہے۔

فصل ﴿36﴾: ایمان وشریعت کا تذکرہ، مسلمان ہونے کی شرط کا بیان، بہترین اسلام اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے مَحبّت کی علامت، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق کا تذکرہ یعنی مسلمانوں پر حرمتِ اسلام کا واجب ہونا، بدن کی سُنَّتوں کا بیان، (حدشرعی سے کم) داڑھی رکھنے کے مُعامَلہ میں گناہ اور بدعت کا بیان، مذکورہ اشیاء میں بعض کی فضیلت اور ان کے مُسْتَحْسَن ہونے کا تذکرہ، رُکوع کی زیادتی اور اس میں کمی سے کراہت کا تذکرہ۔

فصل ﴿37﴾: کبیرہ گناہوں کی تشریح وتفصیل اور مُحاسَبۂ کُفّار کا بیان۔

فصل ﴿38﴾: اخلاص کا بیان اور احوال کے تصرف میں اس کو مُسْتَحْسَن قرار دیئے جانے کی تشریح اور پھر افعال میں ان احوال پر آفات کے داخل ہونے سے بچنے کا بیان۔

فصل ﴿39﴾: کمی بیشی کے ساتھ غِذا کی ترتیب کا بیان۔ **فصل** ﴿40﴾: کھانوں اور کھانے کی سُنَّتوں اور آداب کا تذکرہ، نیز پسندیدہ وناپسندیدہ کھانوں کا بیان۔ **فصل** ﴿41﴾: فقر کے لَوازِمات وفضائل، عام اور خاص فُقَرا کے اوصاف، عطاوبخشش کے قبول کرنے اور لوٹانے کی تفصیل اور اس میں سَلَف صالحین کا طریقہ کار۔

فصل ﴿42﴾: مُسافِر کے احکام اور سفر کے مَقاصِد کا بیان۔ **فصل** ﴿43﴾: امام کا حکم، امامت اور مُقْتَدِی کے اوصاف کا بیان۔ **فصل** ﴿44﴾: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اُخُوَّت، دوستی اور بھائی چارے کا بیان، مُؤَاخات کے احکام اور محبت کرنے والوں کے اوصاف۔ **فصل** ﴿45﴾: شادی کرنے اور نہ کرنے کا بیان کہ ان دونوں میں سے افضل کیا ہے؟ اور عورتوں کے مختصر احکام کا بیان۔ **فصل** ﴿46﴾: حمام میں داخل ہونے کا بیان۔

فصل ﴿47﴾: صَنْعَت، مَعِیشَت اور خرید وفروخت اور ان شرائطِ علم کا بیان جو ایک تاجِر اور کاریگر پر اَحکامِ تَصَرُّف میں واجِب ہیں۔ **فصل** ﴿48﴾: حلال وحرام اور ان کے مابین مُشْتَبِہات کی تفصیل، حلال کی فضیلت، مُشْتَبَہ کی مَذمَّت اور مختلف رنگوں کی صورتوں کے ساتھ اس کی مثال دینے کا بیان۔

❁……❁……❁

فصل 1

قرآنِ کریم میں خالق ومخلوق کا مُعاملہ

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں بندے کا اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے جو تعلّق ہے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

﴿2﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں۔

﴿3﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ (پ ۲۷، النجم: ۳۹ تا ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

﴿4﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ (پ ۲۹، الحآقۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

﴿5﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ (پ ۸، الانعام: ۱۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں۔

﴿6﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قُرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لئے دُونا دُوں (کئی گنا)

عَمِلُوْا (پ ۲۲، سبا: ۳۷)

صِلہ اُن کے عمل کا بدلہ۔

﴿7﴾ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ ۸، الاعراف: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ندا ہوئی کہ یہ جنّت تمہیں میراث ملی صِلہ تمہارے اعمال کا۔

﴿8﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صِلہ اُن کے کاموں کا۔

﴿9﴾ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ۖۗ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی اَچھّا اجر کام والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

﴿10﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِیُّهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (پ ۸، الانعام: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے یہاں اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔
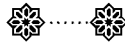
دنیا و آخرت کی کھیتی کے طلب گار

پارہ 25 سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 20 میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان کا مفہوم ہے: جو آخرت کی کھیتی چاہے یعنی جس کو اپنے اعمال سے نَفْعِ آخرت مقصود ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے اس کو نیکیوں کی توفیق دے کر، اس کے لئے خیرات وطاعات کی راہیں آسان کرکے اور اس کی نیکیوں کا ثواب بڑھا کر اس کی کھیتی کو بڑھا دیتا ہے۔ مگر جو شخص دنیا کی کھیتی چاہے یعنی جس کا عمل مَحْض دنیا حاصِل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا میں اتنا ہی عطا فرماتا ہے جتنا اس کے لئے مُقدّر کیا ہے اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

فصل 2

قرآنِ کریم میں روزانہ اَوْرَاد پڑھنے کا بیان

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں دن اور رات کے اوراد و وظائف کا ثُبوت ہے:

﴿1﴾ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

﴿2﴾ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًاؕ ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًاؕ ﴿۸﴾ (پ۲۹، المزمل: ۷، ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

﴿3﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًاۚۖ ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ (پ۲۹، الدھر: ۲۶، ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

﴿4﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِۚ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ (پ ۲۶، ق: ۳۹، ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

﴿5﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُۙ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۠ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، الطور: ۴۸، ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

﴿6﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًاؕ ﴿۶﴾ (پ۲۹، المزمل: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

﴿7﴾ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ﴿۱۳۰﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

﴿8﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿9﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؗ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

﴿10﴾ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔

﴿11﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۱۸،۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

﴿12﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۷۸، ۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور رات کے کچھ حصّہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔

﴿13﴾ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ﴿۱۱۴﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصّوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

﴿14﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۸،۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اُسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

فصل 3

مریدِ صادق کے یومیہ معمولات فرائض اور فضائلِ مستحبات

طلوعِ فجر کا وقت

جب سِتارے ڈوب جاتے ہیں اور آسمان کے مَشْرِق میں عرضاً (یعنی شمالاً جنوباً) رات کی سیاہی سے سُفَیدی ظاہِر ہوتی ہے تو اسے فَجر کا طُلوع ہونا کہتے ہیں۔ ستاروں کے ڈوبنے سے مُراد ان کا مُنْتَشِر ہونا اور صبح کی روشنی کے غالِب آنے کی وجہ سے ان کی روشنی کا ماند پڑ جانا ہے۔ یہ وہی وقت ہے جس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔ (پ ۲۷، الطور: ۴۹)

طلوعِ فجر کے وقت مستحب عمل

طُلوعِ فجر کے وقت فجر کی دو رکعت سُنّتیں ادا کرنا مُسْتَحَب ہے۔

سُنّتِ فجر میں پہلی مسنون قراءت

سُنّتِ فجر میں ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾﴾ اور ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾﴾ پڑھیں۔ اکثر رِوایات میں ہے کہ حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْ لاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دو رکعتوں میں یہی سورتیں تِلاوت فرمایا کرتے تھے۔

سنت فجر میں سِرّی یا جَھری قراءت

فجر کی سُنَّتوں میں سِرّی (آہستہ آواز سے) قِراءَت کریں اور چاہیں تو جَہری (بلند آواز سے) بھی کر سکتے ہیں کہ دونوں طرح کی احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔

سِرّی قِراءَت پر اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی حدیثِ پاک دلالت کرتی

ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سُنّتیں اتنی مختصر ادا فرمایا کرتے کہ میں خیال کرتی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں؟" [1]

اور جہری قراءَت کے متعلق حدیثِ پاک حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "میں نے 20 روز تک حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُعاملات کا بغور مُشاہدہ کیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فجر کی سُنّتوں میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تلاوت کرتے سنا۔" [2]

دوسری مسنون قراءَت

حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَمَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے **اللہ** پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور انکی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسٰی و عیسٰی اور جو عطا کئے گئے باقی انبیا اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم **اللہ** کے حُضور گردن رکھے ہیں۔

اور دوسری رکعت میں یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوت فرمائی: [3]

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اُتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

---

[1] ......سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب تخفیف رکعتی الفجر، الحدیث: ۹۴۷، ص ۲۱۴۹ دون قولہ "ام لا"

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی تخفیف......الخ، الحدیث: ۴۱۷، ص ۱۶۸۴ بتغیر قلیل

[3] ......سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ رکعتی الفجر، الحدیث: ۹۴۵، ص ۲۱۴۸

پس کبھی کبھار ان آیاتِ مبارکہ کی بھی سُنَّتِ فجر میں قراءت کرنی چاہئے۔

سنت فجر کے بعد کے معمولات

﴿……سنتِ فجر کے بعد 70 مرتبہ یہ اِستِغفار پڑھیں:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَسْاَلُہُ التَّوْبَۃَ﴾

ترجمہ: میں اس عظمت والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کا سُوال بھی کرتا ہوں۔

﴿……اس کے بعد ان چار مُخْتَصَر اور جامع کَلِمات کو 100 مرتبہ پڑھیں، یہ کلمات قرآن سے ثابت ہیں اگرچہ اس انداز سے موجود نہیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾

ترجمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، تمام تعریفیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لائق ہیں، اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔

﴿……اس کے بعد ایک مرتبہ ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ تَبَارَکَ اللّٰہُ﴾ پڑھیں اور یہ دعا مانگیں کیونکہ ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سُنَّتوں کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''مجھے (میرے والدِ ماجد) حضرت سیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ نے شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدمَتِ بابَرَکت میں بھیجا، میں شام کے وَقْت حاضرِ خدمت ہوا جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری خالہ اُمُّ الْمُومنین حضرت سَیِّدَتُنا میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صلوٰۃُ اللیل ادا فرمائی اور جب نمازِ فجر سے قبل دُو رکعت سُنَّتیں ادا کیں تو یہ دعا مانگی:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسْئَلُکَ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِکَ تَھْدِیْ بِھَا قَلْبِیْ، وَتَجْمَعُ بِھَا شَمْلِیْ، وَتَلُمُّ بِھَا شَعَثِیْ، وَتَرُدُّ بِھَا اُلْفَتِیْ، وَتُصْلِحُ بِھَا عَلَانِیَتِیْ، وَتَقْضِیْ بِھَا دَیْنِیْ، وَتَحْفَظُ بِھَا غَآئِبِیْ، وَتَرْفَعُ بِھَا شَاھِدِیْ، وَتُزَکِّیْ بِھَا عَمَلِیْ، وَتُبَیِّضُ بِھَا وَجْھِیْ، وَتُلْقِنِیْ بِھَا رُشْدِیْ، وَتَعْصِمُنِیْ بِھَا مِنْ کُلِّ سُوْٓءٍ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا صَادِقًا وَّیَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ، وَرَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْقَضَآءِ، وَمَنَازِلَ الشُّھَدَآءِ، وَعَیْشَ السُّعَدَآءِ، وَمُرَافَقَۃَ

اَلْاَنْبِيَآءِ، وَالنَّصْرَ عَلَى الْاَعْدَآءِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِيْ وَاِنْ قَصُرَ رَاْيِيْ، وَضَعُفَ عَمَلِيْ، وَافْتَقَرْتُ اِلٰى رَحْمَتِكَ، فَاَسْئَلُكَ يَا قَاضِيَ الْاُمُوْرِ وَيَا شَافِيَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِيْرُ بَيْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِيْرَنِيْ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ، وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ۔ اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَاْيِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِيَّتِيْ، وَلَمْ تَبْلُغْهُ اُمْنِيَتِيْ مِنْ خَيْرٍ وَّعَدْتَّهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ خَيْرٍ اَنْتَ مُعْطِيْهِ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ فَاِنِّيْ اَرْغَبُ اِلَيْكَ فِيْهِ وَاَسْئَلُكَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مَهْدِيِّيْنَ غَيْرَ ضَآلِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ حَرْباً لِّاَعْدَآئِكَ وَسَلْمًا لِّاَوْلِيَآئِكَ، نُحِبُّ بِحُبِّكَ النَّاسَ، وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَآءُ وَعَلَيْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ، فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ذِى الْحَبْلِ الشَّدِيْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِيْدِ، اَسْئَلُكَ الْاَمْنَ يَوْمَ الْوَعِيْدِ وَالْجَنَّةَ يَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ، وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ، وَالْمُوفِيْنَ بِالْعُهُوْدِ، اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ، اَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ۔ سُبْحَانَ الَّذِىْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِىْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتُكَرَّمُ بِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِىْ لَا يَنْبَغِى التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَهٗ، سُبْحَانَ ذِى الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ، سُبْحَانَ ذِى الْقُدْرَةِ وَالْكَرَمِ، سُبْحَانَ الَّذِىْ اَحْصٰى كُلَّ شَيْئٍ بِعِلْمِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِيْ قَبْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ لَحْمِيْ وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ وَنُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِيْ۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا﴾ [1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے تو میرے دل کو ہدایت کی دولت عطا فرما کر میری دل جمعی فرما دے، میری پراگندگی کو دُرُشت فرما دے، میری اُلفت لوٹا دے، میرا ظاہر درست کر دے، میرا قرض ادا فرما دے، میرے باطن کی حفاظت فرما کر میرے ظاہر کی اِصلاح فرما دے، میرا عمل پاک کر کے میرا چہرہ روشن کر دے اور مجھے رُشد وہدایت اِلقا فرما کر ہر بُرائی سے بچا لے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ایمانِ صادِق عطا فرما اور ایسے یقین کی دولت سے مالا مال فرما جس کے بعد کوئی کفر نہ ہو اور

---

[1] ……جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب منه (دعاء……الخ) الحدیث: ۳۴۱۹، ص ۲۰۰۳

صحیح ابن خزیمه، جماع ابواب الرکعتین قبل الفجر، باب الدعاء بعد رکعتی الفجر، الحدیث: ۱۱۱۹، ج ۲، ص ۱۶۵

ایسی رحمت سے سرفراز فرما جس سے میں دنیا وآخرت میں تیرے فضل وکرم کا شرف حاصل کرلوں۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے موت کے وقت کامیابی عطا فرما اور شہیدوں کے درجات، سعادت مندوں کی زندگی، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی مُصاحبت اور دشمنوں پر فتح ونُصرت عطا فرما۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری بارگاہِ بیکس پناہ میں اپنی حاجت کے پورا ہونے کے لئے حاضر ہوں اگرچہ میری رائے ناقص اور میرا عمل کمزور ہے اور میں تیری ہی رحمت کا محتاج ہوں۔پس اے اُمور کا فیصلہ فرمانے والے! اے سینوں کو شِفا عطا فرمانے والے! میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو سَمُنْدروں میں پناہ دیتا ہے اسی طرح مجھے آگ کے عذاب سے، ہلاکت وبربادی کی پکار سے اور قبروں کے فِتنے سے پناہ عطا فرما۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس بھلائی کا تو نے کسی مخلوق سے وعدہ فرما رکھا ہے یا اپنے بندوں میں سے کسی کو وہ بھلائی عطا فرمانے والا ہے اور میرا خیال اس سے غافِل اور عمل کمزور ہے اور میری نیّت اور خواہش وارادہ کی وہاں تک رسائی نہیں تو میں بھی اس بھلائی کے حُصول کی خاطِر تیری بارگاہ میں حاضِر ہوں اور اے تمام جہانوں کے پالنہار! تجھ سے سوال کرتا ہوں۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے کہ نہ تو خود گمراہ ہوں اور نہ ہی دوسروں کو گمراہ کریں اور اپنے دشمنوں سے جِہاد کرنے والا اور اپنے دوستوں سے صُلح وامن سے رہنے والا بنا دے، ہم تیری محبّت کی وجہ سے لوگوں سے محبت کریں اور ہر اس مخلوق سے دشمنی کریں جس نے تجھ سے دشمنی کی۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ ایک دعا ہے اور اس کا قبول کرنا تیرے ذمۂ کرم پر ہے۔یہ تو محض ایک کوشش ومُجاہدہ ہے اور تجھ پر ہی بھروسا ہے، یقیناً ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر نہ تو کوئی نیکی کرنے کی قُوَّت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی طاقت، جو زبردست قوت اور امرِ رشید (یعنی ہدایت یافتہ امر) کا مالک ہے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے روزِ جزا امن وامان اور روزِ خُلد (ہمیشگی کے دن) جنّت کا سوال کرتا ہوں اور وہ بھی مقربین، رکوع وسجود کرنے والوں اور ایفائے عہد کرنے والوں کے ہمراہ، بیشک تو رحم فرمانے والا اور انتہائی محبّت فرمانے والا ہے، تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔پاک ہے وہ ذات جس نے عزت کی چادر اوڑھی اور اسے بیان بھی کیا۔پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی اور کرامت کا لباس پہنا، پاک ہے وہ جس کے سوا کسی کی پاکی بیان کرنا مناسب نہیں، پاک ہے فضل وانعام والی ہستی، پاک ہے قدرت وکرم کا مالک، پاک ہے وہ جس نے اپنے علم سے ہر شے کو شمار کر رکھا ہے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل میں نور ڈال دے، میری قبر میں نور پیدا فرما دے، میری سماعت میں، میری بصارت میں، میرے بالوں میں، میری کھال میں، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میری ہڈیوں میں، میرے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے نور ہی نور کر دے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے نور میں اضافہ وزیادتی فرما اور مجھے نور کی دولت سے مالا مال فرما اور میرے لئے نور بنا۔

تاجدارِ رِسالت، مُحسنِ انسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر حصّے میں ان انوار کے پیدا کرنے کا سوال کیا تاکہ نورِ حق سے عطا کردہ نور سے آنکھیں ہمیشہ ہر سُکون وحرکت میں ذاتِ باری تعالیٰ کی صِفَتِ قَیُّومی کا مُشاہدہ کرتی رہیں کہ اسی ذاتِ برحق کی نظرِ کرم سے بندہ مامون ومحفوظ رہتا ہے اور اسی کی شفقت ومہربانی سے مَرتبۂ وِلایَت پاتا ہے، پس بندہ اس کی رحمت کی طرف ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے تاکہ اس کی حفاظت وپناہ میں رہے اور اس کی نِگاہوں میں کَجی پیدا نہ ہو، نہ وہ سَرکَش ہو اور نہ ہی نفسانی خواہش اسے بارگاہِ ذُوالجلال سے دور کرے۔

پس سنّتِ فجر کے بعد یہ دعا مانگنی چاہئے لیکن اس سے پہلے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے سراپا رَحمت، شافِعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا سوال کرلیا جائے تاکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے ردّ نہ کردے۔ چنانچہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جب تم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے کسی حاجَت کا سُوال کرو تو سب سے پہلے مجھ پر درودِ پاک پڑھ لیا کرو کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ حد درجہ کریم ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اس سے دُو حاجتوں کا سوال کیا جائے اور وہ ایک عطا فرمائے اور دوسری ردّ کردے۔'' [1]

رات بھر قیام کرنے سے افضل

اس کے بعد نمازِ فجر باجماعت ادا کرے تاکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ حفاظت میں رہے، چنانچہ ایک روایت میں مَخْزنِ جُودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''نمازِ فجر باجماعت ادا کرنا رات بھر قیام کرنے سے افضل ہے اور نمازِ عشا باجماعت آدھی رات کے قیام سے افضل ہے۔'' [2]

چاہئے کہ دل ودماغ کی یکسوئی ومکمل بیداری اور حُسْنِ تَوجّہ سے نماز میں کھڑا ہو اور قرآنِ مجید میں غور وفکر کرے اور اسے ترتیل سے یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور قرآنِ کریم کے مقصود کو سمجھے۔

جب سلام پھیر لے تو مَسْنون اَذْکار پڑھے۔ (جن کا تذکرہ اگلی فصل میں ہو رہا ہے)

❁......❁......❁

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب الاذكار والدعوات، الباب الثاني، ج ۵، ص ۲۵۲

[2] ......صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء......الخ، الحديث: ۱۴۹۱، ص ۷۷۹ بتغير قليل

فصل 4

نمازِ فجر کے بعد کے وظائف

احادیث مبارکہ میں مذکور مستحب اذکار

احادیثِ وآثار مبارکہ سے ثابت ہے کہ نمازِ فجر کا سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل اذکار پڑھنا مُسْتَحَب ہے:

﴿۱﴾...... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ-اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَ مِنْكَ السَّلَامُ، وَ اِلَيْكَ يَعُوْدُ السَّلَامُ، فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی سلام ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی آتی ہے اور تیری ہی جانب سلامتی لوٹتی ہے، پس اے ہمارے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! ہمیں سلامتی کی زندگی عطا فرما اور سلامتی کے گھر میں داخل فرما، تو بڑی برکت والا ہے اے عظمت و بزرگی والے!

﴿۲﴾......اس کے بعد تین۳ بار یہ کلمات کہے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ﴾

ترجمہ: عظمتوں والا اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے۔

﴿۳﴾......پھر تین۳ بار اِسْتِغْفار پڑھے اور ﴿۴﴾......اس کے بعد یہ دعا مانگے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس کو تو عطا فرمائے کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو عطا نہ فرمائے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری بارگاہ میں مالدار کو مالداری کام نہ آئے گی۔

﴿۵﴾......اس کے بعد حالتِ تَشَہُّد میں بیٹھ کر دس۱۰ مرتبہ یہ پڑھے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[2]

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا و تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے، اسے کبھی موت نہ آئے گی، اسی کے قبضۂ اختیار میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الاداب، باب الذکر بعد الصلاۃ، الحدیث: ۸۴۴، ص ۶۷

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن غنم، الحدیث: ۱۸۰۱۲، ج ۶، ص ۲۸۹

﴿۶﴾......اس کے بعد اسی حالت میں بیٹھا رہے اور دس۱۰ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

﴿۷﴾......اور پھر دس۱۰ مرتبہ یہ کہے: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ﴾ [1]

ترجمہ: سننے اور جاننے والے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی میں پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

﴿۸﴾......اس کے بعد تین۳ مرتبہ یہ آیاتِ مبارکہ پڑھے: [2]

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۸۰ تا ۱۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے تمہارے رب کو عزّت والے رب کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللّٰہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿۹﴾......اس کے بعد تین۳ مرتبہ درج ذیل آیاتِ مبارکہ پڑھے:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷ تا ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللّٰہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔ وہ زندہ کو نکالتا ہے مُردے سے اور مُردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا (سَرسبز و شاداب کرتا) ہے اس کے مَرے پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿۱۰﴾......اس کے بعد 33 بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور 34 بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔اس طرح یہ تعداد پوری 100 ہو جائے گی اور اگر چاہے تو سب کو 25،25 مرتبہ پڑھے اور اس پر ﴿لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ زیادہ کر لے اور اگر ذیل کا کلمہ ہی 25 مرتبہ پڑھ لے تو اس سے بھی تعداد پوری 100 ہو جائے گی اور اس پر ہمیشگی اختیار کرنا بھی زیادہ آسان ہے۔یعنی یہ پڑھنا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾

---

[1] ......الدر المنثور، پ۳۰، الاخلاص، ج۸، ص ۶۸۱

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۵۱۲۴، ج۵، ص ۲۱۱

﴿۱۱﴾......اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور ﴿۱۲﴾......آیتُ الکرسی پڑھے۔

﴿۱۳﴾......پھر سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھے۔①

﴿۱۴﴾......پھر ﴿شَهِدَ اللّٰهُ......الخ﴾ آیتِ مُبارکہ پڑھے۔②

﴿۱۵﴾......اسکے بعد سورۂ آلِ عمران کی آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ سے لے کر دو آیتیں پڑھے۔③

﴿۱۶﴾......پھر سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں پڑھے۔④

﴿۱۷﴾......پھر سورۂ بَنِی اِسرائیل کی آخری آیتِ مبارکہ پڑھے۔⑤

﴿۱۸﴾......اس کے بعد سورۂ فتح کی آخری تین آیتیں پڑھے۔⑥

---

① ......اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۵، ۲۸۶)

② ......شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۱۸)

③ ......قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۲۶، ۲۷)

④ ......لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸، ۱۲۹)

⑤ ......وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱۱)

⑥ ......لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ (پ۲۶، الفتح: ۲۷ تا ۲۹)

﴿۱۹﴾......اس کے بعد سورۂ حدید کی پہلی پانچ آیاتِ مبارکہ پڑھے۔ [1]

﴿۲۰﴾......پھر سورۂ حشر کی تین آخری آیات پڑھے۔ [2]

﴿۲۱﴾......اور اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا مانگے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِكَرَمِ وَجْهِكَ الصَّلَاةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیری ذات کے جمال وجلال کے صدقے مکّی مدنی سلطان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر رحمت بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے جنّت مانگتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

دنیا و آخرت کی بھلائی کا مختصر وظیفہ

﴿۲۲﴾......حضرت سیِّدُنا قَبِیْصَہ بن مُخارِق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مِثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''مجھے ایسے کلمات سکھا دیجئے جن کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے فائدہ دے، لیکن وہ مختصر ہوں کیونکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور پہلے جو اعمال کیا کرتا تھا ان میں سے بھی کئی ایک پر عمل سے قاصر ہوں۔'' تو سراپا رَحمت، شافِعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دنیا کے لئے تو یہ وظیفہ ہے کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد تین مرتبہ یہ پڑھا کرو: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [3] جب تم نے یہ الفاظ کہہ لئے تو اندھے پن، جُذام، برص اور فالج سے محفوظ ہو جاؤ گے اور آخرت کے لئے یہ

---

[1] ......سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ (پ۲۷، الحدید: ۱تا۵)

[2] ......هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ (پ۲۸، الحشر: ۲۲تا۲۴)

[3] ......ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے، عظمتوں والا اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی طرف سے۔

وظیفہ ہے: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاھْدِنِیْ مِنْ عِنْدِکَ وَ اَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِکَ وَ انْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَّحْمَتِکَ وَ اَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ﴾[1] اس کے بعد سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن جب کوئی ان دعاؤں کا بدلہ پائے گا تو دیکھے گا کہ ان میں سے کسی کو ترک نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی خاطر جنّت کے چار دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔''[2]

جامع الوظائف خِضری تحفہ

صبح کی نماز کے بعد 7، 7 بار یہ ذیل وظائف پڑھیں جو حضرت سیِّدُنا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو عطا فرمائے اور وَصِیَّت فرمائی کہ صُبح وشام پڑھا کریں۔[3] مزید ارشاد فرمایا کہ انہیں یہ وظیفہ نبیوں کے سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس وظیفے کے فضائل اور اس کے عظیمُ الشّان ہونے کا تذکرہ کیا۔ پس کوئی ایسا سعادت مند انسان ہی اس پر ہمیشہ عمل کر سکتا ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص نظرِ کرم ہو۔ یہاں ہم اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس وظیفہ کے فضائل کا تذکرہ حَذْف کر رہے ہیں۔ اس کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو بھی اس وظیفہ پر عمل کرے گا اور اس پر مُدَاوَمت (مُ۔دا۔وَ۔مَت یعنی ہمیشگی) اختیار کرے گا تو اُسے وہ تمام فضائل حاصِل ہوں گے جو ہم نے مختلف مذکورہ دعاؤں کے ضمن میں بیان کئے ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سعید بن سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَمِیْد سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابوطَیْبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبْرَۃ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ ابدال تھے، سے روایت فرماتے ہیں: ''میرے ایک برادرِ محترم شام سے تشریف لائے اور مجھے ایک تحفہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے کُرز! میری جانب سے یہ تحفہ قبول کر لیں کہ یہ ایک بہترین تحفہ ہے۔'' میں نے ان سے عرض کی: ''اے میرے بھائی! آپ کو یہ تحفہ کہاں سے ملا؟'' تو انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت سیِّدُنا ابراہیم تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے عطا فرمایا ہے، میں نے پھر پوچھا: ''کیا آپ نے ان سے

---

[1] ......ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! (حضرت سیِّدُنا) محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آلِ محمد پر رحمت فرما اور مجھے بھی اپنی خاص ہدایت سے نواز اور مجھ پر اپنا فضل وکرم فرما اور مجھ پر اپنی رحمت پھیلا اور اپنی برکتیں نازل فرما۔

[2] ......عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح، الحدیث: ۱۳۳، ص ۴۹ بتغیر قلیل

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد، الباب الاول، ج ۱، ص ۴۲

یہ دریافت نہ فرمایا کہ انہیں یہ کس نے دیا؟'' تو انہوں نے بتایا کہ ہاں میں نے دریافت کیا تھا، پس انہوں نے بتایا: ''ایک مرتبہ مَیں کعبہ مُشَرَّفہ کے صحن میں تسبیح و تحمید اور تہلیل (یعنی سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ اور لا الہ الا اللّٰہ پڑھنے) میں مَشْغول تھا کہ ایک بُزُرگ نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میرے دائیں جانب بیٹھ گئے، میں نے ان سے زیادہ حسین چہرے، عُمدہ لباس، گوری رنگت اور بہترین خوشبو والے کسی فرد کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: ''اے بندۂ خدا! آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟'' تو انہوں نے بتایا: ''میں ''خضر'' ہوں۔'' میں نے دوبارہ پوچھا کہ میرے پاس کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ''میں تو صرف آپ کو سلام کرنے اور آپ کی پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے جو مَحبّت ہے اس کی وجہ سے آیا ہوں، نیز میرے پاس ایک تحفہ ہے جو آپ کو دینا چاہتا ہوں۔'' میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سورج طُلُوع ہونے اور زمین پر اس کی روشنی پھیلنے سے پہلے اور اسی طرح اس کے غُروب ہونے سے بھی پہلے یہ وظیفہ پڑھا کریں:

(۱)......سات بار الحمد شریف (۲)......سات بار سورۂ ناس (۳)......سات بار سورۂ فلق (۴)......سات بار سورۂ اخلاص (۵)......سات بار سورۂ کافرون (۶)......سات بار آیۃ الکرسی (۷)......سات بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ (۸)......سات بار درودِ پاک (۹)......سات بار اپنے لئے، اپنے والدین اور ان کی اولاد کے لئے، اپنے اہل وعیال، تمام مومنین و مومنات اور زندہ و فوت شُدہ افراد کے لئے دعائے مَغْفِرت کیا کریں اور (۱۰)......پھر سات بار یہ دعا مانگیں:

﴿اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَ بِھِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَآ اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَایَ مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ۔ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ [1]

اور (پھر حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا) یہ خیال رکھیں کہ صبح و شام ان وظائف میں سے کوئی رہ نہ جائے۔

---

[1] ......ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میرے اور ان کے ساتھ دین و دنیا اور آخرت کے معاملے میں جلدی اور دیر سے ایسا سلوک فرما جو تیری شان کے لائق ہے اور اے میرے پَرْوَرْدگار! ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ نہ فرمانا جو ہمارے لائق ہے، بے شک تو ہی بخشنے والا، بردبار، جواد، کرم کرنے والا، مہربان، رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کی: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات سے بھی آگاہ فرمائیں کہ آپ کو یہ تحفہ کس نے عطا فرمایا ہے؟'' توانہوں نے بتایا: ''مجھے یہ تحفہ وعطیہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمایا ہے۔'' میں نے پھر عرض کی: ''مجھے اس کا اجر وثواب بھی بتائیں۔'' توانہوں نے فرمایا: ''جب آپ کی ملاقات تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہوگی توخود ہی اس کا ثواب دریافت فرمالیجئے گا، یقیناً وہ آپ کو آگاہ فرمادیں گے۔''

حضرت سیِّدُ نا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے خواب دیکھا کہ فرشتے ان کے پاس تشریف لائے اورانہیں اٹھا کر جنّت میں داخل فرمادیا، انہوں نے جنّت کے اِنعامات واِکرامات دیکھے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کے اوصاف بھی بیان کئے اور پھر ارشاد فرمانے لگے کہ میں نے فرشتوں سے سوال کیا یہ سب کچھ کس کے لئے ہے؟ توانہوں نے بتایا کہ یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جو ویسا ہی عمل کرے جو آپ کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جنّتی پھل کھائے اور فرشتوں نے مجھے جنّتی مَشروب بھی پلایا، اسی اَثنا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ 70 اَنْبِیائے کِرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ساتھ فرشتوں کی 70 قطاریں بھی تھیں، ہر قطار مَشْرِق سے مَغْرِب تک طویل تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے ''**اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم**'' کہا اور میرا ہاتھ تھام لیا، میں نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حضرت سیِّدُ نا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے یہ حدیثِ پاک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سَماعت فرمائی ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خِضَر نے سچ کہا ہے اور انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حق ہے اور وہ اہلِ زمین کے عالم اور ابدالوں کے سردار ہیں، نیز وہ زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکر میں سے ہیں۔''

میں نے دوبارہ عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو یہ عمل کرے لیکن ان انعامات کا مشاہدہ نہ کر سکے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں تو کیا اسے بھی ویسے ہی نوازا جائے گا جیسے مجھے نوازا گیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مَبعوث فرمایا! یقیناً

ربِّ قُدّوس عَزَّوَجَلَّ ہر اس شخص کو ان انعامات سے نوازے گا جو اس وظیفہ پر عمل کرنے والا ہوگا خواہ اس نے نہ تو میری زیارت کی ہو اور نہ ہی جنَّت کا مُشاہَدہ کیا ہو، بلکہ پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ اس کی تمام بڑی بڑی لغزشیں تک معاف فرما کر اس سے اپنی ناراضی ختم فرما دے گا اور بائیں کندھے والے فرشتے کو حکم دے گا کہ سال بھر تک اس کی بُرائیاں نہ لکھنا اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مَبْعوث فرمایا! یہ عمل صرف وہی شخص بجالائے گا جس کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے سعادت مند وخوش بخت بنا کر پیدا کیا ہوگا اور اس عمل کو ترک بھی صرف وہی کرے گا جو بد بخت ہوگا۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم تَیْمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے چار ماہ تک نہ تو کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا، ہوسکتا ہے کہ ان کی یہ حالت اس خواب کے بعد ہوئی ہو۔ (وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم)

یہ سب سے بہترین اَوراد و وَظائف ہیں جنہیں صُبح کی نماز کے بعد پڑھا جاسکتا ہے، ان کے فضائل بکثرت اخبار واحادیثِ مبارکہ میں وارِد ہیں لیکن اختصار کے پیشِ نظر ہم نے ان تمام کے تذکرے سے گریز کیا ہے۔

❁……❁……❁

پہاڑ برابر قرض سے نجات کا وظیفہ

ایک مُکاتَب (یعنی وہ غلام جس نے اپنے آقا سے مال کی ادائیگی کے بدلے آزادی کا مُعاہَدہ کیا ہو۔ مختصر القدوری، ص ۱۷۱) نے حضرت مشکل کشا علیُّ المرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی بارگاہ میں عرض کی: میں اپنی کِتابت (یعنی آزادی کی قیمت) ادا کرنے سے عاجز ہوں، میری مدد فرمایئے۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں جو سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے سکھائے ہیں، اگر تم پر جَبَلِ صیر (صیر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ النہایۃ، ج ۳، ص ۶۱) جتنا دَین (یعنی قرض) ہوگا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری طرف سے ادا کردے گا، تم یوں کہا کرو: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

(سنن الترمذی، ج ۵، ص ۳۲۹، حدیث: ۳۵۷۴)

---

[1] ……تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۱۹۶۵ الخضر، ج ۱۶، ص ۴۳۰ مختصراً

فصل 5

نمازِ فجر کے بعد کی مسنون دُعائیں

اس فصل میں نمازِ فجر کے بعد کی ان جامع اور مختصر دعاؤں کا بیان ہے جو مختلف احادیثِ مبارکہ میں وارد ہیں۔

دعا شروع کرنے کا مسنون طریقہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرح دعا شروع فرمایا کرتے تھے:

﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الْاَعْلَى الْوَهَّابِ﴾[1] ترجمہ: پاک ہے میرا بزرگ وبرتر اور انتہائی زیادہ عطا کرنے والا پَروَرْدگار۔

اس کے علاوہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان الفاظ سے بھی آغاز فرمایا کرتے تھے:

﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَآءِ الْحَسَنِ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہی زندگی عطا فرماتا ہے اور موت بھی وہی دیتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی، اسی کے دستِ قدرت میں خیر وبھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ نعمتوں والا، فضل وکرم والا اور بہترین تعریف کا مالک ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

جامع اور کامل دعا

مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جامع اور کامل دعائیں مانگنے کے مُتَعَلِّق ارشاد فرمایا اور یہ دعا سکھائی:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الصَّلَاةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ، وَاَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، وَاَسْئَلُكَ

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابن الاکوع، الحدیث: ۱۶۵۴۸، ج۵، ص ۵۶۱

الْجَنَّةَ، وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ، وَاَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ مَا سَئَلَكَ بِهٖ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَسْتَعِيْذُكَ مِمَّا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُكَ مَا قَضَيْتَ لِيْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَهٗ رُشْدًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت فرما...... اور تجھ سے ہر قسم کی جلد اور دیر سے آنے والی خیر و بھلائی کی بھیک مانگتا ہوں خواہ اس سے میں آگاہ ہوں یا نہ ہوں...... اور میں ہر جلد اور دیر سے آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں خواہ میں اس شر سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں...... اور تجھ سے جنّت اور اس کے قریب کر دینے والے قول وعمل کا سوال کرتا ہوں...... اور دوزخ اور اس کے قریب کر دینے والے قول وعمل سے پناہ مانگتا ہوں...... اور تجھ سے ہر وہ شے مانگتا ہوں جو تیرے بندے اور رسول حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے طلب کی...... اور تجھ سے ہر اس شے سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور رسول حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پناہ مانگی۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے! تو نے میرے متعلق جو فیصلہ فرمایا ہے میں تجھ سے تیری رحمت کے صدقے اس کے انجام کے بہتر ہونے کا سوال کرتا ہوں۔

سیِّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہا کو نصیحت

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حُضور نبیِ رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، توجہ سے سنو اور یوں دعا مانگا کرو:

﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ فَاَغِثْنِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ﴾ [2]

ترجمہ: اے زندہ! اے دوسروں کے قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے بھروسے پر میں مدد مانگ رہا ہوں پس میری مدد فرما اور مجھے

---

[1] ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا، الحدیث: ۲۵۱۹۱، ۲۵۱۹۲، ج۹، ص ۴۸۱، ۴۸۲ دون قولہ "الصلاۃ علی محمد والہ"

[2] ...... السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول اذا امسی، الحدیث: ۱۰۴۰۵، ج۶، ص ۱۴۷، دون قولہ "فاغثنی"

ایک لمحے کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے مت فرما بلکہ میرے ہر معاملے کی اصلاح فرمادے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سکھائی گئی دعا

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ دُعا سکھائی:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّكَ وَاِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِكَ وَمُوْسٰی نَجِیِّكَ وَكَلِیْمِكَ وَعِیْسٰی رُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ وَبِكَلَامِ مُوْسٰی وَاِنْجِیْلِ عِیْسٰی وَزَبُوْرِ دَاوٗدَ وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَكُلِّ وَحْیٍ اَوْحَیْتَهٗ اَوْ قَضَآءٍ قَضَیْتَهٗ اَوْ سَآئِلٍ اَعْطَیْتَهٗ اَوْ غَنِیٍّ اَقْنَیْتَهٗ اَوْ فَقِیْرٍ اَغْنَیْتَهٗ اَوْ ضَآلٍّ هَدَیْتَهٗ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَهٗ عَلٰی مُوْسٰی وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ ثُبِتَ بِهٖ اَرْزَاقُ الْعِبَادِ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی السَّمٰوَاتِ فَاسْتَقَلَّتْ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی الْجِبَالِ فَاَرْسَتْ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِی اِسْتَقَلَّ بِهٖ عَرْشُكَ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الطُّهْرِ الطَّاهِرِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الْوِتْرِ الْمُنَزَّلِ فِیْ كِتَابِكَ مِنْ لَّدُنْكَ مِنَ النُّوْرِ الْمُبِیْنِ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَی النَّهَارِ فَاسْتَنَارَ وَعَلَی اللَّیْلِ فَاَظْلَمَ وَبِعَظَمَتِكَ وَكِبْرِیَآئِكَ وَبِنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِیِّكَ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَنْ تُرْزِقَنِیَ الْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ وَتُخَلِّطَهٗ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمِلُ بِهٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ لِیْ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تیرے خلیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم اور تیرے نجی وکلیم حضرت سیِّدُنا موسیٰ اور تیری روح اور کلمے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام کے صدقے سوال کرتا ہوں......اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے کلام، حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی انجیل، حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی زبور اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قرآنِ مجید کے وسیلہ سے تجھ سے مانگتا ہوں......اور اس وحی کے وسیلہ سے (بھی مانگتا ہوں) جو تو نے کسی کی جانب کی...... یا ہر اس فیصلے کے واسطہ سے جو تو نے کیا...... یا ہر اس سائل کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس کو تو نے عطا فرمایا...... یا اس

[1] ......جامع الاصول للجزری، الکتاب الاول فی الدعاء، الفصل التاسع فی دعاء الحفظ، الحدیث: ۲۳۰۲، ج ۴، ص ۲۴۹
کتاب الدعاء للطبرانی، باب الدعاء لحفظ القران، الحدیث: ۱۳۳۴، ص ۳۹۷

غنی کے وسیلہ سے جس کو تو نے مال عطا کیا...... یا اس فقیر کے وسیلہ سے جس کو تو نے غنی فرما دیا...... یا ہر اس گمراہ کے صدقہ جس کو تو نے ہدایت کی دولت عطا فرمائی......اور میں تجھ سے تیرے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اتارا......اور تیرے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جس سے بندوں کو رزق عطا کیا جاتا ہے......اور تجھ سے تیرے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس کو تو نے زمین پر نازل فرمایا تو وہ قرار پکڑ گئی......اور تجھ سے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جس کو تو نے آسمانوں پر رکھا تو وہ جم گئے......اور تیرے اس بابرکت نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس کو تو نے پہاڑوں پر رکھا تو وہ گڑ گئے......اور میں تجھ سے تیرے اس بابرکت نام کے واسطہ سے مانگتا ہوں جس سے تیرا عرش بلند ہوا......اور تیرے بابرکت نام اَلطُّهر، اَلطَّاهِر، اَلْاَحَد، اَلصَّمَد، اَلْوِتْر کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں......اور تیرے ہر اس نازل کردہ بابرکت نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو تیری کتاب میں ہے......اور تیرے اس بابرکت نام کے واسطہ سے بھی مانگتا ہوں جو تو نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا اور رات پر رکھا تو وہ تاریک ہوگئی......اور تجھ سے تیری عظمت اور کبریائی کے واسطے اور تیرے نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت فرما اور مجھے قرآنِ کریم اور علم کی دولت عطا فرما اور اسے میرے گوشت، میرے خون، میری سَماعَت اور میری بَصارت میں ملا دے کہ میرا جسم تیری عطا کردہ قُوَّت وطاقت سے اسے استعمال کر سکے کیونکہ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! تیری عطا کردہ توفیق کے بغیر مجھ میں نہ تو نیکی کرنے کی کوئی قُوَّت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی طاقت۔

سیدنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُ نا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام رحمتِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ ناز میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ دعا پڑھا کریں:

﴿يَا نُوْرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا جَمَالَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا عِمَادَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَا غَوْثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَةِ الرَّاغِبِيْنَ وَالْمُفَرِّجَ عَنِ الْمَكْرُوْبِيْنَ وَالْمُرَوِّحَ عَنِ الْمَغْمُوْمِيْنَ وَمُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ وَكَاشِفَ السُّوْٓءِ وَاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَاِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ مَنْزُوْلٌ بِكَ كُلُّ حَاجَةٍ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ﴾[1]

---

[1] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۱۴۵۹، ص ۴۳۰ دون قولہ "یا جمال السموات والارض"

ترجمہ: اے آسمانوں اور زمین کے نور! اے آسمانوں اور زمین کے جمال! اے آسمانوں اور زمین کے سہارے! اے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی نمونہ کے پیدا کرنے والے! اے عظمت وبُزُرگی والے! اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے! اے فریادیوں کے مددگار! اے رغبت رکھنے والوں کی رغبت کی انتہا! اور اے مصیبت زدوں کی مصیبت دور فرمانے والے! اور اے غمزدوں کو راحت و سکون عطا فرمانے والے! اور اے مجبور اور بے کسوں کی دعاؤں کے قبول فرمانے والے! اور اے تکلیفوں کے دور فرمانے والے! اور اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اور اے تمام جہانوں کے مَعْبود! ہر حاجت تیری بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے، اے سب سے بڑھ کر رحم وکرم فرمانے والے!

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روزانہ کی دعا

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صُبْح وشام یہ دُعا مانگا کرتے اور کبھی ناغہ نہ فرماتے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ، وَفِیْۤ اَھْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ، وَاَقِلْنِیْ عَثَرَاتِیْ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگتا ہوں اور اپنے دین ودنیا اور مال واولاد میں عَفْو وعافِیَّت طلب کرتا ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری پردہ پوشی فرما، مجھے خوف سے امن عطا فرما اور میری لَغْزِشوں کو مُعاف فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے سامنے اور پیچھے سے اور میرے دائیں، بائیں اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں زمین میں دھنسائے جانے سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔

عطائے خداوندی

حضرت سَیِّدُنا بُرَیْدَہ اَسْلَمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے بُرَیْدَہ! کیا میں تمہیں چند کلمات نہ سکھا دوں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے اپنی خیر و

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۵۰۷۴، ص ۱۵۹۴

سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب مایدعو بہ الرجل، الحدیث: ۳۸۷۱، ص ۲۷۰۸

بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے اسے ہی یہ کلمات سکھاتا ہے اور پھر اس کے بعد وہ ان کلمات کو کبھی نہیں بھولتا۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیوں نہیں ضرور سکھائیں۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ پڑھا کرو:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّ فِیْ رِضَاكَ ضُعْفِیْ، وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ، وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَھٰی رِضَایَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَاَغْنِنِیْ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں کمزور ہوں میرے ضُعف کو اپنی رِضا میں قوت عطا فرما، میری پیشانی کو خیر و بھلائی کی جانب کر دے اور اسلام کو میری رضامندی کی انتہا بنا دے، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں کمزور ہوں مجھے قُوَّت عطا فرما، میں ذلیل ہوں مجھے عِزَّت عطا فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! میں فقیر ہوں مجھے اپنی رحمت سے غنی بنا دے۔

دنیا و آخرت کی جامع الخیر دعا

حضرت سَیِّدُنا ابو مالک اَشْجَعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد نے مجھے بتایا کہ ہم صبح کے وقت محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک مرد یا ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی: ''یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں صبح کے وقت کیا دعا مانگوں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ دعا مانگا کرو، دنیا و آخرت کی خیر و برکت تمہارے لئے جمع کر دی جائے گی:

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ﴾[2]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سَیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت اور رزق عطا فرما اور مجھے عافیت دے اور میرے حال کو دُرُست فرما۔

شیطان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دعا

حضرت سَیِّدُنا ابو زُرعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرے ایک

[1] ......الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۲۸۸۲، ص ۱۷۲ بتغیر قلیل

[2] ......صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ، باب جامع الدعاء بعد الصلاۃ، الحدیث: ۷۳۳، ج ۱، ص ۳۶۶

خط کے جواب میں مکتوب بھیجا اور دورانِ ملاقات بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بتایا کہ شیطان اس شخص کے قریب نہیں جاتا جو صبح وشام یہ دعا تین۳ تین۳ مرتبہ پڑھ لیا کرے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِاِسْمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ السَّآمَّةِ وَالْھَآمَّةِ وَاَعُوْذُ بِاِسْمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ عَذَابِكَ وَشَرِّ عِبَادِكَ وَاَعُوْذُ بِاِسْمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِاَسْمَآئِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَّا تُعْطٰی وَمَا تُسْئَلُ وَمِنْ خَيْرِ مَّا تُخْفِیْ وَخَيْرِ مَّا تُبْدِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِاِسْمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ ﴿مِنْ شَرِّ مَا يَجْرِیْ بِهِ النَّهَارُ﴾ اِنَّ رَبِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [1]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہر زہریلے جانور اور تمام تکلیف دینے والے کیڑے مکوڑوں کے شر سے میں تیرے بابرکت نام اور تیرے کامل کلمہ کی پناہ طلب کرتا ہوں......اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے بابرکت نام اور تیرے کامل کلمات کی تیرے عذاب اور تیرے بندوں کے شر سے......اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے بابرکت نام کی اور تیرے کامل کلمات کی شیطان مردود کے شر سے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! بے شک میں تیرے بابرکت نام اور تیرے مکمل کلمات کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج......اور میں تجھ سے یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ جو خیر وبھلائی کسی کو عطا کی جاسکتی ہے یا کسی سے مانگی جاسکتی ہے اور جو مخفی وظاہر ہو وہ خیر وبھلائی مجھے عطا فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے بابرکت نام کی اور تیرے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ﴿اس شر سے جو دن کے وقت آتا ہے﴾ بے شک میرا پَرْوَرْدگار وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے جس کے سوا کوئی مَعْبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا بھی ربّ ہے۔

شام کے وقت ﴿مِنْ شَرِّ مَا يَجْرِیْ بِهِ النَّهَارُ﴾ کے بجائے ﴿مِنْ شَرِّ مَا جَآءَ بِهِ اللَّيْلُ﴾ پڑھیں۔

آفات سے بچنے کی دعا

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے حضرت سیِّدُنا محمد بن عُبَید **اللہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت بیان کی کہ حضرت سیِّدُنا ابوالدرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے، انہیں بتایا گیا کہ ان کا گھر جل گیا ہے تو فرمانے لگے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسا نہیں ہونے دے گا۔'' پھر ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: ''اے ابودرداء! آگ

---

[1] ......المطالب العالیۃ، کتاب الاذکار، باب الاستعاذۃ، الحدیث: ۳۴۳۵، ج۸، ص۷۰ مختصراً

آپ کے گھر کے قریب پہنچ چکی تھی کہ خود بخود بجھ گئی۔'' تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں جانتا تھا۔'' ان سے عرض کی گئی: ''ہم نہیں جانتے کہ آپ کی ان دونوں باتوں میں زیادہ عجیب کونسی ہے؟'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''میں نے رسولِ بے مثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سن رکھا ہے کہ جو شخص دن یا رات میں یہ کلمات کہے کوئی شے اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی اور میں نے ان کلمات کو پڑھ لیا تھا اور وہ یہ ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ، عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. مَا شَآءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رَبِّیْ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ. اَعْلَمُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا. اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تجھ پر ہی بھروسا کیا ہے اور تو ہی عرشِ عظیم کا ربّ ہے، بزرگ و برتر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے بچنے کی کوئی قدرت، میرا پروردگار اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ کبھی نہیں ہوتا، میں جانتا ہوں بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے اور بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس اور ہر اس جاندار کے شر سے جس کی پیشانی تیرے دستِ قدرت میں ہے، بیشک میرا ربّ سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

اہم امورِ آخرت سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت سیِّدُنا ابو الدرداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہی مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جس نے روزانہ سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں درپیش تمام اُمور میں کافی ہوگا خواہ وہ ان کلمات میں سچّا ہو یا جھوٹا اور وہ کلمات یہ ہیں: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾[2]

ترجمہ: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو: مجھے اللہ کافی ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

غم کو خوشی سے بدلنے والی دعا

رسولِ بے مثال، پیکرِ حسن و جمال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''جو کوئی کسی قسم کے غم

---

[1] ...... کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند الصباح والمساء، الحدیث: ۳۴۳، ص ۸۱۲

[2] ...... عمل الیوم واللیلة لابن سنی، مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۷۱، ص ۳۱ بتغیر قلیل

اور پریشانی میں مبتلا ہو اور یہ کلمات کہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے غم اور پریشانی کو دور فرما کر خوشی و مَسَرَّت سے بدل دے گا۔'' دعا یہ ہے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُكَ، اَسْئَلُكَ اَللّٰھُمَّ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اِسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذِهَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بیشک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے دستِ قدرت میں ہے، میرے متعلق تیرا ہی حکم نافذ ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراپا عَدل ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس بابرکت نام کے واسطہ سے جو تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا کسی کو سکھایا یا علمِ غیب کے ساتھ خاص رکھا، سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی اور حبیب محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور یہ کہ قرآنِ کریم کو میرے دل کی بہار اور سینے کا نور اور میری تکلیف ختم کرنے والا اور فکر و غم دور کرنے والا بنا دے۔

راوی فرماتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ان کلمات کو سیکھ لیا جائے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو بھی ان کلمات کو سنے اسے چاہئے کہ انہیں سیکھ لے۔''[1]

دن اور رات کا شکر ادا کرنا

حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ وہ صبح کے وقت یہ دعا مانگا کرتے: ﴿اَللّٰھُمَّ ھٰذَا خَلْقٌ جَدِيْدٌ فَافْتَحْهُ عَلَیَّ بِطَاعَتِكَ وَاخْتِمْهُ لِیْ بِمَغْفِرَتِكَ وَرِضْوَانِكَ وَارْزُقْنِیْ فِيْهِ حَسَنَةً تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ وَزَكِّهَا وَضَعِّفْهَا لِیْ وَمَا عَمِلْتُ فِيْهِ مِنْ سَيِّئَةٍ فَاغْفِرْهَا لِیْ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَّدُوْدٌ كَرِيْمٌ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ ایک نئی تخلیق ہے، پس اس کا آغاز مجھ پر اپنی اطاعت و فرمانبرداری سے فرما اور اختتام اپنی مَغْفِرت و رضامندی سے فرما اور مجھے اس میں ایسی بھلائی و نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما جسے تو مجھ سے قبول بھی فرمالے اور اسے پاک فرما کر میرے لئے اس کے اجر کو دگنا کر دے اور میں نے اس میں جس بھی گناہ کا ارتکاب کیا اسے معاف فرما دے کیونکہ تو ہی مغفرت فرمانے

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۷۱۲، ج۲، ص۱۴دون قولہ ''ان تصلی۔۔۔الی۔۔۔والہ

والا، رحم فرمانے والا، محبت کرنے والا اور کرم فرمانے والا ہے۔

پس جو صبح و شام یہ دعا پڑھ لے اس نے دن رات کا شکر ادا کرلیا۔ [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندے کو راضی کرنا

ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جو شخص صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن راضی کردے:

﴿رَضِیْتُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِیًّا﴾ [2]

ترجمہ: میں اللہ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا

حضرت سیِّدُنا مُعْمَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا جَعْفَر بن بُرْقَان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ بن مریم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یوں دعا مانگا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ دَفْعَ مَاۤ اَکْرَهُ وَلَاۤ اَمْلِكُ نَفْعَ مَاۤ اَرْجُوْ وَاَصْبَحَ الْاَمْرُ بِیَدِكَ لَا بِیَدِ غَیْرِكَ وَاَصْبَحْتُ مُرْتَهِنًا بِعَمَلِیْ فَلَا فَقِیْرَ اَفْقَرُ مِنِّیْ. اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تُسِئْ بِیْ صَدِیْقِیْ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ هَمِّیْ وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِیْ وَلَا غَایَةَ اَمَلِیْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ مَنْ لَّا یَرْحَمُنِیْ﴾ [3]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اس حال میں صُبح کی ہے کہ اپنی ناپسندیدہ اشیاء کو دور نہیں کرسکتا اور نہ کسی ایسی شے کے نفع کا مالک ہوں جس کی اُمّید رکھتا ہوں، بلکہ ہر قسم کا مُعاملہ تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، میری جان اپنے عمل میں گروی رکھی ہے، مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی (تیری رحمت وبخشش کا) محتاج نہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر میرے دشمنوں کو نہ تو خوشیاں عطا فرما اور نہ ہی میرے دوست کو میری

---

[1] ……اتحاف السادة المتقین، کتاب الاذکار، دعاء الخلیل ابراھیم، ج ۵، ص ۳۰۸

[2] ……سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۵۰۷۲، ص ۱۵۹۴

المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر، باب من قال رضیت ……الخ، الحدیث: ۱۹۴۸، ج ۲، ص ۲۰۱

[3] ……کتاب الجامع لمعمر مع المصنف لعبدالرزاق، باب القول حین یمسی ……الخ، الحدیث: ۲۰۰۵۵، ج ۱۰، ص ۹۳

طرف سے دکھ پہنچا، میرے دین کے مُعاملے میں نہ تو مجھے کسی مُصیبت میں مُبتلا فرما اور نہ ہی دنیا کو میرا سب سے بڑا مقصد بنا کر اسے میرے علم و اُمّید کی اِنتہا بنا اور نہ ہی مجھ پر اس شخص کو مُسلّط فرما جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

جلنے، ڈوبنے اور چوری سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے منقول ہے کہ ہر موسم میں حضرت سیِّدُنا خِضَر اور حضرت سیِّدُنا الیاس عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپس میں ملاقات فرماتے ہیں اور جب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگتے ہیں تو یہ کلمات کہتے ہیں: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ. مَا شَآءَ اللّٰهُ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. مَا شَآءَ اللّٰهُ. كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ. مَا شَآءَ اللّٰهُ. اَلْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. مَا شَآءَ اللّٰهُ. لَا يُصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ. مَا شَآءَ اللّٰهُ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بابرکت نام سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے نہ بُرائی سے بچنے کی کوئی قُوَّت، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر نعمت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی جانب سے ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر قسم کی خیر و بھلائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی بھی بُرائی دور نہیں کر سکتا، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، نہ تو نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی قوت بجز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے۔

فائدہ: جو کوئی صبح کے وقت یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے جلنے، ڈوبنے اور چوری سے محفوظ رہے گا۔ [1]

استغفارِ حضرت سیِّدُنا خِضَر عَلَیْہِ السَّلَام

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا خِضَر عَلَیْہِ السَّلَام کا اِسْتِغْفار یہ ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ اِلَيْكَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُّ فِيْهِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ عَقْدٍ عَقَدْتُّهُ لَكَ ثُمَّ لَمْ اَفِ لَكَ بِهٖ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَیَّ فَتَقَوَّيْتُ بِهَا عَلٰى مَعْصِيَتِكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ عَمِلْتُهُ لِوَجْهِكَ خَالَطَهُ مَا لَيْسَ لَكَ﴾ [2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس گناہ کی مُعافی چاہتا ہوں جو میں نے توبہ کے بعد کیا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس عہد

---

[1] ...... کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم ۲۷۳، الحسن بن رزین، ج ۱، ص ۲۴۴ بتغیر قلیل

[2] ...... شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجة کل ذنب بالتوبة، الحدیث: ۷۱۴۸، ج ۵، ص ۲۳۳ بتغیر

کی مُعافی چاہتا ہوں جو میں نے تجھ سے کیا لیکن پورا نہ کرسکا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس نعمت کی مُعافی چاہتا ہوں جو تو نے مجھ پر کی لیکن میں نے اس نعمت سے تیری نافرمانی پر قوت حاصل کی، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس عمل کی مُعافی چاہتا ہوں جو میں نے خالص تیری رِضا کے لئے کیا لیکن اس میں ایسی شے شامل ہوگئی جو تیری بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل نہ تھی۔

ڈر اور خوف دور کرنے کی دعا

حضرت سَیِّدُ نا سعید بن ابی رَوحا جمال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رات کے وقت میں ایک ویران جگہ تنہا رہ گیا، مجھے وحشت وتنہائی محسوس ہوئی تو گھبرا گیا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا، اسے دیکھ کر میری گھبراہٹ اور زیادہ ہوگئی اور جب میں نے اس کی آواز سنی تو اسے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہوئے پایا، پھر اس شخص نے مجھ سے کہا: ''کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتاؤں کہ ❁ جب تم خوف محسوس کرو تو تمہاری گھبراہٹ جاتی رہے ❁ جب راستہ سے بھٹک جاؤ تو راستہ پالو اور ❁ جب بے خوابی کا شکار ہو تو نیند آجائے۔'' میں نے عرض کی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کے حال پر رحم فرمائے مجھے ضَرور ایسی دعا سکھایئے۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس نیک بندے نے کہا: ''یہ دعا پڑھا کرو:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ ذِی الشَّاْنِ عَظِیْمِ الْبُرْهَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾[1]

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو شان والا، عظیم برہان والا، شدید سلطنت والا ہے، جسے ہر دن ایک کام ہے، اس بُزُرگ و برتر ذات کی مدد کے علاوہ نہ تو نیکی کرنے کی کوئی قوت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی طاقت۔

دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی پانے کے دس کلمات

حضرت سَیِّدُ نا یعقوب بن عبدُ الرحمن عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حسّان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے حضرت سَیِّدُ نا مَعروف کَرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں دس ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جن میں سے پانچ دنیا اور پانچ آخرت کے لئے ہیں، جو بھی ان کلمات سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے انعاماتِ باری تعالیٰ پاتا ہے۔'' میں نے عرض کی کہ انہیں تحریر فرما دیں تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! میں تحریر نہیں کروں گا بلکہ میں بھی اسی طرح بار بار تمہیں پڑھ کر سناؤں گا جیسا کہ حضرت سَیِّدُ نا بکر بن

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الھواتف، باب ھواتف الدعاء، الحدیث: ۶۴، ج ۲، ص ۴۶۹

حُبَیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے سنائے تھے۔'' وہ کلمات یہ ہیں:

﴿ حَسْبِیَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لِدِیْنِیْ، حَسْبِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِدُنْیَایَ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ لِمَا اَھَمَّنِیْ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَکِیْمُ الْقَوِیُّ لِمَنْ بَغٰی عَلَیَّ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الشَّدِیْدُ لِمَنْ کَادَنِیْ بِسُوْٓءٍ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الرَّحِیْمُ عِنْدَ الْمَوْتِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الرَّؤُوْفُ عِنْدَ الْمَسْئَلَۃِ فِی الْقَبْرِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ عِنْدَ الْحِسَابِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ اللَّطِیْفُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْقَدِیْرُ عِنْدَ الصِّرَاطِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴾[1]

ترجمہ: مجھے میرے دین کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، مجھے میری دنیا کے معاملات میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، جن باتوں نے مجھے غم زدہ کر دیا ہے ان میں بھی مجھے کریم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، مجھ پر سَرکشی اختیار کرنے والے کے معاملہ میں بھی مجھے حکمت و قوت والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، جو مجھے دھوکا وفریب دینا چاہے اس کے معاملہ میں بھی مجھے شِدَّت وطاقت والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، موت کے وقت بھی مجھے رحم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، قبر میں سوال جواب کے وقت بھی مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے جو کہ رَءوف ہے، حساب کے وقت بھی مجھے کرم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، میزان کے پاس بھی مجھے لطف وکرم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، پل صراط سے گزرتے وقت بھی مجھے قدرت والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

اور اس کے بعد یوں دعا کرے:

﴿اَللّٰھُمَّ یَا ھَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ وَرَاحِمَ الْمُذْنِبِیْنَ وَمُقِیْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِیْنَ اِرْحَمْ عَبْدَکَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِیْمِ الْمُسْلِمِیْنَ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْاَحْیَآءِ الْمَرْزُوْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ اٰمِیْنَ۔ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے گمراہوں کو ہدایت دینے والے! اور اے گناہگاروں پر رحم فرمانے والے! اے خطا کاروں کی خطائیں معاف فرمانے والے! اے عظیم قدر ومنزلت کے مالک! اپنے (اس) بندے اور تمام مسلمانوں پر رحم فرما اور ہمیں ان رزق دیئے گئے زندوں میں سے بنادے جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں میں سے۔ آمین! یاربّ العالمین!

---

[1] ......نوادر الاصول للحکیم، الاصل الخامس والسبعون والمائۃ، باب فی سر الکلمات......الخ، ج ۲، ص ۷۴۲ بتغیر قلیل

مَنقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عُتْبہ غُلام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خواب میں دیکھا گیا تو انہوں نے (دخولِ جنّت کا سبب پوچھنے پر) بتایا کہ میں انہی دعاؤں کی برکت سے جنَّت میں داخل ہوا ہوں۔[1]

مذکورہ دعا کے بعد یہ دعا مانگے:

﴿اَللّٰھُمَّ عَالِمَ الْخَفِیَّاتِ، رَفِیْعَ الدَّرَجَاتِ، ذَا الْعَرْشِ، تُلْقِی الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِكَ عَلٰی مَنْ تَشَآءُ مِنْ عِبَادِكَ، غَافِرَ الذَّنْبِ وَقَابِلَ التَّوْبِ، شَدِیْدَ الْعِقَابِ، ذَا الطَّوْلِ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ، اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾[2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے مخفی و پوشیدہ اشیاء کو جاننے والے! اے درجات کو بلند کرنے والے! اے عرش کے مالک! روح تیرے حکم سے تیری مَنْشا و مرضی کے مطابق تیرے بندوں میں ڈالی جاتی ہے، اے گناہ معاف کرنے والے! اور اے توبہ قبول فرمانے والی ذاتِ بابرکات! اے سخت عذاب کے مالک! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا ابراہیم صائغ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''آپ کو کس شے کے سبب نجات ملی؟'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا کہ یہی مذکورہ دعائیں میری نجات کا سبب ہیں۔

دعائے مولا مشکل کُشا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم

مَنقول ہے کہ حضرت سیِّدُ نا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو یہ دعا سکھائی، الفاظ یہ ہیں:

﴿یَا مَنْ لَّا یُشْغِلُهٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَّلَا تَشْتَبِهُ عَلَیْهِ الْاَصْوَاتُ، یَا مَنْ لَّا تُغَلِّطُهُ الْمَسَآئِلُ وَلَا تَخْتَلِفُ عَلَیْهِ اللُّغَاتُ، یَا مَنْ لَّا یَتَبَرَّمُ بِاِلْحَاحِ الْمُلِحِّیْنَ، اَذِقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ﴾[3]

ترجمہ: اے وہ ہستی جسے کسی ایک کا سننا دوسرے کو سننے سے غافل نہیں کرتا اور نہ ہی جس پر آوازیں مشتبہ ہوتی ہیں! اے وہ بابرکت ذات کہ جس پر سوالات خَلْط مَلْط نہیں ہوتے اور نہ ہی زبانوں کا اختلاف اس پر اثر انداز ہوتا ہے! اے آہ وزاری کرنے والوں کی آہ و زاری سے نہ اکتانے والے! مجھے اپنے عَفْو و دَرگُزر کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی حلاوت عطا فرما۔

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۶۷ عتبۃ الغلام، الحدیث: ۸۵۱۶، ج ۶، ص ۲۵۶

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعظیم القران، فصل فی فضائل السورۃ، الحدیث: ۲۴۸۱، ج ۲، ص ۸۶۴

[3] ......المجالسۃ وجواھر العلم، الحدیث: ۱۰۳، ج ۱، ص ۲۱ بدون بعض الالفاظ

تسبیحاتِ ابی الْمُعْتَمِر

یہ تسبیحات حضرت سَیِّدُ نا ابو مُعْتَمِر سلیمان تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مروی ہیں، جن کی فضیلت کے متعلق مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُ نا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بلادِ روم میں شہید ہونے والے ایک شخص کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''تو نے وہاں (جنَّت میں) سب سے بہتر کس عمل کو پایا ہے؟'' تو اس نے جواب دیا: ''تسبیحاتِ ابو مُعْتَمِر کا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بڑا مقام و مرتبہ ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا مُعْتَمِر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالملک بن خالد کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا: ''تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟'' اس نے بتایا کہ بہت اچھا۔ میں نے کہا: ''ہمیں تو گناہگار کے حق میں سزا کا خطرہ تھا۔'' تو بولا: ''تسبیحاتِ ابو مُعْتَمِر سے محبت کرو، کیونکہ وہ بہت ہی اچھی ہیں۔''

تسبیحات حضرت سَیِّدُ نا ابو مُعْتَمِر یہ ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، عَدَدَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَزِنَةَ مَا خَلَقَ وَزِنَةَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَمِلْءَ مَا خَلَقَ وَمِلْءَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَمِلْءَ سَمٰوَاتِهٖ وَمِلْءَ اَرْضِهٖ، وَمِثْلَ ذٰلِكَ وَاَضْعَافَ ذٰلِكَ، وَعَدَدَ خَلْقِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمُنْتَهٰى رَحْمَتِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، وَمَبْلَغَ عِلْمِهٖ وَرِضَاهُ، وَحَتّٰى يَرْضٰى وَاِذَا رَضِيَ، وَعَدَدَ مَا ذَكَرَهٗ بِهٖ خَلْقُهٗ فِيْ جَمِيْعِ مَا مَضٰى وَعَدَدَ مَا هُمْ ذَاكِرُوْهُ فِيْمَا بَقِيَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ وَّشَهْرٍ وَّجُمُعَةٍ وَّيَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّسَاعَةٍ مِّنَ السَّاعَاتِ وَنَسَمَةٍ وَّشَمٍّ وَّنَفْسٍ وَّلَمْحَةٍ وَّطَرْفَةٍ، مِنَ الْاَبَدِ اِلَى الْاَبَدِ، اَبَدِ الدُّنْيَا وَاَبَدِ الْاٰخِرَةِ، وَاَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، لَا يَنْقَطِعُ اَوَّلُهٗ وَلَا يَنْفَدُ اٰخِرُهٗ﴾[1]

ترجمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے ۞ اور تمام تعریفیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں ۞ اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں ۞ اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی سب سے بڑا ہے ۞ اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر نیکی کرنے کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی قوت۔ ۞ (اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح وتحمید ہو) اس نے جو مخلوق پیدا کی اور جو پیدا کرے گا سب کی تعداد کے برابر ۞ اور اس کی وہ مخلوق جو اس نے پیدا کی اور جو پیدا کرے گا اس کے وزن کے برابر ۞ اور جو اس نے پیدا کیا اور جو پیدا کرے گا اس کے بھرنے کے برابر ۞ اور آسمانوں کے اور زمینوں کے

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، باب ما روی من الشعر فی المنام، الحدیث: ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ج۳، ص ۱۰۲

بھرنے کی مقدار اور ان کی مثل مزید ❁ بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ ❁ اور اس کی مخلوق کی تعداد اور اس کے عرش کے وزن کے برابر ❁ اور اس کی رحمت کی انتہا اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر ❁ اور اس کے علم و رضا کی حد کے برابر ❁ اور یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے ❁ اور جب وہ راضی ہو جائے اس کے برابر ❁ ماضی میں اس کی مخلوق نے جس قدر اس کا ذکر کیا اور آئندہ زمانہ میں جو کرے گی اس کے برابر ❁ ہر سال میں، ہر مہینے، ہر جمعہ، ہر دن، ہر رات اور ہر گھڑی میں سب گھڑیوں سے اور ہر ذات، ہر سونگھنے میں اور ہر سانس میں اور ہر لمحہ اور پلک جھپکنے میں، ابتدائے زمانہ سے لے کر آخر زمانہ تک، دنیا کی ابتدا سے لے کر آخرت کی ہمیشگی تک اور اس سے بھی بڑھ کر، نہ تو اس کی ابتدا منقطع ہو اور نہ ہی اس کی انتہا کا اختتام ہو۔

دعائے توبہ و حاجت

اُمُّ الْمومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی توبہ قبول کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں بیتُ اللہ شریف کے طواف کے سات چکروں کی توفیق عطا کی، اس وقت وہاں کوئی عمارت نہ تھی بلکہ سرخ رنگ کا ایک ٹیلا تھا۔ طواف کے بعد انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ، وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اِنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْۤ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَالرِّضَا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بیشک تو میرا ظاہر و باطن جانتا ہے پس میری مَعْذِرَت قبول فرما اور تو میری حاجت و ضرورت بھی جانتا ہے پس میرا سوال پورا فرما دے اور تو وہ بھی جانتا ہے جو میرے دل میں ہے پس میری لَغْزِشوں کو معاف فرما دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بیشک میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں گھر کر جائے اور ایسے یقین کا سوال کرتا ہوں جو سچا ہو یہاں تک کہ مجھے یہ یقین ہو جائے کہ کوئی مصیبت مجھے نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو تو نے میری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور میں تجھ سے تیری اس رضا کا سوال کرتا ہوں جو تو نے میری قسمت میں لکھ دی ہے، اے عظمت و بزرگی والے!

اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''میں نے تمہاری توبہ قبول فرما لی ہے اور تمہاری اولاد میں سے جو تمہاری طرح ان الفاظ سے مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی بھی مغفرت فرما دوں گا، اس کی تکالیف دور کر

کے اس کی آنے والی محتاجی دور کر دوں گا اور اسے ہر تاجِر سے زیادہ نَفْع دوں گا، دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آئے گی اگرچہ وہ اس کا خواہش مند نہ ہو۔"[1]

اسمِ اعظم

مناسب اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد ذیل کی دعا بھی پڑھ لی جائے کیونکہ اس میں وہ تمام اَسْمائے حُسْنٰی موجود ہیں جن کے متعلق مروی ہے کہ وہ اسمِ اعظم ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ الْحَمْدَ لَكَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ . اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ . یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ﴾[2] یَا حَیُّ! حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمِیَّةِ مُلْكِهٖ وَبَقَآئِهٖ . یَا حَیُّ! مُحْیِیَ الْمَوْتٰی . یَا حَیُّ! مُمِیْتَ الْاَحْیَآءِ . وَارِثَ اَهْلِ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاِسْمِكَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾[3] ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الْاَعْظَمِ الْاَجَلِّ الْاَعَزِّ الْاَكْرَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ . وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ﴾[4] یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا مُدَبِّرَ الْاُمُوْرِ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ یَا سَمِیْعُ یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبَ الدُّعَآءِ یَا لَطِیْفًا لِّمَا یَشَآءُ یَا رَءُوْفُ یَا رَحِیْمُ یَا كَبِیْرُ یَا عَظِیْمُ یَاۤ اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ . اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ . یَاۤ اِلٰهِیْ وَاِلٰهَ كُلِّ شَیْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ اللّٰهِ . اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ . فَتَعَالَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ . لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ . اَنْتَ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ۔

---

[1] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۵۷۸ ادم نبی اللہ، ج ۷، ص ۴۳۱

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، الحدیث: ۱۴۹۵، ۱۴۹۳، ص ۱۳۳۳

الترغیب والترھیب للمنذری، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی کلمات ......الخ، الحدیث: ۴، ج ۲، ص ۳۱۸

[3] ......اللمعۃ فی خصائص یوم الجمعۃ للسیوطی، التسعون، دعاء الحاجۃ، ص ۱۴

[4] ......سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم، الحدیث: ۳۸۵۹، ص ۲۷۰۷ "الاعظم، الاجل، الاعز، الاکرم" بدلہ "الطاھر، الطیب، المبارک، الاحب"

كٓهٰيٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ الٓرٰ حٰمٓ نٓ، يَا وَاحِدُ، يَا قَهَّارُ، يَا عَزِيْزُ، يَا جَبَّارُ، يَآ اَحَدُ، يَا صَمَدُ، يَا وَدُوْدُ، يَا غَفُوْرُ، هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَدْعُوْكَ بِاِسْمِكَ الْمَكْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ الْمُنَزَّلِ السَّلَامِ، الطُّهْرِ الطَّاهِرِ، اَلْقُدُسِ الْمُقَدَّسِ﴾[1] يَا دَهْرُ، يَا دَيْهُوْرُ، يَا دَيْهَارُ، يَا اَبَدُ يَا اَزَلُ، يَا مَنْ لَّمْ يَزَلْ، وَلَا يَزُوْلُ، هُوَ يَا هُوَ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، يَا مَنْ لَّا هُوَ اِلَّا هُوَ، يَا مَنْ لَّا يَعْلَمُ مَا هُوَ اِلَّا هُوَ، يَا كَانَ! يَا كَيْنَانُ! يَا رُوْحُ! يَا كَائِنُ قَبْلَ كُلِّ كَوْنٍ! يَا كَائِنُ بَعْدَ كُلِّ كَوْنٍ! يَا مَكْنُوْنُ لِكُلِّ كَوْنٍ، اِهْيًا اَشَرْ اِهْيًا اَدْنَایَ اَصْبَاؤُتَ يَا مُجَلِّیْ عَظَآئِمِ الْاُمُوْرِ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾[2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، بے شک ہر قسم کی حمد تیرے لئے ہے، تیرے سوا کوئی مَعْبُود نہیں، تو بہت مہربان، حد درجہ احسان فرمانے والا، آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی مثال کے پیدا کرنے والا، صاحبِ جلال واکرام ہے، تو یکتا و بے نیاز ہے، نہ تو نے کسی کو جنا اور نہ ہی کسی سے جنا گیا اور نہ ہی کوئی تیرا ہمسر ہے، اے زندہ، اے قائم رکھنے والے! اے اس وقت سے زندہ جب تیری سلطنت کے دوام و بقا میں کوئی زندہ نہ تھا! ، اے زندہ! مُردوں کو زندگی عطا فرمانے والے! اے زندہ! زندوں کو موت دینے والے! اور اے زمین و آسمان کے مالک! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے بابرکت نام یعنی (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے اس بابرکت نام (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا، نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند) کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے اسمِ اعظم کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو انتہائی عظمت وجلالت اور عزّت وکرامت والا ہے کہ جب بھی تجھے اس کے وسیلے سے پکارا جائے تو تُو پکار کو قبول کرتا ہے اور جب بھی تجھ سے اس کے ذریعے سوال کیا جائے تُو عطا فرماتا ہے۔ اے نور کے نور! اے اُمور کی تدبیر فرمانے والے! اے دلوں کی باتیں جاننے والے! اے سمیع! اے قریب! اے دعاؤں کے

---

[1] ......كتاب الدعاء للطبرانی، باب الدعاء لحفظ القران، الحديث: ۱۳۳۴، ص ۳۹۷

[2] ......صحيح البخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى واتخذ ابرهيم خليلا، الحديث: ۳۳۷۰، ص ۲۷۴

قبول فرمانے والے! اے جس پر چاہے لطف فرمانے والے! اے رؤوف! اے رحیم! اے کبیر! اے عظیم! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے رحمن! اے صاحبِ جلال واکرام! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، تمام چہرے جھک گئے اسی زندہ وقائم رکھنے والے کی خاطر، اے میرے اور ہر شے کے مَعْبود! اے تنہا ویکتا معبود! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے بابَرَکت نام اللہ اللہ اللہ کے توسُّل سے سوال کرتا ہوں، وہ اللہ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا ربّ ہے، بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ، کوئی معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا مالک، تو ہی اوّل وآخر، ظاہر وباطن ہے، تیری رحمت اور علم میں ہر شے سمائی ہے، کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ اَلرّٰحٰمٓنٓ، اے واحد! اے زبردست! اے غالب! اے جبّار! اے یکتا! اے بے نیاز! اے بے حد محبّت رکھنے والے! اے بخشنے والے! وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا ہے، وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا، کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو، بے شک میں ہی قصور واروں سے ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھے پکارتا ہوں تیرے اس بابرکت نام سے جو مخفی، مخزون اور نازل شدہ ہے یعنی اَلسَّلَام، اَلطُّهر، اَلطَّاهِر، اَلْقُدُس، اَلْمُقَدَّس کے واسطے سے۔ اے دَهْر، اے دَيْهُوْر، اے دَيْهَار، اے ابد، اے ازل، اے وہ ہستی جو نہ تو کبھی فنا ہوئی اور نہ ہی کبھی ہوگی، اے ذاتِ حق! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اے وہ کہ جس کی مثل کوئی نہیں، اے وہ ہستی وذات! جس کے سوا کوئی اس کی ذات کی حقیقت نہیں جانتا، اے کان! (ہستی ووجود)، اے کینان! اے روح! اے ساری کائنات سے پہلے موجود! اور اے تمام کائنات کے بعد بھی موجود رہنے والے! اے ہر کائنات کی ہر شے سے پوشیدہ! اِهْيًا اَشَرْ اِهْيًا (عبرانی لفظ ہیں مراد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ہے) اَدْنَایَ اَصْبَاؤُتَ اے امورِ عظیمہ کے ظاہر فرمانے والے! پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور انکی آل پر رحمتیں بھیج جیسا کہ تو نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر اور ان کی آل پر بھیجیں اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر اور انکی آل پر نازل فرمائیں، بیشک تو ہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

نمازِ فجر کے بعد کی مسنون دعائیں

یہ سب دعائیں مختلف احادیثِ مبارکہ میں مروی ہیں:

﴿1﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ یَا رَبِّ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ

وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر معاملے میں ثابت قدمی اور رُشد و ہدایت پر پختہ مزاجی کا سوال کرتا ہوں ❁ اور میں تجھ سے تیری نعمت کا شکر ادا کرنے اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں ❁ اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے قلبِ سلیم، سچی زبان اور مقبول عمل کی بھیک مانگتا ہوں ❁ اور اس خیر و بھلائی کا طالب ہوں جو تو جانتا ہے اور اس برائی و شر سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں جسے تو جانتا ہے ❁ اور مغفرت چاہتا ہوں ہر اس گناہ سے جس کو تو جانتا ہے، بے شک تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی تمام غیبوں کو جاننے والا ہے۔

﴿2﴾... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَعَلٰى كُلِّ غَيْبٍ شَهِيْدٌ [2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور معاف فرما دے میرے اگلے پچھلے گناہ اور جو علانیہ و چھپ کر کئے، اس لئے کہ تو ہی اَلْمُقَدِّم اور اَلْمُؤَخِّر ہے اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے اور ہر غیب کی بات کا شاہد و گواہ ہے۔

﴿3﴾... اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَّا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَيْنِ الْاَبَدِ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْٓ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ [3] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسا ایمان چاہتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی نعمتیں چاہتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور دائمی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ابدی اعلیٰ جنّت میں تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رَفاقت کا طالب ہوں۔

﴿4﴾... اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الطَّيِّبَاتِ وَفِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ۔ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ يَا رَبِّ الصَّلَاةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ اِلٰى حُبِّكَ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيَّ وَتَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ، وَاِذَآ اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَمَفْتُوْنٍ يَّآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ [4] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے پاک چیزوں، نیک کام کرنے، برائیاں چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں ❁ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے پَروَرْدگار! میں تجھ سے حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب منہ، الحدیث: ۳۴۰۷، ص ۲۰۰۲

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ......الخ، الحدیث: ۶۳۹۸، ص ۵۳۸ دون قولہ "وعلی کل غیب شھید"

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۲۵۵، ج ۲، ص ۱۵۵

[4] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القران، باب سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۳۳، ۳۲۳۵، ص ۱۹۸۲
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۶۶۲۱، ج ۵، ص ۵۸۵

ساری آل پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں ﴿﴾ اور میں تجھ سے مانگتا ہوں تیری مَحَبَّت اور ہر اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے قریب کر دینے والا ہو اور یہ کہ تو میری توبہ قبول فرما اور میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما ﴿﴾ اور جب تو کسی قوم کو کسی فتنے میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے اس میں مبتلا کئے بغیر اپنی بارگاہ میں بُلا لینا۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

﴿5﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَكَلِمَةَ الْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدَ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَلَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضَرَّآءٍ مَّضَرَّةٍ وَّفِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ۔ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ﴾[1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے علمِ غیب اور اپنی مخلوق پر قادر ہونے کے واسطے مجھے اس وقت تک زندگی کی دولت عطا فرما جب تک یہ میرے لئے بہتر ہو اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! میں تجھ سے غیب وحاضر میں تیری خَشیَّت، رِضا وعدمِ رضا میں کلمۂ عدل، غِنا وفَقْر میں راہِ اِعتدال (درمیانی راہ)، تیری رحمت وذات کی جانب دیکھنے کی لَذَّت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر قسم کے تکلیف دِہ دُکھ اور گمراہ کر دینے والے فتنے سے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! ہمیں زینتِ ایمان سے مُزَیَّن فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا۔

﴿6﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُدْخِلُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَآئِبَ الدُّنْيَا﴾[2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمیں ایسی خَشیَّت عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی اَطاعت شِعاری عطا فرما جس کی وجہ سے تو ہمیں اپنی جنَّت میں داخل فرما دے اور ایسا یقین عطا فرما جس کی وجہ سے ہم پر دنیا کے مصائب آسان ہو جائیں۔

﴿7﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْزُقْنَا حُزْنَ خَوْفِ الْوَعِيْدِ وَسُرُوْرَ رَجَآءِ الْمَوْعُوْدِ حَتّٰى نَجِدَ لَذَّةَ مَا نَطْلُبُ وَغَمَّ مَا مِنْهُ نَهْرُبُ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ

---

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب صفة الصلاة، باب ۹۴، نوع اٰخر، الحدیث: ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ج۱، ص۳۸۸

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء اللھم اقسم......الخ، الحدیث: ۳۵۰۲، ۲۰۱۲ بتغیر قلیل

وَالْاٰخِرِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْبِسْ وُجُوْهَنَا مِنْكَ الْحَيَآءَ وَامْلَاْ قُلُوْبَنَا بِكَ فَرَحًا. وَّاَسْكِنْ فِيْ نُفُوْسِنَا مِنْ عَظَمَتِكَ. وَذَلِّلْ جَوَارِحَنَا لِخِدْمَتِكَ وَاجْعَلْكَ اَحَبَّ اِلَيْنَا مِمَّا سِوَاكَ وَاجْعَلْنَآ اَخْشٰى لَكَ مِمَّا سِوَاكَ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمیں وعید کے ڈر کا غم اور جن انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے ان کی امید کا لُطف وسُرور عطا فرما یہاں تک کہ ہم اپنی مطلوب شے کی لذّت اور اس شے کا غم پا لیں جس سے بھاگتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! سید الاوّلین والآخرین حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی تمام آل پر درود بھیج اور ہمارے چہروں کو حیا کا لبادہ اوڑھا دے، ہمارے دلوں کو خوشی سے لبریز فرما دے، ہماری سانسوں میں اپنی عظمت بسا دے اور ہمارے اعضاء کو اپنی خدمت کی خاطر عجز وانکسار کا پیکر بنا دے اور خود کو اپنے ماسوا سے بڑھ کر ہمارا محبوب بنا دے اور ہمیں اپنے ماسوا سے بڑھ کر خود سے ڈرنے والا بنا دے۔

﴿8﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾[1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے تیرے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت پر مدد مانگتا ہوں۔

﴿9﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ بِتَمَامِ التَّوْبَةِ وَدَوَامَ الْعَافِيَةِ بِدَوَامِ الْعِصْمَةِ وَاَدَآءَ الشُّكْرِ بِحُسْنِ الْعِبَادَةِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے کامل توبہ کے ذریعے کامل نعمت اور دائمی پرہیزگاری کے ذریعے دائمی عافیت اور حسنِ عبادت کے ذریعے اَدائے شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔

﴿10﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَفِتْنَةِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضَيْقِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ﴾[2] ﴿وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غِنًى مُّطْغِيْ وَّمِنْ فَقْرٍ مُّنْسِيْ وَّمِنْ هَوًى مُّرْدِيْ وَّقَرِيْنٍ مُّغْوِيْ﴾[3] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں فقر وغنا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں دل کی تنگی، امور کی پراگندگی اور عذابِ قبر سے۔ میں

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۲۲، ص ۱۳۳۵

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء عرفۃ......الخ، الحدیث: ۳۵۲۰، ۳۴۹۵، ص ۲۰۱۴، ۲۰۱۱

[3] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، باب دعاء داود النبی علیہ السلام، الحدیث: ۱، ج۷، ص ۵۹

سرکش بنانے والی دولت مندی، بھلانے والے فقر، ہلاکت آفرین نفسانی خواہش اور گمراہ کن دوست سے پناہ مانگتا ہوں۔

﴿11﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ الصَّلَاةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِهٖ وَاَسۡئَلُكَ الۡهُدٰى وَالتُّقٰى وَالۡعَفَافَ وَالۡغِنٰى﴾ [1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا اور تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور غنا مانگتا ہوں۔

﴿12﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَّبِيِّكَ وَصَفِيِّكَ وَلَا تُقَدِّمۡنِیۡ لِعَذَابٍ وَّلَا تُؤَخِّرۡنِیۡ لِسَيِّئِ الۡفِتَنِ﴾ [2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی اور صفی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج اور مجھے نہ تو عذاب کی خاطر آگے بڑھا اور نہ ہی فتنوں کے برا ہونے کی وجہ سے پیچھے چھوڑ۔

﴿13﴾... ﴿اَعُوۡذُ بِكَ يَا اَللّٰهُ مِنَ الۡفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ [3] وَاَعُوۡذُ بِكَ مِنَ الۡمِحَنِ مَا خَفِيَ مِنۡهَا وَمَا عَلَنَ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان فتنوں سے جو ظاہر ہو چکے ہیں اور ان سے بھی جو ابھی پوشیدہ ہیں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان تکالیف سے جو ابھی پوشیدہ و مخفی ہیں اور جو ظاہر ہو چکی ہیں۔

﴿14﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ الصَّلَاةَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِهٖ وَاَسۡئَلُكَ خَيۡرَ هٰذَا الۡيَوۡمِ وَخَيۡرَ مَا فِيۡهِ وَاَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِيۡهِ﴾ [4] ﴿وَاَعُوۡذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! مِنۡ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمِنۡ بَغۡتَاتِ الۡاُمُوۡرِ وَفَجَاَةِ الۡاَقۡدَارِ وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ يَّطۡرُقُ اِلَّا طَارِقًا يَّطۡرُقُ مِنۡكَ بِخَيۡرٍ۔ يَا رَحۡمٰنَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَرَحِيۡمَهُمَا!﴾ [5] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور آج کے اِس دن کی اور اس میں موجود خیر و برکت مانگتا ہوں اور اِس دن کے اور اس میں موجود شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! میں پناہ مانگتا ہوں دن اور رات کے وقت آنے والوں کے شر سے اور بے خبری میں آنے والے اُمور سے اور اچانک پیش آمدہ تقدیر سے اور رات کے وقت ہر آنے والے کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں سوائے اس آنے والے کے جو تیری جانب سے خیر و برکت لے کر آئے اے دنیا و آخرت کے مہربان اور دونوں جہانوں پر رحم فرمانے والے!

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیة، الحدیث: ٢٩٠٤، ص ١١٥٠

[2] ......الدر المنثور، البقرة، تحت الایة: ١٥٨، ج ١، ص ٣٨٩

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد المیت، الحدیث: ١٧١٣، ص ١١٧٥

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ٥٠٨٤، ص ١٥٩٥
المعجم الکبیر، الحدیث: ١١٧٠، ج ٢، ص ٢٤ بتغیر قلیل

[5] ......کتاب الجامع لمعمر مع المصنف لعبد الرزاق، باب القول حین یمسی، الحدیث: ٢٠٠٠١، ج ١٠، ص ٩٢ دون قوله "بغتات الامور وفجاة الاقدار الدنیا ... الخ"

﴿15﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاجْعَلْ یَوْمَنَا ھٰذَا اَوَّلَہٗ صَلَاحًا وَّاَوْسَطَہٗ فَلَاحًا وَّاٰخِرَہٗ نَجَاحًا﴾[1] ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْ اَوَّلَہٗ رَحْمَۃً وَّاَوْسَطَہٗ نِعْمَۃً وَّاٰخِرَہٗ تَکْرِمَۃً﴾ یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور آج کے دن کے آغاز کو بے عیب، درمیان کو کامیابی اور اختتام کو کامرانی بنادے۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور اس دن کی ابتدا کو رحمت، وَسْط کو نعمت اور آخر کو قابلِ عزّت بنادے۔

﴿16﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِیِّكَ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَضِلَّ اَوْ اُضِلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَتَبَارَكَ اَسْمَآؤُكَ وَلَآ اِلٰـہَ غَیْرُكَ﴾[2] یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ میں خود پھسلوں یا کسی کو پھسلاؤں، خود گمراہ ہوں یا کسی کو گمراہ کروں، کسی پر ظُلم کروں یا مجھ پر ظُلم کیا جائے، جہالت کا مُظاہرہ کروں یا مجھ سے جاہلانہ برتاؤ کیا جائے، تیری پناہ غالب ہے اور تیری حمد وثنا بُزُرگ و برتر ہے اور تیرے اسمائے حسنیٰ برکت والے ہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿17﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ﴾[3] ﴿وَاِذَآ اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اَوْ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ مُبَدَّلٍ وَّلَا مَفْتُوْنٍ﴾[4] یعنی اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنَّم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی وموت کے فتنہ سے اور مَسِیح دَجّال کے فتنہ سے اور جب تو کسی قوم کے متعلق سزا یا کسی آزمائش کا ارادہ فرمائے تو مجھے اپنی بارگاہ میں اس حال میں بلا لینا کہ نہ تو میری صورت تبدیل کی گئی ہو اور نہ ہی میں آزمایا گیا ہوں۔

---

[1] ......الزھد لابن مبارک، الحدیث: ۱۰۸۵، ص ۳۸۴ بتغیر قلیل

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، الحدیث: ۵۰۹۴، ص ۱۵۹۲

جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء دفع الارق، الحدیث: ۳۵۲۳، ص ۲۰۱۴ دون قولہ "وتبارک اسماء ک"

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، الحدیث: ۱۳۷۷، ص ۱۰۷

[4] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القران، باب من سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۳۳، ص ۱۹۸۲ مفھوماً

﴿18﴾ ... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ﴾[1] ﴿وَاَسْئَلُكَ خَیْرَ الْحَیَاۃِ وَبَرَکَۃَ الْحَیَاۃِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْوَفَاۃِ وَاَسْئَلُكَ خَیْرَ مَا بَیْنَھُمَا وَخَیْرَ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ. اَحْیِنِیْ حَیَاۃَ السُّعَدَآءِ حَیَاۃَ مَنْ تُحِبُّ بَقَآءَہٗ وَتَوَفَّنِیْ وَفَاۃَ الشُّھَدَآءِ وَفَاۃَ مَنْ تُحِبُّ لِقَآءَہٗ. یَاخَیْرَ الرَّازِقِیْنَ! وَیَآ اَحْسَنَ التَّوَّابِیْنَ! وَیَآ اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ! وَیَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! وَیَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ!﴾ ﴿اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا﴾[2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج۔ یااللہ! جب تک زندگی میرے لئے خیر و برکت والی ہو مجھے زندگی عطا فرما اور جب موت میرے لئے خیر والی ہو تو مجھے موت عطا فرما اور میں تجھ سے زندگی کی بھلائیاں اور موت کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں ان دونوں (یعنی زندگی و موت) کے درمیان کی خیر و بھلائی کا اور زندگی کے بعد کی بھلائی کا، مجھے ان سعادتمندوں جیسی زندگی عطا فرما جن کی بقا تجھے محبوب ہے اور مجھے شہیدوں کی موت عطا فرما کہ جن کی ملاقات تجھے محبوب ہے، اے سب سے اچھا رزق عطا فرمانے والے! اے بہترین توبہ قبول فرمانے والے! اے سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے! اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اے تمام جہانوں کے ربّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جو زمین میں داخل ہو اور اس سے جو زمین سے خارج ہو اور اس کے شر سے جو آسمان سے نازل ہو اور جو آسمان کی طرف بلند ہو۔

﴿19﴾ ... ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِّعَظَمَتِہٖ وَذَلَّ کُلُّ شَیْءٍ لِّعِزَّتِہٖ وَخَضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِّمُلْکِہٖ وَاسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیْءٍ لِّقُدْرَتِہٖ﴾[3] ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَکَنَ کُلُّ شَیْءٍ لِّھَیْبَتِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْھَرَ کُلَّ شَیْءٍ بِحِکْمَتِہٖ وَتَصَاغَرَ کُلُّ شَیْءٍ لِّکِبْرِیَآئِہٖ﴾ یعنی تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی عظمت کے سامنے ہر شے عاجز ہے اور جس کی طاقت کے سامنے ہر شے حقیر ہے اور جس کی سلطنت کے سامنے ہر شے سرنگوں (سَر۔نِ۔گُوں یعنی مطیع وفرمانبردار) ہے اور جس کی قدرت کے آگے ہر شے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی ہیبت سے ہر شے ساکت ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہر شے کو اپنی حکمت سے ظاہر فرمایا ہے اور جس کی کبریائی کے سامنے ہر شے حقیر ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، الحدیث: ۵۶۷۱، ص ۴۸۶

[2] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب مکاید الشیطان، الباب الثانی، الحدیث: ۲۹، ج ۴، ص ۵۴۸

[3] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۵۶۲، ج ۱۲، ص ۳۲۴

﴿20﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کَرِیْمٌ﴾ ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الرَّسُوْلِ الْاَمِیْنِ وَاَعْطِهِ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل، ازواجِ مُطَہَّرات اور ذُرِّیّت پر تمام جہانوں میں درود بھیج، بے شک تو خوبیوں والا بُزُرگی والا، کرم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندے، نبی اور رسول حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج جو کہ اُمّی نبی اور امین رسول ہیں اور انہیں روزِ جزا مقامِ محمود پر فائز فرما۔

﴿21﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ حِدَّةِ الْحِرْصِ وَشِدَّةِ الطَّمْعِ وَسَوْرَةِ الْغَضَبِ وَسِنَةِ الْغَفْلَةِ وَتَعَاطِی الذِّلَّةِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُّبَاھَاةِ الْمُکْثِرِیْنَ وَالْاِزْرَآءِ عَلَی الْمُقِلِّیْنَ وَاَنْ اَنْصُرَ ظَالِمًا اَوْ اَخْذُلَ مَظْلُوْمًا وَاَنْ اَقُوْلَ فِی الْعِلْمِ بِغَیْرِ الْعِلْمِ وَاَعْمَلَ فِی الدِّیْنِ بِغَیْرِ یَقِیْنٍ﴾ ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ﴾[1] ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنِ اتِّبَاعِ خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِهٖ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَقَبُوْلِ اَمْرِهٖ فِی السُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں پناہ مانگتا ہوں حرص کی تیزی، طمع کی شِدّت، جوشِ غضب، غفلت کی اونگھ اور ذِلّت سے۔ دولت مندوں کی آپس کی مُباہات (یعنی فخر کرنا) اور غریبوں پر عیب لگانے سے بھی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ میں کسی ظالم کی مدد کروں یا کسی مظلوم کو ذلیل کروں اور اس سے بھی کہ میں بغیر علم کے کوئی بات کہوں اور بغیر یقین کے دین پر عمل کروں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بیشک میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ شریک ٹھہراؤں اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں ہر اس بات سے جس کا مجھے علم نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے اور مال اور اہل وعیال میں اس کے شریک ہونے سے اور بُرائی اور بے حیائی کے کاموں میں اس کی بات ماننے سے پناہ چاہتا ہوں۔

﴿22﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الصَّلَاةَ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ الْاِخْتِیَارِ وَصِحَّةَ الْاِعْتِبَارِ وَصِدْقَ الْاِفْتِقَارِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا اور تجھ سے بہترین رضا، اچھی سمجھ اور سچا فَقر مانگتا ہوں۔

﴿23﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّافْتَحْ بِخَیْرٍ وَّاخْتِمْ بِخَیْرٍ وَّاَنْتَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور خیر و بھلائی سے آغاز فرما اور خیر و بھلائی کے ساتھ ہی اختتام فرما اور تو ہی بہت فیصلہ فرمانے والا، جاننے والا ہے۔

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۵۶، ج ۱، ص ۴۷

﴿24﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مَا خَلَقْتَ وَاغْفِرْ مَا قَدَّرْتَ وَطَیِّبْ مَارَزَقْتَ وَتَمِّمْ مَآ اَنْعَمْتَ وَتَقَبَّلْ مَا اسْتَعْمَلْتَ وَاحْفَظْ مَا اسْتَحْفَظْتَ وَلَا تَھْتِكْ مَا سَتَرْتَ فَاِنَّہٗ لَآ اِلٰہَ لَنَآ اِلَّآ اَنْتَ۔ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ لَذَّۃٍ بِغَیْرِ ذِكْرِكَ وَمِنْ كُلِّ رَاحَۃٍ بِغَیْرِ خِدْمَتِكَ وَمِنْ كُلِّ سُرُوْرٍ بِغَیْرِ قُرْبِكَ وَمِنْ كُلِّ فَرْحٍ بِغَیْرِ مَجَالِسَتِكَ وَمِنْ كُلِّ شُغْلٍ بِغَیْرِ مُعَامَلَتِكَ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور رحم فرما اپنی مخلوق پر اور جو مقدر کیا ہے اسے معاف فرما دے اور جو رزق دیا ہے اسے پاک کر دے اور جو انعامات دیئے ہیں انہیں مکمل کر دے اور جس عمل کی توفیق دے اسے قبول بھی فرما لے اور جسے (گناہوں سے) محفوظ رکھا ہے اس کی حفاظت فرما اور جس کی پردہ پوشی فرما رکھی ہے اس کا پردہ چاک نہ فرمانا، کیونکہ ہمارا سوائے تیرے کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں ہر اس لذّت سے جو تیرے ذکر کے بغیر ہو اور ہر اس راحت سے جو تیری خدمت کے بغیر ہو اور ہر اس سرور سے جو تیرے قُرب کے بغیر ہو اور ہر اس خوشی سے جو تیری ہم نشینی کے بغیر ہو اور ہر اس کام سے جو تیرے معاملہ کے بغیر ہو۔

﴿25﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْنَا مِنْ اَوْلِیَآئِكَ الْمُتَّقِیْنَ وَحِزْبِكَ الْمُفْلِحِیْنَ وَعِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ﴾ ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاسْتَعْمِلْنَا بِمَرْضَاتِكَ عَنَّا وَوَفِّقْنَا لِمَحَابِكَ مِنَّا وَصَرِّفْنَا بِحُسنِ اِخْتِیَارِكَ لَنَا﴾ ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَنَسْئَلُكَ جَوَامِعَ الْخَیْرِ وَفَوَاتِحَہٗ وَخَوَاتِمَہٗ﴾[1] ﴿وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَوَامِعِ الشَّرِّ وَفَوَاتِحِہٖ وَخَوَاتِمِہٖ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمیں بنا دے اپنے متقی و پرہیز گار اولیائے کرام، فلاح پانے والے گروہ اور نیک بندوں میں سے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہم سے اپنی مرضی و منشا کے مُوافق کام لے، ہمیں اپنی محبت کی توفیق عطا فرما اور ہمارے رُخ اپنی رضا کی طرف موڑ دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہم تجھ سے مانگتے ہیں جامع خیر و بھلائی اور اس بھلائی کا آغاز و انجام اور پناہ مانگتے ہیں جامع شر و برائی سے اور اس کے آغاز و انجام سے۔

﴿26﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاحْفَظْنَا فِیْمَآ اَمَرْتَنَا وَاحْفَظْنَا عَمَّا نَھَیْتَنَا وَاحْفَظْ

---

[1] ...... کتاب الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبی یدعوبه فی سائر نهاره، الحدیث: ۱۴۲۲، ص ۴۲۱

لَنَا مَآ اَعْطَيْتَنَا يَا حَافِظَ الْحَافِظِيْنَ! وَيَا ذَاكِرَ الذَّاكِرِيْنَ! وَيَا شَاكِرَ الشَّاكِرِيْنَ! بِحِفْظِكَ حُفِظُوْا وَبِذِكْرِكَ ذُكِرُوْا وَبِفَضْلِكَ شُكِرُوْا. يَا غَوْثُ! يَا مُغِيْثُ! يَا مُسْتَغَاثُ! يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ! لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ يَا رَبِّ! طَرْفَةَ عَيْنٍ فَاَهْلِكَ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى الْخَلْقِ فَاَضِيْعَ. اِكْلَأْنِيْ كِلَاءَةَ الْوَلِيْدِ وَلَا تَخَلَّ عَنِّيْ وَتَوَلَّنِيْ بِمَا تَتَوَلّٰى بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہماری حفاظت فرما ان اُمور میں جن کا تو نے ہمیں حکم دیا ہے اور ہماری حفاظت فرما ان اُمور سے جن سے تو نے ہمیں منع فرمایا ہے اور ہمارے لئے ان انعامات کی حفاظت فرما جو تو نے ہمیں عطا فرمائے ہیں، اے حفاظت کرنے والوں کی حفاظت کرنے والے! اور اے یاد کرنے والوں کا چرچا کرنے والے! اور اے شکر کرنے والوں کا شکر قبول فرمانے والے! تیری ہی حفاظت سے وہ محفوظ ہوئے اور تیرے ذکر کی وجہ سے ان کا ذکر کیا گیا اور تیرے فضل وکرم کی بنا پر ان کا شکر قبول ہوا۔ اے مددگار! اے فریادرس! اے وہ ذات جس سے مدد طلب کی جاتی ہے! اے فریادیوں کے فریادرس! اے میرے پَرْوَرْدگار! مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرمانا کہ میں ہلاک ہو جاؤں اور نہ ہی مجھے مخلوق کے حوالے کرنا کہ میں برباد ہو جاؤں، بلکہ ایک نوزائیدہ بچے کی طرح میری حفاظت فرما اور مجھے تنہا نہ چھوڑ اور مجھ سے اسی طرح محبت فرما جس طرح تو اپنے نیک وصالح بندوں سے فرماتا ہے۔

﴿27﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَبِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ تُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. وَبِحِلْمِكَ عَنِّيْ اُعْفُ عَنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفَّارُ وَبِعِلْمِكَ بِيْ ارْفُقْ بِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَبِمِلْكِكَ لِيْ مَلِّكْنِيْ نَفْسِيْ وَلَا تُسَلِّطْهَا عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ الْمَلِكُ الْجَبَّارُ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور اپنی قدرت کے واسطہ سے میری توبہ قبول فرما کیونکہ تو ہی حد درجہ توبہ قبول فرمانے والا رحم کرنے والا ہے۔ اپنے حِلْم و بُرْدباری کے صدقے مجھے معاف فرما دے کیونکہ تو ہی بخشنے والا ہے اور اپنے علم کے وسیلہ سے مجھ پر شفقت ومہربانی فرما کہ تو ہی مہربان رحم فرمانے والا ہے اور تو میرا مالک ہے اس کے صدقے مجھے اپنے نفس کا مالک بنا دے اور اسے مجھ پر غلبہ نہ عطا فرما اس لئے کہ تو ہی جبّار بادشاہ ہے۔

﴿28﴾... ﴿سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ. عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ

رَبِّیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ، اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ﴾[1]

ترجمہ: پاک ہے تو اپنی حمد کے ساتھ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے برا عمل کیا ہے اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے پس میرا گناہ معاف فرما دے کہ تو ہی میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔

﴿29﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَقِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ﴾[2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور مجھے رُشد و ہدایت عطا فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔

﴿30﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْزُقْنِیْ حَلَالًا لَّا تُعَاقِبُنِیْ عَلَيْهِ وَقَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِهٖ صَالِحًا تُقَبِّلُهٗ مِنِّیْ﴾[3] ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَحُسْنَ الْيَقِيْنِ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾[4]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور مجھے ایسا حلال رزق عطا فرما کہ تو جس پر مجھے سَرزَنِش نہ فرمائے اور مجھے اپنی عطا کردہ روزی پر قناعت عطا فرما اور مجھ سے ایسے نیک کام لے جنہیں تو قبول بھی فرما لے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے دنیا و آخرت میں مُعافی، عافیّت، حسنِ یقین اور بخشش مانگتا ہوں۔

﴿31﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَاۤ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَاۤ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ﴾[5] ﴿اَبُوْٓءُ بِنِعْمَتِكَ

---

[1] ......السنن الكبرى للنسائی، كتاب عمل اليوم والليلة، باب كفارة مايكون فی المجلس، الحديث: ۱۰۲۶۰، ج۶، ص۱۱۳ دون قوله "ذنبی انک انت ربّی لا اله الا انت"

[2] ......جامع الترمذی، كتاب الدعوات، باب قصة تعليم الدعاء، الحديث: ۳۴۸۳، ص۲۰۱۰ "وقنی" بدله "اعذبنی"

[3] ......المستدرک، كتاب التفسير، باب اجمع اية فی القران للخير والشر، الحديث: ۳۴۱۱، ج۳، ص۱۰۲ مختصراً

[4] ......سنن ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب مايدعوبه الرجل، الحديث: ۳۸۷۱، ص۲۷۰۸

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بكر الصديق، الحديث: ۶، ج۱، ص۱۸

[5] ......سنن النسائی، كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة برضاء الله، الحديث: ۵۵۳۴، ص۲۴۴۱

صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب مايقال فی الركوع والسجود، الحديث: ۱۰۹۰، ص۷۵۴

اِلَيْكَ وَاَبُوْءُ بِذُنُوْبِيْ اِلَيْكَ، هٰذِهٖ يَدَايَ بِمَا كَسَبْتُ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیرے عَفْو کی پناہ طلب کرتا ہوں تیری سزا سے اور تیری رِضا کی پناہ طلب کرتا ہوں تیری ناراضی سے اور تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تیری حمد وثنا شُمار نہیں کر سکتا، تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے۔ میں تیری بارگاہ میں تیری نعمتوں کا اِعْتِراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، یہ ہیں میرے دونوں ہاتھ جن سے میں نے یہ اعمال سرانجام دیئے۔

﴿32﴾... ﴿اَنَا عَبْدُكَ اِبْنُ عَبْدِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، جَارٍ فِيَّ حُكْمُكَ، نَافِذٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ﴾[1] ﴿عَدْلٌ فِيْ مَشِيْئَتِكَ، اِنْ تُعَذِّبْ فَاَهْلُ ذٰلِكَ اَنَا، وَاِنْ تَرْحَمْ فَاَهْلُ ذٰلِكَ اَنْتَ فَافْعَلْ﴾ ﴿اَللّٰهُمَّ يَا مَوْلَايَ! يَآ اَللّٰهُ! يَا رَبِّ! اِفْعَلْ بِيْ مَآ اَنْتَ لَهٗٓ اَهْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! يَآ اَللّٰهُ! بِيْ مَآ اَنَا لَهٗٓ اَهْلٌ فَاِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ﴿يَا مَنْ لَّا تُضِرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا تُنْقِصُهُ الْمَغْفِرَةُ، هَبْ لِيْ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! مَا لَا يَضُرُّكَ وَاَعْطِنِيْ مَا لَا يَنْقُصُكَ﴾[2]

ترجمہ: (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے دستِ قدرت میں ہے، میرے متعلق تیرا حکم جاری ہے، مجھ پر تیری قضا نافذ ہے۔ تیری مَشِیَّت میں عدل ہے، اگر تو مجھے عذاب دے تو میں اس کا اہل ہوں اور اگر مجھ پر رحم فرمائے تو تو اسی شان کے لائق ہے۔ پس میرے ساتھ (اپنے شایانِ شان) سُلوک فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے مولا! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! میرے ساتھ ایسا سلوک فرما جو تیرے شایانِ شان ہے اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے ساتھ ایسا سلوک نہ فرمانا جس کا میں اہل ہوں، کیونکہ تو ہی تقویٰ ومغفرت کا مالک ہے۔ اے وہ ذات! جس کی رحمت کو گناہ نقصان نہیں دیتے اور نہ ہی بخشش ومغفرت اسے کوئی نقصان پہنچاتی ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! مجھے ایسی نعمتیں عطا فرما جو تیری رحمت کو مُضِر نہ ہوں اور ایسی برکتیں بھی عطا فرما جو تیری رحمت میں کمی کا باعث نہ بنیں۔

﴿33﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اِنَّا هُدْنَآ

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۳۱۸، ج ۲، ص ۱۶۸ بتغیر قلیل

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۱۹۱۳، ج ۱، ص ۴۷۰......المجالسة وجواهر العلم، الجزء السابع عشر، الحدیث: ۲۴۲۱، ج ۲، ص ۳۸۴

اِلَيْكَ، رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم کو صبر عطا فرما اور ہمیں مسلمان اٹھا اور ہمیں نیک وصالحین لوگوں کے ساتھ ملا دے، تو ہی ہمارا مولا ہے ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بھی، بیشک ہم تیری ہی طرف رجوع لائے، اے ہمارے ربّ! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا، تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

﴿34﴾... ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے ربّ! بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔

﴿35﴾... ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں کافر لوگوں پر مدد دے۔

﴿36﴾... ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں عطا فرما اپنے پاس سے رحمت اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر۔

﴿37﴾... ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔

﴿38﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسْئَلُكَ الصِّيَانَةَ وَالْعَوْنَ عَلَى الطَّاعَةِ وَالْعِصْمَةَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَاِفْرَاغَ الصَّبْرِ فِي الْخِدْمَةِ وَاِيْزَاعَ الشُّكْرِ عَلَى النِّعْمَةِ وَاَسْئَلُكَ يَا مَوْلَايَ! يَآ اَللّٰهُ! يَا رَبِّ! الصَّلَاةَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّحُسْنَ الْخَاتِمَةِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تَحَفُّظ کا، اطاعت وفرمانبرداری پر مدد کا، گناہوں سے محفوظ رہنے کا، عبادت میں خوب صَبْر کرنے کا اور نعمت پر شکر ادا کرنے کا اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے مولا! اے میرے ربّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں حضرت محمد صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا اور اچھے خاتمہ کا۔

﴿39﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسْئَلُكَ الْيَقِيْنَ وَحُسْنَ

الْمَعْرِفَةِ بِكَ وَاَسْئَلُكَ الْمَحَبَّةَ وَحُسْنَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَا وَحُسْنَ الْمُنْقَلَبِ اِلَيْكَ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اوران کی آل پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور میں مانگتا ہوں تجھ سے یقین اور تیری بہترین معرفت اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبّت اور حُسنِ تَوَکُّل عطا فرما اور میں تجھ سے تیری رضا اور اچھے انجام کا سوال کرتا ہوں۔

﴿40﴾... ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! ہم نے ایک مُنادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے، اے ربّ ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری بُرائیاں ختم فرمادے اور ہماری موت اچھّوں کے ساتھ فرما۔

﴿41﴾... ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادِ﴾

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

﴿42﴾... ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں، اے ربّ ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے ربّ ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مِہر (رحم) کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔ تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

﴿43﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّطَهِّرْ قُلُوْبَنَا فِيْ قُلُوْبِ الْاَبْرَارِ، وَزَكِّ اَعْمَالَنَا فِيْ عَمَلِ الْاَخْيَارِ وَصَلِّ عَلٰى اَرْوَاحِنَا فِي اَرْوَاحِ الشُّهَدَآءِ يَآ اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ! وَيَآ اَجْوَدَ الْاَجْوَدِيْنَ! وَيَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ!﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اوران کی آل پر درود بھیج اور ہمارے دلوں اور اعمال کو نیک لوگوں

کے دلوں اور اعمال کے ساتھ پاک فرما اور ہماری روحوں پر شُہدائے کرام کی ارواح کے ساتھ رحم فرما۔اے سب سے زیادہ کرم فرمانے والے!اور اے سب سے زیادہ عطا فرمانے والے!اور اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

﴿44﴾... ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّعِلْمًا وَّزُھْدًا وَّعِبَادَۃً وَّاَمْنًا وَّرِزْقًا مِّنْ حَلَالٍ وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّرِضْوَانَکَ وَالْجَنَّۃَ، وَقِنَا بِرَحْمَتِکَ عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ، وَقِنَا سَخَطَکَ وَغَضَبَکَ وَعَذَابَکَ وَاَھْوَالَہٗ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ﴾

ترجمہ:اے ہمارے رب!ہمیں دنیا میں بھلائی،علم،زہد،عبادت،امن اور رزقِ حلال اور آخرت میں اپنی رضا اور جنَّت عطا فرما اور ہمیں اپنی رحمت کے سہارے جہنَّم اور قبر کے عذاب سے بچا اور ہمیں اپنی ناراضی وغَضَب اور اپنے عذاب اور اس کی ہولناکیوں سے خواہ جلدی ہوں یا دیر سے محض اپنی رحمت کے صَدَقے دین و دنیا اور آخرت میں محفوظ فرما،اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

تسبیحاتِ باری تعالیٰ

صبح وشام اُن کلماتِ طیبات سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کرنا چاہئے جن سے باری تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان فرمائی ہے۔ان تسبیحات کا جو ثواب مروی ہے وہ راہِ حق کے ہر طالب کا مقصود ہے۔چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار،ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے:''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ روزانہ ان الفاظ سے اپنی بُزُرگی کا اظہار فرماتا ہے:

﴿اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا مُبْدِئُ کُلِّ شَیْئٍ وَّاِلَیَّ یَعُوْدُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا مَالِکُ یَوْمِ الدِّیْنِ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا خَالِقُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا خَالِقُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْفَرْدُ الْوَتْرُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ. اِنِّیْٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْمَلِکُ

الْقُدُّوْسُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْخَالِقُ الْبَارِئُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْاَحَدُ الْمُصَوِّرُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْمُقْتَدِرُ الْقَهَّارُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْحَكِیْمُ الْكَبِیْرُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْقَادِرُ الرَّزَّاقُ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا اَهْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا اَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَوْقَ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ، اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾

ضروری وضاحت:

ان کلمات سے دعا مانگنے والے کو چاہئے کہ وہ مُتَکَلِّم کے بجائے حاضر کی ضمائر استعمال کرے یعنی: ﴿اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ﴾ کے بجائے ﴿اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ﴾ اور ﴿اِلَّآ اَنَا﴾ کے بجائے ﴿اِلَّآ اَنْتَ﴾ کہے۔

یعنی مذکورہ دعا اس طرح پڑھے: ﴿اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ مُبْدِئُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْكَ یَعُوْدُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُوْلَدْ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ مَالِكُ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ خَالِقُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ خَالِقُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْفَرْدُ الْوَتْرُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْخَالِقُ الْبَارِئُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الْمُصَوِّرُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمُقْتَدِرُ الْقَهَّارُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَكِیْمُ الْكَبِیْرُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْقَادِرُ الرَّزَّاقُ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ اَهْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ تَعْلَمُ السِرَّ وَتَخْفٰى، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ فَوْقَ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾

ترجمہ: بیشک تو ہی معبود ہے، تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو آپ زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی بُزُرگ و برتر ہے، بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی معاف فرمانے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہر شے کا آغاز فرمانے والا ہے اور ہر شے کو تیری ہی جانب لوٹنا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، نہ تو تُو نے کسی کو جَنا اور نہ ہی کسی سے جَنا گیا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، غالب حکمت والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، روزِ جزا کا مالک ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی رحمٰن و رحیم ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی جنّت و دوزخ کا پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو واحد و یکتا و تنہا ہے، تو بے نیاز ہے، تو نے کوئی بیوی بنائی نہ ہی کوئی بیٹا۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا و طاق ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو عالِمُ الْغَیب وَالشَّہادۃ ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بادشاہ وقُدُّوس ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی سلامت رکھنے والا، امن دینے والا، نگہبان ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی عزّت والا، عظمت والا، تکبُّر والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی بنانے والا، پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو یکتا اور ہر ایک کو صورت دینے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی سب سے بڑا، سب سے بلند ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی عظیم قدرت والا سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی دانا و سب سے بڑا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی قدرت والا، رزق دینے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی حمد و ستائش اور بُزُرگی کے لائق ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو جانتا ہے مخفی اور مخفی ترین کو۔ تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو مخلوق سے برتر و بلند ہے۔ تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی جبّار و مُتکبِّر ہے۔

اس کے بعد یہ پڑھ کر دعا ختم کر دے:

﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ترجمہ: پس عرشِ عظیم کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے۔

فائدہ وثواب

جو شخص مذکورہ اسمائے مبارکہ کے ساتھ دعا کرے اسے ایسے شکر گزار، سجدہ کرنے والوں اور صالحین میں لکھا جائے گا جو دارِجلال میں صاحِبِ جُودونَوال، رسولِ بے مِثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا موسیٰ، حضرت سیِّدُنا عیسیٰ اور دیگر اَنْبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پڑوسی ہوگا اور اسے آسمانوں اور زمینوں کے تمام عبادت گزاروں کا ثواب ملے گا۔[1]

اختتام

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَآءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَآءً، وَاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ، وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ، وَاجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ، وَاجْزِہٖ اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ، وَاَعْطِہِ الشَّرَفَ وَالشَّفَاعَۃَ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَسَیِّدِ الْاُمَّۃِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہِ النَّبِیِّیْنَ وَصَلِّ عَلٰٓی اَبِیْنَا اٰدَمَ وَاُمِّنَا حَوَّآءَ وَمَنْ وُّلِدَا بَیْنَھُمَا مِنَ الصَّالِحِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ، وَصَلِّ عَلٰی مَلٰٓئِکَتِکَ اَجْمَعِیْنَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرَضِیْنَ، وَصَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! وَاغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَمَا تَوَالَدَا، وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا، وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ، وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ وَخَیْرُ الْغَافِرِیْنَ، وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر ایسا درود بھیج جو نہ صرف تیری رضا کا باعث ہو بلکہ ان کا حق بھی ادا ہوجائے اور انہیں وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تونے ان سے وعدہ فرمایا

---

[1] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب الاذکار، دعاء علی بن ابی طالب، ج ۵، ص ۳۱۴
حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۵۰ وھب بن منبہ، الحدیث: ۴۶۷۳، ج ۴، ص ۳۷ مفھوماً

ہے اور انہیں ہماری جانب سے ایسی جزا عطا فرما جو ان کے شایانِ شان ہو اور انہیں ہر اس جزا سے افضل جزا عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو اس کی اُمَّت کی طرف سے عطا فرمائی ہے اور روزِ قیامت انہیں شَرَف وشفاعت عطا فرما۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ، سَیِّدُ الْاُمَّۃِ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور تمام اَنْبِیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر درود بھیج اور ہمارے باپ حضرت سیِّدُنا آدم اور ہماری ماں حضرت سیِّدَتُنا حوا عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اور ان سے پیدا ہونے والے ہر نیک اور مسلمان پر رحم فرما اور اپنی رحمت کے صَدْقے آسمانوں اور زمینوں کے تمام فرشتوں پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرما، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اور میری اور میرے والدین کی اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما اور ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی اور تمام زندہ ومُردہ مومن مَردوں وعورتوں اور مسلمان مَردوں وعورتوں کو معاف فرما دے۔ اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور جو تو جانتا ہے اس سے درگزر فرما اور تو ہی سب سے زیادہ عزَّت والا، کرم والا ہے اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے اور ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور نہیں کوئی طاقت اور کوئی قدرت سوائے بزرگ وبرتر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے اور ہمیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اور ہمیں یکتا وتنہا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

یہ مجموعہ ان سب دعاؤں پر مشتمل ہے جو شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور آئمۂ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے مروی ہیں اور ہم نے اختصار کے پیشِ نظر ان کے فضائل کا تذکرہ نہیں کیا۔ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد روزانہ ان دعاؤں کو پڑھنا چاہئے اور اگر کوئی ہر فرض نماز کے بعد انہیں پڑھ لیا کرے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت سے اس پر کامل فضل وکرم ہوگا۔

جدائی قربت میں بدل جائے

جس کے عزیز واقارِب جُدا ہو گئے ہوں، وہ چاشت کے وقت غسل کرکے آسمان کی طرف منہ کرکے 10 بار یَاجَامِعُ پڑھے اور ہر بار میں ایک انگلی بند کرتا جائے پھر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرے اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تھوڑے عرصہ میں سب جمع ہو جائیں گے۔ (مدنی پنج سورہ، ص ۲۵۸)

فصل 6

نمازِ فجر کے بعد کے معمولات

نمازِ فجر کے بعد کے معمولات یہ ہیں:

- ......بندہ تلاوتِ قرآنِ کریم کرتا رہے۔
- ......مختلف قسم کے اَذکار میں مشغول رہے یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح اور حمد وثنا کرتا رہے۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت، اس کی نعمتوں، مسلسل احسانوں اور نوازشوں کے متعلق غور وفکر کرے خواہ انہیں شُمار کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو اور اس کی کرم نوازیوں کے متعلق بھی سوچے خواہ ان سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔
- ......ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر بجالانے سے قاصر ہونے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جس اطاعت کا اور نعمتوں کے دائمی شکر بجالانے کا حکم دیا ہے اسے کما حقُّہٗ بجالانے سے عاجز ہونے کے متعلق بھی غور وفکر کرے۔
- ......مستقبل میں پیش آنے والے فرائض ومستحبات کے متعلق سوچے۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَخْفی لُطف وکرم کے متعلق بھی سوچے اور اس حجاب کی کَثافت (موٹائی) پر غور کرے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے عُیوب پر ڈالا ہوا ہے۔
- ......کوتاہیوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہونے کے متعلق فکر کرے۔
- ......ان اوقات کو بھی یاد کرے جو نیک اعمال سے خالی رہ گئے ہوں۔
- ......یاد رکھے کہ عالَمِ ظاہر میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم نافذ ہے اور عالَمِ غیب میں بھی اسی کی قدرت کارفرما ہے اور ان دونوں جہانوں میں اسی کی نشانیاں اور نعمتیں جلوہ کر رہیں۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عُقوبات اور ظاہری و باطنی آزمائشوں کے متعلق فکر میں مبتلا رہے۔ چنانچہ، اس کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ (پ۱۳، ابراھیم:۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اللّٰہ کے دن یاد دِلا۔

مَنْقول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ایّام سے اسکی نعمتیں مُراد ہیں اور ایک قول کے مطابق اس کی سزائیں مُراد ہیں۔

ایک مقام پر ہے:

فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللّٰہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہے:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے جن وانس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی اے جن واِنس کے گروہ! کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ کاش! تم اس کی قدرت رکھتے۔

ذکر وفکر اور عبادت ومشاہدہ

غور وفکر کی جو صورتیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہی ہیں۔ کیونکہ ذکر کو عبادت بھی کہتے ہیں اور عبادت سے مُراد ہر وہ شے ہے جو بندے کو فکر کی جانب لے جائے اور پھر فکر خوفِ الٰہی میں داخل کر دے۔ یاد رکھئے کہ ذکر قوِی ہو کر مُشاہدہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ ذکر کا تذکرہ کرتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اولاً یہ ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللّٰہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

اس کے بعد فرمایا:

وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

لیکن مُشاہدہ یقین کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یقین ایمان کی روح، اس کی زیادتی اور مومن کے کمال کا نام ہے۔

لمحہ بھر غور و فکر کا ثواب

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''لمحہ بھر کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔'' [1]

تفکر سے مراد

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے مذکورہ حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہاں ایسا تَفَکُّر مُراد ہے جو بندے کو ناپسندیدگی سے نکال کر پسندیدگی کی جانب اور رغبت وحرص سے نکال کر قناعت و زُہد کی جانب لے جائے اور ایک قول کے مُطابق ایسا تَفَکُّر مُراد ہے جس کا اظہار مُشاہدہ اور تقویٰ کے ذریعے ہو اور زبان پر ذکر اور ہدایت بن کر جاری ہو۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے متعلق تین مختلف مقامات پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿۱﴾ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱، البقرۃ: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿۲﴾ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے۔

﴿۳﴾ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۹، ۲۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔

یعنی وہ دنیا و آخرت میں باقی رہنے والے اعمال بجا لائیں اور ہمیشہ رہنے والے اعمال کی ادائیگی میں رغبت رکھیں اور فانی اعمال کی بجا آوری سے کنارہ کش رہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے البیان (یعنی قرآنِ کریم) کے ذریعے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم اس کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ……کتاب العظمۃ لابی الشیخ، باب ما ذکر من الفضل فی المتفکر فی ذلک، الحدیث: ۲/۴۴، ص ۳۳ عبادۃ سنۃ بدلہ عبادۃ ستین سنۃ

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (پ۷، المائدۃ: ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱، البقرۃ: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

اور اس کے بعد اس نے اپنے دشمنوں کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے:

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا۔

سیدنا ابو دَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور فکر آخرت

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ دَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابو دَرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سب سے بڑی عبادت تفکر تھی۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ روزانہ تین سو درہم راہِ خدا میں خرچ کرنے سے ملنے والی راحت مجھے آخرت کے معاملہ میں تَفَکُّر سے زیادہ خوش نہیں کرسکتی۔ وجہ پوچھی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ راہِ خدا میں خرچ کرنا کہیں مجھے تفکر سے غافل نہ کردے۔

نمازِ فجر کے بعد کے مزید معمولات

- ......(نمازِ فجر کے بعد) اچھی اچھی نیتیں کرے اور اپنے اور خالقِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کے مابین، نیز اپنے اور مخلوق کے مابین تعلقات و معاملات کی (دُرُستی میں) بھی اچھی اچھی نیتیں کرے۔
- ......اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا رہے اور گزشتہ عمر میں ہونے والی کوتاہیوں پر روزانہ توبہ کرے اور آئندہ گناہوں سے باز رہے۔

[1] ......کتاب العظمۃ لابی الشیخ، باب ما ذکر من الفضل فی المتفکر فی ذلک، الحدیث: ۵/۴۷، ص ۳۴

۞......عاجزی وانکساری اور خُشوع وخُضوع سے پُرخُلوص دُعا مانگے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے تمام ممنوع کاموں سے بچائے اور نیک اعمال بجالانے کی توفیق دے اوراس پر اپنا خاص فضل وکرم فرمائے۔ دعا کرتے ہوئے اسکی حالت یہ ہو کہ دل ہر شے سے خالی ہو، دعا کی قبولیت کا یقین ہو اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی عطا پر راضی ہو۔

۞......خیر وبھلائی کی باتیں کرے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب بلائے، اپنی باتوں سے اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے اور کم علم کو علمِ دین سکھائے۔

مُتَقَدِّمِیْن کے اَذکار اور بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے غور وفکر کا یہی انداز رہا ہے۔ ذکر وفکر عابدین کی عبادت سے افضل ہے اور یہی وہ مختصر راستہ ہے جو ربُّ العالمین کی بارگاہ تک لے جاتا ہے۔ پس بندہ مذکورہ طریقوں میں سے کوئی بھی اختیار کرے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا ہی کہلائے گا۔

ذکر وفکر کی کیفیت

ذکر وفکر میں مشغول ہونے کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ بندہ جہاں نماز پڑھے اسی جگہ قبلہ رخ بیٹھا رہے اور مُسْتَحَب یہ ہے کہ کسی سے بات نہ کرے یا مذکور اذکار واعمال کے علاوہ دیگر اعمال و وظائف میں مگن رہے۔ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک خیر وبھلائی کے علاوہ کلام کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے اور ان میں سے بعض تو ان اوقات میں خیر وبھلائی کی باتوں کے علاوہ ہر قسم کی گفتگو کو بھی بہت مَذموم خیال کرتے تھے، یہ ایک سُنَّت ہے جو چھوڑ دی گئی ہے، پس جس نے اس پر عمل کیا اس نے اسے یاد رکھا۔

۞......۞......۞

نافرمان، فرمانبردار بن جائے

صبح (طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے) نافرمان بچے یا بچی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے جو 21 بار **یَا شَهِیْدُ** پڑھے **اِنْ شَآءَ اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کا وہ بچہ یا بچی نیک بنے۔

(مدنی پنج سورہ، ص ۲۵۳)

فصل 7

دن کے معمولات

دن کے معمولات سات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا وظیفہ

پہلے وظیفے کا وقت طُلوعِ فجر سے طُلوعِ آفتاب تک ہے اور اس سے مُراد وہی اذکار ہیں جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں اور صبح سے مُراد وہ وقت ہے جس کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قسم ارشاد فرمائی:

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (پ۳۰، التکویر:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور (قسم ہے) صبح کی جب دم لے۔

صبح کے سانس لینے سے مُراد طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک کا وقت ہے یہی وہ وقت ہے جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے لئے سایہ پھیلایا، پھر اس پر روشنی پھیلا کر اسے سمیٹ دیا اور اس کے ظُہور کو اپنی نشانی قرار دیا اور سورج کو اس کا ظاہر کرنے والا اور اس پر دلیل بنا دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ۔ (پ۱۹، الفرقان:۴۵)

مراد یہ ہے کہ اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر ساکت وجامد بنا دیتا کہ وہ حرکت ہی نہ کر پاتا۔

ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَیۡہِ دَلِیۡلًا ﴿۴۵﴾ (پ۱۹، الفرقان:۴۵) ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے سورج کے ذریعے سائے کو واضح کیا، جو اس بات پر دلیل ہے کہ وہی مشکل سے پردہ ہٹاتا ہے اور شبہات دور فرماتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

ثُمَّ قَبَضۡنٰہُ اِلَیۡنَا قَبۡضًا یَّسِیۡرًا ﴿۴۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹا۔ (پ۱۹، الفرقان:۴۶)

یعنی سایہ سورج کے نیچے ہلکا سا سمٹا ہوا ہے جو نہ تو عقل وفہم میں آتا ہے اور نہ ہی دیکھا جاتا ہے، پس سایہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت سے سورج میں اس طرح شامل ہے جیسے اندھیرا اُس وقت روشنی کے پردے میں چھپ جاتا ہے جب اُس

پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت داخل ہوتی ہے اور اسے ہی **صبح** اور **فلق** کہتے ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صبح کے ساتھ اپنی حمد بیان کی کہ وہ ہی اسے پیدا کرنے والا ہے اور ہمیں اس وقت اپنی پاکی بیان کرنے اور ان اوقات میں پیدا کردہ تمام مخلوقات کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ (پ۷، الانعام: ۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

یعنی ان دو اوقات میں نماز کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کیا کرو۔

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، الفلق: ۱، ۲) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔

بندہ جب فتنے، لایعنی (فضول) گفتگو اور شبہات میں مبتلا کرنے والے اقوال سننے سے محفوظ ہو اور ناپسندیدہ اشیاء، ذِکْرُ اللہ سے غافل کر دینے والی یا دنیا کے تذکرے میں مبتلا کر دینے والی اشیاء کی جانب متوجہ ہونے سے بھی محفوظ ہو تو وہ بناوٹی و مَصنوعی آرائش و زیبائش جیسی آفات و بَلِیّات میں مبتلا ہونے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور اپنے مولا کی خدمت میں مصروف ہونے اور غَیْرُ اللہ سے منہ موڑ کر خالص اسی کا ہونے کا شَرَف پاتا ہے۔

ہم نے جن اذکار کے مصلے (یعنی جائے نماز) پر پڑھنے کا تذکرہ کیا ہے ان کا اس مسجد میں پڑھنا زیادہ افضل ہے جہاں نماز باجماعت کا اہتمام بھی ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں مساجد کے بلند کرنے کا حکم دیا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ (پ۱۸، النور: ۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔

اور اگر فتنے سے محفوظ نہ ہو اور ناپسندیدہ کام میں مبتلا ہو جانے یا کسی کے تَقِیَّہ (ڈر کی وجہ سے حق پوشی کرنے) پر مجبور کر دینے یا لایعنی (فضول) گفتگو میں مبتلا ہو جانے کا خوف لاحق ہو یا ایسا کلام سننے کا اندیشہ ہو جسے سننا پسند نہ ہو تو نمازِ فجر کے بعد مسجد سے گھر یا کسی دوسری خلوت گاہ میں چلا جائے۔

نمازِ فجر کے بعد گھر جانے سے پہلے دو مسنون عمل

......اپنی جگہ سے کھڑے ہونے سے پہلے حالتِ تشہد میں بیٹھے بیٹھے دس۱۰ مرتبہ پہلے یہ پڑھے:

﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے ہی ہے ساری بادشاہی اور اسی کے لئے ہے ہر قسم کی حمد، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے جبکہ خود ایسا زندہ ہے جسے موت نہیں، اسی کے دستِ قدرت میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

......اور اس کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے دس۱۰ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

یہ دونوں وظائف پڑھنے کے متعلق دو۲ احادیثِ مبارکہ مروی ہیں، لیکن ان میں ترکِ کلام شرط ہے۔ چنانچہ اس کے بعد گھر یا کسی مقامِ خَلْوَت میں قبلہ رو ہو کر بقیہ معمولات ادا کرے اور یہ حالت نہ صرف افضل ہے بلکہ اس کی یکسوئی کے لئے بھی زیادہ بہتر ہے۔[1]

طلوعِ آفتاب سے پہلے تسبیح و ذکر کی دو صورتیں

نمازِ فجر کے بعد اور طُلوعِ آفتاب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنے اور ذکر کرنے کی دو۲ صورتیں ہیں: اگر نیکی و پرہیزگاری پر مُعاوَنَت مقصود ہو تو ایسا کرنا اس پر لازم ہوگا یا پھر مُسْتَحَب، اس کی بھی دو۲ صورتیں ہیں: اس سے مقصود خاص اپنی ذات کا نفع ہوگا یا پھر اس کے نفع کا تعلق کسی دوسرے سے ہوگا۔ یہ معمولات بھی انہی معمولات سے تعلق رکھتے ہیں جن کے وقت کے ختم ہو جانے کے بعد ان کے نفع کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب فی ثواب کلمة......الخ، الحدیث: ۳۴۷۴، ص ۲۰۰۹......المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۳۲، ج ۲۲، ص ۹۲

دوسری صورت یہ ہے کہ علم حاصل کرے یا دین وآخرت کی بہتری کی کوئی ایسی بات سُنے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا باعِث ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا سے بے رغبتی بھی دِلائے۔ اس طرح ان عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے محبّت پیدا ہوگی جن کے علم پر بھروسا کیا جاتا ہے، جو عُلمائے آخرت بھی ہیں اور صاحبِ یقین و ہدایت بھی اور دنیا کی فُضولیات سے دور رہنے والے بھی۔ جو بندہ نمازِ فجر کے بعد مسجد سے اٹھ کر جائے تو راستے میں دو۲ میں سے کوئی ایک کام کرے: ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے ❁ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کے بارے میں دانشمندوں کے ذکر کردہ اقوال میں تفکر کرتا رہے۔ اگر یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو جائیں تو ان کی جانب جانا مصلّے پر بیٹھے رہنے سے افضل ہے کیونکہ یہ دونوں باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر بھی ہیں اور اس پر عمل بھی اور ایک مخصوص صِفَت پر اس کی جانب جانے کا ایک بہترین ذریعہ بھی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ (پ۷، الانعام: ۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام۔

یعنی وہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے طالب ہیں۔

علم کی فضیلت

سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''جو شخص اپنے گھر سے علم حاصل کرنے کی نِیَّت سے نکلے تو واپس لوٹنے تک وہ راہِ خدا میں ہوتا ہے۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مَسْعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: ''عالِم بنو یا اس سے علم حاصل کرنے والا بنو یا اس کی بات سننے والا بنو اور چوتھا مت بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔'' [2]

فرشتے پر بچھا دیتے ہیں

سرکارِ والا تَبار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جو شخص گھر سے علم حاصل کرنے

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، الحدیث: ۲۶۴۷، ص۱۹۱۸ بدون سن بیتہ وغدا بدلہ خرج

[2] ......سنن الدارمی، المقدمۃ، باب فی ذھاب العلم، الحدیث: ۲۴۸، ج۱، ص۹۱

کے لئے نکلے واپس لوٹنے تک راہِ خدا میں ہوتا ہے اور جو اپنے گھر سے علم کی جُستجو میں نکلتا ہے فرشتے اُس کے اِس فعل سے راضی ہو کر اُس کے پاؤں تلے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور زمین کے چوپائے، آسمان کے فرشتے، ہوا کے پرندے اور پانی کی مچھلیاں سب اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔'' [1]

مجلسِ علم کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ذَر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ایک روایت میں ہے کہ علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نَفْل پڑھنے، ہزار جنازوں میں شرکت کرنے اور ہزار مریضوں کی عیادت کرنے سے بہتر ہے۔ عرض کی گئی: ''اور کیا قرآنِ کریم کی تلاوت سے بھی افضل ہے؟'' تو ارشاد فرمایا: ''کیا قرآنِ کریم کا بغیر علم کے پڑھنا بھی فائدہ دے سکتا ہے؟'' [2]

پس اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو بندے کا مذکورہ ذکر و فکر کی صورتوں میں سے کسی صورت پر عمل کرتے ہوئے اپنے مصلّے پر ہی بیٹھے رہنا یا ایسی مسجد میں جہاں باجماعت نماز پڑھی ہو یا اپنے گھر میں یا کسی خَلْوَت گاہ میں بیٹھ جانا سب سے زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''نمازِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک مسجد میں ہی بیٹھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے رہنا مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔'' [3]

حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نمازِ فجر ادا فرما لیتے تو نماز کی جگہ پر ہی تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ سورج طُلوع ہو جاتا۔ [4]

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، الحدیث: ۲۶۴۷، ص۱۹۱۸ بدون من بیتہ

سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث: ۲۲۳، ۲۲۶، ص۲۴۹۱ مفھوماً وبتغیر وبدون الطیر الھواء

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم......الخ، ج۱، ص۱۵۰

[3] ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث: ۳۶۶۷، ص۱۴۹۵

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب بدر، الحدیث: ۱۵۸۹۹، ص۳۸۶

[4] ......صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد، الحدیث: ۱۵۲۶، ص۷۸۲

ایک روایت میں ہے کہ (اس کے بعد) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے۔[1]

پس یہ مُستَحَب ہے اور نمازِ فجر کے بعد طُلوعِ آفتاب تک بیٹھے رہنے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرنے کی بہت بڑی فضیلت مروی ہے، ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے ابنِ آدم! نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد کی ساعتوں میں میرا ذکر کیا کر، میں ان دونوں اوقات میں تیرے لئے کافی ہوں گا۔''[2]

دن کا دوسرا وظیفہ

جب سورج بلند ہو کر خوب روشن ہو جائے تو نمازِ چاشت کی آٹھ رکعت ادا کرنا چاہئے اور یہی وہ وقت ہے جس کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا ہے:

یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ۙ﴿۱۸﴾ (پ۲۳، ص:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

طلوعِ آفتاب کے بعد افضل امور

نمازِ چاشت کے بعد یہ کام کرنے کی کوشش کرے:

- ......اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مریض ہے تو اس کی عیادت کرے۔
- ......اگر کوئی جنازہ آجائے تو اس میں شرکت کرے۔
- ......اگر کوئی نیکی و پرہیزگاری کے کام پر مُعاوَنَت چاہے تو اس میں کوشش کرے۔
- ......اگر کسی بھائی کو کوئی حاجت وضَرورت ہو تو اسے پورا کرے۔
- ......اگر کسی فَرِیْضہ کی ادائیگی لازم ہو تو فوراً اسے سرانجام دے۔
- ......اگر اسے کسی مُستَحَب کام کی فضیلت معلوم ہو تو اس کے رہ جانے سے پہلے پہلے اسے ادا کرلے۔

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب السفر، باب ما ذکر ما یستحب من......الخ، الحدیث: ۵۸۶، ص۱۷۰۳

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۴۰۱ محمد بن صبیح، الحدیث: ۱۱۹۸۹، ج۸، ص۲۳۳

صبح کے وقت ذکروفکر کے بعد سب سے افضل اعمال یہی ہیں۔نمازِ فجر سے فَراغت کے بعد جب سورج طُلوع ہوجائے اور مذکورہ اُمور میں سے کسی پرعمل کرنا ممکن نہ ہوتو پھر اُمورِ ذیل میں سے کسی پر عمل کرے:

❁......نَفْل نماز میں مشغول ہوجائے۔

❁......تلاوتِ قرآنِ کریم کرنے لگے۔

❁......مختلف مروی اذکار میں مشغول رہے،خواہ وہ فرض ہوں یا مُستَحَب۔

❁......اعمالِ گزشتہ میں اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے۔

❁......نفس کو آئندہ درپیش مشکلات سے باہر نکالنے کی کوشش کرے۔

❁......ہر حال میں اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی جانب متوجہ رہے۔

ان اُمور میں مصروف رہے یہاں تک کہ سورج کی روشنی خوب پھیل جائے یعنی خوب دن چڑھ آئے۔یہی دن کا دوسرا وظیفہ ہے اور یہی وہ چاشت کا وقت ہے جس کی قسم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان الفاظ میں یاد فرمائی ہے:

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰،الضحی:۱) ترجمۂ کنزالایمان: چاشت کی قسم۔

یعنی چاشت کے وقت سے مُراد وہ وقت ہے جب سورج کی گرمی وتپش سے پاؤں جلنے لگیں۔

جب بندے نے اس بات پر عمل کیا تو اس نے یقینی طور پر ان احکام کی پیروی کی جو اس کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ نے اس کی جانب نازل فرمائے ہیں۔کیونکہ اس نے کہا تھا:

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا (پ۲۰،النمل:۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت والا کیا ہے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے یہ حکم دیا:

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۸،الاعراف:۳) ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا۔

اور پھر بندے نے یہ کہا:

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ (پ۲۰،النمل:۹۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں۔

تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ ارشاد فرمایا:

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (پ۲۱،العنکبوت:۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

پس اس وقت نمازِ چاشت ادا کرنا افضل ہے اور اس کا حقیقی وقت وہی ہے جو اس کے نام یعنی ضُحٰی سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ سیّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: ''نمازِ چاشت کا وقت وہ ہے جب اونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔'' [1]

ایک بار سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے پاس تشریف لائے تو وہ نمازِ اِشراق ادا کر رہے تھے، پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا: ''خبردار! نمازِ اَوّابین (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہر وقت توبہ کرنے والوں کی نماز) کا وقت وہ ہے جب اونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔'' [2]

دن کا تیسرا وظیفہ

نمازِ چاشت کے بعد بندے کو چاہئے کہ یہ کام کرنے کی کوشش کرے:

❁...... مُستَحَب کاموں میں یا ❁...... مُباح روزی کمانے میں لگ جائے اور سچائی کے ساتھ تجارت کرے ❁...... یا خُلوص کے ساتھ کسی صَنْعَت کاری میں مصروف ہو جائے بشرطیکہ اسے اس کی ضَرورت ہو اور اتنا ہی کمائے جتنا اسے کافی ہو ❁...... اور سب سے کم تر کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے ❁...... یا سو جائے کہ ان دونوں میں گناہوں سے اور لوگوں سے میل جول سے مُحافَظَت پائی جاتی ہے۔

---

[1] ......مسند ابی عوانۃ، باب الترغیب فی الصلاۃ......الخ، الحدیث:۲۱۳۳، ص۱۳ الضحی بدلہ الاوابین

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث:۵۱۱۳، ج۵، ص۲۰۷ دون قولہ فنادی باعلی صوتہ

فتنہ کے زمانے میں نیند کی فضیلت

مروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں افضل ترین علم خاموشی اور افضل ترین عمل نیند ہوگا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے لئے سوجانا ہی سب سے بہتر ہے اور کاش کہ بندہ حالتِ بیداری میں بھی سونے والے کی طرح ہوجائے کیونکہ نیند میں بندہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جبکہ حالتِ بیداری میں مَعاصی سے محفوظ رہنا ایک مشکل اَمر ہے اور فضیلت صرف انہی صاحبِ فضل لوگوں کا حق ہے جو گناہوں سے محفوظ و مامون ہونے اور احسان اور فضل وکرم کے باعث عدل کرنے میں دوسروں سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس کا سبب کلام میں غلطیاں شامل ہونا، احوال میں آفات کا پایا جانا اور اعمال کا اخلاص سے خالی ہونا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو فارغ ہوں تو سلامتی حاصل کرنے کے لئے سوجائیں۔ [1]

بعض لوگوں کا سونا ہی سب سے بہتر کام ہوتا ہے اور کاش کہ بندے کی حالت بیداری میں بھی نیند جیسی ہوجائے کیونکہ وہ نیند میں گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس حالت میں اس کا سب سے افضل عمل بھی یہی ہے (یعنی گناہوں سے محفوظ رہنا) اور فضیلت کا حق بھی صرف انہی صاحبِ فضل لوگوں کو ہے جن کا مقام ومرتبہ گناہوں سے محفوظ وسالم رہنے اور احسان وکرم کا حق ادا کرنے سے مزید زیادہ ہوجاتا ہے۔ پس اگر کوئی بندہ اس وقت سوجائے تو یہ قیلولہ کرنے والے شخص کی سی نیند ہوگی اور اس وقت یعنی چاشت سے لےکر زوالِ شمس تک روزی کمانے کے اسباب پر بھی عمل کر سکتا ہے۔ پس یہ دن کا تیسرا عمل ہے۔

دن کا چوتھا وظیفہ

ہمیشہ نمازِ ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو کرلیا کرے۔ اگر دن کے اوقات میں اس وقت تک اس دن کی روزی وغیرہ بقدرِ ضرورت حاصل کر چکا ہو تو بازار چھوڑ دے اور گھر چلا جائے یا پھر اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے گھر (یعنی مسجد میں) بیٹھ جائے اور آخرت کا زادِراہ تیار کرنے کی خاطر عبادت میں مشغول ہوجائے۔ سَلَف صالحین کا یہی طریقہ

[1] ......عوارف المعارف، الباب الخمسون، ص ۲۳۰

رہا ہے۔ **مَنقول** ہے مومن صرف تین[3] جگہوں میں پایا جانا چاہئے: (۱) ایسی مسجد میں جسے آباد کر رہا ہو (۲) ایسے گھر میں جو اسے پردہ مُہیّا کرنے والا ہو (۳) کسی ایسے کام اور ضَرورت میں مگن ہو جسکے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔[1]

زوال کے بعد چار رکعتی نماز

زوال (یعنی نمازِ ظہر کا وقت شروع ہونے) کے بعد آسمان کے دروازے نمازیوں اور ذاکرین کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور مومنین کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یہ دن کا چوتھا وظیفہ ہے۔ لہٰذا زوال کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے جن میں سورۂ بقرہ یا دوسو آیتوں والی دوسورتیں یا پھر مَثانی[2] میں سے چار سورتیں پڑھے۔ ان میں طویل قِراءَت کرے اور بڑی خوبی سے ادا کرے اور دن کے اوقات میں ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جانے والی چار رکعتی نماز کی طرح اس نماز کو بھی ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کرے۔

اس وظیفہ کا وقت وہی دوپہر ہے کہ جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حمد کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۱، الروم:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

مکروہ اوقات

جب سورج عین سر کے اوپر ہو تو بندے کو چاہئے کہ نماز کی ادائیگی سے بچے، یہ زوالِ شمس سے پہلے کا وہ وقت ہے جب ہر شے کا سایہ سِمٹ کر اس کے پاؤں تلے ہوتا ہے۔ پس جب سایہ ڈھلنے لگتا ہے تو زوالِ شمس بھی شروع ہو جاتا ہے۔ استواءِ شمس موسمِ سرما میں دن کے چھوٹے ہونے اور سورج کے آسمان کے وَسْط سے ہٹ کر چلنے کی وجہ سے انتہائی کم ہوتا ہے، بلکہ سورج اس موسم میں اُفُق میں عرضاً چلتا ہے اور غُروب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس موسم میں استواءِ شمس کا اندازہ اسی حساب سے لگایا جا سکتا ہے جتنی مقدار میں قرآنِ کریم کے ایک پارے کی یا اس کے برابر

---

[1] ......مسند ابی الجعد، احیاء ابی الخطاب......الخ، الحدیث: ۱۰۵۱، ص ۱۶۳

[2] ......مُفَسِّرِ شَہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحمَةُ الْحَنَّان ''مِراٰةُ الْمَنَاجِیح'' جلد 3 صفحہ 288 پر فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اوّل قرآن کا نام مثانی ہے اس کے بعد مِئِین، پھر تواں یا توابع پھر مفصّل، سورۂ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے، مثانی سورت فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی۔

قِراءَت سے چار رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ دن کے تیسرے وظیفہ کے اختتام کا اصل وقت استواءِ شمس ہی ہے۔

اوقاتِ مکروہہ اور ان میں مستحب عمل

جب سورج عین سر کے اوپر ہو تو تلاوت کرنا،[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنا اور فکرِ آخرت کرنا مُستَحَب ہے۔

یہ وقت ان پانچ اوقاتِ مکروہہ[2] میں سے ایک ہے جن میں سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ باقی چار اوقات یہ ہیں: (۱) طُلوعِ شمس کا وقت۔ یہاں تک کہ سورج دو نیزوں کی مقدار دیکھنے والے کی نظر میں بلند ہو جائے (۲) غُروب کے قریب ہونے کا وقت۔ یہاں تک کہ سورج چھپ جائے (۳) نمازِ فجر کے بعد اور (۴) نمازِ عصر کے بعد۔

بہترین وقتِ عمل

بندے کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت کے درمیانی وقت کو نماز سے زندہ رکھے کیونکہ اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اعمال کا تزکیہ ہوتا ہے۔

نفل نماز میں پڑھی جانے والی آیاتِ مبارکہ

دن کے اوقات میں سب سے بہتر اوقات وہ ہیں جن میں فرائض ادا کئے جائیں۔ اگر کسی نے دونوں اذانوں کے درمیان تلاوتِ قرآن نہیں کی تو اس کے لئے مُستَحَب یہ ہے کہ وہ نَفل نماز میں ان آیاتِ کریمہ کی تلاوت کرے جن میں دعا ہے جیسا کہ سورۂ بَقَرہ، سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں اور مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ ہیں:

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 455 پر ہے ان (مکروہ) اوقات میں تلاوتِ قرآنِ مجید بہتر نہیں، بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔

[2] ......''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفحہ 454 پر حضرتِ علّامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوہیں سجدۂ تلاوت و سجدۂ سَہو بھی ناجائز ہے البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے حدیث میں اسکو منافق کی نماز فرمایا۔

﴿۱﴾ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ (پ۹، الاعراف:۱۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مِہر (رحم و کرم) کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

﴿۲﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا (پ۳، ال عمران:۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

﴿۳﴾ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ (پ۲۸، الممتحنة:۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

اگر ایسی آیاتِ کریمہ کی قِراءَت کرے جن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت، تسبیح اور اَسمائے حُسنٰی ہیں تو یہ زیادہ اچھا ہے، مثلاً سورۂ حَدِید کی ابتدائی اور سورۂ حشر کی آخری آیات، آیتُ الکرسی اور سورۂ اِخلاص کی تلاوت کرے تاکہ تلاوت اور دعا دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور نماز کے ساتھ ساتھ اَسمائے حُسنٰی کے ذریعے حمد و ثنا بھی ہو جائے۔ پھر نمازِ ظہر باجماعت ادا کرے اور نماز سے قبل چار اور بعد میں دو رکعت کے بعد پھر چار رکعت کبھی بھی ترک نہ کرے۔ یہ عمل دن کے چوتھے وظیفہ کی انتہا ہے اور تمام اوراد و وظائف میں سب سے زیادہ مختصر اور سب سے افضل ہے۔

دن کا پانچواں وظیفہ

اگر کوئی زوال سے قبل سو چکا ہو تو اب نہ سوئے، کیونکہ دن میں دو بار سونا ایسے ہی مکروہ ہے جیسا کہ شب بیداری نہ کرنے والے کے لئے دن میں سونا مکروہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے تین اسباب

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تین باتوں کی بنا پر ناراض ہوتا ہے: (۱) بغیر وجہ کے ہنسنا (۲) بغیر بھوک کے کھانا (۳) بغیر شب بیداری کئے دن کے وقت سونا۔[1]

[1] ……الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار معاذ بن جبل، الحدیث: ۱۰۲۲، ص ۲۰۲

آٹھ گھنٹے سونا مستحب ہے

اگرکوئی ظہر سے پہلے نہ سوئے تو بہتر یہ ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان سو جائے تا کہ اس سے شب بیداری پر قوت حاصل کر سکے کیونکہ ظہر کے بعد کی نیند آنے والی رات کے لئے ہوگی اور ظہر سے قبل کی گزشتہ رات کے لئے تھی اور اگر ہمیشہ شب بیداری کرتا ہو اور دن کے اوراد و وظائف بھی اس سے مُتَّصِل ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ظہر سے قبل سو جایا کرے تا کہ گزشتہ رات کی نیند پوری ہو جائے اور ظہر کے بعد بھی سوئے تا کہ آنے والی رات آسانی سے بسر ہو سکے۔ لیکن مُسْتَحَب یہ ہے کہ دن اور رات میں ۸ آٹھ گھنٹوں سے زائد نہ سوئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر دن اور رات میں اتنے گھنٹے آرام نہ کیا تو اس کا بدن کمزور ہو جائے گا کیونکہ نیند جسم کی غذا اور اس کی راحت ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ (پ۳۰، النبا: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

جس طرح کہ یہ فرمانِ عالیشان ہے:

وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۪﴿۱۱﴾ (پ۳۰، النبا: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔

لیکن اگر بیدار رہنا کسی کی عادت ہو تو پھر جاگتے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ عادت فطرت جیسا کام کرتی ہے اور عُرف سے خارج ہوتی ہے، لہٰذا کسی کی عادت پر قیاس نہ کیا جائے گا۔

ظہر و عصر کے درمیان اَسلاف کا طریقہ

ظہر و عصر کے درمیان نَفْل نماز پڑھنا رات کو نوافِل پڑھنے کی طرح ہے اور اسے **صَلٰوۃُ الْغَفْلَۃ** کہتے ہیں۔ ظہر اور عصر کے درمیان مسجد میں اعتکاف مُسْتَحَب ہے اور بُزُرگانِ دین اس وقت ذکر میں اس لئے مشغول رہتے کہ اعتکاف اور نمازِ عصر کے انتظار میں بیٹھنا دونوں عمل ایک ساتھ ہو جائیں۔ چنانچہ **مَنْقُول** ہے کہ ظہر و عصر کے درمیان کوئی مسجد میں داخل ہوتا تو شہد کی مکھیوں کی بِھنْبِھناہٹ کی طرح نمازیوں کی تلاوت کی ہلکی ہلکی آوازیں سنتا۔

اگر کسی کا گھر عبادت اور دل جمعی کے لئے زیادہ محفوظ ہو تو وہاں آ جائے کیونکہ جو جگہ زیادہ محفوظ و سالم ہو وہی عبادت کے لئے افضل ہوتی ہے۔ تیسرا وظیفہ (جو چاشت سے لے کر زوال تک ہے) اس پانچویں سے بہتر ہے، کیونکہ

بندہ اس میں رات کے رہ جانے والے معمولات سرانجام دے سکتا ہے۔ ان دونوں اوقات کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں لوگ عام طور پر طلبِ دنیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے حُصول میں مگن ہوتے ہیں اور بیدار دل کا مالک اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی حاضری کے لئے ان دونوں اوقات میں فارغ ہوتا ہے اور راحت وسکون پاتا ہے اور عامل اپنے عمل، توجہ اور فَراغت کی حلاوت ولذّت حاصل کرتا ہے۔ نیز مخلوق سے کنارہ کش ہونے اور اپنے خالق عَزَّوَجَلَّ سے لَو لگانے کے سبب برکت اور فضل بھی پاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں سے ایک کا ذکر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

وظائف کے اوقاتِ قضا

مذکورہ آیتِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا قائم مَقام بنایا ہے، دونوں فضیلت میں ایک دوسرے کے نائب ہیں، پس اگر رات کے کچھ معمولات رہ جائیں تو دن کے اِن دو۲ اوقات میں اُن کی قضا کی جاسکتی ہے: یعنی پہلا وقت چاشت تا زوال اور دوسرا ظہر تا عصر ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ دن چونکہ رات کا قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا جس کے رات کے کچھ معمولات رہ جائیں وہ دن کے کسی بھی وقت ان کی قضا کر لے اور جس کے دن کے کچھ معمولات رہ جائیں وہ رات میں ان کی قضا کرلیا کرے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے نائب ہیں۔ الغرض جو عمل کسی ایک وقت میں نہ ہو سکے دوسرے وقت میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

ذکر اور شکر

ذکر، دل کے تمام اعمال کا ایک جامع نام ہے مثلاً مقاماتِ یقین، عُلومِ غیبیہ کا مُشاہَدہ وغیرہ اور شکر کا اطلاق شریعتِ اسلامیہ کے ان تمام اعمال پر ہوتا ہے جو ظاہری اعضاء کے ذریعے سرانجام پاتے ہیں اور یہ دونوں یعنی ذکر و شکر مکمل طور پر بندے کا عمل اور اس کی عبادت کی حقیقت ہیں۔ انہی دونوں کا اظہار حضرت سیدنا موسیٰ **کلیمُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ربِّ جلیل عَزَّوَجَلَّ سے کیا تھا جسے ان آیاتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے:

کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۴﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۳۳، ۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: کہ ہم بکثرت تیری پاکی بولیں اور بکثرت تیری یاد کریں۔

اس آیتِ مبارکہ میں ظاہر و باطن سے ادا ہونے والے ذکر و تسبیح کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔

یہ پانچواں وظیفہ ظہر و عصر کے درمیان کا ہے جو اوقاتِ دن میں سب سے زیادہ طویل ہے اور عبادت کے لئے اس کا وقت بھی سب سے زیادہ کارآمد ہے، نیز یہ وقت تیسرے وظیفہ سے بھی طوالت میں زائد ہے اور یہی دن کا اَصِیل (شام کا وقت) بھی ہے۔

یہ وقت شام کے ان اوقات میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے کہ اس وقت ہر شے سجدہ ریز ہوتی ہے، نیز اس وقت کو صبح کے اوقات کے ساتھ ذکر کیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ لِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡہًا وَّ ظِلٰلُہُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ (پ۱۳، الرعد: ۱۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

یہ بات کتنی بری ہے کہ بے جان ومُردہ اشیاء تو اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں اور اس کے ذکر میں مشغول ہوں لیکن جیتا جاگتا انسان اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہو۔

دن کا چھٹا وظیفہ

اس کے بعد نمازِ عصر سے قبل چار رکعت ادا کرے اور اَذان و اِقامت کے درمیان نماز کو غنیمت جانے جیسا کہ ابھی پانچویں وظیفہ میں تذکرہ ہوا کہ اس میں ایک مقبول ساعت ہے۔ پس جب وقتِ عصر شروع ہوتا ہے تو دن کے چھٹے وظیفے کا وقت بھی شروع ہو جاتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کا تذکرہ پارہ 30 سورۂ عصر کی پہلی آیتِ مبارکہ ﴿وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾﴾ میں قسم کے ساتھ فرمایا ہے۔ آیتِ کریمہ کی ایک تفسیر کے مطابق یہاں وقتِ عصر مُراد ہے اور قرآنِ کریم میں ﴿اصال﴾ کے متعلق مروی ایک قول میں یہی وقت مراد ہے، نیز اس وقت کو عَشِی کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے کہ جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تنزیہ اور حمد بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ ۲۱، الروم:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

اس وظیفہ میں اَذان واِقامت کے مابین چار رکعت (سُنَّتِ غیر مُؤَکَّدہ) کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے، البتہ نمازِ عصر کے بعد جو چاہے ظاہری و باطنی عبادت کرے، خواہ ایسا کرنا اس پر فرض ہو یا مُستحب۔ افضل یہ ہے کہ غور وفکر اور تَرتیل کے ساتھ (یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر) قرآنِ کریم کی تلاوت کرے اور مُتَشابہ آیات میں مَنْقول تاویلات کو پیشِ نظر رکھے۔

دن کا ساتواں وظیفہ

جب سورج زردی مائل ہو جائے اور اس کی حرارت ختم ہو جائے اور وہ دیواروں کے اَطراف اور درختوں کے سَروں کی مقدار بلند رہ جائے یعنی اس کی حالت طُلوع جیسی ہو جائے تو یہ وقت دن کے ساتویں وظیفے کے آغاز کا ہے۔ اس وقت ذکر وتسبیح اور تلاوت واِسْتِغْفار وغیرہ کرے یہاں تک کہ سورج غُروب ہو جائے۔

طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت افضل عمل

اس وقت اور اس جیسے یعنی ابتدائے دن کے وقت سب سے افضل عمل یہ کہنا ہے:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِذَنْۢبِیْ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بِحَمْدِ رَبِّیْ﴾

ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ۔

یہ اس لئے پڑھے تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا) اور اِسْتِغْفار (مَغْفِرت چاہنا) دونوں ایک ہی کلمے میں جمع ہو جائیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ (پ ۲۴، المؤمن:۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

اور اگر یہ استغفار پڑھے تو بھی بہتر ہے کیونکہ اس کی فضیلت آثار میں مروی ہے: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ وَاَسْاَلُهُ التَّوْبَةَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ﴾ ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو خود زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور اس سے توبہ کا سوال کرتا ہوں، پاک ہے عظمتوں والا اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ۔

سب سے بہتر استغفار وہ ہے جو اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہو جیسا کہ قرآنِ کریم میں اس کی مثالیں موجود ہیں:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ التَّوَّابَ الرَّحِیْمَ. رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ. فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا. وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ﴾

ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کیونکہ وہی غفار ہے، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش چاہتا ہوں کیونکہ وہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی چاہتا ہوں کیونکہ وہی غفور ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت چاہتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے، اے میرے پَرْوَرْدگار! مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے، پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

اس وظیفہ کی فضیلت بھی وہی ہے جو طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک کے وظیفہ کی ہے۔ یہی شام کا وہ وقت ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی پاکی بیان کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، الروم:۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

یہاں فعل (سَبِّحُوْا یعنی پاکی بولو) کی جگہ اسم (سُبْحَان یعنی پاک) ذکر فرمایا گیا ہے اور یہی وقت دن کا دوسرا کنارہ ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پاکی بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

غروب آفتاب سے پہلے کے مستحب معمولات

سورج غروب ہونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھنا مُسْتَحَب ہے:

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾، ﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی﴾ اور مُعَوَّذَتَیْن (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس)۔

جب سورج غُروب ہو رہا ہو تو استغفار پڑھنا چاہئے کہ اس وقت یہی ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر وہ تسبیح وحمد اور دعا و ذکر جو دن کی ابتدا میں طُلوعِ آفتاب کے وقت مُسْتَحَب ہے اسے غُروب آفتاب سے قبل پڑھنا بھی مُسْتَحَب ہے

کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں اوقات کا تذکرہ ایک ساتھ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۰)
ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے ربّ کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

﴿2﴾ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۰)
ترجمۂ کنز الایمان: اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

﴿3﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ (پ۲۴، المؤمن:۵۵)
ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

﴿4﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ (پ۳۰، الفلق: ۱ تا ۳)
ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بہتر یہ ہے کہ بندہ اس وقت دوبارہ وہی اوراد و وظائف پڑھ لے جن کا تذکرہ ہم نے پہلے وظیفے میں کیا ہے۔

اذانِ مغرب و فجر کے بعد کی دعا

مغرب کی اذان کے بعد یہ پڑھئے:

﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ وَحُضُوْرُ صَلَاتِكَ وَشُهُوْدُ مَلٰٓئِكَتِكَ، صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ﴾

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے آنے اور دن کے جانے کا ہے اور تیری دعوت دینے والوں کی آوازوں (یعنی اذانوں)، نماز اور فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے، پس اے میرے پَرْوَرْدگار! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور انہیں وسیلہ و فضیلت کا مقام عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ پڑھئے جیسا کہ حدیثِ پاک میں مروی ہے: ﴿رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا

وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا﴾ [1] ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔

اذانِ فجر کے بعد وہی الفاظ پڑھیے جو اذانِ مغرب کے بعد پڑھے جاتے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ﴾ کے بجائے یہ پڑھا جائے: ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِدْبَارُ لَيْلِكَ وَاِقْبَالُ نَهَارِكَ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے جانے اور دن کے آنے کا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ مذکورہ دعا صرف نمازِ مغرب کے متعلق مروی ہے۔

معمولاتِ اسلاف کی کیفیت

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن شام کے وظائف میں انتہائی شِدّت سے کام لیتے اور بعض دن کے ابتدائی وظائف میں سختی کرتے تھے اور بعض کے متعلق مَنْقول ہے کہ وہ دن کے ابتدائی حصّے کو دنیاوی معاملات کے لئے اور آخری حصّے کو آخرت کے لئے مقرّر فرماتے۔ [2]

پس جب سورج چُھپ جائے تو دن کے سات اوراد و وظائف کا وقت بھی ختم ہو گیا۔

مقامِ فکر

اے بندۂ مسکین! ذرا غور کر کہ تو نے اس دن میں کیا پایا؟ کیا کھویا؟ اور نجانے تیرے متعلق کیا فیصلہ ہوا؟ تیری عمرِ عزیز کا ایک حصّہ ختم ہو گیا اور تیری زندگی کے اَیّام میں سے ایک دن خَتْم ہو گیا۔ (اب سوچ کہ) تو نے کتنا سفر طے کر لیا؟ اور جو دن کم ہو گیا ہے اس میں اگلے دن کے لئے کیا بچایا؟

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: ''لوگ اس حال میں صبح کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کو (نارِ دوزخ سے) آزاد کر دیتے ہیں یا پھر اسے گروی رکھ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔'' [3]

---

[1] ……کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند الاذان، الحدیث: ۴۳۵، ص ۱۵۴
سنن النسائی، کتاب الاذان، باب الدعاء عند الاذان، الحدیث: ۶۸۱، ۶۸۰، ص ۲۱۳۰

[2] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد، بیان اعداد الاوراد، ج ۵، ص ۴۵۳

[3] ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث: ۱۴۴۴۸، ج ۵، ص ۶۴ مفہوماً

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قول کی تصدیق میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰىﭤ ﴿۴﴾ (پ۳۰، اللیل: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

اسی قسم کا مفہوم اس فرمانِ عالیشان میں بھی ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌۙ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِﭤ ﴿۳۹﴾ (پ۲۹، المدثر: ۳۸، ۳۹) ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔ مگر دہنی طرف والے۔

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظّم ہے: ''میرے اس دن میں کوئی برکت نہیں جس دن مَیں خیر و بھلائی کے امور میں زیادتی نہ کروں۔'' [1]

ایک روایت میں تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس کے دو دن ایک جیسے ہوں تو وہ دھوکا کھایا ہوا شخص ہے اور جس کا آج گزشتہ دن سے بُرا ہو تو وہ محروم ہے۔'' [2]

اس کے بعد رات کے پانچ اوراد و وظائف شروع ہو جائیں گے، لہٰذا اے بندۂ خدا! دن کے اوقات میں اگر کوئی وظیفہ رہ گیا ہے تو رات کے اوقات میں ادا کرلے۔

حضرت سیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر موٹے بہت زیادہ کھانے والے، مغرور بخیل، بازاروں میں شور کرنے والے، رات کے مردار (یعنی عبادت نہ کرنے والے)، دن کے گدھے (یعنی گدھے کی طرح دنیا میں لگے رہنے والے)، اُمورِ دنیا سے باخبر اور اُمورِ آخرت سے بے خبر بندے کو ناپسند فرماتا ہے۔'' [3]

---

[1] ......نوادر الاصول للحکیم، الاصل الثامن والخمسون، فی اخلاق المعرفۃ، ج ۴، ص ۶ خیر أبدلہ علماً

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۵۹۱۰، ج ۳، ص ۶۱۱

[3] ......السنن الکبری للبیہقی، کتاب الشہادات، باب مکارم الاخلاق، الحدیث: ۲۰۸۰۴، ج ۱۰، ص ۳۲۷

فصل 8

رات کے معمولات

رات میں کل پانچ وظائف ہیں۔

رات کا پہلا وظیفہ

رات کے پہلے وظیفے اور عمل کی ابتدا نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کرنے سے ہوتی ہے۔ مُستحب یہ ہے کہ ان کی ادائیگی سے قبل کسی سے بات نہ کی جائے۔ پہلی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے اور نمازِ مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے قبل ان دو رکعتوں کی ادائیگی میں جلدی کرے۔

نمازِ مغرب کی دوسنتوں میں جلدی کرنا

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''مغرب کے بعد دو رکعتوں کی ادائیگی میں جلدی کیا کرو، اس لئے کہ یہ دو بھی نمازِ مغرب کے ساتھ ہی بلند ہوتی ہیں۔''[1]

مغرب کی سنتیں گھر میں ادا کرنا

اگر کسی کا گھر قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دو رکعتوں کو گھر میں ادا کرے اور بقیہ چار رکعت طویل پڑھے۔ البتہ! حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: ''مُستحب ہے کہ بندہ یہ دو رکعت گھر میں ادا کرے۔'' وہ خود بھی ایسا ہی کیا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ سُنَّت ہے۔[2]

مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دو رکعت مسجد کے ایک طرف واقع اپنے کاشانۂ اَقدس (یعنی گھر) میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ رکعتیں مسجد میں بھی ادا فرمائی ہیں۔

---

[1] ......مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب السنن وفضلھا، الحدیث: ۱۱۸۵، ج ۱، ص ۲۳۴

[2] ......سنن النسائی، کتاب الامامۃ، باب الصلاۃ بعد الظھر، الحدیث: ۸۷۴، ص ۲۱۴۳

شفق ثانی سے مراد

اس کے بعد مغرب اور عشا کے درمیان شَفَقِ ثانی [1] غُروب ہونے تک جس قدر ممکن ہو نَفل نماز پڑھتا رہے اور یہی عشا کا وقت ہے۔

مذکورہ وقت کا قرآنِ کریم میں تذکرہ

یہ رات کے وظائف میں سے پہلے وظیفہ کا اختتامی وقت ہے اور اس وقت نماز پڑھنا رات کی ساعتوں ہی میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ یہ رات کی ان ساعتوں میں سے پہلی ساعت ہے جن کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یوں فرمایا ہے:

﴿1﴾ **وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ** (پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی گھڑیوں میں اسکی پاکی بولو۔

﴿2﴾ **فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ** (پ۳۰، الانشقاق:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

یہاں مغرب وعشا کا درمیانی وقت مُراد ہے، یہ صَلَاۃُ الْاَوَّابِیْن کا وقت ہے اور اسے صَلَاۃُ الْغَفْلَۃ بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿**تَتَجَافٰی جُنُوْبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ** (پ۲۱، السجدۃ:۱۶)﴾ [2] سے مراد مغرب اور عشا کی درمیانی نماز ہے۔

نمازِ مغرب وعشا کے درمیان سونا

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جب مغرب اور عشا کے درمیان سو جانے والے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسا نہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسی ساعت ہے جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے قیام کرنے کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿**تَتَجَافٰی جُنُوْبُہُمْ عَنِ**

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 55 پر ہے: شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے۔

الْمَضَاجِعِ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶)﴾ یعنی وہ مغرب وعشا کے درمیان نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

صلاۃُ الْاَوَّابین کی فضیلت

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس سے مُراد مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھنا ہے۔'' [1] اور ایک روایت میں ارشاد فرمایا: ''تم پر مغرب اور عشا کی درمیانی نماز کی حفاظت لازِم ہے، کیونکہ یہ نماز اوّل دن کی لَغْویات کو ختم کرتی ہے اور آخر دن کو مُہَذَّب بناتی ہے۔'' [2]

مُراد یہ ہے کہ یہ نماز بندے سے باطِل اور لَہْو ولَعِب دور کر دیتی ہے اور بندے کے باطِن کو پاکیزہ بناتی ہے۔ اس وقت میں یعنی مغرب وعشا کے دوران مسجد میں نماز اور تلاوتِ قرآنِ کریم کی غرض سے اعتکاف کرنا مُسْتَحَب ہے کہ اس کی فضیلت بھی مروی ہے، ہاں اگر مسجد میں کسی لغو کام میں مُبْتَلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اس کا گھر ان اُمور سے بچنے کے لئے زیادہ محفوظ ہو تو جو جگہ زیادہ محفوظ ہو وہی زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے۔

رات کا دوسرا وظیفہ

اس کے بعد نمازِ عشا سے قبل چار رکعت اور اس کے بعد پہلے دو پھر چار رکعت ادا کرے۔

عشا کے بعد گھر میں چار رکعت پڑھنے کی فضیلت

مَنْقول ہے کہ نمازِ عشا کے بعد گھر میں چار رکعت ادا کرنا شبِ قَدْر میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے چار رکعت ادا فرمایا کرتے۔ [3]

حضرت سیِّدُنا **عبدُ اللّٰہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر فرض نماز کے بعد اتنی ہی تعداد میں رکعتیں ادا کرنے کو ناپسند جانتے۔ چنانچہ بُزُرگانِ دین اس بات کو مُسْتَحَب خیال کرتے کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت ادا کرنے کے بعد پھر

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب التہجد وقیام اللیل، الحدیث: ۴۹۱، ج ۱، ص ۳۴۵

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۰۲۹، ج ۳، ص ۱۸ تھذب بدلہ مھدنۃ

[3] ......عوارف المعارف، الباب السابع والاربعون فی ادب الانتباہ من النوم والعمل باللیل، ص ۲۱۶

چاؔر رکعت ادا کی جائیں۔[1]

اگرکوئی ان چاؔر رکعتوں میں درج ذیل آیاتِ کریمہ پڑھے تو یہ زیادہ بہتر ہے:

(۱)......پہلی رکعت میں آیت الکرسی اور اس کے بعد والی دو۲ آیات (۲)......دوسری رکعت میں سورۂ بَقرہ کی آخری آیت سے پہلی دو۲ آیتیں (۳)......تیسری رکعت میں سورۂ حَدِید کی ابتدائی چھ۶ آیات اور (۴)...... چوتھی رکعت میں سورۂ حشر کی آخری تین۳ آیتیں۔

صلاۃ اللیل کی رکعات کی تعداد

اگر ان چاؔر رکعتوں کے بعد مزید تیرہ۱۳ رکعتیں بشُمول وتر ادا کرے تو زیادہ پسندیدہ بات ہے کیونکہ اکثر روایات میں ہے کہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت اتنی مقدار میں نماز ادا فرمایا کرتے، ہاں ایک روایت میں ستّرہ۱۷ رکعتیں بھی مروی ہیں۔ مگر مشہور یہی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گیارہ۱۱ یا تیرہ رکعت ادا فرمایا کرتے تھے، ہوسکتا ہے کہ بعض نے فجر کی دو۲ رکعت سُنّتوں کو بھی ساتھ میں شُمار کرلیا ہو (اور اس طرح تعداد تیرہ۱۳ ہوگئی ہو)۔

صلاۃ اللیل میں مستحب قراءت

صلاۃُ اللّیل میں درج ذیل تین سو یا اس سے زائد آیات تلاوت کرنا مُسْتَحَب ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو غافلین میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کا شمار عابدین میں ہوگا۔ چنانچہ **مَنْقُول** ہے کہ عقل مند و دانا افراد رات کے ابتدائی اوقات اختیار کرتے ہیں اور قوی و توانا افراد اپنے اوراد و وظائف رات کے آخری حصّے میں ادا کرتے ہیں۔[2]

❁......اگر کوئی سورۂ فُرقان اور سورۂ شُعَراء تلاوت کرے تو بہتر ہے کیونکہ ان کی آیات 300 ہیں۔

❁......اگر ان آیاتِ مبارکہ کی تلاوت نہ ہو سکے تو طوال مُفَصَّل[3] میں سے ایسی پانچ۵ سورتیں پڑھ لے جن کی آیات

---

[1]......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع الامامۃ، باب من کرہ ان یصلی......الخ، الحدیث: ۴، ج ۲، ص ۱۱۱

[2]......المطالب العالیۃ، کتاب النوافل، باب الوتر، الحدیث: ۶۴۸، ج ۲، ص ۲۶۸ مفہوماً

[3]......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِشریعت'' جلد اوّل صفحہ 546 پر حضرت علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تین۳ حصّے ہیں، سورۂ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے آخر تک قصار مفصل۔

300 ہوں یعنی سورۂ واقعہ، سورۂ نون، سورۂ حاقّہ، سورۂ مُدثِّر اور سورۂ سَاَلَ سَآئِلٌ (یعنی سورۂ معارج)۔

......اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر سورۂ طارق سے لے کر سورۂ ناس تک پڑھ لے کیونکہ یہ بھی تقریباً 300 آیات ہیں۔

...... یہ مناسب نہیں کہ بندۂ مومن نمازِ عشا کے بعد مذکورہ رکعات میں اتنی مقدار تلاوت کرنے سے قبل سو جائے اور اگر کوئی نمازِ عشا کے بعد سونے سے قبل ایک ہزار آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرے تو وہ کامل فضیلت پانے والا ہوگا اور اس کے لئے ایک قِنطار (ایک وزن ہے جو مختلف ملکوں میں مختلف ہوتا ہے) اجر لکھا جائے گا۔ نیز اسے قَانِتِین (اطاعت گزاروں) میں شمار کیا جائے گا۔

......حروف کی زیادتی کی وجہ سے لمبی آیات کی تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے اور اگر کوئی سُستی کی وجہ سے چھوٹی آیات پر اِکتِفا کرلے تو بھی ہزار کی تعداد پوری ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل کرلے گا۔ سورۂ مُلک سے لے کر آخر قرآن تک ایک ہزار آیات بن جاتی ہیں۔

......اگر یہ تلاوت نہ کر سکے تو پھر ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ دوسو پچاس (۲۵۰) مرتبہ تیرہ ۱۳ رکعتوں میں پڑھ لے۔ کیونکہ اس طرح بھی ایک ہزار آیات مکمل ہو جائیں گی، اس کی بھی بہت فضیلت مروی ہے۔ چنانچہ،

حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ جو سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔

رات کے وقت تلاوتِ قرآنِ کریم میں سنت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روزانہ تلاوت کی جانے والی سورتوں کے بارے میں تین احادیث مروی ہیں: (۱)......سب سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ سوتے یہاں تک کہ سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک تلاوت فرما لیا کرتے۔ [1] (۲)......اس کے بعد جو روایت زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمَر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [2] اور

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب فضائل القران، باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک، الحدیث: ۲۸۹۲، ص ۱۹۴۲

[2] ......المرجع السابق، باب قراءۃ سورۃ بنی اسرآئیل......الخ، الحدیث: ۲۹۲۰، ص ۱۹۴۵

(۳)......تیسری روایت جو اسی قدر مشہور ہے اس میں ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رات **مُسَبِّحَات**[1] سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ ان سورتوں کی تلاوت کرنا ایک ہزار آیات کی تلاوت سے بہتر ہے۔[2]

ایک قول کے مُطابق عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام نے ان کو چھ شمار کیا ہے اور ان میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ کا اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ کو پسند فرمایا کرتے تھے جو اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر اس کی قِراءَت فرمایا کرتے۔[3]

پس بندے کو چاہئے کہ رات کو ان چار سورتوں کی قِراءَت کبھی بھی ترک نہ کرے: (۱) سورۂ یٰس (۲) سورۂ لقمان (۳) سورۂ دخان اور (۴) سورۂ ملک۔ اگر ان کے ساتھ سورۂ واقعہ، سورۂ صف، سورۂ حاقّہ اور سورۂ زُمَر بھی ملا لے تو بہت ہی اچھا اور مُسْتَحْسَن ہوگا۔

نمازِ وتر

اب اگر کوئی شخص نمازِ تہجد کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت کی بنا پر وتر ادا کر لے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ **سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے وصیت کی کہ میں وتر پڑھے بغیر نہ سویا کروں۔[4]

---

[1]......مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان "مراۃ المناجیح" جلد 3 صفحہ 247 پر **مُسَبِّحَات** کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جن سورتوں کے اول میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ یا سُبْحٰنَ ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں سورۂ اسراء، حدید، حشر، صف، جمعہ، تغابن، اعلیٰ۔

[2]......جامع الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب سورۃ بنی اسرآئیل......الخ، الحدیث: ۲۹۲۱، ص ۱۹۴۵

[3]......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی، الحدیث: ۷۴۲، ج ۱، ص ۲۰۶

[4]......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام البیض......الخ، الحدیث: ۱۹۸۱، ص ۱۵۵ مفہوماً

اگر نمازِ تہجد کا عادی ہو تو نمازِ تہجد کے آخر تک وتر مؤخر کرنا افضل ہے یا پھر وقتِ سحر تک بھی مؤخر کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ صلاۃُ اللَّیل دو دو رکعت ہے اور جب صبح ہونے میں وقت تھوڑا رہ گیا ہو تو دو رکعتوں میں مزید ایک رکعت ملا کر وتر بنا دے۔ [1]

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی روایت میں ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے ابتدائی، درمیانی اور آخری حصّے (یعنی تینوں اوقات) میں وتر پڑھے ہیں یعنی وتر کا آخری وقت سحر تک ہے۔ [2]

اگر وتر پڑھ کر سو گیا تھا اور پھر نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہوا تو اب دوبارہ وتر نہ پڑھے بلکہ وہی پہلے وتر ہی حدیثِ پاک کی وجہ سے اس کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ ''ایک رات میں دو وتر نہیں۔'' [3]

وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وتر کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ [4]

پس چاہئے کہ ان دو رکعتوں میں بیٹھ کر سورۂ زِلْزال اور سورۂ تکاثُر پڑھے، اس بارے میں دو احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دو رکعتوں میں یہی دو سورتیں تلاوت فرمایا کرتے کیونکہ ان سورتوں میں خوفِ الٰہی اور وعظ ونصیحت ہے اور دوسری روایت میں (سورۂ تکاثر کی جگہ) ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھنا مروی ہے کیونکہ سورۂ کافرون میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ سے براءت اور عبادت کا صرف اللہ وَحْدَہٗ لاشَرِیک کے لئے ثابت ہونا ہے۔ [5]

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھا کرتے اور آپ

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، کتاب الوتر، باب ماجاء في الوتر، الحدیث: ۹۹۰، ص ۷۸

[2] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات......الخ، الحدیث: ۱۷۳۷، ص ۷۹۴

[3] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب في نقض الوتر، الحدیث: ۱۴۳۹، ص ۱۳۳۰

[4] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۱۳۴، ج ۶، ص ۹۷

[5] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۲۶۷

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو سوتے وقت اس کے پڑھنے کی وَصِیَّت بھی فرمائی۔ ①

جو صلوٰۃُ اللَّیل کا عادی نہ ہو اور جس پر نیند غالب آ جاتی ہو اس کے لئے ضَروری ہے کہ سونے سے قبل وتر پڑھ لے اور جو طلوعِ فجر سے قبل نمازِ تہجد کا عادی ہو تو بہتر ہے کہ وتر مؤخر کردے۔ وتر کے سلام کے بعد یہ دعا تین۳ مرتبہ مانگنی چاہئے:

﴿سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، رَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوْحِ، جَلَّلْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْعَظَمَةِ وَالْجَبَرُوْتِ وَتَعَزَّزْتَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَّرْتَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ﴾ ②

ترجمہ: پاک ہے بادشاہ جو فرشتوں اور روح کا پَرْوَرْدگار ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے آسمانوں اور زمین کو اپنی عظمت و جَبَروت کے ساتھ ڈھانپ لیا اور تو اپنی قدرت سے غالب ہوا اور بندوں پر تو نے ہی موت مُسَلَّط فرمائی۔

یہ رات کا دوسرا وظیفہ ہے جس کا وقت نمازِ عشا کے بعد لوگوں کے سونے تک ہے، جس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں قسم کے ساتھ کچھ یوں فرمایا ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور (مجھے قسم ہے) رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: رات کی اندھیری تک۔

رات کی نیند کی اہمیت

اس کے بعد اگر چاہے تو سو جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ باوضو ذکر کرتا ہوا سوئے۔ بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے متعلق مروی ہے کہ جب نیند غالب آتی تب ہی سوتے اور جان بوجھ کر سونے کو یعنی عادت بنا لینے کو ناپسند خیال کرتے اور بعض اس لئے سوتے تاکہ نیند سے رات کے درمیانی اور آخری حِصَّہ میں نماز پڑھنے پر قوت و توانائی حاصِل کر سکیں کیونکہ اس کی فضیلت مروی ہے اور بعض اس وقت سوتے جب نیند کے غَلَبہ کی بِنا پر نماز اور ذکر سے عاجز آ جاتے۔

---

① ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۳۷۰۸، ج۴، ص۸۱

السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب قراءۃ قل یایھا الکافرون، الحدیث: ۱۰۶۳۶، ج۶، ص۲۰۰ مفھوماً

② ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الھمزۃ، الحدیث: ۳۸۳۴، ج۲، ص۵۳ ......المحاسبۃ، الجزء الثانی عشر، الحدیث: ۱۶۴۸، ج۲، ص۱۵۴

اَلبتّہ! سُنَّت یہ ہے کہ اس وقت سویا جائے جب کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیٹھ کر سونے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ (1)

ایک مرتبہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کو مشقت میں مبتلا نہ ہوا کرو۔'' (2)

ایک بار رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ فُلاں عورت رات کے وقت نماز پڑھتی رہتی ہے اور جب اس پر نیند غالب آتی ہے تو خود کو رسی سے باندھ لیتی ہے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''رات کے وقت تم میں سے ہر ایک کو اپنی طاقت کے مطابق نماز پڑھنی چاہئے اور جب اس پر نیند غالب آ رہی ہو تو اسے چاہئے کہ سو جائے۔'' (3)

نیز سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتنا ہی بوجھ اٹھایا کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنا فضل نہیں روکتا جب تک کہ تم اکتا نہ جاؤ۔ (4)

ایک بار حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ فُلاں شخص بغیر سوئے رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور ہمیشہ روزے سے رہتا ہے کبھی بغیر روزہ نہیں رہتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِس دین کی سب سے اچھی بات وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزہ بھی رہتا ہوں، پس یہی میری سنّت ہے۔ جس نے میری سنّت کو ترک کیا وہ مجھ سے نہیں۔'' (5) ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس دین میں سختی مت پیدا کرو، یہ پختہ و پائیدار ہے، لہٰذا جو اس میں سختی کرے گا یہ اس پر غالب آ جائے گا، نیز خود کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت

---

(1) ......تفسیر روح البیان، پ ۲۹، المزمل، تحت الایۃ ۲۰، ج ۱۰، ص ۲۲۰

(2) ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۷۶۲۰، ج ۵، ص ۶۰

(3) ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ، الحدیث: ۱۱۵۰، ص ۸۹ مفھوماً

(4) ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب مایومر بہ من القصد فی الصلاۃ، الحدیث: ۱۳۶۸، ص ۱۳۲۵

(5) ......صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، الحدیث: ۵۰۶۳، ص ۴۳۸

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محجن بن الادرع، الحدیث: ۱۸۹۹۸، ج ۷، ص ۱۴

سے مُتَنَفِّر نہ کرو۔‘‘ ①

رات کا تیسرا وظیفہ

تیسرے وظیفے کا وقت لوگوں کے سوکر اٹھنے کے بعد ہے یعنی تہجد کا وقت، اس کا تذکرہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کیا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴿ق﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور رات کے کچھ حصّہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۷۹)

تہجد کا وقت نیند کے بعد ہی ہوتا ہے اور اس نیند سے مُراد وہی ھُجوع ہے جس کا تذکرہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کے اوقات میں نماز پڑھنے والوں کے متعلق ان الفاظ میں کیا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ ترجمۂ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے۔ (پ۲۶، الذاریات: ۱۷)

یہ وظیفہ رات کے تمام وظائف میں وسط کی حَیثیّت رکھتا ہے جس طرح دن کے وظائف میں درمیانی وظیفہ سب سے افضل ہے اسی طرح یہ بھی رات کے وظائف میں سب سے افضل ہے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کی قسم یاد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ (پ۳۰، الضحی: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی (قسم) جب پردہ ڈالے۔

ایک قول کے مطابق رات کے پردہ ڈالنے سے مُراد اس کا ٹھہر جانا ہے یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا باقی ہر شے رات کے وقت سوجاتی اور غافل ہوجاتی ہے، کیونکہ وہ پَرْوَرْدگار ایسا زندہ ہے کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

قبولیت دعا کا وقت

نبیوں کے تاجور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ رات کے کس حصّے میں دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو

---

① ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصیام، القصد فی العبادۃ، الحدیث: ۳۸۸۵، ۳۸۸۲، ج۳، ص۴۰۱
صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الدین، الحدیث: ۳۹، ص۵

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کے درمیانی (یعنی آدھی رات کے بعد والے) حصے میں۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عرض کی: ''اے میرے پَرْوَرْدگار! مجھے تیری عبادت پسند ہے، تو کس وقت قبول فرماتا ہے؟'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''اے داود! رات کے ابتدائی حصّے میں عبادت کرو نہ آخری حصّے میں، کیونکہ جو رات کی ابتدا میں سو جائے وہ آخر میں بھی سویا ہی رہے گا اور جو آخری حصّے میں قیام کرے وہ ابتدائی حصّے میں قیام نہ کرے گا، بلکہ رات کے درمیانی حصّے میں قیام کیا کرو یہاں تک کہ تم خَلْوَت میں اپنی حاجات میری بارگاہ میں پیش کیا کرو۔'' [2]

رات کا چوتھا وظیفہ

رات کے چوتھے وظیفے کا وقت دُو صبحوں کے درمیان ہے، ایک صُبْح سے مُراد صبح کاذب ہے کہ جب سورج کی کرنوں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور سُفیدی آسمان کے وسط میں پھیل جاتی ہے، یہ سفیدی صبحِ کاذِب کے طُلُوع ہونے کی مقدار تک اپنا سفر طے کرنے کے بعد غُروب ہو جاتی ہے۔ پس اس وقت وہ سفیدی نہ صرف ختم ہو جاتی ہے بلکہ رات کی تاریکی دوبارہ لوٹ آتی ہے۔ یہ رات کی تیسری تہائی ہے۔ اسی وقت کے متعلق مروی ہے کہ عرش حرکت کرتا ہے، جنّتِ عدن سے ہوائیں چلتی ہیں، جبّار عَزَّوَجَلَّ آسمانِ دنیا پر تجلّی فرماتا ہے۔

اسی وقت کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ جب محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ رات کا کون سا حصّہ افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کا بقیہ آدھا حصّہ۔'' [3]

رات کا پانچواں وظیفہ

اس کا وقت صبح صادق سے کچھ دیر پہلے ہے کہ جس میں سحری کرنا مُسْتَحَب ہے۔ جس نے صبحِ کاذِب میں سحری نہ

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب من رخص فیھما......الخ، الحدیث: ۱۲۷۷، ص ۱۳۱۸
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۶۱۱، ج ۸، ص ۱۳۳

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۲۸۲

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۶۱۱، ج ۸، ص ۱۳۳

کی تواس پر صبحِ صادق اچانک کسی لمحہ بھی طُلوع ہوسکتی ہے، اس وقت کی مقدار قرآنِ کریم کا ایک پارہ پڑھنے کے برابر ہے۔اس پانچویں وظیفے میں اِسْتِغْفار اور تلاوتِ قرآنِ کریم مُسْتَحَب ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۷۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

مَنْقول ہے کہ اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس صلاۃ الْوُسْطٰی کی مُحافَظَت کی تلقین اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمائی ہے، اس کی عظمت وشرافت کا اعتبار کرتے ہوئے اہلِ حجاز اس سے نمازِ فجر مراد لیتے ہیں کیونکہ یہ وقت رات کے اختتام اور دن کی ابتدا کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ وظیفہ رات کے وظائف میں انتہائی مختصر لیکن بہت زیادہ فضیلت والا ہے، اس کا وقت صبحِ کاذِب کے بعد صبحِ صادق کے طُلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے کا ہے۔ البتہ! رات کی عبادت میں نصف رات کی نماز سے بہتر کوئی شے نہیں جو کہ رات کے وظائف میں تیسرا وظیفہ ہے۔ جو شخص رات کے اس حصّے میں بیدار ہو تو اس کے لئے نماز پڑھنا بہتر ہے کہ اس میں نماز پڑھنا فضل وشرف ہے جو رات کی ابتدا میں مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھنے کے مُشابہ ہے۔

ایک طویل روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بھائی حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جس رات ملاقات کی تو انہیں اِسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ اس روایت کے آخر میں ہے کہ جب رات کے وقت حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز کے لئے جانے لگے تو حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''سوئے رہیں۔'' وہ سو گئے اور جب دوبارہ جانے لگے تو پھر ارشاد فرمایا: ''سوئے رہیں۔'' وہ پھر سو گئے اور جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ اب اُٹھ جائیں، پھر دونوں نے نماز پڑھی، اس کے بعد حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اے ابودرداء! یقیناً آپ پر آپ کے نفس کا، آپ کی بیوی کا، آپ کے ربّ کا اور آپ کے مہمان کا یعنی سب کا حق لازم ہے، پس ہر ایک حقدار کا حق اسے دیا کریں۔'' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجۂ محترمہ نے حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بتایا تھا کہ وہ رات بھر آرام نہیں فرماتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ صبح دونوں تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ

تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی بارگاہِ بےکس پناہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا ہے۔ [1]

پانچواں وظیفہ یعنی صبح صادق سے قبل کا یہ وقت فضیلت میں غروبِ آفتاب سے قبل دن کے ساتویں وظیفے سے مُشابہ ہے اور صبح صادق [2] سے مُراد سورج کی اس سفید روشنی کا ظاہر ہونا ہے جس کے بعد سُرخی ہوتی ہے اور اسے شَفَق ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ پس یہ وقت رات کے پانچویں وظیفے کے اختتام کا ہے۔ اس وَقت وِتر ادا کرنے چاہئیں۔ جب فجر طُلوع ہو جائے تو رات کے پانچوں وظائف کا وقت ختم ہو کر دن کے وظائف کا آغاز ہو جاتا ہے۔

محاسبۂ نفس

اے بندۂ مسکین! ذرا غور تو کر کہ جب رات آئی تو تیرا شُمار عابدین میں ہوا یا رات گزر جانے پر پھر غافلین میں شامل ہو گیا اور فکر کر کہ تو نے اس رات میں کیسا لباس زیبِ تن کیا؟ کیونکہ رات کو بھی ایک لباس بنایا گیا ہے، تو کیا تو نے اس میں بیدار رہ کر نورانی لباس پہنا کہ جس سے تجھے کبھی ختم نہ ہونے والا نفع حاصل ہوتا؟ یا پھر تجھے اس رات نے تاریکی کا لباس پہنا دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو تیری غفلت کی وجہ سے تیرا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگا ہے جن کے جسم مُردہ ہونے کی وجہ سے دل بھی مُردہ ہو چکے ہیں۔

رات کے وظائف ختم ہونے کے بعد کا وقت

بندے کو چاہیئے کہ رات کے وظائف ختم ہونے کے بعد دو رکعت نمازِ فجر ادا کرے اور یہی مفہوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں بیان کیا گیا ہے:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔ (پ۲۷، الطور: ۴۹)

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب فی اعطاء حق النفس، الحدیث: ۲۴۱۳، ص ۱۸۹۴

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحَہ 55 پر ہے: صبح صادق ایک روشنی ہے کہ مشرق کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں جنوباً شمالاً دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے۔

یہاں تسبیح سے مراد فجر کی دو رکعتیں ادا کرنا ہے، اس کے بعد یہ پڑھے: ﴿نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سَخَطِكَ﴾ [1] اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

اس کے بعد یہ دعا مانگے: ﴿اَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ لِنَفْسِهٖ وَشَهِدَتْ بِهٖ مَلٰٓئِكَتُهٗ وَاُولُو الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهٖ، وَاسْتَوْدِعُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَدِيْعَةٌ حَتّٰى يُؤَدِّيْهَا وَاَسْاَلُهٗ حِفْظَهَا حَتّٰى يَتَوَفَّانِيَ اللّٰهُ عَلَيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ احْطُطْ بِهَا عَنِّيْ وِزْرًا، وَاجْعَلْ لِّيْ بِهَا عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَاحْفَظْنِيْ بِهَا وَاحْفَظْهَا عَلَيَّ، وَتَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا حَتّٰى اَلْقَاكَ بِهَا غَيْرَ مُبَدِّلٍ تَبْدِيْلًا﴾

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی جس کی گواہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بذاتِ خود دی اور اس کے فرشتوں نے اور اس کی مخلوق میں سے صاحبِ علم لوگوں نے دی ہے، میں اس گواہی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ جو عظمتوں والا ہے کی بارگاہ میں بطورِ امانت پیش کرتا ہوں کہ یہ گواہی اس کی بارگاہ میں میری امانت ہو یہاں تک کہ وہ اسے ادا کردے اور میں اس سے اس گواہی کی حفاظت کا سوال کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ مجھے اسی گواہی پر موت عطا فرمائے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس گواہی کی وجہ سے میرے گناہوں کا بوجھ مجھ سے دور فرمادے، اسے میرے لئے اپنی بارگاہ میں ذخیرہ بنا، اس کی اور اس کے صدقے میری حفاظت فرما اور مجھے اسی گواہی پر موت عطا فرما یہاں تک کہ میں تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

رات اور دن کے وظائف میں سے سب سے افضل کام اپنے ذمہ واجبُ الاَدا فرائض کی بجا آوری اور اپنے کسی مومن بھائی کی ضرورت پوری کرنا ہے، نماز قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مشاہدہ کرنے میں بندے کی معاون ہوتی ہے کیونکہ یہ جملہ عبادات کا مجموعہ ہے۔

اس کے بعد حاضر دماغی اور دل سے ہر چیز کو نکال کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرے۔ پھر اس کے بعد ذکر و فکر میں سے جس کی بھی توفیق ہو تو خشوع و خضوع اور مشاہدۂ غیب کے ساتھ کرے، کیونکہ یہ تمام اعمال سے افضل ہے۔

❁……❁……❁

[1] ……ترجمہ: ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں اس کی ناراضی سے۔

فصل 9

سُنَّتِ فَجْر اور وِتْر کی اَدا و قَضا کے اَحْکام

اس فصل میں نمازِ فجر کا وقت، اس کی سنتوں کے ادا و قضا اور وتر اور اس کی ادا و قضا کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

وقتِ فجر کی پہچان

ماہِ قمری میں دو راتیں ایسی ہیں جن میں وقتِ فجر[1] معلوم ہوسکتا ہے:

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفحہ 447 پر ہے: وقتِ فجر طلوعِ صبحِ صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ صبحِ صادِق ایک روشنی ہے کہ پُورب (مشرق) کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اسکے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہوجاتا ہے اور اس سے قبل بیچ آسمان میں ایک دراز سپیدی ظاہر ہوتی ہے، جسکے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے، صبحِ صادق اسکے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سپیدی اس میں غائب ہوجاتی ہے، اسکو صبحِ کاذب کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبحِ کاذب کی سپیدی جا کر بعد کو تاریکی ہوجاتی ہے، محض غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ مختار یہ ہے کہ نمازِ فجر میں صبحِ صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔ صبحِ صادق چمکنے سے طلوعِ آفتاب تک ان بلاد (یعنی بریلی شریف) میں کم از کم ایک گھنٹا اٹھارہ[۱۸] منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا پینتیس[۳۵] منٹ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ، اکیس مارچ کو ایک گھنٹا اٹھارہ[۱۸] منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ جون کو پورا ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوجاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ ستمبر کو ایک گھنٹا ۱۸ منٹ ہوجاتا ہے، پھر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹا ۲۴ منٹ ہوتا ہے، پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۱ مارچ کو وہی ایک گھنٹا اٹھارہ[۱۸] منٹ ہوجاتا ہے، جو شخص وقتِ صحیح نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹا رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹا چوبیس[۲۴] منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اَذان کہی جائے تاکہ سحری اور اَذان دونوں طرف احتیاط رہے، بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے اَذان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، نہ یہ اَذان ہو نہ نماز، بعضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقتِ فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں ماہِ جون و جولائی میں جب کہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریباً دس[۱۰] گھنٹے کی ہوتی ہے، ان دنوں تو البتہ وقتِ صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہوجاتا ہے، مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ[۱۴] گھنٹے کی ہوتی ہے، اسوقت فجر کا وقت نواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہوجاتا ہے۔ ابتدائے وقتِ فجر کی شناخت دشوار ہے، خصوصاً جب کہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو لہٰذا ہمیشہ طلوعِ آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا دوسرے دن اسی حساب سے وقتِ متذکرۂ بالا کے اندر اندر اَذان و نمازِ فجر ادا کی جائے۔ (از افاداتِ رضویہ)

۞......جس رات چاند صبحِ کاذِب کے وقت طُلوع ہوتا ہے، یہ مہینے کی چھبیسویں رات ہے۔

۞......اور جس رات چاند صبحِ صادِق کے وقت غائب ہوتا ہے، یہ مہینہ کی بارہویں رات ہوتی ہے۔

نمازِ وِتر کی ادا اور قضا کا وقت

نمازِ وتر کی ادائیگی کا وقت نمازِ عشا کے بعد سے لے کر صبحِ صادِق کے طُلوع ہونے تک ہے۔ صبحِ صادق کے طُلوع ہونے کے بعد وتر کی ادائیگی کا وقت ختم ہو جاتا ہے مگر قضا کا وقت اب بھی باقی ہے، جس نے ابھی تک وتر ادا نہ کئے ہوں اسے چاہئے کہ نمازِ فجر سے پہلے پہلے ادا کر لے کہ اگر اس نے صبح کی نماز یعنی نمازِ فجر پڑھ لی تو وتروں کی قضا کا وقت بھی نہ رہے گا۔[1]

سنّت فجر کی ادا اور قضا کا وقت

سُنَّتِ فجر کی ادائیگی کا وقت طُلوعِ صبحِ صادِق ہے۔ مُسْتَحَب یہ ہے کہ نمازی فجر کی دُو سُنَّتیں اپنے گھر میں اور فرضوں سے پہلے ادا کرے، ان میں چھوٹی سورتیں پڑھنا مَسْنون ہے۔ اگر کوئی فجر کے فرض ادا کر لے اور اس نے ابھی تک سنتیں ادا نہ کی ہوں تو ان کی ادائیگی کا وقت تو ختم ہو گیا مگر قضا کا وقت باقی ہے، پس وہ ٹھہرا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور نماز پڑھنا جائز ہو جائے کیونکہ نمازِ اِشراق سے لے کر نمازِ ظہر تک کا وقت سنتِ فجر کی قضا کا ہے۔ اگر کسی نے ظہر کی نماز ادا کر لی لیکن ابھی تک سنتِ فجر ادا نہ کی تھیں تو اب ان کی قضا کا وقت بھی ختم ہو گیا۔[2]

---

[1] ......عِنْدَ الْاَحْناف: وتر کی نماز قضاء ہوگئی تو قضا پڑھنی واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو، قصداً قضا کی ہو یا بھولے سے قضا ہوگئی اور جب قضا پڑھے، تو اس میں قنوت بھی پڑھے۔ البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تَقْصِیر پر مُطَّلع ہوں گے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۶۵۷)

[2] ......عِنْدَ الْاَحْناف: فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں علاوہ فجر کے اور سنتیں قضا ہو گئیں تو انکی قضا نہیں۔ فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لئے تو اب سنتوں کی قضا نہیں۔ البتہ امام محمد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ (غنیّہ) اور طلوع سے پیشتر بالاتفاق ممنوع ہے۔ آج کل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے، پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔ قبل طلوعِ آفتاب سُنَّتِ فجر قضا پڑھنے کیلئے یہ حیلہ کرنا کہ شروع کر کے توڑ دے پھر ادا کرے یہ ناجائز ہے۔ سنتِ فجر پڑھ لی اور فرض قضا ہو گئے قضا پڑھنے میں سُنَّت کا اِعادہ نہ کرے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۶۶۴)

وظیفہ کی قضا

جس کا کوئی وظیفہ رہ جائے تو مُستَحَب یہ ہے کہ یاد آنے پر اسی کی مثل کوئی وِرد اسی وقت یا اس کے بعد والے وقت میں ادا کر لے مگر یاد رکھے کہ یہ قضا نہ ہوگی کیونکہ قضا صرف فرائض کی ہوتی ہے اور ان وظائف کی ادائیگی کا سبب عبادت اور وظیفہ رہ جانے کے نقصان کی تلافی کرنا ہے تاکہ بندے کے پختہ عزم کی وجہ سے نفس تاخیر اور گنجائش کا عادی نہ ہو جائے اور اس لئے بھی کہ سرکارِ دو جہان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک افضل اعمال وہ ہیں جن پر ہمیشگی اختیار کی جائے اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔'' [1]

معمولات میں سستی پر وعید

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا عبادت ترک کر دینے کے متعلق روایت فرماتی ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہو پھر سستی کے باعث اسے ترک کر دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔'' [2]

مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نیند یا کسی مرض کے عارضے کی وجہ سے رات کو عبادت نہ کر سکتے تو دن کے وقت بارہ ۱۲ رکعت ادا فرما لیا کرتے۔ [3]

تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد

جو شخص نمازِ فجر کے لئے مسجد میں داخل ہوا اور اس نے سنتِ فجر گھر میں ادا نہ کی ہوں تو اب ادا کر لے، یہ سنتیں اس کے لئے تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے قائم مقام ہو جائیں گی اور جو شخص انہیں گھر میں ادا کر کے آئے تو اس کا مسئلہ محلِ نظر ہے۔ مثلاً اگر وہ مسجد میں داخل ہوا جبکہ فجر طلوع ہونے والی ہی تھی اور ستارے آپس میں گڈ مڈ تھے تو تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا کر لے اور اگر اس کے داخل ہونے کے وقت ستارے ختم ہو چکے تھے اور اقامت کا وقت ہو چکا ہو تو

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، الحدیث: ۶۴۶۴، ص ۵۴۳

[2] ......طبقات الشافعیة الکبری، الطبقة الخامسة، ج ۶، ص ۲۸۹

[3] ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل، الحدیث: ۱۷۳۴، ص ۷۹۵

اب بیٹھ جائے اور تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا نہ کرے تا کہ وہ نمازِ فجر اور نمازِ تہجد کے درمیان کوئی اور دوسری نماز پڑھنے والا نہ بن جائے۔ ①

طُلوعِ صُبْحِ صادِق کے بعد سوائے سُنَّتِ فَجْر کے کوئی نماز نہیں اور جس نے ابھی تک سُنَّتِ فجر ادا نہ کی ہوں تو اگر اِقامت سے قبل وقت ہو تو انہیں ادا کر لے اور اگر وقتِ اِقامت ہو چکا ہو اور امام نماز شروع کر چکا ہو تو اب انہیں ادا نہ کرے بلکہ فرض نماز ادا کرے کیونکہ یہی افضل ہے اور دوسرا اس لئے بھی کہ ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں ②۔'' ③

تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد نہ پڑھنے کی صورت

جو شخص مسجد میں تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا کئے بغیر بیٹھے اسے چاہئے کہ یہ کلمات چار مرتبہ پڑھ لیا کرے:

---

① ......ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نماز عصر وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح وتہلیل و درود شریف میں مشغول ہو حق مسجد ادا ہو جائے گا۔ فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لی تحیۃ المسجد ادا ہوگئی اگرچہ تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کی نیّت نہ کی ہو۔ اس نماز کا حکم اسکے لیے ہے جو بہ نیت نماز نہ گیا بلکہ درس وذکر وغیرہ کے لیے گیا ہو۔ اگر فرض یا اقتدا کی نیّت سے مسجد میں گیا تو یہی قائم مقام تحیۃ المسجد ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے بعد ہی پڑھے اور اگر عرصہ کے بعد پڑھے گا تو تحیۃ المسجد پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر پڑھے بیٹھ گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے۔ ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۶۷۴)

② ......جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوا سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے مگر صف کے برابر پڑھنا جائز نہیں، بلکہ اپنے گھر پڑھے یا بیرون مسجد کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصہ میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں پڑھے، باہر کے حصہ میں ہو تو اندر اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صف کے پیچھے پڑھنا بھی ممنوع ہے اگرچہ صف میں پڑھنا زیادہ بُرا ہے۔ آج کل اکثر عوام اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور اسی صف میں گھس کر شروع کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے اور اگر ہنوز جماعت شروع نہ ہوئی تو جہاں چاہے سنتیں شروع کرے خواہ کوئی سنت ہو۔ مگر جانتا ہو کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اُس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہوگا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہو۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا تو سنت ترک کرے اور مل جائے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۶۷۴)

③ ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ، الحدیث: ۱۶۴۴، ص ۷۸۹

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ﴾ کیونکہ یہ کلمات فضیلت میں دو رکعتوں کے برابر ہیں۔[1]

اسی طرح جو مسجد میں بے وضو داخل ہو یا مسجد میں سے گزرے تو وہ بھی مذکورہ کلمات چار مرتبہ پڑھ لیا کرے اور جو مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت ادا نہ کر لے اور (صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھے کسی کا بے وُضو مسجد میں داخل ہونا اور بیٹھنا ناپسند ہے۔

تین پیسے کا وبال

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب ''فیضانِ سنّت'' صَفْحَہ 900 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّاؔر قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے قرضے کی ادائیگی میں سستی اور جھوٹے حِیَل (حِ۔یَ۔لْ) و حجت کرنے والے شخص زید کے بارے میں اِستفسار ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''زید فاسق وفاجِر، مرتکِبِ کبائِر، کَذّاب، مُسْتَحَقِّ عذاب ہے، اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اس حالت میں مرگیا اور دَین (قرض) لوگوں کا اس پر باقی رہا، اس کی نیکیاں ان (قرض خواہوں) کے مطالبہ میں دی جائیں گی۔ کیونکر دی جائیں گی (یعنی کس طرح دی جائیں گی۔ یہ بھی سن لیجئے!) تقریباً ''تین پیسہ'' دَین (قرض) کے عِوَض (یعنی بدلے) سات سو نمازیں باجماعت (دینی پڑیں گی)۔ جب اس (قرض دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرض خواہوں) کے گناہ اِس (مقروض) کے سر پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۵، ص ۶۹، ملخصا)

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب تحیۃ المسجد، الحدیث: ۱۶۵۴، ص ۲۹۰ مفہوماً

فصل 10

زوالِ شمس اور سایہ کی کمی بیشی کا بیان

اس فصل[1] میں سورج کے زوال، سایہ کی کمی وبیشی اور موسمِ سرما وگرما میں اس کے مختلف ہونے کا بیان ہے۔

چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے متعلق اپنی قدرت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۙ﴿۴۵﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب کیا تم نے اپنے ربّ کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلا یا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ﴿۵﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء اور حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحْبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس امّت کے اوصاف کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز قائم کرنے کی خاطر سایوں کا خیال رکھیں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندے وہ ہوں گے جو ذکر کرنے کے لئے سورج، چاند اور سایوں کا خیال رکھیں گے۔[2]

---

[1] ......یہ فصل صاحبِ قوت حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے علم ہیئت وتوقیت میں کمال پر دلالت کرتی ہے، چونکہ یہ فصل خالص علمی ابحاث پر مشتمل ہے، اس لیے عوام الناس کی معلومات کے لیے صرف اس فصل کے مفید اور چیدہ چیدہ مقامات کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے، اہلِ علم حضرات اصل کتاب کی عربی عبارات کتاب ہذا کے آخر میں مُلاحظہ فرماسکتے ہیں۔

[2] ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب مراعاۃ ادلۃ المواقیت، الحدیث: ۱۷۸۲، ج۱، ص۵۵۸

نمازوں کے اوقات

نمازوں کے اوقات میں سے ایک وقت وہ ہے جب سورج زوال سے کچھ دیر قبل سر کے اوپر ٹھہر جاتا ہے، اس کے بعد جب تھوڑی سی مقدار بھی ڈھلنا شروع کرتا ہے تو ظہر کا ابتدائی وقت شروع ہو جاتا ہے اور پھر جب ہر شے کا سایہ زوال کے بعد سات قدموں سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ عصر کی ابتدا اور ظہر کی انتہا کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سورج جب ایک تسمہ کی مقدار ڈھل جائے تو وہ ظہر کا وقت ہے یہاں تک کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہو جائے، پس یہ وقت ظہر کے ختم ہونے اور عصر کے شروع ہونے کا ہے۔[1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے دن اسی وقت نماز ادا فرمائی اور دوسرے دن ظہر اس وقت ادا فرمائی جب ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہو گیا،[2] جس سے معلوم ہوا کہ یہ وقت ظہر کی انتہا اور عصر کی ابتدا کا ہے، پھر اس کے بعد نمازِ عصر اس وقت ادا فرمائی جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو گیا اور ارشاد فرمایا کہ ان نمازوں کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔[3]

---

[1] ......مسائل احمد بن حنبل، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، الحدیث: ۱۸۰، ص ۵۲

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی المواقیت، الحدیث: ۳۹۳، ص ۱۲۵۲

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحَہ 449 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وقتِ ظہر آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایۂ اصلی کے دو چند ہو جائے اور ہر دن کا سایۂ اصلی وہ سایہ ہے، کہ اس دن آفتاب کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے، دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی جاڑوں میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں کہ خطِ استوا کے قرب میں واقع ہیں، کم ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا ہی نہیں جب آفتاب بالکل سمت راس پر ہوتا ہے، چنانچہ موسم سرما ماہِ دسمبر میں ہمارے ملک کے عرض البلد پر کہ ۲۸ درجہ کے قریب پر واقع ہے، ساڑھے آٹھ قدم سے زائد یعنی سوائے کے قریب سایۂ اصلی ہو جاتا ہے اور مکۂ معظّمہ میں جو ۲۱٫۰ (ساڑھے اکیس) درجہ پر واقع ہے، ان دنوں میں سات قدم سے کچھ ہی زائد ہوتا ہے، اس سے زائد پھر نہیں ہوتا اسی طرح موسم گرما میں مکۂ معظّمہ میں ۲۷ مئی سے ۳۰ مئی تک دوپہر کے وقت بالکل سایہ نہیں ہوتا، اس کے بعد پھر وہ سایہ الٹا ظاہر ہوتا ہے، یعنی سایہ جو شمال کو پڑتا تھا، اب مکۂ معظّمہ میں جنوب کو ہوتا ہے اور ۲۲ جون تک پاؤ قدم تک بڑھ کر پھر گھٹتا ہے، یہاں تک کہ پندرہ جولائی سے اٹھارہ جولائی تک پھر معدوم ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر شمال کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں نہ کبھی جنوب میں پڑتا ہے، نہ کبھی معدوم ہوتا بلکہ سب سے کم سایہ ۲۲ جون کو نصف قدم باقی رہتا ہے۔ (از افاداتِ رضویہ) اور وقتِ عصر بعد ختم ہونے وقت ظہر کے یعنی سوا سایۂ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے، آفتاب ڈوبنے تک ہے۔

زوال کی مکمل معلومات حاصل کرنا فرض نہیں بلکہ جب سورج کے زوال کا یقین ہو جائے تو نماز ظہر فرض ہو جاتی ہے پس اب آپ نمازِ ظہر اس وقت تک ادا کر سکتے ہیں جب تک کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل نہ ہو جائے، کہ یہ ظہر کا آخری اور عصر کا ابتدائی وقت ہے، اس کے بعد نمازِ عصر ادا کریں یہاں تک کہ ہر شے کا سایہ اس کے سایہ کا دو مثل ہو جائے، پس یہ عصر کا آخری مُستحَب وقت ہے، اس کے بعد بھی عصر کا وقت رہتا ہے یہاں تک کہ سورج زردی مائل ہو جائے اور غُروب کے لئے جھک جائے، یہ وقت ضَروریات ہے جس میں نماز ادا کرنا مریض یا معذور شخص کے علاوہ سب کے لئے مکروہ ہے۔ چنانچہ،

سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جس نے سورج کے غُروب ہونے سے قبل عصر کی ایک رکعت بھی پالی اس نے نماز پالی اور جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت سورج کے طُلوع ہونے سے قبل پالی [1] اس نے نماز پالی۔ [2]

فرائض کی قبولیت میں یقین ضروری ہے

فرائض صرف یقین کی وجہ سے قبول ہوتے ہیں پس وقت شروع ہونے کا یقین ہو جانے پر نماز کی ادائیگی اس بات سے افضل ہے کہ اسے مشکوک وقت میں ادا کیا جائے۔ کیا آپ نے صاحبِ جُود و نَوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہ

---

[1] ...... مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الامّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع وغروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا، لہٰذا قیاسِ شرعی کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے، قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہو گی اور فجر فاسد ہو جائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقتِ مکروہ بھی آتا ہے یعنی سورج کا پیلا پڑنا، لہٰذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص۔ لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے، اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص۔ لہٰذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی حدیث پر، اس کی زیادہ تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو غرضکہ سورج نکلتے وقت کوئی نماز درست نہیں اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگر چہ مکروہ ہے۔'' (مرآۃ المناجیح، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۸۳ تا ۳۸۴)

اور دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 107 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وقت میں اگر تحریمہ باندھ لیا تو نماز قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہے۔ (درمختار) مگر نماز فجر و جمعہ و عیدین کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا نماز جاتی رہی۔

[2] ...... صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من ادرک رکعۃ من...... الخ، الحدیث: ۱۳۷۷، ص ۲۷۷

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا: ''اگر تم پر بادل چھائے ہوئے ہوں تو شعبان کے 30 دن پورے کرو۔'' ①

پس جو شخص نماز ادا کرے اور اس کا یہ خیال ہو کہ وہ وقت میں ادا کر رہا ہے یا پھر اس نے قبلہ مجہول ہونے کی صورت میں کسی طرف کو قبلہ جان کر نماز ادا کی، بعد میں واضح ہوا کہ اس نے وقت سے پہلے یا قبلہ سے ہٹ کر نماز ادا کی تھی تو ایسے شخص کو چاہئے کہ ذرا غور کرلے (کیونکہ وقت سے پہلے پڑھی گئی نماز ہوتی ہی نہیں اور) اگر وقت ابھی باقی ہو یا اسے گزرے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو تو احتیاطاً دوبارہ ادا کر لے اور اگر وقت کافی گزر چکا ہو تو اب اس پر کچھ بھی لازم نہیں بلکہ اسکی خطا معاف ہے، البتہ! بہتر یہ ہے کہ جب بھی یہ نماز یاد آجائے تو دُہرا لے۔ ②

سورج کے سات زوال

سورج کے سات زوال ہیں۔ان میں تین ایسے ہیں جنہیں کوئی انسان نہیں جانتا:

(۱)......سورج کے پہلے زوال کا وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۲)......دوسرے زوال کا وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے صرف وہ فرشتے جانتے ہیں جو سورج کے نگہبان ہیں۔

(۳)......تیسرے زوال کے وقت کو زمین کے فرشتے جانتے ہیں۔

(۴)...... چوتھا زوال وہ ہے جسے اہلِ نُجوم فلک کی پیمائش اور افلاک کی ترکیب سے پہچانتے ہیں۔

(۵)...... پانچویں زوال کو حساب دان اور تقوِیم کے ماہرین آلات وغیرہ کے ذریعے جان لیتے ہیں۔

(۶)...... چھٹے زوال کا علم مؤذنوں اور وقت کا دھیان رکھنے والے افراد کو ہوتا ہے۔

(۷)......اور ساتویں زوال کے وقت کو تمام لوگ پہچانتے ہیں۔اس وقت میں نماز پڑھی جاتی ہے۔

---

① ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی......الخ، الحدیث: ۱۹۰۹، ۱۹۰۷، ص ۱۴۹

② ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 489 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تحری کر کے نماز پڑھی، بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی، ہوگئی، اِعادہ کی حاجت نہیں۔

سورج کی رفتار

مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت فرمایا: ''کیا زوالِ شمس کا وقت ہو گیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں، ہاں۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ''میرے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے صرف ''نہیں، ہاں'' کہنے کے دوران سورج نے فلک میں پچاس ہزار فرسَخ کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔''[1]

نمازوں کی ادائیگی کے افضل اوقات

نمازِ مغرب کا افضل وقت

نمازِ مغرب کا افضل وقت یہ ہے کہ جب سورج کی ٹکیہ آنکھوں سے غائب ہو تو فوراً نماز ادا کر لی جائے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار نمازِ مغرب تاخیر سے ادا کی حتی کہ ایک ستارہ طُلوع ہو گیا تو آپ نے ایک غلام آزاد کیا اور حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ایک بار نمازِ مغرب تاخیر سے ادا کی یہاں تک کہ دو ستارے طُلوع ہو گئے تو انہوں نے دو غلام آزاد کئے۔[2]

نمازِ عشا کا افضل وقت

نمازِ عشا کی ادائیگی کا بہتر وقت اگرچہ شَفَقِ ثانی یعنی مغرب کی جانب نظر آنے والی سفیدی کے ختم ہو جانے اور اس کی جگہ تاریکی کے چھا جانے کے بعد ہے لیکن اسے رات کے چوتھائی حصّے[3] تک مؤخر کرنا زیادہ افضل ہے

---

[1] ......ارشاد الساری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظھر عند الزوال، تحت الحدیث: ۵۴۰، ج ۲، ص ۲۱۸ خمسین الف فرسخ بدلہ مسیرۃ خمس مائۃ عام

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الاول، ج ۳، ص ۵۸۲

[3] ......عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔ نمازِ عشا سے پہلے سونا اور بعد نمازِ عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۴۵۳)

بشرطیکہ نیند نہ آئے۔ مگر اس کی ادائیگی سے قبل سو جانا انتہائی مکروہ ہے۔ نمازِ عشا کی ادائیگی کا مَسنون وقت یہ ہے کہ تیسری رات کا چاند جس وقت غائب ہوتا ہے اس وقت پڑھی جائے، یہ تقریباً رات کا ساڑھے ساتواں حصّہ بنتا ہے، چنانچہ، مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ عشا اس وقت ادا فرمائی جب تیسری رات کا چاند غائب ہوگیا تھا۔ [1]

نمازِ فجر کا افضل وقت

نمازِ فجر کی ادائیگی میں افضل وقت وہ ہے جب صبحِ صادق طُلوع ہو جائے [2] اور نمازِ فجر میں مَسنون یہ ہے کہ طِوالِ مُفَصَّل [3] یا مَثانی [4] میں سے کوئی سُورت تِلاوت کی جائے، اس لئے کہ یہ (تعدادِ رکعات میں) چھوٹی ہے اور اس میں طویل قیام کرنا اس کے چھوٹے ہونے کا عوض بن جائے گا۔ جب فجر کا وقت مُتَوَسِّط ہو اور نمازیوں کی کثرتِ تعداد مقصود ہو تو ستارے ڈوبنے سے پہلے یہ نماز پڑھنا بہتر ہے، لیکن نمازیوں کی کثرت کا لحاظ کرتے ہوئے اتنی تاخیر کرنا کہ سُرخی کے نیچے روشنی پھیلنے لگے صحیح نہیں، البتہ نمازی تھوڑے ہوں تو منہ اندھیرے نماز ادا کرنا زیادہ افضل ہے۔

اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی کے فضائل

تمام نمازوں کے ابتدائی اوقات کی حفاظت کرنا سب سے بہتر عمل ہے اور اس کے متعلق صاحبِ جُودونَوال،

---

[1] ...... سنن ابي داود، كتاب الصلاة، باب وقت العشاء الاخرة، الحديث: ۴۱۹، ص ۱۲۵۴ دون قوله ليلة

[2] ...... فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار میں (جب خوب اجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے، کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کہ بعد اتنا وقت باقی رہے، کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طُلوعِ آفتاب کا شک ہو جائے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۴۵۱)

[3] ...... حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تین حصّے ہیں، سورۂ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے آخر تک قصار مفصل۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۵۴۶)

[4] ...... مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْحَنَّان ''مراۃ المناجیح'' جلد 3 صفحہ 288 پر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اوّل قرآن کا نام مثانی ہے اس کے بعد مئین، پھر طوال یا توابع پھر مفصّل، سورہ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے مثانی سورت فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی۔

رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ ابتدائی وقت میں ادا کی گئی نماز کو آخر وقت میں ادا کی گئی نماز پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو آخرت کو دنیا پر ہے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ بندہ آخری وقت میں نماز ادا کرتا ہے حالانکہ ابتدائی وقت اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[2]

ایک مشہور روایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نماز کو وقت پر ادا کرنا۔''[3]

ایک روایت میں ہے کہ نماز کا وقتِ اوّل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضامندی کی علامت ہے اور وقتِ اخیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عفو و کرم کی علامت ہے۔[4]

مَنقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا نیکو کاروں کے لئے ہے اور اس کا عفو و کرم گناہ گاروں کے لئے ہے۔[5]

پس نماز کا ابتدائی وقت دین کی عَزِیْمت اور نماز کی حفاظت کرنے والوں اور اسے قائم کرنے والوں کا طریقہ ہے اور وقتِ ثانی دین میں رخصت، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وسعت اور غافلین کے لئے رحمت ہے۔

❁......❁......❁

قیامت کا سب سے پہلا سوال

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے پہلے نماز کا سوال ہوگا، اگر وہ درست ہوئی تو اس نے کامیابی پائی اور اگر اس میں کمی ہوئی تو وہ رسوا ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا۔ (کنز العمال، الحدیث: ۱۸۸۸۳، ج۷، ص۱۱۵)

---

[1] ......اخبار اصبہان لابی نعیم، باب العین من اسمہ علی، الحدیث: ۴۰۰۸۰، ج۵، ص۳۸۷

[2] ......سنن دار قطنی، کتاب الصلاۃ، باب النہی عن الصلاۃ......الخ، الحدیث: ۹۶۸، ج۱، ص۳۴۱ مفہوماً

[3] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب سمی النبی......الخ، الحدیث: ۷۵۳۴، ص۶۲۹

[4] ......السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب الترغیب فی التعجیل......الخ، الحدیث: ۲۰۴۸، ج۱، ص۶۳۹

[5] ......شرح السنۃ للبغوی، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلوات، ج۲، ص۱۶

فصل 11

رات اور دن کی نمازوں کی فضیلت

گھر آتے جاتے نَفْل پڑھنے کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابوسلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، آپ دونوں فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''جب تم اپنے گھر سے باہر نکلنے لگو تو دو رکعت ادا کرلیا کرو، وہ تمہیں باہر کی بُرائی سے محفوظ رکھیں گی اور جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بھی دو رکعت ادا کرلیا کرو کہ یہ تمہیں گھر کے اندر کی بُرائی سے محفوظ رکھیں گی۔'' [1]

حج اور عمرہ کا ثواب

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ فجر کے متعلق ارشاد فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر اس مسجد کی جانب چلا جس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو ہر قدم کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، جبکہ نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے اور جب وہ نماز ادا کر کے طُلوعِ آفتاب کے وقت واپس لوٹتا ہے تو اس کے جسم پر موجود ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور وہ ایک مَبْرور حج کا ثواب پاکر لوٹتا ہے، لیکن اگر وہ وہیں بیٹھ جائے اور نفل پڑھتا رہے تو اس کے ہر جلسہ کے عوض دس لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو نمازِ عشا ادا کرے اس کے لئے بھی اسی قدر نیکیاں لکھی جاتی ہیں لیکن وہ عمرہ اور حجِ مَبْرور کا ثواب لے کر لوٹتا ہے۔'' [2]

ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ معطر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جو زوال کے بعد چار رکعت ادا کرے اور ان میں خوب عمدگی سے قراءت اور رکوع و سجود کرے تو 70 ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فصل الاذان......الخ، الحدیث: ۳۰۷۸، ج ۳، ص ۱۲۴

[2] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۲۴۶۷ سعید، الحدیث: ۴۷۱۳، ج ۲۱، ص ۴۷

ہیں جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔‘‘ ①

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی زوال کے بعد کی چار رکعت ترک نہ فرمائیں، آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ان میں طویل قراءت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ اس ساعت میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت بھی میرا عمل بلند ہو۔ پس عرض کی گئی: ’’**یا رسول اللہ** صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! کیا ان چار رکعتوں میں سلامِ فاصل (یعنی دو رکعت کے بعد سلام) بھی ہے۔‘‘ تو آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’نہیں۔‘‘ ②

عصر کی سنتوں کی فضیلت

سرکارِ مدینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔ ③

اتوار کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ’’جس نے اتوار کے دن چار رکعت ادا کیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ ایک مرتبہ آخر تک پڑھی تو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر نصرانی مرد و عورت کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اسے ایک نبی جیسا ثواب عطا فرماتا ہے اور ایک حج اور عمرہ کا اور ہر رکعت کے بدلے ایک ہزار نمازوں کا ثواب بھی عطا فرماتا ہے، نیز **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اسے ہر حرف کے بدلے جنت میں مُشکِ اَذْفَر کا (یعنی انتہائی تیز خوشبو والا) ایک شہر بھی عطا فرمائے گا۔‘‘ ④

---

[1] ……طبقات الشافعية الكبرى، الطبقة الخامسة، ج ٦، ص ٢٩٦

[2] ……المسند للامام احمد بن حنبل، حديث ابی ايوب انصاری، الحديث: ٢٣٥٩١، ج ٩، ص ١٣٨ مفهوماً

[3] ……سنن ابی داود، كتاب التطوع، باب الصلاة قبل العصر، الحديث: ١٢٧١، ص ١٣١٧ "عبدا" بدله "امرئ"

[4] ……اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثانی، ج ٣، ص ٦١٧

حالتِ نصاریٰ سے چھٹکارے کی نماز

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے مروی ہے کہ مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''اتوار کے روز کثرتِ نماز کے ذریعے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانیَّت کا تذکرہ کیا کرو، کیونکہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس جو اتوار کے دن نمازِ ظہر کے فرض ادا کرنے کے بعد چار رکعت نفل ادا کرے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ سجدہ اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے، پھر تشہُّد پڑھے اور سلام پھیر دے۔ پھر کھڑا ہو کر دوسری دو رکعتیں ادا کرے جن میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ پڑھے اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرے تو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ وہ اس کی حاجت پوری فرمائے اور نصاریٰ جس حالت پر ہیں اسے اس سے بَری فرما دے۔''[1]

پیر کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ مہرِ رِسالت، منبعِ جودوسخاوت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: ''جو شخص پیر کو دن چڑھے دو رکعت نفل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی، ایک مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ایک ایک مرتبہ سورۂ فَلَق اور سورۂ ناس پڑھے، جب سلام پھیرے تو دس مرتبہ اِسْتِغْفار اور دس مرتبہ درودِ پاک پڑھے تو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔''[2]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جو پیر کے دن بارہ رکعت نوافل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی پڑھے، پھر نماز کے بعد بارہ مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص) اور بارہ مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه پڑھے تو قیامت کے دن ندا دی جائے گی: ''فُلاں بن فُلاں کہاں ہے؟'' تا کہ وہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے اپنا ثواب حاصل کر لے اور جو سب سے پہلا ثواب اسے دیا جائے گا وہ ایک ہزار حلّے ہوں گے اور اسے تاج پہنایا جائے گا اور کہا جائے گا جنّت میں

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثانى، ج ۳، ص ۶۱۹

[2] ......المرجع السابق، ص ۶۱۷

داخل ہو جا، جہاں ایک لاکھ فرشتے اس کا استقبال کریں گے جن میں سے ہر ایک کے پاس ہدیہ ہوگا، وہ اسے پیش کریں گے یہاں تک کہ وہ روشن نور والے ایک ہزار محلّات کی سیر کرے گا۔ [1]

منگل کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبیِّ مُکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''جو منگل کے دن دوپہر کے وقت دس رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور تین مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے تو 70 دن تک اسکی کوئی خطا نہیں لکھی جائے گی، اگر وہ ان 70 دنوں میں فوت ہو جائے تو اسے شہید لکھا جائے گا اور اسکے 70 سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' [2]

بدھ کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سُلْطَانُ الْمُتَوَكِّلِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: جو بدھ کو دن چڑھے بارہ رکعت نفل ادا کرے جن میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور تین تین بار سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھے تو عرش سے ایک فرشتہ پکارتا ہے: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے! نئے سرے سے اپنے عمل شروع کر دے کہ تیرے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔'' اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے قبر کا عذاب، اس کی تنگی و تاریکی دور فرما دیتا ہے اور اس سے قیامت کی سختیاں بھی دور فرما دی جاتی ہیں، نیز اس کے لئے اس روز کا ثواب ایک نبی کے عمل کی مقدار اٹھایا جاتا ہے۔ [3]

جمعرات کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرب نشان ہے: ''جو جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعتیں ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج۳، ص ۲۲۱

[2] ......المرجع السابق، ص ۲۲۲

[3] ......المرجع السابق، ص ۲۲۳

بعد(100) مرتبہ آیت الکرسی اور دوسری میں (100) مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے اور پھر(100) مرتبہ درود پاک پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شخص کے برابر ثواب دیتا ہے جس نے رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اس کے لئے بَیْتُ اللہ شریف کا حج کرنے والے کی مثل ثواب ہے، نیز اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والوں اور اس پر بھروسا کرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب بھی لکھا جاتا ہے۔''[1]

جمعہ کے دن نماز کی فضیلت

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: جمعہ کا پورا دن نماز کا ہے، جو بھی سورج کے نیزہ بھر یا اس سے زائد بلند ہونے کے بعد کامل وُضو کرے، پھر ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے دو۲ رکعت نمازِ چاشت ادا کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 200 نیکیاں لکھتا ہے اور اس کی 200 بُرائیاں مٹا دیتا ہے اور جو چار۴ رکعتیں ادا کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ جنّت میں اس کے 400 درجات بلند کرتا ہے اور جو آٹھ۸ رکعت ادا کرے اس کے 800 درجات بلند فرماتا ہے اور ساتھ ہی اس کے تمام گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے اور جو بارہ۱۲ رکعت ادا کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 1200 نیکیاں لکھتا ہے اور 1200 گناہ مٹا دیتا ہے نیز جنّت میں اس کے 1200 درجات بلند فرماتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو شخص جمعہ کو نمازِ فجر باجماعت ادا کرے، پھر مسجد میں بیٹھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ سورج طُلوع ہو جائے تو اس کے لئے جَنّتُ الْفِرْدوس میں ایسے 70 درجے ہوں گے کہ ہر دو۲ درجوں کے درمیان ایک تیز رفتار گھوڑے کے 70 سال دوڑنے کی مقدار کے برابر فاصلہ ہوگا اور جو نمازِ جمعہ باجماعت ادا کرے تو اس کے لئے جَنّتُ الْفِرْدوس میں 50 ایسے درجات ہوں گے کہ ہر دو۲ درجوں کے درمیان ایک تیز رفتار گھوڑے کے 50 سال دوڑنے کی مقدار کے برابر فاصلہ ہوگا اور جو نمازِ عصر باجماعت ادا کرے تو گویا اس نے

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثانی، ج ۳، ص ۶۲۴

[2] ......المرجع السابق

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی تمام اولاد میں سے آٹھ افراد کو آزاد کیا اور جس نے نمازِ مغرب باجماعت ادا کی گویا اس نے ایک مقبول حج و عمرہ کیا۔'' ①

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سراپا رحمت، شافعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''جو جمعہ کے دن جامع مسجد جائے اور نمازِ جمعہ سے قبل چار رکعت نَفْل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 50 مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہ دیکھ لے یا اسے دکھا نہ دیا جائے۔'' ②

ہفتہ کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مَخْزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جس نے ہفتہ کے دن چار۴ رکعتیں ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ تین۳ مرتبہ پڑھی، پھر سلام کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکُرسی پڑھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر حرف کے بدلے ایک حج اور عمرے کا ثواب لکھے گا اور اسے ہر حرف کے عوض سال بھر میں دن کے اوقات میں روزوں اور رات میں نوافل پڑھنے کے برابر اجر دیا جائے گا اور اسے ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب بھی عطا ہو گا، نیز وہ اَنْبیا اور شُہدا کے ساتھ عرش کے سائے تلے ہو گا۔'' ③

نمازِ باجماعت کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حُضور نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: ''جو 40 دن اس طرح باجماعت نماز ادا کرے کہ اس کی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہ ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کیلئے دو۲ براءَتیں لکھ دیتا ہے: ایک آگ سے اور دوسری نِفاق سے۔'' ④

---

① ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فصل فی الجماعۃ، الحدیث: ۲۸۷۰، ج۳، ص۶۰ صلاۃ الجمعۃ بدلہ صلاۃ العصر وعن انس

② ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج۳، ص۶۲۵

③ ......المرجع السابق، ص۶۲۶

④ ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فصل فی الجماعۃ، الحدیث: ۲۸۸۲، ج۳، ص۶۱ عن انس

رات کی نمازوں کی فضیلت کا تذکرہ

شبِ اتوار نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْ لاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ''جو اتوار کی رات بیس رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ایک ایک مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے۔ پھر سو مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرے، پھر سو مرتبہ اپنے اور اپنے والدین کے لئے اِسْتِغْفار کرے اور سو مرتبہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھے اور اپنی قدرت وطاقت سے براءت کا اظہار کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت وطاقت سے مدد مانگے (یعنی لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے) اور یہ کہے:

﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ اٰدَمَ صَفْوَةُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَفِطْرَتُهٗ وَاِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ وَعِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبِيْبُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى﴾ [1]

تو اس کے لئے ان تمام لوگوں کی تعداد کے برابر ثواب ہوگا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں اور ان کے برابر بھی جو دعا نہیں کرتے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قیامت کے دن ان لوگوں کے ہمراہ اٹھائے گا جو محفوظ و مامون ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہوگا کہ وہ اسے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ جنّت میں داخل کرے۔'' [2]

شبِ پیر نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا

---

[1] ......ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں......اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے اور اس کے بنائے ہوئے ہیں......اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل ہیں......اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلیم ہیں......اور حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام روح اللہ ہیں......اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب ہیں۔

[2] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثانی، ج ۳، ص ۲۲۸

فرمانِ خوشبودار ہے: جو پیر کی شب چار رکعت ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ 10 مرتبہ، دوسری میں 20 مرتبہ، تیسری میں 30 مرتبہ اور چوتھی میں 40 مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد تَشَہُّد پڑھے اور سلام پھیر دے۔ پھر قل شریف 75 مرتبہ، اپنے اور اپنے والدین کے لئے اِسْتِغْفار (یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ) 75 مرتبہ اور درودِ پاک بھی 75 مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجت کا سوال کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِمَّۂ کرم پر ہے کہ اس کی مانگی ہوئی شے اسے عطا فرمائے۔ اسے صَلاۃُ الحاجۃ بھی کہتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو پیر کی شب دو۲ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ ﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پندرہ۱۵ پندرہ مرتبہ پڑھے۔ پھر سلام کے بعد آیتُ الکُرسی اور اِسْتِغْفار بھی پندرہ۱۵ پندرہ مرتبہ پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنّتیوں میں شامل کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ جہنّمیوں میں سے ہو اور اسکے مَخْفی وعَلانیہ سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسکی پڑھی گئی ہر آیت کے بدلے ایک حج اور عمرے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور ایک پیر سے دوسرے پیر کے درمیان اسکی موت واقع ہو جائے تو وہ شہید کی موت مرے گا۔[2]

شبِ منگل نماز کی فضیلت

مروی ہے کہ جس نے شبِ منگل بارہ۱۲ رکعت ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ۱۵ مرتبہ سورہ ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ﴾ پڑھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دے گا جس کی لمبائی اور چوڑائی دنیا کی وسعت سے سات گنا زیادہ ہوگی۔[3]

شبِ بدھ نماز کی فضیلت

مروی ہے کہ جو شبِ بدھ دو۲ رکعت ادا کرے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ ﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ﴾ دس۱۰ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ ﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ دس۱۰ مرتبہ پڑھے تو ہر آسمان سے 70

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج۳، ص ۶۲۹

[2] ......المرجع السابق، ص ۶۳۰ [3] ......المرجع السابق، ص ۶۳۱ [4] ......المرجع السابق

ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جو قیامت تک اس نماز کا ثواب لکھتے رہتے ہیں۔ ④

شبِ جمعرات نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے کہ جو شبِ جمعرات مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پانچ پانچ مرتبہ آیتُ الکرسی، قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار اِستغفار پڑھ کر اس کا ثواب اپنے والدین کو بخش دے تو اس نے ان کا حق ادا کر دیا اگرچہ وہ نافرمان ہی کیوں نہ ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے صدیقین اور شہدا جیسا مرتبہ عطا فرمائے گا۔ ①

شبِ جمعہ نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: "جو شبِ جمعہ نمازِ مغرب وعشا کے درمیان بارہ رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھے تو گویا اس نے بارہ سال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کی کہ دن بھر روزہ رکھا اور رات بھر قیام کیا۔"

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے کہ جس نے شبِ جمعہ نمازِ عشا باجماعت ادا کی اور دو رکعت سنّت بھی ادا کیں، پھر اس کے بعد دس رکعات ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، پھر تین وتر ادا کئے اور اس کے بعد دائیں پہلو کے بل قبلہ رو ہو کر سو گیا تو گویا اس نے شبِ قدر میں عبادت کی۔

شبِ جمعہ درودِ پاک کی کثرت کیا کرو

سُلْطَانُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دل نشین ہے: "شبِ جمعہ اور

---

① ......تفسیر روح البیان، پ ۲۱، لقمان، تحت الایۃ ۱۴، ج ۷، ص ۷۹

روزِ جمعہ مجھ پر درودِ پاک کی کثرت کیا کرو۔‘‘ (1)

شبِ ہفتہ نماز کی فضیلت

حضرت سَیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شَہَنْشَاہِ اَبرار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے کہ جس نے ہفتہ کی رات نمازِ مغرب اور عشا کے درمیان بارہ۱۲ رکعتیں ادا کیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا اور گویا اس نے ہر مومن مرد وعورت پر صدقہ کیا اور یہودی عورت (کے شر) سے بَری ہو گیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرما دے۔

صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْن کی فضیلت

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک آزاد کردہ غلام سے پوچھا گیا کہ کیا آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرض نماز کے علاوہ بھی کسی نماز کا حکم دیا کرتے تھے؟ تو اس نے بتایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز کا۔ (2) اور حضرت سَیِّدُ نا محمد بن مُنْکَدِر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے: ”جس نے مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھی تو اس کی یہ نماز صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْن (یعنی توبہ کرنے والوں کی نماز) ہوگی۔“ (3)

ساعتِ غفلت

حضرت سَیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن اَسْوَد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الصَّمَد اپنے والدِ محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب بھی حضرت سَیِّدُ نا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ان اوقات میں آتا تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے پاتا، لہٰذا میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: یہ (مغرب وعشا کا درمیانی وقت) غفلت کی ساعت ہے۔ (4)

---

(1) ……شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۰۳۴، ج۳، ص ۱۱۱

(2) ……الزھد لابن مبارک، باب استعنت باللہ، الحدیث: ۱۲۵۸، ص ۴۴۴

(3) ……جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، الحدیث: ۲۰۸۴۴، ج۷، ص ۴۷

(4) ……المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۱۰۲

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک آزاد کردہ غلام سے دریافت کیا گیا کہ مغرب وعشا کے درمیان جب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر تشریف لاتے تو رضائے الٰہی کے لئے کیا کرتے تھے؟ تو اس نے بتایا کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ثابت بُنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ مغرب وعشا کے درمیان نماز ادا کیا کرتے اور فرماتے کہ یہ نَاشِئَةُ اللَّيْل (یعنی شب بیداری کا آغاز) ہے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا اَبان بن اَبی عَیّاش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے نمازِ عشا سے پہلے سوجانے کے متعلق پوچھا تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ آیتِ کریمہ ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (پ ۲۱، السجدة: ۱۶) [2] اسی وقت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن اَبی حَواری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے عرض کی: ”میں دن کے اوقات میں روزہ رکھوں اور مغرب وعشا کے درمیان بیٹھ کر کھانا کھاتا رہوں یہ آپ کو زیادہ پسند ہے یا دن کو روزہ نہ رکھوں اور اس وقت نماز پڑھتا رہوں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”اگر تم ان دونوں باتوں کو جمع کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔“ میں نے عرض کی کہ اگر میں اس کی طاقت نہ رکھوں تو پھر کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: ”تب پھر دن کے وقت بھلے روزہ نہ بھی رکھو، مگر مغرب وعشا کے درمیان نماز ضرور پڑھا کرو۔“

سونے یا چاندی کے دو محل

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک نمازِ مغرب سب نمازوں سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ اس نے نہ تو اس نماز میں کسی مسافر سے کوئی کمی کی اور نہ ہی کسی مُقیم سے، بلکہ اس نماز کے ذریعے رات کی نماز کا افتتاح فرمایا اور دن کی نماز کا اختتام فرمایا، پس جو نمازِ مغرب ادا کرے اور اس کے بعد دو[2] رکعت ادا

---

[1] ......الزهد لابن مبارک، باب استعنت بالله، الحديث: ۱۲۶۳، ص ۴۴۶

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے۔

کرے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّت میں دو۲ محل بنائے گا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ سونے کے ہوں گے یا چاندی کے اور جو نمازِ مغرب کے بعد چار۴ رکعت ادا فرمائے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے بیس۲۰ سال کے گناہ بخش دے گا یا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ چالیس۴۰ سال کے گناہ بخش دے گا۔'' [1]

ایک سال کی عبادت کا ثواب

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ مدینے کے تاجدار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرب نشان ہے: ''جو نمازِ مغرب کے بعد چھ۶ رکعت ادا کرے تو وہ اس کے لئے ایک سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔'' یا پھر یہ ارشاد فرمایا: ''گویا اس نے شبِ قدر میں نماز ادا کی۔'' [2]

مغرب وعشا کے درمیان اعتکاف کا ثواب

حضرت سیِّدُنا ثَوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جو مغرب وعشا کے درمیان باجماعت نماز ادا کر کے مسجد میں ہی اعتکاف کرے اور نماز پڑھنے یا قرآنِ کریم کی تلاوت کے علاوہ کسی سے کلام نہ کرے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنّت میں دو۲ ایسے محل بنائے جن کا آپس میں فاصلہ ایک سو سال کی مَسافت کے برابر ہو اور ان کے درمیان ایک ایسا درخت لگائے کہ اگر تمام دنیا والے اس کے گرد چکر لگائیں تو وہ ان سب کو کافی ہو۔'' [3]

نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو مغرب وعشا کے درمیان دس۱۰ رکعتیں ادا کرے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کیلئے جنّت میں ایک محل بنائے گا۔'' حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! تب تو ہمارے محل کثرت سے ہوں گے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ بہت بڑا اور فضیلت والا ہے۔'' یا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ وہ بہت پاک ہے۔ [4]

---

[1] ......تفسیر القرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ ۲۳۸، ج ۲، ص ۱۵۹

[2] ......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء، الحدیث: ۱۳۷۴، ص ۲۵۵۸ دون قولہ او کانہ...الخ

[3] ......الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین، فضل صلاۃ المغرب، الحدیث: ۵۷، ج ۱، ص ۸۳

[4] ......الزہد لابن مبارک، باب استعنت باللہ، الحدیث: ۱۲۶۴، ص ۴۴۶

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ،قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے:''جو باجماعت نمازِ مغرب کے بعد کسی سے کوئی بات نہ کرے، پھر دو۲ رکعت اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کی ابتدا سے دس۱۰ آیات اور درمیان سے ﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ سے لے کر دو۲ آیتیں، اس کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پندرہ۱۵ مرتبہ پڑھے، پھر رُکوع وسُجود کرے اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃُ الکرسی اور اس کے بعد کی دو۲ آیتیں ﴿هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ تک اور سورۂ بقرہ کی آخری تین۳ آیتیں یعنی ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ سے لے کر آخر تک اور پھر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پندرہ۱۵ مرتبہ پڑھے تو ......اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّتِ عَدن میں موتی اور یاقوت کے ہزار شہر بنادے گا۔

......ہر شہر میں ہزار محل ہوں گے۔ ......ہر محل میں ہزار گھر ہوں گے

......ہر گھر میں ہزار کمرے ہوں گے ......ہر کمرے میں ہزار قطاریں ہوں گی

......ہر قطار میں ہزار خیمے ہوں گے ......ہر خیمے میں مختلف قسم کے جواہر سے بنی ہوئی ہزار چار پائیاں ہوں گی

......ہر چار پائی پر ہزار بستر ہوں گے، جو اندر سے اِسْتَبْرَق (ریشم کی ایک قسم) کے اور باہر سے نور کے ہوں گے، نیز ہر چار پائی پر ہزار تکیے ایک طرف اور ہزار تکیے دوسری طرف ہوں گے۔

......ہر بستر پر حورِعین میں سے ایک بیوی ہوگی، جس کے اوصاف ناقابلِ بیان ہیں، بلکہ اوصاف بیان کرنے سے اس کے حسن وکمال میں زیادتی ہوتی ہے، اسے کسی مُقَرَّب فرشتے نے دیکھا ہوگا نہ کسی نبی مُرسَل نے، وہ بھی دیکھ لیں تو اس کے حسن کو پسند فرمائیں۔

......ان میں سے ہر بیوی پر ایک ہزار ایسے لباس ہوں گے کہ کوئی لباس دوسرے کو نہیں چُھپائے گا اور نہ ہی تمام لباس مل کر جسم کی رنگت کو چھپائیں گے بلکہ وہ ایک دوسرے کے نیچے سے ایسے دکھائی دیں گے جیسے یاقوت میں ریشمی دھاگہ دکھائی دیتا ہے اور جس طرح شفّاف شیشے کے جام میں سُرخ شراب دکھائی دیتی ہے۔

......ہر بیوی کے ایک لاکھ غلام، ایک لاکھ لونڈیاں اور ایک لاکھ دربان ہوں گے، جو ان کے محلّات اور سامان پر

مُتَعَیَّن ہوں گے اور یہ سب خُدّام خاص انہی کے ہوں گے، ان کے شوہروں کے خُدّام ان کے علاوہ ہوں گے۔

۞…… ہر خیمہ میں ایک نہر تَسْنِیْم کی اور ایک کوثَر کی ہوگی اور ایک ایک چشمہ کافُور، زَنْجَبِیْل اور سَلْسَبِیْل کا ہوگا اور ایک ایک ٹہنی شَجرِ طُوبیٰ اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کی ہوگی۔

۞…… ہر خیمہ میں موتی و یاقوت کے ایک ہزار دسترخوان ہوں گے جن میں سب سے چھوٹا دسترخوان بھی بَقَدْرِ دنیا ہوگا

۞…… ہر دسترخوان پر ایک ہزار جَواہِرات سے آراستہ سونے کی پلیٹیں ہوں گی۔

۞…… ہر پلیٹ میں ہزار قسم کے کھانے ہوں گے جن کے ذائقے، رنگ اور خوشبو مختلف ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مومن ولی کو قُوَّت عطا فرمائے گا کہ وہ یہ سب کھانے اور ان کی مِثْل پینے والی اشیاء کھا پی سکے، نیز تمام بیویوں سے دنیا کے دنوں میں سے ایک دن کی مقدار کے برابر مُجامَعَت کر سکے۔ پاک ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو بادشاہ ہے، حد درجہ عطا کرنے والا اور ہر کام پر قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے، وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔''

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت کا وظیفہ

حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا وبرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ ابدال تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: ''مجھے کوئی ایسا عمل سکھائیں جو میں رات کو کیا کروں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد کسی سے کوئی بات نہ کریں اور پھر نمازِ عشا عام مَعْمول کے مطابق ادا کریں، اس کے بعد دو رکعت پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو اپنے گھر جائیں اور کسی سے بات نہ کریں، دو رکعت ادا کریں، ان میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھیں، پھر سلام کے بعد سجدہ کریں اور سات مرتبہ اِسْتِغْفار پڑھیں، سات مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھیں اور سات مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھائیں اور سیدھے بیٹھ کر اپنے ہاتھ بلند کر لیں اور یہ دعا مانگیں:

يَا حَيُّ، يَا قَيُّوْمُ. يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. يَآ اِلٰهَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ. يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَرَحِيْمَهُمَا. يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰه!

ترجمہ: اے بذاتِ خود زندہ! اے دوسروں کو قائم رکھنے والے! اے عزت وبزرگی والے! اے اَوَّلِین وآخرین کے معبود! اے دنیاوآخرت کے رحمٰن اور رحیم! اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! یااللّٰہ! یااللّٰہ! یااللّٰہ!

پھر اسی طرح ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے کھڑے ہو کر یہی کلمات کہیں، اس کے بعد جہاں جی چاہے قبلہ کی جانب دائیں کروٹ لیٹ کر درودِ پاک پڑھتے ہوئے سو جائیں۔'' حضرت سیِّدُنا وَبْرہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ بھی بتائیں کہ آپ نے یہ دعا کس سے سیکھی؟'' تو انہوں نے بتایا: ''جب تاجدارِ رِسالت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو یہ دعا بتائی گئی اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی جانب وحی کی گئی تو اس وقت میں بھی آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھا اور یہ سب کچھ میری موجودگی میں ہوا، پس میں نے بھی اس سے یہ دعا یاد کر لی جسے آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے سکھائی۔''[1]

پس مَنْقول ہے کہ جو اس نماز اور کلمات کو ہمیشہ حُسنِ یقین اور صِدْقِ نیّت سے پڑھے تو وہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل خواب میں شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مُشَرَّف ہو گا اور بعض افراد نے یہ عمل کیا تو دیکھا کہ وہ جنّت میں داخل ہو چکے ہیں اور اس میں اَنْبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دیکھا اور سَيِّدُ الْمُبَلِّغِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی زیارت کی، ان سے کلام کیا اور علم بھی حاصل کیا۔ اس کے فضائل بہت زیادہ ہیں ہم نے انہیں مختصراً ذکر کیا ہے۔

❁……❁……❁

[1] ……تاریخ مدینة دمشق، الرقم ۱۹۶۵ الخضر، ج ۱۶، ص ۴۳۰ مفهوماً

فصل 12

نمازِ وتر کا بیان

صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اور نمازِ وتر

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ عقل مند و دانا لوگ رات کے ابتدائی اوقات میں اور قَوی و توانا رات کے آخری حصّے میں نمازِ وتر ادا کرتے ہیں اور یہی افضل ہے۔ [1]

ایک بار صاحبِ جُود و نَوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَمِیْرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُ نا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے دریافت فرمایا کہ وہ وتر کس وقت ادا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: ''سونے سے قبل رات کے ابتدائی حصے میں۔'' اور امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عُمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے دریافت فرمایا کہ وتر کب ادا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: ''رات کے آخری حصّے میں۔'' تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا ابو بکر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا کہ اس احتیاط پر ثابت قدم رہو اور امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ [2]

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چاہے تو رات کی ابتدا میں نمازِ وتر ادا کرلے اور پھر ۲دو ۲دو رکعت نفل پڑھتا رہے اور اگر کوئی چاہے تو نمازِ وتر میں تاخیر کرے یہاں تک کہ یہی اس کی رات کی آخری نماز ہو۔ [3]

حضرت سیِّدُ نا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْوَاحِد حضرت سیِّدُ نا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ ''نمازِ عشا کے بعد چا۴ر رکعت ادا کرنے کا اجر و ثواب شبِ قَدر میں نماز ادا کرنے جیسا ہے۔'' [4]

---

[1] ......اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب النوافل، باب الوتر فی اول اللیل، الحدیث: ۲۴۰۶، ج۳، ص۱۴۶

[2] ......معرفۃ السنن والاثار للبیھقی، کتاب الصلوۃ، باب الوتر فی اول اللیل ووسطی واٰخرہ، الحدیث: ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ج۲، ص۳۲۵

[3] ......السنن الکبرٰی للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب من قال لا ینقض القائم......الخ، الحدیث: ۴۸۵۰، ج۳، ص۵۴

[4] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب فی اربع رکعات بعد العشاء، الحدیث: ۱، ج۲، ص۲۳۹ کعدلھن بدلہ کقدرھن

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرّب نشان ہے: ''اے اہلِ قرآن! ہر رات کے وتر ادا کیا کرو۔'' ①

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ارشاد فرماتی ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کی ابتدا، وَسْط اور انتہائے سحر تک (تینوں اوقات میں) وتر ادا کئے ہیں۔ ②

ایک روایت میں ہے کہ پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت وتر پڑھتے جب اذان کا وقت قریب ہوتا، پھر اقامت کے قریب ۲دو رکعت (سنّتِ فجر) ادا فرمایا کرتے تھے۔ ③

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ایک شخص نے نمازِ وتر کے وقت کے متعلق پوچھا تو آپ خاموش رہے، اس کے بعد جب اذانِ فجر کے قریب تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ وتر کے متعلق پوچھنے والا شخص کہاں ہے؟ وہ جان لے کہ وتر کا سب سے بہتر وقت یہی ہے۔ ④

ذکر اور دعا کا بہترین وقت

حضرت سیِّدُنا عمرو بن **عَنْبَسَہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے مُحسنِ اِنسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب آدھی رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے، اگر تو طاقت رکھے کہ تیرا شمار بھی اس وقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں میں ہو جائے تو ایسا ہی کیا کر۔'' ⑤

حضرت سیِّدُنا ابوذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''**یا رسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! رات کے کس حصے میں نماز پڑھنا افضل ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کے دوسرے نصف حصہ میں۔'' ⑥

---

① ......جامع الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی الوتر بسبع، الحدیث: ۴۵۷، ص ۱۶۸۸

② ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلاة، باب ماجاء فی الوتر اٰخر اللیل، الحدیث: ۱۱۸۵، ص ۲۵۴۶

③ ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی، الحدیث: ۶۵۹، ج ۱، ص ۱۸۹

④ ......المرجع السابق، الحدیث: ۹۸۷، ص ۲۵۸

⑤ ......سنن النسائی، کتاب مواقیت الصلاة، باب النهی عن الصلاة بعد العصر، الحدیث: ۵۷۳، ص ۲۱۲۳

⑥ ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انصار، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۶۱۱، ج ۸، ص ۱۳۳

مَروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعطّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت فرمایا کہ رات کے کس حصّے میں زیادہ دعائیں سُنی جاتی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: ''عرش سحری کے وقت حرکت کر رہا ہوتا ہے۔''[1]

مَروی ہے کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندۂ مُسلِم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خیر و بھلائی کا سوال کرے تو وہ ضَرور عطا فرماتا ہے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ اس ساعت میں نماز پڑھتا ہے اور دعا مانگتا ہے تو وہ قبول کر لی جاتی ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔[3]

مَنقول ہے کہ رات میں ایک ایسا وقت آتا ہے جس میں ہر ذی روح کی آنکھ غافل یا سو جاتی ہے سوائے اس زندہ کے جسے موت نہیں، ہوسکتا ہے یہی وہ قبولیت کی ساعت ہو۔

صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس ساعت کے متعلق مروی ہے کہ یہ وقت نصف رات گزر جانے کے بعد ہے اور ایک دوسری روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں کہ جب رات کا آخری تہائی حصّہ باقی رہ جائے تو جبّار عَزَّوَجَلَّ آسمانِ دنیا پر تجلّی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: ''میرا بندہ میرے سوا کسی سے کچھ نہیں مانگتا، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں، ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسے عطا کروں۔'' ایسا فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر طُلوع ہو جاتی ہے۔[4]

حضرت سیّدُنا عَمْرو بن عَنْبَسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت میں ہے کہ تجھ پر رات کے آخری حصّے کی نماز لازِم ہے، کیونکہ یہ نماز مَشہود و مَحضور ہے۔ یعنی اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

❁……❁……❁

---

[1] ……تفسیر القرطبی، پ۳، ال عمران، تحت الآیۃ ۱۷، ج ۲، ص ۳۰

[2] ……صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فی اللیل ساعۃ، الحدیث: ۱۷۷۱، ص ۷۹۷

[3] ……تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۷۹۳۷ نوف بن فضالۃ، ج ۶۲، ص ۳۰۵

[4] ……المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۵۵۴، ج ۵، ص ۵۱ ……مسند ابی یعلی، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ۵۹۱۱، ۵۹۱۰، ج ۵، ص ۲۶۶ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ۷۵۱۲، ج ۳، ص ۱۷

فصل 13

مسنون دعاؤں کا بیان

دعائے صبح

صبح سویرے بیدار ہو کر یہ دعا کرنی چاہئے:

﴿اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْعَظَمَةُ لِلّٰهِ، وَالسُّلْطَانُ لِلّٰهِ، وَالْبَهَآءُ لِلّٰهِ، وَالْقُدْرَةُ لِلّٰهِ، وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ، وَالتَّسْبِيْحُ لِلّٰهِ، اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ، وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا، وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ اَنْ تَبْعَثَنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اِلٰى كُلِّ خَيْرٍ، وَنَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَجْتَرِحَ فِيْهِ سُوْٓءًا اَوْ نَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ، فَاِنَّكَ قُلْتَ: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ، وَجَاعِلَ الَّيْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا، اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا فِيْهِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِيْهِ، بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ، لَا يَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَبًّا، وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

ترجمہ: ہم نے اور تمام ملک نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے صبح کی، تمام عظمت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہر سلطنت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہر قسم کی رونق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، تمام قدرت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، تمام عزّت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہر قسم کی تسبیح بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہم نے فِطرتِ اسلام پر اور کلمۂ اخلاص پر ثابت قدم رہتے ہوئے اور حضرت سیّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دینِ حَنیف پر صبح کی جو مُشرکین میں سے نہ تھے۔ تمام تعریفیں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی کی جانب لوٹنا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو آج ہمیں ہر قسم کی بھلائی کی توفیق عطا فرما اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ آج کوئی برائی کرنے کی جرأت کریں، یا اس بُرائی کا رُخ کسی مسلمان بھائی کی جانب کر دیں، پس یہ تیرا ہی فرمان ہے: ''اور وہی ہے جو

رات کوتمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہری ہوئی میعاد پوری ہو۔“ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اے تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والے! اور اے رات کو باعثِ سُکون بنانے والے! اور سورج اور چاند کو حساب کے ذرائع بنانے والے! میں تجھ سے اس دن کی اور اس میں موجود ہر خیر و بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس دن کی اور اس میں موجود ہر بُرائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ چاہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر کوئی قوّت نہیں، جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ چاہے، ہر نعمت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے، جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ چاہے، ہر طرح کی خیر و بھلائی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، بُرائی کو کوئی بھی دور نہیں کرسکتا سوائے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے، میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوا، اے ہمارے ربّ! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

اس کے بعد سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھنا چاہئے۔

شام کے وقت کی دعائیں

شام کے وقت بھی یہی دعا کرنی چاہئے لیکن اس میں ﴿اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ﴾ کے بجائے: ﴿اَمْسَيْنَا. وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ﴾ کہنا چاہئے اور ﴿اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ﴾ کے بجائے یہ کہئے: ﴿اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ﴾ یعنی جہاں ﴿اَلْيَوْم﴾ کے الفاظ ہیں وہاں ﴿اَللَّيْلَة﴾ کہئے۔

نیز کبھی بھی رات کے وقت اس دعا کا ناغہ نہ کرے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ. وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ. وَاَسْمَآئِهٖ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ وَبَرَاَ. وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ. وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ. اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا. اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ترجمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے کہ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاسکتی اور وہ سمیع وعلیم ہے اور میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پورے اور کامل کلمات اور اس کے تمام اسمائے حسنیٰ کے وسیلہ سے پناہ مانگتا ہوں ہر پیدا کردہ مخلوق کے شر سے اور ہر شر والی چیز کے شر سے اور ہر چوپائے کے شر سے، اے میرے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! سب کچھ تیرے قبضے میں ہے، بے شک میرا پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ صراطِ مستقیم پر ملتا ہے۔

اگر یہ دعا سحری کے وقت بیتُ الْخَلا میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ ذکر سے غافل نہ ہو، اکثر صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اس دعا کو دن کے آخری حصّے میں یا رات کے ابتدائی حصّے میں پڑھا کرتے اور یہی بہتر ہے۔ صبح کے وقت بیتُ الْخَلا جانا طبّی لحاظ سے بھی جسم کے لئے بہت مفید ہے اور طہارت کے لئے بھی زیادہ بہتر ہے۔ خاص طور پر ان افراد کے لئے جو دن کے وقت کھانا کھاتے ہیں۔

سوتے وقت کی دعائیں

......جب بندہ سونے کے لئے بستر پر جائے تو اسے چاہئے کہ یہ دعا پڑھے:

﴿بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ، اَللّٰهُمَّ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاعْصِمْهَا وَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ﴾

ترجمہ: اے میرے پَروَرْدگار! تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا اور اسی کے سہارے اسے اٹھاؤں گا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو میری جان لے لے تو اس کی مغفرت فرمانا اور اس پر رحم فرمانا اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو اسے محفوظ رکھنا اور ان چیزوں سے اس کی حفاظت فرمانا جن سے تو نے اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرمائی ہے۔

......تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بَراء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا کہ جب وہ رات کے وقت بستر پر جائیں تو یہ دعا مانگا کریں:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَهْبَةً وَّرَغْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا اور اپنا معاملہ تیرے سپُرد کر دیا اور ڈرتے ہوئے اور تیری بارگاہ میں رغبت رکھتے ہوئے اپنی پُشت تیری پناہ میں دی کہ تیرے سوا کوئی ٹھکانا ہے نہ پناہ گاہ، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے اس رسول پر بھی ایمان لایا جسے تو نے بھیجا۔

......مَروِی ہے کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوتے وقت یہ پڑھا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ قِنِيْ

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قولہ "انزلہ بعلمہ......الخ، الحدیث: ۷۴۸۸، ص ۶۲۴

عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾[1] ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس دن کے عذاب سے بچا جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

......پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج وملال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَا فَقَھَرَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَطَنَ فَجَبَرَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَلَكَ فَقَدَرَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی، وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ﴾[2]

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو بلند شان اور قدرت والا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو الباطِن اور الجبّار ہے۔ تمام تعریفیں اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو مالک وقادر ہے، تمام تعریفیں اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو مُردوں کو زندگی دیتا ہے اور ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

......اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ الرَّاحَةَ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَسُوْٓءِ عِقَابِكَ وَشَرِّ عِبَادِكَ وَشَرِّ الشَّیٰطِیْنِ وَشِرْكِھِمْ﴾

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں موت کے بعد راحت کا اور حساب کے وقت عفو ودرگزر کا، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب سے، تیری سخت سزا سے، تیرے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے شر سے اور ان کے شرک سے۔

قرآنِ کریم حفظ کرنے کا نسخہ

......اس کے بعد قرآنِ کریم کی یہ آیاتِ مبارکہ پڑھے: سورۂ بقرہ کی پانچ۵ ابتدائی اور تین۳ آخری آیات، آیۃُ الکُرسی اور اس کے بعد والی دو۲ آیات۔ اس کے بعد یہ دو۲ آیاتِ مبارکہ پڑھے:

وَاِلٰھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات ودن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللّٰہ

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول عندالنوم، الحدیث: ۵۰۴۵، ص ۱۵۹۲ مفهومًا

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی تعدید نعم اللہ......الخ، فصل فی النوم وادابه، الحدیث: ۴۷۱۴، ج ۴، ص ۱۷۱

السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۶۳، ۱۶۴)

نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

منقول ہے کہ جو یہ آیاتِ مبارکہ سوتے وقت پڑھے اسے قرآنِ کریم یاد ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔

فرشتہ حفاظت کرتا ہے

...... جو سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیات یعنی ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ﴾ سے لے کر آخر تک پڑھنا نہ بھولے اور سورۂ اعراف کی یہ آیتِ مبارکہ ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ...... الخ (پ۸، الاعراف: ۵۴)﴾ بھی پڑھے اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے۔ ...... سورۂ حدید کی ابتدائی پانچ آیات اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات بھی پڑھے۔

...... نیز چاروں قل یعنی ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر انہیں اپنے چہرے اور پورے جسم پر پھیر لے۔ جیسا کہ سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قولاً اور فعلاً ثابت ہے۔

...... سورۂ کہف کی پہلی اور آخری دس دس آیات پڑھنی چاہئیں، یہ آیات رات کے نوافل کے لئے ہیں۔ [1]

...... سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سوتے وقت ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھنے کا حکم دیا۔ [2]

...... آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے کہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کی عقل کامل ہو اور وہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ سے لے کر آخر تک﴾ پڑھے بغیر سو جائے۔ [3]

---

[1] ...... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل سورۃ الکہف، الحدیث: ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ص ۴۰۵ مفہوماً

[2] ...... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما یقول عند النوم، الحدیث: ۵۰۵۵، ص ۱۵۹۲ مفہوماً

[3] ...... اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۴۷۸

فرشتوں کی عبادت کا ثواب

...... سوتے وقت کی ایک دعا یہ بھی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَیْكَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ لَدَیْكَ الَّتِیْ تُقَرِّبُنِیْ اِلَیْكَ زُلْفٰی وَتُبْعِدُنِیْ مِنْ سَخَطِكَ بُعْدًا، اَسْاَلُكَ فَتُعْطِیْنِیْ وَاَسْتَغْفِرُكَ فَتَغْفِرَ لِیْ وَاَدْعُوْكَ فَتَسْتَجِیْبَ لِیْ، اَللّٰھُمَّ لَا تُؤْمِنِّیْ مَکْرَكَ وَلَا تُوَلِّنِیْ غَیْرَكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنِّیْ سِتْرَكَ وَلَا تُنْسِنِیْ ذِکْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی محبوب ساعتوں میں بیدار فرما اور ایسے پسندیدہ اعمال کی توفیق دے جو مجھے تیرے قریب کر کے تیری ناراضی سے انتہائی دور کر دیں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پس تو مجھے عطا فرما اور میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اور تجھ سے دعا کرتا ہوں میری دعا قبول فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنی خُفیہ تدبیر سے مجھے بے خوف نہ کرنا اور نہ ہی اپنے سوا کسی کو میرا والی بنانا، نہ مجھ پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹانا، نہ ہی مجھے اپنا ذکر بھلانا اور نہ ہی مجھے غافلین میں سے کرنا۔

مَنْقول ہے کہ جو سوتے وقت یہ کلمات کہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تین۳ فرشتے زمین پر اتارتا ہے جو اسے نماز کے لئے بیدار کر دیتے ہیں، اب اگر وہ نماز پڑھتا ہے اور دعا مانگتا ہے تو وہ اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ قیام نہ کرے تو فرشتے فضا میں عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔

...... اس کے بعد 33، 33 بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ﴾ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ 25 بار یہ کلمات پڑھ لے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ﴾ یہ کلمہ پڑھنے سے مذکورہ کلمات مل کر پورے سو (100) ہو جائیں گے اور اس کو ہمیشہ پڑھنا بھی آسان ہے۔ سرورِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس کا حکم دیا ہے اور پانچوں نمازوں کے بعد اور سوتے وقت انہیں پڑھنا مُستَحَب ہے۔ [2]

---

[1] ...... اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۴۷۸

[2] ...... سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصی، الحدیث: ۱۵۰۴، ص ۱۳۳۴

کتاب الخراج...... الخ، باب فی بیان مواضع...... الخ، الحدیث: ۲۹۸۸، ص ۱۴۴۷

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سوتے وقت دعا

...... اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوتے وقت سب سے آخر میں یہ کلمات پڑھا کرتے جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دایاں ہاتھ رُخِ انْوَر تلے ہوتا اور حالت یہ ہوتی گویا اسی رات رُوحِ اَقْدَس پرواز کر جائے گی:

﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، مُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَالْفُرْقَانِ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے ساتوں آسمانوں کے رب! اور اے عرشِ عظیم کے پَرْوَرْدگار! اے ہمارے اور ہر شے کے رب! اے تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ کریم نازل فرمانے والے! اے دانے اور گُٹھلی کو پھاڑنے والے! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر جاندار کے شر سے، جس کی پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ایسا اوّل ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد بھی کچھ نہ ہوگا، تو ہی ظاہر ہے کہ کچھ بھی تجھ سے بڑھ کر نہیں، تو ہی باطن ہے کہ ہر چیز تیرے بغیر کچھ نہیں، میرا قرض اتار دے اور مجھے فَقْر کے خوف سے بے پروا کر دے۔

پس یہ تمام دعائیں اور آیاتِ مبارکہ سوتے وقت پڑھنا مُسْتَحَب ہیں۔

نیند کے آداب

سونے سے پہلے درج ذیل اُمور مُسْتَحَب ہیں:

...... کامل وُضو کر کے سوئے، ورنہ پانی کے ساتھ اعضائے وُضو تَر کر لے۔

...... بُزُرگانِ دین سوتے وقت مِسْواک کرنا پسند فرمایا کرتے تھے اور محبوبِ ربِّ داوَر، شَفِیعِ روزِ مَحْشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی یہی مَعْمول تھا۔ [2]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، الحدیث: ۶۸۸۹، ص ۱۱۴۹

[2] ......معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، الرقم ۲۷۶۷ محرز، الحدیث: ۲۲۸۷، ج ۴، ص ۲۸۰

بعض بُزُرگ سوتے وقت سرہانے مِسْواک اور وُضو کا پانی رکھ لیا کرتے تھے، جب رات کو بیدار ہوتے تو مِسْواک کرتے اور اعضاء کو پانی سے تر کر لیتے اور بستر پر لیٹے لیٹے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرتے رہتے اور تلاوتِ قرآنِ کریم کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مَشْغول رہتے اور اسے قِیامُ اللَّیل کے برابر خیال کرتے۔ چنانچہ امیرالمومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے علاوہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ایسا ہی مَرْوِی ہے، نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت جب بھی نیند سے بیدار ہوتے ہر بار مِسْواک فرمایا کرتے۔ [1]

پس بندے کو بھی چاہئے کہ مِسْواک اور وُضو کا پانی اپنے سرہانے رکھا کرے اور نمازِ تہجد کی نیّت کر کے سویا کرے اور جب بھی بیدار ہو تو وضو کرے اور نماز پڑھے یا بیٹھا تلاوت کرتا رہے یا دعا میں مَشْغول رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے، اس سے بخشش کا سوال کرے یا پھر اس کی نعمتوں، عظمتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرے، پس ان میں سے کوئی بھی کام کیا تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہی ہے۔ لہٰذا اس کو اپنا مَعْمول بنا لے کہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا حُصول ہے، نیز یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خاص کرم اور اس کی رحمت بھی ہے۔

سونے سے قبل وصیت کرنا

اگر کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وَصِیَّت کرنا ضَروری ہو تو اسے چاہئے کہ رات سونے سے قبل وَصِیَّت لکھ کر سوئے کیونکہ موت کا بھروسا نہیں اور اس لئے بھی کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے کو مُسْتَحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ،

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کسی بندے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ دو راتیں اس حالت میں بسر کر دے کہ اس کے پاس کوئی قابلِ وَصِیَّت شے ہو اور اس کی وَصِیَّت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔'' [2]

مَنْقول ہے کہ جو بغیر وَصِیَّت کے جہانِ فانی سے چلا جائے گا قیامت تک عالَمِ بَرْزَخ میں اسے کلام کرنے کی

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب السواک لمن قام باللیل، الحدیث: ۵۶، ۵۷، ص ۱۲۲۶ مفهوماً

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی الحث علی الوصیة، الحدیث: ۹۷۴، ص ۱۷۴۴

اجازت نہ دی جائے گی۔[1] یہ بھی **مَنقول** ہے کہ وہ دوسرے مُردوں کو باتیں کرتا ہوا دیکھے گا لیکن قیامت تک خود ان سے بات نہ کر پائے گا اور وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: ''یہ بیچارہ بغیر وَصِیَّت کے مر گیا تھا۔'' تو ان کی یہ بات اس کے لئے حسرت بن جائے گی۔

اچانک موت اس مومن فقیر کے لئے راحت کا باعث ہوتی ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی قرض ہو لیکن ثواب کی نِیَّت سے اس کے لئے وَصِیَّت کرنا بھی مُستَحَب ہے اور جو قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا اور اس کے پاس مال بھی ہو یا پھر وہ قرض اتارنے میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہو تو اس کے لئے اچانک موت ایک سزا اور ناپسندیدہ شے ہے۔ بندے کو اس حال میں سونا چاہئے کہ وہ ہر گناہ سے توبہ کرنے والا ہو، تمام مسلمانوں کے لئے اس کا دل صاف ہو، اس کے دل میں کسی پر بھی ظلم کا ارادہ پیدا نہ ہو اور نہ ہی بیداری کے بعد کسی گناہ کا خیال ہو۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ جو بستر پر لیٹے اور کسی پر ظُلم کرنے کی نیت کرے نہ کسی کے خلاف کینہ کو دل میں جگہ دے تو اس کی تمام غلطیاں بخش دی جائیں گی۔[2]

سونے کا طریقہ

سوتے وقت قبلہ رو ہوں اور قبلہ رو ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں کروٹ سوئیں اور یہ یاد رکھیں کہ موت کے وقت ایسی ہی حالت ہوگی اور قبر میں لیٹنے کا یہی انداز ہوگا۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ (پ ۲۹، المرسلات: ۲۵، ۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔ تمہارے زندوں اور مُردوں کی۔

مُفَسِّرِینِ کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ زمین کے زندوں اور مُردوں کو جمع کرنے سے مُراد یہ ہے کہ زندہ لوگ زمین کی سطح پر ہیں اور مُردہ زمین کے اندر۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے رات کے وقت سونے اور دن کے وقت فضل تلاش کرنے کو ماننے والوں کے لئے بَطورِ دلیل اپنی نشانیوں میں سے قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحديث: ۶۶۵۵، ج۳، ص۵۰۵ دون قوله في البرزخ

[2] ......تاريخ مدينة دمشق، الرقم ۶۴۶۲ محمد بن صالح، ج۵۳، ص۲۷۳ مفهوماً

وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ ۲۱، الروم: ۲۳)

اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے۔

صُفَّہ کے فُقَرا اور تابعین میں سے بعض زاہد جب سویا کرتے تو زمین پر کچھ نہ بچھاتے۔ بلکہ ان میں سے بعض تو مٹی پر ہی لیٹ جاتے اور اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے اور یہ آیتِ مبارکہ پڑھا کرتے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (پ ۱۶، طٰه: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے۔

گویا وہ زمین سے دور ہونا اور مٹی سے بچنا پسند نہ کرتے بلکہ زمین پر لیٹنے سے دلوں کی نرمی اور عاجزی وانکساری میں زیادتی محسوس کرتے۔

نینداور برزخ میں مماثلت

اہلِ حقیقت کے نزدیک نیند کی مثال بَرْزَخ کی سی ہے۔جس طرح بَرْزَخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک مَقام کا نام ہے اسی طرح نیند بھی زندگی و موت کے درمیان کی ایک حالت کا نام ہے۔ جب نیند کا حجاب دور ہوتا ہے تو دنیا اپنی حکمتوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے اور جب حجابِ دنیا ہٹتا ہے تو آخرت اپنی قدرت کے ساتھ عَیاں دکھائی دیتی ہے اور اس وقت دنیا کی حیثیت نیند میں نظر آنے والے خواب جیسی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ (پ ۷، الانعام: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔

بُزرگانِ دین فرمایا کرتے کہ اس شخص پر تعجب ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہے اور پھر اس کے بعد سو جاتا ہے۔ بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے نقل کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اگر تم میری نافرمانی کرتے ہو تو پھر میری سلطنت وقدرت سے باہر نکل جاؤ اور میرے قبضۂ اختیار میں مت سوؤ۔''

حضرت سیّدُ نا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نصیحت

حضرت سیّدُ نا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے صاحبزادے سے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! اگر تمہیں موت میں کوئی شک ہوتو مت سونا، کیونکہ جس طرح تو سوتا ہے اسی طرح تجھے مرنا بھی ہے اور اگر تجھے دوبارہ زندہ ہونے میں کوئی شک ہوتو جب سوئے تو پھر کبھی بیدار نہ ہونا کیونکہ جس طرح تو سونے کے بعد بیدار ہوجاتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد زندہ بھی ہوجائے گا۔''[1]

سونے سے پہلے فکر مدینہ

❁...... بندے کو چاہئے کہ سوتے وقت موت کو یاد کیا کرے اور یہ یقین رکھے کہ سونے سے قبل اس کا جو تعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے قائم تھا مرنے کے بعد بھی ویسا ہی ہوگا۔ ❁......اس بات پر بھی غور وفکر کر لینا چاہئے کہ سوتے وقت کس حالت پر قائم ہے؟ اور جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہمیشہ کی نیند (یعنی موت) عطا فرمائے گا تو کس غم میں مبتلا ہوگا؟

❁...... اور یہ بھی یاد رکھے کہ قیامت کے دن اسی حالت پر دوبارہ زندہ ہونا ہے کیونکہ بندہ مرتے وقت دنیا میں جس حالت وکیفیّت پر ہوگا اسی حالت وکیفیّت پر دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس کا حشر اس کے محبوب کے ساتھ ہوگا جیسا کہ ایک سونے والا شخص کسی کی محبّت میں سوتا ہے اور پھر اُسی کی محبّت کا دم بھرتے ہوئے بیدار ہوتا ہے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اس کی جزا بھی اس کے اپنے گمان کے مطابق ہی ہوگی۔[2]

باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَروِی ہے کہ جو شخص جس مرتبہ پر مرے گا اسی مرتبے پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوگا۔[3]

حضرت سیّدُ نا کَعْبُ الْاَحْبَار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ جب سوؤ تو دائیں پہلو کے بل لیٹا کرو اور اپنے چہرے کو قبلہ رو کر لو کہ یہ بھی موت (کی ایک صورت) ہے۔

---

[1] ......تفسیر البحر المدید، پ ۲۰، النمل، تحت الآیۃ ۸۶، ج ۵، ص ۳۶۶

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان المرء مع من احب، الحدیث: ۲۳۸۶، ص ۱۸۹۱ ما احتسب بدلہ ما اکتسب

[3] ......التذکرۃ للقرطبی، الفصل السادس، باب منہ فی صفۃ البعث......الخ، ص ۲۱۰

بندے کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قبر سے اٹھنے کے بعد اس کے ساتھ اسی کیفیت کے مطابق سُلوک فرمائے گا جو اس کی نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس حالت پر زندہ کیا جائے گا؟ چنانچہ، اگر بندہ اپنے مولا عَزَّوَجَلَّ کو مکرم جاننے والا ہو، اس کو عظیمُ الشّان ماننے والا ہو اور اس کی حُرمت کو بڑا سمجھتا ہو، اپنے محبوب کی جانب متوجّہ رہتا ہو اور اس کی رضا کی دائمی نعمتوں کے حُصول میں جلدی کرتا ہو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بھی آخرت میں اسے اپنی رضا سے عزّت عطا فرمائے گا اور اگر بندہ اپنے مولا عَزَّوَجَلَّ کے حق میں سُستی کرنے والا، اس کے احکام کو ہلکا جاننے والا اور اس کے شَعائر کو حقیر سمجھنے والا ہو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بھی اسے اس کی حیثیّت کے مُطابق ذلیل و رسوا کرے گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ (پ۲۲، فاطر: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا۔

اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ اور گناہ گار افراد ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ایک جگہ انہیں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ (پ۸، الاعراف: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ (پ۲۹، القلم: ۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں سا کر دیں۔

اور اس کے بعد ان کے حکم کی مَذَمَّت اور عیب بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ (پ۲۹، القلم: ۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

پس زندگی میں اور موت کے بعد اس کے ہاں اِن کے متعلق جو فیصلہ ہو چکا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔'' یعنی جس طرح وہ دنیاوی زندگی میں تھے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہوں گے۔ چنانچہ اسکے فوراً بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کے متعلق اپنے عدل کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (پ۲۵، الجاثیة: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور اس لئے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

یہ کلام عقل مندوں کے لئے نصیحت ہے اور ایک مقام پر تَدَبُّر کرنے، اہلِ عقل و دانش کو اسے یاد رکھنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ (پ۲۳، ص: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں۔

کیا وہ تَدَبُّر کرتے ہیں اور پاتے ہیں کہ ہم مُفْسِدِین کو مُصْلِحِین کی طرح کریں گے یا مُتَّقِین کو فاسِقِین کی طرح بنا دیں گے؟ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ٘ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (پ۲۳، ص: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیز گاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

پس تَدَبُّر سوجھ بوجھ اور فہم و دانش کا نام ہے اور تَذَکُّر تقویٰ و عمل کا نام ہے۔

بندے کے مقام و مرتبہ کی پہچان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دِل نشین ہے کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اپنا مقام و مرتبہ معلوم کرنا پسند ہو اسے اپنے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقام کے متعلق غور کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو وہی

مقام ومرتبہ عطا فرماتا ہے جو بندے کے دل میں پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا ہوتا ہے۔[1]

باوضو سونے کی فضیلت

بندہ جب باوُضو ہو کر ذکر کرتے ہوئے مُشاہدہ وتَفَکُّر میں مَشغول سوتا ہے تو اس کا بستر ہی اس کی مسجِد (یعنی محلِ عبادت) بن جاتا ہے اور بیدار ہونے تک نمازی لکھا جاتا ہے اور (حالتِ نیند میں) ایک فرشتہ اس کے لباس میں داخل ہو جاتا ہے، اگر بندہ نیند میں حرکت کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے۔ چنانچہ، ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ''بندہ جب باوُضو سوتا ہے تو اس کی روح عرش کی جانب پرواز کر جاتی ہے اور اس حالت میں اس کے خواب سچّے ہوتے ہیں۔''[2] اور اگر وہ وُضو کر کے نہ سوئے تو اس کی روح وہاں تک نہیں پہنچ پاتی اور اس صورت میں اس کے خواب بھی ناقابلِ تعبیر ہوتے ہیں جو سچے نہیں ہوتے۔

اگر (باوضو سونے والے) بندے پر نیند غالب آجائے یہاں تک کہ وہ صبح تک سوتا رہے تو اس کے لئے رات بھر کا قیام لکھا جاتا ہے اور اس کی نینداس پر ایک زائد نعمت شمار ہوتی ہے اور جس کی سوتے وقت یہی حالت ہو تو وہ ان کثیر بندوں سے سبقت لے جاتا ہے جو غفلت کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔

عالم کی نیند

ایک حدیثِ پاک میں مَروِی ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔[3]

وقتِ تہجد کے اذکار اور دعائیں

۞...... جب رات کو تہجد کے وقت بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَحْیَانِیْ بَعْدَ اِذْ تَوَفَّانِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾[4] ترجمہ: تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی کی جانب لوٹنا ہے۔

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۵۰۱، ج ۲، ص ۵۷

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۲۲۰، ج ۴، ص ۶۳

[3] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۶۷۳۱، ج ۴، ص ۲۴۷

[4] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حذیفة بن یمان، الحدیث: ۲۳۳۳۱، ج ۹، ص ۷۹

﴾.....پھر سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیات مبارکہ پڑھے۔مسواک کرے اور وضو کرے اس کے بعد یہ دعا مانگے:

﴿سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ، وَاَسْئَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ، اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا، وَاجْعَلْنِيْ اَذْكُرُكَ كَثِيْرًا وَّاُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾[1]

ترجمہ: تُو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا دے اور طہارت حاصل کرنے والوں سے بنا دے اور بہت زیادہ صبر وشکر کرنے والا بنا دے اور مجھے اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنا دے اور مجھے ایسا بنا دے کہ میں صبح وشام تیری ہی پاکی بیان کرتا رہوں۔

﴾.....اس کے بعد سر آسمان کی جانب اٹھا کر یہ دعا کرے:

﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ، وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اَنَا عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، جَارٍ فِيَّ حُكْمُكَ، نَافِذٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ، عَدْلٌ فِيْ مَشِيْئَتِكَ، هٰذِهٖ يَدَايَ بِمَا كَسَبَتْ، هٰذِهٖ نَفْسِيْ بِمَآ اجْتَرَحَتْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْٓ اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ﴾[2]

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے، وہ یکتا وتنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو ودرگزر کی تیری سزا سے اور تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں تیری ناراضی سے اور تیری پناہ طلب کرتا ہوں تجھی سے، میں تیری حمد وثنا اس طرح شمار نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے، میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، مجھ پر تیرا حکم جاری ہے، تیری قضا مجھ پر نافذ

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ما یقال بعد الوضوء، الحدیث: ۵۵، ص ۱۶۳۲

[2] ......المرجع السابق

ہے، تیری مَشِیَّت میں عدل ہے، یہ ہیں میرے ہاتھ جن سے میں نے کمایا اور یہ ہے میرا جسم جس سے میں نے جُرموں کا اِرتِکاب کیا، کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو پاک ہے، میں ظُلم کرنے والوں سے ہوں، میں نے بُرا عمل کیا اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے پس میرا گناہ بخش دے، بے شک تو ہی میرا رب ہے، یقیناً تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔

......اس کے بعد جب نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہو تو یہ دعا کرے:

﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ [1]

ترجمہ: **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہی کثیر حمد ہے اور تسبیح ہے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی صبح وشام۔

......اس کے بعد دس دس بار یہ کلمات پڑھے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾

......پھر یہ کہے: ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَلَالِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ﴾

ترجمہ: **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، ملکوت وجبروت کا مالک ہے، کبریائی وجلال اور عظمت وقدرت والا ہے۔

......اس کے بعد یہ کلمات پڑھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسولوں کے سالار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم انہیں تہجد کی نماز میں پڑھا کرتے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ بَهَآءُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَيْنُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَنْ عَلَيْهِنَّ. اَنْتَ الْحَقُّ، وَمِنْكَ الْحَقُّ، وَلِقَآؤُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! لِيْ مَا قَدَّمْتُ، وَمَآ اَخَّرْتُ، وَمَآ اَسْرَرْتُ، وَمَآ اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، اَللّٰهُمَّ زَكِّهَا، اَنْتَ خَيْرُ مَّنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَآ اِلَّآ اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَآ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْبَآئِسِ الْمِسْكِيْنِ وَاَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِيْلِ فَلَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ما یستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء، الحدیث: ۷۶۴، ص ۱۲۷۹

شَقِيًّا، وَكُنْ بِيْ رَؤُوْفًا رَّحِيْمًا، يَا خَيْرَ الْمَسْؤُوْلِيْنَ! وَيَآ اَكْرَمَ الْمُعْطِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کی رونق ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کی زینت ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے تو ہی قائم کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے اوپر ہے، تو حق ہے اور تجھ سے ہی حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنّت حق ہے، دوزخ حق ہے، اَنْبِیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق ہیں، حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حق ہیں، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے لئے اسلام لایا اور تجھ پر ہی ایمان لایا، تجھ پر ہی بھروسا کیا اور تیرے ہی لئے جھگڑا کیا، تیری بارگاہ میں معاملہ پیش کیا، پس اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اے میرے پَرْوَرْدگار! بخش دے میرے وہ تمام گناہ جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے، جو پوشیدہ کئے اور جو عَلانیہ کئے، تو اَلْمُقَدِّم اور اَلْمُؤَخِّر ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کا تزکیہ فرما، تو ہی سب سے بہتر اس کا تزکیہ فرمانے والا ہے، تو ہی اس کا ولی ہے اور تو ہی اس کا آقا و مولا ہے، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے حسنِ عمل کی توفیق دے، کہ تیرے سوا کوئی بھی اچھے اعمال پر نہیں چلا سکتا اور مجھ سے نفس کی بُرائی دور فرما کہ تیرے سوا کوئی بھی اس کی بُرائی دور نہیں کرسکتا۔ میں تجھ سے مسکین و مجبور کے سوال کرنے کی طرح سوال کرتا ہوں اور فقیر و حقیر شخص کی طرح دعا کرتا ہوں پس اے میرے رب! اس دعا کے ساتھ مجھے بد بخت نہ بنا بلکہ مجھ پر رحم و کرم فرما، اے سب سے بہتر مَسْؤُول (یعنی جس سے سوال کیا جائے)! اور اے سب سے بہتر و زیادہ عطا فرمانے والے!

مُسْتَحَب یہ ہے کہ نمازِ تہجد کی ابتداءً دو مختصر رکعتوں سے کرے۔ نیز یہ بھی مستحب ہے کہ کچھ نہ کھائے پیئے یہاں تک کہ نماز پڑھنے سے فارغ ہو جائے۔ کیونکہ بندہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کا دل ہر قسم کی خواہشات سے خالی ہوتا ہے، پس جب وہ کچھ کھائے پیئے گا تو اس کی کیفیت تبدیل ہو جائے گی۔ لہٰذا کھانا نہ کھائے یہاں تک کہ فجر کے طُلوع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے، اگر اس نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو اس وقت فوراً شروع کر دے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر نہ تو نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی قدرت۔

❀……❀……❀

[1] ……صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب التہجد باللیل، الحدیث: ۱۱۲۰، ص۸۷

فصل 14

رات کی تقسیم اور عابدین کے فضائل

عابدین کے فضائل

اس فصل میں رات کے وقت عبادت کرنے، سونے کے اوقات کی تقسیم، عبادت کرنے اور تہجد پڑھنے والوں کے فضائل مذکور ہیں۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کے وقت عابدین اور شکر ادا کرنے اور بہترین جزا دینے میں ان کا تذکرہ رسولوں کے سالار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذکر کے ساتھ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں خبر دی ہے کہ رات کے وقت قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا دل کے لئے انتہائی مؤثر ہے اور اس وقت قرآنِ پاک کو سمجھنے اور یاد کرنے میں دل زبان کا ساتھ دیتا ہے۔ نیز اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کے وقت عبادت کرنے والوں کو علما کے نام سے یاد فرمایا اور انہیں اہلِ خوف و رجا میں سے شُمار کرنے کے علاوہ ان کے لئے بہترین جزا مخفی رکھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے۔

اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

یعنی جو شخص عالم ہو اور فرمانبردار و اطاعت گزار ہو کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو غافل ہو اور رات بھر سویا

رہتا ہو؟ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اسے کس بات سے ڈرایا جا رہا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کس شے کی امید رکھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے دنیاوی واُخروی اوصاف بیان کئے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں ان کے اوصاف کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے ربّ کے لئے سجدے اور قیام میں۔

﴿۲﴾ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ٝ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے ربّ کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

یعنی وہ بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں، انہیں ڈر اور ثواب کی امید کی وجہ سے کسی پل چین نہیں آتا۔

اور آخرت میں جو ان کے لئے نعمتیں تیار کی ہیں ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ ''یَعْمَلُوْنَ'' سے ان کا رات بھر عبادت کرنا مُراد ہے اور یہ بھی مَنْقُول ہے کہ اس سے مُراد اہلِ خوف ورَجا ہیں۔ خوف ورَجا دل کے دو ایسے عمل ہیں جن سے مُشاہدۂ غیب حاصل ہوتا ہے۔ جب عُلَمائے رَبّانیین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر چُھپ کر اعمال بجالاتے ہیں تو ان کا ربّ عَزَّوَجَلَّ بھی ان کے لئے بہترین جزا کے ذخائر ظاہری آنکھوں سے چھپا دیتا ہے اور جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والوں کا کوئی بھی عمل اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے بغیر نہیں ہوتا اسی طرح ان کی آنکھیں بھی اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے بغیر کسی چیز سے ٹھنڈی نہیں ہوتیں۔

نمازِ تہجد

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (پ۱، البقرۃ: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

بعض عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہاں نماز سے مُراد صلاۃُ اللَّیل ہے کہ جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے مُجاہدۂ نفس اور دشمن کی اذیتوں پر صَبر حاصل کرنے کے لئے مدد طلب کرتے ہیں۔ ①

اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ (پ۱، البقرۃ:۴۵)

یہاں ''خٰشِعِیْن'' سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور عاجزی وانکساری کرنے والے لوگ ہیں یعنی ان لوگوں پر نماز بوجھ ہوتی ہے نہ وہ اس سے منہ موڑتے ہیں بلکہ نماز تو ان کے لئے آسان ہے اور وہ اس سے لذّت پاتے ہیں۔

مَروی ہے کہ عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فُلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرنے لگتا ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تم کہہ رہے ہو عنقریب اس کی نماز وہ (بُرائی) چُھڑا دے گی۔'' ②

مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرّب نشان ہے: ''نماز (یعنی تہجد) ضرور ادا کیا کرو! کیونکہ یہ تمہارے ربّ کی رضا کا باعث ہے...... تمہارے گناہوں کو مٹانے والی ہے...... تم سے پہلے نیک بندوں کا یہی طرزِ عمل رہا ہے...... گناہوں کو دور کرنے والی...... بوجھ اتارنے والی...... شیطان کے مکر وفریب کو ختم کرنے والی اور...... جسم سے بیماریوں کو بھگانے والی ہے۔'' ③

نمازِ تہجد صالحین کی صفت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کی نماز کو صالحین کا وصف قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر

---

① ......عوارف المعارف، الباب الثامن والاربعون فی تقسیم قیام اللیل، ص ۲۱۹

② ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ۹۷۸۵، ج ۳، ص ۴۵۷

③ ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من فتح لکم باب الدعاء، الحدیث: ۳۵۴۹، ص ۲۰۱۷

الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِؕ وَ اُولٰٓىٕكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ(۱۱۴) (پ۴، ال عمران: ۱۱۴،۱۱۳)

ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

نمازِ تہجد کا مستحب وقت

نمازِ تہجد کا مُسْتَحَب وقت رات کا دوتہائی حصّہ ہے اور کم از کم مُسْتَحَب وقت چھٹا حصّہ ہے کیونکہ ماہِ نُبُوَّت، مہرِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی اتنی رات گئے تک قیام نہ کیا کہ صبح ہوگئی ہو بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کا کچھ حصّہ آرام بھی فرمایا کرتے اور کوئی ایسی رات نہیں گزری کہ جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبح تک آرام نہ کیا ہو بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کا کچھ حصّہ ضرور قیام فرمایا کرتے۔[1]

مَنْقول ہے کہ رات کے ابتدائی حصّے میں نماز پڑھنا تہجد گزاروں کا......نصف شب میں قیام کرنا فرمانبرداروں کا ......آخر شب میں قیام کرنا نمازیوں کا......اور فجر کے وقت قیام کرنا غافلوں کا طریقہ ہے۔

فرشتہ لوگوں کو بیدار کرتا ہے

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت سیِّدُنا یوسف بن مِہران رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بتایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ ہے جس کی صورت مُرغ جیسی ہے، اس کے پنجے موتیوں کے اور دونوں خار (مُرغ کی ٹانگ پر وہ کانٹے جو ٹخنے کے اوپر ہوتے ہیں) سبز زَبَرجَد کے ہیں، جب رات کا پہلا آدھا حصّہ گزرتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''رات کے وقت نماز پڑھنے والوں کو اٹھ جانا چاہئے۔'' جب رات کا آدھا حصّہ گزر جاتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''تہجد پڑھنے والے کھڑے ہوجائیں۔'' اور جب تیسرا تہائی حصہ بھی گزر جاتا ہے تو پھر اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''نماز پڑھنے والے کھڑے ہو جائیں۔'' اور جب طُلوعِ فجر کا وقت ہوتا ہے تو اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''غافلین بھی اٹھ جائیں کہ ان

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب من نام......الخ، الحدیث: ۱۱۴۶، ص ۸۹ مفهوماً

کے بوجھ انہی پر ہیں۔“[1]

عبادت کرنے والوں کی اقسام

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ رات کے وقت عبادت کرنے والے تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......ایک تو وہ لوگ ہیں جنہیں رات سفر طے کرتے ہوئے پیچھے چھوڑ کر خود آگے بڑھ جاتی ہے، یہ مُریدین اور وظائف کرنے والے لوگ ہیں جنہوں نے رات کے ابتدائی حصّے میں عبادت شروع کی لیکن رات ان پر غالِب آ گئی اور وہ سو گئے۔ (۲)......دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے رات کو پچھاڑ دیا، یہ صَبْر کرنے والے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا گروہ ہے جنہوں نے صبر کیا اور غالب آ گئے۔

(۳)......تیسرے وہ لوگ ہیں جن کے سبب رات اپنا سفر طے کرتی ہے۔ یعنی وہ مُحِبِّین اور اہلِ فکر و دانش ہیں، اَنیس و ہم نشین ہیں، ذکر و مُناجات والے ہیں، عاجزی و انکساری کے پیکر اور حُضوری والے ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو وہ پریشان حال ہو جاتے ہیں اور ان پر نازل ہونے والی نعمتیں انہیں رات کی کمی کا احساس دلاتی ہیں، دیدارِ حبیب ان سے نیند ختم کر دیتا ہے اور فہم و ادراک ان پر قیام کا بوجھ آسان کر دیتا ہے، بارگاہِ قدس سے مخصوص تعلق ان سے تھکاوٹ دور کر دیتا ہے اور عتاب کی وَعِید انہیں بیدار رکھتی ہے۔

بزرگانِ دین کی راتیں

❁......مَنْقُول ہے کہ کسی شب بیدار سے پوچھا گیا کہ رات کے ساتھ آپ کا تعلق کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ”میں نے کبھی خیال ہی نہیں کیا، بس رات اپنا چہرہ دکھا کر لوٹ جاتی ہے اور میں نے کبھی اس کی پروا نہیں کی۔“

❁......**الله** عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے کا فرمان ہے کہ میں اور رات ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے دو گھوڑوں کی طرح ہیں، کبھی تو وہ فجر تک میرا ساتھ دیتی ہے اور کبھی مجھے غور و فکر سے بھی غافل کر دیتی ہے۔

❁......**الله** عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے سے پوچھا گیا کہ آپ کی رات کی کیفیت کیسی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ”اس وقت میری دو۲ حالتیں ہوتی ہیں: یعنی جب رات آتی ہے تو میں اس کی ظلمت و تاریکی سے خوش ہو جاتا

---

[1] ......الحبائک فی اخبار الملائک، باب ماجاء فی الدیک، ص ۲۴

ہوں مگر جب فجر طُلوع ہوتی ہے تو میں غم میں مبتلا ہو جاتا ہوں، نہ تو کبھی میری خوشی مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی میں نے کبھی اس غم سے شِفا پائی ہے۔''

- ......ایک عاشقِ حقیقی سے جب پوچھا گیا کہ آپ کی رات کیسی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میری اس وقت کیفیت کیسی ہوتی ہے، ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں بس دیکھنے اور لمحہ بھر ٹھہر جانے کی کَیفیَّت کے درمیان ہوتا ہوں، یعنی رات جب اپنی تاریکی کے ساتھ آتی ہے اور میں اس کی تاریکی میں داخل ہوتا ہوں تو اس سے پہلے کہ میں اس کا لبادہ پہنوں وہ چل دیتی ہے۔''
- ......ایک مُرید نے اپنے شیخ سے رات کے وقت دیر تک جاگتے رہنے کی شکایت کی کہ شب بیداری نے اسے مار ڈالا ہے اور پھر عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس سے مجھے نیند آ جایا کرے تو اس کے شیخ نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! دن اور رات میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا و بخشش کے ایسے تحَائف ہیں جو صرف بیدار دلوں کو نصیب ہوتے ہیں اور سوئے ہوئے دل ان سے محروم رہتے ہیں، پس ان تحَائف کا سامنا کیا کرو کہ انہی میں خیر و بھلائی ہے۔'' یہ سن کر وہ مرید بولا: ''اے شیخ! آپ نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے کہ اب رات کو سو سکوں گا نہ دن کو۔''
- ......چند لوگ بیٹھے رات کے چھوٹا ہونے کا ذکر کر رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا: ''میری حالت یہ ہے کہ رات میرے پاس حالتِ قیام میں آتی ہے لیکن میرے بیٹھنے (یعنی قعدہ کرنے) سے پہلے ہی چلی جاتی ہے۔''
- ......حضرت سیِّدُنا علی بن بَکّار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کا قول ہے کہ 40 سال تک سوائے طُلوعِ فجر کے کسی شے نے مجھے غم میں مبتلا نہ کیا۔ [1]
- ......حضرت سیِّدُنا فُضَیل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ سورج غروب ہونے پر اندھیرا چھا جانے سے خوش ہوتا ہوں کہ اپنے ربّ کے ساتھ خَلوَت میں رہوں گا مگر جب فجر طلوع ہوتی ہے تو افسوس ہوتا ہے کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ [2]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد......الخ، الباب الثانی، ج ۱، ص ۴۷۱

[2] ......المرجع السابق

❁......حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”شب بیدار نیک بندے رات کے وقت لَہو ولَعِب میں مُبتَلا افراد سے زیادہ لذّت پاتے ہیں اور اگر رات نہ ہوتی تو میں دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔“[1]

❁......ایک بار ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ رات کے وقت قیام کرنے والوں کو اگر دنیا ہی میں ان کے اعمال کا بدلہ یعنی ثواب عطا فرمادے تو وہ اپنے دلوں میں ایسی لذت پائیں گے جو ان کے اعمال سے بھی بڑھ کر ہوگی۔“

❁......عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت نہیں جو جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہو سوائے اس وقت کے جس میں اہلِ مُناجات رات کو اپنے دلوں میں مناجات کی حلاوت پاتے ہیں۔

❁......کسی کا قول ہے کہ دنیا میں رات کے وقت قیام کرنا، حبیب سے باتیں کرنا اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ذات سے مناجات کرنا دنیا کے اعمال نہیں ہیں بلکہ یہ تو جنت کے کام ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اپنے خاص بندوں کے لئے ظاہر فرمایا ہے، نیز ان کے سوا ان اعمال کی مَعْرِفَت کسی کو نہیں اور نہ ہی ان اعمال کی بجا آوری سے ان کے سوا کسی کے دل کو راحت ملتی ہے۔

❁......حضرت سیِّدُنا عُتْبہ غُلام رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں 20 سال تک رات میں مَشَقَّت اٹھاتا رہا اور پھر 20 سال سے اس کی نعمتوں سے لُطف اَندوز ہو رہا ہوں۔[2]

❁......حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسْباط رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میرے لئے رات کا قیام کرنا ایک ٹوکرا بنانے سے زیادہ آسان ہے۔ جبکہ ان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ روزانہ دس ٹوکرے بنایا کرتے تھے۔

❁......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے کا قول ہے کہ میں نے رات سے بڑھ کر کوئی عجیب شے نہیں دیکھی کہ جب آپ اسکے متعلق مُضْطَرِب ہوں تو یہ آپ پر غالب آجاتی ہے اور اگر آپ اسکے سامنے ڈٹ جائیں تو یہ ٹھہرتی نہیں۔

❁......حضرت سیِّدُنا عامر بن عبد اللہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، جب وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں مزید زندہ رہنے کی خواہش میں نہیں رو رہا بلکہ مجھے تو موسمِ گرما کی سخت دوپہر میں (روزے کی حالت میں) پیاسا رہنا اور موسمِ سرما میں راتوں کا قیام کرنا یاد آرہا ہے۔“[3]

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۴۲ ابوسلیمان الدارانی، الحدیث: ۱۳۹۴۰، ج ۹، ص ۲۸۸

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۵۵ احمد بن ابی الحواری، الحدیث: ۱۴۳۰۵، ج ۱۰، ص ۹

[3] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۶۳ عامر بن قیس، الحدیث: ۱۵۸۰، ج ۲، ص ۱۰۴

……حضرت سیِّدُ نا ابنِ مُنکَدِر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ دنیا کی صرف تین لذّتیں باقی رہ گئیں ہیں: (۱) رات کو قیام کرنا (۲) بھائیوں سے ملاقات کرنا اور (۳) باجماعت نماز ادا کرنا۔

……کسی عارف کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سحری کے وقت شب بیداروں کے قُلوب پر نظرِ کرم فرماتا ہے تو انہیں انوار و تَجَلِّیات سے بھر دیتا ہے، جب ان انوار و تَجَلِّیات کے فوائد وثمرات ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں تو وہ روشن ہو جاتے ہیں اور اسکے بعد بقیہ انوار وتجلیات کی کرنیں انکے دلوں سے غافلین کے دلوں کی جانب پھیل جاتی ہے۔

……علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام میں سے کسی کا قول ہے کہ سحری کے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جنّت پر نظرِ رحمت فرماتا ہے تو وہ روشن ہو کر چمک اٹھتی ہے اور وجد میں آجاتی ہے اور اس کا حسن وجمال ہر طرح سے پہلے کی نسبت دس لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، جنت کہتی ہے: مومنین فَلاح پاگئے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے شاہوں کے ٹھکانے تجھے مبارک ہو! میری عزّت وجلال اور بلند شان کی قسم! میں تجھ میں کسی ظالم، بخیل، مُتَکَبِّر اور فخر کرنے والے شخص کو نہیں رہنے دوں گا۔'' اسکے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عرش پر نظرِ رحمت فرماتا ہے تو وہ دس لاکھ گنا وسیع ہو جاتا ہے اور اس کی یہ فراخی و کشادگی دس لاکھ ایسے جہانوں سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے جن میں سے ہر جہان کی وُسْعَت کا علم سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی کو نہیں۔ پھر عرش (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہیبت سے) کانپنے لگتا ہے جس سے حاملینِ عرش پر بوجھ زیادہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ان میں اِضْطِراب پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو دھکیلنے لگتے ہیں حالانکہ ان کی تعداد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق کی تعداد کے برابر بلکہ اس سے بھی کئی گنا ہے، پس عرش عرض کرتا ہے: ''پاک ہے تو، جہاں بھی ہے اور جہاں بھی ہو۔'' تو عرش اٹھانے والے فرشتے پکارتے ہیں: ﴿سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْلَمُ اَیْنَ هُوَ اِلَّا هُوْ . سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْلَمُ مَا هُوَ اِلَّا هُوْ﴾ ترجمہ: یعنی پاک ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور پاک ہے وہ ہستی جس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔

مُحِبِّین کی علامات

عُلَمائے مُتَقَدِّمین سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک صِدِّیق کو یہ بات اِلہام فرمائی: ''بیشک میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے مَحبّت رکھتے ہیں اور میں ان سے محبت رکھتا ہوں، وہ میرے مشتاق ہیں، میں ان کا مشتاق

ہوں، وہ میرا ذکر کرتے ہیں، میں ان کا چرچا کرتا ہوں، وہ میری رحمت کی جانب دیکھتے ہیں، میں ان پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں، اگر تو بھی ان کے طریقے پر چلے گا تو میں تجھے بھی اپنا محبوب بنالوں گا اور اگر تو ان کے طریقے سے ہٹ جائے گا تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گا۔'' تو اس صدیق نے عرض کی: ''اے میرے ربّ! ان بندوں کی علامات کیا ہیں؟'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دن کے وقت بھی اندھیرے کا اس طرح خیال رکھتے ہیں جس طرح ایک مہربان چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں کا خیال رکھتا ہے اور غُروبِ آفتاب کے اس طرح دلدادہ ہوتے ہیں جس طرح پرندے غُروب کے وقت اپنے گھونسلوں کی جانب جانا پسند کرتے ہیں، جب رات آتی اور اندھیرا چھا جاتا ہے، بستر بچھ جاتے ہیں، قیدی قید کر دیئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو چاہنے والے خَلوَت اختیار کر لیتے ہیں تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنے چہروں کو میری بارگاہ میں بچھا دیتے ہیں، مجھ سے فریاد کرنے لگتے ہیں اور میرے انعامات و اکرامات کی خاطر میری بارگاہ سے لَو لگا لیتے ہیں، اس وقت ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کبھی زور زور سے چلا کر روتے ہیں اور کبھی آہستہ آواز سے، کبھی تو آہیں بھرتے ہیں اور کبھی (محبت بھری) التجائیں کرتے ہیں، کبھی حالتِ قیام میں ہوتے ہیں تو کبھی حالتِ قعدہ میں اور کبھی رکوع میں تو کبھی سجدے میں، میری خاطر جو مصائب برداشت کرتے ہیں وہ سب میرے سامنے ہوتے ہیں اور میری محبت میں مبتلا ہونے کی جو التجائیں کرتے ہیں میں وہ بھی سنتا ہوں۔ پس میں سب سے پہلے انہیں اس انعام سے نوازتا ہوں کہ ان کے دلوں میں اپنا خاص نور ڈالتا ہوں جس سے وہ میری خبریں دینے لگتے ہیں جس طرح میں ان کی باتیں بتاتا ہوں۔ دوسرا انعام یہ کرتا ہوں کہ ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کے وزن کو ان کے مقابلے میں کم سمجھتا ہوں اور تیسرا انعام یہ ہے کہ میں انکی طرف خاص توجہ کرتا ہوں اور تیرا کیا خیال ہے کہ میں جس کی جانب یوں متوجہ ہوں اسے کیا کچھ عطا کروں گا۔''

قرآنِ کریم کی تلاوت اور شب بیداری

حضرت سیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ بندہ جب رات کے وقت نمازِ تہجد ادا کرتے ہوئے ترتیل سے قرآنِ کریم پڑھتا ہے جس طرح کہ حکم دیا گیا ہے تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان کے دل کے قریب ہونے کی وجہ سے (ایسا کرنے والے) محسوس کرتے ہیں کہ ان کے

دلوں میں رِقّت، حلاوت اور انوار وتجلّیات مَوجزَن ہیں۔

حدیثِ قدسی میں ہے: ''اے میرے بندے! میں اللہ ہوں، تیرے دل کے قریب ہوں اور غیب سے تو میرے نور کو دیکھتا ہے۔''[1]

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی شے کا حکم (اس طرح) نہیں دیا جس طرح قرآنِ پاک کو اچھی آواز سے پڑھنے کا دیا ہے۔''[2]

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کوئی کلام اس قدر توجّہ سے سماعت نہیں فرماتا جس طرح کہ قرآنِ کریم سماعت فرماتا ہے۔ چنانچہ، مَروِی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''گیت گانے والی لونڈی کے گانے کی طرف کوئی اس قدر متوجہ نہیں ہوتا جس قدر اللہ عَزَّوَجَلَّ اچھی و بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کی طرف ہوتا ہے۔''[3]

لَہو ولَعِب میں مبتلا لوگ ان اعمال سے غافِل ہیں جن میں اہلِ آخرت مشغول ہیں بلکہ ان مقامات کو دیکھنے سے بھی قاصر ہیں جہاں اہلِ آخرت موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۵)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

بَلۡ قُلُوۡبُهُمۡ فِىۡ غَمۡرَةٍ مِّنۡ هٰذَا (پ۱۸، المؤمنون: ٦۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ انکے دل اس سے غفلت میں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لہو ولعب میں مبتلا افراد کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کے سبب وہ کچھ نہیں سنتے۔

رات بھر جاگنے والے بزرگانِ دین

حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یَمانی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں مَنقول ہے کہ انہوں نے 30 سال تک زمین

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۰۰ مالک بن دینار، الحدیث: ۲۷۵۱، ج ۲، ص ۴۰۸

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۷۵۴۴، ص ٦۳۰

[3] ......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات، باب فی حسن الصوت، الحدیث: ۱۳۴۰، ص ۲۵۵۲

پر اپنا پہلو نہیں رکھا، ان کے پاس چمڑے کا تکیہ تھا جب نیند غالب آتی تو اس پر اپنا سینہ رکھ دیتے، پھر چند سانس لیتے اور گھبرا کر کھڑے ہو جاتے اور کہا کرتے کہ میرے نزدیک اپنے گھر میں شیطان کو دیکھنے سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ میں اپنے گھر میں تکیہ دیکھوں کیونکہ تکیہ نیند کو دعوت دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا رَقَبہ بِنْ مَصْقَلَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نیند میں **اللہ** ربُّ العزّت (کی تجلیات) کو دیکھا تو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''میری عزت وجلال کی قسم! میں سلیمان تَیْمی کی آرامگاہ کو عزت بخشوں گا، اس نے 40 سال تک عشا کے وُضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔''[1]

مَنْقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان تَیْمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا مذہب ہی یہ تھا کہ نیند جب دل پر چھا جائے تو وُضو واجب ہو جاتا ہے۔

عشا کے وضو سے نمازِ فجر پڑھنے والے بزرگانِ دین

وہ بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اور 30 یا 40 سال تک عشا کے وُضو سے نمازِ فجر ادا کرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد صرف تابعین عِظام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام میں سے تقریباً 40 ہے۔ جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ......مدینہ منورہ سے حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب اور حضرت سیِّدُنا صَفْوان بن سُلَیْم۔
- ......مکہ مکرمہ سے حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض اور حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرد۔
- ......یمن سے حضرت سیِّدُنا طاؤس اور حضرت سیِّدُنا وَہب بن **مُنَبِّہ**۔
- ......کوفہ سے حضرت سیِّدُنا رَبِیع بن خُثَیْم اور حضرت سیِّدُنا **حَکَم بِن عُیَیْنَہ**۔
- ......شام سے حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی اور حضرت سیِّدُنا علی بن **بَکّار**۔
- ......عبادان سے حضرت سیِّدُنا **ابو عبد اللہ** خَوّاص اور حضرت سیِّدُنا ابوعاصم۔
- ......ایران سے حضرت سیِّدُنا حَبیب ابو محمد اور حضرت سیِّدُنا ابو جابر سَلْمانی۔

---

[1] ......جامع الاصول فی احادیث الرسول للجزری، حرف السین، القسم الاول فی الرجال، الفرع الثانی فی التابعین، الرقم ۱۱۱۷ سلیمان التیمی، ج ۱۳، ص ۱۵۰

۞……بصرہ سے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار، حضرت سیِّدُنا سلیمان تیمی، حضرت سیِّدُنا یزید رَقاشی، حضرت سیِّدُنا حبیب بن ابی ثابت اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بکّاء رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن۔

حضرت سیِّدُنا کَہْمَس بن مِنْہَال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے متعلق مروی ہے کہ وہ ایک مہینہ میں 90 قرآنِ کریم ختم کیا کرتے تھے اور جس آیتِ مبارکہ کی سمجھ نہ آتی اسے دوبارہ پڑھا کرتے۔[1]

اہلِ مدینہ میں سے ایک کثیر تعداد ایسے ہی افراد کی تھی جن میں سے سب سے زیادہ شہرت انہی کی ہے اور حضرت سیِّدُنا ابوحازم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْحَاكِم اور حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنْکَدِر عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْمُقْتَدِر بھی انہی افراد میں سے ہیں۔

رات کے اوقات کی تقسیم

رات کی پہلی تہائی میں مُرید چاہے تو سو جائے اور نصف رات کے وقت نماز پڑھے اور اس کے بعد دوبارہ آخری چھٹے حصّے میں سو جائے اور اگر چاہے تو نصف رات تک سویا رہے اور پھر ایک تہائی کی مقدار قیام کرے، پھر آخری چھٹے حصے میں سو جائے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ یہی افضل قیام ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بھی اسی طرح قیام فرماتے تھے۔ اس لئے کہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے قیام کے متعلق دُو روایتیں مروی ہیں اور اگر چاہے تو دونوں صورتوں میں قیام پہلے کر لے مگر نمازِ وتر وقتِ سحر تک مُؤَخَّر کر دے۔ اب اگر نصف رات میں قیام کیا تو رات کی ابتدا اور آخر میں سوئے، اگر تہائی رات قیام کیا تو آخری چھٹے حصّے میں سوئے اور اگر چاہے تو ابتدائے شب میں نیند غالب آنے تک قیام کرے پھر سو جائے اور جب بیدار ہو تو دوبارہ قیام کرے یہاں تک کہ نیند غالب آ جائے، پھر سو جائے، اس کے بعد رات کے آخری حصّے میں بیدار ہو تو اس طرح ایک رات میں اس کی دُو نیندیں اور دُو قیام ہو جائیں گے، یہ رات کے وقت ایک مُشَقَّت طلب کام ہے اور یہی طریقہ حُضوری والے، شب بیدار اور ذاکرین کا ہے۔ نیز مکی مَدَنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا بھی یہی معمول تھا۔[2]

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ اگر تم سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

---

[1] ……تفسیر روح البیان، پ ۲۹، المزمل، تحت الایة ۴، ج ۱۰، ص ۲۰۶

[2] ……صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احب الصلاة الی الله……الخ، الحدیث: ۳۴۲۰، ص ۲۷۹ مفهوماً

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو (رات کے وقت) حالتِ نیند میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے اور اگر حالتِ قیام میں دیکھنے کی خواہش ہوتی تب بھی دیکھ لیتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اور اُولوالْعَزْم صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کا یہی طرزِ عمل تھا اور بعد میں تابعین عظام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں سے بھی ایک جماعت کا یہی طریقۂ کار رہا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص رات کے وقت کئی مرتبہ سوتا اور پھر قیام کرتا ہے تو اس کا مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ نیند اور قیام کا یکساں اور مناسب و مُعتَدِل ہونا صرف **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی نبی کے لئے ہی ممکن ہے کہ جن کا دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے اور ان پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔

راہِ سلوک کا زادِ راہ

اس راستے پر چلنا یعنی شب میں قیام کرنا زادِ راہ کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ہر سفر زادِ راہ کے ساتھ طے ہوتا ہے۔ پس راہِ سُلوک کا بھی ایک زادِ راہ ہے، جو اس راہ پر چلنا چاہے اسے چاہئے کہ کچھ ذخیرہ بطورِ زادِ راہ جمع کر کے ساتھ لے لے۔ اس راستے کا زادِ راہ یہ اشیاء ہیں:

- ......ایسا غم جو ہمیشہ دل میں رہے اور ایسا حُزْن و مَلال جس کا بسیرا ہی دل میں ہو۔
- ......ایسی دائمی بیداری جس سے دل زندہ رہے۔
- ......ملکوت میں (یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی سلطنت میں) کھو جائے۔
- ......کھانے سے معدہ خالی ہو۔
- ...... پانی کم پیئے۔
- ......دن کے وقت قَیْلُولَہ کرے اور
- ......اُمورِ دنیا میں مَشْغول ہو کر اعضاء و جوارح کو حد سے زیادہ نہ تھکائے۔

یہ ایک ریاضت و عبادت ہے جو راہِ سلوک پر چلنے والے کو کرنی چاہئے یہاں تک کہ وہ قیامِ شب سے مانوس ہو جائے اور یہی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جائے، پس جب اس کے دل میں خوف و رجا ٹھکانا بنا لیتے ہیں تو اس کا پہلو ہمیشہ بستر سے جدا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ ''بیشک میرا حقیقی بندہ وہی ہے جو قیام کرنے

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم باللیل......الخ، الحدیث: ۱۱۴۱، ص ۸۹ مفھوماً

کے لئے مُرغ کی اذان کا انتظار نہیں کرتا۔ “اس روایت میں وقتِ سحر سے قبل قیام پر ابھارنا پایا جاتا ہے۔

رات کے آخری حصّے میں سونے کے مُستحب ہونے کی دو(۲) وجہیں ہیں:

﴿1﴾......صبح کے وقت کی اونگھ ختم کر دیتا ہے کہ بُزُرگانِ دین صبح کے اونگھنے کو بہت زیادہ ناپسند فرمایا کرتے بلکہ اونگھنے والے کو نمازِ فجر کے بعد سونے کا حکم دیتے ﴿2﴾...... چہرے کی زردی تھوڑی کم ہو جائے، کیونکہ اگر بندہ رات کا اکثر حصّہ حالتِ قیام میں گزارے اور سحر کے وقت سو جائے تو صبح کے وقت آنے والی اونگھ سے بھی نجات مل جائے گی اور چہرے کی زردی بھی کم ہو جائے گی، اگر وہ رات کا اکثر حصّہ سویا رہے پھر سحری کے وقت بیدار ہو تو صبح کے وقت نہ صرف وہ اونگھتا رہے گا بلکہ چہرے کی زردی بھی واضح ہوگی۔ لہٰذا بندے کو اس سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ شہرت اور مخفی شہوت کا دروازہ ہے۔ اس کے علاوہ رات کے وقت بہت کم پانی پیا کرے کہ اس سے بھی چہرے پر زردی چھا جاتی ہے بِالْخُصوص رات کے آخری حصّے میں اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قیامِ شب میں معمول

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رات کے آخری حصّے میں وتر ادا فرماتے، اب اگر ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے حاجت ہوتی تو ان کے قریب جاتے ورنہ مصلّے پر ہی لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضر ہو کر نماز کی اطلاع کرتے۔[1]

ایک روایت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے حُضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سحر کے وقت اکثر آرام کرتے ہوئے پایا۔[2] ایک روایت میں ہے کہ جب محبوبِ رحمٰن، سرورِ کون ومکان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے آخری حصّے میں وتر ادا فرما لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضر ہوتے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے ساتھ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔[3]

---

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب الوتر، باب وقت الوتر، الحدیث: ۱۳۸۹، ج ۱، ص ۴۳۷

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۹ مسعر بن کدام، الحدیث: ۱۰۵۲۶، ج ۷، ص ۲۸۰

[3] ......صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب ذکر خبر روی فی وتر النبی صلی اللہ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۱۰۹۳، ج ۲، ص ۱۴۹

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین وتر کی ادائیگی کے بعد اور نمازِ فَجْر سے پہلے اتنی مقدار میں آرام کرنے کو مُسْتَحَب سمجھتے اور بعض مثلاً حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مَروان نے اسے سنّت قرار دیا ہے۔

فجر اور عصر کے بعد نفل نہ پڑھنے کی ایک حکمت

رات کے آخری حصّے میں اور آخری تہائی میں سونا صاحبِ مُشاہَدہ اور حُضوری والے افراد کے لئے (مشاہدہ و حُضوری میں) زیادتی کا باعث بنتا ہے کیونکہ ان اوقات میں ان سے ملکوتی حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور انہیں جبروتی عُلوم (یعنی عُلومِ الٰہیہ) حاصِل ہوتے ہیں۔ نیز یہ وقت مجاہدۂ نفس کرنے والوں اور رات بھر عبادت کرنے والوں کے لئے راحت وسکون کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد نَفْل نماز پڑھنا ممنوع ہے تا کہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ **کی رضا کی خاطر عمل کرنے والوں اور دن اور رات میں مختلف اوراد و وظائف کرنے والوں کو ان اوقات میں وقفہ مل جائے۔** رات کے آخری حصے میں سونا غافلین کے لئے نقصان دہ ہے اس اعتبار سے کہ یہ وقت شب بیدار اور اہلِ مُشاہَدہ کے لئے درجات کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ یہ وقت ان کی اختتامی عبادت کا ہوتا ہے اور وہ اس میں راحت وسکون پاتے ہیں جبکہ طویل وقت سوئے رہنا غافلین کا نقصان دہ طرزِ عمل ہے۔

ہر دو نفل کے بعد بیٹھ کر ایک سو مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح پڑھنا چاہئے کہ یہ اس کے لئے نہ صرف آرام کا سبب ہوگا بلکہ مزید نماز پر مُعاوِن بھی ہوگا۔ یہ طریقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان ﴿ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝۴۰ (پ۲۶، ق: ۴۰)﴾[1] میں بھی مذکور ہے کیونکہ ایک قول کے مطابق یہاں نماز کے فوراً بعد تسبیح پڑھنا مُراد ہے۔

اگر مزید وظائف کرنا چاہتا ہو تو وہ دو وظیفے کر لیا کرے جن میں سے ایک ابتدائے شب میں یعنی مغرب وعشا کے بعد اور دوسرا عام لوگوں کے سونے سے پہلے کیا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں وظیفے بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک دن کا روزہ رکھنے سے افضل ہیں۔ اس کے بعد فجرِ اوّل (یعنی صُبْحِ کاذِب) اور فجرِ ثانی (یعنی صُبْحِ صادق) کے درمیان کا چوتھا وظیفہ کر لیا کرے جو رات کا آخری تہائی حصّہ بھی ہے یا صُبْحِ صادِق کے طُلوع ہونے سے کچھ دیر قبل پانچواں وظیفہ کیا کرے یعنی اِسْتِغْفار پڑھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرے بشرطیکہ وہ ابھی تک رات کے وسط میں قیام کا عادی نہ ہوا ہو۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ رات گئے اسکی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک بار دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت سیِّدُ نا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ آپ شب میں قیام کیسے کرتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: ''میں ساری رات قیام کرتا ہوں اور بالکل نہیں سوتا اور قرآنِ کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں۔'' تو حضرت سیِّدُ نا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بتایا: ''لیکن میں سوتا ہوں، پھر قیام کرتا ہوں اور حالتِ نیند میں بھی اسی اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں جو حالتِ قیام میں رکھتا ہوں۔'' پس دونوں نے اس بات کا تذکرہ سراپا رَحمت، شافِعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''مُعاذ تم سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔'' [1]

بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نیند غالب آنے تک نہ سوتے۔ ایک بُزُرگ کا قول ہے کہ یہ سونا پہلی مرتبہ ہے اگر میں بیدار ہوگیا تو پھر دوسری بار جب نیند آئے گی تو اس کے بعد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مجھے کبھی نہ سلائے گا۔ [2]

ابدالوں کے اوصاف

حضرت سیِّدُ نا فَزارہ شامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ابدال اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب ان سے ابدالوں کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے بتایا:

- ......ان کا کھانا فاقہ (یعنی بھوک) کے وقت ہوتا ہے۔
- ......ان کی نیند غَلَبہ (کے وقت) ہوتی ہے۔
- ......ان کا کلام بوقتِ ضَرورت ہوتا ہے۔
- ......ان کی خاموشی باعثِ حکمت ہے
- ......ان کے علم کا سبب قدرت ہے۔ [3]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن......الخ، الحدیث: ۴۳۴۱، ص ۳۵۵
المصنف لعبدالرزاق، کتاب فضائل القران، باب اذا سمعت السجدة، الحدیث: ۵۹۷۸، ج ۳، ص ۲۱۶ مفھوماً

[2] ......مسند ابن الجعد، الحدیث: ۱۳۹۶، ص ۲۱۱

[3] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۷۲۹، ج ۵، ص ۴۷ بتغیر

ایک اور بُزُرگ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کی علامت پوچھی گئی تو انہوں نے ارشادفرمایا کہ ان کا کھانا مریضوں کے کھانے کی طرح اوران کا سونا ایسے ہے جیسے کوئی پانی میں ڈوب رہا ہو۔ [1]

بندے کو چاہئے کہ رات کے پانچویں یا چھٹے حصّہ کی مقدار ہمیشہ قیام کیا کرے خواہ اس کا یہ قیام لگا تار ہو یا رات کے مختلف حصّوں میں۔ الغرض بندہ رات کے وقت کوئی بھی وظیفہ کرے خواہ وہ ذکر کی کوئی بھی صورت ہوتو وہ شب بیدارافراد میں شامل ہوجاتا ہےاوراس کا بھی ان کے ساتھ حصہ ہوتا ہے۔

کامل شب بیداری کا ثواب

جو بندہ رات کا اکثر حصہ یا نصف حصہ بیدار رہ کرعبادت کرے تو اس کے لئے پوری رات کی بیداری کا ثواب لکھا جاتا ہےاوراس سے زائد باقی وقت اس کے لئے بطورِ صدقہ ہوتا ہے۔

جورات کے وقت 20 رکعت ادا کرے، پھر تین۳ وتر پڑھے تو امید ہے گویا اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت سے ساری رات شب بیداری کی۔ چنانچہ،

مَروِی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی تو نصف رات تک قیام فرمایا کرتے اور کبھی رات کا ایک تہائی اور کبھی دوتہائی قیام فرماتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بےشک تمہارارب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہوکبھی دوتہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ نبیوں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نمازِ تہجُّد فرض تھی۔ [2]

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کواس وقت قیام فرماتے جب مُرغ کی آواز سنتے تھے۔ [3]

---

[1] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۶۹۰، ج۵، ص ۳۹

[2] ......تفسیر روح البیان، پ ۲۹، الدهر، تحت الایة ۲۶، ج ۱۰، ص ۲۷۸

[3] ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم......الخ، الحدیث: ۱۷۳۰، ص ۳۹۴

اس سے معلوم ہوا کہ یہ وقت صرف سحر کا ہی ہوسکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ''رات کی نماز پڑھو! اگرچہ بکری کا دودھ دوہنے کی مقدار ہی ہو۔'' اور اتنے وقت میں کبھی تو چار۴ رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں اور کبھی صرف د۲و۔ [1]

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ جو دن کے وقت کوئی نیکی کرے تو وہ اسے رات کے وقت کافی ہے اور جو رات کے وقت کوئی نیکی کرے تو وہ اسے دن کے وقت کفایت کرے گی۔ [2]

شب بیداروں کی اقسام

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرمایا کرتے: ''شب بیدار تین۳ قسم کے ہوتے ہیں: (۱) بعض غور وفکر سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو آنسو بہانے لگتے ہیں (۲) بعض تَفَکُّر کرتے ہیں تو گریہ وزاری کرنے لگتے ہیں کیونکہ ان کا سکون اسی گریہ وزاری میں ہوتا ہے (۳) اور بعض تدبر و تَفَکُّر سے تلاوت کرتے ہیں تو مَبْہوت ہو جاتے ہیں، آنسو بہاتے ہیں نہ گریہ وزاری کرتے ہیں۔'' راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''فُلاں کی آہ وبُکا کا سبب کیا تھا اور فُلاں کو کس شے نے مَبْہوت کر دیا؟'' تو وہ بولے: ''میں اس کی وضاحت پر قدرت نہیں رکھتا۔''

شب بیداری میں رُکاوٹ

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عرض کی: اے ابو سعید! میں قیامِ شب سے محروم حالت میں رات گزارتا ہوں حالانکہ سامانِ وُضو تیار رکھا ہوتا ہے لیکن پھر بھی بیدار نہیں ہوسکتا؟ تو آپ نے فرمایا: ''اے میرے بھائی! تیرے گناہوں نے تجھے باندھ رکھا ہے۔'' [3]

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب بازار میں داخل ہوتے تو بازار والوں کا شور وغوغا اور لغو باتیں سن کر فرماتے: ''میرا خیال ہے کہ ان کی رات بری ہوتی ہے کیونکہ یہ دن کو سوتے نہیں ہیں۔'' [4]

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں سے کسی کا قول ہے: ''بُرا تاجر حساب وکتاب سے کیسے نجات پائے گا؟ جبکہ وہ

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب من کان یامر بقیام اللیل، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۷۳

[2] ......الرسالۃ القشیریۃ، ابو سلیمان عبد الرحمن بن عطیۃ الدارانی، ص ۴۰

[3] ......عوارف المعارف، الباب الثامن والاربعون فی تقسیم قیام اللیل، ص ۲۲۱

[4] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۳۵، ص ۲۸۰

دن کے اوقات میں لَغْوِیات میں مَشْغُول ہوتا ہے اور رات کے وقت سویا رہتا ہے۔"

بدگمانی کا وبال

حضرت سیِّدُ نا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک گناہ کی وجہ سے میں پانچ مہینوں تک قیامِ شب سے محروم رہا۔ عرض کی گئی: وہ گناہ کیا تھا؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا: "میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں کہا یہ رِیا کاری و دِکھاوا ہے۔"[1]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُ نا کُرز بن وَبْرۃ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے، میں نے عرض کی: "جناب کیا ہوا؟ کیا آپ کے کسی عزیز کے مرنے کی اطلاع آئی ہے؟" تو وہ بولے: "اس سے بھی بڑی سخت بات ہے۔" میں نے عرض کی: "کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟" تو وہ بولے: "اس سے بھی سخت بات ہے۔" میں نے عرض کی: "آپ کو کیا ہوا ہے؟" بولے: "میرا دروازہ بند تھا اور پردہ لٹک رہا تھا، لہٰذا (صبح ہوجانے کی وجہ سے) میں گزشتہ رات اپنا وظیفہ نہ پڑھ سکا، جس کا سبب میرا ایک ناروا عمل ہے۔"[2]

نمازِ عشا باجماعت نہ پڑھنے والے آوارہ گرد

حضرت سیِّدُ نا ابن صافی بدینور رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں تقریباً 30 سال تک جیل کا نگران رہا، رات کے وقت آوارہ گردی کرتے ہوئے جو بھی پکڑا جاتا اور جیل بھیجا جاتا میں اس سے پوچھتا کیا تو نے نمازِ عشا باجماعت پڑھی تھی؟ تو جواب ملتا: نہیں۔

حضرت سیِّدُ نا ابوسلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے کہ نماز باجماعت فوت ہونے کا سبب کوئی نہ کوئی گناہ ہوتا ہے اور فرمایا کرتے کہ رات کے وقت احتلام ہوجانا ایک سزا ہے اور جنابت ایک دوری ہے گویا کہ وہ نماز، تلاوت اور قُربِ خداوندی سے دور ہو گیا اور حضرت سیِّدُ نا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ بندے کا کسی گناہ کا ارتکاب کرنا اسے رات کے وقت قیام کرنے اور دن کے وقت روزہ رکھنے سے محروم کر دیتا ہے۔[3]

---

[1] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان الثوری، الحدیث: ۹۳۷۴، ج ۷، ص ۱۸ مختصراً

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۲۹۳ کرز بن وبرة الحارثی، الحدیث: ۲۴۴۳، ج ۵، ص ۹۲

[3] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب التہجد وقیام اللیل، الحدیث: ۲۶۲، ج ۱، ص ۳۲۱ بدون وصیام النہار

رزق اور قلبی تغیرات

عُلَمَائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے کسی کا فرمان ہے کہ اے بندۂ مسکین! جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس اِفطار کر رہا ہے اور کس شے سے افطار کر رہا ہے؟ کیونکہ بندہ بعض اوقات کھانا کھاتا ہے تو اس کا دل جس حالت و کیفیت پر ہوتا ہے اس سے بدل جاتا ہے اور پھر پہلی حالت پر واپَس نہیں لوٹتا۔ چنانچہ،

ایک بُزُرگ کا فرمان ہے کہ ''کتنے ہی کھانے ایسے ہیں جو قیامِ شب سے روک دیتے ہیں اور کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو ایک سورت کی تلاوت تک سے محروم کر دیتی ہیں، بندہ بعض اوقات کچھ کھاتا ہے یا کوئی ایسا کام کرتا ہے تو اس کے سبب ایک سال تک قیامِ شب سے محروم ہو جاتا ہے۔''

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اچھی طرح غور و فکر کرنے سے مزید نقصان جانے جا سکتے ہیں اور گناہوں کی کمی سے اس غور و فکر میں مزید راہنمائی مل سکتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا فُضَیْل رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے کہ جس فہمِ قرآن اور قیامِ شب کی مجھے اب توفیق ملی ہے اگر ابتدا میں مل گئی ہوتی تو میں کبھی بھی کوئی حدیثِ پاک نہ لکھ پاتا بلکہ قرآنِ کریم کے علاوہ کسی کام میں مَشغول نہ ہوتا اور یہ بھی **منقول** ہے کہ طویل قیام کرنا قیامت کے دن راحت و آرام اور رات کی نماز گناہوں کا کفّارہ ہوگی اور ایک قول کے مطابق فرض نمازوں میں رہ جانے والی کمی رات کی (نَفْل) نماز سے پوری کر لی جائے گی۔

پس بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن دن کے وقت نماز پڑھنے میں رُکُوع و سُجود کی کثرت پسند کرتے اور رات کی نماز میں طویل قیام کرنا پسند کرتے۔

فجر میں نہ اُٹھنے کے متعلق تین فرامین مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم

﴿1﴾...... بندہ جب سوتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے، لہٰذا جب صبح کے وقت وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ دو[۲] رکعت نماز پڑھ لے تو ساری کی ساری گرہیں کھل جاتی ہیں۔ پس وہ ہَشَّاش بَشَّاش اور پاکیزہ دل ہو کر صبح کرتا ہے اور

اگر ایسا نہ کرے تو وہ سُستی و کاہلی سے اور بددل ہو کر صبح کرتا ہے۔ [1]

﴾2﴿......بندہ جب سویا رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ [2]

﴾3﴿......شیطان کے پاس ایک سَعُوْط (سُنگھانے والی کوئی شے)، ایک لَعُوق (چٹانے والی کوئی چیز) اور ایک ذَرُوْر (چھڑکنے والی کوئی چیز) ہے، جب وہ بندے کو سنگھاتا ہے تو اس کے اَخلاق بُرے ہو جاتے ہیں، جب چٹاتا ہے تو اس کی زبان بُرائی و شر سے آلودہ ہو جاتی ہے اور جب کچھ چھڑکتا ہے تو بندہ رات بھر سویا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ [3]

قیام شب پر معاون اور اس سے غافل کرنے والی اشیاء

قیامِ شب پر تین۳ چیزوں سے مدد لی جا سکتی ہے: (۱) حلال کھانا (۲) توبہ پر اِستقامت (۳) وعید کے خوف کا غم یا پھر جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی امید کا شوق۔

قیامِ شب سے بندے کو جو اشیاء محروم کر دیتی ہیں یا پھر اس کی طویل غفلت کا باعث بنتی ہیں وہ بھی تین۳ ہیں: (۱) شبے والی اشیاء کھانا (۲) گناہوں پر اصرار کرنا (۳) دل پر دنیاوی محبت کا غالب ہونا۔

❁......❁......❁

شب بیداری سے محرومی کا سبب

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ایک گناہ کی وجہ سے میں پانچ۵ مہینے قیامِ شب سے محروم رہا۔ عرض کی گئی: وہ گناہ کیا تھا؟ ارشاد فرمایا: ''میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں کہا یہ رِیا کاری و دِکھاوا ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان الثوری، الحدیث: ۹۳۷۴، ج۷، ص۱۸ مختصراً)

---

[1] ......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، باب الترغیب فی قیام اللیل، الحدیث: ۱۶۰۸، ص ۲۱۹۵

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب اذا نام ولم یصل......الخ، الحدیث: ۱۱۴۴، ص ۸۹

[3] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب، الحدیث: ۴۵۸۳، ج۱۰، ص ۴۳۱ بدون سعوطاً وذروراً

فصل 15

دن اور رات کے اَذْکار و تسبیحات

اس فصل میں رات اور دن میں پڑھے جانے والے اَذکار اور تسبیحات کے علاوہ باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت، دعاؤں کی قبولیت کے افضل اوقات اور صلوٰۃ التَّسبیح کا بیان ہے۔ پس شب و روز بندے کا یہ مَعْمول ہونا چاہئے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کو اپنا وِرْدِ زبان رکھے۔ احادیثِ مبارکہ میں جو مختلف قسم کے اَذکار مَروی ہیں ان کی کم از کم تعداد 900 ہے۔ چند اذکار درج ذیل ہیں:

﴿1﴾...... 100 مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا و تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، خود زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی، اسی کے قبضۂ اختیار میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

اگر کوئی اس کلمہ کو 200 مرتبہ پڑھے تو اس دن کسی شخص کا عمل اس کے عمل سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ یہ فضیلت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ایک روایت میں مذکور ہے۔[1]

﴿2﴾...... 100 مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ﴾[2]

﴿3﴾...... 100 مرتبہ یہ درودِ پاک پڑھیں:

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾[3]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندے، نبی اور رسول حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج جو کہ اُمّی نبی ہیں۔

---

[1] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضائل سبحان اللہ وبحمدہ، الحدیث: ۳۴۶۸، ص۲۰۰۸ بدون وھوحی لا یموت بیدہ الخیر

کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول فی ایام العشر، الحدیث: ۸۷۲، ص ۲۷۲ بدون وحی لا یموت

[2] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی ثواب التسبیح ......الخ، الحدیث: ۳۴۷۱، ص ۲۰۰۹ بدون تبارک اللہ

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۶۳۵۸، ص ۵۳۴ بدون "ونبیک، النبی الامی، مائۃ مرۃ

﴿4﴾......100 مرتبہ یہ اِسْتِغْفار پڑھیں: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ وَاَسْئَلُهُ التَّوْبَةَ﴾[1]

ترجمہ: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بخشش چاہتا ہوں جو خود زندہ ہے، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اس سے توبہ کا سوال کرتا ہوں۔

﴿5﴾......100 مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِهٖ﴾[2]

ترجمہ: عظمتوں والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔

﴿6﴾......100 مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ﴾[3]

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ سچا روشن بادشاہ ہے۔

﴿7﴾......100 مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں: ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ، وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾[4]

چاہئے کہ مذکورہ تمام اوراد و کلمات کو روزانہ پڑھے، اگر اس مخصوص تعداد سے زائد کی توفیق ہو تو یہ فضل و کرم ہوگا، ورنہ اس قَدَر تو ہر صورت پڑھے۔

صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی تسبیحات

کثیر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے متعلق مروی ہے کہ وہ ہر روز 12 ہزار مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعض تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ ان کا روزانہ کا ورد اور وظیفہ 30 ہزار تسبیحات ہوا کرتا تھا۔

مرنے سے پہلے جنت میں مقام دیکھنا

﴿8﴾......حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَةُ اللّٰہِ الْاَکْرَم ایک ابدال سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک رات سَمُنْدر کے کنارے عبادت کر رہے تھے، اچانک انہوں نے کسی کی آواز سُنی جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کر رہا تھا مگر کوئی دکھائی نہ دیا۔ تو فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: ''کون ہے؟ مجھے صرف آواز آ رہی ہے مگر کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔'' تو

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۱۷، ص ۱۳۳۵ بدون مائة مرة
عوارف المعارف، الباب الخمسون فی ذکر عمل جمیع النهار، ص ۲۳۴ بتغییر قلیل

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۵۰۹۱، ص ۱۵۹۶

[3] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۴۱۰ سالم الخواص، الحدیث: ۱۲۳۱۲، ج ۸، ص ۳۰۹

[4] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الشکر للّٰه عزوجل، الحدیث: ۱، ج ۱، ص ۴۶۴ بدون مائة مرة

آواز آئی: ''میں اس سمندر پر مُتَعَیَّن ایک فرشتہ ہوں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب سے مجھے پیدا کیا ہے میں یہی کلمات پڑھ رہا ہوں۔'' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس فرشتے سے پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے؟'' تو اس نے بتایا: ''**مُهَيْهَيَائِيْل**'' میں نے اس سے پوچھا: ''ان کلمات کی فضیلت کیا ہے؟'' تو وہ بولا: ''جو انہیں 100 مرتبہ پڑھے گا جنّت میں اپنا مقام وٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہ مرے گا یا یہ کہ وہ اسے دکھا دیا جائے گا۔'' اور وہ کلمات یہ ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الدَّيَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ شَدِيْدِ الْاَرْكَانِ، سُبْحَانَ مَنْ يَّذْهَبُ بِاللَّيْلِ وَيَأْتِيْ بِالنَّهَارِ، سُبْحَانَ مَنْ لَّا يُشْغِلُهُ شَانٌ عَنْ شَانٍ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْمُسَبَّحِ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ [1]

ترجمہ: پاک ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جو بلند، بدلہ دینے والا ہے، پاک ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جو مضبوط ارکان والا ہے، پاک ہے وہ ذات جو رات کو لے جاتی ہے اور دن کو لاتی ہے، پاک ہے وہ ہستی جسے ایک کام دوسرے کام سے نہیں پھیرتا، پاک ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جو مشفق، احسان فرمانے والا ہے، پاک ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جس کی تسبیح ہر جگہ بیان کی جاتی ہے۔

نوافل کی کثرت

﴿9﴾...... اگر کسی بندے کے مَعْمول میں نوافل ادا کرنا ہو تو بہت بہتر ہے۔ چند تابعینِ عِظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ وہ روزانہ 300 سے 400 تک نوافل ادا کیا کرتے اور کچھ تو ایسے تھے جو 600 سے لے کر 1000 تک نوافل پڑھا کرتے تھے۔ نوافل کی جو کم از کم تعداد مَنْقول ہے وہ بھی ایک سو (100) ہے۔

حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبْرہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه مکّہ مکرّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا میں قیام پذیر تھے، آپ روزانہ رات اور دن میں 70، 70 طواف کرتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب ہم نے مَسافَت کا حساب لگایا تو یہ 10 فَرسَخ بنی اور ان طوافوں کے بعد ادا کردہ نوافل کی تعداد 280 تھی۔ [2]

تلاوتِ قرآنِ کریم

﴿10﴾...... حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبْرہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے متعلق مزید مروی ہے کہ وہ مکّہ میں قیام کے دوران

---

[1] ......عوارف المعارف، الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النہار وتوزیع الاوقات، ص ۲۳۴

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۹۳ کرز بن وبرۃ، الحدیث: ۶۲۵۴، ۶۲۵۵، ج ۵، ص ۹۴، ۹۵ کرز بن وبرۃ بدلہ محمد بن طارق مختصراً

طواف کے ساتھ ساتھ روزانہ دن اور رات میں دو مرتبہ قرآنِ کریم بھی ختم کیا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا ہشام بن عُروہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم اپنے اوراد و وظائف ہمیشہ اسی طرح پڑھا کرتے جیسا کہ وہ قرآنِ کریم کی تلاوت ہمیشہ کیا کرتے تھے اور ایک قول میں ہے کہ وہ ہمیشہ دعائیں اسی طرح پڑھا کرتے جس طرح ہمیشہ تلاوتِ قرآنِ کریم کیا کرتے۔

﴿11﴾......100 مرتبہ پڑھی جانے والی تسبیحات سوتے ہوئے اور ہر فرض نماز کے بعد بھی پڑھنا چاہیے۔

چھ خصلتوں کا حصول

﴿12﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (پ۲۴، الزمر: ۶۳)﴾ کی تفسیر میں جو کچھ مروی ہے اسے بھی صبح و شام پڑھنا چاہیے کہ اس کا بھی بہت زیادہ ثواب ہے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر مکّی مَدَنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم نے مجھ سے جس شے کے متعلق پوچھا ہے اس کے بارے میں تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا اور اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں:

﴿ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ وَالظَّاهِرَ وَالْبَاطِنَ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، عظمتوں والا اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے بچنے کی کوئی قوّت اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، اسی کے قبضۂ اختیار میں خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

جو یہ کلمات صبح و شام 10 مرتبہ پڑھے اسے 6 فضیلتوں سے نوازا جاتا ہے: (۱)......اسے شیطان اور اس کے لشکریوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے (۲)......اسے ایک قِنطار (ایک مخصوص مقدار) اجر دیا جاتا ہے (۳)......جنّت میں اس کا ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے (۴)...... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا نکاح حورِ عین سے کر دیتا ہے (۵)......اس کے پاس

بارہ[۱۲] فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور (٦)......اسے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔[۱]

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ایک اور روایت بھی مروی ہے جس میں جنّتیوں کے خزانے کا تذکرہ ہے، اگر اس روایت کو بھی اس کے ساتھ ملا دیں تو دُو فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ،

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے چند مسائل دریافت کئے جن کے جواب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بتا دیئے، پھر امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کا معنیٰ دریافت کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مُراد یہ کلمہ ہے: ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ اور جنّت کا خزانہ یہ کلمہ ہے: ﴿سُبْحَانَ مَنْ فِي السَّمَآءِ عَرْشُهٗ، سُبْحَانَ مَنْ فِي السَّمَآءِ مَوْضِعُ اَثَرِهٖ، سُبْحَانَ مَنْ سَبَقَتْ رَحْمَتُهٗ غَضَبَهٗ، سُبْحَانَ مَنْ لَّا مَلْجَاَ وَلَا مَهْرَبَ اِلَّآ اِلَيْهِ﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ جس کا عرش آسمان پر ہے، پاک ہے وہ جس کے جلوے آسمان میں ہیں، پاک ہے وہ جس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی، پاک ہے وہ جس کے سوا کوئی پناہ گاہ ہے نہ کوئی جائے فرار۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا: اے عثمان! جو یہ کلمات صبح وشام 10 بار پڑھے اس کے لئے 6 اچھی باتیں لکھی جاتی ہیں: ❁......اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شیطان اور اس کے لشکریوں سے نجات دیتا ہے ❁......اگر وہ اس دن مر جائے تو شہید کی موت مرے گا ❁......جنّت میں اس کے لئے ایک محل بنا دیا جاتا ہے ❁......گویا اس نے تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ کریم کی تلاوت کی ❁......گویا اس نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے آٹھ[۸] افراد (جنہیں غلام بنالیا گیا ہو) کو خرید کر آزاد کیا۔''[۲]

ابدال کے برابر ثواب

﴿13﴾......ہر نماز کے بعد خواہ فرض ہو یا نفل ذیل کی چھ آیات ضرور پڑھا کریں، ان کا ثواب بہت زیادہ ہے:

---

[۱]......کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم ۱۸۲۹ مخلد ابو الھذیل، ج۴، ص ۱۳۷۵ بتغیر قلیل

[۲]......المرجع السابق مختصراً

﴿۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۸۰تا۱۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: پاکی ہے تمہارے ربّ کو عزّت والے ربّ کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللّٰہ کو جو سارے جہان کا ربّ ہے۔

﴿۲﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷تا۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللّٰہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔ وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے اور مردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جِلاتا (سرسبز و شاداب کرتا) ہے اس کے مَرے پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿14﴾...... جو روزانہ 50 مرتبہ تمام مومن مَردوں اور عورتوں کے لئے مَغْفِرَت طلب کرے یعنی صبح و شام 25،25 مرتبہ اِسْتِغْفار پڑھے۔ اسے ابدالوں میں لکھ لیا جاتا ہے، کہ اس کی فضیلت حدیثِ پاک میں آئی ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں مروی الفاظ یہ ہیں: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، حَيِّهِمْ وَمَيِّتِهِمْ، شَاهِدِهِمْ وَغَآئِبِهِمْ، قَرِيْبِهِمْ وَبَعِيْدِهِمْ، اِنَّكَ تَعْلَمُ مُنْقَلَبَهُمْ وَمَثْوَاهُمْ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! بخش دے تمام مومن مَردوں اور عورتوں کو، تمام مسلمان مَردوں اور عورتوں کو، ان کے زندوں اور مُردوں کو، ان کے حاضر اور غائب افراد کو، ان کے قریبی اور دور کے عزیزوں کو، بے شک تو ان کے انجام اور ٹھکانے سے آگاہ ہے۔

﴿15﴾...... یہ اِسْتِغْفار ہر 10 بار پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت کی اصلاح فرما، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت پر رحم فرما، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت سے مصیبتیں دور فرما۔

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، باب مایدعی بہ فی الصلاۃ علی الجنائز، الحدیث: ۱۱، ج۷، ص۱۲۶ مختصراً

منقول ہے کہ جو روزانہ یہ کلمات پڑھا کرے اس کے لئے ایک ابدال کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ ①

شکرانۂ نعمت

﴾16﴿......جو صبح و شام یہ کلمات تین تین مرتبہ پڑھے اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنْتَ ھَدَیْتَنِیْ وَاَنْتَ تُطْعِمُنِیْ وَاَنْتَ تَسْقِیْنِیْ وَاَنْتَ تُمِیْتُنِیْ وَاَنْتَ تُحْیِیْنِیْ وَاَنْتَ رَبِّیْ لَا رَبَّ لِیْ سِوَاكَ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ﴾ ②

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے مجھے پیدا کیا اور تو نے ہی مجھے ہدایت دی، تو ہی مجھے کھلاتا ہے اور تو ہی مجھے پلاتا ہے، تو ہی مجھے مارے گا اور تو ہی زندہ کرے گا اور تو ہی میرا ربّ ہے تیرے سوا میرا کوئی ربّ نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود بھی نہیں، تو اکیلا ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

شیطان سے حفاظت کی دعا

﴾17﴿... ﴿بِسْمِ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، اَلْخَیْرُ كُلُّهٗ بِیَدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا یُصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ③

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اسمِ مبارک سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بغیر نیکی کرنے کی قوت نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر نعمت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی جانب سے ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر قسم کی خیر و بھلائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھی برائی دور نہیں کر سکتا۔

جو کوئی ہمیشہ بیدار ہوتے اور سوتے وقت یہ کلمات پڑھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں ہوتا ہے اور شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جو کوئی یہ کلمات عرفہ کے دن 100 مرتبہ سورج غُروب ہونے سے پہلے پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عرش سے ندا دیتا ہے: ''تو نے مجھے راضی کر دیا ہے اور میرے ذمۂ کرم پر تیری رضا ہے،

---

① ......ذیل تاریخ بغداد لابن النجار، الحدیث: ۷۹۸، ج۱۸، ص۲۲۳ بتغیر
حلیة الاولیاء، الرقم ۴۳۸ معروف الکرخی، الحدیث: ۱۲۷۱۶، ج۸، ص۴۱۰

② ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۰۲۸، ج۱، ص۲۹۱ بدون ''وانت ربی لا ربّ لی......الخ''

③ ......کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم ۲۷۳ الحسن بن رزین بصری، ج۱، ص۲۴۴

مجھ سے جو چاہے مانگ، میں تجھے عطا کروں گا۔'' [1]

صبح وشام کی دعا

﴿18﴾......روزانہ صبح وشام سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

﴿فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اسکے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

اذان کے بعد کی ایک دعا

﴿19﴾......سات مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جنّت کا سوال کریں اور دوزخ سے پناہ مانگیں اور جب بھی اذان سنیں تو ویسا ہی کہیں جیسا مؤذّن کہتا ہے، پھر اذان کے بعد یہ دعا پڑھیں:

﴿رَضِیۡتُ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَبًّا وَّبِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِیًّا اَللّٰهُمَّ بِهٰذِهِ الدَّعۡوَةِ التَّآمَّةِ وَالۡكَلِمَةِ الصَّادِقَةِ وَالصَّلَاةِ الۡقَآئِمَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ، وَاَعۡطِهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَالۡفَضِیۡلَةَ وَابۡعَثۡهُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَا ۨالَّذِیۡ وَعَدۡتَّهٗ﴾ [2]

ترجمہ: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیّدنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس مکمل دعوت اور سچے کلمے اور کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے حضرت سیّدنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور انہیں وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما کہ جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

اگر فجر کی اذان ہو تو یہ الفاظ بھی کہیں: ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِدۡبَارُ لَیۡلِكَ وَاِقۡبَالُ نَهَارِكَ وَاَصۡوَاتُ دُعَاتِكَ وَحُضُوۡرُ صَلَاتِكَ وَشُهُوۡدُ مَلٰٓئِكَتِكَ. صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ﴾ [3]

---

[1] ......المتفق والمفترق للخطیب، الحدیث: ۷۷، ج ۱، ص ۱۵۸ ...... الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۴۶۲ الحسن بن رزین، ج ۳، ص ۱۷۵

[2] ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل......الخ، الحدیث: ۳۸۵، ص ۲۰۹ مختصراً

[3] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول عند اذان المغرب، الحدیث: ۵۳۰، ص ۱۲۶۳ مختصراً

جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف القاف، الحدیث: ۱۵۴۰۵، ج ۵، ص ۳۲۴ بدون شھود ملائکتک

ترجمہ: اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے جانے اور دن کے آنے کا ہے اور تیری دعوت دینے والوں کی آوازوں، نماز اور فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے، پس اے میرے ربّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج۔

اور مغرب کے بعد ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِدْبَارُ لَيْلِكَ وَاِقْبَالُ نَهَارِكَ﴾ کے بجائے یہ کہیں: ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ﴾ اس کے بعد جو چاہیں دعا مانگیں اور اذان و اقامت کے درمیانی لمحات کو غنیمت جانیں کہ دعا کا بہتر وقت یہی ہے۔

ابدالوں کی دعا

﴿20﴾...... بندے کو چاہئے کہ ذیل کے کلمات ہر وقت پڑھا کرے کہ یہ ابدالوں کی دعا ہے جو وہ ہمیشہ کرتے ہیں:

﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَلْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ، يَا سَلَامُ! سَلِّمْ، يَارَبِّ! يَارَبِّ! يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ! اِفْتَحْ بِخَيْرٍ وَّاخْتِمْ بِخَيْرٍ، فَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، سُبْحَانَ رَبِّنَآ اَنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا، يَارَبِّ! يَارَبِّ! يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰهُ! يَا عَزِيْزُ! يَا عَزِيْزُ! يَا قَرِيْبُ! يَا قَرِيْبُ! يَا حَلِيْمُ! يَا سَتَّارُ! سُبْحَانَ رَبِّنَآ اَنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا، يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰهُ! يَا عَزِيْزُ! يَا عَزِيْزُ! يَا قَرِيْبُ! يَا قَرِيْبُ! يَا كَرِيْمُ! يَا غَفَّارُ! يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ! اِغْفِرْ لِيْ، عَافِنَا، وَاعْفُ عَنَّا، نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ، يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ!﴾

ترجمہ: **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، کوئی قوت نہیں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا، وہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے، اے سلام! سلامتی عطا فرما، اے میرے ربّ! اے میرے ربّ! عظمت و بزرگی والے! خیر و بھلائی کے ساتھ آغاز فرما اور خیر و بھلائی کے ساتھ ہی اختتام فرما، **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ ہے اوروں کو قائم رکھنے والا ہے، پاک ہے ہمارا ربّ، ہمارے ربّ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اے میرے ربّ! اے میرے ربّ! اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! اے غالب! اے غالب! اے قریب! اے قریب! اے بردبار! اے پردہ پوشی فرمانے والے! پاک ہے ہمارا ربّ، ہمارے ربّ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! اے غالب! اے غالب! اے قریب! اے قریب! اے کریم! اے غفار! اے وسیع مغفرت والے! میری بخشش فرما دے، ہمیں عافیت دے اور ہمیں معاف فرما دے، ہم تجھ سے معافی و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس۔

مذکورہ جتنی دعائیں یا اذکار ہم نے ذکر کئے ہیں وہ سب شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے مَروی ہیں۔ ہم نے ان اذکار کے تذکرے میں تفصیل کے بجائے اِخْتِصار سے کام لیا ہے کیونکہ ہمارا مقصود اعمال کے فضائل کا تذکرہ کرنا نہیں بلکہ ان اوراد کی تشریح کرنا ہے۔

اسلاف کے اچھے اخلاق

(۱)......مسواک کرنا

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے اچھے اخلاق میں سے ہے کہ وہ رات یا دن کے وقت جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے۔ اس کی فضیلت احادیثِ مبارکہ میں بھی مروی ہے۔ چنانچہ،

مسواک کی فضیلت کے متعلق تین فرامین مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(1)......مسواک سے اپنے منہ صاف کرلیا کرو کہ یہ قرآنِ کریم (کی تلاوت) کے راستے ہیں۔ [1]

(2)......مسواک منہ کی طہارت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا باعث ہے۔ [2]

(3)......مسواک کرکے نماز پڑھنا بغیر مسواک کے نماز پڑھنے سے 70 گنا افضل ہے۔ [3]

مسواک کے اوقات

چار اوقات میں مسواک کرنے کی تاکید مروی ہے: (۱) روزہ دار کے لئے زوالِ آفتاب سے پہلے (۲) جمعہ کے دن غُسل کے ساتھ (۳) رات کے قیام سے پہلے (۴) صبح نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

(۲)......صدقہ کرنا

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اس بات کو مُسْتَحَب سمجھتے کہ روزانہ دن اور رات کے وقت کوئی چیز صدقہ کی جائے، خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو جیسے ایک لقمہ یا کوئی پھل۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض پیاز اور دھاگہ تک صدقہ کر دیا

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القران، فصل فی لبس الحسن، الحدیث: ۲۱۱۹، ج۲، ص۳۸۲

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب، ص ۱۵۱

[3] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الطہارات، الحدیث: ۲۷۷۳، ج۳، ص۲۶

کرتے تھے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ مُحْسِنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''قیامت کے دن ہر بندہ اپنے صدقہ کے سائے تلے ہوگا۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس صَدقہ کو قبول فرماتا ہے جو اگرچہ قلیل ہو مگر مستقل و دائمی ہو اور وہ ایسے صَدقے کو اس صَدقہ سے زیادہ پسند فرماتا ہے جو کثیر تو ہو مگر دائمی و مستقل نہ ہو۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں اس شخص کی کیسے مَذمَّت فرمائی ہے جو پہلے تو کچھ دیتا ہے لیکن پھر چھوڑ دیتا ہے:

وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی ﴿۳۴﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنّت کے پھلوں کی تعریف اس حسن وخوبی سے بیان فرمائی کہ دنیا کے پھلوں کا عیب دار ہونا خود بخود ثابت ہوگیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَفَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ (پ۲۷، الواقعہ: ۳۲، ۳۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت سے میووں میں۔ جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں۔

یعنی اس دائمی نعمت کے حُصول میں رغبت رکھتے ہوئے دنیا کے پھلوں سے دور رہو کیونکہ یہ ختم ہو جانے والے ہیں اور ان سے انہیں بعض اوقات روک بھی دیا جاتا ہے۔

﴿۳﴾......سائل کو عطا کرنا

سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ وہ سائل کو بغیر کچھ دیئے واپس نہ لوٹاتے خواہ دی جانے والی چیز قلیل ہی کیوں نہ ہوتی۔

سائل کو کچھ دینے کے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

﴿1﴾......آگ سے بچو! خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے بدلے۔[2]

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۹ عبداللہ بن مبارک، الحدیث: ۱۱۸۵۶، ج۸، ص۱۹۳

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار......الخ، الحدیث: ۱۴۱۷، ص۱۱۱

﴿2﴾......سائل کا حق ہے اگر چہ وہ ایسے گھوڑے پر آئے جس کی لگام چاندی کی ہو۔[1]

﴿3﴾......سائل کو واپس نہ لوٹاؤ اگر چہ جلا ہوا بکری کا کُھر ہی دو۔[2]

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا نے ایک مرتبہ ایک سائل کو انگور کا ایک دانہ دیا، راوی فرماتے ہیں ہم ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں کیوں تعجب ہو رہا ہے؟ اس میں بہت سے ذرّات ہیں۔''

﴿۴﴾......کسی کے کچھ مانگنے پر ''نہیں'' نہ کہنا

سلف صالحین کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ ان سے کچھ بھی مانگا جاتا یا کسی اَمرِ مُباح کی خواہش کی جاتی تو وہ جواب میں ''نہیں'' نہ کہتے۔ کیونکہ انہیں خلافِ سُنَّت کام کرنا ناپسند تھا اور وہ سنت پر عمل کرنا ہی پسند کرتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ کریمانہ میں سے ایک خُلق یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب بھی کوئی شے مانگی جاتی تو جواب میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ''لا'' (یعنی نہیں) نہ کہتے۔[3] بلکہ اگر وہ شے پاس نہ ہوتی تو خاموش رہتے۔

﴿۵﴾......باہمی اتفاق کا ہونا

صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان ہر معاملے پر مُتَّفِق ہو جاتے اور کوئی بھی کسی کو حقیر نہ جانتا بلکہ ہر ایک اپنے بھائی کو خود پر تَرجیح دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ (۲۵، شوریٰ: ۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

یعنی ان کے اُمور ومُعاملات آپس میں مُشتَرک اور غیر مُنقَسِم ہیں اور وہ سب ان میں مُساوی ہیں۔

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی الحث علی الصدقة، الحدیث: ۲۲، ۲۳، ج۳، ص۷

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابن نجاد، الحدیث: ۱۶۶۴۸، ج۵، ص۵۹۲ ''لا ترد'' بدله ''ردوا''

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه صلی الله علیه وسلم، الحدیث: ۲۰۱۸، ص۱۰۸۶

﴿۶﴾......دن کے چار اعمال کی بجا آوری

سالِک (یعنی قُربِ خداوندی چاہنے والے) کے لئے مُستحب یہ ہے کہ وہ روزانہ یہ چاؔر اعمال بھی سرانجام دیا کرے:

(۱) روزہ رکھے (۲) صَدَقہ کرے (۳) مریض کی عیادت کرے اور (۴) جنازے میں شریک ہو۔

سالکینِ راہِ طریقت ان کاموں کی بجا آوری میں جلدی کیا کرتے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جس نے یہ چاروں کام ایک دن میں جمع کئے اسے بخش دیا جائے گا۔''[1] ایک روایت میں ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔[2]

اگر کوئی ان اُمور میں سے تینؔ یا دوؔ پر عمل کرے اور باقی پر عمل نہ کر سکے تو امید ہے کہ اچھی نیّت کی بنا پر اسے سب پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔

﴿۷﴾......نمازِ باجماعت

مُرید کے لئے لازِم ہے کہ وہ نمازِ باجماعت کبھی بھی ترک نہ کرے خاص طور پر اس وقت جب وہ اذان کی آواز سنتا ہو یا پھر مسجد کے قریب ہو۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ قریب ترین مسجد میں نماز ادا کرے، ہاں اگر دور کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے مقصود یہ ہو کہ زیادہ قدم چلنے پر ثواب ملے گا تو کوئی حرج نہیں، یا دور کی مسجد کے امام کی فضیلت کی وجہ سے جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ایک عالم امام کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے۔ یا اگر مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی گھر کو آباد کرنا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہو۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جس نے پانچوں نمازیں باجماعت پڑھیں تو اس نے دوؔ زمینیں اور دوؔ سمندر عبادت سے بھر دیئے۔[3] اور نمازی کو چاہئے کہ ہر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی وُضو کر لیا کرے کیونکہ اس میں نماز کی مُحافظت اور ایک اچھا طرزِ عمل ہے۔

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابوبکر الصدیق، الحدیث: ۲۱۸۲، ص۱۰۹۸ مفہوماً

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۳۰۰، ج۱۱، ص۱۱۶ بدون صدقۃ

[3] ......تفسیر روح البیان، پ۲۹، القلم، تحت الایۃ ۴۳، ج۱۰، ص۱۲۴ بتغیر قلیل

حضرت سیِّدُ نا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھاتے ہوئے ارشادفرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تین۳ اُمور پسندیدہ ہیں: (۱) صَدَقہ کا حکم دینا (۲) نمازِ باجماعت کی خاطر پیدل چلنا اور (۳) لوگوں میں صلح کرنا۔

﴿۸﴾......گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کا طریقہ

مُسْتَحَب یہ ہے کہ جب بھی مسجد یا گھر میں داخل ہو تو دو۲ رکعت نَفْل ادا کیا کرے کیونکہ سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا یہی طریقہ ہے۔ اسی طرح جب بھی باہر نکلے تب بھی دو رکعت نماز ادا کر کے نکلے کیونکہ مروی ہے کہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن دو۲ رکعت ادا کئے بغیر گھر سے باہر نہ نکلا کرتے تھے اور وہ باوضو رہتے۔ پس یہ بھی مستحب ہے کہ جب بھی وضوٹوٹ جائے تو وضو کر لے اور جب وضو کرے تو تَحِیَّۃُ الْوُضو بھی پڑھا کرے کہ یہ نیک لوگوں کا عمل ہے۔ اگر اس حالت میں اسے موت آ گئی تو شہادت کی موت مرے گا اور جب گھر سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ حَسْبِيَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ. لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ خَرَجْتُ وَاَنْتَ اَخْرَجْتَنِيْ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِيْ وَسَلِّمْ مِنِّيْ فِيْ دِيْنِيْ كَمَآ اَخْرَجْتَنِيْ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ. عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَتَبَارَكَ اَسْمَآؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ [1]

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے، مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسا کیا، کوئی قُوَّت نہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری جانب ہی نکلا ہوں اور تو نے ہی مجھے باہر نکالا ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے محفوظ رکھ اور میرے دین کی بھی حفاظت فرما جیسا کہ تو نے مجھے باہر نکالا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ میں پھسلوں یا پھسلایا جاؤں، گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں، ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، جہالت کا مظاہرہ کروں یا مجھ سے جاہلانہ برتاؤ ہو، تیری پناہ غالب ہے اور تیری حمد وثنا شاندار ہے اور تیرے اسمائے حُسنیٰ برکت والے ہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور پھر اس کے بعد الحمد شریف، سورۂ فَلَق اور سورۂ ناس بھی ایک ایک مرتبہ پڑھنی چاہئے۔

نمازِ چاشت

﴿21﴾......نمازِ چاشت کی چا۴ر رکعتیں بھی روزانہ بِلا ناغہ ادا کرے اور ہو سکے تو آٹھ۸ سے بارہ۱۲ رکعت پڑھے اور ان

[1] ......وفاء الوفاء للسمهودی، الباب الثامن، الفصل الرابع فی اداب الزيارة والمجاورة، ج ۲، ص ۱۳۸۹ بدون ما شآء الله حسبی الله

سے زائد نہ پڑھے۔ اگر ہَشّاش بَشّاش ہو تو طویل قراءَت کرے ورنہ چھوٹی سورتیں پڑھ لے۔ نمازِ چاشت میں سورۂ وَالشَّمْسِ، وَالضُّحٰی اور سورۂ بقرہ اور سورۂ حشر کی آخری آیات پڑھے۔ اس کے بعد چاشت کے ورد اور وظیفے کے علاوہ جتنے چاہے نوافل پڑھے لیکن انہیں ہمیشہ ادا کیا کرے۔ چنانچہ،

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کے وقت چار رکعتیں ادا فرماتے اور پھر اس سے زائد جتنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ادا فرماتے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ مغفرت نشان ہے کہ ''اے ابنِ آدم! دن کے ابتدائی حصے میں تو میری خاطر چار رکعت ادا کرے گا تو میں دن کے آخری حصے میں تجھے کافی ہوں گا۔''[2]

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ ہانی بنت ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاشت کی آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔[3]

ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے جسم کے ہر ہر جوڑ پر صَدَقہ لازم ہوتا ہے، جبکہ اس کے جسم میں 360 جوڑ ہیں، پس ❁...... اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اور نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر صَدَقہ ہے ❁...... کمزور کا بوجھ ہلکا کرنا بھی صَدَقہ ہے ❁...... کسی کو راستہ بتانا اور راستے میں پڑی ہوئی تکلیف دہ شے ہٹانا بھی صَدَقہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تسبیح و تہلیل کا بھی تذکرہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ نمازِ چاشت کی دو رکعتیں ان سب اعمال پر حاوی ہیں یا ارشاد فرمایا کہ یہ دو رکعتیں ان تمام کاموں کی جامع ہیں۔[4]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، الحدیث: ۱۶۶۵، ص ۷۹۰

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث نعیم بن ھماء، الحدیث: ۲۲۵۳۶، ج ۸، ص ۳۴۳

[3] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب کم یصلی من رکعۃ، الحدیث: ۴، ج ۲، ص ۳۰۰

[4] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، الحدیث: ۱۶۷۱، ص ۷۹۱

سنن ابی داود، کتاب الادب، باب اماطۃ الاذی عن الطریق، الحدیث: ۵۲۴۲، ص ۱۶۰۶

شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، التحریض علی الصدقۃ، الحدیث: ۳۳۲۸، ج ۳، ص ۲۰۴

صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، ذکر کتبۃ اللہ جل وعلا......الخ، الحدیث: ۲۹۹، ج ۱، ص ۵۳۴

وقتِ سحر مسجد جانے کی فضیلت

مُتقدِّمین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صبحِ صادق کے طُلوع ہونے سے پہلے مسجد تشریف لاتے اور نمازِ فجر تک وہیں بیٹھے رہتے اور ایسا کرنا افضل سمجھتے۔ چنانچہ ایک تابعی کا قول ہے کہ میں صبحِ صادق کے طُلوع ہونے سے پہلے مسجد گیا تو میں نے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پایا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے تشریف لا چکے ہیں، انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''اے میرے بھتیجے! اس وقت تجھے کس شے نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا؟'' میں نے عرض کی: ''صبح کی نماز نے۔'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ ہم اس وقت گھروں سے نکل کر مسجد میں آکر بیٹھنے اور پھر نمازِ فجر کا انتظار کرنے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا سمجھتے یا ارشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ مل کر جہاد کرنا شُمار کرتے تھے۔''[1]

قبولیتِ دعا کے اوقات

دُعا کی قبولیت کے افضل اوقات چار ہیں: (۱) سحر کے وقت (۲) طُلوعِ آفتاب کے وقت (۳) غُروبِ آفتاب کے وقت اور (۴) اذان و اقامت کے درمیان۔ رات دن میں سب سے بہتر اور افضل اوقات فرض نمازوں کی ادائیگی کے اوقات ہیں۔

اسمائے حسنیٰ سے دعا کرنا

جب کوئی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرے تو اس کے اَسمائے حُسنیٰ کے مَعانی کے وسیلہ سے کرے کہ یہ اس کی صفات ہیں اور وہ اس طرح دعا کرنے کو پسند فرماتا ہے اور اس نے ان اسمائے حُسنیٰ کو ظاہر بھی اسی لئے فرمایا تاکہ دعا مانگنے والا ان کے وسیلہ سے دعا مانگا کرے۔ مثلاً اس طرح دعا مانگی جائے: ﴿یَا جَبَّارُ! اُجْبُرْ قَلْبِیْ، یَا غَفَّارُ! اِغْفِرْ ذَنْبِیْ. یَا رَحْمٰنُ! اَصْلِحْنِیْ، یَا رَحِیْمُ! اِرْحَمْنِیْ، یَا تَوَّابُ! تُبْ عَلَیَّ، یَا سَلَامُ! سَلِّمْنِیْ﴾

ترجمہ: اے جبار! میرے دل کی کمی پوری کر دے، اے غفار! میرے گناہ بخش دے، اے رحمٰن! میری اصلاح فرما دے، اے رحیم! مجھ پر رحم فرما، اے توبہ قبول فرمانے والے! میری توبہ قبول فرما، اے سلام! مجھے سلامتی عطا فرما۔

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد وتفصیل احیاء اللیل، ج ۱، ص ۴۳۹

مُسْتَحَب یہ ہے کہ بندہ روزانہ ایک بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے 99 اَسمائے حُسنیٰ کے وسیلہ سے دعا کیا کرے کیونکہ شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جو انہیں شمار کرے گا جنّت میں داخل ہوگا۔ ①

اسمائے حسنیٰ یاد کرنے کا طریقہ

اَسمائے حُسنیٰ قرآنِ کریم میں مُتفرِّق مقامات پر مذکور ہیں۔ پس جو یقین رکھتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ان کے وسیلہ سے دعا کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے پورا قرآنِ کریم ختم کیا۔ چونکہ اَسمائے حُسنیٰ قرآنِ کریم میں بغیر ترتیب کے مذکور ہیں لہٰذا اگر (کسی کے لئے) انہیں زبانی یاد کرنا مشکل ہو تو حُروفِ تہجّی کے اعتبار سے انہیں شمار کر لے اور ہر حرف سے شروع ہونے والے اَسمائے حُسنیٰ یاد کر لے مثلاً پہلے "الف" سے شروع کرے اور دیکھے کہ اس حرف سے کون سے اسمائے حسنیٰ آتے ہیں مثلاً اَللّٰہُ، اَوَّلُ، اٰخِرُ وغیرہ۔ اسی طرح "ب" اور پھر "ت" سے جیسا کہ بَارِئُ، بَاطِنُ اور تَوَّاب۔ البتہ! بعض حُروف سے اَسمائے حُسنیٰ کا پایا جانا مشکل ہوگا لہٰذا جن حُروف سے ممکن ہو ان سے اَسمائے ظاہرہ نکال کر انہیں شمار کر لے اور جب وہ 99 ہو جائیں تو یہی کافی ہے کیونکہ ایک حرف سے کم وبیش دس اَسمائے حُسنیٰ مل جائیں تو بھی حرج نہیں۔ اگر کسی حرف سے کوئی اسم نہ ملے تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ تعداد پوری ہو گئی ہو تو حدیثِ پاک میں مروی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

صلاۃُ التَّسبِیح

﴿22﴾...... بندے کو چاہئے کہ ہفتہ میں دو بار صَلَاۃُ التَّسْبِیح پڑھا کرے ایک مرتبہ دن میں اور ایک مرتبہ رات میں۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ چار رکعت نماز میں 300 مرتبہ تسبیح پڑھی جائے۔ سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن یہ نماز پڑھا کرتے اور اس کی برکتیں خوب جانتے تھے اور اس کی فضیلت کا بھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابنِ مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے صَلَاۃُ التَّسْبِیح کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ ❁ ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ 15 مرتبہ پڑھیں ❁ پھر ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہ، بِسْمِ اللّٰہ﴾، سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھنے کے بعد ❁ 10 مرتبہ مذکورہ تسبیح ❁ اس کے

---

① ......صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط، الحدیث: ۲۷۳۶، ص ۲۱۹

بعد رکوع اور (رُکوع کی تسبیحات کے بعد) پھر ۞ 10 بار مذکورہ تسبیح پڑھیں ۞ پھر رُکوع سے سر اٹھانے کے بعد سجدہ میں جانے سے پہلے 10 مرتبہ ۞ پھر سجدہ میں (تسبیحاتِ سجدہ کے بعد) 10 مرتبہ پڑھیں ۞ سجدہ سے سر اٹھائیں تو 10 مرتبہ ۞ اور پھر دوسرے سجدہ میں بھی (تسبیحات کے بعد) 10 مرتبہ پڑھیں اور مزید ارشاد فرمایا کہ اس طرح تسبیحات کی کل تعداد 75 ہو جائے گی، چاڑ رکعت اسی ترتیب سے پڑھیں، اگر رات کے وقت پڑھیں تو دُو رکعت پر سلام پھیر دیں اور اگر دن کے وقت پڑھیں تو ایک ہی سلام سے چاروں رکعت پڑھیں لیکن اگر چاہیں تو دن کے وقت بھی دُو دُو رکعت کر کے پڑھ سکتے ہیں۔[1] جب رُکوع میں تسبیح کی تعداد شمار کرنا ہو تو گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں سے شمار کریں اور سجدہ میں زمین پر رکھی ہوئی انگلیوں کی مدد سے شمار کریں۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن جابر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مُبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے نمازِ تسبیح کے متعلق پوچھا کہ جب میں دونوں سجدوں کے بعد قیام کی خاطر زمین سے سر اٹھاتا ہوں تو کیا کھڑے ہونے سے پہلے تسبیح پڑھوں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں! یہ قعدہ نماز کی سنّت نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن ابی رِزْمَہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مُبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے پوچھا: ''کیا تین تین مرتبہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم﴾ اور ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی﴾ بھی پڑھوں؟'' تو انہوں نے فرمایا کہ ''ہاں پڑھا کرو۔'' میں نے دوبارہ عرض کی: ''اگر مجھ پر سجدۂ سہو لازم ہو جائے تو کیا سجدۂ سہو میں بھی 10 بار تسبیح پڑھوں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''نہیں، کیونکہ یہ تسبیحات صرف 300 مرتبہ ہی ہیں[2] اور میں سورۂ فاتحہ کے بعد صَلَاةُ التَّسْبِیح میں 20 سے زائد آیات پڑھنا پسند کرتا ہوں۔''

۞......۞......۞

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، الحدیث: ۴۸۱، ص ۱۶۹۱

[2] ......المرجع السابق

فصل 16

تلاوت اور آدابِ تلاوت کا بیان

ختمِ قرآنِ کریم کی مدت

مُرید کے لئے مُستحب یہ ہے کہ ہر ہفتے میں ۲ دو قرآنِ کریم ختم کیا کرے، ایک ختم دن کے وقت اور ایک رات کے وقت۔ دن کا ختم پیر کے روز نمازِ فجر کی ۲ دو رکعتوں میں یا ان کے بعد کرے اور رات کا ختم شبِ جمعہ مغرب یا اس کے بعد کرے تاکہ اس کا قرآنِ کریم ختم کرنا دن یا رات کے ابتدائی حصّے میں ہو کیونکہ اگر وہ رات کے وقت قرآن کریم ختم کرے گا تو فرشتے اس کے لئے صبح تک دعا کرتے رہیں گے اور اگر دن کے وقت کرے گا تو رات تک اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ پس یہ ۲ دو ایسے وقت ہیں جو مکمّل طور پر رات اور دن کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ،

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''اس شخص نے قرآنِ کریم سمجھا ہی نہیں جس نے تین ۳ دنوں سے کم میں ختم کیا۔'' [1]

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبدُ اللّٰہ بن عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو حکم دیا کہ وہ سات دنوں میں ایک قرآنِ کریم ختم کیا کریں۔ [2] صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت اسی طرح ہر جمعہ میں ایک قرآنِ کریم ختم کیا کرتی تھی۔

اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفّان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شبِ جمعہ قرآنِ کریم کا آغاز فرماتے اور سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ مائدہ تک پڑھتے، شبِ ہفتہ سورۂ انعام سے لے کر سورۂ ھود تک تلاوت فرماتے، شبِ اتوار سورۂ یوسف سے لے کر سورۂ مریم تک قراءت کرتے، شبِ پیر سورۂ طٰہٰ سے لے کر سورۂ طٰسٓمٓ. موسٰی و فرعون تک تلاوت فرماتے، شبِ منگل سورۂ عنکبوت سے لے کر سورۂ صٓ تک اور شبِ بدھ سورۂ تَنْزِیل سے لے کر سورۂ رحمٰن تک، پھر شبِ جمعرات آخر تک پڑھ کر قرآنِ کریم ختم کیا کرتے۔ [3]

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب القراءات، باب فی کم اقرا القران؟، الحدیث: ۲۹۴۹، ص۱۹۴۸

[2] ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القران، باب فی کم یقرا القران، الحدیث: ۵۰۵۴، ص۴۳۷

[3] ......فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل، من فضائل عثمان، الحدیث: ۸۵۰، ج۱، ص۵۱۷ ......المستطرف، الباب الثالث، ج۱، ص۳۳

حضرت سیِّدُ نا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اسی طرح سات دنوں میں ایک ختمِ قرآن کیا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُ نا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مَروی ہے کہ وہ بھی سات دنوں میں قرآنِ کریم ختم کیا کرتے اور ہر رات میں قرآنِ کریم کا ساتواں حصّہ تلاوت فرماتے۔ [1]

ایک جماعت کا روزانہ ختمِ قرآن کرنا بھی مَروی ہے لیکن ایک گروہ نے تین ۳ سے کم دنوں میں ختمِ قرآن کو مکروہ کہا ہے اور مُعتَدِل راستہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ ہر تین دن میں خَتمِ قرآن کیا جائے۔

قرآنِ کریم کی منزلیں اور صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

اگر قرآنِ کریم کی ایک منزل روزانہ پڑھی جائے تو یہ بہت بہتر ہے اور یہ سنّت بھی ہے۔ نیز یہ دل کے مُوافق، ترتیب کے لئے زیادہ بہتر اور فہم واِدْراک کے زیادہ قریب ہے اور اگر چاہے تو ہر رکعت میں قرآنِ کریم کا تیرھواں یا چھبیسواں حصّہ پڑھے۔ اس طرح قرآنِ کریم کے 30 پاروں میں سے ایک پارہ ہر ایک یا دو رَکعتوں میں ہو جائے گا۔

قرآنِ کریم پر نقطوں اور رموزِ اوقاف کی ابتدا

مَنقول ہے کہ حَجّاج بن یوسف نے بَصرہ و کوفہ کے قاریوں کو جمع کر کے قرآنِ کریم پر نقطوں اور رموزِ اَوقاف لگانے کا حکم دیا تھا، ان قاریوں میں حضرت سیِّدُ نا عاصِم جَحْدَری، حضرت سیِّدُ نا مَطَر وَرّاق اور حضرت سیِّدُ نا شِہاب بن شریفہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی شامل تھے۔

حضرت سیِّدُ نا یحییٰ بن ابی کثیر عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَبِیْر سے مَنقول ہے کہ قرآنِ کریم مَصاحِف میں (نقطوں اور رموزِ اوقاف وغیرہ سے) خالی تھا، پس سب سے پہلے "ب" اور "ت" پر نقطے لگائے گئے تو عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تو قرآنِ کریم کا نور ہے۔ پھر آیاتِ مبارکہ کے ختم ہونے کے مقام پر علامات لگائی گئیں تو انھوں نے کہا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے آیات کی ابتدا کی پہچان ہوتی ہے۔ پھر آغاز و اختتام کی علامات کا اضافہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ان کی پہچان کی علامت ہیں۔ [2]

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب فی القران کم یختم، الحدیث: ۱۳، ج ۲، ص ۳۸۵ مفہومًا

[2] ......تفسیر القرطبی، باب ماجاء فی سور ترتیب القران، فصل فی وضع الاعشار، ج ۱، ص ۴۲

”فہمِ قرآنِ کریم“ کے 11 حروف کی نسبت سے قرآنِ کریم کے فہم وادراک سے دور کرنے والی 11 باتیں

جس شخص میں ذیل کی باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے اسے قرآنِ کریم کا وہ فہم وادراک حاصل نہیں ہوسکتا جواس کی قُوَّتِ مُشاہدہ سے حجاب دور کردے اور ملکوت میں اس کی قدر ومَنْزِلَت ظاہر کردے اور وہ باتیں یہ ہیں: (۱)...... ادنیٰ درجے کی بِدعَت (۲)...... گناہوں پر اصرار (۳)...... دل کا تکبُّر اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہونا (۴)...... دنیا کی مَحبَّت (۵)...... ایمان کی ناپائیداری (۶)...... یقین کی کمزوری (۷)...... اپنے علم کو کافی جاننا (۸)...... ظاہر معنیٰ کی پیروی کرنا (۹)...... ظاہری عمل پر ڈٹ جانے والے مُفَسِّر کی تفسیر دیکھنا (۱۰)...... محض عقل کا استعمال اور (۱۱)...... قرآنِ کریم کے باطنی مَعانی اور حُروفِ مُقَطَّعات کے راز کے بارے میں اہلِ عرب اور اہلِ زبان کے مذاہب کے ذریعے فیصلہ کرنا۔

یہ سب ایسے لوگ ہیں جن کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ان کے وہ عُلوم مَردود ہیں جن میں یہ مَشْغول ہیں، ان کی عقلوں میں جو سما چکا ہے اسے ہی کافی جانتے ہیں اور اپنے علم وعقل کے سبب مزید خرابیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے والوں کے نزدیک ایسے لوگ علم وعقل کے شرک میں مبتلا ہیں۔ پس یہ اس پوشیدہ شرک ہی کی ایک صورت ہے جو انتہائی آہستگی سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ تاریک رات میں کسی ٹیلے پر چیونٹی چڑھتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن علی بن سنانہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی علمی وعقلی بات غیر کامل عقل کا نتیجہ ہے کیونکہ عقلِ کامل وہ ہوتی ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہو اور اس کے حکم وکلام کا فہم وادراک رکھتی ہو اور اس کے ذریعے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو سمجھا جاسکتا ہو۔ چنانچہ،

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: ”**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے حاصل ہونے والی عقل یہ ہے کہ اس کے اَمر ونَہی معلوم ہوجائیں۔“ [1]

[1] ......تاریخ مدینة دمشق، الرقم ۶۲۴۵ زرافة، ج۱۸، ص ۴۵۰

ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کے منافقین کی بہت بڑی تعداد قاری ہوگی۔'' ①

اس نفاق سے **غیرُ اللہ** کی معیّت کو کافی جاننا اور اس کی جانب دیکھنا مُراد ہے اور اس سے شرک اور قدرتِ باری تعالیٰ کا منکر ہونے والا نفاق مراد نہیں۔ ایسا بندہ عقیدۂ توحید سے الگ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ مزید مقام و مرتبہ کے حُصول کی جانب بڑھتا ہے۔ لہٰذا جب بندے کی کیفیّت یہ ہو کہ ۞ وہ کانوں کو بارگاہِ ربوبیت میں لگانے والا ۞ اس کے کلام کے راز کو غور سے سننے والا ۞ صفات کے مَعانی میں غور کرنے کے لئے دل سے حاضر ۞ اس کی قدرت پر نگاہ جمانے والا ۞ عقلی قِیاسات اور علمی مَباحِث کو ترک کرنے والا ۞ اپنی قوت و طاقت سے بَراءَت کا اظہار کرنے والا ۞ کلام کرنے والے کی عظمتِ شان کو پیشِ نظر رکھنے والا ۞ اس کی بارگاہ میں ہر وقت حاضر رہنے والا اور ۞ حالِ مُستَقیم، قلبِ سلیم، پاکیزہ یقین اور علم کی قوت کے ساتھ فہم واِدْراک کی حاجت رکھنے والا ہو تو یقیناً کلام سنے گا اور غیب کا مُشاہدہ بھی کرے گا۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کے آداب

(1)......ترتیل سے پڑھنا

سب سے بہتر قراءت قرآنِ کریم کو تَرتیل سے (یعنی ٹھہر ٹھہر کر) پڑھنا ہے کیونکہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا حکمِ باری تعالیٰ پر عمل کرنا ہے اور یہ مستحب بھی ہے، نیز اس میں تَدَبُّر و تَفَکُّر کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ چنانچہ،

اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ اُس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور اس قراءت میں بھی کوئی خیر نہیں جس میں تَدَبُّر نہ ہو۔ ②

حضرت سیِّدُنا **عبدُ اللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرا ترتیل سے اور غور و فکر کرتے ہوئے سورۂ بقرہ اور آلِ عمران پڑھنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں پورا قرآنِ کریم **ھَذْر** سے (یعنی معانی پر غور کیے بغیر

---

① ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۶۴۴، ج ۲، ص ۵۸۷

② ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴ علی بن ابی طالب، الحدیث: ۲۳۸، ج ۱، ص ۱۱۸

جلدی جلدی) پڑھوں۔[1] اور ایک قول میں ہے کہ مجھے سورۂ بَقَرہ اور آلِ عمران هَذْر سے پڑھنے کے بجائے سوچ سمجھ کر اِذَا زُلْزِلَت اور اَلْقَارِعَة پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔

حضرت سیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد سے عرض کی گئی کہ دو بندے نماز شروع کریں، دونوں کے قیام کی مقدار برابر ہو لیکن ان میں سے ایک سورۂ بَقَرہ پڑھے اور دوسرا پورا قرآنِ کریم (تو کس کا ثواب زیادہ ہوگا)؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دونوں اجر و ثواب میں برابر ہیں کیونکہ ان کے قیام کی مقدار ایک جیسی ہے۔''[2]

قرآنِ کریم میں بہترین تَدَبُّر و ترتیل وہ ہے جو نماز میں ہو۔ لہٰذا منقول ہے کہ نماز میں تَفَکُّر کرنا نماز کے علاوہ تفکر کرنے سے افضل ہے کیونکہ نماز اور تفکر دو الگ الگ عمل ہیں اور تدبر و تفکر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمتِ شان اور بزرگی کی وجہ سے اس کے وعدہ و وعید اور اَمر و نَہی وغیرہ کے احکام میں غور و فکر کرنا مُراد ہے۔

رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نماز میں قیام طویل ہو۔''[3] اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر سجدہ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔[4]

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خادم حضرت سیِّدُنا ابو فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جنّت میں ساتھ رہنے کا سوال کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کثرتِ سجود سے میری مُعاوَنَت کرو۔''[5]

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دن کے وقت سجدوں کی کثرت اور رات کے وقت

---

[1] ......السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب مقدار ما یستحب، الحدیث: ۴۰۲۰، ج ۲، ص ۵۵۵ دون قولہ اٰل عمران مفھوماً

[2] ......الزھد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، الحدیث: ۱۲۷۸، ص ۴۵۳ مفھوماً

[3] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، الحدیث: ۱۷۶۹، ص ۷۹۶

[4] ......سنن النسائی، کتاب التطبیق، باب من سجد للہ سجدۃ، الحدیث: ۱۱۴۰، ص ۲۱۶۰

[5] ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، الحدیث: ۱۰۹۴، ص ۷۵۴

سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ما جاء فی کثرۃ السجود، الحدیث: ۱۴۲۲، ص ۲۵۶۲

قیام طویل ہوتا ہے۔ [1]

نماز اور قبر کی راحت

مَنقُول ہے کہ بندے کی قبر میں ویسی ہی اطمینان وسکون والی کیفیت وحالت ہوگی جو اس کی نماز میں ہوا کرتی تھی اور وہ اپنی اس آرام گاہ میں ویسی ہی راحت پائے گا جیسی حالتِ نماز میں پایا کرتا تھا۔

اسی مفہوم کا ایک قول حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیْرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی مروی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جو ارشاد فرمایا تھا اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نماز کے ذریعے ہمیں راحت دو۔'' [2]

(2)......خشوع وخضوع سے پڑھنا

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں (نماز میں) ایک سورت شروع کرتا ہوں اور (دورانِ تلاوت) مشاہدۂ حق میں ایسا کھو جاتا ہوں کہ صبح ہو جاتی ہے اور میں کبھی (لذّتِ تلاوت یا مُشاہدۂ حق سے) سیر نہیں ہو پاتا۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان بن ابی سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک بھائی حضرت سیِّدُنا ابنِ ثوبان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان کے پاس رات کا کھانا کھانے کا وعدہ کیا لیکن انہیں دیر ہوگئی یہاں تک کہ طُلوعِ فجر کا وقت ہو گیا، صبح کے وقت ان کے بھائی ملے تو عرض کی: ''آپ نے میرے پاس رات کا کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن پورا نہیں کیا۔'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں کبھی نہ بتاتا کہ مجھے کیا مجبوری تھی، میں نے نمازِ عشا ادا کی تو خود سے کہا: جانے سے قبل وتر بھی ادا کرلوں کیونکہ موت کا کوئی بھروسا نہیں۔ جب میں وتر کی دعا میں تھا میں نے اپنے سامنے ایک سرسبز باغ دیکھا جس میں رنگا رنگ جنّت کے پھول تھے، میں انہیں ہی دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔'' [3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، باب الرکوع والسجود افضل ام القیام، الحدیث: ۷، ج ۲، ص ۳۶ بتغیر

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۱۴۹، ج ۹، ص ۳۹

[3] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۳۷۷۳ عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، ج ۳۴، ص ۲۵۷

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (پ۲۸، المجادلة: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مَنْقول ہے کہ قرآنِ کریم اہلِ ایمان کے ایمان کو اپنے عُلوم سے قوی اور طاقتور بناتا ہے کیونکہ یہ ایمان کی روح ہے اور اہلِ ایمان کے قوی ہونے سے مُراد ان کا اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔

کسی بُزُرگ سے پوچھا گیا: ''جب آپ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو کیا آپ کے دل میں کسی شے کا خیال آتا ہے؟'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''کیا میرے نزدیک قرآنِ کریم سے بڑھ کر بھی کوئی شے محبوب ہوسکتی ہے کہ جس کا خیال میرے دل میں آئے؟''

ایک قول کے مطابق قرآنِ کریم میں میدان، باغات، محلّات، دلہنیں، دِیباج (ریشمی لباس)، باغیچے اور آرام گاہیں (سرائے وہوٹل) ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں موجود میمات (یعنی حرفِ میم) اس کے میدان ہیں، حرفِ "ر" قرآنِ کریم کے باغات ہیں اور "ح" اس کے محل ہیں، مُسبّحات (یعنی وہ کلمات جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح پر دلالت کرتے ہیں) قرآنِ کریم کی دلہنیں ہیں اور لفظ "حم" قرآنِ کریم کے دیباج ہیں، مُفَصَّل سورتیں اس کے باغیچے ہیں اور اس کے سوا باقی سب کچھ اس کی سَرائیں ہیں۔ جب راہِ سُلوک پر چلنے والا میدانوں میں گھومتا ہے باغوں سے پھل چنتا ہے، محلّات میں داخل ہوتا ہے، دلہنیں دیکھتا ہے، ریشمی لباس زیبِ تن کرتا ہے، باغیچوں کی سیر کرتا ہے اور سَرائے میں سُکونت اختیار کرتا ہے تو ان تمام اشیاء کا مُشاہدہ اس کا تعلق بقیہ جہان سے توڑ دیتا ہے اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے بس اسی پر ٹھہر جاتا ہے اور اسے مَا بَقِیَ کی کچھ خبر نہیں رہتی۔[1]

(3)......غور وفکر کرتے ہوئے پڑھنا

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾ کو 20 بار پڑھا اور ہر بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو

---

[1] ......الاتقان فی علوم القران للسیوطی، النوع السابع عشر، فائدة فی اعراب اسماء السور، ج ۱، ص ۱۸۱ بدون خانات

البرھان فی علوم القران للزرکشی، النوع التاسع والعشرون، ج ۱، ص ۵۳۶

ایک نئی فہم حاصل ہوئی اور ہر کلمے سے ایک نیا علم حاصل ہوا۔ (1)

بہتر یہ ہے کہ ہر ہر کلمہ کو دُرُست مخارج کے ساتھ پڑھتے وقت تلاوت کرنے والے کا دل اس کے مَعْنٰی پر غور وفکر کرتا جائے یہاں تک کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کلمات سے وابستگی کے سبب اس پر مزید حقائق کھول دے۔ اس کے ساتھ ساتھ بندے کو چاہئے کہ مزید باتوں میں بھی غور وفکر کرے اور ان کا مشاہدہ کرتا رہے۔ ایک بُزُرگ کا قول ہے کہ جس آیتِ مبارکہ کی مَیں تلاوت کروں لیکن اسے سمجھ نہ سکوں اور نہ ہی میرا دل اس میں مَشْغول ہو سکے تو میں اسے اپنے لئے قابلِ ثواب نہیں سمجھتا۔

جیسا کلام ویسا عمل

بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن جب کوئی سورت تلاوت فرماتے اور ان کا دل اس میں مَشْغول نہ ہوتا تو وہ دوبارہ اس سورت کو دہرایا کرتے اور جب آیتِ کریمہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنے اور بڑائی بیان کرنے کا تذکرہ آتا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی و بڑائی بیان کرتے، اگر دعا و اِسْتِغْفار کا تذکرہ ہو رہا ہوتا تو دعا و استغفار کرنے لگتے اور اگر خوف اور امید کا تذکرہ ہوتا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے اور خیر و بھلائی کا سوال کرتے۔ پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا یہی مفہوم ہے:

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جیسی چاہیے اسکی تلاوت کرتے ہیں۔

سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی دورانِ تلاوت ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو قرآنِ کریم کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا چاہے جیسا یہ نازل ہوا تو اِبنِ اُمِّ عَبد کے پڑھنے کی طرح پڑھا کرے۔'' (2)

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حاضر دلی، بھرپور سَماعت اور باریک بینی سے قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے گویا کہ

---

(1) ......اخلاق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی الشیخ، ذکر شدۃ اجتہادہ......الخ، الحدیث: ۵۵۱، ص ۱۱۱ بتغیر

(2) ......سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۱۳۸، ص ۲۴۸۵

المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۴۰۴، ج ۲، ص ۳۳

مَعانی ومَفاہیم کے مطابق اور مُتَکَلِّم عَزَّوَجَلَّ کے اوصاف کا مشاہدہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے ہوں، یعنی وہ دورانِ تلاوت تذکرۂ وعید پر غمزدہ ہو جاتے، وعدہ کی نوید پر شوق کا اظہار کرتے، خوف والی آیاتِ بَیِّنات سے نصیحت حاصل کرتے، سختی کا اظہار کرنے والی آیات سے ڈرتے، نرمی پر کھل جاتے اور توفیق سے خوش ہوتے کیونکہ وہ مُتَکَلِّم عَزَّوَجَلَّ کی صِفات سے آگاہ تھے اور کلمات کی ادائیگی کا بہترین لطف اٹھاتے تھے۔

﴿4﴾......تلاوت کرتے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا

بندے کو چاہئے کہ قرآنِ کریم کو اچھی آواز سے پڑھے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''لوگوں میں آواز کے لحاظ سے قرآنِ کریم کو سب سے بہتر پڑھنے والا وہ ہے کہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت کرے تو تم اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوا پاؤ۔''[1]

﴿5﴾......دورانِ تلاوت رونا یا رونے جیسی صورت بنانا

مَنْقُول ہے: ''جب قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرو تو رویا کرو اور رَونہ سکو تو رونے جیسی صورت بنا لیا کرو۔''[2]

ایک روایت میں ہے کہ قرآنِ کریم غم کے ساتھ نازل ہوا، پس جب تم اس کی تلاوت کیا کرو تو غمزدہ ہو جایا کرو کیونکہ قرآنِ کریم میں وعدہ و وعید اور اس قسم کی سزاؤں کا تذکرہ ہے جن پر آہ و بُکا کرنا لازم ہے۔ اگر وِجْدانی کیفیات کی وجہ سے غمزدہ نہ ہو سکو اور نہ ہی دل سے رونا آئے تو محض تصدیقِ قلبی اور اقرار کی خاطر ظاہری طور پر غمزدہ بن جاؤ اور رونے جیسی صورت بنا لو۔[3]

تلاوتِ قرآنِ کریم میں غم اور رونے والی صورت بنانے پر ابھارنا اس لیے ہے کہ بندہ تلاوت میں مگن ہونے کے سبب تَدَبُّر و تَفَکُّر کرے گا تو ممکن ہے اس کا دل بھی حقیقت میں ایسا ہی ہو جائے۔ پس اس صورت میں یہ رونے و غم والی صورت بنا لینا ہی دل میں یادِ الٰہی کو بسانے اور غَیْرُ اللہ سے اس کو خالی کرنے کا سبب بن جائے گا کیونکہ حقیقی رونے

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب فی حسن الصوت بالقران، الحدیث: ۱۳۳۹، ص۲۵۵۲

[2] ......المرجع السابق، الحدیث: ۱۳۳۷، ص۲۵۵۲

[3] ......المرجع السابق المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۸۵۲، ج۱۱، ص۶ مفهوماً

جیسی صورت بنانے والا اپنے اس دکھ کا اظہار کرتا ہے جس کے سبب وہ رو رہا ہوتا ہے اور غم میں مبتلا شخص دل کے حاضر ہونے اور فکر کے مجتمع ہونے کے سبب رلانے والی شے کے سوا بقیہ ہر شے سے غافل ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مَروی ہے کہ جب سجدۂ سبحان پڑھو تو سجدے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ رو لو۔ اگر کسی کی آنکھ نہ روئے تو اس کا دل رونا چاہئے [1] اور دل کے رونے سے مراد اس کا غم اور خوف کی کیفیّت میں مبتلا ہونا ہے۔ یعنی اگر تمہیں عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے فہمِ قرآن کی وجہ سے رونے کی طرح رونا نہ آئے تو اس پر دل میں دکھ اور درد محسوس کرو اور اس بات سے ڈرو کہ تمہارے دلوں میں اہلِ علم جیسے اوصاف کیوں نہیں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُؕ (پ۱، بقرۃ: ۷۴)﴾ [2] کی تفسیر میں مَنقول ہے کہ یہاں زیادہ رونے والی آنکھ مُراد ہے اور ﴿وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُؕ (پ۱، بقرۃ: ۷۴)﴾ [3] سے مراد کم رونے والی آنکھ ہے اور ﴿وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ (پ۱، بقرۃ: ۷۴)﴾ [4] سے مُراد دل کا رونا ہے کہ جس میں آنکھ سے آنسو نہیں بہتے۔ [5]

رونا کہاں ہے؟

حضرت سیِّدُنا ثابت بُنانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوں اور قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا ہوں، جب میں پڑھنے سے فارغ ہوا تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِسْتِفْسار فرمایا: ''یہ تو محض قرآنِ کریم کی تلاوت تھی، رونا کہاں ہے؟'' [6]

---

[1] ......التفسیر الکبیر للرازی، مریم، تحت الآیۃ ۵۸، ج۷، ص ۵۵۱

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے۔

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

[5] ......تفسیر القران العظیم لابن کثیر، البقرۃ، تحت الآیۃ ۷۴، ج۱، ص ۱۹۹

[6] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۸۲۳۵ یزید بن ابان الرقاشی، ج۶۵، ص ۸۴ قول یزید الرقاشی

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! قرآنِ کریم پر ایمان رکھنے والا جو بندہ صبح کے وقت قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے اس کا غم زیادہ اور خوشی کم ہوجاتی ہے، اس کا رونا کثیر اور ہنسنا قلیل ہوجاتا ہے، اس کی مُشَقَّت ومصروفیات بڑھ جاتی ہیں اور اس کی راحت اور فارغُ البالی کم ہوجاتی ہے۔[1]

قاریوں کے درجات

تلاوت کرنے والے تین ۳ طرح کے ہیں:

(۱)...... اَلْعَارِفِیْنَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْن: سب سے بلند مقام ومرتبہ انہی کا ہے، یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات کا اس کے کلام میں مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کے اوصاف کو اس کے خطاب کے مَعانی ومَفاہیم سے پہچان لیتے ہیں۔ یہ مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُقَرَّبین یعنی عارفین کا ہے۔

(۲)...... اَلْاَبْرَار مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْن: بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے ربّ کے مشاہدے میں مصروف رہتے ہیں، اسی کے لطف وکرم سے مُناجات کرتے ہیں اور اسی کے انعامات واحسانات سے اس سے کلام کرتے ہیں، ان کا مقام حیا وتعظیم اور حالت کلامِ باری تعالیٰ کو سننا اور سمجھنا ہے۔ یہ مرتبہ اصحابِ یمین یعنی نیک لوگوں کا ہے۔

(۳)...... اَلْمُعْتَرِفِیْن وَ الْمُرِیْدِیْن مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْن: بعض لوگ خود کو ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرتے ہوئے پاتے ہیں، ان کا مقام اور حالت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مانگتے رہنا، اس کی حمد وثنا کرتے رہنا اور اس کی بارگاہ سے چمٹے رہنا ہے۔ یہ مقام ومرتبہ مُعْتَرِفین اور مُریدین کا ہے، یہ لوگ اصحابِ یمین میں سے خاص ہیں۔

﴿6﴾...... مشاہدۂ حق بذریعہ قرآنِ کریم

تلاوت کے دوران بندے کو چاہئے کہ اس بات کا مشاہدہ کرے کہ اس کا ربّ عَزَّوَجَلَّ اس سے اپنے کلام (یعنی قرآنِ کریم) کے ذریعے مُخاطب ہے کیونکہ قرآنِ مجید **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور بندے کی یہ مجال نہیں کہ وہ کلامِ باری تعالیٰ کے مُوافِق کوئی بات کرے بلکہ اس کا کام تو صرف زبان کو حرکت دینا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی بندے کی زبان پر اپنے کلام کو ایک خاص حد تک آسان فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک درخت

---

[1] ...... الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۴۵۳، ص ۲۶۹ بتغیر وبالاختصار

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (پ۱۰، التوبۃ:۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللّٰہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اَحْبار سے مراد علما اور رُہبان سے مراد زاہدین ہیں۔[1]

طالب علم تین طرح کے ہوتے ہیں

حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ طالب علم تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

﴿۱﴾......ایک طالب علم علمِ وَرَع وتقویٰ اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ شُبہات میں مبتلا ہونے سے بچ سکے، پھر حرام کے خدشہ کے پیشِ نظر حلال کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ایسا شخص مُتَّقی اور زاہد ہے۔

﴿۲﴾......دوسرا طالب علم علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اختلاف اور مختلف اقوال سیکھتا ہے، جو بات اس پر مشکل ہو وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس قول کو اختیار کر لیتا ہے جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مُباح قرار دیا ہے، اس طرح وہ رخصت پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

﴿۳﴾......اور ایک طالب علم ایسا ہے جو ایک شے کے متعلق سوال کرتا ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں تو وہ کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگتا ہے جس سے یہ جائز ہوجائے۔لہٰذا علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے اس کے متعلق پوچھنے لگتا ہے تو وہ اسے ہر قسم کے اختلاف اور شبہ میں مبتلا کرنے والی باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں (اور یہ اپنے مطلب کی بات کو چن لیتا ہے)۔پس یہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھوں مخلوق ہلاک ہوگی اور وہ خود بھی ہلاک ہوگا۔ایسے طالب علموں کو ہی علمائے سوء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) جان لیجئے! ہر وہ بندہ جو دنیا کا چاہنے والا اور علمی گفتگو کرنے والا ہو وہ باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھاتا ہے اور جو بندہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتا ہے یقیناً وہ انہیں راہِ خدا سے بھی روکنے والا ہوتا ہے اگرچہ اس کا اظہار اس کی باتوں سے نہ بھی ہو لیکن اس کے

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۷ الفضیل بن عیاض، الحدیث: ۱۱۴۲۵، ج۸، ص۹۵ بتغیر قلیل

کے ذریعے اس کا شُعور حاصل کرے کیونکہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اپنی شان کے مطابق ایسا کلام کرتا جس کا اِدْراک کان کر سکتے تو عرش اپنی جگہ برقرار رہتا نہ فرش، بلکہ عرش وفرش کے مابین تمام اشیاء اس کی قدرت کی عظمت اور انوار کی تَجَلّیات سے فنا ہو جاتیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے عقلوں سے چُھپا دیا اور دلوں پر پردہ ڈال دیا۔ البتّہ! دلوں کی خاطِر عقلی عُلوم ظاہر فرما دیئے اور عقلوں کو اپنے لطف وکرم اور رحمت واحسان سے عقلی باتوں کی پہچان عطا فرما دی۔

نیکی کی دعوت دینے کا منفرد انداز

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے واقعات میں سے ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے صِدِّیْقِین اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں سے ایک ولی کو زمانۂ فَتْرت (دونبیوں کے درمیان کا زمانہ) میں ایک جابر بادشاہ کی جانب بھیجا گیا تاکہ وہ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانِیَّت اور اَنْبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کی دعوت دیں۔ بادشاہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس بَرگُزیدہ بندے سے توحید کے متعلق کئی سوال کئے اور وہ بادشاہ کی سوجھ بوجھ کے مطابق جواب دیتے رہے اور ایسی ضَرْبُ الْاَمْثال بیان کرتے رہے جو عام طور پر لوگوں میں معروف تھیں تاکہ بادشاہ ان امثال کو سمجھ سکے یہاں تک کہ بادشاہ نے ان سے عرض کی: ''آپ کا اپنے اس دعویٰ کے متعلق کیا خیال ہے کہ انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کلام لے کر مَبْعوث ہوئے وہ نہ تو لوگوں کا کلام ہے اور نہ ہی ان کی آرا کا اس میں کوئی عمل دخل ہے، تو کیا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے؟'' تو اس حکیم ودانا شخص نے فرمایا کہ ''ہاں! وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہی کلام ہے۔''

بادشاہ نے عرض کی: ''(اگر یہ اس قدر عظمتوں والے ربّ کا کلام ہے) تو پھر لوگوں کے لئے اس کلام کو اٹھانا کیسے ممکن ہے؟'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ولی نے بادشاہ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دی کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں، جب وہ جانوروں اور پرندوں کو کوئی بات سمجھانا چاہتے ہیں: مثلاً چاہتے ہیں کہ وہ آگے آئیں یا پیچھے ہوں یا اِدھر اُدھر ہوں تو جانور اور پرندے چونکہ لوگوں کی زبان نہیں سمجھتے، لہٰذا لوگوں نے اِنہیں سمجھانے کے لیے ایسے طریقے اختیار کر رکھے ہیں جنہیں وہ سمجھتے ہیں مثلاً چٹکی وسیٹی بجانا اور ڈانٹنا وغیرہ۔ پس وہ فوراً اس آواز کو سمجھ جاتے ہیں۔ یہی حالت لوگوں کی بھی ہے کہ ان کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو اس کے کمال واوصاف کی حقیقت کے ساتھ اٹھانا ممکن نہیں بلکہ انہوں نے بھی کلام کی خاطر ایسی آوازیں مُقَرَّر کر رکھی ہیں جن کے ذریعے وہ حکمت سے بھرپور کلام کو سن سکیں جیسا کہ جانور لوگوں کی ڈانٹ ڈپٹ

اور سیٹی وغیرہ کی آوازیں سنتے ہیں، یہ بات ان آوازوں میں پوشیدہ حکمت کے مَعانی ومَفاہیم کے مانع نہیں کیونکہ اس کلام کی عظمت وشرافت اسی حکمت کے سبب ہے۔لہٰذا آوازیں حکمت کے لئے ایک جسم اور مکان کی حیثیت رکھتی ہیں اور حکمت آواز کے لئے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔جس طرح انسانی اجسام کی عزّت وتکریم ان میں موجود روح کی وجہ سے ہے اسی طرح کلام کی اَصْوات وآوازوں کی عزت وتکریم ان میں موجود حکمت کی وجہ سے ہے۔کلام کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند ہے، وہ بادشاہ کے غَلَبہ کی حَیثیّت رکھتا ہے اور حق وباطل میں حکم کا نافذ کرنے والا ہے اور یہ عادل قاضی بھی ہے اور شاہد بھی، جو نیکی کا حکم دیتا اور بُرائی سے منع کرتا ہے۔باطل کی مجال نہیں کہ حکمت سے بھرپور کلام کے سامنے ٹھہر سکے جیسا کہ سایہ سورج کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کسی انسان کے بس میں بھی نہیں کہ وہ حکمت کی گہرائی تک رسائی حاصل کر سکے جیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ کسی کی آنکھیں سورج کی جانب دیکھ سکیں۔البتہ! آنکھیں سورج کی شعاعوں سے حیات بخش قدرت ضرور حاصل کرتی ہیں اور لوگ اپنی حاجات بھی اس کی روشنی میں ہی پوری کرتے ہیں۔پس کلام کی مثال اس بادشاہ جیسی ہے جو پردے کے پیچھے ہو اس کا چہرہ تو چُھپا ہوا ہو لیکن اس کے حکم کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہو جیسا کہ سورج کی حرارت تو ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کا مَحل اور عُنصر چھپا ہوا ہوتا ہے اور جیسا کہ روشن ستارے جن سے وہ شخص راہنمائی حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے راز سے آگاہ نہیں۔پس کلام اس سے بھی بڑھ کر اشرف واعلیٰ ہے، یہ تو عمدہ خزائن کی چابی، بلند و بالا مَحلّات کا دروازہ اور اعلیٰ درجات کے حُصول کی سیڑھی ہے، آبِ حیات ہے جس نے ایک بار پیا پھر اسے موت نہ آئی، بیماریوں کی ایسی دوا ہے کہ جس نے کچھ دوا بھی پی لی کبھی بیمار نہ ہوا، اگر حقیقت سے ناآشنا کوئی شخص کلامِ باری تعالیٰ کو اپنا حقیقی لباس بنا لے تو وہ اس میں پوشیدہ بھید ظاہر کر سکتا ہے اور اگر کوئی شخص اس کا لَبادہ تو اوڑھ لے مگر اس کا اہل نہ ہو تو وہ بھی اہل بن جاتا ہے۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمتوں سے آگاہ اس شخص نے کہ جس سے بادشاہ مُخاطب تھا، بادشاہ کو یہ جواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے دیا اور درحقیقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا یہی وصف ہے جسے اس نے ہمارے لئے نشانی، عبرت، نعمت اور رحمت مُقرَّر کر رکھا ہے۔غور کریں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس ولی نے کلامِ باری تعالیٰ کو سمجھنے میں کیسے انسانی عقلوں کو جانوروں اور پرندوں کے سیٹی وغیرہ کے ذریعے سمجھنے کے ہم پلّہ قرار دیا۔سیٹی وغیرہ کے ذریعے چوپایوں اور پرندوں کو انسان کا

سمجھانا ایک مثال ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی انسانوں کو اِلہام کے ذریعے اپنے جَلِیلُ الْقَدْر کلام کے مَعانی اسی طرح سمجھاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔

لطیف ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک لامتناہی قدرت اور اس کی بے شمار حکمتوں میں سے ایک پُختہ ومحکم حکمت ہے۔ یقیناً وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ پس بندے کو دیکھنا چاہئے کہ سورۂ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن تک سب کا مقصود ایک ہی ہے جس کو سمجھانے کی خاطر مثالیں بیان کی گئی ہیں، اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اوصاف کا تذکرہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم کے نازل کرنے میں اہلِ ایمان اور حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو ایک معنیٰ کے اعتبار سے مُساوی خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو۔

﴿۲﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ (پ۱۷، الأنبیاء: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری جس میں تمہاری ناموری ہے۔

﴿۳﴾ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (پ۱۴، النحل: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

﴿۴﴾ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾ (پ۲۶، محمد: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے۔

﴿۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ (پ۱۸، النور: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں۔

﴿۶﴾ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍۚ (پ۱، البقرۃ:۹۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں۔

﴿۷﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۸، الاعراف:۳) ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا۔

﴿۸﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ (پ۱۲، ھود:۱۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کلام کو عام لوگوں کے لئے بَصائر اور بیان قرار دیا اور اپنے بَرگُزیدہ و پرہیزگاروں کو ہدایت اور رحمت کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ هٰذَا بَصَآىٕرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الجاثیۃ:۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت ورحمت۔

﴿۲﴾ هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ (پ۴، ال عمران:۱۳۸) ترجمۂ کنز الایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

پس یقین رکھنے والے ہی مُتَّقِین ہیں اور ہدایت یافتہ افراد پر ہی رحمت برسائی جاتی ہے۔ ہمیں قرآنِ کریم کو سمجھنے کا اسی طرح حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''قرآنِ کریم پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں جو اوّلین وآخرین کا علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم کا بغور مُطالعہ کیا کرے۔[2]

اَمیرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

[1] ……المصنف لابن ابي شيبة، كتاب فضائل القران، باب ماجاء في اعراب القران، الحديث: ١، ج٧، ص ١٥٠ اقرؤوابدله اعربوا

[2] ……الزهد للامام احمد بن حنبل، في فضل ابي هريرة، الحديث: ٨٥٦، ص ١٧٩

کافرمانِ باقرینہ ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مَبْعُوث فرمایا! یقیناً میری اُمّت بہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، ہر فرقہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہوگا، آگ کی طرف بلائے گا، جب یہ حالت وکیفیت پیدا ہوجائے تو تم پر لازم ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کو تھام لو کیونکہ اس میں تم سے پہلوں اور بعد والوں کی خبریں ہیں۔ یہ کتاب فیصلہ کرنے والی ہے تمہارے اور اس مخالف کے درمیان جو جابر وظالم ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہلاک فرمائے اور جس نے اس کے علاوہ کہیں سے علم حاصل کرنا چاہا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے گمراہ کردے گا، یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مضبوط رسی، اس کا نورِ مبین اور نفع بخش شفا ہے، جو اسے پکڑ لے اس کے لئے باعثِ حفاظت ہے اور جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے باعثِ نَجات ہے، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں کہ جسے سیدھا کیا جائے اور کوئی دھوکا نہیں کہ جسے دُرُست کیا جائے، اس کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں اور نہ ہی کثرت سے پڑھنا اسے بوسیدہ و پُرانا کرے گا، یہ وہی کتاب ہے جسے جِنّات سن کر اپنی قوم کے پاس ڈرانے کی غرض سے گئے تو ان سے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کی طرف بلاتا ہے، جس نے اسے پڑھا اس نے اس کی تصدیق کی اور جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر دیا جائے گا اور جو اسے مضبوطی سے تھام لے اسے صراطِ مستقیم پر چلایا جائے گا۔ [1]

حضرت سیِّدُنا حُذَیْفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت مروی ہے کہ جب سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اس اختلاف و گروہ بندی کی خبر دی، تو (آپ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اگر میں اس وقت کو پالوں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ اس میں اس سے نکلنے کا راستہ ہے۔'' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ یہی عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ اسی میں اس سے نکلنے کا راستہ ہے۔'' میں نے پھر عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی

---

[1] ...... سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب افتراق الامم، الحديث: ۳۹۹۲، ص ۲۷۱۶ عن عوف بن مالک مختصراً

مسند ابي يعلي الموصلي، مسند علي بن ابي طالب، الحديث: ۳۶۲، ج ۱، ص ۱۸۹ مفهوماً

جامع الترمذي، ابواب فضائل القران، باب ماجاء في فضل القران، الحديث: ۲۹۰۶، ص ۱۹۴۳ مختصراً

تعلیمات پر عمل کرو کہ اسی میں نجات ہے۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔[1]

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے کوئی ایسی شے نہیں بتائی جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں سے چھپائی ہو مگر یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ عطا فرمادے۔[2]

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ جو فہم واِدْراک رکھے وہی مُجْمَل باتوں کی تفسیر کرے۔[3]

حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿**وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا**ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۹)﴾[4] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں خیر کثیر سے مُراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا سمجھنا ہے۔[5]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمانِ عالیشان ﴿**فَفَہَّمْنٰہَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا**ٞ (پ۱۷، الانبیاء: ۷۹)﴾[6] میں فہم کو حکم اور علم سے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اور اسے خاص کرنے کے لئے اس کی نسبت اپنی جانب فرمائی۔ پس جب بندہ کلام سمجھنے لگے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس کا عامل بھی بنا دے تو وہ جو کہے گا واقع ہو جائے گا بشرطیکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے ہو اور محض اس کے قول کی حکایت کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً قرآنِ مجید سے جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے گا: ﴿**اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ**﴿۱۵﴾ (پ۱۱، یونس: ۱۵)﴾[7] تو یقیناً اس عظیم دن سے ڈرنے والا بھی ہوگا اور جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے گا: ﴿**عَلَیْکَ**

---

[1] ......المستدرک، کتاب الفتن والملاحم، باب تکون فتن علی ابوابھا دعاۃ الی النار، الحدیث: ۸۳۷۹، ج۵، ص۶۱۶ مختصراً

[2] ......صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح، الحدیث: ۱۹۷۸، ص۱۰۳۱

سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب سقوط القود، الحدیث: ۴۷۴۸، ص۲۳۹۵

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۴، ج۱، ص۲۰

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

[5] ......سنن الدارمی، کتاب فضائل القران، باب فضل من قرا القران، الحدیث: ۳۳۳۳، ج۲، ص۵۲۸ عن ابراھیم

[6] ......ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

[7] ......ترجمۂ کنز الایمان: میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا (پ۲۸، الممتحنۃ:۴)﴾ [1] تو توبہ کرنے والا اور توکُّل کرنے والا بھی ہوگا اور جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے گا: ﴿وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ (پ۱۳، إبراھیم:۱۲)﴾ [2] تو بے شک مصیبت و تکلیف پر صبر کرنے والا بھی ہوگا اور اگر وہ اس قول کے قائل یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت سے آگاہ نہ ہوگا تو نہ تلاوت کی حلاوت پائے گا اور نہ ہی اس کی میراث اور اگر وہ آگاہ ہوگا تو تلاوت کی حلاوت بھی پائے گا اور مرتبۂ ولایت پر بھی فائز ہوگا۔

اسی طرح اگر ایسی آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرے جن میں کسی کی مَذَمَّت مذکور ہو یا ناراضی کا اظہار ہو مثلاً:

﴿۱﴾ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۟ (پ۱۷، الانبیاء:۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔

﴿۲﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۟ (پ۲۷، النجم:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

﴿۳﴾ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۟ (پ۲۶، الحجرات:۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

وہ بندہ کتنا برا ہوگا جو ان برائیوں سے مُتَّصِف ہو اور اِس پڑھنے والے کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہو اور یہ بات کتنی عظیم ہے کہ قرآنِ کریم میں ایسے برے اوصاف رکھنے والوں کی مَذَمَّت بیان کی گئی ہے اور یہ پڑھنے والا بھی انہی میں سے ہے۔ پس قرآنِ کریم کی یہ آیاتِ مبارکہ اس قاری کے خلاف حُجَّت ہیں اور وہ ان عُیُوب کی موجودگی میں نہ تو مُناجات کی حلاوت پاتا ہے اور نہ ہی جس ہستی سے مُناجات کی جاتی ہیں اس کا خطاب سنتا ہے کیونکہ اس کی مذموم صِفات نے اس پر حجاب ڈال رکھا ہے ❁ اس کی تباہ کن خواہشِ نفس نے اسے فہم کی حقیقت سے محروم کر دیا ہے ❁ اس کی قَساوَتِ قلبی نے اس کا رُخ قرآن فہمی سے موڑ دیا ہے اور ❁ اس کو اپنی حالت کے متعلق کِذْب بیانی نے بیان سے دور کر کے اس کا منہ بند کر دیا ہے۔ پس جب وہ بیدار دل اور بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے والا ہوگا تو سچے دل سے توبہ کرنے والا بھی ہوگا اور واضح خطاب بھی سنے گا اور اس کی دعا بھی قبول کی جائیگی۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے۔

توبہ کی شرائط

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں توبہ کے لئے عقل مندی و دانائی کو اور نصیحت قبول کرنے کے لئے حُضورِ قلب کو شرط ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸ (پ۲۶، ق:۸)
ترجمۂ کنزالایمان: سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لئے۔

﴿۲﴾ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ (پ۲۴، المؤمن:۱۳)
ترجمۂ کنز الایمان: اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔

﴿۳﴾ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ (پ۲۳، الزمر:۹)
ترجمۂ کنزالایمان: نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

﴿۴﴾ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰ (پ۱۳، الرعد:۲۰)
ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر (وعدہ کرتے) پھرتے نہیں۔

توبہ پر اِسْتِقامت عہد پورا کرنا اور حُدود سے تجاوُز کرنا عہد توڑنا اور سچائی کی کمی ہے، انابت سے مراد توبہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب متوجہ ہونا ہے اور الالباب سے مُراد پاکیزہ عقلیں اور صاف ستھرے دل ہیں۔

قاری کے اوصاف

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ ﴿……﴾ ڈرتا رہے، خود کو اور ساری مخلوق کو نصیحت کرے ﴿……﴾ سلیمُ القلب ہو ﴿……﴾ جب ایسی آیاتِ مبارکہ تلاوت کرے جن میں وعدہ، مدح، عمدہ اوصاف اور مُقَرَّبین کے درجات کا ذکر ہو تو خود کو اس مقام پر فائز تصور نہ کرے اور نہ ہی خود کو اس قابل خیال کرے بلکہ دوسرے مومنین کو اس مقام و مرتبہ پر دیکھے اور صدیقین کو سلامتی کے مقام پر تَصَوُّر کرے اور ﴿……﴾ جب ایسی آیات کی تلاوت کرے جن میں لوگوں پر ناراضی کا اظہار ہو، ان کی مذموم صِفات کا تذکرہ ہو اور غافلین کے مقامات اور گناہگاروں کے حالات بیان کئے گئے ہوں تو خود کو اس مقام پر سمجھے اور جانے کہ وہی ان آیاتِ مبارکہ کا مُخاطَب ہے۔

پس تلاوت کرنے والا اس مشاہدہ سے مخلوق کے لئے تو بھلائی کی امید رکھے گا مگر اپنے نفس پر خوف محسوس کرے گا اور اس تصور اور خیال سے اس کا دل بندوں کے لئے خالص ہو جائے گا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡتَغۡفِرُکَ لِظُلۡمِیۡ وَ کُفۡرِیۡ﴾ [1] راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کی: ''اے امیر المؤمنین! یہ ظلم تو سمجھ میں آتا ہے لیکن کفر کیا ہے؟'' تو انہوں نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: [2]

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

اگر کسی بندے پر معاملہ اس کے برعکس ہو، یوں کہ وہ خود کو مقامِ مدح وتعریف پر فائز سمجھے اور دوسروں کو مقامِ ذَم وناراضی پر تصوُّر کرے تو جان لے کہ اس کا دل صادقین اور خائفین کے راستے سے بھٹک چکا ہے، خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی برباد کرے گا کیونکہ جو قُرب میں بُعد محسوس کرے خوف کے وقت محفوظ رہے گا اور جو بُعد میں قُرب محسوس کرے بے خوف ہو کر خود کو دھوکا دے گا۔

سلف صالحین کا شوقِ تلاوت

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتا مگر اس کی حلاوت نہ پاتا، پھر ایک وقت آیا اور میری کیفیت یہ ہوگئی گویا یوں محسوس ہوتا کہ میں سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے تلاوت کرتے ہوئے سن رہا ہوں، اس کے بعد ایک درجہ مزید بلند ہوا، پھر جب مَیں تلاوت کرتا تو یوں لگتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نزولِ وحی کے وقت حضرت سیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے قرآنِ کریم سن رہا ہوں، اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسا مقام عطا فرمایا کہ اب میں تلاوت کرتا ہوں تو لگتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے قرآن سن رہا ہوں، پس اس مقام پر میں نے جو نعمت ولذّت پائی ہے اس کے لئے ہر دم بے قرار رہتا ہوں۔ [3]

---

[1] ......ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے اپنے بے جا عمل اور ناشکری کی بخشش چاہتا ہوں۔

[2] ......الدر المنثور، پ۱۳، ابراھیم، تحت الآیۃ ۳۴، ج۵، ص۴۵

[3] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۱۰ سالم الخواص، الحدیث: ۱۲۳۰۹، ج۸، ص۳۰۸ مفھوماً

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے یا حضرت سیِّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مَروی ہے کہ اگر دل پاک ہو جائیں تو لوگ تلاوتِ قرآنِ کریم سے کبھی سیر نہ ہوں۔[1] حضرت سیِّدُ نا ثابِت بُنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ میں نے 20 سال تک قرآنِ کریم میں مُشَقَّت اٹھائی اور اب 20 سال ہوئے اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔[2] علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ہر آیت کے 60 ہزار مَعانی ہیں جو عقل وفہم میں آنے والے ہیں اور جو عقل و سمجھ سے بالاتر ہیں وہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔[3]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مروی ہے کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے 70 اونٹ بھر دوں۔[4] حضرت سیِّدُ نا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جب میں ایک آیتِ مبارکہ پڑھتا ہوں تو مسلسل چار پانچ راتوں تک اسی آیتِ مبارکہ میں ذکر وفکر کرتا رہتا ہوں اور اگر خود غور وفکر ترک نہ کروں تو راتیں اس سے بھی بڑھ جائیں۔[5]

معرفت کلامِ باری تعالیٰ

ایک بُزُرگ کے متعلق مَروی ہے کہ وہ سورۂ ھود کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ چھ مہینے تک اس کی قراءت سے فارغ نہ ہوئے۔[6] اور عارفین میں سے کسی کا قول ہے کہ میں ایک قرآنِ کریم ہر ہفتے ختم کرتا ہوں، ایک ہر مہینے اور ایک ہر سال۔ ایک قرآنِ کریم کا آغاز 30 سال پہلے ہوا اور ابھی تک اس سے فارغ نہیں ہوا[7] یعنی یہ ختم مشاہدے اور فہم کا ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود کو مقامِ عُبودِیَّت میں ایک مقام پر کھڑا کر رکھا ہے کہ میں

---

[1] ......الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عثمان بن عفان، الحديث: ٦٨٠، ص ١٥٤ عن عثمان بن عفان

[2] ......حلية الاولياء، الرقم ١٩٧ ثابت البناني، الحديث: ٢٥٧٤، ج ٢، ص ٣٦٤ القران بدله الصلاة

[3] ......البرهان في علوم القران، النوع الهادي والاربعون، ج ٢، ص ١٧١

[4] ......الاتقان في علوم القران، النوع الثامن والسبعون، ج ٢، ص ٥٦٣

[5] ......التبصرة لابن الجوزي، المجلس السادس والعشرون، ج ١، ص ٣٧١

[6] ......شعب الايمان للبيهقي، باب في تعظيم القران، فصل في احضار......الخ، الحديث: ٢٠٤٦، ج ٢، ص ٣٦١ فيه ذكر امرأة

[7] ......التبصرة لابن الجوزي، المجلس السادس والعشرون، ج ١، ص ٣٧١

روزانہ کے حساب سے، ہفتہ، مہینہ اور سال کے حساب سے عمل کرتا ہوں۔

بے شک مخلوق پر حجاب ڈال دیا گیا ہے کہ وہ کلامِ باری تعالیٰ کی حقیقت سمجھے اور اس کی مُراد کے راز کی معرفت حاصل کرے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی معرفت کی حقیقت لوگوں سے چُھپا رکھی ہے اور انہیں اسی قدر اپنے کلام کی مَعْرفت عطا فرمائی ہے جس قدر انہیں اپنی ذات کی معرفت عطا فرمائی ہے، اس لئے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے اس کی صِفات، افعال اور احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا کلام درحقیقت اس کی صِفات کا ہی ایک حصّہ ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں آسانی بھی ہے اور سختی بھی، امید بھی ہے اور خوف بھی کیونکہ رحمت اور لطف، انتقام وگرفت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے اوصاف ہیں۔ پس اگر کسی کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اس طرح نصیب نہ ہو جیسے کوئی خود کو جانتا ہے تو سوائے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی بھی اس کے کلام اور اوصاف کی حقیقت نہ جان سکتا۔

عارفِ قرآن

مخلوق میں جو سب سے زیادہ کلامِ باری تعالیٰ کے مَعانی جانتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کی صِفات کے مَعانی کا عارِف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اوصاف، اخلاق اور احکام کا مفہوم جاننے والا ہوتا ہے وہی خِطاب کے رازوں، حُروف کی شکل اور کلام کے باطنی مفہوم کا عارِف ہوتا ہے اور سب سے زیادہ وہی اس کا حقدار ہے جو سب سے زیادہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہو اور جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے اور سب سے زیادہ قریب وہی ہوتا ہے جسے وہ اپنے کرم سے ترجیح دے کر خاص کر لیتا ہے۔ چنانچہ،

حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''لوگوں میں سب سے اچھی آواز سے قرآنِ کریم پڑھنے والا وہ ہے کہ جب پڑھے تو تم دیکھو کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر رہا ہے۔''[1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی ڈرتا ہے اسے معرفت حاصل ہوتی ہے اور جسے معرفت نصیب ہو وہی اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جس کا تعلق ہوتا ہے وہی قریب بھی ہوتا ہے اور جو قریب ہوتا ہے وہی اس کی جانب متوجہ ہوتا اور دیکھتا ہے۔ پس اس وقت وہ خطاب کے راز اور کتاب کے باطن سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب في حسن الصوت بالقران، الحديث: ١٣٣٩، ص ٢٥٥٦

سجودِ تلاوت کی دعائیں

بندہ جب سجدۂ تلاوت کرے [1] تو اسے سجدے میں آیتِ کریمہ کے مفہوم کے مطابق خیر وبھلائی کی دعا کرنا چاہیے۔مثلاً شر وغیرہ کا تذکرہ ہو تو پناہ مانگے کیونکہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھی یہی پسند ہے اور ان مَعانی ومَفاہیم کی بنا پر وہ سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سجدہ کرنے والا شمار ہوگا، مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۠ۚ۩ ﴾ (پ۲۱، سجدہ:۱۵) [2] کے بعد سجدۂ تلاوت میں یہ کہے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ السَّاجِدِيْنَ لِوَجْهِكَ الْمُسَبِّحِيْنَ بِحَمْدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ عَنْ اَمْرِكَ اَوْ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ﴾ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی رضا کی خاطر سجدہ کرنے والوں اور اپنی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرنے والوں میں سے بنادے اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے حکم سے یا تیرے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام پر تکبر کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔

اسی طرح اس آیتِ مبارکہ ﴿ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا۩ ﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل:۱۰۹) [3] کے بعد سجدۂ تلاوت میں یہ دعا کیا کرے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الْبَاكِيْنَ اِلَيْكَ الْخَاشِعِيْنَ لَكَ﴾ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی بارگاہ میں رونے والوں اور ڈرنے والوں میں سے بنادے۔

اسی طرح باقی آیاتِ مبارکہ کے مفہوم کے مطابق سجدۂ تلاوت میں دعا کیا کرے۔

بندے کو چاہئے کہ اس کا علم وعمل اور ذکر ودعا، ارادہ ومَشْغَلہ سب کچھ قرآن ہی ہو، اسی کے متعلق سوال کیا جائے، اس پر ہی ثواب دیا جائے، اس سے ہی اس کے مقام کا تعین ہو، اس کا ذکر بھی قرآن ہو اور اس کی سب حالتیں قرآنِ کریم کے مطابق ہوں۔ عارفین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے ہی اس کی معرفت حاصل کی اور اس کے خطاب سے

---

[1] ......عندالاحناف: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سُن سکے، سننے والے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ بالقصد سنی ہو بلا قصد سُننے سے بھی سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۷۲۸)

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

ہی اہلِ یقین نے اس کے اوصاف کا مشاہدہ کیا، ان کے عُلوم اس کے کلام کا حصّہ ہیں اور ان کی وِجدانی کیفیات ان کے عُلوم کا سبب ہیں، ان کا مُشاہدہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفات کے مَعانی سے ہے اور ان کا کلام ان کے مشاہدے سے ہے کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کی مختلف اقسام اس کی صفات کے مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً رضامندی، ناراضی، نعمتوں کا اظہار کرنے والا، انتقام پر دلالت کرنے والا اور مہربانی وشفقت فرمانے والا کلام سب اسی کی صفات پر دلالت کرتا ہے۔ جب بندہ عالمِ ربّانی ہو اور اسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے فہم وسماعت اور مشاہدہ کی دولت نصیب ہو تو وہ ایسی چیزوں کا بھی مُشاہدہ کرتا ہے جو دوسروں سے غائب ہوتی ہیں اور ان چیزوں کو بھی دیکھتا ہے جن کو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ (پ ۲۹، الحاقۃ: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

ایک مقام پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾ (پ ۲۸، الحشر: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

یعنی میری جانب بڑھو کیونکہ تم اصحابِ بصیرت ہو۔ پس جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ہاتھ اور آنکھیں عطا فرمائیں تو وہ صرف اسی طرف بڑھے جو انہیں صحیح نظر آیا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس کی مخلوق میں غور وفکر کیا تو اس سے منہ موڑ کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے، انہوں نے آزمائشوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کیا تو یہ مصیبتیں ان میں کچھ نقص پیدا نہ کرسکیں اور وہ ثابت قدم رہے جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ان کے متعلق خبر دی گئی ہے:

وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ (پ ۲۷، الذاریات: ۴۹، ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔ تو اللّٰہ کی طرف بھاگو۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (پ ۲۷، الذاریات: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصحابِ بصیرت مُوَحِّدِین ومُخْلِصِین ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یکتا وتنہا اور انہیں اخلاص عطا فرمانے والا ہے۔ پس جب وہ اشیاء کے ذکر سے ہٹ کر اس کی جانب مُتَوَجِّہ ہوئے اور بارگاہِ رَبُوبِیَّت میں حاضر ہو کر انہوں نے یہ ذکر کیا یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہا تو تمام مخلوق سے منہ موڑ کر اس یکتا وتنہا کی جانب متوجہ ہوئے اور پھر کبھی بھی اس کے سوا کسی کو معبود بنایا نہ ہی کسی کی عبادت کی۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ بے شک قرآنِ کریم کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ایک حد اور ایک مطلع ہے۔"[1] اور ہم کہتے ہیں کہ اس کا ظاہر اہلِ عرب (یعنی عربی زبان جاننے والوں) کے لئے، باطن اہلِ یقین کے لئے، حد اہلِ ظاہر کے لئے اور مطلع اہلِ اشراف یعنی محبّین اور ڈرنے والے عارفین کے لئے ہے اور **رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔"[2]

پس جو حاضر ہو وہی دیکھتا ہے اور جو دیکھے وہی پاتا ہے اور جو پائے وہ مُنْفَرِد ہوتا ہے اور جو منفرد ہو مُعَزَّز ہوتا ہے اور جو غائب ہو اندھا ہوتا ہے اور جو اندھا ہو ہوش سے بیگانہ ہوتا ہے اور جسے ہوش نہ ہو وہ بھول جاتا ہے اور جو بھول جائے سو وہ بھول ہی جاتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

یعنی تو نے ہماری آیات کو ترک کر دیا، ان کی پروا نہ کی اور ان کی جانب دیکھا تک نہیں، اسی طرح آج تو بھی چھوڑ دیا جائے گا کہ تیری جانب نہ نظرِ رحمت کی جائے گی، نہ تجھ سے لطف وکرم کا کوئی کلام کیا جائے گا اور نہ ہی قرب سے نوازا جائے گا۔

❁.....❁.....❁

[1] ......شرح السنة للبغوی، کتاب العلم، باب الخصومة في القران، الحديث: ۱۲۲، ج ۱، ص ۲۱۴
الزهد لابن مبارک فی نسخة الزائد، باب فی لزوم السنة، الحديث: ۹۳، ص ۲۳

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علي بن ابي طالب، الحديث: ۲۲۸، ج ۱، ص ۱۸۰

فصل 17

کلامِ مفصّل اور موصل کا بیان

فصل کا تعارف

(اس فصل کی ابتدا میں حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے قرآنِ مجید میں مذکور علمِ بلاغت کی روشنی میں ایجاز واختصار وغیرہ کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں، اہلِ علم حضرات ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لیے کتاب ہٰذا کے آخر میں دی گئی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔عوام الناس کا چونکہ ان ابحاث وامثلہ سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ان امثلہ کا ترجمہ یہاں نہیں کیا گیا، البتہ! ان کے لیے اس فصل میں موجود دیگر مفید مدنی پھول درج ذیل مذکور ہیں۔ چنانچہ، حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:)

ہم نے قرآنِ کریم میں سے چند مثالیں ذکر کی ہیں حالانکہ یہ بہت زیادہ ہیں اور ہم نے ان مثالوں کا تذکرہ کر کے ایک بہت بڑے علم کے ذخیرے کی جانب رہنمائی کی ہے تا کہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے اِسْتِدْلال کیا جا سکے اور مزید مثالوں تک رسائی کی راہ کھل سکے۔

قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جب اہلِ عرب کو انہی کی زبان میں خطاب فرمایا تو ان کی عقلوں اور روزمرّہ معمولات کے اعتبار سے انہیں سمجھایا تا کہ وہ کلام ان کے نزدیک حسین ہو اور ان کے سمجھ جانے کی وجہ سے ان پر حجت بھی بن سکے کیونکہ اس نے اپنی حکمت اور لطف و کرم سے انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا جسے وہ جانتے تھے اور اچھا خیال کرتے تھے۔ ان معانی کی بنا پر اہلِ عرب کا خاص اور اعلیٰ مقام و مرتبہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے مرتبہ کی بلندی کے مطابق **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں علم و عقل سے نوازا۔ پس جس طرح علم و عقل میں لوگوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں اسی طرح مشاہدات اور فہم و ادراک میں بھی لوگوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ چونکہ، قرآنِ کریم میں عُموم، خُصوص، محکم، متشابہ، ظاہر اور باطن ہر قسم کے احکام ہیں۔ لہٰذا قرآنِ کریم کا عُموم عام مخلوق کے لئے، خُصوص خاص افراد کے لئے، ظاہر اہلِ ظاہر کے لئے اور باطن اہلِ باطن کے لئے ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہی وُسْعَت والا اور علم والا ہے۔

تلاوت کا حق ادا کرنے والے

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو راہِ ہدایت بخشی ۔لہٰذا جب دل نورِ یقین سے پا کیزہ وصاف ہو،عقل کو توفیق ورسائی سے تائید حاصل ہو،خیال کا مخلوق کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو،باطن خالق کی بارگاہ میں ہر وقت ٹھہرنے کو عبادت بنالے،نفس خواہشات سے کنارہ کش ہوجائے تو روح سیر کرنے لگتی ہے اور جب وہ ملکوتِ اعلیٰ میں گھومتی ہے تو ملکوتِ عرش تک رسائی پانے والے نورِ یقین کے ذریعے دل سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور بندہ صفات کے معانی،خالق کے احکام،معروف اسمائے حُسنیٰ کے باطن اور رحیم ورؤوف عَزَّوَجَلَّ کے عُلوم کے غرائب کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور جب حجاب اٹھنے کے سبب ایسے اوصاف کا مشاہدہ کرتا ہے جن کی معرفت اسے نصیب نہ تھی تو جس قدر معرفت پاتا ہے وہیں ٹھہر جاتا ہے اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے متعلق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا ہے:

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: وہ جیسی چاہئے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (پ۱،البقرة:۱۲۱)

انعاماتِ خداوندی

تلاوت کا حق صرف ایمان والے ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب بندۂ مومن کو حقیقتِ ایمان کی دولت سے نوازتا ہے تو اسے اس کی مثل ایسے مَعانی ومَفاہیم بھی عطافرماتا ہے جن کا سرچشمہ حقیقتِ مشاہدہ ہے۔اس طرح بندے کی تلاوت تو مشاہدہ سے ہوتی ہے مگر اس کے ایمان میں زیادتی تلاوت کے مَعانی ومَفاہیم سمجھنے سے ہوتی ہے اور یہی حقیقتِ ایمان کا معیار ہے۔چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔ (پ۹،الانفال:۲)

اور ایک مقام پر ارشادفرمایا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ (پ۹،الانفال:۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچے مسلمان ہیں۔

پس بندۂ مومن کو اس وقت حُضوری کا شَرَف ملتا ہے اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں اس کا شُمار ہونے لگتا ہے، خاص طور پر ایمان کی زیادتی اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی بشارتیں دینا اس کے حصّے میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے حُضوری و اِنذار کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْاۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ(۲۹) (پ۲۶،الاحقاف:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔

اور ایمان کی زیادتی اور اِسْتِبْشار (یعنی خوش ہونے) کا تذکرہ ان آیاتِ بینات میں کیا:

فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ(۱۲۴) (پ۱۱،التوبۃ:۱۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

بندۂ مومن کی یہ بھی تعریف ذکر کی کہ وہ علم والا، رجا والا اور خوف رکھنے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ (پ۲۳،الزمر:۹) ترجمۂ کنزالایمان: آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿۲﴾ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘ (پ۲۱،السجدۃ:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

قرآنِ کریم اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی محبت

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ قرآن والے ہی اللّٰه والے اور اس کی مخلوق میں اس کے خاص بندے ہیں۔ [1]

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل من تعلم القران وعلمه، الحديث: ۲۱۵، ص ۲۴۹۰

حضرت سیِّدُنا ابنِ مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک پر لازِم ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کے متعلق ہی کسی سے سوال کیا کرے، اگر وہ قرآن کریم سے مَحَبَّت کرے گا تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبت کرنے والا ہوگا اور اگر قرآنِ کریم سے مَحبَّت نہ ہوگی تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبَّت نہ ہوگی۔ ①

حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کیونکہ جب آپ کسی بات کرنے والے کو محبوب جانیں گے تو یقیناً اس کے کلام کو بھی پسند فرمائیں گے اور اگر اسے ناپسند کرتے ہوں گے تو یقیناً اس کی باتوں کو بھی ناپسند کریں گے۔ ②

حضرت سیِّدُنا ابومحمد سَہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایمان کی علامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت قرآنِ کریم کی مَحبَّت ہے اور قرآنِ کریم سے مَحبَّت کی علامت رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت ہے اور حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَحبَّت کی علامت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی واِتّباع ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی علامت دنیا میں زہد اختیار کرنا ہے۔ ③

کسی مُرید (راہِ حق کے سالک) کا قول ہے کہ میں جدہ میں تھا اور ہر وقت تلاوتِ قرآنِ کریم میں مگن رہتا، پھر میں سستی کا شکار ہو گیا اور چند دنوں تک قرآنِ کریم کی تلاوت نہ کر سکا۔ اچانک ایک دن ہاتفِ غیبی کی آواز آئی: ”اگر تو مجھ سے محبت کرتا تھا تو میری کتاب سے منہ کیوں پھیرا؟ کیا تو نے اس میں میری ناراضی نہیں پائی؟“ ④

ایک عارف کا قول ہے کہ کوئی بھی حقیقی مرید نہیں بن سکتا یہاں تک کہ قرآنِ کریم میں اپنی ہر مراد پالے اور اسے نفع ونقصان کی پہچان حاصل ہو جائے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں مگن ہو کر باقی مخلوق سے دور ہو جائے۔

قرآنِ کریم کے علوم

قرآنِ کریم جن ظاہری مَعانی کے عُلوم پر مشتمل ہے ان کی کم از کم مقدار کے متعلق مروی ہے کہ وہ چوبیس ۲۴ ہزار

---

① ......سنن سعید بن منصور، فضائل القران، الحدیث: ٢، ج ١، ص ١٠ بتغیر وبدون ”وان لم یکن یحب القران......الخ“

② ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ ”یریدون ان یبدلوا کلام اللہ“، الحدیث: ٧٥٠٤، ص ٦٢٥ مفھوماً

③ ......تفسیر القرطبی، پ٣، ال عمران، تحت الایۃ ٣١، ج ١، الجزء الثانی، ص ٤٧

④ ......جامع العلوم والحکم، تحت الحدیث الثامن والثلاثون، ص ٤٥٢

آٹھ سو (24800) علوم ہیں کیونکہ قرآنِ کریم کی ہر آیتِ مبارکہ چار علوم پر مشتمل ہے: ظاہر، باطن، حد اور مَطْلَع۔

ایک قول کے مطابق قرآنِ کریم ستتر ہزار دو سو (77,200) علوم پر مشتمل ہے کیونکہ ہر کلمہ ایک علم ہے اور ہر علم ایک وصف ہے، پس ہر کلمہ ایک صِفَت کا تقاضا کرتا ہے اور ہر صِفَت کئی افعالِ حَسَنہ اور ان کے علاوہ دوسرے کئی معانی کی موجب ہے۔

تمام مومنین کی مائیں

پیارے اسلامی بھائیو! ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی **ازواجِ مُطَہَّرات** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی تعداد 11 تھی اور یہ سب امہات المومنین یعنی مومنین کی مائیں کہلاتی ہیں، ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ بِنْتِ خُوَیْلِد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿2﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا سَوْدَہ بِنْتِ زَمْعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿3﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ بِنْت ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿4﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا حَفْصہ بِنْت عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿5﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿6﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ حبیبہ بِنْتِ ابوسُفْیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿7﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا زَیْنَب بِنْتِ جَحْش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿8﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا زَیْنَب بِنْتِ خُزَیْمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿9﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا مَیْمونہ بِنْتِ حارث بن حَزْن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿10﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا جُوَیْرِیہ بِنْتِ حارِث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

﴿11﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا صَفِیہ بِنْتِ حُیَیّ بن اَخْطَب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا

(المواہب اللدنیہ، مع شرح الزرقانی، باب ازواجہ الطاہرات......الخ، ج ۴، ص ۳۵۹ تا ۳۶۲)

فصل 18

غافلین کے ناپسندیدہ اوصاف کا بیان

جب تلاوت کرنے والا ان اوصاف کی مخالفت کرے جن کا تذکرہ گزشتہ فصل میں ہوا ہے یا ان کے برعکس کوئی کام کرے تو وہ سہو وغفلت کا شکار ہے اور اندھا وحیران ہے، اپنے نفس کی جانب مُتوجِّہ اور خواہشاتِ نفسانیہ اور اپنے دشمن (یعنی شیطان) کے وسوسوں کو بغور سننے والا ہے، وہم وگمان میں مبتلا ہے، جھوٹی امیدوں کے در پر کھڑا ہے اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۷۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا جانتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا:

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

پس قرآنِ کریم زمین وآسمان کی نشانیوں میں سے ایک ایسی نشانی ہے، جو زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اور قرآنِ کریم کے نازل کرنے والے پر دلیل ہے۔ غافلین کا ایک وَصف یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اس بات سے ڈرایا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ وہ اس کے کلام کو ہلکا جانتے ہیں اور آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے سنتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى (پ۱۵، بنی إسرائیل:۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم خوب جانتے ہیں جس لئے وہ سنتے ہیں جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

اسی کی مثل وہ شخص بھی ہے جو قرآنِ کریم تو سنے مگر اس کا دل آیاتِ بَیِّنات کی تلاوت سننے کے بجائے نقصان دہ اُمور میں مشغول ہو کر نَفْع بخش اُمور سے غافِل ہو جائے یہاں تک کہ جب کلام ختم ہو اور وہاں دل سے حاضر کوئی شخص اس سے پوچھے کہ اس نے خِطاب سے کیا سمجھا؟ تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جسمانی طور پر تو موجود تھا مگر ذہنی طور پر وہاں سے غائب تھا، پس اس پر اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد حُجَّت ہے:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جائیں علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللّٰه نے مُہر کردی۔

مُراد یہ ہے کہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے اب وہ اس کا خطاب نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے دلوں نے نہ تو خطاب سنا اور نہ ہی اس کی پروا کی بلکہ اپنی خواہشات یعنی اپنے جھوٹے و من گھڑت خیالات کی پیروی کی۔

مَنْقُول ہے کہ بندہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر ثابِت قدم رہتا ہے تو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اس کی جانب نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جب قرآنِ کریم کی تلاوت دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے کرتا ہے تو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اسے نِدا دیتا ہے: ''تیرا اور میرے کلام کا کیا تعلق؟ جبکہ تو مجھ سے اعراض کرنے والا ہے، پس اگر تو نے میری بارگاہ میں توبہ نہ کی تو میرے کلام کو بھی چھوڑ دے۔'' [1]

[1] ......تفسیر روح البیان، پ۱۳، یوسف، تحت الآیۃ ۱۰۵، ج۴، ص ۳۲۹ مختصراً

مَنْقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانب وحی فرمائی: ''بنی اسرائیل کے گناہگاروں کو حکم دو کہ میرا ذکر نہ کیا کریں کیونکہ میں نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے کہ میں اسی کا چرچا کروں گا جو میرا ذکر کرے گا جبکہ میں ان گناہگاروں کا ذکر لعنت کے ساتھ کرتا ہوں۔''[1]

غافلین کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخَلَف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے تو لے لیں کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق اور انہوں نے اسے پڑھا اور بے شک پچھلا گھر (آخرت) بہتر ہے پرہیزگاروں کو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں غافلین کے دو وَصْف ذکر کئے گئے ہیں یعنی بے کار اُمّیدیں باندھنا اور جھوٹے گمان رکھنا۔ یہ دونوں ایسے اوصاف ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے کہ ڈر اور خوف نے ان کی جگہ لے لی ہو۔ یعنی انہوں نے دنیا میں اپنے خالق کی نافرمانی کی اور آخرت میں اس سے مغفرت کی امید رکھی، جس کا سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت سے جاہل ہونا اور اس کے احکام سے منہ موڑنا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ''کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق۔'' اس کے بعد ان کے علم کے متعلق آگاہ فرمایا کہ ان کا علم محض قول و خبر کا ہے نہ کہ یقین و مشاہدہ کا۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ''اور انہوں نے اسے پڑھا'' سے مراد ہے کہ انہوں نے کلامِ باری تعالیٰ کو پڑھ کر علم حاصل کیا مگر عمل نہ کیا تو انہیں اس سے کچھ نَفْع حاصل نہ ہوا۔ پس یہ فرمان ان کے لئے زَجْر و توبیخ

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الفضائل، باب ما ذکر من امر داود و تواضعہ علیہ السلام، الحدیث: ۹، ج۷، ص۴۶۲

المجالسۃ وجواھر العلم للدینوری، الحدیث: ۹۶۸، ج۱، ص۳۷۴

(یعنی ڈانٹ ڈپٹ) کی حیثیت رکھتا ہے۔جیسا کہ اس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ عالیشان ہیں:

﴿۱﴾ قُلۡ بِئۡسَمَا یَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِیۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱، البقرۃ:۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿۲﴾ نَبَذَ فَرِیۡقٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّیٰطِیۡنُ (پ۱، البقرۃ:۱۰۱، ۱۰۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے۔

﴿۳﴾ فَنَبَذُوۡهُ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ فَبِئۡسَ مَا یَشۡتَرُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۸۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے تو کتنی بری خریداری ہے۔

یہاں قرآنِ کریم پر عمل نہ کرنے کو ہر حالت میں پسِ پُشت ڈالنے اور چھوڑ دینے کا نام دیا گیا ہے، نیز اس کی نفی کرنا اور دنیا کے عوض بیچنا بھی قرار دیا گیا ہے۔ وعدہ و وعید کی ہر آیتِ مبارکہ خائفین کے لئے نصیحت اور خوف دلانے والی ہے اور انہی آیاتِ مبارکہ سے غافلین کی پہچان ہوتی ہے۔ اس راز کو اسی نے جانا جس نے جانا۔ چنانچہ،

جہنَّم کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۱۶﴾ (پ۲۳، الزمر:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

ایک مقام پر جہنَّم کے متعلق ارشاد فرمایا:

اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

فہم قرآنِ کریم

ایک بُزُرگ سے مروی ہے کہ بندہ ایک سورت کا آغاز کرتا ہے تو فرشتے اس کے فارغ ہونے تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے جب کسی سورت کا آغاز کرتا ہے تو وہ اس کے فارغ ہونے تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ جب ان سے دریافت عرض کی گئی کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ بندہ جب قرآنِ کریم کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو اس پر لعنت کرتے ہیں۔

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے منقول ہے کہ بندہ بعض اوقات قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہوئے لاعلمی میں خود پر لعنت کر رہا ہوتا ہے، مثلاً وہ پڑھتا ہے: ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۸)[1] تو وہ خود ظلم کرنے والا ہوتا ہے اور جب وہ پڑھتا ہے: ﴿لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ﴾ (پ۳، ال عمران: ۶۱)[2] تو اس کا شمار بھی انہی جھوٹوں میں ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۴۶)[3] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں مراد یہ ہے کہ متکبرین فہمِ قرآن کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔[4]

اسلام کی ہیبت ختم ہو جائے گی

رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ''جب میری امت دُنیا اور درہم (یعنی دولت) کی تعظیم کرنے لگے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت ختم کر دی جائے گی اور جب اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اور نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

[4] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث: ۳۲۲، ج۵، ص۱۴۷

ترک کرے گی تو وحی کی برکت سے بھی محروم ہو جائے گی۔'' ①

حضرت سیّدُنا فُضَیل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ لوگ فہمِ قرآن سے محروم کردیئے گئے ہیں۔ ②

قرآن اور اس پر عمل

غافل قُرّاء کی حد درجہ مَذمَّت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمَّت کے اکثر قراء منافق ہوں گے۔'' ③

حضرت سیّدُنا امام حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ تم نے تو قرآنِ کریم کی قراءت کو منزلیں اور رات کو سواری بنا ڈالا ہے اور سوار ہو کر بس منزلیں طے کرتے جاتے ہو حالانکہ تم سے پہلے لوگ قرآنِ کریم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام جانتے اور رات بھر اس میں تَدَبُّر و تَفَکُّر کرتے اور دن کے اوقات میں اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ ④

حضرت سیّدُنا امام حسن بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے قبل حضرت سیّدُنا ابن مَسْعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں پر قرآنِ کریم نازل کیا گیا تاکہ علم حاصل کریں مگر انہوں نے اسے پڑھنا ہی عمل بنا لیا، ان میں ایک قرآنِ کریم سورۂ فاتحہ سے لے کر اختتام تک تلاوت کرتا ہے کہ کوئی بھی حرف درمیان سے نہیں چھوڑتا مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس نے اس پر عمل کرنا چھوڑ رکھا ہے۔

پہلے ایمان، پھر قرآن تھا مگر اب!!

حضرت سیّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اور حضرت سیّدُنا جُنْدُب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ ہم نے زمانے کا ایک حصّہ اس حالت میں بسر کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو قرآنِ کریم سے قبل ایمان دیا جاتا، پھر شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم اس کے حلال و حرام اور اَمر و نَہی اور جن احکام کا ہمارے لئے جاننا ضروری ہوتا سیکھتے جیسا کہ تم قرآنِ کریم سیکھا کرتے ہو، اس کے بعد میں نے ایسے افراد

---

①......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث: ۳۲۲، ج۵، ص۱۴۷

②......المرجع السابق، بتغیر

③......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۴۸، ج۲، ص۵۸۸

④......التبیان فی حملة القرآن للنووی، الباب الخامس فی آداب حامل القرآن، ص۵۴ عن حسن بن علی مختصراً

دیکھے جنہیں ایمان سے قبل قرآنِ کریم دیا جاتا ہے، وہ شخص سورۂ فاتحہ سے لے کر اختتامِ قرآن تک مکمل تلاوت کر دیتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس کے اَمر و نَہی کیا ہیں؟ اور نہ ہی جن احکام کا جاننا اس پر لازم ہے وہ جانتا ہے بلکہ وہ اوراقِ قرآن اس طرح بکھیرتا ہے جیسے ردّی کھجوریں بکھیری جاتی ہیں۔[1]

حفظِ قرآن فرض نہیں

قرآنِ کریم کا مقصود اَوامر کی بَجا آوری اور نَواہی سے اِجْتِناب ہے کیونکہ اس کی حُدود کی حفاظت کرنا فرض ہے اور بندے سے اس کے متعلق سوال ہوگا اور اس پر سزا و جزا بھی مُرَتَّب ہوگی مگر اس کے تمام حروف زبانی یاد کرنا فرض نہیں اور اگر کسی نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ قدرت کے مطابق پورا قرآنِ کریم حفظ نہ کیا تو اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ (پ ۲۹، المزمل: ۵)

یعنی قرآنِ کریم پر عمل کرنا ایک مشکل امر ہے ورنہ اسے یاد کرنے کے لئے تو سہل و آسان بنا دیا گیا ہے۔

زبان و دل کی موافقت

شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ''قرآنِ کریم پڑھتے رہو جب تک تمہارا دل (زبان کے) مُوافق رہے اور جب تک تمہارے بدن نرم رہیں، جب (زبان اور دل) آپس میں مُوافق نہ ہوں تو تم پڑھنے والے شمار نہ ہوگے۔'' اور بعض روایات میں ہے کہ جب موافق نہ ہو تو چھوڑ دو۔[2]

قرآنِ کریم پر عمل کرنا لازم ہے

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:) میں نے ایک شیخ فاضل کے سامنے قرآنِ کریم کی

---

[1] ......السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انہ انما قیل یؤمھم اقرؤھم، الحدیث: ۵۲۹۰، ج۳، ص۱۷۰

[2] ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القراٰن، باب اقرؤوا القراٰن، الحدیث: ۵۰۶۱، ص۴۳۸

تلاوت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا میں نے بھی ایک شیخ کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت کی تھی اور جب میں نے قرآنِ کریم کی تلاوت ختم کی تو انہوں نے مجھے یہ کہتے ہوئے جھڑک دیا کہ تو نے مجھ پر قرآنِ کریم پر عمل کرنا لازم بنا دیا ہے، جاؤ اور جا کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پڑھو! پھر دیکھو کہ وہ تمہیں اس میں سے کیا سناتا ہے اور کیا سمجھاتا ہے؟

تلاوت اور استغفار

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسْباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی کہ آپ ختمِ قرآنِ کریم کے وقت کیا دعا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''میں کس چیز کی دعا کروں؟ میں تو اپنی تلاوت (کی کوتاہیوں) سے 100 مرتبہ اِسْتِغْفار کرتا ہوں۔'' اور یہ بھی فرماتے کہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کا خوب اہتمام کرتا ہوں اور جب ایسی آیات پڑھتا ہوں جن سے مجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا اندیشہ ہو تو تسبیح واِسْتِغْفار کرنے لگتا ہوں۔

جیسی تعظیم ویسا مرتبہ!

جان لیجئے کہ قرآنِ کریم کی قراءت میں بندہ اسی مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس قدر وہ قرآنِ کریم کی تعظیم بجالاتا، اس کا فہم رکھتا، اس کی زیارت کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ قرآنِ کریم زمین پر موجود اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق میں اس کی وَحدانیَّت پر دلالت کرنے والی سب سے عظیم نشانی ہے اور یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی کامل نعمتوں میں سے ایک نعمت بھی ہے۔ بندے کی تعظیم اس کی پرہیزگاری کے مطابق ہوتی ہے اور اسے خطاب کا فہم اور کلام کی تعظیم کرنے کی توفیق اسی قدر ملتی ہے جس قدر اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت وہَیبَت اور بُزُرگی کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت اپنے دل میں بسالیتا ہے اور اپنے فہم میں اس کی بڑائی وبُزُرگی کو جگہ دیتا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے کلام میں تدبُّر کی نعمت سے نوازتا ہے اور جب وہ اس کے خطاب میں طویل تفکُّر کرتا ہے اور بار بار دل میں اسے دہراتا ہے اور ہر نازل ہونے والی مصیبت کے وقت اسے یاد کرتا ہے اور اسی کا محتاج ہوتا ہے تو تقویٰ وپرہیزگاری کا پیکر بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱، البقرۃ:۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔

﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیز گاری ملے۔

﴿۳﴾ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ (پ۲، البقرۃ:۲۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

کلام کی تعظیم قائل کے مطابق ہوتی ہے

ہر کلام چونکہ اپنے قائل پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا کلام کی تعظیم اس کے قائل کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے اور دل میں بھی اس کا بلند مرتبہ اسی کی بلند شان کی بنا پر ہوتا ہے اور قائل کی شان کم ہو تو اس کے کلام کی بھی دل میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (پ۲۵، الشوریٰ:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

یعنی عظمت و سلطنت میں اس جیسا کوئی نہیں اور نہ ہی احکام و بیان میں اس کے کلام کی طرح کسی کا کلام ہے۔

اے بندۂ خدا سوچ ذرا!

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میں نے تورات کی سورۂ حُنَین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان پڑھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے ارشاد فرماتا ہے: ''اے میرے بندے! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی؟ اگر تو پیدل چل رہا ہو اور تیرے پاس کسی دوست یا بھائی کا خط آ جائے تو تو اسے پڑھنے کے لئے راستے سے ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے، پھر اس کے ایک ایک حرف کو بغور پڑھتا ہے کہ کہیں کوئی شے رہ نہ جائے اور یہ میری کتاب ہے، میں نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، ذرا دیکھ تو سہی! میں نے تجھے اس کتاب میں کتنے احکام عطا کئے ہیں اور انہیں بار بار ذکر کیا ہے تاکہ تو ان میں غور و فکر کرے؟ پھر بھی تو اعراض کئے ہوئے ہے۔ کیا میری حیثیت تیرے نزدیک اپنے ان بھائیوں سے بھی کم ہے؟ اے میرے بندے! جب تیرا کوئی بھائی تیرے پاس بیٹھتا ہے تو تُو اس کی جانب مکمل

طور پر مُتَوَجِّہ ہوجاتا ہے اوراس کی بات دل سے سنتا ہے کہ اگر کوئی شخص تجھ سے بات کرے یا کسی دوسرے کام میں مَشغول کرنے کی کوشش کرے تو اسے اشارے سے چپ کرادیتا ہے اور ادھر میں تجھ پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں اور تجھ سے خطاب کرتا ہوں لیکن تو ہے کہ مجھ سے اپنے دل کو موڑے ہوئے ہے، پس تو نے مجھے اپنے بھائی سے بھی کم مرتبہ سمجھ رکھا ہے۔(اَوْ کَمَا قَالَ)

رات بھر عبادت کرنے والوں کو خطاب کی سوجھ بوجھ کے باعث رات بھر کا قیام بھی ہلکا محسوس ہوتا ہے جبکہ سونے والوں پر قیام بھاری ہوتا ہے اس لئے کہ ان کے دل سمجھنے سے دور ہوتے ہیں اور ان پر حجاب ہوتا ہے۔

سرکار کے شہزادے اور شہزادیاں

شہزادے: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تین شہزادے تھے جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾......حضرت سَیِّدُنا قاسم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔

﴿2﴾......حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ۔

﴿3﴾......حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، انہی کا لقب طَیِّب وطاہر ہے۔

شہزادیاں: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چار شہزادیاں تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾......حضرت سَیِّدَتُنا زَیْنَب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

﴿2﴾......حضرت سَیِّدَتُنا رُقَیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

﴿3﴾......حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ کُلْثُوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

﴿4﴾......حضرت سَیِّدَتُنا فاطِمَۃُ الزَّہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

(المواھب اللدنیۃ، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام، ج ۴، ص ۳۱۳)

فصل 19

جَہْرِی اور سِرِّی قراءت کا بیان

سری قراءت کے متعلق 5 فرامین مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم

﴿1﴾......سِرّی (آہستہ آواز سے) قراءت ① کی فضیلت جَہْری (بلند آواز سے) قِراءَت پر ایسے ہے جیسے اِعْلانیہ صَدَقہ کرنے سے پوشیدہ صدقہ کرنا افضل ہے۔②

﴿2﴾......بلند آواز سے تلاوت کرنے والا عَلانیہ صَدَقہ کرنے والے کی طرح ہے اور آہستہ آواز میں تلاوت کرنے والا پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔③

﴿3﴾......پوشیدہ عمل علانیہ عمل سے 70 گنا افضل ہوتا ہے۔④

﴿4﴾......بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو اور بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی ہو۔⑤

---

① ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 496 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نماز کے احکام'' صَفحہ 206 تا 207 پر شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: (۱) قراءَت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مَخارِج سے ادا کئے جائیں کہ ہر حرف غیر سے صحیح طور پر ممتاز (نمایاں) ہو جائے۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۶۹) (۲) آہستہ پڑھنے میں بھی یہ ضروری ہے کہ خود سُن لے۔ (غنیۃ المتملی، ص ۲۷۱) (۳) اگر حروف تو صحیح ادا کئے مگر اتنے آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی رُکاوٹ مثلاً شور وغل یا ثقلِ سماعت (یعنی اُونچا سننے کا مرض) بھی نہیں تو نماز نہ ہوئی۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۶۹) (۴) اگرچہ خود سننا ضروری ہے مگر یہ بھی احتیاط رہے کہ سِرّی (یعنی آہستہ قراءت والی) نمازوں میں قراءَت کی آواز دوسروں تک نہ پہنچے، اسی طرح تسبیحات وغیرہ میں بھی خیال رکھئے۔ (۵) نماز کے علاوہ بھی جہاں کچھ کہنا پڑھنا مقرر کیا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ کم از کم اِتنی آواز ہو کہ خود سُن سکے۔ مثلاً طلاق دینے، آزاد کرنے یا جانور ذبح کرنے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لینے میں اتنی آواز ضروری ہے کہ خُود سن سکے۔ (ایضاً) درود شریف وغیرہ اَوراد پڑھتے ہوئے بھی کم از کم اتنی آواز ہونی چاہئے کہ خود سُن سکے جبھی پڑھنا کہلائے گا۔

② ......السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب قیام اللیل، باب فضل السر علی الجھر، الحدیث: ۱۳۷۴، ج ۱، ص ۴۳۲

③ ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءۃ، الحدیث: ۱۳۳۳، ص ۱۳۲۲

④ ......التاریخ الکبیر للبخاری، باب الحاء، الحدیث: ۳۰۰۵، ج ۳، ص ۳۰

⑤ ......مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۷۲۷، ج ۱، ص ۳۱۱

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۱۴۷۷، ج ۱، ص ۳۶۴

﴿5﴾......نمازِ مغرب اور عشا کے درمیان تم ایک دوسرے پر بلند آواز سے قراءت نہ کیا کرو۔[1]

رَبّ کی رضا مقصود ہے یا بندوں کی؟

حضرت سیِّدُ نا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک رات حضرت سیِّدُ نا عُمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کو مَسْجِدِ نبوی میں حالتِ نماز میں بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھتے سنا حالانکہ وہ بہت اچھے قاری تھے اس کے باوجود اپنے غلام سے فرمایا کہ جاؤ اور اس نمازی کو کہو کہ اپنی آواز پست رکھے۔ لیکن غلام نے عرض کی: ''مسجد ہماری ملکیت نہیں ہے، اس شخص کا بھی اس میں حق ہے۔'' تو حضرت سیِّدُ نا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خود ہی بلند آواز سے کہا: ''اے نماز پڑھنے والے! اگر نماز کے ذریعے تیرا مقصود **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے تو اپنی آواز پست کر لے اور اگر تیرا مقصود لوگوں کی رضا ہے تو وہ تجھے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے بچا نہ پائیں گے۔'' راوی فرماتے ہیں کہ اس پر حضرت سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز خاموش ہو گئے اور اپنی رکعت کو مختصر کر دیا، جب سلام پھیرا تو اپنے جوتے اٹھا کر چل دیئے حالانکہ وہ اس وقت مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کے امیر تھے۔[2]

جہری قراءت کے متعلق فرامین مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم

﴿1﴾......جب تم میں سے کوئی رات کے وقت اٹھ کر نماز پڑھے تو بلند آواز سے قراءت کیا کرے کیونکہ فرشتے اور جِنّات اس کی قراءت سنتے ہیں اور اس کی نماز کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔[3]

﴿2﴾......حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت تین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس سے گزرے، ان میں سے ہر ایک کی (قرآنِ کریم پڑھنے کی) حالت مختلف تھی، ان میں سے پست آواز سے قراءت کرنے والے اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں جس سے مُناجات کرتا ہوں وہ مجھے سنتا ہے۔'' اور بلند آواز سے پڑھنے

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءت، الحدیث: ۱۳۳۲، ص ۱۳۲۲ بدون ذکر المغرب والعشاء
السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب فضائل القرآن، باب ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یجهر......الخ، الحدیث: ۸۰۹۱، ج ۵، ص ۳۲

[2] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی النهی عما احدثوه باللیل من غیر السنة، ج ۱، ص ۲۱۳ بتغییر قلیل

[3] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند معاذ بن جبل، الحدیث: ۲۶۵۵، ج ۷، ص ۹۷

والے اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُ نا عُمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔'' ان میں سے تیسرے جو کچھ آیات ایک سورت سے تو کچھ دوسری سورت سے پڑھ رہے تھے وہ حضرت سیِّدُ نا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی: ''میں پاک کو پاک سے ملاتا ہوں۔'' پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نے اچھا اور درست کیا۔''[1]

سری (پست آواز سے) قراءت افضل ہے یا جہری (بلند آواز سے)؟

قِراءتِ خَفی افضل ہے۔[2] اگر بندے کی جَہْر میں نیّت درست ہو تو پھر جَہْری قراءت افضل ہے۔ لیکن جہری قراءت سے کسی دوسرے کام میں مَشْغول ہو کر ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق ختم کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو تو سِرّی قراءت افضل ہے کیونکہ سِرّی قراءت سلامتی کے زیادہ قریب اور کسی آفت میں مبتلا ہونے سے حد درجہ دور ہے اور جَہْری قراءت اس بندے کے لئے افضل ہے جس کی بلند آواز سے پڑھنے میں نیّت درست ہو اور اس کا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق بھی برقرار رہے کیونکہ اس نے رات کی نماز میں قراءت کی سنّت پر عمل کیا ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سِرّی قراءت سے صرف اپنی ذات کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ جَہْری قراءت سے دوسروں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور بہتر لوگ وہی ہوتے ہیں جو دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا نفع سب سے زیادہ ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی جہری قراءت افضل ہے کہ بندہ دوہرا عمل کرتا ہے اور اپنے پہلے عمل پر دوہری عبادت کے ثواب کی امید رکھتا ہے، پس اس اعتبار سے بھی یہ افضل ہے۔

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل، الحدیث: ۱۳۳۰/۱۳۲۹، ص ۱۳۲۱
المصنف لعبدالرزاق، کتاب الصلاۃ، باب قراءۃ اللیل، الحدیث: ۴۲۲۹، ج ۲، ص ۳۲۸

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 545 پر **صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ** حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: دن کے نوافل میں آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اختیار ہے اگر تنہا پڑھے اور جماعت سے رات کے نفل پڑھے تو جہر واجب ہے۔

قراءت کی ابتدا و انتہا کا طریقہ

قراءت شروع کرنے سے پہلے یہ پڑھنا چاہئے: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾

ترجمہ: سننے اور جاننے والے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی میں پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ اے میرے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سورت بھی پڑھ لینا چاہئے لیکن اس سے بھی پہلے الحمد شریف پڑھنا چاہئے اور پھر کسی بھی سورت کے پڑھنے سے فارغ ہونے کے بعد یہ کہنا چاہئے: ﴿صَدَقَ اللّٰهُ. وَبَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِهٖ. وَبَارِكْ لَنَا فِيْهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَيَّ الْقَيُّوْمَ﴾

ترجمہ: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے سچ فرمایا اور نبی مُکَرَّم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہم تک پہنچایا، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس سے نفع دے اور اس میں ہمارے لئے برکت ڈال، تمام تعریفیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، مَیں بخشش چاہتا ہوں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو آپ زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

جس نے اپنے اَعضاء اور دل کو مَنْہِیّات سے بچایا گویا اس نے پورے قرآنِ کریم پر یعنی ابتدا سے لے کر انتہا تک سب پر عمل کیا کیونکہ یہ بندے کے مکمل اعضاء وجَوارِح سے انصاف کرنے والا ہے۔

جہری قراءت کی سات نیتیں

جَہری قراءَت میں بہتر یہ ہے کہ درج ذیل سات نیّتیں کر لی جائیں:

(۱)......ترتیل سے پڑھے گا کہ جس کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

(۲)......حُسنِ صَوت کا لحاظ رکھے گا کہ قرآن کریم کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا مُسْتَحَب ہے۔ جیسا کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قرآنِ کریم کو اپنی آوازوں سے مُزَیَّن کرو۔''[1] اور ایک روایت میں یہ ارشاد فرمایا: ''جو خوش اِلْحانی سے قرآنِ کریم نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔''[2]

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب کیف یستحب الترتیل، الحدیث: ۱۴۶۸، ص ۱۳۳۲

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی واسروا......الخ، الحدیث: ۷۵۲۷، ص ۶۲۸

(۳)......اپنے کانوں کو اپنی آواز سنائے گا اور دل کو بیدار رکھے گا تا کہ کلام میں غور وفکر کر سکے اور اس کے مَعانی سمجھ سکے اور ایسا صرف جہری قراءت میں ہی ہوسکتا ہے۔

(۴)......شیطان اور نیند کو بلند آواز سے پڑھتے ہوئے خود سے دور رکھے گا۔

(۵)......جہری قراءت سے امید رکھے گا کہ سونے والا بیدار ہوجائے گا۔[1] پس اگر اس نے (بیدار ہوکر) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا تو جہری قراءت کرنے والا ہی اس کی شب بیداری کا باعث ہوگا۔

(۶)......کوئی غافل اسے دیکھے تو قیام پر ہوشیار ہوجائے اور اسے بھی عبادت کا شوق پیدا ہو، پس اس طرح جہری قراءت کرنے والا اس کے حق میں نیکی وتقویٰ کے کام پر مُعاوَنت کرنے والا شُمار ہوگا۔

(۷)...... جہری قراءت کے سبب کثرت سے تلاوت کرے گا اور جہری قراءت کی عادت کے سبب ہمیشہ شب بیداری کرے گا۔ پس اس میں اس کے عمل کی کثرت ہے۔

نیّت اور ثواب

❁ جب بندہ ان نیتوں کا اعتقاد رکھے ❁ ثواب کا طالب ہو ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب چاہتا ہو ❁ اپنی حیثیت جانتا ہو ❁ اس کا مقصود بھی صحیح ہو اور ❁ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب نظریں جمائے ہوئے ہو کہ جس نے اسے اپنی رضامندی کے کام کی توفیق دی ہے تو اس کا بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھنا ہی افضل ہے کیونکہ جہری قراءت میں کئی اَعمال جمع ہوجاتے ہیں اور عمل کی فضیلت اس میں کی گئی نیتوں کی کثرت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام بلند مرتبہ ہوتے ہیں اور ان کے اعمال کے افضل ہونے کا سبب ان کا اپنے اعمال کی اچھی اچھی نیتوں سے آگاہ ہونا اور ان کا اعتقاد رکھنا ہے۔ بعض اوقات ایک ہی عمل میں دس نیتیں بھی ہوسکتی ہیں، جو علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اس بات کو جانتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں تو انہیں دس گنا اجر عطا فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا کسی ایک ہی عمل میں شریک لوگوں میں سے بہترین لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی اس عمل میں نیتیں زیادہ ہوں اور ان کا مقصود اچھا اور اَدَب والا ہو۔

---

[1] ......قرآنِ مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جب کہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہنچے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۵۵۳)

سماعت وتلاوتِ قرآنِ کریم کی فضیلت

﴿1﴾......جس نے کتابُ اللہ کی ایک آیت غور سے سنی وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔[1]

﴿2﴾......ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔[2] اور تلاوت کرنے والا بھی سماعت کرنے والے کے ساتھ اجر میں شریک ہوتا ہے کیونکہ اسی نے اسے ثواب کمانے کا موقع دیا۔

﴿3﴾......پڑھنے والے کے لئے ایک اجر اور سننے والے کے لئے دو اجر ہیں اور ایک قول کے مطابق سننے والے کے لئے نو اجر ہیں۔ بہر حال دونوں قول صحیح ہیں۔ کیونکہ پڑھنے اور سننے والے دونوں افراد میں سے ہر ایک کو اس کے خاموش رہنے اور نیت کے مطابق ثواب ملتا ہے۔ جب تلاوت کرنے والا دوسرے کو اجر کمانے کا موقع دیتا ہے تو یقیناً اس کے لئے وہ تمام اجر ہوگا جو سننے والا حاصل کرے گا دافعِ رنج و ملال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کی وجہ سے کہ ''نیکی پر راہنمائی کرنے والا اس پر عمل کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔''[3] خصوصاً جب تلاوت کرنے والا قرآنِ کریم کا عالم اور فقیہ بھی ہو تو اس کی قراءت اور وقوف سامع کے لئے حجت ہوں گے۔

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور سماعتِ قرآنِ کریم

ایک مرتبہ رسولِ بے مثال، صاحب جُودونوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ام المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کا انتظار فرما رہے تھے، جب وہ دیر سے حاضرِ خدمت ہوئیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ''آپ کو کس شے نے روکے رکھا؟'' عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں ایک شخص کی قراءت سن رہی تھی، اس سے بڑھ کر خوبصورت آواز میں نے کسی کی نہیں سنی۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی کھڑے ہو کر کافی دیر تک تلاوت سنتے رہے اور پھر واپس لوٹ کر ارشاد فرمایا: ''یہ ابو حُذَیفہ کا آزاد کردہ

---

[1] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب فضائل القراٰن، باب تعلیم القراٰن وفضله، الحدیث: ۶۰۳۲، ج۳، ص۲۲۹ قول ابن عباس

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باقی تعظیم القراٰن، فصل فی استحباب التکبیر، الحدیث: ۲۰۸۵، ج۲، ص۳۷۳

الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۵۰۹ حفص بن عمر الحکیم، ج۳، ص۲۸۴

[3] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ان الدال علی الخیر، الحدیث: ۲۶۷۰، ص۱۹۲۱

غلام سالم ہے، تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے میری اُمَّت میں اس جیسے قاری پیدا فرمائے ہیں۔‘‘[1]

ایک بار رات کے وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قراءت سماعت فرمائی جبکہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے۔ سب کافی دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’جو قرآنِ کریم کو اس طرح پڑھنا چاہتا ہو جیسا کہ یہ ابھی ابھی نازل ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اِبْنِ اُمِّ عَبْد (یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود) کے پڑھنے کی طرح پڑھا کرے۔‘‘[2]

ایک مرتبہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ’’قرآنِ کریم پڑھو۔‘‘ انہوں نے عرض کی: ’’یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے) قراءت کروں حالانکہ قرآنِ کریم تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوا ہے؟‘‘ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’میں کسی دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔‘‘ تو حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾ (پ۵، النساء: ۴۱)﴾[3] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ مبارک نم ہو گئیں۔[4]

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تِلاوت سماعت فرمائی تو ارشاد فرمایا: ’’انہیں لَحْنِ داودی عطا فرمایا گیا ہے۔‘‘ جب حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے عرض کی: ’’یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سماعت فرما رہے ہیں تو میں خوب آراستہ کر کے تلاوت کرتا۔‘‘[5]

---

[1] ……سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات، باب فی حسن الصوت بالقرآن، الحدیث: ۱۳۳۸، ص۲۵۵۶

[2] ……المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۴۰۴، ج۲، ص۳۳

[3] ……ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

[4] ……صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب البکاء عند قراءۃ القرآن، الحدیث: ۵۰۵۵، ص۴۳۷

[5] ……المرجع السابق، باب حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن، الحدیث: ۵۰۴۸، ص۴۳۷

السنن الکبری للنسائی، کتاب فضائل القرآن، باب تحبیر القرآن، الحدیث: ۸۰۵۸، ج۵، ص۲۳

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور سماعتِ قرآنِ کریم

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ حضرت سیِّدُنا عَلْقَمہ بن قیس رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کو حکم دیا کرتے کہ وہ ان کے سامنے قرآنِ کریم پڑھیں اور پھر ان سے ارشاد فرماتے: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! ترتیل سے پڑھیں۔'' حالانکہ وہ قرآنِ کریم بہت خوبصورت آواز سے پڑھا کرتے تھے۔[1] اور ایک روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان جب آپس میں جمع ہوتے تو ایک کو قرآنِ کریم کی کوئی سورت پڑھنے کا کہا کرتے۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ حضرت سیِّدُنا ابو مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے فرماتے: ''ہمیں ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر سنائیں۔'' تو وہ ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کر دیتے یہاں تک کہ نماز کا درمیانی وقت قریب ہو جاتا تو وہ عرض کرتے: ''اے امیر المؤمنین! نماز، نماز۔'' تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ فرماتے کہ کیا ہم نماز میں نہیں ہیں؟[3] گویا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۴۵)﴾[4] کی تاویل کیا کرتے۔[5]

قرآنِ کریم اور ریا

بصرہ کے ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں رات کو پیدل چلتا تو تہجد گزاروں کے رونے کی آوازیں سنا کرتا تھا گویا کہ وہ پرنالوں کے بہنے کی آوازیں ہوں، ان میں محبَّت، نماز اور تلاوتِ قرآنِ کریم کا شوق ہوتا مگر جب اہلِ بغداد نے ریاکاری اور مخفی آفات کے متعلّق ایک کتاب لکھی تو تہجد گزار خاموش ہو گئے۔ یہ سلسلہ آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا یہاں تک کہ ختم ہی ہو گیا ہے۔

اگر تلاوت کرنے والے کی مذکورہ اُمور میں سے کچھ بھی نیّت نہ ہو بلکہ وہ ان اُمور سے غافل ہو اور آفات میں

---

[1] ......الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۱۹۸۲ علقمۃ بن قیس، ج ۶، ص ۱۴۹

[2] ......الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع، ج ۵، ص ۳۱۶

[3] ......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کا مقصود نماز سے منع کرنا نہ تھا بلکہ ذکرِ الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کرنا تھا۔

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

[5] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب حسن الصوت، الحدیث: ۴۱۹۲، ج ۲، ص ۳۲۱۔ ''لابی مسعود'' بدلہ ''لابی موسیٰ'' وبدون ''حتی یکاد......الخ''

سے کسی شے سے آگاہ ہو یا اس کے دل میں سرسری طور پر کسی شخص کا خیال یا نفسانی خواہشات پیدا ہوں اس طرح کہ وہ انہی میں کھوجائے تو اس پر لازم ہے کہ جہری قراءت سے پرہیز کرے، اگر اس نے دل کے بوجھ کے باوجود جہری قراءت کی تو اس کا عمل فاسد ہوگا کیونکہ اس کے دل میں بیماری قرار پکڑ چکی ہے جو نقصان کے زیادہ قریب اور اخلاص سے دوری کا سبب ہے۔ پس اس پر لازم ہے کہ اخلاص اختیار کرے جو کہ ریاکاری کا علاج ہے اور جس سے اس کی حالت کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ اخلاص، دل کے لئے بہت مفید، عمل کے لئے زیادہ محفوظ اور آخرت کے لئے زیادہ قابلِ تعریف ہے۔

اخلاص اور اس کی حلاوت

بعض اوقات بندہ نماز اور تلاوت میں نفسانی خواہشات کی حلاوت پاتا ہے اور اسے اخلاص کی حلاوت ولذت گمان کرتا ہے جبکہ یہ ایک مخفی شہوت اور انتہائی باریک نقص ہے، کمزور لوگ ہی اس کا شکار ہوتے ہیں اور عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے علاوہ اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اخلاص کی حلاوت وہی لوگ پاتے ہیں جو دنیا اور لوگوں کی مدح سرائی میں رَغْبَت نہ رکھتے ہوں اور جو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ سے مَحَبَّت کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے ہوں وہی اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تَعَلُّقات کی مَضبوطی اور صِدْقِ عبادت کے سَبَب اِخلاص کی لَذّت پاتے ہیں۔

اس کے نہ ہونے کا اعتبار دو میں سے ایک صورتوں میں ہوسکتا ہے: (۱) نفس کے نزدیک مدح وذم برابر ہو۔ یہ مقامِ زہد کی ایک حالت ہے (۲) یا شہادتِ یقین کے باعث دل ان سے خالی ہو۔ یہ مقامِ معرفت ہے۔

یہ دونوں مقامات ایسے ہیں جہاں ظاہری و باطنی اعمال ایک جیسے ہوتے ہیں۔ البتہ متقی و عادل اماموں کے علانیہ وظاہری اعمال بعض اوقات افضل ہوتے ہیں۔

دورانِ تلاوت غیر کی جانب متوجہ ہونے کا انجام

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے سحری کے وقت اپنے حجرۂ خاص میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی، جب میں نے اسے ختم کیا تو مجھ پر اونگھ طاری ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اترا جس کے ہاتھ میں ایک سفید رنگ کا صحیفہ (رجسٹر) تھا، اس نے وہ میرے سامنے رکھ دیا، میں نے اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی پائی اور سوائے ایک کلمہ کے

تمام کلمات کے نیچے دَس دَس نیکیوں کا ثواب لکھا ہوا دیکھا، میں نے اس کلمے کی جگہ لکھ کر مٹا دینے کے اثرات دیکھے تو مجھے دکھ ہوا، لہٰذا میں نے اس شخص سے کہا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے اس کلمہ کو بھی پڑھا تھا، لیکن میں اس کا ثواب لکھا ہوا پا رہا ہوں نہ ہی اس کلمے کو۔'' تو اس شخص نے جواب دیا: ''آپ سچ کہہ رہے ہیں، آپ نے واقعی اسے پڑھا تھا اور ہم نے بھی اسے لکھ لیا تھا مگر ہم نے ایک ندا دینے والے کو یہ کہتے سنا کہ اسے مٹا دو اور اس کا اجر وثواب بھی کم کر دو، پس ہم نے اسے مٹا دیا۔'' یہ سن کر میں خواب میں رونے لگا اور عرض کی: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' تو وہ بولا: ''ایک شخص دورانِ تلاوت آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اس کی خاطر اپنی آواز بلند کر لی تھی، پس ہم نے اسے مٹا دیا۔''

مروی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو بلند آواز سے قراءت کرتے سنا تو ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو سُناؤ ہمیں نہ سناؤ۔'' [1]

ریاکاری

شہرت (جو دوسروں کو کلام سنا کر حاصل ہو) کا تعلّق ریاکاری کے ساتھ ہے اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو ریاکاری کا ہے یعنی عمل فاسد ہو جاتا ہے اور عمل کرنے والے کے اجر وثواب میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ بندہ اپنے عمل کے سبب غَیْرُ اللّٰہ کو اپنی آواز سناتا ہے اور چاہتا ہے کہ مخلوق اسے سنے تاکہ اس کے سبب اس کی خواہشاتِ نفسانیہ کے غلبے اور نفس کی کمزوری کی وجہ سے وہ اس کی مدح سرائی کرے۔ اس کے اپنے عمل میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کو شریک کرنے کی وجہ سے اس کا عمل توحید سے ناواقفیت کی وجہ سے باطل ہو گیا کیونکہ اگر وہ یہ یقین رکھتا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نفع دینے والا ہے نہ ہی نقصان پہنچانے والا، کوئی عطا فرمانے والا ہے نہ ہی اس کے سوا کوئی روکنے والا، تو توحید کو شرک (یعنی ریاکاری) سے خالص کر لیتا، پس اس طرح اس کا عمل بھی ریاکاری سے خالص ہو جاتا۔ ریاکاری سے مراد چونکہ آنکھوں کا دیکھنا ہے لہٰذا آواز کے ذریعے شہرت حاصل کرنا ریاکاری کے مفہوم ہی میں داخل ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ نبیوں کے تاجور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کسی شہرت چاہنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی ریاکار کا۔'' [2]

---

[1] ……المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۲۰۰، ج۲، ص۲۸۸

[2] ……الزھد لابن مبارک فی نسخۃ الزائد، باب فی الاخلاص فی الدعاء، الحدیث: ۸۳، ص۲۰

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ ابدقرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے شہرت کے لئے کوئی عمل کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے رُسوا کرے گا اور جو ریاکاری کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے عذاب دے گا۔'' پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے عمل کو کم اور حقیر قرار دیا۔ [1]

جس شخص کی اپنے بھائی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام سنانے میں نیّت اچھی ہوتا کہ اسے نصیحت کرے اور غور وفکر کی ترغیب دلائے یا اسے سن کر وہ نَفْع حاصل کرسکے اور اس کے سبب نصیحت حاصل ہو تو اچھّی نیّت کے پائے جانے اور مقصود کے صحیح ہونے کی وجہ سے یہ ریاکاری وشہرت میں شامل نہیں، نیز اس میں مدح سرائی یا کوئی دوسری دنیاوی غرض بھی موجود نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ عرض کی کہ ''اگر مجھے معلوم ہوتا تو مزید نکھار اور سنوار کر قراءت کرتا۔'' [2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی اس بات پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ اس میں نیّت اچھّی تھی اور مقصود بہتر تھا۔ جبکہ ایک دوسرے شخص سے جو آیاتِ کریمہ بلند آواز سے پڑھ رہا تھا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سناؤ ہمیں مت سناؤ۔'' [3] پس اس کے اس عمل پر اظہارِ ناپسندیدگی کی وجہ شہرت وریاکاری کا پایا جانا تھا۔

مروی ہے کہ مُحْسِنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو (خشیتِ الٰہی سے) آہیں بھر رہا تھا اور ڈر سے کانپ رہا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ موجود ایک صحابی نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ اسے ریاکاری کرنے والا خیال کریں گے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں بلکہ یہ تو ﴿**اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ**﴾ ہے۔'' یعنی بہت آہیں کرنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب رُجُوع کرنے والا ہے۔ [4]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء، الحدیث: ۷۴۷۶، ص ۱۱۹۵ مختصراً
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۵۱۹، ج ۲، ص ۵۵۸ بدون ذکر الریاء

[2] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب فضائل القراٰن، باب تحبیر القراٰن، الحدیث: ۸۰۵۸، ج ۵، ص ۲۳

[3] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۲۰۰، ج ۲، ص ۲۸۸

[4] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورۃ ھود، باب قولہ تعالٰی ''منیب''، الحدیث: ۱۱۲۴۴، ج ۶، ص ۳۶۵ مفھوماً

مخلوق کی خاطر معمولی سی تَصَنُّع اور بناوٹ کی بنا پر رات بھر عبادت کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے سے حالت میں افضل، مقام میں ارفع اور انجام میں قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ بندہ سلامتی وصدق کی حالت پر رات بھر سویا رہے اور دن کے وقت کھاتا رہے۔ معرفتِ الٰہی حاصل کرنا اور اسے بجالانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم رکھنے والے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہی کا کام ہے۔

تین امور میں حلاوت مفقود ہوتی ہے

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ تین۳ اُمور میں حَلاوَت مَفقود ہوتی ہے، اگر تو اسے پائے تو خوشی محسوس کر اور اپنے مقصود کی جانب بڑھتا جا اور اگر حلاوت نہ پائے تو جان لے کہ تیرا دروازہ بند ہے: (۱) قرآنِ کریم کی تلاوت کے وَقْت (۲) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے وقت اور (۳) سجود کے وقت۔ [1] اور بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن نے ان اُمور میں مزید یہ زِیادَتی کی ہے کہ (۴) صدقہ کرتے وقت اور (۵) سحری کے وقت۔

قرآنِ کریم کی زِیارَت اور تلاوت

قرآنِ کریم دیکھ کر تلاوت کرنا زبانی تلاوت کرنے سے افضل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ سات میں سے ایک منزل پڑھنا پورا قرآنِ کریم پڑھنا ہی ہے کیونکہ قرآنِ کریم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ [2]

صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے اکثر قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور اس بات کو مستحب قرار دیتے کہ ان کا کوئی دن ایسا نہ جائے جس میں انہوں نے قرآنِ کریم کی زیارت نہ کی ہو اور امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے متعلق تو یہاں تک مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے کثرت سے دیکھ کر تلاوت کرنے (اور کثرتِ ورق گردانی) کے باعث ۲ دو عدد قرآنِ پاک شہید ہوگئے۔

❁……❁……❁

---

[1] ……شعب الایمان للبیهقی، باب فی معالجة کل ذنب بالتوبة، فصل فی الطبع علی القلب، الحدیث: ۷۲۲۶، ج۵، ص۴۴۷ مفهوماً

[2] ……شعب الایمان للبیهقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی القراءة من المصحف، الحدیث: ۲۲۳۸، ج۲، ص۴۱۱

فصل 20

افضل دنوں اور راتوں کا بیان

اس فَصْل میں افضل راتوں اور ان میں شب بیداری کا مستحب ہونا نیز افضل دنوں میں اَوْرَاد و وَظائف وغیرہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

فضیلت والی راتیں

سال بھر میں پندرہ۱۵ راتیں ایسی ہیں جن میں شب بیداری مُسْتَحَب ہے۔ ان میں سے 5 راتیں رمضانُ المبارک میں ہیں: یعنی آخری عشرے کی طاق راتیں اور چھٹی رات رمضان المبارک کی سترہویں رات ہے یعنی جس کی صبح حق و باطِل کے درمیان فرق کرنے والا واقعۂ بدر رُونُما ہوا۔ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مذہب تھا کہ یہی لیلۃ القدر ہے اور باقی 9 راتیں یہ ہیں: (۱) محرام الحرام کی پہلی رات (۲) عاشورا کی رات (۳) رجب کی پہلی (۴) پندرہویں اور (۵) ستائیسویں رات، اس میں حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج ہوئی تھی (۶) عَرَفہ کی رات (۷، ۸) عیدَین (عید الفطر اور عید الضحیٰ) کی راتیں اور (۹) شعبانُ المُعَظَّم کی پندرہویں رات۔

صلوٰۃ الخیر

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن شعبانُ المُعَظَّم کی پندرہویں رات کو 100 رکعت نوافل اس طرح پڑھتے کہ ان میں 1000 مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ یعنی سورۂ اِخلاص پڑھتے۔ اس طرح کہ ہر رکعت میں دس۱۰ مرتبہ پڑھتے اور اس نماز کو صَلٰوۃُ الْخَیْر کہتے۔ وہ سب اس کی برکتوں سے اچھی طرح آگاہ تھے اور اس رات سب اکٹھے ہو جاتے اور بعض اوقات سب مل کر جماعت سے نماز پڑھتے۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ مجھے 30 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بتایا کہ جو اس رات صَلٰوۃُ الْخَیْر پڑھے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی جانب 70 مرتبہ نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ہر مرتبہ اس کی 70 حاجتیں پوری فرماتا ہے جن میں سب سے چھوٹی حاجت اس کی مَغْفِرت ہوتی ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد وہی رات ہے جس کا تذکرہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کیا ہے:[1]

[1] ...... تفسیر البغوی، پ ۲۵، الدخان، تحت الآیۃ ۴، ج ۴، ص ۱۳۳ ...... الکشاف، پ ۲۵، الدخان، تحت الآیۃ ۴، ج ۴، ص ۲۶۹، ۲۷۰

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ (پ۲۵، الدخان:۴) ترجمۂ کنزالایمان: اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

یہی وہ رات ہے جس میں سال بھر کے اُمور اور آئندہ پیش آنے والے احکام کی تدبیر لکھی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے مگر (صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اُمور وغیرہ کی تدبیر لیلۃ القدر میں ہوتی ہے، اسی لئے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ قرآنِ کریم خود اس کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (پ۲۵، الدخان:۳)﴾[1] اس کے بعد اس رات کے اوصاف ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ﴾[2] قرآنِ کریم چونکہ لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوا لہٰذا یہ آیتِ مبارکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کے مُوافق ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴿۱﴾ (پ۳۰، القدر:۱) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا۔

فضیلت والے اَیّام

فضیلت والے اَیّام 19 ہیں جن میں اوراد و وظائف اور عبادت مستحب ہے: (۱) یومِ عاشورا (۲) یومِ عرفہ (۳) ستائیس۲۷ رَجَب کا دن (۴) سترہ۱۷ رمضان المبارک کا دن (۵) پندرہ۱۵ شعبانُ الْمُعَظَّم کا دن (۶) یوم جمعہ (۷) یومِ عید (۸ تا ۱۷) ایامِ معلومات یعنی ذی الحج کے پہلے دس۱۰ دن اور (۱۸، ۱۹) ایام معدودات[3] جو ایام تشریق بھی ہیں۔

یومِ عرفہ و عاشورا کے روزے کی فضیلت

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یومِ عرفہ کا روزہ دو۲ سال کے گناہوں کا کفّارہ ہے، ایک گزشتہ سال کا اور دوسرے آنے والے سال کا اور عاشورا کے دن روزہ رکھنا سال بھر کا کفارہ ہے۔''[4]

یومِ جمعہ و ماہِ رمضان میں گناہوں سے محفوظ رہنے کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

[3] ......بقر عید کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد والے تین۳ دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۴، ص ۱۷۱)

[4] ......السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصیام، باب صوم یوم عرفۃ، الحدیث: ۲۸۰۰، ج۲، ص ۱۵۱

فرمانِ عالیشان ہے: ''جب یومِ جُمُعہ (گناہوں سے) محفوظ رہا تو بقیہ اَیّام بھی محفوظ رہیں گے اور جب ماہِ رمضان (نافرمانیوں سے) سلامت رہا تو پورا سال سلامت رہے گا۔'' [1]

دنیا میں پانچ ایام کی قدر ومنزلت

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں رہ کر ان پانچ اَیّام میں اپنی من پسند اشیاء حاصل کیں وہ آخرت میں اپنی من پسند اشیاء سے محروم رہے گا۔ مزید فرماتے ہیں کہ ان اَیّام میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور زیادتی کی امید کی جاتی ہے، پس جب تو ان ایام میں اپنی خواہشات اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہوگا تو کب اس کے فضل وزیادتی کی امید رکھ پائے گا؟ اور وہ پانچ ایام یہ ہیں: دو دن عیدین کے، جمعہ، عرفہ اور عاشورا کے دن۔

افضل دن

مذکورہ ایام کے بعد افضل دن دو ہیں یعنی پیر اور جمعرات کا دن۔ ان دنوں میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

حرمت والے مہینے

فضیلت والے مہینوں میں سے جن کی حرمت بیان کی گئی ہے وہ چار ہیں: (۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم الحرام اور (۴) رجب المرجب۔ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے ان مہینوں کی حرمت کی وجہ سے ان میں ظُلْم نہ کرنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ان مہینوں میں کئے گئے اعمال بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ فضیلت ماہِ ذی الحج کی ہے کیونکہ اس میں حج ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ اسی میں **اَيَّامِ مَعْلُوْمَات** اور **اَيَّامِ مَعْدُوْدَات** ہیں۔ اس کے بعد ذی القعدہ افضل ہے کیونکہ اس میں دو وصف جمع ہیں، یعنی اس کا شمار حرمت والے مہینوں کے علاوہ حج کے مہینوں میں بھی ہوتا ہے جبکہ محرم الحرام اور رجبُ المُرَجَّب حج کے مہینے نہیں ہیں۔ شَوَّال اگرچہ حرمت والے مہینوں میں سے نہیں لیکن اس کا شُمار حج کے مہینوں میں ہوتا ہے۔

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۲۵ عبد العزیز بن ابان، ج ۶، ص ۵۰۴۔ عن عائشۃ۔ بتقدم وتاخر

افضل عشرے

عشرہ کے اعتبار سے افضل دوعشرے ہیں: یعنی ذی الحج کا پہلا اور آخری عشرہ۔ان دونوں عشروں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت محرم الحرام کے پہلے عشرے کی ہے۔پس ان ایام میں اعمال کی بجا آوری بقیہ مہینوں میں اعمال بجا لانے سے افضل ہے۔

دنوں کی فضیلت کے متعلق ﴿5﴾ احادیثِ مبارکہ

﴿1﴾......جس نے ماہِ حرام کے تین روزے رکھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آگ سے سات سو سال دور فرما دے گا یعنی جمعرات، جُمُعہ اور ہفتہ کے دن کا روزہ۔[1]

﴿2﴾......ماہِ حرام میں ایک دن کا روزہ رکھنا عام دنوں میں 30 روزے رکھنے کے برابر ہے اور ماہِ رمضان المبارک میں ایک روزہ رکھنا ماہِ حرام میں تیس روزے رکھنے کے برابر ہے۔[2]

﴿3﴾......جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو سرورِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بستر لپیٹ دیتے اور چادر کس لیتے۔[3]

﴿4﴾......جب آخری عشرہ آتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود بھی محنت و کوشش سے عبادت میں مصروف ہو جاتے اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی تندہی سے عبادت میں لگا دیتے یعنی خود بھی عبادت میں مصروف ہو کر خوب تھکتے اور انہیں بھی خوب تھکاتے۔[4]

﴿5﴾......ذی الحج کے دس دنوں سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عمل کرنا افضل اور محبوب ہو[5] کیونکہ اس کے ایک دن کا روزہ رکھنا سال بھر کے روزے رکھنے کے برابر ہے اور اس میں ایک رات قیام کرنا لیلۃُ القدر میں قیام کرنے کے برابر ہے۔عرض کی گئی: ''اور کیا راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی (اس سے افضل

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۷۸۹، ج ۱، ص ۴۸۴۔ ''بعدد . . . الی عام'' بدلہ ''کتب لہ عبادۃ سنتین''

[2] ......المعجم الصغیر، الحدیث: ۹۲۰، ج ۲، ص ۱۷ بدون ذکر الصیام رمضان

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتہاد فی......الخ، الحدیث: ۲۷۸۷، ص ۸۶۸ بتغیر قلیل

[4] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۸۲۸، ج ۳، ص ۳۵۴

[5] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۲۹۶، ج ۵، ص ۹۶

یا برابر) نہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی (اس سے افضل) نہیں سوائے اس شخص کے جو جان اور مال کے ساتھ نکلے لیکن کوئی شے واپس لے کر نہ لوٹے۔''[1] ایک روایت میں ہے کہ ''سوائے اس شخص کے جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالی جائیں اور اس کا خون بہایا جائے۔''

توفیق یا تذلیل

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے افضل اوقات میں افضل ترین اعمال کی توفیق دیتا ہے تاکہ اسے بہترین اجر وثواب عطا فرمائے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو اسے افضل اوقات میں بدترین اعمال کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ شعائر کی حُرمَت پامال کرنے اور حرام ٹھہرائی گئی اشیاء کی حرمت کا خیال نہ رکھنے کے باعث اس کی برائیوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا جائے۔

توفیق وذلت کی علامات

منقول ہے کہ توفیق کی تین علامات ہیں: (۱)......نیکی کے کاموں میں بلا ارادہ مشغول ہو جانا (۲)......گناہوں کی خواہش کے باوجود ان سے دوری کا پیدا ہونا اور (۳)......تنگی وآسانی کی حالت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی جانب محتاجی وضرورت کے دروازے کا کھلا ہوا ہونا۔[2] ذِلّت ورُسوائی کی بھی تین علامات ہیں: (۱)......نیکی کی خواہش کے باوجود اس پر عمل کا مشکل ہونا (۲)......خوفِ مَعْصِیَت کے باوجود اس پر عمل کا آسان ہونا (۳)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی جانب کھلنے والے اِحْتِیاج وفَقْر کے دروازے کا بند ہو جانا۔[3]

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم کے صدقہ ہر حالت میں بہترین توفیق کا سوال کرتے اور بری قضا وقدر سے پناہ مانگتے ہیں۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق، الحدیث: ۹۶۹، ص ۷٦
المعجم الاوسط، الحدیث: ٦۲۹٦، ج ۵، ص ۹٦

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی ان القدر خیرہ وشرہ من اللہ، الحدیث: ۱۹۲، ج ۱، ص ۲۱۵ بتغیر قلیل

[3] ......المرجع السابق

فصل 21

جُمُعَہ کا بیان

اس فصل میں نمازِ جمعہ، اس کی کیفیت وآداب اور روزِ جمعہ وشبِ جمعہ کے اَوراد و وَظائف کا تذکرہ ہوگا۔

جمعہ واجب ہونے کی صورتیں

نمازِ جمعہ بعض صورتوں میں واجب اور بعض میں واجب نہیں۔ واجب ہونے کی صورتیں یہ ہیں: مُقیم ہونا، تندرست ہونا، وقتِ ظہر ہونا اور 40 آزاد مردوں کا موجود ہونا۔ [1]

جمعہ واجب نہ ہونے کی صورتیں

نمازِ جمعہ واجب نہ ہونے کی صورتیں یہ ہیں: مُسافر ہونا......نمازِ عصر کا وَقت ہوجانا...... مذکورہ تعداد پوری نہ ہونا ......کوئی شرعی عذر پایا جانا۔

جمعہ حکمرانوں کے اعمال میں سے ہے اور اس کا قائم کرنا بھی انہی کا کام ہے مگر (صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب کسی بدمذہب بدعتی کے پیچھے نمازِ جمعہ ادا کرنا پڑ جائے تو اس کے بعد نمازِ ظہر بھی پڑھ لی جائے۔

جامع مسجد کا انتخاب

اگر بہت بڑے شہر میں دو۲ جامع مساجد ہوں تو نمازِ جمعہ اس مسجد کے امام کی اقتدا میں ادا کی جائے جو زیادہ افضل ہو۔ اگر فضیلت میں دونوں برابر ہوں تو جو مسجد زیادہ قدیم اور پرانی ہو وہاں ادا کی جائے، اگر دونوں ایک جیسی ہوں تو جو زیادہ قریب ہو وہاں نماز ادا کی جائے۔ ہاں اگر دور جانے میں علمی باتوں کے سننے یا علم سیکھنے سکھانے کی نیت ہو تو کوئی حرج نہیں اور سب سے بڑی جامع مسجد میں نماز ادا کی جائے کیونکہ جہاں مسلمان کثرت سے ہوں وہاں نماز ادا

---

[1] ......اَحْنَاف کے نزدیک جمعہ میں افراد کی تعداد امام کے علاوہ تین۳ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحَہ 769 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اگر تین۳ غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا ان پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہوجائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔

کرنا افضل ہے۔ جو شخص ان دونوں مَساجِد میں سے جس سے زیادہ مَحبَّت کرتا ہو وہاں نماز پڑھے تو اس کے اس طرح نماز پڑھنے سے (زیادہ) اجروثواب کی امید ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا جُرَیج رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عطاعَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الفَتَّاح سے عرض کی: ''جب کسی شہر میں دو یا تین مساجد ہوں تو میں نماز کہاں پڑھوں؟'' انہوں نے ارشاد فرمایا: ''وہاں نماز ادا کرو جہاں سب مسلمان جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ جمعہ ہے اور یہ ایسا دن ہے جس کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کو عظمتیں عطا فرمائیں، اسے مُزیَّن کیا اور مسلمانوں کو شرف وفضیلت سے نوازا۔''

اذانِ جُمُعہ کے بعد خرید وفروخت کی حرمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ (پ۲۸، الجمعۃ: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں حُکمِ اِمْتِناعی کے عام ہونے کی وجہ سے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی ایک جماعت کے نزدیک اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔[1] اور بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اگر خرید وفروخت کی تو فاسد ہو گی اور شے واپس کر دی جائے گی۔[2]

نمازِ جُمُعہ کے بعد تلاشِ فضل کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ، الحدیث: ۵۲۳۹، ج۳، ص۷۷

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1182 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد دوم صَفْحہ 723 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اذانِ جمعہ کے شروع سے ختمِ نماز تک بیع مکروہ تحریمی ہے اور اذان سے مراد پہلی اذان ہے کہ اسی وقت سعی واجب ہو جاتی ہے مگر وہ لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں مثلاً عورتیں یا مریض ان کی بیع میں کراہت نہیں۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ (پ۲۸، الجمعة:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس کا ذکر کریں، خرید وفروخت سے باز رہیں اور اس کا فضل تلاش کریں، اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے خیر وفلاح کا وعدہ فرمایا ہے۔ خیر اور فلاح دونوں ایسے الفاظ ہیں جو دنیا وآخرت کی نعمتوں کے جامع ہیں چنانچہ،

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی جمعہ کی فَرضِیَّت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر جمعہ اس دن میں اور اس جگہ فرض کیا ہے۔"[1]

جمعہ چھوڑ دینے کی وعیدیں

﴿1﴾......جو بغیر کسی عُذر کے (مسلسل) تین (نمازِ) جمعہ ترک کر دے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔"[2]

﴿2﴾......ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس نے اسلام کو پسِ پشت پھینک دیا۔[3]

﴿3﴾......ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک ایسے شخص کے متعلّق سوال کیا جو نمازِ جمعہ پڑھتا ہے نہ ہی نماز باجماعت میں موجود ہوتا ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنّمی ہے۔ وہ شخص لگاتار مہینہ بھر یہ سوال دُہراتا رہا لیکن ہر بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے یہی فرماتے کہ وہ جہنّمی ہے۔[4]

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب فی فرض الجمعة، الحديث: ۱۰۸۱، ص ۲۵۴۰

[2] ......المرجع السابق۔ باب فيمن ترك الجمعة من غير عذر، الحديث: ۱۱۲۶، ص ۲۵۴۲۔ المعجم الاوسط، الحديث: ۲۷۳، ج ۱، ص ۹۱

[3] ......المصنف لعبد الرزاق، كتاب الجمعة، باب من لم يشهد الجمعة، الحديث: ۵۱۸۳، ج ۳، ص ۲۹

مسند ابی يعلى الموصلى، مسند ابن عباس، الحديث: ۲۷۰۴، ج ۲، ص ۵۵۳

[4] ......جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء فيمن سمع النداء فلا يجيب، الحديث: ۲۱۸، ص ۱۶۵۸

المصنف لابن ابی شيبة، كتاب الصلاة، باب من قال اذا سمع المنادی فليجب، الحديث: ۱۴، ج ۱، ص ۳۸۱

پانچ قسم کے افراد پر جمعہ فرض نہیں

نمازِ جمعہ پانچ قسم کے افراد پر فرض نہیں[1] : بچے پر، غلام، عورت، مسافر اور مریض پر۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی نمازِ جمعہ ادا کرلے تو اس کے لئے جائز ہے اور وہ اپنے فرض کو ادا کرنے والا ہوگا۔[2]

جمعہ کے متعلق ﴿9﴾ احادیثِ مبارکہ

﴿1﴾……بے شک دونوں اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) کو یومِ جمعہ دیا گیا لیکن انہوں نے اس میں اختلاف کیا اور منہ پھیر لیا، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت سے اس کی جانب ہماری راہنمائی فرمائی اور اس اُمَّت کے لئے اسے ذخیرہ کر دیا، پھر اسے اس امت کے لئے عید بھی بنا دیا تو اس دن کی بَرَکت سے یہ امت سب لوگوں سے سَبْقَت لے گئی اور دونوں کتابوں والے (یعنی تورات وانجیل والے) ان کے تابع ہوگئے۔''[3]

﴿2﴾……اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحْبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس آئے، ان کی ہتھیلی میں ایک سفید وشَفَّاف شیشہ تھا اور عرض کی: یہ جُمُعہ ہے، اسے آپ کے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر فرض کیا ہے تاکہ یہ دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت کے لئے عید ہو۔ چنانچہ میں نے پوچھا کہ ''ہمارے لئے اس میں کیا (اجر وثواب) ہے؟'' بولے: ''اس میں ایک ساعت خیر کی ہے، جو شخص اس میں اپنی تقدیر میں لکھی ہوئی خیر وبھلائی مانگے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے یا تو وہی خیر وبھلائی عطا فرما دے گا یا پھر اس سے بہتر اس کے لئے ذخیرہ کر دے گا۔ یا اگر کوئی شخص اپنی تقدیر میں لکھی گئی کسی برائی سے پناہ مانگے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بھی بڑی آفت سے اسے پناہ عطا فرمائے گا، یہ دن ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور ہم اسے آخرت میں یَوْمُ الْمَزِیْد پکاریں گے۔'' میں نے پوچھا: ''کیوں؟'' تو بولے: ''آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

[1] ……دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 496 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نماز کے احکام'' صَفْحَہ 426 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: ''جن پر نماز فرض ہے مگر کسی شرعی عذر کے سبب جمعہ فرض نہیں، ان کو جمعہ کے روز ظہر معاف نہیں ہے وہ تو پڑھنی ہی ہوگی۔''

[2] ……المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۰۲، ج۱، ص۷۳

[3] ……سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۸۳، ص۲۵۴۰ مختصراً

کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ نے جنّت میں ایک وادی بنا رکھی ہے جو سفید مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے، جب جمعہ کا دن ہوگا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مقامِ علیین سے اپنی شان کے مطابق کرسی پر جلوہ افروز ہوگا۔'' پھر راوی نے ایک طویل حدیث ذکر کی جس میں ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جنّتیوں پر تجلّی فرمائے گا یہاں تک کہ وہ دیدارِ باری تعالیٰ سے مُشرَّف ہوں گے۔'' [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے اس طویل حدیثِ پاک کو **مسند الالف** میں مکمل طور پر ذکر کیا ہے۔

{3}...... بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا گیا، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی روز انہیں زمین پر اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں یہ دن ''**یوم المزید**'' ہے، آسمان میں فرشتے اس دن کو اسی نام سے جانتے ہیں اور روزِ قیامت دیدارِ باری تعالیٰ کا دن بھی یہی ہوگا۔ [2]

{4}...... ہر جاندار جمعہ کے دن اپنی ساق یعنی پنڈلی پر کھڑے ہو کر (صُور پھونکے جانے کی آواز سننے کے لیے) کان لگائے ہوتا ہے کہیں (آج ہی) قیامت قائم نہ ہو جائے سوائے شیطانوں اور انسانوں کے۔ [3]

{5}...... جمعہ کے دن پرندے اور دوسرے حشرات وغیرہ ایک دوسرے سے مل کر کہتے ہیں: ''**سَلَامٌ سَلَامٌ یَوْمٌ صَالِحٌ**'' یعنی نیک بخت دن سلامتی وحفاظت والا ہے۔ [4]

{6}...... بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر جمعہ کو چھ لاکھ جہنّمیوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے۔ [5]

{7}...... اگر جمعہ کا دن سلامتی کے ساتھ گزرے تو باقی دن بھی سلامتی کے ساتھ گزرتے ہیں۔ [6]

{8}...... حضرت سیِّدُنا کعب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق کی ہر جنس میں سے ایک کو

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۰۸۴، ج ۱، ص ۵۶۶۔والحدیث: ۶۷۱۷، ج ۵، ص ۹۹

[2] ......سنن النسائی، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الساعۃ التی یستجاب......الخ، الحدیث: ۱۴۳۱، ص ۲۱۸۱ دون ذکر یوم المزید

[3] ......المرجع السابق۔دون ذکر الشیاطین

[4] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، مطرف بن الشخیر، الحدیث: ۲۵، ج ۸، ص ۲۴۷ بدون ''الھوام''

[5] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۳۱ ازور بن غالب، ج ۲، ص ۱۲۳

[6] ......المرجع السابق، الرقم ۱۴۲۵ عبدالعزیز بن ابان، ج ۶، ص ۵۰۴

بقیہ پر فضیلت بخشی ہے۔ چنانچہ شہروں میں سے مکہ مکرمہ زَادَھَااللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کو، مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور دنوں میں سے جمعہ کو فضیلت بخشی۔'' [1]

﴿9﴾...... بیشک ہر زوال سے پہلے سورج کے آسمان پر ٹھہرنے کے وقت جَہَنَّم کو خوب بھڑکایا جاتا ہے، لہٰذا اس وقت نماز نہ پڑھو، البتہ جمعہ کے دن پڑھ سکتے ہو [2] کیونکہ یہ تمام وقت نماز کا ہے اور اس دن جہنم کو بھی نہیں بھڑکایا جاتا۔ [3]

نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت

جمعہ کے دن بندے کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ وہ پہلی ساعت میں جامع مسجد جائے، اگر ایسا نہ کر سکے تو دوسری ساعت میں چلا جائے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو تیسری ساعت میں چلا جائے۔ چنانچہ،

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مشکبار ہے: ''جو نمازِ جمعہ کے لئے پہلی ساعت میں جائے گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی، جو دوسری ساعت میں جائے گویا اس نے گائے قربان کی، جو تیسری ساعت میں جائے گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی، جو چوتھی ساعت میں جائے گویا اس نے ایک مرغی قربان کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے گویا اس نے ایک انڈا ہدیہ کیا، پس جب امام باہر نکلے تو اعمال کے صحیفے (یعنی رجسٹر) لپیٹ دیئے جاتے ہیں اور قلمیں اٹھا دی جاتی ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر سننے لگتے ہیں، جو اس کے

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۲، ص ۲۱۹۔ بدون مکۃ۔ وعن انس مفھوماً

الثقات لابن حبان، السیرۃ النبویۃ، الاستخلاف علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۲۱۵ عن قول الزبیر مفھوماً

[2] ......مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مُنْقَطَع اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے اور مَذْہَبِ اَحْنَاف بہت قوی ہے کہ جمعہ کے دن بھی دوپہری میں نماز ناجائز ہے اور جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں پڑھ سکتے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۶۵) کیونکہ زوال کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''ہمیں سورج کے طُلُوع وغُروب اور نصف النہار کے اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا۔'' (مسند ابی یعلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۹۵۱، ج ۴، ص ۳۱۱) اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ صُنَابِحی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت میں ہے: ''آفتاب شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع کرتا ہے، جب بلند ہو جاتا ہے، تو جدا ہو جاتا ہے پھر جب سر کی سیدھ پر آتا ہے، تو شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈھل جاتا ہے تو ہٹ جاتا ہے پھر جب غروب ہونا چاہتا ہے شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈوب جاتا ہے جُدا ہو جاتا ہے، تو ان تینوں وقتوں میں نماز نہ پڑھو۔'' (کنز العمال، کتاب الصلاۃ الاوقات المکروھۃ، الحدیث: ۱۹۵۸۵، ج ۷، ص ۱۷۱)

[3] ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ یوم الجمعۃ......الخ، الحدیث: ۵۶۸۸، ج ۳، ص ۲۷۴

بعد آیا گویا کہ وہ فرض نماز ادا کرنے آیا ہے اوراس کے لئے کوئی فضیلت والی شے نہیں۔''[1]

یومِ جمعہ کی مختلف ساعتیں

پہلی ساعت: نمازِ فجر کے بعد (طُلُوعِ آفتاب تک) کا وقت......**دوسری ساعت:** (طلوعِ آفتاب کے بعد) سورج کے کچھ بُلَنْد ہو جانے کا وقت......**تیسری ساعت:** سورج کے خوب روشن ہو جانے کا وقت یعنی چاشتِ اعلیٰ کا وقت کہ جب پاؤں سورج کی گرمی وتپش سے جلنے لگتے ہیں......**چوتھی ساعت:** سورج کے زوال سے پہلے کا وقت......اور **پانچویں ساعت:** جب سورج زوال پذیر ہو یا ٹھیک سر کے اوپر ہو۔

چوتھی اور پانچویں ساعت جلدی آنے کے لئے مستحب نہیں ہے اور پانچویں ساعت کے بعد تو کوئی فضیلت ہی نہیں کیونکہ اس کے آخری وقت میں امام نماز کے لئے نکل آتا ہے اوراب سوائے فرض کی ادائیگی کے کوئی فضیلت باقی نہیں رہی۔

''المسجد'' کے چھ حروف کی نسبت سے جامع مسجد جانے کے متعلق چھ احادیثِ مبارکہ

﴿1﴾......**منقول** ہے کہ دیدارِ باری تعالیٰ کے وقت لوگوں کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنے کا اعتبار ان کے نمازِ جمعہ کی خاطر جلد جامع مَسْجِد جانے سے ہوگا۔

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جمعہ کے دن صُبْح سویرے جامع مسجد میں داخل ہوئے تو تین۳ افراد کو دیکھا کہ وہ جلد آنے میں ان سے بھی سَبْقَت لے گئے ہیں تو انہیں دکھ ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ تو چار۴ میں سے چوتھا ہے۔ حالانکہ چوتھا آدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب سے بعید (دور) نہیں ہوتا۔[2] نیز ان کا یہ کہنا اس یقین کی وجہ سے تھا جو انہیں حدیثِ پاک کے مشاہدہ سے حاصل تھا۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الجمعۃ، الحدیث: ۸۸۱، ص ۶۹ مختصراً

صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل التھجیر یوم الحدیث، الحدیث: ۱۹۸۴، ص ۸۱۲ مختصراً

سنن ابنِ ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی التھجیر الی الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۹۲، ص ۲۵۴۱ مختصراً

صحیح ابنِ خزیمۃ، کتاب الجمعۃ، باب ذکر دعاء الملائکۃ للمتخلفین......الخ، الحدیث: ۱۷۷۱، ج ۳، ص ۱۳۴ مختصراً

[2] ......سنن ابنِ ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی التھجیر الی الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۹۴، ص ۲۵۴۱

﴿3﴾......فِرِشتے ایک شخص کو تلاش کرتے ہیں جب وہ اسے جمعہ کے دن اپنے وقت سے مُؤَخر پاتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ''فلاں نے کیا کیا؟ اور کس وجہ سے اسے دیر ہوگئی۔'' پھر وہ کہتے ہیں: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر محتاجی کی وجہ سے اسے تاخیر ہوگئی ہے تو اسے غنی کردے اور اگر بیماری کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے تو اسے شِفا عطا فرما اور اگر کوئی دوسری مَشْغُولِیّت ہے تو اسے اپنی عبادت کے لئے فارغ کردے اور (اگر یہ تاخیر) محض کھیل کود کی وجہ سے ہے تو اس کے دل کو اپنی اطاعت کی طرف متوجہ کردے۔'' [1]

﴿4﴾......تین کام ایسے ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کی فضیلت معلوم ہوجائے تو وہ اس کی تلاش میں اونٹوں کی طرح دوڑ پڑیں: اذان، پہلی صف اور نمازِ جمعہ کے لئے صبح سویرے جانا۔ [2]

امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل اس حدیثِ پاک کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان تینوں کاموں میں سب سے زیادہ فضیلت والا کام صُبح سویرے جمعہ کے لئے جانا ہے۔

﴿5﴾...... جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فِرِشتے [3] مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے رجسٹر اور سونے کی قلمیں ہوتی ہیں، وہ بالترتیب پہلے آنے والے لوگوں کے نام ان کے مَراتب کے اعتبار سے لکھتے ہیں۔ [4]

﴿6﴾......آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنے سے مَنْع فرمایا [5]، سوائے اس

---

[1] ......المصنف لعبدالرزاق، کتاب الجمعة، باب عظم یوم الجمعة، الحدیث: ۵۵۸۱، ج۳، ص۱۴۰ مختصراً

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاستفهام فی الاذان، الحدیث: ۶۱۵، ص۵۰۔ بدون الغدو الی الجمعة

[3] ......مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مسجد کے دروازے پر بیٹھنے والے فرشتوں کے متعلّق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں، بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طُلُوعِ فجر سے کھڑے ہوتے ہیں بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں خیال رہے کہ اگر اولاً سَتّو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اوّل ہیں یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آجائے اسے مکہ معظّمہ اونٹ کی ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۳۳۵)

[4] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب استماع الی الخطبة، الحدیث: ۹۲۹، ص۷۳ مختصراً
الکشاف، پ۲۸، الجمعة، تحت الایة ۹، ج۴، ص۵۳۳

[5] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلاة، الحدیث: ۱۰۷۹، ص۱۳۰۳

شخص کے جو عالِم باللہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَیّام کا ذکر کرتا ہو اور اس کے دین کی باتیں سمجھتا ہو، جو صُبح کے وقت سے لے کر نمازِ جُمُعہ تک جامع مسجد میں بیٹھا دین کی باتیں کرتا رہے وہ نمازِ جمعہ کی جانب جلد آنے اور علم کی باتیں سننے جیسے دونوں امور کو جمع کرنے والا ہے۔

جمعہ کے دن غسل

بلاضرورت جمعہ کے دن غُسل ترک نہ کرے کیونکہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک غسلِ جمعہ فرض ہے۔[1] اور گھر میں غسل کرنا افضل ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیٔ پاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جمعہ کا غُسل ہر بالغ پر واجب (یعنی سُنَّت) ہے۔''[2] اور حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے مروی ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ ''جو جمعہ کو آئے اسے چاہئے کہ غسل کرلیا کرے۔''[3]

اہلِ مدینہ کا اندازِ ناراضی

اہلِ مدینہ کبھی کسی سے ناراض ہوتے تو اسے صرف یہ کہا کرتے کہ تو اس شخص سے بھی برا ہے جو جُمُعہ کے دن غُسل نہیں کرتا۔[4]

---

[1] ......حضرت علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: نمازِ جمعہ کے لئے غسل کرنا سننِ زوائد سے ہے، اس کے ترک پر عتاب (یعنی ملامت) نہیں۔ (درمختار مع رد المحتار، ج ۱، ص ۳۰۸) دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 496 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نماز کے احکام'' صَفحہ 426 تا 427 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه فرماتے ہیں: مفسرِ شہیر، حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْحَنَّان فرماتے ہیں، بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ غسلِ جمعہ نماز کے لئے مسنون ہے نہ کہ جمعہ کے دن کے لئے۔ جن پر جمعہ کی نماز نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت نہیں، بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل نمازِ جمعہ سے قریب کرو حتی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو مگر حق یہ ہے کہ غسل جمعہ کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ (مراۃ، ج ۲، ص ۳۳۴) معلوم ہوا عورت اور مسافر وغیرہ جن پر جمعہ واجب نہیں ہے ان کے لئے غسلِ جمعہ بھی سنت نہیں۔

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعة باب فضل الغسل یوم الجمعة......الخ، الحدیث: ۸۷۹، ص ۶۹

[3] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب ما جاء فی الغسل یوم الجمعة، الحدیث: ۱۰۸۸، ص ۲۵۴۰

[4] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة، الحدیث: ۱۲، ج ۲، ص ۵ مفهوماً

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خطبہ دے رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا یہ آنے کا وَقْت ہے؟'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرْض کی: ''اذان سننے کے بعد میں نے صرف وُضُو کیا اور چلا آیا۔'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''کیا صرف وُضُو؟ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں غُسْل کا حکم دیا کرتے تھے۔'' [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غُسْل نہ کرنے اور صرف وُضُو کرنے سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے، اس کی تائید سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے بھی ہوتی ہے: ''جو جمعہ کے دن وُضُو کرے تو بھی ٹھیک ہے اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔'' [2]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مروی ہے کہ ہمیں گرمیوں میں جمعہ کے دن غُسْل کرنے کا حکم دیا گیا لیکن جب موسمِ سرما آیا تو جو چاہتا غسل کرتا اور جو چاہتا نہ کرتا۔ [3]

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مردوں اور عورتوں میں سے جو بھی نمازِ جمعہ پڑھنے آئے اسے چاہئے کہ غسل کر لے۔'' [4]

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ عورتیں جب جمعہ کو مسجد میں حاضِر ہوں تو غُسْل کر لیا کریں۔ [5]

جو شخص جُمُعہ کے دن غسلِ جَنابَت کرے اس کے لئے یہ جمعہ کا بھی غسل ہوگا بشرطیکہ وہ اسی میں غسلِ جمعہ کی بھی

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ......الخ، الحدیث: ۸۷۸، ص ۶۹ مفھوماً

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء فی الوضوء یوم الجمعۃ، الحدیث: ۴۹۷، ص ۱۶۹۳

[3] ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الطھارۃ، باب الدلالۃ علی ان الغسل یوم الجمعۃ سنۃ اختیار، الحدیث: ۱۴۱۵، ج ۱، ص ۴۴۳

[4] ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الجمعۃ، باب السنۃ لمن اراد الجمعۃ ان یغتسل، الحدیث: ۵۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۷

[5] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الجمعۃ، باب فی النساء یغتسلن یوم الجمعۃ، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۹ قول ابن عمر

نِیَّت کرلے، غسلِ جنابت میں جمعہ کی نیت کا ہونا ضروری ہے کہ یہی افضل ہے اور جمعہ کا غسل غسلِ جَنابَت میں ہی شامل ہوگا، یعنی جب غسلِ جنابت کے بعد جمعہ کے لئے دوبارہ جسم پر پانی بہائے تو یہ افضل ہے۔

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جمعہ کے دن اپنے بیٹے کے پاس گئے، وہ غسل کررہا تھا تو اس سے پوچھا: ''کیا یہ جمعہ کا غسل ہے؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں بلکہ یہ غسلِ جنابت ہے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''دوبارہ غسل کرو کیونکہ میں نے حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ''ہر مسلمان پر جمعہ کے دن غسل کرنا لازم (یعنی سنت) ہے۔'' [1]

جو غسلِ جمعہ طلوعِ فجر کے بعد کرلے تو یہ بھی کافی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جامع مسجد جاتے وقت غسل کیا جائے اور مزید پسندیدہ بات یہ ہے کہ غسل کے بعد نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے تک نئے سرے سے وُضُو نہ کیا جائے کہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اسے ناپسند کیا ہے۔ صبح سویرے جامع مسجد چلا جائے اور وقت کے طویل ہونے کی وجہ سے اگر کسی سَبَب سے بے وُضُو ہو جائے تو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں وہ اب بھی غسلِ جمعہ پر ہی ہے۔

جمعہ کے دن مستحب امور

(۱) مِسْواک کرنا اور (۲) اچھے کپڑے پہننا مُسْتَحَب ہے، لیکن لباسِ شُہْرَت سے اِجْتِناب کرے اور افضل یہ ہے کہ سفید لباس زیبِ تن کرے یا پھر دو یَمَنی چادریں اوڑھے، جمعہ کے دن کالا لباس پہننا نہ تو سُنَّت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی فضیلت ہے کہ ایسا لباس پہننے والے کو لوگ دیکھتے رہتے ہیں (۳) مونچھیں چھوٹی کرنا بھی مُسْتَحَب ہے کہ ان کی فضیلت صاحبِ جُود و نَوال، رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فعل اور حکم سے ثابت ہے اور (۴) ناخُن کاٹنا بھی مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دوسرے کئی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے مروی ہے کہ ''جو جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے ہر قسم کی بیماری نکال دیتا ہے اور ان میں شفا داخل فرمادیتا ہے۔'' [2]

---

[1] ...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب الرجل یغتسل للجنابة یوم الجمعة، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۰۰

[2] ...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب فی تنقیة الاظفار وغیرها یوم الجمعة، الحدیث: ۲، ج ۲، ص ۶۵

(۵) ایسی عُمدہ خُوشبولگانا بھی مُستَحَب ہے جس کی بُو ظاہِر اور رنگ مَخْفی ہو کیونکہ مَردوں کے لئے ایسی ہی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور عورتوں کے لئے عمدہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو مخفی ہو۔

(۶) جمعہ کے دن عمامہ پہننا بھی مستحب ہے، جیسا کہ مروی ہے کہ ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فِرِشْتے جمعہ کے دن عمامے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔'' [1]

اگر کسی کو گرمی ستائے تو نماز سے پہلے اور بعد میں عمامہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جب گھر سے نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد کی طرف جا رہا ہو تو اس کے سر پر عمامہ بندھا ہو، جب نماز پڑھے تو بھی عمامہ پہنے ہوئے ہوتا کہ عمامہ کی فضیلت حاصل ہو سکے۔ اگر اسے اتار دیا تھا تو امام کے مِنْبَر پر چڑھنے کے وقت دوبارہ پہن لے، پھر اسے پہننے کی حالت میں نماز ادا کرے، ہاں اگر نماز کے بعد چاہے تو اتار دے۔

جامع مسجد جانے کے آداب

چاہئے کہ جب کوئی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِری کے لئے گھر سے نکلے تو ❁ خُشُوع وخُضُوع سے نکلے ❁ پُرسکون و پُروَقار ہو ❁ عجز و انکسار کا پیکر ہو اور ❁ کَثْرت سے اِسْتِغْفار اور دُعا میں مشغول ہو۔

''اَلْجُمُعَة'' کے 6 حروف کی نسبت سے نمازِ جمعہ کی چھ نیتیں

نمازِ جمعہ کے لیے گھر سے نکلتے ہوئے یہ چھ نیتیں کرلیں:

(۱)......پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے گھر کی زِیارت کروں گا۔

(۲)......فرض ادا کروں گا۔

(۳)......واپس لوٹنے تک مسجد میں اعتکاف کے ذریعے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کروں گا۔

(۴)......اعضاء و جوارح کو لَہْو و لَعِب اور دوسرے لَغْو کاموں سے بچاؤں گا۔

(۵)......پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مشغول ہو کر بقیہ مشاغل سے بچوں گا۔

(۶)......عِبادت کی بجا آوری میں دنیاوی لَذَّتوں اور آرام و سُکون کو ترک کردوں گا۔

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۸۰ ایوب بن مدرک الحنفی، ج ۲، ص ۵

جُمعہ کے دن اوقات کی تقسیم

جمعہ کے دن لگاتار عبادت میں مَصروف رہے، یعنی دن کی ابتدا سے لے کر نماز تک نوافل وغیرہ پڑھتا رہے اور دن کے درمیانی حصے میں نمازِ عَصر تک عِلْم کی سماعت اور مجالسِ ذِکْر میں مشغول رہے اور دن کے آخری حصّے میں نمازِ مغرب تک تَسْبِیح واِسْتِغْفار میں مصروف رہے۔ عُلَمائے مُتَقَدِّمِین نے یومِ جمعہ کے اسی طرح تین۳ حصّے بنا رکھے تھے۔

جمعہ کے دن روزہ رکھنا

اگر جمعہ کے دن روزہ رکھ سکتا ہو تو اچھا ہے لیکن جمعرات یا ہفتہ کے دن کا روزہ بھی ساتھ ملا لے، صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور جو روزہ نہ رکھے اگرچہ صلاحیت ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس دن (اپنی بیوی سے) جماع کرلے کہ اس کی بھی فضیلت مروی ہے اور بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِين ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو جمعہ کے دن غسل کرے اور (بیوی کو) غسل کرائے [1] بہت جلدی جا کر امام کے قریب بیٹھے اور کوئی لَغْو کام نہ کرے تو اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور رات کے قیام کا ثواب ہے۔'' [2] اور ایک روایت میں ہے کہ ''جو امام کے قریب بیٹھے اور اس کی باتیں سنے تو اس کا یہ عمل اس کے لئے دو۲ جمعوں کے درمیانی اعمال کا کفّارہ ہوگا اور تین۳ دن مزید کا۔'' [3]

ایک روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں: ''اس کی دوسرے جمعہ تک مَغْفِرت فرما دی جائے گی۔'' اور بعض روایات میں یہ شرط مذکور ہے کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ [4]

---

[1] ......مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الامّت مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْحَنَّان مرآۃ المناجیح، ج2، ص337 پر ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے بیوی سے صُحبت کرے تاکہ وہ بھی نہائے اور یہ بھی نہائے اور جمعہ کے وقت دل میں سکون رہے، نگاہیں نیچی رہیں، بعض نے فرمایا ان دو لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے دھوئے اور خود نہائے بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ خطمی وغیرہ سے سر دھوئے اور نہائے۔

[2] ......سنن النسائی، کتاب الجمعۃ، باب فضل غسل یوم الجمعۃ، الحدیث: ۱۳۸۲، ص ۲۱۷۸

[3] ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل للجمعۃ، الحدیث: ۳۴۳/۳۴۵، ص ۱۲۴۹

[4] ......سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک، الحدیث: ۱۰۹۰، ص ۲۵۴۰

سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل للجمعۃ، الحدیث: ۳۴۷، ص ۱۲۴۹

لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کا حکم

لوگوں کی گردنیں پھلانگنے سے بچے کہ یہ حد درجہ مکروہ ہے اور اس کے مُتعلّق سخت وعید مروی ہے کہ ''جس نے ایسا کیا اسے قیامت کے دن جہنّم پر پُل بنا دیا جائے گا اور لوگ اس پر پیدل چلیں گے۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابن جریج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک مُرسَل حدیثِ پاک منقول ہے کہ مَخزنِ جُود وسخاوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کے دن خُطْبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شَخْص کو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ وہ آگے آ کر بیٹھ گیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ جمعہ ادا فرما کر اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! تجھے آج ہمارے ساتھ جمع ہونے سے کس چیز نے مَنْع فرمایا؟'' اس نے عَرْض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں تو آپ کے ساتھ ہی تھا۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا میں نے تجھے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔''[2] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تجھے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس شے نے مَنْع کیا؟'' تو اس نے عرض کی: ''**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ نے مجھے نہیں دیکھا؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تجھے دیکھا کہ تو نے دیر کی اور تکلیف پہنچائی۔''[3] یعنی تاخیر سے مسجد آیا اور پہلے سے موجود لوگوں کو تکلیف پہنچائی۔

جمعہ کے دن قِصاص نہ لیا جائے کہ یہ مکروہ ہے اور نہ ہی نماز سے قَبْل حلقہ بنا کر بیٹھا جائے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز سے قبل جمعہ کے دن حلقہ بنا کر بیٹھنے سے مَنْع فرمایا۔[4] مگر ﴿۱﴾...... جو **عالِم باللہ** ہو ﴿۲﴾...... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایام کا ذکر کرتا ہو اور ﴿۳﴾...... اس کے دین کی باتیں سمجھاتا ہو اس کے لئے حلقہ بنانے میں کوئی حَرَج نہیں۔ پس جو

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی کراھیة التخطی یوم الجمعة، الحدیث: ۵۱۳، ص ۱۶۹۵

[2] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب فی تخطی رقاب الناس یوم الجمعة، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۵۲ بتغیر قلیل

[3] ......المرجع السابق

[4] ......سنن ابی داود، باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلاة، الحدیث: ۱۰۷۹، ص ۱۳۰۳

صُبح کے وَقْت سے لے کر نمازِ جمعہ تک جامع مسجد میں بیٹھا دین کی باتیں کرتا رہے تو وہ نمازِ جمعہ کی جانب جلد آنے اور علم کی باتیں سننے جیسے دونوں اُمُور کو جمع کرنے والا ہے۔

قبولیت کی گھڑی

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندوں کو ان کے رِزْق کے علاوہ ایک خاص رزق اس وقت عطا فرماتا ہے جب ان میں سے کوئی شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ اس خاص فضل کا سوال کرے۔

مروی ہے کہ نبیوں کے تاجور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے جو کسی مسلم بندے کو حاصل ہو جائے اور وہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی مانگے وہ اسے عطا فرماتا ہے۔'' [1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''وہ کسی بندے کے موافق ہو جائے اور وہ اس میں نماز پڑھے۔'' [2]

اس ساعت میں اختلاف ہے اور اس بارے میں مُخْتَلِف اقوال مروی ہیں:

(۱)...... یہ طُلُوعِ آفتاب کا وقت ہے۔ (۲)...... یہ وہ وقت ہے جب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ [3]

(۳)...... زوال کا وقت ہے۔ [4] (۴)...... یہ اذان کی ساعت ہے۔ [5]

(۵)...... یہ وہ ساعت ہے جب امام منبر پر جا کر خُطْبہ شروع کر دیتا ہے۔ [6]

(۶)...... نمازِ عَصْر کے بعد سے لے کر آخر وقت تک۔ [7]

(۷)...... غُروبِ آفتاب کا وقت کہ جب سورج جھک جاتا ہے۔ [8]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، الحدیث: ۹۳۵، ص ۷۳

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، الحدیث: ۱۰۴۶، ص ۱۳۰۰

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاة ومهماتها، ج ۱، ص ۲۵۱

[4] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجمعة، باب الساعة فی یوم الجمعة، الحدیث: ۵۵۹۳، ج ۳، ص ۱۴۳

[5] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب الساعة التی ترجی یوم الجمعة، الحدیث: ۱۲، ج ۲، ص ۵۲

[6] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب الاجابة ایة ساعة هی فی یوم الجمعة، الحدیث: ۱۰۴۹، ص ۱۳۰۱ مفهوماً

[7] ......المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۴۸ مفهوماً

[8] ......جامع الترمذی، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة، الحدیث: ۴۸۹، ص ۱۲۹۲

حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃُ الزَّہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس ساعت کا خاص طور پر خیال رکھا کرتیں اور اپنی خادِمہ سے ارشاد فرماتیں کہ وہ سورج کی طرف دیکھتی رہے اور اس کے جھکنے کی اطلاع دے۔ پس وہ دُعا واِسْتِغْفار میں مَصْروف ہو جاتیں یہاں تک کہ سورج غُروب ہو جاتا۔ آپ فرمایا کرتیں کہ یہی وہ ساعت ہے جس کا اِنتظار کیا جاتا ہے اور اس قول کو اپنے والدِ محترم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نقل فرماتیں۔ [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اس ساعت کے متعلق جو مختلف اقوال مروی ہیں وہ ہم نے اِخْتِصار سے ذکر کر دیئے ہیں، پس ان تمام اوقات کو غنیمت جاننا چاہیے اور ان میں دعا اور نماز وغیرہ جو بھی ممکن ہو بجالانا چاہیے۔ [2]

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے منقول ہے کہ مَقْبولیَّت کی یہ ساعت تمام اَیّام میں پوشیدہ ہے جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا گویا کہ یہ ماہِ رمضان المبارک میں پوشیدہ شبِ قدر یا صلوٰۃُ الوسطٰی کی مِثْل ہے۔ [3]

ایک قول ہے کہ یہ ساعت جمعہ کے دن بدلتی رہتی ہے جیسا کہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ شبِ قدر پورے مہینے میں بدلتی رہتی ہے تا کہ بندہ اس دن مکمل طور پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا طالِب رہے اور خُشُوع وخُضُوع اور عجز وانکساری سے اس کی جانب مُتَوَجِّہ رہے۔ [4]

پس جو بندہ سارا دن مختلف اوراد و وظائف میں مصروف رہے اور ہر گھڑی و ساعت کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکْر سے معمور رکھے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے اس ساعت کو یقیناً پالیتا ہے، اگر تمام اوقات میں لگاتار اور مُسَلْسَل ذِکْر نہ کر سکے تو مختلف جمعوں میں بِالتَّرتیب ہر اگلے جمعہ کو اگلی ساعت میں ذکر کرلیا کرے اور اس طرح بھی یقیناً تمام اوقات میں اس

---

[1] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوات، فضل الجمعة، الحدیث: ۲۹۷۷، ج۳، ص۹۳

[2] ......ساعتِ جمعہ کے بارے میں اگرچہ اَقوالِ علما چالیس سے زائد ہیں مگر وہ قول جسے اَکابِر محققین علما اور کثیر ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اختیار فرمایا دو ہیں: (۱) ساعتِ اَخیرہ یعنی غروبِ آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ (۲) جب امام منبر پر بیٹھے اس وقت سے فرضِ جمعہ کے سلام تک ساعتِ مَوْعُودَہ ہے۔ (یعنی یہ وہ ساعت ہے جس میں دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے) (ماخوذ از فضائلِ دعا، ص۱۱۶، ۱۱۷)

[3] ......عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، تحت الحدیث: ۹۳۵، ج۵، ص۱۱۷

[4] ......المرجع السابق

کا ذکر کرنا واقع ہو جائے گا۔

دُواوقات میں خاص طور پر دُعا اور گریہ وزاری کی کثرت کیا کرے یعنی امام کے منبر پر چڑھتے وقت یہاں تک کہ نماز شروع ہو جائے اور دوسرے غُروبِ آفتاب کے آخری لمحات کے وقت۔ یہ جمعہ کے افضل ترین اوقات ہیں اور دل میں اس بات کا یقین رکھے کہ انہی دُواوقات میں سے کسی ایک وقت میں مقبولیت کی وہ ساعت موجود ہے۔

حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحْبَار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اور حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپس میں ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت سیِّدُنا کَعْب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس ساعت کے متعلق فرمایا کہ یہ جمعہ کے دن آخری ساعت ہے اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہ آخری ساعت کیونکر ہوسکتی ہے؟ حالانکہ میں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا ہے کہ وہ ساعت ایسے بندے کے مُوافق ہوتی ہے جو نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز کا وقت نہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا کہ کیا سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: ''جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔'' تو وہ بولے: ''ہاں یہ تو فرمایا ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا کعب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ ''یہی تو نماز ہے۔'' پس حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہو گئے، گویا کہ انہوں نے ان کی بات سے اِتّفاق کر لیا۔[1]

فضائل درودِ پاک

روزِ جمعہ اور شبِ جمعہ دُرُودِ پاک کی کثرت کی جائے اور اس کثرت کی کم از کم تعداد 300 مرتبہ ہے۔

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس نے جمعہ کے دن مجھ پر 80 مرتبہ دُرُود بھیجا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے 80 سال کے گناہ بخش دے گا۔'' عرض کی گئی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر دُرُود شریف کیسے پڑھیں؟'' ارشاد فرمایا: ''یوں پڑھو: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ﴾[2] اور اس کو ایک شُمار کرو۔''[3]

---

[1] ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التی یستجاب فیها الدعاء یوم الجمعة، الحدیث: ۱۴۳۱، ص ۲۱۸۱ کعب الاحبار بدله عبدالله بن سلام

[2] ......ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے خاص بندے اور اپنے نبی اور اپنے رسول امی نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج۔

[3] ......تاریخ بغداد، الرقم ۷۳۲۶ وهب بن داود، ج ۱۳، ص ۴۶۴

شفاعت واجب ہوگئی

یہ درودِ پاک پڑھیں: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَآءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَآءً وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَاھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ اَفْضَلَ مَاجَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل پر ایسا درود بھیج جو تیری رضا کا باعث اور سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حق کی ادائیگی کا سبب ہو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وہ مقامِ محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا فرما جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شایانِ شان ہے اور اس سے افضل بدلہ عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو ان کی اُمَّت کی طرف سے عطا فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے تمام بھائیوں یعنی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صالحین پر رحمت فرما، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

سات مرتبہ مذکورہ درود پاک پڑھے، اس کی بڑی فضیلت مروی ہے۔ چنانچہ،

مَنقول ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک اس طرح پڑھے کہ ہر جمعہ میں سات بار پڑھے اس کے لئے شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت واجب ہوگئی۔

اگر اس میں مزید اضافہ کرنا چاہے تو یہ درودِ پاک بھی ساتھ ملا لے: ﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فَضَآئِلَ صَلَوَاتِکَ وَشَرَآئِفَ زَکَوَاتِکَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَرَاْفَتِکَ وَرَحْمَتِکَ وَتَحِیَّتَکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَآئِدِ الْخَیْرِ وَفَاتِحِ الْبِرِّ وَنَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَسَیِّدِ الْاُمَّۃِ۔ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تُزْلِفُ بِہٖ قُرْبَہٗ وَتُقِرُّ بِہٖ عَیْنَہٗ یَغْبِطُہٗ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ﴾[2] ﴿اَللّٰھُمَّ اَعْطِہِ الْفَضْلَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالشَّرَفَ وَالْوَسِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالْمَنْزِلَۃَ الشَّامِخَۃَ الْمُنِیْفَۃَ. اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا سُؤْلَہٗ وَبَلِّغْہُ مَاْمُوْلَہٗ وَاجْعَلْہُ اَوَّلَ شَافِعٍ وَّاَوَّلَ مُشَفَّعٍ. اَللّٰھُمَّ عَظِّمْ بُرْھَانَہٗ وَثَقِّلْ مِیْزَانَہٗ

---

[1] ......دلائل الخیرات، الحزب الرابع فی یوم الخمیس، ص ۷٦

[2] ......سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۹۰٦، ص ۲۵۳۰ مختصراً وملتقطاً

وَاَبۡلِجۡ حُجَّتَہٗ وَارۡفَعۡ فِيۡ اَعۡلَى الۡمُقَرَّبِيۡنَ دَرَجَتَہٗ. اَللّٰھُمَّ احۡشُرۡنَا فِيۡ زُمۡرَتِہٖ وَاجۡعَلۡنَا مِنۡ اَھۡلِ شَفَاعَتِہٖ وَاَحۡيِنَا عَلٰى سُنَّتِہٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِہٖ وَاَوۡرِدۡنَا حَوۡضَہٗ وَاسۡقِنَا بِكَاۡسِہٖ غَيۡرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيۡنَ وَلَاشَآكِّيۡنَ وَلَا مُبَدِّلِيۡنَ وَلَا فَتَّانِيۡنَ وَلَا مَفۡتُوۡنِيۡنَ. اٰمِيۡنَ. رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾[1]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنی رحمت کی فضیلتیں، اپنی پاکیزگی وطہارت کی شرافت، اپنی برکات، بخشش اور رحمت وسلامتی میں زیادتی فرما حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جو تمام رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام، آخری نبی اور تمام جہانوں کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے رسول، بھلائی کی طرف لے جانے والے، نیکی کے دروازے کو کھولنے والے، رحمت والے نبی اور امت کے سردار ہیں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ان کو مقامِ محمود پر فائز فرما اور ان کے قُرب کو مزید قریب کر دے، اس کے سبب ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے کہ ان پر پہلے اور پچھلے رشک کریں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فضل، فضیلت، بزرگی، وسیلہ، بلند درجہ اور بلند مرتبہ عطا فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوال کو پورا فرما، انہیں ان کی امید تک پہنچا، انہیں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنا۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ان کی دلیل کو بزرگی عطا فرما، ان کے ترازو کو بھاری کر دے، ان کی دلیل کو روشن بنا دے، مُقَرَّبین میں ان کے درجات بلند فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ان کے زمرۂ جماعت میں اٹھانا اور ہمیں ان کی شفاعت پانے والوں میں شامل فرما دے، ان کی سنّت پر زندہ رکھ اور ان کی مِلَّت پر موت دے، ہمیں ان کے حوض پر حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمانا اور ان کے جام سے سیراب کرنا اس حال میں کہ ہم رسوا ہوں نہ نادم، نہ شک کرنے والے، نہ تبدیلی کرنے والے، نہ بدلنے والے، نہ گمراہ کرنے والے اور نہ گمراہ کئے گئے۔ اے تمام جہانوں کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! ہماری دعا قبول فرما۔

جمعہ کے دن استغفار کی کثرت

جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ کثرت سے اِسْتِغْفار پڑھے، ہر وہ دعا جس میں مغفرت کا سوال ہو اس سے دعا مانگنا مغفرت چاہنا ہی ہے لیکن اگر ذیل کی کوئی دعا پڑھے تو بہتر ہے:

(۱)......﴿اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِيۡ وَتُبۡ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴾[2]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔

---

[1] ......دلائل الخیرات، الحزب الرابع فی یوم الخمیس، ص۷۷تا۷۸

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن خطاب، الحدیث: ۵۳۵۴، ج ۲، ص ۳۴۸

(۲)......﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، میرا ہر وہ گناہ جو تیرے علم میں ہے اس سے درگزر فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

جمعہ اور قرآنِ کریم کا ختم

بندے کے لئے مُسْتَحَب یہ ہے کہ جمعہ کے دن ایک قرآنِ کریم ختم کرے [2] اور اگر وقت تنگ ہو تو ساتھ میں شبِ جمعہ بھی ملالے تاکہ قرآنِ کریم کی ابتدا شبِ جمعہ سے ہو۔ اگر قرآنِ کریم کا ختم جمعہ کے دن فجر کی رَکعتوں میں ہو یا نمازِ مغرب میں تو زیادہ بہتر ہے تاکہ رات اور دن کا سارا وقت شامل ہو جائے اور اگر کوئی جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان قرآنِ کریم ختم کرے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔

معمولاتِ جمعہ

﴿1﴾......نمازِ جمعہ سے قبل بارہ۱۲ اور بعد میں چھ۶ رکعت پڑھنا مُسْتَحَب ہے۔ جب کوئی شخص جامع مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ چار۴ رکعت نماز میں 200 مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے یعنی ہر رکعت میں 50 مرتبہ پڑھے۔ چنانچہ، اس کی فضیلت میں مَروی ہے کہ جو اس طرح کرے وہ مرنے سے پہلے جنّت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا یا اسے

---

[1] ......جامع الاصول فی احادیث الرسول للجزری، کتاب الصلاۃ، فی النوافل، الفصل السابع فی صلاۃ الغرائب، الحدیث: ۴۲۶۸، ج۶، ص۷۰ ا بدون وانت خیر الراحمین

[2] ......حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کتاب ہٰذا کی سولھویں فصل کی ابتداء میں (صفحہ نمبر 256 پر) جمعہ کے دن ختم قرآنِ کریم کی وضاحت کچھ یوں فرماتے ہیں کہ مرید کے لئے مستحب یہ ہے کہ ہر ہفتے میں دو۲ قرآنِ کریم ختم کیا کرے، ایک ختم دن کے وقت اور ایک رات کے وقت۔ دن کا ختم پیر کے روز نمازِ فجر کی دو۲ رکعتوں میں یا ان کے بعد کرے اور رات کا ختم شبِ جمعہ مغرب یا اس کے بعد کرے تاکہ اس کا قرآنِ کریم ختم کرنا دن یا رات کے ابتدائی حصّے میں ہو کیونکہ اگر وہ رات کے وقت قرآن کریم ختم کرے گا تو فرشتے اس کے لئے صبح تک دعا کرتے رہیں گے اور اگر دن کے وقت کرے گا تو رات تک اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ پس یہ دو۲ ایسے وقت ہیں جو مکمل طور پر رات اور دن کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''اس شخص نے قرآنِ کریم سمجھا ہی نہیں جس نے تین۳ دنوں سے کم میں ختم کیا۔'' (جامع الترمذی، ابواب القراءات، باب فی کم اقرا القران؟، الحدیث: ۲۹۴۹، ص۱۹۴۸) مزید تفصیلات کے لیے متعلقہ صفحات کا مطالعہ فرمائیے۔

دکھادیا جائے گا۔[1]

﴿2﴾...... جب جامع مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو۲ رکعت (تَحِیَّۃُ الْمسجد) ضرور ادا کرے اور اگر مسجد میں داخل ہو اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دونوں رکعتیں مختصر ادا کرے اگرچہ امام کی آواز سن رہا ہو[2] کیونکہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا حکم حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیا ہے۔

﴿3﴾......شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ سورۂ کہف پڑھے اسے اس مقام سے لے کر جہاں وہ پڑھ رہا ہو مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا تک نور عطا کیا جاتا ہے اور آیندہ جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں بلکہ تین۳ دن زائد کے بھی، 70 ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اسے بیماری سے، پیٹ کے پھوڑے سے، پہلو کے درد، برص اور کوڑھ کے مرض سے، نیز دجال کے فتنہ سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔''[3]

﴿4﴾...... جمعہ کے دن یہ نماز پڑھنا مُستحب ہے: یعنی چار۴ رکعتوں میں چار۴ سورتیں پڑھے: سورۂ اَنْعام، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰس۔ اگر یہ سب سورتیں نہ پڑھ سکتا ہو تو سورۂ یٰس، سورۂ لقمان، سورۂ دُخان اور سورۂ ملک پڑھے۔

﴿5﴾...... ہر شبِ جمعہ مذکورہ سورتوں میں سے کسی سورت کو پڑھنا ہرگز نہ چھوڑے۔ اس کے متعلق ایک روایت بھی مروی ہے جس میں بڑی فضیلت مذکور ہے۔

﴿6﴾......اگر سارا قرآنِ کریم صحیح طور پر نہ پڑھ سکتا ہو تو جس قدر اچھا پڑھنا اس کے لئے ممکن ہو پڑھے، اس کے لئے یہی ختمِ قرآنِ کریم ہوگا۔ ایک قول میں ہے کہ ایسے شخص کا ختم اس کے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

﴿7﴾......عابدین جمعہ کے دن 1000 بار سورۂ اخلاص پڑھنے کو مُستحب قرار دیتے ہیں، اگر کوئی 10 یا 20 رکعتوں میں اتنی تعداد میں پڑھے تو ایک قرآنِ کریم ختم کرنے سے افضل ہے۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ ٣٠، الاخلاص، الجزء العشرون، ج ١٠، ص ١٨٣

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 774 پر ہے: جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختمِ نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے، البتہ صاحبِ ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے، یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہو جلد جلد پوری کرلے۔

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب الخامس، ج ٣، ص ٤٧٨

﴿8﴾......1000 مرتبہ دُرُودِ پاک پڑھا کرتے۔

﴿9﴾......1000 بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ بھی پڑھتے۔

پس یہ تینوں اوراد و وظائف جمعہ کے دن پڑھنا بہت اچھا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہ کرے کیونکہ اس دن کے اعمال میں یہ سب سے فضیلت والا عمل ہے۔

﴿10﴾......اگر زوال سے قبل جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح پڑھے تو انتہائی عمدہ اور کثیر عمل ہے۔ چنانچہ،

سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے: ''ہر جمعہ ایک مرتبہ صلوٰۃ التّسبیح ادا کیا کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ روزانہ بلاناغہ زوال کے بعد یہ نماز ادا کیا کرتے اور اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت بتاتے۔

﴿11﴾......اگر مُسَبِّحاتِ سِتّہ[2] شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ پڑھے تو یہ بھی بہتر ہیں۔

شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روزِ جمعہ یا شبِ جمعہ کے علاوہ کسی دوسرے دن مُتَعَیَّن سورتیں پڑھنا مروی نہیں ہے۔ چنانچہ،

﴿12﴾......آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شبِ جمعہ نمازِ مغرب میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے۔[3]

﴿13﴾......نمازِ عشا میں سورۂ جمعہ اور سورۂ مُنافقون پڑھتے۔[4]

﴿14﴾......ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دونوں سورتیں نمازِ جمعہ میں پڑھتے تھے۔[5]

﴿15﴾......جمعہ کے دن نمازِ فجر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر پڑھتے۔[6]

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلاۃ التسبیح، الحدیث: ۱۲۹۷، ص ۱۳۱۹

[2] ......اس سے مراد وہ چھ سورتیں ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح سے شروع ہوتی ہیں یعنی سورۂ الحدید، الحشر، الصّف، الجمعہ، التغابن اور الاعلیٰ۔

[3] ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، الحدیث: ۱۸۳۸، ج ۳، ص ۱۵۸

[4] ......المرجع السابق

[5] ......صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی یوم الجمعۃ، الحدیث: ۲۰۳۱، ص ۸۱۵

[6] ......المرجع السابق

مجالسِ علم میں شرکت کی فضیلت

یقین ومَعْرِفت کی باتیں سننے کی خاطر علم کی محافل میں شریک ہونا اور ذکر کی محفلوں میں حاضر ہونا نوافل پڑھنے سے افضل ہے اور نوافل پڑھنا قِصّہ گو کی محفل میں جانے سے بہتر ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ علم کی مجلس میں حاضر ہونا 1000 نَفْل پڑھنے سے افضل ہے۔ (1)

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی علم کا ایک باب سیکھے یا سکھائے تو یہ 1000 نَفْل پڑھنے سے بہتر ہے۔'' (2) ایک روایت میں ہے کہ عرض کی گئی: ''**یارسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا قرآنِ کریم کی قِراءَت سے بھی (افضل ہے)؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا قرآنِ کریم علم کے بغیر نَفْع دے سکتا ہے؟'' (3)

قصہ گوئی کی محافل کا حکم

جمعہ کے دن جب کوئی شخص علم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کا نوافل پڑھتے رہنا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں غور وفکر کرنا قِصّہ گوئی کی محفل میں جانے اور قِصّے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے کیونکہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک قِصّہ گوئی ایک بدعت ہے اور وہ قصّہ گو افراد کو جامع مسجد سے نکال باہر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ ایک دن حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسجد میں اپنی مخصوص نشست کے پاس آئے تو وہاں ایک قصہ گو کو قصے سناتے پایا، پس اس سے ارشاد فرمایا: میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جاؤ۔ وہ بولا: ''میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں۔'' یا پھر اس نے یہ کہا کہ میں آپ سے پہلے بیٹھ چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سپاہی بُلا کر اسے اس جگہ سے اٹھا دیا۔ (4)

---

(1) ...... تفسیر روح البیان، پ ۲۹، المزمل، تحت الایۃ ۲۰، ج ۱۰، ص ۲۲۱

(2) ...... سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ باب فضل من تعلم القرآن، الحدیث: ۲۱۹، ص ۲۴۹۰

(3) ...... تفسیر روح البیان، پ ۲۹، المزمل، تحت الایۃ ۲۰، ج ۱۰، ص ۲۲۱

(4) ...... شرح السنۃ للبغوی، کتاب العلم، باب التوقی عن الفتیا، ج ۱، ص ۲۴۱ ...... المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعۃ، ج ۱، ص ۳۳۳

اگر قصّہ گوئی سُنّت ہوتی تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا اس قصّہ گو کو کبھی اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد اٹھانا جائز نہ سمجھتے بِالْخُصوص اس صورت میں کہ وہ آپ سے پہلے اس جگہ بیٹھ چکا تھا اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ہی تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے، بلکہ وُسْعت اور کشادگی اختیار کرلیا کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا کے متعلق ہی مروی ہے کہ وہ کبھی بھی اپنی جگہ سے اٹھنے والے شخص کی جگہ پر نہ بیٹھتے یہاں تک کہ وہ خود لوٹ کر اپنی جگہ پر آ بیٹھتا۔[2]

مَنْقول ہے کہ اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے حُجْرۂ اقدس کے پاس ایک قصہ گو آ کر قصے سنایا کرتا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا کو پیغام بھیجا کہ یہ شخص اپنی قصہ گوئی کے باعث مجھے اذیت دیتا ہے اور میری تسبیحات میں رکاوٹ بنتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے اس قصہ گو کی اتنی پٹائی کی کہ اس کی پُشت پر مار مار کر اپنا عصا توڑ ڈالا، پھر اسے ایسے ہی پھینک دیا۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم

نمازی کے آگے سے گزرنے سے بچنا چاہئے[3] اگرچہ گزرنے سے نماز مُنْقَطِع نہیں ہوتی۔ مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''40 سال تک کھڑے رہنا نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔''[4] اور ایک روایت میں شدید وعید کا ذکر ہے۔ چنانچہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے کہ آدمی راکھ ہو اور ہوائیں اسے اڑاتی پھریں۔''[5]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان......الخ، الحدیث: ۵۶۸۴، ص ۱۰۶۵

[2] ......المرجع السابق، الحدیث: ۵۶۸۶ بدون حتی یعود الیہ

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفحہ 615 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: میدان اور بڑی مسجد میں مصلی کے قدم سے موضعِ سجود تک گزرنا ناجائز ہے، موضعِ سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضعِ سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوارِ قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سُترہ نہ ہو۔

[4] ......صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اثم المار بین یدی المصلی، الحدیث: ۵۱۰، ص ۴۲

[5] ......التمہید لابن عبد البر، تحت الحدیث: ۵۹۶، ج۸، ص ۴۷۸ بدون الریاح

ایک روایت میں آگے سے گزرنے اور نماز پڑھنے والے دونوں کو حکم میں مُساوی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا زید بن خالد جُہَنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا شخص اور نمازی جانتے[1] کہ ان پر کیا (گناہ) ہے تو گزرنے والے کا 40 (سال یا دن) تک کھڑے رہنا سامنے سے گزرنے کے بجائے بہتر ہوتا۔''[2]

نمازی کو چاہئے کہ کسی سُتون یا دیوار کے قریب نماز ادا کرے، جب وہ ایسا کرے گا تو کسی کو بھی اپنے سامنے سے ہرگز گزرنے نہ دے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اسے روکے۔[3]

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اگر گزرنے والا بات نہ مانے تو اس سے قِتال کرو کیونکہ وہ شیطان ہے۔[4] بلکہ حضرت سیِّدُنا ابوسعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے سامنے سے گزرنے والے شخص کو

---

[1] ......حضرت سیِّدُنا امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زُرقانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ''شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک'' جلد اوّل صفحہ 464 پر اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ نمازی اور گزرنے والے دونوں کے گناہگار ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ نمازی گزرنے والے کو روکنے میں زبردستی کرے یا پھر وہ شارع عام میں نماز ادا کرے۔

[2] ......شرح الزرقانی علی الموطأ للامام مالک، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر، باب التشدید فی أن یمر احد بین یدی المصلی، ج ۱، ص ۴۶۴

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 617 پر **صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ** حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے، خواہ **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہے یا جہر کے ساتھ قراءت کرے یا ہاتھ، یا سر، یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا، بلکہ اگر عملِ کثیر ہوگیا تو نماز ہی جاتی رہی۔

[4] ......مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی سختی سے اسے روکے، یہاں لڑنا بھڑنا اور قتل کرنا مراد نہیں۔ مرقات نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جاہل نمازی اسے قتل کردے تو عمداً قتل میں قصاص واجب ہوگا اور خطا میں دیت۔ خیال رہے کہ اگر نمازی بغیر سترے راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے تو اسے گزرنے والے کو روکنے کا حق نہ ہوگا کہ اس میں قصور نمازی کا ہے اسی لیے یہاں سترے کی قید لگائی شیطان سے مراد یا تو اصطلاحی شیطان ہے یعنی جِنَّات کا مُورِثِ اعلیٰ۔ تب تو یہ مطلب ہوگا کہ اسے شیطان بہکا کر ادھر لا رہا ہے اور اس پر شیطان سوار ہے اور یا شیطان سے انسانوں کا شیطان مراد ہے جو شیطانوں کا سا کام کرے وہ شیطان ہی ہوتا ہے قرآن کریم نے بھی شیطانی کام کرنے والے انسانوں کو **خَنَّاس** فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا **اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾** اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ دینی کاموں میں خلل ڈالنے والا سخت مجرم ہے لہٰذا جو لوگ مسجدوں کے پاس شور مچائیں، ریڈیو کے گانے لگائیں وہ اس سے عبرت پکڑیں کہ نمازی سے آگے گزرنے والا اس لیے مجرم ہے کہ نمازی کا دھیان بانٹتا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجرم نرمی سے نہ مانے تو اسے سختی سے روکا جائے یہ سختی بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۵)

روکتے یہاں تک کہ اسے زمین پر گرا دیتے اور بعض اوقات تو اس سے چمٹ ہی جاتے اور وہ (امیرِ شہر) مروان سے مدد طلب کرتا۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے بتاتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اگر نمازی کے قریب سُتون نہ ہو تو اپنے سامنے کسی بھی ایسی شے کو رکھ لے جس کی لمبائی ایک گز ہو اور ایک قول کے مطابق اگر لمبی رسی بھی رکھ دے تو وہ بھی نمازی اور گزرنے والے کے درمیان آڑ ہو گی۔ [1]

مَنقول ہے کہ چار چیزیں جفا سے ہیں: (۱) مرد کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (۲) دوسری صف میں نماز ادا کرنا اور پہلی صف میں موجود جگہ کو خالی چھوڑ دینا (۳) دورانِ نماز پیشانی کا مسح کرنا (۴) شارع عام میں نماز ادا کرنا۔ [2]

جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھے افراد محترم نہیں

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''جمعہ کے دن جامع مسجد کے دروازوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ لیا کرو کہ ان کے لئے کوئی حرمت نہیں۔'' [3]

آدابِ خطبہ

چاہئے کہ امام کے قریب ہو جائے، خاموش ہو کر اسے سنے اور اس کی جانب اپنا منہ کر لے کہ یہی مسنون ہے۔ ہاں اگر امام سے کوئی ناپسندیدہ بات سننے یا دیکھنے کا خدشہ ہو۔ مثلاً اس نے سیاہ لباس زیبِ تن کیا ہو، یا ریشم وغیرہ پہنا

---

[1] ......سُترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور ردالمحتار میں ہے: سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان فاصلہ زیادہ سے زیادہ تین[۳] ہاتھ ہو۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج ۲، ص ۴۸۴) نیز امام ومنفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں، جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سُترہ گاڑیں اور سُترہ نزدیک ہونا چاہیے، سُترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر نصب کرنا ناممکن ہو تو وہ چیز لنبی لنبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول میں ہو یا محراب کی مثل۔ اگر سُترہ کے لیے کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے، تو اسی کو سامنے رکھ لے۔ (مگر یاد رکھیے! ان دونوں صورتوں سے یہ مقصود نہیں کہ گزرنا جائز ہو جائیگا بلکہ اس لیے ہیں کہ نمازی کا خیال نہ بٹے۔) (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۶۱۶)

[2] ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب لا یمسح وجھہ......الخ، الحدیث: ۳۵۵۲، ج ۲، ص ۴۰۵ بدون یصلّی فی الصف الثانی......الخ

[3] ......المغنی لابن قدامہ، کتاب صلاۃ الجمعۃ، فصل فان رای فرجۃ، ج ۳، ص ۲۳۱

ہو یا بھاری وخوبصورت اسلحہ لئے ہو اور وہ شخص امام کی حالت بدلنے کی صلاحیت بھی نہ رکھتا ہو تو چاہئے کہ دور ہی بیٹھا رہے کہ یہی زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔

دورانِ خطبہ کسی فُضول کام ① میں مشغول ہو نہ کسی سے کوئی بات کرے اگرچہ امام سے دور بیٹھا ہو، باتیں کرنے والوں کے پاس بیٹھے نہ ہی کسی کو یہ کہے: ''خاموش ہوجاؤ۔'' بلکہ اسے اشارے سے سمجھائے اگر اس نے امام کے خطبہ دیتے وقت کوئی لَغْو کام کیا تو اس کا جمعہ باطل ہو جائے گا (یعنی اس کا کامل ثواب نہیں پائے گا)، نیز دورانِ خطبہ کوئی علمی بات بھی نہ کرے، نیز جو شخص نہ تو امام کے قریب ہو اور نہ ہی اسے اس کی آواز سنائی دے تو اسے بھی چاہئے کہ خاموش رہے اگرچہ کتنا ہی دور ہو کہ یہی مُسْتَحَب ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ جس نے (خطبہ) سنا اور خاموش رہا اس کے لئے دو۲ اجر ہیں اور جس نے نہ سنا لیکن خاموش رہا اس کے لئے ایک اجر ہے اور جس نے سنا لیکن لَغْو کاموں میں مشغول رہا اس پر دو۲ بوجھ ہیں اور جس نے نہیں سنا اور فضول کاموں میں مصروف رہا تو اس پر صرف ایک ہی گناہ ہے۔'' ②

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خطبہ دینے کے دوران حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ فُلاں سورت کب نازل ہوئی؟ تو انہوں نے اشارے سے خاموش ہونے کا کہا۔ جب حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر سے نیچے تشریف لائے تو سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''آپ جائیں، آپ کا جمعہ نہیں ہوا۔'' سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بات کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

① ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 774 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جوابِ سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں یہاں تک کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے، جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔

② ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۷۱۹، ج ۱، ص ۲۰۱ بتغیر

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ارشاد فرمایا کہ اُبَی نے سچ کہا ہے۔ ①

شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''خطبہ کے دوران جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ چپ رہے یا ٹھہر جائے تو اس نے لغو کام کیا اور جس نے امام کے خطبہ کے دوران کوئی لغو کام کیا اسے جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا۔'' ②

اذانِ ثانی کے وقت نماز کا حکم

بندے کو چاہئے کہ جب مؤذن امام کے سامنے اذان کے لئے کھڑا ہو تو نماز ترک کر دے۔ چنانچہ،

اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ چار اوقات میں نماز مکروہ ہے: نمازِ فجر اور عصر کے بعد، نِصْفُ النَّہار کے وقت اور جب امام خطبہ دے رہا ہو۔③ اور ایک روایت میں ہے کہ امام کے خطبہ کی خاطر نکلنے سے نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اس کا کلام ہر قسم کی گفتگو ختم کر دیتا ہے۔ ④

جب مؤذن خطبہ سے پہلے اذان کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس وقت عام لوگوں کا سجدہ کرنا مسنون نہیں ہے، اگر اس کا یہ سجدہ نماز یا تلاوت کا ہو تو طویل دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ فضیلت والا وقت ہے۔ (صاحب کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک یہ مُباح ہے کیونکہ مجھے اس کی ممانعت کے متعلق کوئی روایت معلوم نہیں ہوئی۔

جمعہ کے دن صدقہ

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن خاص طور پر صَدَقہ کرنا مُستحَب اور باعثِ فضیلت ہے کیونکہ اس کا اجر کئی گنا ہوتا ہے، ہاں جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت کسی مانگنے والے کو نہ دے کیونکہ

---

① ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی الاستمتاع ......الخ، الحدیث: ۱۱۱۱، ص ۲۵۴۲

② ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب الانصات للخطبة یوم الجمعة، الحدیث: ۱۴۰۲، ص ۲۱۷۹

③ ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب الساعة التی یکره فیها الصلاة، الحدیث: ۳۹۲۹، ج ۲، ص ۲۸۴ عن ابن سیرین
المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب کان یقول اذا خطب الامام فلا تصل، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۲۰ عن عطاء مختصراً

④ ......المؤطا للامام مالک، کتاب الجمعة، باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعة والامام یخطب، الحدیث: ۲۳۶، ج ۱، ص ۱۱۱

دورانِ خطبہ بات کرنا مکروہ ہے۔

مسجد میں کسی سائل کو دینے کا حکم

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مسجد میں سوال کرے تو حق یہ ہے کہ اسے کچھ نہ دیا جائے اور جب قرآنِ کریم پر کچھ مانگے تب بھی اسے کچھ مت دو اور بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے جامع مسجد میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرنے والوں پر صدقہ کرنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے، ہاں اگر وہ گردنیں نہ پھلانگیں بلکہ کسی جگہ کھڑے رہیں یا بیٹھیں رہیں تو پھر انہیں دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نمازِ جمعہ کے بعد کی دعائیں اور وظائف

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا کَعْب اَلْاَحْبَار رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ جو نمازِ جمعہ میں حاضر ہو، پھر لوٹ کر دو مختلف چیزیں صدقہ کرے، اس کے بعد دوبارہ جامع مسجد آ جائے اور دو رکعت نماز خُشُوع وخُضُوع سے پڑھے، ان کے رُکوع و سُجود کامل طریقے سے ادا کرے اور پھر اس طرح دعا مانگے: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاسْمِكَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾[1] تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی سوال کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرمائے گا۔

﴿2﴾......سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن سے ایک دوسرا طریقہ بھی مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے دن کسی مسکین کو کھانا کھلائے پھر بہت جلد جامع مسجد چلا جائے اور کسی کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس طرح کہے: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تُعَافِیَنِیْ مِنَ النَّارِ﴾[2] اور اس کے بعد جو بھی دعا مانگے قبول کی جائے گی۔

---

[1] ......ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نام "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اور "اَلَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

[2] ......ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْم" کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور آگ سے نجات عطا فرما۔

﴿3﴾......جب نمازِ جمعہ کا سلام پھیرے تو حالتِ تَشَہُّد میں ہی کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ الحمد شریف، سات مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور سات سات مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے۔ چنانچہ بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن سے مَروی ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ ہوجائے گا اور یہ وظیفہ اس کے لئے شیطان سے آڑ ہوگا۔

﴿4﴾......نمازِ جمعہ کے بعد اس طرح دعا کرنا مُستحب ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ يَا غَنِيُّ! يَاحَمِيْدُ ! يَا مُبْدِئُ ! يَا مُعِيْدُ ! يَا رَحِيْمُ ! يَاوَدُوْدُ ! اَغْنِنِيْ بِحَلاَلِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ﴾

ترجمہ: اے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ! اے غنی! اے حمید! اے پہلی مرتبہ پیدا کرنے والے! اے دوبارہ لوٹانے والے! اے رحم فرمانے والے! اے بہت محبّت فرمانے والے! مجھے اپنے حلال کے ذریعے حرام سے اور اپنے فضل وکرم کے سہارے اپنے غیر سے غنی و بے پروا کردے۔

مَنقول ہے کہ جو شخص ہمیشہ اسی طرح دعا کیا کرے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اسے مخلوق سے بے پروا کر دیتا ہے اور اسے بے شُمار رزق عطا فرماتا ہے۔

تلاشِ فضل سے مراد

نمازِ جمعہ کے بعد **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کا فضل تلاش کرنے کی خاطر پھیل جانا چاہئے اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے مُراد علم حاصل کرنا اور اس کی سماعت کرنا ہے۔ چنانچہ،

مَنقول ہے کہ عالم اور مُتَعَلِّم کے لئے اس دن کو **یوم المزید** کہا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی فضل سے مراد علم ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ (پ۵، النساء: ۱۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللّٰه کا تم پر بڑا فضل ہے۔

﴿2﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ (پ۲۲، سبا: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے داود کو اپنا بڑا فضل دیا۔

یہاں فضل سے مراد علم ہے جس کی دلیل **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں موجود ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا (پ ۱۹، النمل: ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے داود اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں فضیلت بخشی۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ ۲۸، الجمعۃ: ۱۰)﴾ [1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں طلبِ دنیا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے: مریض کی عِیادت کرنا، جنازے میں شرکت کرنا، علم حاصل کرنا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی مسلمان بھائی کی زیارت کرنا۔ [2]

جمعہ کے دن علم حاصل کرنا اور لوگوں کو سکھانا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا اور اس کی دعوت دینا، بقیہ ایّام میں مذکورہ اعمال بجالانے سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ **یَومُ الْمَزِید** ہے۔ اس دن قُلوب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب زیادہ مُتوَجِّہ ہوتے ہیں، اسی طرح وہ زیادہ کوشش کرتے ہیں اور توجہ سے سنتے ہیں۔ باقی دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن مجالسِ ذکر میں شرکت کرنا افضل ہے نہ کہ قصّہ گوئی کی محافل میں شریک ہونا۔ اجر وثواب میں ذکر سننے والا ذکر کرنے والے کا شریک ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق رحمت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے جمعہ کے دن خاص طور پر قصہ گوئی کی محفلوں میں شریک ہونے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ وہ پہلی اور دوسری ساعت میں جامع مسجد جانے میں باعثِ رکاوٹ ہوتی ہیں حالانکہ ان دونوں اوقات کی فضیلت مروی ہے۔

جمعہ کے دن علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی زیارت

جس کے لئے جمعہ کے دن صبح کی نماز سے پہلے یا بعد میں جامع مسجد میں کسی ایسے عالِم بِاللہ کی ملاقات ممکن ہو جس کی زیارت اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد دلائے یا پھر تارکُ الدّنیا علمائے آخرت میں سے کسی کی زیارت ممکن ہو تو ضرور

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

[2] ......تفسیر الطبری، پ ۲۸، الجمعۃ، تحت الآیۃ ۱۰، الحدیث: ۳۴۱۳۳، ج ۱۲، ص ۹۷ بدون طلب العلم

ان کے پاس بیٹھے اوران کے پند ونصائح سنے۔ اگرکسی علمِ دین کی باتیں کرنے والے مفتی کی خدمت میں حاضر ہو اور مسائل سمجھنے کی اسے ضرورت بھی ہو تو اس کے پاس بیٹھنا سب سے بہتر ہے کیونکہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی محافل میں بیٹھنا باعثِ زینت اور جمعہ کی فضیلت کے کامل ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ ساری دنیا سوائے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی مجالس کے ظلمت وتاریکی کی جگہ ہے۔ [1]

پس اگر کسی کے لئے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی مجلس میں حاضری دینا ممکن نہ ہو تو دونوں نمازوں کے مابین دن کا پانچواں وظیفہ [2] پڑھتا رہے۔

جمعہ کے دن حج وعمرہ کا ثواب

جامع مسجد میں نمازِ عصر تک موجود رہنا مُستحب ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو اٹھ کر جا سکتا ہے اور اگر غروبِ آفتاب تک بیٹھے یعنی دن کی آخری ساعت تک تو یہ بہت زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے بشرطیکہ فتنے، تَصَنُّع و بناوٹ اور فُضول گفتگو کرنے سے محفوظ ہو۔ چنانچہ منقول ہے کہ جو (نمازِ جمعہ کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ کر ذکر واذکار میں مصروف رہے اور) نمازِ عصر جامع مسجد میں ہی پڑھے اس کے لئے ایک حج کا اور جس نے نمازِ مغرب بھی وہیں ادا کی اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب بھی ہے۔ [3]

اگر کسی کو آفت میں مبتلا ہو جانے یا تَصَنُّع و بناوٹ اور فُضولیات میں مگن ہونے کا خدشہ ہو تو گھر جا کر **الله** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس کی نعمتوں میں غور وفکر کرتا رہے اور غُروبِ آفتاب کے وقت گھر یا محلّے کی مسجد میں بیٹھ کر ذکر و تسبیح اور اِسْتِغْفار کا خیال رکھے تو اس کے لئے ایسا کرنا جامع مسجد میں بیٹھے رہنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

جمعہ کے دن سب سے زیادہ خوش نصیب اور بدنصیب

بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو جمعہ کا خیال

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۳۷، ص ۷۶

[2] ......یہ وظیفہ اسی کتاب کی فصل نمبر ۷ میں صفحہ نمبر ۱۴۷ پر مذکور ہے۔

[3] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوات، الحدیث: ۳۰۴۲، ج ۳، ص ۱۱۵ بتغیر

رکھے اور ایک دن قبل ہی اس کا انتظار کرنے لگے جبکہ بد نصیب ہے وہ جو جمعہ کے دن صبح اٹھے اور یہ پوچھے کہ آج کونسا دن ہے؟

نمازِ جمعہ اور سلف صالحین

بعض بُزُرگ نمازِ جمعہ کے لئے شبِ جمعہ جامع مسجد میں بسر کیا کرتے اور کچھ تو ایسے بھی تھے جو ہفتے کی رات بھی جامع مسجد ہی میں بسر کیا کرتے تاکہ جمعہ کی مزید برکتیں نصیب ہوں۔ اکثر اَسلاف جمعہ کے دن نمازِ فجر جامع مسجد میں ادا کرتے اور وہیں بیٹھ کر نمازِ جمعہ کا انتظار کرتے رہتے تاکہ جلدی آنے کے سبب پہلی ساعت پانے کا اجر وثواب حاصل کرسکیں اور اس لئے بھی کہ قرآنِ کریم ختم کرسکیں جبکہ عوامُ النّاس اپنے محلے کی مساجد میں نمازِ فجر ادا کرتے، پھر جامع مساجد کا رُخ کرتے۔ چنانچہ،

جامع مسجد میں جلدی نہ جانا بدعت ہے

مَنقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی بدعت یہ پیدا ہوئی کہ جامع مسجد میں جلدی جانا چھوڑ دیا گیا۔ [1]

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن سحری کے وقت اور نمازِ فجر کے بعد دیکھا کرتے تھے کہ تمام راستے بھرے ہوتے، لوگ گلیوں میں پیدل چل رہے ہوتے اور جامع مسجد کی جانب جانے والے راستوں میں اچھی خاصی بھیڑ ہوتی جیسا کہ آج کل عید کے دنوں میں ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ عمل کم ہوتا گیا اور گویا کہ لوگ اسے جانتے ہی نہ ہوں اور آخر کار اسے مکمل طور پر چھوڑ دیا گیا۔ [2]

کیا تمہیں حیا نہیں آتی!

کیا تمہیں اس بات سے حیا نہیں آتی کہ غیر مسلم تمہارے جامع مسجد جانے سے پہلے صبح سویرے اپنے عبادت خانوں کا رخ کرتے ہیں؟ اور کیا تم جامع مسجد کے ساتھ موجود کھلی جگہوں میں چیزیں بیچنے والے تاجروں کو بھی نہیں دیکھتے کہ وہ دنیا کمانے کی خاطر صبح سویرے ان میدانوں کا رخ کرتے ہیں اور لوگوں کے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی

---

[1] ......الکشاف، پ۲۸، الجمعة، تحت الایة ۹، ج ۴، ص ۵۳۴

[2] ......تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، پ۲۸، تفسیر سورۃ الجمعة، ج ۶، ص ۳۰۱ باختصار مفهوماً

جانب جانے اور آخرت کا سرمایہ اکٹھا کرنے کی خاطر جانے سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہیں؟ پس بہتر ہے کہ نمازی ایسے لوگوں سے قبل اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہونے میں سبقت لے جائے اور جلدی کرے۔

مومن پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ اوراد و وظائف اور اعمالِ خیر کیا کرے اور خود کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے فارغ رکھے اور سمجھے کہ اگر ہفتے کا دن نصیب نہ ہوا تو یہی دن آخری ہوگا۔ جمعہ کے دن مسلسل اوراد و اذکار کی زیادتی ہونی چاہئے نہ کہ جمعہ کا دن تجارت اور اس کے اسباب میں مشغولیت کے اعتبار سے ہفتے کے دن جیسا ہو۔ نیز جمعہ کے دن سرانجام دینے والے دنیاوی کاموں کی تیاری جمعرات کے دن ہی سے شروع نہ کردے مثلاً کھانے پینے وغیرہ جیسی آسائشوں کا اہتمام جمعرات کے دن ہی نہ کرلے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ ماہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمّت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ اپنے جمعہ کے دن کے امورِ دنیا کا اہتمام شبِ جمعہ ہی سے کرنے لگیں گے جیسا کہ یہود جمعہ کے دن شام کے وقت ہفتے کے دن کے امور کا اہتمام کرلیتے ہیں۔''

یقیناً مومنین اس دن بہترین اوراد کے ذریعے آخرت کی تیاری کرتے ہیں اور مسلسل اوراد کے سبب اسے **یومُ المَزید** بنالیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''جس نے ایامِ دنیا میں فرحت حاصل کی وہ آخرت میں فرحت و تازگی نہ پائے گا اور انہی ایام میں جمعہ کا دن بھی ہے۔'' مزید فرماتے ہیں کہ ''جمعہ کا دن آخرت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ دنیا سے۔''

کسی بُزُرگ سے منقول ہے کہ ''اگر جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔''

جمعہ خواص کے ہاں علوم و انوار اور عبادت و اذکار کا دن ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں جنت میں دیدارِ باری تعالیٰ کے اعتبار سے یہ **یومُ المَزِید** ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''جمعہ کے دن اپنے تمام مشاغل ترک کردو کہ یہ دن نماز اور تہجد کا ہے۔'' اور حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''جمعہ کا دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہے اس میں کوئی سفر نہیں۔''

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کافرمانِ عالیشان ہے:

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعۃ:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کا فضل تلاش کرو۔

رضائے خداوندی کی علامت

جمعہ کے دن پڑھی جانے والی نمازیں، سورتیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک اور دوسرے تمام اذکار وغیرہ جو ہم نے ذکر کئے ہیں ان سب کو شبِ جمعہ پڑھنا بھی مُسْتَحَب ہے کیونکہ یہ رات باقی ایامِ ہفتہ سے افضل ہے۔ پس جسے توفیق نصیب ہو وہ قطعاً یہ اعمال ترک نہ کرے کیونکہ ایک مریدِ صادق ہر وقت **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فضل اور مزید احسانات کے حُصول میں مگن رہتا ہے۔ چنانچہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے افضل اوقات میں افضل اعمال بجالانے کی توفیق دیتا ہے اور جب کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو افضل اوقات میں اسے برے اعمال کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ اس کی سزا زیادہ ہو اور اس پر ناراضی میں بھی اضافہ ہو کیونکہ وہ برکتِ وقت سے محروم رہا اور اس نے حُرمتِ وقت کا بھی خیال نہ رکھا۔

چار قسم کے اوراد و وظائف

جمعہ کے دن مخصوص ذکر کی چار قسمیں ہیں:

﴿1﴾......وہ چالیس اسمائے حُسنٰی پڑھنا جن کے ذریعے حضرت سیِّدُنا ادریس عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ خاص کلمات سکھائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی ان کلمات کے ذریعے دعا کی اور یہ کلمات شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعامیں سے بھی ہیں۔

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم بہت بڑے زاہد تھے، وہ ہر جمعہ کو صبح و شام دس مرتبہ ان کلمات کے ذریعے دعا کیا کرتے تھے، یہی ان کا معمول تھا۔

﴿3﴾......(وہ کلمات پڑھنا جو اس روایت میں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ) اَمیرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہر دن اور رات اپنی عظمت و بزرگی خود بیان فرماتا ہے۔'' [1]

﴿4﴾......**تسبیحاتِ ابی المُعْتَمِر** [2] پڑھنا، یعنی وہ تسبیحات جو حضرت سیِّدُنا سلیمان تَیْمِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مروی ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو شہادت کے بعد خواب میں دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا: ''تو نے وہاں اعمال میں سے کیا دیکھا؟'' تو اس نے بتایا کہ میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں **تسبیحاتِ ابی المُعْتَمِر** کا بڑا مقام و مرتبہ دیکھا ہے۔ [3]

تیسری اور چوتھی قسم میں مذکور تسبیحات اسی کتاب کی ابتدا میں نمازِ فجر کے بعد اور روزانہ غُروبِ آفتاب سے قبل پڑھی جانے والی دعاؤں میں بیان ہوچکی ہیں، لہٰذا یہاں ان کا اعادہ باعثِ ثِقَل ہوگا اور باقی دو قسمیں یہ ہیں۔

دعائے ادریس عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا ادریس عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی جانب مَبعوث فرمایا تو انہیں یہ اسمائے حُسنیٰ سکھائے اور وحی فرمائی: ''ان اسمائے حُسنیٰ کو دل میں آہستگی سے پڑھا کرو اور اپنی قوم پر ان کا اظہار مت کرنا ورنہ وہ بھی مجھ سے انہی الفاظ کے ذریعے دعا کیا کریں گے۔'' راوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے انہی کلمات سے دعا کی تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ایک بلند مقام پر فائز فرما دیا۔ پھر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ کلمات حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سکھائے اور اس کے بعد **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سکھائے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ احزاب میں انہی کلمات کے وسیلہ سے دعا کی۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں حَجّاج بن یوسف سے چُھپتا پھر رہا تھا، پس میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے انہی کلمات کے وسیلہ سے دعا کی تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے مجھ سے دور فرما دیا حالانکہ وہ میرے پاس

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۵۶۱۲، ج ۲، ص ۳۹۳ بدون کل یوم ولیلۃ

[2] ......ان تسبیحات کا تذکرہ پانچویں فصل میں صفحہ ۱۰۸ پر ہو چکا ہے۔

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، باب ما روی من الشعر فی المنام، الحدیث: ۱۸۲، ج ۳، ص ۱۰۳ بتغیر

(مجھے گرفتار کرنے) چھ مرتبہ آیا لیکن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے انہی کلمات کے وسیلہ سے دعا کرتا تو وہ مجھے دیکھ نہ پاتا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی بینائی زائل فرما دیتا تھا۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ان کلمات کے سبب دعا کرو اور اس سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہو، پھر اپنی اُخروی و دنیاوی حاجات کا سوال کرو، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ تمہیں ضرور عطا فرمائے گا، یہ 40 اسمائے حُسنیٰ ہیں جو ایّامِ توبہ کی تعداد کے برابر ہیں:

﴿سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ. يَا رَبَّ كُلِّ شَيْئٍ ، وَوَارِثَهٗ. وَرَازِقَهٗ. وَرَاحِمَهٗ. يَآ اِلٰـهَ الْاٰلِهَةِ. اَلرَّفِيْعُ جَلَالُهٗ. يَآ اَللّٰهُ! اَلْمَحْمُوْدُ فِيْ كُلِّ فَعَالِهٖ. يَا رَحْمٰنَ كُلِّ شَيْئٍ! وَرَاحِمَهٗ. يَا حَيُّ! حِيْنَ لَا حَيَّ فِيْ دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَآئِهٖ. يَا قَيُّوْمُ! فَلَا يَفُوْتُ شَيْئٌ مِّنْ عِلْمِهٖ وَلَا يَـئُوْدُهٗ. يَاوَاحِدُ! اَلْبَاقِيْ فِيْ اَوَّلِ كُلِّ شَيْئٍ وَّاٰخِرِهٖ. يَا دَآئِمُ ! فَلَا فَنَآءَ وَلَا زَوَالَ لِمُلْكِهٖ. يَاصَمَدُ مِنْ غَيْرِ شَبِيْهٍ ! وَلَا شَيْئَ كَمِثْلِهٖ. يَا بَارِئُ! فَلَا شَيْئَ كُفُوَّهٗ وَلَا مَكَانَ لِوَصْفِهٖ. يَا كَبِيْرُ! اَنْتَ الَّذِيْ لَا تَهْتَدِي الْقُلُوْبُ لِوَصْفِ عَظَمَتِهٖ. يَا بَارِئَ النُّفُوْسِ بِلَا مِثَالٍ! خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ. يَا زَاكِيْ! اَلطَّاهِرُ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ تَقَدُّسُهٗ. يَا كَافِيْ! اَلْمُوْسِعُ لِمَا خَلَقَ مِنْ عَطَايَا فَضْلِهٖ. يَانَقِيًّا مِّنْ كُلِّ جَوْرٍ! لَمْ يَرْضَهٗ وَلَمْ يُخَالِطْهُ فَعَالُهٗ. يَاحَنَّانُ! اَنْتَ الَّذِيْ وَسِعْتَ كُلَّ شَيْئٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا. يَا ذَا الْاِحْسَانِ! قَدْ عَمَّ كُلَّ الْخَلَآئِقِ مِنْهُ. يَا دَيَّانَ الْعِبَادِ! كُلٌّ يَّقُوْمُ خَاضِعًا لِّرَهْبَتِهٖ. يَا خَالِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ! وَّكُلٌّ اِلَيْهِ مَعَادُهٗ. يَا رَحِيْمَ كُلِّ صَرِيْخٍ وَّمَكْرُوْبٍ! وَغِيَاثَهٗ وَمَعَادَهٗ. يَا تَآمُّ! فَلَا تَصِفُ الْاَلْسِنُ كُلَّ جَلَالِ مُلْكِهٖ وَعِزِّهٖ. يَا مُبْدِعَ الْبَدَآئِعِ! لَمْ يَبْلُغْ فِيْ اِنْشَآئِهَا عَوْناً مِّنْ خَلْقِهٖ. يَا عَلَّامَ الْغُيُوْبِ! فَلَا يَفُوْتُهٗ شَيْئٌ مِّنْ خَلْقِهٖ وَلَا يَـئُوْدُهٗ. يَا حَلِيْمُ! ذَا الْاَنَاةِ! فَلَا يُعَادِلُهٗ شَيْئٌ مِّنْ خَلْقِهٖ. يَا مُعِيْدُ! مَآ اَفْنَاهُ اِذَا بَرَزَ الْخَلَآئِقُ لِدَعْوَتِهٖ مِنْ مَّخَافَتِهٖ. يَاحَمِيْدَ الْفَعَّالِ! ذَا الْمَنِّ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِهٖ بِلُطْفِهٖ! يَا عَزِيْزُ! اَلْمَنِيْعُ! اَلْغَالِبُ عَلٰى اَمْرِهٖ فَلَا شَيْئَ يُعَادِلُهٗ. يَا قَاهِرُ! ذَا الْبَطْشِ الشَّدِيْدِ! اَنْتَ الَّذِيْ لَا يُطَاقُ اِنْتِقَامُهٗ. يَا قَرِيْبُ! اَلْمُتَعَالِيْ! فَوْقَ كُلِّ شَيْئٍ عُلُوُّ اِرْتِفَاعِهٖ. يَا مُذِلَّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ بِقَهْرِ عَزِيْزِ سُلْطَانِهٖ! يَا نُوْرَ كُلِّ شَيْئٍ وَّهُدَاهُ! اَنْتَ الَّذِيْ فَلَقَ الظُّلُمَاتِ بِنُوْرِهٖ. يَا عَالِيَ الشَّامِخُ! فَوْقَ

كُلِّ شَيْءٍ عُلُوُّ اِرْتِفَاعِهٖ. يَا قُدُّوْسُ! اَلطَّاهِرُ مِنْ كُلِّ سُوْٓءٍ فَلَا شَيْءَ يُعَادِلُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ. يَا مُبْدِئَ الْبَرَايَا وَمُعِيْدَهَا بَعْدَ فَنَآئِهَا بِقُدْرَتِهٖ. يَا جَلِيْلُ! اَلْمُتَكَبِّرُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ فَالْعَدْلُ اَمْرُهٗ وَالصِّدْقُ وَعْدُهٗ. يَا مَحْمُوْدُ! فَلَا تَبْلُغُ الْاَوْهَامُ كُنْهَ ثَنَآئِهٖ وَمَجْدِهٖ. يَا كَرِيْمَ الْعَفْوِ! ذَا الْعَدْلِ! اَنْتَ الَّذِيْ مَلَاَ كُلَّ شَيْءٍ عَدْلُهٗ. يَا عَظِيْمُ! ذَا الثَّنَآءِ الْفَاخِرِ! وَذَا الْعِزِّ وَالْمَجْدِ وَالْكِبْرِيَآءِ! فَلَا يَذِلُّ عِزُّهٗ. يَا عَجِيْبُ! فَلَا تَنْطِقُ الْاَلْسِنُ بِكُنْهِ اٰلَآئِهٖ وَثَنَآئِهٖ. يَا غِيَاثِيْ عِنْدَ كُلِّ كُرْبَةٍ! وَيَا مُجِيْبِيْ عِنْدَ كُلِّ دَعْوَةٍ! اَسْاَلُكَ اللّٰهُمَّ يَا رَبِّ الصَّلَاةَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَانًا مِّنْ عُقُوْبَاتِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَنْ تَحْبِسَ عَنِّيْٓ اَبْصَارَ الظَّالِمِيْنَ الْمُرِيْدِيْنَ بِيَ السُّوْٓءِ وَاَنْ تَصْرِفَ قُلُوْبَهُمْ عَنْ شَرِّ مَا يُضْمِرُوْنَ بِيْٓ اِلٰى خَيْرِ مَا لَا يَمْلِكُهٗ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَآءُ وَمِنْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ﴾ [1]

ترجمہ: تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ❀...... اے ہر چیز کے پَرْوَرْدگار! اور وارث اور رزق دینے والے اور رحم فرمانے والے! اے معبودانِ باطلہ کے بھی معبود کہ جس کا جلال سب سے بلند ہے، ❀...... اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو اپنے افعال میں محمود ہے، ❀...... اے ہر شے کے رحمن! اور رحیم! ❀...... اے اس وقت سے آپ زندہ جب اس کی سلطنت اور بقا کے دوام میں کوئی زندہ نہ تھا! ❀...... اے دوسروں کو زندہ وقائم رکھنے والے کہ جس کے علم سے کوئی شے نہ تو فوت ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر بھاری ہے، ❀...... اے واحد! اے ہر شے کی ابتدا وانتہا میں باقی رہنے والے! ❀...... اے دائم! جس کی سلطنت کو فنا ہے نہ زوال، ❀...... اے بلاتشبیہ بے نیاز ذات! اور کوئی شے جس کی مثل نہیں، ❀...... اے پیدا کرنے والے! جس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ ہی اوصاف میں کوئی اس کے ہم پلہ ہے، ❀...... اے کبیر! تو نے ہی دلوں کو اپنی عظمت کے اوصاف بیان کرنے کی توفیق دی ہے، ❀...... اے جانوں کو بغیر کسی مثال کے پیدا کرنے والے! تو اپنے غیر سے پاک ہے، ❀...... اے پاک کرنے والے! جس کا تقدس ہر آفت سے پاک ہے، ❀...... اے کافی کہ جو اپنی مخلوق کو اپنے فضل وکرم سے عطیات میں وسعت فرمانے والا ہے، ❀...... اے ہر قسم کے جَور وستم سے پاک! جو کبھی ظلم پر راضی ہوا نہ ہی جس کے افعال کبھی ظلم سے خلط ملط ہوئے، ❀...... اے شفقت فرمانے والے! تو ہر شے پر رحمت اور علم

---

[1] ...... الحاوی للفتاویٰ للسیوطی، کتاب الادب، باب القول الجلی فی حدیث الولی، ج ۱، ص ۴۴۰ ملتقطاً

کے لحاظ سے وسعت رکھتا ہے، ﴿﴾......اے احسان کرنے والے کہ جس کا احسان تمام مخلوق پر عام ہے، ﴿﴾......اے بندوں کے معاملات کا حساب لینے والے کہ جس کے ڈر کی وجہ سے ہر ایک جھکا ہوا ہے، ﴿﴾......اے زمین وآسمان میں موجود ہر شے کے پیدا کرنے والے! جس کے سپُرد ہر شے کے واپس لوٹنے کا معاملہ ہے، ﴿﴾......اے ہر پکارنے والے اور مصیبت زدہ پر رحم فرمانے والے اور اس کے فریاد رس اور اس کے لوٹنے کی جگہ! ﴿﴾......اے کامل! زبانیں جس کی سلطنت کی عظمت وجلالت کے بیان سے قاصر ہیں، ﴿﴾......اے عجائبات کے پیدا کرنے والے! جن کی تخلیق میں اس کی مخلوق میں سے کسی کی کوئی مدد شامل نہیں، ﴿﴾......اے غیبوں کے جاننے والے! کوئی بھی شے اس کے علم سے مفقود ہے نہ بھاری ہے، ﴿﴾......اے حلم والے! اور اے وقار وتمکنت والے! جس کی مخلوق میں سے کوئی شے اس کی برابری نہیں کرسکتی، ﴿﴾......اے واپس لوٹانے والے! جب مخلوق اس کے خوف سے اس کی پکار سن کر دوبارہ ظاہر ہوگی تو وہ اسے فنا نہیں کرے گا، ﴿﴾......اے قابلِ صد تعریف افعال سرانجام دینے والے! اور اے اپنی تمام مخلوق پر اپنے لطف وکرم سے احسان فرمانے والے! ﴿﴾......اے عزیز! اے طاقتور! اور اے اپنے اُمور پر غلبہ رکھنے والے! کوئی شے جس کے برابر نہیں ہوسکتی، ﴿﴾......اے غالب! اے سخت گرفت والے! تو ہی ہے وہ ذات کہ جس کا انتقام ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، ﴿﴾......اے قریب وبلند کہ جس کی رِفعت کی بلندی ہر شے پر فوقیت رکھتی ہے، ﴿﴾......اے ہر جابر وسرکش کو اپنے قہر سلطانی سے ذلیل کرنے والے! ﴿﴾......اے ہر شے کے نور اور اس کی ہدایت! تو ہی ہے جس نے تاریکیوں کو اپنے نور کی روشنی سے دور فرمایا، ﴿﴾......اے بلندی ورفعت والے کہ جس کی رفعت کی بلندی ہر شے سے فوق ہے، ﴿﴾......اے قدوس! اے ہر بُرائی سے پاک! اس کی کوئی مخلوق پاکی میں اس کی برابری نہیں کرسکتی، ﴿﴾......اے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والے اور اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کے فنا ہونے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کرنے والے! ﴿﴾......اے صاحبِ جلال! ہر شے سے زیادہ عظمت واقتدار والے کہ عدل جس کا امر اور صدق جس کا وعدہ ہے، ﴿﴾......اے محمود کہ جس کی حمد وثنا کی حقیقت تک عقلوں کی رسائی نہیں، ﴿﴾......اے معافی وبخشش میں کرم فرمانے والے! اے عدل والے! تو ہی ہے جس کے عدل نے ہر شے کو بھر دیا، ﴿﴾......اے عظمتوں والے! اے ثنا وفخر والے اور اے عزت وبزرگی اور کبریائی کے مالک کہ جس کی عزت کم نہیں ہوسکتی، ﴿﴾......اے عجب ذات کہ زبانیں جس کی نعمتوں اور حمد وثنا کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں، ﴿﴾......اے ہر دکھ کے وقت میری فریاد رسی کرنے والے! ﴿﴾......اے میری ہر پکار کے وقت میری دعا قبول کرنے والے! اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے دنیا وآخرت کی عقوبتوں سے امان طلب کرتا ہوں، میری برائی چاہنے

والے ظالموں کی آنکھیں مجھ سے دور فرما دے اور ان کے دلوں میں چھپے ہوئے شر اور بُرائی کا رُخ اس خیر و بھلائی کی جانب موڑ دے جس کا مالک تیرے سوا کوئی نہیں ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! دعا کرنا (میرا کام) ہے اور اسے قبول کرنا تیرا کام ہے، یہ ایک کوشش ہے لیکن تجھ پر ہی بھروسا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے رکنے کی کوئی قوت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود و سلام بھیجے۔

دعائے ابراہیم بن ادہم

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے خادم حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن بَشّار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابرہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم جمعہ کے دن صبح اور شام کے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

﴿مَرْحَباً بِیَومِ الْمَزِیْدِ وَالصُّبْحِ الْجَدِیْدِ وَالْکَاتِبِ الشَّهِیْدِ یَوْمُنَا هٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ، اُکْتُبْ لَنَا مَا نَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمِیْدِ الْمَجِیْدِ الرَّفِیْعِ الْوَدُوْدِ الْفَعَّالِ فِیْ خَلْقِهٖ مَا یُرِیْدُ اَصْبَحْتُ بِاللّٰهِ مُؤْمِنًا وَّبِلِقَآئِهٖ مُصَدِّقًا وَّبِحُجَّتِهٖ مُعْتَرِفًا وَّمِنْ ذَنْبِیْ مُسْتَغْفِرًا وَّلِرَبُوْبِیَّةِ اللّٰهِ خَاضِعًا وَّلِسِوَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِی الْاِلٰهِیَّةِ جَاحِدًا وَّ اِلَی اللّٰهِ فَقِیْرًا وَّعَلَی اللّٰهِ مُتَوَكِّلًا وَّاِلَی اللّٰهِ مُنِیْبًا، اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاُشْهِدُ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَنْبِیَآئَهٗ وَرُسُلَهٗ وَحَمَلَةَ عَرْشِهٖ وَمَنْ خُلِقَ وَمَنْ هُوَ خَالِقُهٗ بِاَنَّهٗ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّالْحَوْضَ حَقٌّ وَّالشَّفَاعَةَ حَقٌّ وَّمُنْكَرًا وَّنَكِیْرًا حَقٌّ وَّلِقَآئَكَ حَقٌّ وَّوَعْدَكَ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ، عَلٰی ذٰلِكَ اَحْیَا وَعَلَیْهِ اَمُوْتُ وَعَلَیْهِ اُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ فَاِنَّهٗ لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَآ اِلَّآ اَنْتَ، وَاصْرِفْ اَللّٰهُمَّ یَا رَبِّ عَنِّیْ سَیِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا یَصْرِفُ سَیِّئَهَا اِلَّآ اَنْتَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ كُلُّهٗ بِیَدَیْكَ اَنَا لَكَ وَاِلَیْكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ، اٰمَنْتُ اَللّٰهُمَّ بِمَآ اَرْسَلْتَ مِنْ رَّسُوْلٍ، وَّاٰمَنْتُ اَللّٰهُمَّ بِمَآ اَنْزَلْتَ مِنْ كِتَابٍ وَّصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ِ النَّبِیِّ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَثِیْرًا

خَاتِمِ كَلَامِيْ وَمِفْتَاحِهٖ وَعَلٰى اَنْبِيَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ مَشْرُوْبًا رَّوِيًّا سَآئِغًا هَنِيْٓـئًا لَّا نَظْمَاُ بَعْدَهٗٓ اَبَدًا وَّاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَانَاكِثِيْنَ وَلَا مُرْتَابِيْنَ وَلَامَفْتُوْنِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبًا عَلَيْنَا وَلَا ضَآلِّيْنَ. اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنْ فِتَنِ الدُّنْيَا وَوَفِّقْنِيْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْعَمَلِ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَثَبِّتْنِيْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَا تُضِلَّنِيْ وَاِنْ كُنْتُ ظَالِمًا سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ يَا عَلِيُّ. يَاعَظِيْمُ. يَا بَآرُّ. يَا رَحِيْمُ. يَاعَزِيْزُ. يَا جَبَّارُ. سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ بِاَكْنَافِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْجِبَالُ بِاَصْوَاتِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْبِحَارُ بِاَمْوَاجِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْحِيْتَانُ بِلُغَاتِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ النُّجُوْمُ فِي السَّمَآءِ بِاَبْرَاقِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الشَّجَرُ بِاُصُوْلِهَا وَنَضَارَتِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَنْ عَلَيْهِنَّ. سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ يَا حَيُّ. يَا حَلِيْمُ. سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ. لَا شَرِيْكَ لَكَ تُحْيِيْ وَتُمِيْتُ وَاَنْتَ حَيٌّ لَّا تَمُوْتُ. بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [1]

ترجمہ: یومُ الْمَزید، نئی صبح اور گواہی دینے والے کاتب کوخوش آمدید! ہمارا یہ دن عید کا دن ہے، اے گواہی دینے والے کاتب! جو ہم بولیں لکھ لے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو حمید ومجید، بلند شان، محبت فرمانے والا اور اپنی مخلوق میں اپنی مرضی ومنشا کے مطابق فیصلہ فرمانے والا ہے، میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والا، اس کی ملاقات کی تصدیق کرنے والا، اس کی حُجَّت کا مُعْتَرِف، اپنے گناہوں کی بخشش چاہنے والا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیَّت کے حُضور سر جھکانے والا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ماسوا کا انکار کرنے والا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محتاج، اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسا کرنے والا اور اسی کی طرف رُجوع کرنے والا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اس کے فرشتوں، اس کے انبیا ورُسُل کو، حاملینِ عرش اور اس کی پیدا کردہ اور پیدا ہونے والی تمام مخلوق کو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا وتنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور یہ بھی کہ جنّت، دوزخ، حوضِ کوثر، شَفاعت، منکر ونکیر حق ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات اور اس کا وعدہ حق ہے، قیامت بلا شبہ آنے والی ہے

---

[1] ......حلية الاولياء، الرقم ۳۹۴ ابراهيم بن ادهم، الحديث: ۱۱۳۱۹، ج۸، ص۳۹ بدون لا شريک لک......الخ

اور اس بات پر بھی سب کو گواہ بناتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قبروں میں موجود سب کو دوبارہ زندہ فرمائے گا، اسی عقیدے پر میں زندہ ہوں، اسی پر مروں گا اور اسی پر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہی میرا رب ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے ہی عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں ہر برائی اور شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے میرے گناہوں کو معاف فرمادے کہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں اور مجھے حسنِ اخلاق کی دولت عطا فرما کہ تیرے سوا حسنِ اَخلاق دینے والا بھی کوئی نہیں۔ اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! اور اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھے بُرے اَخلاق سے بچا کہ تیرے سوا بد خُلقی سے رُخ موڑنے والا بھی کوئی نہیں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور تیری عبادت سے موافقت کرتا ہوں، ہر قسم کی خیر و بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے، میں تیرا ہوں اور تجھ ہی سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو نے جتنے رسول بھیجے ہیں میں سب پر ایمان لایا اور تیری نازل کردہ کتابوں پر ایمان لایا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری گفتگو کے آغاز اور اختتام پر حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر اور تمام انبیا و رسل پر درود و سلام بھیجے۔ اے ربّ العالمین! میری دعا قبول فرمالے! اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں سید الشاکرین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوض پر وارد کرنا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جام سے ایسا مشروب پلانا جو سیراب کر دینے والا اور عمدہ ہو کہ اس کے بعد ہم کبھی پیاسے نہ ہوں، ہمارا حشر ان کی جماعت میں اس حال میں فرمانا کہ ہم رسوا ہوں نہ شرمندہ، نہ وعدہ توڑنے والے ہوں اور نہ شک اور فتنے میں مبتلا ہونے والے اور نہ مغضوب و گمراہ ہوں۔ اے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا کے فتنوں سے محفوظ فرما اور ایسے اعمال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہوں اور جن سے تو راضی ہو، میرے تمام معاملات درست فرمادے، مجھے دُنیاوی اور اُخروی زندگی میں قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدمی عطا فرما اور مجھے گمراہ نہ کرنا اگرچہ میں ظالم ہی ہوں، اے بلند و برتر! تو پاک ہے تو پاک ہے، اے عظمتوں والے! اے نیک! اے رحیم! اے عزیز! اے جبّار! پاک ہے وہ آسمانوں نے جس کی پاکی اپنے کناروں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ جس کی پاکی پہاڑوں نے اپنی آوازوں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی سمندروں نے اپنی موجوں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی مچھلیوں نے اپنی مخصوص زبانوں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی آسمان کے ستاروں نے اپنی چمک دمک کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی درختوں نے اپنی جڑوں اور تر و تازگی سے بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی سات آسمانوں اور سات زمینوں نے اور جو کچھ ان کے اندر اور اوپر موجود ہے سب نے بیان کی، اے زندہ! تو پاک ہے، تو پاک ہے، اے بردبار! تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے

تیرا کوئی شریک نہیں، تو ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، جبکہ تو خود زندہ ہے تجھے کبھی موت نہیں، تیرے دستِ قدرت میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیّدنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) کوئی شخص یہ چاروں دعائیں جمعہ کے دن پڑھ لے تو یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے عمل کو کمال عطا فرما دے گا اور اس پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے گا، پس جو شخص جمعہ کے دن وہ تمام خیر و بھلائی کے اعمال و اذکار بجالائے جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور ان تمام برے اعمال سے بچے جن کا تذکرہ گزرا ہے تو وہ اہلِ جمعہ میں سے شمار ہوگا، نیز اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے لئے مزید برکتیں ہیں۔ اس کا عملِ خالص اور ذکرِ صادق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں قابلِ ستائش ہوگا۔ یہ کتابُ الْجمعہ اور اس کے آداب کے متعلق آخری کلام تھا۔

❁……❁……❁

عذابات کا نقشہ

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اپنی مشہورِ زمانہ تالیف **''فیضانِ سنّت''** جلد اوّل کے صفحہ 405 پر لکھتے ہیں: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رکھئے! زکوٰۃ ادا کرنے کے جہاں بے شُمار ثوابات ہیں نہ دینے والے کیلئے وَہاں خوفناک عذابات بھی ہیں۔ چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن قرآن و حدیث میں بیان کردہ عذابات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: خُلاصہ یہ ہے کہ جس سونے چاندی کی زکوٰۃ نہ دی جائے، روزِ قیامت جہنّم کی آگ میں تپا کر اُس سے اُن کی پیشانیاں، کروٹیں، پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اُن کے سر، پِستان پر جہنّم کا گرم پتّھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائیگا اور شانے کی ہڈّی پر رکھیں گے کہ ہڈّیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا، پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا، گُدّی توڑ کر پیشانی سے اُبھرے گا۔ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی روزِ قِیامت پُرانا خبیث خونخوار اَژدہا بن کر اُس کے پیچھے دوڑے گا، یہ ہاتھ سے روکے گا، وہ ہاتھ چبالے گا، پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا، اس کا مُنہ اپنے مُنہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہُوں تیرا خزانہ۔ پھر اسکا سارا بدن چبا ڈالے گا۔ **وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن** (فتاوی رضویہ تخریج شدہ، ج ۱۰، ص ۱۵۳)

فصل 22

روزہ اور اس کے آداب و احکام کا بیان

اس کتاب میں روزوں، ان کی ترتیب اور روزہ داروں کے اوصاف کے تذکرے کے علاوہ بندے کے لئے جو روزے رکھنا مُستحب ہیں ان کا بیان ہے۔ چنانچہ،

روزہ اور صَبْر

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ (پ۱، البقرۃ:۴۵)﴾[1] کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہاں صبر سے مراد روزہ ہے۔[2]

صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ماہِ رمضان کو صبر کا مہینہ قرار دیتے کیونکہ صبر سے مراد نفس کو خواہشاتِ نفسانیہ سے روکے رکھنا اور اسے اپنے آقا و مولیٰ کے احکام بجالانے پر مجبور کرنا ہے۔[3]

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔''[4]

مَنْقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ (پ۱، البقرۃ:۴۵)﴾ سے مراد مُجاہَدۂ نفس ہے۔[5] اور ایک قول کے مطابق یہاں دشمن کے مُقابلہ میں ڈٹے رہنا اور صبر کرنا مراد ہے۔[6]

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ﴿ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ دنیا میں روزہ رکھ کر زاہد بننے پر مدد طلب کرو کیونکہ روزہ دار بھی عابد اور زاہد ہی ہوتا ہے۔ پس روزہ دنیا میں زہد کی چابی اور پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا دروازہ ہے۔ کیونکہ روزہ نفس کو کھانے پینے کی لذّتوں اور شہوات سے روکے رکھتا ہے جیسا

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

[2] ......تفسیر الطبری، پ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ ۴۵، ج۱، ص۲۹۸

[3] ......المرجع السابق۔ المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من باھلۃ، الحدیث: ۲۰۳۴۴، ج۷، ص۲۹۰ مختصراً

[4] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم......الخ، الحدیث: ۴۴۴۸، ج۴، ص۱۰۹۔ وباب فی الصیام، الحدیث: ۳۵۷۷، ج۳، ص۲۹۲

[5] ......تفسیر القرطبی، پ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ ۴۵، ج۱، الجزء الاول، ص۳۰۵

[6] ......المرجع السابق، ص۳۰۶

کہ ایک زاہد و عابد شخص زہد و عبادت میں خود کو ان اشیاء سے باز رکھتا ہے۔

روزے کی فضیلت کے متعلق (3) احادیثِ قدسیہ

(1)...... بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فرشتوں پر نوجوان عبادت گزار کے سبب فخر کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: "اے اپنی خواہشات کو ترک کرنے والے اور میری رِضا کی خاطر اپنی جوانی صَرف کرنے والے نوجوان! تیرا میرے ہاں وہی مقام و مرتبہ ہے جو بعض فرشتوں کا ہے۔"[1]

(2)......اے میرے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو! اس نے محض میری خاطر کھانا پینا اور لذّت و شہوت کو ترک کر دیا ہے۔[2]

(3)......ابنِ آدم کا روزے کے سوا ہر عمل اس کے لئے ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا دوں گا۔[3]

روزے کی جزا کی چند وجوہات

روزے میں مجاہدۂ نفس، ترکِ لذّات و عادات پر مدد ملتی ہے اور اس میں نفس کو کمزور کرنا اور اس کی خواہشات کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے محض روزے کی فضیلت بیان کرنے کے لئے اس کی جزا کی نسبت خاص اپنی جانب کی جیسا کہ قرآنِ کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (پ۲۹، الجن: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ (پ۲۰، النمل: ۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے پسندیدہ گھر مساجد ہیں اور مکۂ مکرمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا اس کے ہاں سب سے

---

[1] ......الزھد لابن مبارک، باب فخر الارض بعضھا، الحدیث: ۳۴۶، ص ۱۱۷

[2] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۳۹، ج ۴، ص ۸۶

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب ھل یقول انی صائم، الحدیث: ۱۹۰۴، ص ۱۴۹

زیادہ فضیلت والا شہر ہے، لیکن اس نے ان کی نسبت اپنی جانب فرمائی حالانکہ ہر شے اسی کی ہے۔ اسی طرح روزہ بھی اس کے نزدیک تمام اعمال میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جس کی وجہ اس میں اخلاقِ صمدیت میں سے ایک خُلق کا پایا جانا (یعنی کھانے پینے سے بے نیاز ہونا) ہے اور اس کا ایک پوشیدہ و مخفی عمل ہونا ہے جس سے سوائے اس کے کوئی آگاہ نہیں۔ پس ان وُجوہات کی بنا پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روزے کی نسبت اپنی جانب فرمائی۔

روزے میں قصاص نہیں

مَنقول ہے کہ (بروزِ قیامت) ابنِ آدم کے ہر عمل میں قصاص لیا جائے گا اور اس کا ہر عمل مظالم پورے کرنے کے سبب ختم ہو جائے گا سوائے روزے کے کیونکہ اس میں کسی قسم کا قصاص نہیں۔ بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: ''یہ خاص میرے لئے ہے اور اس میں سے کوئی بھی قصاص نہیں لے سکتا۔'' اور ایک قول میں ہے کہ ''روزے کے سوا ہر عمل کا اجر و ثواب معلوم ہے کیونکہ کوئی بھی انسان نہیں جانتا کہ اس کی جزا کیا ہے؟ بلکہ اس کا اجر بغیر حساب کے عطا کیا جائے گا اور خوب خوب نوازا جائے گا۔'' چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿**فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ**﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدۃ:۱۷)﴾[1] کی تفسیر میں مَنقول ہے کہ ان لوگوں کا عمل روزہ ہوگا اور (سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۲ میں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿**اَلسّٰٓئِحُوْنَ**﴾ سے بھی ایک قول کے مطابق روزہ دار ہی مراد ہیں۔[2] گویا کہ وہ اپنی بھوک اور پیاس لے کر اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دنیاوی ساز و سامان یعنی اپنے کھانے پینے جیسی آنکھوں کی ٹھنڈک تک ترک کر دی تو ان کے آقا و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مخفی جائے پناہ عطا فرمائی یعنی انہیں ان کے عمل کی جزا کے سبب آنکھوں کی ٹھنڈک جیسی نعمت سے نوازا جو مخفی ہے۔

روزہ صبر اور ذِکر کا نام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ ترجمۂ کنز الایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا

[1] ......ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصیام، فضائل الصوم، تحت الحدیث: ۳۵۸۲، ج۳، ص۲۹۶

حِسَابٍ ⑩ (پ۲۳،الزمر:۱۰) جائے گا بے گنتی۔

ایک قول کے مطابق یہاں بھی صابرین سے مراد روزہ دار ہی ہیں۔ روزے کا ایک نام صبر بھی ہے۔ پس جب بندے نے روزے کا معاملہ اپنے دل میں مخفی رکھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس کی جزا اپنے پاس مخفی رکھی۔[1]

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ جو مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں اسے جی میں یاد کرتا ہوں۔"[2] پس روزہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہی ہے مگر یہ ایک سِرّ (یعنی بھید، راز) ہے۔

روزہ رکھنے کے مختلف انداز

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) میں کسی بندے کے لیے اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ قربانی کے چاڑ دنوں سے بڑھ کر روزہ نہ رکھے کیونکہ روزہ نہ رکھنے سے قَساوتِ قلبی پیدا ہوتی ہے، حالت بدل جاتی ہے، غلط عادات پیدا ہوتی اور شہوات جنم لیتی ہیں، نیز لگا تار چاڑ دن سے زائد روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے نہ اسے مُستَحب قرار دیا گیا ہے اور وہ چاڑ دن یہ ہیں یعنی قربانی کا ایک دن اور تین دن ایامِ تشریق[3] کے۔

البتہ مُستَحب یہ ہے کہ (۱) ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے (۲) یا دو دن لگا تار روزہ رکھ لے اور اگلے دو دن نہ رکھے، اس طرح وہ سال کا نصف حصہ روزہ رکھنے والا شمار ہوگا، لیکن اگر یہ پسند کرے تو (۳) دو دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے، اس صورت میں سال کا دو تہائی حصّہ روزہ دار شمار ہوگا اور (۴) اگر چاہے تو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن نہ رکھے، اس صورت میں سال کا ایک تہائی روزہ رکھنے والا شمار ہوگا۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) یہ روزہ داروں کے روزہ رکھنے کے مختلف طریقے ہیں اور ان کے فضائل کے متعلق مروی روایات ہم نے حَذْف کر دی ہیں اور (۵) اگر ہر مہینے کی ابتدا، وسط اور آخر میں تین تین دن روزہ رکھے تو یہ بھی بہتر ہے لیکن (۶) اگر ہر پیر، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھے تو یہ

---

[1] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصیام، فضائل الصوم، تحت الحدیث: ۳۵۸۲، ج۳، ص۲۹۲ مفهوماً

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول الله (ویحذرکم الله نفسه) ال عمران ۲۸، الحدیث: ۷۴۰۵، ص۶۱۶

[3] ......یومِ نَحر (قربانی) یعنی دس ذوالحجہ کے بعد کے تین دن (۱۱ و ۱۲ و ۱۳) کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۴۴) ان چار دنوں کے علاوہ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۹۶۷)

بہت زیادہ بہتر ہے (۷) اور کم از کم اَیَّامِ بِیْض [1] اور ہر ماہ کی ابتدا و انتہا میں ایک ایک روزہ تو ضرور رکھے۔

افضل روزے

حُرمت والے مہینوں میں روزے رکھنا سب سے زیادہ باعثِ فضیلت ہے اور جن روزوں کی فضیلت مروی ہے ان میں محرم الحرام اور ذی الحجۃ الحرام کے ابتدائی عشرے کے روزے ہیں اور اس کے بعد شعبان المعظم کے روزوں کی فضیلت سب سے زیادہ مروی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس مہینے میں مسلسل ماہِ رمضان تک کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ [2]

البتہ ہر مہینے میں کوئی بھی شخص تین دن روزے رکھنا ترک نہ کرے بلکہ پیر اور جمعرات کے روزے تو ہمیشہ رکھا کرے۔ چنانچہ مروی ہے کہ پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہینے محرم الحرام کے ہیں۔'' [3]

صومِ دہر کا حکم

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی ایک جماعت نے **صومُ الدَّھْر** [4] کو مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن اگر صومِ دہر سے

---

[1] ......اَیّامِ بِیْض چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو کہتے ہیں۔ (فیضانِ سنت، ج ۱، ص ۱۴۰۵)

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم شعبان، الحدیث: ۲۴۳۱، ص ۱۴۰۳

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۲۷۵۵، ص ۸۶۲

[4] ......فقیہِ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (مُتَوَفّٰی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں: ''صیام ابد۔ اسی کو صیام دہر بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سال بھر تک بلا ناغہ (ممنوع روزوں کے علاوہ) لگاتار روزے رکھے جائیں اور رات میں کھایا پیا جائے اور صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ رات میں بھی کچھ کھایا پیا نہ جائے اگرچہ دو چار روز ہی ہو۔ یہ جو ارشاد فرمایا: جس نے صوم ابد رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اس سے مراد یہ ہے جب وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کی طبیعت روزے کی عادی ہو جائے گی۔ دن میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوگی۔ روزے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ وہ نہ ہوگی۔ تو ایسا ہے گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ یہ خبر ہے اور اگر اس خبر کو نہی کے معنی میں مانیں تو یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے ہے کہ جنہیں مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کو ادا نہیں کر پائیں گے خواہ وہ حقوق دینی ہوں یا دنیوی۔ مثلاً نماز، جہاد، بچوں کی پرورش کے لئے کمائی اور اگر مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ حقوق واجبہ تو کما حقہ ادا کرلیں گے۔ مگر حقوق غیر واجبہ ادا کرنے کی قوت نہیں رہے گی۔ ان کے لئے روزہ مکروہ یا خلاف اولیٰ ہے اور جنہیں اس کا ظن غالب ہو کہ صوم دہر رکھنے کے باوجود تمام حقوق واجبہ، مسنونہ، مستحبہ، کما حقہ ادا کرلیں گے ان کے لئے کراہت بھی نہیں۔ بعض صحابۂ کرام جیسے ابوطلحہ انصاری اور حمزہ بن عمرو اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا صوم دہر رکھتے تھے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بہت سے تابعین اور اولیائے کرام (رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام) سے بھی صوم دہر رکھنا منقول ہے۔ (نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم داود علیہ السلام، ج ۳، ص ۳۸۶)

کسی کا مقصود اپنے دل کی اصلاح اور نفس کو انکسار کا پیکر بنانا اور دُرُستیٔ حالت ہو تو چاہئے کہ ایسا شخص روزے رکھا کرے کہ اس صورت میں اس پر روزے رکھنا لازم ہے بشرطیکہ صومِ دہر میں اسے تقویٰ و اصلاح حاصل ہو۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو صائم الدَّہر ہو اس پر جہنّم تنگ ہو جاتی ہے۔'' اور اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انگلیوں سے 90 کا اشارہ کیا (یعنی شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کی جڑ سے ملا دیا)۔ [1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنّم میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ صومِ دہر کی فضیلت پر بہت سی روایات مروی ہیں اور سلف صالحین یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی ایک جماعت کے متعلق مروی ہے کہ وہ صائم الدہر تھے۔ ہاں اگر کوئی شخص سنت پر عمل نہ کرے اور افطار کی رخصت کا خیال نہ رکھے تو اس کے لئے صومِ دہر مکروہ ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دین میں وُسْعت کا حکم دیا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی آگاہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی دی گئی رخصت پر عمل کرنا پسند فرماتا ہے جیسا کہ وہ عَزِیمت پر عمل کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ [2] اور ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا پسند فرماتا ہے اور نافرمانی پسند نہیں کرتا۔ [3]

صومِ نصف الدہر کی فضیلت

صومِ نصف الدہر یعنی ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن نہ رکھنے کی فضیلت پر کثیر احادیث مروی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ دو حالتوں کے درمیان رہے یعنی حالتِ صبر اور حالتِ شکر۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سرورِ دو جہاں، مالکِ کون و مکاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر دنیا کے خزانوں اور زمین کے دفینوں کی چابیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے انہیں لوٹا دیا اور عرض کی کہ میں ایک دن بھوکا رہنا اور ایک دن کھانا کھانا پسند کرتا ہوں تاکہ جب شِکَم سَیر ہوں تو اے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! تیرا شکر ادا کروں اور جب بھوک محسوس کروں تو تیری بارگاہ میں عاجزی و انکساری کروں۔'' [4]

---

[1] ……صحیح ابنِ خزیمة، کتاب الصیام، باب فضل صیام الدھر……الخ، الحدیث: ۲۱۵۴، ج۳، ص۳۱۳

[2] ……المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۲۸۲، ج۴، ص۳۷۱

[3] ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۵۸۷۸، ج۲، ص۳۹۴

[4] ……جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیه، الحدیث: ۲۳۴۷، ص۱۸۸۷ مفهوماً

صومِ داودی کی فضیلت

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین روزے میرے بھائی حضرت داود (عَلَیْہِ السَّلَام) کے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔'' [1]

مَنْقُول ہے کہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ماہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب یہ عرض کی کہ میں اس سے بھی زیادہ فضیلت والے روزے رکھنا چاہتا ہوں تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو۔'' تو انہوں نے عرض کی کہ میں اس سے بھی افضل روزے رکھنے چاہتا ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس سے افضل روزے نہیں ہیں۔'' [2]

30 روزوں سے افضل روزہ

صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**ذُو الْحَجَّةُ الْحَرَام** کا ایک روزہ دوسرے مہینوں کے 30 روزوں سے افضل ہے اور رمضان المبارک کا ایک روزہ ماہِ حرام کے 30 روزوں سے افضل ہے۔'' [3]

700 سال کی عبادت کا اجر و ثواب

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو شخص ماہِ حرام (**ذُو الْحَجَّةُ الْحَرَام**) میں تین۳ دن یعنی جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن روزہ رکھتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر دن کے بدلے 700 سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔'' [4]

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روزے

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، الحدیث: ۱۹۷۶، ص ۱۵۴ مفھوماً

[2] ......المرجع السابق

[3] ......المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث: ۹۶۰، ج ۲، ص ۱۷ مختصراً

[4] ......تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۲۲۹۰ زھیر بن محمد بن یعقوب، الحدیث: ۴۴۰۴، ج ۱۹، ص ۱۱۶

ہر مہینے کچھ دن روزے نہ رکھتے اور ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شعبان المعظم کے روزوں کو رمضان المبارک کے روزوں سے ملا دیا مگر کئی مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رمضان المبارک کے روزوں کو شعبان المعظم کے روزوں سے جدا ہی رکھا (یعنی آخر ماہ میں روزہ نہ رکھا)۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے روزہ رکھنے کے جو مختلف انداز بیان کئے ہیں وہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کی ایک جماعت کا طریقہ رہا ہے اور ان میں سے ہر طریقے کی فضیلت میں کثیر روایات مروی ہیں اور اسی طرح جو کچھ ہم مزید ذکر کریں گے اس کی فضیلت بھی کثیر روایات میں مروی ہے یعنی رات دن میں قلب اور دوسرے اعضائے جسمانی کے اعمال یا ایمان اور اہلِ یقین کے اوصاف وغیرہ۔ ہمارا مقصود ان بہت سی روایات کو بیان کرنا نہیں اور نہ ہی ہمارا طریقہ نیک اعمال کے فضائل بیان کرنا ہے، بلکہ ہم تو اچھے عمل کرنے والوں کے دلوں کو مہذب بنانا چاہتے ہیں تاکہ دلوں کی طہارت اور ایمان کی حقیقت کے ذریعے اعمال پاکیزہ ہوں اور نیک اعمال بجالانے والوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل ہو کیونکہ اس بلند و برتر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا نہ تو کسی میں نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی قدرت۔

اہلِ یقین کا روزہ

روزہ داروں کے ہاں روزے سے مراد جسم کا روزہ ہوتا ہے مگر اہلِ یقین کے روزے سے مراد دل کو دنیاوی افکار اور غلط ارادوں سے روکے رکھنا ہے، اس کے بعد کان، آنکھ اور زبان کا روزہ یہ ہے کہ ان اعضاء کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حدود سے تجاوُز کرنے سے روکا جائے اور ہاتھ اور پاؤں کا روزہ یہ ہے[2] کہ وہ کبھی غلط کاموں سے باز رہیں۔

روزہ دار کی نیند

جس نے مذکورہ اوصاف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے روزہ رکھا اس نے کامل وقت پالیا اور وہ دن کی ہر ساعت میں

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب مایذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ، الحدیث: ۱۹۷۱، ص ۱۵۴

سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فیمن یصل شعبان برمضان، الحدیث: ۲۳۳۶، ص ۱۳۹۷ ۔ وباب اذا اغمی الشھر، الحدیث: ۲۳۲۵، ص ۱۳۹۶

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''فیضانِ سنّت'' جلد اوّل کے **صَفحہ** 969 تا 980 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے جسمانی اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں اور آنکھ وغیرہ کے روزہ کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔ مزید معلومات کے لیے ان صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

سے کچھ وقت پانے والا ہو گیا اس حال میں کہ اس نے اپنے تمام دن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے معمور کر دیا، پس اس جیسے شخص کے متعلق منقول ہے کہ ''روزہ دار کی نیند عبادت اور اس کی سانس تسبیح ہے۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے باطل کے سننے اور بری باتیں کرنے کا تذکرہ اَکْلِ حَرَام (حرام خوری) کے ساتھ ملا کر کیا ہے، پس اگر سنی جانے والی باتیں سننے والے پر اور کہی جانے والی باتیں کہنے والے پر حرام نہ ہوتیں تو ان دونوں کا تذکرہ قرآنِ کریم میں اَکْلِ حَرَام (حرام خوری) کے ساتھ نہ کیا جاتا جو کہ گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ،

ایک جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِؕ (پ۶، المآئدۃ: ۴۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ (پ۶، المآئدۃ: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے۔

روزے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدوں کا لحاظ رکھنے والا کوئی بندہ اگر (کسی عُذر کی وجہ سے) روزہ نہ رکھ پائے کہ جس میں کھانا اور جِماع منع ہے تب بھی فضیلت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فرمانبردار و تابعدار ہونے کی وجہ سے روزہ دار ہی شُمار ہوگا لیکن جو شخص روزہ رکھے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تجاوُز کرے اور ان کو ضائع کرے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں روزہ رکھنے والا شمار نہیں ہوتا، بھلے اپنے گمان میں روزہ دار ہی ہو کیونکہ اس نے جو ضائع کر دیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بہت محبوب تھا اور اس سے بھی بڑھ کر تھا جس کی اس نے حفاظت کی۔

اعضاء کا روزہ

جس شخص نے کھانے سے رکنے کا روزہ رکھا لیکن دوسرے اعضائے جسمانی کے ذریعے اُمورِ شرعیّہ کی مخالفت کر

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۹۳ کرز بن وبرۃ الحارثی، الحدیث: ۶۴۶۱، ج۵، ص۹۶

کے افطار کر دیا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے وُضو کرتے وقت ہر ہر عُضْو کا تین۳ تین۳ مرتبہ مَسْح کر کے نماز پڑھی۔ یعنی اس نے محض اعضاء کے دھونے کی تعداد پوری کی مگر دھونے کا فرض چھوڑ دیا۔ پس اس کی نماز اس کی جہالت کی وجہ سے مردود ہو گی جبکہ وہ اس دھوکے میں مبتلا ہے کہ اس نے نماز ادا کر لی ہے۔

اسی طرح جو شخص کھانے سے رکنے کا روزہ نہ رکھے لیکن اس کے اعضاء منع کردہ اشیاء سے رکنے کا روزہ رکھے ہوئے ہوں تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے وُضو کرتے وقت ہر ہر عُضْو کو صرف ایک ایک مرتبہ دھویا، پس وہ تعداد پوری نہ کرنے کی فضیلت چھوڑنے والا اور فرض کی تکمیل کرنے والا ہے اور عمل کے اعتبار سے مُحْسِن ہے۔ اس کی نماز اصل کو مضبوط کرنے اور اپنے علم کے مطابق عمل کرنے کی وجہ سے مقبول ہے اور اس شخص کی مثال جس نے کھانے اور جماع سے روزہ رکھا اور اپنے اعضاء کو بھی گناہوں سے محفوظ رکھا اس شخص جیسی ہے جو وضو کرتے وقت ہر ہر عضو کو تین۳ تین۳ مرتبہ کامل دھوئے۔ پس اس نے فرض کو بھی مکمل طور پر ادا کیا اور کامل فضیلت پانے والا بھی شُمار ہو گا۔ چنانچہ،

اسی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ (پ۸، الانعام: ۱۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضو کے متعلق ارشاد فرمایا: ''یہ میرا اور مجھ سے پہلے اَنْبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) اور میرے باپ حضرت ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَام) کا وضو ہے۔'' [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ (پ۱۷، الحج: ۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

مُراد یہ ہے کہ تم پر ملّتِ ابراہیمی کو تھامے رکھنا لازم ہے پس انہیں اپنا امام بنا لو اور ان کی اِقتدا کرو۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شکر ادا کرتے ہوئے کھانے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہوتا ہے۔'' [2]

---

[1] ……سنن ابن ماجه، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی الوضوء مرة ومرتين وثلاثا، الحديث: ۴۱۹/۴۲۰، ص ۲۵۰۲

[2] ……سنن ابن ماجه، ابواب الصيام، باب فيمن قال الطاعم الشاكر كالصائم الصابر، الحديث: ۱۷۶۴، ص ۲۵۸۲

آدم خور عورتیں

سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا، دن کے آخری حصے میں انہیں بھوک اور پیاس کی شدّت نے تھکا دیا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کے قریب ہو گئیں تو انہوں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ بابرکت میں پیغام بھیجا کہ انہیں اِفطار کی اِجازت عطا فرما دیجئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی طرف ایک پیالہ بھیجا اور ارشاد فرمایا: ''ان دونوں سے کہو کہ اس میں قے کریں جو انہوں نے کھایا ہے۔'' راوی فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک نے تازہ خون اور گوشت کی قے کر کے پیالے کو نصف بھر دیا اور پھر دوسری نے بھی اسی طرح قے کی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا، لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ان دونوں نے اس شے سے روزہ رکھا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لئے حلال ٹھہرائی تھی لیکن اس شے سے افطار کر دیا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر حرام قرار دی تھی، (ہوا یوں کہ) ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور پھر دونوں لوگوں کی غیبت کرنے لگیں، پس یہ لوگوں کا وہی گوشت ہے جو انہوں نے کھایا تھا۔''[1]

متقین کے ذرّہ برابر عمل کا ثواب

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ عقل مند لوگوں کا رات کو سوتے رہنا اور دن کو روزہ نہ رکھنا کیا خوب ہے اور بے وقوف لوگوں کا دن کو روزہ رکھنا اور رات بھر جاگ کر عبادت کرنا کتنا مَعیُوب ہے مگر اہلِ یقین اور متقین کا ایک ذرّہ برابر عمل خود فریبی میں مبتلا افراد کی پہاڑوں کی مثل عبادت سے بہتر و افضل ہے۔[2]

جو بات کرنا منع ہے اسے سننا بھی منع ہے

ہر وہ بات جس کا منہ سے نکالنا منع ہے اسے سننا بھی منع ہے اور ہر وہ فعل جس کا کرنا حرام ہے اس کی جانب دیکھنا یا اس کا خیال بھی دل میں آنا مکروہ ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سننے اور کہنے والے دونوں کو ہم پلّہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبید مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۷۱۴، ج ۹، ص ۱۶۵

[2] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۸، ج ۱، ص ۲۳

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۴۰) ترجمۂ کنزالایمان: ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

روزہ دار اور توبہ

روزہ دار کی مثال توبہ جیسی ہے کیونکہ صبر توبہ کی صِفَت ہے اور توبہ روزہ دار کے اپنی سابقہ بری عادات پر صبر کرنے کے سبب اس کے گزشتہ گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہے، پھر روزہ دار برے کاموں کے راستوں یعنی اپنے اعضاء کی حفاظت کر کے گزشتہ گناہوں کی جانب واپس نہ لوٹنے کا پُختہ ارادہ کر لیتا ہے۔

آگ سے ڈھال

روزہ آگ سے ڈھال اور نیک لوگوں کے درجات تک رسائی کا سبب ہے۔ جب روزہ دار روزے پر صبر کرتا ہے تو اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچاتا ہے مگر جب وہ اپنے اعضاء کو گناہوں میں خوب مگن کر دے تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو بار بار توبہ کر کے توڑ دیتا ہے۔ پس اس کی توبہ، توبۂ نَصوح [1] نہیں ہے اور نہ ہی اس کا یہ روزہ صحیح ہے، کیا آپ کی نظروں سے رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں گزرا کہ ''روزہ آگ کے سامنے ایک ڈھال ہے جب تک کہ اسے جھوٹ یا غیبت کے ذریعے پھاڑا نہ جائے۔'' [2]

میں روزہ دار ہوں

سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بے حیائی کی بات کرے نہ جہالت کی [3] اور اگر کوئی اسے گالی گلوچ کرے تو بس اتنا کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔'' [4]

---

[1] ......صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی خزائن العرفان میں سورۂ تحریم کی آیت نمبر 8 میں توبۂ نصوح کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس سے مراد ہے: توبۂ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے مجتنب رہے حضرت سیّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اور دوسرے اصحاب نے فرمایا توبۂ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

[2] سنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب......الخ، الحدیث: ۲۲۳۷/۲۲۳۶، ص ۲۲۳۳
المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۵۳۶، ج ۳، ص ۲۶۴

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب، ''فیضانِ سنّت'' جلد اوّل کے صفحہ 968 پر ہے: مطلب یہ کہ روزہ دار کو چاہئے کہ وہ روزے میں جہاں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، وہاں جھوٹ، غیبت، چغلی، بدگمانی، الزام تراشی اور بدزبانی وغیرہ گناہ بھی چھوڑ دے۔

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب الغیبۃ للصائم، الحدیث: ۲۳۶۳، ص ۱۳۹۸

ایک روایت میں ہے کہ ''کوئی شخص اپنے روزے کے دن کو اور افطار کے دن کو مُساوی نہ رہنے دے۔''[1] یعنی وہ روزے کی حُرمت کی وجہ سے اس کی حفاظت کرے۔

روزہ ایک امانت ہے

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''روزہ ایک امانت ہے اس لئے ہر ایک کو اپنی امانت کی حفاظت کرنی چاہئے۔''[2]

امانت کی حفاظت اعضاء کو گناہوں سے بچانے سے ہوتی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ جب تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آیتِ مبارکہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ (پ۵، النسآء: ۵۸)﴾[3] تلاوت فرمائی تو اس کے ساتھ ہی اپنا دستِ اقدس کان اور آنکھوں پر رکھ کر ارشاد فرمایا: ''کان اور آنکھ بھی امانت ہیں۔''[4] اس لئے روزہ دار کو (گالی گلوچ کے جواب میں) یہ کہنا جائز ہے کہ ''میں روزہ دار ہوں۔'' یعنی وہ اس امانت کا تذکرہ کرے جو اس نے اٹھا رکھی ہے اور وہ اس کے اہل کو وہ امانت واپس لوٹا دے۔

امانت کی حفاظت یہ بھی ہے کہ اسے چُھپایا جائے، اگر بلاضرورت اسے ظاہر کیا جائے تو یہ خیانت ہوگی کیونکہ امانت رکھوانے والا یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی امانت ظاہر کر دی جائے اور کسی مخفی شے کی حقیقی حفاظت یہ ہے کہ اسے (کہیں رکھ کر) بھلا دیا جائے اور اس کا ضِیاع یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی جگہیں بکثرت ہوں۔ پس روزہ دار کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اپنے روزے کو سرے سے بھول ہی جائے اور کسی خاص وقت کا انتظار نہ کرتا رہے کہ جو اسے موجودہ وقت سے غافل کر دے۔

❁......❁......❁

---

[1] ......الزهد لابن المبارك، باب فضل ذكر الله، الحديث: ۱۳۰۸، ص ۴۶۱

[2] ......المعجم الكبير، الحديث: ۱۰۵۲۷، ج ۱۰، ص ۲۱۹

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپُرد کرو۔

[4] ......الدر المنثور، پ۵، النساء، تحت الاية ۵۸، ج ۲، ص ۵۷۳

فصل 23

مُحاسبۂ نفس کا بیان

اس فصل میں نفس کا مُحاسبہ کرنے اور وقت کی قدر کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

ایک جگہ محاسبۂ نفس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ (پ۳۰، الزلزلۃ:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نصیحت

اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وِصال کے وقت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”حق اگرچہ بہت بھاری ہے مگر بھاری پن کے باوجود انتہائی خوشگوار ہے اور باطل اگرچہ ہلکا ہے مگر بیماری و آفت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جو حق دن کا ہے رات کو قبول نہیں فرماتا اور جو رات کا ہے دن کے وقت قبول نہیں کرتا، اگر آپ نے تمام لوگوں پر عدل کیا لیکن ان میں سے صرف ایک شخص پر ظُلم کیا تو آپ کے ظُلم کا پلڑا عدل سے وزنی ہو جائے گا، اگر آپ نے میری نصیحت یاد رکھی تو موت سے بڑھ کر کوئی شے آپ کو محبوب نہ ہوگی، وہ یقیناً آنے والی ہے اور اگر آپ نے میری نصیحت کو ضائع کر دیا تو موت سے بڑھ کر کوئی شے آپ کے نزدیک ناپسندیدہ نہ ہوگی، آپ اسے خود سے دور کرنے سے عاجز ہیں۔“ [1]

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما جاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب، الحدیث: ۱، ج۸، ص ۵۷۴

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور محاسبۂ نفس

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُ نا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: ''خود اپنا مُحاسَبہ کرلو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور اپنے اعمال کا وزن کئے جانے سے پہلے خود ہی ان کا وزن کرلو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُضور پیش ہونے والے سب سے بڑے دن کے لئے خود کو تیار کرلو کہ جس دن تم پیش کئے جاؤ گے کچھ بھی مخفی نہ رہے گا، بے شک آخرت میں اسی قوم کا حساب آسان ہوگا جس نے دنیا ہی میں اپنا محاسبہ کیا اور اسی قوم کے نامۂ اعمال کے وزن روزِ قیامت وزنی ہوں گے جس نے دنیا میں اپنے نُفوس کے اعمال کا وزن کیا ہوگا، میزان کا حق یہ ہے کہ اس میں سوائے حق کے کچھ نہ رکھا جائے جو بھاری ہی ہوگا۔ [1]

حقیقی زُہد

مُحاسَبۂ نفس وَرَع وتقویٰ سے پیدا ہوتا ہے، اعمال کا وزن کرنے کی صلاحیت مُشاہَدۂ یقین سے حاصِل ہوتی ہے اور روزِ قیامت آراستہ و پیراستہ ہوکر بارگاہِ ربُّ العزّت میں پیش ہونے کی لگن اُس بادشاہِ حقیقی (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ) کے خوف اور ڈر سے حاصل ہوتی ہے اور یہی حقیقی زہد ہے۔

نیکی، گناہ مٹا دیتی ہے

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''جہاں بھی رہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرا کرو، گناہ کے بعد نیکی کرلیا کرو کہ یہ اسے مٹا دیتی ہے اور لوگوں سے خوش خُلقی سے ملا کرو۔'' [2]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھے نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مذکورہ وصیت قرآنِ کریم میں مختلف جگہ نظر آئی۔ چنانچہ،

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث الکیس......الخ، الحدیث: ۲۴۵۹، ص ۱۸۹۹ مختصراً

[2] ......جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی معاشرة الناس، الحدیث: ۱۹۸۷، ص ۱۸۵۱

پہلے قول (جہاں بھی رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرا کرو) کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

دوسری وصیّت (گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو کہ یہ اسے مٹا دیتی ہے) اس فرمانِ باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (پ۱۳، الرعد: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔

یعنی وہ نیک عمل کر کے برائی دور کرتے ہیں اور بُرائی کے فوراً بعد نیک عمل کرتے ہیں تاکہ وہ اس برائی کا کفّارہ بن جائے اور تیسری وصیّت اس فرمانِ باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (پ۱، البقرۃ: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

نیک بنانے والی تین باتیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نیک بندوں کی تین باتوں اور خصلتوں کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، العصر: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

یعنی انسان اپنے اوقات کے فوت ہو جانے اور نَفْع کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے نقصان اور خسارے میں ہے۔

پھر ان لوگوں میں سے چند کو مُسْتَثْنٰی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (پ۳۰، العصر: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(پس یہاں صالحین کے دو اوصاف یعنی حق اور صبر کی وصیت کرنا بیان کئے گئے) اور تیسرے وصف کا تذکرہ اس فرمانِ عالیشان میں کیا:

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، البلد: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

﴿1﴾......نفسانی خواہشات کی مُخالَفت کر کے حق کی پیروی کی جائے تو اس طرح اصلاح ہوتی ہے کیونکہ نفسانی خواہشات کی پیروی و اِتّباع میں فساد ہے۔ ﴿2﴾......صَبْر ہی کسی مُعامَلہ کی جان اور اصل ہوتا ہے اور جس قدر صبر ہو اسی قدر بندے پر رحم اور مہربانی ہوتی ہے۔ ﴿3﴾......مخلوق پر رحمت و شفقت کرنا نہ صرف خالق کی رحمت کا دروازہ کھلنے کے مُتَرادِف ہے بلکہ حُسْنِ خُلْق کی چابی و کُنجی بھی ہے جس کے ساتھ حسنِ ظن اور سلامتیٔ قلب وابستہ ہیں، نیز دل میں رحمت کی موجودگی کے باعث حسد اور میل کچیل ختم ہو کر عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا یہی وصف تھا کہ جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صُحبَت کے لئے مُنْتَخَب فرمایا، ان پر اطمینان و سکون نازل فرمایا اور رحمت و شفقت سے ان کی تائید فرمائی۔ چنانچہ، ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ۲۶، الفتح: ۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں نرم دل۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے) رحمت کی حقیقت کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے۔ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۲۴)

اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے بھائیوں سے ملتے تو اسی صِفَت سے مُتَّصِف ہوتے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۶، المآئدۃ: ۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں پر نرم۔

پس یہ تینوں اوصاف (یعنی حق، صبر اور رحمت) رِقَّتِ قلبی کا دروازہ کھولنے اور قَساوَتِ قلبی کا دروازہ بند کرنے کا ذریعہ ہیں۔

رقتِ قلبی کے فوائد اور قساوتِ قلبی کے نقصانات

رِقَّتِ قلبی سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں:

❁......بندہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور دارِ آخرت کی جانب مُتوَجِّہ رہتا ہے۔

❁......احکام کی بجا آوری پر کمر بستہ رہتا ہے۔

❁......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدے اور وعید میں تدَبُّر وتَفَکُّر کرتا ہے۔

قَساوتِ قلبی کے نقصانات یہ ہیں:

❁......بندہ بارگاہِ خداوندی سے اِعراض کرنے لگتا ہے اور ❁......طویل غفلت کی وادیوں میں کھوجاتا ہے۔

پس مُحاسَبۂ نفس وَرَع وتقوٰی کے ذریعے، مُوازَنہ کی دولت عینُ الْیقین کے مشاہدے سے اور سب سے بڑی پیشی کی خاطر خود کو نیک اعمال سے مُزَیَّن کرنے کی سوچ مالکِ اکبر عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے حاصل ہوتی ہے اور یہی زہد کی حقیقت بھی ہے۔

سیِّدُنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے اقوال

اَمیرُالْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مروی ہے:

❁......بے شک بندہ ایک شے پا کر اس وقت تک خوش ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اسے کھو نہ دے اور اُسے اس شے کا کھو جانا برا محسوس ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اسے پا نہ لے۔

❁......دنیا پانے کے سبب بیحد فرحَت وخوشی کا اظہار مت کرو اور دنیا چھن جانے کے سبب اس پر افسوس مت کرو بلکہ آگے بھیجے گئے اعمال پر خوش ہونا چاہئے اور اس بات پر افسوس کرنا چاہئے کہ اعمالِ صالحہ نہ کرسکا اور اُمُورِ آخرت اور موت کے بعد کے معاملات سے غافل رہا۔[1]

اَمیرُالْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مروی ہے:

❁......خواہشِ نفس اندھے پن کی شریک ہوتی ہے۔ ❁......توفیق یہ ہے کہ حیرت کے وقت بندہ ٹھہر جائے۔

❁......غم کو دور کرنے والی سب سے بہتر شے یقین ہے۔ ❁......جھوٹ کا انجام ندَامت ہے۔

❁......سچّائی میں سلامتی ہے۔ ❁......بسا اوقات دور دکھائی دینے والا قریب سے بھی قریب تر ہوتا ہے۔

---

[1] ......العقد الفريد لابن عبد ربه الاندلسی، كتاب الزبرجدة فی المواعظ والزهد، لابن عباس فی كلام لعلی، ج ۳، ص ۸۴

✿......اجنبی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

✿......دوست وہ ہے جو عدم موجودگی میں بھی دوستی کی تصدیق کرے۔

✿......بدگمانی دوست سے دور کر دیتی ہے۔ ✿......کسی کی عزّت کرنا کتنی بہترین عادت ہے۔

✿......حیا ہر اچھے و نیک کام کا سبب ہے۔ ✿......سب سے مضبوط آڑ، تقویٰ ہے۔

✿......سب سے مضبوط سبب جس سے تم اپنے نفس پر قابو پا سکو وہ تعلق ہے جو تمہارے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے۔

✿......دنیا میں تمہارا حصّہ اسی قدر ہے جو تمہاری آخرت کے لئے بہتر ہو۔

✿......رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو اور دوسرا وہ جو تمہاری تلاش میں ہے، اگر تم اس کے پاس نہ آسکو گے تو وہ تمہارے پاس خود ہی آجائے گا۔

✿......اگر تُو ضائع و برباد ہونے والی اپنی کسی شے پر جَزَع فَزَع کرتا ہے تو پھر اس شے پر ہرگز جزع فزع مت کر جو ابھی تک تجھے ملی نہیں۔

✿......جو بِیت چکا اس سے آنے والے معاملات پر استدلال کر کیونکہ اُمُور ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ [1]

ہر شے کے لئے آفت ہے

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہر شے کے لئے ایک آفت ہے۔ چنانچہ،

✿......علم کی آفت بھول جانا ✿......عبادت کی آفت سُستی و کاہلی

✿......عقل کی آفت خود پسندی ✿......دانائی کی آفت شیخی و بے جا تعریف

✿......تجارت کی آفت جھوٹ ✿......سخاوت کی آفت فضول خرچی

✿......خوبصورتی کی آفت تکبُّر و بڑائی اور اترانا ✿......دین کی آفت ریاکاری

✿......اور اسلام کی آفت خواہشِ نفسانیہ ہے۔ [2]

---

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۲۳۴۲۷، ج ۱۳، ص ۳۰۷

[2] ......سنن الدارمی، المقدمۃ، باب مذاکرۃ العلم، الحدیث: ۶۲۳، ج ۱، ص ۱۵۸ ۔ المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۶۸۸، ج ۳، ص ۶۹ عن علی مختصراً

رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میری اُمّت کی آفت درہم و دینار ہیں۔'' [1]

سونے چاندی سے زیادہ خوبصورت 5 باتیں

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے پانچ ایسی وصیتیں فرمائیں جو سونے اور چاندی سے زیادہ خوبصورت ہیں:

﴿1﴾......لایعنی مُعاملہ میں ہرگز گفتگو نہ کرنا کہ یہی سلامتی کے زیادہ قریب ہے اور خطا ولغزش سے بے خوف مت ہونا۔

﴿2﴾......اپنی ضَرورت کے مُعاملہ میں بھی موقع مَحَل دیکھے بغیر ہرگز گفتگو مت کرنا کہ بسا اوقات اپنے فائدے کے معاملے میں موقع ومَحَل کا خیال کئے بغیر گفتگو کرنے والا بھی شرمسار ہوجاتا ہے۔

﴿3﴾......کسی بُرْدْبار سے بَحث مُباحثہ کرنا نہ کسی بے وقوف سے کہ بُردبار شخص تجھے خوب تڑپائے گا اور بے وقوف اذیت پہنچائے گا۔

﴿4﴾......جب تیرا کوئی بھائی تیرے پاس موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا ایسا تذکرہ کرنا جیسا تو پسند کرتا ہے کہ وہ تیری عدم موجودگی میں تیرا تذکرہ کرے اور اس کی ہر وہ خطا ولغزش معاف فرمادینا جس پر تم اپنے لئے اس کی جانب سے معافی کو پسند کرتے ہو۔

﴿5﴾......ایسے شخص جیسے اعمال بجالانا جو جانتا ہے کہ اسے احسان کا انعام ملے گا اور بُرائی کی سزا۔ [2]

ہر بات دس ہزار سے بہتر

حضرت سیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وصیّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے لختِ جگر! میں ان (یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو دیکھتا ہوں کہ وہ تجھے بزرگوں سے بھی مُقدَّم رکھتے ہیں اور تیری عزّت کرتے ہیں، پس میری یہ باتیں یاد رکھنا:

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، باب الالف، الحدیث: ۲۱۴، ج ۱، ص ۱۰۱

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت، الحدیث: ۵۰۱۸، ج ۴، ص ۲۶۲ عن وبرۃ بن عبد الرحمن
موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب النہی عن الکلام، الحدیث: ۱۱۴، ج ۷، ص ۸۸

﴿1﴾......کبھی تنہائی میں بھی ان کے سامنے کسی کی چغلی نہ کھانا ﴿2﴾......کسی بات میں ان کی نافرمانی نہ کرنا ﴿3﴾...... ان کے پاس بیٹھ کر کسی کی غیبت نہ کرنا ﴿4﴾...... وہ تیری کسی خِیانت سے آگاہ نہ ہونے پائیں ﴿5﴾......اور نہ ہی انہیں خود پر جھوٹ کا تجربہ کرنے دینا۔[1] یہ وصیّت دو روایتوں کا مجموعہ ہے، ایک روایت میں راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام شَعْبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عرض کی: ''ان میں سے ہرایک وصیّت ایک ہزار سے بہتر ہے۔'' توانہوں نے فرمایا: ''ان میں سے ہرایک دس ہزار سے بہتر ہے۔''[2]

ایمانِ کامل کرنے والی تین باتیں

حضرت سیِّدُنا یوسُف بن اَسْباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: منقول ہے کہ جس میں تین باتیں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوجاتا ہے:

﴿1﴾......جب راضی ہوتو اس کی رضا اسے باطل کام کی طرف نہ لے جائے۔

﴿2﴾......جب ناراض ہوتو اس کا غُصّہ اسے حق سے نہ پھیر دے۔

﴿3﴾......جب غَلَبہ حاصِل کرے تو جو شے اس کی نہ ہو اسے کسی سے نہ چھینے۔[3]

تین باتیں حق ظاہر کرتی ہیں

حضرت سیِّدُنا سَرِی بِنْ مُغَلِّس سَقَطِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کے ذریعے حق ظاہر ہوتا ہے: ﴿1﴾......مقامِ ہلاکت میں حق بات پر قائم رہنا ﴿2﴾......مصیبت نازل ہوتو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردینا اور ﴿3﴾......نعمت کے زوال کے وقت قضا وقدر پر راضی رہنا۔ (ہم زوالِ نعمت سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں)

ایمانِ کامل اور تین باتیں

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس میں تین باتیں

---

[1] ......فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل، الحديث: ١٩١٩/١٩٠٥، ج ٢، ص ٩٧٠/٩٧٤

[2] ......فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل، الحديث: ١٩٠٥، ج ٢، ص ٩٧٠

[3] ......الفردوس بماثور الخطاب، باب التاء، الحديث: ٢٢٨٥ ج ٢، ص ٣١٣ عن انس بن مالك

پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوتا ہے:

﴿1﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعاملے میں کسی مَلامت کرنے والے کی مَلامت سے نہ ڈرے۔

﴿2﴾......اپنے عمل میں دِکھاوے کا اِظہار نہ ہونے دے۔﴿3﴾......جب اس کے سامنے دَو اُمور پیش کئے جائیں، جن میں سے ایک دنیا اور دوسرا آخرت کا ہو تو دنیا پر آخرت کو ترجیح دے۔“ [1]

نجات دینے اور ہلاک کر دینے والی تین چیزیں

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”تین چیزیں نجات دینے والی اور تین ہلاک کر دینے والی ہیں:

نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں:

﴿1﴾......ظاہر و باطن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ﴿2﴾......خوشی و ناراضی ہر حالت میں عدل کی بات کرنا اور ﴿3﴾...... فَقْر و غَنا میں میانہ روی اختیار کرنا۔

ہلاکت و بربادی کا باعث بننے والی اشیاء یہ ہیں:

﴿1﴾......بُخل جس کی پیروی کی جائے ﴿2﴾......خواہش جس کا اِتّباع کیا جائے اور ﴿3﴾......خود پسندی۔“ [2]

ایک روایت میں تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”عزّت و تکریم تقویٰ کا نام ہے، شَرف عاجزی و انکساری میں اور غَنا یقین میں ہے۔“ [3]

ایمان کا لباس

پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ الْعِزّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقویٰ......زینت حیا اور......ثمرہ (یعنی پھل) علم ہے۔“ [4]

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۲۲۷۴، ج۲، ص ۱۱۳

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۷۵۴، ج۴، ص ۲۱۲

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۲۲، ج ۱، ص ۳۰

[4] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۸۰، ج ۱، ص ۷۲

موت کافی ہے

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''موت، بطورِ واعِظ ......خَشِیَّت بطورِعِلْم ...... یقین بطورِغِنااور......عبادت بطورِشُغْل کافی ہے۔''①

خطبہ حجۃ الوداع کے منفرد کلمات

سَیِّدُ الْخُطَباء، حکیمُ الْحُکَماء، حبیبِ مجتبٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حَجۃُ الْوَداع کے موقع پر اپنے وعظ ونصیحت میں زہدو بصارت سے بھرپور ایسے جامع کلمات ارشادفرمائے جوان تمام معانی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خطبے کی تشریحات میں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا:

- ......اے لوگو! گویا کہ اس میں ہمارے غیر پر موت لکھی گئی اور گویا کہ اس میں ہمارے غیر پر حق لازم کیا گیا اور گویا کہ ہم جن مرنے والوں کو سَفرِ آخرت پر روانہ کرتے ہیں وہ تھوڑی ہی دیر بعد ہماری جانب لوٹ آئیں گے، ہم انہیں ان کی قبروں میں چھوڑ آتے ہیں، ان کا ترکہ و وراثت کھاتے ہیں گویا کہ ہم ان کے بعد ہمیشہ رہیں گے، اس حال میں کہ ہم نے ہر نصیحت بھلادی ہے اور ہر قسم کی تکلیف سے بےخوف ہو چکے ہیں۔
- ......خوش بختی ہے اس کے لئے جسے اس کے نفس کے عیبوں نے لوگوں کے عُیوب سے غافِل رکھا اور وہ اس مال سے خرچ کرتا رہا جو اس نے بغیر کسی مَعْصِیَت و گناہ کے حاصِل کیا اور جس نے عاجِز ومسکین لوگوں پر رحم کیا اور جو اہلِ فقہ وحکمت کے پاس اٹھتا بیٹھتا رہا۔
- ......خوش خبری ہے اس کے لئے جس نے اپنے نفس کو عاجزی وانکساری کا پیکر بنایا، اپنی عادات کو حسین اور اپنے باطِن کو دُرُست کیا اور لوگوں سے اپنے شر کو دور کیا۔

---

① ......المجالسة للدينوری، الجزء الثالث عشر من كتاب المجالسة، الحديث: ۱۹۲۵، ج ۲، ص ۲۳۳

الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد علی بن الحسين، الحديث: ۹۸۴، ص ۱۹۲

......مبارک ہواس شخص کوجس نے اپنے علم پر عمل کیا، اپنا ضرورت سے زائد مال (راہِ خدا میں) خرچ کر دیا، فُضول باتوں پر قابو رکھا، سنّت پر عمل کیا اور کسی بِدعت کا اِرتِکاب نہ کیا۔'' [1]

نصف علم پر مبنی روایت

خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مذکورہ تمام مَعانی کی جامع ایک حدیثِ پاک مروی ہے کہ جس کے الفاظ تو مختصر ہیں لیکن اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ نصف علم ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص کے حُسنِ اسلام میں سے یہ ہے کہ وہ لایعنی کام چھوڑ دے۔'' [2]

لایعنی کاموں سے مراد

لایعنی کاموں اور باتوں سے مراد وہ کام یا کلام ہے جس کا نہ تو کسی کو بطورِ فرض حکم دیا گیا ہو، نہ بطورِ نَفل اس کی ادائیگی کسی کے لئے مُستحَب ہو اور نہ ہی بطورِ مُباح کسی کو اس کے کرنے یا کہنے کی ضرورت ہو۔ ایک روایت میں اسے نصف وَرَع وتقویٰ قرار دیا گیا ہے۔

رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شک وشبہ والی بات چھوڑ کر اسے اختیار کر جس میں تجھے کوئی شک نہ ہو کیونکہ گناہ دلوں کا پڑوسی ہے۔'' [3]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جس قول یا فعل میں تمہیں شبہ ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ اسی میں غنیمت یا سلامتی ہے، مُراد یہ ہے کہ تم یقین کی اس حالت پر فائز ہو جس میں فضیلت پائی جاتی ہے یا جس کا تعلق سلامتی کے ساتھ ہے اور تمہارے دل میں غیر واضح کھٹکا پیدا ہو تو اسے چھوڑ دو کہ یہ گناہ ہے خواہ انتہائی کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومنین کے

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۶۳، ج۷، ص۳۵۵

تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۶۷۶۴ محمد بن علی، الحدیث: ۱۱۴۸۰، ج۵۴، ص۲۴۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب من حسن اسلام المرء......الخ، الحدیث: ۲۳۱۷، ص۱۸۸۵

[3] ......صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبھات، ص۱۶۰

اوصاف کی اس قدر وضاحت فرمائی جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کی شان بیان کی ہے۔

صفاتِ مومنین

ایک مرتبہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس تشریف فرما تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سجدے میں تشریف لے گئے اور خوب طویل سجدہ کیا، اس کے بعد سرِ انور اٹھایا اور دستِ اقدس اٹھا کر یہ دعا کی: ﴿اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَ زِدْنَا وَ لَا تَنْقُصْنَا وَ اَعِزَّنَا وَلَا تُذِلَّنَا﴾[1] ہم نے عرض کی: ''یارسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر ایسی آیاتِ مبارکہ کا نُزول ہوا ہے کہ جس نے انہیں قائم رکھا جنّت میں داخل ہوگا۔'' اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱)﴾[2] سے لے کر دس آیات تلاوت فرمائیں۔[3]

ایک بار ایک شخص نے سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا: ''یارسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کب معلوم ہوگا کہ میں اہلِ جنّت میں سے ہوں؟'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''میں حقیقی مومن ہوں۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم ان اوصاف کے حامل ہو جاؤ گے۔'' اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان آیات: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱، ۲)﴾[4] سے لے کر وہ سب آیات تلاوت فرمائیں جن میں مومنین کی صفات مذکور ہیں۔

مومنین کی جامع صفت

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومنین کی صِفات میں سے ایک مختصر لیکن جامع صِفَت اس طرح بیان فرمائی ہے جیسا کہ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ نے توحید و عمل میں اپنے مُخلِص بندوں کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ چنانچہ،

---

[1] ......ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں عزت عطا فرما اور رسوا نہ فرما، ہمیں زیادہ فرما اور کم نہ کر، ہمیں مُعزّز بنا اور ذلیل نہ کر۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

[3] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورۃ المؤمنین، الحدیث: ۳۱۸۴، ص ۱۹۷۴

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر مجھ پر اس آیتِ مبارکہ کے سوا کچھ نازل نہ ہوتا تو یہی کافی تھی۔''[1] پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ کہف کی آخری آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۱۶، الکہف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہ انتہائی فصیح خطاب ہے اور اربابِ عقل ودانش کے لئے بیحد بلیغ کلام ہے، پس عملِ صالح عبادت میں اخلاص کو کہتے ہیں اور مخلوق سے شرک کی نفی یہ ہے کہ خالق عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانِیَّت کا یقین ہو۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ڈرنے والے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓىٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۵۷تا۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں سات مختلف آیاتِ مبارکہ میں مومنین کی ایسی جامع صفات ذکر فرمائی ہیں جنہوں نے اہلِ محاسبہ کے مقامات کو ایک لڑی میں پِرو دیا ہے اور وہ اہلِ مُراقَبہ کے احوال کے مَعانی پر غالب آگئی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان صفات کا آغاز خَشْیَۃ اور اِشْفَاق سے کیا اور اختتام وجل و اِنْفَاق پر کیا اور ان سب کا مُوجِب یقین کو ٹھہرایا جسکے سبب اہلِ تقویٰ کی نیکیوں کے اوزان کو ترجیح دی گئی۔ چنانچہ انکی سب سے آخری صفت ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۵۱۳۱، ج۲، ص۲۰۳ بتغیر

یعنی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب اپنے لوٹنے کے یقینی ہونے کی وجہ سے اس سے ڈرتے رہے اور خوف میں مبتلا رہے اور انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا اور جان و مال کا نذرانہ پیش کیا جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔

پس خائفین کو ملاقات کے وقت خوف سے امن حاصل ہوگا اور ان کا انجام بہتر ہوگا اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں قُرب کی بِشارت سے مُستَفِیض ہوں گے۔

محاسبہ کا طریقہ

مُحاسَبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب دل میں کوئی خیال پیدا ہو تو بندہ لمحہ بھر تَوَقُّف کرے اور اس کے بعد دل میں پیدا ہونے والے خیال یعنی دل کی حرکت اور اِضْطِراب میں فرق کرنے کی کوشش کرے۔ مراد یہ ہے کہ اپنے جسم میں تَصَرُّف کرے۔ اس طرح کہ اگر دل میں کھٹکنے والی بات ایسی ہو جو کسی نیّت یا عہد یا عزم یا کسی فعل یا ارادے کا تقاضا کرے تو پھر دیکھے کہ اگر وہ خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو اور اس کے قُرب کے مشاہدہ کا سبب ہو، نہ کہ اپنے نفس اور خواہش کے قرب کا سبب ہو، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی رضا کے حُصول کا باعث بھی ہو اور اس کے ہاں وہ کام مُسْتَحَب و مَنْدُوب بھی ہو تو اسے فوراً کر گزرے اور اس کے بجالانے میں جلدی کرے، لیکن اگر وہ خیال کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے یا خواہشِ نفس یا لَہْو و لَعِب اور کسی غفلت کی وجہ سے انسانی طبیعت و جِبِلَّت کے باعِث دل میں سَرایَت کر جائے تو فوراً اس کی نفی کر دے اور اس سے دور ہونے میں جلدی کرے بلکہ دل کو اس کی طرف مُتَوَجِّہ ہی نہ ہونے دے اور اس کا ذکر تک نہ کرے، ورنہ وہ خیال دل میں ایسے خراب ارادے کو جَنَم دے سکتا ہے جسے بعد میں جھٹکنا کافی مشکل ہو جائے گا اور جس کے نتیجہ میں ایسی گھٹیا سوچ پیدا ہو سکتی ہے کہ نفی کرنے کے بعد بھی اس سے چھٹکارا دشوار ہو جائے گا اور وہ دل میں ایسا تاثر چھوڑ سکتا ہے جس کے اثرات عملی جامہ پہنانے کے بعد نمایاں ہوں گے۔

مشتبہ خیال کا حکم

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ”اگر وہ خیال

خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو اور اس کے مُشاہدۂ قُرب کا باعث ہو نہ کہ اپنے نفس اور خواہشِ نفسانیہ کے قریب کر دینے والا ہو اور یہ کہ وہ خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی رضا حاصل کرنے کا سبب ہو نہ کہ کسی دنیاوی غرض کا باعث ہو۔'' تو ہمارے اس قول کی وجہ سے اگر کسی شخص پر مُعاملہ مُشتَبہ ہو جائے اور واضح نہ ہو پائے کہ وہ خیال اچھا ہے اور اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے یا نہیں اور بندے کو یہ کام کرنا چاہئے یا یہ مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور اس کی بجا آوری میں نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کوئی محبّت ہے اور نہ ہی بندے کو اس کی نفی کرنے میں کوئی قُرب حاصل ہوگا تو اس اِشکال کے پیدا ہونے کا سبب تین اسباب میں سے کوئی ایک ہوسکتا ہے: (۱)......معرفت کی کمی کے باعث بندے کا یقین کمزور ہوگا۔

(۲)......یا باطل حکم کی مراد مخفی و پوشیدہ ہوگی جس سے ناواقف ہونے کے باعث بندہ علم کی کمی کا شکار ہوگا۔

(۳)......فطری محسوسات سے پیدا ہونے والی اور نفس میں پوشیدہ خواہش اس پر غالب ہوگی۔

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ عالم وہ نہیں جو خیر و شر کی پہچان رکھتا ہے بلکہ اس کی پہچان تو ہر عقل مند انسان کر سکتا ہے۔ البتّہ! عالم حقیقی وہ ہوتا ہے جو دو برائیوں میں سے بہتر برائی کو پہچانتا ہو یعنی اگر کبھی مجبور ہو جائے تو اس پر عمل کرے اور دو بھلائیوں میں سے کون شر کے قریب ہے اس کی بھی پہچان رکھتا ہو کہ کبھی عمل کرنا پڑے تو شر کے زیادہ قریب بھلائی پر عمل کرنے سے اجتناب کرے۔ [1]

مُشتبہ اُمور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم تَوَقُّف کرنا ہے اور یہ کہ اگر وہ امور اعمالِ قُلوب سے تعلق رکھتے ہوں تو ان کے ادا کرنے کا پختہ عزم نہ کرے اور اگر وہ اُمور اعضاء و جَوارح کے اعمال سے متعلق ہوں تو ان پر عمل کرے نہ کوئی کوشش کرے بلکہ ٹھہرا رہے اور توقف کرے یہاں تک کہ وہ واضح ہو جائیں۔ یہی وَرَع و تقویٰ کی صورت ہے کیونکہ ورع سے مراد مشکلات اور مشتبہ امور کی جانب پیش قدمی کرنے کے بجائے تاخیر اور بزدلی کا اظہار کرنا ہے، یعنی مشتبہ امور میں معاملے کے منکشف ہونے تک قول، فعل اور عزم سے شریک نہ ہو۔

مشتبہ امور کی وضاحت ان کے انتہائی مُبْہَم و ناقابلِ فہم ہونے اور غیر واضح ہونے کی وجہ سے مخفی عُلوم سے ہوتی ہے اور ان کے دقیق و مخفی ہونے کی بنا پر ان کی یہ پوشیدگی معرفت حق سے ہی دور ہوتی ہے۔ چنانچہ،

امام العارفین، سیِّدُ الشّاکرین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، الحدیث: ۲۹۳، ص ۱۸۸ بتغیر

جائے تو اس وقت ان میں سب سے بڑا عالم وہ ہوگا جسے سب سے زیادہ معرفتِ حق حاصل ہوگی۔‘‘[1]

ایک روایت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ شبہات کے وارد ہونے کے وقت نقد وجرح کرنے والے صاحبِ بصیرت اور شہوات کے ہجوم کے وقت عقلِ کامل رکھنے والے انسان سے محبت کرتا ہے۔‘‘[2]

کثرتِ شبہات کی وضاحت

کثرتِ شبہات کی وضاحت میں حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ قول مروی ہے کہ آج تم ایک ایسے زمانے میں ہو جس میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جو (نیکی کے کاموں میں) جلدی کرنے والا ہے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جس میں سب سے بہتر انسان وہ ہوگا جو تَوَقُّف کرنے والا ہوگا۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے اہلِ عراق اور اہلِ شام کے ساتھ جنگ کرنے سے توقف کیا کیونکہ ان پر ان کا حال مشتبہ تھا، ان میں حضرت سیِّدُنا سعد، حضرت سیِّدُنا ابن عمر، حضرت سیِّدُنا اسامہ، حضرت سیِّدُنا محمد بن مسلمہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وغیرہ بھی تھے، پس جو شبہات کے وقت توقف نہ کرے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے تو اس نے خود کو اپنی خواہشِ نفس کے تابع کر دیا اور اپنی رائے پر عمل کرنے کو پسند کیا اور یہی وہ مفہوم ہے جو اس حدیثِ پاک میں مروی ہے جس میں اس قسم کے اوصاف رکھنے والے شخص کی مذمّت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ،

ایک حدیث اور اس کی شرح

حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ’’جب تم دیکھو کہ بُخْل و لالچ کی حکمرانی ہے اور خواہشِ نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور ہر صاحبِ رائے اپنی رائے پر اتراتا ہے تو (اس وقت) اپنی فکر کرنا۔‘‘[3]

بخل کی مذمت کی وجہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بخل کے پائے جانے کی مذمّت بیان نہیں فرمائی کیونکہ یہ تو نفس کی ایک

---

[1] ……مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۳۷۸، ص ۵۰

[2] ……الزھد الکبیر للبیھقی، الحدیث: ۹۵۴، ص ۳۴۶

[3] ……جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورۃ المائدۃ، الحدیث: ۳۰۵۸، ص ۱۹۶۰

صِفت ہے بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کی مَذمّت بیان کی ہے جو نفس کی اس بات میں پیروی کرے کہ وہ اپنی پسندیدہ اشیاء روک لے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں خرچ کرنے سے گریز کرے۔

اتباعِ خواہش کی مذمت کی وجہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِتّباعِ خواہش کو بھی مذموم قرار دیا کیونکہ کوئی نفس خواہش کے وجود سے خالی نہیں، اس لئے کہ یہ تو نفس میں قیام پذیر روح کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو اس روح یعنی خواہش کی پیروی کرنے کو عیب قرار دیا ہے۔

رائے پر اِترانے کے مذموم ہونے کی وجہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''ہر صاحبِ رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگے'' سے مراد یہ نہیں کہ کسی بھی معاملے میں رائے کا پایا جانا نقص وعیب ہے کیونکہ رائے تو عقل وفہم کا نتیجہ وثمرہ ہوتی ہے، بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی مَذمّت اس لئے بیان فرمائی کہ کوئی شخص صرف اپنی رائے کو دیکھے اور جو اسے رائے دے اس سے نظریں پھیر لے یا اپنی رائے کو اس شخص کی رائے پر ترجیح دے جو اس سے بڑھ کر ہو یا اپنی رائے پر فخر کرتے ہوئے دوسرے کی رائے ہی کو رَد کر دے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس فرمان میں اولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے صائبُ الرّائے ہونے کا وَصْف بیان کیا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۝۷۵ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لئے۔ (پ۱۴، الحجر: ۷۵)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مومنین جس بات کو اچھا

خیال کریں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جس بات کو مومنین بُرا جانیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی بری ہے۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کے گواہ ہو۔''[2] اور بعض سَلَف صالحین سے مَروی ہے کہ افضل عبادت بہترین رائے ہے۔[3]

مشتبہ مثالوں میں ترجیح کا طریقہ

جو مُعامَلہ مثالوں کے ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہونے کی وجہ سے مشکل محسوس ہو اور یہ واضح نہ ہو سکے کہ کس مثال کو ترک کیا جائے تو وَرَع وتقویٰ کی علامت یہ ہے کہ اس میں تَوَقُّف کیا جائے اور اس کے واضح ہونے تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔لیکن اگر کوئی معاملہ علمِ استدلال کی کمی کے باعث مُشتبہ ہو جائے تو اس کی حقیقت جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حرام وحلال ہونے کی دونوں اصلوں کی پہچان کی جائے اور پھر اس مُعاملے کو دونوں میں سے جس کے زیادہ مشابہ ہو اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔مثلاً

(۱)......بعض کے نزدیک خوبصورت لڑکے (یعنی اَمْرَد) کو اس کے مُذکّر (یعنی مَرد) ہونے کی وجہ سے دیکھنا جائز ہے۔[4]

اس مثال کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس مُعامَلہ کے مُشتَبِہ ہونے کی وجہ سے اسے دونوں اصلوں کے مدِّ مقابل رکھ کر اس میں غور وفکر کیا جائے۔چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ (پ۷،الانعام:۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: اس کا پھل دیکھو جب پھلے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ......المؤطا امام مالک بروایة محمد، ابواب الصلاة، باب قیام شهر رمضان، تحت الحدیث: ۲۴۱، ص ۱۴۱

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، الحدیث: ۱۳۶۷، ص ۱۰۷

[3] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الایمان والرؤیا، باب (۲)، الحدیث: ۱۵، ج۷، ص ۲۲۳

[4] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد 3 صَفْحہ 442 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''لڑکا جب مُراہِق ہو جائے اور وہ خوبصورت نہ ہو تو نظر کے بارے میں اس کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے اور خوبصورت ہو تو عورت کا جو حکم ہے، وہ اس کے لئے ہے یعنی شہوت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور شہوت نہ ہو تو اس کی طرف بھی نظر کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ تنہائی بھی جائز ہے۔شہوت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے یقین ہو کہ نظر کرنے سے شہوت نہ ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے، بوسہ کی خواہش پیدا ہونا بھی شہوت کی حد میں داخل ہے۔ (ردالمحتار) (مزید تفصیلات کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 18 صَفحات پر مشتمل شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے رسالے ''امرد پسندی کی تباہ کاریاں مع برباد جوانی'' کا مُطالعہ کیجئے)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ (پ۱۸، النور: ۳۰)

پس ان کے اس قول کی اصل وجو دِ جنس کے زیادہ مشابہ ہے۔

(۲)......قصائد یعنی مُباح اَشعار کا سننا بھی مشتبہ کی مثال ہے۔[1] چونکہ قرآنِ کریم کا سننا حلال ہے لیکن غنا کے ساتھ اس کا سننا حرام ہے، پس قصائد کا غنا کے ساتھ سننا ہمارے نزدیک اس شخص کے لئے مکروہ ہے جو اس کا اہل نہ ہو۔

(۳)......قرآنِ کریم لحن کے ساتھ تلاوت کرنے میں مروی قول بھی مشتبہ کی مثال ہے۔ چنانچہ قاری اگر چھوٹی مد کو لمبا کر کے اور بڑی مد کو چھوٹا پڑھے تو اس کا ایسا کرنا غنا کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔[2]

---

[1] ......سیدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ ''جب سامع (قوالی سننے والا) ومسموع (سنا جانے والا کلام) ومُسمِع (قوال) ومِسمع (آلہ سماع) ومَسمع (سماع کی جگہ) وسماع (قوالی سننا) واسماع (قوالی سنانا) سب مفاسد سے پاک ہوں تو سننا سنانا سب جائز ہے اگرچہ بالقصد برعایت قوانین موسیقی ہو، خواہ فارسی یا اردو یا ہندی جو کچھ بھی ہو باستثنا قرآن عظیم موسیقی کی نسبت آواز کی طرف وہ ہے جو عروض کی نسبت کلام کی طرف، کلام جب حسن ہو اوزان عروضیہ پر منظوم کر دینے سے قبیح نہ ہو جائے گا۔ یوہیں الحان کہ مباح ہو قوانین موسیقی کی رعایت سے ناجائز نہ ہو جائے گا۔ حدیث میں فرمایا: اَلشِّعْرُ کَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُهٗ قَبِیْحٌ۔ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ (السنن الکبری للبیهقی، کتاب الحج باب لا یضیق علی واحد منهما......الخ، الحدیث: ۹۱۸۱، ج۵، ص۱۱۰) سامع تو وہ چاہئے جس کے قلب پر شہوات ردیہ کا استیلا نہ ہو کہ سماع کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا بلکہ اسی کو اُبھارتا ہے جو دل میں دبی ہو، مسموع میں ضرور ہے کہ نہ فحش ہو نہ کوئی کلمہ خلاف شرع مطہر، نہ کسی زندہ امرد کا ذکر ہو نہ کسی زندہ عورت کی تعریف، نہ ایسی قریب مردہ کا نام ہو جس کے اعزّہ زندہ ہوں اور انہیں اس سے عار لاحق ہو، امثال لیلے سلمے سعاد میں حرج نہیں۔ مُسمِع بالضم یعنی پڑھنے یا گانے والا امرد بوڑھا یا جوان ہو، امرد یا عورت نہ ہو۔ مِسمع بالکسر یعنی آلہ سماع مزامیر نہ ہوں اگر ہو تو صرف دف بے جلاجل جو ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے۔ مَسمع بالفتح جائے سماع مجلس فساق نہ ہو اور اگر حمد و نعت و منقبت کے سوا عاشقانہ غزل، گیت، ٹھمری وغیرہ ہو تو مسجد میں مناسب نہیں۔ سماع یعنی سننا ایسے وقت نہ ہو کہ اس سے نماز با جماعت وغیرہ کسی فرض یا واجب یا امر اہم شرعی میں خلل آئے۔ اِسماع یعنی پڑھنا یا گانا ایسی آواز سے نہ ہو جس سے کسی نمازی کی نماز یا سوتے کی نیند یا مریض کے آرام میں خلل آئے اور حُسن وعشق و وصل و ہجر و شراب و کباب کا ذکر ہو تو عورات تک آواز نہ پہنچے بلکہ اگر گانے والے کی آواز دلکش ہے تو عورات تک پہنچنے کی مطلقاً احتیاط مناسب ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج۲۴، ص۱۲۵ تا ۱۲۶)

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 557 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: لحن کے ساتھ قرآن پڑھنا حرام ہے اور سُننا بھی حرام، مگر مدولین میں لحن ہوا، تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

(۴)......کپاس اور ریشم سے بُنے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم بھی مشتبہ ہے۔ چنانچہ ہم نے **مُلْحَمْ** (یعنی ایسا کپڑا جس کا تانا بانا الگ الگ قسم کا ہو مثلاً ریشم اور سوت ملا کر بُنے ہوئے کپڑے) کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس کپڑے میں ریشم کے تار ہونے کی بنا پر یہ ریشم کے زیادہ مشابہ ہے۔[1]

بدگمانی کی پُرسش

مخفی اُمور کی طرف مُتوَجِّہ ہونا ان اُمور سے ہے جن کے متعلق کانوں نے سنا ہو نہ آنکھوں نے کچھ دیکھا ہو کیونکہ قُلوب سے بدگمانی کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس کے باعث قطعی ظاہری حکم لگانے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ ذیل کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جب تک کسی شے کا یقینی علم نہ ہو اس پر حکم لگانے میں تَوَقُّف سے کام لو اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے بھی ڈرایا ہے کہ بندے سے اسکے اعضاء کے متعلق پوچھا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

یعنی ان معاملات کی جاسوسی اور ٹوہ میں نہ رہو جن کا تمہارے پاس کوئی علم نہیں کہ تم اس معاملہ پر کچھ سننے، دیکھنے یا پختہ عزم کر لینے کی گواہی دے سکو کیونکہ علم کی حقیقت سننا اور دیکھنا ہی ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا ﴿۳۶﴾ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد 3 **صَفْحَہ 410** پر ہے: ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔ (ھدایہ، درمختار) تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔ (عالمگیری) بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری وغیرہ نہ پہنی جائے۔

اسی طرح سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''گمان سے بچو! کیونکہ (بعض) گمان بڑے جھوٹے ہوتے ہیں۔'' [1]

بلا تحقیق بات آگے پہنچانا منع ہے

جس پر کوئی معاملہ مشتبہ ہو پھر بھی وہ اس کے قطعی ہونے کا حکم لگا دے تو وہ اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا شُمار ہوگا اور جو شخص کسی ایسے فعل یا امر میں غور وفکر کرے جس کی حقیقت نہ جانتا ہو، پھر اسے (بلا تحقیق) آگے بتا دے اور اپنے کسی ساتھی پر ظاہر کر دے تو اس نے برا کیا اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ اس کے متعلق شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس کی آنکھیں کچھ دیکھیں یا اس کے کان کوئی بات سنیں اور وہ اسے آگے بیان کر دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ان لوگوں میں لکھ دیتا ہے جو ایمان والوں میں بری باتوں کے عام ہونے کو پسند کرتے ہیں۔'' [2]

اس وعید کا سبب اس پردے کا ہٹا دینا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے عُیوب پر ڈالا ہوا ہے، نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اپنے بندوں سے محبت بھی اس کی وجہ ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اَمیرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا فَنَتَّبِعَہٗ وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا فَنَجْتَنِبَہٗ وَلَا تَجْعَلْ ذٰلِکَ عَلَیْنَا مُتَشَابِھًا فَنَتَّبِعَ الْھَوٰی﴾ [3] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں حق کو حق ہی دکھانا تاکہ ہم اس کی پیروی کرنے لگیں اور باطل کو باطل ہی دکھانا تاکہ ہم اس سے اجتناب کر سکیں اور اسے ہم پر مشتبہ نہ بنانا کہ کہیں ہم اس کی پیروی نہ کرنے لگیں۔

امور کی اقسام

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے مروی ہے کہ تمام اُمور تین[3] طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......تم پر جس امر کی دانائی ظاہر ہو جائے اس کا اِتّباع کرو (۲)......جس کی سرکشی ظاہر ہو جائے اس سے اِجتناب کرو اور (۳)......جس امر کا سمجھنا مشکل ہو اس کو کسی عالمِ دین کے سپرد کر دو۔ [4]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ من بعد......الخ، ص ۲۲۰

[2] ......الزھد لابی حاتم الرازی، الحدیث: ۹۵، ص ۹۶

[3] ......تفسیر قرآن العظیم لابن کثیر، پ ۲، البقرۃ، تحت الایۃ ۲۱۳، ج ۱، ص ۴۲۷ بتغیر قلیل

[4] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۷۷۴، ج ۱۰، ص ۳۱۸

اَمِيرُ الْمُؤمِنِين حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم دعا فرمایا کرتے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اَقُوۡلَ فِی الْعِلْمِ بِغَیۡرِ عِلْمٍ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے بغیر علم کے علمی گفتگو کرنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

اظہارِ حق و باطل

اظہارِ حق اور بیانِ صِدْق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں اور اسی طرح یہ بھی اس کی نعمت ہے کہ وہ باطل کو بطورِ باطل مُنْکَشِف فرمادے اور گمراہی وضلالت کو بطورِ گمراہی وضلالت واضح کردے کیونکہ اس کا تعلق یقین سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس نعمت سے اپنے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سرفراز فرمایا اور اسے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں تفصیلِ آیات قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ (پ۷، الانعام: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لئے کہ مجرموں کا رستہ ظاہر ہوجائے۔

تحقیق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کا مُتَّقِین سے وعدہ فرمایا ہے اور اس کو گناہوں کی تکفیر اور بخشش سے پہلے ذکر کیا اور اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اسے اپنا فضلِ عظیم قرار دیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (پ۹، الانفال: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا۔

یعنی تمہارے دلوں میں ایسا نور پیدا فرمادے گا جس کے سبب تم شبہات وغیرہ میں تفریق کرلوگے۔

اسی کی مثل ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

یعنی ہر اس معاملے سے نکلنے کا راستہ بنائے گا جو لوگوں پر مشکل ہوگا، پھر ارشاد فرمایا:

وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (پ۲۸، الطلاق: ۳)

یعنی بن سیکھے علم عطا فرمائے گا اور وہ علم خبیر وعلیم عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اِلہام وتوفیق ہوگا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین سے وعدہ فرما رکھا ہے کہ جب عُلَما میں باہمی سرکشی یعنی تکبُّر اور حسد وغیرہ کے سبب اختلاف پیدا ہوجائے گا تو وہ انہیں اس نعمت سے سرفراز فرمائے گا اور اس نے قرآنِ حکیم کی آیاتِ بیِّنات، تقدیر اور اُمورِ غیبیّہ کی تصدیق نہ کرنے والے منافقین پر اس نعمت کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَا اخۡتَلَفَ فِيۡهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡهُ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ۚ ترجمۂ کنز الایمان: اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے۔ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۳)

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایمان والوں کو حق بات میں اپنے اِذن سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہدایت سے نوازا، لہٰذا راہِ حق کی ہدایت پانے کا اُسلوب یہ ٹھہرا کہ جب متقین کو ہدایت کی دولت سے سرفراز کیا جائے تو حق واضح ہوجاتا ہے، اب ابتلاوآزمائش کے لئے باطل کا ظہور ہوگا نہ بندے پر (باطل کے) احکام کا اعادہ ہوگا۔ بعض اوقات باطل سے مراد شیطان ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ نفس کی صِفت بھی واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ حق آیا اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر (لوٹ) کر آئے۔ (پ۲۲، سبأ: ۴۹)

یعنی جب حق آیا تو اس نے باطل کا خاتمہ کر کے اسے لوٹا دیا اور معاملہ کی حقیقت بطورِ ابتدا وانتہا ظاہر کردی۔ ایک قول کے مطابق یہاں باطل سے مراد ابلیس ہے۔

ایک جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ ترجمۂ کنز الایمان: بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دیتا۔ (پ۱۴، النحل: ۱۰۴)

اظہارِ بیان

اظہارِ بیان بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک نعمت ہے کیونکہ یہ بغیر قدرت کے واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللّٰہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

پس بندے پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا لازم ہے کیونکہ بعض اوقات زبان سے شکر ادا کرنا انعام کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ شکر پر مزید انعامات سے نوازتا ہے۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (پ۷، المائدۃ: ۸۹) ترجمۂ کنزالایمان: اسی طرح اللّٰہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے شکر کے مُتَحَقَّق ہونے کے بارے میں شکر کرنے والوں پر مزید کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: ہم یونہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لئے جو احسان مانیں۔

حکمت و ہدایت بھی ایک نعمت ہے

بندہ جب شبہات پر عمل کرنے سے رک جائے اور دل کے خطرات کو شروع ہی میں روک لے یہاں تک کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مزید علم یا قُوَّتِ یقین کے ذریعے یا نفسانی خواہشات سے پردہ اٹھا کر اس پر حقیقتِ حال ظاہر فرما دے تو یوں اسے دُرُستی کی توفیق مل جاتی ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا بھی یہی مَفہوم ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ (پ۲۳، ص: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

اور یہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کے مفہوم میں بھی داخل ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡهُدٰی ﴿ۖ۱۲﴾ (پ۳۰، الليل:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پہلے سے جاری دستور یہی ہے جس میں کوئی تغیُّر وتبدُّل نہیں۔ کیا آپ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (پ۱، البقرة:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

پس حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام تعلیم کے لئے مُنتخَب ہوئے اور انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مخصوص مقام ومرتبہ کے حُصول کے لئے تفہیم کے ذریعے اپنا مخصوص حصّہ وصول کیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ (پ۱، البقرة:۳۳) ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام۔

جب حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں کو سب کے نام بتا دیئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کیے بغیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم کی نسبت اپنی ذات کی جانب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿**اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ**﴾ (پ۱، البقرة:۳۳)[1] تو یہاں یہ نہیں فرمایا ﴿**اِنَّ اٰدَمَ یَعۡلَمُ**﴾ یعنی بے شک آدم جانتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رازق عَزَّوَجَلَّ سے اپنے مقام ومرتبہ کے مطابق علم حاصل کیا اور فرشتوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے مقرر کردہ اپنا اپنا حصّہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطہ سے ان کے حصے سے حاصل کیا، پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس طرح ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے اسی طرح صاحبِ قُوْت اور رزّاق بھی ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

هَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰهِ یَرۡزُقُکُمۡ ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ تمہیں روزی دے۔ (پ۲۲، فاطر:۳)

عام بندے اپنا اپنا حصّہ اپنے مَقام ومرتبہ کے اعتبار سے حاصل کرتے ہیں جو ان کے لئے (حُصولِ علم کے) اسباب اور راستوں کی حیثیَّت رکھتا ہے۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں۔

مَقامَاتِ تَصَوُّف

مراقبہ

مُحاسبہ کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے دیدارِ باری تعالیٰ کا مُراقَبہ [1] کیا جائے اور مُراقبہ اہلِ یقین کے ایک حال کا نام ہے۔

معرفت

علمِ یقین [2] علمِ ایمان کی انتہا ہے اور جب علمِ یقین میں سے بندے کے نصیب کی انتہا ہوتی ہے تو عینِ یقین کی ابتدا ہوتی ہے اور یہی مقامِ معرفت ہے۔

مقامِ بُعد

حالتِ قُرب میں بندہ علمِ یقین کے سبب دل کی طہارت کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے اور دل کی پاکیزگی وطہارت اسے ان بلند مقامات پر فائز کر دیتی ہے جن کا تعلق آنکھ کے مُشاہدہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ بندے کے دل میں سوائے حق بات کے کوئی خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں اگر وہ دل میں پیدا شدہ ایسے کسی خیال کی نافرمانی کر دے تو گویا اس نے حق کی نافرمانی کی اور اس خیال کو مطلق ترک کر دینے اور اس سے صرفِ نظر کرنے سے دل میں کَدورَت پیدا ہو جاتی ہے اور دل کی کدورت میں ہی اس کی ظُلمت وتاریکی پوشیدہ ہوتی ہے جو مقامِ قَساوَت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے بندہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے دور ہونا شروع ہوتا ہے۔

---

[1] ...... بندے کا ہر وقت اس بات کو پیشِ نظر رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام احوال سے آگاہ ہے۔ (التعریفات للجرجانی)

[2] ...... علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین اہلِ تصوف کے ہاں استعمال ہونے والی اصطلاحات ہیں، جن کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سیِّدُنا امام ابوقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اَلرِّسَالَۃُ الْقُشَیْرِیَۃ" کے صفحہ 121 پر فرماتے ہیں: ''اہلِ تصوف کی اصطلاح میں علمِ یقین سے مراد وہ علم ہے جس میں برہان ودلیل کی شرط پائی جاتی ہے اور عین الیقین سے مراد وہ علم ہے جس میں وضاحت ہوتی ہے اور حق الیقین سے مراد وہ علم ہوتا ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ علم الیقین اہلِ عقل ودانش کو حاصل ہوتا ہے، عین الیقین اہلِ علم افراد کے پاس ہوتا ہے اور حق الیقین کے مرتبہ پر عارفین فائز ہوتے ہیں۔

نامۂ اعمال کے تین رجسٹر

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ کوئی بھی فعل اگرچہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو اس کے لئے تین (سوالات کے) رجسٹر کھولے جائیں گے: ...... پہلے رجسٹر کا سوال ہو گا: کیوں؟ ...... دوسرے کا: کیسے؟ اور ...... تیسرے کا: کس کے لئے؟

کیوں؟ سے مراد ہے کہ یہ کام کیوں کیا؟ یہ محلِ آزمائش وابتلا ہے۔ چنانچہ حکمِ عُبودیّت کے باعث بندے سے وصفِ رَبوبیّت کے متعلق پوچھا جائے گا، یعنی کیا اس کام کا کرنا تیرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لازم تھا یا تو نے خود اپنی مرضی وخواہش سے یہ کام کیا؟ اگر بندہ پہلے رجسٹر (کے سوال) سے محفوظ رہا یعنی اس طرح جواب دیا کہ اس نے یہ کام ویسے ہی سرانجام دیا جیسا کہ اسے حکم دیا گیا تھا۔

اب اس سے دوسرے رجسٹر کا سوال پوچھا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ **تو نے یہ عمل کیسے کیا؟** یعنی یہ سوال حُصولِ علم کے متعلق ہو گا جو کہ دوسری ابتلا وآزمائش ہو گی، یعنی جیسا تجھ پر اس عمل کا بجالانا لازم تھا تو نے اس پر عمل تو کر لیا اب بتاؤ کہ یہ عمل تم نے کیسے سرانجام دیا؟ کیا علم کے ساتھ یا بغیر علم کے؟ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کوئی بھی عمل بغیر اس کے صحیح طریقہ کے قبول نہیں کرتا اور اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے۔

اگر بندہ دوسرے سوال سے بھی بچ گیا تو اب تیسرے رجسٹر کا سوال کھولا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ **تو نے یہ کام کس کے لئے کیا؟** یہ ایسا مقام ہے جہاں بندے سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے یہ کام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ سرانجام دیا؟ یہ تیسری ابتلا وآزمائش ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے یہی وہ لوگ ہیں جو اس کی مراد ہیں اور جن کے متعلق اس نے ارشاد فرمایا ہے:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: مگر جو ان میں تیرے چُنے ہوئے بندے ہیں۔ (پ ۱۴، الحجر: ۴۰)

اے بندۂ غافل! کل بروزِ قیامت کیا کرے گا؟

کلمۂ اخلاص یعنی ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ تقاضا کرتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ماسوا کی نفی کی جائے، اخلاص کے بعد دوسرا

وَصْفِ وقتِ ملاقات (یعنی روزِ قیامت) سے ڈرنا ہے۔ یعنی (جب پوچھا جائے گا) اے بندے! تو نے علم پر عمل تو کیا لیکن یہ بتا: کس کے لئے کیا؟ کیا خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لئے کیا تھا؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس کا اجر بھی اسی کے ذمۂ کرم پر ہے اور اگر اپنے جیسے کسی انسان کے لئے کیا تھا تو اس کا اجر بھی اسی سے وصول کر، یا تو نے یہ عمل کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے کیا تھا تو دنیا ہی میں تجھے تیرے عمل کا بدلہ عطا فرما دیا گیا تھا اور اگر غفلت وسہولت کے باعث اپنے نفس کے لئے یہ عمل کیا تھا تو جان لے کہ اس کا اجر ختم ہو چکا اور تیرا عمل بھی ضائع ہو چکا ہے کیونکہ تیرا رخ غلط مقصود کی جانب تھا اور اس فعل کی ادائیگی میں بھی تیری نیّت دُرُست نہ تھی۔

(اے بندۂ خدا!) وہ تمام اعمال جن میں تو نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیر کی رضا چاہی، ان کی وجہ سے تو نے خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے لئے پیش کیا اور واجبات کو چھوڑ دینے اور اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی مرضی سے ناواقف ہونے کے سبب خود پر سزا کو لازم کر لیا کیونکہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن فرمائے گا) بندہ تو تُو میرا تھا لیکن دوست میرے علاوہ دوسروں کو بناتا رہا، رزق میرا کھاتا رہا مگر عمل دوسروں کی رِضا کے لئے سرانجام دیتا رہا۔ دین کو میں نے اپنے لئے خاص کر رکھا تھا اور پھر بھی تو نے میرے غیر کا قصد کیا۔ تو ہلاک وبرباد ہو! کیا تو نے میرا یہ قول نہ سنا تھا؟

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

ہلاکت وبربادی تیرا مقدر رہو! تو نے میرے اس حکم کو بھی قبول نہ کیا جب میں نے کہا:

وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ (پ۳۰، البینة: ۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر۔

اور تو تباہ وبرباد ہو جائے! کیا تو نے میرا یہ قول بھی نہ سنا؟

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو۔

یہ قرآنِ کریم کی مثالیں ہیں جو علمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام بیان کرتے رہتے ہیں، قرآنِ کریم کے خطاب میں غور وفکر کر کے عارفین انہی مثالوں کے ذریعے اپنے اَوْرَاد ووَظائف معلوم کر لیتے ہیں۔ پس یہ آیاتِ مبارکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے کلام کی پختگی اور اس کے خطاب کی سختی کے باعث غافلین کے لئے زَجر وتوبیخ کی حیثیت رکھتی ہیں، نیز ان پر انتہائی شدید اور دردناک عذاب سے بھی سخت تکلیف دہ ہیں۔

دین کا خالص ہونا

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے دین کو اپنے لئے خالص فرمایا اور اس میں مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ۲۳، الزمر:۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللّٰه ہی کی بندگی ہے۔

یعنی یہاں دینِ خالص سے مُراد شرک سے پاک راہِ توحید اور ہر قسم کے گدلے پن سے پاک وصاف راستہ ہے کیونکہ اخلاص سے مراد خواہشِ نفس اور شہوت کی کدورتوں سے پاک وصاف ہونا ہے۔ اخلاص کی ضد شرک ہے جس سے مراد اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے غیر یعنی نفس وناس سے خَلْط مَلْط ہونا ہے۔ جس طرح کہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص رزق عطا فرماتے ہوئے اپنی نعمت کو مکمل فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا (پ۱۴، النحل:۶۶) ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ۔

پس اگر دودھ میں گوبر اور خون میں سے کچھ مل جائے تو دودھ جیسی نعمتِ کاملہ ہمیں حاصل نہ ہوگی۔ اسی طرح ہمارے عمل کو خواہش وشہوت سے پاک وصاف ہونا چاہئے تاکہ ہم اپنے واجبات وحُقوق ادا کر کے اجر وثواب کے مستحق ہوسکیں۔ چنانچہ دودھ جیسی نعمت میں اگر ہم گوبر یا خون دیکھ لیں تو ہمارے نُفوس اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اسے استعمال نہیں کرتے، اسی طرح حکیم وخبیر عَزَّوَجَلَّ ہمارے عمل میں جب ریاکاری یا شہوت کی آمیزش پاتا ہے تو اسے ہماری جانب لوٹا دیتا ہے اور قبول نہیں فرماتا۔

اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہم پر مزید کرم فرمایا کہ جانوروں کو ہمارے لئے مُسَخَّر کر دیا، اب ہم ان پر نہ صرف سوار ہوتے ہیں بلکہ ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ پس ہم پر لازم ہے کہ اس کا شکر بجالائیں اور اس کے انعامات کھانے کے بعد ہم اسی طرح عملِ صالح کریں جیسا کہ اس نے اپنے انعامات کے حُصول کے بعد ہمیں شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے لئے جو انعامات تیار کر رکھے ہیں اگر کوئی ان سب سے غافل رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنی رضا کا موجب بننے والے جس دینِ خالص کے اپنانے کا حکم دیا ہے اسے بھی ترک کر دے تو وہ شخص اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کو لازم ٹھہرا لے گا اور اس کے احکامات کی مخالفت کرنے کی وجہ سے سزا و عِقاب کا مُستحق ہو جائے گا۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ''مخلوق سے بھاگا جائے اور لقائے حق تک نفس پر رویا جائے'' تو ہمارے اس قول میں تدبُّر و تفکُّر کی توفیق صرف اسی شخص کو ملے گی جسے دولتِ مُشاہدہ حاصل ہو اور وہ واقفِ اسرار ہو، نیز بارگاہِ خداوندی میں حُضوری کے آداب بھی جانتا ہو اور کبھی بھی اس نے رُوگردانی نہ کی ہو۔

روشن ضمیر نانبائی

حضرتِ سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی نے ایک موقع پر فرمایا کہ بصرہ کا فُلاں نانبائی (یعنی روٹیاں پکانے والا) ولیُّ اللہ ہے۔ آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا ایک مُرید شوقِ دیدار میں بصرہ پہنچا اور ڈھونڈتا ہوا اُس نانبائی کی خدمت میں حاضر ہو گیا، وہ اُس وقت روٹیاں پکا رہے تھے (پہلے عُموماً سبھی مسلمان داڑھی رکھتے تھے لہٰذا اس دور کے نانبائیوں کے دستور کے مطابق) داڑھی کے بالوں کی جلنے سے حفاظت کی خاطر مُنہ کے نچلے حصّے پر نِقاب پہن رکھا تھا۔ اُس مُرید نے دل میں کہا: اگر یہ وَلی ہوتا تو نِقاب نہ بھی پہنتا تو اس کے بال نہ جلتے۔ اِس کے بعد اُس نے نانبائی کو سلام کیا اور گُفتگو کرنا چاہی تو اُس روشن ضمیر نانبائی نے سلام کا جواب دیکر فرمایا: تو نے مجھے حقیر تصوُّر کیا اِس لئے میری باتوں سے نَفع نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے گفتگو کرنے سے انکار فرما دیا۔ (الرِّسالۃُ القُشَیرِیّہ، ص ۳۶۳)

فصل 24

وِرْدِ سالکین کی کیفیت اور حالِ عارفین کے اوصاف کا بیان

وِرْد کی تعریف

وِرْد رات یا دن کے ایک خاص وقت کا نام ہے جو بندے پر بار بار آتا ہے اور بندہ اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قُربت و عِبادَت میں بَسَر کر دیتا ہے اور اس وقت جو بھی پسندیدہ ومحبوب اعمال بجالائے گا آخرت میں اس پر وارِد ہوں گے۔

عبادت چونکہ دو میں سے ایک امر کا نام ہے یعنی بندے پر اس امر کا ادا کرنا فرض ہوگا یا نَفْل کہ جس کی ادائیگی مستحب ہوگی۔ پس بندہ جب دن یا رات میں کوئی بھی عبادت کرے، پھر اس پر ہمیشگی اختیار کرے تو اس کا یہ فعل ایک ایسا وِرْد شمار ہوتا ہے جسے اس نے آگے بھیج دیا ہے اور جب اگلا دن یعنی کل آئے گا تو وہ پھر آجائے گا۔

وِرْد کی کیفیت وماہیت

سب سے آسان وِرْد چار رکعت نَفْل ادا کرنا یا مثانی میں سے کسی سورت کی تلاوت کرنا یا نیکی وتقویٰ کے کسی کام پر مُعَاوَنت ومدد کی کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا انس بن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن کے ہر رات سات قسم کے اوراد تھے، جب ان میں سے کوئی رہ جاتا تو دن کے وقت اس کی قضا کر لیتے[1] اور اس طرح کے مُقَرَّرہ وقت پر ادا کئے جانے والے عمل کو وِرْد کہا جانے لگا۔

حضرت سیِّدُنا مُعْتَمِر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں موت کے وقت اپنے والدِ محترم کو تلقین کرنے لگا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا کہ مجھے (تلقین مت کرو اور) ایسے ہی رہنے دو کیونکہ میں اپنے چوتھے وِرْد میں مَشْغول ہوں۔[2]

---

[1] ……موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب التهجدوقیام اللیل، الحدیث: ۲۱۰، ج ۱، ص ۲۸۷

[2] ……المرجع السابق، کتاب المحتضرین، الحدیث: ۱۲۱، ج ۵، ص ۳۴۱ "المعتمر بن سلیمان"، "الرابع" بدله "ثابت البنانی"، "السابع"

قرآنِ کریم کے احزاب (یعنی سات منزلوں) میں سے ہر ایک حزب کو مخصوص وقت پر تلاوت کیا جائے تو اس کو بھی وِرْد کا نام دیا جاتا ہے۔ بعض عاملین وسالکین نے قرآنِ کریم کے پاروں کو اپنا وِرْد بنا رکھا تھا اور بعض نے رُکوع شُمار کئے ہوئے تھے۔

عام سالکین سے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا مَرتبہ اعلیٰ ہے جنہوں نے رات اور دن کے مختلف اوقات کو وِرْد بنا رکھا ہے، اگر ان میں سے کسی نے کسی وقت میں ایک آیت کی تلاوت کی یا ایک رکعت ادا کی یا (کسی شرعی مسئلہ کے حل میں) سوچ وبچار کرتے ہوئے یا مُشاہدہ میں کچھ وقت صَرف کیا تو وہی وقت اس کا وِرْد بن گیا۔

عارفین کے اوراد کی کیفیت

عارِفین نے اپنے اوراد کے لئے وقت مُقرَّر کر رکھے ہیں نہ اپنے اوقات کی تقسیم کر رکھی ہے بلکہ انہوں نے تو تمام اوقات کو اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے حُصول کے لئے ایک ہی وِرْد بنا رکھا ہے اور وہ تو اپنی دُنیاوی حاجات بھی بقدرِ ضرورت ہی پوری کرتے ہیں اور تمام وقت کو اپنے آقا و مولا عَزَّوَجَلَّ کے لئے یکساں و برابر خیال کرتے ہیں اور اپنے مَصالح کے لئے درپیش وقت کو بھی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا میں صَرف کر دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی گردنیں عُبودِیَّت کی غلامی میں دے رکھی ہیں اور اپنے قدموں کو خِدمَت وعِبادت بجالانے والوں کی صفوں میں کھڑا کر رکھا ہے۔ پس وہ ہر لمحہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی بجا آوری اور ان اوصاف سے مُتَّصِف ہونے میں لگے رہتے ہیں جن سے مُتَّصِف ہونے کا ان سے مُطالبہ کیا گیا ہے۔ یہی ان کا وِرْد ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں منتخب فرمایا ہے اور انہیں اس شرفِ وِلایت سے نوازا ہے کہ وہ انہیں ان کے نُفوس کے حوالے وسُپُرد نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی دوسرے کو ان کا والی بنائے گا بلکہ وہ خود صالحین کو اپنا ولی و دوست رکھتا ہے۔

ان کا مُشاہدہ ہی ان کا ذکر اور حبیب کا قُرب ہی ان کی مَحبَّت ہے، وہ اپنے محبوب کے علاوہ کسی شے کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ نیکی کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں قُربت کی اُمّید ہی نہیں رکھتے۔ اسی کی مدد سے اس کا قرب چاہتے ہیں، اُس کی وجہ سے ہی اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کی خاطِر اس پر بھروسا رکھتے ہیں اور اس سے اسی کے سبب ڈرتے ہیں اور صرف اسی سے مَحبَّت کرتے ہیں۔ چنانچہ عارفین اگر توحید سے متعلق اعمال کے علاوہ باقی کوئی

عمل نہ کریں تب بھی ان کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانیّت کا قائل ہونے میں ذرہ برابر کمی نہ ہوگی اور اگر وہ سالکین کے تمام اوراد چھوڑ دیں (اور کسی پرعمل نہ کریں) تب بھی ان کے دلوں میں قَساوَت کا اثر پیدا ہوگا نہ ہی قُرب سے دُوری کا کوئی خدشہ لاحق ہوگا کیونکہ ان (کے مَقام ومَرتبہ) میں کمی بیشی اعمال کے سَبَب نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کمی وبیشی جاننے کی غرض سے اپنے قلوب اور احوال کی جانچ پڑتال اوراد کے ذریعے کیا کرتے ہیں، ان کے قلوب کسی سبب سے مُجْتَمع ہوتے ہیں نہ ان کے نفوس کسی طَلَب وخواہش کے سبب قُوَّت حاصل کرتے ہیں کہ جب سبب نہ پایا جائے تو وہ مُنْتَشِر ہو جائیں اور ان کا یقین اس طلب وخواہش کی وجہ سے کمزور ہو جائے۔

عام سالک اور عارف کے حال میں تغیر

عام سالکین کے احوال میں تَغَیُّر وتَبَدُّل دو صورتوں میں ہوتا ہے: ۞...... اگر خالق عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے حُصول میں ان پر مُشکِلات آئیں تو بارگاہِ خُداوندی سے راہِ فَرار اختیار کر لیتے ہیں اور ۞...... جب مخلوق سے آسانیاں مُیَسَّر آئیں تو اسی سے راحَت پاتے ہیں۔ اے کاش! ان کا اپنے خالِق سے قُرب دائمی ہوتا تو ان کی راحت بھی دائمی ہو جاتی اور اسی طرح اگر وہ مُشاہدۂ حق پر اِسْتِقامت اختیار کرتے تو پھر اس کے سوا کسی شے کی جانب کبھی نہ دیکھتے۔

البتہ! عارفین کے قلوب انہی کی جانب مُتَوَجِّہ ہوتے ہیں اور بکھرے خیالات بھی ان کی خاطر مجتمع ہو جاتے ہیں، انہیں اپنی بارگاہ میں قِیام کی قُوَّت دینے والے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مُشاہدہ کی دولت سے بھی سرفراز کر رکھا ہوتا ہے، ان کے لئے ہر شے میں زِیادَتی ہے، ہر شے میں انہیں وَحْدانیّت کی تَجلّیاں نظر آتی ہیں، ان کے دل میں پیدا ہونے والا ہر خیال انہیں بارگاہِ رَبوبِیّت کی جانِب لے جاتا ہے اور ہر ظاہِر اور قابلِ نظر شے اسی کے وُجود پر دلالت کرتی دکھائی دیتی ہے۔ الغرض! ہر نظر وحرکت انہیں اس کی بارگاہ تک لے جانے کا راستہ دکھاتی ہے۔ پس ان کی توحید زِیادَتی وتَرَقّی میں اور ان کا یقین اس تجدید وتازگی میں ہے کہ جس میں کوئی تغیر نہیں، وہ سیراب ہوتے ہیں نہ کہیں وقوف کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی حد ہے۔ بعض اوقات ان میں سے کوئی اسباب کو سَبَب بناتا ہے تو ربُّ الارباب عَزَّوَجَلَّ اس کی خواہش کی وجہ سے تمام اسباب مُجتمع فرما دیتا ہے۔

یہ عارِفین کے ایسے مَقامات ہیں جنہیں ان کے سِوا کوئی نہیں جانتا اور جو صرف ان کے لئے ہی مُناسِب وزیبا بھی

ہیں، ان مَقامات پر کسی دوسرے مقام کو قِیاس کیا جا سکتا ہے نہ اس بات کا دعویٰ و اِنتِظار کیا جا سکتا ہے کہ ان کی خاطِر اوراد چھوڑ دیئے جائیں اور نہ ہی ان کی خاطِر اِجتہاد و کوشش میں کمی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ پس عارِفین ہی ہیں جو ان مَقامات کی مُراد ہیں اور ان کے اہل ہیں، وہی ان کا عِلْم رکھنے کی وجہ سے ان کی طرف مُتوجِّہ رہتے ہیں، انہیں ہی ان مَقامات کی جانِب جانے والے راستے پر چلایا جاتا ہے اور انہی کا یہ زادِ راہ ہیں۔ نیز یہ مقامات انہی کے ساتھ مُقیّد و مَخصوص ہیں اور وہی ان کی جانِب پیش قدمی کرنے میں سَبْقَت لے جانے والے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہی حقیقت میں اس کے عبادت گزار ہوتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے دلوں سے اس کی عِبادت میں مَشغول رہتے ہیں اور اپنی نگاہوں کو اپنے معبودِ برحق کی جانِب لگائے رکھتے ہیں، جس کے سبب وہ عطا کردہ خِطاب کی وضاحت سمجھ جاتے ہیں اور انہیں اس بات کا مُشاہدہ حاصِل ہوتا ہے کہ اس کا حکم ہی کِتاب کا حکم ہے، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًاؕ (پ۱۶، طٰہٰ:۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے اُس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسَن مارے (پُوجا کیلئے بیٹھا) رہا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ فرمان غافِلین کے متعلق اپنے اس ارشاد کے بعد ذکر فرمایا کہ وہ کہا کرتے ہیں:

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ(۷۱) (پ۱۹، الشعرآء:۷۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بولے ہم بُتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسَن مارے (پُوجا کیلئے جَم کر بیٹھے) رہتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ انہیں ارشاد فرمایا:

اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ(۶) (پ۲۳، ص:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابِر رہو بیشک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔

یہاں تک کہ ارشاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا (پ۲۷، الطور:۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

عارفین کی عبادت

عارِفین نے اس بات کو جان لیا کہ جس اخلاص کا انہیں حکم دیا گیا ہے اس سے مراد عبادت ہے اور کوئی بھی عِبادت خَواہشِ نَفسانِیہ سے اِجتناب کئے بغیر کامل نہیں ہوسکتی، اس کے بعد پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانِب رُجوع اور توبہ کرنا چاہئے۔کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰىۚ ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو بتوں کی پُوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رُجوع ہوئے انہیں کے لئے خوشخبری ہے۔

(پ۲۳، الزمر:۱۷)

پس انہیں یقین ہوگیا کہ نماز دین کا سُتون ہے اور نماز تو ہے ہی صرف متقین کی اور چونکہ تقویٰ کا حُصول بغیر اِنابَت وتوبہ کے ممکن نہیں ہوتا۔لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ (پ۲۱، الروم:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اسکی طرف رُجوع لاتے ہوئے اوراس سے ڈرو۔

اس کے بعدارشادفرمایا:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَۙ (۳۱) (پ۲۱، الروم:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اورنماز قائم رکھواور مُشرِکوں سے نہ ہو۔

پس عارِفین کی عِبادت انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے طریقے اور سُنَّت کے مُطابق ہوتی ہے، ان کے رُجوع اور توبہ کا مَحْوَر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مُشاہدہ ہوتا ہے کہ جس کے ذکر میں وہ مَشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی ضِد کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا۔

(پ۱۶، الکہف:۱۰۱)

عارفین کے ذکر کی کیفیت

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں جن لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں عارفین چونکہ ان کی ضد ہیں، لہٰذا انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے ذکر کا کَشْف حاصِل ہوتا ہے اور ان کے ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے علاوہ ہر شے بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا بھی یہی مَفْہوم ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (پ۱۵، الکھف:۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر نے انہیں دُنیا سے بھاگ کر بارگاہِ رَبُوبیّت کی جانب جاننے کا راستہ دکھایا جیسا کہ انہوں نے اس سے سمجھا۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ (پ۸، الانعام:۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: کہ کہیں تم نصیحت مانو۔

پس وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بھاگ کر حاضِر ہوئے تو اس نے انہیں اپنے قُرب کی دولت سے سرفراز کیا اور انہیں اپنی مَحبَّت کی راہِ ہِدایت دِکھائی، ان کے لئے اپنی رحمت کُشادہ فرمائی اور انہیں اپنی قدرتِ کامِلہ کے قَبضہ میں جگہ عطا فرمائی۔ ان کے سِوا نہ تو انہیں کسی نے دیکھا اور نہ ہی ان کے سوا کسی نے انہیں پہچانا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (پ۱۵، الکھف:۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سِوا پُوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۹۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

اَوراد و وظائف اور ان کے فضائل کا تذکرہ

سالِک مُقَرَّرہ اوراد اور مخصوص و معلوم اعمال کے تَسَلْسُل سے نقصان کو زیادتی سے الگ کر سکتا ہے اور اسی طرح عَزْم و ارادے کی قُوَّت کو معمول کی کمزوری سے پہچان سکتا ہے اور اوراد میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اگر عامِل کسی مَرَض یا سَفَر کی وجہ سے کسی وِرْد پر عمل نہ کر سکے تو فرشتہ اس کے لئے حالتِ صِحَّت میں بجالانے والے عمل جیسا ثواب لکھ لیتا ہے۔

عالم اور عابد میں فرق

عارِف کی نیند بعض اوقات جاہِل کی نماز سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ یہ سونے والا (گناہوں اور آفات سے) محفوظ ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اس حال میں بھی زاہِد و عالم ہی ہے اور جب بیدار ہوگا تو یہ سب فضیلت پالے گا لیکن یہ روزہ دار و عِبادت گزار شخص آفات سے مَحفوظ نہیں کیونکہ اس حال میں بھی شیطان اس کی عِبادات میں خَلَل ڈالتا رہتا ہے اور وہ جاہِل اپنے ہی دھوکا وفریب میں مُبتَلا جب کوئی فضیلت پاتا ہے تو اسے ضائع کر بیٹھتا ہے۔

عالم کی نیند

مروی ہے کہ رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالِم کی نیند عبادت اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔'' [1]

ایک عالم شیطان پر بھاری

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ایک عالم شیطان پر ہزار عابِدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔'' [2]

حقیقی عالم علم ترک نہیں کرتا

ایک رِوایت میں ہے کہ اگر یہ اس پر یعنی آسمان زمین پر گر جائے تب بھی عالم کسی شے کی خاطر اپنا عِلْم نہ چھوڑے گا لیکن اگر عابِد پر دنیا کھول دی جائے تو وہ اپنے ربّ کی عِبادت ترک کر دے گا۔ [3]

عالم کو بعض اوقات حالتِ نیند میں آیات اور عِبْرتوں کا کَشْف ہوتا ہے اور بعض اوقات مَلَکوتِ اعلٰی و اَسْفَل کا کشف بھی ہوتا ہے، وہ عُلوم سے مُخاطب ہوکر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَت کا مُشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ اَنْبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حالتِ بیداری میں کرتے ہیں، پس عارِف کی نیند بھی بیداری شُمار ہوتی ہے کیونکہ اس کا دل زندہ ہوتا ہے جبکہ غافِل کی

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۶۹۹۹، ج ۲، ص ۳۶۵

[2] ......سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث، الحدیث: ۲۲۲، ص ۲۴۹۰ عالم بدلہ فقیہ

[3] ......الفقیہ والمتفقہ للخطیب، باب فضل الفقہاء علی العباد، الحدیث: ۶۰، ج ۱، ص ۱۰۶

بیداری بھی نیند شمار ہوتی ہے کیونکہ اس کا دل مُردہ ہوتا ہے۔ چنانچہ عالم کی نیند جاہل کی بیداری کے برابر ہے اور غافل و جاہل کی بیداری عالم کی نیند کے قریب ہے۔

جبلِ اُحد سے زیادہ وزنی اعمال

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جبلِ اُحُد کی جانب دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''یہ جَبَلِ اُحُد ہے، مخلوق اس کا وزن نہیں جانتی، مگر میرے بعض اُمّتی ایسے ہیں کہ ان کی تَسبیح وتَہلیل **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس سے بھی زیادہ وزنی ہے۔''

زمین وآسمان کی ہر شے سے وزنی عمل

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰه** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: ''میں اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ کسی بندے کا عمل ایک ہی دن میں آسمانوں اور زمین میں مَوجود ہر شے سے بھاری ہوسکتا ہے۔'' اس کے بعد انہوں نے اس شخص کے اوصاف بیان کئے جو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ عَقْل رکھتا ہے اور صاحبِ یقین ہونے کے ساتھ ساتھ **عالِم باللّٰه** بھی ہے۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معمولات

اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان فرماتی ہیں کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضانُ المبارک کو دوسرے مہینوں کے مُقابلہ میں کسی شے سے خاص کرتے نہ اس میں سال کے دوسرے مہینوں کی بہ نسبَت کسی شے کی زیادتی فرماتے۔ ①

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اگر تم **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رات کے وقت سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے اور اگر یہ چاہتے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حالتِ قِیام میں دیکھو تب بھی دیکھ سکتے تھے۔ ②

---

① ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان، الحدیث: ۱۱۴۷، ص ۸۹ مفھوماً

② ......المرجع السابق، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل من نومہ، الحدیث: ۱۱۴۱

سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرماتے اور پھر جس قدر آرام فرماتے اسی قدر قیام کرتے، اس کے بعد پھر بقدرِ قیام سوجاتے، پھر سونے کی مقدار قیام فرما کر دوبارہ آرام فرماتے اور اس کے بعد اٹھ کر نمازِ فجر کے لئے جاتے۔①

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رمضانُ المبارک کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے اور نہ ہی رات کا کچھ حصّہ آرام کئے بغیر صبح تک پوری رات قیام فرمایا۔②

ایک رِوایت میں ہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر مہینے روزے رکھتے بھی تھے اور نہیں بھی رکھتے تھے اور رات کے وقت قِیام بھی فرماتے اور آرام بھی۔③ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مُسَلْسَل روزے رکھتے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتیں کہ اب روزہ نہ چھوڑیں گے اور پھر لگاتار روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتیں کہ اب روزے نہیں رکھیں گے۔④

بعض اوقات صُبْح کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزے سے ہوتے مگر پھر افطار کر دیتے اور بعض اوقات صبح کے وقت اِفطار سے ہوتے مگر بعد میں روزہ رکھ لیتے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بعض اوقات چاشْت کے وقت تشریف لاتے اور دَرْیافْت فرماتے کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟⑤ پس اگر کوئی شے پیش کی جاتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تناوُل فرما

---

1 ……المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۶۶۲۲، ج ۱۰، ص ۱۹۰ مفهوماً

2 ……مسند ابی داود الطیالسی، سعد بن هشام عن عائشة، الحدیث: ۱۴۹۷، ص ۲۰۹

3 ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۲۰۱۲، ج ۴، ص ۲۰۸ مفهوماً

4 ……جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی سرد الصوم، الحدیث: ۷۶۹، ص ۱۷۲۳ مفهوماً

5 ……مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا اور یہ جواب بھی سب کی طرف سے ہوا، یعنی نوٗ ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالکِ کونین ہے ان کے اپنے گھر کا یہ حال ہے۔ شعر۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فقر وفاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

لیتے ورنہ ارشاد فرماتے: ''میں روزہ دار ہوں۔''[1] اور ایک دن باہر تشریف لے گئے تو فرمایا میں روزے سے ہوں اور جب واپس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمیں حَیس بطورِ ہدیہ آیا ہے۔''[2] تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تو آج روزے کا اِرادہ کرلیا تھا لیکن اسے میرے قریب لاؤ[3]۔''[4]

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمل وہی ہوتا جس کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم دیا جاتا تھا اور عارِفین کے اعمال اور اوراد و وظائف کا مَنْبَع سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مُبارکہ ہے اور اہلِ یقین کے مُشاہَدے کا سرچشمہ بھی ذاتِ مُصْطَفٰے ہی ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان بندوں کا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق کسی خاص وقت اور عمل کے سبب نہیں ہوتا جیسا کہ ایک عارِف سے پوچھا گیا: ''آپ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عرفان کس شے سے حاصِل کیا ہے؟'' تو انہوں نے بتایا: ''پُخْتہ عَزْم و ارادے توڑ کر اور عہد و پیمان کی گرہیں کھول کر۔''

---

[1] ......یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں لہٰذا ہم اب اس وقت سے روزہ نَفْلی کی نیت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نَفْلی روزے کی نیَّت ضَحْوَۂ کبریٰ یعنی نصف نہارِ شرعی سے پہلے پہلے ہوسکتی ہے، رات سے ہونا ضروری نہیں۔

[2] ......یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حُضور مُلاحَظہ فرمائیں، عربی میں حَیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز، اصطلاح میں یہ ایک حَلوہ ہے جو مکھّن پنیر کھجور سے یا آٹے، مکھّن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے، حریسہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔

[3] ......یہ صُورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے کی نیَّت کرلی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نَفْلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا مذہب یہ ہے کہ نَفْلی روزہ یا نماز، شُروع کرنے سے واجِب ہوجاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ربّ تعالٰی نے فرمایا ہے: وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (پ۲۶، محمد: ۳۳) اور فرماتا ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَاۚ (پ۲۷، الحدید: ۲۷) یعنی اہلِ کتاب نے نیک اعمال شروع کیے انہیں نبھایا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی شروع کرکے پوری کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص نَفْلی روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہے ان دُوگزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صِدّیقہ آگے آرہی ہیں اور نَفْلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے کہ یہ دونوں چیزیں اِحرام باندھتے ہی واجب ہوجاتی ہیں، کہ اگر انہیں پورا نہ کرسکے تو قضا کرنا واجِب ہے۔ خیال رہے کہ نَفْلی روزہ اور نمازیں بلاعُذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عُذر ہیں، یہ حدیث حَنَفیوں کے خِلاف نہیں کہ یہاں حُضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ روزہ توڑنا عُذراً تھا یعنی کئی روز سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی لہٰذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف۔ نوٹ: شوافع کے ہاں نَفْلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضا واجب نہیں اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضا واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۳، ص۱۹۷، ۱۹۸)

[4] ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب جواز صوم النافلۃ......الخ، الحدیث: ۲۷۱۵، ص ۸۶۳

اوراد عاملین کا طریقہ ہے اور وَظائف عابدین کے احوال میں سے ہیں، انہی کے سبب وہ (سالکین میں) داخِل ہوتے ہیں اور پھر یہاں تک رِفعت حاصِل کرتے ہیں کہ خُدائے وَحْدَہٗ لاشَرِیک کی تجلّیات کا مُشاہَدہ کرنے لگتے ہیں۔ (اس وقت) ان کا وِرْد صرف ایک ہی رہ جاتا ہے اور وہ اپنے اپنے مُشاہَدے کے اعتبار سے (بارگاہِ الٰہی میں) کھڑے رہتے ہیں۔

بارگاہِ خداوندی تک رسائی کے راستے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں سے بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ''مُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعداد کے مُطابق ایمان کے 313 خُلْق ہیں۔ ہر مومن ان میں سے کسی نہ کسی خُلْق پر ہے اور وہی خُلْق اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ اور اس کا نصیب ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک جانے والے ہر راستے میں مومنین کا ایک گروہ کھڑا ہے جن میں سے بعض کا مقام ومرتبہ بعض سے اعلیٰ ہے۔'' اور ایک قول ہے کہ ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک لے جانے والے راستوں کی تعداد مومنین کی تعداد کے برابر ہے۔'' اور کسی عارِف کا قول ہے کہ ''بارگاہِ خداوندی تک پہنچانے والے راستوں کی تعداد مخلوق کی تعداد کے برابر ہے۔'' یعنی مُشاہَدہ کرنے والے کے لئے ہر خُلْق میں ایک راستہ ہے، پس اس صُورَت میں ساری کائنات ہی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تک پہُنچنے کا راستہ ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ مُحْسِنِ اِنسانیّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کے 333 راستے ہیں، جو بھی ان میں سے کسی راستے کی گواہی دے کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مُلاقات کرے گا جنّت میں داخل ہوگا۔''[1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے مقرب

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا ۠(۸۴) (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۴) ﴾[2] اس بات پر دلیل ہے کہ وہ سب کے سب ہِدایت یافتہ ہیں۔ البتہ! ان میں سے بعض، بعض سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں، اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب اور افضل ہیں

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۳۱۰، ج۵، ص ۲۷۴ بتغیر قلیل

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (انداز) پر کام کرتے ہیں تو تمہارا ربّ خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

اور تحقیق قُرب حاصل کرنا مُستحَب ہے اوراس کے طلب کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُقَرَّبِین کے باہم طلبِ قُرب میں مُقابلہ کرنے کو اس طرح بیان کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (پ٦، المآئدۃ:٣٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

یہاں وسیلہ سے مراد قُرب ہے۔ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ (پ١٥، بنی اسرآئیل:٥٧)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مُقرَّب ہے۔

پس مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب وہ ہے جس کا مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے بلند ہے اور اس کے ہاں سب سے بلند مرتبہ اور فضیلت والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا عرفان رکھتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ ﴿عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ سے مُراد ﴿عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ﴾ ہے، یعنی عارفین میں سے ہر شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توحید پر عمل کرنے والا ہے اور اسی کے سبب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحدانیَّت کا قائل ہے اور اس کی مَعْرِفَت حاصل کرنے والا ہے۔ **شَاكِلَة** سے مُراد طریقہ ہے، یعنی مخلوق کبھی تو اس راستے پر چلتی ہے اور کبھی مُشکِل کا شِکار ہو جاتی ہے۔

ہر عمل کا سردار

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مروی ہے کہ ہر مومن کے عمل کا ایک سردار یعنی خاص عمل ہوتا ہے اور یہی وہ خاص عمل ہے جس کی وجہ سے مومن نجات کی اُمّید رکھتا ہے اور اسی کے سبب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فضیلت پاتا ہے۔

چار قسم کے عابد

عُلَمَائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ کُوفہ میں چار قسم کے عِبادت گزار تھے، ان میں سے بعض صرف

رات کوعِبادت کرتے اور بعض صرف دن میں۔ بعض ہمیشہ چُھپ کر (نفلی) عبادت کرتے عَلانِیہ نہ کرتے جبکہ بعض صرف عَلانِیہ کرتے چُھپ کر نہ کرتے۔①

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے دن کے وقت عبادت کرنے والوں کو رات کے وقت عِبادَت کرنے والوں پر ترجیح دی اور انہیں افضل قرار دیا کیونکہ دن میں مُجاہَدۂ نفس اور اعضاء و جَوارِح کو روک کر رکھنا زیادہ مُشکِل ہے، اس لئے کہ دن غافِلوں کے حرکت کرنے اور جاہلوں کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ پس جب بندہ غافِلین کے حرکت کرنے اور جاہِلین کے ظُہور کے وقت ایک جگہ ٹھہر جائے تو وہ متقی و مُجاہَدۂ نفس کرنے والا اور صاحِبِ فضل عِبادت گزار شُمار ہوگا۔

دن کے وقت افضل عبادت

منقول ہے کہ عِبادَت صِرف نماز روزہ کا نام ہی نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی، مُحَرَّمات سے اِجتِناب کرنا اور مال کماتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا سب سے افضل عبادَت ہے اور یہ سب کام دن کے اعمال ہیں۔②

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان بھی اس پر دلیل ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (پ۷، الانعام: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری رُوحیں قَبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ۔

یعنی تمہارے اعضاء جو کمائی کرتے ہیں (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جانتا ہے) اور اس نے کمائی کو دن کے ساتھ مُعَلَّق کر دیا ہے، پھر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ (پ۷، الانعام: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر تمہیں دن میں اُٹھاتا ہے۔

جب کسی بندے کو دن کے وقت کمائی کا علم ہی نہ ہو اور نہ ہی وقتِ مَعْصِیَت میں اسے بیدار کیا جائے تو اس سے بڑھ کر افضل کون ہوگا؟ اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ رات کے قیام پر مُداوَمت اختیار کرنا سب سے سخت عمل ہے اور اوراد کو پابندی سے ادا کرنا مومنین کا وَصف اور عابِدین کا طریقہ ہے اور یہی ایمان

---

① ......المعرفة والتاريخ، ليث بن ابی سليم، ج ۳، ص ۵۷

② ......المصنف لابن ابی شيبة، كتاب الزهد، باب كلام عمر بن عبدالعزيز، الحديث: ۱، ج ۸، ص ۲۳۹ مختصراً

کی زِیادتی اور یقین کی علامت ہے۔

عمل پر استقامت کے متعلق سات احادیث وآثارِ مبارکہ

﴿1﴾......اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمل دائمی تھا اور جب بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی عمل کرتے تو بڑی عُمدگی سے ادا کرتے۔[1]

﴿2﴾......جس قدر اعمال کی تم طاقت رکھتے ہو اسی قدر بجالایا کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فضل فرماتا رہتا ہے جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔[2]

﴿3﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ومحبوب عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔[3]

﴿4﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ جس شخص کو عِبادت کا عادی بنادے اور پھر وہ شخص سُستی کی بنا پر اسے ترک کردے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر ناراض ہوجاتا ہے۔[4]

﴿5﴾......ہر وہ دن جس میں مَیں کوئی زائد عَمل نہ کرپاؤں تو اس دن کی صُبح میں میرے لئے کوئی برکت نہ ہو۔[5]

﴿6﴾......جس کے دو دن ایک جیسے ہوں وہ خسارے ونُقصان میں ہے اور جس کا آج گزرے ہوئے کل سے برا ہو تو وہ محروم ہے اور جس کے آج میں گزشتہ کل سے کسی عمل کی زِیادَتی نہ ہو وہ بھی نقصان میں ہے۔[6]

﴿7﴾......جو اپنے نفس کا نقصان تلاش نہیں کرتا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہو اس کے لئے موت بہتر ہے[7] اور میری عمر کی قسم! بیشک مومن شکر کرنے والا ہوتا ہے اور شکر کرنے والا مزید (فضل وکرم) کے حُصُول پر رہتا ہے۔

❁......❁......❁

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مایؤمر بہ من القصد فی الصلاۃ، الحدیث: ۱۳۶۸، ص ۱۳۲۵

[2] ......المرجع السابق

[3] ......صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الامامۃ، باب الرخصۃ فی الاقتداء، الحدیث: ۱۶۲۶، ج ۳، ص ۲۱

[4] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، ج ۳، ص ۷۶۳

[5] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۶۳۶، ج ۵، ص ۷۹

[6] ......الزھد الکبیر للبیہقی، الحدیث: ۹۸۷، ص ۳۶۷

[7] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۴ ابراھیم بن ادھم، الحدیث: ۱۱۳۰۵، ج ۸، ص ۳۵

فصل 25

نفس اور عارفین کی وِجدانی کیفیات کے تغیُّر کا بیان

نفس کی ابتلا و آزمائش

نقصان کا آغاز غفلت سے ہوتا ہے اور غفلت آفاتِ نفس کی پیداوار ہے۔ نفس فطرتاً مُتحرِّک ہے مگر اسے ساکن رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس نفس کی اِبتلا و آزمائش ہے تا کہ یہ اپنے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانِب مُتوجِّہ رہے اور اپنی قدرَت و طاقت سے بَراءَت کا اِظہار کرے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

تا کہ تم اس کی بارگاہ میں آہ و زاری کرو اور یہ کہو:

رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے ہم پر صَبْر اُنڈیل دے اور ہمیں مُسلمان اٹھا۔

جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی بڑا اجلد باز ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ (پ۱۷، الانبیآء: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی جلد باز بنایا گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا مجھ سے جلدی نہ کرو۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ (پ۱۴، النحل:۱) ترجمۂ کنزالایمان: اب آتا ہے اللّٰہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کے اوصاف کے مُتعلّق ارشاد فرمایا کہ یہ عُجلت پسند ہے لیکن اس کے بعد اسے آزمانے کے لئے عُجلت پسندی چھوڑنے کا حکم دیا۔ لہٰذا اگر ایمان میں زِیادتی کا سبب بننے والی سکینہ کا نُزول ہو تو نفس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے اپنی خواہشات سے پُرسکون ہو جاتا ہے اور اگر دل پر غَفلَت کا حِجاب طاری ہو جو کہ عاجِزی واِنکِساری اور گِریہ وزاری کی علامت ہے تو نفس اپنی فِطرت کے اِعْتِبار سے حرکت میں آجاتا ہے، اب اگر یہ اپنی حرکت سے سکون پا جائے تو یہ صِرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل واحسان سے ہی ممکن ہوا ہے اور اگر اپنی کیفیَّت کے اعتبار سے حرکت کرتا رہے تو اس کی وجہ آزمائش وعدل ہے کیونکہ اس آزمائش کی ابتدا نفس کی کیفیَّت کے مختلف ہونے سے ہوتی ہے اور نفسانی کیفیَّت میں اِختِلاف کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب اس کی مُخالفَت ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے جس کا سبب کان بنتے ہیں، پھر یہ ارادہ آنکھوں سے دیکھنے اور زبان سے کلام کرنے کا سبب بنتا ہے اور اسی دیکھنے اور کلام کرنے سے خواہشِ نفس پیدا ہوتی ہے جو گناہ کا سبب بنتی ہے اور گناہ کا ٹھکانا تو آگ ہے جس سے نَجات اسی صُورت میں ممکن ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس آگ سے دور کردے یعنی دنیا میں اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے یا آخرت میں مُعاف کردے۔

عارفین کی معصیت سے نفرت اور عبادت سے محبت

بعض اوقات ایک عارِف پر مُخالَفت ونافرمانی آگ سے بھی زیادہ سخت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کسی عارِف سے مروی ہے کہ ”مجھے آگ میں داخل کرکے آزمایا جائے یہ مجھے مَعْصِیَت میں مبتلا کرکے آزمائے جانے سے زیادہ پسند ہے۔“ اس عارِف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا: اس لئے کہ مَعْصِیَت میں میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی مخالفت وناراضی ہے جبکہ آگ میں اس کی قدرت اور انتقام کا اظہار پایا جاتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مجھ پر بہت بھاری ہے اور میرے عذاب میں مبتلا ہونے سے عظیم تر ہے۔

اسی قسم کا ایک قول اہلِ یقین میں سے کسی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرا دُو رَکعت نماز ادا کرنا مجھے جنَّت میں داخل ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا: ''دُو رَکعت نماز کی ادائیگی میں میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا اور محبَّت ہے جبکہ جنَّت کے حُصول میں میری رضا اور خواہش ہے، پس میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رضا مجھے اپنی پسندیدہ شے سے بڑھ کر محبوب ہے۔''

حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْدمکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے مُتعلّق مروی ہے کہ آپ سے دودھ پینے کا کہا گیا مگر آپ نے نہ پیا کیونکہ جب آپ کو دودھ کی اَصْل معلوم ہوئی (یعنی جہاں سے حاصل ہوتا ہے) تو آپ نے دودھ پینا اچھا خیال نہ کیا تو آپ کی والدہ ماجِدہ نے ان سے فرمایا: ''پی لو مجھے امید ہے کہ اگر تم اسے پی لو گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری مَغْفِرَت فرما دے گا۔'' تو آپ نے عرض کی: ''میں اس شے کو پینا پسند نہیں کرتا جس کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری مَغْفِرَت فرمائے۔'' والدہ ماجدہ نے پوچھا: ''وہ کیوں؟'' تو آپ نے عرض کی: ''میں نہیں چاہتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَعْصِیَت میں مبتلا ہو کر اس سے مغفرت طلب کروں۔''

جملہ اوصافِ نفس کی اَصل

نفس کے تمام اوصاف میں دُو مَفہوم پائے جاتے ہیں: غُصَّہ اور لالچ۔ غُصَّہ، جَہالَت سے پیدا ہوتا ہے اور لالچ، حِرص کی پیداوار ہے۔ یہ دونوں نفس کی فِطْرَت میں شامل ہیں۔ حالتِ غضب میں نفس ہموار زمین پر پڑے ہوئے اَخروٹ یا گیند کی مِثْل ہوتا ہے، اگر آپ اسے تھوڑی سی حرکت دیں تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے کیونکہ اس کا وزن کم ہوتا ہے اور اس کی فِطْرَت میں گھوم جانا شامل ہے۔ نفس کی حِرص کے سبب پیدا ہونے والے لالچ کی مِثال آگ میں گر جانے والے پَروانے و پتنگے جیسی ہے۔ جس کا سبب اس کا جاہِل ہونا اور اس بات کا حریص ہونا ہے کہ وہ اپنی جَہالت کے سبب روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے حالانکہ اس میں اس کی ہلاکت ہے۔ جب تمہیں کوئی شے ملے اور نفس کے لالچ کی وجہ سے اس شے کی تھوڑی مقدار پر قناعَت نہ کر سکو بلکہ مزید کی حِرص رکھو اور مزید روشنی طلب کرو جبکہ وہ شے نفسِ چراغ ہو تو جَل جاؤ گے۔ اگر دور ہی سے تھوڑی سی روشنی پر قناعَت کر لو گے تو محفوظ رہو گے۔ حالتِ غَضَب میں نفس کی کیفیَّت عُجلت سے پیدا ہوتی ہے اور لالچ میں نفس کی کیفیَّت طَمَع وحِرص سے پیدا ہوتی ہے۔

مقامِ فکر

مَعْصِیَت دنیا کی آبادی کا سبب ہے اور طاعَت آخِرَت کی آبادی کا۔ چنانچہ منقول ہے کہ دنیا کی مَحَبَّت ہر غَلَطی و کوتاہی کی اور زہد ہر طاعت کی اصل ہے۔ ①

غور کریں کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی ایک لَغْزِش کی وجہ سے جنَّت سے نکالا گیا اور تم ہو کہ اس میں داخل ہونا چاہتے ہو جبکہ تم بہت زیادہ گناہوں کی وجہ سے اس کی جانب دیکھنے تک کی طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ،

ایک رِوایَت میں ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان بے لباس ہے، اس کا لِباس تقویٰ، اس کی زِینَت حَیا اور اس کا ثَمرہ علم ہے۔'' ②

اسی وجہ سے منقول ہے کہ ''جنَّت پاکیزہ ہے اور پاک افراد کے علاوہ اس میں کوئی نہیں رہے گا، پس جب تم پاک ہو جاؤ گے تو اس میں داخل بھی ہو جاؤ گے۔'' کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُۙ (پ۱۴، النحل: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فِرِشتے سُتھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر۔

مزید ارشاد فرمایا:

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ (پ۲۴، الزمر: ۷۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے تو جنّت میں جاؤ ہمیشہ رہنے۔

کیونکہ اس کا فرمان ہے:

وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور پاکیزہ مکانوں کا بَسنے کے باغوں میں۔

چونکہ گُناہ ناپاک ہوتے ہیں اس لئے فرمایا:

وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ (پ۹، الاعراف: ۱۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا۔

---

① ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث: ۹، ج۵، ص ۲۲

② ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۸۰، ج۱، ص ۷۲

پس جب ان گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے تو جنَّت بھی تمہارے لئے پاک ہو جائے گی اور اس مفہوم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں کتنی خوبصورتی سے اس طرح ذکر فرمایا ہے:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ (پ۱۸، النور:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لیے اور سُتھریاں سُتھروں کیلئے اور سُتھرے ستھریوں کے لئے۔

نفس کے لالچ کی مثال

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے نفس کے لالچ کو اس مکھّی کی مِثْل قرار دیا ہے جو شہد لگی ہوئی روٹی کے پاس سے گزرے اور سارا شہد حاصل کرنے کی خاطر اس میں گر جائے اور اس کے پَر شہد سے چپک جائیں جس کے سبب وہ مر جائے۔ جبکہ ایک دوسری مکھّی اسی روٹی کے پاس سے گزرے تو شہد کے تھوڑا سا قریب جائے، اپنی ضرورت پوری کرے اور محفوظ و سالم حالت میں پیچھے ہٹ جائے۔

انسان ریشم کے کیڑے کی مثل ہے

حُکَماء نے انسان کو ریشم کے کیڑے کی مِثْل قرار دیا ہے کیونکہ وہ اپنی جَہالَت کی وجہ سے اپنے ہی اِرد گرد ریشم بُنتا رہتا ہے یہاں تک کہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچتا، اس طرح وہ خود کو ہی ہلاک کر ڈالتا ہے اور ریشم کسی دوسرے کا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات لوگ اسے مار ڈالتے ہیں یعنی جب وہ ریشم بُننے سے فارغ ہوتا ہے اور ریشم اس کے اوپر لپٹے ہونے کی وجہ سے جب وہ باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اسے دھوپ میں ڈال دیتے ہیں اور بسا اوقات ہاتھوں سے مَسَل دیتے ہیں تا کہ وہ ریشم نہ کاٹ ڈالے اور ریشم صحیح و سالم حاصل ہو سکے۔

پس یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی جاہل کمانے والا ہو اور اسے اس کا مال اور اہل و عیال ہی مار ڈالیں اور اس کے وارث اس کے مال سے عیش کریں کہ جسے کمانے کی خاطر اس نے مَشَقَّت اٹھائی تھی۔ اب اگر انہوں نے اس مال کے سبب اطاعت کی تو اس کا اجر انہیں ملے گا لیکن اس مال کا حِساب اسی پر ہوگا اور اگر وہ اس مال کی وجہ سے کسی نافرمانی کے مُرتکِب ہوئے تو وہ مَعْصِیَت میں ان کا شریک مُتَصَوَّر ہوگا کیونکہ اس نے انہیں یہ مال کما کر دیا ہے۔ لہٰذا اسے نہیں معلوم

کہ دونوں میں سے کون سی حَسرت اس کے لئے زیادہ بڑی ہوگی: یعنی (۱)......دوسروں کی خاطر اپنی زندگی برباد کرنا (۲)......یاپھر دوسروں کے میزان میں اپنے مال کا اجر وثواب دیکھنا۔

نفس کے لالچ کی حکایت

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے ایک ساتھی سے نفس کے لالچ وحرص میں مُبتَلا ہونے کے مُتعلّق یہ حِکایَت سنی، اس نے بتایا کہ ایک بُزُرگ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم نے اپنے ایک پڑوسی سے ایک بُھنا ہوا اونٹ خریدا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کی دعوت کی۔ جب انہوں نے اپنا ہاتھ کھانے کے لئے بڑھایا اور ایک لُقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا تو فوراً ہی باہر پھینک دیا اور اس کے بعد کھانے سے الگ ہوتے ہوئے کہنے لگے کہ ''تم سب کھاؤ، مجھے ایک ایسی تکلیف ہے جو مجھے کھانے سے روک رہی ہے۔'' ہم نے عرض کی: ''اگر آپ نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''تم بہتر جانتے ہو، بہر حال میں نہیں کھاؤں گا۔'' اس کے بعد وہ وہاں سے چل دیئے اور ہم نے ان کے بغیر کھانا کھانا پسند نہ کیا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمیں اُونٹ بُھوننے والے کو بلا کر اس اُونٹ کی حقیقت کے مُتعلّق پوچھنا چاہئے ممکن ہے ناپسندیدگی کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ ہم نے بُھوننے والے کو بلایا اور اس سے مُسَلْسَل اور بار بار پوچھتے رہے تو آخر اس نے اِقرار کرتے ہوئے بتایا: ''یہ اُونٹ مُردہ تھا اور میرا نفس اس مُردہ اونٹ کو بیچ کر قیمت حاصل کرنے کے لالچ میں مبتلا ہوگیا، پس میں نے اسے بُھون لیا اور اِتّفاق سے تم لوگوں نے اسے خرید لیا۔''

یہ سن کر ہم نے وہ اونٹ ٹکڑے ٹکڑے کر کے کُتّوں کو کِھلا دیا۔ پھر جب میں کافی دنوں کے بعد اس بزرگ سے ملا تو عرض کی: ''کس وجہ سے آپ نے اُونٹ کا گوشت کھانا چھوڑا تھا اور کیا عارضہ لاحق ہوا تھا؟'' تو انہوں نے بتایا: ''20 سال تک میرے نفس نے کسی کھانے کا لالچ نہ کیا لیکن جب تم لوگوں نے کھانا پیش کیا تو میرا نفس اس کھانے کی ایسی حرص میں مُبتَلا ہوگیا کہ اس سے پہلے کبھی اُس نے ایسا نہ کیا تھا۔ چنانچہ میں نے جان لیا کہ کھانے میں کچھ خرابی ہے، لہٰذا میں نے نفس کے حرص کی وجہ سے کھانا چھوڑ دیا۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے، ذرا دیکھیں تو سہی کہ کس طرح دُو قسم کے لوگ نُفوس کے لالچ میں شریک ہوئے

یعنی دونوں کا مَقصود ایک ہی تھا مگر توفیق و تذلیل میں دونوں مختلف تھے۔ عالم اپنے وَرَع وتقویٰ اور مُحاسَبۂ نفس کے سبب مُردار کھانے سے محفوظ رہا اور جاہل یعنی اونٹ بیچنے والے نے نفسانی حِرص کی موجودگی میں حِرص کے سبب تقویٰ و مُحاسَبۂ نفس نظر انداز کر دیا اور اس بات کو بھی پیشِ نظر نہ رکھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دیکھ رہا ہے اور باقی لوگ حُسْنِ اَدَب کے باعِث بچ گئے۔ یعنی جب ان کے رفیق نے کھانے سے ہاتھ کھینچا تو انہوں نے بھی نفسانی حِرص کو ختم کر دیا اور پھر بیچنے والے نے خریدار کی سچّائی اور حُسْنِ نیّت کی وجہ سے آخر کار حقیقت بتا دی۔

نفس کی فطری و جِبلّی چار صفات

نفس کی فِطری و جِبلّی چار صِفات ہیں، جو نفسانی خواہشات کی اصل اور ان فِطری اُمور کا تقاضا کرنے والی ہیں جن پر ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اسے پیدا کیا ہے: (۱)...... ان میں سب سے پہلی صِفَت ضُعف و کمزوری ہے، جو خشک مٹّی جیسی فِطرت کی مُتَقاضی ہے (۲)...... بُخْل، یہ نرم مٹّی جیسی فِطرت کا تقاضا کرتا ہے (۳)...... شَہوت، اس کا مُوجِب کیچڑ ہے اور (۴)...... جَہالَت، اس کا موجِب بجتی و کھنکتی ہوئی مٹّی ہے۔

آزمائش میں مبتلا کرنے والی چار صفات

نفس چار اوصاف کی وجہ سے ابتلا و آزمائش کا شِکار ہوتا ہے:

(۱)...... سب سے پہلا وصف صِفاتِ رَبُوبیّت کے مَعانی سے متعلق ہے یعنی کِبْر، جبر، مَدح کی مَحبّت، عزّت اور غِنا۔

(۲)...... پھر اخلاقِ شیاطین کی آزمائش کا شِکار ہونا یعنی دھوکا، حیلہ، حَسد اور بدگمانی جیسی صِفات سے مُتّصِف ہونا۔

(۳)...... نفس کا جانوروں جیسی فطری ضروریات سے آزمایا جانا یعنی کھانے پینے اور جماع وغیرہ کی مَحبّت کا ہونا۔

(۴)...... مذکورہ صِفات میں سے ہر ایک صِفَت اوصافِ عُبُودیّت کا مُطالَبہ کرتی ہے، مثلاً خوف، تواضُع اور عاجزی۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس کا مَفہوم وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، یعنی نفس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے پیدا تو مُتحرِّک کیا گیا مگر اسے حکم ساکن رہنے کا دیا گیا۔ چنانچہ اب نفس کیسے حرکت کر سکتا ہے؟ جب تک کہ مالِک عَزَّوَجَلَّ اسے قدرت نہ دے اور اسے سُکون کی دولت بھی اسی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے کہ اسے حرکت دینے والا خیر و بھلائی کے ساتھ اسے ساکن کر دے۔

نفسانی آزمائش سے نجات کا ذریعہ

بندہ اس وقت تک اِخلاص کا پیکر نہیں بن سکتا جب تک کہ مذکورہ پہلی تینوں صِفات سے چھٹکارا حاصل نہ کرلے اور جب چوتھی صِفَت ثابِت ہو جائے یعنی اوصافِ عُبُودِیَّت پائے جائیں تو وہ مذکورہ صفاتِ رَبوبِیَّت کی اِبتِلا سے نَجات حاصِل کرلیتا ہے۔ پس عُلَمائے دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے نزدیک خدائے واحد کی بندگی بجالانے میں مخلِص ہونا عاملین کے نزدیک مُعاملات میں مخلِص ہونے سے زیادہ سخت ہے۔ اسی وجہ سے وہ مَقاماتِ قُرب کی بلندیوں پر فائز ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک ایک شخص اس وقت عابد کہلاتا ہے جب وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر شے سے بَری ہوجاتا ہے۔ پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ربّ عَزَّوَجَلَّ کا بھی بندہ ہو اور اس کے بندے کا بھی بندہ ہو کیونکہ جو ہستی اسے اپنی بارگاہ کی جانِب کھینچ کرلے جائے وہی اس کی معبود بھی ہوگی اور جس کے اثرات اس پر مُرتّب ہوں گے وہی اس کا ربّ ہوگا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے عِبادت گزار بندوں اور عُلَمائے ربّانیّین کے نزدیک یہ اُلُوہِیَّت و رَبوبیّت میں شِرک ہے۔ چنانچہ یہی وہ بندہ ہے جس کی ہلاکت و بربادی کے متعلق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہلاک ہو جائے دِرہم و دینار کا بندہ، ہلاک ہوجائے بیوی کا غلام اور ہلاک ہوجائے لباس (فاخرہ) کا بندہ۔''[1]

پس یہی وہ بندے ہیں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے شُمار میں ہیں۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ (پ۱۶، مریم: ۹۳، ۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حُضور بندے ہو کر حاضِر ہوں گے۔ بیشک وہ ان کا شُمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کرکے گِن رکھا ہے۔

نفسِ اَمّارہ والے لوگ (شیطان کی) فریب کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور خواہشِ نفسانیہ کے مُوافِق اور اپنے پَروَردگار عَزَّوَجَلَّ کے مُخالف ہوتے ہیں جبکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی شان یہ ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پ۱۹، الفرقان: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنۃ المال، الحدیث: ۶۴۳۵، ص ۵۴۰ دون قولہ ''عبد الزوجۃ''

قرآنِ کریم میں ان بندوں کی مزید شان بھی بیان کی گئی ہے یعنی وہ نفسِ **مَرْحُومَہ**، **مُطْمَئِنَّہ** اور **مَرْضِیَّہ** کے مالک ہوتے ہیں۔ نیز رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے بندے اہلِ علم وحکمت ہیں، ان کا علم علمِ لَدُنّی ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔

مرتبۂ ابدال پر فائز ہونا

مُرید اَبدال کے مرتبہ پر اس وقت ہی فائز ہوسکتا ہے جب وہ صِفاتِ عُبُودِیَّت کو صِفاتِ رَبُوبِیَّت کے ساتھ، اخلاق وصفاتِ شیاطین کو صفاتِ مومنین کے ساتھ اور جانوروں کی فطری خُصوصیات کو اوصافِ رُوحانیّین یعنی اذکار و عُلوم کے ساتھ بدل دے۔ ایسا کر لینے سے وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مُقرَّب اَبدالوں میں سے ایک اَبدال شُمار ہوگا۔

نفس پر غلبہ حاصل کرنے کا طریقہ

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس وصف کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کا مالِک بن جائے۔ بندہ جب نفس کا مالِک بننا چاہتا ہے تو اس کے لئے نفس کو مُسَخَّر کردیا جاتا ہے اور بالآخر وہ اس پر غالِب آجاتا ہے۔ لہٰذا اگر اپنے نفس کا مالِک بننا چاہتے ہیں تو جلدی نہ کریں بلکہ پہلے اس پر سختی کریں اور اسے کوئی بھی آسانی فراہم نہ کریں، اگر اس طرح آپ نے اس پر غَلَبہ حاصل کرنے کی کوشش کی تو یقیناً اس پر غالب آجائیں گے اور اگر اس پر سختی نہ کی تو وہ آپ پر غالِب آجائے گا۔ اگر کامیابی چاہتے ہیں تو اس کی خواہشات پوری نہ کریں بلکہ اس کا ہر طرف سے مُحاسَبہ کریں کیونکہ اگر آپ نے اسے نہ روکا تو یہ آپ کو بھی اپنے ساتھ ہی بہالے جائے گا۔ لہٰذا اگر اس پر قدرت چاہتے ہیں تو اس کی خواہشات کے اسباب کا خاتمہ کرکے پہلے اسے کمزور کریں اور اس کی شَہوات کے سامان کو روک کر رکھیں ورنہ وہ آپ پر قابو پاکر آپ کو پچھاڑ دے گا۔ نفس پر قابو پانے کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ہر ساعَت اور ہر گھڑی اس کا مُحاسَبہ کیا کریں بلکہ ہر لمحہ اس کی کڑی نگرانی کریں اور دل میں پیدا ہونے والے ہر خیال پر عمل کرنے کے بجائے پہلے توقُّف کریں اور سوچیں کہ اگر یہ خیال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو تو اس سے پہلے کہ یہ فوت ہوجائے اس پر فوراً عمل کرگزریں اور اگر وہ خیال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے نہ ہو تو فوراً اسے دل سے نکال دیں تاکہ وہ پختہ نہ ہونے پائے بلکہ اس خیالِ غیر کو خیالِ یار سے بدل دیں تاکہ وہ آپ کو نہ بدل سکے۔

عمر میں برکت کا مفہوم

ایک حدیثِ پاک کی تاویل میں مروی ہے کہ ''نیکی عُمر میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے۔''[1] اورلوگوں میں بھی عام طور پر ایک دُعا مشہور ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری عُمر میں برکت دے۔'' یا پھر ''اس کی عُمر میں بَرَکت ہو۔''

عُمر میں برکت سے مُراد یہ ہے کہ آپ اپنی چھوٹی سی عُمر میں حالتِ بیداری کے سَبَب وہ مَقام ومرتبہ پانے میں کامیاب ہوجائیں جو آپ کے علاوہ دوسرے افراد اپنی طویل عُمر میں غفلت کے سَبَب نہ پاسکے۔ اس طرح ایک ہی سال میں آپ اس بُلند مَقام پر فائز ہوجائیں گے جس مقام پر کوئی دوسرا شخص 20 سالوں میں فائز نہ ہوسکا۔

مقربین وغافلین کے درجات میں تفاوت

صِفاتِ رَبُوبیَّت کی تجلّی کے وقت خواص مُقرّبین بُلند درجات پر فائز ہوتے ہیں اور ان اوقات میں ان کے قلوب کے مختصر اعمال واذکار میں سے اگر کچھ رہ بھی جائیں تو اُن کی تلافی اِس تجلّی سے ہوجاتی ہے۔ پس ان کے ذکر یعنی ان کے تسبیح وتہلیل کرنے یا حمد بیان کرنے یا تدبر وتفکر کرنے اور مُشاہدۂ قُرب کا تذکرہ کرنے، صفاتِ رَبُوبیَّت کا وِجْدان حاصل ہونے، حبیب کی جانب دیکھنے اور قریب سے قریب تر ہونے کا ایک ذرّہ بھی غافِلین کے پہاڑوں کی مِثْل اعمال سے افضل ہے کیونکہ غافِلین کو صِرف اپنے نُفوس کا وِجْدان حاصل ہوتا ہے اور وہ صرف مَخلوق کا ہی مُشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر عارِفین کا قِیام ان کے مُشاہدے سے ہوتا ہے اور وہ قُرب وحُضوری کے لمحات میں اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھتے ہیں، ان کی مِثال لَیلَۃُ القَدر میں عبادت کرنے والے اس شخص جیسی ہے جس کی عبادت اگر اس رات کے مُوافق ہوجائے تو وہ عِبادت ہزار مہینے کی عِبادت سے بہتر ہوجاتی ہے۔ جبکہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ عارِف کی ہر رات لَیلَۃُ القَدر ہوتی ہے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ہر وہ دن جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کی جائے وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے۔

---

[1] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب في القدر، الحديث: ۹۰، ص ۲۴۸۳

غفلت میں گزرنے والے ایام

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓـئًا بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِى الۡاَيَّامِ الۡخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ (پ۲۹، الحآقۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صِلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ بالا کی جب تِلاوت کرتے تو فرماتے: ''اے میرے بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ایّامِ خالیہ یہی ہیں، پس انہیں کوشش ومحنت سے بَسر کرواور انہیں ضائع مت کرو اس طرح کہ تم انہیں حُسْنِ مُعامَلہ سے خالی چھوڑ دو بلکہ ان ایّام میں اپنی آخرت کے کاموں میں مشغول نہ ہونا محرومی ہے۔

قِیامت کے دن گناہگار کہیں گے:

يٰحَسۡرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطۡنَا فِيۡهَا ۙ (پ۷، الانعام: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی۔

یعنی ان کا یہ افسوس اُن ایّامِ خالیہ میں نیک اعمال نہ کرنے پر ہوگا جو ان کے لئے آخرت کا زادِ راہ حاصل کرنے اور اُخروی ٹھکانے کی کامیابی کا سبب بن سکتے تھے۔

اور نفسِ امّارہ والے لوگ کہیں گے:

يٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ (پ۲۴، الزمر: ۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں۔

یعنی یہاں ﴿فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ﴾ سے مراد وہ ایامِ دنیا ہیں جن میں انہوں نے زندگی برباد کی، لہٰذا کل بروزِ قِیامت وہ دن اجر وثواب اور جزا سے خالی ہوں گے اور ایک قول ہے کہ وہ دن تو اپنے اوقات کے ساتھ گزر گئے مگر ان کے احکام ہمیشہ کے لئے رہ گئے، ان کی خواہشات تو ختم ہوگئیں مگر ان کی سزائیں باقی رہ گئیں۔

اوقاتِ محاسبہ

(شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اگر آپ عارِفین کے مَقامات کے اعتبار سے اپنے نفس کا مُحاسَبہ

نہ کر پائیں اور نہ ہی اس طرح نفس کا مُراقبہ ممکن ہو تو بھی اہلِ وَرَع وتقویٰ کے مقام کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں اور نہ ہی کبھی توبہ کرنے والوں کے حال سے جُدا ہوں اور رات دن میں مُحاسَبۂ نفس کے لئے دو۲ اوقات مُتعیّن کر لیں:

(۱)......نمازِ چاشت کے بعد کہ رات گزرنے کی کیفیّت کیسی تھی اور کتنا وقت غفلت کا شِکار رہے؟ اگر نعمت پائیں تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کریں اور اگر کوئی مُصیبت دیکھیں تو اس سے مَغْفِرت چاہیں، پس اگر آپ نے اپنی حالت میں مومنین کے اوصاف پائے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے بیان کئے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی اُمّید رکھیں اور خوشی محسوس کریں، لیکن اگر اپنے دل میں اور حالت میں مُنافقین کے اوصاف پائیں یا جاہِلین کے اخلاق میں سے کوئی ایسا خُلْق پائیں جس کی مَذمَّت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے بیان کی ہو اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا ہو تو غمزدہ ہو جائیں اور ایسی باتوں سے توبہ کر کے بخشش کا سوال کرتے رہیں۔

(۲)......دوسری مرتبہ اپنے نفس کا مُحاسَبہ نمازِ وِتْر کے بعد اور سونے سے پہلے کریں کہ دن گزرنے کی کیفیّت کیسی رہی؟ یعنی کیا طویل وقت غفلت اور بُرے مُعاملات کی ادائیگی میں تو بسر نہیں کیا، نیز جو عمل کئے، کیسے کئے؟ اور جو اعمال چھوڑے، کیوں اور کس کی خاطر چھوڑے؟ تاکہ زیادتی ونقصان معلوم ہو اور آپ اس کے سبب اپنی حرکات وسکنات میں موجود تکلف واخلاص جان سکیں۔

تکلف و اخلاص

رضائے ربّ الانام کے لئے دن میں آپ کی ادا کردہ تمام حرکات وسکنات اخلاص کا سبب ہوں تو آپ کا اجر و ثواب قِیامَت کے دن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہو گا۔ پس توفیق کی نعمت اور ہلاکت سے بچاؤ کے احسان پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجا لائیں اور اگر آپ کی حرکات وسکنات خواہشِ نفس اور کسی دنیاوی غرض کے تابع ہوں تو یہ تکلُّف ہے جس کی خبر دیتے ہوئے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اس اُمَّت کے مُتقین تکلف سے بَری ہیں۔

لٰہذا قیامت کے دن حساب وکِتاب کے وقت آپ پر سزا واجب ہو گی، ہاں اگر مولائے کریم عَزَّوَجَلَّ مُعاف فرما دے تو بچ سکتے ہیں۔ اس لئے بہترین توبہ کرنے اور اچھے انداز میں مَعْذِرَت کرنے کے بعد **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے معافی طلب

کریں اور اس سے ڈریں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو آپ کے نفس کے حوالے کردے ورنہ ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

ممکن ہے کہ ان دونوں مَعانی کا مُشاہَدہ یعنی جن اعمال کو سر انجام نہ دے سکے ان کا خوف اور جن پر عمل کیا ان کے قبول کر لئے جانے کی شدید خواہش آپ کو سونے نہ دے، غفلت دور کر دے اور آپ شب بیدار بن جائیں اور آپ کا شُمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے جن کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں بیان کئے ہیں:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؗ (پ ۲۱، السجدة: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جُدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے ربّ کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمّید کرتے۔

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا اندازِ محاسبہ

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ جس طرح (کاروبار میں) شریک دو ۲ افراد ایک دوسرے کا سختی سے مُحاسَبہ کرتے ہیں بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن اپنے نفس کا مُحاسَبہ اس سے بھی زیادہ سختی سے کیا کرتے تھے۔[1]

اسبابِ غفلت

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کی علامت یہ ہے کہ بندہ دوسروں کے عُیوب بیان کرتا رہے اور اپنے عُیوب کو بھول جائے اور گمان رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں پر ناراض ہے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے مَحبّت کرنے والا ہے۔

نفس کا مُحاسبہ و مُراقبہ ترک کر دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے پیدا کردہ طویل غفلت کا نتیجہ ہے، دنیا میں جو غافِل ہوں گے آخرت میں خَسارہ اٹھانے والے ہوں گے کیونکہ عاقِبت مُتَّقِین کے لئے ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ غافلین ہی آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں اور بندے کی طویل غفلت مَعْبُودِ بَرحق عَزَّوَجَلَّ

[1] ......جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب حديث الكيس......الخ، الحديث: ۲۴۵۹، ص ۱۸۹۹ مفهوماً

کی جانب سے دل پر مُہر لگانے کے سَبَب ہے، ظاہِری غفلت سے مراد دل کا باطنی غلاف ہے۔

دل پر مہر لگنے اور زنگ آلود ہونے سے مراد

دل پر مہر سے مراد یہ ہے کہ مُسَلسَل گُناہ کرنے کے سبب ایک کے اوپر دوسری مُہر لگتی رہتی ہے اور یہی وہ زنگ ہے جو بڑھتا ہی رہتا ہے اور آخر بندے کے لئے سزا کا باعِث بنتا ہے۔ چنانچہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

منقول ہے کہ یہاں خبیث اور مالِ حرام کمانے والے لوگ مُراد ہیں اور تفسیر میں ہے کہ یہاں دلوں کے زنگ آلود ہونے سے مراد گناہ پر گناہ کرنا ہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہو جائیں۔[1]

اسبابِ معصیت

لگاتار گناہوں میں مُبتَلا رہنے کے اسباب یہ اُمور ہیں: ۞...... مُراقَبہ سے غفلت ۞...... ترکِ مُحاسَبہ ۞...... توبہ میں تاخیر ۞...... اِستِقامت میں ٹال مٹول اور ۞...... عدمِ اِستِغفار و ندامت۔

ان سب اُمور کی اَصل دنیا کی مَحبَّت اور دنیا کو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے احکام پر ترجیح دینا اور خواہشاتِ نفسانیہ کا دل پر غالب آجانا ہے۔ کیا آپ نے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ۱۴، النحل: ۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ اس لئے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی اور اس لئے کہ اللّٰه (ایسے) کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ یہ ہیں وہ جن کے دل پر اللّٰه نے مُہر کر دی ہے۔

اس کی دلیل اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ (پ۳۰، النازعات: ۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نفس کو خواہش سے روکا۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ ۳۰، المطففین، تحت الایۃ ۱۴، ج ۱۰، الجزء التاسع عشر، ص ۱۸۳

مراد یہ ہے کہ نفس کو دُنیا کو ترجیح دینے سے روکا جائے کیونکہ قرآنِ کریم میں صراحت کے ساتھ ایسے لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ وہ سرکش اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے والے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کر دی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

پس خواہشِ نفس کی پیروی دل پر لگنے والی مُہروں سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی مُہروں کا سبب گناہوں کی سزا ہے اور عُقُوبَت وسزا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کو سمجھنے سے بہرہ ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

لَوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (پ۹، الاعراف:۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مُہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

کفر کی بنیادیں

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم غَفلَت کو کُفر شمار کیا کرتے۔ چنانچہ ایک طویل رِوایت میں ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا سلیمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کی خِدمَت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''ہمیں کُفر کے مُتعلق آگاہ فرمائیں کہ اس کی بنا کن اُمور پر ہے؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے چار مَقامات ہیں۔ یعنی شک، جَفا، غَفلَت اور اندھا پن۔'' [1]

دل کی سماعت سے محرومی

جب دل کی غَفلَت بہت زیادہ ہو جائے تو بندے پر فِرِشتے کا اِلہام کم ہو جاتا ہے، اسے دل کی سَماعت کہتے ہیں، کیونکہ غَفلَت کا طویل ہونا دل کو سننے سے بہرہ کر دیتا ہے اور فِرِشتے کے کلام کو نہ سننا گناہوں کی سزا ہے جبکہ فِرِشتے کا بندے کو خیر وبھلائی اور طاعَت وعِبادت پر ثابِت قدم رکھنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے وحی اور بندے پر اس کے فضل و

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی، الحدیث: ۴۳۴۷، ج۱۳، ص۳۱۱

کرم کا سبب ہے۔کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ (پ۹، الانفال: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اے محبوب تمہارا ربّ فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔

ایک رِوایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام فرشتوں کا کلام سننے سے محروم ہو گئے تو انہیں وَحْشَت محسوس ہونے لگی اور انہوں نے عرض کی: ''اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں فِرشتوں کی باتیں نہیں سن پا رہا؟'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''اے آدم! اس کا سبب تیری لَغْزِش ہے۔'' [1]

بندے نے جب فرشتوں کا کلام ہی نہ سنا تو مالِک عَزَّوَجَلَّ کا کلام بھی نہ سمجھا اور جب اس نے کبھی کلام ہی نہ سنا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دعوت پر لبیک بھی نہ کہا ہوگا کیونکہ پکار کا جواب پُکار سننے والے ہی دیتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور بندے کے درمیان گناہوں کے سامنے ایک حَد مُقَرَّر کر دی گئی ہے۔ چنانچہ بندہ جب اس حد تک پہنچتا ہے تو اس کے دل پر مُہر لگا دی جاتی ہے اور پھر کبھی بھی اسے خیر وبھلائی کی توفیق نہیں دی جاتی۔ پس اے حُدود سے تجاوُز کر جانے والے انسان! توبہ میں جلدی کر اور اس حد تک پہنچنے سے پہلے پہلے فوراً واپس لوٹ آ، ورنہ تھکاوٹ اور مَشَقَّت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مہر لگانے والا فرشتہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے ساتھ مُعَلَّق رہتا ہے، جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء کی حُرمت پامال کی جاتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دلوں پر مُہر لگانے والے اس فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ ان لوگوں (کے دل کی آنکھوں) کو اندھا کر دیتا ہے۔'' [2]

یہی وہ قُفْل ہے جس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس طرح فرمایا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ (پ۲۶، محمد: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر ان کے قُفل لگے ہیں۔

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی المناسک، حدیث الکعبۃ، الحدیث: ۳۹۸۷، ج۳، ص ۴۳۴ مفہوماً

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۷۹۳، ج۲، ص ۵۲

قساوتِ قلبی

جس قَساوَتِ قلبی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہلاک ہوجانے سے ڈرایا ہے، یہ بھی طویل غفلت کی پیداوار ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ (پ۲۳، الزمر:۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: توخرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس قَساوَتِ قلبی کا ذکر نفاق کے ساتھ ملا کر کیا ہے اور اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ اہلِ نِفاق اور سخت دل لوگوں کے لئے شیطان کے اِلقا کو ایک فتنہ بنادے گا۔ شیطان کے اِلقا کی کَثْرت اس وقت ہوتی ہے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ یا اس کے مُقَرَّر کردہ فرشتے کا الہام کم ہوجاتا ہے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (پ۱۷، الحج:۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کردے ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔

یعنی سخت دل والوں کے لئے یہی معاملہ ہے۔ قَساوَتِ قلبی حقیقت میں دُوری کا نتیجہ ہے اور دُوری خِیانَت کی سزا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں تدبّر و تفکّر سے معلوم ہوئی ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (پ۶، المآئدۃ:۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لَعْنَت کی اور اُن کے دل سخت کردیئے۔

یعنی انہوں نے عہد توڑ کر خِیانَت کی اور ہم نے انہیں دور کردیا اور پھر لگاتار گناہوں کی وجہ سے ان کے دل سخت کردیئے یعنی جھُوٹ، نِسیان اور ان کے کثرت سے خِیانَت اور بُہْتان لگانے میں مُبْتَلا ہونے کی وجہ سے۔ پس وہ گناہ کرتے رہے اور ان کے دل پر مُہریں لگتی رہیں، آخر ان کے دل محبوب یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کی سماعَت سے بہرے ہو گئے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَوْنَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۰۰) ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مُہر کرتے ہیں۔

پس اس مُہر کی جِلا تقویٰ ہے جو سماعت کی کُنجی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

❁......❁......❁

مال میں برکت

حضرت قَیس بن سَلْع اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ان کے بھائیوں نے حُضُور پاک، صاحِبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ان کی شِکایت کی کہ وہ فُضول خرچی کرتے ہیں اور اس معاملے میں بہت کھلا ہاتھ ہے، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: **يَا قَيْسُ! مَا شَأْنُ اِخْوَتِكَ يَشْكُوْنَكَ يَزْعَمُوْنَ اَنَّكَ تُبَذِّرُ مَالَكَ، وَتَنْبَسِطُ فِيهِ**۔ یعنی تمہارے بھائیوں کا کیا مسئلہ ہے، وہ اس گمان پر تمہاری شکایت کررہے ہیں کہ تم اپنے مال میں بہت فُضول خرچی کرتے ہو اور تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہے؟ میں نے عرض کی: **يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اٰخُذُ نَصِيبِيْ مِنَ الثَّمَرَةِ فَاُنْفِقُهُ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ، وَعَلٰى مَنْ صَحِبَنِيْ**۔ یعنی یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آمدنی سے اپنا حصّہ لے کر اللہ کی راہ میں اور اپنے دوستوں میں خرچ کردیتا ہوں تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے سینہ پر (شَفْقَت کے ساتھ) دستِ اقدس مارا اور تین مرتبہ فرمایا: **اَنْفِقْ يُنْفِقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ**۔ خرچ کر اللہ تجھے عطا فرمائے گا۔ (راوی فرماتے ہیں) اس کے بعد جب بھی میں راہِ خدا میں نکلتا تو میرے پاس اپنی سَواری ہوتی اور آج میرا یہ حال ہے کہ میں مال و آسائش میں اپنے اہلِ خانہ (بھائیوں) سے بڑھ کر ہوں۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۵۳۶، ج۸، ص۲۴۷)

فصل 26

اہلِ مُراقبہ کے مُشاہدے کا بیان

اہلِ مراقبہ ومشاہدہ میں فرق

اہلِ مُراقَبہ کا مُشاہَدہ، اہلِ مُشاہَدہ کا پہلا مُراقَبہ ہوتا ہے۔اس طرح کہ جس کا مقام مُراقَبہ ہواس کا حال مُحاسَبہ ہوتا ہے اور جس کا مقام مُشاہَدہ ہواس کا وصف مُراقَبہ ہوتا ہے۔

وقت کی اہمیت

اہلِ مُراقَبہ میں سے کسی فرد کے مُشاہَدہ کی اِبتدا یہ ہے کہ وہ اس بات کو یقینی طور پر جان لے کہ اس کا کوئی بھی وقت خواہ کتنا ہی مختصر ہو، تین۳ باتوں سے خالی نہ ہو:

(۱)......اس وقت میں اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی فرض لازم ہو جس کی دو۲ صُورتیں ہوسکتی ہیں: اسے کسی امر کے بجالانے یا چھوڑ دینے یعنی **مَنْہِیات** سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہوگا۔

(۲)......وہ وقت کسی مُسْتَحَب کام کی ادائیگی میں صَرف کرے یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا باعِث بننے والے خیر وبھلائی کے کسی امر کی ادائیگی میں سَبْقت لے جائے اور نیکی کا کام وقت خَتْم ہونے سے پہلے پہلے کرلے۔

(۳)......اس وقت کوئی ایسا مُباح کام سرانجام دے جس میں جسم اور دل دونوں کا فائدہ ہو۔

مومن کے لئے مذکورہ اوقات کے علاوہ کوئی چوتھا وقت نہیں، اگر اس نے کوئی چوتھا وقت نکالا تو وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تَجاوُز کرنے والا شُمار ہوگا اور جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تَجاوُز کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر ظُلْم کرنے والا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی راہیں پیدا کرنے والا یعنی بدعتی شُمار ہوگا۔پس جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی باتیں پیدا کرے وہ متقین کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے والا ہے۔کیا آپ نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

(پ۱۹، الفرقان: ۶۲)

رات اور دن کے درمیان کوئی تیسرا وقت نہیں ہے، کیا آپ دونوں اوقات یعنی رات اور دن کے درمیان کوئی ایسا وقت پاتے ہیں جس میں جہالت کا مُظاہرہ کیا جائے یا نفسانی خواہش کی پیروی کی جائے؟

ذکر وشکر

ذکر، ایمان وعلم کا نام ہے اور اس کا تعلّق تمام اعمالِ قُلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور شکر، ایمان اور عِلْم سے حاصل شدہ ان احکام پر عمل کرنے کا نام ہے جن کا تعلّق (دل کے علاوہ) تمام اعضائے جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ ذکر و شکر کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ (پ۲۲، سبا:۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اے داود والو شکر کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ۛ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ع (پ۲، البقرۃ:۱۵۱، ۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پُختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

مزید ارشاد فرمایا:

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ (پ۵، النسآء:۱۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔

جب طویل قِیام کے باعِث حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدمَین شریفین مُتَوَرِّم (مُ۔تَ۔وَرْ۔رِم) ہو گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتعلّق عرض کی گئی تو ارشاد فرمایا: ''کیا میں اپنے

پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' ①

جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد شکر ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عمل کرکے بتادیا کہ واقعی شکر سے مراد عمل ہے۔

مراقبہ کا ابتدائی وقت

مُراقَبہ کی اِبتدا کا وقت اہلِ مُراقَبہ کی بیداری سے شروع ہوتا ہے یعنی جب وہ بیدار ہوں تو سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ کیا اس وقت ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوَامِر ونَوَاہی میں سے کوئی فرض لازم ہے یا نہیں؟

❁......اگر ہو تو اپنے اعمال کی اِبتدا اسی سے کریں یہاں تک کہ اس سے فارِغ ہو جائیں۔

❁......اگر کوئی ایسا فرض نہ پائیں تو پھر ان کا وہ وقت مُستحبات وفضائل سے خالی نہ رہے بلکہ جن اُمور کو افضل پائیں ان پر عمل کرنا شروع کردیں۔

❁......اگر اس لمحہ کسی عمل میں ادنیٰ سی فضیلت بھی نہ پائیں تو پھر چاہئے کہ بندہ اپنے نفس سے ذاتی بہتری وبھلائی کے لئے اور اپنے آج کے دن سے گزرے ہوئے کل کی خاطِر کچھ کمائی کرلے اور اپنی موجودہ ساعت سے پورے دن کی کمائی کرلے، نیز اپنی دنیا سے آخرت کے لئے کچھ حاصِل کرلے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں حکم دیا ہے:

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا (پ۲۰، القصص:۷۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا میں اپنا حصّہ نہ بھول۔

یعنی دنیا سے اپنی آخرت کے لئے اپنا حصّہ لینا نہ چھوڑ دے۔ دنیا سے اسی طرح حُسْنِ سُلوک کرو جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اور دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ، ورنہ اپنا دنیاوی حصّہ کھو دو گے اور اُخروی حصّے میں سے بھی کچھ باقی نہ بچے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تمہیں اس اجر وثواب سے محروم کردے گا جس کا اس نے اپنے دوستوں سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ چنانچہ اس کا فرمان ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ ؕ (پ۱۰، التوبة:۶۷) ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

---

① ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله (لیغفر لک......الخ)، الحدیث: ۴۸۳۶، ص ۴۱۳

یعنی انہوں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑا تو اس نے بھی انہیں چھوڑ دیا۔ بندوں کے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ دینے سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنا حصّہ چھوڑ دیا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو چھوڑ دینے سے مُراد یہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اُخروی اجر وثواب کو ختم کر دیا۔

ایک عقل مند شخص اپنے وقت اور عمر کو غنیمت جانتا ہے اور جس آخرت کے آنے کا اسے کامل یقین ہے اس کے لئے وقت وعمر میں سے ضَرور کچھ حاصِل کر لیتا ہے، وہ اپنے وقت کو ان اعلیٰ و بہترین اعمال کی انجام دہی میں بسر کرتا ہے جو اسی وقت کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اور کسی دوسرے وقت میں ادا نہیں کئے جاسکتے۔ یعنی اگر وقت خَتْم ہو جائے تو بندہ ان اعمال پر عمل نہیں کرسکتا۔ چنانچہ سب سے افضل عمل وہی ہے جس کی ادائیگی پر بندہ قادر ہو اور اس کا عِلْم اس کی جانِب اس کی راہنمائی کرے تاکہ وہ اپنے عمل کو اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے خالِص کر سکے۔

اہلِ مراقبہ کی دو حالتیں

بندہ کسی بھی لمحہ خواہ وہ مختصر ہی ہو دو حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتا، یعنی یا تو مَقامِ نعمت میں ہوگا یا پھر مَقامِ مُصیبت و ابتلا میں۔ پس مقامِ نعمت میں بندے پر شکر کرنا اور مَقامِ اِبتلا میں صَبْر کرنا لازم ہے۔ بندہ جب مَقامِ نِعْمت یا مَقامِ اِبْتِلا پر فائز ہوتا ہے تو اس کے بعد ہر لمحہ نعمت کے مُشاہَدے میں مَصروف رہتا ہے یا پھر مُنْعِم یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُشاہَدے میں مَشغول رہتا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کا کوئی وقت مالِک کے وُجود اور مملوک کی حاضِری سے خالی نہیں ہوتا۔ پس اس پر لازم ہے کہ واجِبُ الوُجود کی عِبادت کرتا رہے اور اس کی بارگاہ میں ہر دم حاضر رہے۔

مُراقبہ حُضوری کی علامت ہے اور مُحاسبہ مُراقبہ کی دلیل ہے اور بندے کو یہ نعمت اس کے ادنیٰ اوقات یعنی وقتِ مُباح میں بھی حاصِل ہوسکتی ہے، جو احوالِ مومن کی ایک ادنیٰ حالت ہے یعنی اسے اس مباح وقت میں بھی مُنْعِم یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ یا اس کی نعمت کا مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے تاکہ اس کا کوئی بھی لمحہ و وقت ضائع نہ ہو یعنی یہ وقت بھی دنیا کے کاموں میں مَصروف ہو کر نہ گزر جائے بلکہ وہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے یا اس کی کسی ایسی نعمت کا ذکر کرتا رہے جو مُنْعِم یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے حُصول میں اس کی رہنمائی کرے یا اسے اس کی بارگاہ تک لے جانے والے راستے کی جانِب نکال دے اور وہ اپنی آخرت میں اس سے نَفْع مند ہو کیونکہ آخرت مُتَّقین ہی کے لئے ہے۔

اگر وہ مُنعم عَزَّوَجَلَّ کا مُشاہدہ کرے گا تو ہیبت کی وجہ سے سُکون ووقار والی حیا اس پر چھا جائے گی، یہ حالت خواص کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر نعمت کا مشاہدہ کیا تو اس کا تمام وقت شکر ادا کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے گزرے گا۔ یہ حالت عام خواص کے لئے ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پہلی قسم کے اَفراد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ (پ۲۷، الذاریات: ۴۹، ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔ تو اللہ کی طرف بھاگو۔

اور دوسری قسم کے افراد کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (پ۲۷، الذاریات: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

پہلی قسم کے لوگوں کے مقام کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾ قُلۡ مَنۡۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّهُوَ یُجِیۡرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیۡهِ (پ۱۸، المؤمنون: ۸۷، ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

اور دوسری قسم کے افراد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِیۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۸۴، ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے کہ اللہ کا تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

عقل مندوں کے لئے نصیحت

ایک رِوایت میں عاقل کی صِفات، مُراقِب کا حال اور اوقات کو ان مُناسِب کاموں میں صَرف کرنا مروی ہے جن کا ہم نے حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی طویل حدیثِ پاک میں تذکرہ کیا ہے، یعنی مومن کو تین کاموں کے علاوہ کسی کام کے لئے سَفر نہیں کرنا چاہئے: (۱)...... آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرنے کی خاطر

(۲)......مَعاش کی خاطِر (۳)......حلال شے میں لذّت حاصل کرنے کی خاطر۔ چنانچہ عاقِل پر لازم ہے کہ اپنے اوقات چاۡر حصّوں میں تقسیم کرلے: (۱)......ایک ساعَت میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مُناجات کرے (۲)......ایک ساعت میں اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرے (۳)......ایک ساعت کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کردہ کائنات میں تفکر وتدبر کے لئے خاص کردے (۴)......ایک ساعَت کو کھانے پینے جیسی ضروریات کے لئے خالی رکھے کیونکہ اسی ساعت میں اسے باقی اوقات میں اُمورسرانجام دینے کے لئے مددومُعاوَنَت حاصِل ہوگی۔

عَقْل مند کی صِفات میں سے تین مُجْمَل صِفات بھی ہیں، عَقْل مند کی علامت یہ ہے کہ (۱)......اپنی شان اور حالت کے اعتبار سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف مُتَوَجِّہ رہے (۲)......اپنی زبان کی حفاظت کرے اور (۳)......اپنے زمانے کو اچھی طرح جاننے والا ہو۔[1] اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی عزت کرنے والا ہو۔

پس وقتِ مُباح کی ابتدا میں مصائب وحاجات پیش آتی ہیں اور فاقے کرنا پڑتے ہیں، لہٰذا وقت سے پہلے تکلف سے کام نہ لے ورنہ اپنے وقت سے غافِل ہوجائے گا۔

دنیاوی مشاہدہ کے چارمقامات

دنیاوی مُشاہَدہ کے چاۡر مَقامات ہیں اور ہر بندہ اپنے حال کے لحاظ سے اپنے مَقام ومرتبہ کے مُطابِق اس کا مُشاہَدہ کرتا ہے: ۞......بعض عِبرَت وبصیرت کی نِگاہ سے دنیا دیکھتے ہیں، یہ اُولُوالْاَلْباب ہیں جن کے قلوب سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہاتھ اور آنکھیں رکھنے والے اور مقامِ عِبْرَت پر فائز ہیں۔ یہ مقام ان عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا ہے جو اَنْبِیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارِث ہیں ۞......بعض دنیا اور دنیا والوں کو رحمت وحکمت کی نِگاہ سے دیکھتے ہیں، یہ ڈرنے والوں کا مقام ہے ۞......بعض دنیا اور دنیا والوں کو ناراضی اور غصے کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، یہ مَقامِ زَاہِدین ہے ۞......بعض شہوت ورشک کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، یہ ہلاک ہونے والوں کا مَقام ہے اور مُراد وہ دنیادار لوگ ہیں جو صِرف دنیا کمانے کی جستجو میں مگن رہتے ہیں اور اس کے نہ ملنے پر حَسْرَت کا شِکار ہوجاتے ہیں۔

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۶ ابوذرالغفاری، الحدیث: ۵۵۱، ج۱، ص۲۲۲

مشاہدہ کی کیفیات وانعامات

۞ اگر بندے کو دنیا دیکھنے کی غرض سے عِبرت وحکمت کی نِگاہ عطا کی جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا پر غلبہ عطا فرما کر اپنے ماسِوا سے مُسْتَغْنِی فرما دیتا ہے۔

۞ اگر خائِف کو دنیا دیکھنے کی خاطر رحمت کی نِگاہ دی جائے تو اس کے مَقام پر رشک کیا جاتا ہے اور اسے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عظیم نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔

۞ اگر زاہِد کو ناراضی کی نِگاہ عطا فرمائی گئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دُنیا میں اسے زُہد کے باعث نہ صرف دنیاوی آلائشوں سے نکال دیتا ہے بلکہ اسے چھوٹی سلطنت کے فوت ہوجانے کے عِوض بڑی سلطنت عطا فرماتا ہے۔

۞ اور جس کو حَسْرت ورشک کی نِگاہ سے آزمایا جائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ہلاکت وبربادی میں ڈال دیتا ہے، پس وہ ہلاکتوں کی راہ پر گامزن ہوجاتا ہے۔

۞......جو شخص کسی ذات کے خُلْق کا یا کسی صِفَت کے معنیٰ کا مُشاہَدہ کرے تو اس کا وہ مشاہدہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ خُلْق یا صِفَت کسی نعمت یا عذاب کے مشاہدہ کا موجب ہوں اور یہی وہ مقامِ معرفت ہے جس پر بندہ فائز ہوجاتا ہے۔ عارفین کو اخلاق واوصاف پر دلالت کرنے والے جن افعال کا مُشاہدہ ہوتا ہے، یہ مُشاہدہ بھی ویسا ہی ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے سامنے ان مَعانی کو ظاہِر فرمایا تاکہ وہ ان سے اس کی ذات پر اِستِدلال کرتے ہوئے اس کا مُشاہَدہ کرسکے۔

۞ جس نے نفسانی خواہش کی آنکھ سے کسی شَہوَت کو دیکھا تو اس کا یہ دیکھنا ہی اسے خواہشاتِ نفسانیہ کی جانب لے جاتا ہے اور شیاطین اسے اُچک لیتے ہیں، ہوائیں اسے انتہائی دور دراز کسی پَست زمین میں لے جاتی ہیں، مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کے قریب لے جانے والے اور حبیب کی مَجلِس میں بِٹھانے والے یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حُضُور سُلوک کے تمام راستے الٹ ہوجاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب سے محروم

جو قُرب نہ پاسکے وہ ہلاکت ودوری میں جا گرتا ہے اور اس سے مُراد وہ نااُمّید، نقصان اٹھانے والا، خائن اور

فتنے میں مُبتلا شخص ہے جس کا حال ہمیشہ ماضی سے بُرا اور مُستقبل حال سے بھی زیادہ برا ہوگا۔پس ایسے شخص کے لئے زندہ رہنے کے بجائے مرجانا ہی بہتر ہے کیونکہ اس کی زندگی اسے حبیبِ حقیقی سے مزید دُور کردے گی اور اس کا اس حالت پر باقی رہنا اسے راہِ حق سے بھی روک دے گا، اس کا خواہشاتِ نفسانیہ کے حُصُول میں دیوانہ ہوجانا مزید دُوری کا باعث بنے گا اور غلبۂ نفس اسے نیکی کے کام کرنے سے بھی روک دے گا۔

عمر کے خاتمہ سے مراد

جب بندہ عملی خرابی کی حالت میں ہو اور یہ عملی خرابی مزید بڑھتی رہے تو گویا کہ اس کی عمر ختم ہوچکی ہے۔جس طرح وقت یا کوئی شے فوت اور ختم ہوجاتی ہے۔کیونکہ عمر کا تعلق اُن اشیاء سے نہیں جو کسی ایک ہی شے کی طرح یکبارگی ختم ہو جاتی ہیں بلکہ عمر تو ایک کے بعد دوسرے وقت میں نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت سے ایک ایک جز کرکے ختم ہوتی ہے اور بندے کو ایک کے بعد دوسرے وقت اور ایک کے بعد دوسرے دن کی مُہلت اور چھُوٹ دی جاتی ہے تاکہ وہ اس پر اس طرح چڑھتا رہے جس طرح کوئی سیڑھی پر ایک ایک زینہ کرکے چڑھتا ہے۔اسی طرح بندہ اپنی عمر کے ایک وقت سے غافِل ہوکر دوسرے وقت میں اس کام کو بجالانے کے بجائے اس وقت کو بھی کسی دوسرے کام میں گزار دیتا ہے اور بعض اوقات وقت گزر جانے کے بعد کوئی کام یاد تو آتا ہے مگر اگلے وقت میں اسے پھر بھول چکا ہوتا ہے۔پس اس کی مشغولیت و فراغت اور یاد رکھنا و بھول جانا سب یکساں و برابر ہیں۔اس طرح کبھی تو بندہ اس کام کی انجام دہی سے ہی رک جاتا ہے اور کبھی اس کے علاوہ کسی دوسرے امر میں مشغول ہوجاتا ہے یہاں تک کہ دن ختم ہوجاتے ہیں اور اوقات بِیت جاتے ہیں اور موت کا وقت آجاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گرفت

حالتِ غفلت میں بندے کی عقل پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ خوش فہمی کا شِکار رہے، اس پر نعمتوں کی بارِش کی جاتی ہے تاکہ وہ حقیقت نہ جان سکے، نوازشیں اس پر برستی ہیں تاکہ وہ کچھ سمجھ نہ پائے، اس کی خاطر بخشش کی اُمّید کا دروازہ کشادہ کردیا جاتا ہے تاکہ اس کی بداعمالی میں اضافہ ہو، اس سے موت روک لی جاتی ہے تاکہ اس کا خوف دور ہوجائے، اس کے لئے آرزوئیں بکھیر دی جاتی ہیں اور خوف لپیٹ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جن باتوں سے وہ بے

خوف ہو چکا تھا اچانک اللہ عَزَّوَجَلَّ انہی کے سبب اس کی گرِفت فرماتا ہے اور اس کو زَبَردَست گمراہی کی حالت میں پکڑ لیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (پ۱۹، النمل: ۵۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خُفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافِل رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ﴾ (پ۷، الانعام: ۴۴)[1] کا بھی یہی مَفہوم ہے۔ یعنی جب انہوں نے اس نصیحت کو چھوڑ دیا جو انہیں کی گئی تھی اور جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا تو ہم نے انہیں نعمتیں عطا کیں اور اپنی شکر گزاری بھلا دی تو ان سے مُسَلْسَل گناہ سرزد ہونے لگے اور ہم نے ان سے اِسْتِغفار کرنا بھی بھلا دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا﴾ (پ۷، الانعام: ۴۴)[2] یعنی وہ اس سے پُرسکون ہو گئے اور اطمینان محسوس کرنے لگے اور انہوں نے اپنی اس حالت کو تبدیل کرنا چاہا نہ اس سے توبہ کی تو ﴿اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً﴾ (پ۷، الانعام: ۴۴)[3] یعنی ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ مُراد یہ ہے کہ جب وہ بے خوف ہو چکے تھے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ ایک قول کے مُطابِق یہ اچانک پکڑ 40 سال بعد ہوئی۔ پھر ان کی حالت کے متعلّق مزید ارشاد فرمایا: ﴿فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (پ۷، الانعام: ۴۴)[4] یعنی وہ حیران و شَشْدر اور مُتَحَیِّر ومَبْہوت اور ہر خیر و بھلائی سے نااُمّید و مایوس ہو گئے۔

جان لیجئے کہ اگر بندے کی ہر ساعت پہلے سے بدتر اور ہر دن پہلے سے برا ہو کہ نہ تو وہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کو راضی کر سکے اور نہ ہی کوئی تدارُک کر پائے تو اس کے تمام اوقات اور تمام اَیّام بُرائی میں ایک دن اور ایک ہی وقت کی مثل ہیں۔ یہ شخص اس فرد کی طرح ہے جس کی تمام عُمر وَقْتِ واحِد کی طرح ضائع ہو جائے کیونکہ اس وَصْف کی بنا پر عمر کے ضائع ہونے سے مُراد یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے وقت مُؤَخَّر ہوتا رہے اور پھر آہِستہ آہِستہ اسے بالکل ہی فراموش کر دے۔ بندہ آہستہ

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے۔

آہستہ اپنا وقت گزار کر اپنی عُمر کے آخری حصّے میں پہنچ جاتا ہے اور ضائع ہونے کے اعتبار سے اس کی زندگی کو اِجمالاً دیکھا جائے تو وہ ایک ہی دن کی طرح ہے۔ پس اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافِل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ (پ۱۵، الکھف: ۲۸)

محاسبہ پر بندے کی کیفیت

اس کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو وعدہ اور وعید سے غافِل ہو اور جب پردہ ہٹے تو اس کی آنکھیں حیران رہ جائیں اور وہ مَبْہُوت کھڑا رہے اور جن اُمور سے غافِل رہا انہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں اور حد سے تَجاوُز کرنے پر حَسرت ویاس کی تصویر بن جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔ (پ۲۶، ق: ۲۲)

ایک قول کے مُطابِق یہاں نِگاہ کی تیزی سے برے اعمال یا یقین کی جانب تیز نگاہوں سے دیکھنا مُراد ہے اور ایک قول ہے کہ یہاں نفع ونقصان کی اُمّید رکھتے ہوئے میزان کی سُوئی کو تیز نگاہوں سے دیکھنا مُراد ہے۔

اس شخص کی حالت اس جیسی ہے جس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں۔ (پ۱۶، مریم: ۳۹)

منقول ہے کہ ان کے پاس موت اس حال میں آئی تھی کہ وہ اُمورِ دنیا میں مَشغول تھے۔ ایک قول کے مُطابِق وہ عورتوں کے مُعاملات میں مَصروف تھے۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے اوصاف کے مُتعلّق کہا گیا ہے:

وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جھوٹی طَمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا۔ (پ۲۷، الحدید: ۱۴)

یہاں ''جھوٹی طمع'' سے خواہشاتِ نفسانیہ کی جھوٹی اُمّیدیں مُراد ہیں اور ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم'' سے مراد ہے کہ موت آئی لیکن تم نے اس کے لئے کچھ بھی تیاری نہ کی۔ ان لوگوں کی مثال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ ذیل میں بیان کردہ ان لوگوں جیسی ہے جن کے مُفلِس ہونے اور مایوس ہونے کی خبر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس طرح دی ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗؕ (پ۱۸، النور: ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا اور اللّٰہ کو اپنے قریب پایا تو اس نے اس کا حساب پورا بھر دیا۔

مرتبۂ صدیقین پر فائز ہونے کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا ابومحمد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرمایا کرتے تھے کہ بندہ صدیقین کے مرتبہ تک حقیقت میں اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس میں یہ چار چیزیں نہ پائی جائیں: ❁...... مسنون طریقہ کے مُطابِق فرائض کی ادائیگی ❁...... وَرَع و تقویٰ کے اعتبار سے اکلِ حلال ❁...... ظاہر و باطن میں اُمورِ ممنوعہ سے اِجتناب اور ❁...... مرنے تک اسی حالت پر صَبْر و اِستِقامت کا مُظاہرہ۔[1]

عمل کی کوئی انتہا نہیں

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرمایا کرتے تھے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! موت کے علاوہ بندے کے کسی عمل کی کوئی اِنتہا نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مومن وہ نہیں جو صرف کوئی عمل مہینہ و دو مہینے یا سال و دو سال تک کرے بلکہ مومن تو ہمیشہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر قائم رہتا ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے ڈرتا رہتا ہے۔ کیونکہ ایمان نرمی میں سختی، یقین میں پُختہ عزم، صَبْر میں کوشش اور زُہد میں علم کا نام ہے۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (پ۲۶، الاحقاف: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔

---

[1] ...... اتحاف السادة المتقین، کتاب الحلال والحرام، الباب الاول، ج۶، ص ۴۵۹

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ بالا کی تلاوت فرمایا کرتے تو فرماتے: ''لوگوں نے یہ کلمہ کہا لیکن پھر اس سے رُجُوع کر لیا، پس کون ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر ظاہر و باطِن میں اور تنگی و آسانی میں ثابِت قدم رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُعامَلہ میں کسی مَلامَت کرنے والے کی مَلامَت سے نہ ڈرے؟'' اور ایک مرتبہ فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر اِستِقامت اِختیار کی اور لومڑیوں کی طرح فریب سے کام نہ لیا۔'' (1)

خود فریبی کا شکار

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس کے نزدیک فضائل (یعنی نَوافِل) کی طَلَب فرائِض کی ادائیگی سے زیادہ اَہَمِیَّت رکھتی ہو وہ دھوکے میں مُبتَلا ہے اور جو فرائِض کے علاوہ دوسرے کاموں میں مصروف ہو کر اپنے نفس سے غافِل ہو جائے وہ بھی دھوکے میں مبتلا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اور دیگر بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن فرماتے ہیں کہ لوگ اُصولِ دین ضائع کرنے کی وجہ سے وِصالِ حق سے محروم ہو گئے۔

پس بندے کے لئے سب سے افضل یہ ہے:

- ......وہ اپنے نفس کی مَعْرِفَت حاصِل کرے۔
- ......جس بھی حالت پر قائم ہو اس کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود اور اس کے احکام سے واقفیَّت حاصل کرے۔
- ......جن اُمور سے اسے مَنْع کیا گیا ہے سب سے پہلے ان سے اجتناب کرنے کے بعد علم کی مدد سے ان فرائض پر عمل کرے جن کی تدبیر اس نے ابھی تک نہ کی ہو۔
- ......خواہشِ نفس پر عمل پیرا ہونے سے پرہیز کرے۔
- ......اور نوافِل کی ادائیگی میں اس وقت تک مَصروف نہ ہو جب تک کہ فرائض سے فارِغ نہ ہو جائے کیونکہ نَفْل کی ادائیگی سلامتی حاصل ہونے کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے کہ جس طرح ایک تاجِر کو راسُ المال حاصِل ہونے کے

---

(1) ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عمر بن الخطاب، الحدیث: ۶۰۱، ص ۱۴۴

بعد ہی نفع حاصِل ہوتا ہے اور جس پر سلامتی مُتعَذّر و مُشکِل ہو وہ نَفْل کی ادائیگی سے دور اور خود فریبی کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

فرض و نَفْل کی ادائیگی میں اشکال

بعض اوقات دقیق معانی اور مخفی عُلوم کی وجہ سے نوافل اور فرائض آپس میں خَلْط مَلْط ہوجاتے ہیں اور بندہ نَفْل کو فرض یا واجب خیال کرتے ہوئے ادا کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابوسعید رافع بِن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور نبیٔ مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں آواز دی مگر انہوں نے یہ گمان کرتے ہوئے جواب نہ دیا کہ ان کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھڑے رہنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ پس سلام کے بعد جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ''تمہیں کس چیز نے جواب دینے سے روکے رکھا؟'' عرض کی: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سن رکھا؟ [1]

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ (پ۹، الانفال: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بلاوے پر لبیک کہنا

پیکرِ حُسن و جَمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرت سیِّدُنا ابوسعید رافع بن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حالتِ نماز میں بلانا اس لئے تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں باطنی عُلوم سکھائیں یا پھر ان کا علم مُلاحظہ فرمائیں کہ وہ اس پر کیسے عمل کرتے ہیں؟ اور حضرت سیِّدُنا ابوسعید رافع بن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پکار پر لبیک کہنا نماز پڑھنے سے افضل تھا کیونکہ ان کی نماز نَفْل تھی اور وہ اپنی مرضی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں حاضر تھے جبکہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جواب دینا ان پر فرض تھا اور جواب دینے کے باجود وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُطیع و فرمانبردار ہی رہتے، پس شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پکار پر ان کے جواب دینے کی فضیلت

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، الحدیث: ۴۴۷۴، ص ۳۶۲ مفھوماً

نماز پڑھتے رہنے پر ایسے ہی ہے جیسا کہ فرض کی فضیلت نَفل پر ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ۵، النسآء: ۸۰)

دوسری جگہ ارشادفرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو تمہاری بَیۡعَت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بَیۡعَت کرتے ہیں۔ (پ۲۶، الفتح: ۱۰)

جب اللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہانوں میں اپنے ایک عام بندے کے ساتھ ہوتا ہے تو کیا اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نہ ہوگا، پس یہاں (تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت بجالاتے ہوئے) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا اس کی رَضامندی کے حُصول میں زیادہ مُؤَثِّر اور آخرت میں ان کے لئے زیادہ اجروثواب کا باعِث تھا۔

متشدد صوفی

عہدِ نَبَوِی میں دو افراد نے عِبادت میں مُواخات قائم کی اور لوگوں سے جدا ہو گئے، ایک نے دوسرے سے کہا: ''آؤ! چلیں اور آج لوگوں سے الگ ہو کر کہیں بیٹھ جائیں اور خاموش ہو جائیں اور جو بھی ہم سے بات کرے گا اس کا جواب نہ دیں گے تا کہ یہ عمل ہماری عبادت میں اضافے کا باعِث ہو۔'' چنانچہ دونوں نے سب سے الگ ہو کر خاموشی اختیار کر لی، اچانک سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس سے گزرے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''غُلُوّ کرنے والے اور حد سے زیادہ مُعاملات میں غور وفکر کرنے والے ہلاک ہو گئے۔'' پس (جب ان دونوں کو معلوم ہوا تو) انہوں نے سرورِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضِر ہو کر مَعْذِرَت کی اور اپنے عمل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی۔

مسلمانوں کی جاسوسی

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک رات آپ نے دورانِ گشت

ایک دروازے میں سے چراغ کی روشنی دیکھ کر جھانکا تو پایا کہ کچھ لوگ شراب کے پاس بیٹھے ہیں۔ آپ کو کچھ نہ سوجھا کہ کیا کریں؟ لہٰذا آپ مَسْجِد گئے اور حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس دروازے کے پاس لے آئے، انہوں نے بھی یہ سب کچھ دیکھ لیا تب امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے پوچھا: ''آپ کیا کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟'' انہوں نے عرض کی: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرے خیال میں ہم نے وہ کام کیا ہے جس سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں مَنْع فرمایا تھا کیونکہ ہم نے چھپی ہوئی بُرائی کی جاسوسی کی ہے اور اس پر آگاہ ہو گئے ہیں حالانکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے ہم سے پردے میں رکھا تھا اور ہمیں حق نہیں کہ ہم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پردے کو ظاہِر کریں۔'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: میرے خیال میں آپ صحیح اور سچ کہہ رہے ہیں، میں آپ سے الگ ہو جاتا ہوں۔ پس وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''میرے خیال میں ہم نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی ہے جبکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں جاسوسی کرنے سے مَنْع فرمایا تھا'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ہاتھ تھاما اور واپس پَلَٹ گئے۔ [2]

حاضر دماغ بوڑھا

ایک رات امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُ نا عبد **اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمراہ رات کے وقت گشت فرما رہے تھے کہ اچانک ایک دروازے سے آپ نے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص شراب کے مٹکے اور ایک لونڈی کے درمیان بیٹھا ہوا ہے اور وہ لونڈی گانا گا رہی ہے۔ پس آپ دیوار پر چڑھ گئے اور اس سے فرمایا: ''تیرے جیسے بوڑھے شخص کا اس جیسے کاموں میں مُلَوَّث پایا جانا کتنا برا ہے۔'' تو اس بوڑھے نے کھڑے ہو کر عرض کی: ''اے امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! میں آپ کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا واسِطہ دیتا ہوں کہ

---

[1] ......نصاب الاحتساب، الباب الثانی والخمسون، ص ۳۳۹

[2] ......تفسیر القرطبی، پ ۲۶، الحجرات، تحت الایة ۱۲، ج ۸، الجزء السادس عشر، ص ۲۴۰

میری بات ختم ہونے سے پہلے کوئی فیصلہ نہ کیجئے گا۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''بولو۔'' اس نے عرض کی: ''اگر میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تین۳ نافرمانیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔'' امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی؟ تو وہ بولا: (۱) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جاسوسی کی حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس سے منع فرمایا ہے اور (۲) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دیوار پر چڑھے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۹)[1] (۳)...... آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بغیر اجازت داخل ہوئے ہیں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا﴾ (پ۱۸، النور: ۲۷)[2] (یہ سن کر) امیر المومنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا ہے، کیا مجھے مُعاف کر سکتے ہو؟'' اس نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مَغْفِرَت فرمائے۔ پس امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس حال میں وہاں سے باہر نکلے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھوں سے اشک رواں تھے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بلند آواز میں یہ فرمانے لگے: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عمر کی مَغْفِرَت نہ فرمائی تو وہ ہلاک و برباد ہو گیا، تم ایک شخص کو پاؤ گے کہ جو بُرائی کی وجہ سے اپنی اولاد اور اپنے پڑوسیوں تک سے چھپتا پھرتا ہے لیکن اب وہ کہا کرے گا کہ امیر المومنین نے اسے دیکھ لیا ہے اور اسی جیسی باتیں کرے گا۔''[3]

عمل کا اظہار و اخفا

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اگر اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو قبول کر لے اور اگر روزے سے ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔''[4]

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔

[3] ......روح البیان، پ۱۸، النور، تحت الایة ۲۹، ج۶، ص ۱۳ ۹ جامع الاحادیث للسیوطی، الحدیث: ۲۱۵۴، ج۱۴، ص۸۷

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی الصائم یدعی الی ولیمة، الحدیث: ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ص ۱۴۰۵

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عمل ظاہر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بخوبی جانتے تھے کہ اس کا چُھپانا زیادہ بہتر ہے۔عمل کا اظہار اس اعتبار سے ہے کہ اس کے بھائی کے دل کو کوئی تکلیف نہ ہو اور اگر چھپانے سے اس کے بھائی کے دل کو کوئی ٹھیس پہنچے تو مومن کی اعمال پر فضیلت وحُرمت کی وجہ سے عمل کا اظہار اسے مخفی رکھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ اعمال کا دار و مدار عامل پر ہوتا ہے اور ان کا اجر وثواب عامل کی حیثیَّت کے مُطابِق دیا جاتا ہے نہ کہ عمل کی مقدار کے اعتبار سے، اس لئے کہ ایک ہی عمل میں بعض اوقات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کے لئے چاہے اسے دوگنی جزا عطا فرماتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مومن عمل سے افضل ہوتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ بندے سے کہا گیا کہ اپنا عمل ظاہر کر کے اپنے بھائی کے دل سے تکلیف اور ناپسندیدگی کے اثرات دور کر دے، اس لیے کہ تیرے لئے ایسا کرنا عمل کو اس حالت میں چھپانے سے بہتر ہے کہ تیرا بھائی اپنے دل میں دُکھ محسوس کرے کیونکہ جب تیرا بھائی تجھے کسی ایسے کھانے کی دعوت دے جو اس نے تیری خاطِر بنایا ہو اور تو اس کے پاس نہ جائے اور مَعْذِرَت کر لے تو وہ تیری مَعْذِرَت تو قبول کر لے گا لیکن اگر وہ تجھے دعوت دینے میں سچا تھا تو اس پر گراں (ناگوار) گزرے گا۔

عمل کے مخفی وظاہر کرنے کے متعلق حکایت

مروی ہے کہ ایک بزرگ چند لوگوں میں بیٹھے ہوئے دل ہی دل میں قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے تھے تاکہ کوئی ان کے عمل سے آگاہ نہ ہو کہ اچانک جب آیتِ سجدہ پر پہنچے تو انہوں نے سب کے سامنے سجدہ کیا جس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ وہ قرآنِ کریم کی تِلاوت کر رہے تھے۔[1]

حکایت کی وضاحت

ان کے اس عمل کو دیکھ کر شاید کوئی کم سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص یہ کہہ دے کہ انہوں نے اپنا عمل ظاہر کر دیا، اس

---

[1] ...... یہ ان بُزُرگوں کے انتہائی تقویٰ کا عالَم تھا کہ انہوں نے گوارا نہ کیا کہ آیتِ سجدہ پڑھیں اور بارگاہِ خداوندی میں سجدہ نہ کریں حالانکہ دل میں آیتِ سَجْدہ پڑھنے سے سجدۂ تِلاوَت واجِب نہیں ہوتا جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجِب ہو جاتا ہے، پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عُذْر نہ ہو تو خود سُن سکے، اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور وغُل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجِب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ہلے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجِب نہ ہوا۔ (بہارِ شریعت، جلد اول، ص ۷۲۸)

لئے کہ انہوں نے ایسا کام کیا جو ان کے عمل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ سجدہ نہ کرتے تو ان کا عمل مخفی رہتا اور یہی زیادہ فضیلت کا باعِث تھا۔ جبکہ انہوں نے خود ہی اس عمل کو ظاہر کر دیا جسے وہ چھپا رہے تھے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) یہ اِعْتِراض مُعاملات سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ہم نے اسی قسم کا اِعْتِراض کرتے ہوئے چند عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو بھی سنا ہے، نیز کم عِلم مُریدین وسالکین بھی اسی قسم کے اعتراضات کا شِکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ اس بزرگ کے سجدے پر اعتراض کرنے والے نے سمجھا ہے، بلکہ ایسا اعتراض کرنے والا اخلاص کی پیچیدگیوں کو کم سمجھنے والا اور عارِفین کے طریقوں سے ناواقف ہے اور وہ عامِل و عارِف جن سے یہ فعل منقول ہے وہ مُخْلِص فقیہ تھے کیونکہ انہوں نے دُو فضیلتیں ایک ساتھ جمع کر لیں۔ جب انہوں نے اپنے عمل کا آغاز کیا تو اسے مَخْفی رکھ کر ایک فضیلت پانے والے تھے مگر جب مَقامِ سجدہ آیا کہ جس کا اظہار کئے بغیر ادا کرنا ممکن نہ تھا تو انہوں نے لوگوں کی خاطر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قربت چھوڑ دینا مُناسب نہ سمجھا اور سر بسجود ہو گئے جیسا کہ حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح قراءت کی جیسا کہ مُسْتَحَب ہے۔ پس اس طرح وہ دوسری فضیلت پانے والے بھی ہو گئے کیونکہ انہوں نے اس عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے لئے ظاہر کیا جیسا کہ پہلے انہوں نے اسی کی خاطر عمل کو مخفی رکھا تھا اور اس لئے بھی کہ انہوں نے لوگوں کے دیکھنے کو تو چھوڑ دیا لیکن ان کی وجہ سے اپنا عمل نہ چھوڑا۔ اگر عمل چھپا کر سجدہ ترک کرنے میں فضیلت ہوتی تو جو شخص گھر میں نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسے ملنے آ جائے تو اس کی خاطِر نماز چھوڑ کر بیٹھ جائے۔

ایک رِوایت میں ہے کہ ایسے شخص کے لئے دُو اجر ہیں، ایک چھپانے کا اور دوسرا ظاہِر کرنے کا اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن لوگوں کی خاطِر عمل ترک کر دینے کو ریاکاری شُمار کرتے تھے اور وہ عمل جو لوگوں کی خاطر کیا جائے شرک ہے۔ حالانکہ منقول ہے کہ ریاکاری کی وجہ سے عمل نہ کرو اور نہ ہی حیا کی وجہ سے عمل ترک کرو۔

مخلوق سے حَیا شرک ہے جیسا کہ خالِق سے حَیا ایمان کی علامت ہے اور اگر ایک مرتبہ کسی نے لوگوں کی خاطر عمل ترک کر کے شیطان کی اِطاعت کر لی تو ان کی خاطِر دوسری مرتبہ بھی اس کی اطاعت کرے گا۔

اس کی مِثال اس شخص جیسی ہے جو روزہ رکھے اور سارا دن اپنے گھر میں نماز پڑھتا رہے تا کہ مخلوق اس کے عمل

سے آگاہ نہ ہو، اب اگر وہ اپنے روزے کے ساتھ اِعتکاف کی بھی نیّت کر لے اور گھر سے نکل کر مسجد چلا جائے اور وہاں نماز پڑھنے لگے تو لوگ اس کے عمل سے آگاہ ہو جائیں گے۔لیکن اس نے مسجد میں جو اعتکاف کی نیت کر رکھی ہے لوگوں کے دیکھنے کی وجہ سے ترک نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے عمل کا اظہار اس کی نیّت کے ثَبات کے لئے نقصان دہ ہے، بلکہ اگر وہ پُختہ عالم ہوگا تو اعتکاف سے اس کے درجات میں مزید اضافہ ہوگا۔کیونکہ جس امام کی لوگ پیروی کرتے ہوں اس کے اعمال کا لوگوں پر ظاہر ہو جانا نقصان دہ نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کا مقصود اظہار نہ ہو اور نہ ہی وہ ان کی تعریف و مَدح سَرائی کو پسند کرے۔البتہ! بعض اوقات اسے اس اِظہار میں بھی اجر ملتا ہے کیونکہ اس میں ذکر سے غافل لوگوں کے لئے تنبیہ اور عارِفین کو نیکی کا شوق دِلانا پایا جاتا ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک سُجودِ قرآن فرض ہے اور جو شخص آیتِ سجدہ سنے یا تِلاوت کرے اس پر سجدہ کرنا لازِم ہے اور اگر بے وُضو ہو تو اس وقت سجدہ کرے جب وُضو کرے۔

100 نفلی حج سے بہتر ہے

بعض اوقات بندے کی ایک حالت دوسری حالت سے بہتر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابونَصْر تَمّار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث کی خدمت میں حاضِر ہوا اور عرض کی: ''میں نے نَفلی حج کا پُختہ ارادہ کر رکھا ہے، کیا آپ مجھے کوئی نصیحت کریں گے؟'' تو حضرت سیِّدُنا بِشر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: ''تو نے کتنا زادِ راہ اکٹھا کیا ہے؟'' اس نے بتایا کہ ۲دو ہزار درہم۔تو آپ نے پوچھا: ''تیرا حج سے کیا مقصود ہے؟ کیا سیر کرنا چاہتا ہے یا بیت **اللہ** زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کی زیارت کا شوق ہے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہتا ہے؟'' بولا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا مقصود ہے۔'' فرمایا: ''اگر تجھے گھر بیٹھے بٹھائے ۲دو ہزار درہم خرچ کر کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا مل جائے اور تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا یقین بھی ہو تو کیا ایسا کرے گا؟'' کہنے لگا: ''ہاں۔'' تو فرمایا: ''جاؤ! جا کر یہ سارے درہم ۱۰دَس افراد کو دے دو...... کسی ایسے قرض دار کو جو ان کے ذریعے اپنا قرض اتار لے...... ایسے فقیر کو جو اپنی پراگندگی سے نَجات حاصل کر لے...... کسی تنگ دَست عِیالدار کو جو اپنے عیال کو ضروریاتِ زندگی مہیا کر سکے...... کسی یتیم کی کفالَت کرنے والے کو جو اس سے فرحَت پائے اور...... اگر تمہارا دل مَضبوط ہو کہ یہ سب درہم صرف ایک

ہی شخص کو دے دو تو ایسا ہی کرو کیونکہ تیرا کسی مسلمان کے دل میں خوشی وسرور پیدا کرنا، کسی پریشان حال کی مدد کرنا، مُحتاج کی مصیبت دور کرنا اور کسی کمزوریقین والے شخص کی مالی مُعاوَنت کرنا حجِ فرض کی ادائیگی کے بعد 100 نفلی حج کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعِث ہے۔ بس اٹھو اور جیسا ہم نے کہا ہے ایسے ہی کرو ورنہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ بیان کرو۔'' تو وہ بولا: ''اے ابونَصْر! میرے دل میں سفر کی نِیَّت زیادہ قَوِی ہے۔'' اس کی یہ بات سن کر حضرت سیِّدُ نا بِشر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مسکرا دیئے اور اس سے ارشاد فرمایا: ''جب مال، تجارت کے مَیل کُچیل اور شُبہات سے جمع کیا گیا ہو تو نفس اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مال کو کوئی ایسی خواہش پورا کرنے میں خَرچ کیا جائے جو مَشروع ہو۔ لٰہذا نیک اعمال کا مُظاہَرہ کرتا ہے، حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قسم یاد فرما رکھی ہے کہ وہ سوائے مُتَّقِین کے کسی کے اعمال قبول نہیں فرمائے گا۔''

ایک حال چھوڑ کر دوسرا اپنانا

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت سیِّدُ نا بِشر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی کہ فلاں شخص بڑا مالدار ہے، بہت زیادہ نماز وروزہ کا پابند ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''وہ تو بہت بڑا مسکین ہے کیونکہ اس نے اپنا حال ترک کر کے دوسروں کا حال اپنا رکھا ہے، اس لئے کہ اس کا حال یہ تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا، مساکین پر خرچ کرتا کہ یہی اس کے لئے خود کو بھوکا رکھنے اور اپنے نفس کی خاطر نماز پڑھتے رہنے سے افضل تھا جبکہ وہ دنیا کی خاطر اپنے پاس مال جمع کئے ہوئے ہے اور فقیروں سے وہ مال اس نے روکا ہوا ہے۔'' [۲]

بعض اوقات فرائض میں سے جس کی ادائیگی سب سے زیادہ ضروری ہوتی ہے اس کا اِلْتِباس نَوافِل کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے جس کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اپنے بندوں کی آزمائش اور اُس کی کارفرما حکمت ہے۔

توہینِ رِسالت کفر ہے

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مُنافِق اِمام کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ نماز میں

---

[۱] ......احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغرور، بیان اصناف المغترین، ج۳، ص ۵۰۰

[۲] ......المرجع السابق

صرف سورہ عبس ہی تلاوت کرتا ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسی کو بھیج کر اس کی گردن اُڑوادی۔ [1]

پس امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے اس عمل سے اس کا کافر ہونا مُراد لیا کیونکہ وہ اپنے اور اپنی قوم کے ہاں نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَقام ومَرتبہ کو کم دکھانا چاہتا تھا۔

اسرائیلی حکایت

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یَمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے ایک اِنْتہائی عجیب اسرائیلی حِکایَت میں مروی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان بِن داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دُنیائے فانی سے اپنے پاس بلالیا تو ان کے بعد ان کی اولاد میں سے کچھ مَردوں کو ان کا بہترین خلیفہ بنایا، وہ سب ایک زمانے تک بیتُ الْمُقدّس کو آباد کرتے رہے اور اس کی تعظیم بجالاتے رہے یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا سُلَیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ایک شخص ان کا خلیفہ بنا جس نے سب سے پہلے اپنے آباوَاَجداد کے طریقہ کی مُخالَفت کی اور ان کی شریعت کو چھوڑ دیا، زمین میں تکبُّر کیا اور سرکشی اختیار کی اور یہ کہا کہ میرے دادا حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور میرے باپ حضرت سیِّدُنا سُلَیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک مسجِد بنائی تو میں کیوں نہ اس کی مِثل ایک مسجِد بناؤں اور لوگوں کو اپنی شرِیعَت کی جانب دعوت دوں جیسا کہ انہوں نے دی۔ پس اس نے ایک ایسی مسجِد بنائی جس سے وہ بیتُ المقدس کا مُقابلہ کرسکے اور دعویٰ کیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے لوگوں کا رُخ اس مسجِد کی طرف موڑ دیا اور خوب مال ودولت خرچ کیا اور بیت المقدس کو ویران کردیا یہاں تک کہ اسے بالکل ہی چھوڑ دیا گیا۔ بعض لوگ اس کے دین میں چاہتے ہوئے اور بعض ڈرتے ہوئے داخل ہونے لگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک علاقے میں مَوجود اپنے ایک نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکم دیا کہ اس قوم کے پاس جاؤ جہاں وہ جمع ہو اور ان کی مسجِد اور ان کے مَجمع عام میں بُلند آواز سے کہو: ''اے مسجِدِ ضرار! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نام کی قسم کھائی ہے کہ وہ ضرور تجھے تیرے آباد کاروں سے خالی کردے گا اور انہیں

---

[1] ……روح البیان، پ ۳۰، عبس، تحت الایۃ ۲، ج ۱۰، ص ۳۳۱

تجھ ہی میں قتل کرے گا اور انہیں تیری ہی لکڑیوں سے کچلے گا، کتے تیرے اندر ہی ان کا خون پئیں گے اور ان کا گوشت کھائیں گے۔'' پس بُلند آواز سے شہر میں بھی یہ ندا دینا اور کچھ کھانا نہ پینا، نہ کہیں سایہ میں ہونا اور نہ ہی اپنی سَواری کے جانور سے اترنا یہاں تک کہ اس بستی میں لَوٹ آ ؤ جہاں سے نکلے تھے۔

فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو لوگ ہر طرف سے ان پر ٹُوٹ پڑے، لاٹھیوں سے مارا اور پتّھروں سے خوب زخمی کر دیا مگر وہ اپنی سَواری پر ہی بیٹھے رہے اور اس سے نہ اترے، بہر حال انہیں کافی تکلیف اور اَذِیَّت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد دن کے آخری حصے میں وہ جس بستی سے آئے تھے ادھر واپَس چل دیئے اس حال میں کہ انہوں نے پیغام پہنچادیا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر حاصِل ہونے والی تکالیف اور آزمائش پر صبر کیا۔

جب ان کے راستے میں موجود ایک دوسرے عَلاقے کے نبی نے ان کے متعلق سنا تو آگے بڑھ کر ان کا اِستقبال کیا اور سلام کرتے ہوئے کہا: ''آپ نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچادیا اور اس کے حکم پر عمل کیا، یقیناً آپ تھک گئے ہیں اور آپ نے اس قوم کی جانب سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور بھوکے و پیاسے بھی ہیں، جسم اور لباس پر آپ کا خون بہ رہا ہے، آئیں میرے گھر چلیں، کچھ کھائیں پئیں، آرام کریں اور اپنے جسم اور لباس کو دھولیں۔'' انہوں نے جواب دیا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب مجھے بھیجا تو عہد لیا تھا کہ کچھ کھاؤں نہ کچھ پیوں اور نہ ہی سایہ میں بیٹھوں یہاں تک کہ اپنے اہل کے پاس لوٹ آؤں۔'' تو وہ نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بولے: ''میں بھی تو آپ کے اہل میں سے ہی ہوں کیونکہ میں بھی آپ کی مِثل نبی ہوں اور آپ کا دینی بھائی ہوں، میرے خیال میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مُراد صِرف وہی قوم تھی جس کی جانِب آپ کو بھیجا گیا تھا، کیونکہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی دُشمن تھی، لہٰذا آپ کو ان کا کھانا کھانے سے مَنْع فرمایا گیا اور ان کے سائے میں بھی بیٹھنے سے روکا گیا، میرا یہ خیال نہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر میرے گھر میں داخِل ہونا حرام ٹھہرایا ہے اور نہ ہی آپ پر میرا کھانا کھانا حرام ہے کیونکہ میں تو اُخُوّت و نبوّت میں آپ کا شریک ہوں۔''

کہتے ہیں کہ اس نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی بات مان لی اور ان کے گھر تشریف لے گئے اور جب ان کے سامنے کھانا رکھا گیا اور شدید بھوک کی وجہ سے انہیں کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے میزبان نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانِب وحی فرمائی جنہوں نے انہیں اپنے گھر آنے کی دَعوت دی تھی کہ اس سے کہہ دو: ''تو نے اپنی خواہش

اور پیٹ کو میرے حکم پر ترجیح دی ہے، کیا میں نے تم سے عَہد نہ لیا تھا کہ جس بستی سے نکل رہے ہو واپَس لوٹنے تک کچھ نہیں کھاؤ پیوگے اور نہ ہی کہیں آرام کروگے؟ اگر تم نے اپنی رائے سے اجتہاد نہ کیا ہوتا اور نہ ہی اپنے عِلْم کی حد کے اِعْتِبار سے کچھ کہا ہوتا تو میں تم دونوں سے ناراض ہو جاتا، حالانکہ میرے نزدیک اس کا یہ عُذْر مَعمولی ہے۔ کیونکہ میں نے اس سے عہد لیا لیکن اس نے اپنی خواہش کو ترجیح دی اور میرا عَہْد چھوڑ دیا۔'' جب اس میزبان نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں بتایا جو انہیں کہنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اس حال میں کہ اپنا تہ بند کھینچ رہے تھے اور بڑی تیزی سے سوار ہو کر چل دیئے، انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ پس وہاں سے اس حال میں چل دیئے کہ چہرے پر بُھوک اور پیاس کے اثرات نُمایاں تھے اور جسم اور لباس پر خُون کے۔ پھر پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا۔ جب وہ ایک گھاٹی سے نیچے اترے جس کے نیچے گھنے درخت تھے، اچانک ان کے سامنے ایک شیر آ گیا، جس نے انہیں شِکار کر لیا اور پھر وہ شیر وہیں راستے میں بیٹھ کر دھاڑنے لگا گویا کہ وہ ان کی سواری اور سامان کی حفاظت کر رہا ہو، جب بھی کوئی انسان پاس سے گزرنے لگتا تو وہ دَھاڑ مار کر اسے وہاں سے دُور بھگا دیتا۔

جب اس میزبان نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ بات مَعلوم ہوئی تو وہ وہاں گئے، شیر انہیں دیکھ کر ہٹ گیا اور راستہ خالی کر دیا۔ پس انہوں نے کَفَن دَفْن کا اِہْتِمام کیا اور اس کے بعد ان کا سامان اور سَواری کا جانور لے کر ان کے اہل کی جانب چل دیئے جبکہ زبان سے یہ کہہ رہے تھے: ''اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرا بندہ تھا اور اس نے تیرا پیغام پہنچایا اور تیرے حکم پر عمل کیا، جبکہ اسے ابتلا و آزمائش نے اس مَشَقَّت میں ڈالا لیکن اس نے میری خواہش کی مُخالَفت کی حالانکہ اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کا انجام اتنا بڑا ہوگا۔'' چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وحی فرمائی کہ یہ کوئی اظہارِ ناراضی نہیں اور نہ ہی میں نے ایسا اپنی بات نہ ماننے کی وجہ سے کیا ہے بلکہ یہ تو مَغْفِرت و رحمت کا باعِث ہے، اس نے میرے حکم کی مُخالَفت کی حالانکہ اس کی موت کا وقت قریب آ چکا تھا تو میں نے اس کے لئے یہ پسند نہ کیا کہ وہ مجھے نافرمانی کی حالت میں ملے، لہٰذا میں نے اسے اس مُصیبت سے دوچار کر دیا جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ تھی اور اس پر اپنی ایک مخلوق کو مقرر کر دیا جو اسے میری ملاقات کے لئے پاک کر دے۔ میرے نزدیک یہ اس کے لئے مرتبۂ شہادت سے اعلیٰ مَقام ہے۔ اس نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ سنا تو عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو پاک ہے اپنی حمد کے

ساتھ،تو ہی اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن اور اَرْحَمُ الرَّاحِمِین ہے۔

دو باتوں میں سے بہتر کا جاننے والا

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک حقیقی عالم وہ ہے جب اس کے سامنے دو۲ بھلائیاں ہوں تو وہ ان میں سے بہتر کو جان لے اور اس کے فوت ہونے سے پہلے پہلے اس پر عمل کرلے اور انہی دو۲ بھلائیوں میں سے جس میں شَر کا پہلو مخفی ہو اسے جان کر اعراض کرے تاکہ دوسری بہتر بھلائی سے غافل نہ ہو جائے اور دو۲ بُرائیوں میں سے بہتر بُرائی کا جاننے والا ہو کہ جب مجبوراً ان کا شِکار ہو تو بہتر پر عمل کرے اور اسی طرح دو۲ برائیوں میں سے زیادہ بُری کو بھی جاننے والا ہوتا کہ اس سے دُور رہنے کی فکر کرتا رہے۔

ان مَعانی میں دقیق عُلوم اور غریب مَفاہیم ہیں جو سوال کرنے والوں کے لئے راہنمائی اور جاننے والوں کے لئے عِبْرَت اور نشانیوں کا باعِث ہیں۔لہٰذا دو۲ برائیوں میں سے بدتر کو جاننا اور شر کو خیر سے مُمتاز کرنا عقلی دلائل اور ظاہری عُلوم سے ہی ممکن ہے۔

❁……❁……❁

شیطان کا محبوب اور مبغوض

حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک مرتبہ شیطان سے اس کی اصل صورت میں مُلاقات ہوئی تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: اے ابلیس! مجھے یہ بتا کہ تجھے لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے مَحَبَّت اور سب سے زیادہ کس سے نَفْرت ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ مجھے بَخیل مومن سے زیادہ مَحَبَّت ہے اور فاسِق سخی سے سب سے زیادہ بُغْض۔حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے فرمایا: وہ کیوں؟ جواب دیا: کیوں کہ بَخیل کا بُخل میرے لئے کافی ہے جب کہ فاسِق سخی کے بارے میں مجھے خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سَخاوت کو قبول کرلے۔پھر شیطان نے واپس جاتے ہوئے کہا: اگر آپ حضرت یحییٰ عَلَیْهِ السَّلَام نہ ہوتے تو میں یہ بات نہ بتاتا۔

(احیاء علوم الدین،کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان ذم البخل،ج۳،ص ۳۴۲)

فصل 27

مریدوں کی بنیادی باتوں کا بیان

مخلوق کے حجابات

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ مخلوق پر تین قسم کے حجاب ہیں: (۱)......دِرہم کا حجاب (۲)......سلطنت کی خواہش اور (۳)......عورتوں کی فرمانبرداری کا حجاب۔

عارِفین کہتے ہیں کہ تین اُمور نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بندوں کا تعلّق مُنْقَطِع کر رکھا ہے اور وہ یہ ہیں:

﴿1﴾......اِرادے میں سچّائی کی کمی۔

﴿2﴾......راہِ حق سے جہالت و ناوَاقفیّت۔

﴿3﴾......عُلَمائے سو کا خواہشِ نفس کے مُطابِق کلام کرنا۔

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب مَطلوب حجاب میں ہو اور اِخْتِلاف کی مَوجُودگی میں کوئی دلیل نہ پائی جائے تو حق کبھی مُنکَشِف نہیں ہوتا اور جب حق ہی مُنکَشِف نہ ہو تو مُرید حیران و شَشْدر رہتا ہے۔

سالک کی سات عادات اور ان کی علامات

ایک سالِک و مُرید میں سات باتوں کا پایا جانا بہت زیادہ ضَروری ہے:

﴿1﴾......اِرادے میں سچائی کا ہونا، اس کی علامت ہے زادِراہ کا تیار ہونا۔

﴿2﴾......طاعت کے اَسباب اختیار کرنا، اس کی علامت ہے برے دوستوں کو چھوڑ دینا۔

﴿3﴾......اپنے حالِ نفس کی مَعْرِفَت کا ہونا، اس کی علامت ہے آفاتِ نفس سے آگاہ ہونا۔

﴿4﴾......عالِمِ رَبّانی کی مَجْلِس میں بیٹھنا، اس کی علامت ہے عالِمِ رَبّانی کو دوسروں پر ترجیح دینا۔

﴿5﴾......توبۂ نَصُوح کا ہونا تاکہ اس کے سَبَب حلاوتِ طاعت پائے اور ہمیشہ ثابت قدم رہے، توبہ کی علامت ہے خواہشِ نفس کے اسباب کا خاتمہ اور نفس کو اس کی مَرغوب اشیاء سے دور رکھنا۔

﴿6﴾......ایسی حلال اشیاء کھانا جو مَذموم نہ ہوں، اس کی علامت ہے رزقِ حلال تلاش کرنا اور اس میں شرعی حکم سے

مُوَافقت رکھنے والے کسی مُباح سَبَب کی بِنا پر علم کو پیشِ نظر رکھنا۔

《7》......نیک کام میں مَدَد کرنے والے کسی رفیق کا ہونا، اچھّے رفیق کی علامت ہے اس کا نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاوُن کرنا اور گُناہ وسَرکشی سے مَنْع کرنا۔

پس یہی سات عادتیں اور خصلتیں اِرادت کی غذا ہیں کہ جن کے بغیر اِرادت قائم ہی نہیں ہوسکتی۔

سات عادتوں کی اصل

مذکورہ سات باتوں پر عمل کرنے کے لئے چار چیزوں سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور یہی چاروں چیزیں مُرید کے لئے نہ صِرف اصل کی حَیثیّت رکھتی ہیں بلکہ انہی کے سبب وہ دیگر فرائض وارکان کی ادائیگی پر قُوَّت وتوانائی بھی حاصل کرتا ہے: (۱)......بھوک (۲)......شب بیداری (۳)......خاموشی اور (۴)......خَلْوَت۔

پس یہی وہ چار صِفات ہیں جونفس کے لئے قَید وبَنْد کی حَیثیّت رکھتی ہیں اور ان کے ذریعے نفس کو مارنا اور قید کرنا صِفاتِ نفس کو کمزور کردیتا ہے، نفس کے مُعاملے کا اچھّا ہونا انہی چاروں صِفات پر مَبْنی ہے اور ان میں سے ہر صِفَت کا دل پر ایک اچھّا تاثر ہے۔

بھوک کے فوائد وفضائل

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بھوک کے دو بنیادی فائدے ہیں:

......بھوک خونِ دل کم کرتی ہے، جس سے دل صاف وشفَّاف ہوجاتا ہے اور دل کی اسی صفائی میں ہی اس کا نور پنہاں ہے۔

......بھوک دل کی چربی کو پگھلاتی ہے، جس سے دل میں رِقَّت ونرمی پیدا ہوتی ہے اور دل کی رِقَّت ہی ہر خیر وبھلائی کا ذریعہ ہے کیونکہ دل کی سختی وقساوَت ہر شر وبُرائی کا ذریعہ وسبب بنتی ہے۔

جب خونِ دل کم ہوتا ہے تو دل کی جانب شیطان کے جانے کا راستہ تنگ ہوجاتا ہے کیونکہ خونِ دل شیطان کا ٹھکانا ہے اور جب دل میں رِقَّت پیدا ہوتی ہے تو شیطان کا غَلَبہ بھی کمزور ہوجاتا ہے کیونکہ دل کے سخت ہونے کی صُورَت میں وہ اس پر اپنا تَسَلُّط جمالیتا ہے۔

فلسفی کہتے ہیں کہ نفس مکمل طور پر خون کا نام ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کے جسم میں سِوائے خون اور رُوح کے کچھ بھی کمی نہیں ہوتی۔ جبکہ عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ خون محض نفس یعنی رُوح کا ٹھکانا ہے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا قول ہی صحیح ہے کیونکہ ان کا قول تورات کے مُوافق ہے۔ چنانچہ تورات میں ہے: ''اے موسیٰ! عروق (یعنی رگیں جن سے خون پورے جسم میں آتا جاتا ہے) نہ کھایا کرو کہ یہ نفس کی جائے پناہ ہیں۔'' یہ روایت اس حدیثِ پاک کی تَصدِیق کرنے والی ہے جس میں رسولِ بے مِثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان انسان کے جسم میں خون بہنے کی جگہوں (یعنی شریانوں اور وریدوں) میں چلتا ہے، لہٰذا بھوک اور پیاس سے اس کی گزرگاہیں بند کر دو۔'' [1]

عُلَمائے کوفہ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی نے خون کو نفس کا نام دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب پانی میں کوئی ایسا جانور مر جائے جس میں بہنے والا خون نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا یعنی ان کی مُراد بھونرے، جھینگر اور مکڑیاں ہیں۔ [2]

پس بھوک میں خون کم ہوتا ہے اور خون کی کمی شیطان کے راستے کی تنگی کا باعِث بنتی ہے اور نفس کا ٹھکانا اس کے ساقِط ہونے کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ **روح اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بُھوک کی ترغیب دِلاتے ہوئے فرمایا: ''اے حَوارِیوں کی جماعت! پیٹوں کو بھوکا، جگروں کو پیاسا اور جسموں کو لباس سے عاری رہنے دو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے باعِث تمہارے دل دیدارِ باری تعالیٰ کے قابِل ہو جائیں۔'' یعنی حقیقتِ زہد اور طہارتِ قلب کے باعث دیدارِ باری تعالیٰ کے قابِل ہو جائیں۔

الغرض بھوک زہد کی چابی اور آخرت کا دروازہ ہے...... اس میں نفس کی ذلّت، اِہانت، کمزوری اور عاجزی پِنْہاں ہے...... اس میں حَیاتِ قلب اور صَلاحِ قلب مُضْمَر ہے...... بھوک کا کم از کم فائدہ یہ ہے کہ بھوکا شخص عموماً خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور خاموشی ہی میں سلامتی ہے جو عَقل مندوں کا مقصود ہوتی ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل یدرا المعتکف عن نفسه؟، الحدیث: ۲۰۳۹، ص ۱۵۹ دون قوله ''فضیقوا......الخ''

[2] ......بدائع الصنائع، کتاب الطهارة، ج ۱، ص ۱۳۱

جامع الخیر چار باتیں

حضرت سیِّدُ نا سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ساری بھلائیاں ان چار باتوں میں جمع ہوگئی ہیں اور ان ہی کے سَبَب اَبدال اَبدال بنتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) پیٹوں کا خالی ہونا (۲) خاموشی (۳) شب بیداری اور (۴) لوگوں سے کِنارہ کشی۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص بُھوک اور تکلیف پر صَبْر نہ کر پائے وہ کبھی بھی اس امر کو ثابِت نہیں کر سکتا۔

دل کی نورانیت و جلا

حضرت سیِّدُ نا عبدُ الْوَاحِد بن زَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم اٹھا کر فرماتے کہ صِدّیقین مرتبۂ صدیقین پر بغیر بھوک اور شب بیداری کے فائز نہیں ہو سکتے کیونکہ بُھوک دل کو مُنوَّر کرتی اور جِلا بخشتی ہے، دل کے منور ہونے سے غیب کا مُشاہدہ حاصِل ہوتا ہے اور جِلا سے یقین کی پاکیزگی وطَہارَت ملتی ہے، پس جب یہ نور و جلا روشنی ورقت پر داخل ہوتے ہیں تو دل گویا کہ صاف وشفّاف آئینے میں چمکنے والا ایک سِتارہ بن جاتا ہے جو غیب کا مشاہدہ غیب سے کرتا ہے۔

جب دل کو باقی رہنے والی ذات کا مُشاہدہ حاصِل ہوتا ہے تو فنا ہو جانے والی اشیاء سے کنارا کر لیتا ہے۔ جب سزا کا وَبال آنکھوں سے دیکھتا ہے تو نفسانی خواہشات کی لذّتوں میں اس کی رغبت کم ہو کر رہ جاتی ہے۔ پھر جب آخرت اور بُلند درجات کا مشاہدہ کرتا ہے تو طاعات اسے مَرغوب ہو جاتی ہیں۔ اُمورِ آخرت اُمورِ دنیا کی حَیثیَّت اختیار کر لیتے ہیں اور اُمورِ دنیا غائِب ہو جاتے ہیں۔ غائب حاضر بن جاتا ہے اور حاضِر غائب، وہ اسی کی طَلَب میں رہتا ہے اور اسی میں رغبت رکھتا ہے۔ لہٰذا چھپ جانے والے کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی خواہش کرتا ہے بلکہ اُمورِ آخرت کی طلب میں رہتا ہے اور انہی کو پسند کرتا ہے۔ اس پر دنیا کے عُیُوب مُنکشف ہوتے ہیں، باطنی اَسرار کھلتے ہیں اور مخفی دھوکا و فریب خَتم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جب بندہ حقیقی مومن بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت سیِّدُ نا حارِثہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں کہ جب انہوں نے سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''میں نے اپنے نفس کو دُنیا سے جُدا کیا تو گویا میں اپنے پاک پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے عرش کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ جنّتیوں کو دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زِیارَت کر رہے ہیں اور دوزخیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھی ایک دوسرے کو دکھ بھری کیفیَّت سے دیکھ رہے ہیں۔'' [1]

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۹۰، ج۷، ص ۳۶۲

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قلبِ مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''قُلوب چار قسم کے ہوتے ہیں: (جن میں سے) ایک قسم وہ ہے جس میں چراغ روشن ہو اوراس سے مُرادقلبِ مومن ہے۔'' ①

دُنیا میں زُہد اختیار کر کے اور نفسانی خواہشات ترک کر کے دل کو (ماسوا اللہ سے) خالی کیا جا سکتا ہے اور دل میں روشن ہونے والے چراغ سے مُراد وہ نورِ یقین ہے جس کے سبب یہ غَیب کا مُشاہدہ کرتا ہے۔

شب بیداری

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جو شخص 40 راتوں تک اخلاص کے ساتھ بیدار رہے اس پر مَلکوتِ آسمانی کھول دیئے جاتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی خیر و بھلائی چار چیزوں میں ہے، ان میں سے ایک شب بیداری بھی ہے۔

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر طویل رات قِیام کرنے کے بعد جب نیند کا غَلَبہ ہوتا ہے تو ان کا سونا ان کے لئے مُکاشَفہ و مُشاہَدہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے قُرب کا باعث بنتا ہے اور اَبدالوں کے اوصاف میں ہے کہ ان کا کھانا بھوک، سونا غَلَبۂ نیند اور کلام ضَرُورت کے وقت ہوتا ہے۔ پس جو رات بھر حبیبِ حقیقی کی خاطر بیدار رہے وہ دن کے وقت کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کرے گا کیونکہ اسی نے اسے رات کے وقت اپنی خِدمَت میں حاضِر رہنے کے لئے بیداری کی دولت عطا فرمائی۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک دن بازار گئے تو اہلِ بازار کا شَور وغُل اور ان کا کَثْرت سے کلام کرنا سن کر ارشاد فرمایا: ''میرے خیال میں ان لوگوں کی رات بُری ہے کیونکہ یہ قَیلولہ نہیں کرتے۔'' ②

قَیلولہ سنت ہے

تاجدارِ رِسالت، شَہَنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قَیلولہ (یعنی دن کے وقت کچھ

---

① ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید، الحدیث: ١١١٢٩، ج٤، ص٣٦

② ......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ١٥٣٥، ص٢٨٠

دیر آرام) کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے اور دن کے قیلولہ سے رات کے قیام پر مدد حاصل کیا کرو۔''[1]

خاموشی کی فضیلت

خاموشی [2] عقل کو بارآور کرتی ہے اور وَرَع وتقویٰ کی تعلیم دیتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے سبب بندے کو صحیح تاویل اور راسخ عِلْم کی دولت سے مالا مال کر کے راہِ نَجات عطا فرماتا ہے اور جب بندہ خاموشی کو ترجیح دینے لگتا ہے تو اسے صحیح قول وعمل کی توفیق سے بھی نوازتا ہے۔

خاموش رہنے کا طریقہ

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کنکر سے خاموش رہنا سیکھا، جسے میں نے اپنے منہ میں 30 سال تک ڈالے رکھا، جب بھی کوئی بات کرنے کا اِرادہ کرتا تو اس سے میری زبان میں لکنت آجاتی اور میں خاموش ہو جاتا۔[3]

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس سے عَہْد کیا کہ میرے مُنہ سے جو بھی لَایَعنی بات نکلے گی میں اس کے بدلے دُو رکعت ادا کروں گا، لیکن یہ کام مجھ پر آسان رہا، پھر میں نے خود پر ہر کلمے کے بدلے ایک روزہ رکھنا لازِم ٹھہرالیا، یہ بھی مجھے آسان معلوم ہوا لیکن میں رکا نہیں یہاں تک کہ میں نے اپنے نفس پر ہر کلمے کے عِوض ایک دِرہم صَدقہ کرنا لازم کرلیا تو یہ کام اس پر مُشکِل بن گیا اور آخر کار میں لایعنی بات کرنے سے رک ہی گیا۔

زبان کے متعلق (6) فرامین مصطفےٰ

﴿1﴾...... حضرت سیِّدُنا عُقْبہ بن عامر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم!

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۸، ج۱، ص۱۷

[2] ......تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے ہاں استعمال ہونے والی تنظیمی اِصْطِلاحات میں سے ایک اصطلاح ''زبان کا قفلِ مدینہ'' بھی ہے جس سے مُراد خاموش رہنا اور زبان کو فضول گوئی سے محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ زبان کے قُفلِ مدینہ کے متعلق مزید جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 23 صَفحات پر مشتمل رسالے، ''قفلِ مدینہ'' کا مُطالعہ کیجئے جو شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے بیان کا تحریری گُلدستہ ہے۔

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب قلۃ الکلام والتحفظ فی النطق، الحدیث: ۴۳۸، ج۷، ص۲۵

نَجات کس شے میں ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھو اور چاہئے کہ تیرا گھر تیرے لئے وسیع ہو اور اپنے گُناہوں پر رویا کرو۔'' [1]

﴿2﴾......جو سلامت رہنے سے خوش ہوتا ہو اسے چاہئے کہ خاموش رہا کرے۔ [2]

﴿3﴾......سرورِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نماز اور روزے وغیرہ کی وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسی شے نہ بتاؤں جس پر تم ان سب سے زیادہ قدرت رکھتے ہو؟ وہ یہ ہے۔'' اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زبانِ حق ترَجُمان کی جانب اشارہ فرمایا، حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہماری زبانیں جو کچھ بولتی ہیں اس کے سبب بھی ہمارا مُواخذہ ہوگا؟'' ارشاد فرمایا: ''اے مُعاذ! تجھ پر تیری ماں روئے! زبانوں کی کاٹی ہوئی فَصْل کے علاوہ لوگوں کو کوئی شے اوندھے منہ جہنَّم میں نہیں گرائے گی کیونکہ اگر تم نے اسے قابو میں رکھا تو محفوظ رہو گے اور جب بولو گے تو یہ گفتگو تمہارے حق میں ہوگی یا تمہارے خِلاف۔'' [3]

﴿4﴾......حضرت سیِّدُنا سُفْیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اسلام کے متعلق کسی شے کی وصیَّت کیجئے کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد کسی سے بھی کچھ نہ پوچھوں۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہو: میرا پَرْوَرْدگار **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہے اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد میں کس شے سے بچوں؟'' [4] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''مجھے اس شے کے متعلق بتایئے جو میرے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ شے۔'' اور اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ

---

[1]......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث: ۲۴۰۶، ص۱۸۹۳

[2]......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۳۵۹۵، ج۳، ص۱۷۱

[3]......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، الحدیث: ۲۲۱۲۹، ج۸، ص۲۴۸

[4]......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، الحدیث: ۱۵۹، ص۶۸۷

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث سفیان، الحدیث: ۱۵۴۱۷، ج۵، ص۲۵۵

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زبانِ اَقدس کی جانب اشارہ فرمایا۔

﴾5﴿...... بندہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کا صحیح حق ادا نہیں کرسکتا یہاں تک کہ اپنی زبان کے معاملے میں غمزدہ رہے۔[1]

﴾6﴿...... بندے کے مُعاملات اس وقت تک دُرُست نہیں ہوسکتے جب تک کہ اس کا دل دُرُست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک دُرُست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی زبان دُرُست نہ ہو۔[2]

زبان کے متعلق اسلاف کے اقوال

...... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ زبان سے بڑھ کر کوئی شے نہیں جو طویل قید کی حق دار ہو۔[3]

...... ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ورع وتقویٰ کی جانچ پڑتال کی تو زبان سے کم تر کسی شے میں نہ پایا۔[4]

...... عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے کسی کا قول ہے کہ جس بندے کی زبان درست ہو تو میں جان لیتا ہوں کہ اس کے تمام اعمال بھی درست ہیں اور جس کی زبان میں کوئی اِخْتِلاف ہو تو مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کے تمام اعمال میں فساد ہے۔[5]

...... کسی حکیم ودانا کا قول ہے کہ جب عَقْل زیادہ ہوتی ہے تو گفتگو کم ہوجاتی ہے اور جب عَقْل کم ہوتی ہے تو باتیں زیادہ ہوجاتی ہیں۔

...... حضرت سیِّدُنا احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں کہ عِلْمِ کلام کے عُلَما زِنْدِیق ہیں۔

...... ایک صُوفی بزرگ کا قول ہے: جو بہُت زیادہ باتیں کرے اور خوب اچھّی کرے تب تو بہتر ہے لیکن اس سے

---

[1] ...... شعب الایمان للبیھقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت، الحدیث: ۵۰۰۴، ج۴، ص ۲۵۹

[2] ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۳۰۴۷، ج۴، ص ۳۹۵ "لا یصلح" بدلہ "لا یستقیم"

[3] ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۷، ج۹، ص ۱۴۹

[4] ...... موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الورع، باب الورع فی اللسان، الحدیث: ۹۳، ج۱، ص ۲۱۰

[5] ...... حلیة الاولیاء، الرقم ۲۱۰ یحیی بن ابی کثیر، الحدیث: ۳۲۴۳، ج۳، ص ۸۰ بتغیر قلیل

بھی بہتر یہ ہے کہ خاموش رہے۔ [1]

۞......حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ خوفِ الٰہی بے چینی پیدا کرتا ہے اور حَیا خاموشی کا باعِث بنتی ہے۔ [2]

۞......ایک عارِف کا قول ہے کہ علم کی دو قسمیں کر دی گئی ہیں: نصف علم خاموش رہنا ہے اور نصف علم اس بات کا جاننا ہے کہ اس علم کو کہاں رکھا جائے۔

۞......سیِّدُنا ضَحَّاک بِن مُزَاحِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الحَاکِم فرماتے ہیں کہ میں نے بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن کو پایا کہ وہ خاموش رہتے اور وَرَع و تقویٰ کی باتیں سیکھا کرتے تھے اور آج کے دور میں لوگ ہیں کہ باتیں کرنا سیکھ رہے ہیں۔ [3]

۞......حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کرتے ہیں کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”چار چیزوں کا کسی میں پایا جانا تَعَجُّب انگیز ہے: ۞......خاموشی، جو عبادت کی بنیاد ہے ۞......تواضُع ۞......اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر اور ۞......مال واسباب کی کمی۔“ [4]

۞......حضرت سیِّدُنا حَمَّاد بن زید رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا اَیُّوب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: ”علم آج کل زیادہ ہے یا پہلے زیادہ تھا؟“ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”اے میرے بیٹے! آج کلام زیادہ ہے جبکہ پہلے علم زیادہ ہوتا تھا۔“ [5]

۞......**منقول** ہے کہ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن جس طرح بول کر علم سے نفع حاصل کیا کرتے تھے، اسی طرح

---

[1] ......تاریخ بغداد، الرقم ۴۳۵۲ حبیب بن اوس، ج ۸، ص ۲۴۳

[2] ......الرسالة القشیریة، باب الحیاء، ص ۲۵۰ ......تاریخ مدینه دمشق، الرقم ۲۱۱۱ ذوالنون، ج ۱۷، ص ۴۳۰

[3] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الورع، الحدیث: ۲۶، ج ۱، ص ۱۹۹ دون قوله "الصمت"

[4] ......المستدرک، کتاب الرقاق، باب اعلام النور فی الصدور، الحدیث: ۷۹۳۴، ج ۵، ص ۴۴۳

[5] ......المعرفة والتاریخ، ایوب السختیانی، ج ۲، ص ۱۳۳

اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم ......الخ، ج ۱، ص ۶۵۹

خاموش رہ کر بھی اس سے نَفْع حاصل کرتے۔

۞……**منقول** ہے کہ جس نے متکلّم کی خاموشی سے نفع حاصل نہ کیا وہ اس کے کلام سے بھی نفع حاصل نہ کر پائے گا۔

۞……عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں سے کسی سے پوچھا گیا: ''فلاں زیادہ بڑا عالم ہے یا فلاں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''فلاں زیادہ علم رکھنے والا ہے اور فلاں زیادہ کلام کرنے والا ہے۔'' پس انہوں نے علم اور کلام میں فرق کیا۔

۞……خُراسان کے ایک عالِمِ دین سے وَقتِ اخیر عرض کی گئی: ''ہماری راہنمائی کسی ایسے شخص کی جانب فرمایئے کہ آپ کے بعد ہم اس کی مجلس میں بیٹھا کریں۔'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ''فلاں شخص کے پاس بیٹھنا۔'' انہوں نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جو حد درجہ خاموش رہنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہنے والا تھا اور جو بہت بڑا عالم ہونے کے لحاظ سے مَعروف بھی نہ تھا۔ لہٰذا ان سے عرض کی گئی: ''فلاں کے پاس تو کوئی ایسا خاص علم نہیں جو ہمارے سوالوں کا جواب دے سکے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں لیکن اس کے پاس ورع وتقویٰ ہے کہ وہ ایسی بات کرتا ہی نہیں جو جانتا نہیں۔''

۞……حضرت سیِّدُنا اَعمش رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرمایا کرتے کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا جواب خاموشی ہی ہے۔

عالم و جاہل میں فرق

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن میں سے کسی سے مروی ہے کہ خاموشی عالم کی زِینت اور جاہِل کی پردہ پوشی ہے اور ایک قول ہے کہ خاموشی جاہِل کا جواب ہے۔ [1]

مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خاموشی عالم کی زِینت اور جاہِل کے لئے عیب ہے۔'' [2]

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ ایک بُردبار عالم سے بڑھ کر شیطان پر کوئی شخص بھاری نہیں کیونکہ

---

[1] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان ثوری، الحدیث: ۹۷۴۹، ج۷، ص۸۶

[2] ……الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۵۱۵۹، ص۳۱۸

اگر وہ بات کرتا ہے تو علم کی بنا پر اور خاموش رہتا ہے تو حِلم کی وجہ سے۔ پس شیطان اپنے حَوارِیوں کو کہتا ہے: ''اسے دیکھو! اس کی خاموشی مجھ پر اس کے کلام سے زیادہ سخت ہے۔''[1]

خاموشی کے دو فائدے

منقول ہے کہ جس طرح کلام کرنا سیکھتے ہو اسی طرح خاموش رہنا بھی سیکھا کرو کیونکہ اگر کلام تمہاری راہنمائی کرے گا تو خاموشی تمہیں بچائے گی۔ چنانچہ خاموش رہنے سے دو باتیں حاصل ہوتی ہیں: (۱)......خاموشی سے اس شخص کی جہالت دور کر سکتے ہو جو تم سے بھی بڑا جاہل ہو (۲)......اور خاموشی کے ذریعے اس شخص سے علم حاصل کر سکتے ہو جو تم سے بھی بڑا عالم ہو۔[2]

''نہیں جانتا'' اور ''جانتا ہوں'' میں فرق

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہ جُملہ سیکھ لیں: ﴿لَا اَدْرِیْ﴾ یعنی میں نہیں جانتا اور یہ جملہ ہرگز نہ سیکھیں: ﴿اَدْرِیْ﴾ یعنی میں جانتا ہوں۔ اگر آپ نے ﴿لَا اَدْرِیْ﴾ کہا تو لوگ آپ کو سکھائیں گے یہاں تک کہ آپ جاننے لگیں اور اگر آپ نے کہا: ﴿اَدْرِیْ﴾ تو وہ آپ سے سوال کریں گے یہاں تک کہ آپ اس سوال کا جواب نہ جانتے ہوں گے۔[3] مزید فرماتے ہیں کہ جب عالم غلطی سے ﴿اَدْرِیْ﴾ کہہ دے تو اس کا سامنا کسی جھگڑا کرنے والے سے ہو جاتا ہے۔[4]

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے منقول ہے کہ ہر قسم کی خیر و بھلائی تین باتوں میں مُضمَر ہے: ۞......خاموشی میں ۞......کلام میں اور ۞......نظر میں۔ پس جس کی خاموشی تفکر کی بنا پر نہ ہو وہ حالتِ سہو میں ہے، جس کا کلام بطورِ ذکر نہ ہو وہ لَغْو باتوں میں مشغول ہے اور جس کی نظر بطورِ عِبرَت نہ ہو وہ حالتِ لَہْو ولَعِب میں ہے۔[5]

---

[1] ......حلية الاولياء، الرقم ٣٩٤ ابراهيم بن ادهم، الحديث: ١١٢٦٤، ج٨، ص ٢٧

[2] ......كتاب الزهد لابن ابى عاصم، الحديث: ٩٣، ص ٣٩

[3] ......المرجع السابق

[4] ......جامع بيان العلم، باب ما يلزم اذا سئل عما يدريه، الحديث: ٨٩٧، ص ٣١٥

[5] ......تاريخ مدينة دمشق، الرقم ٥٥١٩ عيسى بن مريم، ج ٤٧، ص ٤٣٩

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نیند ان کا افضل عمل شمار ہوگی اور اعمال کے فاسد ہونے اور عُلوم کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے خاموشی کا شُمار ان کے افضل علوم میں ہوگا۔ مزید فرماتے ہیں کہ حرام پھیل جانے اور حلال کم ہوجانے کی وجہ سے بھوک ان کی سب سے زیادہ فضیلت والی حالت ہوگی۔

عقل کی نینداور بیداری

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ خاموشی عقل کی نینداور گفتگو اس کی بیداری ہے اور ہر بیداری نیند کی مُحتاج ہوتی ہے، کوئی عقل مند جب بھی خاموش ہوتا ہے تو اس کی عَقْل مُجْتَمع ہوجاتی ہے اور اس کا ذہن حاضِر ہوجاتا ہے۔ ①

برمحل گفتگو کرنا

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے حضرت سیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد کونصیحت کرتے ہوئے ارشادفرمایا: ''ہرگز لایعنی باتیں نہ کرنا کہ یہی زیادہ محفوظ طریقہ ہے، ورنہ مجھے خدشہ ہے کہ تم کسی غَلَطی کے مُرتکِب ہو جاؤ گے اور مُفید باتیں بھی اس وقت تک نہ کرنا جب تک کہ کوئی محل نہ دیکھ لو کہ بعض اوقات مُفید گفتگو کرنے والا بھی غیرِ مَحَل میں گفتگو کرنے کی وجہ سے شَرمسار ہوجاتا ہے۔'' ②

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ بندے کا تقویٰ اس کی گفتگو میں نظر آتا ہے۔ ③

مروی ہے کہ سیِّدُ الشّاکرین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جس کی گفتگو زیادہ ہو اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی غلطیاں کثیر ہوں اس کا دل مُردہ ہوجاتا ہے۔'' ④

ایک قول ہے کہ جب کلام کم ہوتا ہے تو دُرُشتی زیادہ ہوجاتی ہے اور کئی بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے مروی ہے کہ سلامتی کے دَس حصوں میں سے نَو حصے خاموشی میں ہیں۔ ⑤

---

① ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب العقل وفضلہ، الحدیث: ۹۸، ج۶، ص۴۸۶

② ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب النھی عن الکلام، الحدیث: ۱۱۴، ج۷، ص۸۸

③ ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الورع، باب الورع فی اللسان، الحدیث: ۹۵، ج۱، ص۲۱۱ ''یسبین'' بدلہ ''انک لتعرف''

④ ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۲۵۹، ج۱، ص۶۱۵

⑤ ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۴۰۵۳، ج۲، ص۸۵ مفھوم الحدیث

زبان کی وجہ سے گرفت

منقول ہے کہ ہر ہنسی مزاح یا لغو بات پر بندے کو پانچ مقامات پر جھڑکنے اور وضاحت طلب کرنے کی خاطر روکا جائے گا:

﴿1﴾......تو نے فلاں کلمہ کیا کہا تھا؟ کیا اس میں تیرا کوئی فائدہ تھا؟

﴿2﴾......تو نے جو بات کی تھی کیا اس سے تجھے کوئی نَفْع حاصل ہوا؟

﴿3﴾......اگر تو وہ بات نہ کرتا تو کیا تجھے کوئی نقصان اٹھانا پڑتا؟

﴿4﴾......تو خاموش کیونکر نہ رہا تاکہ انجام سے محفوظ رہتا؟

﴿5﴾......تو نے اس کی جگہ ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہہ کر اجر وثواب کیوں حاصل نہ کیا؟

منقول ہے کہ منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کے لئے تین قسم کے اعمال نامے کھولے جائیں گے: (۱)...... پہلا اعمال نامہ ہوگا یہ بات کیوں کی؟ (۲)......دوسرا ہوگا کہ اس پر عمل کیسے کیا اور (۳)......تیسرا ہوگا کہ یہ بات کس کے لئے کہی اور کس کی خاطر اس پر عمل کیا؟ اگر وہ ان تینوں اعمال ناموں کے سوالات سے نَجات پا گیا تو درست، ورنہ حِساب وکِتاب کی خاطِر اس کا ٹھہرنا طویل ہوجائے گا۔

مومن ومنافق کی زبان

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ مومن کی زبان اس کے دل کے نیچے ہوتی ہے، جب بھی وہ کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو سوچتا ہے اگر اس کے حق میں ہو تو بولتا ہے اور اگر مُخالِف ہو تو رک جاتا ہے جبکہ مُنافِق کا دل اس کی زبان کے کنارے پر ہوتا ہے یعنی دل میں جو خیال پیدا ہوتا ہے بول دیتا ہے، لمحہ بھر تَوَقُّف نہیں کرتا بلکہ اس بات سے واپس بھی نہیں پلٹتا۔ [1]

مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی آفت یہ ہے کہ اس کا کلام کرنا اسے اپنے خاموش رہنے سے زیادہ بھاتا ہو۔''

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، الزھد الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۴۰، ص ۲۸۰ ''المومن، منافق'' بدلہ ''الحکیم، الجاھل''

فضول باتوں سے رکنے والے کے لئے خوش خبری

کلام میں بناوٹی بناؤ سنگھار اور زیادتی ہوتی ہے جبکہ خاموشی میں سلامتی اور غنیمت ہے۔ چنانچہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَوَاعِظِ حَسنہ میں ہے: ''اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جسے اس کا عیب لوگوں کے عُیوب سے غافل کر دے اور وہ اپنے فالتو مال کو خرچ کر دے لیکن فُضول باتوں سے رکا رہے۔''[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) خاموشی کے مُتعلق کثیر روایات مروی ہیں اور ہم نے جو کچھ ذِکر کیا ہے وہی کافی ہے کیونکہ ہمارا مقصود تمام رِوایات کو جمع کرنا نہیں۔

خلوت کی اہمیت وفضیلت

خلوَت دل کو مخلوق سے فارغ، ارادے کو خالق کے مُعاملہ کے ساتھ مُجتمع اور عزم کو ثابت قدمی پر قُوَّت مہیا کرتی ہے، کیونکہ لوگوں سے میل جول میں عزم کی کمزوری، ارادوں کا انتشار اور نیّت کا ضُعف پایا جاتا ہے۔ خلْوَت نفس کی دنیاوی لذتوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو کم کر دیتی ہے کیونکہ نفس کا آنکھوں کے ذریعے دنیا کا مُشاہدہ کرنا ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ آنکھ دل کا دروازہ ہے جس سے آفات داخل ہوتی ہیں اور یہیں شہوتیں اور لذّتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس کی لذّتیں کثیر ہوں اس کی حسرتیں دائمی ہوتی ہیں۔[2]

خلْوَت فکرِ آخرت پیدا کرتی ہے اور بندہ جب یقین کا مشاہدہ کرتا ہے تو خلوت پسند کرنے لگتا ہے، پھر عام بندوں کا تذکرہ بھلا کر مسلسل معبودِ حقیقی کے ذِکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔

خلْوَت ہی سب سے بڑی عافیت ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیّت کا سوال کرو، وہ یقین کے بعد بندے کو عافیّت سے بڑھ کر کوئی شے عطا نہیں فرماتا۔''[3] اور ایک روایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں سے کنارہ

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۴۰۵۳، ج۲، ص۸۵

[2] ......وفیات الاعیان، الرقم ۲۰۴ الظاھری، ج۴، ص۹۱

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۶، ج۱، ص۳۰

السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مسئلۃ المعافاۃ، الحدیث: ۱۰۷۲۰، ج۶، ص۲۲۱

کشی ہی میں عافیت ہے۔" [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خَلْوَت کو اس مفہوم میں داخِل فرمایا کہ جس کا سُوال کرنا نہ صرف مُسْتَحَب ہے بلکہ یقین کے بعد یہ سب سے افضل حالت ہے۔ سالِک و مُرید اسی وقت اِرادت و سُلوک میں سچّا ہوسکتا ہے جب خلوت میں لذّت وحلاوت پائے اور جن انعاماتِ خداوندی کو جماعت میں حاصِل نہ کر سکا خلوت میں ان کی زِیادتی پائے۔ بلکہ وہ پوشیدگی وتنہائی میں ایسی قوت ونشاط پاسکتا ہے جو ظاہری حالت میں نہیں پاسکتا۔ اس کا اُنس تنہائی میں، اس کا آرام خَلْوَت میں اور اس کے بہترین اعمال پوشیدگی میں سرانجام پاتے ہیں۔

لوگوں سے میل جول کے احوال میں خَلْوَت کی مِثال مَقاماتِ مَحبَّت میں خوف جیسی ہے، خوف تمام عابِدین کی اصلاح کرتا ہے جبکہ مَحبَّت مُحِبّین میں سے خَواص کے درجات کی بُلندی کا باعِث ہوتی ہے۔ اسی طرح خَلْوَت اور تنہائی تمام مریدین اور سالِکین کی اِصلاح کرتی ہے جبکہ لوگوں کا اُنس خواص ائمہ وعُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے لئے انعامات کی زیادتی کا باعِث بنتا ہے۔ مگر خَلْوَت، عَقْلِ کامل کی اور تنہائی ووَحْدَت، مَضبوط ایمان کی محتاج ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُ نا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اور حضرت سیِّدُ نا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَارِث سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب تم تنہائی سے وَحْشت محسوس کرو اور مَخلوق سے اُنس پاؤ تو میں تم پر ریا کاری سے امن میں نہیں ہوں اور حضرت سیِّدُ نا ابو محمد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ ساری خیر وبھلائی ان چار باتوں میں جمع ہوگئی ہے اور اَبدال بھی انہی چار باتوں پر عمل کر کے اَبدال بنتے ہیں اور وہ باتیں یہ ہیں: (۱)...... پیٹوں کا خالی ہونا (۲)...... خاموشی (۳)...... مخلوق سے کنارہ کشی اور (۴)...... شب بیداری۔

حضرت سیِّدُ نا سَہل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ولی کا لوگوں سے میل جول ذِلّت کا اور اس کا تنہا رہنا عِزَّت کا باعِث ہے اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کو تنہائی کے علاوہ دیکھا ہو۔ [2]

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۴۰۵۳، ج ۲، ص ۸۵

[2] ......صفة الصفوة، الرقم ۷۸۸ مالک بن قاسم، ج ۲، الجزء الرابع، ص ۲۱۴

عارِفین فرماتے ہیں کہ تنہائی سے مَحَبَّت راہِ حق پانے کی علامت ہے۔

استقامت کی علامت

صحیح توبہ کے بعد ارادے کی سچّائی اور اِستقامت پر عَزْم کی پختگی کی علامت یہ ہے کہ سالِک (سیِّدُنا ابومحمد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی بیان کردہ) مذکورہ چاروں صِفات کو ان کی اَضْداد پر ترجیح دے۔ اس حال میں کہ دل کا وُجود ان اوصاف کے ہاں پایا جائے اور ان کی وجہ سے اسے شَرْحِ صَدْر حاصل ہو اور ان کے ذریعے حُسْنِ خُلْق بھی پایا جائے کیونکہ ان اوصاف کی ضد یہ چیزیں ہیں: دنیا کے دروازے، غَفلت کی چابیاں اور خواہشِ نفس کے راستے۔ اس لئے کہ پیٹ بھر کر کھانے میں دل کی قَساوت اور اس کی ظُلْمت پائی جاتی ہے جس سے صِفاتِ نفس قوی ہوتی ہیں اور اس کی لَذَّتیں پھیلتی ہیں اور نفس کے طاقتور و توانا ہونے اور پھیلنے سے ایمان کمزور ہوتا ہے اور اس کے انوار بُجھ جاتے ہیں۔ پس نفس کے کمزور ہونے اور اس کی فطرت وطبیعت کے بُجھنے سے ایمان قوی و مَضْبوط ہوتا ہے اور اَنْوارِ یقین کی شُعاعیں وسیع ہو جاتی ہیں۔ اس وقت بندہ شہ رَگ سے بھی قریب تر کا قُرب اور محبوبِ حقیقی کی ہم نشینی کا شَرَف پاتا ہے۔ چونکہ پیٹ بھر کر کھانا دنیاوی رَغْبَت کا ذَرِیعہ ہے۔ چنانچہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان سے مَنْقول ہے کہ شَہَنْشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلی بِدعَت پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی پیدا ہوئی کیونکہ جب لوگوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں تو ان کی شَہوتیں بھی بے لگام ہو جاتی ہیں۔ [1]

اُمُّ الْمُؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مَروی ہے کہ رسولِ بے مِثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم بغیر کسی مجبوری کے یعنی اپنے اختیار و مرضی سے بھوکے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ ''جب سے امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عُثْمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو شہید کیا گیا ہے میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔'' آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ بات حُجّاج بن یُوسف کے زمانے میں ارشاد فرمائی۔ [2]

---

[1] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۲۲، ج ۴، ص ۸۲

[2] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۹۱، ج ۴، ص ۹۵

ڈکار کو دور کرلو

حضرت سیِّدُنا ابو جُحَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَوجودگی میں ڈکار لی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی ڈکار ہم سے دور کرلو کیونکہ تم میں سے جو دنیا میں طویل عرصہ شِکَم سیر رہے گا آخرت میں سب سے زیادہ بھوکا ہوگا۔'' فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے اس دن سے لے کر آج تک کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور اُمّید رکھتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بقیہ زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ان تمام روایات و اقوال کی بنا پر مُسْتَحَب یہ ہے کہ بندہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانے کے بجائے زیادہ تر بھوکا رہے، کہ بھوکا رہنا اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی علامت ہے۔

بھوک میں اعتدال

جو شخص حد درجہ بھوک کے دو وقتوں کے درمیان صرف ایک مرتبہ کھائے تو اس کی بھوک اس کے پیٹ بھرنے سے زائد ہوتی ہے اور جو حد درجہ بھوک کے بعد درمیانہ شِکم سیر ہو تو اس کے پیٹ بھرنے، کھانے اور بھوک میں اعتدال ہوتا ہے اور جو ایک دن میں دو مرتبہ کھائے یا بغیر بھوک کے کھائے اور پھر پیٹ بھی بھر لے تو اس کی شکم سیری اس کی بھوک سے زائد ہے، یہ مکروہ ہے اور ہر وہ شخص جو بھوک کے بعد کھائے اور شکم سیر ہونے سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لے تو اس کی بھوک اس کی شِکَم سَیری سے زائِد ہوتی ہے اور یہ مُتَوَسِّط حالَت ہے۔

سَلَف صالحین زندہ رہنے کے لئے کھاتے

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے ایسے لوگوں کو بھی پایا جو شکم سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے بلکہ ان میں سے اگر کوئی کچھ کھاتا بھی تو صرف اس قدر کہ جب جان میں جان آتی تو فوراً

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث أکثر ھم شبعا، الحدیث: ۲۴۷۸، ص ۱۹۰۱
شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۶۴۴، ج ۵، ص ۲۷

کھانے سے رک جاتا، حالانکہ وہ کمزور اور دُبلا پتلا ہوتا اور اس کی نِیَّت یہ ہوتی کہ ساری عمر اُس کے لئے نہ تو کبھی کوئی کپڑا لپیٹا جائے اور نہ ہی وہ اپنے اہل کو کبھی کچھ پکانے کا حکم دے اور نہ ہی کبھی اُس کے اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو۔"[1] مزید فرماتے ہیں کہ مومن کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتا بلکہ اس کی وصیت ہمیشہ اس کے پہلو تلے رہتی ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ دو۲ باتیں قَساوَتِ قلبی کا باعِث ہیں: بہُت زیادہ پیٹ بھر کر کھانا اور حد درجہ کلام کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت و ناراضی کے اسباب

حضرت سیِّدُنا مَکْحُول رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ تین۳ باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت اور تین۳ باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا باعِث ہیں۔ مَحبَّت کا باعِث بننے والی باتیں یہ ہیں: (۱)......کم کھانا (۲)......کم سونا اور (۳)......کم گفتگو کرنا اور ناراضی کا باعِث بننے والی باتیں یہ ہیں: (۱)......زیادہ کھانا (۲)......زیادہ باتیں کرنا اور (۳)......زیادہ سونا۔[3]

زیادہ سونے کے نقصانات

زیادہ وقت سَوئے رہنے کے نقصانات یہ ہیں: غَفْلَت کا طویل ہونا، عَقْل و ذہانت کا کم ہونا اور دل کا سہو میں مبتلا ہو جانا۔ ان تمام صورتوں میں (اعمالِ صالحہ کا) فوت ہو جانا پایا جاتا ہے اور (اعمالِ صالحہ کے) فوت ہو جانے میں مرنے کے بعد حَسْرت ہی حَسْرت ہے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجِدہ نے ان سے ارشاد فرمایا: "اے میرے لختِ جگر! رات کے وقت بہت زیادہ مَت سویا کرو کیونکہ نیند کی کثرت بندے کو قیامت کے دن فقیر بنا دے گی۔"[4]

---

[1] ......الزہد لابن مبارک، باب ماجاء فی الخشوع والخوف، الحدیث: ۱۷۷، ص ۵۷

[2] ......المرجع السابق، باب ذکر الموت، الحدیث: ۲۷۱، ص ۹۲

[3] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم، فصل فی ذم کثرۃ الاکل، الحدیث: ۵۷۳۳، ج ۱، ص ۴۸ قول ابو اسحق الخواص

[4] ......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی قیام اللیل، الحدیث: ۱۳۳۲، ص ۲۵۵۵

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں چند نوجوان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوب عِبادت کیا کرتے تھے، جب ان کے پاس رات کا کھانا آتا تو ایک عالم کھڑا ہو کر کہتا: ''اے سالکین کی جماعت! زیادہ مت کھانا، ورنہ پانی زیادہ پیو گے تو سوؤ گے اور اس کے بعد زیادہ خَسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔'' [1]

کسی بزرگ کا قول ہے کہ مومن کی اَدنیٰ حالت کھانا اور سونا ہے جبکہ مُنافق کی افضل حالت کھانا اور سونا ہے۔

چنانچہ کسی نے ایک فلسفی حکیم سے کہا کہ ''میرے سامنے کسی ایسی شے کے اوصاف بیان کیجئے جس کے استعمال سے میں دن کے وقت بھی سوتا رہوں۔'' تو اس نے کہا: ''اے فلاں! تو کتنا کم عقل ہے! تیری عمر کا آدھا حِصّہ تو پہلے ہی سوتے ہوئے گزر رہا ہے جبکہ نیند تو موت کا نام ہے اور اب تو اپنی عمر کے تین۳ چوتھائی حصے کو مزید نیند کی نَذْر کرنا چاہتا ہے اور صرف ایک چوتھائی حصّے کو زندگی؟'' تو اس بندے نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' اس حکیم نے بتایا: ''مثلاً تیری عمر چالیس۴۰ سال ہو، تو آدھی عمر بیس۲۰ سال ہو گی اور تو ہے کہ اسے بھی مزید دس۱۰ سال بنانا چاہتا ہے۔''

کثرتِ کلام کے نقصانات

کثرتِ کلام کے نقصانات یہ ہیں:

- پرہیزگاری کی کمی اور تقویٰ کا خاتمہ
- حساب کی طَوالَت
- مُطالبہ کرنے والوں کی کَثرت
- مَظلوموں سے تعلق
- کراماً کاتبین کی گواہی کی کثرت اور
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دائمی اِعراض

کلام زبان کے کبیرہ گناہوں کا ذریعہ ہے، ان گناہوں میں سے چند یہ ہیں: جھُوٹ بولنا، غیبت کرنا، چُغلی کھانا، بُہتان لگانا، جھوٹی گواہی دینا، پاکدامن پر تُہمَت لگانا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر اِفْتِرا باندھنا، قَسَمیں کھانا، لایعنی گفتگو کرنا اور غیر مفید باتوں میں مشغول رہنا۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندے کی اکثر خطائیں اس کی زبان

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، بقیۃ زھد عیسی علیہ السلام، الحدیث: ۵۲۸، ص ۱۳۴

الشفا، فصل واما ما تدعو ضرورۃ الحیاۃ، الجزء الاول، ص ۸۵

میں ہوتی ہیں اور قیامت کے دن گناہوں کی کثرت ان لوگوں کی ہوگی جو سب سے زیادہ لایعنی باتوں میں مشغول رہے ہوں گے۔''①

زبان کی آفات میں یہ باتیں بھی شامل ہیں: مَخلوق کی خاطِر تَصَنُّع اور بناوَسنگھار کرنا، صحیح مَعانی کے لئے تحریف و تبدیلی کرنا، نفسانی خواہشات کے پیکر بندوں کی خاطِر چاپلُوسی کرنا، حقیقت چھپا کر کچھ اور ظاہِر کرنا اور خُوشامَد کرنا۔

بندے پر ان تمام آفات کا جمع ہو جانا اس کے دل کے اِنْتِشار کا باعِث ہے اور دل کے اِنْتِشار میں اس کے اِرادوں کا بکھر جانا پایا جاتا ہے اور جب اس کے ارادے بکھرتے ہیں تو وہ مَقامِ مُقَرَّبِین سے گر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے حضرت سیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْوَاحِد کو وصیَّت کرتے ہوئے فرمایا: ''ہرگز کسی بُرْدْبار سے جھگڑنا نہ کسی بےوقوف سے کیونکہ بردبار تجھے تھکا دے گا اور بےوقوف تکلیف کا باعِث بنے گا۔''②

''فضول گوئی'' کے متعلق روایات

﴿1﴾...... بندہ کوئی بات کرتا ہے اور اس کے انجام کی پروانہیں کرتا تو اس کی وجہ سے زمین و آسمان کی دوری کی مِقدار پستی میں جا گرتا ہے۔③ ایک رِوایَت میں یہ الفاظ ہیں: ''وہ کوئی بات کرتا ہے تو اس کے سبب اسے جَہنَّم میں 70 سال تک گرایا جاتا ہے۔''④

﴿2﴾...... حضرت سیِّدُنا لُقْمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا: ''تیرا گونگا بن کر اس حال میں زندگی بَسَر کرنا کہ تیرا لُعاب سینے پر بہہ رہا ہو لوگوں کے سامنے لایعنی باتیں کرنے سے بہتر ہے۔''⑤

﴿3﴾...... جس نے کسی بری بات کا آغاز کیا پھر لوگ اس جیسی باتوں میں مَشغول ہو گئے تو ان سب کا وَبال اسی پر ہوگا۔

---

① ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۴۴۶، ج۱۰، ص۱۹۷
شعب الایمان للبیہقی، باب فی الاعراض عن اللغو، الحدیث: ۱۰۸۰۸، ج۷، ص۴۱۶

② ...... موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب النھی عن الکلام، الحدیث: ۱۱۴، ج۷، ص۸۸

③ ...... صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث: ۶۴۷۸، ص۵۴۴ مفھوماً
شعب الایمان للبیہقی، باب حفظ اللسان، الحدیث: ۴۸۳۲، ج۴، ص۲۱۳ مفھوماً

④ ...... جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء من تکلم بکلمة، الحدیث: ۲۳۱۴، ص۱۸۸۵

⑤ ...... حلیة الاولیاء، تکلمة کعب الاحبار، الحدیث: ۷۶۲۵، ج۶، ص۲

﴿4﴾......برا آدمی ہی بدترین برائی لاتا ہے۔

﴿5﴾......حضرت سیِّدُنا اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے مُتعلق مروی ہے کہ جب کوئی شخص ان کے ساتھ ہوتا اور کوئی بُری خبر یا بات لاتا تو آپ اس سے جدا ہوجاتے۔

﴿6﴾......جو شخص کانوں سُنی یا آنکھوں دیکھی ہر بات بیان کردے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ان لوگوں میں لکھ دیتا ہے جو ایمان والوں میں فَحَاشی عام ہونے کو پسند کرتے ہیں۔[1]

﴿7﴾......امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ لوگوں میں فَحَاشی کی خبر پھیلانے والا اس پر عمل کرنے والے کی طرح ہے۔

﴿8﴾......اہلِ صُفّہ میں سے ایک صحابی راہِ خدا میں جِہاد کے دوران شہید ہو گئے تو ان کی والِدہ ماجِدہ بولیں: ''تجھے جنَّت مُبارک ہو! تو نے راہِ خدا میں جِہاد کیا، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب ہجرت کی اور شہادت کی موت مرا۔ تجھے جَنَّت مبارک ہو۔'' (یہ سن کر) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں کیا معلوم کہ وہ جنَّت میں ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کیا کرتا ہو یا اس شے میں بُخْل کرتا ہو جو نقصان دہ نہ ہو۔''[2] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی اشیاء میں بُخْل کرتا ہو جو نَفْع بخش نہ ہوں۔''[3]

غیبت اور اس کی مثالیں

(۱)......بہت زیادہ سونے والا ہے

ایک صحابی نے کسی کے متعلق کہا کہ فلاں بہت زیادہ سونے والا ہے تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے، اس سے عرض کرو کہ وہ تمہارے لئے بخشش طلب کرے۔''

---

[1] ......الدرالمنثور، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۱۹، ج۶، ص۱۶۱۔الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۵۶۴۳، ج۳، ص۵۲۶

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب حدیث من حسن اسلام المرء، الحدیث: ۲۳۱۶، ص۱۸۸۵ بتغیر قلیل

[3] ......شعب الایمان للبیہقی، باب الجود والسخاء، الحدیث: ۱۰۸۳۶، ج۷، ص۴۲۵ ''یغنیہ''۔بدلہ۔''یعنیہ''

(۲)......فلاں شخص کتنا کمزور ہے!

مروی ہے کہ کسی صحابی نے کہا کہ فلاں شخص کتنا کمزور ہے۔تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم نے اس کا گوشت کھایا ہے۔'' ①

(۳)......اس کا دامن کتنا طویل ہے!

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے ایک مرتبہ کسی عورت کے بارے میں کہا: ''اس کا دامَن کتنا طویل ہے!'' ② اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے فرمایا کہ وہ کتنے چھوٹے قد والی ہے، تو شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے اس کی غیبت کی ہے۔'' ③ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے ایسا کَلِمَہ کہا ہے کہ اگر اسے سَمُنْدَر کے پانی میں ملایا جائے تو اس میں بھی مل جائے۔'' یہ درحقیقت غیبت کی مَذَمَّت میں مُبالَغہ کے لئے ہے۔ ④

غیبت کسے کہتے ہیں؟

غِیبت کی تعریف ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہی جو اس میں موجود ہو تو اس نے غیبت کی۔'' ⑤

حضرت سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی روایت، مذکورہ روایت سے بھی سخت ہے جس میں حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اپنے بھائی کا ایسا تذکرہ کرنا کہ جس کے ساتھ اسے عیب سے بَری نہ کرے، غیبت ہے۔''

---

① ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تحریم اعراض الناس، الحدیث: ۶۷۳۳، ج ۵، ص ۳۰۴

② ......المرجع السابق، الحدیث: ۶۷۶۸، ص ۳۱۳ عن عائشۃ بنت طلحۃ انہ قالت

③ ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا، الحدیث: ۲۵۷۶۶، ج ۱۰، ص ۲۰

④ ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، الحدیث: ۴۸۷۵، ص ۱۵۸۱ بتغیر قلیل

⑤ ......صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الغیبۃ، الحدیث: ۲۵۹۳، ص ۱۱۳۰

غِیبت کے مُتعلّق یہ رِوایت پہلی روایت سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔ غیبت درحقیقت ایک لُغوی نام ہے جبکہ اس کا شرعی معنیٰ ہے کسی انسان کی عَدَمِ موجودگی اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ بندہ اپنے بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو اس میں پائی جاتی ہو۔

غیبت زنا سے بھی سخت ہے:

سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیبت کو اپنے اس فرمانِ عِبْرَت نشان سے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ ''غیبت زِنا سے بھی سَخْت ہے۔''[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جب بندہ اپنے بھائی کی عدم مَوجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کرے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس میں پائی جاتی ہے لیکن وہ یہ بات اس کے سامنے نہ کہہ سکتا ہو یا پھر وہ بات اس کی شان میں کمی کا باعِث ہو یا پھر وہ اپنے بھائی کے اس عیب سے بُری ہونے کا ذکر نہ کرے تو وہ اس کی غیبت کا مُرتکِب ہوگا۔ لہٰذا اگر خاموشی میں غیبت سے سلامتی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو یہ بھی بہت بڑی غنیمت ہوتی اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ ''ابنِ آدم کے تین کاموں کے علاوہ ہر کلام اس کے خِلاف ہے اور اس کے حق میں نہیں: **اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف، نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر** اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر۔''[2]

لوگوں سے میل جول کے نقصانات

- ......لوگوں سے میل جول رکھنا نیکی کے کاموں کو قوِی کرنے والے عزم کی کمزوری کا باعِث بنتا ہے۔
- ...... بندے کو خَلْوَت میں حاصِل ہونے والے پُخْتہ عہد کو توڑ دیتا ہے کیونکہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر مدد کرنے والے لوگ بہت کم ہیں اور گناہ و سرکشی کے کاموں پر مدد کرنے والے لوگ بہُت زیادہ ہیں۔
- ...... بندہ جب لوگوں کو دنیاوی مَشاغِل میں مَصروف پاتا ہے تو اس کی دنیاوی اغراض کی طَلَب وحِرص بھی قوی ہونے لگتی ہے۔

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تحریم اعراض الناس، الحدیث: ۶۷۴۲، ج۵، ص۳۰۶

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب منہ کل کلام......الخ، الحدیث: ۲۴۱۲، ص۱۸۹۴

❁......غافِل لوگوں کو دیکھنے سے عِبادت میں سُستی پیدا ہوتی ہے۔
❁......غلط لوگوں کی ہم نشینی طاعَت میں غَفْلت کا سبب بنتی ہے۔
❁......جاہِلین کے کلام کی سماعَت اور دنیادار مُردوں کو دیکھنا وِجدانِ فہم وادراک اور نُورِ عِلْم کے خاتمے اور حلاوتِ تعلق کے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ **روحُ اللّٰہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''مُردوں کی ہم نشینی مت اختیار کرو، ورنہ تمہارے دل بھی مُردہ ہو جائیں گے۔'' عرض کی گئی: ''مُردے کون ہیں؟'' تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے فرمایا: ''دنیا کی محبَّت رکھنے والے اور اس کو مرغوب جاننے والے۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿**وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ**ؕ (پ۲۲، فاطر:۲۲)﴾ [1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں زندہ و مُردہ اَفْراد سے مراد فُقَرا و اَغْنِیا ہیں۔ کیونکہ فقرا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکْر کی وجہ سے زندہ ہوتے ہیں اور اَغْنِیا دنیا کی حِرص پر مر جاتے ہیں۔

لوگوں سے میل جول اور غافِل لوگوں کی ہم نشینی کا سب سے بڑا نقصان انہیں دیکھ کر یقین کا کمزور ہو جانا ہے اور اس سے بھی بڑا نقصان یہ ہے کہ بندے کو جب یقین کی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے تو وہ ہلاکت و دوری اور حجاب کا باعِث بن جاتا ہے۔ یعنی بندے کے اُس یقین کی کمزوری کا باعث بنتا ہے جس کا اس سے عالمِ غیب میں وعدہ کیا گیا تھا اور عالَمِ شہادت میں جس پر وعید فرمائی گئی اور یہی وہ سب سے بڑا خوف ہے جس میں دافِعِ رنج و ملال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی اُمَّت کے مبتلا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے سب سے زیادہ اپنی اُمَّت پر یقین کی کمزوری کا اندیشہ ہے۔'' [2]

اس کی وجہ یہ ہے کہ یقین کی کمزوری ہی درج ذیل اُمور کی اصل ہے: یعنی دنیا میں رغبت، کثرتِ دنیا کی حرص، دنیاداروں کے سامنے عجز و اِنکساری کا اظہار کرنا اور ان سے لالچ رکھنا۔ چنانچہ،

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں زندے اور مردے۔

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۸۶۹، ج۶، ص۳۰۸

حضرت سیّدُ نا عبد اللہ بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے گھر سے اس حال میں نکلے گا کہ اس کا دین اس کے ساتھ ہوگا لیکن واپس اس حال میں لوٹے گا کہ اس کا دین اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہ اِس سے ملے گا تو کہے گا: ''تم تو ایسے ایسے ہو۔'' اور اُس سے ملے گا تو کہے گا: ''تو ایسا ایسا ہے۔'' اور شاید کہ وہ ان سے جدا ہو کر اس حال میں گھر لوٹے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر ناراض ہوگا۔ [1]

ایک تابعی بزرگ کا قول ہے کہ خَلْوَت میں بندے کی بہت زیادہ نیک اور اچّھی اچّھی خَصلتیں ہوتی ہیں مگر جب وہ خَلْوَت سے نکل کر لوگوں کے پاس جاتا ہے تو لوگ ایک ایک کرکے اس کی تمام اچّھی خَصلتیں خَتْم کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس حال میں گھر لوٹتا ہے کہ اس کی تمام خصلتیں ختم ہو چکی ہوتی ہیں۔

یقین کو قوی کرنے والی باتیں

قُوَّتِ یقین ہر نیک عمل کی اصل ہے، کیونکہ یقین کے قوی ہونے میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں: سُرعَتِ اِنتِقال، اُخْروی ٹھکانے میں قِیام کی طوالت، فانی اشیاء کی بہت کم ترجیح، باقی رہنے والی اشیاء کی جانب پیش قدمی، حرص کی کمزوری، قِلّتِ طَلَب، لالَچ کا فُقْدان، دنیاوی مَشاغِل سے فراغت اور اُخروی و پسندیدہ امور میں مَشغولیت۔

درج بالا تمام اُمور میں بندے کا اخلاص اس کے اعمال میں پایا جاتا ہے اور اس کے زُہد کی حقیقت اس کے احوال کے تَصَرُّف، اُمّید کی کمی اور اعمال کی خوبصورتی میں ہوتی ہے۔ کیا آپ نے اس شخص کے اوصاف نہیں سنے جس کی خبر دیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اس کے مال کی کثرت نے غافِل کر دیا یہاں تک کہ اس نے اپنا اُخروی یعنی جہنَّمی ٹھکانا بھی دیکھ لیا۔ آپ اس سے کسی شخص کو اسی وقت ڈرا دھمکا سکتے ہیں جب اسے یقینی علم حاصل ہو اور پھر جب وہ اپنی آنکھوں سے اپنا اُخروی ٹھکانا دیکھ لے تو اس سے ڈر جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰، التکاثر: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

یعنی کثرتِ مال کے جمع کرنے نے تمہیں مشغول رکھا یہاں تک کہ تم قَبروں میں اتر گئے۔ پھر ارشاد فرمایا:

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ؕ﴿۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال

---

[1] ...... المستدرک علی الصحیحین، کتاب الفتن والملاحم، باب بعضکم علی بعض ......الخ، الحدیث: ۸۳۹۷، ج ۵، ص ۶۲۳

(پ ۳۰، التکاثر:۵) کی مَحبّت نہ رکھتے۔

یعنی اگر تم یقینی علم رکھتے تو آخرت کے لئے عملِ صالح میں مصروف ہو کر لَہو ولَعِب سے غافل ہو جاتے حالانکہ لَہو و لَعِب شک کا تقاضا کرنے والا ہے جو یقین کی ضِد ہے۔ پس تم اُمورِ آخِرت میں مَشغول ہو کر دنیا کی کثرت سے غافل ہو جاتے جیسا کہ عِلْمِ یقین نہ ہونے کی وجہ سے لہو ولعب کی کثرت میں مَشغول ہو گئے تھے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

اَبۡصَرۡنَا وَ سَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (پ ۲۱، السجدۃ:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔

اور مذکورہ آیتِ مُبارکہ کے نُزول سے پہلے یہ ارشاد فرمایا:

بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ (پ ۲۵، الدخان:۹) ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

اس کے بعد انہیں ۲ دو مرتبہ وعید سنائی اور وہ نعمتیں مانگنے سے ڈرایا جن میں مَشغول ہو گئے تھے یعنی وہ دنیاوی نعمتوں کی کثرت میں مَصروف ہو گئے۔ ایک قول کے مُطابِق اس سے ان کا مال جمع کرنا اور پھر اسے راہِ خدا میں خرچ کرنے سے روکے رکھنا مُراد ہے۔

مانعِ توبہ باتیں

۳ تین اُمور بندوں کو توبہ سے مُنْقَطِع کر دیتے ہیں اور توبہ کرنے والوں کو اِسْتِقامت پر نہیں رہنے دیتے:

(۱)......کمائی (۲)......خرچ کرنا (۳)......مال جمع کرنا۔

یہ اسباب مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی مخلوق کے وجود سے ان کا وجود وابستہ ہے اور مخلوق سے جدائی کے سبب یہ بھی خَتْم ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص ان تینوں اسباب سے جُدا ہو جائے تو مخلوق میں زاہد شُمار ہو گا اور جو مخلوق میں رغبت رکھے گا تو وہ ان اسباب کو بھی مَرغوب جانے گا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں جو لوگوں سے میل جول رکھے گا وہ ان کی خاطِر مدارات بھی کرے گا اور جو ان کی خاطِر مدارات کرے گا وہ ان کے لئے ریا کاری بھی کرے گا اور جو ان سے ریا کاری کرے گا وہ اسی مصیبت میں گرِفْتار ہو گا جس میں وہ گرِفْتار ہوئے اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ایسے ہی یہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔

راہِ حق پانے کا ذریعہ

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مخلوق سے کِنارہ کش ہونے والے ایک ابدال سے عرض کی: ''راہِ حق کیسے پائی جاسکتی ہے؟'' ایک قول ہے کہ میں نے عرض کی: ''میری کسی ایسے عمل پر راہنمائی فرمایئے جس پر عمل کروں تو پاؤں کہ میرے دل کو ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَعِیَّت حاصِل ہے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''مخلوق کو مت دیکھو کیونکہ اسے دیکھنا ظُلمت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''میرے لئے ایسا کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''ان کی باتیں مت سنا کرو، کیونکہ ان کی باتیں قَساوَتِ قلبی کا باعِث ہوتی ہیں۔'' عرض کی: ''اس کے بغیر بھی میرے لئے کوئی چارہ نہیں۔'' تو فرمانے لگے: ''ان کے ساتھ مُعامَلات مَت کیا کرو کیونکہ ان سے مُعاملات کرنا وَحشت کا سبب ہے۔'' عرض کی: ''میں تو ہر لمحہ ان کے ساتھ ہوتا ہوں اور ان سے مُعامَلات کئے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں پاتا۔'' تو فرمانے لگے: ''پھر ان کے ساتھ سُکُونَت مَت اختیار کرو کیونکہ ان کے ساتھ زِندگی بَسر کرنا ہلاکت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یہ بیماری بھی مجھ میں ہے۔'' تو فرمانے لگے: ''اے فلاں! کیا تو غافِلین کو دیکھتا رہتا ہے، جاہلین کی باتیں سنتا رہتا ہے، باطِل لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی دائمی مَعِیَّت پائے! یہ ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہوسکتی۔''

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) گوشہ نشینی، تنہائی، خاموشی اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یعنی بھوک، شب بیداری وغیرہ اس کی بہت زیادہ فضیلت مروی ہے، بلکہ ہم نے جو تنبیہات ذکر کی ہیں اور جن کی جانب ہم نے اشارہ کیا ہے یہ سب کچھ اس شخص کے لئے کافی ہے جو آخرت کا طَلَب گار ہو اور حُصُولِ آخرت کے لئے صحیح کوشش کرے اور مُعامَلہ اور باہمی تجارت کا بھی خواہش مند ہو اور یہی حقیقی مومن ہے۔ ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو نیکی کرنے کی کوئی قدرت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی کوئی طاقت۔

فصل 28

مُراقَبۂ مُقَرَّبِین اور مَقاماتِ اہلِ یقین کا بیان

مُراقَبہ کا پہلا مَقام

اوقات کی اہمیت

جب بندے کا یقین مَضْبوط وقَوِی ہوتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ اس کے اوقات وہی ہیں جن میں اس کی تربیّت کی گئی اور جو اس کی زندگی اور پَرْوَرِش کا سَبب ہیں اور یہی اوقات دوبارہ عالَمِ برزخ میں اس کے سامنے آئیں گے اور قِیامت کے دن دوبارہ اس پر وارِد ہوں گے، جنَّت میں اس پر لوٹائے جائیں گے، اگر وہ جنَّت میں داخِل ہو گا تو وہاں اسے اسی حساب سے بدلہ دیا جائے گا جو اس نے یہاں دنیا میں ان اوقات سے مُعامَلہ کیا ہو گا اور وہاں اسی قدر اسے عطا کیا جائے گا جس قدر یہاں توفیق سے نوازا گیا تھا، اس سے اوقات کے سوا کسی شے کے متعلق سوال نہ ہو گا اور نہ ہی ساعات کے علاوہ کسی شے کا حِساب لیا جائے گا، نہ اوقات کے علاوہ کسی شے پر اسے بدلہ دیا جائے گا۔ جس طرح اسے کسی دوسرے کی شکل میں نہیں اٹھایا جائے گا اسی طرح اس کے سامنے دوسروں کے اوقات بھی نہ رکھے جائیں گے اور جس طرح دنیا میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کا مُعامَلہ نہ کیا گیا وہاں بھی اسے کسی دوسرے کی جزا نہ دی جائے گی، البتہ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ابتدا کرنے والا ہے اور وہی دوبارہ لوٹانے والا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔

﴿۲﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ (پ۲۹، القلم: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم مسلمانوں کو مُجرموں سا کر دیں۔

﴿۳﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا (پ۲۳، ص: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک کِتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری بَرَکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں۔

﴿۴﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘ اَمْ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا

نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (پ۲۳،ص:۲۸) ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

یعنی آیاتِ بیّنات میں غور وفکر کرو، کیا تم پاتے ہو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے متقین کو فُسّاق وفجار جیسا بدلہ دیا ہو؟ یا یہ پاتے ہو کہ فُسّاق وفُجّار کو متقین کی صِفات کا بدل ملا ہو؟ یا ایسی ہی کوئی دوسری صُورت تمہیں نظر آتی ہے؟

جھوٹی امیدیں

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا (فاسقوں اور فاجروں کے متعلق) فرمانِ عالیشان ہے:

لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖۙ (پ۵، النسآء:۱۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔

حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی: ''مومن کو اس کے گناہوں کا بدلہ دنیا میں مَصائِب، بھوک اور لباس کی کمی سے دے دیا جاتا ہے اور مُنافِق پر اس کے گناہ باقی رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن پوری پوری جزا دی جائے گی گویا کہ وہ ایک گدھا ہے جسے قیامت کے دن اس بوجھ کا بدلہ دیا جائے گا۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! جھوٹی اُمّیدوں سے ڈرو، کیونکہ یہ حماقت کی وادیاں ہیں جن میں لوگ اتر رہے ہیں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بندہ اپنی جھوٹی اُمّیدوں سے دنیا کی کوئی بھلائی حاصل کرسکتا ہے نہ آخرت کی۔'' [1]

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب بھی عقل کم ہوتی ہے اُمّیدیں زیادہ ہوجاتی ہیں۔

نیکی کی دعوت کا ایک اچھوتا انداز

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں سے کسی نے اپنے ایک دنیا دار بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا: ''اُمورِ دنیا کی خاطر تم مشقَّت اٹھاتے رہے اور ان پر حریص رہے، ذرا مجھے کچھ بتاؤ گے کہ کیا تم نے اپنی مَنشا و مُراد پالی ہے اور کیا تمہاری آرزُوئیں پوری ہوگئی ہیں؟'' تو اس نے جواب دیا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نہیں۔'' اس بزرگ نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ جس شے کا تو حریص ہے، چاہنے کے باوجود اسے ابھی تک حاصل نہیں کرسکا تو

[1] ......ایقاظ الھمم شرح متن الحکم، ص ۹۵

آخرت کیسے حاصل کرے گا؟ حالانکہ تو اس سے اِعراض اور رُوگردانی کئے ہوئے ہے، میں تو تجھے ٹھنڈے لوہے میں ضربیں لگاتے ہوئے ہی دیکھ رہا ہوں۔“

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جو بغیر عمل کے جنَّت میں داخل ہونے کا گمان رکھے وہ محض تمنّا کرنے والا ہی ہے اور جو کہے کہ میں عمل کے سبب جنَّت میں داخل ہونا چاہتا ہوں تو وہ مَشقَّت اٹھانے والا ہے۔ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اُمّیدیں عقل کو کم کردیتی ہیں۔ [1]

ایمان کسے کہتے ہیں؟

رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان آرائش وزیبائش کے ذریعے حاصِل نہیں ہوتا اور نہ ہی اُمّیدوں کے ذریعے حاصِل ہوتا ہے، بلکہ ایمان تو اس عقیدے کا نام ہے جو دل میں پختہ ہو اور عمل اس کی تصدیق کرے۔'' [2]

نیکی و بدی کا بدلہ

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ﴿۶۰﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

اور اس کی ضد کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ (پ۲۴، المؤمن: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جو بُرا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی۔

﴿2﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ (پ۱۰، التوبة: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللّٰه نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جِہاد کریں گے۔

---

[1] ……موسوعة لابن ابی دنیا، کتاب الیقین، باب رب لیس، الحدیث: ۶۴، ج۲، ص۵۴۷

[2] ……شعب الایمان للبیهقی، باب القول فی زیارة……الخ، الحدیث: ۶۶، ج۱، ص۸۰

﴿3﴾ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنّت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی۔

﴿4﴾ اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنھوں نے برائیوں کا اِرتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھّے کام کئے۔

﴿5﴾ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ۝۴ (پ۲۰، العنکبوت: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

پس ان کے گمانوں کو باطِل قرار دیا اور ان کے حکم کو رد کر دیا پھر اپنا فیصلہ ارشاد فرمایا:

سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ؕ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔

یعنی جس طرح وہ زندگی میں احسان اور نیک عمل کیا کرتے تھے تو موت بھی ان کے لئے ایک اچھّی جزا ہوگی اور جیسے زندگی میں فساد برپا کرتے اور برے اعمال سَرانجام دیا کرتے تھے تو موت بھی ان کے لئے بُری ہوگی۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہِدایت یافتہ اور عَقْل مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو بڑی توجّہ سے سنتے ہیں، پس ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

منقول ہے کہ یہاں اَلْقَوْل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عزیمتیں اور اس کی وعید سننا مراد ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَبَدَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَحۡتَسِبُوۡنَ ۝۴۷ (پ۲۴، الزمر: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

منقول ہے کہ ایسا ان کے جھوٹے گمان اور دھوکے میں مبتلا کرنے والی نقصان دہ امید سے پہلے ہوا۔

---

[1] ...... تفسیر البغوی، پ۲۳، الزمر، تحت الایۃ ۱۸، ج ۴، ص ۶۵ بتغیر قلیل

ایک قول کے مطابق وہ ایسے عمل کرتے جنہیں نیکی گمان کیا کرتے تھے مگر حساب کتاب کے وقت انہیں معلوم ہو گا کہ وہ سب گناہ تھے۔ صحیح عمل وہی ہے جو حساب کے بعد بھی صحیح ہی ہو اور حق وہ ہے جو میزانِ عدل میں بھاری ہو۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ الْحَقُّ ۚ (پ۸، الاعراف:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے۔

ایک قول ہے کہ یہاں حق سے مراد علم و عمل ہے۔ جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرامینِ مُبارکہ ہیں:

﴿1﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (پ۸، الاعراف:۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مُفَصَّل کیا۔

﴿2﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ (پ۸، الاعراف:۷) ترجمۂ کنزالایمان: توضرور ہم ان کو بتادیں گے اپنے علم سے۔

﴿3﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ (پ۲۴، الزمر:۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کُھل گئیں اور ان پر آپڑا وہ جس کی ہنسی بناتے تھے۔

منقول ہے کہ وہ گناہ کرنے میں تو جلدی کرتے مگر توبہ میں تاخیر کرتے رہتے اور اس کے ساتھ ساتھ مَغْفِرت کی اُمّید بھی رکھتے۔

یہ آیتِ مُبارکہ خائفین کو غم میں مُبتلا کرنے والی اور عارِفین کو خوف دلانے والی ہے۔ اس حال میں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ پھر اس نے مومنین کو حکم دیا کہ وہ آگ سے بچتے رہیں اور کافروں کے جہنّمی اوصاف ذکر فرمائے اور اپنے بندوں کو اس سے ڈرایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ ۚ (پ۴، اٰل عمران:۱۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور

تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۱۶﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۶)

ان کے نیچے پہاڑ اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

منقول ہے کہ بندہ مَعرِفَت کے بعد اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی پہلی بار نافرمانی کرنے کے فوراً بعد آگ کا مُستحق ہو جاتا ہے اور اس کے بعد وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت میں ہوتا ہے۔ یقیناً ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بری عادت ہوتی ہے جس سے اس کے آگ میں مُبتَلا ہو جانے سے ڈرا جاتا ہے۔

خوفِ الٰہی کی حقیقت

حضرت سیِّدُنا عبدالواحد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اُس خائف کا خوف کبھی بھی صحیح نہیں ہو سکتا جو یہ گُمان کرتا ہو کہ وہ آگ میں داخِل نہیں ہو گا اور اُس شخص کا خوف بھی سچّا نہیں ہو سکتا جو یہ گمان کرے کہ وہ آگ میں داخِل ہو گا۔ پس بندے کا یہ گُمان کرنا ہی صحیح ہے کہ وہ آگ سے چھٹکارا پا لے گا یعنی خوف کی ایک حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ آگ میں داخل ہونے سے ڈرے اور دوسرے یہ کہ اس میں ہمیشہ رہنے سے ڈرتا رہے۔

اسی قسم کا ایک قول حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ ان کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جسے جہنَّم سے ایک ہزار سال کے بعد نکالا جائے گا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رونے لگے اور فرمایا: ''اے کاش! میں بھی اس کی مِثل ہوتا۔'' [1]

خود کو ''عالم اور جنّتی کہنا'' کیسا؟

سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس نے یہ کہا کہ میں جنّتی ہوں تو وہ جہنّمی ہے اور جس نے کہا میں عالِم ہوں تو وہ جاہِل ہے۔'' [2]

اپنا مقام و مرتبہ پہچاننے کا طریقہ

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو جاننا چاہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کے

---

[1] ...... احیاء علوم الدین، کتاب التوبہ، باب بیان کیفیۃ تورع ......الخ، ج ۴، ص ۳۳

[2] ...... المعجم الصغیر، الحدیث: ۱۷۶، ج ۱، ص ۶۵

مقام و مرتبہ کی کیفیت کیا ہے تو اسے دیکھ لینا چاہئے کہ اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقام و مرتبہ کی کیفیت کیا ہے۔“ [1]

مراقبہ کا دوسرا مقام

مقاماتِ جنت و جہنم کی معرفت

بندہ یقینی طور پر یہ بھی جان لیتا ہے کہ ہر نیک عمل کے لئے جنَّت میں ایک نعمت اور عالَمِ برزخ میں آرام و سکون ہے اور اس کے ہر اچھّے عمل اور خالص مَعرِفَت کا جنَّت میں ایک مقام ہے جس کا ایک حِصّہ یہاں عالَمِ دنیا میں تقسیم کیا گیا ہے تا کہ بندے کو اس کے حسنِ مُعامَلہ کا اجر عطا کیا جائے اور وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اس کے ہر برے عمل اور جَہالَت کے لئے آخِرَت میں عَذاب، عالَمِ برزخ میں تکلیف اور جَہَنَّم میں ایک ٹِھکانا ہے اور یہاں اس دنیا میں صِرف اس کا ایک حِصّہ تقسیم کیا گیا ہے تا کہ اس پر عمل کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خیر و شر کے اس حصے کو چھپا کر ان کے اعمال کو ان پر مرتب ہونے والے احکام کی وجہ سے ظاہر فرما دیا اور پھر اپنی حکمت سے دنیا و آخرت کی جانب جانے والے نیکی و بدی کے دُو راستے ظاہر فرمائے۔ اس کے بعد ان دونوں کے مُعامَلات کو مُقَدَّم کر کے خیر و شر میں سے ہر ایک کی جزا و سزا مُؤَخَّر کر دی تا کہ بندے کی جانب سے افعال کی بجا آوری کو ثابت کیا جا سکے۔

بندے کا ان اعمال کی بجا آوری کی کوشش کرتے ہوئے ابتلا و آزمائش میں مبتلا ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر اس نفس کو آزمائے جو اس کی رحمت اور فضل و کرم اور مَحبّت پانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کے افعال کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ وہ غالِب، بادشاہ اور قَہّار و جَبّار ہے، بلکہ بندوں سے سوال کیا جائے گا کیونکہ وہ مغلوب و مجبور اور غلام ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بے مثال ہے، کیونکہ وہ جُہَّت اور یکسانیَّت سے پاک ہے اور بندوں میں سے کسی کے برابر نہیں کیونکہ وہ اندازوں اور حد بندی سے بالاتر ہے۔ بلکہ اسی کے لئے حجت ہے اور ہر شے میں اسی کی قدرت نافذ ہے، اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

---

[1] ...... تفسیر روح البیان، پ ۱، البقرۃ، تحت الایۃ ۱۰۳، ج ۱، ص ۱۹۶ من اراد بدلہ من سرہ

توحید پر دلالت کرنے والی آیاتِ بیّنات

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) جو کچھ ہم نے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی توحید یعنی اس کی مشیت، افعال اور اس کے شِرک سے پاک اور بے مِثل ہونے کے متعلق ذکر کیا ہے۔ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ان سب باتوں کو محکم آیاتِ بیّنات میں ذِکر کیا ہے اور اس شخص پر تعجب کیا ہے جو خالق و مخلوق کو احکام میں ہم پلّہ قرار دیتا ہے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اس شخص کے اس عمل کو نعمت کا انکار اور اپنی سلطنت میں شِرک قرار دیا ہے۔

پس **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جس میں اس نے مُشرِکین اور ان کے واضح گمراہی میں مُبتلا ہونے کے بعد اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کے مُتعلّق خبر دی ہے، نیز مُشرِکین کے احکام میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق کے درمیان یکسانیَّت قائم کرنے کی گمراہی کے مُتعلّق بھی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

قَالُوْا وَ هُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں گے اور وہ اس میں باہم جھگڑتے ہوں گے۔ خدا کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ جبکہ تمہیں ربّ العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے۔ (پ۱۹، الشعرآء: ۹۶تا۹۹)

منقول ہے کہ یہ آیاتِ مُبارکہ قَدَرِیَّہ کے متعلق نازِل ہوئیں کیونکہ انہوں نے برائی کی طاقت وقدرت کی نسبت مخلوق کی جانِب کر دی تھی، پس انہوں نے اس وَصْف کے خالق ہونے کے اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان برابری قائم کر دی۔[1]

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۶)

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے چونکہ اعمال کی تخلیق کی نسبت اپنی جانِب فرمائی کہ جس طرح وہ بندوں کا خالق ہے اسی طرح وہ ان

[1] ......نفح الطیب، ج۵، ص۲۹۴

کے اعمال کا بھی خالق ہے، لہٰذا وہ مُجرِم ہیں جن کے مُتَعَلِّق یہ آیت نازل ہوئی جس میں قدریہ کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں ان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ منکر ہیں:

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، القمر: ۴۷تا۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔ جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ۔ بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

لہٰذا یہی وہ مجرم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ماننے والوں کو گمراہ کیا اور یہی وہ سرکش افراد ہیں جنہیں ان کے گروہوں کے ساتھ جہنَّم میں اَوندھے منہ گرایا جائے گا۔

پانچ محکم آیات

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے ابھی جو کچھ ذکر کیا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سب کی تفصیل پانچ محکم آیات میں ذکر کی ہے، یہ آیاتِ مُبارَکہ ان تمام مذکورہ مَعانی ومَفاہیم کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہیں، مگر ہم نے طَوالت کے خدشہ سے ان کی شرح وتفسیر نہیں کی کیونکہ ہمارا مقصود اِسْتِدلال کی غرض سے حُجَّت قائم کرنا نہیں۔ چنانچہ ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

﴿1﴾ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ (پ۱۴، النحل: ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللّٰہ کی نعمت سے مُکر تے ہیں۔

یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آقاؤں اور مالکوں کو غلاموں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

﴿2﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لئے ایک کہاوت بیان فرماتا

لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (پ ۲۱، الروم: ۲۸)

ہے خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لئے تمہارے ہاتھ کے مال غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہو۔

یعنی اسی طرح مَیں ہوں کہ میرے بندوں میں سے میرا کوئی شریک نہیں، پس میرے بندوں اور میری مخلوق میں سے کسی کو برابری میں میرا شریک نہ ٹھہراؤ، کیونکہ جب میں نے تمہارے اور تمہارے غلاموں کے درمیان یکسانیّت قائم نہیں کی تو پھر تم پر لازم ہے کہ میرے بندوں کو بھی میرے حکم میں قطعی طور پر شریک نہ ٹھہراؤ۔

﴿3﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ (پ ۱۴، النحل: ۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مَقدور (طاقت) نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے۔

مُراد خرچ کرنا ہے۔ یہاں دو طرح کے لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں: ایک ایسا بخیل جو خرچ پر قادر نہیں، پھر اس کی مَذَمَّت بُخْل اور اس کے عاجز ہونے سے بیان فرمائی کہ یہی وہ شخص ہے جسے اس کے بُخْل نے عاجز بنانے کے ساتھ ساتھ (راہِ خدا میں مال) خرچ کرنے سے روک دیا ہے جبکہ دوسرا سخی ہے، جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سخاوت پر قدرت اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور اس کے سخی ہونے کی تعریف بھی فرمائی۔

﴿4﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (پ ۱۴، النحل: ۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی دو مرد ایک گونگا جو کچھ کام نہیں کرسکتا۔

یہاں حکمت وعلم مراد ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿5﴾ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ (پ ۱۴، النحل: ۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا برابر ہوجائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے۔

یہاں دو بندوں کا تذکرہ کیا، ان میں سے ایک احمق اور جاہل ہے، جو حکمت کی بات کرسکتا ہے نہ علم کی کسی بات

پر قادر ہے اور نہ ہی اسے اِسْتِقامت حاصِل ہے، اس کے بعد اس کے اس صِفَت کے ساتھ مُتَّصِف ہونے کی وجہ سے اس کی مَذَمَّت بیان کی اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا جبکہ دوسرے کو عدل کا حکم دینے والا بنایا جو راہِ مستقیم پر ثابت قدم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے۔ پس کیا کوئی اس کے راستے پر اس کی مرضی کے بغیر چل سکتا ہے؟ اور کیا کسی بندے کی مَجال ہے کہ وہ اس کی طاقت وقُدرت کے بغیر اس راستے پر ٹھہر سکے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس بندے کی تعریف فرمائی جسے اس نے اس نعمت سے نوازا اور اس کے اس صِفَت سے مُتَّصِف ہونے کا ذکر بھی کیا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے آگاہ فرمایا کہ اس مِثال میں عَقْل کے لئے مخلوق کے ساتھ تشبیہ وتمثیل ہے۔ نیز عقل پر قیاس کریں تو یہ مُعاملہ کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خالق عَزَّوَجَلَّ نے ان میں سے ایک کے کام کو مُباح قرار دیا اور دوسرے پر (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) ظُلْم کیا کیونکہ جو اپنے دو بندوں کے ساتھ اس جیسا مُعاملہ کرے یعنی پہلے ان میں سے اس شخص کی مَدْح فرمائے، جسے اس نے توفیق عطا فرمائی ہو اور قدرت بھی بخشی ہو اور دوسرے کی مذمّت بیان کرے حالانکہ اسے اپنی نعمت سے روک دیا ہو اور اسے عاجِز بھی بنایا ہو تو گویا اس نے اس پر ظلم کیا۔

﴿5﴾......پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی نہی کے ساتھ اس اِعْتِراض کو دور فرمادیا اور پانچویں محکم آیتِ مبارکہ میں صراحت سے اپنی تمثیل بیان کرنے سے مَنْع فرمایا، جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ایسا کرنے سے مَنْع فرمایا ہے کہ ہم اس کے لئے ایسی مثالیں بیان کریں جو ہمارے اعمال کے مشابہ ہوں۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ (پ۱۴، النحل: ۷۴) ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کے لئے مانند نہ ٹھہراؤ بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کو اپنے علم کے ساتھ اور ہماری جہالت کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اس کی تائید قرآنِ کریم کی اس آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

لہٰذا پختہ علم والے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس بات کو تسلیم کیا کہ تمام احکام حاکم کے لئے ہیں، پس وہ اس کے عذاب سے محفوظ ہو گئے اور ایمان والے ہر قسم کی تقدیر پر ایمان لے آئے کہ وہ سب حاکم وحکیم کی حکمت اور عادل کے عدل کے باعِث ہیں۔ وہ بھی اس کی سزا سے محفوظ ہو گئے کیونکہ وہ مُتَشابہ پر بھی ایمان لے آئے تھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے فضل وکرم سے بہت زیادہ اجر وثواب عطا فرمایا۔ مگر سرکش لوگ آیاتِ متشابہات کی پیروی اور تاویلیں کرنے کے سبب ہلاک ہو گئے اور گمراہی میں مُبتَلا ہو گئے اور کل بروزِ قیامت تباہی وبربادی کا شِکار بھی وہی ہوں گے۔

جنت کے درجات اور جہنم کے طبقات

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی قول بھی ہماری ذِکر کردہ مَعروضات کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آیتِ مبارکہ ﴿ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک کے نیچے دوسرا طبق ہوگا، اس طرح سات درجات ان کے اعمال کی مقدار کے اعتبار سے ہوں گے اور وہ ان تمام درجات میں اپنے جرموں کے لحاظ سے تقسیم ہوں گے جیسا کہ جنّتی لوگ اپنے اپنے فضائل کے لحاظ سے درجات میں تقسیم ہوں گے۔[1] اور آیتِ مبارکہ میں ﴿ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ سے مُراد وہاں رہنے والے ہر طبقے کا ایک معلوم ومُقرّر حصّہ ہے۔ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جنّت میں کوئی محل ہے نہ کوئی نہر اور نہ ہی کوئی نعمت مگر اس پر اس کے مالک اور اس عمل کا نام لکھا ہوا ہے جس کی وہ جزا ہوگی۔ اسی طرح جہنّم میں کوئی طوق ہے نہ کوئی قید وبند، نہ کوئی گھاٹی اور نہ کوئی عذاب مگر اس پر اس عمل کے اوصاف جس کی وہ جزا ہوگی اور جو وہاں رہے گا اس کا نام لکھا ہوا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنّتیوں کو جنت میں داخل فرما دیا اس سے پہلے کہ وہ اس کی اطاعت کرتے اور جہنّمیوں کو جہنّم میں داخل فرما دیا اس سے پہلے کہ وہ اس کی نافرمانی کرتے۔[2]

---

[1] ......تفسیر روح البیان، پ ۵، النساء، تحت الایۃ ۱۴۵، ج ۲، ص ۳۰۹ مفهوماً

[2] ......یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہے کہ فلاں اطاعت شعاری کے سبب جنت میں جائے گا اور فلاں نافرمانی کے سبب جہنم کا حقدار ہوگا۔

عارفین کے اقوال

ایک عارِف کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس بات کی کوئی پروانہیں کہ اس کی رضا کے بغیر مخلوق اس کی نافرمانی کرے اور وہ اس بات سے بھی برتر ہے کہ مخلوق میں سے اس کے محبوب بندوں کے سوا کوئی اسے راضی کرے۔ البتہ عالَمِ عَدم میں ایک قوم سے ناراض ہوا اور جب انہیں عالَمِ ظہور میں وجود بخشا تو انہیں اہلِ غضب کے اعمال کی توفیق دی تاکہ انہیں دارِ غَضَب میں ٹھہرائے اور ایک قوم سے راضی ہوا اور جب انہیں عالَمِ ظُہور میں وُجود کی دولت عطا فرمائی تو انہیں اہلِ رضا کے اعمال کی توفیق سے نوازا تاکہ انہیں دارِ رضا میں ٹھہرائے۔

بعض اہلِ مَعْرِفَت کہتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو عدم میں ظاہر فرمایا اور انہیں وُجود بخشا، قدرت دی، پھر ان کے اعمال ظاہر فرما کر انہیں اعمال کی بجا آوری میں اختیار دے دیا، پس ہر بندے نے اپنا عمل اختیار کر لیا، اس کے بعد عالَمِ غیب میں وہ اور ان کے اعمال لپیٹ دیئے گئے۔ پھر جب مخلوق کو عالَمِ مَوجودات میں ظہور بخشا تو ان کی عقلوں پر حجاب طاری کر دیا اور ہر ایک کو اس کے اختیار کئے ہوئے عمل پر چلا دیا، اس کے ساتھ ہی ان پر حُجَّت واقع ہو گئی، کل بروزِ قیامت ان کی آنکھوں کے سامنے اسے ظاہر فرمایا جائے گا کہ جسے آج ان سے چھپایا ہوا ہے۔

جنتی محل کا کنگرہ ٹوٹ گیا

ایک عابِد فرماتے ہیں میں نے سحری کے وقت دُو رکعت ادا کیں، پھر سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلند و بالا سفید کنگروں والا محل ہے گویا کہ وہ ستاروں کا ہو۔ میں نے اسے اچھا جانا اور پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ میرا ہی ہے اور یہ دُو رکعتوں کا ثواب ہے۔ یہ سن کر میں بے حد خوش ہوا اور اس کے گرد چکر لگانے لگا، اچانک میں نے دیکھا کہ اس کے کونے کا ایک کنگرہ (کُن گُرَہ) گرا ہوا ہے، جس سے وہ محل بدنما لگ رہا تھا، مجھے دکھ ہوا تو میں نے کہا: ''کاش یہ کنگرہ اس جگہ بلندی پر ہوتا تو اس محل کا حُسن کامل ہوتا کیونکہ اس ٹوٹی ہوئی جگہ نے اسے عیب دار بنا دیا ہے۔'' تو وہاں موجود ایک غلام نے مجھ سے کہا کہ یہ کنگرہ (کُن گُرَہ) محل کے اسی مَقام پر نَصب تھا، مگر جب آپ اپنی نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ ہوئے تو یہ گر گیا۔

حوروں کے حسن میں اضافہ

ایک زاہد سے مروی ہے کہ انہیں اپنے جنّتی مقام کا کشف ہوا تو انہوں نے وہاں حوریں دیکھیں جنہوں نے بتایا کہ وہ ان کی بیویاں ہیں اور جب وہ نکلنے لگے تو حُوریں ان سے بڑی مَحبَّت ولَجاجَت سے کہنے لگیں: ہم آپ کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا واسِطہ دیتی ہیں کہ اپنے اعمال کو مزید آراستہ کریں کیونکہ جب بھی آپ اپنے اعمال آراستہ کرتے ہیں تو آپ کی خاطِر ہمارے حُسْن میں اِضافہ ہوجاتا ہے اور ہم پر نعمتیں بھی زائد کردی جاتی ہیں۔

جنتی پھل گرگیا

حضرت سیِّدَتُنا رابِعہ عَدوِیہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہَا فرماتی ہیں کہ ایک رات سحری کے وقت میں نے کچھ تسبیحات پڑھیں، پھر سوگئی، دیکھتی ہوں کہ ایک ترو تازہ اور سرسبز وشاداب درخت ہے جو اس قدر بڑا اور حسین ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اس پر تین ۳ قسم کے پھل لگے ہوئے تھے، میں دنیا میں ایسے کسی پھل کو نہیں جانتی، وہ پھل کنواری لڑکیوں کی چھاتی کی طرح دکھائی دیتے تھے، کچھ سفید تھے، تو کچھ سرخ اور کچھ زرد۔ وہ سب اس درخت میں چاند اور سورج کی طرح چمک دمک رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ مجھے وہ درخت بہت اچھا لگا، میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ تو ایک کہنے والے نے مجھے بتایا کہ یہ آپ کا ہے، جس کا سبب آپ کی وہ تسبیحات ہیں جو ابھی ابھی آپ نے پڑھی ہیں۔ فرماتی ہیں میں اس درخت کے اردگرد گھومنے لگی، تو سنہری رنگ کے کچھ پھل زمین پر گرے ہوئے پائے، میں نے کہا: ''کاش! یہ پھل بھی ان پھلوں کے ساتھ درخت پر موجود ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔'' ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ یہ وہیں لگے ہوئے تھے مگر جب آپ نے ایک تسبیح پڑھی تو سوچنے لگیں کہ کیا گندھا ہوا آٹا خمیرہ ہوگیا ہے یا نہیں تو یہ پھل گر گئے۔

پس یہ تمام باتیں اہلِ بصیرت کے لئے عبرت اور اہلِ تقویٰ واہلِ ذکر کے لئے نصیحت کی حیثیت رکھتی ہیں۔

40 دن کا فاقہ

صاحبِ قوت حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی کے دادا مرشد حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبدُ اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی 40 دن بھوکے رہتے پھر کچھ کھاتے۔ (احیاءُ العلوم، ج۳، ص۹۸)

مراقبہ کا تیسرا مقام

قیامت کی ہولناکی

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن سے منقول ہے کہ اگر بندہ دنیا کے پہلے دن سے لے کر قیامِ قیامت تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وعبادت میں مَصروف رہے تب بھی قِیامت کے دن اپنے اس عمل کو حقیر جانے گا جب وہ اس دن کے زلزلے اور ہولناکیاں دیکھے گا۔

موت کی سختی

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''ملک الموت کا روح قبض کرنا تلوار کی ایک ہزار ضربوں سے سخت ہے۔'' [1]

موت اور دخولِ جنت کے درمیان کی ہولناکیاں

اگر موت کا ایک بال برابر درد تمام مخلوق پر ڈال دیا جائے تو وہ سب مر جائیں، بے شک مخلوق اور اس کی موت اور دخولِ جَنَّت کے درمیان ایک لاکھ ہولناکیاں ہیں، ان میں سے ہر ہولناکی موت سے ایک لاکھ گنا زائد ہے، جن سے بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہی نَجات پا سکے گا۔ پس اسے ایک لاکھ ایسی رحمتوں کی ضرورت ہوگی جو اسے ان ہولناکیوں سے نجات دیں۔ رحمتوں کی یہ تعداد ایسی ایک لاکھ نیکیوں پر مُنْقَسِم ہے جو اسے دنیا میں عطا کی گئیں اور جو ظہورِ رحمت کا ٹھکانا اور کل بروزِ قیامت عطائے رحمت کا راستہ ہوں گی۔

ربِ حکیم عَزَّوَجَلَّ کی یہی حکمت اور ربِ رحیم عَزَّوَجَلَّ کی یہی مُدَبِّرانہ تقسیم ہے کیونکہ نیک اعمال جزا کے راستے ہیں اور تمام نیکیاں ایک ہی رحمت سے ہیں، جس کے سبب بندے کے لئے نجات کا راستہ پیدا ہوا۔ چونکہ ثواب کی جگہیں اعمال کے راستوں میں ہوتی ہیں، لہٰذا پہلی بخشش وعطا یہاں دنیا میں عطا ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہترین توفیق اور اس کی عنایت کا لطف یہاں دنیا میں حاصل ہوگا۔ جبکہ بروزِ قیامت جو جزا ملے گی وہ اس کی رحمت کے فضل و کرم اور اس کی نعمت کی تکمیل سے ہوگی اور یہی غالب علم والے کا اندازہ ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۰۰ عبدالعزیز بن ابی رواد، الحدیث: ۱۱۹۳۴، ج۸، ص ۲۱۸

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

(پ۲۷، الرحمٰن: ۶۰)

ایمان کا بدلہ

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ”ہم نے جسے نعمتِ ایمان سے نوازا اس کی جزا جنت ہے۔“ ①

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی جزا سوائے دیدارِ باری تعالیٰ کے کچھ نہیں اور جنت جزائے اعمال ہے، کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اگر آج یہاں کسی کو ایمان سے محروم کر دیا گیا تو کل وہ جنت سے بھی محروم ہوگا اور اگر آج اسے اسلام سے روک دیا گیا تو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کبھی بھی اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (پ۶، المآئدۃ: ۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو اللّٰه کا شریک ٹھہرائے تو اللّٰه نے اس پر جنّت حرام کردی۔

مزید ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ (پ۲۶، محمد: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنھوں نے کفر کیا اور اللّٰه کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللّٰه ہرگز انہیں نہ بخشے گا۔

پس یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کسی حیلہ کی گنجائش ہے نہ ہی کوئی راہِ نجات ہے۔

اہلِ تقویٰ و اہلِ مغفرت

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۹، المدثر: ۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔

---

① ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی محبة اللّٰه عزوجل فصل معانی المحبة، الحدیث: ۴۲۷، ج۱، ص۳۷۲

منقول ہے کہ وہی لوگ اہل کہلانے کے حق دار ہیں جنہیں تقویٰ دیا گیا اور جنہیں تقویٰ سے نوازا جائے وہی اس بات کے اہل ہیں کہ انہیں بخش بھی دیا جائے۔ [1]

اس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مزید فرامینِ عالیشان درج ذیل ہیں:

﴿1﴾ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ (پ۲۶، الفتح:۲۶)
ترجمۂ کنزالایمان: پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

﴿2﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۠ (۱۰) (پ۲۶، الحجرات:۱۰)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

﴿3﴾ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (۵۶) (پ۸، الاعراف:۵۶)
ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

﴿4﴾ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ (پ۸، الانعام:۱۵۴)
ترجمۂ کنزالایمان: پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے۔

﴿5﴾ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ (۵۸) (پ۱، البقرۃ:۵۸)
ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

﴿6﴾ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ (پ۱۰، التوبۃ:۹۱)
ترجمۂ کنزالایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔

﴿7﴾ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ (پ۲۵، الشورٰی:۲۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔

پس جس کے اعمال نیک ہوں گے وہ محسنین میں سے ہوگا اور جس کے اعمال برے ہوں گے وہ گناہ گار شمار ہوگا۔ چونکہ جنت اور دوزخ کی تخلیق مخلوق کی تخلیق سے پہلے ہوئی، لہٰذا جنت و دوزخ میں سے بندوں کا جو حصہ ہے وہ بھی لکھا جا چکا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''احسان کیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ

---

[1] ......تفسیر البغوی، پ۲۹، المدثر، تحت الآیۃ ۵۶، ج۴، ص۳۸۸ مفہوماً

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کرنا گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔'' [1]

اچھے و برے اعمال واقوال والے بندے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نیک بندوں کو نیک اعمال کے ساتھ خاص فرمایا اور برے بندوں کو برے اعمال کی آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس تمام معاملے کو (یعنی بندوں کے حالات لوحِ محفوظ میں لکھنے کو) اپنے علم کی بنا پر پایۂ تکمیل تک پہنچا چکا ہے، مگر اس نے اپنی حکمت سے اسے مقدر کر کے اپنے لطف وکرم سے مخلوق سے مخفی رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ (پ۱۸، النور:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: گندیاں گندوں کے لئے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ برے اقوال وافعال برے بندوں کے لئے ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا:

اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ (پ۱۸، النور:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: ستھریاں ستھروں کے لئے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ نیک اور اچھے اقوال وافعال نیک بندوں کے لئے ہیں۔ [2]

اچھے و برے خاتمہ والے لوگ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اچھے خاتمے اور اپنے دشمنوں کے برے خاتمے کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۳۲) (پ۱۴، النحل:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنّت میں جاؤ بدلہ اپنے کئے کا۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ جن لوگوں کی زندگی پاکیزہ ہو ان کی موت بھی پاکیزہ ہوتی ہے اور جن کے اعمال عمدہ ہوں ان کے لئے موت بھی عمدہ ہوتی ہے۔ [3]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان ما ھو......الخ، الحدیث: ۹۷، ص ۶۸۱ ملتقطاً

[2] ......المفردات للراغب اصفھانی، کتاب الخاء، ص ۲۷۳، کتاب الطاء، ص ۵۲۷ ملخصاً

[3] ......تفسیر البغوی، پ ۱۴، النحل، تحت الایة ۲۶، ج ۳، ص ۵۵

اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿ۙ۹۷﴾ (پ۵، النسآء: ۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے اُن سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا **اللہ** کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

پس منقول ہے کہ جن کی زندگیاں اور اعمال تاریک ہوئے تو ان کی قبریں اور اُخروی ٹھکانے بھی تاریک ہو گئے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے جو بھی اس کا یقینی مشاہدہ کرے گا اس کا مُراقبہ دائمی ہو جائے گا، معاملہ بہترین ہو گا اور اس کے اوراد و وظائف میں تَسَلْسُل برقرار رہے گا اور نیکیوں کی بھی کثرت ہو جائے گی۔ پس اس وقت یقین کی صفائی اور دائمی نعمتوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کے مشاہدے کے ذرائع ختم ہو جائیں گے اور وہ ان بندوں میں شمار ہونے لگے گا جن کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں تذکرہ فرمایا ہے:

لِمِثۡلِ ہٰذَا فَلۡیَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ایسی ہی بات کے لئے کامیوں کو کام کرنا چاہئے۔

اسی کی مثل ارشاد فرمایا:

وَ فِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿ؕ۲۶﴾ (پ۳۰، المطففین: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے۔

نیز اس کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگے گا جن کے اوصاف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں مذکور ہیں:

اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَ ہُمۡ لَہَا سٰبِقُوۡنَ ﴿۶۱﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

یعنی وہ موت کی جانب تیزی سے جاتے ہیں اور جو اعمالِ خیر فوت ہو جائیں ان کی ادائیگی پہلے کرتے ہیں، غافل اور باطل افراد سے بڑی تیزی سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا بغیر عوض کے ہوتی ہے

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہوسکتا ہے کوئی غلط باتیں کرنے والا حکیم عَزَّوَجَلَّ کی حکمت سے غافل و جاہل انسان ہمارے متعلق یہ گمان کرے کہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک شے کے عوض ہی کوئی دوسری شے عطا فرماتا ہے۔ حالانکہ ہمارا یہ مقصود نہیں بلکہ ہمارا کہنا ہے کہ وہ ہر شے کے عوض کے بغیر دو چیزیں عطا کرتا ہے۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جو سب سے پہلے وہ شے عطا کرنے والا ہے جو عبادت و ایمان کے لئے ظَرف اور مکان کی حیثیت رکھتی ہے اور وہی ہے جو دوسری اشیاء یعنی نعمتیں اور جنّتیں بھی عطا فرمانے والا ہے۔ مگر وہ اپنی حکمت کے تحت یہ عطا و بخشش اپنی مُقرّر کردہ تقدیر سے جاری کرتا ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے، اس کے بعد وہ اسے معلوم بناتا ہے کیونکہ وہ حکیم و علیم ہے۔

اہلِ یقین کے مراقبہ کا چوتھا مقام

ذرہ برابر عمل کی پرسش بھی ہوگی

بندے کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہونی چاہئے کہ اس کی زندگی کے سال آخرت میں مہینوں کے اعتبار سے کھولے جائیں گے اور اس کے مہینے دنوں کے اعتبار سے کھولے جائیں گے، ایّام گھنٹوں کے اعتبار سے اور گھنٹے سانسوں کے اعتبار سے، پھر اس کے ہر ہر سانس کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ہر انجام دیئے گئے کام کے لئے اگرچہ وہ حقیر ہی ہو تین اعمال ناموں کے رجسٹر کھولے جائیں گے۔ پہلا سوال ہوگا کہ یہ کام کیوں کیا؟ یہ احکام کے ساتھ آزمائے جانے کا محل ہے، اگر اس سوال سے بچ گیا تو دوسرا اعمال نامہ کھولا جائے گا اور سوال ہوگا کہ یہ کام کیسے کیا؟ یہ علم کے صحیح ہونے کا مطالبہ کرنے کا محل ہے، اگر اس سوال سے بھی محفوظ رہا تو تیسرا اعمال نامہ کھولا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ یہ کام کس کے لئے کیا؟ یہ محلِ اخلاص ہے۔

اگر ان میں سے کسی بھی سوال میں خامی ہوئی تو اس پر ہلاکت کا اندیشہ اور رُسوائی کا ڈر ہے، ہاں اگر کریم ومنّان عَزَّوَجَلَّ اس پر کرم فرمائے تو بچ سکتا ہے اس طرح کہ وہ اس کا حساب کتاب نہ لے بلکہ اپنے کرم سے اسے بچالے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ (پ۱۷، الانبیآء:۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے۔

قرآنِ کریم کی سب سے مُحکم و مجمل آیتِ مبارکہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۠﴿۸﴾ (پ۳۰، الزلزال:۷،۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

منقول ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ قرآنِ کریم کی سب سے مُحکم آیت ہے، نیز یہ مُجمل، مُبہم اور عام بھی ہے۔ چنانچہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب کسی ایسی شے کے متعلق سوال کیا جاتا کہ جس کے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے کہ میرے پاس اس کے متعلق اس جامع آیتِ مبارکہ کے علاوہ دوسری کوئی آیت نہیں ہے یعنی ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ ﴾[1]

فقیہ کی پہچان

(مشہور عربی شاعر) فَرَزْدَق کے دادا حضرت سیِّدُ ناصَعْصَعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سورۃُ النّاس کی جانب سے قرآنِ کریم پڑھنا شروع کیا اور جب اس مقام پر پہنچے تو کہنے لگے: ''میرے لئے یہی کافی ہے، میرے لئے کافی ہے، میں نے خیر اور شر کو پہچان لیا ہے۔'' توشفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ فقیہ بن کر لوٹا ہے۔''[2]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب شرب الناس......الخ، الحدیث: ۲۳۷۱، ص۱۸۵ بتغیر قلیل

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن، الباب الثالث، ج۵، ص۱۲۰

الزھد لابن مبارک، باب ماجاء فی تخویف......الخ، الحدیث: ۸۲، ص۲۸ بتغیر قلیل

ذرے سے مراد

ذرّے سے مُراد باریک غُبار کی وہ جھلّی ہے جو سورج کی شعاعوں میں سوئی کے ناکے کی مثل ظاہر ہوتی ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ جب آپ اپنی ہتھیلی مٹّی پر رکھ کر اٹھالیں تو مٹی میں سے جو چیز آپ کے ہاتھ سے لگ جائے اسے ذرہ کہتے ہیں۔[2]

منقول ہے کہ چار ذرّات آپس میں ملیں تو رائی کے ایک دانے کے برابر ہوتے ہیں اور بعض عُلمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ذرہ جَو کا ایک ہزارواں حصّہ ہوتا ہے۔[3]

اعمال میں سے بعض ایسے ہیں جن کے چھوٹے پن کے باوجود وزن کیا جائے گا اور بعض ایسے ہیں جو انتہائی ہلکا ہونے کے باوجود شُمار کئے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس سے آگاہ فرمایا اور اس سے ڈرایا۔

صاحبِ کتاب کا تبصرہ

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے ابھی جو کچھ ذکر کیا ہے کہ بندہ اپنے عمل سے جنّت میں داخل ہوگا، پس ایسا شخص مَشَقَّت میں مبتلا ہونے والا ہے اور جو یہ گمان کرے کہ وہ بغیر عمل کے جنّت میں داخل ہو جائے گا وہ محض تمنا کرنے والا ہی ہے۔ یعنی اسے چاہئے کہ وہ ہر اس بات پر عمل کرے جو اس پر لازم ہے اور اس کی جانب مت دیکھے، بلکہ اس کی ادائیگی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا رکھے اور امید رکھے کہ وہ اپنے کرم سے اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا اور اس بات سے ڈرے کہ اگر اس نے عدل کیا تو واپس اسے منہ پر دے مارے گا۔ یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے ان صابر بندوں کی مدح وتعریف فرماتا ہے جو اپنے اعمال کی ادائیگی میں اس پر بھروسا رکھتے ہیں تو وہ انہیں اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے ربّ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

---

[1] ……حاشیۃ الصاوی، پ ۳۰، الزلزال، تحت الایۃ ۸، ج ۶، ص ۲۴۰۹

[2] ……تفسیر القرطبی، پ ۳۰، الزلزال، تحت الایۃ ۷۔۸، ج ۱۰، الجزء: ۲۰، ص ۱۰۸

[3] ……حاشیۃ الصاوی، پ ۳۰، الزلزال، تحت الایۃ ۸، ج ۶، ص ۲۴۰۹ بتغیر قلیل

نعمتوں کی زیادتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم

جنّت میں مزید نعمتوں کا حصول اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے ہی ممکن ہے، یعنی آج دنیا میں کسی عمل پر عطا کی گئی جزا کا دائمی ہونا اور اس دائمی جزا کے نتیجے میں عامل کو دائمی زندگی بخشنا صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ مبارکہ نہیں سنے:

﴿1﴾ وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ (پ۲۵، الشوریٰ:۲۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔

﴿2﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ (پ۱۱، یونس:۲۶)
ترجمۂ کنزالایمان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

﴿3﴾ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (پ۲۲، سبا:۳۷)
ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لئے دونا دوں (کئی گنا) صلہ ان کے عمل کا بدلہ۔

﴿4﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ (پ۸، الانعام:۱۳۲)
ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں۔

دوہرا اجر و ثواب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (پ۲۰، القصص:۵۴)
ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں۔

یعنی وہ تازہ نیکی کے ساتھ پُرانی بُرائی کو دور کرتے ہیں۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں دنیا میں دو باتوں کا عامل بنایا یعنی صبر کرنے اور گزشتہ بُرائی کو نئی نیکی سے دور کرنے کا تو انہیں آخرت میں اجر بھی دو عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ اس برائی کو جو ان سے پہلے سرزد ہو چکی تھی اس نیکی سے دور کرتے ہیں جس پر وہ بُرائی کے بعد عمل

کرتے ہیں، اس طرح آنے والی نیکی ان سے گزشتہ گناہ کا عذاب دور کرنے والی ہوجاتی ہے۔

پس مصیبت پر صبر کرنا، صبر کی بہترین صورت ہے اور گزشتہ گناہوں اور کوتاہیوں پر سچّی توبہ کرنا بہترین نیکی ہے۔ گویا کہ انہوں نے دو عمل کئے: ایک تو انہوں نے شہوت پر صبر کیا اور دوسرا توبہ کے ذریعے گزشتہ گناہوں کو دور کر دیا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں دو اجر عطا فرمائے گا، کیونکہ اس نے انہیں دو عملوں کی توفیق بخشی ہے، اس لئے کہ نہ تو صبر اس کی مدد کے بغیر ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی دوسرا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ چنانچہ،

صبر کے متعلق اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (پ۱۴، النحل:۱۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

اور توبہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ (پ۵، النسآء:۹۲) ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کے یہاں توبہ اس کی ہے۔

لہٰذا وہ تمام امور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے متعلق ہوں نہ تو بندے کی مدد سے سرانجام پاتے ہیں اور نہ ہی اس کی جانب رجوع کرنے سے، اگر کسی نے اس طرح کیا تو وہ مُشرِک ہوگا۔ نیکیوں میں سب سے بہتر نیکی یہ ہے کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات کے وقت رَقیبِ حقیقی کا مُراقبہ کیا جائے اور سب سے زیادہ فضیلت والی عبادت یہ ہے کہ حقیقی مُحاسبہ کرنے والے کی خاطر اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے اور محبوبِ حقیقی کی طاعت پر قائم رہا جائے۔

کافروں کی سزا میں تفاوت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت یہی ہے کہ وہ جہنّمیوں میں سے بعض کو بعض سے سرکشی اور فساد میں زیادہ درجات سے نوازے گا۔ پس کافروں کی سزا قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر ذکر کی گئی ہے، چند مقامات درج ذیل ہیں:

{1}......عذاب پر عذاب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ (پ۱۴، النحل:۸۸) ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا۔

یعنی ہم نے ان لوگوں کے عذاب پر ایک عذاب زیادہ کیا جنہوں نے کفر کیا لیکن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ سے لوگوں کو نہ روکا۔

﴿2﴾......بخشش وہدایت سے محرومی

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِیَهۡدِیَهُمۡ طَرِیۡقًا ﴿۱۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللّٰہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔

(پ۶، النسآء: ۱۶۸)

پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے کفر کے سبب ان کی مغفرت فرمائی نہ ان کے ظُلْم کی وجہ سے ان کے لئے راہِ ہدایت روشن فرمائی۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ظُلْم قیامت کے دن تاریکیوں کی صورت میں ہوگا۔''[1]

﴿3﴾......دوہرا عذاب

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ﴿ؕ۱۰﴾ (پ۳۰، البروج: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنّم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

پس اس صورت میں ان پر دو عذاب ہوں گے: ایک جہنّم کا عذاب ان کے توبہ نہ کرنے کے سبب اور دوسرا آگ کا، مومنین کو فتنے میں مبتلا کرنے کے سبب۔

﴿4﴾......دنیا میں عذاب

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامۃ، الحدیث: ۲۴۴۷، ص ۱۹۲

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

(پ۱۰، التوبة: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تعجب نہ آئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں سے ان پر وبال ڈالے اور کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے کہ انہیں ان کے مال اور اولاد کے سبب دنیا میں عذاب دے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ کفر ہی پر مرجائیں تاکہ اس کی وجہ سے آخرت میں بھی انہیں عذاب میں مبتلا کرے۔

ایک قول کے مطابق اس آیتِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں دنیا میں ان کے مال و اولاد پر تعجّب نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہی چاہتا ہے کہ انہیں آخرت میں عذاب دے۔ پس اس نے ان پر جہنّم میں دو قسم کے عذاب جمع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے: پہلا عذاب ان کے مال و اولاد کے سبب اور دوسرا ان کے کفر پر مرنے کے سبب ہوگا۔ لہٰذا جس کافر کے پاس نہ تو کوئی مال ہو اور نہ ہی کوئی اولاد، تو اس پر جہنّم میں صرف ایک ہی عذاب ہوگا۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال و اولاد کو عذاب کا سبب بنایا ہے۔ چنانچہ پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

دخولِ جنت وجہنم میں لوگوں کا مقدم ومؤخر ہونا

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''کافر فقیر اپنے اُس فَقْر کی وجہ سے جس میں وہ دنیا میں مبتلا تھے، امیروں سے پانچ سو سال بعد جہنّم میں داخل ہوں گے، جیسا کہ مومن فقیر امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ مریض، تندرست افراد سے 40 سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں آگے بڑھ کر شہید ہونے والا شخص پیچھے ہٹ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید ہونے والے سے 40 سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ غلام آقاؤں سے 40 سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے اور حضرت سیدنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی سلطنت کی وجہ سے دوسرے اَنْبیائے کِرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۷۹۵۱، ج۳، ص۱۵۳ باختصار

وَالسَّلَام سے 40 سال بعد جنَّت میں داخل ہوں گے۔ [1]

حسرت

کسی شے پر سب سے بڑی حسرت سے مُراد یہ ہے کہ اس کی تلافی نہ ہو سکے، یعنی آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو جن نعمتوں کی زیادتی سے سرفراز کیا جائے آپ ان سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں کیونکہ آپ نے دنیا میں ہی ان نعمتوں کے پائے جانے کے اوقات کو کھو دیا تھا مگر جس شخص نے یہاں دنیا میں اپنے اوقات کو آباد کر کے اپنی حسرت کا تدارُک کر لیا وہاں قیامت کے دن ابدی جزا بھی وہی پائے گا۔

اسے ہی تَغابُن کہتے ہیں۔یعنی عاملین اہلِ باطل کے پاس سے، سبقت لے جانے والے پیچھے رہ جانے والوں کے پاس سے اور نیکی کی جانب جلدی کرنے والے بیٹھے رہنے والوں کے پاس سے اس طرح گزر جائیں گے کہ انہیں احساس تک نہ ہو گا۔ پھر دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہو جانے والا بندہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے گا جبکہ عمل کرنے والا ہمیشہ کے لئے انعامات کی زیادتی پائے گا۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بندے پر آنے والی ہر وہ ساعت جس میں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہ کر سکے اس پر حسرت ہو گی اگرچہ وہ جنَّت میں بھی داخل ہو جائے۔'' [2]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جو اس سے بھی زیادہ سخت ہیں یعنی: ''قیامت کے دن اس سے اس ساعت کے متعلق پوچھ گچھ اور مواخذہ ہو گا۔'' [3]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جنَّت میں داخل ہونے اور اس کی نعمتیں پانے کے بعد حسرت سے مراد جنت میں عاملین کو ملنے والی نعمتوں کی زیادتی سے محرومی ہے جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد دائمی محرومی دائمی حسرت کا باعث بن جائے گی یعنی بندہ دوسروں سے ایک درجہ نقصان میں ہو گا اور پھر اسی نقصان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا، اس کے باوجود اسے نہ تو اس کی کوئی پروا ہو گی اور نہ ہی احساس،

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ١٢٦٥١، ج ١٢، ص ٩٤ بتغیر قلیل وبدون وتدخل الممالیک...... المولی باربعین خریفا

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبۃ اللہ عَزَّوَجَلَّ، فصل فی ادامۃ . . . الخ، الحدیث: ٥١١، ج ١، ص ٣٩٢ بتغیر قلیل

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ٩٥٨٩، ج ٣، ص ٤٢٦

تاکہ اس پر جنّت کی نعمتیں کم نہ ہوں۔ ہر وہ لمحہ اور سانس جو بیداری اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے خالی ہو خالی ساعت اور گھڑی کی طرح ہے۔ البتہ! محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صرف ساعت پر نَص قائم کی اور اس سے کم وقت کا تذکرہ نہ فرمایا، کیونکہ عربوں کے ہاں عام طور پر لفظِ ساعت سب سے قلیل وقت کے لئے بولا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ ذیل کے مُوافق ہو جائے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (پ۸، الاعراف: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

حکمتِ سرکار حکمتِ خداوندی ہے

یہ بات اَظْہَرُ مِنَ الشَّمس ہے کہ جب موت کا وقت آجائے گا تو لوگ ایک سانس کیا، پلک جھپکنے کی بھی دیر نہ کریں گے اور اسی طرح پلک جھپکنے سے پہلے مریں گے نہ ہی ایک سانس کی مقدار پہلے مریں گے۔ پس مذکورہ آیتِ مبارکہ میں ساعت کا ذکر ہے اور اس سے کم وقت کا تذکرہ نہیں، تاکہ کلام لوگوں کی عمومی گفتگو اور عُرف سے خارج نہ ہو اور اس لئے بھی کہ اس سے اِسْتِدْلال کیا جا سکے کہ یہ لفظ قلت میں خود سے کم تر یعنی سانس لینے اور پلک جھپکنے کی مقدار پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے فرمان میں ساعت کا ذکر فرمایا اور اس سے کم تر کا ذکر نہ کیا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکمت اور کلام اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی حکمت اور کلام کے معانی پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات دنوں کے تذکرے میں ساعت اور اس سے کم اوقات بھی شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ (پ۲۹، الحاقۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

ایک قول میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہی وہ دن ہیں اور عَنْقَرِیب یہ خالی ہی گزر جائیں گے، لہٰذا انہیں خود سے جدا ہونے اور اپنے پاس سے گزر جانے سے قبل ہی اعمالِ صالحہ سے بھر دو۔

وقت کے متعلق سلف صالحین کے اقوال

حضرت سیِّدُنا امام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے کہ اے ابنِ آدم! تو مختلف مرحلوں کا مجموعہ ہے، جب بھی تیرے پاس سے دن یا رات گزرتے ہیں تو تیرا ایک مرحلہ ختم ہوجاتا ہے اور جب تیرے تمام مراحل ختم ہوجائیں گے تو تو اپنی منزل یعنی جنَّت یا جہنَّم تک پہنچ جائے گا۔ پس یہ ساعات ہمیں منتقل کرتی ہیں اور دن ہماری زندگیوں کو لپیٹتے یعنی ختم کرتے جاتے ہیں۔

ایک حکیم ودانا شخص سے منقول ہے کہ بندے کی زندگی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک کشتی میں بیٹھا ہو اور وہ کشتی (اپنی منزل کی جانب) رواں دواں ہو۔ اسی طرح بندہ بھی ہر لمحہ قیامت کے قریب ہوتا جارہا ہے لیکن وہ اس بات سے غافل ہے۔

منقول ہے کہ بندے پر دن اور رات کی تمام ساعتیں پیش کی جاتی ہیں تو وہ ان ساعتوں کو صف دَر صف چوبیس ۲۴ خزانے (الماریاں) خیال کرتا ہے اور پاتا ہے کہ ہر خزانے میں نعمت ولذّت اور عطا وجزا ہے، جب وہ دنیا کی ساعتوں میں اپنی نیکیاں ان خزانوں میں بطورِ امانت رکھے گا تو کل بروزِ قیامت انہیں پاکر خوش ہوگا اور ان پر رشک کرے گا، مگر جب دنیا کی کوئی ساعت گزر جائے اور اس ساعت میں اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہ کیا تو آخرت میں اس ساعت کے خزانے کو خالی پائے گا کہ اس میں کوئی عطا ہوگی نہ کوئی جزا۔ پس اسے بہت برا لگے گا اور اس پر حسرت کرے گا کہ وہ ساعت اس سے کیسے فوت ہوگئی کہ اس نے اس میں کوئی شے ذخیرہ نہ کی؟ تاکہ اس کی جزا بھی ذخیرہ شُدہ پاتا اور پھر اس کے دل میں رضا وسکون القا کیا جاتا۔

اگر بندہ نیکی کے کاموں میں سے مُسْتَحَب اور فضیلت والے بہت سے کاموں کے فوت ہوجانے پر حسرت کرے گا تو ان کاموں کو جلدی جلدی سرانجام نہ دینے کی بنا پر بھی اس کی حسرتیں کئی گنا ہوجائیں گی۔ لہٰذا اس شخص کی حالت کیسی ہوگی جس کے اوقات بُرائیوں میں مگن ہوکر ضائع ہوگئے ہوں اور جس کے خسارے ونقصانات بڑھ گئے ہوں۔ پس جو بندہ عمر بھر حلال ومُباح کاموں میں مصروف رہے اور وہ کام بھی اس کے درجات میں کمی کا باعث بن سکتے ہوں تو اس شخص کی کیفیت کیسی ہوگی جو صرف گناہوں میں مَشغول رہا ہو؟ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی پاک ہے۔ معاملہ کتنا

پُرخطَر اور دُشوار ہوگا اور اس کا مُشاہدہ کرنے والے تو بہت کم ہیں لیکن باطل لوگ بہت زیادہ غافل ہیں۔ ①

بعض عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں فرض کریں اگر گناہ گار کو معاف بھی کر دیا جائے تو کیا اس نے نیک لوگوں کے اجر و ثواب کو فوت نہیں کر دیا؟ ②

مقامِ علیین والوں پر رشک

ایک روایت میں ہے کہ بعض جنّتی جنت کی نعمتوں میں مگن ہوں گے کہ اچانک ان کے اوپر ایک نور روشن ہوگا جس سے ان کے گھر روشن ہو جائیں گے جیسا کہ دنیا والوں پر سورج روشن ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے اوپر مقامِ عِلِّیِّین پر رہنے والے لوگ دیکھیں گے۔ وہ انہیں ایسے دکھائی دیں گے جیسے آسمان کے اُفُق میں چمکنے والا کوئی ستارہ ہو، مقامِ عِلِّیِّین پر بسنے والوں کو اُن پر نعمتوں اور انوار و جمال میں اسی طرح فضیلت حاصل ہوگی جیسے چاند کو دوسرے ستاروں پر حاصل ہے، وہ انہیں دیکھیں گے کہ وہ مقامِ نجابت پر اڑ رہے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرنے کے علاوہ ربِّ ذوالجلال وَالاِکرام کے دیدار کا بھی شَرَف حاصل کر رہے ہیں۔ پس یہ نیچے والے جنّتی انہیں پکاریں گے: ''اے ہمارے بھائیو! تم نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا، ہم بھی ویسے ہی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے تم پڑھتے تھے اور ہم بھی تمہاری طرح ہی روزے رکھا کرتے تھے، تو پھر تمہیں ہم پر کس وجہ سے فضیلت دی گئی؟'' فرماتے ہیں کہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ندا آئے گی کہ ''وہ اس وقت بھوکے رہا کرتے تھے جب تم پیٹ بھر کر کھاتے، جب تم خوب سیر ہو کر پیتے تو وہ پیاسے رہا کرتے، جس وقت تم لباسِ دنیا میں مَلبوس تھے یہ اس لباس سے عاری رہے، تم ہنسا کرتے تو یہ رویا کرتے، تم سویا کرتے اور یہ قیام کیا کرتے، تم سب بے خوف تھے اور یہ ڈرا کرتے تھے، پس اس وجہ سے انہیں تم پر فضیلت دی گئی ہے۔'' ③

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

① ......مفتاح الافکار للتاهب لدار القرار، الموعظة، ج ۱، ص ۲۰

② ......ذم الهوی لابن جوزی، الباب الرابع والعشرون، فصل عواقب المعاصی، ص ۱۴۹

③ ......البحر المدید، پ ۲۱، السجدة، تحت الایة ۱۶، ج ۵، ص ۵۶

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

(پ ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

اور ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جنّتیوں میں سے اکثر کم عقل ہوں گے جبکہ مقامِ عِلِّیّین پر بسنے والے سب عقل مند ہوں گے۔''[1]

مقربین اہلِ یقین کے مراقبہ کا پانچواں مقام

غفلت سے نصیحت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق کو ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿ۙ۹۹﴾ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَكۡتُ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے ربّ مجھے واپس پھیر دیجئے۔ شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔

تو اسے یہی جواب دیا جائے گا کہ اب ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور اس قول کو مزید پختہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے۔

نیز مومنین کو بڑے واضح انداز میں ایسی حالت اپنانے سے منع فرمایا کہ جو ایسا کرے گا نقصان میں ہو گا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۚ (پ۲۸، المنافقون: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللّٰہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۷۷۳ سلامۃ بن روح، ج ۴، ص ۳۲۹

احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقاسین بمثال محسوس، ج ۳، ص ۲۸

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طاعت سے تمہیں تمہارے اموال واولاد کہیں غافل نہ کردیں۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۸، المنافقون: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

یعنی جو دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہیں وہی آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہوں گے کیونکہ انہوں نے رِزق دینے والے خالق پر مال واولاد کو ترجیح دی۔ اس کے بعد انہیں جو رزق دیا ہے اسے خرچ کرنے کا حکم دیا اور اس کا تذکرہ ایمان کے ساتھ ملا کر کیا اور اس بات کی خبر دی کہ اس نے ہم انسانوں کو ہماری آزمائش کی خاطر اپنی سلطنت میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ (پ۲۷، الحدید: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا۔

غافلین وعاملین میں فرق

پس غافلین نے نصف کلام سنا اور صرف ایمان لائے اور خرچ نہ کیا لیکن عاملین نے پورا کلام سنا اور ایمان لانے کے ساتھ ساتھ خرچ بھی کیا اور یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾ (پ۲۸، المنافقون: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے ربّ تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے کہ یہ آیتِ مبارکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے والوں پر بہت سخت ہے کیونکہ کوئی بھی یہ تمنّا نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس اس کے لئے جو خیر و بھلائی

ہے وہ اس سے پیچھے رہ جائے۔ ①

ایامِ دنیا کے فوت ہو جانے پر حسرت

حسرت سب سے بڑی ندامت ہے اور یہ کسی ایسی شے کے فوت ہو جانے کو کہتے ہیں جس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ (پ۲۴، الزمر: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی طرف رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھو۔

مُراد یہ ہے کہ اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ اور توبہ کرلو، اس کے فرمانبردار بن جاؤ اور اپنے دل اور جان و مال اس کی طاعت وعبادت میں لگا دو۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۲۴، الزمر: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی پیروی کرو جو اچھّی سے اچھّی تمہارے ربّ سے تمہاری طرف اتاری گئی۔

مطلب یہ کہ فضیلت والے اعمال کی پیروی کرو کہ یہی سب سے بہتر رخصتیں اور مُباح کام ہیں مثلاً زُہد، وَرَع اور خوف ویقین۔ پس یہی وہ بہترین اُمور ہیں جو ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ہماری جانب نازل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ (پ۲۴، الزمر: ۵۶تا۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بے شک میں ہنسی بنایا کرتا تھا۔ یا کہے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈر والوں میں ہوتا۔ یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے کہ میں نیکیاں کروں۔

---

① ......تفسیر القرطبی، پ۲۸، المنافقون، تحت الآیۃ ۱۰، ج۹، الجزء الثامن عشر، ص۹۹

یعنی آخرت میں ملنے والی جزا کے فوت ہو جانے پر لوگ حسرت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ یہاں مراد ایّامِ دنیا میں فوت ہو جانے والا حصّہ ہے اور بروزِ قیامت واپسی کی تمنّا سے مُراد یہ ہے کہ اگر دوسری مرتبہ دنیا کی جانب پلٹنا ہوتا تو یقیناً نیکیاں کرتا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق کو خبردار کرتے اور ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَاۙ (پ۷، الانعام: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی بولے ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی۔

یعنی ہمیں دنیا میں اپنے وقت کو برباد کرنے پر اور آخرت میں اجر و ثواب سے محروم ہو جانے پر افسوس و نَدامت ہے۔ [1] اور ایک روایت میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''کسی کو بھی حسرت و ندامت کے بغیر موت نہ آئے گی، اگر گناہ گار ہو گا تو اس کی حسرت اس وجہ سے ہو گی کہ اچھے اعمال کیوں نہ کئے؟ اور اگر نیکوکار ہو گا تو افسوس کرے گا کہ زیادہ نیک اعمال کیوں نہ کئے؟'' [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ سلامتی و نَجات کے دو گروہ بنائے ہیں، جن میں سے بعض بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں، جبکہ ہلاکت و بُربادی والے افراد کا صرف ایک ہی درجہ ہے۔ البتہ! ان میں سے بھی بعض بعض سے پستی میں ہیں۔ لہٰذا جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ہو گا وہ اس حسرت میں مبتلا ہوں گے کہ وہ دائیں ہاتھ والوں میں کیونکر نہ ہوئے؟ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌۙ (۳۸) اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِؕ (۳۹) (پ۲۹، المدثر: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔ مگر دہنی طرف والے۔

اور دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جانے والے اس حسرت میں مبتلا ہوں گے کہ وہ مُقرَّبین میں سے کیونکر نہیں ہیں؟ اور پھر مُقرَّبین میں سے صالحین اس حسرت میں مبتلا ہوں گے کہ وہ شُہَدا میں کیوں شامل نہیں ہیں؟ اور شُہَدا چاہتے ہوں گے کہ کاش وہ مقامِ صِدّیقین پر فائز ہوتے۔

---

[1] ......تفسیر الطبری، پ۷، الانعام، تحت الآیۃ ۳۱، ج۵، ص۱۷۷

[2] ......تفسیر القرطبی، پ۲۸، التغابن، تحت الآیۃ ۹، ج۹، الجزء الثامن عشر، ص۱۰۵ بتغیر قلیل

الغرض یہ دن حسرت کا ہوگا جس سے غافلین کو ڈرایا گیا ہے، پس جو لوگ آج یہاں مُردہ ہیں تو کل وہاں ان کی حالت کیسی ہوگی؟ ان کے پاس تو کوئی نیکی نہ ہوگی بلکہ ان کے لئے تو صرف ڈر اور نصیحت ہے۔ چنانچہ،

اس کے متعلق چند فرامینِ باری تعالیٰ ذیل میں مذکور ہیں:

﴿1﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ (پ۱۶، مریم:۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں۔

﴿2﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا (پ۲۳، یٰس:۷۰)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو۔

﴿3﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ (پ۳۰، النازعات:۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔

﴿4﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ (پ۲۲، یٰس:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تم تو اسی کو ڈر سناتے ہو جو نصیحت پر چلے اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے۔

﴿5﴾ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾ (پ۲۶، قٓ:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

مُراد یہ ہے کہ تیری آنکھ جو تو نے آگے بھیجا ہے اسے دیکھ رہی ہوگی۔ ایک قول میں ہے کہ تیری آنکھ ترازو کی نوک دیکھ رہی ہوگی اور اعمال نامے کی کمی سے ڈر رہی ہوگی۔

﴿6﴾ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ (پ۲۶، قٓ:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ۔

مطلب یہ ہے کہ موت کا ان کی جانب جلدی جلدی بڑھنا حق ہے، خواہ وہ ان کے مُوافق ہو یا مخالف۔

﴿7﴾ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ (پ۱۷، الانبیآء:۱۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا۔

﴿8﴾ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ۙ (پ۱۱، یونس:۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: جن پر تیرے ربّ کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔

یعنی جب ان پر رب کا حکم لازم ہو چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے تو اب باقی ہر حکم خود بخود ساقط ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ اعمال کے خاتموں کا وزن کیا جائے گا۔ [1] اور اعمال کا خاتمہ بھی ان کی ابتدا جیسا ہی ہوگا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ضائع ہو جانے والا ہے۔

﴿9﴾ وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ (پ۸، الاعراف:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے۔

﴿10﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ (پ۸، الانعام:۱۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور پوری ہے تیرے ربّ کی بات سچ اور انصاف میں۔

یعنی سچ اس کے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے لئے ہے اور انصاف اس کے دشمنوں کے لئے ہے۔

﴿11﴾ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ (پ۸، الاعراف:۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: سُن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

مُقَرَّبین کے مُشاہَدے کا چھٹا مَقام

مومنین کے اوصاف

نیکی کے کام ایمان کے ثمرات ہیں اور اعمالِ صالح یقین کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ لَہْو ولَعِب شک کے مُتَقاضی ہوتے ہیں۔ سننا و دیکھنا مُتَّقین کے اوصاف ہیں جبکہ اندھا و بہرا ہونا شک کی صِفتیں ہیں۔ یہ تمام مَعانی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں جمع ہیں:

قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱، البقرۃ:۹۳) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیتِ مبارکہ دلالت کر رہی ہے کہ ایمان مومنین کو نیکی و تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ جس کی خبر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے یقین رکھنے والوں کو دی تو انہوں نے سنا اور دیکھا پھر نیک عمل کو پا لیا۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی اس کیفیت کا اظہار قرآنِ کریم میں کچھ یوں فرمایا:

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الرابع، البحث الثالث، ج ۱، ص ۱۷۱

رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَ سَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (پ۲۱،السجدۃ:۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے ربّ اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔

غافلین کے اوصاف

اور لَہو ولَعِب میں مبتلا افراد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ (پ۲۵،الدخان:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

اس کے بعد عدمِ یقین کی وجہ سے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا كَانُوۡا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ السَّمۡعَ وَ مَا كَانُوۡا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾ (پ۱۲،ھود:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے۔

کیونکہ وہ اہلِ یقین میں سے نہ تھے اور جب ان کے پاس یقین کی دولت آئی یعنی انہیں دیکھنے وسمجھنے کی قوت ملی تو انہوں نے دیکھا اور سنا بھی، پس کہنے لگے:

وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰۤی اَتٰىنَا الۡیَقِیۡنُ ﴿۴۷﴾ (پ۲۹،المدثر:۴۶،۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

اور جب یقین کی دولت سے مالا مال ہوئے تو ان کی سماعت وبصارت کی شِدّت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَ اَبۡصِرۡ ۙ یَوۡمَ یَاۡتُوۡنَنَا (پ۱۶،مریم:۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔

مُراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انہوں نے ہمارے پاس حاضر ہو کر جزا وسزا کو دیکھ لیا تو وہ کس قدر سننے اور دیکھنے والے ہو گئے۔ یہ قول صفت میں مُبالغہ بیان کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ عام طور پر کہتے ہیں: ﴿اَكۡرِمۡ وَ اَعۡظِمۡ بِهٖ﴾ ''یعنی وہ کس قدر عزّت وعظمت والا ہے!'' اسی طرح جب قیامت کے دن یقین کی حالت میں تم بارگاہِ رَبوبیّت میں حاضر ہو گے تو وہ کچھ سنو گے جو اس سے قبل نہ سنا ہو گا اور وہ کچھ دیکھو گے جو اس سے قبل نہ دیکھا ہو گا۔

قربِ خداوندی کے حصول کے اسباب

تمہاری بیویوں نے تمہیں مشغول رکھا جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری خاطر پیدا فرمایا تھا اور ان اشکال و اشباہ میں مصروف رہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر فرمائی تھیں، پس تم نے انہیں معبود بناڈالا اور انہی کے پاس براجمان ہو کر رہ گئے، اگر ان سب سے فرار ہو کر بارگاہِ ربوبیّت میں حاضر ہو جاتے تو تمہارا یہ فرار ہونا ایک بہتر جائے پناہ کی طرف ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تمہیں اپنے ہاں ایک بہترین جائے پناہ عطا فرماتا۔ حالانکہ اس نے تمہیں ان سب سے راہِ فرار اختیار کر کے اپنی بارگاہ میں حاضر رہنے کا حکم دیا تھا کاش تم یہ حکم قبول کر لیتے، اس نے تمہیں ان اشیاء کو معبود بنانے سے منع کیا تھا، کاش! تم نے اس کا یہ حکم سنا ہوتا۔ اس نے تمہارے لئے ڈر کو واضح کر دیا تھا، کاش! تم نے سمجھا ہوتا، اس نے تمہاری بیویوں کو اپنے ذکر کا ذریعہ وسبب بنایا تھا، کاش! تم یہ پہچان جاتے اور اس نے تمہاری بیویوں کو اپنی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ بھی بنایا تھا، کاش! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کی پیروی کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری ان بیویوں کو اپنی بارگاہ کا شوق دلانے کا باعث بنایا تھا، کاش! تم اس کے قرب کو محبوب رکھتے۔ کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔

ہر شے کے جوڑے سے مُراد اس کا ہم مثل اور ہم شکل ہے تا کہ تم اس کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا کرو اور انہیں دیکھ کر بارگاہِ ربوبیّت کے مشتاق رہو۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِؕ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو۔

یعنی زاہد بن کر ان سے بارگاہِ ربوبیت کی جانب راہِ فرار اختیار کرو اور پھر مزید ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَؕ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بناؤ اور نہ ہی مرتبۂ اُلوہیّت میں کسی کو اس کا شریک بناؤ۔ پس مُقرَّبین نے دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہوئے اس پیغام کو سنا اور سمجھا، لہٰذا جب وہ ان کے پاس ہوتے ہیں تو صرف اپنے

ربّ عَزَّوَجَلَّ ہی کو پکارتے ہیں۔جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں۔

(پ۷،الانعام:۳۶)

بندے کی بدبختی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ (پ۲۵،الشوری:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے۔

وہ شخص کیسے سن سکتا ہے جسے دور سے پُکارا جائے؟ اور جس کے دل پر لگا ہوا قُفل ہی اس کا نگران ہو تو وہ کیسے دیکھ سکتا ہے؟ اور جو سن نہ سکے وہ جواب کیسے دے گا؟ اور جو دیکھ نہ سکے وہ مُشاہدہ کیسے کرے گا؟

محبت اندھا و بہرا کر دیتی ہے

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''کسی شے سے تیرا مَحبَّت کرنا تجھے اندھا و بہرا کر دیتا ہے۔''[1] پس نفسانی خواہش بندے کو حق بات دیکھنے سے اندھا بنا دیتی ہے اور شہوت نصیحت اور سچائی سننے سے بہرا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اگر آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنا محبوب بنالیا تو آپ کی نگاہیں صرف اسی کی جانب لگی رہیں گی اور اس کے ماسوا کو دیکھنے سے اندھی ہو جائیں گی اور اگر آپ اس کی بارگاہ کی جانب ہمہ تَن گوش رہیں گے تو اس کا کلام سننے کا شَرف حاصل کرلیں گے اور اگر سماعتِ کلام کا شَرف پالیا تو پھر غیرُ اللہ کے کلام سے آپ کے کان بہرے ہو جائیں گے اور (زہے نصیب) اگر وہ بھی آپ کو پسند کرلے تو وہ آپ کی سماعت و بصارت، دست و قلب اور حامی و ناصر بن جائے گا۔ آپ اسے پکاریں گے تو وہ آپ کو جواب دے گا، اس سے سوال کریں گے وہ عطا کرے گا، آپ اس کی خاطر اخلاص کا اظہار کریں گے تو وہ آپ کو خُلوص کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔ ایک

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الھوی، الحدیث: ۵۱۳۰، ص۱۵۹۸

روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

الغرض اپنے آپ سے غافل ہو کر اس کی عبادت میں مصروف ہو جائیں اور خود کو اس کی خاطر ہر شے سے فارغ و خالی کر لیں، اس طرح آپ اسی کا کلام سنیں گے، اسی کی جانب دیکھیں گے، اسی کے سامنے حرکات وسکنات سر انجام دیں گے اور اپنے نفس، خواہش، شہوت اور دنیا کے لئے کوئی کام نہ کریں گے۔ پس محبت میں یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا بدل جاتا ہے لیکن محبوب اپنی حالت پر رہتا ہے۔

بندے کی حالتِ عین الیقین

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بندہ جب عینُ الْیَقِین کے مقام پر فائز ہو اور ظنی یقین سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو اور اس نے ہماری ذکر کردہ باتیں بھی سن رکھی ہوں یعنی وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے اور اسے اس کی تلافی کا موقع بھی نہیں مل پا رہا تو یہ فوت شُدہ وقت پر حُزْن ومَلال اسے وقت کی قدر کرنے میں مشغول رکھے گا تاکہ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی وقت کے فوت ہونے پر اسے نادم نہ ہونا پڑے اور پہلے کی طرح دوسری مرتبہ بھی وقت کے ضِیاع پر اسے پھر حُزْن وندامت کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی حالت و کیفیت میں ایسے اوصاف پیدا ہونے دے جن پر اسے نَدامت ہو؟ مثلاً برے اعمال کرنے لگے یا ایسے کام کرے جن کا انجام قابلِ تعریف نہ ہو اور اس کی وجہ سے آخرت میں رشک نہ ہو۔

بڑھاپے میں عبادت کی مثال

جو شخص اپنی غفلت کے آخری لمحات میں بیدار ہو اس کی مثال اس بندے جیسی ہے جس پر کوئی کام دن کے اوقات میں پایۂ تکمیل تک پہنچانا لازم وضَروری ہو لیکن وہ غفلت یا نیند کی وجہ سے اس کام کو بھول جائے اور پھر عصر کے بعد اس کی تکمیل کا ہوش آئے، اب دن کے باقی حصّے میں اس کی حرص، کام میں جلد بازی اور تیزی کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ دن کے ابتدائی حصّے میں جو کام کرنے سے رہ گیا اس تھوڑے سے وقت میں مکمل کر لے، اب اس کی خواہش ہے کہ اس کا وقت رات تک وسیع ہو جائے اور کئی گنا بڑھ جائے یا اسے دن کے ابتدائی حصّے کی جانب لوٹا دیا جائے تاکہ وہ رہ جانے والے کام کی تکمیل کر سکے۔

یہی حال اس توبہ کرنے والے کا ہے جو اپنی نیند سے بیدار ہونے والا ہو، مگر اب اس کے لئے یہ معاملہ موت کے بعد ہی ظاہر ہوگا کہ جب وہ اوقات کے ضائع ہونے کو دیکھ لے گا اور فوت شُدہ کی تَلافی نہ کرسکنے کا اسے یقین ہو جائے گا۔ پس یہی وقت سب سے بڑی نَدامت کا ہوگا اور اس وقت ہی سب سے بڑی حسرت ہوگی۔

اربابِ عقل و دانش کے لئے نصیحت

اہلِ یقین، اربابِ عقل و دانش کے نزدیک احتیاط اس بات میں ہے کہ بندہ باقی ماندہ تھوڑی سی عمر میں تیزی سے عمل کرنے لگے کیونکہ مستقبل میں بھی ماضی کی مثل وقت برباد کرنے میں مصروف رہنا ایک دوسرا ضیاع ہوگا اور اس لئے بھی کہ وہ وقت تو بس آنے والا ہی ہے۔ پس اس بیدار مغز کی حرص اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر وقت اور ساعت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصّہ ہو اور وہ اپنے اعمال کی ساعتوں کے ہر خزانے میں تھوڑی تھوڑی اشیاء ودیعت رکھتا جائے تاکہ کل اپنے خزانوں کو خالی نہ دیکھے اور نہ ہی وہ ان کے خالی ہونے پر حسرت میں مبتلا ہو۔

یہ اہلِ رجا کا طریقہ ہے جو اعمال کی زیادتی کی تمنّا رکھتے ہیں اور اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی اچھے طریقے سے عبادت کرنے میں ساری زندگی گزارنے میں رغبت رکھتے ہیں اور یہی صحیح توبہ کرنے والے کا مقام ہے تاکہ وہ گزشتہ غفلت میں گزرے ہوئے اوقات کا تَدارُک نئے اوقات سے کر سکے۔ چنانچہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک احتیاط یہی ہے، یعنی اگر معاملہ حد درجہ سخت ہو جیسا کہ پیدا ہوا تھا تو وہ اپنی اس مشکل سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حسنِ توفیق کے ساتھ ہی محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر معاملہ آسان ہو جیسا کہ لوگ امید رکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ جان لیں اعمال وفضائل کے اپنے اپنے درجات ومقامات ہیں۔

اہلِ یقین کے مشاہدے کا ساتواں مقام

وقت کی تلافی

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جان لیجئے کہ ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اوقات کی تَلافی ان کے فوت ہوجانے کا ڈر اور اندیشہ ہے تو اس سے مُراد یہ نہیں کہ بندہ ایک کے بجائے دوسرے

مقام کی تمنّا کرنے لگے اور نہ ہی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے وقت کا انتظار کرتا رہے کہ اس طرح تو وہ درحقیقت وقت کی فکر میں مبتلا ہوجائے گا۔ نیز اوقات کی تلافی سے یہ بھی مراد نہیں کہ اپنی موجودہ حالت کو چھوڑ کر کسی دوسری حالت کی توقع رکھنے لگے بلکہ وقت کی تلافی وتَدارُک سے مراد ہے:

- ......دن میں روزہ رکھنا
- ......رات کے وقت قیام کرنا
- ......ہر ساعت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا
- ......دل کے مُتَفَرِّق خیالات کو جمع کرنا
- ......دل میں پیدا ہونے والے اثرات ختم کرنا

نیز اس سے یہ اُمور بھی مراد ہیں:

- ......آنکھیں جھکائے رکھنا
- ......کانوں کی حفاظت کرنا
- ......ہاتھوں کو روکے رکھنا
- ......پاؤں کو قابو میں رکھنا
- ......گھٹیا باتیں کرنے سے خاموش رہنا
- ......شہوت پیدا کرنے والا لقمہ چھوڑ دینا
- ......خوراک میں کمی کرنا
- ......بھوک کی زیادتی کرنا
- ......نیکی کا حکم دینا
- ......بُرائی سے منع کرنا
- ......اچھی نیّت کرنا
- ......بُری نیّت سے بچنا
- ......نئے سرے سے توبہ کرنا
- ......دل کو فکر میں مبتلا رکھنا اور بدگمانی سے نکالنا
- ......حسنِ ظن کا عقیدہ اپنانا
- ......ثابت قدمی واِسْتِقامَت اختیار کرنا
- ......نیکی وتقویٰ کے اُمور پر تَعاوُن کرنا
- ......اور مقصود میں عزم کا صحیح ہونا اور عزم کو قوی کرنے والے اسباب اختیار کرنا۔

بندے کو چاہئے کہ مذکورہ تمام امور فوراً اور اسی حالت میں کرنے لگے، ٹال مَٹول سے کام لے نہ کسی کا انتظار کرے اور نہ ہی کسی دوسرے وقت کی توقع رکھے، نہ اس کام کو ایک وقت سے دوسرے وقت تک مؤخر کرے اور نہ ہی ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اس پر عمل پیرا ہونے کا انتظار کرے۔ کیونکہ اسی طرح فوت شُدہ اوقات کا تَدارُک اور ان

کی تلافی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اسے جو وقت مُیَسَّر ہے اس کے فوت ہو جانے کے اندیشہ کی وجہ سے اسے ہی غنیمت جانے، ورنہ ٹال مٹول اور امیدیں ہی رہ جائیں گی یا پھر انتظار وتَراخی رہ جائیں گے جو شیطان کے لشکر ہیں اور جن سے وہ سالکینِ طریقت کی راہیں بند کر دیتا ہے۔

یہ دھوکے وفریب میں مبتلا افراد کا مقام اور ان اہلِ باطل کا حال ہے جنہوں نے خود کو اپنے نفس کے سپُرد کر دیا اور پھر نفس کو اپنی خواہشات کی تکمیل کرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا، نہ تو انہوں نے اپنی موجودہ حالت میں وقت کے ضِیاع کی تلافی کی اور نہ ہی انہوں نے اپنے کل کے لئے کچھ تیاری کی۔ پس وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھول چکے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔

جو بیت گیا سو بیت گیا

وقت بیت جائے تو معدوم ہو جاتا ہے، اب وہ قیامت تک نہ پایا جائے گا اور ہر وہ ساعت جو گزر جائے لپیٹ دی جاتی ہے اور پھر یومُ النُّشور تک دوبارہ نہیں کھلے گی۔ البتہ! اس کی مثل اور اس کے مشابہ ساعتیں ضرور پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جب بندے کو یہ یقین ہو جائے تو وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ساری عمر ایک دن اور اس کا پورا دن ایک ساعت ہے اور اس کی کل ساعتیں اس کا موجودہ وقت ہیں اور اس کا وقت ہی اس کی حالت ہے اور اس کا حال ہی اس کا دل ہے، پس وہ اپنے حال سے اپنے دل کی خاطر کوئی ایسی شے لے جو اسے عمل کے ختم ہونے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دے۔ لہٰذا وہ اس شے پر عمل کرے جس کے افضل ہونے کے متعلق اس کا علم اس کی راہنمائی کرے اور اس کا پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ جسے مُسْتَحْسَن جانے۔ نیز اس کا شمار ان اعمال میں سے ہو کہ اگر اچانک اس پر موت آجائے تو اس کا خاتمہ اسی حالت پر ہو اور اسی عمل کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

اس کے بعد بندے کو چاہئے:

- ......اپنے وقت سے اپنے حال کے لئے وہ کچھ لے جو اس کے دل کے لئے مفید ہو اور اس کے دل کی تَقْوِیَت کا باعث ہو، نیز اسے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص کر دے۔
- ......اپنی ساعات سے وقت کیلئے اس قدر لے جس کی وجہ سے اس کا حال اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مُزَیَّن ہو جائے۔

……اپنے دن سے اپنی ساعات کے لئے اس قدر لے جس میں اس کی اصلاح ہو اور جس کی اسے ضرورت ہو۔

……مہینے سے دن کے لئے اس قدر لے کہ اس کا مہینہ دن بن جائے اور اس کا دن ساعت بن جائے۔

پس جس بندے کا وقت اسے ساعتوں سے اور اس کا حال وقت سے غافل کر دے تو وہ ان اوصاف کی بنا پر

……اپنے وقت کا خیال رکھنے والا ……اپنی حالت کی حفاظت کرنے والا ……نفس کی نگرانی کرنے والا

……فکروں کو مجتمع رکھنے والا ……سانسوں کو شمار کرنے والا ……اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مُراقبہ کرنے والا

……اور اپنے حبیبِ حقیقی کی مجلس میں بیٹھنے والا ہو جائے گا اور اس کا کوئی بھی سانس کسی چھوٹے سے پل میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کرنے، اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے، دنیا کی محبت پر صبر کرنے یا مصیبت پر راضی رہنے سے خالی نہ گزرے گا۔

ابدالوں کی حالت

بندہ مذکورہ تمام حالتوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھنے والا، اس کا کلام غور سے سننے والا اور حبیب کی جانب سفر کرنے والا شمار ہوتا ہے، وہ اس کے علاوہ کسی کو دیکھتا ہے نہ کسی کے ہاں بسیرا کرتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تمام عمر کو دن، دن کو ساعت اور ساعت کو وقت، وقت کو حال اور حال کو نفس اور نفس کو مُراقبہ بنا دیا ہے۔ چونکہ مُراقبہ کے لئے تَوَجُّہ ضَروری ہوتی ہے، پس جب بھی کوئی اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو پھر کبھی بھی اس سے منہ نہیں موڑتا اور جسے اس کے قُرب میں چلنے کا شَرَف مل جاتا ہے تو پھر کبھی بھی سُستی کا شکار نہیں ہوتا اور یہ سب کچھ بندے کے ایمان میں زیادتی اور یقین کی تازگی کے باعث بنتا ہے۔ اسے حساب و کتاب کے بغیر ایک پاکیزہ زندگی دی جاتی ہے، اس کے لئے اس کے دل سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں، پس معرفت ہی اس کا مقام ٹھہرتا ہے لیکن اس مقام پر اس کے ایام کم پڑ جاتے ہیں، اس کا کل وقت وَحْدَہٗ لَاشَرِیک کے لئے ایک ہی وقت بن جاتا ہے اور اس کا دل بھی ایک خدا کے لئے ایک ہو جاتا ہے اور اس کے خیالات یکتا و منفرد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے یکجا ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ابدالوں کا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کی مثل ہوتے ہیں ان کی تعداد اہلِ یقین میں بہت کم ہوتی ہے مگر یقین میں سے ان کا حصّہ بہت زیادہ ہوتا ہے، یہی مُقَرَّبِین وصِدِّیقین ہیں۔

صاحب کتاب کی نصیحت

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہماری بیان کردہ مذکورہ باتوں کی حقیقت سے جو بھی یقینی طور پر آگاہ ہوگا اس کا شمار صالحین میں ہوگا اور جو ان تمام باتوں پر سچے دل سے ایمان لے آئے اور تصدیق کا اہل ہونے کی وجہ سے ذرہ بھر شک نہ کرے تو وہ اہلِ یقین میں سے ہے اور جو اس بات کی گواہی دے جو اس کے لئے زیادتی کا باعث ہو تو وہ مُشاہدہ کرنے والوں میں سے ہے۔

مقامِ توبہ وعلم پر فائز لوگ

مذکورہ تمام باتیں یعنی مومنین کا مُراقبہ اور مُقرّبین کا مشاہدہ وغیرہ، ان سب کا اِدْراک دو۲ مَقامات کے جاننے سے ہوسکتا ہے۔ جو بندہ ان دونوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر فائز ہو تو اس کے لئے توبہ میں اِسْتِقامت اور علم پر عمل جیسے دونوں اوصاف جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ پس جس کا مقام، توبہ اور حالت، استقامت ہو تو اسے مُحِبِّین کے درجات پر فائز کر دیا جاتا ہے اور جس کا مقام علم ہو اور حالت اس علم پر عمل کرنا ہو تو اس کے لئے خائفین کے اوصاف متحقق ہوتے ہیں۔

یہ دونوں حالتیں اس عارف کی ہیں جس کا وِجْدان دائمی ہو اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری کی وجہ سے قُربِ مشاہدہ کی دولت نصیب ہو، پس اس کی سانسیں اور لمحے نیکیاں، اس کے تَصَرُّفات اور آثارِ حَسَنات اور اس کے افکار واذکار مشاہدات پر مبنی ہیں، گویا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور بیدار ہے۔ پس دائمی وجد میں رہنے والے عارف کے یہی اوصاف ہیں۔

طبقۂ اَصْفِیاء میں سے کسی کے متعلق مروی ہے کہ وہ اہلِ مُراقبہ میں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر گوشہ نشین ہو جانے والے ایک بُزُرگ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جو نعمتیں مجھ پر ہیں ان کی ایک نوع کو شمار کیا تو وہ چوبیس۲۴ ہزار نعمتوں پر مشتمل تھی۔'' میں نے عرض کی: ''وہ کیسے؟'' تو انہوں نے بتایا: ''میں نے ایک دن اور رات میں اپنے سانسوں کو شمار کیا تو پایا کہ یہ چوبیس۲۴ ہزار ہیں اور کہا جاتا ہے کہ لمحات سانسوں سے بھی دوگنے ہوتے ہیں،

کیونکہ ہر سانس دو لمحوں پر مشتمل ہوتا ہے اور میں نے سنا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانب وحی فرمائی کہ میری تجھ پر جو نعمتیں ہیں تو ان کا شکر کیسے ادا کرے گا حالانکہ ہر بال میں میری دو نعمتیں ہیں یعنی جڑ کو نرم بنایا تو سرے کو ساکن۔''

کبریتِ احمر

عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اَمیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ بندے کی باقی ماندہ عمر کے علاوہ کِبْرِیتِ اَحْمَر سے بڑھ کر کوئی شے عزّت والی نہیں اور مزید فرماتے ہیں کہ نبی یا صدیق کے علاوہ کوئی بھی اپنی باقی عمر کی مقدار نہیں جانتا۔ بعض عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ باقی عمر کی قدر و منزلت وہی شخص پہچان سکتا ہے جو کِبْرِیتِ اَحْمَر کے چشمے کو پہچانتا ہو کیونکہ منقول ہے: ''یہ ایسے چشمے ہیں جو اندھیروں میں پھوٹتے ہیں اور انہیں سوائے ابدالوں کے کوئی نہیں پہچانتا۔''

کِبْرِیتِ اَحْمَر سے مُراد وہ کیمیا ہے جس سے خالص سونا تیار کیا جاتا ہے۔ جب اس کی تھوڑی سی مقدار اس عمل میں استعمال ہونے والی کسی شے پر ڈالی جائے تو پہلے وہ اپنی حالت پر قائم رہتی ہے اور پھر چند سالوں کے بعد تبدیل ہو جاتی ہے۔

صاحبِ کتاب کا تبصرہ

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میرے علم میں ایسی کوئی حدیثِ پاک نہیں جس میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبریتِ احمر کا ذکر کیا ہو، سوائے اَمیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی اس حدیثِ پاک کے، جس میں ابدالوں کے اوصاف مَروی ہیں، اس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی تعداد اور ان کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے آخر میں ارشاد فرمایا: ''وہ میری اُمَّت میں کِبْرِیتِ اَحْمَر سے زیادہ معزز ہیں۔'' [1]

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الاولیاء، الحدیث: ۸، ج ۲، ص ۳۸۸

البتہ خالص سونے کا ذکر سوائے حدیثِ ابتلا کے کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ سرکارِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کا امتحان ابتلا و آزمائش کے ذریعے لیتا ہے، جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص سونے کو آگ سے آزماتا ہے۔ پس ان میں سے کچھ خالص سونے کی طرح نکلتے ہیں اور کچھ جلے ہوئے سیاہ سونے کی طرح اور کچھ ان دونوں کی درمیانی حالت میں ہوتے ہیں۔“ [1]

انوکھی شہزادی

حضرتِ سیِّدُنا شیخ شاہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی شہزادی جب شادی کے لائق ہوگئی اور پڑوسی ملک کے بادشاہ کے یہاں سے رشتہ آیا تب بھی آپ نے ٹھکرادیا اور مسجد مسجد گھوم کر کسی پارسا نوجوان کو تلاشنے لگے۔ ایک نوجوان پر ان کی نگاہ پڑی جس نے اچھی طرح نَماز ادا کی اور گڑگڑا کر دُعا مانگی۔ شیخ نے اُس سے پوچھا: تمہاری شادی ہوچکی ہے؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا: کیا نِکاح کرنا چاہتے ہو؟ لڑکی قراٰنِ مجید پڑھتی ہے، نَماز روزہ کی پابند ہے اور خوب سیرت ہے۔ اُس نے کہا: بھلا میرے ساتھ کون رِشتہ کریگا! شیخ نے فرمایا: میں کرتا ہوں لو یہ کچھ دِرہم، ایک دِرہم کی روٹی، ایک دِرہم کا سالن اور ایک دِرہم کی خوشبو خرید لاؤ۔ اِس طرح شاہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے اپنی دُخترِ نیک اختر کا نِکاح اُس سے پڑھا دیا۔ دُلہن جب دُولہا کے گھر آئی تو اُس نے دیکھا پانی کی صُراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی ہے۔ اُس نے پوچھا: یہ روٹی کیسی ہے؟ دُولہا نے کہا: یہ کل کی باسی روٹی ہے میں نے اِفطار کے لئے رکھی ہے۔ یہ سُن کر وہ واپَس ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر دُولہا بولا: مجھے معلوم تھا کہ شیخ شاہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی شہزادی مجھ غریب انسان کے گھر نہیں رُک سکتی۔ دُلہن بولی: میں آپ کی مُفلِسی کے باعِث نہیں، اس لئے لوٹ کر جارہی ہوں کہ ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ پر آپ کا یقین بَہُت کمزور نظر آرہا ہے جبھی توکل کیلئے روٹی بچا کر رکھتے ہیں، مجھے تو اپنے باپ پر حیرت ہے کہ اُنہوں نے آپ کو پاکیزہ خصلت اور صالح کیسے کہدیا! دُولہا یہ سُن کر بَہُت شرمندہ ہوا اور اُس نے کہا: اس کمزوری سے معذِرت خواہ ہوں۔ دُلہن نے کہا: اپنا عُذر آپ جانیں البتّہ! میں ایسے گھر میں نہیں رُک سکتی، جہاں ایک وَقت کی خوراک جَمع رکھی ہو، اب یا تو میں رہوں گی یا روٹی۔ دُولہا نے فوراً جا کر روٹی خیرات کردی اور ایسی دَرویش خَصلت انوکھی شہزادی کا شوہر بننے پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا۔ (رَوضُ الرِّیاحین، ص ۱۰۳)

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۶۹۸، ج۸، ص ۱۶۶

فصل 29

مقربین اور غافلین کے درمیان فرق کا بیان

عمر ایک امانت ہے

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بندہ جب گزشتہ فصل میں مذکور تمام اوصاف کا حامل ہو جائے تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ (پ ۲۹، المعارج: ۳۲، ۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ بندے کی عمر اس کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امانت ہے، جس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے اس کی موت کے وقت پوچھے گا۔ اگر اس نے اس میں تفریط سے کام لیا تو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امانت ضائع کر دی اور اس کے عہد کو چھوڑ دیا اور اگر اپنے اوقات کا خیال رکھا یعنی اس کی کوئی بھی ساعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کے بغیر نہ گزری تو اس نے نہ صرف امانت کی حفاظت کی بلکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عہد میں بھی ہے۔ پس اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے وعدہ پورا کرنے کی بنا پر پورا بدلہ ملے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

مراد یہ ہے کہ میرا عہد ضائع کرنے اور مجھ سے وعدہ خلافی کرنے سے ڈرو۔

اہلِ ایمان کی چند علامتیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ (پ۱۲، هود:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جو اپنے ربّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے۔

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اپنے مقام کا واضح مشاہدہ کرے اور پھر اپنے مشاہدۂ یقین پر ثابت قدم رہے تو ایسا شخص اس فرد کی طرح نہیں جس کے لئے اس کی بداعمالی کو آراستہ وپیراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور ان کو پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر ترجیح دے۔ یہ بندہ نہ صرف اپنے مشاہدہ پر قائم ہے، بلکہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا فرمانبردار اور اپنے معبودِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی محبت کی وجہ سے راہِ راست پر بھی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ (پ۱۵، بنی اسرآئیل:۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

نیز وہ اس شخص کی مثل بھی ہے جس کی تعریف حقیقتِ ایمان سے مُتَّصِف ہونے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں کی گئی ہے:

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ ۝۲ (پ۹، الانفال:۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسا کریں۔

یہاں ایمان سے مُراد اس کی علامات اور اس کے دلائل ہیں اور ''ربّ ہی پر بھروسا کرنے سے مراد ہے کہ وہ اس پر ہی بھروسا رکھتے ہیں، ان کی نگاہیں اسی جانب لگی رہتی ہیں اور ہر حالت میں اس پر ہی اعتماد کرتے ہیں، اس کی بارگاہ میں سکون وچین پاتے ہیں اور ہر شے سے الگ ہو کر صرف اسی کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (پ۹، الانفال:۴)

ترجمۂ کنز الایمان: یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے ربّ کے پاس۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں مُتَوَکِّلِین میں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن اہلِ حق کے حق ہونے کی تعریف فرمائی ہے اور جن کے لئے اعلیٰ درجات اور بہترین رزق کا وعدہ فرمایا ہے یہ لوگ مابعد آیتِ کریمہ میں بیان کردہ لوگوں جیسے نہیں ہیں۔

چنانچہ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ﴿۵﴾ یُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ (پ ۹، الانفال: ۵، ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔ سچّی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکی۔

نیز ان کے بارے میں مزید ایک جگہ ارشاد فرمایا:

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (پ ۲۴، المؤمن: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی آیتوں میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان آیاتِ مقدّسہ میں مذکور افراد کے حال کو ان پر ان کی نفسانی خواہشات کے باقی رہنے کی وجہ سے اپنے دشمنوں کے حال جیسا قرار دیا ہے اور جن لوگوں کے متعلق آیتِ مبارکہ میں حقیقی زہد اختیار کرنے کا تذکرہ فرمایا، انہیں صالحین قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ﴿۷۵﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ بزرگ و برتر ہے اور اس کے محبوب بندے بھی اعلیٰ درجات کے حامل ہیں۔ ان کے بلند و برتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے بُزُرگ و بَرتَر یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ساتھ ہے اور رہے ہم! تو ہم ادنیٰ مقام پر فائز ہیں کیونکہ ہمارے پاس دنیا ہے۔

طالبِ دنیا و آخرت کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب اپنے محبوب بندوں کو دنیا سے اعراض کرنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے اوصاف بھی بیان کئے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں اور صرف دنیاوی زندگی کے خواہش مند ہوتے ہیں،

کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا فوراً مل جائے اور اس طرح اپنی حد درجہ جہالت اور ضُعفِ یقین کے سبب مغفرت کے معاملہ کو آخرت تک مؤخر کردیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے بندوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ یَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی۔

﴿2﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ﴿۲۹﴾ (پ۲۷، النجم: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

اور سچے مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ (پ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے سچّا کردیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

جبکہ ان کے علاوہ دوسروں کے متعلق فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ (پ۲۸، الصف: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو۔

وعدہ پورا کرنے اور نہ کرنے والے

وہ تمام افراد جو عہد کو سچا کردکھانے والے ہیں اور جو اس وعدہ کو توڑنے والے اور اس سے منہ موڑنے والے ہیں ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان میں سے ایک گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۲، سبا: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کردکھایا تو وہ اسکے پیچھے ہو لئے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَولیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کو شیطان کی پیروی ترک کرنے کے ساتھ خاص فرمایا مگر ایک گروہ

یعنی صدیقین کو چھوڑ کر بعض مومنین کو شیطان کے گمان کی تصدیق اور اس کی پیروی میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ، جنہیں نجات دی ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ-وَ حَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِیْقًاؕ(۶۹) (پ۵، النسآء: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ایسے لوگ صدیق، شُہدا اور صالحین ہیں جن کی سنگت بہت اچھی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی مومن ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ(۹۹) (پ۱۴، النحل: ۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

سخاوت زہد کی ابتدا ہے

جو شخص اپنے مال وجان کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت میں بیچ دے وہ اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جس سے اس کا ربّ عَزَّوَجَلَّ اس کے نفس کے متعلق پوچھے گا تا کہ وہ اس سے اصرار نہ کرے کہ جس کے سبب بندے کے دل کا میل ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ اس نے مومنین کے ایک گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْــٴَـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ(۳۶) اِنْ یَّسْــٴَـلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ(۳۷) (پ۲۶، محمد: ۳۶، ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ تم کو تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بُخل کرو گے اور وہ بُخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کر دے گا۔

یعنی اگر وہ تم سے پوچھ گچھ کرے گا تو سب اشیاء کے متعلق کرے گا۔ البتہ اس نے تم سے تمہاری جانوں کے متعلق زہد پسند کیا ہے اور دلوں کے میل سے مُراد کینہ ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم سے اس کے متعلق کوئی سوال نہیں ہو

گا؟ بخیل زاہد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ زہد کی ابتدا سخاوت سے ہوتی ہے اور جو سخی نہ ہو وہ زاہد نہیں ہوسکتا اور جو دنیا میں زاہد نہ ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اس سے محبت کرنے والا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا اور یہ اس شے کا چاہنے والا ہے جو اس کی پسندیدہ نہیں ہے۔

جب بندے نے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ اخلاق کے ذریعے نہ تو کوئی معاملہ کیا اور نہ ہی اس کی مرضی سے مُوافقت کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے خود سے دور کر کے اس کی آنکھوں پر حجاب ڈال دیا تاکہ وہ اس کے اوصاف کا مُشاہدہ نہ کر سکے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (پ۱۰، الانفال:۶۷) ترجمۂ کنز الایمان: تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت چاہئے تو زاہد بن جاؤ

انجام کی انتہا کے متعلق رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

''جب تو چاہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے محبوب بنالے تو دنیا میں زاہد بن جا۔''[1]

مومن اور بخیل میں فرق

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) آپ اس قابل نہیں کہ مومنین کے اس گروہ کے دلوں کی کیفیت بیان کریں جن کا وَصف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بیان کیا ہے، کیونکہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے ان کے اموال طلب کرتا تو ان کا بُخل ظاہر ہو جاتا۔ اس لئے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ ایمان کے ظاہری لَبادے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ارشاد فرمایا:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۠﴿۴۵﴾ (پ۲۲، فاطر:۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بیشک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوب بندوں سے ان کی عزّت بڑھانے کی خاطر کچھ طلب نہیں کرتا کیونکہ ان کا شمار ان لوگوں

---

[1] ...... سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الزهد فی الدنیا، الحدیث: ۴۱۰۲، ج۴، ص۴۲۳

میں ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی شے طلب کرنے پر فوراً اس کی بارگاہ میں پیش کر دیتے ہیں۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے طلب نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کریم ہے۔ اس کے نزدیک کسی شے کی کوئی عظمت و بڑائی نہیں۔ اگر وہ طلب کرے تو سب کچھ یعنی مال و نفس تک (اپنی راہ میں خرچ کرنے) کا مطالبہ کرتا ہے۔ مگر وہ صرف اسی بندے سے یہ سب کچھ طلب کرتا ہے جسے اس نے اپنے اَخلاق میں سے کسی خُلق کے ساتھ پیدا فرمایا ہو اور جس کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کچھ نہ ہو تو اس کا محبوب اس سے سب کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور جس بندے کے دل میں فانی اشیاء کی عظمت گھر کر جاتی ہے یعنی بخل آجاتا ہے تو وہ اس سے کچھ بھی طلب نہیں کرتا۔

جب بندے کی جان میں جان ہی نہ رہے اور نہ ہی اس کے مال پر اس کی ملکیت رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ خود اس کے مال و جان کا عوض ہو جاتا ہے، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جان کے عوض کا کہیں تذکرہ نہیں فرمایا۔ البتہ! مال کے عوض یعنی جنّت کا ذکر کیا ہے تاکہ وہ حکم کے تحت داخل نہ ہو جائے کیونکہ وہ اَحْکَمُ الْحَاکِمِین ہے اور اس لئے بھی کہ وہ عوض کے ساتھ نہ مل جائے ورنہ جوڑا بن جائے گا، حالانکہ وہ اکیلا ہے، پس اس نے خود کو مَخْفی رکھا اور یہی اس پر دلیل ہے اور اس نے مخلوق کا ذکر فرمایا اور یہی اس کی بارگاہ تک رسائی کا راستہ ہے۔

پس یہی وہ فہم ہے جو وہ اپنی جانب سے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کو عطا فرماتا ہے اور جو اس خالص محبت کی علامت ہے جس میں اس کے سوا کوئی شریک ہے نہ اس کے علاوہ کوئی اس میں داخل ہے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ ان محبین کے اوصاف سے پردہ ہٹایا جائے کیونکہ ان کا حال وَصف سے عظیم تر ہے اور ان کا مقام عُلومِ عقل اور وقت سے متجاوز ہے۔

البتہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ان فرامینِ مبارکہ کے ساتھ اسے محکم ضرور کیا ہے:

﴿1﴾ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ (پ۲۵، الزخرف: ۷۱)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذّت پہنچے۔

﴿2﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۴)
ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے۔

﴿3﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ (پ۲۴، حم السجدة: ۳۱، ۳۲)
ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو۔ مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

﴿4﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ (پ۲۷، الواقعہ: ۸۸، ۸۹)
ترجمۂ کنز الایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول۔

﴿5﴾ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (پ۸، الانعام: ۱۲۷)
ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔

﴿6﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۶۳)
ترجمۂ کنز الایمان: وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ انکے کام دیکھتا ہے۔

اگر اس آیتِ مبارکہ کو دوسری قراءت کے مطابق پڑھیں تو اس میں منافقین کی مذمّت بیان کی گئی ہے یعنی اس نے تمہیں تمہارے اعمال دکھائے لیکن تمہیں ان کی مثل نہ بنایا کیونکہ تمہارے اعمال ان کے اعمال کی مثل نہ تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:

فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، الفتح: ۱۸)
ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

اس کے بعد ہمارے دلوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۱)
ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔

اس کے بعد ایسا قولِ فیصل ارشاد فرمایا جو ان دونوں کے درمیان فرق کرنے والا ہے:

اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا (پ۱۰، الانفال: ۷۰)
ترجمۂ کنز الایمان: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی تو (جو تم سے لیا گیا) اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا۔

پھر ان لوگوں کی ضد کے متعلق ایسا کلام فرمایا جو مُفَصَّل کی تفصیل اور مُجْمَل کی تفسیر بیان کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۹، الانفال:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔

یعنی خیر و بھلائی میں سے ان کے لئے کچھ نہیں اور نہ ہی ان کے لئے اس میں سے کوئی حصّہ ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں خیر و بھلائی کی کوئی جگہ ہی نہیں بنائی گئی کہ اس میں وہ پائی جاتی۔ پس یہ ایک واضح خطاب ہے اور اربابِ عقل کے لئے ایک کھلا پیغام ہے اور یہ فرمانِ عالیشان بھی اس کا شاہد ہے:

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (پ۱۳، الرعد:۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔

پس مومنین ان لوگوں کے راہِ راست پر آنے سے مایوس ہو گئے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان سے اس کے متعلق کبھی بھی کوشش کرنے کی امید نہ تھی، اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے گمراہ کرتا ہے اسے کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

ایک قول ہے کہ مایوس ہونے سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے جان لیا جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بتایا اور یہی معنیٰ مراد ہونے کا شاہد بھی موجود ہے کیونکہ اس سے مراد ہے: کیا ایمان والوں پر واضح نہیں ہوا، پس اس نے ان پر واضح کر دیا ہے، لہٰذا وہ اسے تسلیم کر لیں اور مان لیں اور ان سے اعراض کریں تا کہ محفوظ رہیں۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا (پ۸، الانعام:۱۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مُسلّط کرتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ (پ۱، البقرۃ:۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اِن کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ (پ۳،آل عمران:۷) ترجمۂ کنز الایمان: (جن کے دلوں میں کجی ہے) وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں۔

طبیعتوں کا فرق

ان دو افراد میں کتنی دوری ہے جن میں سے ایک کا دل ثابت ہو اور اس میں علم راسخ ہو اور دوسرے شخص کے دل میں کجی ہو۔ اس لئے کہ دل میں کجی والا انسان تاویل کے فتنے میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص ہو اور وہ اسے اس کے نفس کا والی بنا دے تو ایسے شخص اور اس شخص کے درمیان کتنی دوری ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے روگردانی کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نفس کو ہی اس کا والی بنا دے۔

جس طرح مُقَرَّبِین کے مقامات بیان ہوئے اسی طرح یہ مقامات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے دور رہنے والوں کے ہیں۔ ایسے افراد دو حکموں کے تحت داخل ہیں اور وہ ان میں سے کسی ایک سے بھی چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے، ان میں سے افضل ترین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم کے تحت داخل ہیں جبکہ کم تر لوگ اس کے عدل سے خارج نہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۲۱،الروم:۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اپنے فضل سے۔

البتہ! عمومی ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ (پ۱۱،یونس:۴) ترجمۂ کنز الایمان: کہ ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے انصاف کا صلہ دے۔

یعنی اس نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو اپنے فضل و کرم کے ساتھ خاص کر دیا ہے جبکہ اس کی مخلوق پر عدل عام ہے۔ لہٰذا کتنے ہی دل ہیں جو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مُشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے کلام کے سوا کچھ سنتے ہیں نہ اس کے علاوہ کسی کے سامنے جھکتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے بندے کے ارادے پر غالب اور اس کے دل کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

مذکورہ شخص اور ایسے شخص کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جس کا اوڑھنا بچھونا مخلوق ہو، مقصود رزق ہو، نظریں صرف مخلوق پر ہوں اور انہی میں طمع رکھے، انہیں ہی دیکھے، مخلوق ہی اس کے نزدیک سب سے غالب شے ہو اور وہی اس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ پس یہ شخص بارگاہِ رَبوبِیّت سے دور رہنے والوں میں سے ہے۔ کیونکہ دوری ہی اس کی صفت ہے اور اس پر نفس غالب ہے اور نفس کی ہی حکمرانی ہے۔ وہ مقامِ بعد میں ہے کہ جس کے ساتھ دوری پائی جاتی ہے، جبکہ پہلی قسم کا شخص مُقرّبین میں سے ہے کہ قُرب اس کی صِفَت ہے اور اس نے نفسانی خواہشات کو پسِ پشت ڈال کر اپنے نفس کو مُسَخَّر کر رکھا ہے، وہ مقامِ قُرب میں ہے، اس کے ہاں قرب پایا جاتا ہے اور وہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب جانے میں جلدی کرنے والوں میں سے ہے، جبکہ بارگاہِ رَبوبِیّت سے دور ہونے والا اس کی بارگاہ میں حُضوری پر اپنے نفس کی حوصلہ شکنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ (پ ۱۹، الشعرآء: ۲۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

دوری ایک حجاب ہے اور دور ہونے والا شخص عذاب میں ہے، قُرب ایک نعمت ہے اور جو قریب ہو وہ نعمتوں کی زیادتی میں ہے۔ کیا آپ نے حجاب زدہ انسان کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ (پ ۳۰، المطففین: ۱۵، ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے ربّ کے دیدار سے محروم ہیں پھر بے شک انہیں جہنّم میں داخل ہونا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مقربین کے آرام کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۸۸، ۸۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مُقرّبوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول اور چَین کے باغ۔

پس راحت قُرب والے کو ہوگی اور آرام حبیب کی جانب سے ہوگا اور چَین کے باغ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کی وجہ سے نصیب ہوں گے۔ قرب سے آرام پانے والے اور حُضوری سے زندگی پانے والے ایک شخص نے کیا خوب کہا ہے:

فَرُوْحِيْ وَرَيْحَانِيْ اِذَا كُنْتَ حَاضِرًا　　وَ اِنْ غِبْتَ فَالدُّنْيَا عَلَيَّ مَحَابِسُ

اِذَا لَمْ اُنَافِسْ فِي هَوَاکَ وَلَمْ اَغَرْ　　عَلَيْکَ فَفِيْمَنْ لَيْتَ شَعْرِيْ اُنَافِسُ

(۱)......جب تو موجود ہو میں آرام وراحت پاتا ہوں اور اگر تو غائب ہو تو ساری دنیا مجھے قید خانہ لگتی ہے۔

(۲)......جب میں تیری رضا کے حُصول میں کسی سے سبقت لے جانے کے لئے باہم مقابلہ نہ کروں اور نہ ہی تجھ پر مجھے غیرت آئے تو ہائے افسوس میں پھر کن لوگوں سے مقابلہ کروں۔

اور دوری کے غم میں مبتلا اور جدائی جس کے حلق میں اٹکی ہوئی ہو ایسے ایک شخص نے کیا خوب کہا ہے:

فَكَيْفَ يَصْنَعُ مَنْ اَقْصَاهُ مَالِكُهُ　　فَلَيْسَ يَنْفَعُهُ طِبُّ الْاَطِبَّآءِ

مَنْ غَصَّ دَاوٰى بِشُرْبِ الْمَآءِ غَصَّتَهُ　　فَكَيْفَ يَصْنَعُ مَنْ قَدْ غَصَّ بِالْمَآءِ

(۱)......جسے اس کے مالک وآقا نے خود سے دور کر دیا ہو وہ کیا کرے؟ کہ اسے تو کسی طبیب کی طب فائدہ ہی نہ دے گی۔

(۲)......جسے کھانے سے اُچھو لگے تو وہ پانی پی کر اپنے اُچّھو کا علاج کر لیتا ہے لیکن جسے اُچّھو ہی پانی سے لگے وہ کیا کرے؟

دنیادار اور دین دار میں فرق

ایک شخص اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب متوجہ ہونے کی غرض سے ہر شے سے کٹ کر اس کی عبادت پر کمر بستہ ہو اور دوسرا مخلوق کی خدمت بجالانے کی غرض سے ہر طرف سے الگ ہو جائے اور بس مخلوق کی پوجا کرے تو ایسے دونوں افراد کے درمیان کتنا فرق ہے! ایک شخص لوگوں سے کنارہ کش ہو چکا ہو اور دوسرا وسوسوں کا شکار ہو تو دونوں کے درمیان کس قدر فرق ہے! اسی طرح ایک شخص اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے شوق میں ہر شے سے الگ ہو جائے اور دوسرا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی محبت چھوڑ کر دنیا سے معانقہ کر لے تو ان دونوں کے درمیان بھی کس قدر فرق ہے!

متقین ہی مقامِ قرب پر فائز ہیں

مُقرَّبین اچھے ہونے کی وجہ سے اور اہلِ بعد بُرائی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے مخصوص مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ بندہ جب وَصْفِ حقیقت سے مُتَّصِف ہو اور مقامِ تقوٰی پر فائز ہو تو اس وصف کے متحقق ہونے کی وجہ سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے تعریف کا مُستحق ٹھہرتا ہے۔ نیز اپنی نفسانی لذّتوں سے دور رہنے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا

قُرب پاتا ہے اور اللہ بُزُرگ وبرتر کی جانب سے حسنِ تعریف ہی طالبینِ حق کی غایت اور سالکینِ حق کی رغبت کی انتہا ہوتی ہے اور یہ دولت صرف اس کے مُتّقی اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام، فلاح پانے والے گروہ اور نیک بندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی لوگ سلیم وطاہر دلوں کے مالک ہوتے ہیں اور ذکر کرنے والے اور ڈرنے والے اعضاء و جوارح رکھتے ہیں اور قابلِ فخر وقابلِ ترجیح عقل ودانش رکھتے ہیں۔

طبقاتِ مقربین

مُقَرَّبین اصحابِ یمین کے تین طبقات ہیں: (۱)...... اہلِ علم یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم رکھنے والے (۲)...... اہلِ محبت یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت کرنے والے اور (۳)...... اہلِ خوف یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے۔

پس اس کے خاص اور مُقَرَّب اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہی ہیں جنہیں اس نے حاضر ہونے کا کہا تو فوراً حاضر ہو گئے اور اس نے ان سے علم کی حفاظت کا مطالبہ کیا تو وہ اس کے محافظ بن گئے، گواہی دینے کا کہا تو گواہ بن گئے۔ اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام اس کی جانب سے اس کی ذات پر دلیل ہیں اور وہ خود ان کی ذات پر دلیل ہے۔ وہ اس کی بارگاہ میں بندوں کو جمع کرنے والے ہیں جبکہ وہ انہیں اپنی بارگاہ میں جمع کرنے والا ہے۔ اس کے ہاں ابدال، انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام اور علمائے ربّانیّین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن سب مُتّقین کے امام، دین کے ارکان اور قوّت و قدرت والے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کتابِ مُبین کا کشف عطا فرمایا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ ہیں اور جو صبح وشام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور نعمتوں کی زیادتی میں رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ باقی عام مومنین مثلاً قُرّاء، عابدین، اہلِ مجاہدہ، زاہدین اور وظائف کرنے والے افراد انہیں بھی بسا اوقات ولایت کا شرف عطا کیا جاتا ہے، مگر اعمال وسیاحت کے اعتبار سے ان کی کیفیت وحالت میں فرق ہوتا ہے۔ ان کی خاطر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں کی تسکین کے لئے نشانیاں ظاہر فرمائیں اور انہیں ان نشانیوں سے اطمینان بخشتا تاکہ ان پر شبہات داخل نہ ہوں کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور نہ ہی شہوات انہیں اپنی طرف کھینچ سکیں کہ وہ واپس پلٹ جائیں۔

لہٰذا وہ اس اظہار میں مُنہمک ہو کر ظاہر شے سے غافل ہو گئے لیکن اس کے باوجود وہ دنیادار مُردوں سے قابلِ

رشک اور زندہ دل اہلِ درجات میں سے رحم فرمائے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کا قُرب مُقربین کے ہاں بعد کی حیثیت رکھتا ہے، ان کا کشف مشاہدین کے ہاں حجاب ہے اور ان کی عطا و بخشش مُواجہین کے نزدیک رَد ہے۔ البتہ! جب انہوں نے اپنے نُفُوس کی جانب دیکھا تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی ان پر اپنی حکمت اور فضل و کرم کی نگاہ فرمائی اور انہیں ان کے حال میں سکون عطا فرما کر ان کے مقام سے انہیں راضی کر دیا تا کہ ان کے دل ریزہ ریزہ اور ان کی عقلیں متحیر نہ ہو جائیں۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے۔

ان سے مراد یہی بلند مقام پر فائز مواجہین ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اَلْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، انہوں نے اس مضبوط واسطے سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھا تو اس نے بھی ان پر نظرِ کرم فرمائی، وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (پ۲، البقرۃ:۲۰۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللّٰہ کی مرضی چاہنے میں۔

مُراد یہ ہے کہ وہ نہ تو مال کی جانب رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی حال کی جانب دیکھتے ہیں۔ چنانچہ مزید ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ **یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ** (پ۶، المآئدۃ:۵۴) ترجمۂ کنز الایمان: وہ اللّٰہ کے پیارے اور اللّٰہ ان کا پیارا۔

﴿2﴾ **رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾** (پ۳۰، البینۃ:۸) ترجمۂ کنز الایمان: اللّٰہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرے۔

پس وہ ویسے ہی ہیں جیسا کہ ان کے اوصاف سابقہ کُتُب میں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ،

اوصافِ اولیاء بزبانِ سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ **روحُ اللّٰہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حواریوں نے عرض کی: ''**یاروحَ اللّٰہ** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام! ہمارے سامنے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اوصاف بیان کریں جنہیں نہ تو کوئی

ڈرہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔'' تو آپ عَلَيْهِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی ترجمانی کتاب کرتی ہے اور وہ کتاب کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کتاب کا علم انہی کے سبب ہے جبکہ وہ خود اسی کتاب سے علم حاصل کرتے ہیں۔ کتاب ان سے قائم ہے اور وہ اس سے قائم ہیں۔ لوگ جب دنیا کے ظاہر کی جانب دیکھ رہے ہوتے ہیں تو ان کی نگاہیں اس کے باطن پر ہوتی ہیں اور لوگوں کی نگاہیں جب دنیا کے موجودہ حال پر ہوتی ہیں تو وہ اس کا انجام دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہر اس شے کو مار ڈالا جس سے انہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ وہ انہیں مار ڈالے گی اور ہر اس شے سے کنارہ کش ہو گئے جس کے متعلق انہیں معلوم ہوا کہ وہ انہیں عَنْقَرِیب چھوڑ دے گی۔ ان کا دنیا سے کچھ پانا ہی کچھ کھونا بن گیا، ان کی فرحت محرومی بن گئی۔ دنیا کا جو بھی معاملہ انہیں درپیش آیا انہوں نے اسے پسِ پُشت ڈال دیا اور جو معاملہ انہیں ناحق پیش آیا انہوں نے اسے بھی پیٹھ پیچھے پھینک دیا، دنیا ان کے ہاں پرانی ہوئی تو انہوں نے کبھی اس کی تجدید نہ کی اور برباد ہوئی تو کبھی اسے آباد نہ کیا، ان کے دلوں میں یہ مر گئی تو پھر اسے کبھی زندہ نہ کیا، وہ دنیا کی طرف بڑھے ضرور لیکن اس کے سبب اپنی آخرت بنائی، ہر لمحہ تذکرۂ موت کرتے رہے اور تذکرۂ زندگی کا خاتمہ کر ڈالا، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں اور اسی کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں، وہ اس کے نور سے روشنی طلب کرتے ہیں اور اسی سے منور رہتے ہیں۔ ان کے لئے عجیب خبر ہے، بلکہ ان کے پاس تو عجیب ترین خبر ہے۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ان بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا (پ٦، المآئدۃ: ٥٠)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے بہتر کس کا حکم۔

﴿2﴾ وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (پ٦، المآئدۃ: ٤٤)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

﴿3﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ (پ٣، آل عمران: ١٨)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

[1] ...... تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ٩١٥٥ عیسی بن مریم، ج ٤٧، ص ٤٦٢

یہاں عجیب مفہوم ہے یعنی شُہدا کے لئے بمعنی جمع ہونا۔ گویا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے سب کو ایک وَصْف بنا دیا کیونکہ ان کا تذکرہ گزشتہ آیتِ مبارکہ میں گزر چکا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ (پ۳، اٰل عمران:۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: صبر والے اور سچّے اور ادب والے اور راہِ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہرے مُعافی مانگنے والے۔ اللّٰہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (پ۱۳، الرعد:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

یہ ایک ایسی صفت ہے جو تمام اوصاف سے بڑھ کر ہے اور اوصاف بیان کرنے والوں نے جتنے بھی اوصاف بیان کئے ہیں سب پر حاوی ہے۔ دُو مقامات کی حالتیں ایسی ہیں جو مُراقبہ و مشاہدہ کے مذکورہ سات مقامات کی جامع ہیں اور ان سب کا دَار و مدار انہی پر ہے، بلکہ ان دونوں سے تو مزید انعام واِکْرام حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک مقامِ علم کی حالتِ خوف ہے اور دوسری حالت مقامِ عمل سے امید رکھنا ہے۔

جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مقامِ عِلْم پر فائز فرمائے اس کا حال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ہوتا ہے اور جس کا مقام امید و رجا ہو تو اس کا حال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مُعاملہ کی دُرُستی کا ہوتا ہے۔ کیا آپ نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ مبارکہ نہیں سنے:

﴿1﴾ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿2﴾ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۱۶، الکھف:۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے ربّ سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے ربّ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

فصل 30

وسوسوں کا بیان

شیطانی وسوسوں کے متعلق آیاتِ مقدسہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دل میں کھٹکنے والے شیطانی وسوسوں سے آگاہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں مختلف جگہ ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ان میں سے چند آیات ذیل میں مذکور ہیں:

﴿1﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۪ۙ(۷) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۪ۙ(۸) (پ۳۰، الشمس: ۷، ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اسکی بدکاری اور اسکی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

﴿2﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ (پ۲۶، ق: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے۔

﴿3﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ (پ۶، المآئدۃ: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اُس کے نفس نے اُسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا (قتل پر اُبھارا) تو اسے قتل کر دیا۔

﴿4﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ۪ۙ(۴) (پ۳۰، الناس: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

﴿5﴾ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ (پ۲۲، فاطر: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو بلاتا ہے۔

﴿6﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بُھلا دی۔

﴿7﴾ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۸)

ترجمۂ کنز الایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔

اور شیطان کا قول اس طرح ذکر فرمایا:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ(۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: مَیں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىٕلِهِمْؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۸،الاعراف:۱۶،۱۷)

کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور بائیں سے اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

انسان کو گمراہ کرنے کی شیطانی چارہ جوئی

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: شیطان ابنِ آدم کے راستوں میں بیٹھ جاتا ہے، پس جب وہ اسلام کی شاہراہ پر بیٹھا تو اس نے ابنِ آدم سے کہا: ''کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر رہا ہے؟'' لیکن ابنِ آدم نے اس کی بات نہ مانی اور اسلام لے آیا۔ اس کے بعد وہ ہجرت کے راستے پر بیٹھ گیا اور بولا: ''کیا اپنی زمین اور آسمان چھوڑ کر ہجرت کر رہا ہے؟'' تو بندے نے اس کی یہ بات بھی نہ مانی اور ہجرت کی، اس کے بعد وہ جہاد کے راستے پر آبیٹھا اور بولا: ''کیا جہاد کر رہا ہے؟ حالانکہ یہ جان و مال کی مشقت ہے، تو مارا جائے گا تو تیری بیویوں سے نکاح کر لیا جائے گا اور تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا۔'' لیکن بندے نے اس کی یہ بات بھی نہ مانی اور جہاد کیا۔ اس کے بعد حُضور نبیِّ اکرم، نورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایسا کیا اور اسے اسی حالت میں موت آئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ اسے جنّت میں داخل فرما دے۔'' [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کے قول کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۹﴾ (پ۵،النسآء:۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ہے میں ضرور انہیں بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث بسرۃ بن ابی فاکہ رضی اللہ تعالی عنہ، الحدیث: ۱۵۹۵۸، ج۵، ص ۴۰۳

شیطانی وسوسوں کے متعلق چار فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہ عَلَیہ وَسَلَّم

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا عثمان بن اَبِی الْعاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! شیطان میرے، میری نماز اور میری قراءت کے درمیان حائل ہوگیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس شیطان کو خُنْزَب کہا جاتا ہے جب تم اسے محسوس کرو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو اور اپنے بائیں جانب تین۳ مرتبہ تھوک دو۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے مجھ سے دور فرما دیا۔[1]

﴿2﴾......وُضو کا بھی شیطان ہوتا ہے، اسے وَلْہَان کہتے ہیں، پس اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرو۔[2]

﴿3﴾......شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔[3]

﴿4﴾......ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شیطان ہے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کا بھی؟'' تو ارشاد فرمایا: ''ہاں میرا بھی، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہوگیا ہے۔''[4]

دل کے دو رفیق

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ بندے کے دل میں دو۲ رفیق ہیں، ایک رفیق فرشتہ ہے جو خیر و بھلائی کا وعدہ کرتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے جبکہ دوسرا شیطانِ لَعِین ہے جو شر کا وعدہ کرتا ہے، حق بات کو جھٹلاتا ہے اور خیر و بھلائی سے روکتا ہے۔[5]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من الشیطان......الخ، الحدیث: ۵۷۳۸، ص ۱۰۶۹

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الاسراف......الخ، الحدیث: ۵۷، ص ۱۶۳۶
احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۴

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الشھادۃ تکون عند......الخ، الحدیث: ۷۱۷۱، ص ۵۹۸

[4] ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب من صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۶۳۷۲ ج ۸، ص ۱۱۰

[5] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القراٰن، باب ومن سورۃ البقرۃ، الحدیث: ۲۹۸۸، ص ۱۹۵۲
احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۳

حضرت سیِّدُ نا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے منقول ہے کہ دل میں دو خیال گردش کرتے ہیں: ایک خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہوتا ہے اور ایک شیطان کی جانب سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو دل میں پیدا ہونے والے خیال کے وقت توقُّف کرتا ہے، اگر وہ خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو تو اس پر عمل بجالائے اور اگر شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے چھٹکارے کی کوشش کرے۔[1]

ذکرِ الٰہی کے وقت دل پر شیطانی کیفیت اور وسوسوں کا محل

حضرت سیِّدُ نا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۪ۙ﴾ (پ۳۰، الناس: ۴)[2] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے دل پر پھیلا ہوتا ہے، جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر سکڑ جاتا ہے اور جب بندہ ذکر سے غافل ہوتا ہے تو وہ اس کے دل پر پھیل جاتا ہے۔[3]

حضرت سیِّدُ نا عِکْرمہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مَرد میں وسوسوں کا محل اس کا دل اور اس کی آنکھیں ہوتی ہیں اور عورت میں وسوسوں کا محل صرف اس کی آنکھیں ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ سامنے ہو اور جب منہ موڑے ہو تو وسوسوں کا محل اس کی سُرِین ہوتی ہے۔[4]

وسوسہ انگیزی اور نقب زنی میں مماثلت

حضرت سیِّدُ نا جَرِیر بن عَبْدہ عَدَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا عَلا بن زِیاد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دل میں وسوسے آنے کی شکایت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''دل میں آنے والے وسوسے کی مثال اس نَقَب جیسی ہے جس سے چور گزر کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، اگر وہاں کوئی چیز پائیں تو اٹھا لیتے ہیں ورنہ ویسے ہی چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔[5]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۳

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

[3] ......بحر العلوم، پ ۳۰، الناس، تحت الایۃ ۴، ج ۳۳، ص ۲۱۲

[4] ......التمہید لمافی المؤطأمن المعانی والمسانید لابن عبدالبر، ابوالزناد، ج ۷، ص ۳۹۱

[5] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۴

دل کی سیاہی

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ بے مثال ہے: ''بندہ جب کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک نقطہ لگ جاتا ہے، اب اگر وہ اس گناہ سے الگ ہو جائے اور بخشش چاہے اور توبہ کر لے تو اس کا دل اس نقطے سے صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو دل میں وہ نقطہ مزید پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے سارے دل کو گھیر لیتا ہے۔'' [1]

یہی وہ زنگ ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

حضرت سیِّدُنا جعفر بن بُرقان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اگر توبہ کر لے تو وہ اس کے دل سے مٹا دیا جاتا ہے اور بندۂ مومن کا دل آئینہ کی مثل صاف و شفّاف دکھائی دیتا ہے، شیطان جس طرف سے بھی آتا ہے وہ اسے دیکھ لیتا ہے، لیکن جو بندہ مسلسل گناہوں میں مصروف رہے، وہ جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ زائد ہو جاتا ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ نہیں دیکھ پاتا کہ شیطان کدھر سے آ رہا ہے۔'' [2]

دلوں کی اقسام اور ایمان و نفاق کی مثال

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دل کی اقسام سے آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''بندۂ مومن کا دل صاف ہوتا ہے اور اس میں ایک ایسا چراغ ہے جو اسے روشن رکھتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دلوں کی چار اقسام ہیں:

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القراٰن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین، الحدیث: ۳۳۴۴، ص ۱۹۹۴

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۵۱ میمون بن مھران، الحدیث: ۴۸۵۷، ج ۴، ص ۹۲

(۱)......جس دل میں چراغ روشن ہو، وہ مومن کا دل ہوتا ہے۔

(۲)......جو دل سیاہ اور اوندھا ہو، کافر کا ہوتا ہے۔

(۳)......جس دل پر غلاف چڑھا ہوا اور اس کا منہ بندھا ہوا ہو منافق کا ہوتا ہے۔

(۴)......اور ایک دل وہ ہوتا ہے جس میں ایمان اور نفاق کی آمیزش ہوتی ہے۔

پس دل میں ایمان کی مثال اس سبزی جیسی ہے جسے اچھا پانی مزید زیادہ کر دے اور دل میں نفاق کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی زخم ہو اور پیپ اسے مزید خراب کر دے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جس کا مادہ اس پر غالب ہوگا اس پر اسی کا حکم نافذ ہوگا۔"[1] اور ایک روایت میں ہے کہ "اس پر دل کی جو قسم غالب ہوگی وہی اسے اپنے ساتھ لے جائے گی۔"[2]

ذکر کی اہمیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ (پ۶، المآئدۃ:۵۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے بہتر کس کا (حکم)۔

ذکر کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿2﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ (پ۹، الاعراف:۲۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ دلوں کی جلا ذکر کے ذریعے ہوتی ہے اور اسی سے دل میں بصیرت آتی ہے، ذکر کا دروازہ تقویٰ ہے جس کے سبب بندہ ذکر کرتا ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ بھی ہے جیسا کہ خواہشِ نفس دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ذکر کا حکم دیا اور خبردار کیا کہ ذکر ہی تقویٰ کی چابی ہے۔ کیونکہ یہی بچنے کا سبب و

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید، الحدیث: ۱۱۱۲۹، ج۴، ص۳۶

احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان مجامع اوصاف القلب، ج۳، ص۱۵

[2] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۶، الحدیث: ۵۳، ج۷، ص۲۲۳

ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ (پ۹،الاعراف:۱۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار رہو۔

تقویٰ کے متعلق مزید ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ۲،البقرۃ:۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿2﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ﴿۶﴾ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ﴿۷﴾ (پ۳۰،الانفطار:۶،۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے ربّ سے۔ جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔

﴿3﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ٘﴿۴﴾ (پ۳۰،التین:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

﴿4﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷،الذّٰریٰت:۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔

پس مذکورہ تمام آیاتِ مبارکہ میں ذکر کردہ احکام یعنی یکسانیت، تعدیل، اِزْدِواج اور تقویم وغیرہ سب ظاہری آلات ہیں اور باطنی اعراض جسم اور قلب کے حواس ہیں۔

ظاہری و باطنی اوصاف

پس جسم کے آلات اس کی ظاہری صِفات ہیں اور دل کے اعراض وہ باطنی مَعانی ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حکمت سے پیدا فرمایا اور انہیں اپنی مشیت کے مطابق یکسانیت عطا فرمائی اور ان کی تقویم کو پختہ کیا۔

ان باطنی اوصاف میں سب سے پہلے نفس اور روح ہیں، یہ دونوں ایسی جگہوں کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں شیطان اور فرشتہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور یہی دونوں بندے کے دل میں فُسق و فُجور اور تقویٰ وطہارت کی باتیں ڈالتے ہیں۔

باطنی اوصاف کے ۲ مقصود ایسے بھی ہیں جو ان دونوں مقامات یعنی عقل اور خواہش پر متمکن ہیں اور ان پر حاکم کی مشیّت کے ۲ حکم بھی نافذ ہوتے ہیں یعنی توفیق اور عدمِ توفیق۔

باطنی اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت سے ۲ قسم کے نور فروزاں ہوتے ہیں اور وہ علم اور ایمان ہیں۔ پس یہ دل کے آلات اور اس کے حَواس و مَعانی ہیں۔ دل ان آلات کے درمیان ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اس کے لشکری ہیں جو اس کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ یا اس کی مثال ایک صاف و شَفّاف شیشے کی مانند ہے اور یہ آلات دل کے گرد نمایاں ہیں، پس جو شے اس میں ظاہر ہو بندہ اسے دیکھ لیتا ہے اور جب بھی اس میں کوئی شے اثر انداز ہوتی ہے وہ اسے پالیتا ہے۔

خیالات کی چھ اقسام اور ان کی وضاحت

دل میں پیدا ہونے والے خیالات چھ قسم کے ہوتے ہیں جو کہ دل کی حُدود ہیں اور اس کے بعد خزائنِ غیب اور ملکوتِ قدرت دل پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مضبوط لشکر اور اس کی واضح سلطنت کی علامت ہیں۔ جبکہ دل ملکوت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جس میں مُقَلِّبُ الْقُلُوب عَزَّوَجَلَّ نے رغبتیں اور خوف بطورِ وَدِیعَت (امانت) رکھے ہیں اور دل کے رفیقِ اعلیٰ کا اہل ہونے اور ملکوتِ ادنیٰ کا مالک ہونے کی وجہ سے اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَنْشا و مرضی کے مطابق عظمت و جَبَروت کے انوار جگمگاتے رہتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے: (۱)......نفس اور (۲)......شیطان کا خیال۔

یہ دونوں ایسے خیال ہیں جن سے عام مومنین جدا نہیں ہوتے ، یہ دونوں خیال مذموم ہیں اور ان کے برے ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، ان خیالات کے پیدا ہونے کا سبب نفسانی خواہشات اور جَہالَت ہیں۔

(۳)......روح اور (۴)......فرشتے کا خیال۔

یہ دونوں خیال خواص مومنین سے کبھی جدا نہیں ہوتے اور یہ دونوں خیال قابلِ تعریف ہوتے ہیں اور ان کے پیدا ہونے کا سبب حق اور ایسی بات ہوتی ہے جس پر علم دلالت کرتا ہے۔

(۵)...... پانچواں خیال، خیالِ عقل ہے جو مذکورہ چاروں خیالات کے درمیان ہوتا ہے، یہ پہلے ۲ مذموم

خیالات کے متعلق بھی ہوسکتا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ بندے کے خلاف اسے عقل کی تمیز اور عقلی اشیاء کی تقسیم کا مرتبہ حاصل ہونے کی وجہ سے حجت بن جائے گا، کیونکہ بندہ اپنی نفسانی خواہش کی پیروی شہوت کے سبب کرتا ہے یا اس اختیار کے سبب کرتا ہے جو اس پر مشکل نہیں تھا کیونکہ نہ تو اسے روکا گیا اور نہ ہی اسے مجبور کیا گیا۔ یہ خیال آخری دونوں قابلِ تعریف خیالوں کے ساتھ مُتَّصِل ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، اس صورت میں یہ فرشتے کے لئے گواہ اور خیالِ روح کی تائید کرنے والا ہوگا اور بندے کو حسنِ نیّت اور مقصود کے اچھے ہونے کی وجہ سے اجر و ثواب دیا جائے گا۔

خیالِ عقل کا کبھی تو نفس اور شیطان کے ساتھ ہونا اور کبھی روح اور فرشتے کے ساتھ ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت پر مبنی ہے تا کہ بندہ عقل کے پائے جانے اور مشاہدہ و تمیز کے صحیح ہونے کے سبب خیر و شر کی پیروی کرے۔ پھر اس عمل کے انجام یعنی جزا و سزا کا اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ ہو اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حکمت کے مبانی میں جسم کو احکام کے اِجرا اور مشیّت کے نَفاذ کا محل بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عقل کو خیر و شر کی سواری بنایا جو جسم میں ان دونوں کے ہمراہ جاری ہے کیونکہ جسم ہی تکلیف و تصرُّف کا مرکز اور اس تعریف کا سبب ہے جس کا مرجع وہ مَعانی و مَفاہیم ہیں جن کی بنا پر بندہ نعمتوں کی لذّت یا دردناک عذاب پاتا ہے۔ پس عقل کبھی غائب نہیں ہوتی کہ بندہ مَفقودُ الْعَقل ہو جائے اور نہ ہی شہوت ختم ہوتی ہے کہ نفس ہی گم ہو کر رہ جائے، کیونکہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُجّت اور اس کے دلائل کو ضعیف و کمزور قرار دینا ہے اور اس لئے بھی کہ عقل حجت کی شاہد ہوتی ہے اور نفس میں شہوت کا وجود مقامِ ابتلا و آزمائش ہے جبکہ دل میں نیت کا ہونا حجت کا راستہ ہے اور یہی اَمر و نَہی کی جزا کے لوٹنے کا اصل سبب ہے۔

پس عقل میں طبعی طور پر اشیاء میں تمیز کرنا اور جبلّی طور پر کسی شے کو اچھا و بُرا قرار دینا شامل ہے جبکہ نفس کی فطرت میں شہوت اور طبیعت میں خواہش کی پیروی کرنا پایا جاتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا و بخشش میں سے دونوں کا حصّہ یہی ہے اور اس نے ان دونوں کو خیر و شر کی راہ دکھا دی ہے، دونوں کو تقدیر میں لکھ دیا ہے اور اسباب کے پلٹنے کو دونوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کے جو احکام بیان کئے ہیں ان کے متعلق بطورِ تکملہ یہ فرامینِ باری تعالیٰ پڑھئے:

﴿1﴾ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی ﴿۵۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔ (پ۱۶، طٰہٰ: ۵۰)

﴿2﴾ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمۡ نَصِيۡبُهُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا۔

(پ۸، الاعراف: ۳۷)

﴿3﴾ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے عذابِ دوزخ کی راہ بتائے گا۔ (پ۱۷، الحج: ۴)

خیالِ یقین

(۶) چھٹا خیال، خیالِ یقین ہے اور یہ ایمان کی روح اور علم کی زیادتی کا سبب ہے اور ان دونوں (یعنی ایمان کی روح اور علم کی زیادتی) کا خیالِ یقین کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور یہ اسی سے صادر ہوتے ہیں۔ خیالِ یقین ایک مخصوص خیال ہے اور صرف مرتبۂ شُہدا وصدیقین پر فائز اہلِ یقین ہی اس کا ادراک کر پاتے ہیں۔ یہ خیال خواہ خفیف ودقیق ہی ہو صرف اور صرف حق پر مبنی ہوتا ہے اور اس خیال کی مراد کے مختار ہونے کی وجہ سے اس پر بغیرعلمِ اختیاری کے اعتراض نہیں کیا جاسکتا اگرچہ اس کے دلائل لطیف ہی کیوں نہ ہوں اور اس سے استدلال کی صورت مخفی ہو۔ مگر یہ خیال اپنے مقصود ومراد پر مخفی نہیں رہتا، یہی وہ لوگ ہیں جن کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ذکری کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ چنانچہ، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے متعلق عرض کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔ (پ۲۶، ق: ۳۷)

یعنی جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دوست بنایا اس کا دل محفوظ رہا۔

گناہ کا دل پر اثر ہوتا ہے

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اس کے متعلق فرمانِ عالیشان ہے: ''تیرے دل میں جو شے کھٹکے اسے چھوڑ دے۔''[1]

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۸، ج۹، ص۱۴۹

ایک قول ہے کہ ”گناہ دلوں کی چُبھَن ہیں۔“ [1] مطلب یہ ہے کہ گناہ دلوں پر اثر انداز ہو کر انہیں ان کی رِقّت، صفائی، نرمی اور لَطافت سے جُدا کر دیتے ہیں۔

عِلمِ باطن کی اہمیت و فضیلت

ایک شخص (یعنی حضرت سیِّدُنا وابِصہ بن مَعْبَد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے جب پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا جو کہ خیر و شر کی اصل ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے دل سے پوچھو، اگرچہ فتویٰ دینے والے تمہیں فتویٰ دیں۔“ [2]

مُراد یہ ہے کہ فتویٰ دینے والے اپنے ظاہری علم کے مطابق رخصت اور تاویل کے مَعانی کا علم جانتے ہیں (اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں) جبکہ تم ان سے بہتر علم پر فائز ہو یعنی اپنے باطنی علم کے مطابق عَزِیْمت اور تحقیق طلب کرنے والے ہو۔ اہلِ ظاہر اپنے ظاہری علم سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ظاہری احکام جانتے ہیں حالانکہ ان کا ظاہری علم صرف اس علم کے جاننے والوں پر حجت ہے، جبکہ تمہارا دل فَقِیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان سے بھی منوَّر ہے، جس کی روشنی میں تم اپنے قلبی و باطنی علم کے ذریعے نہ صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے باطنی احکام دیکھتے ہو بلکہ زبان سے ان کا اظہار بھی کرتے ہو اور تمہارا یہ قلبی و باطنی علم ہی ایمان کی حقیقت ہے اور باطنی علم رکھنے والے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے لئے مَنْفعت کا باعث ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان کے لائق یہی تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سائل کو کسی فَقِیہ سے رجوع کرنے کا حکم دیتے۔ اس لئے کہ اگر علمِ باطن جو کہ علمِ فقہ کی حقیقت ہے نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اہلِ ظاہر کا فتویٰ چھوڑ کر اس کی جانب رجوع کرنے کا اپنے صحابی کو کبھی نہ فرماتے اور نہ ہی فتویٰ دینے والوں کے برعکس دل کی جانب متوجہ ہونے کا فیصلہ فرماتے۔ پس باطنی علم ہی حقیقی علم ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے فتویٰ دینے والوں کے برعکس قولِ فیصل قرار دیا اور اس طرح باطنی عالم استاذُ العلماء بن جائے گا

---

[1] ……المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۵۳۹، ج۸، ص۱۱۷ مفہوماً

[2] ……مسند ابی یعلی، مسند وابصة بن معبد، الحدیث: ۱۵۸۳، ج ۲، ص ۱۰۵

کیونکہ علمائے ظاہر کی تقلید کرنے کی اس کے ہاں کوئی گنجائش نہیں۔

نیکی کیا ہے؟

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ذی شان ہے: ''نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور نفس سکون محسوس کرے، اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں اور وہ تمہیں فتویٰ دیں۔''

پس یہ اس دل کا وَصف ہے جسے ذکر کے ذریعے مکاشفہ حاصل ہو اور اس نفس کی صِفَت ہے جسے سکون کے ساتھ آرام وچین مُیَسَّر ہو اور نیکی کی کیفیت ایسی ہے جیسا کہ صریح کلام میں اور واضح خطاب کے دلائل میں مومنین کے دلوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُؕ(۲۸) (پ۱۳، الرعد: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

﴿2﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْؕ (پ۲۶، الفتح: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔

حجاب زدہ دلوں کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دشمنوں کے حجاب زدہ دلوں کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ تَدَبُّر کے شاہد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا۠(۱۰۱) (پ۱۶، الکھف: ۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے تھے۔

﴿2﴾ اَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔ (پ ۲۷، النجم: ۳۵)

تدبُّر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اس کے محبوب اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اس کا کلام سنتے ہیں، اس کے ذکر سے انہیں مُکاشفہ ہوتا ہے اور ان کی نگاہیں ہر لحہ اس کے غیب کی طرف دیکھتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اس کی مثل کے متعلق اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الۡفَرِیۡقَیۡنِ کَالۡاَعۡمٰی وَ الۡاَصَمِّ ترجمۂ کنزالایمان: دونوں فریق کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا۔ (پ ۱۲، ھود: ۲۴)

یعنی یہ ایسا گروہ ہے جو سیدھا راستہ چھوڑ کر مُتفرِق راہیں اختیار کرنے کی وجہ سے راہِ حق سے بھٹک چکا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَ الۡبَصِیۡرِ وَ السَّمِیۡعِ ؕ (پ ۱۲، ھود: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور دوسرا دیکھتا اور سنتا۔

یعنی یہ ایسا گروہ ہے جو ہدایت یافتہ ہے اور راہِ مستقیم کی پیروی کرنے والا ہے۔ چنانچہ انکے متعلق مزید ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ مَا کَانُوۡا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ السَّمۡعَ وَ مَا کَانُوۡا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾ (پ ۱۲، ھود: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے۔

﴿2﴾ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ هُوَ شَهِیۡدٌ ﴿۳۷﴾ (پ ۲٦، ق: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

﴿3﴾ اِنۡ کَانَ اللّٰهُ یُرِیۡدُ اَنۡ یُّغۡوِیَکُمۡ ؕ هُوَ رَبُّکُمۡ ۟ (پ ۱۲، ھود: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اللّٰه تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے۔

تقویٰ کی جگہ اور وہاں لگی مہریں کھولنے کا طریقہ

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دل کی اجمالی صِفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”تقویٰ یہاں ہے۔“ اور اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے قلبِ اَطْہر کی جانب اشارہ فرمایا۔[1]

---

[1] ......جمع الجوامع، حرف المیم، الحدیث: ۲۳۵۳۰، ج ۷، ص ۳۲۷

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے گناہوں کے سبب جن دلوں پر قُفل لگا دیئے، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مُہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

دلوں پر لگی ہوئی مُہر کو تقویٰ کے ذریعے کھولنے کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

﴿2﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

دل کی نصیحتیں

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ جس بندے سے خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لئے ایک زَجْر و توبیخ کرنے والا اس کے نفس سے اور ایک نصیحت کرنے والا اس کے دل سے بنا دیتا ہے۔''[1] اور ایک روایت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے دل میں کوئی نصیحت کرنے والا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اس پر ایک محافظ مُقرّر ہوتا ہے۔''[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۳)﴾[3] کی تفسیر میں منقول ہے کہ ہم نے اسے اپنے دلوں سے سنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے برعکس اپنے دشمنوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان مجامع اوصاف القلب، ج ۸، ص ۴۱۷ بتغیر قلیل

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، بقیۃ زھد عیسی علیہ السلام، الحدیث: ۵۳۴، ص ۱۳۵
اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان مجامع اوصاف القلب، ج ۸، ص ۴۱۷

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے۔

یعنی وہ مکان ان کے دلوں سے دور ہے۔ پھر توبہ کی جانب دلوں کے میلان اور ارادے کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ (پ۲۸، التحریم: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا:

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے۔

دلوں کے اندھے پن کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

الغرض اہلِ دل مخلوق میں سے بغیر کسی نصیحت کرنے والے کے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور ظاہر میں بغیر کسی روکنے والے کے رک جاتے ہیں۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے جن خیالات کا تذکرہ کیا ہے وہ سب مومنین کے دلوں میں پائے جاتے ہیں۔ دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غیب کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور معانی و مَفاہیم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکری ہیں جو دل کے گرد جمع رہتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان میں سے جس خیال کو چھپانا چاہتا ہے اسے مخفی رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے اور جس خیال سے چاہتا ہے دل کو کھول دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے دل کو بند کر دیتا ہے۔

علم مقامِ توحید پر فائز کرتا ہے

مذکورہ صورت میں علم مقامِ توحید بن جاتا ہے اور مُوَحِّد مقامِ توحید پر اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (پ٢٦، محمد: ١٩) ترجمۂ کنزالایمان: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ (پ١٢، ھود: ١٤) ترجمۂ کنزالایمان: تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

یہاں علم کا تذکرہ توحید سے پہلے ہوا ہے گویا کہ یہ اس کی ابتدا ہو، پس جب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ علم اور دنیا میں زہد اختیار کرنے سے دل میں وُسْعَت پیدا ہوگی تو ایمان اور درجات میں زیادتی ہوتی جائے گی کیونکہ مُوَحِّد اپنے مقام ومرتبہ کی بلندی میں وہ کچھ دیکھتا ہے جو اس کے علاوہ دوسرے نہیں دیکھ پاتے اور اپنے علم کی وُسْعَت میں وہ کچھ جان لیتا ہے جو دوسرے نہیں جان پاتے۔

ایمان میں کمی وبیشی اور مومنین کے درمیان فرق

بندۂ مومن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کِبْرِیائی بیان کرتا ہے (یعنی اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہے) تو اس کا ایسا کرنا اس کے ایمان اور قوت میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور اس کے بعد جب وہ ہر اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے جس پر ایمان لایا تھا تو اس کے سبب اس کے نفس کی قوّت اور مشاہدے میں وُسْعَت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب بھی دل میں علمِ الٰہی، صفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی ومَفاہیم اور ملکوت کے احکام کم ہوتے ہیں تو بندے کے ایمان میں بھی کمی آجاتی ہے۔ پھر وہ جن باتوں پر ایمان لایا تھا ان کا مشاہدہ حجاب زدہ ہو کر کرتا ہے کیونکہ اب اس پر اسباب کی محبت غالب ہے اور وہ نیکی کی طرف جلدی کرنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام پردے کے پیچھے سے سنتا ہے، پس اس سبب سے اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا مشاہدہ محض تخیُّلات پر مبنی رہ جاتا ہے اور مُتَحَقَّق نہیں ہوتا۔

جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صِفات اور اس کی آیات کی قدرت میں سے ایک لاکھ مَعانی کا علم حاصل کر لے اور پھر ان سب معانی ومفاہیم کا بڑے قریب سے کَشف کے ذریعے مشاہدہ بھی کر لے تو وہ اس شخص جیسا نہیں ہو سکتا جسے صرف ان مَعانی ومَفاہیم میں سے صرف دسْ کا علم حاصل ہو اور وہ ان کا مشاہدہ بھی دور سے حجاب میں رہ کر کرے۔ ایمان میں تو یہ دونوں برابر ہیں لیکن ان دونوں کے ایمان میں قُرب و بلندی اور زیادتی ونقصان کے اعتبار سے بہت فرق

ہے، جیسا کہ دس اور لاکھ کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔ الغرض ایک مسلمان کا قلبی ایمان اہلِ یقین کے قلبی ایمان کا لاکھواں حصّہ ہوتا ہے۔

(ذیل میں حقیقتِ کمال اور نفسِ ایمان میں مومنین کے درمیان جو تفاوُت ہے اسے واضح کرنے کے لئے چند مثالیں مذکور ہیں)

﴿1﴾......(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس کی مثال ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی آپ سے یہ کہے کہ فُلاں شخص میرے پاس موجود ہے۔ تو اس سے آپ کو صرف یہ بات معلوم ہوگی کہ وہ شخص اس کے پاس موجود ہے مگر یہ یقینی علم نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اسے شبہ ہوا ہو یا اس وقت تو اس کے پاس ہو لیکن اب وہاں سے نکل چکا ہو اور اس وقت اس کے پاس موجود نہ ہو۔ یہ مثال ایک مسلمان کے ایمان کی طرح ہے کہ جس کے ایمان کا دار و مدار خبر کے علم پر ہوتا ہے نہ کہ خبر پر۔ اس کے بعد اگر وہ یہ کہے کہ آپ خود میرے پاس آ کر اس شخص کی باتیں پردے کے پیچھے چھپ کر سن لیں۔ اس طرح آپ کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ واقعی اس کے پاس موجود ہے کیونکہ آپ نے اس کی باتیں خود سن کر اس کی موجودگی پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ علم ابھی تک حقیقت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ آوازیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوسکتی ہیں اور اگر وہ آپ سے یہ کہے کہ وہ میرے پاس نہ تھا بلکہ وہ تو کوئی دوسرا شخص تھا جس کی آواز اس سے ملتی جلتی تھی تو اس احتمال کی وجہ سے آپ شک میں مبتلا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس کوئی ایسی پُختہ و یقینی دلیل نہ ہوگی جس سے اس کی اس بات کا رد کرسکیں اور نہ ہی کسی آنکھ نے اسے دیکھا ہوگا جو اس کے قول کو جھٹلا سکے۔ یہ عام مومنین کے ایمان کی مثال ہے جو کہ خبر پر مبنی ہے اور اس میں ایسا یقینی اِسْتِدْلال پایا جا رہا ہے جو ظن کے ساتھ ملا ہوا ہے مگر یہ عارفین کا مُشاہَدہ نہیں ہے، اس لئے کہ بسا اوقات عام مومنین پر تَخَیُّل اور شبہات آتے ہیں تو وہ یقینی مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس سے اپنا بچاؤ نہیں کر پاتے اور جب آپ سے کہا جائے کہ وہ میرے پاس ہے یا پھر آپ اس کی باتیں سننے کے بعد اندر بھی داخل ہو جائیں اور اسے وہاں بیٹھا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، آپ کے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو تو اس صورت میں جو علم حاصل ہوگا اسے یقینی معرفت کہیں گے اور یہی مقام اہلِ یقین کے مشاہدہ کا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہر قسم کا شک و شبہ ختم ہو جاتا ہے اور علم کی خبر مُتَحَقَّق ہو جاتی ہے۔ یہ ان اہلِ یقین کے ایمان کی مثال ہے جس میں عام مومنین کا ایمان بھی شامل ہے یعنی احتمال شدہ خبر کا

علم اور پردے کے پیچھے سے مشتبہ آواز کی سماعت بھی اس ایمان میں شامل ہے۔

لفظِ ایمان مذکورہ تمام افراد پر بولا گیا ہے لیکن سب سے پہلا شخص وہ ہے جسے اس بات کا علم ہوا اور جس سے کہا گیا تھا کہ وہ میرے پاس ہے تو اس نے اس بات کی تصدیق کی۔ دوسرا شخص وہ ہے جس نے سماعت سے علم حاصل ہونے کے ساتھ اِسْتِدْلال بھی کیا لیکن مشاہدہ نہ کرسکا کہ اسے علمِ قطعی حاصل ہوتا اور تیسرا وہ ہے جس نے آنکھوں سے دیکھ کر علم قطعی حاصل کیا اور تاجدارِ رسالت، ماہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اسی قسم کے ایمان میں زیادتی کے متعلق ارشاد فرمایا: ''خبر دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ ''خبر دینے والا دیکھنے والے کی طرح نہیں ہوتا۔''[2]

﴿2﴾......اس کی مثال یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ آپ دن کے وقت کسی شے کو دیکھ کر اسے مکمل طور پر پہچان جائیں اور نگاہوں سے اس کا ٹھکانا اتنی اچھی طرح جان لیں جس میں کوئی خطا وغلطی نہ ہو۔ پھر جب رات کے وقت اسی شے کی آپ کو ضرورت پیش آئے تو کھلی آنکھوں کے باوجود اس کی جگہ نہ پہچان پائیں بلکہ استدلال سے اس کی جگہ پہچاننے کی کوشش کریں اور حسنِ ظن رکھیں کہ وہ اپنی حالت پر اسی جگہ موجود ہوگی یا بعض اوقات کسی ایسی مخصوص شے کی وجہ سے اسے پہچان لیا جاتا ہے جو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتی ہو۔ اسی طرح دلائل اگرچہ غائب ہوتے ہیں مگر مُشاہَدات کے ساتھ ان کا غائب ہونا ختم ہوجاتا ہے۔

﴿3﴾......اسی مفہوم میں یہ مثال بھی دی جاسکتی ہے کہ ایک شے کو چاند کی روشنی میں دیکھیں تو وہ دُھندلی نظر آتی ہے یا کبھی نظر آتی ہے اور کبھی چُھپ جاتی ہے لیکن سورج کی روشنی میں اسے دیکھیں تو وہ شے اپنی اصلی حالت پر نظر آتی ہے۔ پس یہ نورِ یقین کو نورِ ایمان کے مشابہ قرار دینا ہے۔

﴿4﴾......حقیقتِ کمال اور نفسِ ایمان میں مومنین کے درمیان جو تَفاوُت پایا جاتا ہے اس کی چوتھی مثال یہ ہے کہ چار رکعتی نماز باجماعت کھڑی ہو اور ایک شخص آکر تکبیرِ تحریمہ پالے اور ایک دوسرا شخص آئے اور رُکوع میں جماعت کے ساتھ شامل ہوجائے جبکہ ایک اور شخص آئے اور دوسری رَکْعَت میں شامل ہو، اس کے بعد ایک تیسرا شخص آکر تیسری

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللّٰہ بن عباس، الحدیث: ۱۸۴۲، ج ۱، ص ۴۶۱

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۹۸۲، ج ۵، ص ۱۷۹

رکعت میں شامل ہوا اور پھر چوتھا شخص آ کر چوتھی رکعت میں شامل ہو تو سب نے نماز ادا کر لی اور سب نے جماعت کا ثواب بھی پالیا اور سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کی وجہ سے اجر و ثواب بھی پانے میں کامیاب ہو گئے کہ ''جس نے (باجماعت) نماز کی ایک بھی رکعت پالی اس نے ساری نماز پالی۔'' [1] مگر پہلی رکعت پانے والا شخص کمالِ صلاۃ اور حقیقتِ صلاۃ میں تیسری اور چوتھی رکعت پانے والے کی طرح نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جس شخص نے تکبیرِ تحریمہ پالی تھی وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو حالتِ قیام میں سے کچھ بھی نہ پا سکا تھا حالانکہ دونوں مُدرِک یعنی نماز کی رکعت پانے والے ہیں۔

جس طرح حقیقتِ کمال اور نفسِ ایمان میں مومنین کے درمیان تفاوُت پایا جاتا ہے اسی طرح کمالِ ایمان اور حقیقتِ ایمان میں بھی اہلِ ایمان برابر نہیں، اگرچہ نام اور معنٰی کے اعتبار سے ان میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور جس طرح یہاں دنیا میں ان کے درمیان فرق ہے اسی طرح آخرت میں بھی ان کے درجات میں تفاوت ہو گا۔ چنانچہ،

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ (جب جنّتی اور جہنّمی اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جائیں گے تو) کہا جائے گا: ''ان لوگوں کو (جہنم سے) باہر نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال یا نصف مثقال یا چوتھائی مثقال ذرہ یا ایک جو کے ہَمْوَزن یا ایک ذرّے جتنا ایمان ہو۔'' [2]

پس وہ ایمان میں ذرے سے لے کر ایک مثقال کے درمیان تک فرق رکھنے والے مومنین پائیں گے جو سب کے سب جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے مگر جہنّم میں ان سب کے درجات مختلف ہوں گے۔

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل موجود ہے:

﴿1﴾......جس شخص کے دل میں دینار بھر ایمان ہو گا وہ اسے جہنّم میں داخل ہونے سے نہ روک سکے گا، کیونکہ اس نے بڑے بڑے گناہوں کا اِرتِکاب کیا ہو گا۔

﴿2﴾......جس شخص کے دل میں ایک ذرّہ کے برابر ایمان ہو گا وہ ہمیشہ جہنّم میں نہ رہے گا کیونکہ اس کا تعلق یقین کی تھوڑی سی مقدار کے ساتھ قائم ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، من ادرک من الصلاۃ رکعۃ، الحدیث: ٥٨٠، ص ٤٧

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق المقاصین بمثال محسوس، ج ٣، ص ٢٧

﴿3﴾......جس شخص کا ایمان ایک دینار سے زائد ہوگا اس پر آگ کبھی بھی غالب نہ آسکے گی۔ بلکہ وہ نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔

﴿4﴾......جس کا ایمان ایک ذرّے سے کم ہوگا وہ کبھی آگ سے نہ نکل پائے گا اگرچہ ظاہر میں اس کا نام اوراس کی علامات مومنوں جیسی ہی ہوں، کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علم میں فاجر منافقین میں سے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، الانفطار: ۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔

اور پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىٕبِیْنَ ﴿۱۶﴾ (پ۳۰، الانفطار: ۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اوراس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

اس کے بعد (جب جہنّمیوں کو جہنّم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا) تو جن کا ایمان مثقال اور ذرّے کے برابر ہوگا ان کے درجات جنّت میں مختلف ہوں گے، جن کا ایمان بوزنِ مثقال ہوگا وہ ذرے کے برابر ایمان رکھنے والوں سے بلند و برتر مقامِ اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور بلند درجات والے ان مقامِ اعلیٰ عِلِّیّین پر بسنے والوں سے اس قدر بلند ہوں گے جیسا کہ آسمان کے اُفُق پر کوئی ستارہ بلند ہو۔ البتہ سب کے سب جنت میں جمع تو ہوں گے لیکن ان کے درجات میں فرق ہوگا۔ چنانچہ،

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شے اپنے جیسی کسی شے سے ہزار گنا بڑھ کر نہیں ہے سوائے انسان کے۔'' [1]

اہل یقین اور عام مومنین کے ایمان میں فرق

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! بے شک ایک اہلِ یقین کا دل ایک ہزار مسلمانوں کے دل سے بہتر ہے کیونکہ اس کا ایمان ایک سو مومنوں کے ایمان پر فوقیت رکھتا ہے اوراسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم ایک سو مسلمانوں کے علم سے بڑھ کر حاصل ہے۔ منقول ہے کہ تین سو ابدالوں میں سے ہر

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۰۹۵، ج۶، ص۲۳۸

ایک تین۳ سو مومنوں کے برابر ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرمایا کرتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بعض مومنین کو جبلِ اُحد کے وزن کے برابر ایمان عطا فرمایا اور بعض کو ایک ذرے جتنا عطا فرمایا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ایمان کی بلندی کی چونکہ کوئی انتہا نہیں لہٰذا ہر دل اپنے ایمان کی مقدار بلندی پر فائز ہوگا۔ اسی لئے عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کو عام مومنین پر درجات کے لحاظ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں رِفْعَت سے نوازا گیا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے مذکورہ آیتِ مبارکہ میں سے ﴿وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کے برابر فاصلہ ہوگا۔[1]

علم کی فضیلت پر مبنی تین احادیث مبارکہ

﴿1﴾...... بے شک اکثر جنّتی بھولے بھالے ہوں گے جبکہ مقامِ عِلّیّین پر فائز افراد عقل مند ہوں گے۔[2]

﴿2﴾...... عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی چاند کی ستاروں پر ہے۔[3]

﴿3﴾...... عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھے اپنی اُمّت پر حاصل ہے۔[4]

---

[1] ...... احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقاسین ...... الخ، ج۳، ص۲۸
اتحاف السادۃ المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقاسین ...... الخ، ج۸، ص۴۷۲

[2] ...... الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۷۷۳ سلامۃ بن روح، ج۴، ص۳۲۹
احیاء علوم الدین، شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقاسین ...... الخ، ج۳، ص۲۸

[3] ...... سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث: ۳۶۴۱، ص۱۴۹۳

[4] ...... الجامع الصغیر، الحدیث: ۵۸۵۸، ص۳۶۲

نفسانی خیالات کے تین اسباب

ہر وہ دل جس میں تین مَعانی ومَفاہیم جمع ہوں اس سے نفسانی خیالات کبھی الگ نہیں ہوتے: جَہالت، طمع اور دنیا کی محبت۔ ان نفسانی خیالات کا قوی وکمزور ہونا نفس میں پائے جانے والے ان تینوں اسباب کے مُوافق ہوتا ہے اور اس کے حقائق وہی ہیں جو ہم ذکر کر چکے ہیں، یعنی خیالاتِ یقین کا قوی وضعیف ہونا ان کے محل کے اعتبار سے ہے جو کہ علم، ایمان اور عقل ہے۔ دل میں ان سب خیالات کے غلبہ کے وقت مَشِیّت جس کے ساتھ شامل ہو جائے وہی غالب آجاتا ہے۔

دل کی مثال

اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ”زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے چند برتن ہیں جو کہ قُلوب ہیں اور ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ برتن وہ ہیں جو سب سے زیادہ رَقیق، صاف اور مضبوط ہیں۔“ اس کے بعد آپ نے اپنے قول کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”وہ دل دین میں مضبوط، یقین میں صاف اور اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہوتے ہیں۔“[1]

دل اپنے جوہر کے باہم قریب ہونے میں برتنوں کی مثل ہیں، لہٰذا بادشاہ اور عمدہ چہرے کے مالک افراد کی شان یہ ہے کہ ان کے لئے برتن بھی سب سے زیادہ رقیق، سب سے زیادہ صاف وشَفّاف اور اعلیٰ درجے کے ہوں جبکہ گھٹیا لوگوں کا مرتبہ یہ ہے کہ ان کے لئے کَثِیف اور ردی برتن ہی استعمال ہوں اور مُتَوَسِّط طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے درمیانی قسم کے برتن ہی صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ عمدہ وہلکا ترازو سونے کا وزن کرنے کے لئے مناسب ہوتا ہے جبکہ جانوروں اور ان کے چارے کا وزن کرنے کے لئے بھاری وزنی ترازو استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے اور جو اشیاء درمیانہ وزن رکھیں ان کے لئے درمیانہ ترازو استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جس طرح ہر شے کا وزن صرف اسی ترازو میں کیا جاتا ہے جو اس کے لئے مناسب وزیبا ہو اسی طرح ہر برتن میں وہی شے ڈالی جاتی ہے جو اس کے لائق ہو خواہ وہ گھٹیا ہو یا اچھی۔

---

[1] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان خاصیة القلب، ج ۸، ص ۴۰۹

مومن ومنافق کا دل

ظاہر کو باطن کے برابر رکھنے کے لئے جس طرح ملکوتِ ظاہر میں ایک حکم اور حکمت ہے اسی طرح ملکوتِ باطن میں بھی اس کا ایک حکم اور حکمت ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ (پ۱۸، النور:۳۵)﴾ [1] کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ یہاں مُرادمومن کے نور کی مثال بیان کرنا ہے۔ [2] جب وہ اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت کرتے تو یوں پڑھا کرتے تھے: ''مومن کے نور کی مثال اس دل جیسی ہے جو ایک طاق کی مانند ہے، اس میں ایک چراغ ہے، اس کا کلام اور اس کا عمل نور ہے بلکہ وہ اسی نور میں حسبِ مَنشا اپنے معاملات سرانجام دیتا ہے۔'' [3] اس کے بعد انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿اَوۡ کَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ (پ۱۸، النور:۴۰)﴾ [4] کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: ''یہاں منافق کا دل مراد ہے، جس کا کلام نہ صرف ظلمت پر مبنی ہوتا ہے بلکہ اس کا عمل بھی ظُلمت کا شکار ہوتا ہے اور وہ اسی ظلمت میں اپنے معاملات سرانجام دیتا رہتا ہے۔'' [5]

حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ﴿۲۲﴾ (پ۳۰، البروج:۲۲)﴾ [6] کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں مومن کا دل مراد ہے۔ [7]

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ دل اور سینہ ایسے ہیں جیسا کہ عرش اور کرسی ہوں۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

[2] ......تفسیر الطبری، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۵، ج ۹، ص ۳۲۱

[3] ......الدرالمنثور، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۳۵، ج ٦، ص ۱۹۷

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: یا جیسے اندھیریاں کسی کُنڈے کے دریا میں۔

[5] ......الدرالمنثور، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۳۵، ج ٦، ص ۱۹۸

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان خاصیۃ القلب، ج ۸، ص ۴۱۱

[6] ......ترجمۂ کنزالایمان: لوحِ محفوظ میں۔

[7] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان خاصیۃ الانسان، ج ۸، ص ۴۱۱

مومن کے چار اوصاف

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا سے مَروی حدیثِ پاک میں ہے کہ عرض کی گئی: ''یا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص تجلّی زمین میں کہاں ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مومن بندوں کے دل میں۔'' [1]

﴿2﴾......حدیثِ قُدسی میں ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میری گنجائش زمین میں ہے نہ آسمان میں، میں کسی مکان میں نہیں سما سکتا، اگر کہیں میری جلوہ گری کی گنجائش ہے تو وہ بندۂ مومن کا دل ہے۔'' [2]

﴿3﴾......بندہ اطمینان وسکون میں خُشوع سے بہتر کوئی لباس نہیں پہنتا کہ یہ مُتَّقِین کا لباس اور عارفین کے لئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا رنگ ہے۔

﴿4﴾......عرض کی گئی: ''یا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ہر وہ مومن جس کا دل پاک وصاف ہو۔'' پھر مزید وضاحت فرمائی: ''وہ اتنا پاک وصاف ہو کہ اس میں گناہ، بَغاوَت، کینہ اور حسد نہ پائے جائیں۔'' [3]

شرک ونفاق سے پاک دل

بعض عارفین اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۸۹)﴾ [4] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں ایسا دل مراد ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر شے سے پاک ہو اور اس میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو۔ [5]

مُفَسِّرِینِ کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہاں شرک اور نفاق سے پاک دل مراد ہے۔ [6]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج۳، ص۱۹

[2] ......المرجع السابق

[3] ......سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الورع والتقوی، الحدیث: ۴۲۱۶، ص ۲۷۳۳ بتغیر قلیل

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: مگر وہ جو اللّٰہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

[5] ......روح المعانی، پ۱۹، الشعراء، تحت الایة ۸۹، الجزء التاسع عشر، ص ۱۳۵

[6] ......الجلالین مع حاشیة الجمل، پ۱۹، الشعراء، تحت الایة ۸۹، ج۵، ص ۳۹۲

شرک کے متعلق دافعِ رنج وملال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمَّت میں شرک [1] چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ خفیف ہے۔'' [2]

پس یہ ایک ایسی شے ہے جس سے سوائے صِدِّیقین کے مومنین میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ پھر نفاق کے متعلق حُضور سید عالم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمَّت کے اکثر قراء منافق ہوں گے۔'' [3] اس سے بھی سوائے عارفین کے کوئی عبادت گزار محفوظ نہیں۔

خیالاتِ یقین کا ادراک

بعض خیالاتِ یقین جب کسی پر واقع ہوتے ہیں تو مخفی ہونے کی وجہ سے انکے دلائل ظاہر نہیں ہوتے اور انکے شواہد آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ یہ باطنی علم، گہری سوجھ بوجھ، قرآنِ کریم کے لطیف معانی میں خوب غور کرنے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا فہم وادراک اور تاویل کا علم حاصل کرنے میں باطنی اِسْتِنْبَاط کے بغیر معلوم نہیں ہوتے۔ چنانچہ، سرکارِ والا تبار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے حق میں دعا فرمائی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما اور اسے علمِ تاویل سکھا۔'' [4]

اَمِیْرُالْمُؤمِنِین حضرت سَیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کے

---

[1] ...... یہاں شرک سے مراد شرک اصغر یعنی ریا کاری ہے، کیونکہ مشرک اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے معبودوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے، (اور) رِیا کار (مسلمان) اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے مقصودوں یعنی لوگوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے۔ اس لیے ریا کار چھوٹے درجہ کا مشرک ہے اور اس کا یہ عمل چھوٹے درجہ کا شرک ہے۔ چونکہ ریا کار کا عقیدہ خراب نہیں ہوتا عمل وارادہ خراب ہوتا ہے اور کھلے مشرک کا (عمل وارادہ کے ساتھ ساتھ) عقیدہ بھی خراب ہوتا ہے، اس لیے ریا کو چھوٹا شرک فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۴۴) ریا کاری کو شرک اصغر کیوں فرمایا گیا اس کی مزید تفصیلات جاننے کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 853 صَفحات پر مشتمل کتاب جہنّم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) صَفْحہ 139 تا 172 اور مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 170 صَفحات پر مشتمل کتاب ریا کاری کا مطالعہ کیجئے۔

[2] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الشین، الحدیث: ۱۳۳۸۳، ج۵، ص۵۳

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۴۵، ج۲، ص۵۷۸

[4] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، الحدیث: ۲۳۹۷، ج۱، ص۵۷۲

ہمارے پاس کوئی ایسی شے نہیں جو ہمیں حُضور شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوشیدہ طور پر عطا کی ہو، مگر یہ کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو اپنی کتاب کی فہم عطا فرما دے۔ ①

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿یُّؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۳، البقرۃ:۲۶۹)﴾ ② کی تفسیر میں مَنقول ہے کہ یہاں حکمت سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا فہم مراد ہے۔ ③

ایک جگہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ (پ۱۷، الانبیآء:۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

پس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فہم کے ساتھ خاص فرمایا اور اس کے ذریعے انہیں اس حکم اور علم پر فوقیت دی جس میں ان کے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی شریک تھے، لہٰذا وہ اپنے والدِ ماجد سے فتویٰ دینے میں بڑھ گئے۔

یقین کے چار حصے

اَمیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ایک طویل حدیثِ پاک میں منقول ہے کہ یقین کے چار حصّے ہیں: (۱) ذہانت کی بصیرت (۲) حکمت کی تاویل (۳) عبرت کی نصیحت اور (۴) اَوَّلین کی سنّت۔ جسے فطانت کی بصیرت نصیب ہو وہ حکمت کی تاویل سے بھی آگاہ ہوتا ہے اور جو حکمت کی تاویل سے آگاہ ہو وہ عبرت کا بھی عارف ہوتا ہے اور جو عبرت کا عارف ہو وہ اَوَّلین میں شمار ہوتا ہے۔ ④

اہلِ یقین مومنین کا مقام و مرتبہ

اہلِ یقین سے مراد **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے باطنی احکام جاننے والے عارفین ہیں جو خیالاتِ یقین کی تفصیل اور ان کے تقاضوں کو اچھی طرح جانتے ہیں، اس اعتبار سے کہ انہوں نے ان خیالاتِ یقین کی جائے ظُہور کا مُشاہَدہ غیب میں کر

---

① ......سنن النسائی، کتاب القسامة، باب سقوط القعود......الخ، الحدیث: ۴۷۴۸، ص ۲۳۹۵ بتغیر قلیل

② ......ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے۔

③ ......تفسیر القرطبی، پ۳، البقرۃ، تحت الایة ۲۶۹، ج ۲، ص ۲۵۰

④ ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۱۰، ج ۱، ص ۲۴

رکھا ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نورِ ثاقِب، اس کے قُرب اور اس کے نافذ حکم کی مدد سے ان خیالات کے موجب سے بھی اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ''مومن کی فِراست سے بچو! بے شک وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور (یعنی یقین) سے دیکھتا ہے۔''[1]

ایک روایت میں پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالِم کی فِراست سے بچو۔''[2]

گویا کہ یہ بعد والی حدیثِ مبارکہ پہلی حدیثِ مبارکہ کی وضاحت ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ مبارکہ بھی اسی قسم کے ہیں:

﴿1﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ (پ۱۴، الحجر: ۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لئے۔

﴿2﴾ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔

یہاں بھی مراد نورِ یقین ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرمایا کرتے تھے کہ مومن باریک پردے کے پیچھے سے غیب دیکھتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہر وہ بات حق ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اور جو ان کی زبانوں پر جاری فرماتا ہے۔[3]

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ مومن کے بعض گمان کہانت پر مبنی ہوتے ہیں۔ گویا کہ وہ گمان نافذ ہونے اور وقوع کے صحیح ہونے میں جادو (کی طرح) ہوں۔[4]

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دستِ قدرت حکماء کے مونہوں پر ہوتا ہے اور وہ صرف وہی حق بات بولتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں عطا فرمائی ہوتی ہے۔[5]

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحجر، الحدیث: ۳۱۲۷، ص ۱۹۶۸

[2] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب اجتہاد الرأی علی الاصول، الحدیث: ۹۱۴، ۹۱۵، ص ۳۲۱

[3] ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب السلطان، الاصابۃ بالظن والرأی، ج ۱، ص ۹۱ مختصراً

[4] ......المرجع السابق، ص ۹۳۔ المؤمن بدلہ العاقل

[5] ......الدر المنثور، پ ۲۱، لقمان، تحت الآیۃ ۱۳، ج ۶، ص ۵۱۶

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے یہ بھی مَنْقُول ہے کہ اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ خاشعین کو اپنے بعض اسرار سے آگاہ فرماتا ہے۔ [1]

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمر بن خَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے لشکروں کے امیروں کے نام یہ خط لکھا کہ نصیحت کرنے والوں سے جو کچھ سنیں اسے یاد رکھا کریں کیونکہ ان پر امورِ صادقہ مُنْکَشِف ہوتے ہیں۔ [2]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ (پ۵، النسآء:۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (پ۹، الانفال:۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اگر اللّٰہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو۔

منقول ہے کہ یہاں مراد ایسا نور ہے جس سے شبہات کے درمیان فرق کر سکتے ہیں اور ایسا یقین بھی مراد ہے جس سے مشکلات میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان بھی اسی قسم کا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ (پ۲۸، الطلاق:۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللّٰہ سے ڈرے اللّٰہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں ہر اس معاملے سے نکلنے کا راستہ مراد ہے جو لوگوں پر دشوار ہو اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ (پ۲۸، الطلاق:۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اسے بغیر علم حاصل کئے علم کی دولت عطا فرماتا ہے اور ناتجربہ کاری کے باوجود یعنی درست مشاہدے اور واضح حق کے ذریعے اسے سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔ اسی کی مثل مزید ارشاد فرمایا:

---

[1] ......فیض القدیر، تحت الحدیث: ۲۳۴۹، ج ۲ ص ۲۰۵

[2] ......المرجع السابق

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

منقول ہے کہ یہاں اپنے علم پر عمل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔[1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق اور علم وحکمت

ایک قول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ انہیں توفیق عطا فرمائے گا اور جو بات وہ ابھی تک نہیں جانتے اس کی جانب بھی ان کی راہنمائی فرمائے گا یہاں تک کہ وہ علم وحکمت رکھنے والے بن جائیں۔

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ ان عبادت گزاروں کے متعلق نازل ہوئی جو لوگوں سے جدا ہو کر مُستقل طور پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کی جانب اپنے ایسے بندے بھیجتا ہے جو انہیں علم سکھاتے ہیں، یا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ براہِ راست ان کے دلوں پر توفیق اور عِصمت اِلہام فرماتا ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو اپنے علم پر عمل کرے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شے کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔[2] اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے عمل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے یہاں تک کہ اس پر جنّت واجب ہو جاتی ہے اور جو اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے تو وہ اپنے علم میں ہلاک ہو جاتا ہے اور اسے اس پر عمل کی توفیق بھی نہیں دی جاتی یہاں تک کہ اس پر جہنّم واجب ہو جاتا ہے۔''[3]

حدیثِ پاک کی وضاحت

محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے فرمان ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اس سے پہلے وہ

---

[1] ……تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، پ ۲۱، العنکبوت، تحت الایة ۶۹، ج ۶، ص ۲۶۶

[2] ……مابعد عبارت کے متعلق حضرت سیِّدُنا محمد بن محمد حُسینی زَبیدی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اِتحافُ السَّادَةِ الْمُتَّقِین'' جو احیاءُ الْعُلوم کی شرح ہے میں فرماتے ہیں کہ صاحبِ قوتُ الْقُلوب نے جو یہ روایت ذکر کی ہے یہ کسی تابعی کا قول ہے، جبکہ مُصَنِّف کا قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی سابقہ حدیثِ پاک کا بقیہ حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ علّامہ عِراقی نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا: ''حدیثِ پاک کا ابتدائی حصہ کتابُ الْعلم میں بیان ہو چکا ہے جبکہ اس زائد حصہ کے حدیث ہونے کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا۔

[3] ……اتحاف السادة المتقین، کتاب عجائب القلب، وبیان شواھد الشرح، ج ۸، ص ۴۷۴ بتغیر قلیل

نہ جانتا تھا'' سے مراد وہ عُلوم معرفت ہیں جو اعمالِ قُلوب کی میراث ہیں۔ مثلاً امتحان اور اختیار، مصیبت اور خوشی، سزا اور جزا کے درمیان فرق کرنا، کمی وبیشی، قبض و بَسط، حلّ وعقد اور جمع وتفرقہ وغیرہ عُلوم عارفین کی معرفت حاصل ہونا اور یہ معرفت بندے کو وجدان اور قُلوب کے صحیح ہونے کی وجہ سے قرب، مشاہدۂ رقیب کے ادب اور حسنِ فکر و دانش کے حصول کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ،

کسی تابعی سے مَنقول ہے کہ جس نے اپنے علم کے دسویں حصہ پر عمل کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ علم عطا فرمائے گا جس سے وہ جاہل ہے۔[1] اور حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے کہ آج کے زمانے میں اپنے علم کے دسویں حصّے پر عمل ترک کر دو تو ہلاک ہو جاؤ گے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں جو شخص اپنے علم کے دسویں حصہ پر عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔[2]

منقول ہے کہ بندہ عبادت و اجتہاد میں زیادتی کرتا ہے تو اس کا دل بھی قوّت ونشاط میں زیادہ ہو جاتا ہے اور جب بھی بندہ اکتاتا اور عبادت سے خالی ہوتا ہے تو دل بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

سبقت لے جانے والے مفردون

خیالِ یقین کا ظہور عینِ یقین سے ہوتا ہے۔ پس جب بندہ زبان سے اس کا اظہار کرتا ہے تو فوراً اسے پالیتا ہے کیونکہ وہ اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے، وہی اس کی مراد ومقصود اور محبوب و دوست اور مَطلُوب ہے۔ ایک عارف یا خائف یا مُحِب کے علاوہ کوئی بھی اس مرتبہ پر فائز نہیں کہ اسے یہ خیالِ یقین اس طرح حاصل ہو۔ ان کے علاوہ باقی تمام لوگ اپنے حال کے مطابق حجاب زدہ، اپنی عادات کے مطابق مطلوب، اپنے مقام کی جانب دیکھنے والے اور اپنے راستے میں اپنی عقل کے مطابق چلنے والے ہیں۔

عینِ یقین کے ذریعے سامنا کرنے والے اور علمِ صدیقین کے سبب کَشف رکھنے والے عارفین ہی سوار ہو کر چلنے والے اور دیوانہ وار سبقت لے جانے والے ہیں کہ اذکار نے ان سے گناہوں کے بوجھ اتار دیئے ہیں۔ چنانچہ،

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب، باب النیة فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۴، ج ۱، ص ۹۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص ۱۸۳۰ حذیفة بدلہ ابوھریرة

ایک حدیثِ پاک میں ہے: ''چلو! چلنے میں مفردون سبقت لے گئے ہیں۔''[1] اور ان مفردون سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تنہائی کی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ تنہائی میں بھی احکامِ خداوندی کی خوب حفاظت فرماتے ہیں جس طرح کوئی عورت اپنے خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے حقوق کی اس طرح حفاظت کرتی ہے جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ پوچھا گیا: ''یہ مفردون کون ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں کھوئے ہوئے ہیں اور ذکر نے ان کے گناہوں کے بوجھ اتار دیئے ہیں، پس قیامت کے دن وہ اس حال میں آئیں گے کہ ہلکے پھلکے ہوں گے۔''[2]

جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ صفات رکھنے والے اپنے بندوں کو دوسروں سے الگ کر دیا تو انہوں نے بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو اس کے ماسوا سے الگ کر دیا۔ پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یاد کیا تو اس کا یہ یاد کرنا ان کے ذکر پر غالب آ گیا اور ان کے دل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے فنا ہو گئے گویا کہ ان کا ذکر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں شامل ہو گیا اور اب وہ ان کا ذکر کرنے والا ہے اور وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کے جاری ہونے کے محل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پس اس ذکر کا نہ تو وزن کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس نیکی کی کیفیت لکھی جا سکتی ہے، اگر ترازو کے ایک پلڑے میں زمین و آسمان رکھ دیئے جائیں تب بھی ان کا ذکر وزنی ہو جائے۔ چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

(۱)...... جسے میں اپنی بارگاہ میں حاضری کا شَرف عطا کرتا ہوں وہ جان لیتا ہے کہ میں اسے کیا دینا چاہتا ہوں؟

(۲)...... اگر زمین و آسمان ان کے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو میں اسے بھی ان کے لئے کم جانتا ہوں۔

(۳)...... جو سب سے پہلی شے میں انہیں عطا فرماتا ہوں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دیتا ہوں جس کے سبب وہ میری خبریں دیتے ہیں جیسے میں ان کی خبریں دیتا ہوں۔[3]

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة اللہ عزوجل، الحدیث: ٥٠٦، ج ١، ص ٣٩٠

[2] ......المرجع السابق

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات، الباب الثانی، ج ٥، ص ٥٤٨

عِلمِ معرفت اور نورِ یقین

ظاہری توحید یہ ہے کہ ہر شے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کو تسلیم کیا جائے اور ہر شے کے ذریعے اسے ایک مانا جائے بلکہ ہر شے سے قبل اس کے ہونے کی گواہی دی جائے۔ علمِ توحید کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی موحدین پر ہونے والی بخششوں کی زیادتی کی کوئی حد ہے۔ البتہ! مُوَحِّدین کی چند حدیں ایسی ہیں جن کے سایہ تلے انہیں ٹھہرایا جاتا ہے اور کچھ حدیں ایسی بھی ہیں جن سے ان کا صُدور ہوتا ہے تو ان مقامات کو ہی ان پر انعامات کی زیادتی کا محل بنا دیا جاتا ہے۔ وہ اس زیادتی کے محل کی وُسْعَتوں میں آگے بڑھتے ہیں تو انہیں ایسے عُلوم میں وُسْعَت سے نوازا جاتا ہے جن کے ذریعے وہ ان مقامات سے آگے ابدالآباد کا مشاہدہ کرنے لگتے ہیں کہ جس کا کوئی دوسرا بدل و مددگار نہیں ہے مگر بندے کے لئے علمِ توحید کے مشاہدہ تک بغیر علمِ معرفت کے رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں۔

علمِ معرفت درحقیقت نورِ یقین ہے اور نورِ یقین اس وقت تک عطا نہیں کیا جاتا جب تک کہ اعضاء و جوارح نیک اعمال کے ذریعے خُلوص کے پیکر نہ بن جائیں۔ جیسا کہ دودھ کو مشکیزے میں خوب ہلایا جاتا ہے یہاں تک کہ خالص مکھن ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو یقین کی منزل ہے۔ یاد رکھیں یہ مکھن نہ تو سالکینِ راہِ طریقت کا مقصود ہے اور نہ ہی صدیقین کی چاہت، اس لئے کہ اس کے حجاب میں اس سے بھی صاف و شفّاف اور خالص شے موجود ہے کیونکہ یہ مکھن اس وقت تک پگھلایا جاتا ہے جب تک کہ اس سے خالص گھی نہ حاصل ہو جائے جو اس کی اصل اور انتہا ہے۔

یہ علمِ یقین کے حاصل ہونے اور قرب کے آئینے میں ذات کے مشاہدہ کے بعد عینُ الْیقین حاصل ہونے کی مثال ہے اور یہی اس کا نور ہے، پس اس مقام پر بندہ ہر وقت وِجْدان اور حُضوری میں رہتا ہے۔ پھر خیالاتِ یقین کے علم کے پگھلنے کے بعد ان سے بلند ہو کر مشاہدۂ صفات کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور ذاتِ حق کی تَجَلّی کا نورِ خالص ہو جاتا ہے۔

حقیقتِ احسان

یہ مقامِ احسان ہے اور بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ اپنے نُفوس سے مجاہدہ کرتے ہیں اور انہیں اموال کے بدلے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیتے ہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بھی ان پر احسان فرماتے ہوئے ان

کے نُفوس کوخرید لیتا ہے،جیسا کہ اس نے ارشادفرمایا:

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ (پ۸،الانعام:۱۳۹) ترجمۂ کنزالایمان:قریب ہے کہ اللہ اُنہیں اُن کی باتوں کا بدلہ دے گا۔

کیونکہ وہ لوگ احسان کرنے والے ہیں جس کا سبب حقیقی احسان کرنے والی ذات یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ان کے ساتھ ہونا ہے،ان کے بلند و برتَر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے بلند و برتَر ہستی یعنی خدائے وَحْدَہٗ لاشَرِیک ان کے ساتھ ہے۔چنانچہ ارشادفرمایا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ ترجمۂ کنز الایمان:اورتم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ (پ۲۶،محمد:۳۵)

اورسرکارِنامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احسان کے متعلق دریافت کیا گیا تو ارشادفرمایا:’’(احسان یہ ہے کہ)تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے۔‘‘ [1]

راہِ سلوک کی پہلی منزل

بندہ ظاہری اعضاء کے ذریعے اعمال بجالاکر علمِ یقین کی طرف مُنتَقِل ہوجاتا ہے اورظاہری اعضاء کے اعمال سے مُراد وہ مُجاہدہ ہے جس کا بوجھ بندے پر ڈالا گیا تو اس نے نہ صرف اسے اٹھالیا بلکہ اسے اٹھانے میں مشکلات بھی برداشت کیں اورجس شے کی حفاظت کا اس سے مطالبہ کیا گیا تھا اس نے اس کی حفاظت بھی کی۔علمِ یقین روح ورضا اورراہِ ہدایت ہے۔

اس سارے معاملے کی ابتدا یہ ہے کہ بندہ خالص توبہ کرنے کے بعد مریدین کے احوال اورنفس وشیطان سے مُجاہدہ کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔پھرخیالاتِ یقین کی جانب مُتَوَجِّہ ہوتا ہے جومجاہدین کی میراث ہے۔چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ ترجمۂ کنزالایمان:اورجنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی

---

[1] ......صحیح بخاری،کتاب الایمان،باب سوال جبرائیل......الخ،الحدیث:۵۰،ص۶

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (پ۲۱،العنکبوت:۶۹)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کوشش کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے جان و مال کے ساتھ شیطان سے جہاد کیا کیونکہ اس نے انہیں فَقْر سے ڈرایا اور بری وفحش باتوں کا حکم دیا مگر انہوں نے صبر کیا اور بِالآخر اس پر غالب آ گئے، انہوں نے اپنے جان و مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیئے، خواہشات کی غلامی سے آزاد ہو گئے اور حساب و کتاب کی ہولناکیوں سے بھی انہوں نے چھٹکارا پالیا۔ چنانچہ اس کے بعد گویا ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں ایسی راہ دکھائیں گے جو علوم کے مکاشفات کی جانب لے جانے والی ہوگی، انہیں فہم واِدْراک سے عجیب تر کلام سنائیں گے اور انہیں اس قریب ترین راہ تک رسائی عطا کریں گے جو انہیں ان کے حسنِ مُجاہدہ کی وجہ سے ہماری بارگاہ تک لے آئے گی۔ پھر آخر میں نیک لوگوں کے ساتھ اپنی مَعِیَّت کا مُژْدہ دیا، جو مشاہدۂ صفات کا مقام ہے، جس کی کوشش کرنے والے کو ابتدا میں اُن نیک لوگوں کی مَعِیَّت میں اس مقام کی توفیق دی جاتی ہے جو تائیدِ الٰہی سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لئے صبر کرتے ہیں اور احسان کرنے والی ذات ہر اس دن کے اختتام تک ان کے ساتھ ہوگی جس دن میں انہوں نے اگلے دن کے لئے اپنی جانوں پر احسان کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم کی ۲دوقسمیں ہیں: (ان میں سے ایک) علم باطن ہے جو دل میں ہوتا ہے اور یہی نفع مند ہے۔''[1]

شَرْحِ صَدْر سے مُراد

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِۚ (پ۸،الانعام:۱۲۵)﴾[2] کے متعلق سوال کیا گیا کہ شرحِ صَدْر (سینہ کے کھولنے) سے کیا مراد ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ''اس سے مراد تَوَسُّع ہے۔'' یعنی جب دل میں نور ڈالا جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔[3]

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۶۰، ج۸، ص ۱۳۳ بدون باطن

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان شواھد الشرع، ج۸، ص ۴۷۵

عارفین میں سے کسی کا قول ہے کہ میرا دل ایسا ہے اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔ مُراد یہ ہے کہ اس میں سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وفرمانبرداری کے کوئی بات نہیں ڈالی جاتی اور سوائے حق کے کچھ بھی اس میں قرار پذیر نہیں رہتا، پس وہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فِرِستادہ (قاصد) بن چکا ہے کہ جب اس نے اس کی نافرمانی کی تو گویا اس نے سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔ چنانچہ یہ مفہوم اس حدیثِ پاک میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان اس شے کا نام ہے جو دل میں پختہ ہو جائے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔''[1]

پھر اہلِ ایمان کے متعلق ارشاد فرمایا: ''مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھتا ہے۔''[2]

پس جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے مقامِ بصیرت پر فائز ہوگا اور اس کا عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور کے باعث اطاعت شمار ہوگا۔ چنانچہ ایک عارف کا قول ہے کہ 20 سال سے میرے دل نے میرے نفس کے پاس سکون نہیں پایا اور میں نے اسے ایک پَل کے لئے بھی اس کے پاس آرام نہیں کرنے دیا۔

عرفانِ الٰہی

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے کسی سے علمِ باطن کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازوں میں سے ہے جو وہ اپنے پسندیدہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور جس پر کوئی فرشتہ و بَشَر آگاہ نہیں۔''[3]

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''مجھے عِلْمُ الْغَرائب میں سے کچھ سکھائیے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا عرفان حاصل کرلیا ہے۔''[4]

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۵، الحدیث: ۸، ج۷، ص۲۱۷

[2] ......فردوس الاخبار بماثور الخطاب، الحدیث: ۲۸۳۷، ج۲، ص۳۵۱

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان شواھد الشرح، ج۳، ص۲۹

[4] ......حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، الحدیث: ۵۳، ج۱، ص۵۶

پس حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات سے آگاہ فرمایا کہ غَرائبُ الْعُلوم معرفتِ الٰہیہ میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علوم کی اس اصل کے ساتھ تعلق اُسْتُوار کرنے کا حکم دیا جس میں غرائب موجود ہیں اور ارشاد فرمایا: ''قرآنِ کریم پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔''

مراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے معانی میں تَدَبُّر کرو اور اس کے پوشیدہ مَفاہیم سے اِسْتِنْباط کرو۔ چنانچہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اس کے کلام سے حاصل کی اور منقول ہے کہ بولو! خود ہی پہچان جاؤ گے۔ پس جسے کلام کے مَعانی اور خطاب کی وُجوہ کی معرفت حاصل ہو جائے اسے اسمائے ذات کے علوم کے غرائب اور صفات کے مَعانی کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ جو اوّلین و آخرین کا علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم میں غور و فکر کیا کرے۔ [1]

اہلِ معرفت میں سے کسی کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾ (پ۱۴، النحل: ۹۰) [2] کی تفسیر میں قول ہے کہ عدل ہی قرآنِ کریم کا تَدَبُّر اور اس کی فہم ہے۔ جبکہ احسان اس فہم کے مشاہدے کا نام ہے۔

ایمان اور عدل کے ستون

ایک روایت میں ایمان کے مختلف حصّوں کے اوصاف منقول ہیں: ایمان کے چار ستون ہیں:

(۱)......صبر (۲)......یقین (۳)......عدل اور (۴)...... جہاد۔

اس کے بعد عدل کے متعلق ارشاد فرمایا کہ عدل کے بھی چار حصے ہیں: (۱)......فہم کی مَہارت و باریک بینی (۲)......علم کی روشنی (۳)...... بردباری کا خوشنما باغ اور (۴)......حکمت کے راستے۔

پس جسے فہم حاصل ہو وہ مُجْمَل علم کی تفسیر بیان کر سکتا ہے اور جسے علم کی دولت نصیب ہو جائے وہ حکمت کے راستوں کا عرفان حاصل کر لیتا ہے اور جو بُردبار ہو وہ کبھی اپنے معاملہ میں اِفْراط کا شکار نہیں ہوتا بلکہ لوگوں میں قابلِ

---

[1] ......الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والسبعون، فی معرفة شروط المفسر، ج ۲، ص ۵۶۱

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللہ** حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔

تعریف بن کر زندگی بسر کرتا ہے۔ [1]

فرشتوں کے قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ایک انداز

اہلِ مُکاشفہ میں سے کسی کا قول ہے کہ میرے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اسے اپنے مخفی مشاہدۂ توحید میں سے کچھ املا کراؤں اور مزید کہنے لگا اگرچہ ہم آپ کا کوئی عمل لکھنے پر مامور نہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا کوئی عمل لے کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں تَقَرُّب حاصل کریں۔ تو میں نے اس سے کہا: ''کیا یہ دونوں فرشتے (یعنی کراماً کاتبین) فرائض لکھنے پر مامور نہیں ہیں؟'' وہ بولا کہ ''ہاں! کیوں نہیں۔'' تو میں نے کہا: ''(پھر تو) ان کے لئے یہی کام کافی ہے۔'' [2]

سب سے بڑا عالم

کسی عارف کا قول ہے کہ میں نے ایک ابدال سے مشاہدۂ یقین کا مسئلہ دریافت کیا تو وہ بائیں جانب متوجہ ہو کر مُخاطب ہوئے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے! اس بارے میں کیا کہتے ہو؟'' اس کے بعد دائیں جانب مُتَوَجِّہ ہو کر بولے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟'' اس کے بعد سر اپنے سینہ پر جھکا کر کہنے لگے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟'' پھر مجھے ایک ایسا بہترین اور عجیب وغریب جواب دیا جو آج تک میں نے نہ سنا تھا۔ میں نے ان سے عرض کی: ''میں نے آپ کو دائیں بائیں اور پھر اپنے سینے کی جانب جھکتے ہوئے دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟'' بولے: ''تم نے مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھا جس کا جواب میرے پاس نہیں تھا، لہٰذا میں بائیں جانب والے فرشتے کی جانب مُتَوَجِّہ ہوا اور اس سے اس کے متعلق پوچھا حالانکہ میرا گمان تھا کہ اسے اس کے متعلق کچھ علم ہوگا، تو اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا، پھر میں نے دائیں جانب والے فرشتے سے پوچھا جو اس سے بڑھ کر عالم ہے تو اس نے بھی جواب دیا کہ مجھے بھی اس کے متعلق علم نہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل کی جانب مُتَوَجِّہ ہو کر اس سے پوچھا تو اس نے مجھے جو کچھ بتایا میں نے تمہیں بتا دیا اور اس طرح معلوم ہوا کہ دل ان دونوں فرشتوں سے زیادہ بڑا عالم ہے۔ [3]

---

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۱۱۰۷، ج ۱۳، ص ۲۶۹ بتغیر قلیل

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان شواھد الشرع......الخ، ج ۸، ص ۴۸۵

[3] ......المرجع السابق

عالم ربانی کسے کہتے ہیں؟

حضرت سیِّدُ نا ابو یزید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب زبانی یاد کر لینا علم نہیں کیونکہ جب کسی کو قرآنِ کریم میں سے جو یاد کیا تھا بھول جائے تو وہ بھی ایک جاہل کی طرح ہو جاتا ہے اور علم تو یہ ہے کہ بندہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے بغیر درس کے اور بغیر حفظ کے جس وقت چاہے علم حاصل کرے۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! ایسا بندہ کبھی بھی اپنا علم نہ بھلا پائے گا بلکہ وہ ہمیشہ اسے یاد رکھے گا اور اسے کسی کتاب کی بھی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اسے ہی عالِم رَبّانی کہتے ہیں۔ یہ اوصاف اہلِ یقین میں سے ابدالوں کے قُلوب کے ہیں کیونکہ وہ حفظ سے اپنا تعلق مضبوط نہیں کرتے بلکہ ہر دم حافظ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمّت میں محدثین اور مُتَکَلِّمین ہوں گے اور عُمر انہی میں سے ایک ہے۔'' اس کے بعد حضرت سیِّدُ نا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس طرح پڑھا: ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ وَّ لَا مُحَدِّثٍ﴾ یہاں محدث سے مُراد صِدِّیقین ہیں۔[2]

حضرات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ تَوَقُّف فرماتے یہاں تک کہ انہیں حق بات اِلہام کر دی جاتی کیونکہ وہ حُسنِ توفیق کی وجہ سے منزلِ قُرب میں تھے۔ ان کے سلوک کا یہ انداز ہی حقیقت میں صحیح راستے کی دلیل ہے۔ چنانچہ خیالِ یقین جب کسی مومن کے دل پر وارد ہوتا ہے تو اس کا مشاہدہ اسے اس خیال پر عمل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے خواہ وہ خیال دوسرے افراد پر مخفی ہی ہو۔ نیز وہ خیال اس بندۂ مومن پر اپنی دلیل کے صحیح ہونے کی وجہ سے بیان و برہان کو محکم کر دیتا ہے خواہ دوسرے افراد اِلْتِباس کا ہی شکار ہوں۔

---

[1] ......احیاء علوم الدین، شرح عجائب القلب، بیان شواھد الشرع، ج ۳، ص ۳۰

[2] ......المرجع السابق، ص ۲۹

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ یقین کے اوصاف کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔

﴿2﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الجاثیۃ:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت ورحمت۔

اہلِ تقویٰ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾ (پ۱۱، یونس:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لئے۔

﴿2﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۳۸)

ترجمۂ کنزلایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

﴿2﴾ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ (پ۷، الانعام:۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے نشانیاں مفصّل بیان کر دیں علم والوں کے لئے۔

لہٰذا حقیقی علم، تقویٰ ویقین کا نام ہے اور یہی علمِ معرفت بھی ہے جو مقربین کے ساتھ خاص ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں آیات ونشانیاں عطا فرما کر بیان ودلیل کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (پ۶، المآئدۃ:۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

پس یہ خیالاتِ یقین دل میں ان واسطوں سے ظاہر ہوتے ہیں جو زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے ہیں۔ چنانچہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لِلّٰهِ خَزَآىٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰـكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ(۷) (پ۲۸، المنافقون:۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

فقہ دل کی صفت ہے نہ کہ زبان کی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘﴾ (پ۹، الاعراف:۱۷۹)[1] کی تفسیر میں فقہ کو فہم قرار دیا ہے۔[2]

نفس و روح کی تخلیق اور ان کا میلان

یقین، روح اور فرشتے کے خیالات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے ہیں اور عقل، نفس اور شیطان کے خیالات زمین کے خزانے ہیں۔ جیسا کہ منقول ہے کہ نفس مٹّی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹّی ہی کی جانب مائل ہوتا ہے اور روح ملکوت سے پیدا ہوئی ہے جو بلندی کی جانب اٹھ کر راحت پاتی ہے۔

خیالات کی مختلف صورتیں اور ان کے واسطے واسباب

دل ملکوتی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جو آئینہ کی مثل ہے، جب غیب کے خزانوں میں سے مُنتخَب کردہ خیالات کا ظہور ہوتا ہے تو یہ دل میں روشن ہوتے ہیں اور دل ان کی تاثیر سے چمک اٹھتے ہیں۔

- ......بعض خیالات دل کی سماعت پر مؤثر ہو کر اس کی فہم کا باعث بنتے ہیں۔
- ......بعض دل کی بَصارت پر واقع ہو کر اس کی بصیرت کا باعث بنتے ہیں، اسے مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔
- ......بعض دل کی زبان پر اثر انداز ہو کر اس کا کلام بن جاتے ہیں۔ اسے ذوق کہتے ہیں۔
- ......بعض خیالات دل کی سونگھنے کی حس میں وُقوع پذیر ہوتے ہیں تو علم بن جاتے ہیں جسے فکر بھی کہتے ہیں اور یہی وہ عقل و دانش ہے جو فطری عقل سے پیدا ہوتی ہے۔ البتہ یہ دل میں بہت کم ٹھہرتی ہے مگر مَشَقَّت کے لحاظ سے یہ بہت آسان ہے۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

[2] ......تفسیر الخازن، پ۹، الاعراف، تحت الآیۃ ۱۷۹، ج۲، ص ۱۶۲

۞......جو خیال دل کی زبان اور اس کی حس پر اثر انداز ہو کر اس کے تَصْفیہ کو چیرتے ہوئے براہِ راست سودائے قلب تک پہنچ جائے اسے وَجْد کہتے ہیں اور یہی مقامِ مشاہدہ کا حال ہے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا مانگی: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو براہِ راست میرے دل میں اتر جائے۔''[1]

عارفین فرماتے ہیں کہ جب ایمان دل کے ظاہر میں ہو تو بندہ آخرت اور دنیا دونوں سے محبت کرنے والا ہوتا ہے وہ ایک مرتبہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ اپنے نفس کے ساتھ مگر جب ایمان دل کے باطن میں داخل ہوتا ہے تو بندہ دنیا سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اپنی خواہشات چھوڑ دیتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دل کے دو حصّے ہیں: (۱) باطنی حصہ: اس میں سماعت و بصارت ہوتی ہے، اس حصے کو دل کا دل کہتے ہیں اور (۲) ظاہری حصہ: اس میں عقل ہوتی ہے۔ دل میں عقل کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے۔ عقل اس چمک اور روشنی کا نام ہے جو دل میں ایک مخصوص مقام رکھتی ہے جیسا کہ آنکھ کی سیاہی میں ایک مخصوص چمک ہوتی ہے۔

یہ خیالات جب ہدایت دینے والے واسطوں سے متعلق ہوں یعنی فرشتے اور روح سے ان کا تعلق ہو تو ۞ تقویٰ اور رشد و ہدایت کا سبب ہوتے ہیں ۞ خیر کے خزانوں سے ہونے کے علاوہ رحمت کے حُصول کا ذریعہ بھی بنتے ہیں ۞ بندے کے دل میں نور اور پاکیزگی کی شمع فروزاں کرتے ہیں اور ۞ حفاظت پر مامور فرشتے یعنی ملائکۂ یمین بندے کو تمام کر نیکیوں پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ اگر یہ خیالات شیطان اور نفس کے واسطے کی پیداوار ہوں تو ۞ گمراہی اور فِسق و فُجور کا باعث بنتے ہیں ۞ اس وقت ان کا تعلق شر کے خزانوں اور اسبابِ دنیا سے ہوتا ہے ۞ یہ دل میں ظلمت اور بدبو پیدا کرتے ہیں اور ۞ بائیں جانب والے فرشتے ان خیالات کا ادراک کر کے انہیں بُرائیوں میں لکھ لیتے ہیں۔

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الھمزة، الحدیث: ۴۰۴۰، ج ۲، ص ۷۹

[2] ......تفسیر روح البیان، پ ۱۱، یونس، تحت الآیۃ ۳۶، ج ۴، ص ۴۵

خیالات کا اصلی منبع

یہ سب خیالات نفس کو پیدا کرنے اور اسے دُرُست فرمانے والے اور دلوں کی کمی پوری کرنے اور انہیں بدلنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اِلْہام اور اِلْقا کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کی حکمت وعدل کا نتیجہ ہیں، جسے وہ عطا فرمانا چاہے اور جسے محبوب بنالے اس پر اس کا یہ خاص فضل وکرم ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ترجمۂ کنز الایمان: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں۔ (پ۸، الانعام: ۱۱۵)

مُراد یہ ہے کہ آپ کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بات ہدایت کے ذریعے پوری ہوگئی جو اس کے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے لئے ایک سچ کی حیثیت رکھتی ہے، یعنی جس اجر وثواب کا اس نے وعدہ فرمایا تھا انہیں عطا کر دیا اور اس کے دشمنوں پر گمراہی کے ذریعے بطورِ عدل اس کا یہ وعدہ بھی پورا ہوگیا کہ وہ انہیں سزا دے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۳)

الغرض یہ خیالات اس کے امر کی اطاعت کرنے والے لشکر ہیں، حالانکہ وہ جبّار، عزیز اور قہّار مالک عَزَّوَجَلَّ ہر قسم کی اشیاء کی آمیزش سے پاک ہے، تمام اشیاء اس کی مَشِیّت اور قدرت کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں، اسی کی قدرت اور ارادہ نافذ ہے، اس کی حکمت اس کے افعال کی مَظْہر ہے۔ جب وہ کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہی کہتا ہے: ”کُن“ یعنی اس کی مخْفی قدرت کی مدد سے وجود کا لباس پہن لے تو وہ شے اس کی حکمت کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر موجود شے کا روپ دھار لیتی ہے۔

اللہ ربُّ الْعِزّت ہر شے پر قادر ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ہر شے کی بادشاہی ہے اور وہ ہر معاملے میں حکمت رکھنے والا ہے اور بندہ ضعیف وعاجز اور اس کی حکمت سے جاہل اور کسی شے پر قادر نہیں۔ اسباب سے اس کی آزمائش کی گئی اور اس پر حجاب ڈال دیا گیا اور اسے سزا و جزا کے ذریعے احکام کا محل بنا دیا گیا۔ یقیناً اسباب آزمائش کے واسطے ہیں اور بندہ ان آزمائشوں کا محل ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو اوّل ہے، وہی آزمانے والا، ارادہ کرنے والا، پہلی مرتبہ پیدا

کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿1﴾ وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۶۱)
ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

﴿2﴾ وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ (پ۹، الانفال:۱۷)
ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لئے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے۔

البتہ بندہ گواہی صرف اسی معاملے کی دیتا ہے جس کا اسے مشاہدہ کرایا جاتا ہے، اس طرح مُشاہدہ میں بندوں کی حالتیں مختلف ہو جاتی ہیں اور ان پر صرف وہی معاملہ ظاہر ہوتا ہے جو ظاہر کیا جاتا ہے اور جو حقیقت میں مُراد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے حالات میں بندے دلائل میں اختلاف کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب غیب کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ ظاہر فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنی قدرت کی لَطافت سے نفس کو حرکت دیتا ہے جس سے وہ اس کا اذن پا کر مُتَحَرِّک ہو جاتا ہے اور اگر اس کی حرکت کے باعث اس کے جوہر سے ظُلمت پیدا ہو تو دل میں ایک برا ارادہ لکھ دیا جاتا ہے، شیطان ہر لمحہ ٹکٹکی باندھے اسی انتظار میں رہتا ہے کیونکہ دل اور نُفوس اس کے سامنے بکھرے وپھیلے ہوتے ہیں اور وہ دل کی جانب دیکھتا رہتا ہے اور جب اس میں ایک ایسا عمل پاتا ہے جس سے بندے کی آزمائش کی جارہی ہو تو وہ دل میں ظلمت کے مؤثر ہونے کا باعث بننے والے ارادے کی وجہ سے دل پر غالب آجاتا ہے۔

ہمت وارادہ کی مختلف صورتیں

ہمّت وارادہ کی تین صورتیں اصل ہیں اور اس کی فروعات کا کوئی شمار نہیں کیونکہ ہر بندے کا خیال اور ارادہ اس کی خواہشات کے اعتبار سے ہوتا ہے:

(۱)......ارادہ حُصولِ لذّت میں جلدی کرنے والی نفسانی خواہش پر مبنی ہوتا ہے۔

(۲)......ارادہ ایسی امیدوں اور آرزوؤں پر مشتمل ہوتا ہے جو اس کی فطری جہالت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

(۳)......ارادہ ان حرکات وسکنات کے دعویٰ کا ثمرہ ہوتا ہے جو عقل کی آفت اور دل کی محبت کا باعث ہوتی ہیں۔

مذکورہ تینوں ارادوں میں سے جو ارادہ بھی دل میں پیدا ہوتا ہے وہ نفس کے وسوسے اور شیطان کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے اور اسی کی جانب مَنْسُوب ہوتا ہے اور اسے مذموم کہا گیا ہے۔ان تینوں ارادوں میں سے کوئی بھی ان تین اُصولوں کے بغیر واقع نہیں ہوسکتا: جَہالت، غفلت اور دنیا کی فالتو اور فُضول اشیاء کی طلب اور یہ سب لایعنی اور دنیاوی اشیاءاور اس کے اعمال کی جانب مَنْسُوب ہیں۔

- ......اگر مذکورہ دنیاوی فُضولیات میں سے کچھ مُباح ہوں تو افضل یہ ہے کہ نفس اور شیطان سے مذکورہ امور کی بجا آوری میں مجاہدہ کیا جائے اور ظاہری اعضاء کو ان کی جانب مُتَوَجِّہ ہونے سے روکا جائے۔
- ......اگر یہ تینوں کسی حرام کام کے متعلق ہوں تو بندے پر فرض ہے کہ اپنے اعضاء و جَوارِح کو ان کی بجا آوری سے روکے کیونکہ اگر اس نے اپنے دل کو ان امور کی یاد میں مگن کر دیا اور اپنے قدموں کو ان کے حُصول میں چلایا تو یہی امور اس کے دل اور یقین کے درمیان حجاب بن جائیں گے۔
- ......اگر یہ دنیاوی فضولیات کسی مُباح کام میں واقع ہوں تو بندے کے لئے فضیلت اس امر میں ہے کہ وہ اپنے دل سے انہیں جھٹک دے تا کہ اس کا دل غفلت کا محل نہ بن سکے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم

مذکورہ اُمورِ دنیا کی اصل یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دل کو الٹ پلٹ کر کے آزماتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے نفس، روح اور موت و حیات کو پیدا کیا اور زمین پر موجود تمام اشیاء کو اس کی زینت بنا دیا تا کہ ان میں زہد کے ذریعے سب سے بہتر عمل ظاہر فرمائے اور دیکھے کہ تم اس پر کیسے عمل کرتے ہو۔ بندہ نفس کی ٹال مٹول اور شیطان کے غلبے کی وجہ سے ہلاکت اور بعد و دوری کی اتھاہ گہرائی میں جھانک رہا ہوتا ہے کہ اچانک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس میں گرنے سے محفوظ رکھنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو ابتلا کے وقت اس کے دل پر نظرِ کرم فرماتا ہے، جس کے سبب نفس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے عطا کردہ نورِ ایمان سے مقامِ ہدایت پر فائز ہو جاتا ہے۔ پھر وہ صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں التجا سے خوش ہوتا ہے، اس کی پناہ طلب کرتے ہوئے اس پر ہی بھروسا کرتا ہے اور اس کے لئے خُلوص کا پیکر بن جاتا ہے۔ اس مقام پر جب بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کا اظہار کرتا ہے تو وہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور جس وقت وہ اپنا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر

دیتا ہے تو وہ اسے شیطان کے مکر وفریب سے بھی محفوظ کر دیتا ہے اور جس صورت میں بندہ شیطان سے بچنے کی کوشش کے باوجود اس کی جانب رجوع کرنے پر مجبور ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے چھٹکارے کا راستہ پیدا فرما کر نَجات عطا فرماتا ہے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ دل پر ایسی نظرِ کرم فرماتا ہے کہ نفس کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے، ہمت وارادہ مِٹ جاتا ہے، شیطان اپنے بسیرے کے ختم ہو جانے کی وجہ سے پیچھا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے غلبہ کی شدت بھی ختم ہو جاتی ہے، دل سِراجِ مُنیر کے نور سے مؤثر ہو کر صاف ہو جاتا ہے اور غالب قوت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قوت سے شیطانی گرِفت سے آزادی پا لیتا ہے، پس بندہ دل کی صفائی کی وجہ سے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھتا ہے تو رَبِّ ذُوالْجلال کی عظمت کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گناہوں سے ڈر جاتا ہے اور ان سے راہِ فرار اختیار کر کے بخشش چاہنے لگتا ہے، توبہ کرتا ہے اور مُتَّقِین کی عَلامات کا مَظْہَر بن جاتا ہے۔

دل کے عقل کی جانب متوجہ ہونے کے ثمرات

اگر کسی بندے کے بُرائی میں مبتلا ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اس بندے کی ہلاکت کا ارادہ فرما لے تو دل نفسانی خواہش کے ارادے کے بعد عقل کی جانب دیکھتا ہے، عقل نفس کی جانب رجوع کرتی ہے اور نفس اسے دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے اس کے لئے گناہ پر عمل کرنا آسان ہو جاتا۔ پس عقل نفس کے دھوکے واتباع میں مطمئن و پرسکون ہو جاتی ہے، سینہ بھی عقل کے سکون کی وجہ سے نفسانی خواہش کی خاطر کھل جاتا ہے اور اس طرح سینے کے کھلنے اور وسیع ہونے کی بنا پر دل میں خواہشِ نفس خوب پھیل جاتی ہے اور شیطان کا غلبہ مکان کی وُسْعَت کی وجہ سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی آرائش وزیبائش، دھوکا وفریب، آرزوؤں، امیدوں اور وعدوں کے ساتھ دل کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور خوبصورت اور پُرفریب باتیں دل میں ڈالتا ہے جس سے ایمان کا غلبہ مزید کمزور پڑ جاتا ہے جس کا سبب شیطان کا دل پر غالب آ جانا اور نورِ یقین کا مَخْفی ہونا ہے۔ اس وقت شہوت کے قوی ہونے کی وجہ سے خواہشِ نفس غالب آ کر شہوتِ علم و بیان کو خاکستر کر دیتی ہے اور حیا مَفْقود ہو جاتی ہے، ایمان شہوت کے پردے میں چھپ جاتا ہے اور نفسانی خواہش کے غلبہ اور حیا کے اٹھ جانے کی وجہ سے مَعْصِیَت ظاہر ہو جاتی ہے۔

پس یہ دُو باتیں ہیں یعنی خیر وشر کا ظہور اور طاعت ومَعْصِیَت۔ یہ باتیں مذکورہ اسباب کی وجہ سے پلک جھپکنے میں

پائی جاسکتی ہیں اس طرح کہ بندے کے تمام اجزا اور جوڑ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے سے ایک ہی جز و بن جائیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کوئی ارادہ فرماتا ہے تو اس کی مَشِیَّت پر اس کی قدرت غالب آکر بجلی کی سی تیزی سے اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیتی ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہوجا وہ فوراً ہوجاتا ہے۔

خیر و بھلائی کے تین اصول

اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ خزائنِ ملکوت میں سے خیر کے اظہار اور تقویٰ کے اِلہام کا ارادہ فرمالے تو اپنے مَخْفِی لطف و کرم کے ساتھ روح کو حرکت دیتا ہے اور وہ اس کے امر سے مُتَحَرِّک ہو جاتی ہے، اس کی قدرت کی جلالت ظاہر ہوتی ہے تو اس کے جوہر سے نور کی ایک شمع فَروزاں ہوتی ہے جو دل میں بلند ہمّت کو منور کرتی ہے۔

خیر و بھلائی کا ارادہ تین مَعانی و اُصول میں سے کسی ایک کے ساتھ پایا جاتا ہے، البتہ! اس کی فُروعات کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ ہر بندے کی ہمت خیر و بھلائی میں اس کے علم اور مقام کی انتہا کے مطابق ہوتی ہے:

(۱)...... ہر اس امر کی جانب جلدی کی جائے جو فرض ہو یا مُسْتَحَب کیونکہ فضیلت بندے کی حالت کے عمل سے ہوتی ہے۔

(۲)...... ایسے علم کے حُصول میں جلدی کرے جو اس کے لئے باعثِ فِطانت ہو اور ملک یا ملکوت کی جانب سے اس پر مُکاشَفۂ غیب کا مَظْہَر ہو۔

(۳)...... ایسے مُباح کاموں میں مصروف رہے جو نفع بخش ہوں اور جن میں اسے فائدہ ہو اور نفس راحت پائے یا ان مُباح کاموں کا نفع دوسروں کے لئے ہو یا ان کاموں میں افکار سے نَجات و راحت پائے کیونکہ اس کا دل افکار کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے جو مَصائب برداشت کرنے کا اور بھاری بوجھ سے تَخْفِیف کا سبب بن چکا ہے۔

بندے کا ان اُصولوں کے مُوافِق ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اختیار اور حکمت کی وجہ سے ہے، نیز ان سب میں اس کی رضا مُضْمَر ہے اور بندے کا ان پر عمل کرنا بہتر ہے اور ان میں بعض بعض سے افضل ہیں۔

خیر وشر کے یہی اُصول ہیں، یہ سب روحانی اور شیطانی خیالات کے درمیان اور تقویٰ اور فِسق وفُجور کے اِلْہام کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ یعنی نیّت اور وسوسہ کے درمیان فرق کرتے ہیں جو اختیار واختبار کا محل ہیں۔ بعض اوقات یہ معانی ایسے مکاشفات پر مبنی ہوتے ہیں جو بندے کے لئے انعام واکرام کی زیادتی کا باعث ہوتے ہیں، بندہ ان کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھتا ہے اور اس کے عطا کردہ وِجْدان سے اس کے انوار وتَجَلّیات کا مشاہدہ کرتا ہے، اس صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایسے عرفان کا مُسْتَحِق ٹھہرتا ہے کہ ان تَجَلّیات کے مشاہدے کے ذریعے مقامِ مَعْرِفت پر فائز ہوجاتا ہے اور اس کے لئے اُنس ومحبت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

خیر وشر کا ظہور اور اس کے واسطے وذرائع

بندے یقین میں اپنے مَراتِب کی بلندی اور قوت کے مُطابق اور اِسْتِقامَت میں اپنی حیثیت کے مطابق ان مَعانی کا مشاہدہ کرنے میں مختلف ہوتے ہیں مگر خیر وبھلائی کے مَعانی کے اُصول اور ان کے واسطے وذرائع وہی ہیں یعنی فرشتے کا اِلْہام، روح کا اِلْقا، ایمان کی کُتُب اور اس کی دوسری فُروعات میں انوار کی جگمگاہٹ، فرض یا مُسْتَحَب امور کا علم اور مُباح امور کا جاننا وغیرہ۔ جبکہ شر کے مَعانی کے اُصول مذکورہ اُصولوں کی اَضْداد ہیں یعنی ان کے واسطے وذرائع نفس وشیطان اور ان کے اسباب شہوت وخواہشِ نفس ہیں۔ یہ سب جہالت کا مَظْہَر ہیں، حجاب کا باعث بنتے ہیں اور سزا کی جانب لے جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب خزانۂ روح سے خیر وبھلائی کے اظہار کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے حرکت دیتا ہے جس سے دل میں ایک نور روشن ہوکر اثر انداز ہونے لگتا ہے، پس فرشتہ دل کی طرف مُتَوَجِّہ ہوکر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیدا کردہ اس خیال کو دیکھ لیتا ہے تو اس پر دل کا مقام ومرتبہ ظاہر ہوجاتا ہے اور اس طرح وہ اس پر غالب آجاتا ہے۔ شیطانی افعال خزانۂ شر یعنی نفس سے نمودار ہوتے ہیں۔ فرشتہ کی جِبِلَّت میں ہدایت شامل ہے اور طبیعت میں طاعت کی محبت۔ شیطان کی جبلت میں گمراہی ہے اور طبیعت میں مَعْصِیَت کی محبت۔ لہٰذا فرشتہ اِلْہام کرتا ہے اور اس کے خیالات کا دل میں اثر انداز ہونا کافی اہمیت رکھتا ہے، وہ اپنے اِلْقا کئے گئے خیالات کو عمل کے ذریعے پختہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور بندے کے لئے انہیں خوب آراستہ کرکے ان پر عمل کرنے کے لئے ابھارتا ہے۔ اسے ہی تقویٰ اور رُشد وہدایت کا اِلْہام کہتے ہیں۔

شیطان جس طرح نفس کی جانب نگاہیں گاڑے رہتا ہے اسی طرح فرشتہ یقین پر نظریں جمائے رہتا ہے، فرشتے کے باعث بندہ یقین کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے اس کی عقل مطمئن ہو جاتی ہے اور مُشاہدۂ یقین سے پرسکون ہو جاتی ہے، اب عقل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن اور اس کی تائید سے فرشتے کی سنگت اختیار کر لیتی ہے جس طرح کہ وہ پہلے نفس کی معیت میں مطمئن تھی، عقل کے اطمینان کی وجہ سے شَرحِ صَدر ہوتا ہے جس سے علم کے دلائل ظاہر ہوتے ہیں۔ جب ایمان کی صفائی کی بنا پر یقین کا غلبہ قوی ہو جاتا ہے اور نورِ یقین میں خواہشِ نفس کی ظلمت غائب ہوتی ہے تو نورِ ایمان کی شمع کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شہوت کے شعلے بجھ جاتے ہیں اور جب حیا کی زینت سے ایمان مُزَیَّن ہوتا ہے تو شہوت کے خاتمے سے صفاتِ نفس کمزور پڑ جاتی ہیں اور نفس کی کمزوری سے دل قوی ہو جاتا ہے۔ قوتِ یقین اور علم کے دلائل کے ظہور کے باعث ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایمان کی زیادتی اور حیا کے لبادے کے باعث ہدایت غالب آتی ہے تو غلبۂ حق کی وجہ سے طاعت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

خیالات کی ایک اَور نوع کا بیان

بعض اوقات فرشتے اور شیطان کی جانب سے آنے والے دونوں خیال مختلف ہوتے ہیں اور خیر وشر کے اس الہام و وسوسہ میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔

خیالِ خیر وشر کی تقدیم وتاخیر اور ان کے اثرات وکیفیات

بعض اوقات شر کی پیروی کرنے والا شیطانی وسوسہ دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد فرشتے کی جانب سے القا ہوتا ہے جس کا مقصود (شر کے خلاف) بندے کی مدد کرنا، اسے خیر پر ثابت قدم رکھنا اور اس کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے کرم کی نوید دینا ہوتا ہے، فرشتے کا یہ القا بندے کو شر پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ پہلے خیال کو نہ مانے اور صرف دوسرے خیال کی پیروی کرے۔

بعض اوقات فرشتے کی جانب سے خیر کی بجا آوری کا خیال دل میں پہلے آتا ہے جس کے بعد شیطانی وسوسہ پیدا ہوتا ہے جو اس پر عمل کرنے سے روکتا ہے اور اس میں تاخیر پیدا کر کے دور کر دیتا ہے، درحقیقت اس شیطانی وسوسہ کا ایک سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے بندے کا امتحان لینا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ بندہ کیسے اس خیال کی پیروی کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ شیطان بندے سے حسد کرتا ہے، لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ وہ پہلے خیال کی پیروی کرے اور دوسرے خیال کو جھٹک دے۔

بعض اوقات فرشتے کی جانب سے خیر کا الہام اور برائی کا شیطانی وسوسہ انتہائی دقیق ہوتا ہے اور ان میں تفاوت پیدا ہوجاتا ہے، جس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً: ❁ رغبت دنیا کے قوی ہونے کی وجہ سے خیالِ خیر کمزور پڑ جاتا ہے ❁ شہوت وخواہشِ نفسانیہ کے قوی ہونے کی وجہ سے خیالِ شر قوی ہوجاتا ہے اور ❁ کبھی ان دونوں قسم کے خیالوں میں کمی وبیشی اور تقدیم وتاخیر پائی جاتی ہے۔

اس کا سبب ان کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ارادے اور احکام میں تفاوت ہونا اور مشیت کے ساتھ قائم غرائبِ احکام اور قدرت کی تبدیلی کا پایا جانا ہے کیونکہ وہ جب چاہے خزانۂ خیر میں خزانۂ شر رکھ دے اور جب اپنے کسی محبوب بندے کے لئے پسند کرے تو خزانۂ شر میں خزانۂ خیر رکھ دے تاکہ وہ اس کے ماسوا سے سکون پائے نہ ہی جو کچھ اس نے اس پر ظاہر کیا ہے اس کے سبب ناز ونخرے دکھائے۔

جب عارف اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو کبھی بھی خیر وبھلائی کے اعمال کا قطعی ہونا خیال نہیں کرتا اور نہ ہی کبھی اس پر اِتراتا ہے کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر جو خزائنِ خیر ظاہر فرمائے ہیں انہیں شر کے خزانوں میں تبدیل کر دے اور جو شر کے خزانے اس پر ظاہر ہیں ان سے مایوس نہیں ہوتا کیونکہ اسے اُمّید ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ شر کے خزانوں کو خیر کے خزانوں میں بدل دے گا۔ لہٰذا وہ اسی امید وخوف کی کیفیت میں رہتا ہے۔ ان کیفیات کا ادراک رحیم وجبار عَزَّوَجَلَّ کی تعلیم سے انوار کی صفائی، گہری ذہانت وفطانت، فہم کی لطافت اور عُلوم کی باریک بینی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا خیالِ شر کے بعد جو خیالِ خیر بندے کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اسے برائی پر عمل کرنے سے روکتا ہے اور یہی اس کے ہاں پسندیدہ اور تلافی کرنے والا ہے۔ نیز یہ ایک ایسا واعظ ہے جو ہر

لمحہ دل میں عمل پیرا رہتا ہے اور ایک ایسا تنبیہ کرنے والا ہے جو عقل کی تائید کرنے والا ہے۔

بعض اوقات نفس اور خواہشِ نفس کی جانب خیالِ شر اس تسلسل سے آنے لگتے ہیں کہ فرشتے کی جانب سے کوئی بھی نیکی کا خیال پیدا نہیں ہوتا، یہ بُعد و دُوری اور قساوتِ قلبی کی انتہا کی علامت ہے اور بعض اوقات روح اور فرشتے کی جانب سے خیر و بھلائی کے خیالات اس تسلسل سے آنے لگتے ہیں کہ بندہ نفسانی خواہش اور نفس کے خیالات سے محفوظ رہتا ہے، یہ قُرب کی علامت ہے جو کہ مقربین کا حال ہے۔

ظاہر خیر باطن شر

بعض اوقات شیطانی خیال اور وسوسے نیکی و بھلائی کی شکل میں وارد ہوتے ہیں جس کا سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے بندے کا امتحان، شیطانی حیلہ سازی اور نفسانی مکر و فریب ہوتا ہے، شیطان کا اس نیکی سے بھی مقصود درحقیقت برائی ہی ہوتا ہے یا وہ چاہتا ہے کہ بندے کو کسی دوسرے گناہ کی جانب متوجہ کر دے یا اسے اس نیکی میں مصروف کر دے تا کہ وہ اس کی وجہ سے کسی فرض یا واجب کام کو چھوڑ دے، یا اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس نیکی کے کام میں مشغول ہو کر اس سے افضل کام سے غافل ہو جائے۔ اس خیال کا ظاہر تو نیکی پر دلالت کرتا ہے لیکن باطن میں یہ گناہ ہے، اس کی ابتدا تو نیکی سے ہوتی ہے لیکن اختتام گناہ پر ہوتا ہے اور شیطان کا مقصود بھی اس نیکی سے درحقیقت اس کا باطن اور اس کا آخر ہی ہوتا ہے۔

اس صورت میں نفس کی شہوت اس کی خواہش اور امید میں مضمر ہوتی ہے کہ جو اس کے ظاہر اور اس کی ابتدا کو آراستہ و پیراستہ کر کے اس پر نیکی کا لبادہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ کیفیت اتنی دقیق ہے جس سے عموماً عاملین کو آزمایا جاتا ہے اور اس کے باطن سے صرف علمائے کرام ہی واقف ہوتے ہیں۔

فرشتے کی جانب سے جب بھی خیالات وارد ہوتے ہیں وہ ہر حال میں صرف اور صرف واضح اور خالص نیکی پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ دھوکا و فریب اور حیلہ سازی فرشتوں کے اوصاف نہیں۔ البتہ! جب قساوتِ قلبی شدت اختیار کر جائے اور بندے کی معصیت دائمی ہو جائے تو دل میں فرشتوں کے خیال آنا بند ہو جاتے ہیں اور دل اور لعنتی شیطان کے وسوسوں کے درمیان راستہ خالی ہو جاتا ہے۔ اس طرح شیطان خواہشِ نفس کے ذریعے دل میں اکیلا

براجمان ہوکراس پر غالب آجاتا ہے اور بندے کا ہم نشیں بن جاتا ہے۔ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں خود سے دور فرما کر خیر وبھلائی اور رشد وہدایت سے محروم کردے۔

شرفِ ولایت کا حصول

بندے کو ہمیشہ مقامِ ایمان میں فرشتے کے الہام کی معیت حاصل ہوتی ہے اور جب اس مقام سے بلند ہوکر مقامِ یقین پر فائز ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے انوارِ روح کے واسطہ سے اپنی ولایت کا شرف عطا کرتا ہے، پس روح، القائے حق کا محل بن جاتی ہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے انوارِ روح کے واسطہ سے بندے پر ایسے اسرار وارد ہوتے ہیں جن سے کوئی فرشتہ بھی آگاہ نہیں ہوتا اور ایسا اس وقت ہی ممکن ہوتا ہے جب نفس کی خواہشات فنا ہو جائیں اور ان میں سے کچھ بھی باقی نہ بچے، نفس سمٹ کر روح میں مدغم ہوجائے کہ اس کا کوئی تقاضا ظاہر نہ ہو۔ پس اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو ایسے نورِ یقین کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے جو اس کی خاطر جبروت کے مشاہدوں کے ذریعے حجاب میں پڑے ہوئے غیب کے خزانوں سے روشن ہوتا ہے اور بندہ حق کے ذریعے حق کا اور اپنی ذات کے ختم ہوجانے اور روحانی طاقت حاصل ہونے کے ذریعے غیب کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اس کے بعد کے اسرار سے پردہ ہٹانا مناسب نہیں سوائے ان افراد کے جو اس کے اہل ہوں یا جو اس کے متعلق سوال کریں اور یہ صورت مقامِ توحید میں ہی حاصل ہوتی ہے اور یہی مقربین کے حصے ہیں۔

معانی کے تفصیلی بیان کا تذکرہ

ہر عمل میں مؤثر معانی

عمل خواہ قلیل ہو اس میں تین معانی کا ہونا ضروری ہے جن کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عمل کو مؤثر فرماتا ہے:

﴿1﴾......سب سے پہلے توفیق ہے یعنی بندے اور چیز کے درمیان موافقت کا جمع ہونا۔

﴿2﴾......اس کے بعد قوت ہے جو اس حرکت کے ثبات کا نام ہے جو عقل کی ابتدا ہے

﴿3﴾......تیسری شے صبر ہے یعنی اس فعل کی تکمیل کہ جس کے ذریعے وہ مکمل ہوتا ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان تینوں اصولوں کا تذکرہ قرآنِ کریم میں فرمایا ہے جو ہر عمل کا مظہر ہیں۔ چنانچہ،

﴿1﴾ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ (پ۱۲، ھود: ۸۸)
ترجمۂ کنزالایمان: اور میری توفیق اللّٰہ ہی کی طرف سے ہے۔

﴿2﴾ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ (پ۱۵، الکھف: ۳۹)
ترجمۂ کنزالایمان: جو چاہے اللّٰہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللّٰہ کی مدد کا۔

﴿3﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (پ۱۴، النحل: ۱۲۷)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللّٰہ ہی کی توفیق سے ہے۔

دلوں کی تبدیلی اور ان کی مثال

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ (پ۷، الانعام: ۱۱۰)
ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کی عظمت اور دلوں کے پھیرنے میں اس کی صنعت کی لطافت کا مشاہدہ کیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم اس طرح کھائی: ''دلوں کے پھیرنے والے کی قسم!''[1] اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دلوں کے بدلنے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کے نافذ ہونے کی سرعت دیکھی جس کا مشاہدہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا کسی نے نہ کیا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بدلنے کی صفت کو اپنی قسم بنالیا، جس کا سبب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا عظیم الشان ہونا اور علمِ تقلیب کے غالب آجانے کا خوف تھا۔ چنانچہ،

حضور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرح دعا فرمایا کرتے: ''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔'' تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے عرض کی: ''یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی (دل کے پھیرے جانے سے) خوفزدہ ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث: ۶۶۲۸، ص ۵۵۴

ارشاد فرمایا: ''میں کیسے بے خوف رہ سکتا ہوں؟ جبکہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دو انگلیوں (یعنی رحمت وقہر) کے درمیان ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔''[1][2] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اور اگر انہیں سیدھا کرنا چاہتا ہے تو سیدھا کر دیتا ہے اور اگر ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔''[3]

ایک روایت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ''بدلنے میں دل اس چڑیا کی مثل ہے جو ہر لحہ جگہ بدلتی رہتی ہے۔''[4] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''بدلنے میں دل ایک ہانڈی کی مثل ہے جب اس میں خوب جوش آتا ہے۔''[5] اور ایک روایت میں ہے کہ ''دل کسی بیابان میں پرندے کے ایک پَر کی مثل ہے جسے ہوائیں زمین پر الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں۔''[6]

غیب کے خزانوں کا محل

جس طرح دن اور رات احکام کے لئے ظرف کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہی اوقات میں زمانہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اسی طرح دل بھی غیب کے خزانوں کا محل ہے جس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ دل تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور انہیں تبدیل کرنے والا دل اور صاحبِ دل کے درمیان حائل ہے۔ چنانچہ،

---

[1] ......جامع الاصول للجزری، کتاب العاشر، باب فی الصفات، الحدیث: ۹۱۵۰، ج۷، ص۵۵

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا، الحدیث: ۲۶۱۹۳، ج۱۰، ص۱۰۱

[2] ......مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَنَّان حدیثِ پاک میں مذکور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ''دو انگلیوں'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کیونکہ رب تعالٰی انگلیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے، مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انگلیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں۔ (مرآۃ المناجیح، باب القدر، ج۱، ص۹۹)

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث النواس بن سمعان، الحدیث: ۱۷۶۴۷، ج۶، ص۱۹۸

[4] ......السنة للامام ابن ابی عاصم، باب ان القلوب بین اصبعین ...... الخ، الحدیث: ۲۳۳، ص۵۵

[5] ......کشف الخفاء، حرف المیم، تحت الحدیث: ۲۲۷۲، ج۲، ص۲۷۴

[6] ......اتحاف الخیرة المھرة، کتاب القدر، باب اثبات القدر......الخ، الحدیث: ۳۰۹، ج۱، ص۲۱۲ بتغیر قلیل

السنة للامام ابن ابی عاصم، باب ان القلوب بین اصبعین......الخ، الحدیث: ۲۳۴، ص۵۵

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بعث بعد الموت اور دل اور صاحبِ دل کے درمیان حائل ہونے کے معاملہ کو اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اکٹھا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ (پ ۹، الانفال: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ اللّٰہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہوجاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مومن اور کفر کے درمیان اور کافر اور ایمان کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ [1]

ایک قول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے اور اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوت قبول کرنے کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مومن اور اس کے برے خاتمہ کے درمیان اور کافر اور اس کے اچھے خاتمہ کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مومن اور اس کے کسی ہلاکت آفرین کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے اور منافق اور اس کے کسی نجات دینے والی طاعت پر عمل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور اس کے علاوہ موحد اور اس کے توحید پر خاتمہ کے درمیان بھی حائل ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں مومنین کو ڈرانے والی ہیں اس لئے کہ ان سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی وعید متحقق ہوتی ہے۔

قدرت، مشاہدۂ قدرت اور غفلت میں بندے کا حصہ

موحدین کے نزدیک ساری کائنات تبدیل ہونے کے لحاظ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں آندھی میں اڑنے والے کسی پرندے کے پر کی طرح ہے، جسے قدرت، قادر عَزَّوَجَلَّ کی مشیت کے مطابق بدلتی رہتی ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں ترتیب ہے نہ مسافت و دوری اور نہ ہی یہ کسی زمان و مکان کی محتاج ہے، بلکہ ملک سے جس شے کا اظہار ہوا اور آنکھوں کے لئے مکان و زمان ثابت ہوئے تو اس کا سبب محض حکمت، صنعت اور پختگی کے اوصافِ حمیدہ ہیں اور ملکوت سے جو مخفی رہا اور دلوں کی بصارت میں پھرتا رہا تو اس کا سبب قدرت کی لطافت اور غلبۂ سلطان ہے۔ چنانچہ،

﴿۞﴾...... ہر بندے کو مشاہدۂ قدرت سے بقدرِ توحید حصہ ملتا ہے۔

---

[1] ...... تفسیر الطبری، پ ۹، الانفال، تحت الایۃ ۲۴، الحدیث: ۱۵۹۰۳، ج ۶، ص ۲۱۴

۞......توحید سے بندے کا حصہ یقین میں تقسیم کے مطابق ہوتا ہے۔

۞......یقین بقدرِ قرب حاصل ہوتا ہے۔

۞......قرب کا اعتبار **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس کے دل کے قریب ہونے سے ہوتا ہے۔

۞......اس کے دل کو قربِ خداوندی کی دولت اس کے علمِ معرفت کے مطابق ملتی ہے۔

۞......بندے کو علمِ معرفت میں وسعت اس کے ایمان کی زیادتی کے مطابق حاصل ہوتی ہے۔

۞......ایمان کی زیادتی اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل واحسان کے مطابق ہوتی ہے۔

۞......بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے احسان کا اندازہ اس کے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی توجہ حاصل کرنے اور اس کی خاطر ہر شے قربان کردینے سے ہوتا ہے۔

الغرض عرفانِ الٰہی ان تمام باتوں سے بالاتر ہے اور یہی قدرت کا ایسا راز ہے جس پر نہ صرف حجاب پڑا ہوا ہے بلکہ وہ ایک مخفی خزانہ ہے۔ چنانچہ،

۞......ہر بندہ اپنی غفلت کے اعتبار سے جاہل ہوتا ہے۔

۞......اس کی غفلت بقدرِ حبِ دنیا ہوتی ہے۔

۞......حبِ دنیا کا اعتبار اس کی خواہشِ نفس کے قوی ہونے سے لگایا جاتا ہے۔

۞......خواہشِ نفس کی قوت کا اندازہ اس پر نفس اور اس کی صفات کے غلبہ سے ہوتا ہے۔

۞......نفسانی صفات کے غلبہ کی قوت ضعفِ یقین سے پہچانی جاتی ہے۔

۞......ضعفِ یقین اس پر پڑے دبیز حجاب اور اس کے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان حائل بُعد سے معلوم ہوتا ہے۔

۞......یہی حجاب اور بُعد درحقیقت کبر اور قساوتِ قلبی کا باعث بنتے ہیں۔

۞......قساوتِ قلبی گناہوں میں منہمک رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔

۞......گناہوں میں ڈوبے رہنے کا انجام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے اعراض کرنا اور اس کی ناراضی مول لینا ہے۔

۞......یہ اعراض وناراضی بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نظرِ عنایت کی کمی سے پیدا ہوتی ہے۔

۞......ان سب سے بالاتر وہ رازِ قدرت ہے جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو غافل کر کے اپنے لئے خاص فرما رکھا ہے۔

پس یہ ایسے اوصافِ مذمومہ ہیں جن سے بندے کو آزمایا جاتا ہے اور یہ بندے کے ان اوصافِ حمیدہ کے برعکس ہیں جن کے باعث اس پر انعامات کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا (پ ۲، البقرۃ: ۱۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔

الغرض بندے کے دل میں نفسانی خواہشات اسی قَدَر جنم لیتی ہیں جس قدر شیطان انہیں بندے کے لئے آراستہ و پیراستہ کر کے اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور جس قدر وہ اس پر غالب ہوتا ہے۔

جب ہادی ہی گمراہ کر دے تو؟

بندے کی ہدایت و گمراہی کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے چند فرامینِ مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾ **فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا** (پ ۸، الانعام: ۱۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے **اللہ** راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے۔

﴿2﴾ **اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ** (پ ۴، آل عمران: ۱۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اگر **اللہ** تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

﴿3﴾ **وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ** (پ ۱۱، یونس: ۱۰۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے **اللہ** کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کے رد کرنے والا کوئی نہیں۔

پس جب ہدایت دینے والا ہی بھٹکانے والا ہو تو پھر ہدایت کون دے سکتا ہے؟ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ (پ ۱۴، النحل: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک **اللہ** ہدایت نہیں دیتا

جسے گمراہ کرے۔

شانِ خداوندی یہ ہے کہ کوئی بھی اس شخص کو ہدایت نہیں دے سکتا جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ گمراہ کردے اور جسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے علم کے مطابق گمراہ کردے اسے اب کوئی ہدایت کیسے دے سکتا ہے؟ اسی لئے حرفِ آخر کے طور پر ارشاد فرمایا: ''تو بے شک اللّٰہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے۔''

الغرض عطا کرنے والا ہی روکنے والا ہو تو پھر عطا کون کرے گا؟ چنانچہ اگر ہر قسم کی خیر و بھلائی بندے کے دل میں ہو تب بھی وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنے دل کے اس بیش قیمت خزانے سے ذرّہ بھر اپنے دل تک پہنچا سکے اور نہ ہی وہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ رائی کے دانے کے برابر اپنے دل کو کوئی نفع پہنچا سکے کیونکہ اس کا دل اگرچہ اسی کا ایک عضو ہے مگر وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا خزانہ ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس خزانے میں جو کچھ ہے بندہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس میں جو کچھ ہے اس سے وہ آگاہ ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جاہل و گمراہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ (پ۱۶، مریم:۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمٰن کے پاس کوئی قرار (عہد) رکھا ہے۔

لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بندہ دل کے خزانے کا مالک بن کر اپنی مرضی و منشا سے اس میں تصرف کرنے لگے؟ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح اس طرح بیان کی: ﴿سُبْحَانَ مُصَرِّفِ الْقُلُوْب﴾ یعنی دلوں کو پھیرنے والا پاک ہے۔[1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے سیِّدُ الْبَشَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خطاب فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اعلان کردیں:

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ (پ۹، الاعراف:۱۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللّٰہ چاہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ (پ۲۹، الجن:۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں۔

---

[1] ......الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ۴۱۳۲ زینب بنت جحش، ج۸، ص ۸۰

پھر یہ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۵ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ۲۲ (پ۲۹، الجن:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

بارگاہِ الٰہی تک رسائی

جب مالک عزیز و جبّار ہو اور ہر شے اس کے دستِ قدرت میں ہو تو اس کے خزانوں تک رسائی کسی قوت سے حاصل کی جا سکتی ہے نہ ہی کسی حیلہ سے۔ اس کی بارگاہ تک رسائی کا راستہ صرف صدق و اخلاص اور عاجزی وانکساری ہے۔ لہٰذا جو شخص ظاہری بَصارت سے محروم یعنی اندھا ہو وہ عالَمِ ظاہر کی کوئی شے نہیں دیکھ سکتا اور اسی طرح جو باطنی بصیرت سے محروم ہو یعنی اس کے دل پر حجاب ہو تو وہ عالَمِ غیب میں سے کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ پس وہ عدمِ یقین کی وجہ سے مشاہدہ کے وقت اندھا تھا اور اس کے بعد حجت وحجاب کے وقوع کی وجہ سے عقلی اشیاء کے ذریعے اسے مشاہدہ حاصل ہوا اور اگر وہ اصحابِ بصیرت سے ہوتا تو شے کی حرکتِ غیبیہ میں غور و فکر کرتا کہ کس طرح حرکت جسم میں غائب ہوتی ہے اور اس سے مُتَحَرِّک جسم کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حکمت سے متحرک جسم کو ظاہر فرما دیا مگر حرکت کو مخفی رکھا جس طرح مَصْنوعات کو ظاہر فرمایا مگر فنِ صَنْعَت کو مخفی رکھا۔ پس اسی طرح اس صَنْعَت کا خالق، سب سے پہلا صانع اور صاحبِ حکمت، حاکمِ اعلیٰ و اَغْلَب اس حرکت سے بڑھ کر غیب ہے جسے اس نے مخفی رکھا جس کا سبب قدرت کی لَطافتیں ہیں۔ پس بندہ اس عقلی شے کا مشاہدہ کرتا ہے جو ان دونوں سے زیادہ واضح اور اس کے لئے زیادہ ظاہر ہو اور اسی کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے کیونکہ وہ شے اس کی عقل میں آنے والی ہے اور اس کی پہنچ میں ہے اور جو اس سے غائب ہے عدمِ یقین کی وجہ سے اس سے اندھا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے شاہد کے لئے حرکت وسکون کا دعویٰ کر دیتا ہے اور یہ دعویٰ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مشاہدہ کرنے سے حجاب زدہ کر دیتا ہے۔ مُوَحِّد، توحید کی شہادت کے سبب مشاہدہ کرتا ہے تو حق پا لیتا ہے اور جب اس کے لئے نورِ یقین کے باعث عالَمِ غیب ظاہر ہوتا ہے تو وہ بے مثل یقین والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کسی عارف کا قول ہے کہ جس نے توحید کے معاملہ میں عقل کی جانب دیکھا تو اس کی توحید اسے آگ سے بچا نہ پائے گی۔ [1]

[1] ......تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۲۱۱۱ ذوالنون بن ابراھیم، ج۱۷، ص۴۳۷

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جو شخص دنیا میں اپنی عقل کے ساتھ معلق ہو وہ توحید کو یقین کے بغیر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ نیز فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ وہی ایمان ہے جس کے متعلق کہا جائے گا: ”جس کے دل میں مثقال بھر ایمان ہو اسے آگ سے نکال لاؤ۔“ [1]

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جو شخص (خود کوئی کوشش نہ کرے اور غیر اللہ پر تکیہ کرتے ہوئے) یہ گمان رکھے کہ وہ غیر اللہ کی مدد سے بارگاہِ خداوندی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے تو اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اور جو اپنے نفس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر مدد طلب کرے اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

مخلوق پر پڑے حجاب اور ان کے ثمرات

مخلوق پر تین۳ قسم کے حجاب پڑے ہیں، ان میں سے بعض، بعض سے کثیف اور موٹے ہیں: ❁ پہلا حجاب درپیش اسباب اور واسطوں کا ❁ دوسرا اپنی جانب کھینچنے والی شہوتوں کا ❁ اور تیسرا ایسی عادتوں کا جو بار بار صادر ہوں۔

اسباب بندوں کو اپنے پاس روک لیتے ہیں اور شہوتیں انہیں اپنی جانب کھینچتی ہیں اور عادتیں انہیں بار بار انہی امور کی جانب لوٹا دیتی ہیں۔ ان حجابات میں سے بعض بعض سے شدید ہیں اور ان میں سے جو بھی دل میں ظاہر ہوتا ہے شیطان کا ٹھکانا بن جاتا ہے۔ پھر اس ٹھکانے میں وُسعت پیدا ہوتی رہتی ہے اور جگہ کی وُسعت کے اعتبار سے شیطان دل پر غلبہ پا لیتا ہے۔

شیطان کی تزئین سے نفس قوی ہوتا ہے، پھر نفس اسے جھوٹی امیدوں کے دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے، اس طرح وہ بندے کا مالک بن جاتا ہے اور جب وہ بندے کا مالک بن جاتا ہے تو بندہ اس کا غلام اور قیدی ہو کر رہ جاتا ہے اور نفس خواہش کے ذریعے حاکمِ مطلق بن جاتا ہے۔ اس کے بعد شیطان بندے کو گمراہی و سرکشی کی بنا پر اپنے جال میں پھانس لیتا ہے اور بندے کی اولاد اور اس کے اموال میں مَعْنَوِی شرکت کے ذریعے اس پر غالب آ جاتا ہے۔ لٰہذا بندہ ان معاملات میں مصروف ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہو جاتا ہے اور شیطان اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر تک بھلا دیتا ہے۔ شیطان کی یہی وہ سنگت اور ہم نشینی ہے جس کی مَذمّت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں بیان کی ہے:

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال، الحدیث: ۲۲، ص ۳

وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَهٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾ (پ۵، النسآء:۳۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور جس کا مُصاحِب (ساتھی ومُشیر) شیطان ہوا تو کتنا برا مُصاحِب ہے۔

یہ معاملہ شیطانی وسوسوں اور عزم وہمّت کے بعد پیدا ہونے والے خیالات سے بالاتر ہے، یعنی شیطان دل پر وسوسوں کے ذریعے یلغار کرتا ہے اور بندے کے خیالات کو مُزَیَّن کر کے پیش کرتا ہے اور اس کو امیدوں اور تمنّاؤں سے بہلاتا ہے، اس کے لئے توبہ کی امیدوں اور تمنّاؤں کو اس قدر وُسْعَت دیتا ہے کہ بندے پر مَعْصِیَت آسان ہو جاتی ہے، اس کے بعد اس سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے یہاں تک کہ بندہ گناہ پر جری ہو جاتا ہے اور یہی وہ دھوکے اور فریب کا وعدہ ہے جس کے بعد ہلاکت و بربادی بندے کا مقدر بن جاتی ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان سے توبہ کا وعدہ کرتا ہے اور انہیں مغفرت کی امیدیں دلاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۱۲۰﴾ (پ۵، النسآء:۱۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے۔

یہ ساری صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بندہ شیطانی خیال کی تصدیق کرتا ہے اور اپنی نفسانی خواہش کے سبب مقامِ بُعد پر رہتے ہوئے اس کی پیروی کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے اظہار اور اس کی مَشِیَّت کے نَفاذ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم مُنکَشِف ہوتا ہے۔ یعنی یہ اس کی آزمائش کے اسباب ہیں اور شیطان بھی امتحان کا ایک ذریعہ وسبب ہی ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَیۡهِمۡ اِبۡلِیۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۲، سبا:۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لئے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔

پھر اپنے علم کے ساتھ اس بات کو مزید پُختہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا کَانَ لَهٗ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ (پ۲۲، سبا:۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قوت وطاقت اور مَشِیَّت کی وجہ سے بندوں پر غالب نہیں آ سکتا۔

علمِ الٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ ؕ (پ۲۲، سبأ: ۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: مگر اس لئے کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں ''ہم دکھا دیں'' سے مُراد یہ ہے کہ ہم اسے آزمائیں اور دیکھیں۔ ایک قول کے مطابق مراد یہ ہے کہ ہم وہ بات ظاہر کر دیں جس پر سزا و جزا کا بدلہ دیا جائے گا اور ایک قول کے مطابق یہاں مراد ہے کہ ہم آزمائیں اور واضح کر دیں۔ ایک قول ہے کہ یہاں مُراد ہے کہ ہم مومنین کو یہ بات سکھا دیں اور وہ ان کے لئے واضح ہو جائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ اعمال جو اس سے ظاہر ہوئے ان پر کس نے عمل کیا تاکہ اس پر اس وجہ سے حُجَّت قائم ہو سکے اور اس کی کِذب بَیانی بھی واضح ہو جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ③ (پ۲۰، العنکبوت: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

قرآنِ کریم میں جہاں بھی ﴿لِنَعْلَمَ﴾ اور ﴿حَتّٰی نَعْلَمَ﴾ کے الفاظ آئے ہیں وہ سب مجازی طور پر ہیں، اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم تو ہر قسم کی معلومات سے پہلے کا ہے اور چونکہ اس کے علم سے پیدا شدہ اشیاء اس کے علم کے ذریعے جاری ہیں تو شیطان کا تسلط اس کے غلبہ کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخفی علم کو ظاہر کرنے والا اور واضح کرنے والا بن جائے گا۔ جس طرح کہ بندوں کے افعال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے باطنی ارادے کو ظاہر اور واضح کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ،

سرکارِ مکّۂ مکّرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''علم سبقت لے گیا اور قلم خشک ہو چکا ہے، فیصلہ ہو چکا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اہلِ سعادت کے لئے سعادت کی اور اہلِ مَعْصِیَت کے لئے شَقَاوَت کی تقدیر مکمل ہو چکی ہے۔'' [1]

---

[1] ......القضاء والقدر للبیھقی، باب ذکر البیان ان اللہ عزوجل......الخ، الحدیث: ۹، ج ۱، ص ۱۲ باختصارٍ

جامع الترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الشقاء والسعادۃ، الحدیث: ۲۱۳۵، ص ۱۸۶۵ مفھوماً

خیالات کی تقسیم اور ان کے نام

خیالات کے مختلف نام

وہ تمام خیالات جو دل میں پیدا ہوتے ہیں ان کے اسما یہ ہیں:

(۱)......دل میں خیر وبھلائی کی جو بھی بات پیدا ہوا سے ''اِلہام'' کہتے ہیں۔

(۲)......دل میں جو شر اور بُرائی پیدا ہوتی ہے اسے ''وسوسہ'' کہتے ہیں۔

(۳)......دل میں پیدا ہونے والا خیال اگر ڈر اور خوف کی جگہوں کی جانب سے ہو تو اسے ''حَسّاس'' کہتے ہیں۔

(۴)......جو خیال خیر کی تقدیر اور امید سے پیدا ہوا سے ''نیّت'' کہتے ہیں۔

(۵)......اور جو مُباح امور کی تدبیر، تَرجیح اور طمع سے پیدا ہوا سے ''امید'' اور ''آرزو'' کہتے ہیں۔

(۶)......آخرت کی یاد دلانے والا اور وعدہ ووعید پر دلالت کرنے والا خیال ''تَذَکُّر وتَفَکُّر'' کہلاتا ہے۔

(۷)......جو خیال عینِ یقین کے ساتھ امورِ غیبیہ کو واضح طور پر دیکھنے سے پیدا ہوا سے ''مشاہدہ'' کہتے ہیں۔

(۸)......معاش اور نفس کے احوال کی تبدیلی کے متعلق جو خیال پیدا ہوتا ہے اسے ''ھَمّ'' کہتے ہیں۔

(۹)......اور جو خیال عادات وشہوات کے تَخَیُّل سے پیدا ہوا سے ''لَمَم'' کہتے ہیں۔

مذکورہ تمام خیالات کو خَواطِر کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ نفس کے ارادے سے پیدا ہوتے ہیں یا حسد کی وجہ سے شیطان کی جانب سے آتے ہیں یا فرشتہ انہیں اِلقا کرتا ہے۔

خیالات کی تقسیم

دل میں اثر انداز ہونے والے اور خزانۂ غیب سے پیدا ہونے والے مذکورہ خیالات کی چھ ۶ قسمیں ہیں۔ ان میں سے تین ۳ قابلِ مُعافی اور تین ۳ قابلِ مُواخذہ ہیں۔ چنانچہ دل میں سب سے پہلے ''ہمت وارادہ'' پیدا ہوتا ہے یعنی جس کا اظہار نفس میں کسی شے کے وسوسے سے ہوتا ہے اور بندہ بجلی کی طرح اسے محسوس کر لیتا ہے۔

اب اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر کے اس خیال کو ہٹا دے تو وہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے تو

وہی خیال ''خطرہ'' یعنی کھٹکا بن جاتا ہے اور یہی وہ خیال ہے جسے شیطان بندے کے سامنے مُزَیَّن کر کے پیش کرتا ہے۔ پس اگر بندہ اس کھٹکے کی فوراً نفی کر دے تو وہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر اس کی جانب مُتَوَجِّہ ہو تو وہی خیال قوی ہو کر ''وسوسہ'' بن جاتا ہے اور یہی وسوسہ درحقیقت نفس کی شیطان سے بات چیت کا نام ہے، پھر نفس شیطانی کلام کو توجہ سے سننے لگتا ہے۔ اگر بندہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر کے وسوسہ کی نفی کر دے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور نفس دوبارہ فرمانبردار بن جاتا ہے۔ پس یہ تینوں صورتیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے قابلِ مُعافی ہیں اور ان کی وجہ سے بندے کا مُواخَذہ نہ ہو گا۔

اگر بندہ نفس کو شیطان کی باتوں میں مگن کر دے اور وہ توجہ سے شیطان کی باتیں سن کر واپس لوٹنے میں تاخیر کر دے تو یہی باہمی گفتگو قوی ہو کر ''وَسْوَسہ'' کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جو بعد میں ''نیت'' بن جاتی ہے۔ اگر بندے نے اس نیّت کو کسی اچھی نیّت سے بدل دیا اور توبہ کر لی تو ٹھیک ہے ورنہ وہی نیّت قوّت پکڑ کر ''عقد'' بن جائے گی اور اگر اب بھی اس نے اس عقد کو توبہ کے ذریعے کھول دیا تو صحیح ہے ورنہ یہی عقد طاقتور ہو کر ''عزم'' کی صورت اختیار کر لے گا جسے قصد بھی کہتے ہیں۔

دل کے یہ تینوں اعمال ایسے ہیں جن کی وجہ سے بندے کا مُواخَذہ اور پوچھ گچھ ہو گی۔ الغرض اگر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے عزم کے بعد بھی اس خیال کا تدارُک کر دیا تو بھی بہتر ہے ورنہ وہی عزم طلب وکوشش بن جائے گا۔

جب عمل اعضاء وجَوارِح پر غیب وملکوت کے خزانوں سے ظاہر ہوتا ہے تو جسم کے سارے اعمال ملک وشہادت کے خزانوں میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ پھر یہ اعمال نیکی و بُرائی کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے جو عمل نیکی کا ہو اور اس کا سبب ہمّت، عزم اور نیّت ہو تو بندے کو نیت کے اعتبار سے اس کا ثواب دیا جائے گا اور وہ عمل نیکیوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ البتہ! وہ عمل جس کا تعلق شر اور برائی سے ہو اور اس کا سبب بھی نیت، عقد اور عزم جیسے خیالات ہوں تو اس پر بندے کا مُواخَذہ ہو گا اس لئے کہ عمل اعمالِ قُلوب، بری نیتوں اور مَعاصی کے ارادے میں سے ہے۔

نفس اور شیطان

شیطان کے لئے مُواخات میں نفس کے علاوہ کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کو وسوسہ انگیزی

میں اکٹھا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ اَلْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ۪ۙ(۴) (پ۳۰، الناس: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

﴿2﴾ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ (پ۲۶، ق: ۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوقات میں سے ہر شے کی مثل اور ضد پیدا کی ہے۔ پس نفس کی مثل شیطان ہے اور ان دونوں کی ضد روح ہے۔

اعمالِ جوارح کی اقسام

اعمالِ جوارح کی دو قسمیں ہیں: (۱)......طاعت اور (۲)......مَعْصِیَت۔ یہ دونوں اجر و گناہ میں ایک جیسے ہیں، البتہ! جو عمل ظاہری جسم کے ذریعے ادا نہیں کئے جاتے ان کا ان سے کوئی تعلق نہیں یعنی توحید کی گواہی دینا یا کسی شک یا کفر میں مبتلا ہونا یا کسی بِدعَت کا اعتقاد رکھنا۔

بیان و تفصیل کا دوسرا باب

خیالِ قلب کی آمد کے ذرائع

- ......اگر کسی کے دل میں مَعْصِیَت کا خیال پیدا ہو لیکن بدلتا رہے اور ٹھہرے نہیں تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔
- ......اگر دل میں کوئی خواہش ٹھہر جائے یا کوئی حال ٹھہر کر ہر دم پریشان کرتا رہے تو وہ نفسِ امارہ کی طرف سے ہے جس کا سبب اس کی طبیعت یا اس کا بری عادت میں مبتلا ہونا ہے۔
- ...... ہر وہ خیال جو بندے پر اس کی کسی خطا کی وجہ سے وارد ہو اور وہ اسے ناپسند کرے تو ایسا خیال شیطان کی جانب سے اور اس سے نفرت ایمان کی جانب سے ہوتی ہے۔
- ......کسی نفسانی خواہش یا کسی مَعْصِیَت سے بندہ لذّت پائے، پھر اس لذت میں کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے تو یہ لذّت نفس کی جانب سے اور اس میں رکاوٹ فرشتے کی جانب سے ہوتی ہے۔

❁...... ہر وہ فکر جو بندے کے دل میں دنیا کے انجام یا حال کی تدبیر کے متعلق پیدا ہوا اور وہ اس خیال کی جانب متوجہ ہو جائے تو وہ عقل کی جانب سے ہوتی ہے۔

❁...... جو خیال خوف، حیا، وَرَع، زُہد یا کسی دوسرے امرِ آخرت کے سبب سے پیدا ہو اس کا سبب ایمان ہے۔

❁...... دل جس تعظیم یا ہیبت یا عظمت یا قرب کا مشاہدہ کرتا ہے، یقین کے باعث ہے اور اسے ہی ایمان کی زیادتی بھی کہتے ہیں۔ اسی کی طرف ہر معاملے میں رجوع کیا جاتا ہے لہٰذا ہر دم اسی کی بندگی کرو اور اسی پر بھروسا رکھو۔ جس طرح کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کی: ''میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' [1]

یہ حُدود کی تفصیل، اظہارِ مکان اور علم کی پختگی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرمادی۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ (پ۷، الانعام: ۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے نشانیاں مفصّل بیان کردیں علم والوں کے لئے۔

توحید اور مشاہدہ میں کوئی تَفَکُّر نہیں اور نہ ہی کسی اشارے میں کوئی معائنہ اور قدرت میں کوئی ترتیب ہے، البتہ! تفصیل کا معلوم ہونا ضروری ہے نہ کہ توحید کا اور اس سے مراد شریعت کی زبان سے تمام اشیاء کی ذات میں فرق بیان کرنا ہے تاکہ مختلف طریقوں کا اظہار ہو، راستے منور ہوں، سالکینِ راہِ طریقت اپنے راستے پر گامزن ہو سکیں اور عمل کرنے والوں میں ترتیب کا لحاظ رکھا جاسکے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ (پ۱۰، الانفال: ۴۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جئے دلیل سے جئے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ...... صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی السجود، الحدیث: ۶۷۱، ج۱، ص ۳۳۵

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِهٖ (پ۱۲، یوسف: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔

اعمال کی تین اقسام

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے بندوں کے اعمال کی تفصیل ذکر کی ہے اور امر اور ارادہ میں فرق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بندوں کے اعمال کی تین۳ قسمیں ہیں: (۱)......فرض (۲)......نَفْل اور (۳)......مَعْصِیَت۔

مزید فرماتے ہیں کہ فرض (۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر (۲)......اس کی مَحبَّت اور (۳)......مَشِیَّت سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ تینوں مَعانی فرائض میں جمع ہیں، لیکن نَفْل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر سے نہیں، کیونکہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لازم قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے، البتہ! اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی مَشِیَّت ضرور کارفرما ہیں کیونکہ اس نے ہی اسے مَشْرُوع و مُسْتَحَب قرار دیا ہے اور اسی طرح مَعْصِیَت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امر سے کوئی تعلق نہیں رکھتی کیونکہ اس نے اسے اپنے رسولوں کی زبان سے مَشْرُوع قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کارفرما ہے اس لئے کہ اس نے اسے پسند کیا نہ اسے بجالانے کا حکم دیا اور نہ ہی اسے مُسْتَحَب قرار دیا۔ البتہ! اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت ضرور کارفرما ہے کہ جس کی عظمت اس قدر بڑی ہے کہ کوئی بھی شے اس کے ارادے سے باہر نہیں جس طرح کہ کوئی شے اس کے علم سے خارج نہیں۔

”حول“ اور ”قوۃ“ کی وضاحت

ساری اُمَّت کا اس قول پر اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔“ نیز اُمَّت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی قوّت۔“

یہ اصول ہر شے میں کارفرما ہے، یہ نہیں کہ بعض میں ہو اور بعض میں نہ ہو۔ ”حَول“ کا لغوی معنی حرکت ہے، عام طور پر عرب جب دور سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کوئی انسان یا کوئی درخت یا چٹان ہے تو کہتے ہیں، اس کی جانب دیکھو، اگر وہ حرکت کرے تو انسان ہے۔ جبکہ ”قُوَّۃ“ سے مراد حرکت کے بعد ٹھہر جانا ہے، جو کہ صبر کی ابتدا ہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قوت سے فعل ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

حفاظت کے بغیر اس کی مَعْصِیَت و نافرمانی سے بچ سکے اور نہ ہی کسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر اس کی فرمانبرداری کرنے کی قوّت ہے۔"[1]

احکام میں ان مَعانی کی یہی تفصیل ہے، یعنی علم کا ظاہر ہونا، تقدیر کا فرض ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جبر کا مالک ہونا کہ اس نے ان کے لئے جو چاہا پیدا فرمایا اور انہیں جدھر چاہے گا لوٹا دے گا جیسا کہ جس صورت میں چاہا پیدا فرمایا۔ چنانچہ اس کا فرمانِ فرمالیشان ہے:

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو حکم اللہ کیلئے ہے جو سب سے بلند بڑا۔

وہ واحد وقہّار ہے اپنے بندوں پر جیسے چاہتا ہے غالب آتا ہے اور جو چاہتا ہے ان پر جاری کر دیتا ہے، اسی کے لئے حُجَّتِ بالغہ، عزّتِ قاہِرہ اور قدرتِ نافذہ ہے، اسی کے لئے وَصْفِ رَبوبِیَّت کے ساتھ اور حکمِ جبریت کے ساتھ سبقت لے جانے والی مَشِیَّت ہے۔ بندوں پر لازم ہے کہ وہ سرتسلیم خم کر دیں، اطاعت شعاری اپنائیں اور وصفِ عُبودِیّت وحقِ بندگی کی بنا پر چار و ناچار کوشش کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿1﴾ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ (پ۱۲، ھود: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے۔

﴿2﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

﴿3﴾ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَ مِنْهَا جَآىٕرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹﴾ (پ۱۴، النحل: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی راہ ٹیڑھی ہے اور چاہتا تو تم سب کو راہ پر لاتا۔

﴿4﴾ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ (پ۲۱، الروم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے۔

❁......❁......❁

[1] ......السنن الصغری للبیهقی، مقدمة، باب استعانة العبد... الخ، ج ۱، ص ۱۲

فصل 31

علم اور علما کا بیان

اس فصل میں درج ذیل اُمور کا بیان ہے:

- ......علم اور اس کی فضیلت
- ......عُلمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اوصاف
- ......تمام عُلوم پر علمِ معرفت کی فضیلت
- ......عُلمائے سَلَف کے طریقے
- ......علمِ سُکوت (خاموشی) کی فضیلت
- ......اہلِ وَرَع وتقویٰ کا طریقہ
- ......علمِ ظاہر و باطن میں فرق
- ......عُلمائے دنیا وآخرت میں فرق
- ......اہلِ مَعْرِفت کی علمائے ظاہر پر فضیلت
- ......اپنے عُلوم کے ذریعے دنیا کمانے والے علمائے سوء
- ......علم کے اوصاف
- ......طریقۂ تعلیم
- ......مُتَاَخِّرین کے گھڑے ہوئے قصوں اور کلام کی مَذمَّت
- ......لوگوں کی قولی وفعلی بدعتیں کہ جن پر سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نہ تھے
- ......ایمان ویقین کی تمام عُلوم پر فضیلت
- ......رائے سے اِجْتِناب

علم اور اس کی فضیلت

طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے

علم کی اہمیت بتاتے ہوئے محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔''[1] ایک روایت میں ہے: ''علم حاصل کرو خواہ چین سے ہو کیونکہ طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔''[2]

---

[1] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء......الخ، الحدیث: ۲۲۴، ص ۲۴۹۱

[2] ......جامع بیان العلم وفضله، باب طلب العلم فریضة، الحدیث: ۱۷، ص ۱۶

''طلبِ علم فرض ہے'' کے گیارہ حروف کی نسبت سے حدیثِ پاک کی شرح میں (11) مختلف اقوال

مذکورہ روایت میں کس قسم کا علم فرض ہے اس کی تَعْیِین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند اَقوال پیشِ خدمت ہیں:

(1)......علم مقام وحال کا حصول

حضرت سیدنا سَہْل تُسْتَری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان میں طلبِ علم سے مراد علمِ حال ہے۔ یعنی بندہ جس مقام پر فائز ہے اس کا حال معلوم کرنے کی کوشش کرے، اس طرح کہ اپنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مابین دنیا اور بِالْخُصوص آخرت کا حال جان کر اس کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جو احکام اس پر لازم ہیں انہیں ادا کرنے میں لگ جائے۔[1]

(2)......علم معرفت کا حصول

عارفین رَحِمَهُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے علمِ معرفت حاصل کرنا، ہر لمحہ حکمِ الٰہی بجالانا اور دن کی کسی بھی ساعت میں جو بھی تقاضا ہو اسے پورا کرنا مراد ہے۔[2]

(3)......علم اِخلاص وآفاتِ نفس کی پہچان

علمائے شام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ علمِ اِخلاص کا حاصل کرنا، نفس کی آفات اور وسوسوں کو پہچاننا، شیطان کے مکر وفریب اور دھوکے کو پہچاننا اور ان امور کو جاننا جو اعمال کی اصلاح وفساد کا باعث بنتے ہیں فرض ہے، اس اِعتبار سے کہ اَعمال میں اِخلاص کا ہونا فرض ہے اور اس اِعتبار سے بھی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے شیطان کی دشمنی سے آگاہ فرمایا پھر اس سے عَداوَت رکھنے کا حکم دیا۔ اس قول کو حضرت

---

[1] ......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ٢٣......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، بيان علم الذى هو فرض عين، ج ١، ص ٢٠١

[2] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، بيان علم الذى هو فرض عين، ج ١، ص ٢٠٣

سیِّدُ نا عبدالرحیم بن یحییٰ ارموی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور ان کے متبعین نے اختیار کیا ہے۔[1]

﴿4﴾......علم قلوب کا حصول

علمائے بَصرہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ یہاں علمِ قُلوب کا حُصول مراد ہے۔اس لئے کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور ان کی تَفاصِیل سے آگاہ ہونا فرض ہے کیونکہ یہ خیالات بندے کے پاس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے آئیں تو پیغام رساں ہوتے ہیں اور شیطان اور نفس کی جانب سے ہوں تو وسوسہ کہلاتے ہیں۔پس بندے کو چاہئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے پیدا ہونے والے خیالات پر لَبَّیک کہے کہ انہی خیالات کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو آزماتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے اور جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بندہ شیطانی وسوسوں کو دل سے جھٹک دے، کیونکہ یہ خیالات اس نیّت کی ابتدا کا باعث بنتے ہیں جو ہر عمل کے شُروع میں ہوتی ہے، پھر اس نیّت کے مطابق اعمال ظاہر ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق اعمال کا اجر بڑھتا ہے۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بندہ اچھے اور برے خیالات کے درمیان فرق کرے اور شیطانی، روحانی اور نفسانی خیالات کو پہچانے، علمِ یقین اور عقلی دلائل میں فرق کرے تاکہ ان سب کے احکام میں فرق کر سکے کیونکہ ایسا کرنا بندے پر فرض ہے۔ یہ مذہب حضرت سیِّدُ نا مالک بن دینار، حضرت سیِّدُ نا فرقد سنجی اور حضرت سیِّدُ نا عبدالواحد بن زَید رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی اور ان کے ماننے والوں کا ہے۔ان سب کے استاذ حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہیں جو اس معاملے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور ان سب نے انہی سے عُلومِ قُلوب حاصل کئے۔[2]

﴿5﴾......علم حلال کا حصول

ملکِ شام کے عابِدین وصالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے مراد ہے کہ علمِ حلال حاصل کرنا فرض ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کا حکم دیا ہے۔[3] تمام مسلمانوں کا اس بات پر اِجماع ہے کہ حرام کھانے والا

---

[1] ......اتحاف، المرجع السابق، ص ۲۰۱......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۳ مفہوماً

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۱

[3] ......مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، الحدیث: ۲۱۸، ج ۱، ص ۴۷۷

فاسق ہے۔جس کی وضاحت ایک حدیثِ پاک میں کچھ یوں ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ”فرائض کی ادائیگی کے بعد حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے۔“[1] یہ قول حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدہم، حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسباط، حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد اور حضرت سیِّدُنا حبیب بن حَرْب رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا ہے۔

6......علم یقین و باطن کا حصول

بعض اَصفیائے بَصرہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک اس حدیثِ پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ عِلْمِ باطِن کے حُصول کی اہلیت رکھتے ہیں ان پر اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔مزید فرماتے ہیں کہ یہ علم صرف اُن اہلِ قُلوب کے ساتھ خاص ہے جو اس پر عمل کرنے والے ہیں اور اہلِ قُلوب کے سوا عام مسلمان اس سے مُستَثنٰی ہیں۔[2] جیسا کہ مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یقین سیکھو۔“ یعنی علمِ یقین حاصل کرو۔[3]

علمِ یقین صرف اہلِ یقین کے پاس پایا جاتا ہے اور اہلِ یقین کا یہ عمل عارفین کے دلوں میں ایک مخصوص مقام کا حامل ہے اور یہی وہ علمِ نافع ہے جس سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بندے کے حال اور مقام کا تَعَیُّن ہوتا ہے۔جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں اس قول کی وضاحت میں دلیل موجود ہے کہ حُضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو علم دل میں ہوتا ہے وہی علمِ نافع ہے۔“[4]

پس یہ حدیثِ پاک دوسری مُجْمَل احادیثِ مبارکہ کے لئے مُفَسِّر کی حیثیت رکھتی ہے۔چنانچہ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جُنْدُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں پہلے ایمان سکھاتے پھر عُلومِ قرآن سمجھاتے تھے، اس سے ہمارے ایمان میں زیادتی ہوتی گئی، مگر عنقریب ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ ایمان سے پہلے قرآن سیکھا کریں گے۔[5] مراد یہ ہے کہ ہم

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۹۹۳، ج۱۰، ص۷۴

[2] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج۱، ص۲۰۱

[3] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۳۷ ثور بن یزید، الحدیث: ۷۵۵۹، ج۶، ص۹۹

[4] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللّٰہ علیه واله وسلم، الحدیث: ۶۰، ج۸، ص۱۳۳ دون قوله باطن

[5] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۶۷۸، ج۲، ص۱۶۵ بتغیر قلیل

نے میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے علمِ ایمان سیکھا۔

(7)......بقدرِ ضرورت حلال وحرام کے فرق کی پہچان

بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیثِ پاک سے مُراد ہے کہ بندے پر علمِ توحید اور امر ونہی کے اُصول کو بقدرِ ضَرورت جاننا اور حلال وحرام کے درمیان فرق کرنا فرض ہے کیونکہ اس کے بعد کسی بھی علم کے حُصول کا کوئی مقصد باقی نہیں رہتا اس لئے کہ تمام عُلوم کو معلوم ہونے کے اعتبار سے علم کہا جاتا ہے۔ نیز اس بات پر اجماع ہے کہ ضرورت سے زائد علم حاصل کرنا فرض نہیں۔ البتہ! افضل یا مُسْتَحَب ہے۔

(8)......خرید وفروخت اور نکاح وطلاق کا علم

کوفہ کے فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اس حدیثِ پاک کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے خرید وفروخت اور نکاح وطلاق کا علم حاصل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ جب کسی شخص کو ایسا کوئی معاملہ درپیش ہو تو اس پر اس کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ [1]

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خَطَّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ ہمارے اس بازار میں صرف وہی تجارت کرسکتا ہے جو (بیع وشرا کے) معاملات سمجھتا ہو، مگر سود خور کا داخلہ ممنوع ہے چاہے وہ اس بات کو پسند کرے یا نہ کرے۔ [2]

ایک قول ہے کہ پہلے بَیْع وشِرا کے احکام سیکھو پھر تجارت کرو۔ یہ مذہب حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی اور حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور ان کے شاگردوں کا ہے۔

(9)......عقیدہ وعمل کی اصلاح

مُتَقَدِّمِین عُلَمائے خُراسان رَحِمَہُمُ اللہُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ ایک شخص گھر میں بیٹھا ہو اور کسی دینی معاملے پر عمل کرنا

---

[1] ......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۴

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۴۸۷، ص ۱۶۹۲

معالم القربۃ لابن اخوۃ، الباب الثامن والعشرون، ص ۱۶۳

چاہے یا اس کے دل میں کوئی ایسا سوال کھٹکے جس کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی خاص حکم ہو اور بندے پر اس کے متعلق کوئی عقیدہ رکھنا یا اس پر عمل کرنا لازم ہو تو اب اس کا گھر میں خاموش بیٹھے رہنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کر لے یا پھر اپنی نفسانی خواہش کی بنا پر اس میں کوئی حکم لگا دے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے جوتے پہنے اور فوراً گھر سے نکل کھڑا ہو اور شہر کے سب سے بڑے عالم سے اس کے متعلق پوچھے کیونکہ دل میں کھٹکنے والے اس قسم کے معاملات کے متعلق سوال کرنا فرض ہے۔ یہ قول حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مبارک اور چند دوسرے مُحَدِّثین کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے مروی ہے۔

﴿10﴾......علم توحید

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ علمِ توحید حاصل کرنا فرض ہے۔[1]

حصولِ علم کی کیفیت

حُصولِ علم کی کیفیت و ماہیَّت میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ،

- ......بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ علم اِسْتِدْلال اور اعتبار کے طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔
- ......بعض فرماتے ہیں کہ اس کے حُصول کا ذریعہ بحث و نظر ہے۔
- ......بعض کے نزدیک اس کے حُصول کا طریقہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توفیق اور سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن سے مَنْقول باتیں جاننا ہے۔

﴿11﴾......شبہات کا علم

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ سلطانِ بحر و بر صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے فرمان ''طلبِ علم فرض ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ ایسے امور سنے جو شُبہات و مشکلات پر مشتمل ہوں اور ان کے ذریعے اسے آزمایا جائے تو اس پر لازم ہے کہ شُبہات و مشکلات کا علم حاصل کرے۔ البتہ! اس کے لئے یہ بھی جائز

---

[1] ......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۴

ہے کہ وہ علم حاصل نہ کرے مگر اس صورت میں کہ اُصولِ دینیہ پر قائم رہتے ہوئے وہ شُبہات ومشکلات کو جانتا ہی نہ ہو اور مسلمانوں کے عقائد پر مضبوطی سے قائم ہو۔ اس طرح کہ اس کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو نہ اس کے دل میں کوئی بات کھٹکے تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ شبہات کا علم حاصل نہ کرے۔ لیکن جب کوئی شبہ والی بات اس کے کانوں سے ٹکرا کر دل میں بیٹھ جائے اور اس کے پاس اس کے متعلق کوئی تفصیل بھی نہ ہو، نیز وہ شبہ والی بات اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے تعلق کو مُنقطع کرنے کے علاوہ اسے باطل سے حق کو الگ کرنے کی جو صلاحیت حاصل ہے اسے بھی ختم کر دے تو اب بندے کے لئے قَطْعی طور پر جائز نہیں کہ وہ ایسی حالت پر خاموش بیٹھا رہے، ورنہ اس کے دل میں باطل عقیدہ پختہ ہو جائے گا یا پھر وہ حق ہی کی نَفی کرنے لگے گا۔

اس صورت میں اس پر فرض ہے کہ وہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے پاس جا کر حقیقت سے آگاہ ہو یہاں تک کہ وہ یقین پر ثابت قدم ہو جائے اور حق کا پختہ عقیدہ رکھتے ہوئے باطل کی نَفی کر دے۔ نیز اسے چاہئے کہ وہ اس علم کی تلاش سے تھک کر بیٹھ نہ جائے ورنہ شبہات اس کے دل میں پختہ ہو جائیں گے اور وہ نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگے گا یا اُمورِ دینیہ میں شک کرتے ہوئے مومنین کے طریقہ سے ہٹ جائے گا یا کسی بدعت کا عقیدہ اپنا لے گا۔ اس طرح وہ سنّت اور اہلِ سنّت کے مذہب سے خارج ہو جائے گا اور اسے معلوم تک نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں حق بات حق کی صورت ہی میں دکھانا تا کہ ہم اس کی پیروی کر سکیں اور باطل کو باطل ہی کی شکل میں دکھانا تا کہ ہم اس سے اِجْتِناب کر سکیں اور اس معاملہ کو ہم پر مشتبہ نہ بنانا ورنہ ہم نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگیں گے۔''

یہ مذہب حضرت سیِّدُنا ابوثور ابراہیم بن خالد کلبی، حضرت سیِّدُنا داود بن علی، حضرت سیِّدُنا حسین کرابیسی اور حضرت سیِّدُنا حارِث بن اَسَد مُحاسبی رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی اور ان کے مُتَّبِعین مُتَکَلِّمین کا ہے۔ [1]

الحاصل

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح میں عُلَمائے

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ہو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۰

کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے مروی اقوال یہی ہیں، ہم نے اپنے علم کے مطابق ہر ایک کا مذہب بیان کر دیا ہے اور ساتھ ہی دلیل بھی ذکر کر دی ہے۔ الفاظ ہمارے ہیں اور مفہوم ان کا ہے۔ ہر قول بڑا اچھا ہے اور احتمال رکھتا ہے کہ حدیثِ پاک کا مفہوم یہی ہے۔ تمام افراد کا حدیثِ پاک کی شرح میں اختلاف مَحْض لفظی ہے مگر اہلِ ظاہر کے سوا سب لوگ مفہوم میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں کیونکہ اہلِ ظاہر نے اس سے وہی کچھ مراد لیا جو وہ جانتے تھے۔ البتہ! اہلِ باطن نے اپنے علم کے مطابق اس حدیثِ پاک کی تاویل کی۔ میری عمر کی قسم! ظاہر و باطن دو الگ الگ علم ہیں اور اسلام اور ایمان کی طرح دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے مُسْتَغْنِی نہیں بلکہ ایک کا دوسرے کے ساتھ وہی تعلق ہے جو جسم اور دل کا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔

یہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اگرچہ اقوال میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں مگر سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ طلبِ علم سے قضا و فتویٰ اور اختلاف و مذاہب کا علم مراد نہیں ہے اور نہ ہی شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے متعین کتبِ حدیث کا علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے، اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مذکورہ علوم کو ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہنے دیتا جو انہیں یاد کر کے ان پر عمل کرتے ہیں۔

صاحبِ کتاب کے نزدیک فرض علوم سے مراد

(امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی مزید فرماتے ہیں کہ حقیقت تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے، بہرحال) ہمارے نزدیک رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان ''طلبِ علم فرض ہے'' سے مراد اسلام کے بنیادی پانچ ارکان کا علم ہے۔ اس اعتبار سے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا علم مسلمانوں پر فرض نہیں۔ چونکہ ان ارکان پر عمل کرنا علم کے بغیر صحیح اور دُرُست نہیں ہو سکتا، لہٰذا عمل سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ عمل کے فرض ہونے کی وجہ سے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔

جب مسلمانوں پر ان پانچ ارکان کے علاوہ کوئی عمل فرض نہیں تو اب ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جائے گا، کیونکہ یہ فرض کا فرض ہے۔ پس عِلْمِ توحید کا شُمار بھی فرض عُلوم میں ہو گا کیونکہ یہ اسلام کی ابتدا ہے یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو صفات اس کی ذات سے مُتَّصِل ہیں انہیں ثابت کرنا اور جو اس کی ذات سے

جُدا ہیں ان کی نفی کرنا۔ یہ سب کچھ کلمۂ توحید یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه﴾ کی گواہی کے علم میں داخل ہے۔

علمِ اخلاص اسلام کی صحت میں داخل ہے کیونکہ کوئی بھی خالص عمل کے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ،

دافِعِ رنج و مَلال صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''تین اُمور ایسے ہیں جن میں ایک مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔'' اور پھر ان میں سے ایک کا تذکرہ یوں فرمایا: ''محض رضائے الٰہی کے لئے عمل کرنا۔''[1]

حضور نبیٔ پاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے علمِ توحید سے ابتدا فرمائی اور اسے اسلام کے لئے شرط قرار دیا۔ یہاں یہ اصول کارفرما ہے کہ نبیٔ مُکَرَّم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی مراد ہر وہ علم نہیں جس کا اجماعِ اُمَّت کی بنا پر معلوم ہونا جائز ہے اور نہ ہی علمِ طب یا علمِ نُجوم یا علمِ نَحْو یا علمِ شعر یا علمِ مَغازی مراد ہیں، حالانکہ ان سب کو بھی عُلوم ہی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی معلوم ہیں اور ان کے جاننے والے انہی عُلُوم کے عُلَما کہلاتے ہیں۔ مگر شریعت نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو ان کے حاصل کرنے کا تقاضا کرتا ہو۔ امت کا اس بات پر بھی اِجْماع ہے کہ سرکار صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی مراد علمِ قضا و علمِ فتویٰ ہے نہ علمِ اِفْتِراقِ مذاہب اور اختلافِ آراء۔ حالانکہ انہیں بھی عُلوم کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے صرف بعض کا حُصول فرضِ کِفایہ ہے مگر یہ سب فرضِ عین نہیں۔

حدیثِ پاک میں مذکور لفظ ''علم'' ایک عام نام ہے جو تمام عُلوم پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرنا فرض ہے۔'' اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''ہر مسلمان پر۔'' اور دوسری حدیثِ پاک میں حکم فرمایا: ''علم حاصل کرو۔'' پس اس حکم کا اطلاق ہر شے پر ہوگا گویا کہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہر اس شے کو علم کا نام دیا جس کا معنی ذہنوں میں محفوظ ہو۔ مگر صحیح یہی ہے کہ فرمانِ مُصطفٰے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان کا علم حاصل کرو کیونکہ ان کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ جس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک بار ایک اعرابی نے رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''**یا رسولَ الله** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! مجھے بتایئے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے؟'' ایک روایت میں ہے، اس نے عرض کی: ''ہمیں وہ احکام بتایئے جو **الله** عَزَّوَجَلَّ نے دے کر آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔'' تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اسے

---

[1] ......الترغیب والترھیب، کتاب العلم، الترغیب فی سماع الحدیث، الحدیث: ۲، ج ۱، ص ۶۱

شہادتَین، پانچ نمازوں، زکوٰۃ، ماہِ رَمَضانُ المبارک کے روزے اور بَیتُ اللہ شریف کے حج کے متعلق بتایا۔ اس نے پھر عرض کی: ''کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''نہیں! مگر یہ کہ تو نفلی عبادت کرے۔'' تو عرض گزار ہوا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اس پر کچھ زائد کروں گا نہ اس میں کچھ کمی کروں گا۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ اپنی بات میں سچا ہوا تو فلاح پا گیا اور جنّت میں داخل ہوگا۔'' [1]

معلوم ہوا کہ اَرکانِ خمسہ کا علم فرض ہے، اس لحاظ سے کہ ان کا معلوم فرض ہے کیونکہ کوئی بھی عمل، علم کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ اس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

﴿۲﴾ حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (پ۵، النسآء: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ جو کہو اسے سمجھو۔

﴿۳﴾ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَاؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (پ۸، الانعام: ۱۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لئے نکالو تم تو نرے گمان کے پیچھے ہو۔

﴿۴﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُؕ (پ۲۱، الروم: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لئے بے جانے تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا۔

﴿۵﴾ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـاؕ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۱۸، ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔ بیشک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے۔

﴿۶﴾ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ (پ۱۲، ھود: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں۔

﴿۷﴾ فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الزکاۃ من الاسلام، الحدیث: ۴۶/ ۱۸۹۱، ص ۶/ ۱۴۸

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان آیاتِ مبارکہ میں علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے اور جس حدیثِ پاک میں اسلام کے پانچ بنیادی ارکان مروی ہیں، اس میں سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ان اعمال کی ادائیگی میں حُصولِ علم کو فرض قرار دیا، پھر ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرنا فرض ہے'' اور یہ ارشاد فرما کر کہ ''ہر مسلمان پر فرض ہے'' مزید پختہ کر دیا گویا یہ کلام وضاحت کر رہا ہے کہ ان پانچ ارکانِ اسلام کا علم حاصل کرنا ان کے فرض ہونے کی وجہ سے فرض ہے۔

علم کے متعلق پانچ فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

﴿1﴾...... شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے پاس سے گزرے، اس کے پاس کئی لوگوں کو جمع دیکھ کر دریافت فرمایا: ''کیا معاملہ ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: ''یہ شخص بہت بڑا عالم ہے۔'' دریافت فرمایا: ''کس شے کا؟'' عرض کی کہ وہ شعر، اَنْساب اور ایّامِ عرب کا عالم ہے تو ارشاد فرمایا: ''یہ ایسا علم ہے جس کا نہ جاننا نقصان دہ نہیں۔'' جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ''یہ ایسا علم ہے کہ جس کا جاننا نفع نہیں دیتا اور جس کا نہ جاننا نقصان نہیں دیتا۔'' [1]

﴿2﴾...... بے شک بعض عُلوم جہالت پر مبنی ہیں اور بعض اقوال سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ [2]

﴿3﴾...... کم توفیق، زیادہ علم سے بہتر ہے۔ [3]

﴿4﴾...... ہر شے، علم کی محتاج ہے اور علم، توفیق کا محتاج ہے۔

﴿5﴾...... میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو۔ [4]

پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیر نافع کو بھی علم کا نام دیا کیونکہ یہ بھی ایک معلوم ہے اور اس علم کے جاننے والے لوگ اپنے ساتھیوں میں عُلَما کے طور پر جانے جاتے ہیں، پھر علم کی مَنْفَعَت لوگوں سے اٹھالی گئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسے علم سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگی۔

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب معرفۃ اصول العلم، الحدیث: ۷۷۷، ص۲۷۶

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علۃ ذم العلم المذموم، ج۱، ص۳۵۶

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، الحدیث: ۵۰۱۲، ص۱۵۹۰

[3] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۷۶۷۲ منصور بن محمد، الحدیث: ۱۲۴۷۶، ج۶۰، ص۳۴۹ العلم بدلہ العقل

[4] ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ، الحدیث: ۶۹۰۶، ص۱۱۵۰

شیطان کا علم میں سبقت لے جانا

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان بسا اوقات تم سے علم میں سبقت لے جاتا ہے۔'' ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ علم میں ہم سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ کہتا ہے علم حاصل کرو لیکن اس پر اس وقت تک عمل مت کرو جب تک کہ عالم نہ بن جاؤ، علم کے حصول میں یہی کہتا رہتا ہے اور عمل کے سلسلے میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بندہ اس حال میں مر جاتا ہے کہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا ہوتا۔'' [1]

مذکورہ حدیثِ پاک میں دو دلیلیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ یہاں مراد ایسے علم کا حُصول ہے جو آخرت میں نفع بخش ہو نہ اس کے حُصول میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قربت نصیب ہو۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ فضیلت والا اور مُستحب علم وہ ہے جو عمل کا تقاضا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بغیر علم کے عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور نہ ہی عمل کرنے کے لئے علم حاصل کرنے کو بُرا جانتا تھے۔ کیا آپ نے دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا کہ ''جس نے علم حاصل کیا اس کی فضیلت مجھے اس شخص کی فضیلت سے زیادہ محبوب ہے جس نے عمل کیا اور تمہارا بہترین دین وَرَع وتقویٰ ہے۔'' [2]

علمِ معرفت و یقین کی تمام علوم پر فضیلت اور سلف صالحین کے طریقوں کا بیان

فتویٰ دینے میں احتیاط

سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا تو اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت رکھنے والے ہزاروں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود تھے، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے علمِ فقہ کی دولت کے

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی للخطیب بغدادی، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۵، ج ۱، ص ۸۹

[2] ......المستدرک، کتاب العلم، باب فضل العلم احب من فضل العبادۃ......الخ، الحدیث: ۳۲۰، ج ۱، ص ۲۸۳

علاوہ اس کی رضا بھی حاصل تھی مگر ان میں سے دس سے کچھ زائد افراد کے علاوہ کسی نے فتویٰ دینے کی کوشش میں نفس کو تھکایا نہ مَنصبِ قضا سنبھالا۔ چنانچہ اس کے متعلق بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اقوال ذیل میں مذکور ہیں:

حضرت سیِّدُنا ابن عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جب فتویٰ پوچھا جاتا تو آپ فرمایا کرتے: ''امیر کے پاس جاؤ جس کی گردن میں لوگوں کے امور کے ہار ڈالے گئے ہیں اور اسے بھی اسی کی گردن میں ڈال دو۔''

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے ایسے ہی اقوال مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص لوگوں کے پوچھے گئے ہر فتویٰ کا جواب دیتا ہے یقیناً مجنوں ہے۔[1] حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے دس سوال پوچھے جاتے تو وہ صرف ایک سوال کا جواب دیتے اور نو کا جواب نہ دیتے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس کے برعکس مَروی ہے ان سے دس سوال پوچھے جاتے تو وہ نو کا جواب دیتے اور ایک کا جواب نہ دیتے۔ اسی طرح بعض فُقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام ایسے تھے جن کا قول ﴿لَآ اَدْرِیْ﴾ ''یعنی میں نہیں جانتا'' ان کے قول ﴿اَدْرِیْ﴾ ''یعنی میں جانتا ہوں'' سے زیادہ ہوتا۔ حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا مالک بن اَنس، حضرت سیِّدُنا احمد بن حَنْبل، حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عیاض اور حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْوَارِث بھی انہی فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں سے ہیں۔ یہ سب اپنی مجالس میں بیٹھا کرتے تو بعض سوالوں کا جواب دیتے اور بعض کا نہ دیتے یعنی ہر پوچھی گئی بات کا جواب نہ دیتے۔[3]

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَعْلٰی فرماتے ہیں کہ میں نے مسجدِ نبوی میں 120 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو پایا مگر ہر ایک کی کیفیت یہ تھی کہ اگر ان سے کوئی حدیثِ پاک یا فتویٰ پوچھا جاتا تو وہ چاہتا کہ اس کے بجائے کوئی دوسرا صحابی ہی اس کا جواب دے۔[4] اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے کسی سے کوئی سوال کیا جاتا

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب تدافع الفتوی، الحدیث: ۱۲۲۰، ص ۴۵۲

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۰

[3] ......المرجع السابق

[4] ......المرجع السابق ......سنن الدارمی، مقدمۃ، باب من ھاب الفتیا......الخ، الحدیث: ۱۳۵، ج ۱، ص ۶۵

تو وہ اسے دوسرے صحابی کے سامنے پیش کر دیتا اور وہ آگے کسی تیسرے صحابی کے سامنے پیش کر دیتا یہاں تک کہ وہ سوال لوٹ کر واپس پہلے صحابی کے پاس آجاتا۔ [1]

فتویٰ کون دے؟

رسولِ بے مثال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''تین بندوں کے علاوہ کوئی شخص فتویٰ نہ دے: یعنی (۱)......**اَمِیر** (۲)...... یا **مَاْمُور** (۳)...... یا **مُتَکَلِّف**۔'' [2]

حدیثِ پاک کی شرح

حدیثِ پاک کی شرح میں ہے کہ ''**اَمِیر**'' (حکمران) سے مراد وہ شخص ہے جس کا تعلق علمِ فتویٰ اور علمِ احکام سے ہوتا ہے، کیونکہ اُمرا (حکمرانوں) سے ہی مسائل پوچھے جاتے ہیں اور وہی شرعی راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ ''**مَاْمُور**'' وہ ہوتا ہے جسے امیر (حکمران) ایسا کرنے کا حکم دے، لہٰذا وہ اس کا نائب ہوتا ہے اور امیر (حکمران) کے رعیّت کے دیگر معاملات میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس معاملے میں اس کی مُعاوَنت کرتا ہے۔ جبکہ ''**مُتَکَلِّف**'' سے مراد وہ شخص ہے جو زمانہ ماضی کے قصّے کہانیاں سناتا ہے، کیونکہ ان کی اس موجودہ زمانے میں کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی ایسے عُلوم کا حُصول مستحب ہے۔ بعض اوقات وہ ماضی کے واقعات میں کمی بیشی کے علاوہ انہیں حقیقت کے برعکس بھی بیان کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے قصہ گوئی کو مکروہ کہا گیا ہے کیونکہ قصہ گو کو ''**مُتَکَلِّف**'' یعنی جان بوجھ کر تکلُّف میں پڑنے والا کہا جاتا ہے۔

ایک حدیثِ پاک میں اسی قسم کے مفہوم کی تاویل کچھ یوں مروی ہے کہ ''تین افراد کے علاوہ لوگوں کے سامنے کوئی کلام نہیں کرتا: (۱)......امیر (۲)...... مامور اور (۳)......مرائی۔'' [3]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) یہاں ''**اَمِیر**'' سے مراد وہ شخص ہے

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۰

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۰۶۲، ج ۳، ص ۱۲۳ لا یفتی بدلہ لا یقص

[3] ......سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب القصص، الحدیث: ۳۷۵۳، ص ۲۷۰۱ لا یفتی بدلہ لا یقص

جولوگوں کے جھگڑوں وغیرہ کے مسائل میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور ''**مَاْمُوْر**'' سے مراد وہ شخص ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والا اور دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا ہو، ایمان ویقین اور قرآنی عُلوم کی باتیں کرتا ہو، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق لوگوں کو دینی کاموں کی ترغیب دلاتا ہو۔ یہ اجازت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے ثابت ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘

ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو جب اللّٰہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔ (پ ۴، اٰل عمران:۱۸۷)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اگر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب میں یہ دو آیات نہ ہوتیں تو میں کبھی بھی تمہیں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔[1] اس کے بعد مذکورہ آیتِ مبارکہ اور اس سے ماقبل آیت تلاوت کر کے فرماتے کہ ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس عالم کو علم سے نوازا تو اس سے وہی عہد لیا جو اس نے اپنے اَنْبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لیا تھا کہ وہ اس علم کو بیان کریں گے اور چھپا کر نہ رکھیں گے۔''[2]

''**مُرَائِی**'' سے مراد وہ شخص ہے جو دنیاوی عُلوم کی باتیں کرے، خواہشِ نفس سے بولے اور چاہے کہ لوگوں کے دل اس کی جانب مائل ہوں اور اسے ان باتوں کے سبب دنیا و رِفْعتِ دنیا حاصل ہو۔

سلف صالحین کا طریقہ

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام احسان[3]

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی نشر العلم، الحدیث: ۱۷۶۹، ج ۲، ص ۲۸۲ بتغیر

[2] ......تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۷۰۰۱ محمد بن مسلم بن عبد اللّٰہ بن عبد اللّٰہ، ج ۵۵، ص ۳۶۷

[3] ...... احسان کی وضاحت کرتے ہوئے سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حدیثِ جبریل میں ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا تصور قائم نہ کر سکے تو یہ یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسلام ماھو وبیان خصالہ، الحدیث: ۹۹، ص ۶۸۲)

کے سبب چار۴ اشیاء کو خود سے دور رکھتے تھے: یعنی (۱) امانت (۲) وَدِیعَت (۳) وصیّت اور (۴) فتویٰ۔

کسی عالم کا قول ہے کہ جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہے وہ علم کے لحاظ سے سب سے کمتر ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ فتویٰ سے دور رہے اور تَوَقُّف سے کام لے وہ سب سے زیادہ مُتَّقی ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام احسان کے سبب پانچ۵ کاموں میں مشغول رہتے تھے: (۱)...... قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے (۲)...... مساجد کو آباد کرتے (۳)...... **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے رہتے (۴)...... نیکی کا حکم دیتے اور (۵)...... بُرائی سے منع کیا کرتے۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ابن آدم کی تین۳ باتوں کے سوا ہر بات اس کے خلاف گواہی دے گی اور کوئی بھی اس کے حق میں نہ ہوگی: (۱)...... نیکی کا حکم دینا (۲)...... برائی سے روکنا اور (۳)...... **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا۔''[2]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَا خَیۡرَ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰىہُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۭ بَیۡنَ النَّاسِ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔

مَاذَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ بَعۡدَ الۡمَوۡت ؟

ایک محدث نے کسی فَقِیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: جناب! آپ لوگوں کو جو اپنی رائے کے مطابق مسائل بتایا کرتے تھے، اس کی وجہ سے آپ سے کیا سلوک کیا گیا؟ تو اس فقیہ کو یہ سوال بڑا ناگوار گزرا اور اس نے اعراض کرتے ہوئے یہ جواب دیا: ''ہم نے اسے نہ تو قابلِ قدر پایا اور نہ ہی اس کا انجام اچھا ہوا۔''

حضرت سیِّدُنا نصر بن علی **جَہۡضَمِی** عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے خلیل بن احمد کو مرنے کے بعد

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب منہ، حدیث: کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ، الحدیث: ۲۴۱۲، ص ۱۸۹۴

خواب میں دیکھا تو سوچنے لگا کہ میں نے خلیل سے بڑھ کر کسی کو عقل مند نہ پایا، میں ضَرور ان سے پوچھوں گا (مَاذَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ بَعْدَ الْمَوْت ؟ یعنی مرنے کے بعد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟)۔'' تو وہ بولے: کیا تو جانتا ہے کہ ہم کس کیفیت میں ہیں؟ میں نے تو اس کلمہ سے بڑھ کر کسی شے کو نفع مند نہیں پایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ. وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر﴾ [1]

کسی شیخ سے مَنقول ہے کہ میں نے ایک عالم کو خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا: ''ان تمام عُلوم نے آپ سے کیسا معاملہ کیا جن میں ہم مُناظَرہ ومُجادَلہ کیا کرتے تھے؟'' فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا کر اس میں پھونک ماری اور فرمایا کہ وہ سب گرد کی طرح اڑ گئے اور مجھے سوائے ان دُو رکعتوں کے کسی نے نفع نہ دیا جو میں نے رات کے وقت خلوص سے ادا کی تھیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو داود سجستانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست بہت زیادہ علمِ حدیث جانتا تھا اور وہ اس علم کی مَعرِفَت بھی رکھتا تھا، اچانک فوت ہو گیا، میں نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟'' وہ خاموش رہا، میں نے جب دوبارہ اس سے پوچھا وہ پھر خاموش ہی رہا، لہٰذا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری مَغْفِرت فرما دی؟ بولا: ''نہیں۔'' میں نے پوچھا: ''کیوں؟'' تو اس نے بتایا کہ ''گناہ بہت ہیں اور حساب کتاب بھی کڑا ہے، البتہ! مجھ سے خیر کا وعدہ کیا گیا ہے اور مجھے خیر ہی کی امید ہے۔'' میں نے اس سے پوچھا: ''وہاں تم نے کن اعمال کو افضل پایا؟'' بولا: ''قرآنِ کریم کی تلاوت اور آدھی رات کے وقت نماز ادا کرنا۔'' میں نے کہا: ''جو تم یہاں پڑھا پڑھایا کرتے تھے اس کی کیا فضیلت پائی؟'' بولا کہ میں تو کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ میں نے مزید پوچھا کہ ہم حدیث بیان کرنے والوں کے اس قول کہ فُلاں ثقہ ہے اور فُلاں ضَعِیف ہے کو تو نے کیسا پایا؟ کہنے لگا کہ اگر نیّت خالص ہو گی تب بھی یہ قول آپ کو نفع دے گا نہ نقصان پہنچا پائے گا۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن عُمر خاقانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں ایک راستے پر چل رہا ہوں، اچانک ایک شخص مجھے ملا اور میری طرف مُتَوَجِّہ ہو کر کہنے لگا: ''اگر تو زمین میں بسنے والے اکثر افراد کا کہا

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، الحدیث: ۷۳، ج۳، ص ۶۲

مانے گا تو وہ تجھے راہِ خدا سے بھٹکا دیں گے۔'' میں نے اس سے کہا: ''کیا یہ نصیحت میرے لئے ہے؟'' وہ بولا: ''یہ نصیحت تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے بھی ہے جو تمہارے پیچھے ہے۔'' فرماتے ہیں کہ اچانک میں نے ایک طرف حضرت سیِّدُ نا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو دیکھا تو میں اس شخص سے ہٹ کر ان کی جانب متوجہ ہوا اور کہنے لگا: ''ارے یہ تو ہمارے استاذ ہیں جو ہمیں دنیا میں ادب سکھایا کرتے تھے۔'' پھر میں نے ان سے عرض کی: ''اے ابوالحسن! آپ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی بتایئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کون سا عمل قبول فرماتا ہے؟'' تو انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا: ''چلو!'' میں ان کے ہمراہ ایک ایسے مکان کے پاس آیا جو کعبہ کی مثل تھا، ہم اس مکان کے ایک جانب کھڑے ہو گئے، اچانک ایک شخص اس مکان کی چھت پر نمودار ہوا تو وہ ساری جگہ روشن ہو گئی، حضرت سیِّدُ نا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے مجھے اس شخص کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر مجھے چھت کی جانب اٹھایا، کیونکہ چھت کافی اونچی تھی اور ہم دونوں کا یعنی حضرت سیِّدُ نا سَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور میرا قد چھوٹا تھا، تو اس شخص نے چھت کے اوپر سے ہاتھ بڑھایا اور مجھے تھام کر اپنی جانب اٹھا لیا، میرے بس میں نہ تھا کہ اس جگہ اپنی آنکھیں انوار کی تجلّی کی وجہ سے کھول سکوں، بہر حال اس شخص نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''میں نے وہ بات سن لی ہے جو تو نے سَری (عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی) سے کہی تھی، لہٰذا یاد رکھو کہ **ہر وہ بات جس کی قرآنِ کریم میں تعریف بیان ہوئی ہے اس پر عمل کیا کرو اور ہر وہ بات جس کی قرآنِ کریم میں مذمّت بیان کی گئی ہے اس سے بچا کرو،** تیرے لئے یہی کافی ہے۔''

علم و عمل کے متعلق بزرگانِ دین کے فرامین

حضرت سیِّدُ نا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان علمِ ظاہر حاصل کیا کرتا تھا اور ہمیشہ اسی کام میں مشغول رہتا، پھر اس نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا اور الگ تھلگ ہو کر عبادت میں مشغول ہو گیا، جب مجھے اس کے متعلق پوچھنے پر یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگوں سے الگ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا ہے تو میں نے اس نوجوان سے پوچھا: ''تم تو علمِ ظاہر کے حُصول کے بڑے رَسیا (شوقین) تھے، پھر کیا ہوا کہ اسے چھوڑ دیا؟'' بولا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ضائع و برباد کرے تو کب تک علم کو برباد کرتا رہے گا؟'' میں نے عرض کی کہ میں یہ سب علم زبانی یاد کر لیتا ہوں تو اس نے مجھ سے کہا کہ علم کا یاد کرنا تو اس پر عمل کرنا ہے۔ لہٰذا

میں نے مزید علم کا حُصول ترک کر دیا اور جو پاس تھا اس پر عمل کرنے کی جانب مُتَوَجِّہ ہو گیا۔[1] حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ علم تو خشیتِ الٰہی کو کہتے ہیں۔[2]

کسی فَقِیہ کا قول ہے کہ علم ایک نور ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے منقول ہے کہ علم اتنا ہی حاصل کرو جس پر تم عمل کرنا چاہتے ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں علم پر اَجر اس وقت عطا کرے گا جب تم اس پر عمل کرو گے۔[4] کیونکہ نادان لوگ صرف روایت کا عزم کرتے ہیں جبکہ علمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام رِعایت کا عزم کرتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی صاحبِ قول اور صاحبِ روایت کی پروا نہیں کرتا بلکہ صاحبِ فہم اور صاحبِ دِرایت کی پروا کرتا ہے۔[5]

فتویٰ دینے کے متعلق احتیاط

حضرت سیِّدُنا ابو حصین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ المَتِیْن سے منقول ہے کہ آج کل ہر شخص کسی بھی مسئلہ میں (بغیر سوچے سمجھے) فوراً فتویٰ دے دیتا ہے حالانکہ اگر وہی مسئلہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے پیش ہوتا تو آپ تمام بَدری صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اس کے حل کے لئے جمع فرما لیتے۔[6]

ایک قول ہے کہ (آج کل) جس شخص سے بھی کسی شے کے متعلق کچھ پوچھا جائے تو وہ فتویٰ دینے میں بڑی جلدی کرتا ہے حالانکہ اگر اہلِ بدر سے کچھ پوچھا جاتا تو یہ سوال انہیں مشکل میں ڈال دیتا۔

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن یحییٰ اَسْود عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد اور دیگر علمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ احکام و فتاویٰ کے عُلوم کا اہتمام حکمران کیا کرتے اور عوامُ النّاس ان کی جانب ہی رجوع کرتے، پھر یہ معاملہ کمزور ہوتا

---

[1] ……فیض القدیر للمناوی، حرف الھمزۃ، تحت الحدیث: ۳۰۱۷، ج۳، ص ۲۰۹

[2] ……الزھد للامام احمد بن حنبل، باب فی فضل ابی ھریرۃ، الحدیث: ۸۶۷، ص ۱۸۰

[3] ……الدر المنثور، پ ۲۲، فاطر، تحت الایۃ ۲۸، ج۷، ص ۲۰

[4] ……الزھد لابن مبارک، باب من طلب العلم لعرض فی الدنیا، الحدیث: ۶۲، ص ۲۱ عن معاذ بن جبل بدون "فواللہ"

[5] ……تاریخ بغداد، الرقم ۲۶۴۸ احمد بن محمد بن الحسین ابو محمد الحریری، ج۵، ص ۱۹۸ بتغیر وبدون "روایۃ"

تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۵۵۹۰ فرج بن ابراھیم، ج۴۸، ص ۲۵۳، "بذی"، "قول"، "فھم" "بدلھم" "بصاحب"، "حکایۃ"، "قلب"

[6] ……شرح السنۃ للامام بغوی، کتاب العلم، باب التوقی عن الفتیا، ج ۱، ص ۲۴۱

گیااور حکمران دنیا کی جانب میلان اور جنگوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے یہ عُلوم حاصل نہ کر سکے تو انہوں نے جامع مساجد میں علمائے ظاہر اور اصحابِ فتویٰ کو اپنا معاون بنالیا۔ پس جب حاکم کٹھن اور مشکل مسائل حل کرنے کے لئے بیٹھتا تو اس کے دائیں بائیں جانب دو مفتی بیٹھ جاتے، حاکم قضا و احکام میں ان کی جانب رجوع کرتا اور پھر اسی کے مطابق سپاہیوں کو حکم جاری کرتا۔ لہٰذا اکثر لوگ فتویٰ وقضا کا علم سیکھنے لگے تا کہ احکام وقضا کے معاملات میں حکمرانوں کی معاونت کر سکیں یہاں تک کہ دنیا میں رغبت رکھنے اور حکومت کی خواہش میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ اس کے بعد معاملہ مختلف ہو گیا یہاں تک کہ حکمرانوں نے علما سے مدد لینا ہی ترک کر دیا۔

اس پر دلیل اَمیرُ الْمومنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی یہ قول ہے کہ آپ نے حضرت سیّدُ نا ابی مسعود عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جانب ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ مجھے یہ خبر کیونکر ملی ہے کہ تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو حالانکہ تم امیر ہو نہ مامور۔[1]

حضرت سیّدُ نا ابو عامر ہروی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدُ نا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمراہ حج کیا، جب ہم مکۂ مکرمہ پہنچے تو حضرت سیّدُ نا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بنی مخزوم کے ایک آزاد کردہ غلام کے متعلق سنا کہ وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور انہیں فتویٰ دیتا ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے بلا کر پوچھا: ''کیا تجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟'' بولا: ''نہیں۔'' تو آپ نے پوچھا: ''پھر تجھے اس بات پر کس نے ابھارا؟'' بولا: ''ہم فتویٰ دیتے ہیں اور ہمارے پاس جو علم ہے اسے پھیلاتے ہیں۔'' تو حضرت سیّدُ نا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''کاش! میں اس دن سے قبل تیرے پاس آیا ہوتا تو یقیناً تیرا راستہ کاٹ دیتا۔''[2] اس کے بعد آپ نے اسے فتویٰ دینے سے روک دیا۔

علم اور علمائے آخرت

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان علم قُلوب اور علمِ ایمان ویقین میں گفتگو کرنے والوں کو کچھ نہیں کہتے تھے۔

---

[1] ……جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماجاء فی ذم القول فی دین اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۱۵۶، ص ۴۲۵ بدون ولا مامور

[2] ……المذکر والتذکیر لابی عاصم، ذکر القصاص، الحدیث: ۱۶، ص ۸۶

مَروی ہے کہ اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے لشکر کے امیروں کی جانب ایک مکتوب روانہ فرمایا: ''اہلِ طاعت سے جو بات سنا کرو اسے یاد کرلیا کرو، کیونکہ ان پر اُمورِ صادِقہ مُنْکَشِف ہوتے ہیں۔''[1]

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ خود بھی سالکینِ راہِ طریقت کی محفلوں میں بیٹھا کرتے تھے اوران کی باتیں بڑی توجہ سے سنا کرتے تھے۔ کیونکہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے: ''جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے خاموشی اور زُہد کی دولت سے نوازا گیا ہو تو اس کا قُرب حاصل کرو، کیونکہ وہ حکمت کی باتیں بتاتا ہے۔''[2]

ایک مُحدِّث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کو غمزدہ پایا، وہ بہت اَفْسُردہ دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے ان سے سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''ہم تو دنیا داروں کے لئے محض تجارت گاہ بن چکے ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''ان میں سے ایک شخص ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ جب ہم سے کچھ عرفان حاصل کرلیتا ہے اور علم کی دولت پالیتا ہے تو اسے عامل، وکیل یا ملازم بنادیا جاتا ہے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''علم کچھ ایسے لوگ بھی سیکھ لیتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُمّت کی خاطر ان لوگوں کے ذریعے علم کی حفاظت فرماتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہوجائے۔''

حضرت سیِّدُنا مامون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اگر تین ۳ چیزیں نہ ہوتیں تو دنیا ویران و برباد ہوجاتی: (۱)......اگر شہوت نہ ہوتی تو نسلِ انسانی ختم ہوجاتی (۲)......اگر مال جمع کرنے کی محبت نہ ہوتی تو زندگی ختم ہوجاتی اور (۳)......اگر حکومت واقتدار کی محبت نہ ہوتی تو علم ختم ہوجاتا۔

علمائے آخرت کا فتویٰ دینے کا طریقہ

یہ سب اوصاف عُلَمائے دنیا وعُلَمائے لُغت کے ہیں جبکہ عُلَمائے آخرت واہلِ معرفت اور اہلِ یقین نہ صرف

---

[1] ......فیض القدیر للمناوی، حرف الھمزۃ تحت الحدیث: ۲۳۴۹، ج۲، ص۶۰۵

[2] ......سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث: ۴۱۰۱، ص۲۷۲۶ بتغیر قلیل

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، بیان وظائف المرشد المعلم الوظیفۃ الثالثۃ، ج۱، ص۵۵۵

حکمرانوں سے دور بھاگتے ہیں بلکہ حکمرانوں کی پیروی کرنے والے اور ان کے حاشیہ بردار دنیا داروں (یعنی خدام و خوشامدی لوگوں) سے بھی دور رہتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ علمائے دنیا کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابنِ ابی لیلیٰ عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَعْلٰی فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں 120 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو پایا، ان میں سے جس سے بھی کوئی حدیث پوچھی جاتی یا کوئی فتویٰ طلب کیا جاتا تو اس کی یہی خواہش ہوتی کہ اس کا ساتھی ہی اس بات کا جواب دے۔[1] ایک مرتبہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے 300 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیکھا کہ ان میں سے جس سے بھی کوئی فتویٰ طلب کیا جاتا یا کوئی حدیثِ پاک پوچھی جاتی تو وہ اپنے دوسرے ساتھی کی جانب لوٹا دیتا اور وہ آگے کسی تیسرے ساتھی کی طرف بھیج دیتا۔

الغرض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہی طریقہ رہا کہ وہ فتویٰ دینے سے دور رہے اور جب بھی کسی سے قرآنِ کریم یا یقین و ایمان کے علوم کا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے ساتھی کی جانب بھیج دیتے اور خاموش بھی نہ رہتے۔

علمائے آخرت کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَۙ(۴۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ ۱۴، النحل: ۴۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں سے مُراد علمائے آخرت ہیں، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے توحید اور عقلِ سلیم کی دولت ملتی ہے، انہیں کتابیں پڑھ کر علم حاصل ہوتا ہے نہ اہلِ زبان کے اَقوال سے۔ بلکہ انہیں تو یہ علم ان کے عمل اور معاملات کو خوبی سے سرانجام دینے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عام لوگوں سے جُدا ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ہر دم ربّ کی یاد میں کھوئے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر اعمالِ قُلوب بجا لاتے ہیں، خَلوَت میں (یعنی تنہا) ہوں تب بھی ہر لمحہ اسی کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں اور اس کے سوا نہ تو کسی کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی

---

[1] ......سنن الدارمی، باب من هاب الفتیا وکره التنطع والتبدع، الحدیث: ۱۳۵، ج ۱، ص ۶۵

عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ پس جب یہ علمائے آخرت خَلوَت سے جَلوَت میں آئے یعنی لوگوں کے پاس آئے تو لوگ ان سے مسائل پوچھنے لگے، لہٰذا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں رُشد و دانائی اِلہام فرمائی اور سچ بات کہنے کی توفیق دی۔ نیز انہیں ان کے صاف و شفّاف قُلوب، پاکیزہ عُقول اور بلند ہمّتوں سے پیدا ہونے والے باطنی اعمال کی وجہ سے حکمت کی دولت بھی عطا کی اور اس کے علاوہ انہیں اپنی حسنِ توفیق سے نواز کر حقیقتِ علم عطا فرمانے کے لئے بھی ترجیح دی اور جب انہیں اپنی عبادت کے لئے ترجیح دی تو ساتھ ہی انہیں اپنے مخفی اَسرار سے بھی آگاہ کر دیا۔ جب ان علمائے آخرت نے خدمتِ دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور معاملات کو بحُسن و خوبی ادا کرتے ہوئے ہر شے سے الگ ہو کر بارگاہِ خداوندی کی طرف متوجہ ہوئے تو ان سے جو بھی سوال کیا جاتا وہ اپنے ربّ کے ساتھ مخصوص تعلق کی بنا پر ہر سوال کا جواب دیتے۔ اس طرح انہوں نے علمِ قدرت سے کلام کیا، حکمت کے اوصاف ظاہر کئے، عُلومِ ایمان کو بیان کیا اور قرآنِ کریم کے باطن کو مُنکشِف کیا۔

یہی وہ نفع بخش علم ہے جو بندے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ایک خاص تعلق پر دلالت کرتا ہے اور یہی وہ علم ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے خاص بندے کو عطا فرماتا ہے اور جس کی برکت سے وہ سوالوں کے جواب دیتا ہے، اسے اسی علم کی بدولت ثواب دیا جائے گا اور یہی علم اس کے اعمال کے لئے ترازو اور میزان کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ پس بندے کو جس قَدر اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا عرفان حاصل ہو گا اسی قدر اس کے اعمال ترجیح پائیں گے اور اس کی نیکیاں بڑھیں گی اور وہ اسی علم کے مطابق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں قُرب کی مَنازِل طے کرے گا کیونکہ اس کے ہاں اس کا شمار اہلِ یقین میں ہوتا ہے۔

شیرِ خدا کی نظر میں علمائے آخرت

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ہی اہلِ حق ہیں، ان کے اوصاف اور مخلوق پر ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے ارشاد فرمایا:

❁......دل یاد رکھتے ہیں اور سب سے بہتر دل وہ ہے جو سب سے زیادہ (خیر و بھلائی کی باتیں) یاد رکھتا ہے۔

❁......لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)...... عالم ربّانی (۲)......راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم اور (۳)...... بے ڈھنگے و بے عقل لوگ جو ہر آواز کی پیروی کرتے ہیں اور ہر آنے والی تیز ہوا کے جھونکے کے ساتھ ادھر

ادھر چل پڑتے ہیں۔انہیں نورِعلم سے کچھ روشنی ملتی ہے نہ ہی کسی پُختہ ومضبوط عہد کی پناہ حاصل کرتے ہیں۔

۞......علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔

۞......علم (خرچ کرنے یعنی) عمل کرنے سے زیادہ ہوتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

۞......علم یا عالم کی محبت ایک ایسا راستہ ہے جسے اختیار کیا جاتا ہے۔

۞......علم کے ذریعے ہی زندگی میں اطاعت حاصل ہوتی ہے، موت کے بعد تو صرف خوبصورت یادیں ہیں۔

۞......علم حاکم ہے جبکہ مال محکوم، مال کی مَنْفَعَت اس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔

۞......مال جمع کرنے والے مر گئے مگر علم رکھنے والے آج بھی زندہ ہیں اور جب تک زمانہ ہے باقی رہیں گے۔

اس کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سانس لیا اور پھر (اپنے سینے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

۞......یہاں کثیر علم ہے، کاش! کوئی اسے لینے والا ہوتا۔ البتہ! میں ایسا طالب علم پاتا ہوں جو قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ وہ دین پر عمل طلبِ دنیا کی خاطر کرتا ہے اور وہ (ایسا بد بخت ہے جو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام پر اس کی نعمتوں کے باعث زبان درازی کرتا ہے اور عام لوگوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجّتوں کے ساتھ غالب آتا ہے۔ ۞...... یا وہ (طالب علم ایسا ہے جو) اہلِ حق کے سامنے تو سرِ تسلیم خَم کئے رہتا ہے مگر شک کا بیج اس کے دل میں اسی وقت سے بویا ہوا ہے جب پہلی بار اسے ایسا شبہ لاحق ہوا تھا جس میں بصیرت کا نام ونشان نہ تھا۔ یہ دونوں طالب علم ایسے ہیں جن کا دین کے خیر خواہوں سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، نہ تو اِس کا اور نہ ہی اُس کا ۞...... یا وہ طالب علم لذّتوں کا شیدائی ہے جو طلبِ شہوت میں دیوانہ ہو رہا ہے ۞...... یا وہ اموال جمع کرنے کے دھوکے میں مبتلا ہے حالانکہ اس کا اپنی خواہشِ نفسانی کی پیروی میں مال جمع کرنا اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے چرنے والے کسی جانور کے مشابہ ہے۔

۞......جب حاملینِ علم اس جہانِ فانی سے کوچ کر جائیں گے تو اس طرح علم بھی ختم ہو جائے گا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زمین ایسے افراد سے خالی نہ ہوگی جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجّت قائم کرنے والے ہیں، وہ ظاہر وباہر ہوں گے یا چھپے ہوں گے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حجتیں اور اس کے دلائل باطل نہ ہو جائیں۔

۞......ایسے لوگ کہاں ہیں؟ جو تعداد میں بہت ہی کم مگر قَدْر و منزِلت میں عظیم ہیں ۞......ان کے ظاہری وجود تو غائب ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود ہیں ۞...... اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے سبب اپنی حُجتوں اور اپنے دلائل کی حفاظت فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے دوسرے لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور اپنی مثل افراد کے قُلوب میں ان کا بیج بو دیتے ہیں ۞......علم نے ان کے سبب حقیقتِ امر تک رسائی حاصل کی تو انہوں نے روحِ یقین کو آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا ۞......انہوں نے اس بات کو آسان جانا جسے عیش پسندوں نے مشکل جانا اور انہیں اس بات سے اُنس محسوس ہوا جس سے غافلین کو وحشت محسوس ہوئی ۞...... انہوں نے دنیا کی ہم نشینی اختیار کی لیکن ایسے بدنوں کے ساتھ جن کی روحیں مقامِ اعلیٰ وارفع سے تعلق رکھتی ہیں ۞...... یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ساری مخلوق میں سے اس کے دوست ہیں، زمین میں اس کے احکام نافذ کرنے والے اور اس کے دین کی دعوت دینے والے ہیں۔''

یہ فرما کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اشکبار ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا: ''مجھے ایسے لوگوں کے دیدار کا بہت شوق ہے۔''[1]

اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی اس طویل روایت میں علمائے آخرت کے اوصاف اور علمِ باطن و علمِ قُلوب کی صِفات مذکور ہیں نہ کہ علمِ لُغت کی۔

علم الٰہی کے اوصاف

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے علمِ الٰہی کے اوصاف میں ایک روایت مَروی ہے کہ پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرو کیونکہ اس کا حاصل کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشیَّت، اسے طلب کرنا عبادت، اس کا درس دینا تسبیح، اس میں بحث کرنا جہاد، بے علم کو علم سکھانا صدقہ اور اس کی اہلیت رکھنے والوں تک اسے پہنچانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرنا ہے۔ یہ تنہائی میں غمخوار، خَلوَت کا ساتھی، خوشی و غمی پر دلیل، دوستوں کے ہاں زینت، اجنبی لوگوں کے ہاں قرابتدار اور راہِ جنّت کا مینار ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے باعث قوموں کو بلندیوں سے نوازتا ہے اور انہیں نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایسا راہنما اور ہادی بنا دیتا ہے کہ ان کی پیروی کی جاتی ہے، ہر خیر و

---

[1] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۵۸۲۹ کمیل بن زیاد، ج ۵۰، ص ۲۵۵ بتغیر

بھلائی کے کام میں ان سے راہنمائی لی جاتی ہے، ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے، ان کے اعمال وافعال کی اقتدا کی جاتی ہے، ان کی رائے حرفِ آخر ہوتی ہے، فرشتے ان کی دوستی کو مرغوب جانتے ہیں اور انہیں اپنے پروں سے چھوتے ہیں، ہر خُشک وتَر شے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں، کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے اور جانور، آسمان اور ستارے سب ان کی مغفرت چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ علم اندھے دلوں کی زندگی، تاریک آنکھوں کا نور اور کمزور بدنوں کی قوّت ہے۔ بندہ اس کے سبب نیک لوگوں کے مَراتب اور بلند درجات تک جا پہنچتا ہے۔ علم میں غور وفکر کرنا روزے رکھنے کے برابر اور اسے پڑھانا رات کے قیام کے مساوی ہے۔ علم کے ذریعے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت وفرمانبرداری ہوتی ہے، اسی سے توحید اور وَرَع وتقویٰ ملتا ہے، اسی کے سبب صلہ رحمی کی جاتی ہے، علم امام ہے اور عمل اس کا تابع۔ علم نیک بَخْت لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے جبکہ بدبختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔'' [1]

پس اس حدیثِ پاک میں بھی علمائے آخرت اور علمِ باطن کے اوصاف مروی ہیں۔

اشراف خیانت نہیں کرتے

خُلَفائے اربعہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بعد سب سے افضل خلیفہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن عبدُالْعَزِیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز ہیں، آپ نے حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی جانب ایک خط لکھا کہ مجھے ایسے لوگوں کے بارے میں مشورہ دیجئے جن سے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکام نافذ کرنے میں مدد حاصل کر سکوں تو انہوں نے جواب دیا: ''دیندار لوگ تمہارے پاس آنا پسند نہ کریں گے اور دنیاداروں کا آنا تمہیں پسند نہ ہوگا، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اَشْراف سے مدد حاصل کرو کیونکہ انہوں نے اپنی شرافت کو خیانت کی آلودگی سے بچا رکھا ہے۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا بِشْر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ لفظ ﴿حَدَّثَنَا﴾ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جب تم کسی شخص کو یہ کلمہ یعنی ﴿حَدَّثَنَا﴾ کہتے سنو تو جان لو کہ وہ کہہ رہا ہے میرے لئے کشادگی پیدا کرو۔ [3]

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۴۰، ص۷۷ بتغیر

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۹۹

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص۵۸۷

ان سے پہلے حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی علمائے ظاہر سے فرمایا کرتے تھے کہ علمِ ظاہر کا حُصول آخرت کا زادِراہ نہیں ہے۔(1)

حصولِ علم کی شرائط

حضرت سیِّدُنا ابن وہب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس حُصولِ علم کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یقیناً علم حاصل کرنا اچھی چیز ہے اور اس کا پھیلانا بھی بہت خوب ہے لیکن اس میں نیّت کا صحیح ہونا شرط ہے اور یہ بھی پیشِ نظر رکھو کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک جو فرائض تم پر لازم ہیں ان پر ہرگز کسی شے کو ترجیح نہ دو۔(2)

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص (شاذ اور منکر) حدیث کا علم حاصل کرے یا شادی کی خواہش رکھے یا طلبِ مَعاش کی خاطر سفر کرے تو یقیناً وہ دنیا کی طرف مائل ہو چکا ہے۔(3)

علم معرفت وعلم ایمان کی فضیلت

ایمان وتوحید اور مَعْرِفَت ویقین کا علم ہر نیک، صاحبِ یقین مومن کو حاصل ہوتا ہے اور یہ علم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بندے کے لئے ایک خاص مقام ومرتبہ کی حیثیت رکھتا ہے، بارگاہِ خداوندی میں اس کی ایک حالت ہے، جنّت کے درجات میں اس کا ایک مُقرّر حصّہ ہے، اسی کے سبب بندہ اس کے مُقَرَّبین میں شمار ہوتا ہے۔

معرفت وایمان بندے کے دو ایسے ساتھی ہیں جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے کیونکہ **معرفتِ الٰہی کا علم**، ایمان کا ترازو ہے جس سے کمی بیشی معلوم ہوتی ہے، اسلئے کہ **علم**، ایمان کا ظاہر ہے جو اسے کھولتا اور ظاہر کرتا ہے جبکہ **ایمان**، علم کا باطن ہے جو اسے حرکت میں رکھتا ہے اور اس کو خوب گرماتا ہے۔ الغرض ایمان، علم کی طاقت اور آنکھ ہے جبکہ **علم**، ایمان کی قوت اور زبان ہے، **ایمان** کا قوی وکمزور اور کم یا زیادہ ہونا **علمِ معرفت** میں کمی وزیادتی اور

---

(1) ......اتحاف السادة المتقين، الباب الثاني في العلم المحمود......الخ، بيان العلم الذي هو فرض كفاية، ج ١، ص ٢٥١

(2) ......الفقيه والمتفقه للبغدادي، باب وجوب التفقه في الدين، الحديث: ١٦٥، ج ١، ص ١٧٣

(3) ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ١، ص ٥٩٢

قوت وضعف کی وجہ سے ہے۔

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحِیْم نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے لختِ جگر! جس طرح کھیت پانی اور مٹّی کے بغیر درست نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایمان، علم وعمل کے بغیر درست نہیں رہ سکتا۔

ایمان سے یقین، یقین سے معرفت اور معرفت سے مشاہدہ کے حُصول کی مثال ایسے ہی ہے جیسے گندم سے ستو، ستُّو سے آٹا اور آٹے سے نشاستہ حاصل ہوتا ہے اور گندم ان سب اشیاء کی جامع ہے۔ پس ایمان اصل ہے اور مشاہدہ اس کی سب سے بہتر فرع ہے جیسا کہ گندم اصل ہے اور نَشَاشتہ اس کی سب سے بہتر واعلیٰ صورت ہے۔ پس یہ سارے مقامات انوارِ ایمان میں موجود ہیں جن کی مُعاوَنَت علمِ یقین کرتا ہے۔

معرفت ومشاہدہ کے مقام

حُصولِ معرفت کے دو ذرائع ہیں: (۱)......سن کر اور (۲)......دیکھ کر۔ سن کر معرفت حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے متعلق سن کر اس کا عرفان حاصل کیا۔ اسے ایمان کی تصدیق بھی کہتے ہیں جبکہ دیکھ کر معرفت مُشاہدہ میں حاصل ہوتی ہے، جو مقامِ عینُ الیَقِین ہے۔

مُشاہدہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے: (۱)...... استدلال کا مشاہدہ (۲)...... بذریعہ اِستِدْلال دلیل کا مشاہدہ۔ چنانچہ استدلال کا مشاہدہ معرفت سے قبل ہوتا ہے اور یہی معرفتِ خبر بھی ہے جس کا تعلق سن کر حاصل ہونے والی معرفت سے ہے اور اس کی زبان قول ہے جبکہ اس مشاہدے کو پانے والا علمِ یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً (پ۱۹، النمل: ۲۲، ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: (اور میں) شہرِ سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی۔

معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو ملکۂ بِلْقِیس کے متعلق یقینی علم اسے دیکھنے سے قبل ہُدہُد سے سنکر ہوا تھا۔

بعض اوقات علم کا سبب تعلیم بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین سیکھو۔'' [1] یعنی اہلِ یقین کے ساتھ بیٹھا کرو اور ان سے یقین کی باتیں سنا کرو کیونکہ وہ اس کے جاننے

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۷، ج ۱، ص ۲۲

والے ہیں۔ دلیل کا مشاہدہ آنکھوں سے معرفت حاصل کرنے کے بعد ہوتا ہے، یعنی اس سے مراد وہ یقین ہے جس کی زبان وِجدان ہے اور جو وِجدان رکھتا ہے مقامِ قُرب و بُعد سے آشنا ہوتا ہے اور یہی وِجدان ہی علمِ عین الیقین ہے اور یہ ایک ایسی دولت ہے جس کے انوار کی برکتیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی قدرتِ کاملہ سے بندے کو عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پس میں نے اس کی ٹھنڈک پائی تو سب کچھ جان گیا۔''[1]

اس علم کے جاننے والے عُلمائے آخرت اور صاحبِ ملکوت و صاحبِ قُلوب ہیں اور یہی قُرب پانے والے یعنی اصحابِ یمین بھی ہیں۔ علمِ ظاہر کا تعلق عالَمِ ظاہر سے ہوتا ہے یعنی یہ زبان کے اعمال میں سے ہے اور اس کے جاننے والے دنیا سے پہچانے جاتے ہیں۔ البتہ! ان میں سے نیک لوگ بھی اصحابِ یمین میں شمار ہوتے ہیں۔

یقین میں کمزوری اور اعمال کی بربادی

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''مجھے ان دو بندوں کے متعلق آگاہ فرمائیے جن میں سے ایک عبادت میں خوب کوشش کرتا ہے، اس کا عمل کثیر اور گناہ بہت ہی کم ہیں مگر وہ ضُعفِ یقین کا شکار ہے کہ ہر دم اسے اپنے اُمور میں شک لاحق رہتا ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً اس کا شک اس کے تمام اعمال برباد کر دے گا۔'' عرض کی: ''مجھے اس شخص کے متعلق بھی بتائیے جس کا عمل تو قلیل ہو مگر یقین قوی و مضبوط ہو حالانکہ وہ گناہوں کی کثرت کا بھی شکار ہو۔'' حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش رہے، وہ شخص کہنے لگا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر پہلے شخص کا شک اُس کے نیک اعمال برباد کر دے گا تو اِس شخص کا یقین اِس کے سارے گناہ ختم کر دے گا۔'' راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''میں نے اس سے بڑھ کر دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا نہیں دیکھا۔''[2]

ایک حدیثِ پاک میں بھی اسی قسم کا مفہوم مروی ہے۔ چنانچہ عرض کی گئی: ''**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۳۴، ص ۱۹۸۲ ملتقطاً

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۷۴

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایک شخص کا یقین بڑا اچھا ہے مگر وہ گناہوں کی کثرت میں مبتلا ہے جبکہ دوسرا عبادت میں تو خوب کوشش کرنے والا ہے لیکن یقین کا کمزور ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی شخص گناہوں سے پاک نہیں، سوائے اس شخص کے جو عقل مند اور صاحبِ یقین ہو، ایسے شخص کو گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ جب بھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ توبہ واِستِغفار کر لیتا ہے اور نادم ہوتا ہے جس کے سبب اس کے گناہ مٹا کر فضل باقی رکھا جاتا ہے اور آخر کار وہ جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سب سے کم جس شے سے تمہیں نوازا گیا ہے وہ یقین اور صبر ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصّہ مل گیا تو اسے یہ پروا نہیں کرنی چاہئے کہ رات کے وقت عبادت کر سکا نہ دن کے وقت روزے رکھ سکا۔'' [2]

یقین کے بغیر علم کا حصول

حضرت سیِّدُنا لقمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے اپنے بیٹے کو وصیّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! یقین کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔ بندہ اپنے یقین کے مطابق عمل کرتا ہے کیونکہ کوئی عمل کرنے والا کوتاہی نہیں کرتا جب تک کہ اس کے یقین میں کوتاہی نہ ہو۔ بعض اوقات یقین والے شخص کا کمزور عمل اس بندے سے افضل ہوتا ہے جس کا عمل تو قوی ہو لیکن یقین کمزور ہو کیونکہ جس کا یقین کمزور ہو جائے اس پر گناہ غالب آ جاتے ہیں۔'' [3]

نورِ توحید اور نارِ شرک

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ بیشک توحید کا ایک نور ہے اور شرک کی بھی ایک آگ ہے، توحید کا نور مشرکین کی نیکیوں کو جلانے والی شرک کی آگ سے زیادہ مُوَحِّدین کے گناہوں کو جلانے والا ہے۔'' [4]

---

[1] ......نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثامن والمائتان، الحدیث: ۱۰۵۰، ص ۷۷۰ مفهوماً

[2] ......التفسیر الکبیر، پ ۲، البقرة، تحت الاية ۱۵۵، ج ۲، ص ۱۳۱ اقل بدله افضل

[3] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۳۰، ج ۱، ص ۲۴ مختصراً

[4] ......تفسیر روح البیان، پ ۱۸، المومنون، تحت الاية ۹۲، ج ۶، ص ۱۰۳

مقاماتِ یقین

یقین کے تین۳ مقام ہیں:

﴿1﴾......**یقین معائنہ:** یہ اپنی خبر سے مختلف نہیں ہوتا، اسے جاننے والے کو خبیر کہتے ہیں اور یہ صدّیقین اور شُہدا کا مقام ہے۔

﴿2﴾......**مقامِ تصدیق وتسلیم:** یہ بھی خبر میں ہوتا ہے اور اس کے جاننے والے کو مخبر اور مسلم کہتے ہیں، یہ عام مومنین کا یقین ہے، یہ نیک لوگ ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ نیک اور کچھ اس سے کم درجہ کے ہیں۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور **اللہ** کی رضا پر راضی ہونا۔ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۲)

بعض اوقات ان لوگوں کا یقین اسباب اور معتاد اشیاء کی کمی کے باعث کمزور اور ان اشیاء کے پائے جانے اور عادت کے جاری ہونے کی وجہ سے قوی ہوجاتا ہے۔ واسطوں کی جانب دیکھنے کے سبب ان پر حجاب ڈالا جاتا ہے اور انہی کے سبب دور بھی کیا جاتا ہے، اپنے درجات کی زیادتی اور اُنس کا تعلق مخلوق سے جوڑ لیتے ہیں اور مخلوق کے نہ پائے جانے کے سبب درجات کی کمی اور وحشت کا شِکار ہوجاتے ہیں، انہی لوگوں سے اختلاف کا بیج اپنا سر نکالتا ہے اور یہ لوگ مُتَلَوِّن مزاج بن جاتے ہیں یعنی اشیاء کے تغیر اور رنگ بدلنے سے ان کے مزاج میں بھی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔

﴿3﴾......**مقامِ ظن:** یہ مقام علمی دلائل، خبر اور عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے اقوال سے قوی ہوتا ہے، جو لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایمان کی زیادتی پاتے ہیں وہ وہی حصّہ پاتے ہیں جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ظن دلائل کے فُقدان اور علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے اقوال نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہوجاتا ہے اور اسے یقینِ اِستِدلال بھی کہتے ہیں، اس کے عُلوم عقلی ہیں۔ یہ یقین اہلِ نظر و قیاس، عقلی عُلوم رکھنے والے اور اہلِ رائے اشخاص میں سے عام مسلمانوں کا اور پھر ان میں سے مُتَکَلِّمین کا ہے۔

ہر وہ بندہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر یقین ہے وہ علمِ توحید اور علمِ معرفت رکھتا ہے۔ البتہ! اس کا **علم** اور اس کی

معرفت اس کے یقین کے اعتبار سے اسے حاصل ہوتی ہے اور اس کا **یقین** اس کے ایمان وقوت کی صفائی پر مُنْحَصِر ہوتا ہے اور اس کا **ایمان** اس کے معاملے اور رعایت کا تقاضا کرتا ہے۔ پس سب سے **اعلیٰ علم**، علمِ مشاہدہ ہے جو عینِ یقین سے پیدا ہوتا ہے، یہ مُقَرَّبین کے ساتھ خاص ہے، انہیں مقاماتِ قُرب پر فائز کرتا ہے، ان کی مجلسوں میں ان سے ہم کلام ہوتا ہے، ان کے اُنس کی جائے پناہ ہے اور ان کی میٹھی میٹھی باتوں کی لَطافت کا مَظْہر ہے۔ سب سے **کم تر علم** عدمِ انکار اور شک نہ ہونے کے سبب علمِ تسلیم ورضا ہے۔ یہ عام مومنین کے ساتھ خاص ہے، نیز یہ علمِ ایمان اور تصدیق کی زیادتی کے ساتھ ساتھ اصحابِ یمین کے لئے بھی ہے۔ ان دونوں کے درمیان لطیف مقامات ہیں جو مقربین کے اعلیٰ درجات سے لے کر اَوسَط مقامات تک اور اصحابِ یمین کے اَدنیٰ درجات سے لے کر اصحابِ عِلِّیِّین کے اوسط افراد کے اعلیٰ درجات تک ہیں۔

خاموشی کی فضیلت اور علوم میں اہلِ ورع وتقویٰ کا طریقہ

علم کی قسمیں

حُضُور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”علم کی تین[3] قسمیں ہیں: کتابِ ناطق، سنّت قائمہ اور ﴿لَآ اَدْرِیْ﴾ (یعنی میں نہیں جانتا) کہنا۔“[1]

امام شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ﴿لَآ اَدْرِیْ﴾ کہنا نصف علم ہے۔ یعنی ایسا کہنا تقویٰ میں سے ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: ”علم درحقیقت ثِقہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے حاصل ہونے والی رخصت کا نام ہے اور باقی رہا سختی کا معاملہ تو اسے ہر کوئی اچھی طرح جانتا ہے۔“[3] یعنی امور میں تَوَقُّف کرنا اور ان سے بچنا عام مومنین کی سیرت ہے، اگرچہ وہ علما نہ بھی ہوں۔

---

[1] ……المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۰۰۱، ج ۱، ص ۲۸۴ سنة قائمة بدله سنة ماضية

[2] ……سنن الدارمی، المقدمة، باب فی الذی یفتی الناس……الخ، الحدیث: ۱۸۰، ج ۱، ص ۷۴

[3] ……التمهيد لابن عبدالبر، باب الميم، محمد بن شهاب الزهری، تحت الحديث: ۱۸۲، ج ۳، ص ۵۴۲

ورع ویقین سے مراد

وَرَع کا مطلب یہ ہے کہ شُبہات کی جانب پیش قدمی کرنے سے ڈرنا اور مشکل اُمور کے وقت سُکون یا سُکوت کے ذریعے تَوَقُّف کرنا اور یقین سے مراد یہ ہے کہ اشیاء کی جانب بصیرت وقدرت سے پیش قدمی کرنا اور علم وخبر کی بنا پر معاملہ کا قطعی ہونا۔ یہ اوصاف ان علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے ہیں جن کے علم کو ثقہ جانا جاتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ایسا کام بخوبی سرانجام نہیں دے سکتے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اپنے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو جنگِ جَمَل کے دن آگے بڑھنے کے لئے کہتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''آگے بڑھو آگے بڑھو۔'' مگر وہ پیچھے ہٹتے جاتے اور آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اپنے نیزے سے انہیں وہیں ٹھہرے رہنے کا کہتے۔ تو حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے عرض کی: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ جنگ تو ایک تاریک اور اندھا فتنہ ہے۔'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے نیزہ چبھوتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''آگے بڑھ، تیری ماں نہ رہے! کیا وہ جنگ فتنہ ہو سکتی ہے جس کا سپہ سالار اور راہنما تیرا باپ ہو؟''[1]

لاعلمی کا اظہار نصف علم ہے

بندہ جب کہتا ہے ﴿میں نہیں جانتا﴾، تو یقیناً اس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنے حال پر قائم رہا، پس اس کے لئے اس شخص کے برابر ثواب ہے جو علم جانتا ہو اور اپنے حال پر قائم رہتے ہوئے اور علم پر عمل کرتے ہوئے اسے ظاہر کرے۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ بندے کا قول ﴿میں نہیں جانتا﴾ نصف علم ہے اور اس لئے بھی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے کسی بندے کا خاموش ہو جانا اس شخص کے بولنے کی طرح حسین ہے جو احسان کی بنا پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کوئی علمی بات کرے۔ حضرت سیِّدُنا علی بن حسین اور حضرت سیِّدُنا محمد بن عَجلان رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ جب عالم ﴿میں نہیں جانتا﴾ کہنے میں غلطی کرتا ہے تو بھی اس کا قول صحیح ہوتا ہے۔''[2] اور ایسا ہی ایک قول امام مالک اور امام شافعی رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰی سے بھی مروی ہے۔

---

[1] ......غرر الخصائص الواضحة، الباب الحادی عشر فی الشجاعة، الفصل الثانی، ص ۱۸۱

[2] ......جامع بیان العلم وفضله، باب مایلزم العالم......الخ، تحت الحدیث: ۸۹۷، ص ۳۱۵

علم اور جہالت کے دَرَجات میں تفاوت

جس طرح عقل و دیوانگی میں لوگوں کے درمیان تفاوُت پایا جاتا ہے اسی طرح علم و جہالت میں بھی لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور جس طرح عقل مند و دانشور افراد اور علمائے کرام میں طَبقات کی درجہ بندی ہے اسی طرح مجنون و دیوانے افراد اور جاہلوں کے بھی مختلف طَبقات ہیں۔ جاہلوں میں سے خواص جو عام عُلَما کے مشابہ دکھائی دیتے ہیں، وہ عام لوگوں کو شبہ میں مبتلا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اِنہیں بھی علما ہی گمان کرنے لگتے ہیں۔ جبکہ ایسے لوگوں کی حقیقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم رکھنے والے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام پر واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح عارفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن بھی عام علما کے نزدیک مشتبہ نظر آتے ہیں مگر ان کی حقیقت اہلِ یقین پر ظاہر ہوتی ہے۔

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں: (۱)......حکمرانوں کا علم اور (۲)......اہلِ تقویٰ کا علم۔ حکمرانوں کا علم، علمِ قضایا ہے اور مُتَّقِین کا علم، علمِ یقین و معرفت ہے۔

علم و ایمان ایک ہی شے ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے علم کے اوصاف اور علمِ ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلة: ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

پس ایمان والوں کو علما قرار دیا جو اس بات پر دلیل ہے کہ علم اور ایمان ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔

اس قسم کی مثالیں قرآنِ کریم میں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ مومنین کے اوصاف کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (پ۶، النسآء: ۱۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں جو اُن میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے۔

معلوم ہوا کہ مومنین ہی علم میں پُختہ، نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اوصاف

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے ہیں اور ایسا ہی مفہوم ایک دوسری جگہ بھی مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ ترجمۂ کنزالایمان: اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ (پ۳، اٰل عمران:۷)

یہاں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے ایمان سے مُتَّصِف ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مومنین کے علم سے مُتَّصِف ہونے کا ذکر گزشتہ آیتِ مبارکہ میں فرمایا۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ (پ۲۱، الروم:۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میری اُمّت کے پانچ طبقات ہیں، ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا اور میرے صحابہ کا طبقہ اہلِ علم اور اہلِ ایمان کا طبقہ ہے، جبکہ ان کے بعد 80 سال تک کے لوگ نیکوکار اور مُتَّقِین ہوں گے اور جو ان کے بعد 120 سال تک کے لوگ ہیں وہ آپس میں ہمدردی اور صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے۔'' [1]

پس آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں علم اور ایمان کو اکٹھا ذکر فرمایا اور ان دونوں کو بقیہ تمام طبقات پر مقدم ٹھہرایا۔ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے بھی قرآنِ کریم میں ایمان کا تذکرہ قرآنِ کریم جو کہ ایک علم ہے کے ساتھ ملا کر کیا ہے، جیسا کہ ایک جگہ قرآنِ کریم کا تذکرہ ایمان کے مُتَّصِل بعد کیا اور ارشاد فرمایا:

كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (پ۲۸، المجادلة:۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: جن کے دلوں میں اللّٰه نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

منقول ہے کہ یہاں روح سے مراد قرآنِ کریم ہے اور ایسی مثالیں قرآنِ کریم میں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ،

ایک مقام پر ہے:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا (پ۲۵، الشورٰی:۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا۔

---

[1] ...... سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب الآيات، الحديث: ۴۰۵۸، ص ۲۷۲۱

ایک روایت میں ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو ایمان والے ہیں وہی قرآن والے ہیں اور جو قرآن والے ہیں وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔''[1]

خود کو عالم کہنا جہالت ہے

مَروی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کے ساتھ جب حضرت سیِّدُنا سُفیان بن حسین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تشریف لائے جن کا شمار اس وقت کے جَیِّد علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں ہوتا تھا، تو خلیفہ مہدی نے ان سے سوال کیا: ''کیا آپ عالم ہیں؟'' آپ چپ رہے، اس نے دوبارہ سوال کیا پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ عرض کی گئی: ''کیا آپ امیر المومنین کو جواب نہ دیں گے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''انہوں نے مجھ سے ایک ایسا سوال دریافت کیا ہے جس کا جواب میرے پاس نہیں، کیونکہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں عالم نہیں ہوں حالانکہ میں نے کتابُ اللہ پڑھ رکھی ہے تو اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں گا اور اگر یہ کہتا ہوں کہ میں عالم ہوں تو اس طرح جاہل شمار ہوں گا۔''[2]

علم اور خشیت

حضرت سیِّدُنا رَبِیع بن اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آیتِ مبارکہ ﴿ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ ۲۲، فاطر: ۲۸) ﴾[3] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشْیَت نہ ہو وہ عالم نہیں ہوسکتا۔[4]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگتے ہوئے عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے علم کو اپنی خَشْیَت اور حکمت کو اپنی ذات پر ایمان لانا قرار دیا ہے، اب جس کے دل میں تیری خشیت نہ ہو اس کے پاس کوئی علم نہیں اور جو تجھ پر ایمان نہ لائے اس کے پاس کوئی حکمت نہیں۔''[5]

---

[1] ……سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ، الحدیث: ۲۱۵، ص ۲۴۹۰ بدون ''اھل الایمان''

[2] ……تاریخ بغداد، الرقم ۴۷۶۲ سفیان بن حسین، ج ۹، ص ۱۵۱ بتغیر

[3] ……ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

[4] ……تفسیر القرطبی، پ ۲۲، فاطر، تحت الایۃ ۲۸، الجزء الرابع عشر، ج ۷، ص ۲۵۰

[5] ……المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، باب دعاء داود النبی علیہ السلام، الحدیث: ۴، ج ۷، ص ۲۰ بتغیر

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن رَواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی علم کو ایمان کا نام دیا ہے۔ آپ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ہم کچھ دیر ایمان کی باتیں کریں۔ [1]

علم کے ذرائع

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کی خاطر کان، آنکھیں اور دل بنائے اور یہ سب علم کے راستے ہیں جن کے ذریعے علم حاصل کیا جاتا ہے، یہ علم کے لئے اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ نعمت ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق پر فرمائی ہے۔ چنانچہ، ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـاۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ (پ۱۴، النحل: ۷۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے سے علم کی نفی فرمائی جب وہ مذکورہ نعمتوں سے محروم تھا اور اس کے بعد جب اسے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا گیا تو اس کے لئے علم کا ثابت ہونا ذکر فرمایا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس بندے کے اَوصاف بیان کئے جو اہلِ ایمان میں سے نہیں، نیز اس کے لئے ان نعمتوں کے ذریعے علم حاصل ہونے کی نفی بھی فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـٕدَةً ۖؗ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ اَفْـٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (پ۲۶، الاحقاف: ۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کے لئے کان اور آنکھ اور دل بنائے تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

پس جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات پر ایمان لائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے اس کی سماعت، بصارت اور دل کو نفع بخش بنا دیتا ہے جو بعد میں بندے کے لئے علم کے ذرائع بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے

---

[1] ...... المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۶، الحدیث: ۵۷، ج۷، ص۲۲۷ بتغیر

اَلسَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل:۳۶)

علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

اگر علم کان، آنکھ اور دل کے واسطے سے حاصل نہ ہوتا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس شے سے منع نہ فرماتا جس سے یہ لاعلم ہیں، پس یہ اعضاء جس بات کو نہیں جانتے اس سے ممانعت کے سبب معلوم ہوا کہ وقوعِ علم ان ہی سے ہوتا ہے کیونکہ ہر مومن صاحبِ سماعت و بصارت اور صاحبِ دل ہوتا ہے یعنی وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے عالم ہے۔

اس امت کی تین خصوصیات

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تین۳ اشیاء کے باعث اس اُمَّت کو بقیہ تمام امتوں پر فضیلت دی اور انہیں خُصوصیت عطا فرمائی ہے:

﴿۱﴾......اس امت میں سلسلۂ اسناد باقی ہے، یعنی بعد میں آنے والے پہلوں سے روایات و اقوال نقل کرتے ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ علمائے سَلَف کے واسطہ سے رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک جا ملتا ہے جبکہ دوسری امتیں صحیفے لکھا کرتی تھیں اور جب بھی کوئی صحیفہ بوسیدہ ہوتا تو اس کی جگہ نیا وجود میں آ جاتا، اس طرح ان کے ہاں علم کے اثرات باقی رہتے۔

﴿۲﴾......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس اُمَّت کو اپنی کتاب زبانی یاد کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی جبکہ دوسری امتیں دیکھ کر اِلہامی کتابیں پڑھا کرتی تھیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نازل کردہ کتابوں میں سے قرآنِ کریم کے علاوہ آج تک کسی کو بھی حِفْظ نہیں کیا گیا۔ البتہ! جب بُخت نصر نے بیتُ الْمقدس میں آگ لگائی تو اس کے ساتھ ہی تورات بھی جلا ڈالی، اس کے بعد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا عزیر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں پوری کتاب اِلْہام فرما دی، یہی وجہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے انہیں پوری تورات زبانی یاد ہونے کی وجہ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا حالانکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

﴿۳﴾......اس اُمت کے ہر مومن سے علمِ ایمان کے متعلق سوال کیا جا سکتا ہے اور اس کی بات نہ صرف سنی جاتی ہے بلکہ اس کی رائے اور علم کو مانا بھی جاتا ہے جبکہ ماضی کی امتوں کا معاملہ یہ نہ تھا، کیونکہ وہ علمی بات صرف احبار، قِسِّیْسِیْن اور رُہبان کے علاوہ کسی سے نہیں سنتے تھے۔

بنی اسرائیل کے مقابلے میں اس امت کی ایک چوتھی فضیلت اور خُصوصیت بھی ذکر کی جاتی ہے، یعنی اس اُمّت کے لوگوں کے دلوں میں ایمان اس قدر پختہ ہوگا کہ شک کا شائبہ تک پیدا نہ ہوگا اور دلوں کے گناہوں میں مشغول ہونے کے باوجود ان میں شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ جبکہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امت کے دل شک اور شرک میں مبتلا تھے جس طرح کہ ان کے ظاہری اعضاء گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پس یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی تھی: ﴿اِجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۳۸)[1] حالانکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ یعنی سمندر کا پھٹنا، ان کا اس میں پیدا ہونے والے راستوں پر چلنا اور یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں غرق ہونے سے بچالیا اور فرعون کو ہلاک کر دیا۔ چنانچہ،

کسی آسمانی کتاب میں مروی ہے کہ ''اے بنی اسرائیل! یہ مت کہو کہ علم آسمان میں ہے، کون اسے وہاں سے اتارے گا؟ اور نہ ہی یہ کہو کہ علم زمین کی تہ میں ہے، کون وہاں سے نکال کر لائے گا؟ اور نہ یہ کہو کہ علم سمندر کے اُس پار ہے، کون سمندر عبور کر کے اسے لائے گا؟ بلکہ علم تو تمہارے دلوں میں ہے۔ میرے سامنے روحانی لوگوں کی طرح مؤدب بن جاؤ اور میری خاطر خود کو صدیقین کے اَخلاق سے مزین کرلو، میں علم تمہارے دلوں میں ظاہر فرما دوں گا یہاں تک کہ وہ تمہیں ڈھانپ لے گا اور تم پر چھا جائے گا۔''[2]

علم وعمل

اِنجیل میں ہے کہ ''جو بات ابھی تک معلوم نہیں اسے مت جانو یہاں تک کہ جو جانتے ہو اس پر عمل کرنے لگو۔''[3]

مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شے کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔''[4] اور ایک روایت میں ہے کہ ''جس نے اپنے علم کے

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لئے اتنے خدا ہیں۔

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج۱، ص۱۰۲

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج۱، ص۶۶۴

[3] ......الآداب الشرعیۃ لابی عبداللہ شمس الدین، فصل فی قیام اھل الحدیث الیل وخشوعھم، ج۲، ص۲۶۳

[4] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۵۵ احمد بن ابی الحواری، الحدیث: ۱۴۳۲۰، ج۱۰، ص۱۳، ۱۲

دسویں حصے پر عمل کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شے کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ جاہل ہوتا ہے۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''آج تم جس زمانے میں ہو اس میں اگر کوئی اپنے علم کے دسویں حصے پر عمل کرنا چھوڑ دے تو ہلاک ہو جائے اور تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اگر کوئی اپنے علم کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا تو نجات پا جائے گا۔'' [2] اس کا سبب عاملین کا کم ہو جانا اور باطل پسندوں کا زیادہ ہو جانا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق قرآنِ کریم میں اجمالاً اور مختصراً مذکور ہے:

﴿۱﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

﴿۲﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا (پ۲، البقرۃ: ۱۹۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو۔

﴿۳﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

علم پر عمل کرنے والوں کے چار مقام

- ...... جو اپنے علم پر عمل کرے یا اس کے مطابق گفتگو کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کی حقیقت پالے تو اس کے لئے ۲ دو اجر ہیں: ایک اجر توفیق کا اور دوسرا عمل کا۔ یہ مقامِ عارفین ہے۔
- ...... لیکن جو شخص جاہلانہ گفتگو کرے یا جہالت پر عمل کرے اور حقیقت کے اِدراک میں غلطی کرے تو اس پر ۲ دو بوجھ ہیں، یہ مقامِ جُہّال ہے۔
- ...... اور وہ شخص جس کا قول یا فعل اس کے علم کے مطابق ہو اور اس کے باوجود وہ حقیقت پانے میں غلطی کر جائے تو اس کے لئے علم کی وجہ سے ایک اجر ہے، یہ علمائے ظاہر کا مقام ہے۔
- ...... لیکن جس شخص کا قول یا عمل تو جہالت پر مبنی ہو مگر وہ حقیقت پالے تو اس پر ترکِ علم کی وجہ سے ایک بوجھ ہوگا، یہ جاہل عابدوں کا مقام ہے۔

---

[1] ...... الجامع لاخلاق الراوی للخطیب البغدادی، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۴، ج ۱، ص ۹۰ ورثہ بدلہ علمہ

[2] ...... جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن ...... الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص ۱۸۸۰ مفہوماً عن ابی ھریرۃ

حاکم کی تین اقسام

عالم ایک حاکم کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ حُضور نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکام (لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والوں) کی تین اَقسام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......ایک وہ ہے جو حق بات کا فیصلہ اُسے پہچان کر کرتا ہے، یہ جنتی ہے اور (۲)......ایک وہ ہے جو جان بوجھ کر ظلم کا فیصلہ کرتا ہے یا (۳)......وہ اپنی لاعلمی میں ظلم کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ یہ دونوں جہنّمی ہیں۔''[1]

ایمان کا لباس

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ﴿۲۶﴾ (پ۸، الاعراف: ۲۶)﴾[2] کی تفسیر میں مَروی ہے کہ یہاں لباس سے علم، ریش سے یقین اور لباسِ تقویٰ سے حیا مراد ہے۔

حضرت سیِّدُنا وہب بن مُنَبِّہ یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے مروی ہے کہ ''ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقویٰ ہے، جبکہ اس کی زینت حیا اور اس کا پھل علم ہے۔''[3]

سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا اَحمق

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابراہیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْعَظِیْم سے کسی شخص نے سوال کیا: ''اہلِ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟'' تو آپ نے جواب دیا کہ جو ان میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے۔[4]

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے کوئی شخص یہ پوچھے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو میں اسے بتاؤں گا کہ جو

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطیٔ، الحدیث: ۳۵۷۳، ص ۱۴۸۸ مفھوماً

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم، فضیلۃ العلم، ج ۱، ص ۲۰

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم، فضیلۃ العلم، ج ۱، ص ۱۰۹

[4] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۳۳ سعد بن ابراھیم، الحدیث: ۳۶۸۹، ج ۳، ص ۱۹۸ بدون ''للہ''

سب سے بڑا مُتَّقی ہے وہی سب سے بڑا عالم ہے اور اگر کوئی یہ پوچھے کہ اس شہر میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو میں کہوں گا کیا تم لوگ اپنے سب سے بڑے ناصح کو جانتے ہو؟ جب وہ کہیں گے کہ ہاں جانتے ہیں تو میں کہوں گا کہ وہی سب سے بہتر ہے۔ ایک قول میں ہے کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اَحْمق کون ہے؟ تو میں قاضی کا ہاتھ پکڑ کر کہوں گا کہ یہ سب سے بڑا اَحْمق ہے۔[1]

تقویٰ ہی درست قول کا ذریعہ ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا (پ۷، المآئدۃ:۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

﴿۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴿۷۰﴾ (پ۲۲، الاحزاب:۷۰) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دُرست قول، صحیح علم اور سماعت کا ذریعہ تقویٰ کو قرار دیا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ تاکید ہمیں اور ہم سے پہلے والی اُمَّتوں کو بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (پ۵، النسآء:۱۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

---

[1] ......مَنْصَبِ قضا کا حق ادا کرتے ہوئے فریقین میں فیصلہ کرنا بڑا ہی جان جوکھوں کا کام ہے اور بہت سے سَلَف صالحین نے اس حسّاس مَنْصَب سے بچنے میں ہی عافیت جانی۔ مذکورہ قول بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ''جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا گویا بغیر چھُری کے ذبح کر دیا گیا۔'' (سنن ابي داود، کتاب الاقضیة، باب في طلب القضاء، الحدیث: ۳۵۷۲، ج۳، ص۴۱۷) مفسر شہیر، حکیمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحمَةُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چھری سے ذبح کر دینے میں جان آسانی سے اور جلد نکل جاتی ہے، بغیر چھری مارنے میں جیسے گلا گھونٹ کر، ڈبو کر، جلا کر، کھانا پانی بند کر کے، ان میں جان بڑی مصیبت سے اور بہت دیر میں نکلتی ہے۔ ایسا قاضی بدن میں موٹا ہو جاتا ہے مگر دین اس طرح برباد کر لیتا ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی بہت دراز، کیونکہ ایسا قاضی ظلم، رشوت، حق تلفی وغیرہ ضرور کرتا ہے جس سے دنیا اس پر لعنت کرتی ہے، رسول ناراض ہیں، فرعون، حجّاج یزید وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں، اس حدیث کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے جیل میں جان دینا قبول فرما لیا مگر قضا قبول نہ فرمائی۔ (مراٰۃ المناجیح، کتاب الاقضیة، الفصل الثانی، ج۵، ص۳۷۷)

یہ آیتِ مبارکہ قرآنِ کریم میں قُطب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا دارو مدار بھی تقویٰ پر ہے جیسا کہ پن چکی ایک لکڑی پر گھومتی ہے۔

حضرت سیّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مَروی ہے کہ ''وہ شخص اہلِ علم میں کیسے شمار ہوسکتا ہے جو آخرت کی طرف رواں دواں ہومگراس کی توجہ دنیا کی جانب مبذول ہو؟ اور وہ شخص بھی اہلِ علم میں کیسے شمار ہوسکتا ہے جس کا علمِ کلام کے حُصول سے مقصود محض اس کے ذریعے خبریں دینا ہواور اس پر عمل کرنا اس کے پیشِ نظر نہ ہو؟''[1]

حضرت سیّدُنا ضَحّاک بن مُزاحم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم فرماتے ہیں کہ میں نے اسلاف کو پایا کہ وہ ایک دوسرے سے وَرَع وتقویٰ کے سوا کچھ نہ سیکھتے تھے جبکہ آج لوگ صرف باتیں کرنا سیکھتے ہیں۔[2]

مناظرہ ومجادلہ کی مذمت

مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''جو قوم بھی ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہوئی وہ یقیناً مجادلہ میں مبتلا ہوئی۔''[3] اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۵۸)

ترجمۂ کنز الایمان: انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۷)[4] کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہاں مُراد اہلِ جَدَل ہیں لہٰذا ان سے بچو۔[5] سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے مروی ہے کہ زمانے کے آخر میں ایسے علما ہوں گے جن پر عمل کا دروازہ بند کر کے مُناظرہ ومُجادلہ کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔''

---

[1] ……الزھد للامام احمد بن حنبل، حکمۃ عیسیٰ علیہ السلام، الحدیث: ۳۹۲، ص ۱۱۰ مختصراً

[2] ……احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۹۵

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۲۲۵

[3] ……جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الزخرف، الحدیث: ۳۲۵۳، ص ۱۹۸۴

[4] ……ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔

[5] ……سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب اجتناب البدع والجدل، الحدیث: ۴۷، ص ۲۴۷۹

ایک روایت میں سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم ایک ایسے زمانے میں ہو جس میں تمہیں علم، اِلْہام کیا جاتا ہے جبکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جنہیں مُناظرہ ومُجادلہ اِلْہام کیا جائے گا۔'' (1)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آج تم ایک ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو نیکی میں جلدی کرنے والا ہے جبکہ تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں سب سے بہتر وہ ہوگا جو حق بات بیان کرے گا۔'' (2) یعنی آج ہم سے نیکی میں سبقت لے جانے والا اس لئے افضل ہے کیونکہ حق اور یقین اس قرنِ اَوّل میں واضح ہے جبکہ ہمارے بعد آنے والے زمانے میں حق بات بیان کرنے والا اس لئے افضل ہو گا کیونکہ اس زمانے میں شُبہات واِلْتِباسات کثیر ہو جائیں گے اور بِدعتیں رات کی تاریکیوں کی طرح دین میں شامل ہوں گی۔ امورِ دین کی معرفت لوگوں پر مشکل ہو جائے گی سوائے اس کے جو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے طریقے سے آگاہ ہو گا اور ان ساری بدعتوں سے اِجْتِناب کرے گا۔

بعض عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے عمل کا دروازہ کھول کر مُناظرہ ومُجادلہ کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کے نافرمانی میں مبتلا ہونے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر عمل کا دروازہ بند کر کے مناظرہ ومجادلہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (3)

زیادہ یا کم باتیں کرنے کے متعلق پانچ فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

﴿1﴾...... مخلوق میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ بندہ وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔ (4)

﴿2﴾...... حیا اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں، فُحش گوئی اور زیادہ گفتگو کرنا نفاق کے دو شعبے ہیں۔ (5)

﴿3﴾...... کم گوئی سے مراد زبان کی خاموشی ہے نہ کہ دل کی۔ (6)

---

(1) ...... احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثالث فیما بعده العامة...... الخ، ج ١، ص ٦٥

(2) ...... احیاء علوم الدین، کتاب المراقبة والمجالسة، ج ٥، ص ١٣٤ المتبین بدله المتثبت

(3) ...... طبقات الصوفية للسلمي، معروف الكرخي، ص ٨٣

(4) ...... صحيح مسلم، كتاب العلم، باب فی الالد الخصم، الحديث: ٦٧٨٠، ص ١١٤٢ ـ الخلق بدله الرجال

(5) ...... جامع الترمذي، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في العي، الحديث: ٢٠٢٧، ص ١٨٥٤

(6) ...... سنن الدارمي، مقدمة، باب من رخص في كتابة العلم، الحديث: ٥٠٩، ج ١، ص ١٣٩، ١٤٠

﴿4﴾......جس قوم کو زیادہ باتیں کرنے کی توفیق دی گئی اسے عمل سے روک دیا گیا۔[1]

﴿5﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو بہت زیادہ ناپسند کرتا ہے جو بڑا بلیغ ہو اور زبان سے باتوں کو اس طرح لپیٹے جیسے گائے گھاس کو زبان سے لپیٹ لپیٹ کر کھاتی ہے۔[2]

علم الہامی ہوتا ہے

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ علم وہ ہے جو اوپر سے آئے[3] یعنی بن سیکھے الہام ہو۔ مزید فرمایا کرتے کہ اہلِ کلام علما زِنْدِیق ہیں۔[4] ایسا ہی قول ان سے پہلے حضرت سیِّدُنا ابو یوسف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بھی مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے علمِ کلام سیکھا وہ زِنْدِیق ہو گیا۔[5]

علمِ باطن کی علمِ ظاہر پر فضیلت

سلف صالحین کے نزدیک فضیلت والا علم

جس علم کی فضیلت علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام بیان کرتے ہیں............جس کے تذکرے کو وہ عظیم جانتے ہیں............جس کے جاننے والے کو وہ عالم کہتے ہیں............جس کے سبب وہ کسی شخص کی تعریف کرتے ہیں............جس علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں............جس کے جاننے والے کی فضیلت بھی احادیث میں بیان کی گئی ہے اس سے مُراد وہ علم ہے جسے علمِ الٰہی کہتے ہیں جو نہ صرف ذاتِ خداوندی کی جانب راہنمائی کرتا ہے بلکہ بندے کو اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بھی پہنچا دیتا ہے، پھر بندہ علمِ ایمان و یقین میں توحید کی گواہی دینے والا ہو جاتا ہے یہ علمِ مَعْرِفت ہے نہ کہ فتویٰ اور قضا کا علم۔

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثالث، بیان القدر المحمود من العلوم المحمودة، ج ۱، ص ۶۵

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۵۵۴، ج ۲، ص ۵۶۵ بدون: الکلام، الخلاء
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی التشدق فی الکلام، الحدیث: ۵۰۰۵، ص ۱۵۸۹ بتغیر

[3] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب معرفة اصول العلم......الخ، الحدیث: ۸۱۱، ص ۲۸۵

[4] ......احیاء علوم الدین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الثانی فی وجہ التدریج......الخ، ج ۱، ص ۱۳۲ - اتحاف السادة المتقین، ج ۲، ص ۷۵

[5] ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، باب الاھواء والکلام فی الدین، ج ۲، ص ۱۵۷ - العلم بدلہ الدین

بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن ہمیشہ علم وعمل کو اکٹھا ذکر کرتے ہیں اور علم کی جملہ صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم تو سراپا خَشِیَّت اور خُضوع وخُشوع کا نام ہے اور (اس علم کی فضیلت کا حقیقی حقدار وہ ہے) جو اپنے علم پر عمل کرے کیونکہ درحقیقت یہ دلوں کا علم ہے ﷺ......نہ کہ اُس زبان کا جو علم کا ذریعہ ہے ﷺ......نہ ہی یہ اعمالِ ایمان میں سے معاملات کی ادائیگی کا سبب بنتا ہے ﷺ......نہ ہی یہ مقاماتِ یقین اور صفاتِ مُتَّقِین کے حامل اعمالِ قلوب کی مثل ہے اور ﷺ......نہ ہی ایمان کی زیادتی کا سبب بننے والے نیک اعمال کے مثل ہے۔ اس علم کے جاننے والوں کو اہلِ فقروزُہد، صاحبِ تَوَکُّل وخوف اور اصحابِ شوق ومحبت کہا جاتا ہے۔

علمِ الٰہی سے سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی مُراد یہ نہیں کہ بندہ علمِ احکام وقَضا حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دے اور لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کو لازم جاننے لگے۔ مثلاً جب وہ ان عُلوم کا جاننے والا ہو گا اور اس سے فیصلہ طلب کیا جائے گا تو یقیناً وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ بھی کرے گا یا اگر وہ زکوٰۃ کے شرعی مسائل جاننے والا ہو گا تو مالِ زکوٰۃ جمع کرنے میں مشغول ہو جائے گا اور اگر خرید وفروخت کے معاملات کا جاننے والا ہو گا تو خرید وفروخت کے معاملات میں مصروف ہو جائے گا۔ اگر نکاح وطلاق کے مسائل جاننے والا ہو گا تو عورتوں سے شادی کرے گا، پھر انہیں طلاق دے گا تا کہ وہ ان اشیاء پر عمل کر سکے جن کا علم رکھتا ہے۔ لہٰذا ایسا قول کسی کا نہیں، بلکہ اس بات کی تو کراہت اور بہت زیادہ مَذَمَّت بیان کی گئی ہے جس کا تذکرہ طَوالت کا باعث ہو گا۔

ان علوم کے جاننے والوں کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ دنیا میں رغبت رکھتے ہیں، دنیا جمع کرنے کے حَرِیص ہوتے ہیں، حکمرانوں سے میل جول رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ علمِ الٰہی سے سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی مراد یہ لوگ نہیں بلکہ ان کی مراد تو وہ لوگ ہیں جو خُشوع وخُضوع اور زہد سے مُتَّصِف ہیں۔

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی فضیلت

جمہور سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن علم کو عمل سے افضل جانتے اور فرماتے کہ علم کا ایک ذرہ عمل کی اتنی ہی مقدار سے افضل ہے۔ مزید فرماتے کہ ایک عالم کا دو رکعتیں پڑھنا عابد کے ایک ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔[1]

[1] ......الجامع الصغیر للسیوطی، حرف الراء، الحدیث: ۴۴۴۶، ص ۲۷۳ مفہوماً

عالم کی عابد پر فضیلت کے متعلق چار فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

﴿1﴾......عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جیسی فضیلت مجھے اپنی اُمّت پر حاصل ہے۔[1]

﴿2﴾......عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جو چاند کی سب ستاروں پر ہے۔[2]

﴿3﴾......ایک عالم شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے بھاری ہوتا ہے۔[3]

﴿4﴾......شیطان کو ایک عالم کی موت ایک ہزار عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔[4]

معلوم ہوا کہ علمِ الٰہی سے سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی مراد یہ ہے کہ وہ علم، عمل سے افضل ہے۔ اس لئے کہ علمِ الٰہی ایمان کی ایک صِفَت کا نام ہے اور اس یقین کا مفہوم ہے جس سے قیمتی کوئی شے آسمان سے نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی شے اس کے ہم پلّہ ہے کیونکہ اس کے بغیر کوئی بھی عمل صحیح نہیں ...... یہ تمام اعمال کا معیار ہے...... اس کے وزن کے مطابق اعمال قبول کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض، بعض سے اچھے اور میزانِ عمل میں بھاری ہوں گے، جن کے سبب ان پر عمل کرنے والوں کے درجات مقامِ عِلِّیّین میں ایک دوسرے سے بلند ہوں گے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (پ۸، الاعراف:۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مُفَصَّل کیا۔

﴿۲﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ (پ۸، الاعراف:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: توضرور ہم ان کو بتا دیں گے اپنے علم سے۔

﴿۳﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (پ۸، الاعراف:۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے تو جن کے پلّے بھاری ہوئے۔

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، الحدیث: ۲۶۸۵، ص ۱۹۲۲ علی امتی بدله ادناکم۔ عن ابی امامة الباهلی
جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلم علی العبادة، الحدیث: ۸۱، ص ۳۵

[2] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، الحدیث: ۲۶۸۲، ص ۱۹۲۲

[3] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث: ۲۲۲، ص ۲۴۹۰ عالم بدله فقیه

[4] ......البدایة والنهایة لابن کثیر، احداث سنة خمس عشرة ومائة، ج ۶، ص ۴۵۸

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب رُجوع کرنے والا شخص جس قدر قُرب پائے گا اسی قدر فضیلت کا حامل ہو گا جبکہ عمل، عامل کی صِفَت اور حکمِ عُبودِیَّت بجالانے کا نام ہے۔ نیز سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے نزدیک علمِ الٰہی سے مراد فتوے دینا اور احکام وقضا کے وہ معاملات نہیں جو مخلوق کی جائے پناہ ومَرجَع ہیں۔ نیز یہ ان معاملات سے بھی افضل نہیں جن کا تعلق قلوب سے ہے کیونکہ ان کا تعلق توکل و رضا اور محبت کے ان مقامات سے ہے جسے مشاہدۂ یقین کہتے ہیں اور جو مقامِ مُقَرَّبین ہے۔ پس ایسا قول کسی عالم کا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''درجۂ نبوت کے سب سے زیادہ قریب لوگوں میں سے اہلِ علم اور اہلِ جہاد ہیں۔''[1]

اس حدیثِ پاک میں اہلِ علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو اُن تعلیمات کی جانب متوجہ کرتے ہیں جو انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام لے کر آئے جبکہ اہلِ جہاد سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی تلواروں سے ان احکام کی بنا پر جہاد کرتے ہیں جو رسول لے کر تشریف لائے۔ چنانچہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں علم کو کیسے جہاد کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر دلیل قرار دیا ہے۔ ایک روایت میں حُضور نبیٔ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سب سے پہلے اَنْبِیائے کِرام (عَلَیْهِمُ السَّلَام) شَفاعَت کریں گے، پھر شُہدا۔''[2] اور ایک روایت میں شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَنْبِیائے کرام (عَلَیْهِمُ السَّلَام) علما سے ایک درجہ افضل ہوں گے جبکہ عُلَما، شُہدا سے دو درجے افضل ہوں گے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلة: ۱۱)﴾[4] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

---

[1] ......الفقیه والمتفقه للخطیب البغدادی، ذکر احادیث واخبار شتی......الخ، الحدیث: ۱۳۲، ج۱، ص۱۴۸ عن اسحاق بن عبد اللہ

[2] ......سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذکر الشفاعة، الحدیث: ۴۳۱۳، ص۲۷۳۹

تاریخ بغداد، الرقم ۵۸۸۸ عیسی بن احمد، ج۱۱، ص۱۷۸

[3] ......جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلماء علی الشهداء، الحدیث: ۱۴۰، ص۴۸ بتغیر

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا۔ [1] جب اَمِیْرُ الْمُومِنِین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کا وِصال ہوا تو حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''میرے خیال میں وہ علم کے دس میں سے نو حصے اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں۔'' ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم میں جلیلُ القدر صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان ابھی موجود ہیں۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''میری مُراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ میری مراد تو علمِ الٰہی ہے۔'' [2]

پس آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے معلومات کے علم کو غیر حقیقی علم قرار دیا اور علمِ الٰہی کو عُلوم کے دس میں سے نو حصے قرار دیا۔ علمِ ظاہر، اعمال پر کسی زیادتی کا باعث نہیں بنتا کیونکہ وہ خود بھی تو اعمالِ ظاہرہ ہی کا ایک حصّہ ہے، اس لئے بھی کہ وہ زبان کا ایک وَصف ہے اور عام طور پر ہر مسلمان کو حاصل ہوتا ہے۔ البتہ! اس کے باعث بلند مقام کا حُصول اخلاص کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر اخلاص نہ ہو تو یہ علم بھی دوسری نفسانی شہوات کی طرح دنیاوی خواہشات میں شامل ہوجائے گا۔ اخلاص ہی وہ سب سے پہلا حال ہے جو علمِ باطن کے باعث کسی عالمِ ربّانی کو پیش آتا ہے، پھر اس کے بعد ان کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں یہاں تک کہ یہ عارفین وصدّیقین کے مقامات ودرجات تک جا پہنچتے ہیں۔

علمائے دنیا و آخرت کے درمیان فرق اور علمائے سوء کی مذمت

علم اور علمائے کرام میں فرق

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے علمِ الٰہی اور علمِ امورِ الٰہی میں فرق کیا ہے اور اسی طرح علمائے دنیا اور علمائے آخرت میں بھی انہوں نے فرق کیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا سفیان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ علما کی تین اقسام ہیں:

﴿1﴾ ...... جو علمِ الٰہی اور امورِ الٰہی دونوں کا جاننے والا ہو وہ کامل عالم ہے۔

---

[1] ...... نشر طی التعریف لمحمد بن عبدالرحمن الحبیشی، فصل ومن تمسک بسنة رسول الله ...... الخ، ص ١٤٥

[2] ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ٨٨٠٨\٨٨٠٩\٨٨١٠، ج ٩، ص ١٦٣ مختصراً

﴿۲﴾......جو صرف علمِ الٰہی جانتا ہو، مُتَّقی اور خوفِ خدا رکھنے والا ہوتا ہے۔

﴿۳﴾......جو صرف امورِ الٰہی جانتا ہو اور علمِ الٰہی سے واقف نہ ہو وہ ایسا عالم ہے جو مَعْصِیَت کا شکار ہے۔ [1]

مَنقول ہے کہ علمِ الٰہی جاننے والا اپنے علم پر عمل کرنے والا ہوتا ہے اور **اَیَّامُ اللّٰہ** کے جاننے والے عالم پر خوف اور امید و رَجا کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا سُفیان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان سے عرض کی گئی کہ علم کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: علم وَرَع وتقویٰ کا نام ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ تو فرمایا: ''اس علم کا حاصل کرنا جس سے تقویٰ کی پہچان ہوتی ہے اور ایک قوم کے نزدیک اس سے مراد طویل خاموشی اور کم گوئی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ ہمارے نزدیک بولنے والا عالم خاموش رہنے والے عالم سے افضل ہے۔'' [3]

حضرت سیِّدُنا لقمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان سے مروی ایک وَصِیَّت میں ہے کہ علم کی تین۳ علامتیں ہیں:

﴿۱﴾......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم ہونا ﴿۲﴾......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی پسند ﴿۳﴾......اور ناپسند کا علم ہونا

پس آپ نے ان تین۳ باتوں کو علم کی حقیقت اور اس کے پائے جانے کی دلیل قرار دیا ہے۔

علمائے دنیا اور علمائے آخرت میں فرق

علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے درمیان فرق کرنے والی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی عالم کسی عالمِ ربانی کی زیارت کرتا ہے تو اسے پہچان نہیں پاتا بلکہ اس پر عالمِ ربانی کی حقیقی علمی شخصیت ہی واضح نہیں ہو پاتی اور نہ ہی وہ اس کے عالم ہونے کے متعلق کچھ جان پاتا ہے مگر جو شخص خود عالمِ ربانی ہو وہ دوسرے عالمِ ربّانی کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی خُصوصی علامات سے پہچانے جاتے ہیں، یعنی وہ خُشوع و خُضوع، سُکون و وَقار اور عجز و انکسار کے پیکر ہوتے ہیں۔

---

[1] ......سنن الدارمی، مقدمۃ، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، الحدیث: ۳۶۳، ج۱، ص۱۱۴ بتغیر

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج۱، ص۶۹۳

[3] ......حلیۃ الاولیاء الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۸۰۷، ج۷، ص۳۴۹ بتغیر

علمائے ربانی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رنگ

یہ ایک مخصوص رنگ ہے جو اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام پر چڑھا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اسی رنگ کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (پ ۱، البقرۃ:۱۳۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے بہتر کس کی رَنْگی (رَنگائی)؟

یہ اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ماہرِ فن کاریگر کی مثل ہوتے ہیں جن کی حقیقت سے ایسا کوئی شخص آگاہ نہیں ہو سکتا جو کسی ماہرِ فن کو پہچانتا ہو نہ اس کے فن اور کام کو، بلکہ ان کی پہچان بھی کوئی ماہرِ فن کاریگر ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ ان کے کام کے ذریعے انہیں پہچان کر دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ ہر کاریگر اپنے کام میں مشغولیت کی وجہ سے اس کام کی مخصوص نشانیوں اور علامتوں کا لبادہ اوڑھے ہوتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ،

مَنقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو مقامِ سکینہ میں خُشوع وخُضوع سے بڑھ کر کوئی پوشاک نہیں پہناتا۔ یہ انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام اور صِدّیقین وعلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا خاصّہ ہے۔ پس وہی بندے سب سے بڑھ کر عالم ہوتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پسند و ناپسند کی لَطافت جانتے ہیں اور ان کے دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرفان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ انہیں عارفین کہا جاتا ہے۔

سیِّدُنا سہل تستری کی نظر میں علما

حضرت سیِّدُنا سَہل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......**عَالِمٌ بِاللّٰه** (۲)......**عَالِمٌ لِلّٰه** (۳)......اور **عَالِمٌ بِحُكْمِ اللّٰه**۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) **عَالِمٌ بِاللّٰه** سے مراد عارف اور اہلِ یقین ہے۔ **عَالِمٌ لِلّٰه** سے مراد اخلاص، احوال اور معاملات کا علم رکھنے والا عالم ہے جبکہ **عَالِمٌ بِحُكْمِ اللّٰه** سے مراد وہ عالم ہے جو حلال وحرام کی تفاصیل سے آگاہ ہو۔ ہم نے یہ وضاحت حضرت سیِّدُنا سہل کے بیان کردہ مفہوم اور ان کا مذہب پہچان کر کی ہے۔ ایک مرتبہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اس سے بھی زیادہ مُفَصَّل انداز میں تین۳ اقسام بیان

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۹۲

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(۱)......وہ عَالِمٌ بِاللّٰہ ہو نہ کہ عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہ اور عَالِمٌ بِاَیَّامِ اللّٰہ، ایسے عالم کو مومن کہتے ہیں۔

(۲)...... عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہ ہو، عَالِمٌ بِاَیَّامِ اللّٰہ نہ ہو، اس سے مراد حلال وحرام بیان کرنے والے مفتی ہیں۔

(۳)...... عَالِمٌ بِاللّٰہ ہو اور عَالِمٌ بِاَیَّامِ اللّٰہ بھی، اس سے مراد صِدّیقین ہیں۔ جبکہ بِاَیَّامِ اللّٰہ سے مراد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی باطنی نعمتیں اور مخفی عذاب ہے۔[1] مزید فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے سوا تمام لوگ مُردہ ہیں اور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں سے خائفین کے علاوہ باقی سب سوئے ہوئے ہیں اور خائفین میں سے مُحِبِّین کے سوا باقی سب مُنْقَطِع ہیں اور مُحِبِّین زندہ وشہید ہیں جو ہر حال میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کو ترجیح دیتے ہیں۔[2]

اکثر یہ بھی فرمایا کرتے کہ علم حاصل کرنے والوں کی بھی تین۳ قسمیں ہیں:

(۱)......ایک طالب علم وہ ہے جو علم اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ اس پر عمل کرے۔

(۲)......ایک اس لئے علم حاصل کرتا ہے تاکہ مسائل میں اختلاف جان سکے اور پھر احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے تقویٰ پر عمل کرے۔

(۳)......ایک طالب علم ایسا ہے جو اس لئے علم حاصل کرتا ہے تاکہ تاویل کرنا جان سکے، پھر حرام کو حلال بنا کر حاصل کر سکے۔ چنانچہ ایسے شخص کے ہاتھوں حق ضائع ہو جاتا ہے۔[3]

فاروقِ اعظم سے مروی تین روایات

﴿1﴾......کتنے ہی عالم، فاجر اور کتنے ہی عابد، جاہل ہیں۔ پس فاجِر عُلما سے اور جاہل عابدوں سے بچو۔[4]

﴿2﴾...... ہر اس مُنافق سے بچو جو (گھما پھرا کر) باتیں کرنے والا ہے، وہ ایسی باتیں کرتا ہے جو تمہیں پسند ہیں لیکن

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ١، ص ٦٩٢

[2] ......شعب الايمان للبيهقي، باب في اخلاص العمل لله وترك الرياء، الحديث: ٦٨٦٨، ج ٥، ص ٣٤٥

[3] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ١، ص ٦٩٣

[4] ......الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي، الرقم ٢٥٠ بشر بن ابراهيم، ج ٢، ص ١٦٨ كم من بدله رب۔ بتقدم وتأخر وبتغير
شعب الايمان للبيهقي، باب في نشر العلم، الحديث: ١٨٩٧، ج ٢، ص ٣٠٨

عمل ایسا کرتا ہے جو تمہیں پسند نہیں۔[1]

{3}......علم سیکھو اور علم کے لئے سُکون و وقار اور بُرد باری بھی سیکھو، جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے عجز و اِنکساری کا اظہار کرو اور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ تمہاری خاطر عجز و انکسار کا پیکر بنے رہیں اور جابِر عُلَمانہ بننا کہ کہیں تمہارا علم تمہاری جہالت کے ساتھ ہی نہ اٹھ جائے۔[2]

آخرزمانے کے علما کے اوصاف

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی، حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عبّاس اور حضرت سیِّدُنا کعبُ الْاَحْبار عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ زمانے کے آخر میں ایسے عُلَما ہوں گے:

- ......جو لوگوں کو تو دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کریں گے لیکن خود اس سے بے رغبت نہ ہوں گے۔
- ......دوسروں کو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرائیں گے لیکن خود نہ ڈریں گے۔
- ......دوسروں کو تو حاکموں کے ساتھ میل جول سے منع کریں گے لیکن خود ان کے پاس جائیں گے۔
- ......دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے۔
- ......اپنی زبانوں کے ذریعے دنیا کمائیں گے۔
- ......امیروں سے قریب اور فقیروں اور غریبوں سے دور رہیں گے۔
- ......علم پر ایک دوسرے سے لڑیں گے جیسے عورتیں ایک دوسرے سے مردوں پر لڑتی ہیں۔
- ......اگر ان کا کوئی ساتھی کسی دوسرے عالم کے پاس جا کر بیٹھے گا تو وہ اس پر غصّہ کریں گے۔ ان لوگوں کا علم میں یہی حصّہ ہے۔"[3]

---

[1] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، الحديث: ٣٠٥، ج ١، ص ٤٣٤
المعجم الصغير للطبرانی، الحديث: ١٠٢١، ج ٢، ص ٩٣ بدون اتقوا۔ وبتغير

[2] ......الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عمر بن خطاب، الحديث: ٦٣٠، ص ١٤٨

[3] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ١، ص ٦١٦

علمائے خوارج کے اوصاف

اَمِیْرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ''(خارجی) علما بدترین مخلوق ہیں، ان سے ہی فتنے کا آغاز ہوا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔'' [1] حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ ''یہ جابر لوگ ہیں جو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں۔'' [2]

دو بندوں نے کمر توڑ دی

اَمِیْرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ ''اسلام میں دو بندوں نے میری کمر توڑ کر رکھ دی، ایک فاجر عالم نے اور دوسرے عبادت گزار بدعتی نے۔ فاجر عالم کے فِسْق و فُجور کو دیکھنے کے باوجود لوگ اسے زاہد سمجھتے ہیں جبکہ ایک عبادت گزار بدعتی کو عبادت میں مگن دیکھ کر اس کی بدعت کو بھی پسند کرنے لگتے ہیں۔''

فاجر عالم سے پناہ

حضرت سیِّدُنا صالح بن حَسّان بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی لیکن وہ سب فاجر عالم سے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ [3]

عالمِ آخرت کی تلاش

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ''عالم دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱)...... دنیا کا عالم اور (۲)...... آخرت کا عالم۔ دنیا کا عالم اپنے علم کو پھیلاتا ہے جبکہ آخرت کا عالم اپنے علم کو چھپاتا ہے۔ پس عالمِ آخرت کی تلاش میں رہا کرو اور عالمِ دنیا سے بچا کرو تاکہ وہ تمہیں اپنے نشے میں مدہوش کر کے راہِ حق سے روک نہ دے۔ اس کے بعد آپ نے قرآنِ کریم کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

---

[1] ...... اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم...... الخ، ج ۱، ص ۶۱۶

[2] ...... شعب الایمان للبیهقی، باب فی نشر العلم، الحدیث: ۱۹۱۳، ج ۲، ص ۳۱۳

عیون الاخبار للدنیوری، کتاب العلم والبیان، الجزء الثانی، ج ۱، ص ۱۴۵

[3] ...... ذم الکلام واهله، مقدمة، الحدیث: ۹۶، ج ۱، ص ۱۰۷

اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ (پ۱۰، التوبہ: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اَحْبار سے مراد علما اور رُہبان سے مراد زاہدین ہیں۔[1]

طالب علم تین طرح کے ہوتے ہیں

حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ طالب علم تین طرح کے ہوتے ہیں:

﴿۱﴾......ایک طالب علم علمِ وَرَع وتقویٰ اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ شُبہات میں مبتلا ہونے سے بچ سکے، پھر حرام کے خدشہ کے پیشِ نظر حلال کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ ایسا شخص مُتَّقی اور زاہد ہے۔

﴿۲﴾......دوسرا طالب علم علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اختلاف اور مختلف اقوال سیکھتا ہے، پھر جو قول اس پر مشکل ہو وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس قول کو اختیار کر لیتا ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مباح قرار دیا ہے، اس طرح وہ رخصت پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

﴿۳﴾......اور ایک طالب علم ایسا ہے جو ایک شے کے متعلق سوال کرتا ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں تو وہ کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگتا ہے جس سے یہ جائز ہو جائے۔ لہٰذا علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے اس کے متعلق پوچھنے لگتا ہے تو وہ اسے ہر قسم کے اختلاف اور شبہ میں مبتلا کرنے والی باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں (اور یہ اپنے مطلب کی بات کو چن لیتا ہے)۔ پس یہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھوں مخلوق ہلاک ہو گی اور وہ خود بھی ہلاک ہو گا۔ ایسے طالب علموں کو ہی علمائے سوء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جان لیجئے! ہر وہ بندہ جو دنیا کا چاہنے والا اور علمی گفتگو کرنے والا ہو وہ باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھاتا ہے اور جو بندہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتا ہے یقیناً وہ انہیں راہِ خدا سے بھی روکنے والا ہوتا ہے اگرچہ اس کا اظہار اس کی باتوں سے نہ بھی ہو لیکن اس کے

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۷ الفضیل بن عیاض، الحدیث: ۱۱۴۲۵، ج ۸، ص ۹۵ بتغیر قلیل

انداز سے آپ پہچان لیں گے کہ وہ بڑے عمدہ طریقے سے دوسرے علما کی مجلس میں بیٹھنے سے روکتا ہے اور راہِ آخرت پر چلنے سے بڑی لَطافت (نرمی وخوبصورتی) سے منع کرتا ہے کیونکہ دنیاوی محبت اور نفسانی خواہشات کا غلبہ اس پر حکمرانی کررہا ہوتا ہے خواہ وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ وناپسندیدہ عالم

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عاجزی کرنے والے عالم کو پسند اور تکبر کرنے والے عالم کو سخت ناپسند فرماتا ہے اور جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر عاجزی اپناتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے حکمت کی دولت عطا فرماتا ہے۔ (1)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ موٹے (یعنی پیٹو) عالم کو ناپسند فرماتا ہے۔'' (2)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہودیوں کے ایک عالم مالِک بن صَیف سے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل کیا تھا کیا تم نے اس میں یہ لکھا ہوا نہیں پایا کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ موٹے (یعنی پیٹو) عالم کو ناپسند فرماتا ہے۔'' ابن صیف چونکہ خود (پیٹو اور) موٹا تھا، لہٰذا غصے میں بولا: (اس کا قول قرآنِ کریم میں یوں حکایت کیا گیا ہے:) ﴿مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ﴾ (پ۷، انعام: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا۔ تو یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی جسے سن کر وہ مبہوت رہ گیا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ الَّذِیۡ جَآءَ بِہٖ مُوۡسٰی﴾ (پ۷، انعام: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے۔ تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا: ''تو ہلاک وبرباد ہو! یہ تو نے کیا کہہ دیا؟ تو نے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی کتاب کا بھی انکار کردیا۔'' بولا کہ وہ مجھ سے بہت زیادہ بحث کررہے تھے تو میں نے بھی یہ کہہ دیا۔ (3)

---

(1) ...... تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۵۶۳۰ فضیل بن عیاض بن مسعود، ج۴۸، ص۴۱۷

(2) ...... حلیة الاولیاء، الرقم ۲۰۰ مالک بن دینار، الحدیث: ۲۷۶۵، ج۲، ص۴۱۱

شعب الایمان للبیهقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۶۶۸، ج۵، ص۳۳

(3) ...... تفسیر الطبری، الانعام، تحت الآیة ۹۱، الحدیث: ۱۳۵۳۹، ج۵، ص۲۶۲ بتغیر

علمِ نافع کی علامات

مَنْقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کو بھی علم سے نوازتا ہے تو اسے حِلْم و بُردباری، عِجْز واِنْکساری، خوش خُلقی اور نرم مزاجی بھی عطا فرماتا ہے، کیونکہ یہ سب علمِ نافع کی علامتیں ہیں۔[1] ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کو زہد، تواضع اور حُسنِ اَخلاق کی دولت سے نوازتا ہے وہ بندہ مُتَّقِین کا امام بن جاتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ حِلْم و بُردباری علم کا وزیر، نرمی اس کا باپ اور تواضُع اس کا لباس ہے۔[3]

طالبِ علمِ دین کے خادم بن جاؤ

حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعلِّق مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وحی فرمائی اور ارشاد فرمایا:

- ......اے داود! مجھ سے کسی ایسے عالم کے مُتَعلِّق مت پوچھو جسے دنیا نے مدہوش کر رکھا ہو، وہ تمہیں بھی میری راہِ محبت سے روک دے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو میری رِضا چاہنے والے بندوں پر ڈاکا ڈالنے والے ہیں۔
- ......اے داود! جو عالم اپنی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے میں اس سے سب سے کم تر سُلوک یہ کرتا ہوں کہ اسے اپنی مُناجات کی لذّت سے محروم کر دیتا ہوں۔
- ......اے داود! جب کسی کو دیکھو کہ وہ میرا طالب ہے تو اس کے خادم بن جاؤ۔
- ......اے داود! جو بندہ میری بارگاہ سے بھاگے ہوئے کسی شخص کو واپس لے آتا ہے میں اسے ماہر نَقّادوں میں لکھ دیتا ہوں اور جسے میں کھرے کھوٹے کی تمیز کرنے والوں میں لکھ دوں پھر اسے کبھی بھی عذاب نہ دوں گا۔[4]

---

[1] ......التذکرۃ الحمدونیۃ، الباب التاسع فی التواضع الکبر، ج ۱، ص ۳۱۴

[2] ......المرجع السابق ص ۳۱۳

[3] ......المرجع السابق، ص ۳۱۴

[4] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۵۸۴

جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذم الفاجر من العلماء......الخ، تحت الحدیث: ۵۴۷، ص ۲۴۲ بتغییر واختصار

علمائے سوء کی مثال

حضرت سیِّدُ ناعیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مروی ہے:

❁......علمائے سوء کسی نہر یا دریا کے کنارے پر پڑی ہوئی اس چٹان کی مثل ہیں، جو نہ تو خود پانی سے سیراب ہوتی ہے اور نہ ہی پانی کو کھیتی تک جانے دیتی ہے۔اسی طرح علمائے دنیا ہیں جو راہِ آخرت پر بیٹھے ہوئے ہیں، نہ تو خود اس راستے کے دوسری طرف جاتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب جانے والے راستے پر چلنے دیتے ہیں۔

❁......علمائے سوء باغ کے اس پُختہ نالے کی طرح ہیں جس کا ظاہر تو بڑا خوبصورت ہوتا ہے لیکن باطن بدبودار رہتا ہے۔

❁......علمائے سوء ان پختہ قبروں کی مثل ہیں جن کے باہر زندہ لوگ اور اندر مردوں کی ہڈیاں ہیں۔ [1]

حکومت کے خواہش مند علما

حضرت سیِّدُ نا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے جس نے حکومت ورِیاست کی خواہش کی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے قریب ہو گیا کیونکہ زمین وآسمان میں اب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ناپسندیدہ بندہ ٹھہرایا جاچکا ہے۔ [2]

دنیادار عالم سے نفرت

حضرت سیِّدُ نا امام اَوزاعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضرت سیِّدُ نا بلال بن سَعد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَحَد سے روایت کرتے ہیں کہ ''تم میں سے جو کوئی بھی کسی پولیس والے اور محافظ کو دیکھتا ہے تو اس کی (تکبرانہ) حالت دیکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتا ہے اور اسے ناپسند جانتا ہے لیکن جب کسی ایسے دنیا دار عالم کی جانب دیکھتا ہے جو مخلوق کے لئے ظاہری لَبادہ اوڑھ کر حکمرانی وسرداری کے لالچ میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے ناپسند نہیں کرتا حالانکہ یہ عالم اس پولیس والے سے

---

[1] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۴۸۶۴، ج۴، ص۲۰۶

[2] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۳۳۵۱، ج۳، ص۳۴۸۔العلماء بدله بالعلم

طبقات المحدثین باصبهان لابی الشیخ الاصبهانی، الطبقة العاشرة والحادية عشرة، الحدیث: ۱۳۸۲۔ج۵، ص۵۸ بدون من العلماء، اللہ

زیادہ ناپسندیدگی ونفرت کا حق دار ہے۔‘‘[1]

کیسے علمائے کرام سے مشورہ لیا جائے؟

حضرت سیِّدُنا ابومحمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرمایا کرتے تھے کہ دین ودنیا کے کسی بھی معاملے کا قطعی فیصلہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے مشورے کے بغیر مت کیا کرو، کیونکہ اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تمہارا انجام اچھا ہوگا۔ تو ان سے پوچھا گیا: ’’اے ابومحمد! یہ عُلمائے کِرام کون ہیں؟‘‘ ارشاد فرمایا: ’’جو آخرت کو دنیا پر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔‘‘ امیرالمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ’’اپنے معاملات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشیّت رکھنے والے لوگوں سے مشورہ کرلیا کرو۔‘‘[2]

حکمت بھری 360 کتابیں کام نہ آئیں

اسرائیلی حکایات میں ہے کہ ایک حکیم نے حکمت سے بھرپور 360 کتابیں لکھیں یہاں تک کہ وہ ان حکمت آموز باتوں کی وجہ سے مشہور ہوگیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس وقت کے نبی کی جانب وحی فرمائی: ’’فُلاں کو جا کر کہہ دیں کہ تم زمین بھر خرچ کردو لیکن میری رضا نہ چاہو تو میں تمہارے اس خرچ سے کچھ بھی قبول نہ کروں گا۔‘‘ چنانچہ وہ حکیم پشیمان ہوا اور غمزدہ ہوگیا، پھر سب کچھ چھوڑ کر عام لوگوں میں گھل مل گیا، بازاروں میں گھومتا، بنی اسرائیل کے ساتھ کھاتا پیتا اور اپنے نفس میں عجز وانکساری پیدا کرلی۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی کی جانب وحی فرمائی کہ اب اس سے کہہ دیں کہ تو نے میری رِضا کی توفیق پالی ہے۔[3]

عوام وخواص کے علما میں فرق

کسی عالم کا قول ہے کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام دو طرح کے ہیں: ایک عالم عام لوگوں کا ہوتا ہے اور دوسرا خواص لوگوں کا۔ عوامُ النّاس کا عالم حلال وحرام کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اور ایسے علما بادشاہوں کے ہم نشیں ہوتے ہیں

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۴۹۶

[2] ......الکرم والجود وسخاء النفوس للبرجلانی، الحدیث: ۳۸، ص ۴۷ شاور بدلہ استشر

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۴۹۵

جبکہ خواص کا عالِم علمِ توحید و معرفت کا جاننے والا ہوتا ہے اور ایسے لوگ گوشہ نشین اور تارِکُ الدُّنیا ہوتے ہیں۔

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرمایا کرتے تھے کہ سیِّدُنا امامِ احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی مثال دریائے دجلہ جیسی ہے جس سے ہر کوئی چلو بھر لیتا جبکہ حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث کی مثال اس میٹھے پانی کے کنویں کی طرح ہے جس کا منہ ڈھکا ہوا ہے اور اس پر لوگ باری باری آتے ہیں۔

پہلے علم تھا اور آج باتیں

حضرت سیِّدُنا حَمَّاد بن زَید رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا اَیُّوب رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ آج علم کی کثرت ہے یا گزشتہ زمانے میں تھی؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''گزشتہ زمانے میں علم کی کثرت تھی جبکہ آج تو صرف باتوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔'' [1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا اَیُّوب رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اس قول میں علم اور کلام کے درمیان فرق کیا ہے۔ چنانچہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کہا کرتے تھے کہ فُلاں عالم ہے اور فلاں مُتَکَلِّم، یعنی فُلاں باتیں بہت زیادہ کرتا ہے جبکہ فُلاں کے پاس کثیر علم ہے۔

علم معرفت اور خاموشی

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرمایا کرتے تھے کہ معرفت کلام کی نسبت، خاموشی کے زیادہ قریب ہے۔ [2] اور عارفین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ علم کے دو حصے ہیں: (۱)......نصف علم خاموشی ہے اور (۲)...... نصف علم اس بات کا جاننا ہے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔ جبکہ بعض نے اس میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ نصف علم وِجْدان اور نصف علم نظر یعنی غور و فکر کرنا ہے۔ حضرت سیِّدُنا سُفیان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان سے پوچھا گیا کہ عالم کون ہوتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو علم کو اس کے محل میں رکھے اور ہر شے کو اس کا حق دے۔'' اور کسی حکیم سے مَنْقُول ہے کہ جب علم کثیر ہوتا ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَوَّاص رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفی کا

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۵۹

[2] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۲۸۵۹، ج ۳، ص ۱۳۳

علم جب بھی بڑھتا ہے تو اس کی نفسانی فطرت وطبیعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ [1]

دل وزبان کی ہم نشینی

کسی شیخ سے مَروی ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی سے عرض کی: ''اے ابوالْقاسم! کیا زبان، دل کے بغیر ہوسکتی ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ہاں! ہوسکتی ہے اور وہ بھی بہت زیادہ۔'' میں نے عرض کی: ''اور کیا دل بھی بغیر زبان کے ہوتا ہے؟'' تو فرمایا: ''ہاں! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ البتہ! زبان جب دل کے بغیر ہو تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر دل زبان کے بغیر ہو تو یہ نعمت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''اور اگر دل اور زبان دونوں ہوں تو؟'' ارشاد فرمایا: ''یہ تو انتہائی عمدہ بات ہے۔''

کیا بہتر ہے؟

حضرت سیِّدُ نا مالک بن مِغْوَل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی:

- ......''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''محارم سے اجتناب کرنا اور چاہئے کہ تیرا منہ ہر لمحہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے تر رہے۔''
- ...... پھر عرض کی گئی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کونسا دوست سب سے اچھا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ دوست سب سے بہتر ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مَشْغُول ہونے پر تیری مدد کرے اور اگر تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بھول جائے تو تجھے یاد دلائے۔''
- ...... پھر عرض کی گئی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیسا شخص سب سے بُرا ساتھی ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ بندہ سب سے برا ساتھی ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر بھول جانے پر تجھے یاد نہ دلائے اور اگر تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہو تو وہ تیری معاونت نہ کرے۔''
- ...... پھر عرض کی گئی: ''کون سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جو سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے

---

[1] ...... اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم...... الخ، ج ۱، ص ۴۵۹

والا ہو۔''

※……عرض کی گئی: ''ہمیں ان لوگوں کے متعلق آگاہ فرمایئے جو ہم میں سے اچھے ہیں تاکہ ہم ان کی مجلس میں بیٹھا کریں۔'' ارشاد فرمایا: ''تم میں سب سے نیک وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یاد آجائے۔''

※……لوگوں نے پھر عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! سب سے بُرے لوگ کون ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگتے ہوئے عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! بخش دے۔'' جب پھر عرض کی گئی کہ لوگوں میں سے سب سے بُرے کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: ''عُلما سب سے بُرے ہیں جب وہ خراب ہوجائیں۔''[1]

کم عقل اور خود ساختہ علما کے اوصاف

اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ان عُلمائے دنیا کے بڑے عجیب وغریب اوصاف بیان کئے ہیں جو اپنی رائے اور خواہشِ نفس سے کلام کرتے ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں جس شے کا ذمہ اٹھالوں اس کا ضامن بھی ہوں اور میں اس بات کا ضامن ہوں کہ کسی قوم (کے عمل) کی کھیتی تقویٰ کی موجودگی میں خُشک نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کی اصل اور جڑ راہِ ہدایت پر ثابت قدم ہونے کی بنا پر کبھی پیاسی ہوسکتی ہے۔ یقیناً وہی بندہ سب سے بڑا جاہل شمار ہوتا ہے جو اپنی قدر ومنزلت نہیں پہچانتا اور کسی بندے کے جاہل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی قَدر ومَنزِلت نہیں جانتا۔ مخلوق میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے مَبْغوض اور ناپسندیدہ بندہ وہ ہے جو اِدھر اُدھر سے علم اِکٹھا کر کے فتنے کی تاریکیوں میں غارت گری کرنے لگتا ہے اور اس طرح عالَمِ غیب میں پائے جانے والے سکون وآرام کو دیکھنے سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجاتا ہے، پھر اس جیسے لوگ اور کم ظرف اور رَذِیل افراد اسے عالم کہنے لگتے ہیں حالانکہ اس نے علم کی مجلس میں

---

[1] ……تاریخ الیعقوبی، خطب رسول اللہ ومواعظہ، ص ۱۴۱، حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان الثوری، الحدیث: ۹۳۱۵، ج۷، ص ۶
بحر العلوم لابی اللیث السمرقندی، پ ۲۲، فاطر، تحت الآیۃ ۲۸، ج ۳، ص ۴۵۳

بیٹھ کر ایک بھرپور دن بھی بسر نہیں کیا ہوتا۔ اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ صبح سویرے اٹھ کر ان باتوں کی کثرت میں مصروف ہو جاتا ہے جن میں خیر بہت کم پائی جاتی ہے یہاں تک کہ جب ان بدمزہ باتوں سے خوب سیراب ہو جاتا ہے اور حد درجہ فُضول گوئی کر لیتا ہے تو لوگوں کے سامنے مفتی بن کر بیٹھ جاتا ہے تاکہ جو معاملات و مسائل دوسروں پر مُشْتَبَہ رہے انہیں وہ حل کر دے، اب اگر کوئی مُبْہَم مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو فوراً اس میں ایسی فاسد اور لغو رائے بیان کرتا ہے جس کی حیثیت شُبہات دور کرنے میں مکڑی کے جالے کی طرح ہوتی ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ وہ اپنی رائے میں غلط ہے یا صحیح۔ ایسے بندے جہالتوں کے سوار اور مَخْبُوطُ الْحَوَاس ہوتے ہیں اور بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ ایسا بندہ ان باتوں سے عذر نہیں کرتا جن کا اسے علم نہیں ہوتا تاکہ محفوظ رہے اور نہ ہی علم کو مضبوطی سے تھامتا ہے تاکہ نفع اٹھائے، اس (کے غلط فیصلوں) سے انسانی خون بھی سرزد ہوتے ہیں، وارثین (حق سے محروم ہونے پر) اس کے خلاف واویلا کرتے ہیں، اس کے فیصلوں سے زنا حلال ہوتا ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جو معاملہ بھی اس کے سامنے پیش ہوتا ہے وہ نہ تو اسے نافذ کرنے کے قابل ہے اور نہ ہی اُس بلند شان کا اہل ہے جو اسے معمولی حیثیت کے بعد ملی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں ہی ان پر نوحہ اور آہ و بُکا کرنا جائز ہے۔''[1]

شیرِ خدا کے ایک قول کی وضاحت

حضرت سَیِّدُنا **کُھَیل** (یا کُمَیل) بن زِیاد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عُلَمائے آخرت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......عالمِ ربانی (۲)......راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم اور (۳)......بے ڈھنگے و بے عقل لوگ جو ہر آواز کی پیروی کرتے ہیں۔''[2]

(۱)......عالم ربانی سے مراد

عالمِ ربانی سے مراد ایسا عالم ہے جس کا تعلق پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے قائم ہوتا ہے اور رہم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف اس کی

---

[1] ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب السلطان، القضاء، الجزء الاول، ج ۱، ص ۱۲۶ بتغیر
تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۴۹۳۳ علی بن ابی طالب، ج ۴۲، ص ۵۰۵ بتغیر

[2] ......العقد الفرید، کتاب الیاقوت فی العلم والادب، فضیلۃ العلم، ج ۲، ص ۸۱ کھیل بدلہ کمیل

نسبت کرتے ہوئے اسے کہتے ہیں: وہ عالمِ ربانی ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُونُوا رَبَّٰنِيِّۦنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿۷۹﴾ (پ۳، آل عمران: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔

اس آیتِ مبارکہ میں کتاب اللہ کے عالم اور درس دینے والے بندے کو عالمِ ربانی کہا گیا ہے۔ پس یہ ایسا بندہ ہے جس کی ذات میں علم اور عمل دونوں جمع ہیں۔ منقول ہے کہ عالمِ ربانی وہ ہوتا ہے جو علم سیکھ کر عمل کرے اور لوگوں کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھائے اور ایک قول ہے کہ یہی وہ بندہ ہے جسے ملکوت میں ''عَظِیْم'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

عالم ربانی کی فضیلت و فوقیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿لَوْلَا يَنْهَىٰهُمُ ٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ (پ۶، المآئدۃ: ۶۳)﴾[1] میں رَبَّانِیِّیْن کو اَحْبَار سے پہلے ذکر کیا حالانکہ وہ علمائے کتاب ہیں۔ حضرت سیّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد سے مروی ہے کہ علمائے ربانیین، اَحْبار سے ایک درجہ بلند ہوتے ہیں۔[2] اور یہ بھی منقول ہے کہ اَحْبار، رُہبان سے افضل ہیں، یعنی علمائے باطن، عُلمائے ظاہر سے بلند ہیں اور علمائے کتاب، عام بندوں سے ایک درجہ افضل ہیں۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَٰتَلَ مَعَهُۥ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ (پ۴، آل عمران: ۱۴۶)﴾[3] میں علمائے ربّانیّین کو نُصرت و مدد اور صبر میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور آیتِ مبارکہ کے مابعد حصّے میں ان عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اس کے امر پر ثابت قدم رہتے ہیں، اس کے دین میں قوّت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کے حکم پر صبر کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ رِبِّیُّوْن، ربی کی جمع ہے اور رَبَّانِیُّوْن، ربانی کی۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش۔

[2] ......تفسیر الطبری، آل عمران، تحت الآیۃ ۷۹، ج۳، ص ۳۲۴ بدون درجۃ

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی انبیا نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے۔

علما کی شہدا پر فضیلت

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قیامت کے دن اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سب سے پہلے شَفاعت کریں گے، پھر علما اور اس کے بعد شُہَدا۔'' [1]

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں علما کا تذکرہ شُہَدا سے پہلے کیا، اس لئے کہ عالم اُمَّت کا امام ہوتا ہے اور اس کے لئے اس قدر اجر ہوتا ہے جو پوری اُمَّت کو دیا جاتا ہے جبکہ شہید کا عمل صرف اس کی اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ حُضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عُلَما (کی تحریر) کی سیاہی کا موازنہ شُہَدا کے خون سے کیا جائے گا۔'' [2]

شہید کی سب سے اعلیٰ حالت اس کا خون ہے اور ایک عالم کا سب سے اَدْنیٰ وَصْف اس کی تحریر کی سیاہی ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں شہید کے خون اور عالم کی تحریر کی سیاہی کو مُساوی قرار دیا اور اس طرح عالم کے شہید پر بلند مرتبہ ہونے کا تذکرہ فرمایا۔

عالم کی موت کا نقصان

اَمیرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم فرمایا کرتے تھے کہ عالم، اس بندے سے افضل ہے جو دن بھر روزے سے ہو اور پوری رات قیام کی حالت میں گزار دے اور راہِ خدا میں جہاد کرتا رہے۔ جب کوئی عالم اس جہانِ فانی سے کوچ کرتا ہے تو اسلام میں ایسا رَخنہ پیدا ہو جاتا ہے جسے اس کے بہترین نائب کے علاوہ کوئی پر نہیں کر سکتا۔ [3]

یہی مفہوم ایک مسند روایت میں بھی ہے کہ محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة، الحديث: ۴۳۱۳، ص ۲۷۳۹

[2] ......الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادي، باب تعظيم المتفقه الفقه......الخ، الحديث: ۸۵۶، ج ۲، ص ۱۹۸ بتغير

[3] ......الزهد لابن احمد حنبل، اخبار الحسن بن ابي الحسن، الحديث: ۱۴۷۳، ص ۲۷۲ ماطر دبدله ما اختلف

فرمایا: ''جب ایک عالم دارِ بقا کی جانب رَخْتِ سفر باندھتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جسے کوئی شے پُر نہیں کر سکتی جب تک کہ رات اور دن قائم ہیں۔''[1] اور ایک روایت میں رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک عالم جہانِ فانی سے کوچ کرتا ہے تو گویا کہ وہ ایک ستارہ تھا جو ڈوب گیا ہے اور ایک قبیلہ کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے۔''[2]

(۲)......راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم

اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ طالب علم ایسا ہے جو عُلمائے حق سے علم سیکھتا ہے، سلامتی کی خواہش رکھنے کی وجہ سے اخلاص اور معاملہ کی راہ کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ دنیا میں جَہالت سے اور آخرت میں عذاب سے نجات پا جائے گا۔

(۳)......وَھَمَجٍ رُعَاع

یہاں ﴿ھَمَجٍ﴾ سے مُراد وہ پتنگا ہے جو آگ کے شعلوں میں اپنی جَہالت کی وجہ سے جا گرتا ہے۔ یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد ﴿ھَمَجَة﴾ ہے۔ جبکہ ﴿رُعَاع﴾ سے مراد وہ کم عقل بندہ ہے، جو بہت جلد غصّہ وطَیش میں آجاتا ہے، اس میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، طمع اسے اِضْطِراب میں مبتلا رکھتی ہے اور غضب اسے بھڑکائے رکھتا ہے، عُجْب وخود پسندی اسے مصیبت میں مبتلا رکھتی ہے اور تکبُّر اس کی امیدوں کو طویل کرتا جاتا ہے۔

علمائے رَبَّانِیِّین سے ملنے کا اشتیاق

مذکورہ قول کے بعد اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور آپ نے ارشاد فرمایا: ''اس طرح علم کی موت واقع ہو جاتی ہے جس کا سبب اس کا حاصل کرنے والا بنتا ہے۔'' پھر انہوں نے علمائے رَبَّانِیِّین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے سانس لیا اور ارشاد فرمایا: ''مجھے ان کے دیدار کا کتنا شوق ہے۔'' یعنی ان علمائے رَبَّانِیِّین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے ملنے کا میں حد درجہ مشتاق ہوں۔

---

[1] ......الزھد لابن احمد حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۴۷۳، ص ۲۷۲ ماطردبدلہ بالاختلف

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی طلب العلم، فصل فی فضل العلم وشرفہ، الحدیث: ۱۶۹۹، ج ۲، ص ۲۶۴

یہ ایک طویل روایت ہے جو پہلے مکمل بیان ہو چکی ہے، پس یہی وہ لوگ ہیں جن سے ملنے کے شوق کا اظہار کرتے ہوئے اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُ ناعلیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی آنکھیں پُرنم ہوگئی تھیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ حُضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ان سے ملنے کا اِشْتِیاق ظاہر فرمایا۔ چنانچہ، مَروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اپنے بھائیوں سے ملنے کا کتنا شوق ہے! اور میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' اور پھر ارشاد فرمایا: ''وہ ایسے لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔''[1]

اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان لوگوں کے اوصاف کا تذکرہ فرمایا اور انہیں اپنا بھائی اس لئے قرار دیا کیونکہ ان کے قُلوب انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قُلوب کی طرح اور ان کے اَخلاق ایمان کی صِفات سے مُتّصِل ہیں۔ ایسے لوگ اس اُمّت کے ابدال ہیں جن کے جلیلُ الْقَدْر اوصاف بہت سی روایات میں مروی ہیں۔ ان کے تین۳ گروہ ہیں: (۱)......صِدّیقین (۲)......شُہدا اور (۳)......صالحین۔ ان میں سے کچھ کے قلوب حضرت سیِّدُنا ابراہیم **خلیلُ اللہ** عَلَیْہِ السَّلَام کے قلبِ اَطْہَر کی مانند، کچھ کے حضرت سیِّدُنا موسیٰ **کلیم اللہ** عَلَیْہِ السَّلَام کے قلبِ اطہر کے مطابق، کچھ کے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ **روحُ اللہ** عَلَیْہِ السَّلَام کے قلب کی طرح اور کچھ کے قُلوب حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلبِ اَطْہَر کی طرح ہیں۔ بعض کے دل حضرت سیِّدُنا جبرائیل، حضرت سیِّدُنا میکائیل اور حضرت سیِّدُنا اسرافیل عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قلب کی طرح ہیں۔

اخوت میں مشابہت

دو۲ افراد کے درمیان اُخُوّت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں ہم مجلس و ہم نشیں ہوں یا اَفعال و اَخلاق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (پ۲۸، الحشر: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ۵، النساء، تحت الایۃ ۳۲، الجزء الخامس، ج۳، ص ۱۱۴

سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، باب حلیۃ الوضوء، الحدیث: ۱۵۰، ص ۲۰۹۲ بتغیر

اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کو کافروں کا بھائی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دلوں میں کفر چھپانے اور شک کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافروں جیسے اوصاف کے حامل ہیں۔ چنانچہ انہیں کافروں کا بھائی کہا گیا۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ حالانکہ فُضول خرچی کرنے والے خِلْقت میں شیاطین کی طرح ہیں نہ ہی ان کے درمیان ماں یا باپ کا کوئی رشتہ ہے کیونکہ شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں اور یہ فُضول خرچی کرنے والے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی۔ البتہ! ان کے دلوں کے کھرے یا کھوٹے ہونے اور افعال میں مُشابَہت پائی جاتی ہے، پس اس مُشابَہت کی وجہ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔

غربا اور علمائے آخرت

علمائے آخرت کی عقل ان کے دل کے انوار سے روشن ہوتی ہے اور ان کا فہم ان کے علم اور مشاہدے کے اِسْتِنْباط سے پیدا ہوتا ہے، ان کے اَخلاق ان کے یقین کے مَعانی اور اس کی قوّت پر مَبْنی ہوتے ہیں اور ان کے طریقت اور سُلوک کے راستے سنّتِ نبوی کے مطابق ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بندے حُضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دوسرے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بھائی ہیں جن سے ملنے کا اِشْتِیاق سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ظاہر فرمایا۔ یہی غُربا ہیں جن کے متعلق آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی ابتدا غریبوں سے ہوئی اور عنقریب یہ غریبوں ہی میں لوٹ جائے گا، پس غریبوں کو مبارک ہو۔'' عرض کی گئی کہ غُربا سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگ فساد میں مشغول ہوں گے تو وہ ان کی اصلاح کریں گے۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو میری سنّت کی اصلاح کریں گے جب لوگ اسے خراب کر دیں گے۔''[2] اور ایک

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بداغریبا......الخ، الحدیث: ۳۷۲، ص ۷۰۲

المسند للامام احمدبن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن مسنة، الحدیث: ۱۶۶۹۰، ج۵، ص ۶۰۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء ان الاسلام بداغریبا وسیعود غریبا، الحدیث: ۲۶۳۰، ص ۱۹۱۷

روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اور یہ لوگ میری فوت شُدہ سنّت کو زندہ کریں گے۔'' [1]

مُراد یہ ہے کہ وہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے پر عمل کریں گے جسے لوگوں نے چھوڑ دیا ہوگا اور اس سے غافل ہو چکے ہوں گے۔

ایک روایت میں تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ میری سنّت کو اس قدر مضبوطی سے تھامے ہوں گے کہ جس قدر تم آج اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہو'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''غُرَبا بہت کم لوگ ہیں جو سب صالح ہیں اور ان سے بُغض رکھنے والوں کی تعداد ان سے محبت کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔'' [2]

پس یہی وہ غُرَبا ہیں جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انعام فرمایا اور انہیں اعلیٰ عِلّیّین میں اپنے نبیوں کی صحبت کا شَرَف عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ؕ۶۹

ترجمۂ کنزالایمان: اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(پ۵، النسآء: ۶۹)

بہت زیادہ دوستوں والا عالم

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم دیکھو کسی عالم کے دوست بہت زیادہ ہیں تو جان لو کہ وہ (حق کو باطل کے ساتھ) ملانے والا ہے۔ [3] اور ایک بار آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے بھائیوں کے نزدیک محبوب اور اپنے پڑوسیوں کے ہاں قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے تو جان

---

[1] ......تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبۃ، قالوا حدیثان متناقضان، ص ۱۱۵

[2] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۴۸۴۲ علی بن الحسن، الحدیث: ۸۲۸۶، ج ۴۱، ص ۳۲۶

[3] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۵۲۸۸، ج ۴، ص ۳۶۲

لوکہ وہ ریا کار ہے۔[1]

قرآنِ کریم میں علمائے سوء اور علمائے آخرت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عُلمائے سوء کے اَوصاف ذکر فرماتے ہوئے انہیں علم کے ذریعے دنیا کمانے والا قرار دیا اور علمائے آخرت کو خُشوع وزُہد کے اَوصافِ حمیدہ سے مُتَّصِف ذکر فرمایا۔ چنانچہ علمائے سوء کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۸۷)

اور علمائے آخرت کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا اُن کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے ربّ کے پاس ہے۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۹۹)

حدیثِ پاک میں علمائے سوء اور علمائے آخرت کا بیان

حضرت سیِّدُنا ضَحّاک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّزّاق حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس اُمّت کے عُلَما دو قسم کے ہیں: ایک وہ شخص ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ علم سے نوازتا ہے تو وہ اسے لوگوں پر خرچ کرنے لگتا ہے اور اس پر ان سے نہ تو کوئی طمع رکھتا

---

[1] ......سیر اعلام النبلاء للذہبی، الرقم ۱۰۸۳ سفیان بن سعید بن مسروق، ج ۷، ص ۲۰۹ مراء بدلہ مداھن
التفسیر الکبیر، پ ۴، اٰل عمران، تحت الآیۃ ۱۰۴، ج ۳، ص ۳۱۲ مراء بدلہ مداھن

ہے اور نہ ہی اس کے بدلے کوئی قیمت وُصول کرتا ہے۔ یہ ایسا بندہ ہے جس کے لئے آسمان کے پرندے، پانی کی مچھلیاں، زمین کے چوپائے اور کراماً کاتبین (دونوں فرشتے) سب دعا مانگتے ہیں۔ یہ بندہ قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایک مُعزَّز سردار کے روپ میں حاضر ہوگا یہاں تک کہ اسے رسولوں کی رَفاقت حاصل ہوگی اور دوسرا بندہ وہ ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا کا علم عطا فرماتا ہے تو وہ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں پر خرچ کرنے سے بُخْل کرتا ہے اور اس پر طمع رکھنے کے علاوہ اس کے بدلے قیمت بھی وُصول کرتا ہے، قیامت کے دن جب یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اس کی حالت یہ ہوگی: اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی گئی ہوگی اور ایک مُنادی لوگوں کے سامنے اعلان کرے گا کہ یہ فُلاں بن فُلاں ہے، اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں علم کی دولت سے مالا مال کیا لیکن اس نے اس پر طمع کی اور اس کے بدلے قیمت وُصول کی۔ چنانچہ اسے عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے حساب سے فَراغت ہوجائے۔"[1]

دنیا کمانے والے عالم کا انجام

(صاحبِ کتاب اِمام اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اس سے بھی زیادہ سخت روایت جو میں نے علم کے بدلے دنیا کمانے والے عالم کے متعلق سُنی ہے یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا عثمان بن ابی سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت کیا کرتا تھا، پس اس نے یہ کہنا شروع کر دیا: "حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے یوں بیان کیا، حضرت سیِّدُنا موسیٰ **نَجِیُّ اللہ** عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے اس طرح فرمایا اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ **کَلِیْمُ اللہ** عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے یہ فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ وہ (لوگوں کو سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی باتیں سناتا تو وہ خوش ہوکر اسے نذرانے دیتے، یوں وہ) بہت مالدار ہوگیا اور اس کے پاس خوب مال جمع ہوگیا۔ (پھر اچانک وہ غائب ہوگیا اور) حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اسے اپنے پاس نہ پایا تو اس کے متعلق پوچھنے لگے مگر اس کا کوئی سراغ نہ ملا، ایک دن اس کی بستی کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک خنزیر تھا جس کے گلے میں سیاہ رسی بندھی تھی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے پوچھا: "کیا تم فُلاں شخص کو جانتے ہو؟" وہ بولا: "جی ہاں! وہ یہی خنزیر ہے۔" آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: "اے

---

[1] ……المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۱۸۷، ج۵، ص۲۳۷ بتغیر

میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اس کی اصلی حالت پر لوٹا دے تا کہ میں اس سے اس مصیبت کے متعلق پوچھ سکوں جس میں یہ مبتلا ہے۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وحی فرمائی: ''اے موسیٰ! اگر تو مجھ سے ان الفاظ سے دعا مانگتا جن سے آدم اور دیگر نے مانگی تب بھی میں تیری یہ دعا قبول نہ کرتا۔ البتہ! تجھے یہ بتا دیتا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ ایسا سُلوک کیوں کیا، وہ اس لئے کہ یہ دین کے بدلے دنیا طلب کیا کرتا تھا۔''[1]

اہلِ حق کا تحائف قبول کرنے سے انکار

حضرت سیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی مجلس بَرخاست کرنے کے بعد اٹھے تو خُراسان کے ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کی جس میں پانچ ہزار درہم تھے، نیز اپنے تھیلے سے خُراسان کے ہی بنے ہوئے ریشم کے انتہائی باریک دس عدد کپڑے نکال کر پیش کئے تو حضرت سیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' عرض کرنے لگا: ''اے ابوسعید! یہ درہم خرچ کے لئے ہیں اور یہ کپڑے پہننے کے لئے ہیں۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے معاف فرمائے، یہ کپڑے اور درہم اپنے پاس ہی رکھو، ہمیں ان کی کوئی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ جو شخص میری طرح کی مجلس میں بیٹھے اور لوگوں سے اس جیسی اشیاء قبول کرے تو قِیامت کے دن وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔''[2]

عِندَ اللہ بعض شہرۂ آفاق افراد کی حیثیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ایک بندے کے لئے تعریف مشرق ومغرب میں پھیلا دی جاتی ہے، حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں۔''[3]

---

[1] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۷۷۴۱ موسی بن عمران......الخ، ج ۶۱، ص ۱۵۲ بتغیر

[2] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس، باب فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۶

[3] ......الاسرار المرفوعة لملا علی قاری، الحدیث: ۲۶۲، ص ۷۴

صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفة القیامة والجنة والنار، الحدیث: ۷۰۴۵، ص ۱۱۶۳ مفهوماً

علمائے دنیا کے احوال

عُلمائے دنیا علم کے ذریعے دنیا طلب کرتے ہیں اور دین کے بدلے دنیا کماتے ہیں، دنیا دار لوگوں کو اپنا دوست اور غمخوار بناتے ہیں، ان کی عزّت کرتے ہیں، ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے خَندہ پیشانی سے ملتے ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں جو ہر زمانے میں اپنے اَوصاف اور اندازِ بیان سے پہچانے جاتے ہیں۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) عُلمائے سوء کے متعلق ہم نے کئی مقامات پر بڑی سخت باتیں ذکر کی ہیں، ہم ایسے علما سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ بات عالم کے لئے فتنہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سننے کی نسبت کلام کرنا زیادہ پسند کرے، حالانکہ کلام و بیان میں بَناوَٹ و چاپلوسی اور مُبالغہ و زیادتی ہوتی ہے اور ایسا کلام کرنے والا بندہ غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، جبکہ خاموشی میں سلامتی اور علم ہے۔

- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے علم کو اپنے پاس جمع رکھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ کسی دوسرے کے پاس بھی یہ علم پایا جائے، پس ایسا عالم جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔
- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے علم میں شاہانہ مقام و مرتبہ کے حامل ہوتے ہیں، اگر ان کی کسی علمی بات کی تردید کر دی جائے یا ان کے حق میں کوئی کمی یا کوتاہی ہو جائے تو غضب ناک ہو جاتے ہیں۔ ایسے علما جہنّم کے دوسرے طبقہ میں ہوں گے۔
- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے علم اور عمدہ باتوں کو مُعزَّز اور مال دار لوگوں تک ہی محدود رکھتے ہیں اور اس علم کے ضرورت مندوں کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، ایسے عُلَما جہنّم کے تیسرے طبقہ میں ہوں گے۔
- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے آپ کو فتویٰ دینے کے لئے مُختَص کر دیتے ہیں اور پھر غلط فتوے دینے لگتے ہیں حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تَکَلُّف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، ایسے عُلَما جہنّم کے چوتھے طبقہ میں ہوں گے۔

۞......بعض عُلَما ایسے ہیں جو یہود و نصاریٰ سے مَروی کلام پیش کرتے ہیں تا کہ اس کے سبب ان کے علم کی عزّت کی جائے، ایسے عُلَما جہنَّم کے پانچویں طبقہ میں ہوں گے۔

۞......بعض عُلَما اپنے علم کو مروّت، فضیلت اور شہرت کا ذریعہ بناتے ہیں، ایسے علما جہنَّم کے چھٹے طبقہ میں ہوں گے۔

۞......بعض عُلَما ایسے ہیں جو تکبُّر اور خود پسندی کے دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں، اگر خود کسی کو نصیحت کریں تو سخت لہجہ اپناتے ہیں لیکن اگر کوئی انہیں نصیحت کرے تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ ایسے علما جہنم کے ساتویں طبقہ میں ہوں گے۔

(اور پھر مزید ارشاد فرمایا) تم پر خاموشی لازم ہے کہ اس کے سبب تم شیطان پر غالب آجاؤ گے اور عجیب بات کے علاوہ ہنسنے اور بغیر مقصد کہیں باہر جانے سے بچو۔"

کیسے عالم کے پاس بیٹھا جائے؟

ایک حدیثِ پاک میں عُلَمائے آخرت کے نہ صرف اَوصاف مروی ہیں بلکہ اس میں مخلوق کو مقاماتِ یقین اور دین وایقان کے اسباب کی دعوت کے اُصول بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا شَقِیق بن ابراہیم بَلْخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مکّۂ مکرّمہ، سردارِ مدینۂ منوّرہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر عالم کے پاس نہ بیٹھا کرو، بلکہ صرف اسی عالم کے پاس بیٹھا کرو جو تمہیں ۵ پانچ چیزیں چھوڑ کر ۵ پانچ چیزوں کی طرف بلائے:

(۱)......شک سے یقین کی طرف (۲)......رِیا سے اِخْلاص کی طرف

(۳)......دنیاوی رغبت سے زُہد کی طرف (۴)......تکبُّر سے عاجزی کی طرف

(۵)......اور عَداوت و دشمنی سے خیر خواہی کی طرف۔"[1]

صحابہ کرام اور تابعین عظام کا خدشہ

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے مذکورہ علم سے علمِ یقین وتقویٰ اور علمِ معرفت و ہدایت مراد لیا ہے اور اس کی

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۵ شقیق البلخی، الحدیث: ۱۱۴۴۷، ج ۸، ص ۷۵، بتقدم وتاخر

دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کو ہر لمحہ اس کے فُقدان کا خَدشہ لاحق رہتا تھا، نیز انہیں اس علم کے معدوم ہو جانے کا خوف بھی دامن گیر تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ اس علم کے اٹھا لئے جانے اور آخر زمانے میں اس کے کم ہو جانے کی خبریں دیا کرتے کیونکہ وہ اس علم سے مراد علمِ قلوب اور علمِ مشاہدہ لیا کرتے تھے جو کہ تقویٰ کا نتیجہ ہے، نیز علمِ معرفت و یقین بھی مراد لیا کرتے تھے جو ایمان کی زیادتی اور ہدایت کا ثمرہ ہے۔ پس جب مُتّقین نہ رہیں گے، خائفین کم ہو جائیں گے اور زاہدین مَعْدوم ہو جائیں گے تو یہ عُلوم بھی ختم ہو جائیں گے کیونکہ ان علوم کا وُجود انہی کے ساتھ قائم ہے اور یہ صرف انہی کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ وہی ان علوم کے جاننے والے اور ان کے ذریعے کلام کرنے والے ہیں، یہ علوم ہی ان کے احوال اور طَرِیق ہیں۔ وہ ان راستوں پر چلنے والے ہیں اور انہیں قائم رکھنے والے ہیں۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعینِ عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام چونکہ اس حقیقت سے خوب آگاہ تھے، لہٰذا وہ اس علم کے ختم ہو جانے کی وجہ سے رویا کرتے تھے۔

قرآنِ کریم میں علمائے کرام کے اوصاف

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اَوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ دنیا میں زُہد کے پیکر، دنیا کو حقیر جاننے والے، نیک اعمال کرنے والے اور پختہ ایمان رکھنے والے ہیں اور دنیا دار علما کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے کہ وہ دنیا میں رغبت رکھنے والے اور اسے عظیم جاننے والے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (۷۹) وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًاۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (۸۰) (پ۲۰، القصص: ۷۹، ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے۔ اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللّٰہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

مُراد یہ ہے کہ یہ حکمت صرف انہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو اس دنیاوی زیب و زینت پر صبر کرتے ہیں جس کے

زعمِ باطل میں قارون باہر نکلا تھا۔

قرآن کریم اور ایمان کا آپس میں تعلق

حضرت سیِّدُنا جُندب بن عبدُ اللّٰہ بَجَلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب ہم توانا وطاقتور نوعمر تھے تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر رہتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں قرآنِ کریم سے پہلے ایمان سکھایا کرتے، اس کے بعد ہم نے قرآنِ کریم سیکھا اور اس طرح ہمارے ایمان میں زیادتی ہوگئی۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنِ کریم اس لئے نازل کیا گیا تھا تاکہ اس پر عمل کیا جائے مگر تم نے اس کے پڑھنے ہی کو عمل بنالیا ہے، عنقریب تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو بطورِ غنا اسے تعلیم دیں گے اور وہ تم سے بہتر نہ ہوں گے۔[2] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''وہ قرآنِ کریم کے پڑھنے کو نیزے کی طرح سیدھا پڑھیں گے، اسے پڑھنے میں جلدی کریں گے اور ذرہ بھر نہ ٹھہریں گے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دوسرے کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ ہم نے ایک زمانے تک اس حالت میں زندگی بسر کی کہ ہم میں سے ہر ایک کو قرآنِ کریم سے پہلے ایمان دیا جاتا، پھر کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ اس کے حلال وحرام اور اَمر و نَہی سیکھتا اور جہاں تَوَقُّف کرنا مناسب ہوتا وہ سب مقامات سیکھتا جیسا کہ آج تم قرآنِ کریم سیکھتے ہو۔ پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے ایک کو قرآنِ کریم ایمان سے پہلے دیا جاتا ہے، وہ سورۂ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن تک پڑھ لیتا ہے مگر اس کے اَوامر و نَواہی جانتا ہے نہ ان مقامات سے آگاہ ہوتا ہے جہاں تَوَقُّف کرنا چاہئے، وہ ایسا شخص ہے جو ردّی کھجوروں کی طرح اسے بکھیرتا ہی چلا جاتا ہے۔[4]

---

[1] ......التاریخ الکبیر للبخاری، باب الجیم، الرقم ۲۲۶۶ جندب بن عبداللّٰہ، ج ۲، ص ۲۰۴

السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انہ انما قبل یؤمہم اقرؤھم، الحدیث: ۵۲۹۲، ج ۳، ص ۱۷۱

[2] ......سنن سعید بن منصور، فضائل القرآن، الحدیث: ۲۹، ج ۱، ص ۱۴۶ بالاختصار

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللّٰہ، الحدیث: ۱۴۸۶۱، ج ۵، ص ۱۳۷

[4] ......السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انہ انما قیل یؤمہم اقرؤھم، الحدیث: ۵۲۹۰، ج ۳، ص ۱۷۱

المستدرک، کتاب الایمان، باب کیف یتعلم القرآن، الحدیث: ۱۰۸، ج ۱، ص ۱۹۶

📖 ...... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''ہم مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ ہیں، ہمیں قرآن سے پہلے ایمان دیا گیا۔'' [1] (اور ایک روایت میں ہے) اور عنقریب تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جنہیں قرآن ایمان سے پہلے دیا جائے گا، وہ اس کے حُروف کو تو قائم رکھیں گے لیکن اس کی حُدود ضائع کر دیں گے۔ [2] 📖 ...... (ایک روایت میں ہے) کہا کریں گے کہ ہم نے پڑھ لیا، کون ہے جو ہم سے زیادہ پڑھنے والا ہے؟ ہم نے سیکھ لیا ہے، کون ہے جو ہم سے بڑا عالم ہے؟ پس ان کا قرآنِ کریم میں سے یہی حصّہ ہے۔ [3] 📖 ...... اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ اس اُمّت کے بدترین لوگ ہیں۔ [4]

منقول علم سے مراد

جس علم کو بعد والوں نے پہلوں سے نقل کیا اور جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور جسے بعد والوں نے پہلوں سے سن کر صحیفوں میں محفوظ کر لیا ہے، اس سے مراد احکام و فتاویٰ اور اسلام و قضایا کا علم ہے، اس کے حُصول کا راستہ سماعت، اس کا واسطہ و ذریعہ اِستِدلال اور اس کا خزانہ عقل ہے۔ یہ علم کتابوں میں مُدَوَّن ہے اور اَوراق و صفحات میں تحریر ہے، اسے ہر چھوٹا اپنے بڑے سے زبانوں کے واسطہ سے حاصل کرتا ہے۔ یہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ اسلام باقی ہے اور اس کا وجود مسلمانوں کے وجود کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بندوں پر حُجَّت اور اس کی مخلوق کا عام راستہ ہے، پس جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس علم کو دینے کا ارادہ فرمایا تو اسے اس کے اہل افراد کے ذریعے غالب فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ ترجمۂ کنز الایمان: اسے سب دینوں پر غالب کرے

---

[1] ...... سنن سعید بن منصور، فضائل القرآن، الحدیث: ۴۸، ج ۱، ص ۲۰۶ مفهوماً

[2] ...... الفردوس بماثور الخطاب، باب الیاء، الحدیث: ۸۶۸۶، ج ۵، ص ۴۴۳ مفهوماً

[3] ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۰۱۹، ج ۱۲، ص ۱۹۴ مفهوماً

[4] ...... اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۰۰

الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۸، الصف: ۹) پڑے بُرا مانیں مشرک۔

علم حجت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''وہ علم جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زبان پر ظاہر فرمایا وہ مخلوق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُجَّت ہے۔''[1]

سماعت، حصولِ علم کا ذریعہ ہے

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ارشاد فرمایا: ''تم سنتے ہو، پھر تم سے سنا جائے گا اور جو تم سے سنے گا پھر اس سے سنا جائے گا۔''[2]

پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس علم کی خبر دی جو کتابوں میں مَرقوم ہے اور جسے دین کا ظاہر ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اس سے آگاہ نہ ہونا اور جاہل رہنا شرک کے پیدا ہونے کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مشرکین کے نہ چاہنے کے باوجود اسلام کی بَقا کی ضمانت دی ہے۔

سامع کا متکلم سے افضل ہونا

رسولِ بے مثال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو ہم سے کوئی حدیث سنے اور پھر اسے اسی طرح آگے دوسروں تک پہنچائے جیسا کہ اس نے سنی تھی، کیونکہ بعض اوقات بات بتانے والا اسے سمجھنے والا نہیں ہوتا اور (اس طرح) بعض اوقات بات بتانے والا اس شخص تک وہ بات پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے۔''[3]

اس حدیثِ پاک میں بھی سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ خبر دی ہے کہ

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، الحدیث: ۶۰، ج۸، ص۱۳۳ مفھوماً

[2] ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، الحدیث: ۳۶۵۹، ص۱۴۹۴

[3] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۶۰۹، ج۱، ص۴۳۸

سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، الحدیث: ۳۶۶۰، ص۱۴۹۴ بتقدم وتاخر

جب مسئلہ جاننے والا اس پر عمل نہیں کرتا تو گویا وہ دل سے اسے سمجھتا نہیں اور بعض اوقات وہ ایسے شخص کو وہ مسئلہ بتا دیتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ اسے یاد کر کے اس پر عمل کرتا ہے۔ چنانچہ،

ایک روایت میں مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے لوگ ایسے ہیں جن تک کوئی بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔''[1]

پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کی تعریف فرمائی جو مسئلہ یاد کر کے اس پر عمل کرے۔ لہٰذا چاہئے کہ اس بات کو یاد کر لیں اور اس میں تفکّر کریں اگرچہ آپ نے یہ بات محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہیں سنی۔

حصولِ علم کے ذرائع کا قرآنِ کریم میں تذکرہ

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ (پ۲۹، الحآقۃ: ۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

مراد یہ ہے کہ دل کے کان ایسے ہیں جو سن کر یاد کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ (پ۲۶، ق: ۳۷) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجّہ ہو۔

مُراد یہ ہے کہ جس نے سامع کو بڑی توجہ سے سنا اور سنتے ہوئے اپنے دل سے حاضر رہا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ (پ۲۹، الحآقۃ: ۱۲)﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہاں ایسے کان مُراد ہیں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر و نہی کو سمجھنے کی صلاحیت رکھیں اور پھر انہیں یاد کر کے ان پر عمل بھی کریں۔[2]

یہی وجہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے اَوصافِ حَمیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، الحدیث: ۱۷۴۱، ص ۱۳۶

[2] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند ابی موسی، الحدیث: ۳۲۱۰، ج۸، ص ۱۷۹

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی حدیں نگاہ رکھنے والے۔

معرفت کا بنیادی ذریعہ

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِیْن حضرت سَیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ''علم حاصل کرو، اس کے ذریعے تمہیں معرفت حاصل ہوگی اور اس پر عمل کروگے تو تمہارا شمار اہلِ علم میں ہوگا۔''[1] اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ''جب تم کوئی علمی بات سنو تو اس پر منہ بند کر لو اور اسے بیہودہ بات سے نہ ملاؤ کیونکہ دل اسے قبول نہیں کرتے۔''[2]

علم کی کُلّی

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ جو عالم ہنستا ہے وہ علم کی کُلّی کرتا ہے۔[3]

علم کتابوں میں نہیں، سینوں میں ہے

حضرت سَیِّدُنا خلیل بن احمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ علم وہ نہیں جو کتابوں کے بستوں اور تھیلوں میں بند ہو بلکہ علم وہ ہے جو سینوں میں محفوظ اور یاد ہو۔[4]

استاذ اور شاگرد پر نعمتِ کاملہ کی علامات

استاذ میں تین باتوں کا پایا جانا شاگرد پر نعمتِ کاملہ کی علامت ہے:

(۱) صبر (۲) تواضُع اور (۳) حُسنِ خلق۔

اسی طرح شاگرد میں بھی تین باتوں کا پایا جانا استاذ پر نعمتِ کاملہ کی علامت ہے:

(۱) عقل (۲) ادب اور (۳) حسنِ فہم۔

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد امیر المومنین علی ابن ابی طالب، الحدیث: ۶۹۲، ص۱۵۶ اطلبوا بدلہ تعلموا

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۸۱۴، ج۷، ص ۳۵۰ بتغیر

[3] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، الحدیث: ۹۲۵، ص۱۸۷

[4] ......الجامع لاخلاق الراوی، باب حفظ الحدیث......الخ، الحدیث: ۱۷۶۰، ص ۲، ص ۲۵۱ بتغیر قلیل عن یموت بن المزرع

عِلْم کے اوصاف، سَلَف صالحین کا طریقہ اور مَنْ گھڑت قِصّوں کی مَذَمَّت

عالم ربانی کے پانچ اوصاف

عالمِ ربانی میں پانچ اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے یہی اوصاف عُلَمائے آخرت کی علامات اور نشانیاں ہیں:

(۱)......خَشیَّت (۲)......خُشوع وخُضوع (۳)......تواضُع (۴)......حسنِ خُلق اور (۵)......زُہد

مذکورہ اوصاف کا قرآنِ کریم میں تذکرہ

قرآنِ کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ تمام اوصاف مختلف مقامات پر ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ،

خَشیَّت اور خُشوع وخُضوع کے اوصاف سے مُتَّصِف ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱)......اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ۲۲، فاطر: ۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

(۲)......خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: اُن کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے۔

تواضُع اور حسنِ خُلق کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱)......وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿ۚ۸۹﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۹،۸۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)۔

(۲)......فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔

دنیا میں زُہد اختیار کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱)......اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (پ۱۰، التوبۃ: ۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کتاب دیئے گئے۔

(۲)......وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيۡرٌ (پ۲۰، القصص: ۸۰) ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے۔

پس جس میں یہ اَوصاف پائے جائیں اس کا شمار عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں ہو گا۔

دینی اور قلبی امور کے جاننے والے

دین میں مشکل مسائل پیدا ہوں تو انہیں ایک عالم دور کرتا ہے اور جب دل میں مشتبہ امور سر اٹھائیں تو ایک عارف کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے منقول ہے کہ تم خیر و بھلائی پر ثابت قدم رہو گے جب تک کہ تم میں سے کسی کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو اور وہ کوئی ایسا شخص پا نہ لے جو اسے اس شک کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس کی تشفّی کر دے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! عنقریب تم ایسا کوئی شخص نہ پاؤ گے۔[1]

عارفِ حق ہی سب سے بڑا عالم ہوتا ہے

مروی ہے کہ سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے دریافت فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' تو انہوں نے عرض کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو اُس وقت سب سے زیادہ حق کا جاننے والا ہو گا جب اُمور مُشتبہ ہوں گے اور دین میں اِشکال پیدا ہو جائیں گے اگرچہ وہ حق جاننے والا سُرین کے بل ہی چلتا ہو۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''(جو اُس وقت سب سے زیادہ حق کا جاننے والا ہو گا) جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، چاہے وہ عمل میں کوتاہی کا شکار ہو۔''[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب اشیاء

حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ حُضور رَحمتِ عالَم،

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقون، الحدیث: ۲۹۶۴، ص۲۳۸ بتغیر

[2] ......مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۳۷۸، ص۵۰ عمله بدله العلم المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۴۷۹، ج۳، ص۲۴۶ مفهوماً

شعب الایمان للبیهقی، باب فی مباعدة الکفار......الخ، فصل من هذا الباب......الخ، الحدیث: ۹۵۰۹، ج۷، ص۶۸

نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ شُبہات کے وُقوع پر تَنْقِیدی نظر کو اور نفسانی خواہشات کے ہُجوم کے وقت عقلِ کامل کو پسند فرماتا ہے۔ نیز سخاوت کو پسند فرماتا ہے اگرچہ کھجوریں ہی دی جائیں اور شُجاعت کو پسند کرتا ہے اگرچہ سانپ ہی مارا جائے۔''[1]

سیِّدُنا ابن مسعود کے اندیشے کا پورا ہونا

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو **جو خدشہ لاحق تھا، آج ہمارے زمانے میں پورا ہو رہا ہے** کیونکہ اگر توحید کے مَعانی و مَفاہیم میں اشکال پیدا ہو جائے یا کسی مومن بندے کے دل میں ایک مُوَحِّد کی صِفات کے متعلق شبہ پیدا ہو جائے اور وہ چاہے کہ اس معاملے کی حقیقت اس پر اس طرح مُنْکَشِف ہو جائے کہ دل اس کا مشاہدہ کر لے اور وہ معاملہ سینے میں خوب کھل کر اس طرح واضح ہو جائے کہ دل میں اطمینان پیدا ہو جائے تو ایسے کسی فرد کو تلاش کرنا اس دور میں کافی مشکل ہوگا۔

مشتبہ امور کی حقیقت کشائی کرنے والے پانچ افراد

اس دور میں مُشْتَبہ اُمور کی حقیقت سے پردہ اٹھانے والے افراد پانچ قسم کے ہیں:

(1)...... بدعتی

ایسا شخص بدعتی ہوگا جو خود گمراہ ہوگا اور اپنی فاسد رائے سے ایسی بات بتائے گا جو مزید حیرانی کا باعث ہوگی۔

(2)...... ناقص العلم والعقل

وہ باتیں کرنے والا ایسا شخص ہوگا جو تجھے اہلِ یقین کے مشاہدہ کا فتویٰ دے گا حالانکہ اس کا علم انتہائی ناقص ہوگا اور اس معاملے کو دین کے ظاہر پر اپنی عقل سے قیاس کرے گا، پس جو بذاتِ خود ایک شبہ ہو وہ دوسرے شبہ کو کیسے دور کر سکتا ہے؟

---

[1] ......الزهد الكبير للبيهقي، باب الورع والتقوى، الحديث: ۹۵۴، ص ۳۴۶ بتغير، الناقد بدله النافذ

(3)......بناوٹی صوفی

وہ ایک ایسا صوفی ہوگا جس کے اَقوال واَحوال مختلف ہوں گے، جو پَراگندہ ذہن اور گمراہ ہوگا اور وہ کتاب وسنّت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے باتیں کرے گا اور قطعاً کوئی پروانہ کرے گا، اپنے اقوال سے ائمۂ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی مخالفت کرے گا اور بدگوئی سے بھی باز نہ آئے گا، اپنے ظن، وسوسوں اور اندازوں سے حق پر باطل کا پردہ ڈالتے ہوئے جواب دے گا کہ کون ومکان کا فرق مٹ جائے گا، علم اور احکام کا امتیاز نہ رہے گا، اسما ورسوم کے نشانات تک ختم ہوجائیں گے۔ ایسے لوگ میدانِ حیرت میں سرگرداں اور حیران وپریشان کھڑے ہوتے ہیں، حجت جانتے تک نہیں مگر بحرِ توحید میں غوطہ زن دکھائی دیتے ہیں، نہ تو انہیں مُتَّقِین کا امام بنایا گیا اور نہ ہی یہ ان کے لئے حُجَّت ہیں۔ بلکہ ایسے کسی فرد کا قول قابلِ عمل نہیں کیونکہ اس کے پاس اپنے قول کی کوئی دلیل ہے نہ وہ مَسنون طریقے پر ہے۔

(4)......خودساختہ مفتی

ایسا بندہ جو اپنے زعمِ باطل میں عالم اور مفتی ہو اور اپنے ساتھیوں میں فقیہ کے طور پر جانا جاتا ہو، وہ یہ بتائے کہ یہ معاملہ احکامِ آخرت سے ہے اور یہ علمِ غیب سے، اس میں ہم کلام نہیں کریں گے کیونکہ ہم اس کے مُکلَّف نہیں۔ یہ ایسا بندہ ہے جو اکثر ان مسائل میں مُناظَرہ کرتا رہتا ہے جس کے ہم مُکلَّف نہیں اور ان مسائل میں مُجادَلہ ومُباحَثہ کرتا ہے جن میں اَسلاف نے کوئی کلام نہیں کیا (یعنی خاموش رہے)، وہ ایسی باتوں کے سیکھنے سکھانے میں مصروف رہتا ہے جن کا علم حاصل کرنا تَکَلُّف سے بھرپور ہے۔

اس بندۂ مسکین کو معلوم نہیں کہ اسے علمِ یقین وایمان، حقیقتِ توحید اور اُمور میں مُخْلِص ہونے کی پہچان کا علم حاصل کرنے کا مُکلَّف بنایا گیا ہے اور ان باتوں کا علم حاصل کرنا بھی اس پر لازم ہے جو اخلاص میں مؤثر ہیں۔ مگر یہ بندۂ مسکین یہ تمام علوم حاصل کرنے کے بجائے غیر ضروری عُلوم کے حُصول میں مگن ہے کیونکہ یہ خود کو جان بوجھ کر بعض پسندیدہ عُلوم کا مُکلَّف بنالیتا ہے۔ علمِ ایمان، صحتِ توحید، پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص بندگی کا ہونا، دنیاوی خواہشات سے اعمال کا پاک ہونا اور ان جیسے دیگر اُمور جن کا تعلق اعمالِ قُلوب سے ہے، کا حُصول بھی بندے پر لازم ہے اور ان کا شمار دینی سوجھ بوجھ اور اوصافِ مومنین میں ہوتا ہے کیونکہ یہ اِنْذار وتَحذِیر کا تقاضا کرتا ہے۔ جس کی دلیل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا

یہ فرمانِ عالیشان ہے:

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۲)

اس پر رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان بھی دلیل ہے کہ ''علمِ یقین حاصل کرو، کیونکہ میں بھی تمہارے ساتھ مُتَعَلِّم ہوں۔''[1] اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مَروی یہ قول بھی اس کی دلیل ہے کہ ''ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآنِ کریم، اس طرح ہمارا ایمان زیادہ ہوگیا۔''[2]

پس ہدایت کی یہ زیادتی یقین کے باعث ہوئی اور جو مومنین کے ایمان میں بھی زیادتی کا سبب ہے۔ جیسا کہ فرامینِ باری تعالیٰ ہیں:

(۱)......فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا (پ ۴، اٰل عمران: ۱۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کا ایمان اور زائد ہوا۔

(۲)......وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا۔ (پ ۱۶، مریم: ۷۶)

نیز وہ (خودساختہ مفتی) اتنا بھی شُعور نہیں رکھتا کہ معرفت ویقین کے ساتھ معاملہ میں ادب وحُسن پیدا ہوتا ہے جو اہلِ یقین کی صفت ہے اور یہی وہ حال ہے ❁...... جو بندے کو اس مقام پر حاصل ہوتا ہے جو اس کے اور اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے ❁...... یہی اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اس کا حصّہ ہے اور ❁...... یہی آخرت میں اس پر اِنعامات کی زیادتی کا بھی سبب ہوگا۔

اس حال کا حُصول توحید کی اُس گواہی سے بھی ہوتا ہے جس کا تعلق خالص ایمان سے ہو اور وہ نِفاق کے مختلف شعبوں اور مخفی شرک کی صورتوں سے پاک ہو جبکہ یہ حال فرائض کے ساتھ مُتَّصِل ہو اور ان فرائض میں بھی اُمور میں اخلاص کا ہونا فرض ہے۔ اگر اس نے ان امور کے علاوہ دیگر ایسے اُمور کا علم سیکھا جن کی طرف اس کا دل مائل ہو اور انہیں پسند کرے یعنی فُضول عُلوم اور عجیب وغریب مَعانی ومَفاہیم کا علم حاصل کرے جو انسانی ضروریات سے متعلق

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۷، ج ۱، ص ۲۲

[2] ......سنن ابنِ ماجه، کتاب السنة، باب في الایمان، الحدیث: ۶۱، ص ۲۴۸۰

ہوں تو ان اُمور کا حاصل کرنا اس کے لئے ایک حجاب بن جائے گا اور اسے (معرفتِ خداوندی سے) غافل کر دے گا۔ پس اس طرح اس غافل بندے نے اپنی معرفت کے قلیل ہونے کی بنا پر حقیقی علمِ نافع کے بجائے اُن امور کے علم کو ترجیح دی جن کے حُصول میں اسے زیب و زینت محسوس ہوئی اور اس کے دل میں محبت پیدا ہوئی اور اس طرح اس نے اپنی حاجت و حالت پر لوگوں کی حاجتوں اور ان کے احوال کو ترجیح دی، لوگوں کو دنیا میں پیش آنے والے مصائب کی اصلاح کی کوشش کی اور ان کی شرعی راہنمائی بھی کی مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں آخرت میں جو اس کا اپنا حصّہ ہے اس کی خاطر کوئی عمل نہ کیا حالانکہ وہی اُخروی حصّہ ہی اس کے لئے سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے کہ اسے اسی کی جانب لوٹنا ہے اور وہی اس کا ابدی ٹھکانا ہے۔ مگر (افسوس!) اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی قُربت پر بندوں کے قُرب کو ترجیح دی اور ان کے اُمور میں مشغول ہو کر پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے ہاں پائے جانے والے اجر و ثواب کے اپنے حصّے کو چھوڑ دیا اور جب تقویٰ کی بنا پر اپنی آخرت کی خاطر پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کی رضا جُوئی میں مشغول ہوا تو اپنے دل کو خواہشات سے خالی کرنے کے بجائے لوگوں کے دلوں کو خواہشات سے خالی کرنے کو مُقدّم جانا اور اپنے دل کی اصلاح سے غافل ہو کر دوسروں کی زبانوں کی اصلاح کرنے میں مشغول ہو گیا، اپنے باطنی حال کو بھول گیا اور لوگوں کے ظاہری حال کی فکر میں مبتلا ہو گیا۔

دنیا کو ترجیح دینے والے اسباب

مذکورہ اُمور میں مبتلا ہونے کے اسباب یہ ہیں:

- ......حکومت و ریاست کو محبوب جاننا۔
- ......لوگوں کے ہاں جاہ و مرتبہ کی خواہش رکھنا۔
- ......سیاسی داؤ پیچ اور حربوں کے ذریعے مقام و مرتبہ کی خواہش رکھنا۔
- ......دنیا کو مرغوب جاننا۔
- ......اخروی اجر میں ضُعفِ نیّت اور ہمّت و ارادے کی کمی کی وجہ سے دنیا کا مُعَزَّز ہونا۔

اس (خود فراموش و خود ساختہ مفتی) نے لوگوں کے ایام کی بہتری کے لئے اپنے ایّام برباد کر دیئے اور اپنی عمر کو لوگوں کی

نفسانی خواہشات کی تکمیل میں ضائع کر دیا محض اس لئے کہ علم سے ناواقف لوگ اسے عالم کہیں اور باطل پرستوں کے ہاں اس کا شمار فضلا میں ہو۔ پس قیامت کے دن اس کی حالت مفلسوں جیسی ہوگی اور وہ دیکھے گا کہ مُقَرَّبِین اپنے اجر و ثواب کا لَبادہ اوڑھے ہوں گے کیونکہ عاملین قُرب کی وجہ سے کامیاب و کامران ٹھہریں گے اور عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام رضا و خوشنودی کی بہاروں میں ہوں گے، مگر (ہائے افسوس!) اسے کہاں سے یہ مقام حاصل ہو؟ اور کیونکر اسے دوسروں کا حصّہ عطا ہو؟ جبکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر عمل کے لئے ایک عامل اور ہر علم کے لئے ایک عالم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا۔

(پ۸، الاعراف: ۳۷)

مُراد یہ ہے کہ بندہ جس کام کے لئے پیدا کیا جاتا ہے اس کے لئے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دی جاتی ہے، مذکورہ آیتِ مبارکہ کافی واضح ہے۔

توحید سے متعلق مختلف آراء

اُمَّتِ مرحومہ کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ علمِ توحید فرض ہے، خصوصاً اس وقت جب شبہات واقع ہوں اور دین میں اشکالات پیدا ہو جائیں۔ البتہ! دو صورتوں میں ان کی آراء مختلف ہیں:

(۱)......توحید کیا چیز ہے؟

(۲)......اسے کیسے حاصل کیا جائے؟ اور اس تک رسائی کس طرح ہو؟

اس کے متعلق مختلف افراد کی درج ذیل چند آراء ملاحظہ فرمائیے:

- ......بعض کا قول ہے کہ علمِ توحید بحث وطلب کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔
- ......بعض کہتے ہیں کہ اِسْتِدْلال اور غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے۔[1]
- ......بعض کے نزدیک سماعت و روایت اس کے حُصول کے ذرائع ہیں۔
- ......بعض سے مَنْقُول ہے کہ اس کے حصول کے ذرائع تَوقِیف و تَسْلِیم ہیں۔

---

[1] ......الفصول فی الاصول للرازی الجصاص، باب القول فی وجوب النظر و ذم التقلید، ج۳، ص ۳۷۹

……کچھ کا کہنا ہے کہ علمِ توحید کا اِدراک اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اسے پانے سے عاجز آجاتا ہے اور اس کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔

(5)……ناقل مفتی

اس شخص کا شمار عُلما میں ہوتا ہے جس کے پاس احادیث اور آثار کا علم ہوتا ہے اور وہ صرف انہی روایات کو نقل کرتا ہے۔ جب آپ اس سے کوئی مسئلہ دریافت کریں تو وہ محض اتنا ہی کہتا ہے کہ ''سرِ تسلیم خم کردینے کا عقیدہ اپنا لو اور جیسا حدیثِ پاک میں حکم آیا ہے ویسا ہی دل میں اعتقاد رکھو اور مزید چھان بین مت کرو۔''

یہ ایسا مفتی ہے جو سلامتی کے زیادہ قریب ہے، اس کا طریقہ سب سے بہتر ہے اور اس کے اخلاق عام سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے زیادہ مشابہ ہیں، اس کے پاس شہادتِ یقین ہے نہ اس شے کی حقیقی معرفت جس کو اس نے دیکھا اور نہ ہی وہ اپنی نقل کردہ روایت کے مَعانی ومَفاہیم کے اوصاف بیان کرنے والے کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا علم صرف روایت پر مبنی ہے اور وہ اس خبر و اَثر کو کسی دوسرے سے نقل کر رہا ہے، یعنی یہ ایک ایسی خبر ہے جسے وہ دوسروں کو بتا رہا ہے لیکن خود اس کے نقل کرنے میں سوجھ بوجھ نہیں رکھتا، پس وہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایک واضح دلیل پر قائم ہے، لیکن اس خبر کا شاہد کوئی نہیں۔

علم سمجھنے اور یاد کرنے میں فرق ہے

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ ''**حَدَّثَنِی فُلَانٌ وَ کَانَ مِنْ اَوْعِیَةِ الْعِلْمِ**'' یعنی فلاں نے مجھے بیان کیا اور وہ بہترین علم یاد رکھنے والوں میں سے تھے۔ مگر یہ نہ فرماتے کہ ''**وَ کَانَ عَالِمًا**'' یعنی وہ عالم تھے۔

ستر شیوخ سے ملاقات کی مگر علم حاصل نہ کیا

حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے تابعینِ عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں سے 70 شُیوخ کی زیارت کی، ان میں سے کچھ عبادت گزار تھے تو کچھ مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات، بعض ایسے تھے جن کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی لیکن اس کے باوجود میں نے ان سے کبھی بھی کسی قسم کا علم حاصل نہ کیا۔ پوچھا گیا: ''اس کی کیا

وجہ ہے؟'' تو ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ وہ اس مقام ومرتبہ کے اہل نہ تھے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیونکہ وہ جو روایت بیان کرتے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوتے تھے اور جو بات ان سے پوچھی جاتی اس میں اپنی سوجھ بوجھ سے کچھ نہ بتا سکتے تھے۔''

حضرت سیِّدُنا ابن شہاب زہری کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ شہاب زُہری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ وہ نوعمر تھے، اس کے باوجود ان کے پاس لوگوں کی اس قدر بھیڑ ہوتی کہ ہم ان تک نہ پہنچ پاتے کیونکہ وہ جو بات کہتے اس کی حقیقت بھی جانتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق کے اس قول کا مفہوم حُضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَروی اس حدیثِ پاک پر دلالت کرتا ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے مسائل جاننے والے انہیں سمجھنے والے نہیں ہوتے اور بسا اوقات ایسے لوگ اس شخص تک ایک بات پہنچا دیتے ہیں جو ان سے بڑھ کر اس مسئلہ کو سمجھنے والا ہوتا ہے۔''[1]

آدابِ فتویٰ

بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ وہ اس شخص کے علم کو علم ہی شمار نہ کرتے جو اختلافِ عُلما سے آگاہ نہ ہوتا اور بعض فرماتے کہ جو اختلافِ علما سے آگاہ نہ ہو اس کے لئے فتویٰ دینا ہی جائز نہیں اور نہ ہی اسے عالم کہا جا سکتا ہے اور حضرت سیِّدُنا قتادہ اور حضرت سیِّدُنا سعید بن جُبَیر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا فرماتے کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو جانتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امامِ احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے پوچھا گیا: جب کوئی شخص ایک لاکھ احادیثِ مبارکہ لکھ لے تو کیا اس کے لئے فتویٰ دینا جائز ہے؟ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ پوچھا گیا: اگر 2 لاکھ احادیث لکھ لے تو؟ ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا 3 لاکھ احادیث لکھ لے تو؟ فرمایا: ''اب امید کی جا سکتی ہے۔''

---

[1] ...... سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب من بلغ العلماء، الحدیث: ۲۳۰، ص ۲۴۹۱

باطنی بیماری کا علاج طبیب حاذق ہی کرسکتا ہے

تورات میں لکھا ہوا ہے کہ ''کسی باطنی بیماری کا علاج طبیبِ حاذِق ہی کر سکتا ہے۔''

حضرت سیِّدُ نا سَلْمان فارِسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے درمیان حُضور نبیٔ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُواخات قائم کی تھی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا سَلْمان فارِسی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے مدائن سے حضرت سیِّدُ نا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں تحریر تھا: ''اے میرے بھائی! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم (دلوں کے) طبیب بنے بیٹھے ہو اور (گناہوں کے) مرض میں مبتلا اَفراد کا علاج کر رہے ہو، اگر واقعی تم طبیب ہو تو بیان کیا کرو کہ یقیناً تمہارا کلام بھی شِفا ہوگا اور اگر جان بوجھ کر طبیب بننے کی کوشش کر رہے ہو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور مسلمانوں کو قتل نہ کرو۔'' راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سیِّدُ نا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ باز آ گئے اور جب بھی ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو اس میں تَوَقُّف فرماتے، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کچھ پوچھا تو آپ نے جواب دے دیا، اس کے بعد فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس واپس بلاؤ۔ پھر اسے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے دوبارہ وہی سوال پوچھو۔ اس نے پوچھا تو فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں جان بوجھ کر طبیب بنا بیٹھا ہوں۔'' اور پھر اپنے پہلے دیئے ہوئے جواب سے رُجوع کر لیا۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو جان بوجھ کر طبیب بنا حالانکہ اس کے پاس علمِ طب نہ ہو اور کسی کو قتل کر دیا تو وہ ضامن ہوگا۔''[1]

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: ''جابر بن زید سے مسائل پوچھا کرو کہ اگر تمام بصرہ کے لوگ ان کے پاس فتویٰ لینے کے لئے آ جائیں تب بھی وہ انہیں کافی ہوں گے۔'' حضرت سیِّدُ نا جابر بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تابعی بُزُرگ تھے۔

حضرت سیِّدُ نا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ سعید بن

---

[1] ...... سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب ولا یعلم منہ طب فاعنت، الحدیث: ۴۵۸۶، ص ۱۵۲۰

مُسَیَّب سے پوچھو۔[1] حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حسن (بصری) سے مسائل پوچھا کرو کہ انہوں نے مسائل یاد رکھے ہیں اور ہم بھول چکے ہیں۔[2]

صحابی محدث اور تابعی عالم وفقیہ

بعض بَصْری عُلما فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک صحابی تشریف لائے، تو ہم حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا ہم اس صحابی کے پاس جا کر شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ نہ پوچھیں؟ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے؟ تو بولے: آؤ چلیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم سب صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ پوچھنے لگے اور وہ بتانے لگے یہاں تک کہ انہوں نے 20 احادیث بیان کیں۔ مگر حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کی: ''اے شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی! جو روایات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیان کی ہیں، ذرا ہمیں ان کی تفسیر سے بھی آگاہ فرما دیجئے تاکہ ہم انہیں سمجھ سکیں۔'' لیکن وہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہوگئے اور فرمایا: ''میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں جو میں نے سنا تھا۔'' راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان تمام روایات کی بِالتَّرتیب تفسیر بیان کرنے لگے جو انہوں نے بیان کی تھیں اور کہنے لگے کہ جو پہلی حدیثِ پاک آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیان کی اور ہمیں اس طرح بیان کیا اس کی وضاحت ایسے ایسے ہے۔ دوسری حدیث کی وضاحت یہ ہے، یہاں تک کہ انہوں نے تمام بیان کردہ احادیثِ مبارکہ کی وضاحت کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بہترین حافظے اور ان کے احادیثِ مبارکہ بیان کرنے کے انداز پر زیادہ حیران ہوئے تھے یا ان کے علم اور ان کی بیان کردہ وضاحت پر۔ بہرحال سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

---

[1] ......الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، باب القول فیما یعرف بہ......الخ، الحدیث: ۴۵۰، ج ۱، ص ۴۳۰

[2] ......طبقات الفقہاء لابی اسحاق الشیرازی، ذکر الفقہاء التابعین البصرۃ، ص ۸۷

اپنی ہتھیلی میں کنکر اٹھائے اور ہمیں مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے علم کے متعلق سوال پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے درمیان ایسا عالم موجود ہے۔''

صحابۂ کرام کا سوالات کے جواب دینے کا انداز

صحابۂ کرام عَلَیۡھِمُ الرِّضۡوَان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ امورِ فتاویٰ اور عِلْمِ لسان کے متعلق پوچھے گئے سوال کا جواب خود نہ دیتے، بلکہ اس شخص کی جانب بھیج دیتے جو ان سے مقام ومرتبہ میں بہتر ہوتا۔ یعنی جو عِلْمِ توحید ومَعْرِفت اور عِلْمِ ایمان میں ان سے فوقیت رکھتا اس کی جانب بھیجتے اور جن امور میں شُبہات واقع ہوتے ان میں ایسے افراد کی جانب رجوع نہ کرتے اور نہ ہی ان کی جانب عِلْمِ معرفت ویقین کا کوئی مسئلہ بھیجتے۔

علم ایک نور ہے

مَنْقُول ہے کہ علم ایک نور ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے دلوں میں ڈالتا ہے۔[1]

علم کی کرشمہ سازیاں

علم ......بعض اوقات دیکھنے والوں کے لئے بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا باعث بنتا ہے......بعض اوقات نوجوانوں کے لئے بوڑھوں کے مقابلے میں خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے......بسا اوقات بعد میں آنے والوں کو پہلوں سے ممتاز کر دیتا ہے اور......کبھی کبھار عِجز وانکسار کے پیکر گمنام افراد کے لئے عزّت افزائی کا باعث بنتا ہے تاکہ ان کی عظمت جانی جائے اور لوگ ان کی شان جان کر ان کی تعظیم کیا کریں۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً (پ۲۰، القصص:۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں۔

علم اور حکمت

جب سینے میں نور ڈالا جاتا ہے تو علم کے ذریعے قلب اور یقین کے ذریعے نظر سے حجاب دور ہو جاتا ہے اور زبان

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، مقدمۃ المصنف، الباب السابع عشر، ج ۱، ص ۱۰۰ مفہوماً

حقیقت بیان کرنے لگتی ہے۔ یہی وہ حکمت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے قُلوب میں وَدِیعت کی ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

(پ ۲۳، ص: ۲۰)

مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ دُرُست بات کرنا گویا کہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی کو حقیقت کی توفیق مرحمت فرمادی ہو۔ ایک مقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکمت کے متعلق ارشاد فرمایا:

یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

ایک قول کے مطابق یہاں حکمت سے مُراد فہم و فطانت ہے۔

شَرحِ صَدر سے مراد

جب حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہدایت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ آیتِ مبارکہ: ﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (پ ۸، الانعام: ۱۲۵)﴾ [1] تلاوت فرمائی تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! شَرحِ صَدر کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جب دل میں نور ڈالا جاتا ہے تو سینہ کُشادہ و فَراخ ہوجاتا ہے۔'' عرض کی گئی: ''کیا اس کی کوئی علامت ونشانی بھی ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ہاں! دارِ غُرور یعنی دنیا سے پہلوتہی کرنا اور دارِ خُلود یعنی آخرت کی جانب رُجوع کرنا اور موت کے نُزول سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔'' [2]

پس سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ دنیا میں زہد اپنانا، پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا اور حسنِ توفیق کا پایا جانا شَرحِ صَدر کا سبب ہے اور علم میں حق بات تک رسائی پانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بخشش و

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

[2] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، الحدیث: ۱۴\۱۳، ج ۸، ص ۱۲۶ بتغیر

عطا ہے اور یہ اس کا فضل وکرم ہے اور وہ جس کے لئے چاہتا ہے اپنے کرم کو خاص کر دیتا ہے۔

عالم کی موجودگی میں غیر عالم سے سوال پوچھنا

کوفہ کے امیر حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا کہ اس بندے کا ٹھکانا کہاں ہوگا جو راہِ خدا میں لڑتے ہوئے مارا گیا کہ اس کا منہ دشمن کی جانب تھا نہ کہ پُشت؟ تو آپ نے فرمایا وہ جنّتی ہے۔تو حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سائل سے ارشاد فرمایا: ''امیر سے دوبارہ یہی سوال پوچھو ہوسکتا ہے کہ وہ اسے سمجھ نہ پائے ہوں۔'' سائل نے دوبارہ عرض کی: ''اے امیر! آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جو راہِ خدا میں لڑتا ہوا اس حال میں مارا جائے اور دشمن کو پُشت نہ دکھائے تو اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟'' حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر ارشاد فرمایا کہ وہ جنّتی ہے۔تو حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر اس سائل سے فرمایا کہ امیر کے پاس واپس جا کر پوچھو، ہوسکتا ہے انہوں نے تمہارا سوال نہ سمجھا ہو۔ جب اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے اس بار بھی یہی جواب دیکر کہ ''وہ شخص جنتی ہے'' فرمایا کہ مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم۔ آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں ایسا نہ کہوں گا۔'' تو انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: ''میں اس کے متعلق یہ کہوں گا کہ اگر وہ شخص راہِ خدا میں مارا گیا اور اس نے حق پالیا تو جنتی ہے۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''آپ نے سچ فرمایا، اے لوگو! آیندہ مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھنا، جب تک کہ یہ عالم تم میں موجود ہیں۔'' [1]

مقامِ اہلِ یقین ومقربین

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق مَروی رِوایات کو تسلیم کرنے اور ان کی تفسیر نہ کرنے کے حوالے سے ہمارا قول وہی ہے جو اصحابِ حدیث کا ہے۔ البتہ! ہم کہتے ہیں کہ اسما اور صفات کے مَعانی کی مَعْرِفت اور ان کے مشاہدے سے ان کے متعلق پائے جانے والے

---

[1] ......البدع لابن وضاح، باب احداث البدع، الحدیث: ۸۱، ص۸۷عبد اللہ بن مسعود بدلہ حذیفۃ بن الیمان

ظَن اور وَسْوَسے کی نفی ضرور کی جاسکتی ہے اور تشبیہ وتمثیل کا ترک کرنا اور مشاہدے کے باعث معرفتِ یقین پر اطمینان کا حاصل ہونا اہلِ یقین کا مقام ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی جن صفات کے ذریعے تجلّی فرماتا ہے اور اس کے علاوہ جو اس کی دیگر صفات ہیں ان کی کوئی حد ہے نہ تعداد۔ بلکہ وہ ایک صِفت کے ذریعے دوسری صِفت ظاہر فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے، اس کی تجلّی کسی صِفت پر موقوف ہے نہ اس پر کسی ایسی صورت کا حکم لگایا جاسکتا ہے جس میں کسی غیر کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس کی تجلّی کا ظُہور جیسے وہ چاہتا ہے اور جس وَصْف کے ذریعے چاہتا ہے ہوتا ہے، نہ تو اس کی کیفیت بیان ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے، اس لئے کہ وہ جنس اور جوہر ہونے سے پاک ہے۔ یہ عقیدہ اپنانا مُقَرَّبین کا مقام ہے۔

یہی صِدِّیقین اور خواص اہلِ یقین بھی ہیں، پس جو شخص ان مقربین واہلِ یقین کی زیارت سے اپنا رُخ موڑے اور ان کے مشاہدے کی طرف توجہ نہ دے تو وہ تسلیم وتصدیق کی راہ سے ہٹ جائے گا اور وہیں کھڑا رہے گا جو مقامِ عقل واستراحت ہے کیونکہ ان مُقَرَّبین کے مقام کے بعد نہ تو کوئی قابلِ تعریف مقام ہے اور نہ ہی کوئی قابلِ ذکر وصف۔ لٰہذا جو اپنی عقل سے کوئی ایسا مقام تلاش کرے اور اپنی رائے سے اس کی وضاحت وتفسیر بیان کرے تو یقیناً تشبیہ وتمثیل کا سہارا لے گا یا نفی وابطال کی جانب نکل جائے گا۔

علمِ معرفت کی باقی تمام عُلوم پر فضیلت ان کثیر روایات میں مَنْقول ہے جو سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے مَجالسِ ذکر اور ذکر کرنے والوں کی فضیلت میں مروی ہیں۔ ان تمام روایات میں ان کی اس علم سے مراد علمِ ایمان ومعرفت، علومِ معاملات اور بصیرتِ قلبی میں تَفَقُّہ اور اَسرارِ غیب میں بَصارتِ یقین کے ذریعے غور وفکر کرنے والے عُلوم ہیں۔

قصہ گوئی ایک بدعت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے کبھی بھی علمِ توحید سے قصّہ گوئی اور قصّہ گو افراد مراد نہیں لئے۔ کیونکہ وہ قصّہ گوئی کو بدعت خیال کرتے اور فرمایا کرتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں قصّہ گوئی تھی نہ اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں اور نہ ہی اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عُمر

فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں۔ بلکہ جب فتنوں کا ظُہور ہوا تو قصّہ گو افراد بھی جنم لینے لگے اور اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جب بَصرہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد سے قصہ گو افراد کو باہر نکالنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ ارشاد فرماتے جاتے کہ ہماری مسجد میں کوئی بھی قصّے نہیں سنائے گا یہاں تک کہ جب سب سے آخر میں حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے پاس پہنچے جو اس وقت علمِ مَعْرِفت کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے تو ان کی باتیں بڑی توجہ سے سماعت فرمائیں اور پھر واپس چل دیئے لیکن انہیں وہاں سے باہر نہ نکالا۔[1]

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسجد میں اپنی مخصوص جگہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں ایک قصہ گو بیٹھا قصّے سنا رہا ہے، آپ نے ایک سپاہی کو اس کی طرف مُتَوَجّہ کیا کہ وہ اسے مسجد سے باہر نکال دے۔ چنانچہ اس نے اسے باہر نکال دیا۔ لہٰذا اگر قصّہ گوئی کا تعلق ذکر کی مَجالِس سے ہوتا اور قصہ گو عُلَما شمار ہوتے تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کبھی بھی اسے مسجد سے باہر نہ نکالتے۔ حالانکہ آپ مقامِ وَرَع وزُہد پر فائز تھے۔[2]

بلند آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے

حضرت سیِّدُنا ابی تیّاح عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے عرض کی: ہمارا امام قصّے سناتا ہے اور جب بہت سے مرد اور عورتیں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو سب مل کر بلند آواز سے دعائیں کرتے ہیں[3] اور اپنے ہاتھ خوب پھیلا دیتے ہیں۔[4] تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''دعا کے

---

[1] ……المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعة، ج ۱، ص ۳۳۳

[2] ……المرجع السابق

[3] ……دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃُ المدینہ** کی مطبوعہ 318 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''**فضائل دعا**'' صَفْحہ 76 پر ہے کہ ''دعا نرم وپست آواز سے ہو کہ **اللہ** تعالیٰ سمیع وقریب ہے جس طرح چلّانے سے سنتا ہے اسی طرح آہستہ۔ **قَالَ الرِّضَا**: بلکہ وہ اسے بھی سنتا ہے جو ہنوز (ابھی) زبان تک اصلاً نہ آیا یعنی دلوں کا اِرادہ، نیت، خطرہ کہ جیسے اس کا علم تمام مَوجُودات ومَعْدُومات کو مُحِیط (گھیرے ہوئے) ہے یونہی اس کے سمع وبصر جمیع موجودات کو عام وشامل ہیں اپنی ذات وصفات اور دلوں کے اِرادات وخطرات اور تمام اَعیان واَعراضِ کائنات ہر شے کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی نہ اس کا دیکھنا رنگ وضو (رنگ وروشنی) سے خاص نہ اس کا سننا آواز کے ساتھ مخصوص (کسی آواز کا محتاج)۔

[4] ……دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃُ المدینہ** کی مطبوعہ 318 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''**فضائل دعا**'' صَفْحہ 75 پر ہے کہ ''**اَدب ۲۴**: بہ کمالِ اَدب ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر سینے یا شانوں یا چہرے کے مقابل لائے یا پورے اٹھائے یہاں تک کہ……

وقت آواز کا بلند کرنا بدعت ہے اور اس طرح دعا کی خاطر ہاتھوں کو خوب پھیلانا بھی ایک بدعت ہے۔‘‘ ①

حضرت سیِّدُنا ابواَشْہَب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت کرتے ہیں کہ قصہ گوئی ایک بدعت ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام ابنِ سِیْرِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن سے عرض کی گئی: ’’کاش! آپ بھی اپنے دوستوں کو قصے سناتے۔‘‘ تو آپ نے فرمایا: ’’منقول ہے کہ صرف تین افراد میں سے ہی کوئی ایک لوگوں کے سامنے کلام کرسکتا ہے: (۱)......امیر (۲)...... مامور (۳)...... یا اَحْمَق۔ لہٰذا (میرے کلام نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں امیر ہوں نہ مامور اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تیسرا فرد (یعنی احمق) بنوں۔‘‘ ②

فارغ بیٹھنا قصہ گوئی سے بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا مُعاوِیہ بن قُرّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عرض کی: کیا میں ایک مریض کی عیادت کروں یہ آپ کو پسند ہے یا کسی قصّہ گو کی محفل میں بیٹھنا آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ’’مریض کی عِیادت کرو۔‘‘ میں نے پھر عرض کی: ’’میں کسی جنازے میں شریک ہوں یہ بات آپ کو زیادہ پسند ہے یا قصّہ گو کی مجلس میں شریک ہونا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنازے میں شریک ہونا زیادہ بہتر ہے۔ میں نے پھر عرض کی: اگر کوئی بندہ مجھ سے کسی ضرورت کے وقت مدد مانگے تو کیا میں اس کی مُعاوَنت کروں یا کسی قصّہ گو کی محفل میں بیٹھا رہوں؟ فرمانے لگے کہ اس بندے کی حاجت پوری

......بغل کی سپیدی ظاہر ہو، یہ اِبْتِہَال ہے (یعنی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا ہے)۔ **آدب ۲۵:** ہتھیلیاں پھیلی رکھے۔ **قَالَ الرِّضَا:** یعنی اُن میں خم نہ ہو کہ آسمان قبلۂ دعا ہے، ساری کفِ دست مواجہۂ آسمان رہے۔ (یعنی انگلیوں سمیت پوری ہتھیلی آسمان کی طرف رہے) **آدب ۲۶:** ہاتھ کھلے رکھے، کپڑے وغیرہ سے پوشیدہ نہ ہوں۔ **قَالَ الرِّضَا:** ہاتھ اٹھانا اور کریم کے حضور پھیلانا، اِظہارِ عجز وفقر کیلئے مشروع ہوا (عاجزی اور فقیری ظاہر کرنے کیلئے جائز ہوا)، تو ان کا چھپانا اس کے **مُخِل** (خلل کا باعث) ہوگا۔ جس طرح عمامے کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہوا کہ اصل مقصودِ سجود یعنی **اِظہارِ تَذَلُّل** (عجز وانکساری) میں خلل انداز ہے۔ نماز میں منہ چھپانا مکروہ ہوا کہ صورتِ توجہ کے خلاف ہے اگرچہ رب سے کچھ نہاں (پوشیدہ) نہیں۔ **هٰذَا مَاظَهَرَلِي، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَم**

① ......القصاص والمذکرین، الحدیث: ۱۶۲، ص ۳۰۱

② ......المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعۃ، ج ۱، ص ۳۳۳

کرنے میں لگے رہو یہاں تک کہ انہوں نے فارغ بیٹھنے کو بھی قصّہ گو کی مجلس میں بیٹھنے سے بہتر قرار دیا۔[1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اگر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نزدیک مجالسِ ذکر سے مراد قصہ گو افراد کی مَجالس ہوتیں اور اسی طرح اگر قصّے سننا و بیان کرنا ہی ذکر شمار ہوتا تو حضرت سیِّدُ نا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کبھی بھی اس شخص کو اس کام سے منع نہ فرماتے اور نہ ہی اس کام پر دیگر کئی اعمال کو ترجیح دیتے۔ اس لئے کہ وہ خود دعوتِ توحید کے علم بردار تھے اور علمِ معرفت و یقین کی باتیں کرتے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے تذکرے کرتے تھے۔

مجالس ذکر کی فضیلت

ذکر کی مجلس میں جانا ایمان کی زیادتی کا سبب ہے اور تحقیق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ذاکرین کے مقام کو عام مومنین کے مقام سے فَوقیّت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصّٰٓىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝۳۵ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبردار یں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور **اللہ** کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے **اللہ** نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

پس آیتِ مبارکہ کے آخر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ذاکرین وذاکرات کے بلند دَرَجات کا ذکر فرمایا ہے۔

---

[1] ......التفسیر من سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ الاعراف، تحت الایۃ ۲۰۴، الحدیث: ۹۲۶، ج ۳، ص ۲۴۲

مجلس ذکر میں حاضر ہونے کی فضیلت

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجلسِ ذکر میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت پڑھنے اور علم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار مریضوں کی عِیادت اور ایک ہزار جنازوں میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔“ عرض کی گئی: ”**یارسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا قرآنِ کریم کی تلاوت سے بھی افضل ہے؟“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا قرآنِ کریم کی تلاوت علم کے بغیر نفع مند ہوسکتی ہے؟“[1]

مجلسِ ذکر باطل کی دس مجلسوں کا کفارہ ہے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا باطل کی دس مجلسوں کا کفّارہ ہے۔[2]

حضرت سیّدُنا عطا عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح فرمایا کرتے کہ مجلسِ ذکر لَہْو ولَعِب کی 70 مجالس کا کفّارہ ہے۔[3]

حضرت سیّدُنا مُعاذ اَعلم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مُعْتَزِلہ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”اِدھر آؤ۔“ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ اگر تمہارا ایسی مَحافِل میں شریک ہونا ضروری ہے تو پھر قصّہ گو افراد کے حلقہ میں بیٹھ جایا کرو۔[4]

حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے فضائل

حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا شمار اہلِ ذکر میں ہوتا ہے اور عام طور پر ان کی مجالس ذکر پر مشتمل ہوتیں جن کا اہتمام وہ اپنے گھر میں عابدین اور اپنے صوفی بھائیوں اور پیروکاروں کے ہمراہ کرتے، ان میں حضرت سیّدُنا مالک بن دینار، حضرت سیّدُنا ثابت بنانی، حضرت سیّدُنا ایوب سجستانی، حضرت سیّدُنا محمد بن واسع، حضرت سیّدُنا

---

[1] ...... اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الاول في فضل العلم...... الخ، ج ۱، ص ۱۵۰

[2] ...... حلية الاولياء، الرقم ۲۴۴ عطاء بن ابى رباح، الحديث: ۴۲۷۲، ج ۳، ص ۳۵۹

[3] ...... المرجع السابق۔ اللهو بدله الباطل

[4] ...... مسند ابن الجعد، شعبة عب يونس بن عبيد، الحديث: ۱۳۲۹، ص ۲۰۳

فرقد سنجی اور حضرت سیِّدُ نا عبدُ الْوَاحد بن زید رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی شریک ہوتے۔

آپ فرمایا کرتے تھے: ''آؤ! نور پھیلائیں۔'' پھر وہ ان کے سامنے علمِ یقین اور قلبی خواطر، فَسادِ اعمال اور نفسانی وَسْوَسوں میں قدرت کے متعلق گفتگو فرماتے، بسا اوقات کوئی صاحبِ حدیث سر جھکائے ہوئے دوسرے لوگوں کے پیچھے ان کی باتیں سننے کی خاطر چھپ کر بیٹھ جاتا اور جب حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی اسے دیکھتے تو فرماتے: ''اے چھوٹے بچے! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ ہم تو یہاں اپنے بھائیوں کے ہمراہ خَلْوَت میں بیٹھ کر ذکر کر رہے ہیں۔''

علمِ معرفت کے امام

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی علمِ معرفت میں ہمارے امام ہیں، ہم انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور انہی کے راستے پر رواں دواں ہیں اور ان کے چراغ ہی سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ ہم نے انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے اپنا امام بنایا ہے، اس طرح کہ دورِ حاضر سے لے کر ان کے زمانے تک اس فن کی اِمامت اُن پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ ان کا شمار بلند پایہ تابعین عِظام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے 40 سال تک اپنے سینے میں حکمت کے موتی اِکٹھے کئے اور پھر زبان سے ان کا اظہار کیا۔

صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی زیارت

حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نے 70 بدری صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے علاوہ کل 300 صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی زیارت کی۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی پیدائش 20ھ میں امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه کی خلافت کے ختم ہونے سے دو دن پہلے ہوئی۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی والدہ ماجدہ اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں، **مَنْقول** ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه شدید رو رہے تھے تو اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا نے شفقت فرماتے ہوئے آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے ان کی چھاتی سے دودھ پیا۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی

باتیں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی باتوں کے مشابہ تھیں۔ [1]

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے امیرُ المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفّان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی زیارت کی اور ان کی خلافت کے زمانے میں عشرۂ مبشّرہ میں سے جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حیات تھے ان کی زیارت سے بھی مشرّف ہوئے، اس کے علاوہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے زمانے سے لے کر یعنی سنِ ہجری کی دوسری دہائی سے لے کر نویں دہائی تک دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی زیارت سے مستفیض ہوتے رہے۔

سب سے آخر میں جہانِ فانی سے کوچ کرنے والے صحابہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جن صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے سب سے آخر میں دارِ بقا کی جانب کوچ فرمایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ......حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال بصرہ میں ہوا۔
- ......حضرت سیِّدُنا سَہل بن سعد ساعِدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مدینہ منورہ میں۔
- ......اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن ابی اَوفٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا کوفہ میں وصال ہوا۔ [2]
- ......حضرت سیِّدُنا ابو طُفَیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مکّہ مکرّمہ میں۔ [3]
- ......حضرت سیِّدُنا ابوقِرصافۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شام میں۔ [4]
- ......حضرت سیِّدُنا اَبْیَض بن حَمّال مازِنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یَمَن میں۔ [5]

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۲۹ الحسن البصری، الحدیث: ۱۸۰۹، ج ۲، ص ۱۶۹ بتغیر
الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۳۰۵۵ الحسن بن ابی الحسن، ج ۷، ص ۱۱۴

[2] ......تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، الثانی من التاریخ، اخبار عبد اللہ بن بسر، ص ۱۶

[3] ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر ابی الطفیل عامر بن واثلۃ الکنانی، الحدیث: ۶۶۵۱، ج ۴، ص ۸۱۳

[4] ......کتاب الثقات لابن حبان، کتاب الصحابۃ، باب الواو، الرقم ۱۳۹۷ واثلۃ بن الاسقع، ج ۱، ص ۴۲۶ (ابوقرصافۃ)

[5] ......الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۱۷۱۶ ابیض بن حمال المازنی، ج ۶، ص ۵۷ باختصار

۞......اور حضرت سیِّدُ نا بُرَیدہ اَسْلَمی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کا خراسان میں سب سے آخر میں وِصال ہوا۔ ①

جب دسویں دَہائی یعنی ایک صدی پوری ہوئی تو سطحِ زمین پر کوئی ایسی آنکھ باقی نہ رہی جس نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی ہو اور حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی نے موت کا ابدی جام 110ھ میں نوش کیا۔

صحابہ سے مشابہت

حضرت سیِّدُ نا ابوقتادہ عَدَوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ اس شیخ (یعنی حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی) کا دامن تھام لو کیونکہ ہم نے ان سے بڑھ کر کسی کو بھی نہیں دیکھا جو رسولِ بے مثال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا صحابی ہونے کا شَرَف حاصل نہ ہونے کے باوجود سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مُشابَہت رکھتا ہو۔ ②

حضرت سیِّدُ نا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے مشابہت

حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی کے ہم عصر بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ ہم انہیں حِلْم و بردباری، خُشوع وخُضوع اور وقار وسُکون میں حضرت سیِّدُ نا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی طریقت سے مُشابَہت دیا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے شمائل واَخلاق کے حامل تھے۔

بصرہ کا سب سے نیک انسان

مَنْقُول ہے کہ بَصْرہ میں ایک عورت نے نذر مانی کہ اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا یہ کام کر دیا تو وہ خود سوت کات کر اپنے ہاتھ سے کپڑا بُنے گی اور پھر اہلِ بَصْرہ میں سے سب سے نیک شخص کو پہنائے گی۔ جب اس کا کام ہو گیا اور اس نے اپنی نذر پوری کرنے کا ارادہ کیا تو پوچھنے لگی: ''اہلِ بصرہ میں سب سے نیک کون شخص ہے؟'' تو ہر ایک نے اسے یہی بتایا کہ حضرت سیِّدُ نا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی سب سے نیک ہیں۔

---

① ......الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ٥٣٤ بریدۃ بن الحصیب، ج ٤، ص ١٨٣ باختصار

② ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ماقالوا فی البکاء من خشیۃ اللہ، الحدیث: ٨٢، ج ٨، ص ٣٠٧ بتغیر

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے علم معرفت میں استاذ

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی ہی وہ سب سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے علمِ معرفت کی راہیں کھولیں، لغتیں بیان کیں، مَعانی ومَفاہیم واضح کئے، اس کے انوار ظاہر کئے اور اس کے مَخْفی امور سے پردہ ہٹایا۔ آپ اس علم میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے جو لوگوں نے اس سے پہلے کسی سے نہ سنی تھی۔ ان سے عرض کی گئی: ''اے ابوسعید! آپ علمِ معرفت میں ایسی گفتگو کرتے ہیں جو ہم نے آپ کے علاوہ کسی سے نہیں سنی، (کیا ہمیں بتائیں گے کہ) آپ نے کلام کس سے سیکھا ہے؟'' تو آپ نے بتایا کہ میں نے یہ باتیں حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے سیکھی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علم کہاں سے سیکھا؟

مَنْقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے لوگوں نے عرض کی: ''ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ اس علم میں ایسی گفتگو فرماتے ہیں جو کسی دوسرے صَحابی سے ہم نے نہیں سنی، آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاص طور پر یہ علم مجھے عنایت فرمایا۔'' آپ نے مزید ارشاد فرمایا: لوگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خیر وبھلائی کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں شر وبرائی کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خدشہ کی بنا پر کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں، حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ خیر وبھلائی مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکتی (یعنی میں اسے یقیناً حاصل کرلوں گا)۔''[1] اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ جو بندہ شر اور بُرائی کو نہیں پہچانتا وہ خیر وبھلائی کو بھی نہیں پہچان سکتا۔'' اور ایک روایت میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں: ''لوگ کہا کرتے تھے: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو ایسا ایسا عمل کرے اس کے لئے کیا اجر وثواب ہے؟ یعنی وہ عام طور پر اعمال کے فضائل پوچھا کرتے تھے۔ جبکہ میں عرض کیا کرتا تھا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فُلاں فُلاں عمل کو کیا چیز فاسد وخراب کرتی ہے؟ جب محبوبِ ربِّ داوَر، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے دیکھا کہ میں آفاتِ اعمال کے متعلق سوال کیا کرتا ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خُصوصی طور پر یہ علم مجھے عطا فرمایا۔

---

[1] ...... صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ، الحدیث: ۷۰۸۴، ص ۵۹۱

حضرت سیّدُ نا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِنفرادیت

حضرت سیّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں خاص طور پر سیّدِ عالَم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منافقین کے متعلق معلومات فراہم کیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ واحد صحابی ہیں جنہیں علمِ نفاق اور علمی اسرار کی معرفت کے علاوہ دقیق فہمی اور مقاماتِ یقین کی مخفی باتوں کی معرفت حاصل تھی۔

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروق اور اَمیرُ الْمومنین حضرت سیّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دیگر اکابر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہر عام وخاص فتنے کے متعلق انہی سے پوچھا کرتے تھے، بلکہ سب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس علم میں جس میں انہیں خُصوصیت حاصل تھی انہی کی جانب رجوع کیا کرتے اور ان سے منافقین کے متعلق پوچھا کرتے کہ کیا ان میں سے کوئی باقی ہے جن کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کیا اور پھر ان سے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آگاہ بھی فرمایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صرف ان کی تعداد بتا دیا کرتے لیکن ان کے نام نہ بتاتے۔

امیر الْمومنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان سے اپنے متعلق پوچھا کرتے تھے کہ کیا ان میں تو نفاق کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی؟ تو وہ انہیں نفاق سے بری قرار دیتے۔ پھر امیر المومنین نے ان سے علاماتِ نفاق اور مُنافق کی نشانی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے انہیں صرف اسی علامت سے آگاہ فرمایا جس کی انہیں اجازت دی گئی تھی اور جس کی اصلاح ممکن تھی اور جس کے متعلق لب کُشائی کی اجازت نہ ہوتی اس سے معذرت کر لیتے۔

منافق کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب کسی جنازے کے لئے بلایا جاتا تو آپ لوگوں کو دیکھتے اگر ان میں حضرت سیّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پاتے تو نمازِ جنازہ پڑھتے ورنہ نمازِ جنازہ ادا نہ کرتے۔[1]

رازدانِ بارگاہِ رسالت

حضرت سیّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **صَاحِبُ السِّر** (یعنی رازدانِ بارگاہِ رسالت) بھی کہا جاتا ہے۔ صحابۂ کرام

[1] ……اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۵۱۰

عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان سے جب اس علم کے متعلق کوئی سوال پوچھا جاتا تو ہر ایک یہی کہتا: ”تم **صَاحِبُ السِّر** یعنی حضرت سیِّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موجودگی میں مجھ سے یہ سوال پوچھتے ہو!“[1]

اللہ کے ذکر کی فضیلت

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مجلسِ ذکر کی فضیلت کے متعلق مَروی حدیثِ پاک بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ”مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ صبح سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک بیٹھنا راہِ خدا میں چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔“[2]

راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ حضرت سیِّدُ نا یزید رَقاشی اور حضرت سیِّدُ نا زیاد نُمیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ہماری وہ مجالسِ ذکر تمہاری آج کی مجالس کی طرح نہ تھیں کہ آج تم میں سے ایک شخص قصّے سناتا رہتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے سامنے خطاب میں مَشغول رہتا ہے اور بڑی روانی سے احادیث بیان کرتا ہے کیونکہ ہم ذکر کی مَجالس میں بیٹھتے تو ایمان کا تذکرہ کرتے، قرآنِ کریم میں تدَبُّر کرتے، دین میں سوجھ بوجھ حاصل کرتے اور ان اعمال کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا انعام شمار کرتے۔

حضرت سیِّدُ نا **عبدُ اللہ** بن رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دوسرے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مُخاطِب ہو کر فرمایا کرتے تھے: ”آؤ، کچھ دیر کے لئے ایمان کی باتیں کریں۔“[3] پس وہ سب ان کے پاس بیٹھ جاتے اور مل کر علمِ معرفتِ الٰہی اور علمِ توحید و آخرت کا ذکر کیا کرتے۔ بعض اوقات ایسی مجلس میں بیٹھے رہنے کے بعد رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے جاتے تو تمام لوگ حضرت سیِّدُ نا **عبدُ اللہ** بن رواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جمع ہو جاتے اور پھر وہ ان کے سامنے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے انعامات کا تذکرہ فرمایا کرتے اور حُضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیان کردہ احادیثِ مبارکہ دوسرے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سمجھایا کرتے اور

---

[1] ……صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، باب مناقب عمار وحذیفۃ، الحدیث: ۳۷۴۳، ص ۳۰۵

[2] ……سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث: ۳۶۶۷، ص ۱۴۹۵

[3] ……المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۶، الحدیث: ۵۷، ج۷، ص ۲۲۷

شعب الایمان للبیہقی، باب القول فی زیادۃ الایمان……الخ، الحدیث: ۵۰، ج ۱، ص ۷۵

بسا اوقات لوگ حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن رَواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گرد جمع ہوتے اور اچانک رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آتے تو سب خاموش ہو جاتے مگر سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف فرما ہو کر انہیں حکم دیتے کہ جو علم حاصل کر رہے تھے اس میں مشغول رہو۔ نیز ارشاد فرماتے کہ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت سیِّدُ نا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق بھی ایک روایت مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اس علم کی (یعنی عارفانہ) باتیں کیا کرتے تھے اور حضرت سیِّدُ نا جُنْدُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ ''ہم حضور نبیِّ کریم، رَءُوف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس قرآنِ کریم سیکھنے سے پہلے ایمان کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔''[1]

پس اس حدیثِ پاک میں بھی حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرح علمِ ایمان کو ایمان ہی کہا گیا ہے کیونکہ علمِ ایمان درحقیقت وَصْفِ ایمان ہے اور عربوں کے ہاں یہ عام ہے کہ وہ ایک شے کو اس کے وصف کا نام دے دیتے ہیں اور بعض اوقات اس کی اصل کے لحاظ سے اسے پکارتے ہیں۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان میں منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین سیکھو۔''[2] اور جس طرح کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ (پ۱۳، یوسف: ۸۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔

یہاں حُزْن بمعنی بُکا ہے اور اسے یہ نام اس کی اصل ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے، کیونکہ حزن ہی بکا کی اصل ہے۔

مجلس علم کو ترجیح دینا

مَروی ہے کہ ایک دن میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر سے باہر تشریف لائے تو دو مختلف قسم کی مجلسیں دیکھیں، ایک میں لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے خوب دعائیں مانگ رہے تھے، دوسری میں علمِ دین سیکھ سکھا

---

[1] ......سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی الایمان، الحدیث: ۶۱، ص ۲۴۸۰

[2] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۷، ج ۱، ص ۲۲

رہے تھے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دونوں کے درمیان ٹھہر گئے اور ارشاد فرمایا: ”وہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جو کچھ مانگ رہے ہیں، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو انہیں دے اور اگر چاہے تو نہ دے، جبکہ یہ لوگ ایک دوسرے کو علم سکھا رہے ہیں اور علمِ دین سمجھا رہے ہیں اور بے شک مجھے بھی ایک معلم یعنی استاذ بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان لوگوں کی جانب بڑھے جو لوگوں کو علمِ دین سمجھا رہے تھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول تھے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے۔ [1]

صحبتِ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے محرومی

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد گیا تو وہاں دو قسم کے حلقے پائے، ان میں سے ایک میں قصہ گوئی ہو رہی تھی اور لوگ دعاؤں میں مصروف تھے جبکہ دوسرے میں لوگ علم اور اعمال کی سوجھ بوجھ کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے، فرماتے ہیں میرے دل میں دعا میں مشغول لوگوں کے حلقہ کی جانب جانے کا میلان پیدا ہوا تو میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا، اچانک میری آنکھیں بوجھل ہونے لگیں اور میں سو گیا، تو ہاتِفِ غیبی یا پھر کسی شخص نے مجھ سے کہا: ”تو نے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر مجلسِ علم چھوڑ دی، اگر تو ان کے ساتھ بیٹھتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! (حضرت سیّدنا) جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی مجلس میں پا لیتا۔“

افضل ذکر

حقیقی ذکر یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہو۔ کیا آپ نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَروی یہ قول نہیں سنا کہ ”افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا ہے۔“ [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس کی تصدیق فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(۱)......فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (پ۲۶، محمد:۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

(۲)......فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ ترجمۂ کنز الایمان: تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے

---

[1]......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء......الخ، الحدیث: ۲۲۹، ص ۲۴۹۱

[2]......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، الحدیث: ۳۳۸۳، ص ۱۹۹۹

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (پ۱۲،ہود:۱۴) اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

علم مشاہدہ

ذکر سے حاصل ہونے والے علم کو علمِ مشاہدہ کہتے ہیں، جبکہ مشاہدہ خود عینُ الْیقین کی صفت ہے، لہٰذا جب آنکھ سے پردہ ہٹتا ہے تو وہ صفات کے مَعانی کا ان کے انوار کی روشنی میں مُشاہدہ کرتی ہے اور یہ اُس نورِ یقین کی زیادتی کے سبب ہے جو کمالِ ایمان اور حقیقتِ ایمان ہے۔ پس (جب آنکھ سے پردہ ہٹتا ہے تو) اس وقت وہ مشاہدۂ مذکور سے مُتَّصِف ہونے والے بندے کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف کے انوار یاد دلاتی ہے۔ کیا آپ نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

اَلَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ (پ۱۶،الکھف:۱۰۱) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا۔

حقیقی ذکر

پس جس بندے کی آنکھ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے باعث حجاب دور ہو جائے تو بندہ مذکور کا مُشاہدہ کرنے لگتا ہے اور اس مشاہدے کے وقت حقیقی ذکر میں مَشْغول ہو جاتا ہے، اس کے بعد مخلوق کو بھلا کر علم کی حقیقت تک رَسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ (پ۱۵،الکھف:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے۔

پس ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ ہر شے کو بھول جائے جیسا کہ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے معبودانِ باطلہ کا انکار کر دیا جائے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ ترجمۂ کنزالایمان: تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللّٰہ پر ایمان لائے۔ (پ۳،البقرۃ:۲۵۶)

غافل دل کا علاج

ایک محدّث فرماتے ہیں کہ ایک عارف میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں اپنے دل میں غفلت

پار ہا ہوں، لہٰذا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی ذکر کی مجلس میں لے چلیں۔ میں نے عرض کی کہ ہاں ضرور اور پھر ان کے سامنے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے ایک بندے کا نام لیا جو عام عُلوم کے متعلق گفتگو کرتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اس کے پاس گئے، کافی لوگ جمع تھے، وہ ذاکر قِصّے سنانے لگا اور جنّت و دوزخ کا تذکرہ کرنے لگا تو میرے ساتھی نے میری جانب دیکھ کر فرمایا: ''کیا یہ وہی بندہ نہیں ہے، جس کے متعلق آپ کا گمان تھا کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے اور ربّ اور اس کے اِنعامات یاد دلاتا ہے؟'' میں نے کہا کہ ہاں یہ وہی ہے اور ہم اسے ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے: ''میں تو سوائے مخلوق کے ذکر کے کچھ نہیں سن رہا، آخر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کہاں ہے؟'' پھر کچھ دیر مزید ٹھہرے رہے اور اس انتظار میں رہے کہ شاید وہ کوئی مَعْرِفت کی بات کرے، یا کسی صوفی بُزُرگ سے مروی کسی قسم کی گفتگو کرے۔ مگر سوائے قصّہ گوئی اور حکایات کے کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ میری جانب مُتوَجّہ ہوئے اور فرمایا: ''چلو چلیں، کیونکہ میرے لئے یہاں بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے کہ میرا مقصود یہ نہ تھا۔'' میں نے عرض کی: ''مجھے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگنے سے حیا آتی ہے، آپ کی مرضی ہے جو چاہیں کریں۔'' پس وہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے باہر چلے گئے۔

اگر قصہ گو نہ ہوتے تو میں مسجد سے باہر نہ نکلتا

حضرت سیِّدُنا سالِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ مسجد سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''مجھے مسجد سے باہر نکالنے والے صرف اور صرف قصّہ گو افراد ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو میں باہر نہ نکلتا۔'' [1]

قصہ گو افراد سے اجتناب ہی بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا ضَمْرہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی: ''کیا ہم قصّہ گو افراد کی جانب اپنے رُخ کر سکتے ہیں؟'' تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''بدعتی لوگوں

---

[1] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، فصل، ج ۱، ص ۲۳۷

سے منہ موڑ لیا کرو۔'' ①

آج کی تازہ خبر کیا ہے؟

حضرت سیِّدُ نا ابنِ عون رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُ نا امام ابنِ سیرین عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْمُبِیْن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''آج کیا خبر لائے ہو؟'' میں نے بتایا کہ امیر نے قصّہ گو افراد کو قصہ گوئی سے روک دیا ہے۔ ②

قصے سننے سے مسواک کرنا بہتر ہے

حضرت سیِّدُ نا خَلَف بن خَلِیفہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے راستے سے گزرتے ہوئے حضرت سیِّدُ نا اَبُوالْحَکَم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَکْرَم کو دیکھا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے مسواک کر رہے ہیں جبکہ مسجد کے اندر ایک قصہ گو شخص قصے سنا رہا تھا تو ایک شخص نے ان کی خدمت میں عرض کی: ''اے اَبُوالْحَکَم! لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''جو کام وہ کر رہے ہیں میں ان سے بہتر کام کر رہا ہوں کیونکہ میں ایک سنّت ادا کر رہا ہوں جبکہ وہ ایک بدعت میں مشغول ہیں۔'' ③

سیِّدُنا اَعمش اور قصہ گوئی

حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے جو کام کیا وہ اس سے بھی سخت تھا، آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه بَصْرہ گئے، وہاں آپ ایک اجنبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے جامع مسجد میں ایک قصہ گو شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا: ''حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے حضرت سیِّدُ نا ابواِسْحاق عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الرَّزَّاق سے روایت کیا اور حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ابووائل سے روایت کیا۔'' فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه حلقہ کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بازو بلند کر کے بغل کے بال اکھاڑنے لگے، جب قصہ گو شخص نے انہیں

---

① ......المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، فصل، ج ۱، ص۲۳۷ البدع لابنِ وضاح، باب مایکون بدعة، الحدیث: ۳۹، ص ۴۱

② ......المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، فصل، ج ۱، ص۲۳۷

③ ......المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعة، ج ۱، ص ۳۳۳

ایسا کرتے دیکھا تو کہنے لگا: ''اے بوڑھے انسان! کیا تجھے اتنی بھی حیا نہیں کہ ہم یہاں علم کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور تو ایسا کام کر رہا ہے؟'' تو حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: ''میں جو کام کر رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو تم کر رہے ہو۔'' وہ بولا: ''کیسے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''اس لئے کہ میں ایک سنّت ادا کر رہا ہوں اور تو جھوٹ بول رہا ہے۔ میں ہی اَعْمَش ہوں اور جو کچھ تم بول رہے تھے، اس میں سے کچھ بھی تم سے بیان نہیں کیا۔'' جب لوگوں نے حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بات سنی تو قصہ گو سے ہٹ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور عرض کی: ''اے ابومحمد! ہمیں احادیثِ مبارکہ سنائیے۔'' [1]

قصہ گو اکثر جھوٹ بولتا ہے

حضرت سیِّدُنا محمد بن ابی ہارون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا اِسْحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق نے انہیں بتایا کہ میں نے حضرت سیدنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے ہمراہ نمازِ عید ادا کی۔ دیکھا کہ ایک قصہ گو شخص قصّے سنا رہا ہے، بدعتی افراد پر لَعْن طَعْن کر رہا تھا اور سنّت کے ذکر میں مَشْغُول تھا، جب ہم نے نماز ادا کر لی اور واپَس اپنے راستے پر لوٹ رہے تھے تو حضرت سیِّدُنا **ابو عبد اللّٰہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قصہ گو شخص کا تذکرہ چھیڑ دیا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کی گفتگو عام لوگوں کے لئے کس قَدَر نفع بخش ہے اگرچہ جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے اکثر جھوٹ ہوتا ہے۔

سب سے بڑے دو جھوٹے

حضرت سیِّدُنا محمد بن جَعْفَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے انہیں بتایا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ ''لوگوں میں سب سے بڑے جھوٹے قصّہ گو افراد اور مانگنے والے لوگ ہیں۔'' [2]

---

[1] ......تحذیر الخواص للسیوطی، الفصل العاشر فی زیادات، ص ۱۴ بدون ''فلما سمع الناس......الی......یا ابا محمد''

[2] ......القصاص المذکرین، الباب العاشر فی التحذیر......الخ، الحدیث: ۱۶۵، ص ۳۰۵

قصہ گوئی کی اباحت

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے ہی مروی ہے کہ لوگ سچے قصّہ گو افراد کے کس قدر محتاج ہیں، کیونکہ وہ حسابِ آخرت اور عذابِ قبر یاد دلاتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''کیا آپ بھی ان کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں؟'' تو ارشاد فرمایا: ''نہیں۔''①

حضرت سیِّدُنا زیاد نُمیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک کونے میں تشریف فرما تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''کوئی قصّہ سناؤ۔'' میں نے عرض کی: ''کس طرح ہوسکتا ہے؟ حالانکہ لوگ تو گمان کرتے ہیں کہ قصہ گوئی ایک بدعت ہے۔'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بدعت نہیں ہے۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے قصّہ سنانا شروع کیا اور ایسے قصے اور دعائیں سنانے لگا جن پر مجھے امید تھی کہ وہ آمین کہیں گے۔ فرماتے ہیں کہ میں قصّے سناتا جاتا اور وہ آمین کہتے جاتے۔ چنانچہ بسا اوقات سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے دعا مانگنے کو بھی قصہ گوئی میں شمار کیا ہے۔②

قیامت کے دن سب سے زیادہ خوش ہونے والا بندہ

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت سیِّدُنا عامر بن عبد **اللہ** عَنْبَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو چند دن اپنی محفل میں نہ پایا تو فرمایا: ''چلو! ابو عبد **اللہ** کے پاس چلیں۔'' چنانچہ، حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ گھر میں تشریف فرما ہیں اور ان کا سر کپڑے میں لپٹا ہوا ہے جبکہ وہاں سوائے ریت کے کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان سے مُخاطِب ہوئے اور فرمایا: ''اے ابو عبد **اللہ**! ہم نے کئی دنوں سے تجھے نہیں دیکھا۔'' وہ عرض گزار ہوئے: میں ان مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور وہاں خَلط مَلط باتیں سنا کرتا حالانکہ میں نے اپنے مشائخ سے تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی یہ فرمان بھی سن رکھا تھا: ''قیامت کے دن لوگوں میں زیادہ صاف ایمان والا شخص وہ ہوگا جس کا اکثر

---

① ......القصاص المذکرین، الباب الثانی عشر فی ذکر تعلیم القاص کیف یقص، الحدیث: ۲۱۲، ص۳۵۷

② ......الاداب الشرعیۃ للشیخ شمس الدین (ابی عبد اللہ محمد بن مفلح الحنبلی) الفصل فی وعظ القصاص، ج۲، ص۱۲۰ باختصار

وقت دنیا میں فکر کرتے ہوئے گزرا ہوگا اور جنّت میں سب سے ہنسنے والا بندہ وہ ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ رویا ہو گا، آخرت میں سب سے زیادہ خوش وہ ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ حُزن ومَلال والا ہوگا۔'' لہٰذا میں نے اپنے گھر کو پایا کہ وہ میرے دل کے لئے سب سے زیادہ خَلوَت مُہیّا کرنے والا ہے اور میں یہاں اپنے نفس پر اپنی مرضی سے قدرت پاتا ہوں۔ تو حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ارشاد فرمایا: اس حدیثِ پاک سے مراد ہماری محافل نہیں بلکہ اس سے مراد راستوں میں بیٹھے ہوئے ان قِصّہ گو افراد کی محفلیں ہیں جو حقائق کو آپس میں خَلط مَلط کر کے اور تقدیم وتاخیر سے لوگوں کو سناتے رہتے ہیں۔ [1]

متکلمین کی اقسام

بعض عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے **مُتَکَلِّمِین** کی تین۳ قسمیں بیان کی ہیں اور ان کے اوصاف ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متکلمین تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......**کرسیوں پر براجمان:** ان سے مُراد قِصّہ گو ہیں۔

(۲)......**سُتونوں سے ٹیک لگانے والے:** ایسے لوگ دوسروں کو فتوے دیتے ہیں۔

(۳)......**کونوں کھدروں میں چھپنے والے:** یہ لوگ اہلِ معرفت کہلاتے ہیں۔

معرفت ومحافلِ ذکر کے متعلق ﴿9﴾ آثار وروایات

عالمِ ربانی وعالمِ توحید اور عارفین کی محفلیں خالص **ذِکْرُ اللہ** کی محفلیں ہوتی ہیں۔ ان کی فضیلت کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں۔

﴿1﴾......جب تم جنّت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو ان سے کچھ چُن لیا کرو۔'' عرض کی گئی: ''جنّت کے ان باغوں سے کیا مراد ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ذکر کی محفلیں (جنت کے باغ ہیں)۔'' [2]

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عامر بن قیس، الحدیث: ۱۲۵۳، ص ۲۴۰ بتغیر
حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۶۳ عامر بن عبد قیس، الحدیث: ۱۲۰۰، ج ۲، ص ۱۰۹ بتغیر

[2] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللہ......الخ، الحدیث: ۳۵۱۰، ص ۲۰۱۳ ''مجالس'' بدلہ ''حِلَق''
مسند ابی یعلی الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث: ۱۸۶۰، ج ۲، ص ۲۲۴

﴿2﴾...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بعض وہ فرشتے جو بندوں کے نامۂ اعمال لکھنے کے علاوہ ہیں، فضا میں گھومتے رہتے ہیں۔ جب ذکر کی مَحافِل دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: ادھر آؤ! اپنے مقصود کی جانب۔ پس وہ سب آتے ہیں یہاں تک کہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں: ''خبردار! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا کرو اور اس کے ایام کو یاد رکھو۔'' (1)

﴿3﴾...... حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یَمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جس محفل میں علمی بحث ومُباحَثہ ہو رہا ہو میرے نزدیک اس کی قَدر ومَنزِلَت نَفْل نماز سے بھی زیادہ ہے، ہوسکتا ہے کہ اس محفل میں شریک لوگوں میں سے کوئی شخص ایک بات سن لے اور وہ اس کے باعث سال بھر یا عمر بھر نفع حاصل کرے۔ (2)

﴿4﴾...... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے ذکر کی مَحافِل اور ان کی فضیلت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اس سے بڑھ کر کون سی شے بہتر ہوسکتی ہے کہ لوگ جمع ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کریں اور خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں شمار کریں جیسا کہ اَنْصار نے کہا۔'' (3)

﴿5﴾...... امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ مجھے اس بات سے مَسَرَّت حاصل نہ ہوتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے بچپن میں موت کی نیند سلا کر جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرما دیتا۔'' عرض کی گئی وہ کیوں؟ تو ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ اس نے مجھے زندگی کی نعمت عطا فرمائی یہاں تک کہ مجھے اس کی مَعْرِفت کی دولت مل گئی۔''

﴿6﴾...... حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ لوگ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ اس میں ایک عمدہ شے نہ چکھی۔ عرض کی گئی کہ اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''معرفتِ الٰہی۔'' پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

اِنَّ عِرْفَانَ ذِی الْجَلَالِ لَعِزٌّ ... وَّ ضِیَآءٌ وَّ بَھْجَۃٌ وَّ سُرُوْرٌ

---

(1) ...... جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض، الحدیث: ۳۶۰۰، ص ۲۰۲۲ مفھوماً

(2) ...... سنن الدارمی، مقدمۃ، باب فی فضل العلم والعالم، الحدیث: ۳۲۵، ج ۱، ص ۱۰۷

(3) ...... طبقات الحنابلۃ، باب الیاء، یعقوب بن یوسف، ج ۱، ص ۳۷۳ باختصار

وَّ عَلَى الْعَارِفِيْنَ اَيْضًا بَهَآءٌ وَّ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْمَحَبَّةِ نُوْرٌ
فَهَنِيْئاً لِّمَنْ عَرَفَكَ اِلٰهِیْ هُوَ وَاللّٰهِ دَهْرُهٗ مَسْرُوْرٌ

ترجمہ:(۱)......بے شک ربِّ ذوالجلال کا عرفان باعثِ عزّت ورونق اور فرحت ومسرّت ہے۔

(۲)......اور عارفین پر رونق کا باعث ہے اور ان پر محبت کا نور ہے۔

(۳)......پس اے میرے پروردگار! اسے مبارک ہو جس نے تیری معرفت حاصل کی۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! کہ وہ ساری عمر حالتِ سرور میں ہے۔

{7}......حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایک جنّت ہے، جو اس میں ایک بار داخل ہو جائے پھر کبھی کسی شے کا مشتاق نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی کسی شے سے وحشت محسوس کرتا ہے۔ عرض کی گئی کہ وہ جنت کون سی ہے؟ تو فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت۔''

{8}......کسی اور بُزُرگ سے منقول ہے کہ عارف پر تین۳ میں سے ایک حالت ہر وقت طاری رہتی ہے، یعنی اس پر ہیبت طاری ہوگی یا حلاوت یا اُنس ومحبت کی کیفیت۔

{9}......حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ عُلمائے کرام، زاہدین اور عابدین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے اس جہانِ فانی سے اس حال میں کوچ کیا کہ ان کے قُلوب مُقفّل رہے، البتہ! صدِّیقین اور شُہدا کے قلوب مُقفّل نہ رہے۔[1] پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ آیتِ مبارکہ ﴿ **وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ** ؕ (پ۷،الانعام:۵۹)﴾[2] تلاوت کی۔ یعنی معرفت کی کُنجیوں اور توحید کے مشاہدہ سے ان پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

پس ذکر کی یہ محفلیں اِبتدائے زمانہ ہی سے اہلِ معرفت، علمائے قُلوب اور عُلمائے باطن کی پسندیدہ رہی ہیں اور یہی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام علمائے آخرت اور دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے بھی ہیں۔ چنانچہ اصدق القائلین یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

---

[1] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۱۹۹۱، ج ۱، ص ۶۳۳

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں فقہ کا تذکرہ فرمایا جو کہ قُلوب کی صِفَت ہے اور فقہ کا سبب خوفِ الٰہی ہے۔

عوام و خواص کے حصولِ علم کی کیفیت

علم عقل، علمِ ظاہر میں اور علمِ معرفت، علمِ یقین میں داخل ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین ایمانِ کامل کا نام ہے۔'' ①

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ ۲۰، العنکبوت: ۴۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عقل کو علم کا ایک وَصف قرار دیا اور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی علم یقین سیکھنے کا حکم دیا جیسا کہ عام علم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان ''یقین سیکھو'' میں علم حاصل کرنے کا حکم خواص کو ہے کیونکہ مقامِ یقین علم سے بلند تر ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان ''علم حاصل کرنا فرض ہے'' میں علم حاصل کرنے کا حکم عام لوگوں کو ہے۔

نیز سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''یقین سیکھو'' میں اہلِ یقین کی صحبت اختیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے کیونکہ یقین بذاتِ خود ظاہر نہیں ہوتا بلکہ یہ اہلِ یقین کے ہاں ملتا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا حکم دیا اور یہ ارشاد نہ فرمایا کہ عقلی عُلوم سیکھو اور علمِ فتاویٰ حاصل کرو کیونکہ علمائے ظاہر کو ابتدا ہی سے مفتی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے دل سے فتویٰ طلب کیا کرو، اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ بھی دیں۔'' ②

پس پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سوال پوچھنے والے کو دل کی سوجھ بوجھ کی طرف رجوع

---

① ……صحیح البخاری، کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ص ۲
شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصبر علی المصائب، الحدیث: ۹۷۱۶، ج ۷، ص ۱۲۳

② ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۴۱ عبدالرحمن بن مہدی، الحدیث: ۱۳۰۴۱، ج ۹، ص ۴۸

کرنے اور فتویٰ دینے والوں کے فتووں سے رخ پھیرنے کا حکم ارشاد فرمایا کیونکہ دل اگر فَقِیہ نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی اس کی جانب رجوع کرنے کا حکم نہ دیتے۔ اسی طرح اگر علمِ باطن، ظاہر پر حکم لگانے والا نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی اہلِ ظاہر یعنی علمائے لِسان کے عُلوم سے توجہ ہٹا کر علمِ باطن جو اہلِ قُلوب کا علم ہے، کی جانب رجوع کرنے کا نہ فرماتے۔ ایسا بھی نہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلند پایہ فَقِیہ سے کسی کو ہٹا کر اس کا رخ اس سے کم تر فقیہ کی جانب کر دیا ہو اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بڑے پختہ الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے دل سے فتویٰ طلب کیا کرو، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ وہ فتویٰ بھی دیں۔''[1] یہ حکم اس بندے کے لئے خاص ہے جس کے پاس دل ہو، اس نے یہ حکم سن رکھا ہو، اسے شاہد کا مشاہدہ حاصل ہو، وہ نفسانی خواہشات سے خالی ہو کیونکہ فقہ زبان کی صِفَت نہیں (بلکہ دل کی صفت ہے)۔ کیا آپ نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘ (پ۹، الاعراف: ۱۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

پس جس کا دل سمیع عَزَّوَجَلَّ کو سننے والا اور شہید (ہر چیز پر گواہ) کا مشاہدہ کرنے والا ہو تو وہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا خطاب و کلام بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی حکم سنتا ہے تو فوراً لَبَّیْک کہتے ہوئے متوجہ ہو جاتا ہے جس کا تذکرہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کیا ہے:

لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: دین کی سمجھ حاصل کریں۔

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فقہ سے ۲ اوصاف ظاہر ہوتے ہیں:

(۱)......**ڈرانا:** یہ **دَعْوَۃ اِلَی اللّٰہ** کے ایک مقام کا نام ہے کیونکہ ڈرانے والا وہی ہوتا ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آگاہ کرے اور خوف وہی دلاتا ہے جس کا شمار خود بھی خائفین میں ہو اور جو خائفین میں سے ہو وہی عالم ہوتا ہے۔

(۲)......**احتیاط و پرہیز گاری:** یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل کرنے کی ایک حالت کا نام ہے، یعنی بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی خَشْیَت طاری ہوتی ہے۔

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصۃ بن معبد، الحدیث: ۱۸۰۲۸، ج۶، ص۲۹۳
سند ابی یعلی الموصلی، مسند وابصۃ بن معبد، الحدیث: ۱۵۸۳، ج۲، ص۱۰۵

فقہ وفہم دو الگ الگ نام ہیں مگر دونوں کا معنٰی ایک ہی ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عطا کردہ فہم کو علم وحکمت پر فضیلت عطا فرمائی اور قضا واحکام پر اَفہام کو بلند مرتبہ قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ج (پ۱۷، الانبیاء: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

پس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فہم عطا فرما کر منفرد حیثیت دی اور یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جس نے پہلے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے والد ماجد حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام دونوں کو علم و حکمت عطا فرمائی اور پھر اس کے بعد بیٹے کو باپ پر علمِ قضا میں مزید فضیلت عطا کی۔

علمائے حق کی شان

اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے اور حضرت سیِّدُنا حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے علما کی شان میں مروی ہے کہ

مَا الْفَخْرُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى اَدِلَّآءُ

وَوَزْنُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا كَانَ يُحْسِنُهٗ وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَآءُ

ترجمہ: (۱)......اہلِ علم کے سوا کسی کو فخر کرنے کا حق حاصل نہیں، کیونکہ صرف وہی راہِ ہدایت پر ہیں اور جو ان سے رہنمائی چاہتا ہے اس کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

(۲)......ہر آدمی کے نامۂ اعمال کا وزن اسی قدر بہتر ہوگا جس قدر وہ اسے اچھا بنائے گا اور جاہل تو اہلِ علم کے دشمن ہوتے ہیں۔

پس جو عالم ہوگا جان لے گا کہ اس علم سے مقصود **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت ہے، تو اب اس سے بڑھ کر کون فضیلت والا ہوسکتا ہے؟ اور اس کی کیا قیمت لگائی جاسکتی ہے؟ کیونکہ ہر علم کی قیمت معلوم ہوتی ہے اور ہر عالم کا وزن اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔

امامُ الزَّاہدین حضرت سیِّدُنا عبدالواحد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسی مفہوم میں ایک منظوم کلام ارشاد فرمایا ہے جس میں انہوں نے علمائے رَبّانیّین کو منفرد قرار دیا اور ان کے طریقے کو ہر طریقے سے اَرفع واعلیٰ جانا۔ چنانچہ، ارشاد فرماتے ہیں:

اَلطُّرُقُ شَتّٰى وَطُرُقُ الْحَقِّ مُفْرِدَةٌ وَّالسَّالِكُوْنَ طَرِيْقَ الْحَقِّ اَفْرَادُ

لَايُعْرَفُوْنَ وَلَا تُسْلَكُ مَقَاصِدُهُمْ فَهُمْ عَلٰى مَهْلٍ يَّمْشُوْنَ قُصَّادُ

وَالنَّاسُ فِيْ غَفْلَةٍ عَمَّا يُرَادُ بِهِمْ فَجُلُّهُمْ عَنْ سَبِيْلِ الْحَقِّ رُقَّادُ

ترجمہ: (۱)......راستے مختلف ہیں، مگرحق کا راستہ ایک ہی ہے، اوراس راستے پر چلنے والے بھی یکتا ومُنفرد ہیں۔

(۲)......نہ ان کو کوئی جانتا ہے اور نہ ہی ان کے مَقاصد معلوم ہوتے ہیں۔ پس وہ باوقار انداز میں راہِ حق کا ارادہ کر کے چلتے ہیں۔

(۳)......لوگ ان کی مراد سے غافل ہیں کیونکہ لوگوں کی اکثریت حق کے راستے سے غافل ہے۔

سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اور علم معرفت

جب اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وِصال ہوا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے ان سے بہت محبت تھی، آج ان کے ساتھ ہی علم کے دس حصّوں میں سے نو حصّے ختم ہو گئے ہیں۔“ عرض کی گئی: ”آپ کیا کہہ رہے ہیں! حالانکہ حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے!“ ارشاد فرمایا: ”میری مراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ میری مراد علمِ معرفت ہے۔“[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ مُتَّقِین پسِ پردہ رہتے ہیں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ مُتَّقِین سردار اور عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام قائدین ہیں اور ان سب کی صحبت سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔[2]

سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے قول کی وضاحت

مُراد یہ ہے کہ مُتَّقِین عام لوگوں کے سردار ہیں۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳)

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۸۱۰، ج۹، ص۱۶۳ بتغیر

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۵۵۳، ج۹، ص۱۰۵۔ العلماء بدله الفقهاء

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام مُتَّقِین کے امام ہیں جو اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۷۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

پس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کو مُتَّقِین پر فضیلت دی اور انہیں ان کا امام بنایا اور متقین ان کے اصحاب بن گئے، حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ بھی بتایا کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی صحبت میں ایمان کی زیادتی ہے، یعنی ان کی ہم نشینی غیر عالم متقین کی ہم نشینی سے زیادہ ایمان کی زیادتی کا باعث ہے کیونکہ ہر عالم تو متقی ہوتا ہے لیکن ہر متقی عالم نہیں ہوتا۔

حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''علما کثیر ہیں مگر ان میں حکما بہت قلیل ہیں۔ صالحین کی تعداد تو بہت زیادہ ہے مگر ان میں صادقین کی تعداد بہت کم ہے۔''[1]

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے عرض کی گئی: ''لوگ کون ہیں؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام۔'' پھر عرض کی گئی: ''بادشاہ کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''زاہدین۔'' عرض کی گئی: ''احمق کون ہیں؟'' فرمایا: ''جو اپنے دین کے عوض کھاتے ہیں۔''[2] ایک بار ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو لباس زیبِ تن کر کے مانگتے پھرتے ہیں اور گواہیاں دینے میں لگے رہتے ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فَرقَد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے کوئی بات پوچھی تو آپ نے جواب دیدیا، جس پر حضرت سیِّدُنا فَرقَد عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الاَحَد نے عرض کی: ''اے ابوسعید! فُقَہا (اس مسئلے میں) آپ کی مخالفت کریں گے۔'' تو آپ نے فرمایا: ''اے فرقد! تیری ماں تجھ پر روئے! کیا تو نے اپنی آنکھوں سے فُقَہا کو دیکھا بھی ہے؟ فقیہ تو وہ ہوتا ہے جس میں یہ اوصاف ہوں:

❁......دنیا سے کنارہ کش ہو ❁......آخرت میں رغبت رکھنے والا ہو ❁......دینی بصارت کا حامل ہو

❁......اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے والا ہو ❁......متقی ہو

---

[1] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۹۷ الفضیل بن عیاض، الحدیث: ۱۱۴۷۵، ج ۸، ص ۹۵

[2] ......تاریخ بغداد، الرقم ۳۶۵۰ جعفر بن محمد الخیاط، ج ۷، ص ۲۰۱

۞......مسلمانوں کی ناموس میں (دراندازی سے) اپنے نفس کو روکنے والا ہو۔

۞......ان کے اموال (باطل طریقے سے کھانے) سے بچنے والا ہو۔

۞......اپنی جماعت کو نصیحت کرنے والا ہو۔''[1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مَروی تین[3] مختلف اقوال کو اس ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے۔ پس یہ تمام صفات ایک عالِمِ رَبَّانی کی ہیں جو عارِفِ حقیقی بھی ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والِدِ گرامی سے عرض کی: ''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ حضرت سیِّدُنا مَعْروف کَرْخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس جایا کرتے تھے، کیا ان کے پاس علمِ حدیث تھا؟'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے لختِ جگر! ان کے پاس معاملے کی اصل یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا تقویٰ تھا۔''

ایک بار امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے عرض کی گئی کہ کس شے کے سبب ان اماموں کا شہرہ ہوا اور ان کے اوصاف بیان کئے گئے؟ ارشاد فرمایا: صرف اور صرف صِدْق کے سبب جو ان میں پایا جاتا تھا۔ عرض کی گئی: صدق کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: اخلاص کا نام صِدْق ہے۔ عرض کی گئی: اخلاص کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: زہد کو اخلاص کہتے ہیں۔ پھر عرض کی گئی: زہد کیا چیز ہے؟ تو آپ نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے سر کو جھکا لیا، پھر ارشاد فرمایا: زہد کے متعلق زاہدین ہی سے دریافت کرو، یعنی حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے دریافت کرو۔

قصہ گوئی اور علمِ معرفت میں فرق

حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے مَنْصور بن عَمّار کے متعلق کئی عجیب وغریب حکایات مروی ہیں۔ مَنْصور بن عَمّار ایک واعظ اور خطیب تھا اور اپنے زمانے میں اس کا شمار حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث، حضرت سیِّدُنا

[1] ......الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ۱۳۰۵۵ الحسن بن ابی الحسن، ج۷، ص ۱۳۱

الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۱۶، ص ۲۷۷

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الثالث، بیان ما بدل من الفاظ العلوم، ج ۱، ص ۳۷۲۔ السنجی بدلہ السبخی

امام احمد بن حَنْبَل اور حضرت سیِّدُ نا ابوثور رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی جیسے علمائے کرام میں نہ ہوتا تھا بلکہ عام لوگ اسے عالم سمجھتے اور یہ افراد اسے قصہ گو شمار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نصر بن علی جَھْضَمِی کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن اس نے مزاح کی حد کر دی تو اس سے کہا گیا: کیا تم ایسا کر رہے ہو جبکہ تمہارا شُمار عُلَما میں ہوتا ہے؟ تو بولا کہ میں نے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے ہر ایک کو مزاح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے پوچھا گیا: ''تم حضرت سیِّدُ نا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث کو دیکھ چکے ہو کیا تم نے ان کو کبھی ایسا مزاح کرتے ہوئے سنا؟'' بولا کہ ہاں! ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ ایک گلی میں بیٹھا تھا کہ مَنْصور بن عَمّار دوڑتا ہوا آیا اور ان سے عرض کی: ''اے ابونصر! امیر نے تمام علما اور صالحین کو جمع ہونے کا حکم دیا ہے، آپ کا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ کیا میں چھپ جاؤں؟'' تو حضرت سیِّدُ نا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے اُسے خود سے دور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہم سے دور ہو جاؤ کہیں امیر تمہاری مصیبت ہم پر نہ ڈال دے اور ہم بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں۔''

عُلَمائے سَلَف کے نزدیک قصہ گو لوگوں کا یہی مقام ہے، یہاں تک کہ علمِ معرفت جاننے والے ختم ہو گئے اور مَجالِسِ ذکر اور عُلومِ یقین و معاملات اس علم کے تذکرہ سے خالی ہو گئے، مگر وہ لوگ اس علم سے غافل نہ رہے جنہوں نے ایسے عُلَمائے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی سیرت اور طریقت کو پہچان لیا جنہوں نے ذیل کے امور میں فرق کیا:

- ......ذکر اور قصہ گوئی کی محافل کے درمیان
- ......علما اور متکلمین کے درمیان
- ......زبان کے علم اور دل کی فَقاہت کے درمیان
- ......علمِ یقین اور علمِ عقل کے درمیان

اس لئے کہ ایک عالم اور قصہ گو کے درمیان بہت فرق ہے کیونکہ عالم عموماً خاموش رہتا ہے جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جائے اور جب اس سے کوئی سوال پوچھا جائے تو وہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ علم کے مطابق جواب دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ حقیقت پسندی کے مطابق کلام کر کے حقیقت آشکار کر دیتا ہے۔ خاموش رہنا اگر اس کے لئے زیادہ بہتر ہو تو وہ خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اس کی علمی بات کو سمجھ سکے تو کسی ایسے شخص کا انتظار کرتا ہے جو اس کی سمجھ رکھتا ہو۔ چنانچہ اس علم کی اہلیت رکھنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جو عارف ہو اور جو ایسا ہو اس کے لئے مشاہدہ اور وِجدان میں سے حصّہ مقرر ہے۔

جواب دے یا خاموش رہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۴۳)

اس آیتِ مبارکہ میں دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں:

- ......اہلِ ذکر ہی علمائے رَبّانیّین ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ''پوچھو اگر تمہیں علم نہیں'' سے مراد ہے کہ جو نہیں جانتا اس سے کوئی سوال پوچھنا جائز نہیں۔ کیونکہ علم نہ رکھنے والے جاہل ہیں اور پوچھنے سے ان کی جہالت میں مزید اضافہ ہی ہوگا۔
- ......عُلَما سے جب تک کوئی سوال نہ کیا جائے وہ خاموش ہی رہتے ہیں اور جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو ان پر جواب دینا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بے خبر لوگوں کو ان سے سوال پوچھنے کا حکم دیا ہے۔

نیز یہ آیتِ مبارکہ اس بات پر بھی دلیل ہے کہ محافلِ ذکر درحقیقت عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی محافِل ہی ہیں جن کے فضائل میں بہت سی احادیث بھی مَروی ہیں۔ اس میں مزید غوروفکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہلِ ذکر یہی علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ہیں جن سے سوال پوچھا جاتا ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب (کسی محفل میں کوئی) بات کرتے ہیں تو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں اور جب کسی الگ مقام پر ہوتے ہیں تب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدوں کے ذکر ہی میں مشغول رہتے ہیں، پس جب انہوں نے ہر لمحہ اسی کا ذکر کیا تو علم کی دولت سے مالا مال ہو گئے، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ ان سے سوال پوچھا کرو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جاہل کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر برقرار رہے اور نہ ہی عالم کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے۔''[1]

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمان پر دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مذکورہ فرمانِ عالیشان ہی ہے یعنی:

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۳۶۵، ج۵ص۱۰۶

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ۱۴، النحل: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اسی طرح اہلِ بیت سے مروی ایک حدیثِ پاک میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم خزانے ہیں اور اس کی کُنجی سوال کرنا ہے، پس پوچھا کرو کیونکہ پوچھنے پر چار بندوں کو اجر سے نوازا جاتا ہے: (۱)...... پوچھنے والے کو (۲)...... جواب دینے والے (یعنی عالم) کو (۳)...... سننے والے کو (۴)...... ان سے محبت رکھنے والے کو۔'' [1]

ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بندہ لوگوں کے پوچھے گئے ہر سوال کا جواب دیتا ہے وہ دیوانہ ہے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض باتوں کا جواب خاموشی ہوتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ذوالنّون مِصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے کہ صادقین کا بہترین سوال عارفین کے قُلوب کی کُنجیاں ہیں۔

قصہ گو کسے کہتے ہیں؟

قِصّہ گو اسے کہتے ہیں جو باتیں کرنا شروع کرے تو قصے کہانیاں اور ہر ایک سے سنی سنائی باتیں بیان کرتا ہی چلا جائے اور اسے قصہ گو کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ گزرے ہوئے واقعات بیان کرتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اس لفظ کا تذکرہ کچھ یوں بیان ہوا ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ٘ (پ۲۰، القصص: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور (اس کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا۔

حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدۂ ماجدہ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۳۵ محمد بن الباقر، الحدیث: ۳۷۸۱، ج۳، ص ۲۲۴
الفقیہ والمتفقہ، باب فی السوال والجواب ...... الخ، الحدیث: ۲۸۵، ج۲، ص ۲۶۳

[2] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب مایلزم العالم اذا سئل...... الخ، الحدیث: ۹۰۱، ص ۳۱۷

وَالسَّلَام کی بہن سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے جاؤ، اس طرح تم جان لوگی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا اور پھر مجھے آکر سارا قصہ سنانا۔

سوال سے قبل جواب دینا

حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ کسی شے کے متعلق کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اس کے متعلق کلام کرنا علم کو ذلیل کرنے کی علامت ہے۔ ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ارشاد فرمایا کہ ہر سوال کا جواب دینا علم کو ذلیل کرنا ہے یعنی اس میں علم کی اِہانت ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ کام انتہائی دھتکارنے و ذلیل کرنے والا ہے۔[1]

مَنقول ہے کہ جب کوئی سوال کرنے سے قبل ہی علمی بات کرنے لگے تو اس کا دو تہائی نور ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللهِ الْاَکْرَم اور دیگر بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ عالم کا خاموش رہنا شیطان پر اس کے باتیں کرنے سے زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ حِلْم کی بنا پر خاموش ہوتا ہے اور علم کی بات کرتا ہے، پس شیطان کہتا ہے: ''اس بندے کو دیکھو! اس کی خاموشی مجھ پر اس کے کلام سے زیادہ سخت ہے۔''[2]

ایک قول ہے کہ خاموشی عالم کی زینت اور جاہل کی پردہ پوش ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللهِ الصَّمَد فرماتے ہیں کہ بندے کی عزّتِ نفس اس میں ہے کہ جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جائے اپنے علم کی بنا پر خاموش رہے اور میری عمر کی قسم! اگر اس نے سوال کے بعد گفتگو کی تو وہ اپنے نفس کا مالک بن جائے گا۔

عالم پر سوال کا جواب دینا لازم ہے

بعض اوقات کلام کرنا فرض ہوتا ہے اور فرض بجالانے میں نفسانی خواہشات پر عمل بھی کرنا پڑتا ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ......ترتیب المدارک، تقریب المسالک، باب فی حکمه ووصایاه وآدابه، ج ۱، ص ۵۷

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۹۴ ابراھیم بن ادھم، الحدیث: ۱۱۲۶۴، ج ۸، ص ۲۷ مفهوماً

[3] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۸۷، سفیان الثوری، الحدیث: ۹۷۴۹، ج ۷، ص ۸۶

کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ (پ۱۴،النحل:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عام بندوں کو سوال کرنے کا حکم دیا تو عُلمائے کرام پر جواب دینا لازم کر دیا۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی اور اس نے چھپائی تو اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔''[1] یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم چھپانے پر سزا کی وعید سنائی۔

بعض اوقات ایک شے کا آغاز مَخْفی (دل میں پوشیدہ) خواہشات سے ہوتا ہے اور چونکہ ہر خواہش کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے، لہٰذا حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے جب (لوگوں کے سوالات کے جواب دینے والے) ایک شخص کے اوصاف بیان کئے گئے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اس میں حرج نہیں بشرطیکہ بندہ کسی شے کے متعلق کچھ پوچھنے سے پہلے ہی گفتگو نہ کرنے لگے۔'' اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس میں بھی حرج نہیں بشرطیکہ بندہ مہینے بھر کی گفتگو ایک ہی دن میں نہ کر ڈالے۔ اسی مفہوم پر مَبْنی ایک قول مروی ہے کہ کلام کا تعلق خواہش سے ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ بندے سے کچھ پوچھا جائے وہ خواہش کی بنا پر گفتگو کا آغاز کر دیتا ہے۔

علمی گفتگو کے آداب

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں سے ایک بُزُرگ نے اَبدالوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کا کھانا بھوک اور فاقہ کشی ہے، گفتگو بقدرِ ضرورت ہوتی ہے، وہ کسی شے کے متعلق بات نہیں کرتے، جب ان سے کچھ پوچھا جائے تو ہی جواب دیتے ہیں۔[2]

جو بندہ بن پوچھے کلام نہ کرے تو وہ لَغْو اور لایعنی باتیں کرنے والا شمار نہیں ہوتا۔ کیونکہ سوال کے بعد جواب دینا

---

[1] ......سنن ابن ماجة، کتاب السنة، باب من سئل عن علم فکتمه، الحدیث: ۲۶۴، ص ۲۴۹۳

[2] ......المقاصد الحسنة للسخاوی، حرف الهمزة، تحت الحدیث: ۸، ص ۲۸

اس طرح فرض ہوجاتا ہے جیسے سلام کرنے کے بعد اس کا جواب دینا لازم ہوجاتا ہے۔ ①

حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سوال کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جیسے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ②

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَری اور حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَنْقول ہے کہ جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے اسے چاہئے کہ بتادے اور جس سے کچھ نہ پوچھا جائے اسے چاہئے کہ خاموش رہے۔ ورنہ اسے تکلف کرنے والوں میں لکھ لیا جائے گا اور دین سے بھی نکل جائے گا۔ ③ حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی اسی قسم کا قول مروی ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ سَلَف صالِحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن ہر شے میں تَکَلُّف کے شامل ہونے سے ڈرا کرتے تھے اور بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن بلا حاجَت یا سوال سے قبل کلام کرنے کو بھی تَکَلُّف شمار کرتے یعنی وہ محل یا اہل دیکھے بغیر کلام کرنے کو تکلف شمار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد کو وصِیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لایعنی باتوں کا جواب مت دینا کہ یہی افضل طریقہ ہے اور مجھے تیرے خطا میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے اور نہ ہی فائدہ مند گفتگو کرنا یہاں تک کہ اس کا محل دیکھ لو، کہ بہت سے نفع بخش گفتگو کرنے والے غیر محل میں گفتگو کرتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں۔ ④

مَروی ہے کہ ایک اَنْصاری صحابی کی موت پر ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں مُخاطَب کرکے کہا: ”تجھے جنّت مبارک ہو! تو نے سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جہاد کیا اور راہِ خدا میں شہید ہوا۔“ تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تجھے کیا معلوم کہ وہ جنّت میں ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ان اشیاء میں بُخْل سے کام لیتا ہو جن کی اسے ضَرورت نہ تھی۔“ ⑤

---

① ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۶۵۰

② ……الادب المفرد للبخاری، باب جواب الکتاب، الحدیث: ۱۱۵۰، ص ۲۹۹ بتغیر

③ ……صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الدخان، الحدیث: ۷۰۶۶، ص ۱۱۶۵ بتغیر

④ ……موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب النھی عن الکلام فیما لا یعنیک، الحدیث: ۱۱۴، ج ۷، ص ۸۸ بتغیر

⑤ ……مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۴۰۰۴، ج ۳، ص ۳۷۶

جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، الحدیث: ۲۳۱۶، ص ۱۸۸۵

بن پوچھے علم ظاہر کرنے کا وبال

وہ شخص جس نے بِن پوچھے علم ظاہر کیا اور نا اہل افراد میں پھیلایا، اگر انہوں نے اس علم کا انکار کر دیا تو اس سے پُرسِش ہوگی کیونکہ اس نے علم کے اظہار میں تکلف سے کام لیا لیکن اگر سوال پوچھنے پر وہ جواب دے اور جو افراد نہ مانیں تو ان کے متعلق اس سے پوچھ گچھ نہ ہوگی کیونکہ اس نے تو محض سوال کا جواب دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس علم میں کلام کرنے والے سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین بھی اس وقت تک خاموش رہا کرتے جب تک ان سے کوئی سوال نہ پوچھا جاتا۔

جواب اور عطاو توفیق خداوندی

حضرت سیِّدُنا ابو محمد عَلَیْہِ رَحمَةُ اللّٰہِ الصَّمَد فرمایا کرتے تھے کہ عالم خاموش بیٹھا رہتا ہے لیکن اس کا دل اپنے مولا و آقا کی جانب مائل ہوتا ہے اور اس سے حُسنِ توفیق مانگتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ وہ اسے دُرُست بات کی توفیق عطا فرما دے تا کہ اس سے جس شے کے متعلق بھی پوچھا جائے وہ اپنے مالک عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ علم سے اس کا جواب دے۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد عَلَیْہِ رَحمَةُ اللّٰہِ الصَّمَد کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ عالم کا کام بارگاہِ خداوندی کی جانب نظریں جمائے منہ پر تالے لگا کر توکُّل مانگنا اور ہر دم رحمتِ خداوندی سے اس بات کا مُنتَظِر رہنا ہے کہ اب کیا معاملہ جاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بُزُرگ نے ارشاد فرمایا: عالم وہی ہوتا ہے جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اس کی حالت یہ ہو جائے گویا کہ اس کی داڑھ نکالی جا رہی ہے۔[1]

جواب دینے کے متعلق سلف صالحین کا طریقہ

✽......حضرت سیِّدُنا رَقَبہ بن مَصْقَلہ رَحمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور دوسرے مشائخ کا قول ہے کہ عالم وہ نہیں جو لوگوں کو جمع کر کے انہیں قصّے سناتا رہے بلکہ عالم تو وہ ہے جب اس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے تو اس کی حالت یہ ہو جائے گویا وہ رائی کی نَسوار سونگھ رہا ہے۔

✽......حضرت سیِّدُنا محمد بن سُوقہ رَحمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اکثر حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے علمِ حدیث کے متعلق سوال کیا کرتے مگر وہ منہ پھیر لیتے اور کوئی جواب نہ دیتے، ایک بار حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے

---

[1]......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۴۵۰

حضرت سیِّدُ نا رَقبہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ آپ کی طرح ہوتا تو میری بدخُلقی کی وجہ سے اپنا فائدہ چھوڑ دیتا۔ تو حضرت سیِّدُ نا محمد بن سُوقہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے عرض کی: ”رہنے دیجئے! میں تو آپ کے اس عمل کو کڑوی دوا سمجھتا ہوں کیونکہ مجھے اس کے نفع مند ہونے کی امید ہے۔“[1]

﴿……اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم یا حضرت سیِّدُ نا عبد **الله** بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے سامنے کلام کر رہا تھا تو ارشاد فرمایا: ”یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے جان اور پہچان لو۔“[2]

﴿……حضرت سیِّدُ نا ابو حَفْص نیشاپوری کبیر عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَدِیْر خُراسان میں حضرت سیِّدُ نا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی جیسے مقام کے حامل تھے۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ عالم وہ ہوتا ہے جس سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ غمزدہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر اسے زخمی کیا جائے تو خوف و دہشت کے باعث اس کے جسم سے خون نہ نکلے اور اسے یہ ڈر لاحق ہو کہ دنیا میں پوچھے گئے اس سوال کے متعلق آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا۔ نیز وہ اس بات سے بھی خوفزدہ ہو کہ وہ سوال کا جواب دینے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے فُقدان کی وجہ سے اب اس پر جواب دینا فرض ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُ نا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا دس میں سے صرف ایک سوال کا جواب دیتے اور فرمایا کرتے کہ تم ہمیں جہنّم کا پُل بنا کر اس پر سے یہ کہتے ہوئے گزرنا چاہتے ہو کہ ابنِ عمر نے ہمیں ایسا ایسا فتویٰ دیا تھا۔[3]

﴿……حضرت سیِّدُ نا ابراہیم تَیْمِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپ رونے لگتے اور فرماتے: ”تمہیں میرے سوا کوئی ایسا فرد نہ ملا جس سے تم پوچھ سکتے یا پھر تم میرے محتاج ہو گئے تھے؟“ مزید فرماتے کہ ہم نے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم نَخَعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کو بہت مجبور کیا کہ وہ سُتون کے ساتھ سیدھے کھڑے ہو کر ہمیں وعظ کریں مگر انہوں نے ہر بار انکار ہی کیا اور جب بھی ان سے کسی شے کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ

---

[1] ……اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۶۵۰

[2] ……المرجع السابق [3] ……المرجع السابق، ص ۶۵۳، ۶۵۱

رونے لگتے اور فرماتے کہ لوگ میرے محتاج ہو گئے ہیں۔[1]

۞......حضرت سیِّدُنا سُفیان بِن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے وقت میں ایک مُنْفَرِد علمی شان رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے متعلق یہ شعر پڑھا کرتے:

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدْتُّ غَيْرَ مُسَوَّدِ ۔۔۔ وَمِنَ الشِّقَآءِ تَفَرُّدِیْ بِالسُّؤْدَدِ

ترجمہ: بستیاں خالی ہوگئیں اور میں بنا کسی کے سردار بنائے خود ہی سردار بن گیا، حالانکہ یہ بدبختی کی علامت ہے کہ میں سرداری کے لئے اکیلا ہی ہوں۔[2]

وعظ ونصیحت میں اسلاف کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا ابوعالیہ رِیاحی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عموماً دو یا تین آدمیوں کی موجودگی میں کلام کیا کرتے اور جب چار آدمی ہو جاتے تو اٹھ جاتے۔ اسی طرح مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہم رَحِمَہُمُ اللہُ الْاَکْرَم بھی صرف چند بندوں کے سامنے کلام کیا کرتے اور جب لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی تو وہ اٹھ جاتے۔ حضرت سیِّدُنا ابومحمد سَہْل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس میں پانچ یا چھ سے لے کر دس تک افراد ہوتے تھے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھے کسی شیخ نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی بھی دس سے کچھ زائد اشخاص کے سامنے ہی کلام کیا کرتے تھے اور ان کی محفل میں کبھی بھی 20 اشخاص مکمل نہ ہوئے۔

حکمت و دانائی کی باتوں کا صحیح حقدار

ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا ابوحَسَن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے متعلق مروی ہے کہ ان کی مسجد میں کافی لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے بھیجا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھائی مسجد میں موجود ہیں اور آپ سے ملنا اور آپ کی باتیں سننا چاہتے ہیں، اگر آپ مناسب خیال کریں تو ان کے پاس چلیں۔

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۴۵۱

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۶۹۵، ج ۷، ص ۳۲۴

مسجد ان کے گھر کے قریب ہی تھی، ابھی قاصد ان کی خدمت میں حاضر بھی نہ ہوا تھا کہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور قاصد سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' اس نے بتایا کہ فُلاں فُلاں اور فُلاں ہیں یعنی سب کے نام بتائے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ میرے اصحاب نہیں، بلکہ یہ تو اصحابِ مجلس ہیں۔'' (انہوں نے یہ کہا اور واپس چل دیئے) اور ان کے پاس تشریف نہ لائے۔ گویا کہ انہوں نے ان تمام لوگوں کو عام افراد شمار کیا جو ان کے خاص علم کے قابل نہ تھے، لہٰذا ان کی خاطر اپنا وقت برباد نہ کیا۔ اسی طرح عالم اپنی خَلوَت کو عزیز سمجھتا ہے، ہاں اگر خاص ساتھی مُیَسَّر ہوں تو پھر ان کی صحبت کو خَلوَت پر تَرجیح دیتا ہے۔ اس طرح وہ عالم ان خاص افراد کے ایمان میں زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اگر اسے ایسے خاص افراد کی ہم نشینی مُیَسَّر نہ ہو تو پھر وہ باطل پرستوں کی ہم نشینی سے بچنے کے لئے اپنی خلوت پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتا۔ حضرت سیِّدُنا ابوحَسَن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم اپنے بھائیوں کے پاس تشریف لاتے اور جنہیں اپنے علم کے موزوں خیال کرتے ان کے پاس بیٹھ کر مذاکرہ کرتے۔ بعض اوقات ان کے پاس رات کو تشریف لاتے اور بسا اوقات دن کو۔

(صاحبِ کتاب، امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! مذاکرہ اہلِ نظر افراد کے درمیان ہوتا ہے جبکہ مُحادَثہ بھائیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ علم کی خاطر صحبت اختیار کرنا صرف اور صرف ساتھیوں کے لئے ہوتا ہے جبکہ سوال کا جواب عام لوگوں کا نصیب اور حصّہ ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک ان کا علم خاص ہے اور خواص کے علاوہ کوئی بھی اسے حاصل کرنے کے قابل نہیں جبکہ خواص کی تعداد بہت کم ہے۔ لہٰذا وہ صرف اسی کے سامنے کلام کرتے ہیں جو اس کی اہلیت رکھتا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یہ اسی کا حق ہے اور ان پر اس کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ چنانچہ،

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے علمائے رَبَّانِیِّین اور عارفین کے اوصاف کے بارے میں مروی ہے کہ وہ لوگ اپنی ہی مثل لوگوں کو علمِ معرفت بطورِ امانت پہنچاتے ہیں اور ان کے قُلوب میں اس علم کا بیج بو دیتے ہیں۔ شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی اس طرح کی روایات مروی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مروی ہے کہ نا اہل کے پاس حکمت رکھ کر اسے ضائع مت

کرو کہ اس طرح تم حکمت پر ظُلم کرنے والے شمار ہوگے اور نہ ہی اس کی اہلیت رکھنے والے بندوں سے اسے روکے رکھو کہ اس طرح تم ان پر ظلم کرنے والے شمار ہوگے۔[1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اے لوگو! اس نرم مزاج والے طبیب کی طرح ہو جاؤ جو دوا کو مرض کی جگہ ہی رکھتا ہے۔''[2] ایک روایت میں ہے: ''جس نے نااہل کے سامنے کوئی حکمت کی بات کی گویا اس نے جہالت کا مظاہرہ کیا اور جس نے اس کی اہلیت رکھنے والے کے سامنے حکمت کی بات نہ کی گویا اس نے ظُلم کیا۔''[3] اور ایک روایت میں ہے کہ ''حکمت کا ایک حق ہے جس کی اہلیت رکھنے والا بھی ضرور کوئی ہوگا، پس ہر حقدار کو اس کا حق دو۔''[4]

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مَروی اقوال میں سے ہے کہ ''خنزیروں کی گردنوں میں جواہرات نہ ڈالو کہ حکمت جواہرات سے بھی بہتر اور قیمتی ہے اور جو اسے ناپسند کرے وہ خنزیر سے بھی بدتر ہے۔''[5]

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ علم کا آدھا حصہ سکوت پر مُشْتَمِل ہے جبکہ آدھا اس بات پر مشتمل ہے کہ اسے کہاں رکھا جائے؟[6]

ایک عارف کا قول ہے کہ جس بندے نے لوگوں سے اپنے علم اور عقل کے مطابق بات چیت کی اور ان کی حُدود کے مطابق ان سے گفتگو نہ کی تو اس نے نہ صرف ان کا حق برباد کیا بلکہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق بھی ادا نہیں کیا۔[7]

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک کے لئے (اپنے علم کی) نہر سے پانی ضرور نکالو، مگر اسی کے برتن سے اسے پلاؤ۔ ہم اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ ہر بندے کو اس کی عقل کے

---

[1] ......العقد الفرید، کتاب المرجانة......الخ، الحکمة، ج ۲، ص ۱۱۶

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینة، الحدیث: ۱۰۶۸۹، ج ۷، ص ۳۲۳ مفهوما

[3] ......المرجع السابق بتغیر

[4] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۶۱۲ ابو محمد الجریری، الحدیث: ۱۵۴۷۱، ج ۱۰، ص ۳۷۱ بتغیر

[5] ......تاریخ بغداد، الرقم ۴۹۰۷ طلحة بن عمر، ج ۹، ص ۳۵۶۔ الجوهر بدله الدر، بالاختصار

اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، بیان وظائف المرشد المعلم، ج ۱، ص ۵۶۰

[6] ......تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفة، ذکر ما حکی عنه......الخ، الحدیث: ۱۴، ج ۱۳، ص ۳۸۸

[7] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب الثالث فیما یعده العامة...... الخ، ج ۱، ص ۴۰۴

معیار کے مطابق تولو اور اس کا وزن اس کے علمی وزن کے مطابق کرو تا کہ تم اس سے محفوظ رہ سکو اور وہ تم سے نفع حاصل کر سکے، ورنہ معیار کے مختلف ہونے کی وجہ سے وہ انکار کر دے گا۔ ①

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہمارے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا ابو بکر کتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فُقَرا کو علمِ حکمت سے نوازنے میں بڑے سخی تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا ابو عمران اَلْمَعْرُوف کبیر مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے انہیں ڈانٹتے ہوئے اس علم سے دوسروں کو نوازنے اور اس میں کثرت سے کلام کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں 20 سال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ مجھے یہ علم بھلا دے۔'' حضرت سیِّدُ نا ابو بکر کتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے عرض کی: ''وہ کیوں؟'' ارشاد فرمایا: ''میں نے خواب میں شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہر شے کی حُرمَت ہے اور تمام اشیاء کی حرمت سے بڑھ کر حکمت کی حرمت ہے۔ پس جس نے اسے کسی نااہل کے سپرد کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے سے اس حکمت کا حق طلب کرے گا اور جس سے وہ مطالبہ کرے گا اس پر غالب آجائے گا۔'' ②

سَلَفِ صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ بندہ جب سُتون کے سہارے کھڑا ہوتا ہے یا یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال پوچھے جائیں تو اس کے پاس مت بیٹھو اور نہ ہی اس سے کوئی سوال پوچھنا مناسب ہے۔ ③

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں سے اہلِ حکمت کی محافل میں شاذ و نادر ہی 20 یا 30 افراد ہوتے اور ایسا بھی ہمیشہ نہ ہوتا بلکہ بعض اوقات تو چار سے لے کر دس یا کچھ زائد افراد ہی ان محافل میں شریک ہوتے۔ مگر حضرت سیِّدُ نا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے لے کر ہمارے اس زمانے تک قصہ گو، واعِظِین اور خُطَبا کی محافل میں سینکڑوں افراد شامل ہوتے ہیں۔ یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں قسم کے طَبَقات میں یہ فرق ہے کہ علم خاص ہے جس کا تعلق بہت ہی کم لوگوں کے ساتھ ہے جبکہ قِصّے اور کہانیاں عام ہیں اور ان کا تعلق کثیر لوگوں سے ہے۔

---

① ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، ص ۵۹۱

② ......حلية الاولياء، الرقم ۶۲۱ ابو محمد الجريری، الحديث: ۱۵۴۷۱، ج ۱۰، ص ۳۷۱ بتغير

③ ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۷۱۲

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہمارے زمانے کے ایک عالم فرماتے ہیں کہ بَصْرہ میں 120 آدمی وعظ ونصیحت کیا کرتے ہیں لیکن علمِ معرفت ویقین اور مقامات واحوال کے متعلق گفتگو کرنے والے صرف اور صرف 6 بندے ہیں جن میں سے تین حضرت سیِّدُ نا ابو محمد سہل، حضرت سیِّدُ نا صُبَیْحِی اور حضرت سیِّدُ نا عبدُ الرَّحیم رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْکَرِیْم ہیں۔[1]

علم ظاہر و باطن کا تعلق

مَنْقُول ہے کہ جو بندہ عالم کی خاموشی سے نفع نہ پائے وہ اس کے کلام سے بھی نفع نہیں پاتا۔ مُراد یہ ہے کہ عالم کی خاموشی اور اس کے وَرَع وتقویٰ سے ادب سیکھنا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یقین کی پیروی کی جائے جیسا کہ اس کے بولنے سے ادب سیکھ کر اور اس کی باتوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ کیونکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرمایا کرتے ہیں کہ عِلْمِ ظاہِر کا تعلق دنیاوی عُلوم سے اور عِلْمِ باطن کا عُلومِ آخرت سے ہے۔

باطن کی ظاہر پر فضیلت

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے عِلْمِ ظاہر کو دنیاوی علم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر امورِ دنیا کی خاطر اس علم کے محتاج ہوتے ہیں، جبکہ عِلْمِ باطن کے آخرت سے متعلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم درجات کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ چونکہ، زبان ظاہر ہوتی ہے لہٰذا اس کا تعلق عالَمِ مُلک سے ہے اور یہ زبان ہی عِلْمِ ظاہر کا خزانہ ہے جبکہ دل عالَمِ ملکوت کا خزانہ اور عِلْمِ باطن کا دروازہ ہے۔ پس عِلْمِ باطن کو عِلْمِ ظاہر پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح عالَمِ ملکوت جو ایک مَخْفی و چھپا ہوا عالَم ہے، کو عالَمِ مُلک پر اور دل کو زبان پر فضیلت حاصل ہے۔

ایک صوفی بُزُرگ کا قول ہے کہ جو شخص عِلْمِ الٰہی چھوڑ کر دوسرے علوم حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی غلطیوں کی تلافی خود ہی کرتا ہے مگر جو شخص عِلْمِ الٰہی حاصل کرتا ہے اسکے گناہوں کی تلافی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تلاوت فرمائی:

لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ ترجمۂ کنزالایمان: اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ

---

[1] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۱ ۱ ۷

بِالۡعَرَآءِ (پ ۲۹، القلم: ۴۹) پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا۔

یعنی اگر علمِ معرفت کے سبب اس کی تلافی نہ کر دی گئی ہوتی تو یقیناً نفسانی خواہش کے بُعد میں مبتلا ہو جاتا۔ یہاں آیتِ مبارکہ میں اَلۡعَرَآء سے مراد بُعد و دُوری ہے کیونکہ عقلی عُلوم علمِ یقین کے مقابل ہوں تو بُعد و دوری کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰکَ لَقَدۡ کِدۡتَّ تَرۡکَنُ اِلَیۡہِمۡ شَیۡـًٔا قَلِیۡلًا ﴿۷۴﴾ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۷۴)﴾[1] کی تفسیر میں ہے کہ ہم نے آپ کو علمِ معرفت عطا فرما کر ثابت قدمی کی دولت سے نوازا، قریب تھا کہ آپ عُلومِ عَقۡلِیہ کی جانب مائل ہو جاتے۔

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۰)﴾[2] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں یہ مراد ہے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ایسی زبان عطا فرما جو صرف تجھ سے کلام کرے اور تیرے سوا کسی سے کلام نہ کرے۔[3]

مشاہدہ کی خبر پر فضیلت

علمِ الٰہی اور علمِ ایمان و یقین کی عُلومِ احکام و قضایا پر وہی فضیلت ہے جو مشاہدہ کو خبر پر حاصل ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: خبر مشاہدے کی طرح نہیں ہوتی۔"[4] ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: "خبر دیکھی ہوئی شے کی طرح نہیں ہوتی۔"[5]

حضرت سیِّدُنا عِیاض بن غَنۡم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۃُ التَّکَاثُر کی آیتِ مبارکہ عِلۡمَ الۡیَقِیۡن کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شے آنکھوں سے دیکھ لینا۔[6]

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

[3] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۵۴۴، سھل بن عبد اللہ التستری، الحدیث: ۱۴۹۳۳، ج ۱۰، ص ۲۰۴

[4] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، الحدیث: ۱۸۴۲، ج ۱، ص ۴۶۱

[5] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۹۸۶، ج ۵، ص ۱۷۹

[6] ......الدر المنثور، الکھف، ج ۸، ص ۶۱۱

مَروی ہے کہ شَہَنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''میری اُمَّت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو عَلانیہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے وسیع ہونے پر خوش ہوتے ہیں مگر باطن میں اس کے عذاب کے خوف سے روتے رہتے ہیں، ان کے قدم تو زمین پر ہوتے ہیں مگر دل آسمان میں ہوتے ہیں، ان کی اَرواح تو دنیا میں ہوتی ہیں مگر ان کی عقلیں آخرت کی فکر میں مصروف رہتی ہیں، وہ بڑے سُکون سے چلتے ہیں اور وسیلے کے ذریعے قُرب حاصل کرتے ہیں۔'' (1)

پس فتویٰ دینے سے مُراد کسی بات سے آگاہ کرنا ہے جبکہ فتویٰ طلب کرنے سے مراد کسی بات سے آگاہی حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

فَاسْتَفْتِهِمْ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے پوچھو۔

اور دوسری جگہ ارشادفرمایا:

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ (پ۵، النسآء: ۱۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اورتم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔

یعنی وہ آپ سے خبر معلوم کرنا چاہتے ہیں، بعض اوقات خبر کے علم میں ظَن اور شک بھی داخل ہو جاتے ہیں جبکہ مشاہدہ ان دونوں کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ (پ۲۷، النجم: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اس آیتِ مبارکہ میں دل کے لئے آنکھ سے دیکھنا ثابت ہے جبکہ دل کے دیکھنے سے مراد یقین ہے اور جو بندہ صاحبِ دل ہو وہ صاحبِ یقین ہوتا ہے۔ چنانچہ مَخْزنِ جودوسَخاوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''یقین، غَنا کے لئے کافی ہے۔'' (2)

علمِ یقین جامع العلوم ہے

علمِ یقین میں تمام عُلوم سے مُسْتَغْنی ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ یہی حقیقی اور خالص علم ہے۔ دوسرے تمام عُلوم کا علمِ یقین سے مُسْتَغْنی ہونا ممکن نہیں کیونکہ بندے کو جس قَدر علمِ توحید اور علمِ ایمان میں یقین کی ضَرورت وحاجت ہوتی ہے اس قدر

(1) ...... حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، الحدیث: ۲۸، ج۱، ص۴۸ بتقدم وتأخر

(2) ...... شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۵۶، ج۷، ص۳۵۳

عُلُومِ فتاویٰ وغیرہ میں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ یقین کے باعث حاصل ہونے والا غنا تمام عُلُوم سے حاصل ہونے والے اِسْتِغْنا سے بڑھ کر ہے۔ اس علم کی مثالیں سورۂ فاتحہ سے لے کر پورے قرآنِ کریم میں ملتی ہیں۔ چنانچہ،

صاحبِ جُودونَوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سورۂ فاتحہ تمام قرآنِ کریم کا بدل بن سکتی ہے مگر سارا قرآنِ کریم اس کا بدل نہیں بن سکتا۔''[1]

پس علمِ الٰہی باقی تمام عُلُوم کے مقابل یہی حیثیت رکھتا ہے، یعنی علمِ الٰہی میں تو تمام عُلُوم کا عوض پایا جاتا ہے مگر باقی تمام علوم میں علمِ الٰہی کا عوض نہیں پایا جاتا۔ اس طرح کہ جو شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہو وہ باقی تمام اشیاء کا بدل ہو سکتی ہے۔ ہر علم چونکہ اپنے معلوم پر موقوف ہوتا ہے اور عِلْمِ یقین کا معلوم ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علم یقین کو باقی علوم پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خالق عَزَّوَجَلَّ کو مخلوق پر حاصل ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان لیا اب وہ کس شے سے ناواقف رہ سکتا ہے؟ اور جو ذاتِ خداوندی کو ہی نہ پہچان سکا تو پھر وہ کس شے کو پہچان سکتا ہے؟

وارثِ انبیا

عُلمائے رَبّانِیِّین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن اَنْبِیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں اس لئے کہ انہیں یہ علم اَنْبِیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے ورثہ میں ملا، پس یہ علم نہ صرف ان کی ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی کی جانب دعوت دینے کے علاوہ انہیں قلبی اعمال میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی اقتدا و پیروی پر بھی ابھارتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔

﴿2﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (پ۱۴، النحل: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر سے۔

---

[1] ......فردوس الاخبار للدیلمی، باب الفاء، الحدیث: ۴۲۶۳، ج ۲، ص ۱۰

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو دعوتِ حق دینے کا حکم دیا مگر (مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے پیروکاروں کو دعوتِ حق میں تو شریک کیا لیکن بصیرت میں شریک نہ کیا۔ البتہ! (درج ذیل آیتِ مبارکہ میں بصیرت کا مژدہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ (پ۱۳، یوسف:۱۰۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللّٰہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔

اہلِ یقین روزِ محشر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہوں گے، جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ (پ۵، النسآء:۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللّٰہ نے فضل کیا یعنی انبیا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ (پ۲۴، الزمر:۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور لائے جائیں گے انبیا اور یہ نبی اور اس کی امّت کے ان پر گواہ ہونگے۔

اس کے بعد خود ہی اس کی تفسیر کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ۚ (پ۶، المآئدۃ:۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ ان سے کتابُ اللّٰہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اسی مفہوم میں ایک روایت منقول ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں درجۂ نبوت کے سب سے زیادہ قریب اہلِ علم اور اہلِ جہاد ہیں۔ اہلِ علم کے قریب ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کی رہنمائی ان تعلیمات کی جانب کی جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام لے کر آئے تھے اور اہلِ جہاد کے قُرب کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی لائی ہوئی تعلیمات کی حفاظت میں اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔'' [1]

---

[1] ......الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، ذکر احادیث واخبار شتی......الخ، الحدیث: ۱۳۲، ج۱، ص۱۴۷ عن اسحاق بن عبداللّٰہ بن ابی فروۃ بدون ''باسیافھم، وعلماء الدنیا......الخ''

علمائے دنیا اور روزِ محشر

عُلمائے دنیا روزِ محشر حکمرانوں اور سلطانوں کے ہمراہ ہوں گے۔ چنانچہ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا حشر انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے گروہ میں ہوگا جبکہ قاضیوں کا حشر سلطانوں کے گروہ میں ہوگا۔[1] اسماعیل بن اسحاق قاضی کا شمار علمائے دنیا میں ہوتا ہے، آپ قاضیوں اور دوسرے دانشوروں کے سردار سمجھے جاتے تھے، ان کا بھائی چارہ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن ابنِ اَبی وَرْد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے ساتھ تھا جو کہ اہلِ معرفت میں سے تھے، پس جب اسماعیل قاضی بنے تو حضرت سیِّدُنا ابنِ اَبی وَرْد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه ان سے الگ ہو گئے، پھر مجبوراً ایک مرتبہ ایک شہادت کے سلسلہ میں انہیں قاضی کے پاس جانا پڑا تو آپ نے قاضی کے کندھے پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: ''اے اسماعیل! وہ علم جس نے تمہیں اس مَنْصَب پر بٹھایا ہے اس سے جاہل رہنا ہی بہتر ہے۔'' تو قاضی صاحب اپنے چہرے پر چادر ڈال کر رونے لگے یہاں تک کہ سارا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔[2]

علمائے ظاہر و باطن میں فرق

عُلمائے ظاہر زمین اور عُلمائے باطن آسمان ہیں، علمائے ظاہر عالَمِ ظاہر کی شان ہیں تو عُلمائے باطن عالَمِ ملکوت کی زینت ہیں۔ علمائے ظاہر اصحابِ خبر و لسان ہیں تو علمائے باطن اَربابِ دل اور اَصحابِ مشاہدہ ہیں۔

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے زبان کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: ''یہ میری خبر سمجھانے کا ذریعہ و آلہ ہے، اگر اس نے میری تصدیق کی تو میں اسے نجات دوں گا۔'' اور جب دل کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: ''یہ میری نظرِ کرم کا محل ہے، اگر میری خاطر صاف و شفّاف رہا تو میں اسے پاک وصاف کر دوں گا۔''

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ جاہل، علم کے باعث اور عالم، حجت قائم کر کے نجات پاتا ہے جبکہ عارف اپنے جاہ و مرتبہ کے باعث نجات پاتا ہے۔ عارفین میں سے کسی کا قول ہے کہ علمِ ظاہر ایک حکم ہے جبکہ علمِ باطن حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور حکم اس وقت تک موقوف رہتا ہے جب تک حاکم اس کا فیصلہ نہ کر دے۔

---

[1] ……المدخل لابن الحاج، فصل فی العالم و کیفیة نیته و هدیه و ادبه، ج ۱، ص ۶۲

[2] ……تاریخ قضاة الاندلس، الباب الثانی فی سیر بعض القضاة……الخ، فصل مسئلة القیام……الخ، ص ۳۵

علمائے ظاہر کی علمائے باطن کی بارگاہ میں حاضری

جب کوئی مسئلہ دلائل میں پائے جانے والے اختلاف کی وجہ سے علمائے ظاہر کو حل کرنا مشکل ہوجاتا تو وہ علمائے رَبّانیّین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے تھے کیونکہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ یہ لوگ ان کے مقابلے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور مَعْصِیَت سے بہت دور ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے متعلق مروی ہے کہ جب ان پر کوئی مسئلہ عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اقوال میں پائے جانے اختلاف کے باعث مُشْتَبِہ ہوجاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہلِ معرفت عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔ **منقول** ہے کہ وہ حضرت سیِّدُنا شیبان راعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھا ہو اور ان سے عرض کرتے کہ وہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو انہیں جواب ملتا: ''اے ابو عبد **اللہ**! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے سوال پوچھتا ہے۔'' تو وہ عرض کرتے: ''جو ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے مُوافق ہے۔''[1]

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی شدید بیمار ہوگئے اور یہ دعا کیا کرتے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر اس بیماری میں تو راضی ہے تو اس میں مزید اضافہ فرمادے۔'' تو شہر کے اطراف سے حضرت سیِّدُنا مَعافِری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے انہیں ایک مکتوب ارسال فرمایا: ''اے ابو عبد **اللہ**! تیرا شمار مصیبت زدہ افراد میں نہیں ہوتا، لہٰذا تو ان سے بچ کہ ہمیں رضا کا سوال کرنا پڑے، بلکہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس کی نرمی اور عافیت کا سوال کیا کریں۔'' اس کے بعد حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور فرمایا کرتے: ''میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' اور پھر یوں دعا کیا کرتے: **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَتِیْ فِیْمَا اُحِبُّ۔** یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری بھلائی ان اُمور میں رکھ دے جنہیں میں پسند کرتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعِین رَحِمَہُ اللہُ الْمُبِیْن اکثر حضرت سیِّدُنا

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الثاني في العلم المحمود والمذموم، بيان العلم الذي هو فرض كفاية، ج ١، ص ٢٦٧ لماعلمناه بدله لما اغفلناه

مَعْرُوف بن فِیروز کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت سیِّدُنا مَعْرُوف کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی ان دونوں سے بہتر عالم اور محدث نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل معلوم کیا کرتے تھے۔

مَروی ہے کہ عرض کی گئی: ''یا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس وقت ہم کیا کریں جب کوئی ایسا امر لاحق ہو جس کا حکم نہ تو کتابُ اللّٰہ میں ہمیں ملے اور نہ ہی سنّت میں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''صالحین سے پوچھ لیا کرو اور اس درپیش معاملہ میں باہم مشورہ کر لیا کرو لیکن ان کی عدم موجودگی میں کسی بھی معاملہ کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے دریافت فرمایا: ''اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہو جس کا حکم قرآن وسنّت میں نہ ہو تو کیا کرو گے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں اس معاملے میں وہ فیصلہ کروں گا جو صالحین نے کیا تھا۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تمام تعریفیں اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو یہ توفیق عطا فرمائی۔''[2] اور ایک روایت میں حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: ''میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔''[3]

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الھَادِی سے مَنْقول ہے کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی بارگاہ سے جانے کے لئے کھڑا ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''جب مجھ سے جدا ہوتے ہو تو کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''حضرت سیِّدُنا حارِث مُحاسبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے ساتھ۔'' تو فرمانے لگے کہ ''ہاں! اچھا ہے ان سے علم و ادب تو سیکھنا مگر علمِ کلام کی تفصیلات اور مُتَکَلِّمین کا رد کرنا مت سیکھنا۔'' فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس سے اٹھ کر واپس مڑا تو انہیں یہ فرماتے سنا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں حدیث (یعنی سنن) کا ایسا عالم بنائے جو صوفی بھی ہو اور ایسا صوفی نہ بنائے جو حدیث (سنن) سے آگاہ نہ ہو۔''[4]

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۰۴۲، ج ۱۱، ص ۲۹۴ مفھوماً

[2] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع والاقضیۃ، باب فی القاضی ماینبغی ان یبدأ بہ فی قضائہ، الحدیث: ۲، ج ۵، ص ۳۵۸ بتغیر

[3] ......جامع الترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، الحدیث: ۱۳۲۷، ص ۱۷۸۵

[4] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۴۸۰۳ علی بن ابرھیم، ج ۴۱، ص ۲۵۲

مُراد یہ ہے کہ جب تم پہلے علمِ حدیث اور اُصول وسُنَن کی معرفت حاصل کرو گے اور اس کے بعد زاہد و عابد بنو گے تو علمِ تَصَوُّف میں ترقّی کرو گے اور ایسے صوفی بنو گے جو معرفت بھی جانتا ہو گا لیکن اگر عبادت، تقویٰ اور حال سے آغاز کیا تو ان اُمور کے باعث علم اور سُنَن سے غافل ہو جاؤ گے اور اصول وسُنَن سے جہالت کی بنا پر یا تو شَطْحِیّات[1] کا شکار

---

[1] ......حضرت سَیِّدُنا عبدالمصطفیٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **شَطْحِیَّات** کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صحو (ہشیاری) وسکر (مدہوشی) صوفیہ کرام کی یہ دو مشہور کیفیات ہیں۔ اکثر صوفیہ تو ایسے گزرے ہیں کہ معرفتِ الٰہی ووصالِ حقیقی کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کو منجانب اللہ ایسے وسیع ظرف سے نوازا گیا کہ کیفیات واحوال سے مغلوب ہو کر دامنِ ہوش وخرد ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ان کی بیداری وہوشیاری میں ایک لمحہ کے لئے بھی فتور نہیں پیدا ہوا۔ یہ لوگ ''**اَرْبَابِ صَحْو**'' کہلاتے ہیں۔ اور بعض وہ مشائخ ہیں جو بادۂ عرفانِ الٰہی سے اس درجہ مخمور وسرشار ہو جاتے ہیں کہ غلبۂ احوال وکیفیات میں دامنِ عقل وہوش تار تار کر دیتے ہیں اور دنیائے بیداری وہشیاری سے بیزار ہو کر مستی ومدہوشی کے عالم میں رہتے ہیں۔ ان بزرگوں کو ''**اَرْبَابِ سُکْر**'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہی **مُؤَخِّرُ الذِّکْر** بزرگوں سے کبھی کبھی عالم سکر ومستی میں بلا اختیار بعض ایسے کلمات سرزد ہو جاتے ہیں جو بظاہر خلافِ شریعت ہوتے ہیں، ایسے ہی کلمات ومقالات کو اصطلاحِ صوفیہ میں ''**شطحیات**'' کہتے ہیں۔ وہ بزرگ جن سے **شطحیات** سرزد ہوئیں بہت قلیل تعداد میں ہوئے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ **شطحیات** سرزد ہونے کے بعد جب ان کے ہوش وحواس بجا ہوئے ہیں تو انہوں نے نہ صرف ان اقوال سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے بلکہ اظہار بیزاری واستغفار بھی کیا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید جہانگیر اشرف سمنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے منقول ہے کہ ''اصحابِ عرفان وصاحبانِ وجدان میں سے اکثر وبیشتر اہلِ صحو (ہشیاری) ہیں اور اس جماعتِ عالیہ میں سے کچھ لوگ صاحبانِ سکر (مدہوشی) بھی ہوئے ہیں کہ کبھی کبھی غلبۂ حال وجرأت وصال میں ان سے کلام **شطحیات** نکل گئے ہیں لیکن اس حال وکیفیت کے دفع ہوتے ہی یہ لوگ اسی وقت استغفار کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو حکم دیتے تھے کہ جب بھی اگر دوبارہ کوئی شطح آمیز کلام ہم سے سرزد ہو تو اس کے تدارک میں تم لوگ کوشش کرو۔'' (لطائف اشرفی)

''شطحیات'' کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حزم واحتیاط لازم ہے ردّ وانکار اور ان بزرگوں پر فتویٰ لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ حتی الامکان تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ سب بزرگانِ دین و **اھل اللہ** اور صاحبانِ معرفت تھے بلا شبہ ان میں کا ہر ہر فرد نمونۂ سنت وجلوۂ آفتابِ شریعت تھا۔ ان اکابرِ ملت بزرگوں پر زبانِ طعن دراز کرنا یقیناً بہت بڑی گستاخی اور زبردست محرومی ہے۔ اسکے متعلق حضرت مخدوم جہانگیر اشرف قدس سرہ کا ارشاد سنئے: ''جماعتِ صوفیہ کا قانون **مسلم** اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشائخ کے **شطحیات** کو نہ تو ردّ کرنا چاہئے نہ قبول کرنا چاہئے کیونکہ اس مَشْرَب کا تعلق مقام وصول کیساتھ ہے۔ یہ ان مقاصد میں سے نہیں ہیں جہاں عقل کچھ کام آ سکے۔ ہاں البتہ کچھ صوفیوں نے الفاظ **شطحیات** کی شرح میں اچھی اچھی تاویلیں کی ہیں اور ایسے مناسب مطلب ومحمل بیان کئے ہیں کہ ایک حد تک ان کو عقل کے ادراک وعلم کے قابل کہا جا سکتا ہے۔'' (لطائف اشرفی) ظاہر ہے کہ جو شخص اس درجہ مغلوب الحال ہو چکا ہو کہ اس کو دنیائے عقل وہوش سے کوئی سروکار ہی نہ ہو اور عین مدہوشی کے عالم میں بلا اختیار وارادہ اس سے کچھ کلمات صادر ہو گئے ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ ہوش وحواس بجا ہونے کے بعد وہ ان کلمات سے نہ صرف لاعلمی بلکہ بیزاری کا اظہار واستغفار کرتا ہو۔ بلا شبہ ایسا شخص **مَرْفُوْعُ الْقَلَم** اور حدودِ شریعت سے آزاد ہے ایسے شخص سے کوئی شرعی مواخذہ کرنا درحقیقت شریعت سے لاعلمی ہے:

سجدۂ روضہ ہو کہ در کا طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے (معمولات الابرار، ص ۸۳، جمالِ کرم لاھور)

ہو جاؤ گے یا پھر کسی مُغالَطے کا۔ پس علمِ ظاہر اور کُتُبِ حدیث کی جانب رُجوع کرنا ہی تمہاری سب سے بہتر حالت ہے۔ اس لئے کہ یہی اصل ہیں اور عبادت وعلمِ تَصَوُّف انہی کی فرع ہیں اور تو ہے کہ اصل سے پہلے فرع سے آغاز کر رہا ہے۔ **مَنقول** ہے کہ بے شک لوگ اُصول ضائع کر دینے کی وجہ سے وِصال سے محروم رہتے ہیں۔ [1]

علم وعمل

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب علم حاصل کیا تو اس پر عمل بھی کیا اور جب عمل کیا تو اخلاص والے بن گئے، اور جب اخلاص والے ہو گئے تو (لوگوں سے) بھاگ کھڑے ہوئے۔ [2] اور ایک بُزُرگ کا قول ہے کہ ایک عالم جب لوگوں سے بھاگتا پھرے تو اسے تلاش کرو اور جب وہ لوگوں کی تلاش میں ہو تو اس سے بھاگو۔ [3] حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ علم، عمل کو پکارتا ہے، اگر وہ اس کی پکار پر لبیک کہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ آگے چل دیتا ہے۔ [4]

حضرت سیِّدُنا ذوالنّون مِصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخص کے ہم نشین بنو جس کے اوصاف تم سے باتیں کریں اور اس کے پاس مت بیٹھو جس کی زبان تم سے باتیں کرے۔ [5] اور حضرت سیِّدُنا امام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس کے اعمال تم سے کلام کریں صرف اسی شخص کی صحبت اختیار کرو اور جس کے اقوال تم سے مُخاطب ہوں اس کی صحبت مت اختیار کرو۔

الغرض طبقۂ اَصْفِیا میں سے ایک گروہ اہلِ معرفت سے ادب سیکھنے اور ان کے اُسلوبِ طریقت اور اَخلاق کو سمجھنے کے لئے ان کی بارگاہ میں اکثر حاضر رہتا، اگرچہ ان اہلِ معرفت کا شمار علمائے کرام میں نہیں ہوتا تھا کیونکہ ادب ہمیشہ افعال واعمال سے سیکھا جاتا ہے اور علم، اقوال سے۔

---

[1] ……الرسالۃ القشیریۃ، باب الوصیۃ للمرید، ص ۴۲۴

[2] ……جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع القول فی العمل بالعلم، تحت الحدیث: ۱۲۷۶، ص ۲۵۵۔ بتغیر

[3] ……الوافی بالوفیات الصفدی، حرف العین، عبداللہ بن محمد، ج ۵، ص ۴۶۴۔ العالم بدلہ الزاھد۔
کشف المشکل من حدیث الصحیحین، مسند ابی موسی الاشعری، تحت الحدیث: ۳۵۹/۴۲۹، ص ۲۶۲

[4] ……المدخل لابن الحاج، فصل، ج ۲، ص ۴۵۴

[5] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۵۴ ذوالنون المصری، الحدیث: ۱۴۱۸۹، ج ۹، ص ۳۸۱

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے اس مفہوم میں جو روایات مَیں نے سنی ہیں ان میں سے ایک روایت انتہائی اعلیٰ ہے۔ چنانچہ کسی حکیم و دانا شخص سے مَنقول ہے کہ ایک شخص کو ہزار نصیحتیں کرنے سے زیادہ موثر ہزار بندوں کو ایک فعل کے ذریعے نصیحت کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے کہ علم سارے کا سارا دنیا ہے اور آخرت اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔[1] اور ایک بار ارشاد فرمایا کہ سوائے اخلاص کے ہر عمل ہوا میں اڑنے والے مٹی کے باریک ذرّات کی حیثیت رکھتا ہے۔[2] ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کے سوا تمام لوگ مُردوں کی مثل ہیں اور اپنے علم پر عمل کرنے والے علما کے سوا باقی تمام علما مدہوش ہیں اور یہ عمل کرنے والے بھی سب کے سب سوائے مُخْلِصِین کے دھوکے میں مبتلا ہیں اور اخلاص والے بھی اس وقت تک اس مقامِ خَشِیَّت پر فائز ہیں جب تک کہ انہیں اسی حالت پر موت نہیں آجاتی۔[3]

کتابیں یاد کر لینا علم نہیں

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جو کسی کے علم کو جاننے والا ہو اور نہ ہی وہ شخص عالم ہو سکتا ہے جو کسی کے علمِ فقہ کی حفاظت کرنے والا ہو، بلکہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے والا، ان روایات کو یاد رکھنے والا اور ان کو آگے نقل کرنے والا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو حازِم عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم فرماتے ہیں کہ عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام تو گزر گئے مگر عُلوم سیاہ برتنوں میں باقی رہ گئے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ فُلاں علم یاد رکھنے والا ہے اور فُلاں نے مجھے حدیث بیان کی اور وہ علم یاد رکھنے والا ہے مگر یہ نہ کہتے کہ وہ عالم ہے۔[4]

---

[1] ……اقتضاء العلم العمل للخطیب البغدادی، الحدیث: ۲۰، ص ۲۸

[2] ……المرجع السابق، الحدیث: ۲۲، ص ۲۹

[3] ……شعب الایمان للبیہقی، باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء، الحدیث: ۶۸۶۸، ج ۵، ص ۳۴۵ عن ذوالنون المصری، بتغیر

[4] ……تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، الثامن من التاریخ، الرقم ۱۴۴۵، ص ۲۶۴ وعاء بدله واعیا۔ بدون فلان، للعلم

مَروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے مسائل جاننے والے انہیں سمجھنے والے نہیں ہوتے اور بہت سے مسائل جاننے والے لوگ ان لوگوں تک مسائل پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔''[1]

روایات بیان کرنے والا عالم نہیں

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن تو حضرت سیِّدُنا حَمّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد کو بھی کہا کرتے تھے کہ وہ روایات بیان کرنے والے ہیں اور وہ عالم صرف اسی شخص کو خیال کرتے تھے جسے دوسروں کے علم کی ضرورت نہ ہو اور فقیہ بھی صرف اسے ہی خیال کرتے جو دوسروں کی باتیں نہ سنے بلکہ اپنے دل اور علم سے مسائل سمجھنے والا ہو۔ جیسا کہ مروی ہے کہ عرض کی گئی: ''لوگوں میں سب سے زیادہ غنی کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ عالم جو علم کی دولت سے مالا مال ہو کہ جب اس کی ضرورت ہو تو نفع دے ورنہ اپنے علم پر اِکْتِفا کرتے ہوئے لوگوں سے بے نیاز رہے۔''

اس لئے کہ غیر سے علم حاصل کرنے والا شخص درحقیقت اس غیر کے علم کو جاننے والا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں عالم وہ غیر ہے نہ کہ یہ۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو دوسروں کے اوصاف اپنانے کی وجہ سے صاحبِ فضل شمار ہوتا ہے تو حقیقت میں صاحبِ فضل لوگ وہی ہیں جن کے اوصاف اس نے اپنا رکھے ہیں۔ جب کوئی شخص ان (علما کے علم اور فضلا کے فضل) سے جدا ہوتا ہے تو چپ ہو جاتا ہے اور کبھی بھی (علم وفضل کی بات نہیں کرتا بلکہ) اس علم کی جانب رُجوع تک نہیں کر پاتا جو اس کی ذات کے ساتھ خاص تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں وہ جاہل ہے جو صرف اہلِ علم وفضل کے طریقے بیان کرنے والا تھا اور اس کے علم کو **عِلْمِ سَمْع و نَقْل** کے نام سے جانا جاتا ہے۔

پس جو عالم دوسروں کے علم کا محتاج ہو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو مقاماتِ صِدّیقین سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے احوال بھی بیان کرتا ہے مگر اس کا اپنا کوئی حال ہے نہ کوئی مقام، بلکہ اس کا وَصْف بس یہی ہے کہ وہ محض عُلوم و اقوال سے دلیل قائم کرسکتا ہے۔ چونکہ اعمال اور مقام کے باعث حُجّت قائم کرنے میں عارفین سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ ایسے افراد کی مثال دیتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب من بلغ علما، الحديث: ۲۳۰، ص ۲۴۹۱

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۱۸ (پ۱۷،الانبیاء:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ (پ۱،البقرۃ:۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے۔

یعنی وہ ایسا شخص ہے جو شُبہات کی تاریکیوں میں مبتلا ہونے کے سبب ان تمام اُمور میں بَصیرت سے کام نہیں لیتا جن میں عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا اختلاف پایا جاتا ہے اور نہ ہی اپنے وِجْدان سے معاملہ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرتا ہے بلکہ دوسروں کا وِجْدان پانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس حقیقت میں وِجْدان اور مشاہدہ کا تعلق اس (شبہات کی تاریکیوں میں بھٹکنے والے) شخص سے نہیں بلکہ دوسروں سے ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ روایت بیان کرنے والے کسی شخص کی کوئی پروا نہیں کرتا بلکہ وہ سوجھ بوجھ رکھنے والے شخص کی پروا کرتا ہے۔[1] اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس نفع بخش عقل نہ ہو اس کا کثیر تعداد میں احادیث روایت کرنا نفع نہیں دیتا۔

کسی دانا شخص نے اشعار کی صورت میں کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے:

رَاَيْتُ الْعِلْمَ عِلْمَيْنِ فَمَسْمُوْعٌ وَّ مَطْبُوْعٌ
وَ لَا يَنْفَعُ مَسْمُوْعٌ اِذَا لَمْ يَكُ مَطْبُوْعٌ
كَمَا لَا تَنْفَعُ الشَّمْسُ وَ ضَوْءُ الْعَيْنِ مَمْنُوْعٌ

ترجمہ: میں نے دو طرح کے ہی علم دیکھے ہیں، ایک علم کا تعلق سماعت سے ہے اور دوسرے کا طَباعَت سے اور سنا ہوا علم اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب کہ وہ لکھا ہوا بھی ہو۔ جس طرح کہ سورج کی روشنی اس وقت فائدہ نہیں دیتی جب آنکھ کے لئے روشنی ممنوع ہو۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی اکثر یہ اَشعار پڑھا کرتے تھے:

---

[1] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۵۵۹۰ فرج بن ابراھیم، ج۴۸، ص۲۵۳ عن ابومحمد حسن بن محمد الجریری (المتوفی ۳۱۲ھ)، فھم بدلہ قلب۔ تاریخ بغداد، الرقم ۲۶۴۸ احمد بن محمد الحسب بن محمد، ج۵، ص۱۹۸ روایۃ وفھم بدلھما حکایۃ وقلب

عِلْمُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ لَّيْسَ يَعْرِفُهُ   اِلَّآ اَخُو فِطْنَةٍ بِالْحَقِّ مَعْرُوْفٌ

وَلَيْسَ يَعْرِفُهُ مَنْ لَّيْسَ يَشْهَدُهُ   وَكَيْفَ يَشْهَدُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مَكْفُوْفٌ

ترجمہ: تصوُّف ایک ایسا علم ہے جسے صرف حق کو سمجھنے والے اور نیک بندے ہی جانتے ہیں۔ جسے مشاہدۂ حق نہ ہو وہ اس علم سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ ایک نابینا شخص سورج کی روشنی کیسے دیکھ سکتا ہے؟

علوم کی تدوین

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یعنی پہلی اور دوسری صدی ہجری میں لوگوں کی جو حالت تھی وہ بعد میں نہ رہی کیونکہ بعد میں نہ صرف کتابیں اور عُلوم کے مختلف مجموعے مُرتّب ہوئے بلکہ لوگوں سے منقول باتیں بیان کی جاتیں، ایک ہی امام کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا جاتا اور اس کے علاوہ لوگ ہر معاملے میں ایک ہی امام کے قول کا قصد کرتے اور اس کے مذہب کے مطابق فقہی بصیرت حاصل کرتے۔ یہ کُتُب تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور کبار تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے وِصال کے بعد لکھی گئیں۔ چنانچہ،

سب سے پہلی اسلامی کتابیں

مَنْقُول ہے کہ سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا ابنِ جُرَیج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں ایک کتاب تصنیف کی جو حضرت سیِّدُنا مجاہد، حضرت سیِّدُنا عطا عَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح اور حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے دیگر شاگردوں سے منقول آثار و تفسیری اقوال پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد یمن میں حضرت سیِّدُنا مَعْمَر بن راشد صَنْعانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے ایک مجموعہ ترتیب دیا جس میں انہوں نے احادیثِ مبارکہ کو ابواب کے تحت جمع کیا۔ پھر مدینہ طیبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فقہی موضوعات پر مؤطا شریف لکھی۔ پھر حضرت سیِّدُنا ابنِ عُیَیْنہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک کتاب میں تفسیری اقوال اور احادیثِ مبارکہ کو جمع کیا تو حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فقہی مسائل اور احادیثِ مبارکہ کو ''الجامع الکبیر'' میں جمع کیا۔

یہ تمام کُتُب ۱۲۰ ہجری کے بعد اس وقت تصنیف ہوئیں جب حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جیسے بلند پایہ تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ اس زمانے میں بھی بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ

السَّلَام احادیثِ مبارکہ کو زبانی یاد کرنا زیادہ پسند کرتے اور فرماتے کہ ”جیسے ہم نے زبانی یاد کیا تم بھی اسی طرح زبانی یاد کرو۔“[1] وہ ایسا اس لئے کہا کرتے تھے تا کہ لوگ لکھنے میں مشغول ہو کر کہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دوسرے بہت سے بلند پایہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان قرآنِ کریم کی تدوین کے بارے میں فرماتے تھے کہ ”ہم وہ کام کیسے کریں جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہیں کیا؟“[2] انہیں یہی خدشہ تھا کہ لوگ صرف مصحف سے دیکھ کر قرآنِ کریم پڑھنے میں مشغول ہو جائیں گے اور صرف مَصاحِف کو ہی کافی سمجھیں گے۔ چنانچہ وہ فرماتے کہ ”ہم قرآنِ کریم کو جمع نہیں کریں گے تا کہ لوگ ایک دوسرے سے سن کر یاد کریں اور ان کی مَشْغُولِیَّت اور ذکر و فکر قرآن ہی رہے۔“ مگر اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی رائے تھی کہ قرآنِ کریم کو کتابی شکل میں جمع کیا جائے کیونکہ یہ یاد کرنے کے لئے نہ صرف زیادہ بہتر ہے بلکہ جب لوگ اسبابِ دنیا کے حصول میں مگن ہو کر قرآنِ کریم زبانی یاد کرنے سے غافل ہو جائیں گے تو لکھا ہوا قرآن ان کی توجہ کا مرکز بن جائے گا۔

پس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شرحِ صَدْر کی دولت سے نوازا تو آپ نے قرآنِ کریم کو ایک ہی مُصْحَف میں جمع کر دیا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور دوسرے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن اسی طرح علم حاصل کیا کرتے یعنی ایک دوسرے سے سن کر زبانی یاد کر لیتے کیونکہ ان کے دلوں میں شک نہ تھا اور نہ ہی وہ اسبابِ دنیا میں مشغول رہتے بلکہ وہ نفسانی خواہشات سے پاک تھے اور بلند ہمّتوں، پختہ ارادوں اور اچھی نیتوں والے تھے۔

علومِ تقویٰ کا خاتمہ اور علمِ کلام کا آغاز

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے فوراً بعد چوتھی صدی میں علمِ کلام کے مُتعلق بہت سی کُتُب لکھی گئیں جو علمائے مُتَکَلِّمِین نے رائے، عقل اور قیاس کے بارے میں تحریر کی تھیں، مگر جب اہلِ تقویٰ کے عُلوم ختم ہو گئے اور اہلِ یقین کی معرفت کی باتیں پردۂ غیب میں چلی گئیں تو وہ اپنے پیچھے اپنے برے جانشین چھوڑ گئے اور جانشینی کا یہ سلسلہ اب تک

[1] ……اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۶۱۷

[2] ……مسند ابی داود الطيالسی، احاديث ابی بكر الصديق، الحديث: ۳، ص ۳

موجود ہے اور ہمارے زمانے میں تو حقیقت کی پہچان تک ممکن نہیں رہی کیونکہ اب مُتَکَلِّمِین کو عُلما کے نام سے پکارا جاتا ہے تو قِصّے کہانیاں سنانے والوں کو عارف کہا جاتا ہے۔ نیز نقل و روایت کرنے والوں کو بھی علما کہا جاتا ہے حالانکہ انہیں دین کی کچھ سمجھ نہیں اور نہ ہی انہیں اہلِ یقین کی بصیرت حاصل ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن ابی عَبلہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ہم نمازِ فجر کے بعد حضرت سیِّدُنا عطا خُراسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ ہمیں علم کی باتیں سکھاتے۔ ایک صبح وہ نہ آسکے تو ایک شخص اسی انداز میں بیان کرنے لگا جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عَطا عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح کیا کرتے تھے۔ تو حضرت سیِّدُنا رجا بن ابی حیوہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس کی آواز اجنبی محسوس ہوئی۔ تو انہوں نے پوچھا: ''یہ بیان کرنے والا کون ہے؟'' جب اس نے بتایا کہ میں فُلاں ہوں۔ تو ارشاد فرمایا: ''خاموش ہوجا، کیونکہ علم کی باتیں علم والوں سے ہی سنی جاتی ہیں۔''[1]

بُزُرگانِ دین فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عرفان رکھنے والے معرفت کی باتیں صرف دنیا سے کنارہ کش عارفین ہی سے سننا پسند کرتے اور دنیادار لوگوں سے نہ سنتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ دنیادار اس علم کے لائق نہیں ہیں۔ جو بندہ علمِ معرفت و یقین کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں ہر دم مشغول رہے اس پر کسی فردِ واحد کی تقلید ضروری نہیں۔[2]

---

[1] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۱۷ عطاء بن میسرۃ، الحدیث: ۷۱۹۱، ج۵، ص ۲۲۶ بتغیر

[2] ……اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، پروانۂ شمع رسالت، مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ)، حضرت سیِّدُنا امام **عارف باللہ** سیدی عبدالوہاب شعرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی کتاب ''اَلْمِیْزَانُ الْکُبْرٰی'' سے نقل فرماتے ہیں: ''مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اس کے مذہب (یعنی فقہ) میں راجح ٹھہری (یعنی فوقیت رکھتی) ہو ہر زمانے میں علما کا اسی پر عمل رہا ہے، البتہ جو **ولی اللہ** ذوق و معرفت کی راہ سے اس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعتِ مطہرہ کا پہلا چشمہ (یعنی جہاں سے شریعت جاری ہوئی)، جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے، اسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوالِ علما کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں (سے) دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمہ اُولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں۔'' (المیزان الکبری، فصل فان القائل فھل یجب……الخ، ج۱، ص ۱۱ ملخصاً) اسکے بعد سیدی اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت فرماتے ہیں: ''یہاں سے ثابت کہ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اس رُتبۂ عُظمٰی (یعنی بلند مقام) تک پہنچا اس پر تقلیدِ امامِ معین (یعنی خاص ایک امام کی تقلید) قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علما کا عمل رہا، یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہُ العَالِی (متوفی ۵۰۵ھ) نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا: ''مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچ کس روا نبود۔ (ترجمہ) اپنے صاحبِ مذہب (یعنی اپنے فقہی امام) کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔'' اور اس پر حاشیہ میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) میں کہتا ہوں: ان کی مراد تقررِ مذاہب (یعنی چاروں فقہ کے مقرر ہونے) اور ظہورِ تقلیدِ معین ائمہ (یعنی چار اماموں کی تقلید کے ظاہر ہونے) کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے جیسا کہ واضح ہے اور دعویٰ اتفاق (یعنی کسی بات پر سب کے متفق ہونے کے دعویٰ) میں شاذ و نادر (یعنی جو کم ہو اس) کا اعتبار نہ کرنا کثیر و مشہور ہے جیسا کہ صاحبِ بصیرت (یعنی عقل مند آدمی) پر مخفی (یعنی پوشیدہ) نہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج۲، ص ۷۰۴-۷۰۵)

اساتذہ سے اختلاف

مُتقدِّمین جب اس مقام پر فائز ہوئے تو انہوں نے اپنے ہی اَساتذہ سے اختلاف کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا ہر شخص کے علم سے کچھ لیا جاتا ہے اور کچھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔[1] آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے علمِ فقہ حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے اور علمِ قِراءَت حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے سیکھا اور فقہ میں حضرت سیِّدُنا زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے اور قراءَت میں حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے اختلاف بھی کیا۔ بعض فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی بات معلوم ہو جو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہو تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے اور جو بات صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان سے مروی ہو ہم اس میں سے بعض لے لیں گے اور بعض چھوڑ دیں گے اور جس بات کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ تابعینِ عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے مروی ہے تو وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی۔ انہوں نے بھی (اپنے علم کے مطابق) بات کی اور ہم بھی (اپنی سمجھ کے مطابق) بات کریں گے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام تَقْلِیدِ محض کو اچھا نہ سمجھتے اور فرمایا کرتے کہ کسی کے لئے تمام فقہا کا اختلاف جانے بغیر کسی بھی شرعی مسئلہ پر عمل کرنا درست نہیں۔ یعنی اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اختلاف میں سے کسی ایسی رائے کو اختیار کرے جو محتاط اور مضبوط ہو۔ اگر وہ کسی کے کسی دوسرے فقہی مذہب کے مطابق شرعی مسئلہ پر عمل کرنے کو اچھا سمجھتے تو اس طرح فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اختلاف جاننے کی حاجت ہی نہ رہتی کیونکہ جب کوئی شخص اپنا فقہی مذہب جان لیتا تو یہی اس کے لئے کافی ہو جاتا۔ اسی وجہ سے مَنْقُول ہے کہ کل (بروزِ قیامت) جب بندے کا حساب کتاب ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ اور یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تو نے دوسرے کے علم پر کتنا عمل کیا؟[3]

---

[1] ……قرة العين برفع الدين في الصلاة للبخاري، الحديث: ١٠٣، ص ٧٣ عن مجاهد
المعجم الكبير، الحديث: ١١٩٤١، ج ١١، ص ٢٦٩ يترك الا بدله يدع، غير

[2] ……اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم، ج ١، ص ٧١٤

[3] ……المرجع السابق۔ ص ٧١٥

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا۔

(پ ۲۱، الروم: ۵۶)

پس اس آیتِ مبارکہ میں علم اور ایمان کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ جسے ایمان عطا کیا جائے اسے علم بھی عطا کیا جاتا ہے جس طرح کہ جسے علمِ نافع عطا ہوا اسے ایمان سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یہ ایک توجیہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کے مفہوم میں داخل ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (پ ۲۸، الحشر: ۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مراد یہ ہے کہ انہیں علمِ ایمان سے قوت بخشی۔ یعنی یہاں روح سے مراد علمِ ایمان ہے۔ جو بندہ کتاب وسنت سے شرعی مسائل نکالنے اور استدلال کرنے کا اہل ہو علم پھیلانے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بصیرت والا ہوتا ہے اور اس کا شمار تدبر و تفکر کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ پس جاہل اور عام شخص کو علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی اور ایک عام عالم کو خاص عالم کی تقلید کرنا چاہئے جبکہ علمِ ظاہر جاننے والے کو علم باطن جاننے والے کی تقلید کرنا چاہئے۔ کیونکہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے (اہل قلوب کو) لغت اور فتویٰ جیسے علوم کے بجائے علمِ قلوب کی جانب رجوع کرنے کا حکم دیا اور اہلِ قلوب کو اس علم میں جو ان کے ساتھ خاص ہے، میں مفتیوں کی جانب رجوع کرنے کا حکم نہ دیا۔ چنانچہ اہلِ قلوب مفتیوں سے سوال پوچھتے ہیں، پھر اپنے دل میں کوئی خلش پاتے ہیں تو ان پر دل کی بات ماننا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی بات پر عمل کرنے کے متعلق شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے درج ذیل چار فرامینِ مبارکہ مروی ہیں:

(1)......اپنے دل سے پوچھو اگرچہ لوگ تمہیں (جو بھی) فتویٰ دیں۔[1]

(2)......گناہ، دلوں میں کھٹکنے والی چیز ہے۔[2]

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۴۴ عبدالرحمن بن مھدی، الحدیث: ۱۳۰۴۱، ج ۹، ص ۴۸

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۸، ج ۹، ص ۱۴۹ حزازبدلہ حواز

(3)......جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو۔[1]

(4)......اگر چہ لوگ تجھے کچھ فتویٰ دیں، اگر چہ لوگ تجھے کوئی بھی فتویٰ دیں۔[2]

زوالِ علم

پھر (ایسا وقت آیا کہ) علمِ معرفت کا صرف درس دیا جاتا (عمل کوئی بھی نہ کرتا) جو جہالت ہے اور ہر اس شخص کو عالم کہا جانے لگا جو خوب باتیں کرتا اور سننے والوں کو اس کی باتیں عجیب لگتیں مگر وہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکتا۔ اسی طرح ہر بے سرو پا لچھے دار گفتگو کرنے والے کو بھی عالم کہا جانے لگا جس کا سبب یہ ہے: عام لوگوں کا علم کی حقیقت سے ناواقف ہونا اور بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کی سیرت کے بارے میں بہت کم جاننا کہ وہ کیسے تھے؟ چنانچہ اب متکلمین کی ایک کثیر تعداد فتنہ وفساد پھیلا رہی ہے اور کلام، رائے اور جہالت پر مبنی عقلی باتوں کو جاہل لوگ علم شمار کرنے لگے ہیں۔ انہیں متکلمین اور علما کے درمیان فرق معلوم ہے نہ علم اور کلام کے درمیان تمیز۔ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ بعض خاص قسم کے جاہل لوگ بظاہر حقیقی علما کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ان کے ہم نشینوں پر ان کی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔

علم و عالم کی حقیقت جاننا فرض ہے

لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقدمین کی سیرت سے آگاہ ہو اور بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کے طریقوں کو بھی خوب جانتا ہو۔ پھر وہ بندہ سب سے بڑا عالم ہے جو سب سے بڑھ کر یہ بات جانتا ہے کہ علم کیا ہے؟ عالم کون ہے؟ حقیقی طالب علم کون ہے؟ اور طلبِ علم کا لبادہ اوڑھنے والا کون ہے؟

جس طرح علم حاصل کرنے والوں پر سرکار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان ”علم حاصل کرنا فرض ہے“ کی وجہ سے علم حاصل کرنا فرض ہے، اسی طرح حصولِ علم کے لئے ان پر یہ جاننا بھی لازم ہے کہ علم کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ نامعلوم شے کا حصول درست نہیں۔ نیز حصولِ علم کے لئے حقیقی عالم کو پہچاننا بھی لازم ہے کیونکہ علم ایک وصف ہے جو موصوف کے بغیر نہیں پایا جاتا، بلکہ یہ صرف اہلِ علم کے پاس ہی ملتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی

---

[1] ......کتاب الجامع معمر بن راشد مع مصنف عبد الرزاق، باب الایمان والاسلام، الحدیث: ۲۰۲۷۳، ج ۱۰، ص ۱۱۵

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصۃ بن معبد الاسدی، الحدیث: ۱۸۰۲۸، ج ٦، ص ۲۹۳

المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے متعلق منقول ہے کہ ان سے عرض کی گئی: ''آپ نے فُلاں مسئلہ میں فُلاں سے اختلاف کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ہم میں سب سے زیادہ بھلائی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ دین کی پیروی کرنے والا ہے۔''[1] اور جب حضرت سیِّدُنا سعد سے عرض کی گئی کہ حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیِّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 106 میں ﴿نُنْسِھَا﴾ کو ﴿ننسأھا﴾ پڑھتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''قرآنِ کریم ابن مُسَیِّب پر نازل ہوا ہے نہ ان کے والد پر۔'' پھر آپ نے اس لفظ کو ﴿نُنْسِھَا﴾ ہی پڑھا۔[2]

دورِ جدید میں سب سے بڑا عالم کون

آج کے اس دور میں سب سے بڑا عالم اور سب سے زیادہ توفیق وہدایت کے قریب وہ بندہ ہے جو سب سے زیادہ بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی پیروی کرنے والا اور ان کے اوصاف اپنانے والا ہے۔ اور ایسا کیونکر نہ ہو۔ جب سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' تو فرمایا: ''جب معاملات مُشْتَبہ ہو جائیں گے تو ان میں سب سے زیادہ حق جاننے والا ہی سب سے بڑا عالم ہوگا۔''[3] اور بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کے اختلاف جانتا ہو۔[4]

بدعت اور بدعتی

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اسلام میں دو قسم کے بندوں نے نئی بات شامل کر دی ہے۔ ان میں سے ایک شخص بُری رائے رکھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ جنّت صرف اسی کو ملے گی جو اس کی رائے سے اتفاق رکھتا ہے اور دوسرا مالدار دنیا کا پُجاری ہے جو دنیا کی خاطر ناراض ہوتا ہے، اسی کی خاطر راضی ہوتا ہے اور صرف اسے ہی طلب کرتا رہتا ہے۔ (اے لوگو!) ان دونوں کو آگ کی جانب جانے دو اور خوب پہچان لو کہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ ان کے اعمال کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ جب اس دنیا میں صبح ہوتی ہے تو ایک شخص کو دو قسم کے بندوں (عیش وعشرت کے دلدادہ

---

[1] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۸۷۷، ج۳، ص۹۶

[2] ......تفسیر الطبری، البقرۃ، تحت الایۃ ۱۰۶، الحدیث: ۱۷۶۰، ج۱، ص۵۲۳ ولا علی ابیہ بدلہ ولا علی ابنہ

[3] ......مسند ابی داود الطیالسی، ما اسند عبداللّٰہ بن مسعود، الحدیث: ۳۷۸، ص۵۰ مفھومًا

[4] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۳۳۴ جعفر بن محمد، ج۲، ص۳۵۸

اورخواہش کے پُجاری) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عیش وعشرت کا دلدادہ اسے دنیا کی طرف بلاتا ہے توخواہشِ نفس کا پُجاری اسے اپنی خواہش کی طرف۔ جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے ان دونوں سے محفوظ رکھتا ہے تو وہ بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، ان کے افعال کے متعلق پوچھتا ہے اوران سے منقول باتیں کرتا ہے تا کہ اجرِ عظیم حاصل کرے۔پس (اےلوگو!) تم بھی اس شخص کی مثل ہوجاؤ۔ [1]

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مَروی ہے کہ (اسلام میں) صرف دو چیزیں ہیں: کلام اور ہدایت۔پس سب سے اچھا کلام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ہے اورسب سے اچھی ہدایت سرورِدوعالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ہے۔سنو! نئی باتوں سے بچو! اس لئے کہ اُمور کی بُرائی ان کے نئے ہونے میں ہے۔کیونکہ ہر (خلافِ سنت) نیا کام بِدعَت ہےاور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [2] خبردار! لمبی عمر کی امید مت رکھو ورنہ تمہارے دل سخت ہوجائیں گےاور سنو!

---

[1] ......صفة المنافق للفریابی، باب مروی فی صفة المنافق، الحدیث: ۱۵، ص ۶۱

اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۲۷

[2] ......مفسرِشہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْحَنَّان مراۃ المناجیح، ج1،ص146 پرایک حدیث شریف کے اس جز''اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے'' کےتحت فرماتے ہیں: مُحْدَث کے معنٰی ہیں جدید اور نو پید چیز، یہاں وہ عقائد یا برے اعمال مراد ہیں جوحضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کی وفات کے بعد دین میں پیدا کیے جائیں، بدعت کےلغوی معنٰی ہیں نئی چیز، رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ (پ ۱، البقرة: ۱۱۷، ترجمۂ کنزالایمان: نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اورزمین کا) اصطلاح میں اس کے تین معنٰی ہیں: (۱) نئےعقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں (۲) وہ نئے اعمال جوقرآن وحدیث کے خلاف ہوں اورحضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہوں (۳) ہر نیا عمل جوحضور کے بعد ایجاد ہوا۔ پہلے دو معنٰی سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں، تیسرے معنٰی کےلحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری، یہاں بدعت کے پہلے معنٰی مراد ہیں یعنی برے عقیدے کیونکہ حضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں، بےنماز گناہ گار ہے گمراہ نہیں اوررب (عَزَّوَجَلَّ) کو جھوٹا یا حضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے، اوراگر دوسرے معنٰی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اوراگر تیسرے معنٰی مراد ہوں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسنہ اورسیئہ یہاں بدعت سیئہ مراد ہے بدعت حسنہ کے لیے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جوآگے آ رہی ہے: ''مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً'' الحدیث یعنی جواسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔بدعت حسنہ کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہوتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اوراشعۃ اللمعات میں دیکھو نیز شامی اور ہماری کتاب جاء الحق میں بھی ملاحظہ کرو، بعض لوگ اس کے معنٰی یہ کرتے ہیں کہ جوکام حضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے۔..........

جو شے آنے والی ہے (سمجھو) وہ قریب ہے اور جو دور ہے وہ آنے والی نہیں۔ [1]

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک خُطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جسے اس کے عُیوب نے دوسروں کی عیب جوئی سے غافل رکھا اور اس نے اس مال سے (راہِ خدا میں) خرچ کیا جو اس نے کسی گناہ کے بغیر کمایا تھا اور وہ فقہ وحکمت جاننے والوں کے قریب اور ذلّت و مَعْصِیَت کے شکار لوگوں سے دور رہا۔ اس کے لئے بھی خوشخبری ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنا (ضرورت سے) زائد مال خرچ کر دیا اور (ضرورت سے) زائد باتوں پر قابو رکھا، سنّت اس کا احاطہ کئے رہی اور سنت پر عمل کی وجہ سے اس نے کسی بدعت کی طرف توجہ نہ دی۔'' [2]

ذَهَبَ الرِّجَالُ الْمُقْتَدٰى بِفِعَالِهِمْ وَ الْمُنْكِرُوْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُّنْكَر

وَبَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ يُّزَكِّيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِّيَدْفَعَ مُعَوَّرٌ عَنْ مُّعَوَّر

ترجمہ: وہ لوگ (اس دنیا سے) چلے گئے جن کے اعمال کی پیروی کی جاتی تھی اور جو ہر ناپسندیدہ بات کو ناپسند جانتے تھے اور میں ان کے بعد ایسے برے لوگوں میں باقی رہ گیا ہوں جو ایک دوسرے کی تعریف میں مصروف ہیں تاکہ ایک بدباطن دوسرے بدباطن کا دفاع کرے۔ [3]

اَبُنَيَّ اِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَهِيْمَةٌ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ السَّمِيْعِ الْمُبْصَر

فَطِنًا بِكُلِّ مُصِيْبَةٍ فِيْ مَالِهٖ فَاِذَا اُصِيْبَ بِدِيْنِهٖ لَمْ يَشْعَر

ترجمہ: اے میرے بیٹے! بعض لوگ دیکھنے سننے والے انسان کے روپ میں جانوروں کی مثل ہیں۔ جو اپنے مال میں

............اور ہر بدعت گمراہی، مگر یہ معنٰی بالکل فاسد ہیں کیونکہ تمام دینی چیزیں چھ کلمے، قرآن شریف کے ۳۰ پارے، علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب، شریعت وطریقت کے چار سلسلے، حنفی شافعی یا قادری چشتی وغیرہ، زبان سے نماز کی نیت، ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ، زردے، ڈاک خانہ ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہئیں حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

[1] ......سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، الحديث: ۴۶، ص ۲۴۷۹

[2] ......شعب الايمان للبيهقي، باب في الزهد وقصر الامل، الحديث: ۱۰۵۶۳، ج۷، ص ۳۵۵

[3] ......عيون الاخبار للدينوري، كتاب العلم والبيان، العلم، ج ۲، ص ۱۳۸ بظفر بدله يمهر

آنے والی ہر مصیبت کو تو سمجھتے ہیں مگر جب ان کے دین پر کوئی مصیبت آتی ہے تو انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔[1]

فَسَلِ الْفَقِيهَ تَكُنْ فَقِيهًا مِّثْلَهُ مَنْ يَّسَعْ فِيْ اَمْرٍ بِفِقْهٍ يَّظْفَر

ترجمہ: پس کسی فقیہ سے سوال پوچھا کر کہ تو بھی اس کی مثل فقیہ ہو جائے گا، کیونکہ جو کسی معاملہ میں سوجھ بوجھ سے کام لیتا ہے کامیاب ہو جاتا ہے۔

کثرتِ شبہات کا زمانہ

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آخری زمانے میں حسنِ سیرت عمل کی کثرت سے بہتر ہوگی۔[2] اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے زمانے کے اوصاف کا تذکرہ یقین کے ساتھ اور ہمارے زمانے کا شک کے ساتھ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تمہارے زمانے میں بہترین انسان وہ ہے جو اُمور کی انجام دہی میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں بہترین انسان وہ ہوگا جو کثرتِ شُبہات کی وجہ سے امور میں تَوَقُّف سے کام لے گا۔''[3]

قدیم وجدید دور

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات پر حیران ہوں کہ تمہاری نیکی گزشتہ زمانے میں بُرائی سمجھی جاتی تھی اور ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں تمہاری برائی نیکی سمجھی جائے گی اور جب تک تمہیں حق کی معرفت حاصل رہے گی تم بھلائی پر رہو گے۔ اور تم میں جو عالم ہے حق نہیں چھپاتا۔[4] اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ آخری زمانے میں ایک ایسی قوم ہوگی جس میں عالم کا مرتبہ ایک مرے ہوئے گدھے جیسا ہوگا جس کی جانب کوئی متوجہ نہ ہوگا۔[5] اُس دور میں مومن ایسے چھپے گا جیسے آج ہم میں منافق چھپا پھرتا ہے۔[6] اور اس وقت

---

[1] ......ذیل تاریخ بغداد لابن النجار، الرقم ۶۱۸ علی بن احمد بن بنی، ج ۱۸، ص ۹۰

[2] ......الادب المفرد للبخاری، باب الھدی والسمت الحسن، الحدیث: ۷۸۱، ص ۲۱۷ کثیر من العمل بدله بعض العمل

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۷۶

[4] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۴۶۵۹ عدی بن حاتم الجواد، ج ۴۰، ص ۹۲ بدون اعجب من ھذا۔ وبتغیر

[5] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۷۶

[6] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۰۹۶ یحیی بن ابی انیسۃ، ج ۹، ص ۹ عن جابر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

لوگوں میں مومن کی حیثیت ایک بے وقعت انسان جیسی ہوگی۔ [1]

اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس میں سے نُو حصّوں کا انکار کیا جائے گا اور صرف سونے والا مومن ہی محفوظ رہے گا۔ یعنی جو خاموش اور بظاہر غافل دکھائی دے گا۔ یہی لوگ علم کے چراغ اور ہدایت کے امام ہوں گے اور باتوں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے نہ ہوں گے۔ یعنی نہ تو وہ کثرت سے باتیں کریں گے اور نہ ہی اپنی باتوں سے فخر کا اظہار کریں گے۔ [2]

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق پہچاننے والا ہی نجات پائے گا۔'' عرض کی گئی: ''عمل کہاں ہوگا؟'' ارشاد فرمایا: ''اس دن عمل نہیں ہوگا بلکہ نجات صرف وہی پائے گا جو اپنا دین لیے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگتا پھرے گا۔'' [3]

حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان میں سے جس نے ان امور کے دسویں حصّے پر عمل کیا جن کا اسے حکم دیا گیا ہے تو بھی نجات پا جائے گا۔'' [4] اور ایک روایت میں ہے: ''جس نے اپنے علم کے دسویں حصّے پر عمل کیا نجات پا جائے گا۔'' [5] ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے: ''آج تم ایسے زمانے میں ہو کہ جس نے اپنے علم کے دسویں حصے پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہلاک ہو جائے گا اور عنقریب ایک زمانہ آئے گا جس میں جو اپنے علم کے دسویں حصّے پر عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔'' [6]

---

[1] ......الزھد لابی داود، من خبر ابن مسعود، الحدیث: ۱۷۶، ج۱، ص۱۸۸ عن عبداللہ بن مسعود

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد امیر المومنین علی بن ابی طالب، الحدیث: ۲۹۲، ص۱۵۶ بتغیر و بدون مؤمن

البدع لابن وضاح، باب فی نقض عدی ......الخ، الحدیث: ۱۵۸، ص۱۷۲ مفھوما

[3] ......الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ......الخ، الحدیث: ۴۳۹، ص۱۸۳ بالاختصار

[4] ......جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن ......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص۱۸۸۰ بدون علی الناس

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۹۵۹ نعیم بن حماد المروزی، ج۸، ص۲۵۳

[5] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۴۳۰، ج۸، ص۸۶

[6] ......المرجع السابق۔ جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن ......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص۱۸۸۰

مَنقول ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب افضل علم خاموشی اور افضل عمل نیند ہوگا۔ جب منافقین کثرت سے شُبہات کا شکار ہوں گے تو جاہل کی خاموشی علم شمار ہوگی۔ جب عاملین کثرت سے شہوات کا شکار ہوں گے تو نیند غافلین کی عبادت بن جائے گی۔ میری عمر کی قسم! خاموشی اور نیند عالم کی اَدنیٰ اور جاہل کی اعلیٰ حالتیں ہیں۔ [1]

سنتوں سے دوری

حضرت سیِّدُنا یونس بن عُبَید رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کے دور میں حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّتیں جاننے والے کو عجیب اور انوکھا سمجھا جاتا ہے اور بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے طریقے جاننے والے کو تو اس سے بھی انوکھا و عجیب سمجھا جاتا ہے اور فرماتے کہ جو ایسا کرتا ہے وہ آخر اسلاف کے طریقے جان ہی لیتا ہے حالانکہ یہ بھی ایک انوکھا و عجیب کام ہے کیونکہ اس کام کے نتیجے میں وہ انوکھے و اجنبی افراد کو جانتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ مرعشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا یوسُف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے ایک مکتوب میں فرمایا کہ اطاعت اور اطاعت والے (اس جہانِ فانی سے) جا چکے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اب کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس سے دل بہلایا جائے۔ ایک بار ارشاد فرمایا: ''تیرا اس زمانے کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں علمی مذاکرہ مَعْصِیَت شمار ہوگا؟'' جب عرض کی گئی کہ ایسا کیونکر ہوگا؟ تو ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ اہلِ علم نہیں پائے جائیں گے۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اس وقت تک بھلائی پر رہو گے جب تک اپنے نیک لوگوں سے محبت کرتے رہو گے اور جب تک حق بات بول کر اسے پہچانا جاتا رہے گا اور جب تم میں علم والوں کی حالت ایک مُردہ بکری کی طرح ہو جائے گی تو تم ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔ [3]

مُتقدِّمین رَحِمَھُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے پاس بعض عُلوم ایسے تھے جن پر ان کا اِجماع تھا اور وہ ایک دوسرے سے یہ علوم

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم، ج ۱، ص ۴۲۶

[2] ......المرجع السابق

[3] ......حلية الاولياء، الرقم ۳۹۰ سفيان بن عيينة، الحديث: ۱۰۷۴۰، ج ۷، ص ۳۳۳

سیکھا کرتے تھے مگر ہمارے زمانے میں ان کے آثار مٹ چکے ہیں اور سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے بہت سے طریقے تھے جن پر نہ صرف وہ عمل کرتے بلکہ ان (کی مشکلات) کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھا بھی کرتے تھے مگر اب ہمارے ہاں ان طریقوں کے نشانات تک نہیں ملتے۔جس کی وجہ طالبینِ راہِ طریقت کا کم ہو جانا، رغبت رکھنے والوں کا مَعْدوم ہو جانا اور عُلَما و سالکین کا ختم ہو جانا ہے۔

سالکین راہِ حق کی چند باتیں

- ......طلبِ حلال
- ......معاملات و کمائی میں علمِ وَرَع
- ......علمِ اخلاص
- ......نفس کی آفات اور اعمال کا فساد جاننا
- ......علم وعمل کا نِفاق جاننا
- ......علم وعمل کے نِفاق کے درمیان فرق کرنا
- ......دل اور نفس کے نِفاق کے درمیان فرق جاننا
- ......نفسانی خواہشات کے اظہار و خفا کے فرق کو جاننا
- ......ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ دل کے سُکون اور اسباب کے ذریعے نفس کے سکون میں فرق کرنا
- ......روحانی و نفسانی خیالات اور ایمان، یقین اور عقل کے خیالات کے درمیان فرق کرنا
- ......احوال کی فطرت جاننا
- ......عاملین کے طریقوں کے احوال جاننا
- ......عارفین کے مشاہدات کا فرق سمجھنا
- ......مُریدوں کے مشاہدات میں ہونے والی تبدیلی کو جاننا
- ......قَبض و بَسْط کا جاننا
- ......صفاتِ عُبودیّت کو عملی شکل دینا
- ......اخلاقِ رَبوبِیّت اپنانا
- ......اور مقاماتِ علما کے فرق کو سمجھنا وغیرہ۔

اس کے علاوہ چند ایسی باتیں ہیں جن کا ہم نے مُفَصَّل تذکرہ نہیں کیا:

- ......علمِ توحید
- ......صِفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی و مَفاہیم کی معرفت
- ......ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلّی کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علوم

……باطنی صفات کے معانی ومفاہیم پر دلالت کرنے والے افعال کا اظہار

……توجہ اور عدمِ توجہ، قُرب وبُعد، کمی وزیادتی، ثواب وعذاب اور اختبا واختیار پر دلالت کرنے والے معانی ومفاہیم کا ظہور۔

البتہ! ہم نے ان تمام معانی ومفاہیم کا تذکرہ مختلف فصلوں اور بابوں میں کر دیا ہے اور ایسی بنیادی باتیں تحریر کی ہیں جو ان کی فروع سے آگاہ کرتی ہیں۔ جو بھی ان میں غور وفکر کرے گا اور ان کا تذکرہ کرنا چاہے گا اسے معلوم ہو جائے گا اور وہ ان سے اپنا مقررہ حصّہ پالے گا۔

ہمارے ایک عالم فرماتے ہیں: میں خوب جانتا ہوں کہ مُتقدِّمین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے پاس 70 علوم تھے جن کے بارے میں وہ نہ صرف ایک دوسرے سے گفتگو فرمایا کرتے بلکہ ایک دوسرے سے سیکھتے بھی تھے مگر آج ان میں سے ایک بھی ایسا علم باقی نہیں بچا جسے سیکھا جاتا ہو۔

مزید فرماتے ہیں کہ میں اپنے زمانے کے بیشتر عُلوم کے بارے میں جانتا ہوں کہ ان میں کثیر باطل اور مَکر وفَریب پر مشتمل ہیں، اگرچہ انہیں علم کہا جانے لگا ہے مگر ماضی میں انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان عُلوم کی مثال اس پانی کی طرح ہے جس کے اوصاف **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں بیان کئے ہیں:

یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا (پ۱۸، النور: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْهَادِی فرمایا کرتے تھے: ”جس علم کی باتیں ہم کرتے ہیں اس کی بِساط تو 20 سال ہوئے لپیٹی جاچکی ہے اور ہم تو صرف اس کے حواشی کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔“[1]

آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے کہ میں سالوں تک ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا رہا جو ایک دوسرے سے ایسے علوم کی باتیں کرتے جو مجھے سمجھ نہ آتیں اور نہ ہی میں یہ جان پاتا کہ وہ کیا ہیں، مگر میں نے کبھی بھی ان کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہیں بغیر سمجھے مانا اور ان سے محبت رکھی۔

[1] ……الرسالة القشيرية، باب التوحيد، ص ۳۳۲ مفهوما

آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرمایا کرتے کہ پرانے وقتوں میں ہم اپنے دوستوں کے ایسے عُلوم کے بارے میں مُناظَرہ کیا کرتے تھے جو اس وقت معروف تھے مگر کسی نے بھی مجھ سے ان کے بارے میں کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔مگر یہ ایسا دروازہ ہے جو بند ہو چکا ہے۔

جب شیخ ابوسعید بن اَعْرابی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے ''طَبَقَاتُ النُّسَّاك'' نامی کتاب لکھی اور بیان کیا کہ سب سے پہلے اس علم کے متعلق کس نے گفتگو کی اور اس کا اظہار کیا۔پھر اس کے بعد بصرہ، شام اور خراسان کے بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کا تذکرہ کیا اور آخر میں بغداد کے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کا ذکرِ خیر کیا۔

ایک دوسرے بُزُرگ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں جن بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن نے کلام کیا ان میں ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا جنید قَوارِیری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی بھی ہیں، آپ اس علم میں گہری بصیرت رکھتے تھے، آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کلام حقیقت اور حسنِ تعبیر سے بھرپور ہوتا۔آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بعد اس قسم کی مَجالس میں صرف غیظ وغضب ہی باقی رہ گیا ہے۔اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت سیِّدُنا جنید رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بعد ایسے لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کا ذکر بھی باعثِ حیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابومحمد سَہل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرمایا کرتے کہ 300ھ کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس علم کے بارے میں گفتگو کرے کیونکہ اس سے ایسے لوگوں کا گروہ پیدا ہو سکتا ہے جو مخلوق کے سامنے تصنع اور بناوٹ کا اظہار کرے گا اور بڑی خوبصورت باتیں کرے گا تاکہ ان کے وِجْدان لباس بن جائیں، ان کے زیورات باتیں ہوں اور معبود پیٹ ہو۔

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے جب عرض کی جاتی کہ سب سے سخت فتنہ کون سا ہوگا تو ارشاد فرماتے تجھ پر خیر وشر پیش کئے جائیں مگر تو کثرتِ شبہات کی وجہ سے یہ نہ جانتا ہو کہ کسے اختیار کرے۔[1] جیسا کہ حضرت سیِّدُنا سَہل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ 300ھ کے بعد کسی کی توبہ صحیح نہیں اس لئے کہ ان کا کھانا ان کی توبہ توڑ دے گا اور وہ کھانے سے دور نہیں رہ سکتے۔یعنی توبہ کی پہلی شرط حلال کھانا ہے۔

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الفتن، باب ما ذکر فی فتنة الرجال، الحدیث: ۱۱۵، ج۸، ص۶۲۲ تأخذ بدله تتبع، بدون لکثرة الشبهات

مَروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ گمراہ ہو جائیں گے اور انہیں معلوم تک نہ ہوگا، صبح کے وقت ایک شخص ایک دین پر ہوگا تو شام کے وقت دوسرے دین پر ہوگا اور وہ یقین کے نہ ہونے کی بنا پر گمراہ ہوگا۔ زمانے کے اکثر لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی۔ سب سے پہلے ان سے خشوع ختم ہوگا، پھر دعا کی قبولیت اور اس کے بعد تقویٰ و پرہیزگاری۔ **منقول** ہے کہ سب سے پہلے لوگوں میں الفت ومحبت ختم ہوگی۔[1]

......تمت......

سنت کی بہاریں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کے حصول اور باکردار مسلمان بننے کے لئے ''**دعوتِ اسلامی**'' کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے ''**مدنی انعامات**'' نامی رسالہ حاصل کرکے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجئے اور اپنے اپنے شہروں میں ہونے والے ''**دعوتِ اسلامی**'' کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرما کر خوب خوب ''سنتوں کی بہاریں'' لُوٹئے۔ ''**دعوتِ اسلامی**'' کے سنتوں کی تربیت کے لیے بے شمار **مدنی قافلے** شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی سنتوں بھرا سفر اختیار فرما کر اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کیجئے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں حیرت انگیز طور پر ''**مدنی انقلاب**'' برپا ہوتا دیکھیں گے۔

؎ **اللہ** کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں　　　اے **دعوتِ اسلامی** تیری دھوم مچی ہو!

---

[1] ......الادب المفرد للبخاری، باب الالفۃ، الحدیث: ۲۶۵، ص ۸۹

متروکہ یا تلخیص شدہ عربی عبارات

علمائے کرام کی آسانی کے لیے ذیل میں قوت القلوب کی دسویں اور سترہویں فصل کی عربی عبارات مکمل طور پر نقل کی جارہی ہیں تا کہ اہلِ ذوق افراد کو سیاق وسباق کے لحاظ سے عبارت سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو کیونکہ ان دونوں فصلوں کی اکثر عبارات کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے متعلقہ مقام پر نہیں کیا گیا یا تلخیص سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں جو مقام ہائی لائٹ نظر آرہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب ہٰذا میں صرف اس مقام کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

الفصل العاشر كتاب معرفة الزوال

وزيادة الظل ونقصانه بالأقدام واختلاف ذلك في الصيف والشتاء، قال الله جلت قدرته ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۴۵) وقال تعالى: ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ﴾ الآية إلى قوله ﴿عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۲) وقال سبحانه: ﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۵) وفي حديث أبي الدرداء وكعب الأحبار في صفة هذه الأمة يراعون الظلال لإقامة الصلاة وأحب عباد الله إلى الله عزّ وجلّ الذين يراعون الشمس والقمر والأظلة لذكر الله عزّ وجلّ وقال بعض العلماء بالحساب والأثر من أهل الحديث: إن الليل والنهار أربع وعشرون ساعة وإن الساعة ثلاثون شعيرة يأخذ كل واحد منهما من صاحبه في كل يوم شعيرة حتى تستكمل الساعة في شهر، وبين أول الشهر وآخره ثلاثون درجة، الشمس كل يوم في درجة، قال: وتفسير ذلك أنه إذا مضى من أيلول سبعة عشر يوماً استوى الليل والنهار، ثم يأخذ الليل من النهار من ذلك اليوم في كل يوم شعيرة حتى يستكمل ثلاثين يوماً فيزيد ساعة حتى يصير سبعة عشر يوماً من كانون الأول فينتهي طول الليل وقصر النهار وكانت تلك الليلة أطول ليلة في السنة وهي خمس عشرة ساعة وكان ذلك اليوم أقصر يوم في السنة وهو تسع ساعات، ثم يأخذ النهار من الليل كل يوم شعيرة حتى إذا مضى سبع عشرة ليلة

من آذار استوى الليل والنهار وكان كل واحد منهما اثنتي عشْرَةَ ساعة ثم يأخذ النهار من الليل كل يوم شعيرة حتى إذا مضى سبعة عشر يوماً من حزيران كان نهاية طول النهار وقصر الليل فيكون النهار يومئذ خمسَ عشْرَةَ ساعة والليل تسع ساعات ثم ينقص من النهار كل يوم شعيرة حتى إذا مضى سبع عشرة ليلة من أيلول استوى الليل والنهار ثم يعود الحساب على ذلك. قال: فمواقيت الصلاة من ذلك أن الشمس إذا وقفت فهو قبل الزوال فإذا زالت بأقل القليل فذلك أول وقت الظهر فإذا زادت على سبعة أقدام بعد الزوال فذلك أول وقت العصر؛ وهو آخر وقت الظهر. قال: والذي جاء في الحديث أن الشمس إذا زالت بمقدار شراك فذلك وقت الظهر إلى أن يصير ظل كل شيء مثله فذلك آخر وقت الظهر وأول وقت العصر وهكذا صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم في أول يوم ثم صلّى من الغد الظهر حين صار ظل كل شيء مثله فذلك آخر وقت الظهر وأول وقت العصر ثم صلّى العصر حين صار ظل كل شيء مثليه. وقال ما بين هذين وقت فإذا أردت أن تقيس الظل حتى تعرف ذلك فانصب عوداً أو قم قائماً في موضع من الأرض مستوٍ ثم اعرف موضع الظل ومنتهاه فخط على موضع الظل خطاً ثم انظر أينقص الظل أم يزيد فإن كان الظل ينقص فإن الشمس لم تزل بعد ما دام الظل ينقص فإذا قام الظل فذلك نصف النهار ولا يجوز في هذا الوقت الصلاة فإذا زاد الظل فذلك زوال الشمس إلى طول ذلك الشيء الذي قست به طول الظل وذلك آخر وقت الظهر فإذا زاد الظل بعد ذلك قدماً فقد دخل وقت العصر حتى يزيد الظل طول ذلك الشيء مرة أخرى فذلك وقت العصر الثاني فإذا قمت قائماً تريد أن تقيس الظل بطولك فإن طولك سبعة أقدام بقدمك سوى قدمك التي تقوم عليها فإذا قام الظل فاستقبل الشمس بوجهك ثم مر إنساناً يعلم طرف ذلك بعلامة ثم قس من عقبك إلى تلك العلامة فإن كان بينهما أقل من سبعة أقدام سوى ما زالت عليه الشمس من الظل فإنك في وقت الظهر ولم يدخل وقت العصر حتى يزيد الظل على سبعة أقدام سوى ما تزول الشمس عليه من الظل فذلك وقت العصر ثم إن الأقدام تختلف في الشتاء والصيف فيزيد الظل وينقص في الأيام ، فمعرفة ذلك أن استواء الليل والنهار في سبعة عشر يوماً من آذار فإن الشمس تزول يومئذ وظل الإنسان ثلاثة أقدام وكذلك ظلّ كل شيء تنصبه. فإن الشمس تزول يومئذ وظل كل شيء ثلاثة أسباعه ثم ينقص الظل وكلما أمضى ستة وثلاثون يوماً نقص الظل قدماً حتى ينتهي طول النهار وقصر الليل في سبعة عشر يوماً من حزيران فتزول الشمس يومئذ وظلّ الإنسان نصف قدم وذلك أقل ما تزول عليه الشمس ثم يزيد الظل فكلما مضت ستة وثلاثون يوماً زاد الظل قدماً حتى يستوي الليل والنهار في سبعة عشر يوماً من أيلول فتزول الشمس يومئذ. والظل على ثلاثة أقدام ثم يزيد الظل وكلما مضى أربعة عشر يوماً زاد الظل قدماً حتى ينتهي طول الليل وقصر النهار في سبعة عشر يوماً من كانون الأول فتزول الشمس يومئذ على تسعة أقدام ونصف قدم وذلك أكثر ما تزول الشمس يومئذ عليه ثم كلما مضى أربعة عشر يوماً زاد الظل قدماً حتى ينتهي إلى سبعة عشر يوماً من آذار فذلك استواء الليل والنهار. وتزول الشمس على ثلاثة أقدام وذلك دخول الصيف وزيادة الظل ونقصانه الذي ذكرناه في كل ستة وثلاثين يوماً قدم في الصيف والقيظ وزيادته في كل أربعة عشر يوماً قدم في الربيع والشتاء. وهذا ذكره بعض علماء المتأخرين من أهل العلم بالنجوم وقد ذكر غيره من القدماء قريباً من هذا وذكر زوال الشمس بالأقدام في شهر تشرين وخالف هذا في حدين من نهاية الطول والقصر قدمين فذكر أن أقل ما تزول عليه الشمس في حزيران على قدمين وأن أكثر ما تزول عليه الشمس في كانون ثمانية أقدام فكان الأول هو أدق تحديداً وأقوم تحريراً وذكر أن الشمس تزول في أيلول على خمسة أقدام وفي تشرين الأول على ستة وفي تشرين الأخير على سبعة وفي كانون على ثمانية قال: وذلك منتهى قصر النهار وطول الليل وهو أكثر ما تزول عليه الشمس، قال: ثم ينقص الظل ويزيد النهار فتزول الشمس في كانون الأخير على سبعة أقدام وتزول في شباط على ستة أقدام وفي آذار على خمسة وذلك استواء الليل والنهار وتزول في

نيسان على أربعة أقدام وتزول في أيار على ثلاثة أقدام وتزول في حزيران على قدمين فذلك منتهى طول النهار وقصر الليل وهو أقل ما تزول الشمس عليه فيكون النهار حينئذ خمس عشرة ساعة والليل تسع ساعات وتزول الشمس في تموز على ثلاثة أقدام وفي آب على أربعة أقدام وفي أيلول على خمسة أقدام وفيه يستوي الليل والنهار. وقد روينا عن سفيان الثوري رحمه الله أكثر ما تزول عليه الشمس تسعة أقدام وأقل ما تزول عليه قدم وهذا أقرب إلى القول الأول في التحديد، وقد جاء في ذكر الأقدام لوقت الصلاة أثر من سنة فلذلك ذكرنا منها ما شرحه من عرفه، روينا عن أبي مالك سعد بن طارق الأشعري عن الأسود بن زيد عن ابن مسعود قال: كان قدر صلاة الظهر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصيف ثلاثة أقدام إلى خمسة أقدام وفي الشتاء خمسة أقدام إلى ستة أقدام وفصل الخطاب أن معرفة الزوال بهذا التحديد ليس بفرض ولكن صلاة الظهر بعد تيقن زوال الشمس فرض متى زالت الشمس مبلغ علمك ويقين قلبك ومنظر عينك فكانت الشمس على حاجبك الأيمن في الصيف إذا استقبلت القبلة فقد زالت لا شك فيه فصلِّ إلى أن يكون ظل كل شيء مثله فهذا آخر وقت الظهر وأول وقت العصر ثم صلِّ العصر إلى أن يصير ظل كل شيء مثليه، فهذا آخر وقت العصر المستحب ثم إلى أن تصفر الشمس وتدلى للغروب، فهذا وقت الضرورات وهو مكروه إلا لمريض أو معذور. وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم من أدرك من العصر ركعة قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر ومن أدرك من الصبح ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح فإذا كانت الشمس على حاجبك الأيسر وأنت مستقبل القبلة في الصيف فإن الشمس لم تزل مبلغ علمك ومنظر عينك، فإذا كانت بين عينيك فهو استواؤها في كبد السماء نظر عينك ويصلح أن تكون قد زالت لقصر النهار وفي أول الشتاء وقد لا تكون زالت إذا طال النهار وتوسط الصيف فإذا صارت إلى حاجبك الأيمن فقد زالت في أي وقت كان، ثم إن هذا يختلف في الشتاء فإذا كانت على حاجبك الأيسر في الشتاء وأنت مستقبل القبلة فيصلح أن تكون زالت لقصر النهار في أول الشتاء وقد لا تكون زالت إذا امتد النهار وفي أول الصيف فإذا كانت الشمس بين عينيك في الشتاء فقد زالت لا شك فيه فصل الظهر فإذا صارت إلى حاجبك الأيمن فهذا آخر وقت الظهر في الشتاء وهو أوّل وقت الظهر في الصيف وهذا التقدير إنما هو لأهل إقليم العراق وخراسان لأنهم يصلون إلى الحجر الأسود وتلقاء الباب من وجهة الكعبة فأما إقليم أهل الحجاز واليمن فإن تقديرهم على ضد ذلك وقبلتهم إلى الركن اليماني وإلى مؤخر الكعبة فلذلك اختلف التقدير وتضادد الاختلاف للتوجه إلى شطر البيت وتفاوت الأمصار في الأقاليم المستديرة حوله فهذا كان تقدير المتقدمين وما سوى ذلك من التدقيق والتحرير فمحدث إلا أنه علم لأهله، ومن أشكل عليه الوقت لجهل بالأدلة أو لغيم اعترض فليتحرَّ بقلبه ويجتهد بعلمه ولا يصلِّ صلاة إلا بعد تيقن دخول وقتها وإن تأخر ذلك فهذا أفضل حينئذ ولكن قد جاء في الخبر ثلاث من مناقب الإيمان: الصيام في الصيف، وإسباغ الوضوء في الشتاء، وتعجيل الصلاة في يوم دجن، ومن أمثال العرب يوم الدجن يضرب فيه عبد السوء هذا لأن الوقت في الغيم كأنه يقصر لغيبة الشمس فيغفل الإنسان عن مراعاة الوقت أو يتشاغل عنه لأن الفرائض لا تقبل إلا عن يقين فأداؤها بعد دخول الوقت على اليقين أفضل من أدائها في الوقت على الشك، ألم تسمع إلى قوله صلى الله عليه وسلم فإن غم عليكم فأكملوا عدد شعبان ثلاثين، فترك الاحتياط لليقين. ومن صلّى وهو يرى أنه الوقت أو توجه إلى القبلة فيما يعلم ثم تبين له بعد أنه صلّى قبل الوقت أو صلى لغير القبلة نظر فإن كان في الوقت أو بعده قليلاً أعاد الصلاة احتياطاً وإن كان الوقت قد خرج فلا شيء عليه وهو معفو الخطأ وأحب أن يعيد تلك الصلاة متى ذكرها. وقال بعض العلماء: للشمس سبعة أزولة، ثلاثة منها لا يعلم بها البشر: الزوال الأول نزوله عن قطب الفلك الأعلى لا يشهده ولا يعلمه إلا الله عزَّ وجلّ، والزوال الثاني عن وسط الفلك لا يعلمه من خلق الله تعالى إلا خزان الشمس الموكلون بها الذين يرمونها بجبال الثلج ليسكن حرها ويحتبسوا شعاعها عن العالمين ويسوقونها على العجلة

المركبة في الفلك. والزوال الثالث يعلمه ملائكة الأرض. ثم إن الزوال الرابع يكون على ثلاث دقائق وهو ربع شعيرة، والشعيرة جزء من اثني عشر جزءاً من ساعة. فهذا الزوال تعرفه الفلاسفة من المنجمين أهل العلم بمساحة الفلك وتركيب الأفلاك فيه وتقدير سير الشمس في الشتاء والصيف في فلكها منه فيقوّمون ذلك بالنظر في المرتجلات الطالعة على التقويم. فإذا زالت الشمس الزوال الخامس نصف شعيرة وهي ست دقائق عرف زوالها أهل الحساب والتقاويم بالإسطرلاب الطالع فإذا زالت شعيرة وهو الزوال السادس المشترك وهو جزء من اثني عشر جزءاً من ساعة عرف زوالها علماء المؤذنين وأصحاب مراعاة الأوقات فإذا زالت ثلاث شعيرات فهو الزوال السابع. وهو ربع ساعة عرف الناس كلهم زوالها. وعند هذا الوقت صلاة الكافة وهو أوسط الوقت وأوسعه. وذلك واسع برخصة الله سبحانه وتعالى ورحمته. وهذا كله لبعد منصب السماء ولاستواء تقويم صنعتها في الأفق الأعلى ولإتقان صنعتها في الجو المتخرق علواً وفي الأقطار المتسعة المستديرة استواءً ومتناسباً. وقد يروى في الخبر أن النبي صلى الله عليه وسلم سأل جبريل عليه السلام فقال: هل زالت الشمس؟ فقال: لا نعم. فقال: كيف هذا فقال بين قولي لك لا نعم قطعت في الفلك خمسين ألف فرسخ. فكان النبي صلى الله عليه وسلم سأله عن زوالها على علم الله سبحانه وتعالى به. وقد قال بعض الفلاسفة إن السماء تدور كما تدور الرحى فتدير الأفلاك بدورانها على القطب ولكن لا يرى ذلك منها لبعدها وعلوها وتقويم استدارتها. وقد ذكره بعض العلماء من السلف فتبارك الله أحسن الخالقين وذكر بعض العارفين أعجب من هذا وألطف من قدرة الله عزّ وجلّ وخفي صنعه ذكر أن الليل والنهار أربعة وعشرون ساعة وإن الساعة اثنتا عشْرَةَ دقيقة كل دقيقة اثنتا عشْرَةَ شعيرة وكل شعيرة أربعة وعشرون نفساً فتظهر الأنفاس من خزانة الجسم فتنشئ الشعائر وتنشأ الشعائر فتظهر الدقائق فتنتج الساعات وتتحرك الساعات فتدير الأفلاك وتدور الأفلاك فتنشر الليل والنهار في الجو والأقطار وينشر الليل والنهار فتدير السماء في الآفاق وينعقد الحسبان بالتفصيل فإذا خفي الإحساس انقطعت الأنفاس فانفكت الأفلاك فعندها تنتشر النجوم وتنشق السماء وتخرب الديار وتظهر دار القرار فسبحان الله ألطف الصانعين وأقهر القادرين وقد قال سبحانه وتعالى: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَ إِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝﴾(پ۳۰، التكوير:۱، ۲) وقال سبحانه وتعالى: ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝﴾(پ۲۷، الطور:۹) يعني تدور دوراً فسبحان اللطيف الحكيم أدار تلك الأفلاك الكثاف بهذه الأنفاس اللطاف كما حجب الفلك الكثيف بستر الفضاء اللطيف. فالفلك العظيم لا يحجب السماء والفضاء الرقيق يحجب الفلك، لأنه أراد سبحانه وتعالى أن يرينا السماء وأحب أن يخفي عنا الفلك فلم نَرَ إلا ما أرانا. فالعبد هو سبب لذلك ومحرك لذلك ولا يشعر بذلك فمداره أنفاسه وأنفاسه ساعاته وساعاته عمره وعمره أجله وأجله آخرته وهو في غفلة بدنياه وفي لعب بما يهواه. فإن نظرت إلى السماء رأيتها تنشئ الأنفاس وإن نظرت إلى الأنفاس، رأيتها تدير الأفلاك، وإن نظرت إلى فوق الفوق عميت عما سواه. فلا إله إلا هو رب العرش العظيم ﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ﴾(پ۲۰، النمل:۸۸)، ﴿اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ﴾(پ۱۳، يوسف:۱۰۰)، ﴿سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ﴾(پ۲۵، حم السجدة:۵۳)، ﴿وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾ (پ۲۶، الذريت:۲۰، ۲۱)، ﴿فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾ (پ۲۹، الحاقة:۳۸، ۳۹)، ﴿سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى ۝ وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝﴾ (پ۳۰، الاعلى:۱۰، ۱۱) فأما صلاة المغرب فأفضل ما صلّيت فيه إذا تدلى حاجب الشمس الأعلى وهو غيبتها عن الأبصار. روي عن عمر رضي الله عنه أنه أخر صلاة المغرب ليلة حتى طلع نجم فأعتق رقبة. وروينا عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه أخر المغرب حتى طلع كوكبان فأعتق رقبتين. وأفضل ما صليت فيه عشاء الآخرة إذا غاب البياض الغربي وأظلم مكانه وهو الشفق الثاني إلى ما بعد ذلك فتأخيرها أفضل إلى ربع الليل ما لم تنم والنوم قبلها مكروه شديد ووقت حسن في سنة أن تصلّي بمقدار غيبة القمر ليلة ثلاث من الشهر وهذا يكون بعد سبع ونصف من الليل لأنا روينا أن رسول الله صلى الله

عليه وسلم كان يصلّي العشاء الآخرة لسقوط القمر ليلة ثلاث. وأفضل ما صلّيت فيه صلاة الصبح إذا طلع الفجر الثاني وهي الصلاة الوسطى التي أفرد الله تبارك وتعالى محافظتها لأنها تختص بمعان ثلاث من التوسط لا توجد في سائر الصلوات، منها أنها بين الليل والنهار، والثاني أنها بين صلاتين من صلاة الليل وصلاتين من صلاة النهار. والثالث أنها متوسطة بين صلاتي جهر وصلاتي مخافتة. وأيضاً فإنها أقصر الصلاة عدداً لا ثلاثاً ولا أربعاً. فلما اختصت بتوسط هذه المعاني دون غيرها كانت هي الوسطى. وأيضاً فإن الله تعالى نص على ذكر الفجر في قوله عزّ وجلّ: ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۷۸) وقيل في تفسير ذلك تشهده ملائكة الليل والنهار فكان هذا ذكراً لها بوصف آخر توكيداً للمحافظة عليها فإن صح الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شغلونا عن الصلاة الوسطى صلاة العصر بطل ما قلناه وثبت قول رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنه هو الحق وبه نقول ولا أحسب الخبر إلا ثابتاً فقد جاء بأشد اليقين أخبرنا أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عنها فقال: هي التي شغل عنها أخي سليمان حتى توارت بالحجاب. والسنة أن تقرأ في صلاة الصبح بسورة من المثاني أو بطوال المفصل لأنها قصرت وعوّض عنها طول القيام فإن كان أجمع للمصلين وأكثر لعددهم إذا توسط الوقت فحسن قبل أن تمحق النجوم. فأما أن يسفر حتى ينتشر البياض تحت الحمرة وذلك هو شيء من شعاع الشمس فلا. وإن كثروا فصلاتها بغلس في القليل أفضل. والمحافظة على أوائل الأوقات من كل صلاة من أفضل الأعمال إلا ما ذكرناه من تأخير صلاة العشاء الآخرة للأثر فيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل الصلاة في أول الوقت على الصلاة في آخر الوقت كفضل الآخرة على الدنيا وفي الخبر أن العبد ليصلّي الصلاة في آخر وقتها ولما فاته من الوقت الأول خير له من الدنيا وما فيها. والخبر المشهور أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل أي الأعمال أفضل؟ فقال: الصلاة لوقتها. وقد جاء في الأثر الوقت الأول رضوان الله عزّ وجلّ والوقت الأخير عفو الله تبارك وتعالى. قيل: فرضوان الله عزّ وجلّ يكون للمحسنين وعفو الله سبحانه وتعالى يكون عن المقصرين. والوقت الأول من كل صلاة من عزيمة الدين وطريقة المقيمين لصلاة المحافظين. والوقت الثاني رخصة في الدين وسعة من الله عزّ وجلّ ورحمة للغافلين.

الفصل السابع عشر

فيه كتاب ذكر نوع من المفصل والموصل من الكلام وفيه مدح العالمين وذم الغافلين عنه وتفسير الغريب والمشكل من القرآن باختصار الاصول الدالة على المعنى

فأما ظاهر الكلام فعلى معنيين عجيبين وهو مجمل مختصر وموصل مكرر فإجماله واختصاره للبلاغة والإيجاز قال الله تعالى: ﴿اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ﴾ (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۶) ومكرره وتفصيله للإفهام والتذكار. قال الله تعالى: ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (پ۲۰، القصص:۵۱) وقال عزّ وجلّ في المبهم المجمل والتوحيد المفصل: ﴿الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ (پ۱۱، هود:۱) فهذه ثلاثة أسماء الله لطيف رحيم وقيل بل هي حروف من اسم وهو الرحمن ثم أظهر السبب فقال كتاب أحكمت آياته يعني بالتوحيد ثم فصلت أي بالوعد والوعيد ثم قال من لدن حكيم أي للأحكام خبير أي بالأحكام خبير بالتفصيل للحلال والحرام ألا تعبدوا إلا الله هذا هو التوحيد الذي أحكمه أنني لكم منه نذير وبشير هذا هو الوعد والوعيد الذي أعمله فمن المختصر للإيجاز قوله تعالى: ﴿وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۵۹) ففي هذا مختصر ومحذوفان. فالمضمر قوله مبصرة المعنى آية مبصرة فأضمر ومحذوفاه قوله فظلموا بها المعنى ظلموا أنفسهم بالتكذيب بها فاختصرت كلمتان من كلمتين للإيجاز ومثله قوله: ﴿وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ﴾ (پ۳، البقرة: ۲۵۹) الخواء الخلاء

والعروش السقوف وهو جمع عرش فكيف تكون خاوية من العروش والعروش موجودة فيها ، فهذا من المختصر المحذوف ومعناه وهي خاوية من ثمرها أو من أهلها واقعة على عروشها ومثله قوله تعالى: ﴿وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۷۷) حذف الفعل وأقيم الاسم مقامه فالمعنى فيه ولكن البرّ برّ من آمن بالله وقد يكون من المبدل فيكون المحذوف هو اسم أبدل الفعل مكانه ولكن البر من آمن بالله فلمّا كان البر وصفه أقيم مكانه ومثل معنى الأوّل قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ﴾ (پ۱، البقرة: ۹۳) أي حب العجل، ومن ذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍؕ﴾ (پ۱۵، الكهف: ۷۴) ولم يذكر قتله والمعنى بغير نفس قتلها فحذف الفعل ومثله أنه من قتل نفساً بغير نفس أو فساد في الأرض أضمر قوله بغير نفس قتلها أو بغير فساد في الأرض فاكتفى عنه بذكر غير الأولى وكذلك قوله: ﴿مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (پ۳، ال عمران: ۸۳) معناه ومن في الأرض وكذلك قوله: ﴿فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِؕ۝﴾ (پ۳۰، التين: ۷) هو متصل بقوله سبحانه: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۝﴾ (پ۳۰، التين: ۴) وفصل بينهما النعت والاستثناء والمعنى فما يكذبك بعد هذا البيان أيها الإنسان بالديانة فأي شيء يحملك على التكذيب بأن تدين الله تعالى وهو أحكم الحاكمين ومن المبدل المضمر أيضاً: ﴿اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۷۵) المعنى ضعف عذاب الأحياء وضعف عذاب الموتى فأضمر ذكر العذاب وأبدل الأحياء والموتى بذكر الحياة فأقام الوصف مقام الاسم، ويصلح أيضاً أن يترك الوصف على لفظه ويضمر أهل فيكون ضعف عذاب أهل الحياة وضعف عذاب أهل الممات كما أضمر أهل في ذكر القرية وذكر العير فقال: ﴿وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَاؕ﴾ (پ۱۳، يوسف: ۸۲) والمعنى: واسأل أهل القرية وأسأل أهل العير ، ومن هذا المعنى قوله تعالى: ﴿ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۸۷) هو من المبدل المضمر ، فمبدله ثقلت ومعناه خفيت ، أبدل بدلالة المعنى عليه لأن الشيء إذا خفي علمه ثقل وكذلك قوله في السموات معناه على ومضمر أهل والمعنى خفيت على أهل السموات وأهل الأرض لا تأتيكم إلا بغتة يعني فجأة ، ومنه قوله عزّ وجلّ: ﴿تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ﴾ (پ۱۳، يوسف: ۸۵) فيه مضمر ومحذوف ، فمحذوفه تزال ؛ ومضمره لا التي هي جواب القسم، والمعنى : قالوا تالله لا تزال تفتؤا تذكر يوسف فأضمرت لا وأبدلت تزال بقوله تفتؤا وهي من مختصر الكلام وفصيحه وبليغه وهي لغة لبعض العرب وفي القرآن من كل لغة.

ومن هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۝﴾ (پ۲۷، الواقعة: ۸۲) وقوله سبحانه: ﴿بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (پ۱۳، ابراهيم: ۲۸) معناه تجعلون شكر رزقكم أنكم تكذبون وكذلك بدلوا شكر نعمة الله كفراً بها ومثله ﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۵) ﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۸) معناه أهل قرية مثل قوله: ﴿وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ﴾ (پ۱۳، يوسف: ۸۲) المعنى أهل العير والعير هي الإبل المجهولة وهذا الذي تسميه النحويون المجاز، وهكذا قوله: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۹) معناه للطريقة التي هي أقوم ، ومثل هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۳) أي يقولوا الكلمة التي هي أحسن ومثل هذا قوله: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَؕ﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۶) أي بالكلمة أو بالفعلة التي هي أحسن ومثل قوله: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ﴾ (پ۱۷، الانبياء: ۱۰۱) أي الكلمة الحسنى والوجه الآخر أن الحسنى اسم لا نعت فمعناه الجنة وهكذا قوله: ﴿عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَۚ﴾ (پ۱، البقرة: ۱۰۲) أي على عهد ملك سليمان فأضمر قوله عهد، ومثل قوله: ﴿وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ﴾ (پ۴، ال عمران: ۱۹۴) أي على ألسنة رسلك فأضمر ألسنة ومن المكنّى المضمر قوله تعالى: ﴿وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ﴾ (پ۱۵، الكهف: ۶۳) أضمر الحوت وذكره واسم موسى للاختصار والمعنى ، وما أنساني ذكر الحوت لك إلا الشيطان ومثله قوله: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِۚ۝﴾ (پ۳۰، القدر: ۱) أي أنزلنا القرآن فكنّي عنه ولم يتقدّم له ذكر وكذلك قوله: ﴿حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۝﴾ (پ۲۳، ص: ۳۲) يعني توارت الشمس بحجاب الليل فكنّي عنها ولم يجر لها ذكر

ومثله وقوله عزّ وجلّ : ﴿وَ مَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ﴾ (پ۲۴، حم السجدة:۳۵) أي الكلمة الطيبة أو الفعلة التي هي أحسن وبمعناه قوله تعالى: ﴿وَلَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۝﴾ (پ۲۰، القصص:۸۰) يعني كلمة الزهد في الدنيا ومقالة الترغيب والرغبة في الآخرة عائد على قوله تعالى: ﴿وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ﴾ (پ۲۰، القصص:۸۰) أي هذه المقالة ومن المبدل المختصر قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ (پ۲، البقرة: ۲۰۶) معناه حملته العزة على الإثم أي حمله التعزز والأنفة على الإثم ولم يبال فأخذته بمعنى حملته بالإثم بمعنى على الإثم.

ومن هذا قوله: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ﴾ (پ۳، البقرة: ۲۵۵) أي لا تحمله سنة ولا نوم لأن السنة تحمل العبد أي تذهب به عن التيقظ ومن المنقول المنقلب قوله عزّ وجلّ: ﴿يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ﴾ (پ۱۷، الحج:۱۳) اللام في لمن منقولة والمعنى يدعو من لضره أقرب من نفعه ومثله: ﴿لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ﴾ (پ۲۰، القصص:۷۶) معناه لتنوء العصبة بها أي لتثقل بحملها لثقلها عليهم ومثله قوله: ﴿وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ۝﴾ (پ۳۰، التين:۲) سلام على آل ياسين وهو مما قلب اسمه لازدواج الكلم المعنى طور سينا وسلام على الياسين قيل إدريس لأن في حرف ابن مسعود سلام على إدريس ونحوه جعلوا القرآن عضين أي أعضاء كأنهم عضوه فأمنوا ببعض وكفروا ببعض وبمعناه وجعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت المعني وجعل منهم عبد الطاغوت ويصلح أن يكون معطوفاً على قوله: ﴿مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ﴾ (پ۶، المائدة:۶۰). ومن ﴿عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ﴾ (پ۶، المائدة:۶۰) ومن قرأ الطاغوت بالكسر فإنه يجعل عبد أسماً وأضافه إلى الطاغوت بمعنى وعبدة وعباد وفيه خمس لغات أخرى عباد الطاغوت وعبد الطاغوت وعبدة الطاغوت وعباد الطاغوت وعبد الطاغوت ، وأما عبد الطاغوت نصباً فهو بمعنى الفعل من العبادة ومن المضمر المختصر أيضاً قوله عزّ وجلّ: ﴿اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ﴾ (پ۱۲، هود:۶۰) ضميره إحدى كلمتين كفروا نعمة ربهم كفروا توحيد ربهم فأضمر للاختصار وانتصاب الاسم لسقوط الخافض وفيها وجه غريب إلاّ أنه محمول على المعنى لأنه أي غطوا ربهم التغطية أي غطوا آياته وما دعا إليه من الحق والمعنى كفرهم أي غطى عليهم بما غطوا ربهم هكذا حقيقة في التوحيد إذ الأولية في كل فعل منه وهم ثوان فيما بعد فهو بمعنى قوله: ﴿وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۝﴾ (پ۷، الانعام:۹) اللبس التغطية.

ومنه قوله: ﴿اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ (پ۲۰، العنكبوت:۴۱) ما نعبدهم مضمره يقولون ما نعبدهم ومثله فظلتم تفكرون إنّا لمغرمون أي يقولون إنّا لمغرمون وعلى هذا المعنى وجه قوله: ﴿فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۝ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ٝ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ﴾ (پ۵، النساء:۷۸، ۷۹) المعنى فيه يقولون : ما أصابك على معنى الإخبار عنهم والذم لهم فهلكت بذلك القدرية لجهلهم بعلم العربية فظنوا أنه ابتداء شرع وبيان من الله عزّ وجلّ وقد أحكم الله عزّ وجلّ ابتداء شرعه وبيانه بأوّل الآية في قوله: ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ﴾ (پ۵، النساء:۷۸) وقد كان ابن عباس يقول إذا اشتبه عليكم شيء من القرآن فالتمسوه في كلام العرب فإن الرجل يتلو الآية فيعيا بوجهها فيكفره وقرأتها في مصحف عبد الله بن مسعود فما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً قالوا ما أصابك من حسنة فهذا كما أنبأتك وقد رأيت في مصحف عبد الله والذين اتخذوا من دونه أولياء قالوا ما نعبدهم فهذا من ذلك، ومن المضمر قوله تعالى: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ۝﴾ (پ۲۵، الزخرف:۶۰) ليس أنه يجعل من البشر ملائكة ولكن معناه لجعلنا بدلاً منكم ملائكة ويصلح لجعلنا بدلكم بمعنى منكم، ومن المبدل له قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۝﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۶۱) اللام بدل من الباء المعنى وهم بها سابقون لأنهم لو سبقوها لفاتتهم . وعلى هذا المعنى قال بعضهم إن قوله عزّ وجلّ: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ﴾ (پ۹، الاعراف:۱۴۳) أي بالجبل كان الجبل حجاباً لموسى فكشفه عنه فتجلّى به كما قال من الشجرة أن يا موسى إنني أنا الله فكانت الشجرة وجهة لموسى كلمه الله عزّ وجلّ منها ومثله: ﴿وَ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ٝ﴾ (پ۱۶، طه:۷۱) معناه على جذوع ، وكذلك:

﴿فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۹۴) معناه أي مع القوم وبمعناه: ﴿اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ﴾ (پ۲۷، الطور:۳۸) أي عليه ويصلح به وكذلك قوله: ﴿مُسْتَكْبِرِیْنَ بِهٖ﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۶۷) أي عنه يعني عن القرآن، فعلى هذا مجاز قوله تعالى: ﴿فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا﴾ (پ۱۹، الفرقان:۵۹) أي سل عنه، فحروف العوامل يقوم بعضها مقام بعض، ومثله قوله: ﴿اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ﴾ (پ۲۹، المزمل:۱۸) أي فيه يعني في اليوم مثله: ﴿لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ (پ۲، البقرة: ۱۵۰) معناه ولا الذين ظلموا فأبدلت إلا بقوله ولا يجوز أن تكون إلا مستأنفة بمعنى لكن الذين ظلموا متصلة بخبرها من قوله: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۵۰) فهو بمعنى قوله: ﴿اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ (پ۱۹، النمل:۱۰-۱۱) أي لكن من ظلم ثم بدل حسناً بعد سوء فيكون مبتدأ لذكر خبرها بعد وبمعناه قوله تعالى: ﴿وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ﴾ (پ۴، النساء:۲) أي مع أموالكم وكذلك قوله: ﴿وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ (پ۶، المائدة:۶) أي مع المرافق لأنها داخلة في الغسل والحروف العوامل تنوب بعضها عن بعض ولو أظهر مثل هذا المضمر ووصل مثل هذا المحذوف لكانت القراءة ضعيفة.

ومن الموصول المكرر للبيان والتوكيد قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ مَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (پ۱۱، يونس:۶۶) قوله له: ﴿اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ﴾ (پ۱۱، يونس:۶۶) مردود ردّه للتوكيد والإفهام كأنه لما طال الكلام أعيد ليقرب من الفهم والمعنى ما يتبع الذين يدعون من دون الله شركاء ﴿اِلَّا الظَّنَّ﴾ (پ۱۱، يونس:۶۶) أي أتباعهم الشركاء ظن منهم غير يقين ونحوه من المكرر المؤكد ﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ﴾ (پ۹، الاعراف:۷۵) اختصاره الذين استكبروا لمن آمن من الذين استضعفوا فلما قدم الذين استضعفوا وكان المراد بعضهم كرر المراد باعادة ذكر من آمن منهم للبيان ومثله: ﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ (پ۱۴، الحجر:۵۹، ۶۰) فأدخل الاستثناء على الاستثناء وهو يطول في كلامهم لأنه أراد بالنجاة بعض الآل فلما أجملهم أخرج مستثنى من مستثنى وفي هذا دليل أن الأزواج من الآل لأنه استثنى امرأته من أله ومن المكرر للتوكيد قوله تعالى: ﴿فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ﴾ (پ۲۰، القصص:۱۹) مختصره فلما أراد يبطش وقد قيل أن هذا من المختصر المضمر مما أضمر فيه الاسم وحذف منه الفعل وهو غريب، فيكون تقديره فلما أن أراد الإسرائيلي أن يبطش موسى: ﴿بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا﴾ (پ۲۰، القصص:۱۹) فلم يفعل ﴿قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ﴾ (پ۲۰، القصص:۱۹) فهذا حينئذ من أخصر الكلام وأوجزه ومن المكرر المؤكد قوله عزّ وجلّ: ﴿فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ (پ۲۴، المؤمن:۲۱) مفهومه وجائزه فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم كانوا أشدّ منهم قوّة فوصل بمن ووكد فكان هم أشد، وقراءتها في مصحف ابن مسعود عاقبة الذين من قبلهم كانوا أشدّ قوّة ليس فيها كانوا ولا قوله هم وبمعناه وإن قصر قوله تعالى: ﴿لَجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۳۳) هذا مما طول للبيان والمعنى لجعلنا البيوت من يكفر بالرحمن فلما قدم من وهي أسماء من يكفر أعيد ذكر البيوت مؤخراً ومن المكني المبهم المشتبه قوله عزّ وجلّ: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ﴾ (پ۱۴، النحل:۷۵) الشيء في هذا الموضع الإنفاق مما رزق الله وقوله تعالى: ﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ﴾ (پ۱۴، النحل:۷۶) فالشيء في هذا الموضع الأمر بالعدل والاستقامة على الهدى وكذلك قوله: ﴿فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ﴾ (پ۱۵، الكهف:۷۰) الشيء في هذا الموضع وصف مخصوص من وصف الربوبية من العلم الذي علمه الخضر عليه السلام من لدنه لا يصلح أن يسأل عنه حتى يبتدئ به فلذلك كني عنه وكذلك العلم على ضربين: ضرب لا يصلح أن يبتدأ به حتى يُسأل عنه وهو مما لا يضيق علمه فلذلك وسع جهله وحسن كتمه، وعلم لا ينبغي أن يُسأل عنه من معنى صفات التوحيد ونعوت الوحدانية لا يوكل إلى العقول بل يخص بها المراد المحمول فعلم الخضر الذي شرط على موسى

عليهما السلام أن لا يسأل عنه حتى يبادئه به من هذا النوع والله غالب على أمره وقوله عزّ وجلّ: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ (پ۲۷، الطور:۳۵) يعني الله تعالى أي كيف يكون خلق من غير خالق ، ففي وجودهم ثبوت خالق فهم دلالة عليه أنه خلقهم. ورويناً ذلك عن ابن عباس وعن زيد بن علي رضي الله عنهما قالا في قوله عزّ وجلّ: ﴿مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ (پ۲۷، الطور:۳۵) أي من غير رب كيف يكون خلق من غير خالق وقوله عزّ وجلّ: ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ﴾ (پ۱۴، النحل:۷۱) فالبعض الأوّل المفضل في الرزق هم الأحرار والبعض الآخر المفضول هم المماليك ومثله قوله تعالى: ﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ (پ۲۶، ق:۲۳) قرنه هذا هو الملك الموكل بعلمه أحضر ما عنده مما علمه من فعله، وقوله عزّ وجلّ: ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ﴾ (پ۲۶، ق:۲۷) قرينه هذا هو شيطانه المقرون به ومثله قوله تعالى: ﴿وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ﴾ (پ۹، الاعراف:۲۰۲) الهاء والميم المتصلة بإخوان أسماء الشياطين والهاء والميم المتصلة بيَمُدُّونَ أسماء المشركين أي الشياطين إخوان المشركين يمدّون المشركين في الغيّ ولا يقصرون عنهم في الإمداد وبمعنى هذا قوله تعالى: ﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۰) الهاء الأولى المتصلة بيَتَوَلَّوْنَ كناية عن إبليس والهاء المتصلة بالباء من قوله هم به هي اسم الله عزّ وجلّ وقد قيل أيضاً إنها عائدة على إبليس أيضاً فيكون المعنى هم به قد أشركوا في التوحيد أي أشركوه بعبادة الله عزّ وجلّ ومثل هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾ (پ۳۰، العاديات:۴-۵) الهاء الأولى كناية عن الحوافر وهنّ الموريات قدحاً يعني الخيل تقدح بحوافرها فتوري النار فأثرن به أي بالحوافر النقع يعني التراب والهاء الثانية كناية عن الإغارة فوسطن أي توسطن به بالإغارة وهنّ المغيرات صبحاً وسطن جمع المشركين أغاروا عليهم بجمعهم والمشركون غارون وبهذا المعنى قوله عزّوجلّ: ﴿فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ (پ۸، الاعراف:۵۷) الهاء الأولى عائدة على السحاب أي أنزلنا بالسحابة الماء وفي قوله به مبدل ومكنى ، فالمكنى هو ما ذكرناه من أسماء السحاب والمبدل أن به بمعنى منه ومثل هذا قوله: ﴿يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ﴾ (پ۲۹، الدهر:۶) أي منها وهو صريح قوله في المفسر: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا﴾ (پ۳۰، النبا:۱۴) يعني السحاب وهو قوله: ﴿سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ (پ۸، الاعراف:۵۷) وقوله وقوله في الهاء الثانية أخرجنا به من كل الثمرات يعني بالماء فجمع بين اسم السحاب والماء بالهاء فأشكل ومن البيان الثاني والثالث للخطاب المجمل قوله تعالى: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۸۵) فلم يفهم إلا أن القرآن أنزل في شهر رمضان ولم يدر أنهاراً أنزل فيه أو ليلاً. فقال في البيان الثاني: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ (پ۲۵، الدخان:۳) فلم يفهم منه إلا أنه أنزل منه ليلاً في ليلة مباركة ولم يدر أي ليلة هي فقال في البيان الثالث :﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (پ۳۰، القدر: ۱) فهذا غاية البيان وبمعناه قوله تعالى: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ﴾ (پ۲۰، القصص:۱۴) .

فهذا البيان الأوّل زيادة على الأشد وهو الوصف إلاّ أنه غير مفسر ثم قال في البيان الثاني: ﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ (پ۲۶، الاحقاف:۱۵) ففسّر الأشد بالأربعين إذا كانت الواو للمدح والوصف في أحد الوجهين ومعناه الجمع قوله تعالى: ﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ﴾ (پ۳۰، العصر:۱، ۲) معناه أن الناس لفي خسر أي لفي خسران لقوله: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (پ۱۶، مريم:۹۶) ولا يستثنى جماعة من واحد وإنما يستثنى جماعة من جماعة أكثر منهم وإنما وحد الاسم للجنس وكذلك قوله تعالى: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۶) معناه يا أيها الناس إنكم كادحون دل عليه قوله عزّ وجلّ: ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۷) ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۰) وإنما وحد النعت

لتوحيد الاسم وكذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝﴾ (پ۲۲، الاحزاب:۷۲) معناه حملها الناس كلهم وهذا أحب الوجهين إليّ لقوله عزّ وجلّ: ﴿لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ﴾ (پ۲۲، الاحزاب:۷۳) ومثله قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ﴾ (پ۲۵، الشوریٰ:۴۸) معناه وإنا إذا أذقنا الناس منا رحمة فرحوا بها فلما وحد الاسم وحد نعته دل عليه قوله تعالى: ﴿وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ (پ۲۵، الشوریٰ:۴۸) فأظهر الجمع ومن الجمع المراد به الواحد قوله عزّ وجل: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِيْنَ ۝ۚۖ﴾ (پ۱۹، الشعراء:۱۰۵) يعني نوحاً وحده لأنه لم يرسل إلى قوم نوح غيره ودلّ عليه قوله تعالى: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ﴾ (پ۱۹، الشعراء:۱۰۶) فوحّد الجمع ومثله فما أوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء يعني بذلك النبي (صلى الله عليه وسلم) وحده يوم خيبر ومن الجمع المكني قوله عزّ وجلّ: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (پ۲۴، المؤمن:۵۷) يعني في هذا الموضع الدجال ونزل ذلك في الذكر الدجال واستعظامهم لوصفه وكذلك قوله تعالى: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ (پ۴، آل عمران:۱۷۳) يعني رجلاً واحداً قاله لهم وهو عروة بن مسعود الثقفي ، فجمع لفظه لأجل جنسه والعرب تجمع الواحد للجنس ، وكذلك قيل في أحد الوجوه إن قوله عزّ وجلّ: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۹) يعني آدم (صلى الله عليه وسلم) وحده وهو أوّل من طاف بالبيت وأتاه جبريل وأشعر له المناسك وقد قرأت في بعض حروف السلف من حيث أفاض آدم فهذا شاهد له ومن المقدم والمؤخر لحسن تأليف الكلم ومزيد البيان والإظهار قوله عزّ وجلّ: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۶) اختصاره ومؤخره من كفر بالله بعد ايمانه وشرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن وكد بقوله ولكن من شرح بالكفر صدراً لما استثنى المكره وقلبه مطمئن بايمان ولم يجعل المكره أخر الكلام لئلا يليه قوله: ﴿فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۶) فيتوهم انه خبره وجعل أخر الكلام فعليهم غضب من الله وهو في المعنى مقدم خبر الأوّل من قوله من كفر بالله من بعد إيمانه فأخر ليليه قوله تعالى: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۷) لأنه من وصفهم فيكون هذا أحسن في تأليف الكلام وسياق المعنى وكذلك قوله تعالى: ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۸۸) هذا من المعطوف المضمر ومن المقدم والمؤخر فعاطفه قوله وعنده علم الساعة وضميره قوله وعلم قيله والمعنى وعنده علم الساعة وعلم قيله يا ربّ هذا على حرف من كسر اللام فأما من نصبها فإنه مقدم أيضاً ومحمول على أن المعنى أي وعنده علم الساعة ويعلم قيله يا ربّ ، فأما من رفع اللام فقرأ وقيله فتكون مستأنفة على الخبر وجوابها الفاء من قوله: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۸۹) أي قوله إن هؤلاء قوم لا يؤمنون فاصفح عنهم. وقد تكون الواو في قوله وقيله للجمع مضمومة إلى علم الساعة والمعنى وعنده علم الساعة وعنده قيله يا رب جمع بينهما بعند فهذا مجاز هذه المقارى الثلاث في العربية ومما حمل على المعنى قوله عزّ وجلّ: ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ (پ۷، الانعام :۹۶) ثم قال: ﴿وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ۙ﴾ (پ۷، الانعام :۹۶) فلو لم يحمل على المعنى لكانت الشمس والقمر خفضاً إتباعاً للفظ قوله فالق وجاعل ولكن معناه وجعل الشمس والقمر حسباناً وهي على قراءة من قرأ وجعل الليل سكناً متبعة لجعل ظاهر أو بمعناه قوله تعالى: ﴿وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ﴾ (پ۶، المائدۃ:۶) في قراءة من نصب اللام محمولاً على معنى الغسل من قوله عزّ وجلّ: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ﴾ (پ۶، المائدۃ:۶) أيضاً، ومن قرأ وأرجلكم خفضاً حمله على إتباع الإعراب من قوله عزّ وجلّ: ﴿بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلِكُمْ﴾ (پ۶، المائدۃ:۶) فأتبع الإعراب بالإعراب قبله لأن مذهبه

الغسل لا المسح واختيارنا نصب اللام في المقروء على نصب الغسل واتباع الوجه واليدين إلا أنه روي عن ابن عباس وأنس بن مالك نزل القرآن بغسلين ومسحين وسنّ رسول الله (صلى الله عليه وسلم) غسل الأقدام فنحن نفعل كما فعل .

وقوله عزّ وجلّ: ﴿وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ (پ۱۶، طه:۱۲۹) من المقدم والمؤخر، فالمعنى فيه ولولا كلمة سبقت من ربك وأجل مسمى لكان لزاماً وبه ارتفاع الأجل ولولا ذلك لكان نصباً كاللزام فأخر لتحسين اللفظ وبمعناه قوله عزّ وجلّ: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾ (پ۹، الاعراف:۱۸۷) المعنى يسألونك عنها كأنك حفيّ بها أي ضنين بعلمها ومثله قوله تعالى: ﴿اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا﴾ (پ۱، البقرة:۱۰۶) أي نأت منها بخير فقدم بخير وأخر منها فأشكل ومن المؤخر بعد توسط الكلام قوله عزّ وجلّ: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۹) في قراءة من وحد الفعل هو متصل بقوله عزّ وجلّ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۶) لتركبن طبقاً عن طبق أي حالاً بعد حال في البرزخ فأخر الأحوال للقرار في الدار وكذلك هو في قراءة من جمع فقال لتركبن أيها الناس فيكون الإنسان في معنى الناس كما ذكرناه آنفا ، ويكون الجمع عطفاً على المعنى وإنما وحد للجنس فكأنه قال يا أيها الناس لتركبن طبقاً عن طبق فأخر هذا الخبر لما توسطه من الكلام المتصل بالقصة ومعناه التقديم. ومثل هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) وقوله: ﴿اِلَّا قَلِیْلًا﴾ (پ۵، النساء:۸۳) هو متصل بقوله: ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) إلاَّ قليلاً وأخر الكلام : ﴿لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) وقد قيل إن قوله إلا قليلاً مستثنى من الأول في قوله: ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) إلّا قليلاً منهم وفي هذا بعد والأول أحب إليّ ، وعلى هذا المعنى قرأ ابن عباس في رواية عنه لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم جعله متصلاً بقوله تعالى: ﴿مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ (پ۵، النساء:۱۴۷) إلا من ظلم وصار آخر الكلام لا يحب الله الجهر بالسوء من القول فاصلاً ومثل هذا قوله تعالى: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ﴾ (پ۱۰، الانفال:۷۳) إنما هو من صلة قوله: ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ﴾ (پ۱۰، الانفال:۷۲) إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض.

وكذلك قوله في أوّل السورة: ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ﴾ (پ۱۰، الانفال:۷۴) كما أخرجك ربك من بيتك بالحق ليس هذا من صلة الكلام إنما هو مقدم ومتصل في المعنى بقوله: ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (پ۹، الانفال:۱) و ﴿كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ﴾ (پ۹، الانفال:۵) أي فصارت أنفال الغنائم لك إذ أنت راضٍ بإخراجك وهم كارهون فاعترض بينهما الأمر بالتقوى والإصلاح والوصف بحقيقة الإيمان والصلاح فأشكل فهمه، وعلى هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ (پ۲۸، الممتحنة:۴) إنما هو موصول بقوله تعالى: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ﴾ ﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ﴾ (پ۲۸، الممتحنة:۴) لأنها نزلت في قولهم فقد استغفر إبراهيم لأبيه وهو مشرك عند قوله :لأستغفر لك ربّي فقالوا : فهلا نستغفر لآبائنا المشركين. فنزلت هذه الآية ليستثني القدوة في إبراهيم في هذا ثم نزلت الآية الأخرى معذرة له أوعده إياه إلى أن علم موته على الكفر فقال وما كان استغفار إبراهيم لأبيه إلا عن موعدة وعدها إياه الآية ،

وكذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ﴾ (پ۶، المائدة:۳) وهذا متصل بقوله: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۱۵) إلى آخر المحرمات، ثم قال: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ﴾ (پ۶، المائدة:۳) يعني مجاعة ومثل ما ذكرناه من علم القرآن كثير وإنما نبهنا بيسير على كثير ودللنا بنكت على جم غفير ليستدل بما ذكرناه على نحوه ويتطرق به إلى مثله وهذا كله على ضروب كلام العرب ومعاني استعمالهم ووجوه استحسانهم أنه في كلامهم المطوّل للبيان والمختصر للحفظ والمقدم والمؤخر للتحسين وكله فصيح بليغ، لأن وصف البلاغة عندهم رد الكثير المنثور إلى القليل المجمل وبسط القليل

المجمل إلى المبثوث المفسر فالمقصر من الكلام عندهم مع الحاجة إلى المعاني المتفرقة عجز والمطول منه مع الاكتفاء بالمعنى الجامع منه عيّ. فلما خاطبهم بكلامهم أفهمهم بعقولهم ومستعملاتهم ليحسن ذلك عندهم فيكون حجة عليهم من حيث يعقلون لأنه أمرهم بما يعلمون وما يستحسنون حكمة منه ولطفاً. فذلك أيضاً على هذه المعاني يفهم الخصوص من مكانهم ومشهدهم على علوّ مقامهم في مكان ما أظهر لهم من العلم به ونصيب ما قسم لهم من العقل عنه. فهم متفاوتون في الأشهاد والفهوم حسب تفاوتهم في الأنصبة من العقول والعلوم إذ القرآن عموم وخصوص ومحكم ومتشابه وظاهر وباطن؛ فعمومه لعموم الخلق، وخصوصه لخصوصهم وظاهره لأهل الظاهر وباطنه لأهل الباطن والله واسع عليم.

فهدى الله الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق بإذنه فإذا صفا القلب بنور اليقين وأيد العقل بالتوفيق والتمكين وتجرد الهم من التعلق بالخلق وتأله السر بالعكوف على الخالق وخلت النفس من الهوى سرت الروح فجالت في الملكوت الأعلى كشف القلب بنور اليقين الثاقب ملكوت العرش عن معاني صفات موصوف وأحكام خلاق مألوف وباطن أسماء معروف وغرائب علم رحيم رؤوف فشهد عن الكشف أوصاف ماعرف فقام حينئذ بشهادة ما عرف فكان ممن قال سبحانه: ﴿ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ ﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۲۱) فحق التلاوة للمؤمنين لأنه إذا أعطاه حقيقة من الإيمان أعطاه مثلها من معناه ومحدثها حقيقة من مشاهدة، فكانت تلاوته عن مشاهدة وكان مزيده عن معنى تلاوته وكان ذلك على معيار حقيقة من إيمانه كما قال: ﴿ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ﴾ (پ۹، الانفال:۲) ﴿ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ ﴾ (پ۹، الانفال:۴) فيكون العبد بوصف من نعت بالحضور والإنذار وخص بالمزيد والاستبشار في قوله عزّ وجلّ: ﴿ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَ لَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۝ ﴾ (پ۲۶، الاحقاف:۲۹) وفي قوله عزّ وجلّ: ﴿ فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۝ ﴾ (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۴) ويكون من نعت من مدحه بالعلم وأثنى عليه بالرجاء وصفه بالخوف في قوله تعالى: ﴿ یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ ﴾ (پ۲۳، الزمر:۹) وقال عزّ وجلّ: ﴿ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ٘ ﴾ (پ۲۱، السجدۃ:۱۶) فكان هذا من أهل الله وخاصته ومن محبيه وخالصته.

كما روينا عن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أهل القرآن أهل الله وخاصته من خلقه وقال ابن مسعود لا على أحدكم أن يسأل عن نفسه إلا القرآن فإن كان يحب القرآن فهو يحب الله وإن لم يكن يحب القرآن فليس يحب الله وهذا كما قال لأنك إذا أحببت متكلماً أحببت كلامه وإذا كرهته كرهت مقاله. وقال أبو محمد سهل: من علامة الإيمان حب الله عزّوجلّ، ومن علامة حب الله حب القرآن ومن علامة حب القرآن حب النبي (صلى الله عليه وسلم). وعلامة حب النبي (صلى الله عليه وسلم) اتباعه. وعلامة اتباعه الزهد في الدنيا. وحدثونا عن بعض المريدين قال: كنت في جدة إرادتي قد لهجت بتلاوة القرآن ثم رهقتني فترة فبقيت أياماً لا أقرأ فهتف بي هاتف من قبل الله عزّ وجلّ: إن كنت تحبني فلم جفوت كتابي أما ترى ما فيه من لطيف عتابي وقال بعض العارفين لا يكون المريد مريداً حتى يجد في القرآن كل ما يريد ويعرف منه النقصان والمزيد ويستغني بالمولى عن العبيد وأقل ما قيل في العلوم التي يحويها القرآن من ظواهر المعاني المجموعة فيه أربعة وعشرون ألف علم وثمانمائة علم إذ لكل آية علوم أربعة: ظاهر، وباطن، وحد، ومطلع، وقد يقال إنه يحوي سبعة وسبعين ألف علم ومائتين من علوم إذ لكل كلمة علم وكل علم وصف فكل كلمة تقتضي صفة وكل صفة موجبة أفعالاً حسنة وغيرها على معانيها فسبحان الفتّاح العليم.

تفصیلی فہرست

مآخذ و مَراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
1	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ
2	کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ
3	التفسیر من سنن سعید بن منصور	سعيد بن منصور بن شعبة الخراساني، المروزي، متوفی ۲۲۷ھ	المكتبة الشاملة
4	تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	مفرداتُ الفاظ القرآن	ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفهانی، متوفی ۵۰۲ھ	دار القلم، دمشق ۱۴۱۲ھ
6	تفسیر البغوی	امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسیر الکشاف	جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۲۸ھ	مکتبۃ الاعلام الاسلامی ۱۴۱۴ھ
8	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	التبیان فی آداب حملۃ القرآن	امام ابی زکریا یحیی بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار ابن حزم، بیروت
10	تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
11	غرائب القرآن ورغائب الفرقان	علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
12	تفسیر الخازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	المطبعة الميمنية، مصر ۱۳۱۷ھ
13	تفسیر القرآن العظیم	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
14	نشر طی التعریف	ابو حامد جمال الدین محمد بن عبد الرحمن الشافعی، متوفی ۷۸۲ھ	المكتبة الشاملة
15	الجلالین مع حاشیۃ الجمل	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۳ھ و امام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
16	الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
17	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۳ھ
18	البرهان فی علوم القرآن	امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی، متوفی ۷۹۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
19	تفسیر روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	البحر المدید	احمد بن محمد بن المهدي ابن عجيبه الحسني، متوفی ۱۲۲۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
21	حاشیۃ الصاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوفی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ
24	کوثر الخیرات	حضرت علّامہ مولانا محمد اشرف سیالوی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
25	کتاب الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
26	مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی حمیری متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
27	مسند الطیالسی	امام سلیمان بن داود بن جارود طیالسی، متوفی ۲۰۳ھ	دار المعرفہ، بیروت
28	المصنف	امام حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
29	سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور بن شعبة الخراساني المروزي، متوفی ۲۲۷ھ	دار الصمیعی، ریاض ۱۴۲۰ھ
30	المسند	ابو الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی، متوفی ۲۳۰ھ	مؤسسۃ نادر بیروت ۱۴۱۰ھ
31	المصنف لابن ابی شیبۃ	حافظ عبد اللہ محمد بن ابی شیبۃ عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
32	المسند	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
33	المسند	ابو عوانۃ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی، متوفی ۲۴۱ھ	دار المعرفہ بیروت
34	سنن الدارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ
35	صحیح البخاري	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
36	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
37	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی الشہیر بابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
38	سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
39	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
40	الموسوعۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۶ھ
41	سنن دارقطني	امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
42	السنۃ	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۴ھ
43	البحر الزخار بمسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
44	سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۶ھ
45	السنن الکبریٰ	امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۱ھ
46	مسند ابی یعلی	شیخ الاسلام ابو یعلٰی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
47	صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحاق نیشاپوری شافعی، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی ۱۳۹۰ھ

48	نوادرالاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبہ امام بخاری
49	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علاء الدین علی بن بلبان الفارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ
50	المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
51	المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
52	المعجم الصغیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
53	کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
54	المستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
55	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
56	السنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
57	السنن الصغریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
58	معرفۃ السنن والاثار	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
59	جامع بیان العلم وفضلہ	حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۸ھ
60	اقتضاء العلم العمل	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۷ھ
61	المتفق والمفترق	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	المکتبۃ الشاملۃ
62	الفردوس بماثور الخطاب	حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۶ھ
63	شرح السنۃ	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ
64	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ
65	الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
66	اتحاف الخیرۃ المھرۃ	احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری الشافعی، متوفی ۸۴۰ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۹ھ
67	مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
68	المطالب العالیۃ	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ
69	الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۵ھ
70	جمع الجوامع	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
71	جامع الاحادیث	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
72	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

73	الزھد	امام عبداللہ بن المبارک مروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
74	الزھد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
75	الزھد	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ
76	الزھد	حافظ عبد الرحمن بن محمد ابي حاتم الرازي، متوفی ۳۲۷ھ	دارالبشائر الاسلامیہ ۱۴۲۲ھ
77	الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	موسؤالکتب الثقافیۃ ۱۴۱۷ھ
78	الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	مرکز الاولیاء ملتان
79	رفع الیدین فی الصلاۃ	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۶ھ
80	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المرواني، متوفی ۲۸۶ھ	المکتبۃ الشاملۃ
81	المذکر والتذکیر	احمد بن عمرو بن ابي عاصم الشیباني، متوفی ۲۸۷ھ	المکتبۃ الشاملۃ
82	صفۃ المنافق	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن الفریابی، متوفی ۳۰۱ھ	المکتبۃ الشاملۃ
83	المجالسۃ وجواھر العلم	حافظ ابوبکر احمد بن مروان دینوری مالکی، متوفی ۳۳۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
84	عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی، متوفی ۳۶۴ھ	دارالکتاب العربی، بیروت
85	کتاب العظمۃ	ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان، متوفی ۳۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
86	القضاء والقدر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	المکتبۃ الشاملۃ
87	القصاص والمذکرین	ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتب الاسلامی ۱۴۰۹ھ
88	التبصرۃ	ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۳ھ
89	التذکرۃ	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالسلام قاہرہ ۱۴۲۹ھ
90	المدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج المالکي، متوفی ۷۳۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
91	المقاصد الحسنۃ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۲۵ھ
92	اللمعۃ فی خصائص یوم الجمعۃ	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعي، متوفی ۹۱۱ھ	المکتبۃ الشاملۃ
93	الحبائک فی اخبار الملائک	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعي متوفی ۹۱۱ھ	المکتبۃ الشاملۃ
94	تحذیر الخواص	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعي متوفی ۹۱۱ھ	المکتبۃ الشاملۃ
95	الاسرار المرفوعۃ	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	المکتبۃ الشاملۃ
96	تأویل مختلف الحدیث	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوري، متوفی ۲۷۶ھ	المکتبۃ الشاملۃ
97	التمھید	یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبي، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

98	کشف المشکل	امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتبۃ الشاملۃ
99	جامع العلوم والحکم	عبدالرحمن بن شہاب الدین بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیہ مکۃ المکرمہ
100	عمدۃ القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
101	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
102	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
103	شرح الزرقانی علی الموطا	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
104	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
105	نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی
106	الفصول فی الاصول	امام احمد بن علي الرازي الجصاص، متوفی ۳۷۰ھ	وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ
107	الفقیہ والمتفقہ	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارابن جوزی ۱۴۲۸ھ
108	بدائع الصنائع	ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
109	المغنی	ابومحمد موفق الدین عبداللہ بن احمد مقدسی، متوفی ۶۲۰ھ	ہجر للطباعۃ والنشر، قاہرہ ۱۴۱۳ھ
110	نصاب الاحتساب	عمر بن محمد بن عوض السنامی، متوفی ۶۹۶ھ	المکتبۃ الشاملۃ
111	معالم القربۃ	محمد بن محمد بن احمد بن ابی زید بن الاخوۃ القرشي، متوفی ۷۲۹ھ	المکتبۃ الشاملۃ
112	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
113	الفتاوی الھندیۃ	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الھند	دارالفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
114	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
115	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
116	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ رضویہ، کراچی
117	اخلاق النبی وآدابہ	ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبھاني، متوفی ۳۶۹ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۲۸ھ
118	الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
119	وفاء الوفاء	علي بن عبداللہ بن احمد الحسني السمھودی الشافعي، متوفی ۹۱۱ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
120	المواھب اللدنیۃ مع الزرقانی	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ
121	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
122	عیون الاخبار	ابومحمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ دینوری، متوفی ۲۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ

123	تاریخ ابی زرعة	عبد الرحمن بن عمرو بن عبد اللہ ابو زرعة الدمشقي، متوفی ۲۸۰ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۷ ھ
124	المعرفة والتاریخ	ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوي، متوفی ۲۷۷ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت
125	اخبار اصبہان	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	المکتبة الشاملة
126	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۷ ھ
127	التذکرة الحمدونیة	محمد بن الحسن بن محمد بن علی بن حمدون، متوفی ۵۹۴ھ	المکتبة الشاملة
128	تاریخ مدینه دمشق	حافظ ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۶ھ
129	المنتظم	امام ابوالفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۵ھ
130	ذیل تاریخ بغداد	ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن الحسن ابن النجار، متوفی ۶۴۳ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۷ھ
131	تاریخ الاسلام	شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
132	مراٰة الجنان وعبرة الیقظان	امام ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی الیافعی، متوفی ۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۷ھ
133	البدایة والنهایة	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
134	تاریخ قضاة الاندلس	ابوالحسن علي بن عبد اللہ بن محمد المالقي النباهي، متوفی ۷۹۲ھ	دارالآفاق الجدیدة، بیروت ۱۴۰۳ھ
135	نفح الطیب في غصن الاندلس الرطیب	ابو العباس احمد بن محمد بن احمد المقري التلمساني، متوفی ۱۰۴۱ھ	دارصادر، بیروت ۱۹۶۸ء
136	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد بن منیع ھاشمی، متوفی ۲۳۰ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۹۹۷ء
137	فضائل الصحابة	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	مؤسسة الرساله ۱۴۰۳ھ
138	کتاب الضعفاء	ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی، متوفی ۳۲۲ھ	دارالصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
139	کتاب الثقات	امام حافظ محمد بن حبان، متوفی ۳۵۴ھ	دارالکتب العلمیه بیروت ۱۴۱۹ھ
140	الکامل في ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی، متوفی ۳۶۵ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۸ھ
141	طبقات المحدثین باصبهان	ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبهاني، متوفی ۳۶۹ھ	المکتبة الشاملة
142	طبقات الصوفیة	ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی، متوفی ۴۱۲ھ	دارالکتب العلمیه ۱۴۱۹ھ
143	حلیة الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۹ھ
144	معرفة الصحابة	امام حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیه ۱۴۲۲ھ
145	الجامع لاخلاق الراوی	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	مکتبة المعارف ریاض ۱۴۰۳ھ
146	طبقات الفقهاء	ابو اسحاق ابراهیم بن علي بن یوسف الشیرازي الشافعي، متوفی ۴۷۶ھ	دارالرائد العربی، بیروت ۱۴۰۱ھ

147	ذم الکلام واهله	شیخ الاسلام عبد الله بن محمد الانصاري الهروي، متوفی ۴۸۱ھ	المكتبة الشاملة
148	طبقات الحنابلة	ابو الحسين محمد بن محمد ابن ابي يعلى حنبلی، متوفی ۵۲۶ھ	دار الکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۷ھ
149	ترتيب المدارك وتقريب المسالك	ابو الفضل عياض بن موسى بن عياض المالكى، متوفی ۵۴۴ھ	المكتبة الشاملة
150	وفيات الاعيان	ابو العباس شمس الدين احمد بن محمد بن خلكان، متوفی ۶۸۱ھ	دار الکتب العلمیه ۱۴۱۹ھ
151	سير اعلام النبلاء	شمس الدين محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ
152	الوافي بالوفيات	صلاح الدين خليل بن ايبک بن عبد الله الصفدي، متوفی ۷۶۴ھ	دار احياء التراث العربى، بیروت ۱۴۲۰ھ
153	طبقات الشافعية الكبرىٰ	تاج الدين عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي، متوفی ۷۷۱ھ	ہجر للطباعة والنشر والتوزيع ۱۴۱۳ھ
154	کشف الظنون	مولیٰ مصطفی بن عبد الله رومی حنفی، متوفی ۱۰۶۷ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ
155	اعلام للزرکلی	خير الدين زرکلی، متوفی ۱۳۹۶ھ	دار العلم للملايين، بیروت ۲۰۰۵ء
156	الكرم والجود وسخاء النفوس	محمد بن الحسين البرجلاني حنبلی، متوفی ۲۳۸ھ	المكتبة الشاملة
157	العقد الفريد	ابو عمر واحمد بن محمد بن عبد ربہ، متوفی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۷ھ
158	قوت القلوب	شیخ ابو طالب محمد بن علی مکی، متوفی ۳۸۶ھ	دار الکتب العلمیه ۱۴۲۶ھ
159	الرسالة القشيرية	امام ابو القاسم عبد الكريم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیه، بیروت ۱۴۱۸ھ
160	احياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد طوسی غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۱ھ
161	ذم الهوىٰ	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مكتبة الكتاب والسنة پشاور
162	عوارف المعارف	ابو حفص عمر بن محمد سہروردی شافعی، متوفی ۶۳۲ھ	دار الکتب العلمیه بیروت، ۱۴۲۶ھ
163	غرر الخصائص الواضحة	محمد بن ابراهيم بن يحيى بن علي الانصاري، متوفی ۷۱۸ھ	المكتبة الشاملة
164	الآداب الشرعية	شمس الدين ابو عبد الله محمد بن مفلح بن مفرج المقدسي، متوفی ۷۶۳ھ	المكتبة الشاملة
165	دلائل الخيرات	ابو عبد الله محمد بن سليمان الجزولي، متوفی ۸۷۰ھ	دار الفقیه ۱۴۲۳ھ
166	اتحاف السادة المتقين	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیه، بیروت
167	اللمع في التصوف	ابو نصر السراج عبد الله بن علي الطوسي، متوفی ۳۷۸ھ	دار الکتب الحدیثه بمصر ۱۳۸۰ھ
168	ايقاظ الهمم في شرح الحكم	احمد بن محمد بن المهدي الحسني الانجري، متوفی ۱۲۲۴ھ	المكتبة الشاملة
169	مفتاح الافكار	ابو محمد عبد العزيز بن محمد بن عبد الرحمن السلمان، متوفی ۱۴۲۲ھ	المكتبة الشاملة
170	معمولات الابرار	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی	مکتبہ جمال کرم مرکز الاولیاء لاہور
171	نصاب اصول حدیث	مجلس المدينة العلمية	مكتبة المدینہ باب المدینہ کراچی
172	فیضان سنت	حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

مجلس المدینۃ العلمیہ کی طرف سے پیش کردہ234 کُتُب ورسائل مع عنقریب آنے والی15 کُتُب ورسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

01......راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل(رَادُّ الْقَحطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء)(کل صفحات40)

02......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات(كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم)(کل صفحات199)

03......فضائل دعا(اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء)(کل صفحات326)

04......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟(وِشَاحُ الْجِيْدِفِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد)(کل صفحات:55)

05......والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق(اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوْق)(کل صفحات:125)

06......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت(مکمل چار حصے)(کل صفحات:561)

07......شریعت وطریقت(مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَاء)(کل صفحات:57)

08......ولایت کا آسان راستہ(تصورِ شیخ)(اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة)(کل صفحات:60)

09......معاشی ترقی کا راز(حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح)(کل صفحات:41)

10......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب(اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي)(کل صفحات:100)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں(اَعْجَبُ الْاِمْدَاد)(کل صفحات:47)

12......ثبوتِ ہلال کے طریقے(طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال)(کل صفحات:63)

13......اولاد کے حقوق(مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد)(کل صفحات31) 14......ایمان کی پہچان(حاشیہ تمہید ایمان)(کل صفحات:74)

15......اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَة(کل صفحات:46) 16......کنز الایمان مع خزائن العرفان(کل صفحات:1185)

عربی کُتُب:

17، 18، 19، 20، 21......جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰى رَدِّ الْمُحْتَار(المجلد الاول والثانی والثالث والرابع والخامس)(کل صفحات: 570، 672، 713، 650، 483) 22......اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِی عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِی(کل صفحات:458)

23......كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم(کل صفحات:74) 24......اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة(کل صفحات:62)

25......اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّة(کل صفحات:93) 26......اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِی(کل صفحات:46)

27......تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان(کل صفحات:77) 28......اَجْلَى الْاِعْلَام(کل صفحات:70)

29......اِقَامَةُ الْقِيَامَة(کل صفحات:60)

عنقریب آنے والی کُتُب

30,31,32......جدالممتار جلد۵،۶،۷

===========

شعبہ تراجمِ کُتُب

عنقریب آنے والی کُتُب

===۞===۞===۞===

﴿شعبہ درسی کُتُب﴾

===

شعبہ تخریج

===

شعبہ فیضانِ صحابہ

02......حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالٰی عنہ (کل صفحات:72)

03......حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ (کل صفحات:89)

04......حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ (کل صفحات:60)

05......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ (کل صفحات:132)

06......فیضانِ سعید بن زید (کل صفحات:32)

07......فیضانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ (کل صفحات:720)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......فیضانِ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ

===۞===۞===۞===
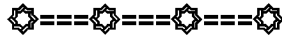
﴿ شعبہ اِصلاحی کُتُب ﴾

01......غوثِ پاک رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کے حالات (کل صفحات:106)

02......تکبر (کل صفحات:97)

03......فرامین مصطفٰی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)

04......بدگمانی (کل صفحات:57)

05......قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)

06......نور کا کھلونا (کل صفحات:32)

07......اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

08......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

09......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

10......ریاکاری (کل صفحات:170)

11......قومِ جنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)

12......عشر کے احکام (کل صفحات:48)

13......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)

14......فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)

15......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

16......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

17......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)

18......ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)

19......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

20......مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

21......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)

22......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)

23......نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)

24......خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)

25......تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)

26......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

27......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)

28......نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)

29......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

30......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)

31......جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)

32......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

33......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33) 34......حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)

35......حج وعمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48) 36......جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)

37......قصیدہ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......قسم کے احکام 02......حسد 03......جلد بازی

04......فیضانِ دعا (غار کے قیدی) 05......بخل 06......فیضانِ اسلام

===
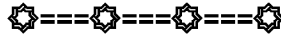
﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

01......سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)

02......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)

03......اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)

04......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)

05......دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)

06......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)

07......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)

08...... آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات: 275)

09......بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48) 10......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)

11......پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48) 12...... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)

13......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220) 14......گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)

15......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33) 16......جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)

17...... تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (2) (کل صفحات:48) 18......غافل درزی (کل صفحات:36)

19......مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33) 20......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)

21......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49) 22......کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)

23......تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4) (کل صفحات:49) 24......میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)

25......چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32) 26......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)

27......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32) 28......بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)

عنقریب آنے والی کُتُب

عبادات کے ظاہری و باطنی آداب پر مشتمل
تصوف کی پہلی مبسوط کتاب

قوت القلوب (اردو)

مترجم جلد دوم

مصنف: امام اجل حضرت سیدنا شیخ ابو طالب مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی
المتوفی ۳۸۶ھ

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)
شعبہ تراجم کتب

قوت القلوب (اردو)

عِبادات کے ظاہِری و باطِنی آداب پر مشتمل تَصوُّف کی پہلی مَبْسُوط کتاب

قُوْتُ الْقُلُوْب (اردو)

مترجم (جلد دوم)

مُصَنِّف

اِمامِ اَجلّ حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابُو طَالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

پیش کش: مجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوة والسلام علیك یا رسول اللہ　　　　وعلی الك واصحابك یا حبیب اللہ

نام کتاب	:	قُوتُ الْقُلُوب (اردو) مترجم (جلد دوم)
مؤلف	:	اِمام اَجل حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)
مترجمین	:	مَدَنی عُلَما (شعبہ تَراجِمِ کُتُب)
سن طباعت	:	رجب المرجب ۱۴۳۶ھ بمطابق اپریل 2015ء
تعداد	:	
قیمت	:	

مکتبۃُ المدینہ کی شاخیں

- **کراچی**: شہید مسجد، کھارادر — فون: 021-32203311
- **لاھور**: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ — فون: 042-37311679
- **سردارآباد**: (فیصل آباد) امین پور بازار — فون: 041-2632625
- **کشمیر**: چوک شہیداں، میر پور — فون: 058274-37212
- **حیدرآباد**: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن — فون: 022-2620122
- **ملتان**: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ — فون: 061-4511192
- **اوکاڑہ**: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال — فون: 044-2550767
- **راولپنڈی**: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ — فون: 051-5553765
- **خان پور**: دُرانی چوک، نہر کنارہ — فون: 068-5571686
- **نواب شاہ**: چکرا بازار، نزد MCB — فون: 0244-4362145
- **سکھر**: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ — فون: 071-5619195
- **گوجرانوالہ**: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ — فون: 055-4225653
- **پشاور**: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail.ilmia@dawateislami.net

اجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

"فیضانِ قُوتُ القلوب جاری رہے گا"
کے 23 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی "23 نیّتیں"

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ۔ یعنی مسلمان کی نیّت اسکے عمل سے بہتر ہے۔[1]

دو مَدَنی پھول: (۱) بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
(۲) جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و (۲) صلوٰۃ اور (۳) تَعَوُّذ و (۴) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیتوں پر عمل ہو جائے گا)۔ (۵) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ (۶) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور (۷) قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ (۸) قرآنی آیات اور (۹) اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۱۰) جہاں جہاں **اللّٰه** کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (۱۱) جہاں جہاں **سرکار** کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور (۱۲) جہاں جہاں کسی صحابی یا بزرگ کا نام آئے گا وہاں رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پڑھوں گا۔ (۱۳) اس کتاب کا مُطالَعہ شروع کرنے سے پہلے اسکے مُؤلِّف اور دیگر بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۱۴) (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضرورت خاص خاص مقامات انڈر لائن کروں گا۔ (۱۵) (اپنے ذاتی نسخے کے) **یادداشت** والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۱۶) اولیا کی صِفات اپناؤں گا۔ (۱۷) اپنی اِصلاح کے لیے اس کِتاب کے ذریعے علم حاصِل کروں گا۔ (۱۸) دوسروں کو یہ کِتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۹) اس حدیثِ پاک تَہَادَوْا تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبّت بڑھے گی۔[2] پر عمل کی نِیّت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کِتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ (۲۰) اس کِتاب کے مُطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ (۲۱) **اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش** کے لئے روزانہ **فکرِ مدینہ** کرتے ہوئے **مَدَنی انعامات** کا رسالہ پر کیا کروں گا اور ہر مدنی (اسلامی) ماہ کی 10 تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور (۲۲) عاشقانِ رسول کے **مَدَنی قافلوں** میں سفر کیا کروں گا۔ (۲۳) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

---

[1] .... المعجم الکبیر للطبرانی، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲

[2] .... مؤطا امام مالك، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینۃ العلمیہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّارؔ قادری رضوی ضیائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **المدینۃ العلمیہ** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلَماومُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔

اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شُعبۂ کتبِ اعلیٰ حضرت　　(۲) شُعبۂ درسی کُتُب　　(۳) شُعبۂ اصلاحی کُتُب

(۴) شعبۂ تراجم کتب　　(۵) شُعبۂ تفتیشِ کُتُب　　(۶) شُعبۂ تخریج

المدینۃ العلمیہ کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلَّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اَشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بَشُمُول **المدینۃ العلمیہ** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عَمَلِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سَبَب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھئے

اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا شُمار ان ذی قدر اوّلین اَصحابِ تَصَوُّف میں ہوتا ہے جنہوں نے مَعرِفَتِ باری تعالٰی کے اَنمول موتیوں کو صفحاتِ قِرطاس پر بکھیر دیا تاکہ رہتی دنیا تک ان اَنمول موتیوں کی قدر کرنے والے اَصحابِ نظر رب اکبر عَزَّوَجَلَّ کے قُرب سے سرشار ہوں۔ زیرِ نظر کتاب یعنی قُوْتُ الْقُلُوب میں موجود ایسے ہی نایاب موتیوں کی چمک دمک صدیوں سے اَصحابِ نظر کو بھاتی اور وَرطۂ حیرت میں ڈالتی آرہی ہے، مگر یاد رکھئے! موتی ہمیشہ گہرے سمندر میں غوطہ لگانے والوں کو ہی ملتے ہیں اور ساحِل پر کھڑے ہو کر ڈوبتے سورج کے پر لطف نظاروں میں کھو جانے والے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ پندرھویں صدی کی عظیم علمی ورُوحانی شخصیت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی خواہش وفیضانِ نظر سے اس کتاب کا ترجمہ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کی **مجلس المدینۃ العلمیہ** میں شروع ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس ترجمہ کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس جلد میں آپ پڑھیں گے:

- اِسلام میں سب سے پہلے کون سی قولی و فعلی بدعتیں پیدا ہوئیں؟
- بدعتوں کی روک تھام کے لیے اَسلاف کے اَقدامات
- عِلْمِ ایمان ویقین کی تمام عُلُوم پر فضیلت
- آثار واَخبار کے نقل کرنے کی فضیلت
- توبہ کے فرائض، فضائل اور تائبین کے اَوصاف کا بیان
- مقامِ صَبر کی شرح اور صابِرین کے اَوصاف
- مقامِ شکر کی شرح اور شاکرین کے اَوصاف
- مقامِ رجا کی شرح اور اہلِ رجا کے اَوصاف
- مقامِ خوف کی شرح اور خائفین کے اَوصاف
- سَلْبِ ایمان کے مُتَعَلِّق اَسلاف کے اَقوال
- مقامِ زہد کی شرح اور زاہدین کے اَحوال
- زُہد کی حقیقت، زہد کے اَحکام کی تفصیل اور وزاہد کے اَوصاف کا بیان

✿☜ مَقامِ تَوَکُّل کی شرح اور مُتوَکِّلین کے اَحوال و اَوصاف

✿☜ مَقاماتِ تَوَکُّل ✿☜ اَسباب و اَوَاسِط کا بیان ✿☜ کسب و مَعاش کا تذکرہ

✿☜ مُتوَکِّل کے لیے عِلاج کرنے اور نہ کرنے کا بیان

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ سے ہر عربی کتاب کا ترجمہ کم و بیش 16 مراحل سے گزرتا ہے، جن میں ترجمہ، تقابل، نظر ثانی، تقابلِ آیات و ترجمہ، فارمیٹنگ، پروف ریڈنگ، تخریج، تفتیش تخریج، مُفید و ناگزیر حواشی، آیاتِ قرآنیہ کی پیسٹنگ، شَرْعی تفتیش، مُشکِل اَلفاظ کی تسہیل و اِعراب (از اردو لغت کبیر) اور فائنل پروف ریڈنگ وغیرہ ایسے کٹھن اور جاں سوز مَراحِل شامل ہیں، پیشِ نَظَر ترجمہ کو آپ تک پہنچانے کے لئے شعبہ تَراجِمِ کُتُب (اُردو) اور اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کے جن مَدَنی عُلَمائے کرام نے مذکورہ مراحِل طے کرنے کے لئے مُسَلسَل کوششیں (عربی سے اور کاوِشیں کی ہیں ان کے اَسمائے گرامی یہ ہیں: ابرار اختر القادری، محمد گل فراز عطاری اَلمدنی، فاروق احمد عطاری اَلمدنی سَلَّمَهُمُ الْغَنِی۔ نیز اس کتاب کی شرعی تفتیش دارُ الافتا کے نائب مفتی محمد حسان رضا عطاری المدنی اور سینئر متخصص ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری المدنی زِیْدَ عِلْمُھُمَا نے فرمائی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کتاب کو پڑھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسرے اسلامی بھائیوں بالخصوص مفتیانِ عِظام اور عُلَمائے کرام کی خدمتوں میں تحفۃً پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور **ہمیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنے کے لئے مَدَنی اِنعامات پر عمل اور مَدَنی قافلوں میں سَفَر کرنے کی توفیق** عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مَجالِس بَشُمول **مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ** کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب (مَجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ)

قولی وفعلی بِدعات

پہلی بدعت

پہلے زمانے میں لوگ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے: کیا حال چال ہیں؟ اس سے مُراد یہ پوچھنا ہوتا کہ ”مُجاہدہ وصبر میں اپنے نَفس کے مُتَعَلِّق اور ایمان وعِلْمِ یقین کی زیادتی میں دل کی حالت کے مُتَعَلِّق کچھ بتایئے؟“ بسا اَوقات وہ یہ مُراد لیتے کہ ”پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے اپنے مُعاملہ کی خبر دیجئے؟“ اور یہ بھی بتایئے کہ ”دنیاو آخِرَت کے اُمُور کی اَنْجام دِہی میں آپ کی حالَت کیسی ہے؟ ان میں زِیادَتی ہوئی یا کمی؟“ اس طرح وہ اپنے دِلوں کے اَحْوال کا تذکرہ کرتے، اپنے عُلوم پر عَمَل کی کیفیات بیان کرتے اور اس بات کا بھی ذِکرِ خیر کرتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں حُسْنِ مُعاملہ کی دَولَت عطا فرمائی اور ان کے لیے کیسے کیسے مَفاہیم عَیاں (ظاہر) کئے۔ اس سے ان کا مقصود مَحض اِنعاماتِ باری تعالٰی کو شُمار کرنا اور اس پر شکر بجالانا ہوتا تاکہ ان کا یہ عَمَل ان کے لیے مَعْرِفَت وحُسْنِ مُعاملہ میں زِیادَتی کا سَبَب بن جائے۔

ہائے افسوس! یہ زمانہ آگیا

ایک بُزرگ فرماتے کہ ہمارے اکثر عُلوم اور وِجدانی کیفیات کا تَعَلُّق ان اُمُور سے ہوتا جو ہم ایک دوسرے سے ملاقات کے بعد باہمی تبادلۂ خیال سے حاصِل کرتے، مگر (افسوس!) آج ان اُمُور کو کوئی نہیں جانتا، انہیں یکسر فَراموش کر دیا گیا ہے۔ آج کل لوگ ایک دوسرے سے مل کر حال چال معلوم کرتے ہیں تو ان کی مُراد اُمُورِ دنیا اور اسبابِ حِرْص وہَوا کے مُتَعَلِّق پوچھنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہر شخص اپنے پروردگار جلیل کی شِکایَت اسی کے بندۂ پُر تقصیر سے کرتا ہے، اس کے اَحْکام سے ناراضی کا اِظْہار کرتا ہے، اس کے فیصلے سے بَراءَت ظاہِر کرتا ہے اور یوں وہ اپنے نَفْس کے ساتھ ساتھ اپنی بداَعمالیاں تک بھول جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی شخص کے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُؕ (پ۱۵، الکھف:۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور اس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے۔

اور دوسری جگہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾ (پ ۳۰، العدیت: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

غافل اور جاہل ہونے کا سبب

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ انسان اپنے ربّ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا، مَصائِب تو شُمار کرتا ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں بھول جاتا ہے۔ ایسا اس کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافِل اور جاہِل ہونے کے سَبَب ہے۔

دوسری بدعت

آج کل لوگوں کا ایک دوسرے سے ملاقات کے وَقت یہ پوچھنا بھی بِدعَت ہے: کَیْفَ اَصْبَحْتَ وَکَیْفَ اَمْسَیْتَ؟ یعنی آپ نے صُبْح کیسے کی؟ اور آپ کی شام کیسی رہی؟[1] کیونکہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین جب ایک دوسرے سے مِلتے تو (سب سے پہلے) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہ کہتے تھے۔

جو سلام نہ کرے اس سے بات نہ کرو

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: جو سلام سے پہلے باتیں کرنا شروع کر دے اسے جواب مَت دو۔[2]

اس بدعَت کا آغاز کب ہوا؟

اس بِدعَت کا آغاز طاعُون کے زمانے میں ہوا۔ جب شام کے علاقے عَمْوَاس میں طاعُون پھیلا جس میں کثیر لوگ مَوت کا شِکار ہو گئے تو اس وَقت ایک شخص صُبْح کے وَقت اپنے کسی دوست سے ملتا تو پوچھتا: صُبْح کیسے

---

[1] ......موجودہ زمانے میں بھی یہ بِدْعَت بہُت زیادہ عام ہے۔ کیونکہ آج کل کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ (یعنی صبح کیسے کی؟) اور کَیْفَ اَمْسَیْتَ؟ (یعنی آپ کی شام کیسی رہی؟) کے بجائے جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو مغربی تہذیب کی پیروی میں سب سے پہلے سلام کرنے کے بجائے Good Morning اور Good Afternoon وغیرہ کہتے ہیں جو دُرُست نہیں۔

[2] ......عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب من بدأ بالکلام قبل السلام، ص ۱۰۹، حدیث: ۲۱۴

ہوئی؟ اور جب شام کو ملتا تو پوچھتا کہ شام کیسے ہوئی؟ کیونکہ اس زمانے میں ایک شخص صُبح کو ہوتا تو شام کو نہ ہوتا اور شام کو زندہ ہوتا مگر صُبح نہ ہوتا۔ پس آج بھی یہ جُملے ایک دوسرے سے پوچھے جاتے ہیں مگر ان کا سَبَب بُھلا دیا گیا ہے۔ ان جُملوں کے آغاز کے مُتعَلِّق جاننے والے مُتقدِّمِین ان سے کلام کے آغاز کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا احمد بن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا ابو بکر بن عَیَّاش رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے جب یہ پوچھا کہ آپ نے صُبح یا شام کیسے کی؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کوئی جواب نہ دیا، بلکہ اِرشَاد فرمایا: **ہمیں اس بِدْعَت سے دور ہی رہنے دو۔** حضرت سَیِّدُنا احمد بن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ایک شیخ سے جب پوچھا کہ آپ کی صُبح کیسے ہوئی؟ تو انہوں نے پہلے تو کوئی توجّہ نہ دی، پھر اِرشَاد فرمایا: صُبح کیسے ہوئی؟'' یہ کیسا جُملہ ہے؟ (جب بھی کسی سے ملو تو سب سے پہلے) اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہا کرو۔

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان باہم ملتے تو اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہتے، بخدا اُس وَقْت دِل سَلامت تھے، مگر (افسوس!) آج یہ کہا جاتا ہے: تمہاری صُبح کیسے ہوئی؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں تندرُست رکھے اور تمہاری شام کیسی رہی؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں عافیت عطا فرمائے۔ اگر ہم بھی لوگوں کی اِن باتوں پر عَمَل کرنے لگیں تو یہ (پختہ) بدعَت ہو گی، خبر دار! اس کے بجا لانے میں کوئی عزت (یعنی ثواب) نہیں۔ خواہ (ہماری مخالفت کی بنا پر) ایسا کرنے والے ہم پر ناراض ہی ہوں۔

تیسری بدعَت

لوگوں میں ایک بِدْعَت یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ جب کسی کو خط لکھتے ہیں تو پہلے اس شخص کا نام لکھتے ہیں جس کی جانِب خط لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ سنّت یہ ہے کہ پہلے اپنا نام لکھا جائے یعنی یہ لکھا جائے کہ یہ خط فلاں کی طرف سے فلاں کی جانِب ہے۔[1] چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِین فرماتے ہیں کہ

[1] ...... دورِ حاضِر میں بھی اس بِدْعَت کا عام مُشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ آج کل ہمارے مُعاشَرے میں نوجوان نسل کو بچپن ہی

ایک بار میں کچھ عرصہ گھر سے دُور رہا تو اپنے والدِ محترم کو خط لکھا جس کے آغاز میں میں نے ان کا نام لکھ دیا تو انہوں نے کچھ یوں جواب اِرسال فرمایا: جب بھی مجھے خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھا کرو، اگر آئندہ تم نے اپنے نام سے پہلے میرا نام لکھا تو میں تمہارا خط پڑھوں گا نہ جواب دوں گا۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی مکتوبات میں پہلے اپنا نام ہی لکھا کرتے تھے خواہ وہ مکتوب بارگاہِ رِسالت میں ہی بھیجا جاتا۔ جیسا کہ) حضرت سَیِّدُنا علاء بن حَضْرمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رِسالت میں ایک مکتوب لکھا، اس میں انہوں نے پہلے اپنا نام کچھ یوں ذکر کیا: مِنَ الْعَلَاءِ بْنِ حَضْرَمِیٍّ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ [1]

اس بدعت کا آغاز کس نے کیا؟

منقول ہے کہ اس بِدْعَت کا آغاز زیاد نے کیا تو عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اسے عیب جانا اور اسے ابن اُمیّہ کی بدعات میں شُمار کیا۔ مگر خُلَفا و اُمَرا کے خطوط میں آج یہی بِدْعَت نظر آتی ہے حالانکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین خطوط میں مکتوب اِلَیہ (یعنی جس کی جانب خط لکھا جائے اس) سے پہلے اپنا نام ذکر کیا کرتے تھے۔

چوتھی بدعت

(آج کل جب) کوئی شخص اپنے کسی دوست کے گھر جاتا ہے تو اس کے خِدْمَت گاروں سے کہتا ہے: اے خادم! اے کنیز!" (یعنی بلا اِجازَت گھر میں داخِل ہو کر خادمین سے باتیں کرنے لگتا ہے) حالانکہ ایسا کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

سے نصابی کتب میں سنّت کے برعکس خطوط لکھنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین نے ہر دور میں سنّتوں کے اِحیا اور بدعتوں کے قلع قمع کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔ دورِ حاضر میں یادگارِ اَسلاف پندرھویں صدی کی عظیم علمی و رُوحانی شخصیت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا ہر قول وفعل سنّتوں کے تابع ہے۔ چنانچہ خطوط نویسی میں آپ کے سنّت کے مطابق لکھے گئے بے شُمار مکتوبات میں سے چند ایک کی ہلکی سی جھلک مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والی مختلف کُتُب ورسائل میں مُلاحَظہ کی جاسکتی ہے۔ مثلاً آپ کی حیاتِ مُبارکہ کے روشن اَوراق پر مشتمل رسالے **حقوقُ العباد کی احتیاطیں** میں آپ کے چند مکتوبات دیکھے جاسکتے ہیں۔

[1] ......مسند احمد، حدیث العلاء بن الحضرمی، ۷/۷۱، حدیث: ۱۹۰۰۸

اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی مُخالَفت کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اِجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔ (پ۱۸، النور:۲۷)

آیتِ مبارکہ کی تفسیر

مُفَسِّرِیْنِ کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہاں اِجازَت مانگنے سے مُراد دروازے پر دستک دینا، کھانسنا یا ایسی ہی کوئی حرکت کرنا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دروازے پر کوئی موجود ہے۔ نیز سرکارِ دو۲ جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان بھی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے گھر جائے تو پہلے تین۳ مرتبہ سلام کرے، اگر اِجازَت مِل جائے تو داخِل ہو، ورنہ واپس چلا جائے۔ [1]

اجازت نہ ملنے پر اسلاف کا طریقہ

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کے دروازے پر دستک دیتے، پھر تین۳ مرتبہ سلام کرتے اور ہر مرتبہ سلام کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرتے، اگر داخِل ہونے کی اِجازَت ملتی تو داخِل ہوتے (ورنہ لوٹ جاتے)۔ بعض اوقات گھر والا کسی عُذر کی وجہ سے ان کا اس وَقت گھر آنا پسند نہ کرتا تو جواب دیتا: وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو عافیت عطا فرمائے، ابھی لَوٹ جائیے، میں مَصروف ہوں۔ تو وہ واپس چلے جاتے اور بُرا مانتے نہ ان کے دِل میں کوئی بدگمانی پیدا ہوتی۔

بَسا اَوقات صاحبِ خانہ (یعنی گھر والے) کا "لوٹ جائیے" کہنا بہتر ہوتا ہے، کیونکہ اِجابَت (جواب دینے) اور تزکیہ (دل کی طہارت) کے لیے یہی اَفضل ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہُت ستھرا ہے۔ (پ۱۸، النور:۲۸)

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم... الخ، ۴/۴۴۴، حدیث: ۵۱۸۱، بتغیر

بعض اَوقات صاحبِ خانہ (یعنی گھر والے) کے ایک بار واپس لوٹانے کے بعد اسی دن دو یا تین مرتبہ واپس آتے اور پھر چلے جاتے مگر ہر بار دِل میں کچھ بُرا گمان نہ کرتے۔ ہمارے زمانے میں کسی سے ایسا کیا جائے تو یقیناً بُرا محسوس کرے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس دن دوبارہ واپس ہی نہ آئے۔

عُلَما کی بارگاہ میں حاضری کے آداب

عُلَما کی بارگاہ میں انتہائی اَہم کام کے علاوہ لوگ حاضِر نہ ہوتے بلکہ ان کے دروازے کے سامنے بیٹھ جاتے یا مَساجِد میں بیٹھ کر اِنتِظار کرتے کہ وہ نماز کی خاطِر باہَر نکلیں گے کیونکہ وہ لوگ عِلْم کی عَظَمت اور عُلَما کی شان جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا اَبُو عُبَیْد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عالِم کے دروازے پر حاضِر ہو کر کبھی بھی دستک نہیں دی بلکہ ان کے گھر جا کر دروازے پر بیٹھ جاتا ہوں اور اِنتِظار کرتا ہوں کہ وہ خود باہَر تشریف لائیں[1] کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ (پ۲۶، الحجرات:۵)

حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن عَبَّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کو کئی بار دیکھا گیا کہ آپ) کسی اَنصاری کے دروازے پر کھڑے ہوتے، (تیز) ہوائیں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر چل رہی ہوتیں، آپ کے پاس سے کوئی گزرنے والا جب عَرْض کرتا: اے **رسولُ اللہ** کے چچازاد! آپ یہاں (اس حال میں) کیوں تشریف فرما ہیں؟ تو آپ فرماتے: میں اس گھر والے کے نکلنے کا اِنتِظار کر رہا ہوں۔ پھر جب وہ صحابی باہَر نکلتے (تو آپ کو دیکھ کر) فرماتے: اے **رسولُ اللہ** کے چچازاد! اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں خود حاضِر ہو جاتا؟ آپ فرماتے: نہیں! میں آپ کی خِدْمت میں حاضِر ہونے کا زیادہ حقدار تھا۔[2] پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس صحابی سے وہ حدیثِ مُبارَکہ پوچھتے جس کے مُتَعَلِّق آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ صحابی ایک ایسی حدیث رِوایت کرتے ہیں جو خود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہیں سنی۔

---

[1]......تفسیر کشاف، الحجرات، تحت الآیۃ: ۵، ۴/۳۵۹

[2]......معجم کبیر، ۱۰/۲۴۴، حدیث: ۱۰۵۹۲

پانچویں بدعت

یہ بھی بِدْعَت ہے کہ بندہ کسی ایسے خاص مسئلہ میں اپنے مسلمان بھائی کی حالت کے بارے میں خوب چھان بین کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ چنانچہ،

کسی کی نجی زندگی میں مداخلت ناجائز ہے

حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شادی کی اور جب زوجہ کے پاس رات گزارنے کے بعد دن کو باہَر نکلے تو ایک شخص نے آپ سے عَرْض کی: اے ابو عبد اللّٰہ! آپ کیسے ہیں؟ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: اچھا ہوں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تو وہ بولا: آپ کیسے ہیں اور رات کیسی گزری؟[1] ایک رِوایَت میں یہ اَلفاظ ہیں: آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غصے سے فرمایا: تم ایسا سوال کیوں پوچھتے ہو جس کا جواب چھپانا پڑے، تمہیں گھر سے باہَر کی باتیں پوچھنی چاہئیں اور صرف ظاہِری اُمُور کے مُتَعَلِّق پوچھنا ہی کافی ہے۔

دلچسپ اندازِ تفہیم

حضرت سلیمان بن مِہران اَعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک شخص نے ان کے گھر میں پوچھا: اے ابو محمد! آپ کیسے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ خیریت سے ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ آپ کا حال کیسا ہے؟ فرمایا: عافیت میں ہوں۔ جب اس نے یہ پوچھا کہ آپ نے رات کیسے گزاری؟ تو آپ (کو یہ سوال بڑا ناگوار گزرا مگر آپ نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اسے سمجھانے کے لیے کہ ایسے سُوال نہیں کیے جاتے آپ) نے بُلند آواز سے اپنی کنیز کو پکارا کہ بستر اور تکیہ لے کر آؤ۔ جب وہ یہ چیزیں لے آئی تو فرمایا: اسے بچھا کر لیٹ جاؤ یہاں تک کہ میں بھی تیرے پہلو میں لیٹ جاؤں تاکہ ہم اپنے بھائی کو دِکھا سکیں کہ میں نے رات کیسے گزاری ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ (آج کل) ایک شخص اپنے دوست سے ملتا ہے تو اس سے ہر شے کے مُتَعَلِّق پوچھ ڈالتا ہے یہاں تک کہ گھر میں مَوجُود مرغی تک کی خیریت معلوم کرلیتا ہے لیکن اگر اس کا

---

[1] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۴ سلمان الفارسی، ۱/ ۲۴۴، حدیث: ۶۰۰، بتغیر قلیل

دوست اس سے ایک درہم مانگ لے تو وہ نہیں دیتا۔ جبکہ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین جب اپنے مسلمان بھائی سے ملتے تو صِرف یہ کہتے کہ آپ کیسے ہیں؟ یا فرماتے کہ **"اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو سلامت رکھے"** اور اگر ان کا بھائی ان سے کچھ مال کا سوال کرتا تو فوراً عطا فرمادیتے۔

چھٹی بدعت

بندے کا اپنے بھائی سے راستے میں جاتے ہوئے یہ پوچھنا کہ کہاں جارہے ہو؟ یا کہاں سے آرہے ہو؟ بھی بِدْعَت ہے۔ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین اس طریقہ کو ناپسند کرتے اور یہ طریقہ نہ صِرف خِلافِ سنّت اور خِلافِ اَدَب ہے بلکہ تَجَسُّس اور تَحَسُّس میں شُمار ہوتا ہے، کیونکہ تَحَسُّس سے مُراد ہے جگہ کا سراغ لگانا اور تَجَسُّس کا مطلب ہے خبریں معلوم کرنا۔ یہ سوال چونکہ دونوں چیزوں کے مُتَعَلِّق ہوتا ہے اور بعض اوقات بندہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بھائی یہ جانے کہ وہ کہاں جارہا ہے یا کہاں سے آرہا ہے۔

دوسروں کو جھوٹ بولنے پر مجبور مت کرو

حضرت سَیِّدُنا مجاہد و عطا رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی علیہما اس بات کو اچھا نہ سمجھتے بلکہ فرماتے کہ جب اپنے بھائی سے راستے میں ملو تو یہ پوچھو کہ کہاں سے آیا ہے؟ نہ یہ پوچھو کہ کہاں جارہا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ سچ بولے تو تمہیں اچھا نہ لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول دے۔ تو اس کے جھوٹ بولنے کا سَبَب تم بنو گے۔ [1]

قرآنِ کریم خریدنا اور بیچنا

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین قرآنِ کریم کی خرید و فروخت کو بھی ناپسند جانتے اور بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین بیچنے کو خریدنے سے زیادہ ناپسند کرتے۔

نئے ایجاد کردہ عُلوم

آج کل لوگ ایسے بہُت سے عُلوم حاصِل کرنے لگے ہیں جو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے زمانہ میں نہ تھے۔ مثلاً عِلْمِ کلام؛ عِلْمِ جَدَل؛ قِیاس؛ نَظر و فِکر، رائے اور عَقْلی دلائل کے ساتھ سُنَنِ رسول پر اِسْتِدلال؛

---

[1] ......مصنف لابن ابی شیبة، کتاب الادب، باب الرجل یلقی الرجل یسالہ من حیث جاء، ۶/۲۵۷، حدیث: ۱

قرآن وسنّت کے ظاہر پر قیاس، رائے اور عقلی عُلُوم کو ترجیح دینا (یہ سب عُلوم بدْعَت ہیں)۔

نیز حالتِ وَجد کے ذریعے حاصِل ہونے والے اِشاروں کا اِظْہار کرنا کہ ان کے عُلُوم جانتا ہو نہ ان کی تفاصیل سے آگاہ ہو اور ایسا کرنے سے مقصود سامعین کو حیرت میں مبتلا کرنا اور عاملین کو گمراہ کرنا ہو (تو یہ بھی بدْعَت ہے)۔ کیونکہ وِجدانی کیفیات سے آگاہ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام وِجدانی کیفیت کا اِظْہار تو کرتے مگر وَجد سے حاصِل ہونے والے اِشاروں کو چھپاتے۔ نیز لوگوں کو انکے نفع کی باتیں تو بتاتے مگر نقصان دہ باتیں چھپالیتے۔ اس لیے کہ وِجدانی کیفیات لوگوں کے دلوں کے اَحْوال ہیں جن کا چھپانا افضل ہے۔ یہ عُلوم انہی سالکین و عاملین کا حصّہ ہیں جو ان عُلوم کا اِظْہار مقصود ہوتا تو مقصود ظاہر کرتے مگر وِجدان کو پوشیدہ رکھتے کیونکہ یہی ان کا سِرّ (یعنی راز) ہے جس کی وجہ سے وہ تصنّع، بناوٹ اور دعویٰ سے محفوظ رہے۔ انہوں نے سامعین کو ان کا حصّہ عطا کیا اور جس شے کا ان سے تعلّق نہ تھا اس سے اُنہیں دُور رکھا۔ انہوں نے دونوں مُعاملوں میں عَدل سے کام لیا اور دونوں حالتوں میں اَفضل رہے۔ مگر اس (جاہِل صُوفی) نے اس بات کو نہ جانا اور (مقصود کے بجائے) وِجدان کو ظاہر کر دیا جو نقصان کے زیادہ قریب اور سلامتی سے دُور ہے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) جو تفصیل جانتا ہو نہ تفسیر، اس کے لیے خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی سنّت کے مُطابِق کلام نہ کر سکتا ہو تو اس کی خاموشی اسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بہُت قریب کر دے گی۔ چنانچہ،

ایسے ہی ایک شخص کے مُتَعَلِّق **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَیۡہِ رِزۡقُہٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىہُ اللّٰہُ ؕ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىہَا ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے۔ (پ۲۸، الطلاق:۷)

فُقَرا سے خود کو ممتاز جاننے والے متکبر لوگ عُلومِ مَعْرِفت کا اِظْہار کر کے اپنا مقام و مرتبہ نہیں بناتے کہ ان کے اُنس اور اَحْوال کے اعتبار سے اَسباب ان کی طرف رُخ کر لیں۔ بلکہ ان کا یہ طَرْزِ عَمَل دنیا (و مال دینا چاہنے) کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو آخِرت چاہنے والوں کے لیے سَخْت نقصان دِہ اور دِین میں طَمَع سازی

کرنے کے اعتبار سے بہُت آسان ہے۔

حقیقت شریعت کے مخالف نہیں

عِلْمِ شریعت کی مُخالَفَت کرتے ہوئے عِلْمِ توحید (یعنی طریقت) کے مُتَعَلِّق کلام کرنا بھی بِدعَت ہے اور یہ کہنا بھی بِدعَت ہے کہ حقیقت، عِلْم کے مُخالِف ہے۔ کیونکہ حقیقت عِلْم کا ہی دوسرا نام ہے، نیز یہ شریعت کا ایک راستہ بھی ہے، جب شَریعَت کا تعلُّق حقیقت سے ہے تو حقیقت، شَریعَت کے مُنافی کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ حقیقت ہی عِلْمِ شَریعَت کو لازِم کرتی ہے۔ بِلاشُبہ حقیقت عَزِیمت اور ایک مشکل اَمر ہے جبکہ عِلْمِ ظاہِر رُخْصت اور وُسْعَت کا حامِل ہے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) جو شخص عِلْمِ ظاہِر کے قَواعِد اور اُصُول جانے بغیر عِلْمِ باطِن کے مُتَعَلِّق کلام کرے تو اس کا کلام شَریعَت میں اِلْحاد (یعنی کُفر، اُصُولِ اِسلام سے اِنکار یا اِنْحِراف؛ لَامَذہبیت و دَہرِیَّت) اور کتاب و سنّت میں مُداخلت شُمار ہو گا۔

ایک عارِف کا قول ہے کہ میں نے (اپنے زمانے کے) شطحیات [1] میں مبتلا جس شخص کے مُتَعَلِّق غور و فِکر

---

[1] ...... حضرت سَیِّدُنا عبد المصطفیٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی شَطْحِیَّات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صَحْو (ہشیاری) و سُکر (مدہوشی) صُوفیہ کرام کی یہ دو مشہور کیفیات ہیں۔ اکثر صوفیہ تو ایسے گزرے ہیں کہ مَعرِفَتِ الٰہی و وِصالِ حقیقی کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کو مِنْجَانِبِ اللہ ایسے وسیع ظرف سے نوازا گیا کہ کیفیات و اَحْوال سے مَغْلُوب ہو کر دامَنِ ہوش و خِرَد ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ان کی بیداری و ہوشیاری میں ایک لمحہ کے لیے بھی فُتور نہیں پیدا ہوا۔ یہ لوگ اَرْبابِ صَحْو کہلاتے ہیں۔ اور بعض وہ مشائخ ہیں جو بادۂ عرفانِ الٰہی سے اس درجہ مَخْمُور و سرشار ہو جاتے ہیں کہ غلبۂ اَحْوال و کیفیات میں دَامَنِ عقل و ہوش تار تار کر دیتے ہیں اور دُنیائے بیداری و ہشیاری سے بیزار ہو کر مستی و مدہوشی کے عالَم میں رہتے ہیں۔ ان بُزرگوں کو اَرْبابِ سُکر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہی مُؤَخَّرُ الذِّکر بُزرگوں سے کبھی کبھی عالَمِ سُکر و مستی میں بلا اختیار بعض ایسے کلمات سرزد ہو جاتے ہیں جو بظاہر خلافِ شریعت ہوتے ہیں، ایسے ہی کلمات و مَقالات کو اِصطِلاحِ صُوفیہ میں **شطحیات** کہتے ہیں۔ وہ بُزرگ جن سے **شطحیات** سرزد ہوئیں بہت قلیل تعداد میں ہوئے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ **شطحیات** سرزد ہونے کے بعد جب ان کے ہوش و حَواس بجا ہوئے ہیں تو انہوں نے نہ صرف ان اقوال سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے بلکہ اظہارِ بیزاری واِسْتِغْفار بھی کیا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید جہانگیر اشرف سمنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے منقول ہے کہ اصحابِ عرفان و صاحبانِ وِجدان میں سے اکثر و بیشتر اہلِ صَحْو (ہشیاری) ہیں اور اس جماعتِ عالیہ میں سے کچھ لوگ صاحبانِ سُکر (مدہوشی) بھی ہوئے ہیں کہ کبھی کبھی غلبۂ حال و جرأتِ وِصال میں ان سے کلام **شطحیات** نکل گئے ہیں لیکن اس حال و کیفیت کے دَفْع ہوتے ہی یہ لوگ اسی وَقت اِسْتِغْفار کرتے تھے اور اپنے اَصحاب کو حکم دیتے تھے کہ جب بھی اگر دوبارہ کوئی شَطْح آمیز کلام ہم سے سرزد ہو تو اس کے تدارُک میں تم لوگ کوشش کرو۔" (لطائف اشرفی) **شطحیات** کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حزم

کیا تو پایا کہ ایسا شخص جاہِل اور مَغرُور ہے یا وہ ایک ناکام مذہبی رہنما ہے یا ایسی باتیں ظاہِر کرنے والا ہے جن کی کچھ حقیقت نہیں۔ کِتاب و سنّت سے وسوسوں کا حل تلاش کئے بغیر دینی مُعامَلات میں کلام کرنا بھی ایک بِدْعَت ہے حالانکہ ان وسوسوں کی تفصیل جاننا اور جو بات کِتاب و سنّت سے ثابِت نہ ہو اس کی نفی کرنا لازِم ہے۔ کیونکہ جب ایسے لوگوں کا دعویٰ تو مَحبَّت کا ہو مگر اس صِفَت کا اِنکار کرنے والے ہوں جو سنّت نے بیان کی ہے اور نہ ہی انہیں مَوصُوف کا مُشاہَدَہ حاصِل ہو تو ایسے بندوں کی وِجْدانی کیفیات گمراہی پر اور مُشاہَدات باطِل اور جھوٹ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے مُتَعَلِّق ہر کوئی جان لیتا ہے کہ یہ لوگ حقیقت جانے بغیر مَعْرِفَت کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔

آدابِ دعا

دُعا میں ایسے جُملوں سے دُعا مانگنا بھی بِدعَت ہے جن کے آخِر میں ہم قافیہ اَلفاظ ہوں۔ ایسی دُعا قرآنِ کریم سے ثابِت ہے نہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے۔ بلکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو دُعا میں حد سے بڑھنے سے منْع فرمایا کرتے تھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کی جو مختصر اور جامِع دعائیں بیان فرمائی ہیں صِرف انہی کی پابندی کا حکم دیتے۔ چنانچہ،

واحتیاط لازِم ہے، ردّ و انکار اور ان بزرگوں پر فتویٰ لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ حتی الامکان تاویل ضَروری ہے کیونکہ یہ سب بزرگانِ دین واھل اللہ اور صاحبانِ مَعْرِفَت تھے، بِلا شُبہ ان میں کا ہر ہر فرد نمونۂ سنّت و جَلْوَہ آفتابِ شریعَت تھا۔ ان اکابرِ ملّت بزرگوں پر زبانِ طَعْن دراز کرنا یقیناً بہت بڑی گستاخی اور زبردست محرومی ہے۔ اسکے مُتَعَلِّق حضرت مخدوم جہانگیر اشرف قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ارشاد سنئے: جماعت صُوفِیّہ کا قانونِ مُسَلَّم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشائخ کے شطحیات کو نہ تو رَدّ کرنا چاہئے نہ قبول کرنا چاہئے کیونکہ اس مَشْرَب کا تعلّق مَقامِ وُصُول کیساتھ ہے۔ یہ ان مَقاصِد میں سے نہیں ہیں جہاں عَقْل کچھ کام آسکے۔ ہاں البتہ! کچھ صُوفیوں نے الفاظِ شطحیات کی شَرْح میں اچھی اچھی تاویلیں کی ہیں اور ایسے مُناسِب مطلَب و محمل بیان کئے ہیں کہ ایک حد تک ان کو عَقْل کے اِدراک و عِلْم کے قابِل کہا جا سکتا ہے۔ (لطائف اشرفی) ظاہِر ہے کہ جو شخص اس درجہ مغلوبُ الحال ہو چکا ہو کہ اس کو دُنیائے عَقْل و ہَوش سے کوئی سَروکار ہی نہ ہو اور عَین مدہوشی کے عالَم میں بلا اختیار و اِرادہ اس سے کچھ کلمات صادِر ہو گئے ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ ہوش و حَواس بجا ہونے کے بعد وہ ان کلمات سے نہ صرف لاعلمی بلکہ بیزاری کا اِظْہار و اِسْتِغْفار کرتا ہو۔ بلاشُبہ ایسا شخص مَرْفُوعُ الْقَلَم اور حُدُودِ شَرِیعَت سے آزاد ہے ایسے شخص سے کوئی شَرْعی مُواخِذہ کرنا در حقیقت شریعَت سے لاعلمی ہے:

سجدۂ روضہ ہو کہ در کا طَواف　　ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے　(معمولاتُ الابرار، ص ۸۳)

دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اِیَّاکُمْ وَالسَّجْعَ فِی الدُّعَآءِ۔ یعنی دُعا میں سَجع [1] سے بچو۔ [2] اور یہی دعا مانگنا کافی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ۔ ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے جنّت اور جنّت کے قریب کر دینے والے قول و عمل کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ اور اس کے قریب کر دینے والے قول و عمل سے پناہ مانگتا ہوں۔ [3] ایک فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ہے کہ عنقریب ایک قوم دُعا اور طہارت میں حد سے تجاوُز کر جائے گی۔ [4]

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ بن مُغَفَّل** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو دُعا مانگتے ہوئے سنا جو دُعا میں خوب منہمک تھا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! (اسلام میں) نئے نئے کام کرنے اور دُعا میں حد سے بڑھنے سے بچو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب سے دُعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

ایک قول کے مُطابِق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دُعا میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور دُعا میں حد سے بڑھنا یہ ہے کہ بندہ حد درجہ دعا میں ڈوب جائے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کی مَغفِرت، رحمت

---

[1] ....دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 326 صَفحات پر مشتمل کتاب **فضائلِ دُعا** صَفْحَہ 84 پر ہے: دعا میں سَجع اور تکلّف سے بچے کہ باعثِ شُغلِ قلب وزوالِ رِقّت ہے۔ (یعنی دعا میں جان بوجھ کر ہم قافیہ وہم وزن جُملے استعمال نہ کئے جائیں کہ اس سے یکسوئی ختم ہوتی ہے اور رِقّت جاتی رہتی ہے) **قَالَ الرِّضَا:** اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دُعاؤں میں سَجع کا آنا، سَجع کا آنا ہے نہ کہ سَجع کا لانا اور محذور مُسَجَّع کرنا ہے نہ کہ مُسَجّع ہونا کہ مشوّشِ خاطر وہی ہے نہ کہ یہ، ولہٰذا حضرت مُصَنِّف عَلّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے لفظِ **تکلّف** زیادہ فرمایا۔ (یعنی دعا میں جس سَجع سے بچنے کا حکم ہے اس سے مراد قصداً اپنے کلام کو ہم وزن وہم قافیہ کرنا ہے کیونکہ ممانعت کی وجہ دھیان بٹنا اور یکسوئی ختم ہونا ہے اور اگر کسی کا کلام بلا تکلّف مُسَجَّع (یعنی ہم وزن وہم قافیہ) ہوتا ہو تو یہ ہرگز منع نہیں؛ لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو مُسَجّع دعائیں منقول ہیں وہ ہرگز ہرگز اس ممانعت کے تحت داخل نہیں کہ وہ بلا تکلّف ہیں اسی وجہ سے مُصنّف مولانا نقی علی خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے لفظِ **تکلّف** کی قید کا اضافہ فرمایا ہے۔)

[2] ....بخاری، کتاب الدعوات، باب مایکرہ من السجع فی الدعاء، ۴/ ۲۰۰، حدیث: ۶۳۳۷، بتغیر قلیل

[3] ....ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، ۴/ ۲۷۱، حدیث: ۳۸۴۶

[4] ....ابوداود، کتاب الطہارۃ، باب الاسراف فی الماء، ۱/ ۶۸، حدیث: ۹۶

مسند احمد، مسند المدنیین، حدیث عبداللہ بن مغفل المزنی، ۵/ ۶۲۹، حدیث: ۱۶۸۰۱

اور توبہ پر مشتمل جن دعاؤں کی خبر دی ہے ان مشہور و معروف دعاؤں کو چھوڑ دے۔

منقول ہے کہ اَبدال اور عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے کوئی بھی سات سے زیادہ کلمات سے دعا نہیں کرتے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے بُزرگانِ دین کے اس قول کی تصدیق قرآنِ کریم میں اس طرح پائی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں اپنے بندوں کی جن دعاؤں کا ذکر کیا ہے ان میں کہیں بھی کسی ایک ہی مقام پر سات سے زائد کلمات ذکر نہیں فرمائے اور وہ سات کلمات بھی صِرف سورۂ بقرہ کے آخر میں ہیں۔[1] ورنہ قرآنِ کریم میں متفرق مقامات پر صرف دو٢، تین٣، چار٤ اور پانچ٥ کلمات پر مشتمل دعائیں ہی مذکور ہیں۔ چنانچہ،

ایک بزرگ کسی قصّہ گو کے پاس سے گزرے جو خوب ڈوب کر خوبصورت وہم قافیہ اَلفاظ سے دعا کر رہا تھا تو آپ نے اسے جھڑکتے ہوئے اِرشاد فرمایا: تو ہلاک و برباد ہو! بارگاہِ خداوندی میں مُبالَغہ کر رہا ہے! میں گواہی دیتا ہے کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا حبیب عجمی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی کو دعا مانگتے دیکھا اور انہوں نے ان کلمات سے زیادہ دعا نہ مانگی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا جَيِّدِيْنَ، اَللّٰهُمَّ لَا تُفْضِحْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِلْخَيْرِ۔ یعنی یا **اللہ**! ہمیں عمدہ بنا، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں قِیامت کے دن رُسوا و ذلیل نہ کرنا، اے **اللہ**! ہمیں بھلائی کی توفیق عطا فرما۔ (ان کی یہ دعا سن کر) ہر طرف لوگ رونے لگتے جبکہ ہم سب ان کی دعا کی قبولیت و برکت کو خوب جانتے تھے۔[2]

---

[1] ...... سورۂ بقرہ کی وہ آیتِ مُبارکہ یہ ہے: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ (پ۳، البقرۃ:۲۸۶) ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو اور ہمیں مُعاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

[2] ...... فضائل دعا صفحہ 83 پر ہے: دعا جامع، قَلِیْلُ اللَّفْظ و کَثِیْرُ المَعنی ہو، تطویلِ بے جا سے احتراز کرے۔ یعنی دعا میں کلام کو بلا ضرورت طویل کرنے سے پرہیز کرے اور ایسے الفاظ استعمال کرے جن کے مفہوم میں وُسعت ہو، مثلاً: رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (پ۲، البقرۃ:۲۰۱) کہ اس مختصر سے کلام میں دونوں جہاں کی بھلائیاں مانگ لی گئیں اور زہے نصیب! یہی پرہیز عام گفتگو میں بھی ہو کہ فُضول گفتگو سے آدمی کا وَقار ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ محشر میں ہر ہر لفظ کو پڑھ کر سنانا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ۔

حاجت وعاجزی کی زبان سے مانگو

حضرت سَیِّدُنا بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرمایا کرتے تھے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زبانِ حاجت سے مانگو نہ کہ زبانِ حِکمت سے“ اور حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ ”محتاجی اور عاجزی کی زبان سے دعا مانگو نہ کہ فصاحت وچرب زبانی سے۔“

تلاوتِ قرآن میں مُتَفَرِّق بدعتیں

تلاوتِ قرآن میں چھینا جھپٹی کرنا

چند اَفراد کا اس طرح مِل کر قرآنِ کریم کی تِلاوَت کرنا گویا کہ وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے ہوں(بِدْعَت ہے)۔یعنی ایک شخص تِلاوَت کر رہا ہو اور دوسرا اس سے اگلی آیت فوراً اس طرح پڑھنے لگے کہ پہلا ابھی خَتْم بھی نہ کر پایا ہو، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی (کے منہ) سے کوئی چیز چھین لینا۔کیونکہ اس طرح تِلاوَتِ قرآن میں خُشوع وخُضوع اور ہیبت(وعَظمتِ الٰہی) کا لحاظ نہیں رکھا جاسکتا۔حالانکہ تِلاوَتِ قرآن حُزن وسُکون اور خُشُوع وخُضُوع کا تقاضا کرتی ہے۔

دُو۲ قراٰتوں کے مطابق تلاوت کرنا

قاری کا دُو۲ قاریوں کی قرا ٰت کے مُطابِق تِلاوَت کرنا بھی بِدْعَت ہے۔کاش! دل کی غفلت کی بنا پر وہ ایک ہی قاری کی قرا ٰت کے مُطابِق تِلاوَت کرتا تو زیادہ بہتر تھا جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں جب یہ عَرْض کی گئی کہ فلاں دُو۲ قاریوں کی قرا ٰت کے مُطابِق تِلاوَت کرتا ہے تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: آہ!ضَرورت تو اس بات کی ہے کہ دُو۲ قاری ایک ہی قرا ٰت کے مُطابِق تِلاوَت کریں۔

تلاوت میں لَحَن

تِلاوَتِ قرآنِ کریم میں ایک بِدْعَت یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ تِلاوَت میں اس طرح لَحَن کیا جاتا ہے کہ تِلاوَت کی سمجھ آتی ہے نہ اِعراب کا لحاظ رکھا جاتا ہے یعنی چھوٹی مد کی جگہ بڑی اور بڑی مد کی جگہ چھوٹی مد

پڑھی جاتی ہے، اِظہار[1] کی جگہ اِدغام[2] اور اِدغام کی جگہ اِظہار کیا جاتا ہے۔ ایسا لَحن کو بر قرار رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے اور لفظوں کے بگاڑ اور ان کی حقیقت کے بدل جانے کی کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ پس یہ ایک بِدْعَت ہے اور ایسی تِلاوَت سننا بھی مکروہ[3] ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا ابن داود حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عَرض کی: میں تِلاوَت میں مصروف ایک شخص کے پاس سے گزروں تو کیا اس کے پاس بیٹھ جاؤں؟ تو انہوں نے پوچھا: کیا وہ لحن میں تِلاوَت کرتا ہے؟ میں نے عَرض کی: جی ہاں! تو فرمایا: ایسے شخص کے پاس مَت بیٹھو کہ اس طرح تِلاوَت کرنے نے اس کا بِدْعَتی ہونا ظاہِر کر دیا ہے۔[4]

---

[1] ......اِظْہَار سے مُراد یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف آجائے تو اظہار ہو گا یعنی نون ساکن اور تنوین میں غنہ نہیں کریں گے۔ حروفِ حلقی چھ ہیں اور وہ یہ ہیں: ء، ھ، ع، ح، غ اور خ۔ (مدنی قاعدہ، ص۲۱)

[2] ......نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ یرملون میں سے کوئی حرف آجائے تو ادغام ہو گا۔ را اور لام میں بغیر غنہ کے اور باقی چار حروف میں غنہ کے ساتھ۔ حروفِ یرملون چھ ہیں اور وہ یہ ہیں: ی، ر، م، ل، و اور ن۔ (مدنی قاعدہ، ص۲۶)

[3] ...... لَحْن کے ساتھ قرآن پڑھنا حَرام ہے اور سُننا بھی حرام۔ (بہارِ شریعت، قراءت میں غلطی ہو جانے کا بیان، حصہ سوم، ۱/۵۷)

[4] ...... معلوم ہوا جب ایک بدعت کے اپنانے کی وجہ سے کسی کے پاس بیٹھنا منع ہے تو جس کے عقائد میں ہی بگاڑ ہو یعنی بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کے متعلق حکم کیا ہو گا؟ چنانچہ **ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت** کے صفحہ نمبر 277 پر ہے کہ جب اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت سے یہ **عرض کی گئی کہ اکثر لوگ بد مذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟** تو ارشاد فرمایا: حَرام ہے اور بد مذہب ہو جانے کا اندیشہ کامِل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتِل۔ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَکُمْ۔ انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ (مسلم، مقدمہ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء ... الخ، ص ۹، حدیث:۷) اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذّاب پر اعتماد کرتا ہے، اِنَّھَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ (نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔) صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجّال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم (یعنی قائم) ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہو گا؟ وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے۔ (ابو داود، کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۴/۱۵۷، حدیث: ۴۳۱۹ ملخصاً) حدیث میں ہے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔ (مستدرک، کتاب الھجرۃ، ذکر اسماء اھل الصفۃ، ۳/ ۵۵۶، حدیث: ۴۳۵۰ ملتقطاً) سیدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حَلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے: جو کافروں سے مَحبّت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **شرحُ الصّدور** میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کی نزع کا

اَذان میں لَحن

اَذان میں لَحن [1] بھی ایک بِدْعَت ہے اور اَذان میں ایسا کرنا حد سے تجاوُز کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک مُؤَذِّن نے عَرض کی: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے آپ سے مَحبَّت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: مگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تمہیں پسند نہیں کرتا۔ عَرض کی: اے ابو عبد الرحمٰن! وہ کیوں؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ تو اَذان میں (لحن کرتے ہوئے) حَد سے تجاوُز کرتا ہے اور اس پر اُجرت [2] (بھی) لیتا ہے۔ [3]

(صاحبِ کتاب امامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے استاذِ محترم) حضرت سَیِّدُنا ابو بکر آجری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے کہ **میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں میرے لیے کوئی مُناسِب جگہ نہ رہی، کیونکہ لوگ ہر شے میں بِدعتیں اپنانے لگے تھے یہاں تک کہ قرآنِ کریم اور اذان بھی بِدعتوں سے محفوظ نہ رہے۔** (حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنے استاذِ محترم کے قول کی وَضاحَت میں فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اہلِ بغداد کے) بِدْعَتوں کے اپنانے سے مُراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو چند اَفراد مل کر

وقت آیا، لوگوں نے حسبِ معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تُو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) کو برا کہتے تھے، اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے، ہر گز نہ پڑھنے دیں گے۔ (شرح الصدور، باب مایقول الانسان . . . الخ، ص۳۸)

[1] .... کلماتِ اَذان میں لحن حرام ہے، مثلاً **اللہ** یا اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ **آللہ** یا آکبر پڑھنا، یوہیں اکبر میں بے کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔ یوہیں کلمات اَذان کو قوَاعدِ موسیقی پر گانا بھی لحن و ناجائز ہے۔ (بہارِ شریعت، اذان کا بیان، حصہ سوم، ۱/ ۴۶۸) اگر اَذان غلط کہی گئی مثلاً لحن کے ساتھ تو اس کا جواب نہیں بلکہ ایسی اَذان سُننے بھی نہیں۔ (المرجع السابق، ص ۴۷۴)

[2] .... بہارِ شریعت، جلد اول صفحہ 475 پر ہے: متقدمین نے اَذان پر اجرت لینے کو حرام بتایا، مگر متأخرین نے جب لوگوں میں سستی دیکھی، تو اجازت دی اور اب اسی پر فتویٰ ہے، مگر اَذان کہنے پر احادیث میں جو ثواب ارشاد ہوئے، وہ انہیں کے لیے ہیں جو اجرت نہیں لیتے۔ خالصاً للہ عَزَّوَجَلَّ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں، ہاں اگر لوگ بطورِ خود مؤذِّن کو صاحبِ حاجَت سمجھ کر دے دیں تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے اور یہ اُجرت نہیں۔

[3] .... معجم کبیر، ۱۲/ ۲۰۵، حدیث: ۱۳۰۵۹

مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاۃ، باب البغی فی الاذان الاجر علیه، ۱/ ۳۵۸، حدیث: ۱۸۵۶

مصنف ابنِ ابی شیبه، کتاب الاذان والاقامة، باب من کره للمؤذن . . . الخ، ۱/ ۲۵۸، حدیث: ۴

چھینا جھپٹی کے انداز میں پڑھتے اور اَذان میں لحن کرتے۔ (مزید اپنے استاذِ محترم کے مُتعلِّق فرماتے ہیں کہ) آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ۳۰۰ ھ میں مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْماً تشریف لائے تھے۔

سَلَف صالحین کی مخالفت

مِنْ جُملہ بعد والوں نے جن بِدْعتوں کو اپنایا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے طریقوں کی مُخالَفت کیا کرتے، یعنی جن باتوں میں بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے آسانی سے کام لیا یہ ان میں سختی کرتے اور جن باتوں میں سختی کی یہ آسانی سے کام لیتے۔

اس مُعاملے میں یہ لوگ خَوارِج کی مِثْل ہیں جنہوں نے صغیرہ گناہوں میں شدّت اپنائی اور آثار و سُنَن اور ترکِ مذہب میں آسانی ورُخْصَت پر عَمَل کیا یہاں تک کہ سب سے جدا ہو کر رہ گئے۔ نیز جن باتوں میں سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے آسانی سے کام لیا اور بعد والوں نے سختی برتی ان میں سے چند یہ ہیں:

﴿1﴾ ﹤ اَحادِیثِ مُبارَکہ کے مختلف طُرُق لکھنا۔

﴿2﴾ ﹤ اَحادِیثِ مُبارَکہ کے طُرُق واَسانِید کا تعاقُب کرنا۔

﴿3﴾ ﹤ اَحادِیثِ مُبارَکہ کے اَلفاظ میں خوب چھان بین کرنا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابن عَون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے تین۳ اشخاص یعنی حضرت سَیِّدُنا ابراہیم، حضرت سَیِّدُنا امام شعبی اور حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کو دیکھا کہ وہ مَعانی میں رُخْصَت سے کام لیتے تھے۔ جبکہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی ایک کثیر تعداد اَحادیثِ مُبارَکہ کے مَعانی و مَفاہیم میں وُسْعَت سے کام لیتی اگرچہ اَلفاظ وہ مفہوم اَدانہ بھی کرتے۔ چنانچہ اس اعتبار سے جن اُمور میں سختی سے کام لیا گیا ان میں یہ دو۲ اُمور بھی شامل ہیں: حُروف کو نِکھار نِکھار کر الگ الگ پڑھنا اور پڑھنے والے کا اپنی مَرضی سے ایک مفْہوم مُراد لے لینا گویا کہ یہ اس پر فرض ہو۔

---

[1] ...... یہ تینوں کام کرنے میں اگر تفاخر اور دِکھاوا و دنیا کا حُصُول مقصود ہو تو منع ہیں اور اگر مقصود احادیث کی خدمت ہو اور نیک نیتی سے کئے جائیں تو ان میں کوئی حرج نہیں، یہ مُحَدِّثِین کِرام کا طریقہ کار رہا ہے۔ (دار الافتاء اہلسنت)

علومِ عربیہ و علمِ نحو اَسلاف کی نظر میں

قِیاس اور نظر و فِکر کی گہرائی اور عُلُومِ عَرَبِیّہ و نَحْو میں مَہارت حاصِل کرنا بھی بعد کے زمانے کی پیداوار ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کا فرمان ہے: ہم نے کلام میں اس قدر فَصاحَت سے کام لیا کہ کوئی غَلَطی نہ کی مگر اَعمال میں غَلَطیاں کرتے رہے۔ اے کاش! ہم کلام میں غَلَطیاں کرتے اور اَعمال میں فَصاحَت سے کام لیتے۔ حضرت سَیِّدُنا قاسِم بن مُخَیْمِرَہ کے پاس عربیت (عربی زبان میں ماہِر ہونے) کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اِرشاد فرمایا: اس کا آغاز فخر و غُرور اور اَنْجام بَغاوت و سرکشی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ عِلْمِ نَحْو دِل سے خُشُوع نکال دیتا ہے۔ جبکہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص خود کو تمام لوگوں سے برتر دیکھنا چاہے اسے عربی زبان میں مَہارت حاصِل کرنا چاہئے۔

سلف صالحین کے برعکس بعد والوں کا شدت اختیار کرنا

(سَلَف صالحین کے برعکس) بعد والوں نے جن مُعامَلات میں شدّت سے کام لیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ﴿۱﴾ پانی کے ساتھ ہی طَہارت حاصِل کرتے۔ ﴿۲﴾ کپڑوں کو خوب پاک صاف رکھتے۔
- ﴿۳﴾ جُنُبی کا پسینہ لگ جاتا یا حیض والی عورت کا لِباس چھو لیتے تو اکثر و بیشتر غسل کرتے۔
- ﴿۴﴾ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بَول و بَراز (یعنی گوبر اور پیشاب) کے مُعامَلے میں بھی سختی برتتے (یعنی بدن یا لباس پر تھوڑی سی مقدار بھی لگ جانے کی صورت میں اسے ناپاک جانتے اور غسل کرتے)۔
- ﴿۵﴾ خُون کی تھوڑی سی مِقدار بھی دھو ڈالتے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین ان تمام مُعامَلات میں رُخصَت پر عَمَل کرتے تھے۔

سلف صالحین کے برعکس بعد والوں کا نرمی اختیار کرنا

جن مُعامَلات میں سَلَف صالحین سختی سے کام لیتے اور بعد کے لوگ نرمی سے، ان میں سے چند یہ ہیں:

- ﴿۱﴾ اَسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رِزْقِ حَلال کماتے مگر ہر دَم اسی کام میں مَصروف نہ رہتے۔
- ﴿۲﴾ فضول باتوں سے بچتے۔ ﴿۳﴾ باطِل باتوں سے دُور رہتے۔ ﴿۴﴾ غیبت اور چُغلی کرتے نہ سنتے۔

۞۶> مُبالَغہ آمیزی و بدگمانی سے پرہیز کرتے، کیونکہ بدگمانی غیبت و چُغلی میں شِرکت کا باعث بنتی ہے تو مُبالَغہ آمیزی کمی بیشی کا سَبَب بنتی ہے، یعنی مُعامَلہ بُرا ہو تو اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اچھّا ہو تو اس میں کمی کر دی جاتی ہے۔

۞۷> نیز سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین جھوٹ، لَہْو و لَعِب، باطِل لوگوں کی صحبت، لالچ و تَعَصُّب کی راہ پر چلنے اور دنیا کی شدید حرص میں مُبتَلا ہونے سے بچنے میں شِدّت اِختِیار کرتے مگر بعد کے لوگ ان تمام مُعامَلات میں آسانی سے کام لیتے۔

حمام میں چادر کے بغیر جانا

بعد کے لوگوں میں جو بدعتیں پیدا ہوئیں ان میں عورتوں کا بلاضَرورت حَمّام میں جانا بھی ہے اور مردوں کا بغیر چادَر باندھے (بَرَہنہ) حَمّام میں جانا بھی بعد کی پیداوار ہے جو کہ فِسْق ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی سے نبیذ پینے والے ایسے شخص کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا جسے نشہ نہ ہوتا ہو کہ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! پڑھ لی جائے۔ مگر جب یہ عَرض کی گئی کہ جو شخص حَمّام میں چادَر باندھے بغیر داخِل ہو تو کیا اس کے پیچھے بھی پڑھ لی جائے؟ تو فرمایا: نہیں! ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی اس قول کی وَضاحت میں فرماتے ہیں) نبیذ پینے سے اگر نشہ نہ ہو تو اس کی حُرمَت میں اِختِلاف پایا جاتا ہے مگر چادَر کے بِغَیر حَمّام میں داخِل ہونا بِالْاِجْمَاع حَرام ہے۔ بلکہ ایک عالِم صاحِب یہاں تک فرمایا کرتے کہ حَمّام میں داخِل ہونے والے شخص کو دو۲ چادَروں کی ضَرورت ہوتی ہے، ایک چادَر چہرہ چھپانے کے لیے اور دوسری شَرْم گاہ چھپانے کے لیے۔ اگر چادَریں نہ ہوں تو حَمّام میں داخِل ہو کر گناہوں سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرمایا کرتے تھے کہ حَمّام ان آسائشوں میں سے ایک ہے جو بعد کے لوگوں نے ایجاد کیں۔[1] حَمّام میں ایک ناپسندیدہ بات یہ بھی ہے کہ کسی شخص کو ایک مسلمان شخص کی شَرْم گاہ پر نُورہ (بال صَفا پاؤڈر) لگانے کی ذِمّہ داری سپُرد کی جائے۔

[1]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطھارۃ، باب من کان لا یدکل الحمام ویکرھہ، ۱/۱۳۲، حدیث: ۲

عُلَمائے سَلَف کا وَعظ میں بیٹھنے کا طریقہ

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا وعظ و نصیحت کی مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہوتا کہ بعض گھٹنے کھڑے کر لیتے اور بعض قدموں پر بیٹھ کر کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے۔ صحابۂ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے زمانے سے عِلْمِ تَصَوُّف کی باتیں کرنے والے ہر شخص کا یہی طریقہ رہا ہے، حضرت سَیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی کا بھی یہی طریقہ رہا اور انہوں نے ہی سب سے پہلے اس عِلْم کے مُتَعَلِّق اِظْہارِ خَیال کیا۔ اس طرح کُرسی و مِنْبَر کے وُجُود سے پہلے حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن بَصری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی کے زمانے سے لے کر حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الهَادِی کے زمانے تک عُلَمائے کِرام کا طریقہ یہی رہا۔ جیسا کہ مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم گھٹنے کھڑے کر کے تشریف فرما ہوتے اور اپنے دَستِ مُبارَک گھٹنوں پر لپیٹ کر حلقہ بنا لیتے۔ [1] ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قدموں پر تشریف فرما ہو کر کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے۔

مشائخ میں سب سے پہلے کرسی پر بیٹھ کر کس نے بیان کیا؟

صُوفی بُزرگوں میں سب سے پہلے کرسی پر بیٹھ کر جنہوں نے بیان کیا وہ مِصر میں حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه ہیں۔ بَغْداد میں حضرت سَیِّدُنا ابو حمزہ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ان کی پیروی کی مگر باقی تمام مَشائخ نے ان کے اس فِعْل کو معیوب سمجھا کیونکہ یہ مَعْرِفت اور یقین کی باتیں کرنے والے عارِفین کا طریقہ نہ تھا بلکہ چار زانو (پھیل کر) بیٹھنا نَحْو ولُغَت کے عُلَما اور دوسرے دُنیادار مفتیوں کا طریقہ تھا اور متکبر لوگ بھی اسی طرح پھیل کر بیٹھتے حالانکہ تَواضُع یہ ہے کہ سُکڑ کر بیٹھا جائے۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاحتباء بالید، ۴/۱۸۰، حدیث: ۶۲۷۲

ابو داود، کتاب الادب، باب فی جلوس الادب، ۴/۳۴۴، حدیث: ۴۸۴۶

اچھّے و بُرے اور جدید و قدیم عُلوم کی وَضاحت

کُل عُلوم کی تعداد

کُل عُلوم کی تعداد 9 ہے۔ ان میں سے چار مَسْنُون ہیں جن سے صحابہ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام آگاہ تھے اور پانچ عُلوم بعد کے زمانے کی پیداوار ہیں جو اَسلاف کے زمانے میں نہ تھے۔

چار مشہور عُلوم یہ ہیں:

﴿1﴾ ایمان کا عِلْم ﴿2﴾ قرآن کا عِلْم

﴿3﴾ سُنَن و آثار کا عِلْم ﴿4﴾ فتاویٰ و اَحکام کا عِلْم

بعد میں پیدا ہونے والے پانچ عُلوم یہ ہیں:

﴿1﴾ نَحْو اور عَروض ﴿2﴾ قِیاس ﴿3﴾ فقہ میں جَدَل

﴿4﴾ نظر و فِکر کے اعتبار سے عَقْلی عِلْم

﴿5﴾ حدیثِ پاک کی عِلّتوں اور مختلف طُرُق جاننے، نیز راویوں اور ان سے منقول روایات و آثار کا ضُعْف جاننے وغیرہ کا عِلْم، یہ عِلْم انہی لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اس کے اہل ہوں، پھر ان سے ان کے شاگرد ہی یہ عِلْم حاصِل کرتے ہیں۔

قصّہ گوئی بدعت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین قصّے بیان کرنے کو بِدْعَت سمجھتے، لوگوں کو اس سے روکتے اور قصّے بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھنا بھی اَچھّا نہ سمجھتے۔

قصّہ گو افراد کے مُتَعَلِّق عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے کثیر اَقْوال مروی ہیں۔ مثلاً

﴿1﴾ فلاں آدمی کتنا اچھّا ہے، اے کاش! وہ قصّہ گو نہ ہوتا۔

﴿2﴾ حِکایات بیان کرنے والے عارِفین قصّہ گو فقہا کی مِثْل ہیں۔

﴿3﴾ عُلَمائے کرام میں قصّہ گو اَفراد کسی شہر کے رہنے والوں میں سیاہ فام لوگوں کی طرح ہیں۔

عِلْمِ دین کی حقیقت سے ناواقفیت کا نتیجہ

دین کے بدلے دنیا کھانا اور ایسا دُرُشت سمجھ کر کرنا، نیز دنیا کے بدلے عِلْم بیچنا اور عام لوگوں کے لیے سجنا سَنْوَرنا بعد کے زمانے میں پیدا ہونے والے اُمور میں بہُت قبیح ہیں اور ان کا فساد ہر ظاہِری عِلْم جاننے والے پر ظاہِر ہے۔ مگر ایسے لوگوں کو ہمارے زمانے میں جاہِل و ناقِص لوگ عُلَما و فُضَلا سمجھتے ہیں۔ اس کا سَبَب متقدمین کے طریقوں سے واقفیت کا کم ہونا اور عِلْمِ دین کی حقیقت جاننے والی بصیرت کا نہ ہونا ہے۔

کلام کی سات اقسام

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک کلام کی سات اَقسام ہیں اور عِلْم بھی اس کی ہی ایک قسم ہے اور باقی چھ۶ اَقسام لَغْو و مَرْدُود ہیں۔ انہیں وہی شخص حاصِل کرتا ہے جو حقیقت جانتا ہے نہ عِلْم و جَہالَت میں فرق کر سکتا ہے۔

عربوں کا ایک مقولہ ہے کہ ہر گری ہوئی شے کے لیے ایک اٹھانے والا ہوتا ہے اور ہر کہی گئی بات کو کوئی نقل کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ،

وہ چھ۶ اقسام یہ ہیں:

﴿1﴾ ... اِفک (الزام تراشی و دھوکہ دہی) ﴿2﴾ ... حماقت ﴿3﴾ ... خطا

﴿4﴾ ... گمان ﴿5﴾ ... زُخرُف (جھوٹ سے آراستہ کلام) اور ﴿6﴾ ... وسوسہ

کلام کی ان چھ۶ اَقسام کے نام عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے بیان کئے ہیں اور انہوں نے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بیان کردہ وضاحَت کے مُطابِق ان اَقسام کی تفصیل بیان کی ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنی کتاب کی حِفاظَت کا حکم دینے کے علاوہ اپنے دین اور بندوں پر گواہ بھی بنایا ہے۔

علم سے مراد

کلام کی ساتویں قسم ایسی ہے جو ان چھ۶ سے جُدا ہے اور یہ کسی مَذمُوم صِفَت سے مُتَّصِف نہیں۔ لہٰذا عِلْم سے مُراد وہ شے ہے:

- جو قرآن وسنّت کی نَصّ (دلیل) سے ثابت ہو یا قرآن وسنّت اس پر دلیل ہوں۔
- وہ شے قرآن وسنّت سے مُستَنبط ہو یا قولاً اور فعلاً اس کا نام اور مفہوم قرآن وسنّت میں مَوجُود ہو۔
- تاویل اگر اجماع سے خارِج نہ ہو تو وہ بھی عِلْم میں شامل ہے۔
- اِستِنْباط جب قرآن سے ہو، اس کا شاہِد مجمل ہو اور نَصّ بھی اس کے مُخالِف نہ ہو تو وہ بھی عِلْم ہی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابنِ مَسْعُود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ آج تم ایسے زمانے میں ہو جس میں خواہشِ نَفْس عِلْم کے تابع ہے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں عِلْم خَواہشِ نَفْس کے تابع ہو گا۔

زُخْرُف سے مراد

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دُنیا کی آسائش اور عَقْل کی آب وتاب کو قرآنِ کریم میں زُخْرُف کا نام دیا ہے۔ چنانچہ آسائشاتِ دنیا کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ (پ ۲۵، الزخرف: ۳۴، ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ (پ۸، الانعام: ۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بناوٹ کی بات دھوکے کو۔

جس طرح ایک جاہِل شخص دنیاوی دھوکے میں مبتلا ہو کر باطِل سے آراستہ بناوٹی باتوں کو پسند کرتا ہے، اسی طرح ایک جاہِل دنیادار لوگوں سے ایک شے کی حقیقت چھپاتے ہوئے اس پر سونے (Gold) کا پانی چڑھا کر فائدہ حاصِل کرتا ہے۔ چنانچہ کسی شے کی مُلَمَّع سازی سے مُراد یہ ہے کہ اس شے پر سونے کا پانی اس طرح چڑھایا جائے کہ وہ سونے جیسی ہو جائے اور نادان لوگ اور بچے اسے اَصْلی سونا سمجھیں۔ جبکہ باتوں کی مُلَمَّع سازی سے مُراد یہ ہے کہ عِلْم سے بھرپور باتوں کی طرح جھوٹ اور باطِل سے آراستہ باتیں کی جائیں کہ سننے والے جاہِل لوگ انہیں عِلْمی باتیں ہی گمان کریں۔

ایک قول کے مُطابِق چونکہ زُخْرُف سے مُراد سونا(Gold) ہے، لہٰذا فریب کی بات کو اس (نقلی) سونے سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی اَصل پر قائم نہیں رہتا مگر عُلَمائے رَبَّانِیِّین اور حقیقت جاننے والے زاہدین اس کی حقیقت جان لیتے ہیں کیونکہ انبیا و صِدِّیقین سونے کو پتھر و مِٹّی جیسا سمجھتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے کہ لوگ عِلْم چھوڑ کر باغ لگانے لگے ہیں۔ ان میں عِلْم کس قدر کم ہو گیا ہے کہ (اِشاعَتِ عِلْم کیلئے اب) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد و نصرت مطلوب ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام مالِک بن اَنَس رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ گزشتہ زمانے میں لوگ ان اُمُور کے مُتَعَلِّق نہیں پوچھتے تھے جن کے مُتَعَلِّق آج کل لوگ پوچھتے ہیں اور نہ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اکثر اُمُور میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حَرام ہے اور یہ حلال ہے، بلکہ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے پایا کہ یہ مستحب ہے اور یہ مکروہ ہے۔ حضرت سَیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّازِق سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپ جواب دینے میں بہُت زیادہ تَوَقُّف سے کام لیتے اور اکثر یہ فرما دیتے کہ مجھے معلوم نہیں، کسی اور سے معلوم کرو۔ چنانچہ ایک بار کسی شخص نے حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی سے عَرض کی: آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ فلاں شخص سے کوئی بات پوچھی جائے تو وہ اس کے حَلال و حَرام ہونے کے مُتَعَلِّق فوراً بتا دیتا ہے اور اپنے عِلْم کے مُطابِق قطعی حکم لگاتا ہے جبکہ حضرت سَیِّدُنا امامِ مالِک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّازِق سے جب کوئی سُوال پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میرا اس بارے میں خَیال یہ ہے۔ اس پر حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے فرمایا: تیرا ستیاناس! مجھے فلاں شخص کے اپنے عِلْم کے مُطابِق قطعی حکم بیان کرنے کے بجائے امامِ مالک کا یہ جواب دینا زیادہ پسند ہے کہ میرا اس کے مُتَعَلِّق خیال یہ ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ہِشام بن عُروہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ آج کے دَور میں لوگوں سے ان باتوں کے مُتَعَلِّق مَت پوچھا کرو جو انہوں نے ایجاد کر رکھی ہیں، کیونکہ ان باتوں کے جوابات بھی انہوں نے تیار کر رکھے ہیں۔ بلکہ ان سے سنّتوں کے مُتَعَلِّق پوچھا کرو کیونکہ یہ سنّتیں نہیں جانتے۔

حضرت سَیِّدُنا شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی جب لوگوں کی نئی نئی باتیں اور خواہشات دیکھتے تو فرماتے: اس مَسْجِد میں بیٹھنا مجھے اس جیسے دوسرے مَقامات پر بیٹھنے سے زیادہ محبوب تھا مگر جب سے یہ ریاکار لوگ اس میں

بیٹھنے لگے ہیں مجھے یہاں بیٹھنا بہت بُرا لگنے لگا ہے، کیونکہ میں (ان کے ساتھ) اس میں بیٹھنے سے کُوڑے کے ڈھیر پر بیٹھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ مزید فرماتے کہ یہ لوگ تم سے جو سُنَن و آثار بیان کریں ان پر تو عمل کرو مگر جو باتیں اپنی رائے سے بیان کریں ان پر لکیر پھیر دو اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ان پر پیشاب کر دو۔

کم گوئی

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین عقلی عُلوم سے ناواقِف رہنے اور کلام نہ کرنے کو پسند کرتے تھے اور سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بھی کم گوئی کا تذکرہ حَیا کے ساتھ کرتے ہوئے اسے ایمان کا ایک حِصّہ قرار دیا ہے۔

کم گوئی و فضول گوئی کے متعلق چار فرامینِ مصطفےٰ

﴿1﴾ حیا اور کم گوئی اِیمان کے دو شُعبے ہیں اور فحش گوئی اور زیادہ باتیں کرنا نِفاق کے دو شعبے ہیں۔ [1]

﴿2﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا ابلیغ ہو اور زبان سے باتوں کو اس طرح لپیٹے جیسے گائے گھاس کو زبان سے لپیٹتی ہے۔ [2]

﴿3﴾ کم گوئی سے مُراد زبان کی خاموشی ہے نہ کہ دِل کی۔ [3]

﴿4﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے کامل بیان کو ناپسند فرمایا ہے۔ [4]

پس عِلمی مہارت یہ ہے کہ دِل کے عِلْم کا تعلُّق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہو اور زبان کے عِلْم کا بیان سے کیونکہ دل کو کم گوئی کی دولت شہادت ویقین سے حاصِل ہوتی ہے اور کم گوئی و طویل خاموشی کو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین پسند کرتے تھے جو آج کے دور میں ایک عیب ہے۔ [5]

---

[1] ......ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی العی، ۳/۴۱۴، حدیث: ۲۰۳۴

[2] ......ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی الفصاحة والبیان، ۴/۳۸۸، حدیث: ۲۸۵۳

معجم اوسط، ۶/۳۵۱، حدیث: ۹۰۳۰، الخلاء بدله الکلأ

[3] ......دارمی، مقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، ۱/۱۳۹، حدیث: ۵۰۹

[4] ......معجم کبیر، ۸/۱۶۶، حدیث: ۷۶۹۵

[5] ...... موجودہ دور میں یادگارِ اسلاف شخصیت شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس

سنّت کا بدعت اور بدعت کا سنّت بن جانا

عُلَمائے متقدّمین نے مُنافقین کے عُلوم اور بِدْعَتی باتوں کی جو مَذمَّت بیان کی ہے آج کل کے بعض متکلمین اسے نہیں جانتے بلکہ وہ ایسی بِدْعَتی باتوں کو ہی سنّت سمجھتے ہیں اور آج کل ایسی باتیں کرنے والوں کو ہی عالِم سمجھا جاتا ہے۔ (افسوس صد افسوس!) آج کے دور میں نیکی بُرائی بن چکی ہے اور بُرائی نیکی۔ سنّت بِدْعَت شُمار ہوتی ہے اور بِدْعَت سنّت۔ آخری زمانے کے عُلَما کے یہی اَوصاف مختلف روایات میں مروی ہیں۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فالتو بکواس کرنے والوں اور خوب باچھیں موڑ کر باتیں کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جس پر یہ وَصف غالب ہو وہ عِلْمُ الرَّأْیِ وَالْمَعْقُوْل کے مُتعلّق خوب باچھیں موڑ کر باتیں کرتا ہے، اس کا دِل مُشاہَدۂ یقین اور عِلْمِ ایمان سے خالی ہوتا ہے جو کہ نِفاق کے قریب اور حقیقتِ ایمان سے دُور ہونے کی عَلامت ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں بھلائی کی کوئی بات ڈالی

عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اَسلاف کی اس سنّت یعنی کم گوئی کو دیگر بَہُت سی باتوں کے علاوہ از سرِ نو زندہ کر دیا ہے۔ آپ نے کم گوئی کی عادت اپنانے کو زبان کے قُفلِ مدینہ کا نام دیا اور اپنی تحریروں، بیانات اور مدنی مذاکروں میں اکثر اس کی ترغیب بھی دلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 505 صَفحات پر مشتمل کتاب غیبت کی تباہ کاریاں صَفْحَہ 177 پر فرماتے ہیں: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بے سوچے سمجھے بول پڑنا بے حد خطرناک نتائج کا حامل ہو سکتا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہمیشہ ہمیشہ کی ناراضی کا باعث بن سکتا ہے۔ یقیناً زَبان کا قُفلِ مدینہ لگانے یعنی اپنے آپ کو غیر ضَروری باتوں سے بچانے ہی میں عافیّت ہے۔ خاموشی کی عادت ڈالنے کیلئے کچھ نہ کچھ گفتگو لکھ کر یا اشارے سے کر لیا کرنا بے حد مُفید ہے کیونکہ جو زیادہ بولتا ہے عُموماً خطائیں بھی زیادہ کرتا ہے، راز بھی فاش کر ڈالتا ہے۔ غیبت و چُغلی اور عیب جُوئی جیسے گناہوں سے بچنا بھی ایسے شخص کیلئے بَہُت دُشوار ہوتا ہے بلکہ بک بک کا عادی بعض اوقات **معاذَ اللّٰہ** کُفریات بھی بک ڈالتا ہے! **اللہُ** رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ ہم پر رحم فرمائے اور ہماری زَبان کو لگام نصیب کرے کہ یہ ذِکْرُ اللّٰہ سے غافل رہ کر فُضُول بول بول کر دل کو بھی سخت کر دیتی ہے۔ **اللہُ** غنی عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی مکّی مَدَنی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: فحش گوئی سخت دِلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے۔ (ترمذی، ۳/۴۰۶، حدیث:۲۰۱۶)

[1] ....الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق، ۱/۳۵۱، حدیث: ۴۸۲، مفھوماً

جائے تو وہ اس پر عَمَل نہ کرے جب تک کہ اسے وہی بات کسی خبر و اَثر سے معلوم نہ ہو جائے اور جب اس کے دل کی بات کسی خبر یا اَثَر کے مُوافِق ہو جائے تو اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔

ایک عارِف کا قول ہے کہ میں نے اپنے دل میں پیدا ہونے والے کسی خیال کو اس وَقْت ہی قبول کیا جب اس کے بارے میں کتاب و سنّت سے کوئی صحیح گواہی مل گئی۔

حضرت سَیِّدُنا اَبُو محمد سہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے: بندہ ایمان کی حقیقت تک اس وَقْت ہی رَسائی حاصِل کرتا ہے جب اس میں یہ چار صِفات پائی جائیں:

﴿1﴾ سنّت کے مُطابِق فرائض کی اَدائیگی۔

﴿2﴾ وَرَع و تقویٰ کے اعتبار سے رزقِ حلال کھانا۔

﴿3﴾ ظاہِر و باطن میں جو اشیا منع ہیں ان سے بچنا۔

﴿4﴾ مذکورہ تمام اَعمال کی بجا آوری میں آنے والی مشکلات پر صبر کرنا یہاں تک کہ خالِقِ حقیقی سے جا ملے۔

بدعتوں کی روک تھام کے لیے اسلاف کے اقدامات

طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب کے درمیان باتیں کرنا

جو شخص طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے علاوہ کوئی بات کرتا تو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین اسے بُرا جانتے اور باتیں کرنے والوں کو مَسْجِد سے باہر نکال دیتے، یوں مَساجِد میں نمازیوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے علاوہ کوئی بھی شخص باقی نہ رہتا۔

دین میں چھوٹی سی چھوٹی نئی بات سے بھی بچنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے دلوں میں چونکہ سنّت اور ایمان کی عَظَمت موجود تھی اور وہ نیکی کی حقیقت سے بھی خوب آگاہ تھے لہٰذا وہ دینی مُعاملے میں کسی چھوٹے سے اِعْتِراض اور اِسلام میں ہلکی سی بِدْعَت کو بھی بہت بڑی جرأت خَیال کرتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ بن مُغَفَّل** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو اِمام کے پیچھے قراءت کرتے ہوئے سنا

تو اِرشَاد فرمایا: اے میرے بیٹے! بِدْعَت سے بچ! اے میرے بیٹے بِدْعَت سے ڈر! [1]

چرب زبانی و مسجع کلام سے ممانعت

حضرت سَیِّدُنا سَعد بن اَبی وَقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عمر نامی شہزادے اپنے والِد کی خدمت میں کسی ضَرورت کے تحت حاضِر ہوئے تو حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو مُسَجَّع کلام کرتے ہوئے سن کر اِرشَاد فرمایا: یہ طریقہ تجھے مجھ سے دُور کر دے گا اور میں کبھی بھی تیری کوئی ضَرورت پوری نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں نے رَحْمَتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِرشَاد فرماتے سنا ہے کہ چَرْب زَبانی سے زیادہ بُری شے کسی شخص کو نہیں دی گئی۔ [2] رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا عبداللّٰہ بن رَواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مسلسل تین۳ بار مُسَجَّع کلام کرتے ہوئے سنا تو اِرشَاد فرمایا: اے ابنِ رواحہ! سجع سے بچو! [3]

معلوم ہوا مسجع کلام دو۲ سے زائد کلمات پر مشتمل ہوتا ہے۔ جانِ جہان، سرورِ کون و مکان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو جنین (عورت کے پیٹ کے بچے کو مارنے) کی دِیَت ادا کرنے کا حکم اِرشَاد فرمایا تو اس نے عَرْض کی: ہم اس بچے کی دِیَت کیسے ادا کریں جس نے کچھ کھایا نہ پیا، رویا نہ چیخا چلایا؟ اس کی دِیَت نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کیا یہ دیہاتیوں کی طرح مسجع کلام ہے؟ [4]

نمازِ عید و استسقاء کا خطبہ منبر پر دینا

مروی ہے کہ جب مَرْوَان نے عید گاہ میں نمازِ عید کے لیے مِنْبَر بنوایا تو حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مَرْوَان! یہ کیسی بِدْعَت ہے؟ بولا: یہ بِدْعَت نہیں، بلکہ اس سے بہتر ہے جو آپ جانتے ہیں۔ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو چکی ہے لہٰذا میں نے چاہا کہ آواز سب تک پہنچے۔

---

[1] ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم، ۱/ ۲۷۷، حدیث: ۲۴۴

[2] ......فردوس الاخبار، باب المیم، ۲/ ۳۳۹، حدیث: ۶۷۰۳

[3] ......اعلام النبوۃ للماوردی، الباب العشرون، ص ۲۵۴، بتغیر قلیل

[4] ......ابو داود، کتاب الدیات، باب دیۃ الجنین، ۴/ ۲۵۲، حدیث: ۴۵۶۸

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم کبھی بھی اس سے بہتر شے نہیں لاسکتے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تمہارے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔ یہ فرما کر چل دیئے اور اسکے ساتھ نمازِ عید ادا نہ کی۔[1] معلوم ہوا نمازِ عید اور نمازِ استسقاء کا خطبہ منبر پر دینا بدعت ہے۔[2] سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دونوں خطبے زمین پر کمان یا عصا سے ٹیک لگا کر اِرشَاد فرمایا کرتے تھے۔[3]

نمازِ مغرب ستارے طلوع ہونے تک مؤخر کرنا

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار نمازِ مَغْرِب اتنی دیر سے ادا فرمائی کہ ایک سِتارہ طُلوع ہو گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک غلام آزاد کیا۔ حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا اور آپ نے اپنے نانا امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عَمَل سے دلیل پکڑی۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ ایک بار انہیں نمازِ مَغْرِب میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ دو۲ سِتارے طُلوع ہو گئے تو انہوں نے دو۲ غلام آزاد کئے۔ (ان ذی قدر شخصیات کے اس عَمَل کی وجہ یہ رِوایَت ہے) سرکارِ ابد قرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبو دار ہے: میری اُمَّت اس وَقْت تک دین پر ثابِت قدم رہے گی جب تک کہ یہودیوں کی مُشابہت میں نمازِ مَغْرِب کو سِتاروں کے طُلوع ہونے تک اور عیسائیوں کی مُشابہت میں نمازِ فجر کو سِتاروں کے منتشر ہو جانے تک مُؤَخَّر نہ کرے گی۔[4]

بدعتیوں سے دوری ہی بہتر ہے

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور حضرت سَیِّدُنا یُوسف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا

---

[1] ......مسند حارث، کتاب الفتن، باب فیمن یامر بالمعروف فلا یتبع، ۲/۷۶۹، حدیث: ۷۷۰

[2] ...... مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: (حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نماز عید پہلے پڑھتے خطبہ بعد میں مگر خطبۂ عید منبر پر نہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں نہ تو عید گاہ میں منبر بنا نہ مسجد نبوی سے وہاں پہنچایا گیا، اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ عید گاہ کا منبر بدعت حسنہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ وہاں منبر بنانا جائز ہے مگر شہر سے لے جانا ممنوع و مکروہ، وہاں کے منبر کا موجد مروان ابن حکم ہے۔ (مراۃ المناجیح، ۲/۳۵۶)

[3] ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یخطب علی قوس، ۱/۴۰۶، حدیث: ۱۰۹۶

[4] ......مسند احمد، ۷/۳۸، حدیث: ۱۹۰۸۹ بتغیر

معجم کبیر، ۸/۸۰، حدیث: ۱۸۰۷۴ بتغیر

فرمان ہے کہ اپنا دینی مُعاملہ کسی بے دین شخص کے سپُرد مَت کرو۔

حضرت سَیِّدُنا **وَکیع** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَدِیْع فرماتے ہیں کہ بِدْعَتی سے دینی مسئلہ پوچھنا زِنا سے بدتر ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کا **عبیدُ اللہ** بن موسیٰ عَبْسی کے ہاں بَہُت زیادہ آنا جانا تھا۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس کا بِدْعَتی ہونا معلوم ہوا، مثلاً آپ سے عَرض کی گئی کہ وہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے افضل مانتا ہے[1] اور ایک قول کے مُطابِق یہ بتایا گیا کہ اس نے حضرت سَیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تذکرہ غیر موزوں الفاظ میں کیا تو حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے اس کے پاس نہ صِرف جانا چھوڑ دیا بلکہ اس سے جتنی اَحادیث حاصِل کی تھیں سارا مُسَوَّدہ چاک کر دیا اور اس سے کوئی حدیث رِوایَت نہ کی۔

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے عَرض کی گئی کہ آپ کے نزدیک حضرت سَیِّدُنا وَکیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَدِیْع سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے زیادہ مُشابہ ہیں یا **عبیدُ اللہ**؟ تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: وَکیع خواہ بدکاری (جیسے گناہِ کبیرہ) کا اِرْتِکاب کر بیٹھیں۔ (تب بھی سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے زیادہ مُشابہ اور **عبیدُ اللہ** سے زیادہ بہتر ہیں، کیونکہ بدعتی ہونا زانی ہونے سے زیادہ بدتر ہے)

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا علی بن مدینی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَنِی کے مُتَعَلِّق رِضائے الٰہی کے لیے ایک جملہ لکھا کہ میں ان سے ایک حرف بھی رِوایَت نہ کروں

---

[1] ......انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بعد سب سے افضل امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، ان کے بعد امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق، پھر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی اور پھر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ یہی مذہب اہلسنّت ہے اور صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا اِشارہ بھی اسی کی جانب ہے، البتہ متاخرین عُلَمائے اہلسنّت میں سے بعض نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اَفضل قرار دیا اور بعض نے اس بارے میں توقُّف سے بھی کام لیا۔ جیسا کہ علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے اتحاف السادۃ المتقین میں قدرے تفصیل کے ساتھ اور حضرت سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے شرح عقائد نسفیہ میں اجمالاً ذکر کیا ہے۔ (ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الثالث، الاصل الثامن، ۲/۳۵۷، شرح عقائد نسفیہ مع حاشیہ، ص ۳۱۹)

گا۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے ان کے کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر کیا۔

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں کہ میں 70 سال فُقَہا و مُحَدِّثِین کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور عُلَمائے لُغَت کی صحبت میں رہا مگر میں نے ان سے کبھی بھی ان مَسائل کے مُتَعَلِّق کوئی بات نہ سنی جن کے مُتَعَلِّق آج کل گفتگو کی جاتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھے کافی پریشان کرتی ہے کہ جب عِلْمِ کلام وجَدَل جاننے والے (انجان) لوگ میری محفل میں آکر مجھ سے اس عِلْم کے مُتَعَلِّق کوئی سوال پوچھتے ہیں کیونکہ میں اس عِلْم کے مُتَعَلِّق کچھ جانتا ہوں نہ اسے اچھا سمجھتا ہوں اور نہ اس عِلْم کے ماہِرین کے اَقوال نقل کرتا ہوں، اگر میں (اپنی محفل میں موجود ایسے) کسی شخص کو پہچان لوں تو اس سے بات کرتا ہوں نہ اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے شاگرد حضرت سَیِّدُنا اَبُو ثَور رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے جب سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ[1] [2]۔ کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی اپنی صُورت پر پیدا فرمایا۔ جب حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کو ان کا یہ قول معلوم ہوا

---

[1] ...... مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس جملہ کی چار شرحیں ہیں۔ صورت بمعنی ہیئت و شکل ہے یا بمعنی صِفَت، اور ضمیر کا مرجع یا آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں یا اللہ تعالٰی، لہٰذا اس جُملہ کے چار معنٰی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو انکی شکل و ہیئت پر پیدا فرمایا کہ جس شکل میں انہیں رہنا تھا انہیں اَوّل ہی سے وہ شکل دی دوسروں کی طرح نہ کیا کہ پہلے بچہ پھر جوان پھر بڈھا وغیرہ۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو ان کی صِفَت پر پیدا کیا کہ وہ اَوّل ہی سے عالم عارِف، سمیع و بصیر وغیرہ تھے دوسروں کی طرح نہیں کہ وہ جاہل پیدا ہوتے ہیں پھر بعد میں ہوش عقل وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صُورت پر پیدا فرمایا، خود فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۳۰، التین: ۴) اس لیے کوئی شخص دوزخ میں شکلِ انسانی سے نہ جاوے گا کہ یہ شکل خدا کو پیاری ہے یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی صِفات پر پیدا فرمایا کہ انہیں اپنا علم، اپنا تَصَرُّف، اپنی سمع، اپنی قدرت وغیرہ بخشی۔ (مراٰۃ المناجیح، ۶/ ۳۱۲)

[2] ...... مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن ضرب الوجه، ص ۱۴۰۸، حدیث: ۱۱۵ (۲۶۱۲)

مسند احمد، ۳/ ۲۱۰، حدیث: ۸۲۹۸

تو آپ سخت ناراض ہوئے اور ابو ثور سے اپنا ناطہ توڑ لیا اور اِرشاد فرمایا کہ وہ ہلاک و برباد ہو! آدم کی کون سی صُورت پر اسے پیدا کیا گیا؟ ایسا شخص برباد ہو! جو کہتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آدم کو کسی مِثال پر پیدا کیا ہے۔ اگر اس حدیث کا یہی مطلب ہے تو اس کی وَضاحت کرنے والی ایک دوسری حدیث: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰن [1] (یعنی بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو رحمٰن کی صُورت پر پیدا فرمایا) کا جواب کیا ہو گا؟ جب ابو ثور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تک یہ بات پہنچی تو وہ فوراً حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی بارگاہ میں حاضِر ہوئے اور مَعْذِرَت کرتے ہوئے قسم اٹھائی کہ میرا یہ عقیدہ نہیں بلکہ ایک رائے ہے اور جو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا ہے میرا عقیدہ بھی وہی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے حضرت سَیِّدُنا حارِث مُحاسِبی سے بھی دُوری اِختیار فرما لی حالانکہ وہ اہلسنّت سے تھے۔ اس دُوری کا سَبَب یہ تھا کہ حضرت سَیِّدُنا حارِث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بدمذہبوں کا بڑی شِدَّت سے رَدّ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے ان سے اِرشاد فرمایا: جب تم خود ان کے اَقوالِ بد کو بطورِ حِکایت بیان کرو گے تو پھر ان کے مذہب کا رَدّ کیونکر ممکن ہو گا؟ اس لیے کہ جب تم کوئی بات کرتے ہو تو وہ ان بدمذہبوں کو غور و فکر کرنے پر اُبھارتی ہے جو باطِل مذہب کے ذریعے حق کو جھٹلانے کا سَبَب بنتی ہے۔ [2]

سنّت کے متعلّق بحث کرنا

حضرت سَیِّدُنا امام مالِک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّازِق فرماتے ہیں کہ سنّت کے بارے میں بحث کرنا مسنون نہیں بلکہ سنّت یہ ہے کہ تم حدیث بتا دو اگر کوئی قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہو جاؤ۔

حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے عَرض کی گئی: فلاں شخص بدمذہبوں کا خوب رَدّ کرتا ہے۔ تو آپ نے پوچھا: کیا کتاب و سنّت سے ایسا کرتا ہے۔ عَرض کی گئی: نہیں! بلکہ عقلی دلائل سے ایسا کرتا ہے۔ اِرشاد فرمایا: یہ صحیح نہیں بلکہ بہت بُرا ہے کہ وہ بِدْعَت کا رَدّ بِدْعَت سے کر رہا ہے۔

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/۳۲۹، حدیث: ۱۳۵۸۰

[2] ......یہاں ایک روایت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا شعبہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے حارِث عُکلی سے اس فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: جب تم میں سے کوئی جنازہ کے ساتھ جائے تو میت کو رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔[1] کا مفہوم پوچھا تو فرمانے لگے: کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر ہم جنازہ کے ساتھ جائیں اور قبر نہ کھودی گئی ہو تو کھڑے ہی رہیں؟ چنانچہ جب انھوں نے میرے سوال (یعنی حدیثِ پاک) کے جواب میں یہ کہا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے؟ تو میں نے ان کے پاس جانا ہی چھوڑ دیا۔

حضرت سَیِّدُنا شعبہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه مزید فرماتے ہیں: ایک بار میں حضرت سَیِّدُنا منہال بِن عَمْرو سے ایک حدیثِ پاک پوچھنے ان کے گھر گیا مگر جب ان کے گھر سے طنبورے (یعنی سِتار جیسے موسیقی کے ایک آلے) کی آواز سنی تو کچھ بھی پوچھے بغیر واپس لوٹ آیا۔ بعد میں نادِم ہوا کہ ان سے اس کے مُتَعَلِّق کیوں نہیں پوچھا؟ ہو سکتا ہے کہ انہیں اس کے مُتَعَلِّق عِلْم ہی نہ ہو؟

راستے پر خرید و فروخت

راستے پر خرید و فروخت کرنا بھی بِدْعَت ہے۔ متقی اور پرہیز گار لوگ راستے پر بیٹھ کر بیچنے والوں سے کچھ نہیں خریدتے تھے۔

راستوں پر قبضہ کرنا

گھر کی حُدُود سے بڑھی ہوئی بالکنی بنانا اور دکانوں کے سامنے راستے پر چبوترے بنانا بھی مکروہ ہے۔

نابالغ بچوں سے کچھ خریدنا

اہلِ وَرَع بچوں سے کوئی چیز خریدنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ بچے کسی شے کے مالِک ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی قول قبول کیا جاتا ہے۔

دیوار توڑ دی

حضرت سَیِّدُنا اَبُو بکر مَرْوَزِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْهِ رَحْمَة

[1] ......معجم اوسط، ۱/ ۴۶۲، حدیث: ۱۶۹۹

اللہِ الْاَوَّل کی خِدْمَت میں ایک پُر وقار شخصیت والے بُزرگ حاضِر ہوا کرتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی ان کی جانِب خصوصی توجّہ فرماتے اور ان کی عزّت کرتے۔ ایک بار اِمام صاحِب کو معلوم ہوا کہ اس بُزرگ نے اپنے گھر کی دیوار کو باہَر کی جانِب سے مٹّی سے لیپ دیا ہے تو آپ نے محفل میں اس بُزرگ سے اپنا رُخ پھیر لیا۔ وہ بزرگ بھی آپ کی ناراضی بھانپ گئے اور عَرض گزار ہوئے: اے ابو عبد اللہ! کیا آپ کو میرے مُتَعَلّق یہ معلوم ہوا ہے کہ میں کسی بِدْعَت کا مُرْتَکِب ہوا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! آپ نے اپنی دیوار کو باہَر کی جانِب سے مٹّی سے لیپا ہے۔ عَرض کی: کیا یہ جائز نہیں؟ فرمایا: ہاں! یہ جائز نہیں۔ کیونکہ آپ نے مسلمانوں کی گزر گاہ سے ایک اُنگلی کے برابر راستے پر قبضہ کر لیا ہے۔ عَرض کی: اب اس کو کیسے دُرُست کروں؟ فرمایا: جو مٹّی آپ نے لیپی ہے اسے کھرچ ڈالیں یا پھر دیوار توڑیں اور ایک انگلی کی مقدار پیچھے کر کے اسے باہَر سے لیپ دیں۔ چنانچہ انہوں نے دیوار توڑ کر ایک انگلی کی مقدار اسے پیچھے کر کے باہَر سے لیپا تو حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے بھی پہلے کی طرح دوبارہ ان کی جانِب توجّہ فرمانا شروع کر دی۔

مردہ جانور کو راستے پر پھینکنا

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين اس بات کو بھی ناپسند کرتے کہ جب ان کا کوئی پالتو جانور، بلی وغیرہ مر جائے تو اسے راستے میں کچرے کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے۔ کیونکہ مُردہ جانور کی بُو کی وجہ سے عام مسلمانوں کو اَذِیَّت پہنچتی ہے۔ چنانچہ قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وغیرہ کے ہاں کسی پالتو جانور کی موت ہوتی تو وہ اسے دَفْن کرتے تھے۔[1]

پرنالوں کا رخ گھر سے باہر رکھنا

اسی طرح بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين یہ بھی اَچھّا نہیں سمجھتے تھے کہ پرنالوں کا رُخ گھر سے باہَر رکھا جائے اور پانی راستے پر گرے (جس سے عام مسلمانوں کو تکلیف پہنچے)۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیگر متقین اپنے پرنالوں کا رُخ ہمیشہ گھر کے اندر رکھتے تھے۔

---

[1]......مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی التذمم للجار، ص ۲۲۸، حدیث: ۳۴۴

دوہرا جھوٹ

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک شخص دو۲ مرتبہ جھوٹ بولتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔ مثلاً وہ کہتا ہے: کوئی شے نہیں سوائے اس (قلیل) شے کے کہ جسے ''شے'' بھی نہیں کہہ سکتے۔ مُراد یہ ہے کہ جب لوگ کسی قلیل شے کے مُتَعَلِّق یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ کثیر نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ ''کچھ نہیں'' یا ''کوئی شے نہیں'' پس آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لوگوں کی اتنی بات کو بھی اتنا بڑا جانتے کہ ان کے ایسے قول کو دو۲ بار جھوٹ بولنا شُمار کرتے۔[1]

بدعتی کو دیکھنا

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فَارُوق اَعْظَم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا عوانہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشَاد فرمایا: میں آپ کے اندھے پن پر افسوس کیا کرتا تھا مگر اب میں رَشک کرتا ہوں۔ عَرض کی: وہ کیسے؟ فرمایا: آپ اپنی آنکھوں سے مدینہ طیبہ میں اَبُو الصُّغْریٰ نامی بدعتی شخص کو نہیں دیکھ سکتے۔

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عَرض کی گئی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ کاش! آپ بینا ہو جائیں؟ فرمایا: نہیں! (میری ایسی کوئی خواہش نہیں) اب میں اپنی آنکھوں سے کس کو دیکھوں گا؟ ہاں! اگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا زمانہ ہوتا تو میں یقیناً انہیں دیکھنے کا آرزومند ہوتا۔

حضرت سَیِّدُنا فضل بن مہران عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے اِمام یحییٰ بن مُعین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِین سے عَرض کی: میرا بھائی قصّے بیان کرنے والے لوگوں کے ہاں اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: اسے منع کرو۔ میں نے عَرض کی: وہ میری بات نہیں مانتا۔ فرمانے لگے: اسے نصیحت کرو۔ میں نے عَرض کی: اگر وہ میری بات نہ مانے تو کیا اس سے الگ ہو جاؤں؟ فرمایا: ہاں! (اس سے الگ ہو جاؤ)۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی خِدمَت میں حاضِر ہوا اور آپ سے بھی یہی

---

[1] ......مساوئ الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی الکذب... الخ، ص۸۳، حدیث:۱۵۶ بدون ولا یشعر وعن سطرف

عَرض کی تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو قرآنِ کریم پڑھا کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کیا کرے اور حدیثِ پاک کا عِلم حاصِل کرے۔ میں نے عَرض کی: اگر وہ ایسا نہ کرے تو؟ اِرشَاد فرمایا: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو یقیناً وہ ایسا ہی کرے گا کیونکہ اس قِسم کی محفل بِدْعَت ہے۔ جب میں نے یہ عَرض کی کہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو کیا اس سے الگ ہو جاؤں تو آپ مسکرا دیئے مگر خاموش رہے۔

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے عِلمِ قُلُوب کا کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کچھ دیر تَوَقُّف فرمانے کے بعد جواب دیا۔ پھر اس نے مُعاملات کے مُتَعَلِّق ایک دوسرا مسئلہ پوچھا تو آپ خاموش ہو گئے اور اسے غور سے دیکھ کر پوچھا: تم کن لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟ عَرض کی: منصور بن عَمّار اور ابنِ سماک کے ساتھ۔ فرمانے لگے: کیا تمہیں حیا نہیں آتی کہ عِلمِ قُلوب کے مُتَعَلِّق سوال کرتے ہو اور قصّے بیان کرنے والوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہو؟ راوی فرماتے ہیں: یہ فرما کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس شخص سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ ہم نے عَرض کی: اے اَبُو نَصر! اس میں کوئی حَرَج نہیں۔ یہ اہل سنّت سے تَعَلُّق رکھتا ہے۔

مَساجِد کے ساتھ مُتَّصِل حجروں میں نماز پڑھنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین مَساجِد کے ساتھ مُتَّصِل حجروں میں نماز پڑھنے کو بھی اچھا خیال نہ کرتے اور سمجھتے کہ یہ سب سے پہلی بِدْعَت ہے جو مَساجِد میں شروع ہوئی۔

مَساجِد کی زیب وزِینت

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین مَساجِد کی زیب و زِینت، سَمْتِ قبلہ کی آرائش و زیبائش اور قرآنِ کریم کے مُنَقَّش و مُزَیَّن غِلاف کو بھی بِدعَت شُمار کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرَت نشان ہے: جب تم اپنی مَساجِد کو آراستہ و پیراستہ اور قرآنِ کریم کو مُزَیَّن کرنے لگو گے تو برباد ہو جاؤ گے۔ [1]

---

[1] ......مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاۃ، باب تزین المساجد، ۳/۶۱، حدیث: ۵۱۴۶

مَسَاجِد کی کَثْرت

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین ایک ہی مَحلّہ میں مَساجِد کی کَثْرت کو بھی اچھّا نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه بَصرہ تشریف لائے تو ہر دو قدم پر آپ نے ایک مَسْجِد دیکھ کر اِرشاد فرمایا: یہ کیسی بِدْعَت ہے؟ جب مَساجِد کی کَثْرت ہو گی تو یقیناً نمازیوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ (دورِ نبوی میں) پورے قبیلہ میں صِرف ایک ہی مَسْجِد ہوا کرتی تھی اور قبائل عام طور پر پُورے محلّہ میں صِرف ایک ہی مَسْجِد بنایا کرتے تھے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جب کسی محلّہ میں دو مَسْجِدیں ہوں تو اس بات میں اِخْتِلاف پایا جاتا ہے کہ کس مَسْجِد میں نماز ادا کی جائے۔ بعض صحابہ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان فرماتے کہ قدیم مَسْجِد میں نماز ادا کی جائے۔ حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک اور دیگر کئی صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا یہی مَذہَب تھا۔ منقول ہے کہ یہ لوگ نئی مَساجِد چھوڑ کر پُرانی مَساجِد میں جایا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے کہ اس مَسْجِد میں نماز ادا کی جائے جو زیادہ قریب ہو۔

سب سے پہلی چار بدعتیں

ایک قول کے مُطابِق اسلام میں سب سے پہلی چار بدعتیں یہ پیدا ہوئیں:

﴿1﴾ دستر خوان ﴿2﴾ (آٹا چھاننے والی) چھلنیاں ﴿3﴾ اُشنان (ایک قسم کی گھاس جو کلّر یا بنجر زمین میں اُگتی ہے اور اس سے صابن کی طرح کپڑے دھل کر صاف ہو جاتے ہیں) ﴿4﴾ پیٹ بھر کر کھانا۔

مٹی کے عِلاوہ برتنوں کا استعمال

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین اس بات کو اچھّا نہیں جانتے تھے کہ ان کے گھر میں مٹی کے عِلاوہ برتن ہوں۔ بلکہ وہ تانبے اور پیتل کے برتنوں میں وضو ہی نہیں کرتے تھے۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْهَادِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: کوشش کرنا کہ تمہارے گھر میں اِسْتِعمال ہونے والے برتن تیری جنس یعنی

مٹی سے ہوں۔ منقول ہے کہ مٹی کے برتنوں پر کوئی حساب نہیں۔

چونے اور پختہ اینٹوں سے بنے ہوئے گھر

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین جن باتوں کو بُرا جانتے تھے ان میں سے ایک چونے اور پختہ اینٹوں سے بنے ہوئے گھر بھی ہیں۔ منقول ہے کہ سب سے پہلے (فرعون کے وزیر) ہامان نے پکی اینٹیں فرعون کے حکم پر بنائیں۔[1] ایک قول کے مُطابِق پختہ اینٹوں کے گھر جابروں کے رہنے کی جگہیں ہیں۔

دروازوں اور چھتوں پر نقش و نگاری

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین گھر کے دروازوں اور چھتوں پر نقش و نگاری کو بھی ناپسند کرتے تھے، اگر کہیں ایسی مُنَقَّش چھت یا دروازہ دیکھتے تو فوراً اپنی نگاہیں جھکا لیتے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا اَحنَف بن قیس رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ ایک بار آپ کچھ عرصہ گھر سے دور رہے، آپ کی عدمِ مَوجُودَگی میں گھر والوں نے چھت کو سبز اور زرد رنگ کر دیا، جب آپ واپس تشریف لائے تو یہ دیکھ کر فوراً گھر سے باہر چلے گئے اور حَلَف اٹھالیا کہ اسی وَقْت گھر میں داخل ہوں گے جب یہ رنگ وغیرہ صاف کر دیا جائے اور چھت پہلے کی طرح ہو جائے۔

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ راستے میں ہمارا گزر ایک مُنَقَّش دروازے کے پاس سے ہوا، میں نے اس کی جانِب دیکھا تو حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے فوراً مجھے اپنی جانِب کھینچ لیا، جب ہم دروازے سے آگے گزر گئے تو میں نے عَرْض کی: کیا آپ ایسے دروازے کو دیکھنا اچّھا نہیں سمجھتے؟ اِرشَاد فرمایا: لوگ ایسے دروازے بناتے ہیں تاکہ ان کی طرف دیکھا جائے اور اگر گزرنے والے ان کو نہ دیکھیں تو وہ بھی نہ بنائیں۔ گویا حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کو یہ خَدْشہ تھا کہ ان کا دروازے کی جانِب دیکھنا بھی اس کے بنانے پر مُعاوَنَت شُمار ہو گا۔

---

[1] ....تفسیر طبری، سورۃ القصص، تحت الآیۃ: ۳۸، ۱۰/ ۷۴

فاسقین و متقین کا لباس

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین جن باتوں کو بُرا جانتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مَردوں اور عورتوں کے لیے نرم و ملائم باریک کپڑے اور مصری ریشمی کپڑے پہننا پسند نہیں کرتے تھے۔ بالخصوص عورتوں کے لیے شدید بُرا سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ باریک لِباس پہننا فاسقین کا طریقہ ہے، جس کا لِباس پتلا و باریک ہو اس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے۔ نیز سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین یہ بھی فرماتے تھے کہ تَصَوُّف کی اِبتدا لِباس سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا **عبد الله** بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ ایک لِباس دوسرے لِباس جیسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک دل دوسرے دل جیسا نہ ہو جائے۔ [1]

ایک بار بِشر بن مَرْوان باریک لِباس پہنے ہوئے خطبہ دینے لگا تو حضرت سَیِّدُنا رافِع بن خَدِیْج رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے لوگوں سے اِرشاد فرمایا: ذرا اپنے امیر کو تو دیکھو! فاسقین کا لِباس پہن کر لوگوں کو وعظ کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ **عبد الله** بن عامِر بن ربیعہ عمدہ لباس میں حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی خِدمَت میں حاضِر ہوا اور زُہد کے مُتَعَلِّق سوال کیا اور اس بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ تو حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اسے توجّہ کے لائق نہ سمجھا بلکہ اپنے کام میں مگن رہے اور بات تک نہ کی۔ ابنِ عامِر کا تعلُّق چونکہ قُرَیش کے مُعَزز خاندان سے تھا، لہٰذا اسے غصّہ آ گیا اور اس نے حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے اس بات کی شِکایَت کی تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا: تم سے ایسا سُلوک تمہاری اپنی وجہ سے ہی ہوا ہے، کیونکہ تم ایسے لباس میں حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے پاس جا کر زُہد کے مُتَعَلِّق پوچھتے ہو۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے آخری زمانے کی عورتوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: بہُت سی عورتیں لِباس پہننے کے بَاوُجُود بَرہنہ ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سَروں پر بیل کے کوہان کی طرح بال (یعنی بالوں کے جُوڑے وغیرہ) ہوں گے، یہ عورتیں ہرگز

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، باب کلام بن مسعود، ۸/۱۶۲، حدیث: ۳۳

جنّت کی خوشبو نہ پائیں گی۔ [1] چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى ترجمۂ کنز الایمان: اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیّت کی بے پردگی۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تَبَرُّج کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مُراد باریک لباس پہننا ہے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس آیتِ مُبارَکہ کا شانِ نُزول کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایسا بیش قیمت لباس پہنا کرتی جو اس کی شَرْم گاہ کو نہ چھپا پاتا (تو یہ آیتِ مُبارَکہ نازل ہوئی)۔ کیونکہ اس کا بدن صاف دکھائی دیتا اور ایسے لباس میں چونکہ نماز جائز نہیں۔ لہٰذا اسے پہننا سخت مکروہ ہے۔

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کا لباس عام طور پر اس قسم کے کپڑوں کا ہوتا تھا: سُنْبُلانی، قطوانی، یمنی عَصب، مِصری مَعافر، غِلافِ کعبہ کی مثل کپڑے کا بنا ہوا جبہ یا شیروانی، یمنی سوتی اور حَضْرَمی کھدر۔ یہ تمام کپڑے موٹے اور کھردرے تھے۔ جن کی قیمت پانچ سے لے کر 30 درہم تک ہوتی۔ اس کے بعد لوگوں نے مِصری کتّان اور خُراسانی سوتی کپڑے پہننا شروع کر دیئے۔ جانِ جہان، سرورِ کون و مکان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِزار مُبارَک کی لمبائی ساڑھے چار ذراع (گز) تھی اور اس کی مالیت چار سے پانچ درہم تک ہوتی۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کی قمیص کی قیمت بھی عام طور پر پانچ سے دس تک ہوتی۔ ایک رِوایت میں ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَصِيْرَ الْمَعْرُوْفُ مُنْكَرًا وَالْمُنْكَرُ مَعْرُوْفًا۔ یعنی قِیامت اس وَقْت قائم ہو گی جب نیکی، بدی میں اور بدی نیکی میں بدل جائے گی۔ [2]

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ لوگ ہر آنے والے سال میں ایک سنّت کو بھول جائیں گے اور ایک بِدْعَت اپنائیں گے یہاں تک کہ سنتیں مٹ جائیں گی اور بدعتیں رہ جائیں گی۔

منکر کو منکر کہنے کی وجہ

مُنْکَر کو مُنْکَر اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ پس جب حق اس

[1] ......مسند احمد، ۳/۴۴۲، حدیث: ۹۶۸۶، البقر بدلہ الابل

[2] ......جامع صغیر، ص ۲۱۱، حدیث: ۳۴۹۱

طرح چھپ جائے کہ کوئی اسے پہچان نہ پائے تو اس حق پر بھی مُنکَر کا اِطلاق ہو سکتا ہے۔

معروف کو معروف کہنے کی وجہ

کسی بات یا شے کو معروف اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں میں مشہور ہوتی ہے اور لوگ اس سے مانوس ہوتے ہیں۔ پس جب باطِل عام ہو جائے اور جہالَت کی بُہتات ہو جائے یہاں تک کہ لوگ اس سے مانوس ہو جائیں اور صِرف اسی سے آگاہ ہوں تو اس صُورت میں اس باطِل و جہالَت پر معروف کا اِطلاق ہو سکتا ہے۔ ظُلْم بھی اسی طرح ہے کہ جب کسی مُعاشَرے میں عام ہو جائے تو اس وَقْت پیدا ہونے والے لوگ عدل کا نام تک نہیں جانتے۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا

حضرت سَیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ حَجّاج بن یُوسُف کو بھی اچھا سمجھیں گے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) بے شک وہ زمانہ آچکا ہے۔

حجاج بن یُوسُف کو اچھا سمجھنے کے چند اسباب

حضرت سَیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ حجاج بن یُوسُف نے بہُت سی ایسی نئی باتیں ایجاد کی تھیں جن کو اس زمانے کے لوگوں نے پسند نہ کیا مگر آج وہی باتیں اَچھّی جانی جاتی ہیں۔ لوگ ان باتوں کا آغاز کرنے والے شخص کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس پر رشک کرتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ اسے ان باتوں پر اجر و ثواب دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ وہ حجاج بن یوسف کے ان باتوں کے ایجاد کرنے کی سعی کرنے پر اس کا اِحسان مانتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ ان کا ایجاد کرنے والا حجاج بن یُوسُف ہے۔ وہ اگرچہ زبان سے تو اس کے لیے رحمت کی دعا نہیں کرتے مگر لوگوں کا اس کی ایجاد کردہ باتوں اور کاموں کو اپنانا اور انہیں اَچھّا جاننا گویا اس کے حق میں دُعائے رحمت کرنا ہی ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے حجاج بن یُوسُف کو اَچھّا سمجھنے کا ایک

سَبَب یہ بھی ہے کہ اس نے چند اچھی اور خیر و بھلائی والی باتوں کا آغاز کر کے انہیں آخِرت میں نجات کا سَبَب بننے والے اَعمال میں شامِل کر دیا تھا۔[1] مگر اس کے بعد بعض ایسے لوگ حکمران بنے جنہوں نے عوام پر ظُلم و سِتَم ڈھانے کے نئے نئے طریقے دریافت کئے اور فِسْق و فُجُور سے بھرپور بدعتیں اپنائیں، پھر ان کے بعد یہی طریقے حکمرانوں میں عام ہو گئے۔ چنانچہ حجاج بِن یُوسُف کے بعد حکمرانوں کے اعمال دیکھ کر لوگ سمجھتے کہ ان سے تو حجاج بن یوسف ہی بہتر تھا۔

حَجّاج بِنْ یُوسُف کے ایجاد کردہ کام

حجاج بن یوسف نے درج ذیل نئے کام شروع کئے:

سفر میں عیاشی

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کا سفر میں طریقہ یہ تھا کہ وہ عیاشی اور خوشحالی سے بچتے تھے مگر حجاج بن یُوسُف بیش قیمت کجاووں اور قُبّوں میں سفر کیا کرتا۔ حالانکہ عام لوگ جب سفر پر روانہ ہوتے تو اونٹ صِرف سواری یا باربرداری کے لیے ہی اِستِعمال کرتے۔ وہ دن کے وَقْت تپتی دھوپ میں سفر کیا کرتے، راہِ خدا میں خیمے نصب کرتے، ان کے بال ولباس پراگندہ وغُبار آلود ہوتے، کم کھاتے، کم سوتے، سُواری کے جانوروں کا بہُت زیادہ خیال رکھتے، ان سے زیادہ مَشَقَّت لیتے نہ ان پر زیادہ بوجھ لادتے۔ سفر میں زیادہ ثواب کماتے، حج کے موقع پر سفر میں تزکیۂ نفس کرتے اور سب سے بڑی بات یہ کہ سفر میں ان کے سُواری کے جانور بھی

---

[1]...... زمانہ رسالت میں قرآنِ عظیم کی سورتیں اور آیات متفرق طور پر لوگوں کو یاد تھیں۔ تحریر میں بھی تھیں لیکن پورا قرآنِ عظیم مجموعی طور پر کسی صحیفہ میں حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے عہد مُبارَک میں تحریراً ایک جگہ جمع ہوا مگر پورے عہدِ صحابہ تک قرآنِ عظیم میں نہ کوئی نقطہ تھا نہ حرکت اور اسلام کی اشاعت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ نئ داخِل ہونے والی قوموں کو اس کی تلاوت میں سخت زحمت ہوتی تھی تو ان کے لیے آسانی کے خیال سے اُمَوِی حکومت کے ایک ظالِم وجابِر، فاسِق وفاجِر گورنر نے جس کی گردن پر ہزاروں صحابہ وتابعین کا خُونِ ناحَق سُوار تھا عہدِ تابعین میں نقطے اور حرکتیں لگوائیں جس کا نام حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ خاص کتابُ اللہ میں یہ نو ایجاد کام عہدِ تابعین میں ظاہِر ہوا۔ تب سے آج تک پورے عالَمِ اسلام میں اسی طرزِ تحریر کی پابندی کی جارہی ہے اور بلا نکیر سارے کلمہ گو اسی کے مُوَافِق قرآن کی اشاعت کو اسلام کی خِدْمَت اور کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ (فتاویٰ بحر العلوم، کتاب العقائد، سنت وبدعت کا بیان، ۶/ ۲۴۳)

صحت مند رہتے، نیز وہ سفر میں سرورِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّتوں کا خاص خیال رکھتے۔ مگر حجاج بن یُوسُف نے ان تمام باتوں میں اَسلاف کی مُخالَفَت کی اور لوگوں کو اس مُعامَلے میں اپنی ایجاد کردہ باتوں کے اپنانے کی ترغیب دی۔ پس اب لوگ گھروں سے نکلتے ہیں تو ان کے اونٹوں پر کجاووں کے ساتھ (بھاری بھرکم) سایہ دار چھتیں ہوتی ہیں جو بعض اَوقات جانوروں کی ہلاکت کا بھی باعِث بنتی ہیں اور اس طرح لوگ حجاج بن یُوسُف کا طریقہ اپنا کر اس کی بِدْعَتوں میں اس کے شریک کار بن جاتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں نقطوں اور اعراب کا آغاز

حجاج بن یُوسُف کے ایجاد کردہ کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے سب سے پہلے ہر آیت کی ابتدا میں یا ہر پانچویں یا دسویں آیت کے اِخْتِتام پر علامات لگائیں اور قرآنِ کریم کی کِتابَت میں سرخ، سبز اور زرد رنگ کا اِسْتِعمال کیا۔ اس طرح مصحف شریف میں آرائش و زیبائش کا اِہتِمام کیا جو پہلے نہ تھا۔ جبکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرمایا کرتے تھے کہ قرآنِ کریم کو اسی حالت پر رہنے دو جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے نازِل فرمایا ہے اور دوسری چیزوں کو اس میں شامِل نہ کرو۔ لہٰذا عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے حجاج بن یوسف کے اس فعل کو ناپسند کیا یہاں تک کہ حضرت سَیِّدُنا ابورَزِین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں پیدا ہونے والے لوگ یہ گمان کریں گے کہ حجاج بن یوسف نے قرآنِ کریم میں جو (نقطے اور زبر، زیر، پیش وغیرہ کا) اضافہ کیا ہے در حقیقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم اسی طرح نازِل فرمایا تھا۔ یعنی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حجاج بن یوسف کے اس فعل کو مَذمُوم جانتے تھے۔

بعد میں اس مُعامَلہ میں عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی آرا میں اِخْتِلاف پیدا ہو گیا۔ بعض اس مُصْحَف کو دیکھ کر تلاوَت نہ کرتے جس میں سرخ رنگ سے نقطے لگے ہوتے، ان کے خیال میں نقطوں والے مصحف میں قراءَت صحیح نہیں تھی۔ اسی طرح بعض مصحف شریف کی خرید و فروخت کو اَچّھا نہ سمجھتے۔ (صاحِبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) صحیح قول کے مُطابِق اگر کسی نے نقطے خود نہ لگائے ہوں بلکہ کسی اور شخص نے لگائے ہوں تو ایسے مصحف شریف سے تِلاوَت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین قرآنِ کریم پر نقطے لگانے کی اُجْرَت لینے کو مکروہ جانتے اور فرماتے کہ بِدْعَت پر اُجْرَت لینا جائز نہیں۔ ابو بکر ہُذَلی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی سے قرآنِ کریم پر نقطے لگانے کی اُجْرَت لینے کے مُتَعَلِّق سوال کیا تو آپ نے پوچھا: نقطے لگانے سے کیا مُراد ہے؟ میں نے عَرض کی: یہ لوگ عربی عِبارات پر اِعراب لگاتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: قرآنِ کریم پر اِعراب لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا خالِد حِذا عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْفَتَّاح فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا امام ابن سیرین عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْمُبِین کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا تو آپ کو نقطوں والا مُصْحَف پڑھتے دیکھا حالانکہ آپ نقطے لگانے کو اَچھّا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت سَیِّدُنا فراس بن یحیٰ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ مجھے حجاج بن یوسف کی جیل میں ایک نقطوں والا کاغذ ملا تو بڑا حیران ہوا۔ کیونکہ میں نے پہلی بار نقطے دیکھے تھے۔ پس میں حضرت سَیِّدُنا امام شعبی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا اور انہیں بتایا تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: ایسے مُصْحَف سے تِلاوَت کرسکتے ہو مگر خود اپنے ہاتھ سے نقطے مَت لگانا۔

مَرْوِی ہے کہ حجاج بن یُوسُف نے 30 قاریوں کو جمع کیا جنہوں نے ایک مہینے میں قرآنِ کریم کے حُروف اور اَلفاظ کو شُمار کیا اور اگر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم یا امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی یا امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیر خدا رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن انہیں اس طرح قرآنِ کریم کے حُروف شُمار کرتے دیکھ لیتے تو یقیناً ان کے سروں پر دُرّے لگاتے۔ یہی وہ بات ہے جسے صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اَچھّا نہیں سمجھتے تھے اور وہ بیان کیا کرتے تھے کہ آخری زمانے میں قرآنِ کریم پڑھنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو قرآنِ کریم کے حُروف کی خوب حِفَاظَت کریں گے مگر اس کی حُدود کا لحاظ نہیں رکھیں گے۔ حجاج بن یُوسُف اپنے زمانے میں سب سے بڑا قرآنِ کریم کا قاری تھا اور اسے سب سے زیادہ قرآنِ کریم کے حُروف یاد تھے، وہ ہر تین۳ دن میں خَتْمِ قرآن کیا کرتا مگر اس سے بڑھ کر قرآنِ کریم کی حُدود کو ضائع کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

مسجد میں چٹائیاں بچھانا

حجاج بن یُوسُف کے ایجاد کردہ کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے اس نے مسجد سے کنکر اور ریت نکال کر چٹائیاں بچھوائیں۔ چنانچہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سجدے میں گئے تو چٹائی کا ایک تِنکا ان کی آنکھ میں چبھ گیا جو تکلیف دہ تھا، فرمانے لگے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حجاج بن یُوسُف پر لعنت فرمائے، اسی نے یہ چٹائیاں ایجاد کیں جو نمازیوں کو تکلیف دیتی ہیں۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن زمین اور مٹی پر سجدہ کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ طریقہ بارگاہِ ربّ العزت میں زیادہ عجز و انکسار والا تھا۔

بدعتیں اس قدر عام ہوں گی کہ۔۔۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارا مقصود حجاج بن یوسف کے ایجاد کردہ تمام کام ذِکر کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کی ایجاد کردہ باتوں کو آج کے دور میں اَچھّا سمجھا جاتا ہے حالانکہ متقدمین کی سیرت اور ان کی عادات سے آگاہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے ان تمام کاموں کو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اَچھّا نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ (عنقریب) بُرائی اور بِدعَت اس طرح عام ہو جائیں گی کہ جب ان میں سے کسی کو بدلنے کی کوشش کی جائے گی تو کہا جائے گا کہ سنّت بدل دی گئی۔ ایک رِوایَت میں یہ اَلفاظ ہیں کہ اس دور میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہو گا جو اپنا دین بچا کر بھاگ نکلے گا جس طرح کہ لومڑی شِکاری کو دیکھ کر اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

۸۰ھ میں حجاج کے زمانے میں حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِرشَاد فرمایا کرتے کہ سرورِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں جو چیزیں تھیں آج میں ہر شے کو بدلا ہوا پاتا ہوں سوائے اس گواہی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عَرض کی گئی: اے ابو حمزہ! کیا نَماز بھی بدل گئی ہے؟ فرمایا: کیا انہوں نے نَماز میں ان باتوں کو شامل نہیں کر دیا جو پہلے نہ تھیں؟[1] یعنی آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مُراد یہ تھی کہ اب نَماز

---

[1] ......مسند ابی داود الطیالسی، ثابت بنانی عن انس، ص ۲۷۱، حدیث: ۲۰۳۳
مسند ابی یعلٰی، مسند انس بن مالک، ۳/۴۲۱، حدیث: ۴۱۶۸

تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، (اذان کے بعد) نَماز سے پہلے تَثوِیب [1] کی جاتی ہے، سلام کے اَلفاظ کو متعین کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ تَثوِیب کو اِقامت کے مُشابہ سمجھتے ہوئے اس پر سنّت کی طرح عَمَل کیا جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمت میں جب سَیِّدُنا یزید رُقاشی، زیاد نُمَیری اور فَرقد سَنجی رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی کی مِثْل قاری حاضِر ہوتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِرشاد فرماتے: تم سرورِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کے کس قدر مُشابہ ہو! وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات سن کر خوش ہوتے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مزید اِرشاد فرماتے: تمہارے سَر اور تمہاری داڑھیاں مجنوں کے اس شعر کا مِصداق ہیں:

اَمَّا الْخِیَامُ فَاِنَّھَا کَخِیَامِھِمْ ۔۔۔ وَاَرٰی نِسَآءَ الْحَیِّ غَیْرَ نِسَآئِھَا

یہ تمام خیمے ان کے خیموں جیسے ہی ہیں مگر میں اس بستی کی عورتوں کو ان کی عورتوں جیسا نہیں دیکھتا۔

اگر صحابہ کرام تمہیں دیکھتے تو کہتے

کثیر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ اگر سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابہ کرام زندہ ہوتے اور تمہیں دیکھتے تو تمہارے اَعمال میں نمازِ باجماعت کے سوا کوئی شے مسلمانوں والی نہ پاتے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ وہ تم میں مسلمانوں والی صِرف یہی شے دیکھتے کہ تم سب نماز پڑھتے ہو۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے کہ میں بہُت سے ایسے لوگوں کی صحبت میں رہا کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو یقیناً انہیں مجنوں کہتے اور اگر وہ تمہارے بہترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ ان کا اِسلام میں کوئی حصّہ نہیں۔

قاری 100 بندوں میں بھی پہچانا جاتا

حضرت سَیِّدُنا ابو حازِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم فرماتے ہیں کہ میں بہت سے قاریوں سے ملا جو حقیقت میں قاری تھے، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی سو بندوں میں کھڑا ہوتا تو اپنی حد درجہ تواضُع، حُسنِ سیرت اور

---

[1] ....دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 474 پر ہے: متاخرین نے تثویب مستحسن رکھی ہے، یعنی اَذان کے بعد نماز کے لیے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لیے شرع نے کوئی خاص اَلفاظ مُقرَّر نہیں کیے بلکہ جو وہاں کا عُرف ہو مثلاً اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ یاقَامَتْ قَامَتْ یا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ۔

خُشوع و خُضوع کی وجہ سے پہچانا جاتا۔ یقیناً قرآنِ کریم نے نہ صِرف ان کی سیرت پر اپنے گہرے اَثَرات مُرتّب کئے بلکہ انہیں خُشوع و خُضوع کی دولَت سے بھی سرفراز فرمایا مگر آج کے دور کے لوگ فَوَ اللہِ! مَا هُمْ بِالْقُرَّآءِ وَلٰكِنَّهُمْ الْجُرَآءُ۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ حقیقت میں قاری نہیں بلکہ (اَحکامِ باری تعالیٰ کے خِلاف پر) جرأت کرنے والے ہیں (کہ انہیں عَظَمت و ہیبتِ کلامِ باری تعالیٰ کی کوئی پروانہیں)۔

جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی حالت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم جنازہ میں شریک ہوتے تو یہ پہچان نہ پاتے کہ ان میں مصیبت کا مارا کون ہے اور نہ یہ پہچان پاتے کہ تعزیت کس سے کریں؟ کیونکہ ہر بندہ شدید غم و اندوہ کا مظہر نظر آتا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ان میں ایک شخص کی حالَت جنازہ میں شرکت کے بعد تین۳ دن تک ایسی ہوتی کہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا۔

قاریوں کی صحبت سے بچو!

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے زمانے کے قاریوں سے ڈراتے ہوئے فرمایا کرتے کہ ان کی صحبت سے بچو! کیونکہ اگر تم نے کسی بھی مُعامَلے میں ان کی مُخالَفت کی تو یہ تمہیں کافِر تک قرار دے دیں گے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے کہ ایک نوجوان کی صحبت اِختیار کرنا تو مجھے پسند ہو سکتا ہے مگر (آج کل کے) کسی قارِی کی صحبت میں بیٹھنا مجھے بالکل پسند نہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اکثر فرمایا کرتے کہ **آج کل جو خوبصورت انداز میں گانا نہیں گا سکتا وہ اَچھّا قاری نہیں بن سکتا۔**

بے عیب اشیا میں عیب نکالنے والے

حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرمایا کرتے کہ کسی نوجوان کی صحبت اِختیار کرنا مجھے اس بات سے بڑھ کر محبوب ہے کہ میں کسی قاری کی صحبت اِختیار کروں۔ پس قاریوں کی صحبت سے بچو! کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان اشیا میں بھی عیب نکال لیتے ہیں جو عیب والی نہیں ہوتیں، اگر تم ان کے ساتھ ہو اور (کسی بھی وجہ سے) باجَماعَت نماز چھوڑ دو گے تو بھی یہ تمہارے حق میں گواہی دیں گے (کہ تم نے جَماعَت کے

ساتھ نماز پڑھی ہے)۔ کیونکہ یہ ہر مُعاملے میں جہاں حد سے بڑھ جاتے ہیں وہیں بہُت جلد ہر بات کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا سَبَب یہ ہے کہ ان پر جَہالَت غالِب ہوتی ہے اور عُلَمائے کرام کی محافِل میں بہُت کم شریک ہوتے ہیں، عِلْم کے دشمن ہیں، ریاکاری اور تصنّع وبناوٹ ان کے اَوصاف کا حِصّہ ہیں، ہر اَچھّی بات کو ناپسند کرتے اور قابلِ مُعافی چھوٹی سی بات پر آپے سے باہَر ہو جاتے ہیں، ان میں عُمدہ اَخلاق پائے جاتے ہیں نہ وہ خوش خُلقی کا نام جانتے ہیں۔ عام لوگوں پر سختی اور تنگی وبخل سے کام لیتے ہیں مگر امیروں پر اپنا حَق جتاتے ہوئے ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ایسے لگتا ہے کہ یہ انہی کا رِزْق کھاتے ہیں اور ان کی خاطِر ہی عِبادَت کرتے ہیں۔ خُوش خلق لوگوں کے لیے ان کے دل میں حد درجہ بُغض وعِناد پایا جاتا ہے۔

شریف ورذیل میں فرق

کسی کا قول ہے کہ شریف انسان کی جب ضِیافَت کی جائے تو عجز وانکساری سے پیش آتا ہے مگر جب کسی کمینے کی ضِیافَت کی جائے تو وہ اَکڑتا ہے اور بڑائی وتکبر کا اِظْہار کرتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب کسی ایسے شخص کی دَعْوَت کی جائے تو وہ بہُت زیادہ نیکی کی دعوت کی باتیں کرتا ہے مگر ہر بات میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے افراد پر بے جا اِعْتِراض کرتا رہتا ہے۔ اس کے کَثْرَت سے نیکی کی باتیں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو نمایاں کرنا چاہتا ہے۔

جہاں عِلْم ہو وہاں۔۔۔

اِنہی اَسباب کی وجہ سے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے ایسے لوگوں کا بڑی سختی سے رَدّ کیا اور حکمائے عظام نے ان کی مَذَمَّت بیان کی کیونکہ عِلْم وُسْعَت پیدا کرتا ہے اور جہاں عِلْم ہو وہیں اَخلاقِ حسنہ، آدابِ محفل اور اَنداز مُرَوّت پائے جاتے ہیں۔

عالِم کیا کرتا ہے؟

ایک عالِم لوگوں میں ہر شے کو اس کے مَقام پر رکھتا ہے، اس سے تجاوُز کرتا ہے نہ لوگوں کے مَقام و مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ ان کے لیے مَعْذرَت ومُعافی کی راہیں نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

نیز عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا وَصْف یہ ہے کہ جب عام لوگ کسی مُعاملے میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوتے ہیں تو وہ وَقتی طور پر خاموش رہتے ہیں۔ چنانچہ،

لوگوں کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہئے؟

حضرت سَیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی فرماتے ہیں کہ الگ تھلگ اور یکسو رہنا لوگوں کی عداوت پیدا کر سکتا ہے، لہٰذا الگ تھلگ اور گھلنے ملنے کے درمیان رہنا چاہئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم لوگوں کو اپنے مالوں کے ذریعے کافی نہیں ہو سکتے لہٰذا انہیں کافی ہونے کے لیے تمہیں خوش اَخلاقی اور حُسنِ اَخلاق سے پیش آنا چاہئے۔[1] ایک رِوایت میں ہے: تمہیں خندہ پیشانی اور خوش اَخلاقی سے پیش آنا چاہئے۔

ہر شے کی ایک حد مُقرّر ہے

یہ تمام اَوصاف ایسے ہیں جو قاریوں میں نہیں پائے جاتے، بلکہ وہ ان اَوصافِ حمیدہ سے آگاہ ہی نہیں۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر شے کی ایک حد مُقرّر فرما رکھی ہے تو جس نے اس حد سے تجاوُز کیا یقیناً اس نے اس شے کو برباد کر دیا۔ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ تھوڑی سی عجز و انکساری بہت زیادہ عَمَل سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اسی طرح تھوڑی سی پرہیز گاری بھی بہت زیادہ عِلْم سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

دو رُخی نفاق کی علامت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کی جن عمدہ باتوں کو بعد والوں نے ہلکا سمجھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کو نِفاق شُمار کرتے تھے کہ بندہ اس شخص کی تعریف کرے جس پر اس نے جرح کی ہو یا اس شخص سے بات چیت کرے جس پر جرح کی گئی ہو کیونکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ کسی سے بات کرتے یا اسے سلام کرتے تو ان کے دل بھی اسے تسلیم کر لیتے، پھر وہ اس پر جرح نہ کرتے، مگر جب وہ کسی شخص کے بِدْعَتی یا فاسِق ہونے کی وجہ سے اس پر کلام کرتے تو پھر اس سے کبھی بات چیت نہ کرتے، اسی طرح جب کسی کی

---

[1] ......مستدرک، کتاب العلم، باب یسعهم منکم بسط الوجه، ۱/ ۳۲۹، حدیث: ۴۳۵

مدح و تعریف کرتے تو کبھی اس کی مذمّت نہ کرتے اور جب کسی کی مذمّت کرتے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔ کیونکہ اس صُورَت میں ان کی زبان ایک نہ رہتی بلکہ وہ دو زبانوں والے اور دو مختلف چہروں والے دکھائی دیتے اور ان کا ظاہِر و باطِن بھی مختلف ہوتا۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے کہ جب تم کسی سے ملاقات کے وَقْت اسے سلام کرو تو اس سے مُراد یہ ہے کہ تم اپنے مُخَاطَب کو کہتے ہو کہ وہ تمہاری جانِب سے اس بات سے محفوظ ہے کہ تم اس کی غیبت یا مذمّت کرو۔ اگر اس کہنے اور کرنے میں اِخْتِلاف ہو تو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين اسے نِفاق شُمار کرتے تھے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: سب سے بُرا بندہ وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، ایک گروہ کے پاس ایک چہرہ لے کر جائے اور دوسرے کے پاس دوسرا۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ جس شخص کی دنیا میں دو زبانیں ہوں گی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قِیامَت کے دن آگ سے اس کی دو زبانیں بنا دے گا۔[2]

غیبت وغیرہ سے چھٹکارے کا بہترین نسخہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب بھی میرے سامنے کسی شخص کا ذکر کیا گیا تو میں نے اسے اپنے پاس بیٹھا ہوا ہی تَصَوُّر کیا اور پھر اس کی عَدَم مَوجُودَگی کے باوُجُود وہی گفتگو کی جو وہ سننا پسند کرتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے جب کسی شخص کا ذکر ہوتا ہے تو میں اپنے دل میں اس کا تَصَوُّر باندھ لیتا ہوں، پھر اس کے بارے میں ایسی باتیں کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ قلیل تواضُع کثیر عَمَل سے اور قلیل تقویٰ کثیر عِلْم سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

پہلے اپنے متعلق سوچو!

پس یہ صِفات ان مسلمانوں کی ہیں جن کے ہاتھوں اور دلوں سے دوسرے لوگ محفوظ رہتے تھے۔ جب ان میں سے کسی کے سامنے کسی کا بُرا تذکرہ ہوتا تو وہ پہلے اپنے مُتَعَلِّق سوچتا کہ کہیں اس میں تو یہ بُرائی نہیں۔ اگر اس میں وہ بُرائی ہوتی تو اپنے اسلامی بھائی کے بارے میں بات کرنے سے حَیا محسوس کرتا اور

---

[1] ......بخاری، کتاب الاحکام، باب مایکرہ من ثناء السلطان، ۴/۴۶۶، حدیث: ۷۱۷۹

[2] ......معجم کبیر، ۲/۱۷۰، حدیث: ۱۶۹۷

خاموش رہتا اور اگر اس میں وہ بُرائی نہ ہوتی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا اور اپنے بھائی کے لیے رحمت کی دعا کرتا۔ پس اس کا اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا اسے غیبت وغیرہ جیسے بُرے اَوصاف سے بچالیتا اور سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کا یہی طریقہ تھا۔

تعجب ہے اس پر جس میں۔۔۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نازِل کردہ کسی کتاب میں ہے کہ تعجب ہے اس شخص پر جس میں خیر وبھلائی نہ ہو اور جب اسے کہا جائے کہ وہ خیر پر ہے تو یہ سن کر وہ کیسے خوش ہوتا ہے! اور تعجب ہے اس شخص پر بھی جس میں شر اور بُرائی پائی جائے اور جب اسے کہا جائے کہ اس میں بُرائی ہے تو یہ سن کر وہ کیسے غضب ناک ہوتا ہے! اور سب سے بڑھ کر تعجب اس شخص پر ہے جو اپنے آپ سے تو بڑے یقین کے ساتھ محبّت رکھتا ہو مگر دوسروں سے شک کی بِنا پر نفرت کرتا ہو۔

خود ستائشی نفاق کی علامت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین جن باتوں پر سختی کیا کرتے تھے ان میں سے ایک خود ستائشی اور مدح و تعریف بھی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ جو مدح و تعریف تو پسند کرے مگر اپنی مَذَمَّت پسند نہ کرے وہ مُنافِق ہے۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے ایک شخص سے پوچھا: تمہاری قوم کا سردار کون ہے؟ عرض کی: میں ہی ہوں۔ اِرشاد فرمایا: اگر تو واقعی ایسا ہوتا تو کبھی بھی ایسے نہ کہتا۔[1]

ایک بار حضرت سَیِّدُنا محمد بن کعب عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَهَّاب نے کسی کو مکتوب لکھا اور صرف اپنا نسب بیان کرتے ہوئے قرظی ہونا لکھا۔ عرض کی گئی: اَنصاری ہونا بھی لکھ دیجئے۔ فرمایا: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایسی شے کی وجہ سے اِحسان جتاؤں جو میں نے نہیں کی۔

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار عمر بن عبد العزیز، ص ۳۰۵، حدیث: ۱۷۲۷، عن عمر بن عبد العزیز

کسی کے اچھا و برا ہونے کی علامت

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب تم سے کہا جائے کہ تم کتنے بُرے ہو! یہ سن کر تمہیں غصّہ آجائے تو واقعی تم بہت بُرے ہو۔

کسی بزرگ کا فرمان ہے: تم اس وَقْت تک خَیر و بھلائی پر رہو گے جب تک یہ خَیال نہ کرو گے کہ تم خیر و بھلائی پر ہو۔

کسی عالم سے عَرض کی گئی: نِفاق کی عَلامَت کیا ہے؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: جب کسی شخص کے ایسے اَوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں اور اس سے اس کا دِل راحَت مَحْسُوس کرے تو ایسا شخص مُنافِق ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ تمام لوگ اسے پسند کریں اور یہ ناپسند کرے کہ کوئی اس کا بُرائی سے تذکرہ کرے تو جان لو کہ وہ مُنافِق ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے منافقین کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْؕ (پ۵، النسآء: ۹۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی اَمان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی اَمان میں رہیں۔

بہتر یہ ہے کہ جو اہلِ سنّت سے تعلّق رکھتا ہو وہ بدمذہبوں سے ڈرے۔ خود پسندی ایک مَذمُوم صِفَت ہے جو (اکثر) قاریوں میں پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے قاریوں کی مَذمّت بیان کی ہے۔ ان حضرات میں یہ مَذمُوم صِفَت اس طرح داخِل ہوتی ہے جس طرح کہ رات دن میں داخِل ہو جاتی ہے۔

حدیثِ پاک اور اس کی وضاحت

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب مومن کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اِیمان بڑھتا ہے۔[1]

---

[1] ....معجم کبیر، ۱/ ۱۷۰، حدیث: ۴۲۴

جاہل کا بے جا اعتراض

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہو سکتا ہے کہ کوئی جاہل اور مَغْرُور شخص اس حدیثِ پاک کی غَلَط تاویل کر لے اور ایسا مفہوم نکالے جو اس حدیثِ پاک کا مَقْصُود نہ ہو۔ لہٰذا جان لیجئے کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں اِیمان کے بڑھنے کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا ہے اور مومِن کے بڑھنے کے بارے میں اِرشَاد نہیں فرمایا، پس اِیمان کا بڑھنا تو یہ ہے کہ اس میں زِیادَتی ہو اور اس کی زِیادَتی یہ ہے کہ مکر و فریب اور اِسْتِدْرَاج سے ڈرا جائے۔ اس میں عارِفین کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اعلیٰ ایمان بلند پایہ مومِن کی جانِب بڑھتا ہے تو وہ اپنے رب کا یہ اِنعام پا کر فَرحَت مَحْسُوس کرتا ہے اور اسے اپنے خالق و مالِک عَزَّوَجَلَّ کا کرم سمجھتا ہے کہ جس نے اسے یہ دولت عطا فرمائی۔ اس طرح ایک بلند پایہ مومِن کی سوچ کا رُخ شے دیکھ کر اس کے بنانے والے کی طرف ہو جاتا ہے اور جب وہ مخلوق میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کے خالِق کے ہونے کی گواہی دینے لگتا ہے۔

حقیقت میں یہ تعریف خالِق و مالِک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہی ہوتی ہے۔ اس طرح وہ مومِن اپنے نَفْس کی طرف دیکھتا ہے نہ اس کے اَوصاف سے خوش ہوتا ہے۔ مگر اَفسوس! یہ اَوصافِ حَمیدہ ایسی راہیں ہیں جو قصۂ پارینہ (ماضی کا قصّہ) بن چکی ہیں اور سُلوک کے یہ تمام راستے بھی خَتْم ہو رہے ہیں۔ مگر آج بھی بعض ایسے لوگ ضَرور موجود ہیں جو ان کی یاد دِلاتے ہیں اور یہ وہی ہیں جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کرم سایہ فگن ہے۔

عِلْمِ ایمان و یقین کی تمام عُلُوم پر فضیلت

بعض اَوقات مُنافِق، بدمذہب یا مُشْرِک ہر قسم کا عِلْم نہ صِرف سیکھ لیتے ہیں بلکہ اس عِلْم کے پھیلانے کا سَبَب بھی بنتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس عِلْم میں رَغْبَت رکھتے ہوں اور حریص بھی ہوں کیونکہ عِلْم، عَقْل و ذِہْن کے لیے ثمر (نتیجہ و پھل) کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر یاد رکھئے! عِلْمِ ایمان و یقین دِماغی قوّت سے حاصِل نہیں ہوتا بلکہ اس کے مُشاہدے کا ظُہور اور اس کی حقیقت تک رَسائی صِرف اسی شخص کو ہوتی ہے جو صاحِبِ ایمان و یقین ہو۔ گزشتہ صفحات میں ایمان کی زِیادَتی اور عِلْم و یقین کی حقیقت کے مُتَعَلِّق تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

معرفت کی دولت کسی فاسق کو نہیں ملتی

جان لیجئے! عِلْمِ اِیمان ویقین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانی ہے اور اس نے وعدہ فرمار کھا ہے کہ جسے اس عِلْم کی دولت عطا فرمائے گا اسے اپنی قُدْرَت و عَظَمَت کے مُکاشَفہ کی نِعْمَت سے بھی سرفراز فرمائے گا۔ لٰہذا جو شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانی ہو وہ نہ کسی فاسِق کو حاصِل ہو سکتی ہے اور نہ اس کا وعدہ کسی ظالِم کو مل سکتا ہے، اسی طرح اس کی عَظَمَت و قُدْرَت کے مُشاہَدہ کی دولت کسی سرکش کو مل سکتی ہے نہ کسی باطِل پرست کو۔ کیونکہ اس صُورَت میں آیاتِ الٰہیہ کی توہین، بَراہین و قُدْرَتِ اِلٰہیہ میں نَقْص، مخلصین اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندوں کے لیے حُجّت کی حیثیت رکھنے والے یقین میں شک پایا جائے گا جس سے حَق و باطِل مُشْتَبِہ ہو جائیں گے، حالانکہ حق ان صِدّیقین کا وَصْف ہے جو خدا کے محبوب اور حَق کی دلیل ہیں اور یہی بات سب سے بڑی حُجّت ہے کہ عِلْمِ مَعْرِفَت یعنی عِلْمِ اِیمان ویقین باقی تمام عُلُوم سے اَفضل ہے۔

یہ مفہوم درج ذیل فرامینِ باری تعالیٰ سے خوب واضح ہو رہا ہے:

﴿1﴾ اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾ (پ۱۹، الشعرآء:۱۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کیا یہ ان کے لیے نِشانی نہ تھی کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم۔

﴿2﴾ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۲۱، العنکبوت:۴۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو عِلْم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا اِنکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

﴿3﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ (پ۱۴، الحجر:۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔

﴿4﴾ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لیے۔

﴿5﴾ وَ لِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ۷، الانعام:۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لیے کہ اُسے عِلْم والوں پر واضح کر دیں۔

پس یہی وہ عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باتیں بتاتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اپنے ہاں ان کا ایک خاص حِصّہ مُقرَّر فرما رکھا ہے، ان کا بار گاہِ خداوندی میں ایک خاص مَقام و مرتبہ ہے جو کسی نااہل و غیر مُستَحِق شخص کو حاصِل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ عُلَمائے ربانیین اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات و بینات، ظاہِری و باطِنی بَصارت و بصیرت سے اس کا مُشاہدہ کرنے والے، اس کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے کی پہچان کرانے والے اور اس کے بیان کا مظہر ہیں۔ چنانچہ،

ان کے مُتعَلِّق قرآنِ کریم میں مُتفرِّق مَقامات پر اِرشاد فرمایا:

﴿1﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾ (پ۲۹، القیامۃ:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہِر فرمانا ہمارے ذِمّہ ہے۔

﴿2﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ (پ۲۷، الرحمن:۳، ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اِنسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

﴿3﴾ وَ کَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۱، الروم:۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے ذِمّۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مَدد فرمانا۔

﴿4﴾ وَ کَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهۡلَهَا ؕ (پ۲۶، الفتح:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کی مَدد جس شے سے بھی فرمائی انہوں نے اسے قبول کیا، انہیں حقیقت کی جو دولت عطا فرمائی انہوں نے اسے بھی حق اور سچ مانا و جانا، اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جو مُشاہَدہ کرایا انہوں نے صِرف وہی مُشاہَدہ کیا، اس طرح اس کے یہ خاص بندے پرہیز گاروں کے اِمام اور راہِ ہِدایت کے عَلَم بَردار بن گئے۔

عِلمِ یقین کے متعلق عارفین کے اقوال

جسے عِلمِ ایمان و یقین کے مُشاہدہ کی دولت نصیب نہ ہو وہ شرک یا نِفاق سے نہیں بچ سکتا کیونکہ وہ یقین سے خالی ہوتا ہے اور جو یقین سے خالی ہو اس کے دل میں شک کے اَثرات پائے جاتے ہیں۔

✿⇐ جسے عِلْمِ یقین کی دولت سے کوئی حِصّہ نہ ملے میں اس کے بُرے خاتمہ سے ڈرتا ہوں، اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس عِلْم کی تصدیق کی جائے اور جو اس عِلْم کی اہلیت رکھتے ہیں ان کی بات مانی جائے۔

✿⇐ اس شخص پر اس عِلْم کا دروازہ کبھی نہیں کھولا جاتا جس میں یہ دو عادتیں ہوں: بِدْعَت یا تکبر۔

✿⇐ جو دنیا سے محبّت کرنے والا ہو یا اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں اِصرار سے کام لیتا ہو کبھی بھی اس عِلْم سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔

✿⇐ حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: جو اس عِلْم کو نہ مانے اس کی سزا یہ ہے کہ کبھی بھی اس عِلْم کو حاصِل نہیں کر سکتا۔

✿⇐ سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کا اس بات پر اِتّفاق ہے کہ یہ عِلْم صدیقین کا ہے جسے اس عِلْم کی کچھ دولت نصیب ہو وہ مُقَرَّبِین سے ہو جاتا ہے اور اَصحابِ یمین کا درجہ پالیتا ہے۔

معرفت اور باقی علوم میں فرق

عِلْمِ توحید اور مَعْرِفَتِ صِفات باقی عُلوم سے جُدا ہیں۔ کیونکہ باقی عُلوم میں اِخْتِلاف باعِثِ رحمت مگر عِلْمِ توحید میں اِخْتِلاف گمراہی و بِدْعَت ہے۔ عِلْمِ ظاہر میں خطا مُعاف ہو سکتی ہے اور بعض اَوقات اِجْتِہَاد کرنے کی صُورت میں ایک نیکی کا اَجر بھی مل جاتا ہے مگر عِلْمِ توحید اور شہادتِ یقین میں خطا و غَلَطی کُفر ہے۔ اس طرح کہ بندے عِلْمِ ظاہر کے حُصول میں **عند اللہ** حقیقتِ عِلْم کے حُصول کے مکلّف نہیں مگر عِلْمِ توحید میں **عند اللہ** حقیقت کا حُصول ان پر لازم ہے۔

بدعتی شخص ولی نہیں ہو سکتا

جس نے دین میں کوئی بِدْعَت اِیجاد کی اس کی یہ بِدْعَت اس کے منہ پر ماری جائے گی اور اس سے اس کے مُتَعَلِّق پوچھا بھی جائے گا، اس کی یہ بِدْعَت بندوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجَّت ہے نہ دنیا میں اسے کوئی نفع دینے والی ہے بلکہ ایسا شخص دنیا دار اور دنیا میں رَغْبَت رکھنے والا ہوتا ہے جو نہ تو **اللہ** کی جانب رہنمائی کرنے والا بننے کی صَلاحِیَّت رکھتا ہے نہ نیکی کی دَعْوَت دینے والا ہے اور نہ متقین کا اِمام ہے۔

عالِم کی لغزش سب سے بڑا فتنہ ہے

دو عالَم کے مالِک و مختار باذنِ پروردگار، مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عُلَما رسولوں کے اَمین ہوتے ہیں جب تک کہ اُمورِ دنیا میں داخل نہ ہوں اور جب اُمورِ دنیا میں شریک ہو جائیں تو اپنے دین کے مُعَاملے میں ان سے بچو۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی جو اس میں نہ تھی تو وہ مَرْدُود ہے۔[2]

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی: فتنے کے لحاظ سے سب سے بڑا انسان کون ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشَاد فرمایا: ایک عالِم کی ایسی لَغزش کہ جب پورا عالَم اس کی لَغزِش کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔

دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھے اپنی اُمّت کے جن باتوں میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے ان میں عالِم کی لَغزِش اور مُنَافِق کا قرآنِ کریم میں جھگڑنا بھی ہے۔[3]

لغزش کھانے والے عالم کی مثال

ایک بُزرگ فرماتے تھے کہ عالِم جب ٹھوکر کھائے تو اس کی مثال ڈوبنے والی اس کشتی کی طرح ہوتی ہے جو اپنے ساتھ بہُت سی مخلوق کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ ایک قول میں ہے کہ لَغزِش کھانے والے عالِم کی مِثال سورج گرہن کی طرح ہے جو چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا ہے: اے غافلو! نماز پڑھو۔ مگر (اس کی کوئی نہیں سنتا بلکہ) عام لوگ اسے خوف و گھبراہٹ کی عَلامَت و نِشانی سمجھتے ہیں۔

اُمّت کو دھوکا دینے والے پر لعنت

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے: جس نے میری اُمّت کو دھوکا دیا اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔ عرض کی گئی: **یارسول**

---

[1] ....جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف العين، ۵/۲۰۱، حديث: ۱۴۵۲۹

[2] ....بخاري، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا على . . . الخ، ۲/۲۱۱، حديث: ۲۶۹۷

[3] ....معجم كبير، ۲۰/۱۳۸، حديث: ۲۸۲

اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُمّت کو دھوکا دینے سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اسلام میں کوئی نئی بات پیدا کر کے لوگوں کو اس پر عَمَل کرنے کی ترغیب دلانا (اُمّت کو دھوکا دینا ہے)۔[1]

عالِم کی غلطی سارے آفاق تک جا پہنچتی ہے

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرماتے ہیں کہ عالِم کے لیے اس کی پیروی کرنے والوں کی جانِب سے ہلاکت ہے اور ان پیروی کرنے والوں کے لیے عالِم کی جانِب سے ہلاکت و بربادی ہے۔ اس طرح کہ ایک عالِم غَلَطی کرتا ہے تو لوگوں کی ایک کثیر جَماعَت اس کی پیروی کرنے لگتی ہے۔ پھر یہ غَلَطی سارے آفاق تک جا پہنچتی ہے۔

بڑے بڑے جرموں اور گناہوں کی چند مثالیں

- (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں کسی ایسے انسان کو نہیں جانتا جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی بات ایجاد کرنے سے بڑھ کر کوئی جرم کیا ہو یعنی جس نے کِتابُ اللہ اور عِلمِ مَعرِفَت کے مُتَعَلِّق ایسی باتیں کیں جن کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم نہیں دیا اور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی میٹھی میٹھی سنّتیں جو کہ مخلوق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حجّت اور بندگانِ خدا کو مَقامِ قُرب تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، کی بھی پروانہ کی تو اس نے اپنی ان بدعات سے لوگوں کو گمراہ کیا۔
- جو شخص دین میں خِلافِ سنّت کوئی بِدْعَت شُروع کرے اور کِتاب و سنّت کو چھوڑ کر اس بِدْعَت (کو پھیلانے) کے پیچھے پڑ جائے اور مومنین کے راستے کو بالکل چھوڑ دے تو ایسا شخص اس شخص کے مُقابَلے میں بڑا مُجرِم ہے جو اُمورِ دُنیا کی کَثْرت کا شِکار اور نفسانی شہوات کا مُرتَکِب ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لوگوں کے مال و جان پر ظُلْم کرنے والا اپنی جان پر ظُلْم کرنے والے سے بڑا مُجرِم ہوتا ہے، کیونکہ جو اپنی جان پر ظُلْم کرتا ہے اس کا گناہ صِرف اسکے اور اس کے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہی ہوتا

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، ۷/۲۱۳، حدیث: ۲۲۴۹۸

ہے (کیونکہ اس کا تعلّق حُقُوقُ اللہ سے ہے) مگر جو دوسروں پر ظُلْم کرتا ہے اس کا جُرْم عظیم ہے اور اس کے نامۂ اَعمال کا حِساب ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا (کیونکہ اس کا تعلّق حُقُوقُ الْعِبَاد سے ہے)۔

﴿۞﴾ جو شخص دین کے مُعَاملے میں حق و باطِل کو ملا کر خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے اس کا جُرْم بھی بَہُت بڑا ہے کیونکہ یہ طریقہ رسولوں کی شَریعَت کے آثار مِٹا دیتا ہے، لوگوں کو اِیمان والوں کے راستے سے ہٹا دیتا ہے اور ان کے اُخْرَوِی مُعَامَلات کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

﴿۞﴾ یہ بھی بَہُت بڑا جُرْم ہے کہ ایک شخص گناہ کر کے اس کا اِنکار کر دے مگر خود کو اس شخص جیسا سمجھے جو اِعْتِرَافِ گناہ کر کے مَعْذِرَت کر لیتا ہے۔ پس جو اِقرار کے بعد مُعافی مانگ لے اس پر اس شخص کی نِسبَت **اللہ** کے عَفْو و کرم اور رحمت کی زیادہ اُمّید ہوتی ہے جو اِقرارِ گناہ کرے نہ مُعافی مانگے۔

﴿۞﴾ اسی طرح عَمَلی طور پر اِفراط و تفریط کا شِکار ایک شخص اپنے نفس کی تو اِصلاح نہ کرے مگر علمی حقائق بیان کرے اور **اللہ** و رسول عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے لیے کِتاب و سنّت کے مُطابِق لوگوں کی اِصلاح کی کوشش بھی کرے تو اُمّید ہے ایسے شخص کا حُسْنِ اِخلاص قبول ہو جائے اور عَفْو و کرم کی دولت مِل جانے سے اس کی ذاتی غَلَطِیوں کا بھی تدارُک ہو جائے۔ لیکن وہ شخص جو دین کی خِدْمَت کی کوشش تو کرے مگر مسلمانوں میں ایسی بدعتیں پیدا کر دے جو کِتاب و سنّت کے مُخالِف ہوں تو اس کا جُرْم بَہُت بڑا ہے۔ گویا کہ اس نے مِلّتِ اسلامیہ اور شَریعَتِ مُطَہّرہ ہی کو بدل دیا۔ یہ ایسا شخص ہے جس کے دل میں نِفاق ہے یہاں تک کہ اس بِدْعَت کی ترویج کی وجہ سے اس کے دل پر نِفاق کی مُہر لگا دی جاتی ہے۔

﴿۞﴾ مسلمانوں میں کِتاب و سنّت کے خِلاف کوئی بات ایجاد کرنے والا اس شخص سے بڑا مجرم ہے جس کے گناہ صِرف اس کی اپنی ذات تک محدود ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک شخص کسی بادشاہ کی سلطنت کے مرکز میں بیٹھ کر اس کے اَحکام کی خِلاف ورزی کرے اور پھر اس کے خِلاف عَلَمِ بَغاوَت بھی بُلَند کر دے تو یہ اس شخص سے بڑا مُجرِم ہے جو صِرف اس بادشاہ کی نافرمانی تو کرے مگر اس کی رَعِیَّت ہی میں رہے اور بَغاوَت نہ کرے۔

تین۳ باتیں بادشاہ مُعاف نہیں کرتے

ایک حکیم کا قول ہے کہ تین۳ اشخاص کو بادشاہ مُعاف نہیں کرتے:

﴿1﴾ جو اس کی سلطنت کا تختہ اُلٹنا چاہے۔

﴿2﴾ جو ایسا کام کرے جو بادشاہ کی توہین کا باعث بنے۔

﴿3﴾ جو شخص بادشاہ کے حَرَم کی حُرمَت کو برباد کرے۔

سنت کی مخالفت کرنے والا شفاعت سے محروم

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ اِعلان کرتا ہے جس نے سنّتِ رسول کی مُخالَفت کی اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شَفَاعَت نصیب نہ ہو گی۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: نفسانی خواہش اندھے پن کی شریک و حصّہ دار ہے۔[1]

بدعت گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

(پ۵، النسآء: ۱۲۲)

﴿2﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔

(پ۸، الانعام: ۱۴۴)

(گویا کہ صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے نزدیک خِلافِ شَرِیعَت کسی بِدْعَت کا جاری کرنا گویا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی جُرم نہیں۔)

---

[1]......عیون الاخبار، اتباع الھوی، الجزء الاول، ۱/ ۹۴، بدون: ذکر علی بن ابی طالب

بدعت کی تباہی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ (پ۷، الانعام:۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی اور جو کہے ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا خدا نے اتارا۔

(صاحِبِ کتاب حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنے اور ربّ ہونے کا دعویٰ کرنے والے کے جُرْم کو ہم پلّہ قرار دیا گیا ہے۔

اہلِ حق کو جھٹلانا

یہ بھی بہت بڑا جُرْم ہے کہ اَہْلِ حق جب کوئی بات کہیں تو نہ صِرف ماننے سے اِنکار کر دیا جائے بلکہ انہیں جھوٹا کہا جائے۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حق بات کو اور خالق عَزَّوَجَلَّ کے جھٹلانے کو ایک جیسا جُرْم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۶۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے۔

﴿2﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَی اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ (پ۲۴، الزمر:۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اسکے پاس آئے۔

معلوم ہوا حق اور اہلِ حق کو جھٹلانا برابر ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس یعنی حق اور اہلِ حق کی تصدیق کرنا بھی برابر ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (پ۲۴، الزمر:۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

مُعَلِّمِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: عالِم اور مُتَعَلِّم دونوں عِلْم میں حصّہ دار ہیں۔[1] اسی قسم کا ایک قول حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں: سننے والا بولنے والے کا حصّہ دار ہوتا ہے۔[2]

نِظامِ قدرت، حق و باطِل کی جنگ

بدمذہب اور مَاوَرَائے عَقْل (یعنی عقل سے بالاتر) باتیں کرنے والے لوگوں نے جب بھی مسلمانوں کو راہِ حَق سے ہٹانے اور دین سے بے بہرہ کرنے کی کوشش کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کا رَدّ کرنے کے لیے عُلَمائے رَبّانیین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کو پیدا فرما کر انہیں عِلْمِ یقین کی دولت سے نوازا۔ چنانچہ،

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان عُلَمائے رَبّانیین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کے عِلْم و عَدْل کی گواہی دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: بعد والوں میں ایسے عادِل اور نیک بندے یہ عِلْم حاصِل کریں گے جو ❀☜ غُلُو کرنے والوں کی تحریف ❀☜ باطِل پرستوں کی اس عِلْم میں شامِل کی گئی ناحَق باتوں اور ❀☜ جاہِلوں کی غَلَط تاویلوں سے اسے پاک کریں گے۔[3]

حدیثِ پاک کی شرح

❀☜ حدیثِ مُبارَکہ میں جن غُلُو کرنے والوں کا تذکرہ ہوا ہے ان سے مُراد ماوَرَاءُ العقل اور چکنی چپڑی باتیں کرنے والے لوگ ہیں کیونکہ یہ لوگ عِلْم کی حُدود سے تَجاوُز کر چکے ہیں، انہوں نے راہِ عِلْم کے نُقُوش مِٹا کر اَحْکام کو ہی خَتْم کر دیا ہے۔

❀☜ باطِل پرست لوگ وہ ہیں جو لوگوں کو اپنی اِیجاد کردہ بِدْعَت کی طرف بلاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو مِٹانے اور اس پر غالِب آنے کے لیے باطِل باتوں کے ذریعے اہلِ حَق سے جھگڑا کیا۔ جھوٹے دعوے کئے اور اپنی رائے اور نفسانی خواہش کے ذریعے نئی نئی باتیں ایجاد کیں۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث، ۱/۱۵۰، حديث: ۲۲۸

[2] ......الزهد لابن مبارك، باب من طلب العِلْم لعرض فی الدنیا، ص۱٦، حديث: ۴۸، عن يزيد بن حبيب

[3] ......مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث، ۱/٦۷، حديث: ۲۴۸

جاہِلِین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو عِلْمی غَرائب سن کر ماننے سے اِنکار کر دیتے ہیں اور ظاہِری عَقْل پر پرکھتے ہوئے انہیں جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ مُصْطَفٰے ہے: بعض عُلوم مخفی خزانوں کی طرح ہوتے ہیں جنہیں صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت رکھنے والے ہی جانتے ہیں، جب وہ اس عِلْم کی بات کرتے ہیں تو صِرف وہی لوگ اس سے لاعلمی کا اِظْہار کرتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعاملے میں دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں۔[1]

لہٰذا کسی ایسے بندے کو حقیر نہ جانو جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عِلْم کی دولت سے نوازا ہو۔ اس لیے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عِلْم کی دولت عطا فرمائی تو اب وہ حقیر نہیں رہا۔

باطل پرستوں اور علمائے ربانیین کا طریقہ

جو شخص اپنی رائے یا عَقْل کے مُطابِق اَحادِیثِ مُبارَکہ کی تاویل کرے یا ایسی باتیں کرے جو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِين سے منقول نہ ہوں یا ان سے منقول اَقوال کے برعکس مفہوم بیان کرے تو ایسا شخص جان بوجھ کر باطِل کو چاہنے والا ہے۔ جن بندوں کو عُلَمَائے رَبَّانِيِّين رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِين ہونے کا شَرَف حاصِل ہو ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عِلْمِ یقین کے ذریعے عقلی عُلوم کا اور عِلْمِ اَحادِیث کے ذریعے عِلْمِ رائے کا رَدّ کرتے ہیں اور آثار و اَخبار بیان کرنے والوں کی روایات کو دلائل کے ساتھ نہ صِرف ثابِت کرتے ہیں بلکہ ان سے مروی روایات کی ایسی تفصیل و تفسیر بیان کرتے ہیں کہ جس سے (بسا اَوقات) وہ راوی بھی آگاہ نہ ہوتے تھے، کیونکہ انہیں اس سلسلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تائید حاصِل ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں مُشاہَدہ کی دولت عطا فرماتا ہے، ان کے دلوں کو نُورِ ایمان سے مُنَوَّر فرما کر انہیں ایسی قُوَّتِ گویائی عطا فرماتا ہے جس سے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں وہی باتیں بتاتے ہیں جو انہیں بتائی جاتی ہیں۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

(پ۲۸، الجمعۃ:۴)

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، ۳/۱۴۲، حديث: ۷۶۷۸، بتغيرٍ قليلٍ

﴿2﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﵇ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔

(پ ۲۱، السجدة: ۲۴)

راہِ اِعتدال

ایک عالم فرماتے ہیں کہ جس بارے میں سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین نے کلام کیا ہو اس کے مُتَعَلِّق خاموش رہنا ظُلْم ہے اور جس کے مُتَعَلِّق سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین خاموش ہوں اس بارے میں کلام کرنا تکلّف ہے۔ ایک عالِم فرماتے ہیں کہ حَق بات بڑی بھاری ہوتی ہے جس نے اس کی حُدُود پار کرنے کی کوشش کی اس نے ظُلْم کیا اور جس نے کوشش کی مگر باز آ گیا وہ عاجِز ہے اور جو حَق کے ساتھ کھڑا رہا اسے یہی کافی ہے۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے منقول ہے: تم پر لازِم ہے کہ ایسا درمیانہ راستہ اِخْتیار کرو کہ جو اس راستے سے آگے بڑھ جانے والے ہیں وہ واپس اس مَقام پر لوٹ آئیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ وہاں تک پہنچ جائیں۔[1]

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ کسی بدمذہب کی اس کے منکر ہونے کی وجہ سے کوئی بات نہیں سنتے تھے۔ البتہ! اس کی بِدْعَت پر گہری نظر رکھتے اور مُناظرہ ومُجادَلہ سے اس کا خوب رَدّ فرماتے اور اس سلسلے میں ہمیشہ آثار وسُنَن سے دلائل دیتے۔

(یہاں صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی عام لوگوں کو مُخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ پس تمہیں بھی اَسلاف کی سنّت پر عَمَل کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ) اگر وہ بدمذہب حَق بات مان لے تو تمہارا دینی بھائی ہے اور تم پر اس کی دوستی لازِم ہے اور اگر وہ بِدْعَت سے رُجُوع نہ کرے اور حق بات ماننے سے اِنکار کر دے تو پھر تم پر لازِم ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے اس سے قطع تعلّق کر لو کیونکہ اس کا بدمذہب ہونا نہ صِرف معلوم ہو چکا ہے بلکہ یہ بھی ثابِت ہو چکا ہے کہ وہ دشمنِ دین ہے اور اس نے راہِ خُدا کو

[1]......الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، البقرة، تحت الآیة: ۱۴۳، الجزء الثانی، ۱/ ۱۱۷
مصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام علی بن ابی طالب، ۸/ ۱۵۵، حدیث: ۴

چھوڑ دیا ہے۔ جان لیجئے کہ یہ راہِ اِعْتِدال ایسی ہے جسے ہمارے زمانے میں صِرف انہی لوگوں نے اِخْتیار کر رکھا ہے جو اس کی فضیلت اور سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے طریقے سے واقِف ہیں۔

شیطان کا اپنے چیلوں کو تسلی دینا

ابلیس لعین کے مُتَعلّق مروی ہے کہ اس نے دَورِ صحابہ میں اپنے لشکروں کو (شَر پھیلانے کے لیے) بھیجا مگر جب وہ پریشان حال واپس لوٹے تو اس نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ وہ بولے کہ ہم نے ان جیسے لوگ نہیں دیکھے، ہمیں ان سے کچھ حاصِل نہیں ہوا بلکہ انہوں نے تو ہمیں تھکا دیا ہے۔ ان کی یہ بات سن کر ابلیس لعین نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: تم ان پر غالِب نہ آسکو گے کہ یہ اپنے نبی کی صحبت میں رہے ہیں اور انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو نازِل ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ البتہ! ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن سے تم اپنی حاجات یقیناً پوری کرلو گے۔ چنانچہ جب تابعین کا زمانہ آیا تو اس نے دوبارہ اپنے لشکر بھیجے مگر وہ پھر خائِب و خاسِر پریشان حال لوٹے تو ابلیس لعین نے پوچھا: اب کیا ہوا؟ بولے: ہم نے ان سے بڑھ کر عجیب لوگ نہیں دیکھے، ہم ان سے چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں تو کامیاب ہو گئے تھے مگر جب دن کا اِخْتِتام ہونے لگا تو یہ اِسْتِغْفار کرنے لگے اور دن کے اوقات میں انہوں نے جو بُرائیاں کی تھیں وہ بھی نیکیوں میں بدل گئیں۔ شیطان نے پھر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: تم ان سے بھی کچھ حاصِل نہ کرسکو گے، کیونکہ یہ توحید کے سچّے اور اپنے نبی کی سنّتوں پر عَمَل کرنے والے ہیں۔ البتہ! ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن سے تم اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو گے، تم ان سے کھیلو گے، ان کی خواہشات کی لگام تھام کر جدھر چاہو گے انہیں چلاتے رہو گے۔ اگر وہ اِسْتِغْفار بھی کریں گے تو انہیں مَغْفِرت کی نوید نہ ملے گی، بلکہ وہ توبہ ہی نہ کریں گے کہ ان کی بُرائیاں نیکیوں میں بدل جائیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ پس قَرنِ اوّل (یعنی پہلی صدی ہجری) کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ جب شیطان لعین نے ان میں نفسانی خواہشات کے جال پھیلائے اور ان کے سامنے خِلافِ سنّت نئی نئی باتوں کو بنا سنوار کر پیش کیا تو انہوں نے ان نئی باتوں کو جائز سمجھتے ہوئے دین کا حصّہ بنالیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان بدْعتوں کا شِکار ہونے کی مُعافی طَلَب کرتے ہیں نہ بارگاہِ خُداوندی میں

حاضِر ہو کر توبہ کرتے ہیں۔ پس اس طرح دشمن (یعنی ابلیس اور اس کے لشکر) ان پر غالب آ گئے اور اب وہ جدھر چاہتے ہیں انہیں لے جاتے ہیں۔

گمراہی کی حلاوت

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں کہ گمراہی کی بھی ایک حلاوت ہوتی ہے جو گمراہ لوگوں کے دِل ہی محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ اِتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَعِبًا وَّ لَہۡوًا (پ۷، الانعام:۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا۔

﴿2﴾ اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ (پ۲۲، فاطر:۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جس کی نِگاہ میں اس کا بُرا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بَھلا سمجھا ہِدایت والے کی طرح ہو جائے گا۔

﴿3﴾ اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَ یَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ (پ۱۲، ھود:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر **اللہ** کی طرف سے گواہ آئے۔

سلف صالحین میں افضل کون؟

عِلْم وہی ہے جو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین اور ان کے پیروکاروں کے پاس تھا، چنانچہ انہی لوگوں کے نقشِ قَدَم پر چلا جاتا ہے اور انہی کی ہِدایت بھری باتوں کو مَشْعَلِ راہ بنایا جاتا ہے۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کا نام سرفہرست ہے، انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور سکینہ کی دولت میسر تھی۔ ان کے بعد سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں تابعین عظام کا نام آتا ہے کہ جنہوں نے صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی خوب پیروی کی اور زُہد و تقویٰ کے پیکر بن گئے۔

عالِم کو کیسا ہونا چاہئے؟

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) عالِم وہی ہے جو لوگوں کو وہی حالت اپنانے کی دَعْوَت دے جو اس کی اپنی ہے یہاں تک کہ وہ سب اسی جیسے ہو جائیں۔ یعنی اس بندۂ

خدا کی دنیا سے کنارہ کشی دیکھ کر لوگ بھی دنیا سے کنارہ کش ہو جائیں۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ اس بندے کے پاس بیٹھو جس کا عِلْم تم سے باتیں کرے اور اس کے پاس مت بیٹھو جس کی زبان تم سے باتیں کرے۔

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے: عَمَل سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو، صِرف زبان سے وعظ مت کرو۔

حضرت سَیِّدُنا سہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا قول ہے کہ عِلْم عَمَل کو پکارتا ہے، اگر وہ جواب دے تو رُک جاتا ہے ورنہ کوچ کر جاتا ہے۔

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی اس مفہوم پر دلالت کرنے والی ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ہمارا بہترین ساتھی و ہم نشین کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: جسے دیکھتے ہی تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے لگو، جس کا بولنا تمہارے عِلْم میں اِضافہ کرے اور جس کا عَمَل تمہیں آخِرَت کی یاد دلائے۔[1]

دنیا کے طلب گار عالم کی ہم نشینی بہت بری ہے

اُس عالِم کی ہم نشینی بہُت بُری ہے جو دنیا کا طالِب ہو اور دنیا داروں کی مِثْل ہونا چاہے کہ وہ اسے دیکھ کر اپنی حالَت پر رشک کریں (یعنی وہ یہ سمجھیں کہ ایسا دین دار ہونے سے ہمارا دنیا دار ہونا ہی بہتر ہے)۔ ایسا عالِم لوگوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف نہیں بلاتا بلکہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ نیز یہ دنیاداروں (کی عنایات) کا حریص ہوتا ہے مگر وہ لوگ اسے کوئی اَہَمِیَّت نہیں دیتے۔

انبیائے کرام کے وارِث کون؟

حقیقی عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام ہی اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارِث ہیں، یہی لوگ متقی و پرہیز گار ہیں، دنیا کی فُضُولیات سے بچتے ہیں، عِلْمِ یقین و قدرت کی ترجمانی کرتے ہیں، رائے اور نفسانی خواہش

---

[1] ......مسند ابی یعلٰی، مسند ابن عباس، ۲/ ۴۳۲، حدیث: ۲۴۳۱

سے کلام کرتے ہیں نہ شبہات و آرا کے مُتَعَلِّق کوئی کلام کرتے ہیں۔ ان عُلَمائے ربانیین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کا سلسلہ کسی کے کہنے سے خَتْم ہوگا نہ کسی باطِل کے چاہنے والے جاہِل کی باتوں سے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا **عبدالله** بن عَمْرو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرَت نشان ہے: اس اُمّت کے ابتدائی لوگ زُہد ویقین کے باعث بچ گئے مگر بعد والے بُخل اور جھوٹی اُمّیدوں کے سَبَب ہلاک وبرباد ہو جائیں گے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ مَرْعَشِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نے مجھے (ایک مکتوب میں) لکھا: آپ کا اس شخص کے مُتَعَلِّق کیا خیال ہے جو اکیلا ہو اور کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اس کے ساتھ مل کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے، سوائے ایسے گناہ گار شخص کے کہ جس کے ساتھ باہَم گفتگو کرنا بھی مَعْصِیَّت ہو؟ انہوں نے ایسا اس لیے لکھا کہ انہیں کوئی اہلِ ذکر نہ ملا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے عرض کی: اے ابو محمد! کیا آپ اہلِ ذکر کو جانتے ہیں؟ تو آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اِرشَاد فرمایا: وہ لوگ ہم سے مخفی نہیں۔

جاہل علما سے دوری بہتر ہے

اَبدال حضرات لوگوں سے قطع تعلّق کر کے زمین کے مختلف کونوں میں جا بسے ہیں، بلکہ وہ جمہور کی آنکھوں سے بھی اَوجھل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان میں آج کے دَور کے عُلَما کو دیکھنے کی ہِمّت ہے نہ ان کی باتیں سننے کی طاقت۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عُلَما اَسرارِ اِلٰہیہ سے واقِف نہ ہونے کے باوُجُود خود کو عالِم کہلاتے ہیں اور لوگ بھی انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ (جھوٹے عُلَما اور انہیں عُلَما سمجھنے والے لوگ) سب جاہِل ہیں اور جو جاہِل اپنی جَہالَت سے واقِف نہ ہو اس کے مُتَعَلِّق حضرت سَیِّدُنا سہل تُسْتَرِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سب سے بڑی مَعْصِیَّت جَہالَت سے ناواقِف ہونا ہے۔ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین پر (موجودہ دَور کے عُلَما کے بجائے) عام لوگوں کو دیکھنا اور غافلین کی باتیں سننا زیادہ آسان ہے، جس کی چند وُجُوہات ہیں:

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، ص ۳۵، حدیث: ۵۲

⟸ وہ دنیا کے جس کونے میں بھی رہیں غفلت سے جُدا نہیں ہوتے۔

⟸ یہ عام لوگ دینی مُعَامَلات میں جھوٹی باتوں کو بَنا سَنْوار کر پیش نہیں کرتے۔

⟸ دوسرے مومنین کو دھوکا نہیں دیتے۔

⟸ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ عُلَما ہیں۔

⟸ یہ عِلْم سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی جہالَت کا اِعْتِراف کرتے ہیں۔

⟸ یہ لوگ رحمتِ خداوندی کے قریب اور اس کی ناراضی سے دور رہتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی مزید فرماتے ہیں کہ جَہالَت کی وجہ سے پیدا ہونے والی قَساوَتِ قلبی گناہوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی قَساوَتِ قلبی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ جاہِل شخص عِلْم کے دامَن سے وابستہ نہیں ہوتا اور غَلَط باتوں کا دعویٰ کرنے لگتا ہے جبکہ عملاً گناہ گار شخص (کم از کم) عِلْم کے دامَن سے تو وابستہ رہتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ عِلْم ایک دوا ہے جو بیماریوں میں شِفا کا کام کرتی ہے اور فسادِ اَعمال کا تدارُک کر کے انہیں جڑ سے خَتْم کر دیتی ہے۔ جبکہ جَہالَت ایک بیماری ہے جو نیک اَعمال کو برباد کر دیتی ہے اور یوں نیک اَعمال بھی بُرائیوں میں بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا خود فیصلہ کیجئے کہ جو شے نیکی کو بُرائی میں بدل دے اور جو شے بُرائی کو نیکی میں بدل دے ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔

(پ۱۱، یونس: ۸۱)

﴿2﴾ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہم نیکوں کا نیگ (ثواب) نہیں گنواتے (ضائع نہیں کرتے)۔

(پ۹، الاعراف: ۱۷۰)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ فرمانِ عالیشان اس بات پر بہُت بڑی دلیل ہے کہ عَمَل میں کوتاہی کرنے والا ایک عالِم مُجاہَدات میں مشغول عابِد سے اَفضل ہوتا ہے۔

(مزید فرماتے ہیں) یاد رکھئے! جب کوئی بندہ ہر مُعَاملے میں دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ رہے تو آخر کار وہ ان سب سے کٹ جاتا ہے اور کوئی بھی اس سے مانوس نہیں ہوتا لیکن اگر وہ لوگوں کے (سب مُعَامَلات

سے تو جُدا نہ ہو بلکہ) اکثر مُعَامَلات سے اپنا ناطہ توڑ لے تو آخر کار وہ اکثر لوگوں سے جُدا ہو جاتا ہے اور اگر وہ بعض مُعَامَلات میں ان سے جدا اور بعض میں ان کے ساتھ رہے تو (اسے چاہئے کہ صِرف) نیک لوگوں کے ساتھ اپنا میل جول بڑھائے اور بُرے لوگوں سے دُور ہی رہے۔

آثار واَخبار نَقْل کرنے کی فضیلت

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے اس کِتاب میں سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی روایات یا صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام کے جو اَقوال ذکر کئے ہیں وہ سب اپنی قُوَّتِ حافِظہ سے قلم بند کئے ہیں اور تقریباً تمام آثار و اَخبار میں رِوایَت بالمعنی[1] کا اِلتِزام

[1] ......کسی کی بات کو آگے دوسروں تک پہنچانے کے دو طریقے ہیں۔ (1) اس کے بولے گئے الفاظ کو بعینہ نقل کر دیا جائے اس طریقے سے بیان کردہ بات کو رِوَایَت بِاللَّفْظ کہتے ہیں۔ (2) کسی کی بات کا مفہوم بیان کر دیا جائے یا وہ بات اختصار کے ساتھ بیان کی جائے یا ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں کہ مفہوم تبدیل نہ ہو۔ ایسی بیان کردہ بات کو رِوَایَت بِالْمَعْنٰی کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شریعت نے ان دونوں طریقوں کو جائز قرار دیا ہے یا نہیں؟ لہٰذا جان لیجئے کہ شریعتِ اسلامیہ کے دو بنیادی ماخذ یعنی قرآن وسنّت پر مسلمانوں کا صدیوں سے عمل ہے اور ہم تک یہ دونوں ماخذ روایت کے طریقے سے ہی پہنچے ہیں، مگر قرآنِ کریم کلامِ باری تعالٰی ہے اس کی رِوایَت میں اَلفاظ تبدیل کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ امام اہلسنّت، مُجَدِّدِ دین وملّت، اعلیٰ حضرت سَیِّدُنا مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: قرآنِ عظیم کے نَظم کریم و حکم عظیم دونوں کے ساتھ تعبّد ہے اس میں نقل بالمعنیٰ جائز نہیں۔ البتہ حدیثِ پاک کا مُعَامَلہ قرآنِ مجید سے جدا ہے اور اس میں دو صورتیں ہیں۔ اگر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بیان کردہ وہ الفاظ جَوَامِعُ الْکَلِم ہیں (یعنی الفاظ کم مگر معانی کثیر ہوں) تو ان کو ویسے ہی بیان کیا جائے گا اور ان میں کوئی تبدیلی جائز نہیں اور اگر وہ جَوَامِعُ الکَلِم سے ارشاد نہ ہوئے ہوں تو پھر رِوَایَت بِالْمَعْنٰی جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ شریف کی ستائیسویں جلد میں رِوَایَت بِالْمَعْنٰی کے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت ارشاد فرماتے ہیں: روایتِ حدیث کے دونوں طریقے ہیں: روایت باللفظ و روایت بالمعنی۔ خود حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تحدیث بالمعنی کی اِجازت فرمائی ہے۔ مزید اِرشاد فرماتے ہیں: حدیث کے حکم کے ساتھ تعبّد ہے جو الفاظ کریمہ جَوَامِعُ الکَلِم سے اِرشاد ہوئے ہیں وہ بِعَیْنِہَا منقول ہیں اور باقی میں لفظ پر اقتصار موجب ضِیق وعُسر تھا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ اور وہ یقیناً حدیث ہے۔ اس کے بعد ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ فرمائے: زید سے کہو کہ ابھی آئے۔ اس پر حکم پہنچانے والا زید سے جا کر کہے کہ ظلِ سبحانی نے فرمایا ہے: فوراً حاضر ہو۔ تو بے شک اس نے بادشاہ ہی کا حکم

کیا ہے مگر بعض روایات ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس تھیں اور ان تک ہماری رسائی بھی ممکن تھی لہٰذا ہم نے ان میں اَلفاظ کا بھی خیال رکھا اور جو ہماری پہنچ سے دور تھیں اور ہم انہیں حاصِل بھی نہ کر سکے تو ان کی خاطِر زیادہ کوشِش بھی نہ کی۔ اب ہم اس سلسلے میں اگر حق پر ثابِت قدم رہے ہیں تو یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ بہترین توفیق اور تائید کی بدولت ہے اور اگر اس میں کوئی خَطا ہو گئی ہے تو یہ ہماری غَلَطی ہے جو غفلت کا نتیجہ ہے۔ یا ہم سے کہیں نِسیان و عُجلت کا مُظاہرہ ہوا ہے تو یاد رکھئے کہ نسیان و عُجلت کا مُظاہرہ ہمیشہ شیطانی عَمَل دخل سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی وہی کہیں گے جو حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا تھا یعنی ہمارا قول ان کی رائے کے تابع ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بیان اور ثابِت قَدَمی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا ہے اور عُجلت و نِسیان شیطان کی پیداوار ہے۔[1] یعنی عُجلت و نِسیان کا واسِطہ و سَبَب شیطان ہے، نیز بندے کا توفیق کی کمی کا شِکار ہونا بھی عُجلت کا ایک سَبَب ہے۔

روایت بالمعنیٰ میں شرط

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے جہاں کثیر روایات میں اَلفاظ کا اِہتِمام نہیں کیا وہیں تمام روایات میں مفہوم و معنیٰ سے بھی رُوگردانی نہیں کی۔ کیونکہ میرے نزدیک اَلفاظ کا اِہتِمام لازِم وضَروری نہیں بشرطیکہ **جب آپ رِوایت بالمعنیٰ کریں تو آپ پر لازِم ہے کہ آپ کلام میں ہونے والی تبدیلی اور مختلف مَعانی و مَفاہیم کے فرق کو بخوبی جانتے ہوں اور تحریف یا لفظی ہیر پھیر سے بھی اِجْتِنَاب کریں۔**

پہنچایا اور بادشاہ ہی کی بات نقل کی۔ مزید فرماتے ہیں کہ حدیث کے جب معنیٰ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ثابت اور صحیح ہیں تو اسے موضوع نہیں کہہ سکتے ورنہ صحیحین کی صدہا حدیثیں مَعَاذَ اللّٰہ موضوع ہو جائیں گی۔ ہاں اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ یہی الفاظ بِعَیْنِہَا زبانِ اقدس سے صادِر ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت نہ ہو تو وہ سخت خاطی ہے اور اگر دانستہ کہے تو مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ میں داخل۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم (فتاویٰ رضویہ، ۲۷/ ۴۹تا۵۰)

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/ ۴۴۳، حدیث: ۴۲۴۰، بدون ذکر النسیان

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے بھی رِوایت بالمعنٰی میں رُخصت دی ہے۔ ان میں سے حضرت سَیِّدُنا علی، ابن عباس، اَنس بن مالک، واثِلہ بن اَسْقَع اور ابو ہُرَیرہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی شامِل ہیں۔ تابعین کی بھی ایک کثیر تعداد رِوایت بالمعنٰی کی قائل تھی جن میں اِمامُ الائمہ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری، امام شعبی، عَمْرو بن دینار، ابراہیم نخعی، مُجاہِد وعِکْرِمہ جیسے جلیل القدر بزرگ شامِل ہیں۔ ہم نے ان کی کِتابوں سے یہ اَخبار و آثار اَلفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا امام ابن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ المَتِین فرماتے ہیں کہ میں ایک ہی حدیث 10 راویوں سے سنتا تو سب کے اَلفاظ مختلف ہوتے مگر مفہوم ایک ہی ہوتا۔

سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَحادِیثِ مُبارَکہ کی رِوایت میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِختِلاف مروی ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض مکمل روایات بیان کرتے تو بعض مختصر اور بعض صِرف معنٰی و مفہوم کو ہی کافی جانتے اور بعض دو مُتَرادِف لفظوں میں تغیر وتبدّل کی وُسْعَت پاتے کہ معنٰی ومفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو رہی تو ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیتے۔ مگر ایسا وہ اپنی خواہش کی بنا پر کرتے نہ ان کا جھوٹ باندھنے کا کوئی ارادہ ہوتا بلکہ ان سب کا مقصد تو سچ بیان کرنا اور جو سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا تھا اس کا مفہوم بیان کرنا ہوتا۔ پس اس لیے احادیث کی رِوایت میں انہوں نے وُسْعَت سے کام لیا اور وہ کہا کرتے کہ جھوٹ کا اِطلاق اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔

حضرت سَیِّدُنا عمران بن مسلم رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی سے عرض کی: اے ابو الحسن! بے شک آپ حدیث بیان کرتے ہیں (اور ہم بھی) مگر جب آپ ہم سے کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ کے بیان کرنے، لکھنے اور بولنے کا انداز بہُت خوب ہوتا ہے۔ اِرشاد فرمایا: جب تم معنٰی ومفہوم کی حقیقت تک پہنچ جاؤ تو ایسے انداز میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا نَضر بن شُمَیل نحوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ہِشام رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ ماہرِ کلام تھے مگر میں تمہارے سامنے ان کی باتوں کو اِعراب (یعنی زیر، زبر اور پیش وغیرہ) کا لباس پہنا کر پیش کرتا ہوں۔

صاحبِ قُوت کا اُسلُوبِ روایت

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم جب بھی کوئی رِوایت نقل کرتے ہیں تو اس کے مُتعَلِّق کہتے ہیں: او کما قیل، نحوہ، شبھہ، بمعناھا۔ حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعالٰی عَنْہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو ایسے ہی کہتے اور حضرت سَیِّدُنا سلیمان تیمی[1] عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی بھی جو حدیثِ پاک بیان کرتے ایسے ہی کہتے۔

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے کہ جب تم کسی شخص کو اَلفاظِ حدیث کے مُعاملے میں سختی سے عَمَل کرتے ہوئے پاؤ تو جان لو کہ وہ در حقیقت یہ کہہ رہا ہوتا ہے: مجھے پہچان لو۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن سعید قطان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان سے کسی حدیثِ پاک کے اَصلی اَلفاظ کے مُتعَلِّق پوچھا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: اے فلاں! ہمارے پاس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کِتاب سے بڑھ کر کوئی عظیم شے نہیں مگر اس میں بھی سات قراءتوں کی رُخصت دی گئی ہے، لہٰذا احادیثِ پاک کے اَلفاظ میں شِدّت مَت اِختیار کر۔

مقطوع و مُرسَل روایات کو شاملِ کتاب کرنے کی وُجوہات

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے اپنی اس کِتاب میں بعض مُرسَل اور مقطوع روایات بھی ذکر کی ہیں اور بعض ایسی روایات بھی ہیں جن کی سند میں کلام کیا گیا ہے،

---

[1] ......حضرت سَیِّدُنا سلیمان تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کی نِسبَت میں اِختِلاف مروی ہے بعض کُتُب میں تیمی کی جگہ تیمی مروی ہے۔ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 826 صفحات پر مشتمل کتاب قوت القلوب اردو جلد اول کے صفحہ نمبر 108 پر جو تَسبِیحَاتِ اَبِی الْمُعْتَمِر مذکور ہیں وہ انہی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہ بصرہ کے مشہور بزرگانِ دین میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو المعتمر ہے، آپ نے حضرت سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللّٰہُ تَعالٰی عَنْہ سے احادیث رِوایَت کیں جبکہ آپ سے حضرت سیدنا سفیان ثوری و شُعبہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہِما وغیرہ نے احادیث روایت کیں۔ وصال ۱۴۳ہجری میں ہوا۔ آپ کے شہزادے حضرت معتمر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان قسم اٹھا کر فرماتے کہ میرے والد گرامی نے 40 سال تک عشاء کے وُضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ آپ کے وِصال کے بعد حضرت سَیِّدُنا رقبہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رب العزت کا دیدار کیا تو مجھے فرمایا گیا: میری عزّت کی قسم! میں ضرور سلیمان تیمی کی اُخروی آرام گاہ کو عزّت و کرامت سے نوازوں گا۔

(الثقات لابن حبان، الرقم: 1418 سلیمان بن طرخان التیمی، ۲/۱۸۳)

مگر یاد رکھئے کہ ایک مقطوع و مُرسَل رِوایَت سند کے بعض راویوں کے لحاظ سے صحیح بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ راوی اَئمۂ حدیث ہوں۔

اس کے لیے ہم نے ایسی روایات کو بعض وُجُوہ کی بنا پر اپنی اس کِتاب میں نَقْل کیا ہے:

☜ ہمیں ان روایات کے باطِل ہونے کا یقین نہیں۔

☜ ہمارے پاس انہیں رِوایَت کرنے کی دلیل و حُجّت ہے اور وہ یہ کہ یہ رِوایَت ہم سے بیان کی گئی اور ہم نے اسے سنا۔ اب اگر ہم سے عِنْدَ اللہ اس کی حقیقت جاننے میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو اُمّید ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کرم سے اسے مُعاف فرما دے گا۔ جیسا کہ اَسباط نے کہا:

(مُراد یہ ہے کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں نے کہا تھا یعنی جب خُدّام مِصر نے سَیِّدُنا بنیامین کے سامان سے پیالہ بر آمد کیا تو سب سے بڑا بھائی اپنے دوسرے بھائیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ واپس جا کر حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کرنا)

یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ (۸۱) (پ۱۳، یوسف: ۸۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے عِلْم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔

پس عِنْدَ اللہ ان سب سے حقیقت سمجھنے میں غَلَطی ہوئی مگر دلیل پائے جانے کے سبب انہیں معذور سمجھا گیا اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے پیالے کے اپنے بھائی بنیامین کے سامان سے بر آمد ہونے کی گواہی دی تھی۔

روایت کے ضعیف ہونے کی چند وجوہات

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں)

☜ ضعیف حدیثیں جو مُخالِفِ کِتاب و سنّت نہ ہوں ان کا رَدّ کرنا ہمیں لازِم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں۔[1]

---

[1] ......یہ ترجمہ حُصولِ برکت کے لیے فتاویٰ رضویہ شریف سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ فضائلِ اَعمال میں حدیثِ ضعیف پر عَمَل کی بحث میں یہ قول نقل کرنے بعد اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ العِزَّت فرماتے ہیں: لاجَرَم عُلَمائے کِرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ اَحکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہو گی جبکہ جانبِ اِحتیاط میں ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵/ ۴۹۶)

☜ ہمیں حُسنِ ظن رکھنے اور بد گمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز بد گمانی کی مذمّت بیان کی گئی ہے۔

☜ احادیثِ مُبارَکہ کی صِحّت و حقیقت جاننے کا صِرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ خود سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کرتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری باتیں اپنے کانوں سے سنتے۔ چونکہ اب اس کی کوئی صُورت نہیں لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ اَسلاف کی تقلید کریں اور حُسنِ ظن رکھتے ہوئے ان کی روایات کی تصدیق کریں کہ نقل کرنے میں ہمارے دلوں میں سکون اور چہروں پر نرمی ہو اور ہم یہ یقین رکھیں کہ یہی حق ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا ہے۔

☜ نیز ہم پر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے مُتعلّق یہ عقیدہ رکھنا بھی لازِم ہے کہ وہ سب ہم سے بہتر تھے۔ جب ہم سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جھوٹ باندھنے کی جُرْأت کر سکتے ہیں نہ تابعینِ عظام پر، تو ان لوگوں کے جھوٹا ہونے کے مُتعلِّق کیسے بد گمانی کر سکتے ہیں جو ہم سے پہلے گزرے ہیں، اس لیے کہ بہُت سی ضعیف روایات صحیح اَسناد سے بھی مروی ہیں۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہم جن روایات کو ذکر کر رہے ہیں:

☜ وہ ایک سند کے لحاظ سے تو ضعیف ہوں مگر اِحْتِمال مَوجُود ہے کہ دوسری سند کے لحاظ سے صحیح ہوں کیونکہ ہم نے کامِل عِلْم کا اِحاطہ نہیں کیا۔

☜ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک رِوایَت ایک مُحدِّث کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے تو دوسرے کے نزدیک قوِی۔ ایک مُحدِّث کسی راوی پر جرح کرتا ہے اور اسکی مَذمّت بیان کرتا ہے تو دوسرا اسے عادِل قرار دیتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ جب مُعامَلے میں اس طرح اِخْتِلاف ہو تو کسی ایسے شخص کے قول کی وجہ سے حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا جس کا مرتبہ راوی سے کم یا ہم مِثل ہو۔

☜ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اَوقات جن باتوں کی وجہ سے حدیثِ پاک کے راویوں کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے اور ان کی روایات کو صحیح نہیں مانا جاتا ان باتوں کو فقہائے کِرام باعثِ جَرْح وضُعْف سمجھتے ہیں نہ عُلَمائے ربّانیّین۔ مثلاً

☜ راوی کے گمنامی پسند کرنے کی وجہ سے وہ مجہول (یعنی مشہور نہ) ہو حالانکہ گمنامی و عدمِ شُہرت کو

شَریعَت نے خود مُستَحَب قرار دیا ہے۔

☜ اس کے شاگرد کم ہوں اور لوگوں کو اس کی باتیں بَہُت کم معلوم ہوئی ہوں۔

☜ وہ اس رِوایَت کے اَلفاظ میں مُنْفَرِد ہو۔

☜ اس نے جو حدیثِ پاک یاد کی تھی یا جو اس کے ساتھ خاص ہے دوسرے ثِقات سے اس طرح مروی نہ ہو۔

☜ اس نے رِوَایَتِ حدیث میں لفظوں کا اِہتِمام نہ کیا ہو یا جب اس نے وہ حدیثِ پاک یاد کی تھی تو لفظوں کی جانِب زیادہ دھیان نہ دیا تھا۔

☜ بعض اَوقات مُحَدِّثِین کِرام سخت کلام کرتے اور نقد و جرح میں حد سے تجاوُز کر جاتے ہیں اور لفظوں کے مُعَامَلے میں زِیادَتی سے کام لیتے ہیں اور بعض اَوقات یہ ناقِدین جس راوی کے بارے میں کلام کرتے ہیں وہ ان سے نہ صِرف افضل ہوتا ہے بلکہ عُلَمَائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کے نزدیک مرتبے میں بھی اعلیٰ ہوتا ہے لہٰذا اس صُورَت میں ان کی جرح انہی پر لوٹ آتی ہے۔

☜ کسی راوی پر ایسا لباس دیکھا جائے یا اس سے ایسا کلام سنا جائے جس کی وجہ سے فقہائے کرام اسے مجروح سمجھیں تو اس کی وجہ سے مُحَدِّثِین کِرام بھی اس کی روایات کو اچھّا نہیں سمجھتے۔

☜ بعض اَوقات مُحَدِّثِین ایسے راوی کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں جو عُلَمَائے آخِرَت و اَہْلِ مَعْرِفَت سے ہوتا ہے اور رِوَایَتِ حدیث میں اس کا مذہب ان سے جُدا ہوتا ہے اور وہ رِوَایَتِ حدیث میں اپنے مذہب پر عَمَل پیرا ہوتا ہے۔ پس اس پر ان کا مذہب حُجّت نہیں مگر ان پر اس کا مذہب حُجّت ہے کیونکہ اس کا مرتبہ اپنے جیسے عُلَما کے نزدیک اس مُحَدِّث سے کسی صُورَت کم نہیں جس نے اسے ضعیف قرار دیا کیونکہ اس مُحَدِّث نے ایسی رائے قائم کی جو اس کے مذہب کے مُطابِق نہ تھی۔

قابِل حجت حدیثِ مبارکہ کی مختلف صورتیں

☜ ایک عالِم فرماتے ہیں کہ حدیث کے حدیث ہونے کے مُتَعَلِّق اگر صِرف ایک ہی شہادت ملے تو حُسْنِ ظَن رکھتے ہوئے اس کا حدیث ہونا مان لیا جائے گا جیسا کہ بالضرورۃ کسی مُعَامَلے میں ایک

ہی شہادت پائی جائے تو اسے ماننا جائز ہے۔ جیسا کہ دائیہ وغیرہ کی شہادت۔ ایسا ہی ایک قول حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے بھی مروی ہے۔ بہر حال حدیث جبکہ قرآنِ عظیم یا کسی حدیثِ ثابت کے مُنافی نہ ہو اگرچہ کِتاب وسنّت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے [1] تو بشرطیکہ اس کے معنیٰ مُخالفِ اِجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجِب کرتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ [2] چنانچہ میں ضعیف رِوایَت کو رائے اور قیاس سے زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ حضرت سَیِّدُنا امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کا بھی یہی مذہب ہے۔

کوئی حدیث ایک دو زمانوں تک مُتَداوِل (رائج، عام) تھی یا تیسری صدی میں بھی رِوایَت ہوتی رہی یا کسی ایک ہی زمانے میں بیان ہوئی اور اس دَور کے عُلَمائے کِرام نے اسے حدیث ماننے سے اِنکار نہ کیا اور وہ اس قدر مشہور ہو گئی کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے اس پر عمل کو ناپسند

---

[1] ......اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت فتاویٰ رضویہ شریف میں قوت القلوب کے اس مقام کے مُتَعلِّق فرماتے ہیں: خصوصاً اَذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی مبیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجِب نہیں۔ اس استحباب و انکارِ وُجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح نہ آئی کہ وُجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب اعلیٰ و اجل کلامِ امام ابو طالب مکی ہے اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رَدِّ صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشھد لہ" (اگرچہ کتاب وسنّت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵/ ۵۰۲)

[2] ......فضائلِ اَعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل کی بحث میں یہ مکمل قول نقل کرنے بعد اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت فرماتے ہیں: یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حُضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اس اَمر میں کِتاب وسنت وِاجماعِ اُمّت کی کچھ مُخالَفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ اَقُول: امام ابو طالب مکی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے قول "یُوجِبُ القبول" سے تاکید مُراد ہے، جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجِب ہے۔ دُرِّ مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامُل ہے، پس ان کی اِتّباع واجِب ہے (وُجوب بمعنیٰ ثُبوت ہے) یا اس میں اس مَسلک کی طرف اِشارہ ہے جو مُجاہَدہ کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اَسرار کو ہمارے لیے مُبارَک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہُت سے مُباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں۔ یا یہ ان (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو مجتہدین میں شُمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے۔ جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مَقام اور شان ہے جو شَریعَتِ عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵/ ۴۸۴)

نہ جانا تو ایسی حدیث بھی قابلِ حُجّت ہوتی ہے اگرچہ اس کی سَنَد میں کلام ہی مروی ہو، ہاں اگر وہ کِتاب و سنّت یا اِجماعِ اُمّت کے مُخالِف ہو یا اس رِوایت کے نقل کرنے والوں کا جھوٹ دُو امِاموں کی گواہی سے ثابِت ہو جائے تو ایسی حدیث قابلِ حُجّت نہ رہے گی۔

کوئی حدیث باطِل نہیں

حضرت سَیِّدُنا وکیع بن جرّاح عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح فرماتے ہیں کہ کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں یہ حدیث باطِل ہے کیونکہ حدیث کا مَقام اس بات سے بہُت بُلند ہے کہ اس کی طرف باطِل کی نسبت کی جائے۔

احادیثِ مبارکہ کی تعداد

حضرت سَیِّدُنا امام ابو داود عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَدُوْد نے حضرت سَیِّدُنا ابو زُرعہ رازی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا ایک قول نقل کیا ہے کہ جب سرورِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جہانِ فانی سے ظاہری پردہ فرمایا تو 20ہزار ایسی آنکھیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رُخِ زیبا کی طرف دیکھ رہی تھیں جن میں سے ہر ایک نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احادیث رِوایَت کی تھیں خواہ وہ ایک کلمہ پر مشتمل کوئی چھوٹی سی حدیث ہو یا ایک طویل رِوایَت۔ اس حِساب سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث کی تعداد شُمار سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو آپ نے اِرشاد فرمایا: ہم نے یہ حدیث نہیں سنی۔ تو اس نے پوچھا: کیا آپ نے سرورِ انبیا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تمام اَحادِیث سُن رکھی ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کی: کیا دو تہائی سنی ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ تو اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپ نے نصف ہی سنی ہوں؟ تو آپ نے جواب نہ دیا بلکہ خاموش ہی رہے تو وہ بولا: اس حدیث کو ان اَحادِیثِ مُبارَکہ میں شُمار کرلیں جو آپ نے نہیں سنیں۔

اسلاف کا ضعیف روایات قبول کرنا

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا یزید بن ہارون رَحمَۃُ

اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بڑے ذہین تھے اور عِلْمِ حدیث بھی جانتے تھے مگر اس کے باوُجود ایک ایسے شخص کی اَحادیث لکھا کرتے تھے جس کے مُتَعَلِّق جانتے تھے کہ وہ ضعیف ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اِسحاق بن رَاہُوَیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے عرض کی گئی: آپ کا اُن فوائد کے مُتَعَلِّق کیا خیال ہے جن میں مناکیر ہوں؟ کیا ہم ان میں سے اچھی اچھی باتیں لکھ لیا کریں؟ اِرشَاد فرمایا: منکر تو ہمیشہ منکر ہی ہوتا ہے۔ پھر عرض کی گئی کہ ضعیف راویوں کے مُتَعَلِّق کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: کبھی کسی وَقْت ان کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ گویا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک ضعیف راویوں سے روایات لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسند امام احمد کے مُتَعَلِّق کچھ مفید معلومات

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے استاذ) حضرت سَیِّدُنا ابو بکر مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں کہ آپ ضعیف راویوں سے مروی حدیث کو بھی ضَرورت جانتے تھے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ اس سلسلے میں وُسْعَت سے کام لیتے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی مسند میں ہر قسم کی احادیث ذکر کی ہیں۔ آپ کی مسند وہی ہے جسے ہم اپنے مشائخ سے اور وہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے بیٹے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** سے رِوایت کرتے ہیں۔ اس مسند میں آپ نے تمام اَحادیثِ مُبارَکہ کی صِحّت کا اِلْتِزام نہیں فرمایا۔ اس میں ایسی بہُت سی روایات مَوجُود ہیں جن کے مُتَعَلِّق ثِقات جانتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں حالانکہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل خود بھی ان ثِقات سے زیادہ ان روایات کے ضُعْف کو جانتے تھے مگر اس کے باوُجود آپ نے ان رِوایات کو اپنی مسند میں شامل کیا۔ اس لیے کہ آپ کا مقصود صِرف مسند کی تخریج تھا اور سند کی تصحیح کرنا مقصود نہ تھا، پس آپ نے جس رِوایت کو سنا اسے اسی طرح بیان کر دینا جائز سمجھا۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ۲۲۸ھ میں لوگوں کے سامنے احادیث بیان کرنا چھوڑ دیا تھا جبکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا وِصال ۲۴۱ھ میں ہوا۔ اس تمام عرصہ میں سوائے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بیٹے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** اور حضرت سَیِّدُنا ابن مَنِیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّفِیْع کے کسی نے بھی آپ سے سماعِ حدیث کا شَرَف

حاصل نہ کیا۔ ابن منیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کو یہ شرف ان کے دادا حضرت سَیِّدُنا احمد بن منیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کی خُصوصی سِفارش سے ملا تھا۔

❀ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاَوَّل فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان ایک حدیث کا انکار کر دیتے مگر پھر تھوڑی دیر بعد ہمارے پاس تشریف لاتے تو کہتے کہ یہ صحیح ہے میں نے اسے جان لیا ہے۔

❀ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا وکیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کبھی بھی کسی حدیث کا انکار نہ کرتے بلکہ جب بھی ان سے کسی حدیث کے مُتَعَلِّق پوچھا جاتا تو فرماتے: مجھے یاد نہیں رہا۔

❀ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی کے بھانجے فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے ایک مرتبہ بعض احادیث پر لکیر کھینچ دی مگر پھر انہیں صحیح قرار دے دیا اور میں نے انہیں پڑھ کر سنائیں، پھر میں نے عرض کی: آپ نے تو ان پر لکیر کھینچ دی تھی۔ اِرشَاد فرمایا: ان پر لکیر کھینچنے کے بعد میں نے سوچا کہ اگر میں نے انہیں ضعیف قرار دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کے نقل کرنے والے کو عادِل نہیں سمجھ رہا۔ اب اگر بارگاہِ خداوندی میں اس نے مجھے پکڑ کر پوچھ لیا کہ تم نے مجھے عادِل کیوں نہیں سمجھا؟ کیا تم نے مجھے کوئی ایسا کام کرتے دیکھا یا میری زبان سے کوئی ایسی گفتگو سنی؟ تو میرے لیے اس وَقت چھٹکارا و نَجات پانے کی کوئی حُجَّت نہ ہو گی۔

متقی و پرہیز گار سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا یہی مذہب تھا کہ وہ ضعیف روایات کو بھی مردود نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کا قول ہے کہ ہم نے حضرت سَیِّدُنا شُعْبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس اس لیے چھوڑی کہ وہ ہمیں غیبت میں اپنا شریک بنا لیتے تھے۔[1] اس لیے کہ ان کی باتیں راوِیوں کے ضُعْف کے

---

[1] ......غیبت کے یہ معنٰی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی بُرائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔ (بہارِ شریعت، ۳/ ۵۳۲) غیبت چونکہ حَرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام ہے لہٰذا بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن بالخصوص صُوفیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام ہر ایسی گفتگو سے بچنے کی کوشش کیا کرتے تھے جو غیبت شُمار ہوتی۔ یہاں صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بھی اسی جانِب اِشارہ کیا ہے۔ حالانکہ مذکورہ صُورت یعنی راویوں کا ضعف

بارے میں ہوتی تھیں۔ ایک بزرگ راویوں کو ضعیف قرار دینے کے مُتَعَلِّق فرمایا کرتے کہ اگر تم اس فعل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہتے ہو تب بھی تمہیں کوئی فائدہ ہو گا نہ نقصان۔

الحاصل

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے جو چند باتیں ذکر کی ہیں یہ مَعْرِفَتِ حدیث میں اُصُول کا درجہ رکھتی ہیں اور مَعْرِفَتِ حدیث ایک ایسا عِلْم ہے جو صِرف عارفین ہی جانتے ہیں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔ مگر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کے بعد اب ایسی قوم پیدا ہو چکی ہے جن کے پاس کوئی خاص عِلْم ہے نہ ان کی علمی حالت قابلِ ذکر ہے بلکہ ان کا تو عِبادَت سے بھی کوئی کام نہیں۔ انہوں نے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کا راستہ چھوڑ کر اپنے نُفُوس کے بہلاوے کے لیے ایک ایسا عِلْم بنا لیا ہے جس میں نہ صِرف خود مصروفِ عَمَل ہیں بلکہ جو ان کی باتیں سنتا ہے وہ بھی اس عِلْم میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں اور انہوں نے اَخبار و آثار کے نقل کرنے والوں کے معلول ہونے کے مُتَعَلِّق کلام کرنا شروع کر دیا ہے اور اب وہ اس تلاش میں ہیں کہ ناقلینِ احادیث کی لغزشوں کو جان سکیں۔ اس طرح انہوں نے بدمذہبوں کے لیے یہ راستہ فراہم کر دیا ہے کہ جب وہ روایات میں طعن دیکھیں تو سُنَن کو رَدّ کر دیں اور رائے اور قیاس کو ترجیح دیں۔ نیز جب لوگوں کو بِالْخُصُوص اس زمانے میں سنّت سے ہٹا ہوا پائیں تو اپنے نظر و قیاس پر عَمَل کرنے پر رشک کریں۔

جان لیجئے کہ وہ تمام اَحادِیْثِ مُبارَکہ جو اُمُورِ آخِرَت کی ترغیب دلائیں، دنیا سے کنارہ کشی اِخْتِیار کرنے پر آمادہ کریں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اَعمال و اَصحاب کے فضائل و مَناقِب کے بارے میں مروی ہیں، ہر حال میں قبول کی جائیں گی، خواہ مقطوع و مُرسَل ہی ہوں۔ ان سے منہ پھیرا جا سکتا ہے نہ انہیں

وغیرہ بیان کرنا غیبت میں شُمار نہیں ہوتا، جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: حدیث کے راویوں اور مُقدّمہ کے گواہوں اور مصنفین پر جرح کرنا اور ان کے عُیوب بیان کرنا جائز ہے اگر راویوں کی خرابیاں بیان نہ کی جائیں تو حدیث صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح مصنفین کے حالات نہ بیان کیے جائیں تو کُتُبِ مُعْتَمِدہ و غیر مُعْتَمِدہ میں فرق نہ رہے گا۔ گواہوں پر جرح نہ کی جائے تو حُقُوقِ مسلمین کی نگہداشت نہ ہو سکے گی۔ (بہارِ شریعت، ۳/ ۵۳۵)

رَدّ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جن اَحادیثِ مُبارَکہ میں قِیامت کی ہولناکیوں، اس کے زلزلوں اور دوسری بڑی بڑی مصیبتوں کا ذکر ہے، انہیں عقل کے پیمانے پر تولتے ہوئے ماننے سے اِنکار نہ کیا جائے گا بلکہ تصدیق و تسلیم کرتے ہوئے انہیں قبول کیا جائے گا۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کا یہی طریقہ تھا۔ اس لیے کہ عِلْم اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اُصول بھی اسی بارے میں مروی ہیں۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ جسے کتاب و سنّت سے کوئی فضیلت معلوم ہو اور وہ اس پر عَمَل کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس پر عَمَل کا ثواب عطا فرماتا ہے اگرچہ ویسا نہ ہو جیسے کہا گیا تھا۔ ایک رِوایَت میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو کوئی حق بات بیان کرے تو گویا میں نے ہی وہ حق بات کی ہے اگرچہ میں نے وہ بات نہ بھی کہی ہو۔ لیکن اگر کوئی باطِل رِوایَت کی نِسْبَت میری طرف کرے تو جان لو کہ میں باطِل بات کبھی نہیں کرتا۔

31ویں فصل کا اختتام

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس کتاب میں ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے مُتَعَلِّق ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اَعْلَم و اَحکَم ہے، اس کا عِلْم مُقَدّم ہے، وُہی عُلوم کے حقائق جانتا ہے، اسی کی جانِب تمام لوٹیں گے اور جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی حقیقی مددگار ہے۔ ہم میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد کے بغیر نیکیاں کرنے کی قوّت ہے نہ بُرائیوں سے بچنے کی طاقت۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

فصل 32

مَقاماتِ یقین اور اَحْوالِ اَہلِ یقین کی شرح

مقاماتِ یقین کے اُصول

مَقاماتِ یقین کے 9 سنہری اُصول ہیں جن کے مُطابِق مُتَّقِین کے مُختَلِف اَحْوال وارِد ہوتے ہیں:

﴿1﴾ توبہ ﴿2﴾ صَبر ﴿3﴾ شُکر ﴿4﴾ رِجا ﴿5﴾ خوف

﴿6﴾ زُہد ﴿7﴾ تَوَکُّل ﴿8﴾ رَضا ﴿9﴾ مَحبَّت

مقاماتِ یقین کا پہلا مقام

توبہ کے فرائض، فضائل اور تائبین کے اوصاف کا بیان

توبہ کی قسمیں

﴿1﴾ عام توبہ اور ﴿2﴾ خاص توبہ۔

﴿1﴾ عام توبہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں عام توبہ کا حُکم دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ (پ۱۸، النور: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس اُمّید پر کہ تم فَلاح پاؤ۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں یہاں) مُراد یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنا رُخ بارگاہِ خُداوندی کی طرف کرلو اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑلو، جن نفسانی لذّتوں میں گم ہو انہیں چھوڑ دو، اس اُمّید پر کہ آخِرت میں اپنی یہ سب خواہشات ولذّات پانے میں کامیاب ہو جاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی اَبدی نعمتیں پالو جنہیں زوال ہو گا نہ کبھی وہ خَتْم ہوں گی۔ اس لیے بھی (اے اِیمان والو! اپنا رُخ بارگاہِ خداوندی کی طرف کرلو) کہ بارگاہِ خُداوندی میں سُرخُرو ہو کر جنّت پانے میں کامیاب ہو جاؤ اور تمہیں جہنّم سے نَجات مل جائے کہ یہی حقیقی فلاح (یعنی کامیابی وکامرانی) ہے۔

﴿2﴾ خاص توبہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کو توبہ کا حکم دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ (پ۲۸، التحریم: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری بُرائیاں تم سے اُتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مُبارَکہ میں توبہ کی صِفَت **نَصُوح** ذِکر فرمائی ہے جس سے مُراد یہ ہے کہ ایسی توبہ کرو جو خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو۔ ایک قول کے مُطابِق اس سے مُراد ایسی توبہ ہے جو ہر شے سے خالی ہو اور اس کا تعلّق کسی شے سے ہو نہ کسی شے کا تعلّق اس کے ساتھ ہو۔

توبہ نصوح سے مراد

توبۂ نَصُوح یہ ہے کہ بندہ طاعَت پر اس طرح ثابِت قَدَم رہے کہ پھر مَعْصِیَّت کی جانِب مائل نہ ہو اور گناہ پر قدرت کے باوُجود دوبارہ کبھی اس کا مُرتَکِب نہ ہو بلکہ خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے گناہ اس طرح ترک کر دے جیسے اس نے نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس گناہ کا اِرْتِکاب کیا تھا۔

توبہ کرنے والے کا مَقام

جب کوئی بندہ بارگاہِ خُداوندی میں اس طرح حاضِر ہو کہ اس کا دل نفسانی خواہشات سے پاک ہو اور وہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت کا پیکر بھی ہو تو اسے اچھے خاتِمہ کی نوید ملتی ہے اور خیر آگے بڑھ کر اسے اپنے دامَن میں چھپا لیتی ہے، اس طرح بندہ توبۂ نَصُوح کی بَرَکت سے تَوَّاب، مُتَطَہِّر اور حَبِیب کے مَقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ پسند رکھتا ہے بہُت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ محتشم ہے: اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ یعنی توبہ کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حبیب ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔[1]

توبہ کے متعلق سَیِّدُنا حَسَن بصری کی رائے

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے توبۂ نَصوح کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: توبہ یہ ہے کہ بندے کا دِل نادِم ہو، زبان ہر لمحہ اِستِغفار میں مَصروف ہو، باقی تمام اَعْضا مَعاصی ترک کر دیں اور بندہ دل میں یہ پختہ اِرادہ کرلے کہ اب کبھی گناہ نہ کرے گا۔

توبہ کے متعلق سَیِّدُنا سَہل تُستَری کی رائے

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: انسان پر توبہ سے بڑھ کر کوئی شے لازِم نہیں اور توبہ نہ کرنے سے بڑھ کر کوئی عذاب بھی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ لوگ توبہ سے غافِل ہیں۔

ایک بار آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: جو یہ کہتا ہے کہ "توبہ فَرض نہیں" وہ کافِر ہے اور جو ایسے شخص کے قول سے راضی ہو وہ بھی کافِر ہے۔ بلکہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تو یہاں تک فرمایا کرتے کہ سچّی توبہ کرنے والا وہ ہے جو ہر لمحہ اور ہر سانس نیکیوں میں ہونے والی غفلت سے توبہ کرتا ہے۔

توبہ نہ کرنا اندھا پن ہے

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے توبہ نہ کرنے کو اندھا پن قرار دیا اور اسے اِتِّباعِ ظَن اور ذِکْرِ خُداوندی کا بھول جانا شُمار کیا، نیز اِرشاد فرمایا: جو گمراہ ہو جاتا ہے ذِکْرِ خُداوندی بھول کر اِتِّباعِ ظَن میں مشغول ہو جاتا ہے اور مَغْفِرت چاہتا ہے مگر توبہ کرتا ہے نہ عجز و انکساری کا اِظْہار کرتا ہے۔

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ۴/۴۹۱، حدیث: ۴۲۵۰، دون: التائب حبیب الله
نوادرالاصول، الاصل السادس والمائتان، ۲/۷۶۰، حدیث: ۱۰۳۰، بتقدم وتاخر

توبہ کے ارکان

توبہ کے بعض اَرکان (فرائض) ہیں جو پورے کرنا توبہ کرنے والے پر لازِم اور ضَروری ہیں۔ وہ اپنی توبہ میں ان کے بغیر سچا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اَرکان یہ ہیں:

﴿1﴾ ← اِقْرارِ گُناہ ﴿2﴾ ← نَفْس پر ظُلْم کا اِعْتِراف

﴿3﴾ ← خواہش کی تکمیل پر نفس پر اِظْہارِ ناراضی ﴿4﴾ ← بد عَمَلی پر ترکِ اِصْرار

﴿5﴾ ← جہاں تک مُمکِن ہو رِزْقِ حلال کا اِسْتِعمال کہ رِزْقِ حلال اَعْمالِ صالحین کی اَساس ہے۔

﴿6﴾ ← گزَشْتہ گُناہوں پر اِظْہارِ نَدامت۔

سچی ندامت

ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے، اگر بندہ واقعی (اپنے گناہوں پر) نادِم ہو تو سچی نَدامت یہ ہے کہ وہ جس فعل پر نادِم ہے دوبارہ کبھی (اس جیسا کوئی) کام نہ کرے۔

استقامت

اِسْتِقَامَت یہ ہے کہ بندہ ہر وہ کام کرے جس کے کرنے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس کے نہ کرنے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے۔

استقامت کی حقیقت

اِسْتِقَامَت کی حقیقت یہ ہے:

- بندہ آئندہ زِنْدَگی میں کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے راہِ اِسْتِقَامَت سے بھٹک سکتا ہو۔
- ہمیشہ بارگاہِ خُداوندی تک پہنچانے والے راستے پر چلتا رہے اور جاہلوں کی صحبت سے بچے کہ وہ اسے راہِ حَق سے بھٹکا دیں گے۔
- اَیامِ غفلت میں جس بے راہ روی کا شِکار ہو گیا تھا اس کی اِصلاح میں مشغول ہو جائے تا کہ اس کا شُمار بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان نیک بندوں میں ہونے لگے جنہوں نے توبہ کی۔

۞ اپنی گزشتہ زِندَگی میں ہونے والے اَعمال کی کوتاہیوں کو سُدھارنے میں مَصروف ہو جائے۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مفسدین کے عَمَل کی اِصلاح نہیں فرماتا جس طرح محسنین کا اَجر ضائع نہیں فرماتا۔

(بندہ جب سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بُرائی کو بھلائی سے بدل دیتا ہے) لہٰذا بندے کو چاہئے کہ ایسے نیک اَعمال کرے کہ اس کی برائیاں نیکیوں میں اور پھر یہی نیک اَعمال ایسے پسندیدہ اَعمال میں بدل جائیں جو ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں مقبول ہوں۔ اس طرح اس کا شُمار بھی ان نیک بختوں میں ہونے لگے جنھوں نے سچی توبہ کی اور ان کی بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا۔ نیز یاد رکھئے کہ یہ تبدیلی صِرف دنیا ہی میں ممکن ہے اور بُرے اَعمال کو نیک اَعمال سے بدلنے کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ (پ۱۳، الرعد: ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

یعنی جب لوگ اپنی حالت بدل دیں اور گناہ چھوڑ کر نیکیاں کرنے لگیں تو ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے۔

گناہوں کی تلافی کے لیے کیا کرے؟

جب بندہ توبہ کے مرتبہ پر فائز ہو تو اسے چاہئے کہ ہمیشہ (اپنے سابقہ گناہوں پر) نَدامت اور حُزن و مَلال محسوس کرتا رہے اور جب کبھی (ان گناہوں کی) تلافی کا موقع ملے تو حد سے تجاوُز کرے نہ کوتاہی سے کام لے، گناہ کی طرف دوبارہ لوٹے نہ بُرائی کو نیکی سے بدلنے کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے دے، ورنہ اس دوسرے موقع کو بھی ضائع کر دے گا، کیونکہ اس وَقت میں وہ کام کر سکتا ہے جو پہلے نہ کر سکا تھا، لہٰذا ان نیک اَعمال کو ضائع نہ ہونے دے جن کے کرنے کا اسے خوابِ غفلت سے جاگنے کے بعد موقع ملا ہے۔ ورنہ اس کا حال بیداری کے اس زمانہ میں بھی غفلت میں گزرے حال جیسا ہو جائے گا۔ کیونکہ حالتِ بیداری میں اس کا فوت شدہ نیک اَعمال کی تلافی کرتے رہنا (اور جس نیکی کا اب وَقت ہے اسے نہ کرنا) ایسے ہی ہے جیسے وہ اب بھی غفلت کا شِکار ہے۔ اس لیے کہ ایک فوت شُدہ شے سے دوسری فوت ہو جانے والی شے کی تلافی ہو سکتی ہے نہ ایک نعمت کے بدلے دوسری نعمت مل سکتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ (پ۱۱، التوبۃ:۱۰۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مُقِر (اقراری) ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا بُرا۔

منقول ہے کہ یہاں گُناہوں کا اِعْتِراف اور ان پر نَدامت مُراد ہے۔

عَقْل مند کا زِنْدگی بھر رونا

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں: اگر عَقْل مند انسان باقی ساری زِنْدگی اس لیے روتے ہوئے گزار دے کہ وہ گزشتہ زِنْدَگی میں نیک اَعمال نہ کر سکا تو وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ موت تک اس غم میں مبتلا رہے۔ لہٰذا اس شخص کی حالَت کیسی ہو گی جس کی باقی زِنْدَگی بھی گزشتہ زِنْدَگی کی طرح (غفلت میں) گزر جائے۔

کوئی شے تائب کا مرتبہ کم نہیں کر سکتی

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں: کوئی شے تائِب کا مرتبہ کم نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا دِل عرشِ باری تعالیٰ کے ساتھ مُعلَّق ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی رُوح قَفَسِ عُنْصُری سے پرواز کر جاتی ہے۔ اسے زندہ رہنے کے لیے صِرف بقدرِ ضَرورت غذا چاہیے، وہ گزشتہ زِنْدَگی کی کوتاہیوں پر غَم زدہ رہتا ہے اور مُسْتَقْبِل میں اَوَامر کے بجالانے اور نَوَاہی سے بچنے کی کوشِش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اسی صُورَت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ہر مُعامَلے میں عِلْمِ یقین پر عَمَل کرے۔ پھر نیک اَعمال کی اس طرح پیروی کرے کہ اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگے جن کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں فرمایا ہے:

وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ﴿۲۲﴾ (پ۱۳، الرعد:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بُرائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔

یعنی وہ لوگ نیک عَمَل کر کے ماضی کی کوتاہیوں کو دُور کرتے ہیں۔

بُرائی کے بعد فوراً نیکی کرلو

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

سے اِرشاد فرمایا: جب تم کوئی بُرا عَمَل کر بیٹھو تو اس کے فوراً بعد نیک عَمَل کر لو، اگر بُرا عَمَل پوشیدہ ہو تو نیک بھی پوشیدہ اور اگر بُرا عَمَل عَلانیہ ہو تو نیک بھی عَلانیہ کرو۔[1] اور حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشاد فرمایا: بُرائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ اسے مِٹا دیتی ہے۔[2]

نیکی کا موقع ملے تو ضائع مت کرو

ہر لمحہ نیک اَعمال میں مَصروف رہنا چاہئے تاکہ بندہ نیک لوگوں میں شامِل ہو جائے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹ (پ۲۰، العنکبوت: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضَرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

نیکی و بھلائی کے کاموں پر جب بھی قدرت ملے ان پر عَمَل کرنے میں جلدی کرنا چاہئے تاکہ ان اَعمال کی بھی تلافی ہو جائے جن پر عَمَل نہ کر سکا اور اس کا شُمار صالحین میں ہونے لگے۔ بندہ جب اس مَقام و مرتبہ پر فائز ہو کر خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنی اِصلاح کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا دوست بنالیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۹۶ (پ۹، الاعراف: ۱۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

توبہ کی شرائط

بندے پر توبہ کے مُعامَلے میں دس باتوں کا خَیال رکھنا لازِم ہے:

《1》 بندے پر یہ فَرض ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کرے۔

《2》 اگر مَعْصِیَّت میں مبتلا ہو جائے تو اس پر اِصْرار نہ کرے۔

《3》 اس مَعْصِیَّت کی بارگاہِ خُداوندی میں حاضِر ہو کر توبہ کرے۔

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا فی الزھد، ۸/۱۲۸، حدیث: ۲۴ عن معاذ بن جبل

[2] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، ۳/۳۹۷، حدیث: ۱۹۹۴

《4》 جو کوتاہی ہوئی اس پر نَدامت محسوس کرے۔

《5》 موت تک نیک کام کرنے پر ثابِت قَدَم رہنے کا پختہ اِرادہ کرے۔

《6》 گناہوں پر ہونے والے عَذاب سے ڈرے۔

《7》 مغفِرت کی اُمّید رکھے۔ 《8》 اپنے گناہ کا اِعْتِراف کرے۔

《9》 یہ اِعتقاد رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سب کچھ اس کے مُقدّر میں لکھا ہے اور یہ اس کا عَدل ہے۔

《10》 نیک اَعمال کرے تاکہ یہ اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جائیں۔ کیونکہ رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بُرائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ اسے مِٹا دیتی ہے۔[1]

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ دس باتیں ذکر کی ہیں ان میں سے ہر ایک کے مُتَعَلِّق ہمارے پاس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے مروی کثیر روایات مَوجُود ہیں۔

وقتِ اخیر مزید مہلت نہ ملے گی

منقول ہے کہ مَوت کا فرشتہ جب کسی بندے پر ظاہِر ہو کر اسے بتاتا ہے کہ تیری عمر کی صِرف ایک ساعَت باقی رہ گئی ہے اور تو آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اس ساعَت سے (مرنے میں) دیر نہ کرے گا تو وہ بندہ اَفسوس کرنے لگتا ہے اور اس حَسرَت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کاش! اس مُشکِل گھڑی سے نکلنے کے لیے اس کے پاس دنیا کی اِبتدا سے اِنتہا تک خَزانے ہوں اور اسے باقی زِندَگی کی اس ایک ساعَت کے ساتھ مزید ایک ساعَت کی مہلت مِل جائے تاکہ وہ اس میں خوب نیک عَمَل کرلے یا اپنی بَدعَمَلی کو نیک اَعمال سے بدل لے۔ مگر اسے موت سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ (پ۲۲، سبا:۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور روک کردی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے انکے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی معاشرة الناس، ۳/۳۹۷، حدیث: ۱۹۹۴

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

اس آیتِ مُبارَکہ کی تاویل میں مَروی ہے کہ یہاں توبہ مُراد ہے۔ ایک قول کے مُطابِق عُمر میں زِیادتی مُراد ہے اور ایک قول میں ہے کہ یہاں اچھّا خاتِمہ مُراد ہے یعنی ان لوگوں اور ان اشیا(یعنی توبہ، عمر میں زیادتی یا اَچھّے خاتِمے) کے درمیان رُکاوَٹ پیدا کر دی گئی جیسا کہ ان سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔

ہر گزرتی ساعت کی قیمت

بندے پر گزرنے والی ہر ساعَت اس ساعَت کے برابر ہے جس کی قیمت ساری دنیا ہے بشرطیکہ وہ اس کی قیمت سے آگاہ بھی ہو۔ اسی لیے بندہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمت کے سبَب اس کی تقدیر سے آگاہ ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اب اس کی باقی عمر کی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ ترجمۂ کنزالایمان: پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مُدّت تک کیوں مہلت نہ دی۔ (پ۲۸، المنٰفقون:۱۰)

ایک قول کے مُطابِق یہاں ﴿ اَجَلٍ قَرِيْبٍ ﴾ سے قریبی وَقْت مُراد ہے۔

اچھّا یا بُرا خاتِمہ

جب بندے کی آنکھوں سے پردہ ہٹتا ہے تو وہ موت کے فرشتے کو دیکھ کر کہتا ہے: اے مَلَکُ الْمَوْت! مجھے ایک دن کی مہلت دے دو تاکہ میں اس میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خوب عِبادَت کرلوں اور اپنے گناہوں کی مُعافی مانگ کر اپنے لیے اچھّا زادِ راہ تیار کرلوں۔ تو فرشتہ کہتا ہے: تمام دِن خَتْم ہوگئے اب کوئی دن باقی نہیں رہا۔ بندہ پھر عرض کرتا ہے: ایک ساعَت کی ہی مہلت دے دو۔ فرشتہ کہتا ہے: ساعَتیں بھی خَتْم ہوچکی ہیں اور ایک ساعَت بھی باقی نہیں۔ چنانچہ جب رُوح حُلْقُوم تک پہنچتی ہے اور غَرغَرہ کے وَقْت اسکی سانس بند ہوتی ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ اس (کی آنکھوں) پر حِجاب ڈال دیا جاتا ہے، اَعمال مُنْقَطِع ہوجاتے ہیں، اَوْقات خَتْم ہوجاتے ہیں اور سانسیں اُکھڑنے لگتی ہیں۔ جب آنکھوں سے پردہ اٹھتا ہے اور بندہ حقیقت کا مُشاہَدہ کرتا ہے تو اس کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں (یعنی وہ حیران و پریشان ہوجاتا ہے)۔ جب آخری سانس رہ جاتی ہے اور رُوح

پرواز کرنے لگتی ہے تو سعادت آگے بڑھ کر اسے اپنے دامَن میں لے لیتی ہے۔ اس طرح جب بندے کی رُوح جسم سے پرواز کرے اور وہ توحید پر ثابِت قدَم ہو تو یہی حُسنِ خاتِمہ ہے۔ مگر جب آخری لحات میں سَعادَت کے بجائے شَقاوَت وبد بختی آگے بڑھ کر اپنی لپیٹ میں لیتی ہے تو بندے کی رُوح شک یعنی عدمِ یقین پر نکلتی ہے اور اسے ہی بُرا خاتِمہ کہتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایسے اَنجام بد سے محفوظ فرمائے۔

توبہ کا وقت

اس کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (پ۴، النسآء: ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

ایک قول کے مُطابِق یہاں مُنافِق مُراد ہے اور ایک قول میں ہے کہ یہاں ہر وَقْت گناہوں میں غَرق رہنے والا اور ان پر اِصرار کرنے والا شخص مُراد ہے۔

ایک مَقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (پ۴، النسآء: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں۔

یہاں **قَرِيْبٍ** (یعنی تھوڑی دیر) سے کیا مُراد ہے اس بارے میں تین۳ اَقوال مَروی ہیں:

﴿1﴾ موت سے پہلے توبہ کرلے۔ ﴿2﴾ آخِرت کی علامات ظاہِر ہونے سے پہلے۔

﴿3﴾ غَرغَرہ سے پہلے یعنی جب سانس حُلقُوم میں بند ہونے لگے اس سے پہلے پہلے توبہ کرلے۔

ظُہورِ آثارِ آخرت کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ آثارِ آخِرت کے ظُہور کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَوْمَ يَأْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو اِیمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی۔ (پ۸، الانعام:۱۵۸)

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اَوْ كَسَبَتْ فِىْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: یااپنے اِیمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

- آثارِ آخرت دیکھنے سے پہلے جو ایمان نہ لایا اسے اب ایمان لانا نفع نہ دے گا۔
- وہ جان (ایمان تو لے آئی مگر) ایمان کے مُعاملے میں خیر و بھلائی کی کمائی نہ کی۔
- توبہ ہی ایمان کی کمائی اور خیر و بھلائی کی اصل ہے۔

ایمان کی زِیادَتی اور یقین کی علامت

ایک قول میں ہے کہ اَعمالِ صالحہ ایمان کی زِیادَتی اور یقین کی علامت ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ﴾[1] کی تفسیر میں ہے کہ وہ گناہ کا اِرادہ کرتے ہیں تو حَد سے تجاوُز نہیں کرتے اور توبہ سے بھی زیادہ دیر تک دور نہیں رہتے۔ ان کی توبہ یہ ہے کہ گناہ کے فوراً بعد نیک عَمَل کرتے ہیں، پھر کوئی دوسرا گناہ نہیں کرتے، بُرا کام چھوڑ کر اچھّا کام کرتے ہیں، پھر کوئی دوسرا بُرا کام نہیں کرتے۔ منقول ہے کہ بروزِ قِیامَت اس اُمّت سے وہ شخص سب سے پہلے دنیا میں واپس لوٹنے کا سُوال کرے گا جس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا نہ کی ہو گی یا پھر وہ شخص جس نے بیت اللہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا شریف کا حج نہ کیا ہو گا۔ یہ مفہوم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تاویل ہے:

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ ترجمۂ کنزالایمان: کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

(پ۲۸، المنافقون:۱۰)

---

[1] .... ترجمۂ کنزالایمان: پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کرلیں۔ (پ۴، النسآء:۱۷)

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اہلِ توحید پر اس آیتِ مُبارَکہ سے بڑھ کر سخت کوئی شے نہیں، اس لیے کہ اس آیتِ مُبارَکہ سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ (پ۲۸، المنافقون: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں **اللہ** کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

جسے آخرت میں خیر ملے

ایک قول کے مُطابِق بندے کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ذرّہ برابر خیر ہو تو کوئی بندہ مرتے وَقْت دنیا میں مزید رہنے کا سوال نہ کرے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ جس کو آخِرت میں ذرّہ برابر خیر و بھلائی کی اُمّید ہو اگر اسے دنیا میں ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام خزانے دیدیئے جائیں تب بھی وہ دنیا میں لوٹنا پسند نہ کرے گا۔

عمر ایک امانت ہے

کسی عارِف کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے ہر بندے کو دُو سِرّ (یعنی راز کی باتیں) بتاتا ہے، یہ دونوں باتیں بندے کو بطریقۂ اِلْہام معلوم ہوتی ہیں۔

- پہلی راز کی بات اس وَقْت اِرشَاد فرماتا ہے جب بندہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اِرشَاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! میں نے دنیا میں تجھے پاک و صاف بنا کر بھیجا ہے اور تجھے عمر کی دولت عطا کی ہے، میں نے تجھے اس پر امین بنایا ہے تاکہ یہ دیکھوں کہ تو کیسے اس اَمانَت کی حِفاظَت کرتا ہے؟ نیز یہ بھی دیکھوں کہ کیا تو اسی حالَت میں مجھ سے ملے گا جس پر میں نے تجھے دنیا میں پیدا فرمایا ہے؟
- دوسری راز کی بات بندے کی روح نکلنے کے وَقْت کچھ یوں اِرشَاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! تیرے پاس جو میری اَمانَت تھی تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ کیا تو مجھ سے ملنے تک اپنے وعدے پر قائم رہا اور میری اَمانَت کی حِفاظَت کرتا رہا کہ میں تجھے اس وَعدے و اَمانَت کی پاسداری کی جزا عطا کروں؟ یا تو نے اس اَمانَت کو ضائع کر دیا کہ تجھ سے حِساب طَلَب کروں اور تجھے سزا دوں؟

یہ دونوں باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامینِ مُبارکہ سے ماخوذ ہیں:

﴿1﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ (پ۱۸، المومنون:۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رِعایَت کرتے ہیں۔

﴿2﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ (پ۱، البقرۃ:۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

معلوم ہوا بندے کی عمر اس کے پاس اَمانت ہے، اگر اُس نے اِس کی حِفاظت کی تو اُس نے اَمانت کا حَق ادا کیا اور ضائع کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خِیانَت کا مُرتکِب ہوا اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خِیانَت کا مُرتکِب ہوتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کبھی پسند نہیں فرماتا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض کو ضائع کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اَمانَت سے نکل گیا۔

بندہ جب سچی توبہ کرلے تو

بندہ جب سچی توبہ کرلے تو اس کے گناہوں کو نہ صِرف مِٹا دیا جاتا ہے بلکہ وہ دُخُولِ جنّت کا بھی حق دار ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے جان لیا تھا کہ میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے کب میری مَغْفِرت فرمائی؟ عرض کی گئی: کب؟ فرمایا: جب میری توبہ قبول ہوئی۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: میں مَغْفِرت سے محروم کر دیا جاؤں اس سے زیادہ خوف مجھے اس بات کا ہے کہ میں توبہ سے محروم کر دیا جاؤں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی؟

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ (پ۲، البقرۃ:۱۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں مُعاف فرمایا۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول

فرماتا اور گناہوں سے در گزر فرماتا ہے۔ (پ ۲۵، الشوری: ۲۵)

توبہ کی علامات

- کسی اہلِ عِلْم کا فرمان ہے کہ بندے کی توبہ اس وَقْت ہی صحیح ہوتی ہے جب وہ اپنی نفسانی خواہشات کو یکسر بھول جائے، ہر لمحہ حُزن و مَلال کی تصویر بنا رہے، دِل سے کبھی غافِل نہ ہو بلکہ گُناہ سے اس طرح دور ہو جائے کہ کبھی اس کا خیال بھی دِل میں نہ آنے دے۔
- ایک شامی عالِم فرماتے ہیں: بندہ اس وَقْت ہی توبہ کرنے والا شُمار ہوتا ہے جب 20 سال تک اس کے بائیں کندھے والا فرشتہ اس کے نامۂ اَعمال میں کوئی گناہ نہ لکھے۔
- ایک بزرگ فرماتے ہیں: توبہ کرنے والے کی اپنی توبہ میں سچا ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ وہ نفسانی خواہش کی حَلاوَت کو طَاعَت کی حَلاوَت سے اور گُناہوں کے اِرْتِکاب کی لذّت کو ان پر ہر دم غم زدہ رہنے سے بدل دے، نیز حُسْنِ توبہ پر فَرحَت و سُرور محسوس کرے۔
- اسی طرح کا ایک فرمان ایک اور بزرگ سے کچھ یوں منقول ہے کہ بندہ توبہ کرنے والا اس وَقْت شُمار ہوتا ہے جب وہ نفس کی مُخالَفت کی کڑواہٹ کو اس کی مُوافقت کی حَلاوَت سے بدل دے۔

حَلاوَتِ گناہ کی موجودگی میں بخشش نہیں ہوتی

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ کسی نبی نے ایک ایسے شخص کے مُتَعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے (مَغْفِرَت کا) سوال کیا جس نے سالہاسال تک عِبادَت کی مگر اس کے بَاوُجود اس پر توبہ کی قُبُولِیَّت کے آثار نظر نہ آئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میری عزّت و جلال کی قَسم! اگر تمام زمین و آسمان والے مِل کر اس کی سِفَارِش کریں تو بھی میں اس کی توبہ قُبول نہ کروں گا جب تک کہ اس کے دل میں اُس گُناہ کی حَلاوَت موجود ہے جس سے اس نے (سالوں پہلے) توبہ کی تھی۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کا خدشہ اور اس سے بچنے کا طریقہ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جس کے دِل میں مَعْصِیَّت کی

حلاوت مَوجُود رہے یا اس گُناہ کے مُتَعلّق سوچتے ہوئے اس کی توجّہ اس گناہ کی لذّت کی جانِب چلی جائے تو خَدشہ ہے کہ ایسا شخص اس گناہ میں دوبارہ مبتلا ہو جائے۔ البتہ! سخت مُجاہَدے، اس گناہ سے نفرت اور جب بھی اس کا خیال آئے تو خوفِ الٰہی کے سَبَب فوراً جھٹک دینے سے اس گناہ میں دوبارہ مبتلا ہونے کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

مرید ہوتے وقت پہلا کام

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: ہر شخص کو مرید ہوتے وَقْت سب سے پہلے توبہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

توبہ کیا ہے؟

توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے بُرے کاموں کو اچھّے کاموں سے بدل دے اور ہر لمحہ خَلْوت و خاموشی کو لازِم پکڑے رہے۔

توبہ کے صحیح ہونے کی شرائط

توبہ کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل چند باتیں شَرْط کی حَیثیّت رکھتی ہیں:

- اَکْلِ حَلال اَوّلین شَرط ہے اور بندہ حَلال رِزْق پر اس وَقْت ہی قادِر ہو سکتا ہے جب وہ **حُقُوقُ اللّٰہ** و **حُقُوقُ الْعِبَاد** کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔
- اپنی ہر قسم کی حرکت اور سُکون کو رِضائے خُداوندی کے تابع بنالے۔
- نیک اَعمال کے ذریعے اِسْتِدْراج سے محفوظ ہو جائے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہر بُرا کام چھوڑ دے یہاں تک کہ جس حالَت پر ہو اس میں دوبارہ کبھی مشغول ہو نہ کبھی ٹال مَٹول سے کام لے بلکہ فوراً اپنے نفس پر موجودہ حال پر قائم رکھنا لازِم ٹھہرا دے۔

سَیِّدُنا سَری سَقَطی کے نزدیک توبہ کی شرائط

حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے مُتَعلّق مروی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ توبہ کی

شرائط کچھ یوں بیان فرماتے:

❀ ←توبہ کرنے والے کو سب سے پہلے گناہ گاروں سے دور ہو جانا چاہیے۔

❀ ←پھر اس نفس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے جس کی خاطر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا رہا اور اسے صِرف وہی شے دینی چاہیے جو اس (کو زندہ رکھنے) کے لیے اِنتہائی ضَروری ہو۔

❀ ←اس کے بعد پختہ ارادہ کر لے کہ دوبارہ کبھی مَعْصِیَّت کا اِرْتِکاب نہیں کرے گا۔

❀ ←لوگوں سے اپنے بوجھ کو دور کر لے۔

❀ ←گناہ پر مجبور کر دینے والے ہر کام کو چھوڑ دے۔

❀ ←نفسانی خواہش کی پیروی ترک کر کے اَسلاف کی پیروی کو جان سے بڑھ کر عزیز بنا لے۔

فضولیات سے بچنا بھی توبہ کی شرط ہے

حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے توبہ کی مزید شرائط کچھ یوں بیان فرمائیں:

❀ ←توبہ کرنے والوں کو چاہیے کہ ہر لحہ اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرتے رہیں۔

❀ ←ہر قسم کی نفسانی خواہش سے مُنہ موڑ کر فُضُول کاموں سے بچیں۔

فُضُول کاموں سے مُراد یہ چھ ۶ کام ہیں:

﴿1﴾ ← فُضُول باتیں کرنا ﴿2﴾ ← فُضُول دیکھنا ﴿3﴾ ← فُضُول چلنا و گھومنا

﴿4﴾ ← فُضُول کھانا ﴿5﴾ ← فُضُول پینا ﴿6﴾ ← فُضُول لباس پہننا

❀ ←جو شخص نفسانی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے وہی شبہات کے ترک پر قوّت پاتا ہے۔

توبہ کرنے والے شخص کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: توبہ کرنے والے شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ اِرشاد فرمایا: ایسا شخص اپنی عمر کے دو ۲ دنوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک دن گزر چکا ہے اور دوسرا ابھی باقی ہے۔ وہ ان دونوں دنوں کی اِصلاح تین ۳ باتوں سے کر سکتا ہے:

﴿1﴾ ← جو گزر گیا اس پر نادِم ہو اور مغفِرت طَلَب کرے۔

﴿2﴾ ← جو باقی ہے اس میں لوگوں سے میل جیل ترک کردے اور سالکین وذاکرین کی محافل کو لازم پکڑ لے۔

﴿3﴾ ← اپنی غِذا کو پاک کرے (یعنی رِزقِ حلال کھائے) اور ہمیشہ نیک اَعمال بجالائے۔

توبہ کرنے والے نرم دل ہوتے ہیں

رِقّتِ قلبی اور آنسوؤں کی کَثرت توبہ کی سچّائی کی عَلامات ہیں۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ ان کے دِل بہُت نرم ہوتے ہیں۔ [1]

گناہوں کو ہمیشہ عظیم جاننا

توبہ کی سچّائی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کو عظیم جانے کیونکہ منقول ہے: جب بھی بندہ اپنے گُناہوں کو بڑا جانتا ہے عند اللہ وہ چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

گناہوں کو ہلکا جاننا

ایک قول میں ہے کہ (صغیرہ) گناہوں کو ہلکا سمجھنا انہیں کبیرہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنے گناہوں کو پہاڑ کی مِثل جانے اور اسے یہ خدشہ لاحِق ہو کہ وہ پہاڑ اس کے اُوپَر گرنے ہی والا ہے جبکہ مُنافِق وہ ہے جو گناہوں کو اس مکھّی کی مِثل سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر سے گزرے تو وہ اسے اُڑا دے۔ [2]

ایک مُرسَل رِوایَت [3] میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چھوٹے سے گناہ پر بھی مُواخذے سے ڈرنا چاہیے۔ [4]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، کلام عمر بن الخطاب، ۸/۱۵۰، حدیث: ۲۴

[2] ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۴/۱۹۰، حدیث: ۶۳۰۸، بتغیر قلیل

[3] ......مُرسَل حدیث سے مُراد وہ حدیث ہے جس کی سَنَد میں آخِر سے کوئی راوی ساقِط ہو۔ (نزہۃ القاری، ۱/ ۹۵، مفہوماً)

[4] ......کنز العمال، کتاب التوبة من قسم الاقوال، الفصل الاول، ۴/۹۰، حدیث: ۱۰۲۲۴

گناہ کے چھوٹا ہونے کی جانب مت دیکھ

کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ بندے کا یہ قول نہیں بخشا جائے گا کہ کاش میرا ہر عمل اس کی مثل ہوتا (یعنی جیسا کرنا چاہئے ویسا ہوتا)۔ یہ قول حضرت سیِّدُنا بلال بن سعد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَحَد کے اس فرمان جیسا ہی ہے کہ گناہ کے چھوٹا ہونے کی جانب مت دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ کس کی نافرمانی کر رہا ہے۔

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک ولی کی جانب وحی فرمائی: ہدایت کی کمی کی جانب مت دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہدایت دینے والا کتنا بڑا ہے۔ اسی طرح گناہ کے چھوٹا ہونے کی جانب مت دیکھ بلکہ اس ذات کی کبریائی کی جانب دیکھ جس کے سامنے تو یہ گناہ کر رہا ہے۔

گناہوں کے بڑا ہونے کی وجہ

(صاحبِ کتاب امامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یقیناً گناہ جس ہستی کے سامنے کیے جائیں اس کی تعظیم کی بنا پر بڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ذاتِ کبریا کا مُشاہَدہ کرنے اور اس کے حکم کی مُخالَفت کرنے کی وجہ سے دل میں جب گناہوں کو بڑا سمجھا جانے لگتا ہے تو اس وقت کوئی گناہ چھوٹا نہیں رہتا۔ بلکہ خائفین تو صغیرہ گناہوں کو بھی کبیرہ ہی شُمار کرتے ہیں۔

شعائر اللہ کی حرمت

یہ مفہوم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامین سے ثابت ہے:

﴿1﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ (پ۱۷، الحج: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اسکے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

﴿2﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (پ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

منقول ہے کہ ان آیاتِ مُبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام ٹھہرائی گئی اشیا کو عظیم جانے اور ان کی بے حرمتی نہ کرے۔

کیا آج کبیرہ گناہ صغیرہ ہو گئے ہیں؟

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے فرماتے: تم بعض ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی باریک ہیں جبکہ ہم عہدِ نبوی میں انہیں ہلاکت خیز شُمار کرتے تھے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مُراد یہ نہ تھی کہ جو گناہ عہد نبوی میں کبیرہ تھے اب وہ صغیرہ ہو گئے ہیں بلکہ وہ نُورِ ایمان کی عَظَمت کی وجہ سے اپنے دلوں میں جاگزین عَظَمتِ باری تعالیٰ کے باعث صغیرہ گناہوں کو بھی کبیرہ سمجھتے تھے۔ مگر افسوس! ان کے بعد لوگوں کے دلوں کی یہ حالت و کیفیت نہ رہی۔

بعض گناہوں کی وجہ سے قوموں کی ہلاکت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی ولی کو اِلْہام فرمایا: میں نے تمہارے کتنے ہی گناہ دیکھے (مگر تمہاری گرِفت نہ فرمائی) جبکہ میں نے اس سے کم درجے کے گناہوں کے باعث کئی قوموں کو ہلاک کر دیا۔

حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایک اُمَّت کو اس لیے ہلاک فرما دیا کہ وہ اپنی شرم گاہوں سے کھیلا کرتے تھے۔[1]

گناہوں کو بھلا دینے اور انہیں یاد رکھنے میں عارفین کا اختلاف

گناہوں کو بھلا دینے اور انہیں یاد رکھنے کے مُتَعَلِّق عارفین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کے مختلف اَقوال مروی ہیں۔ چنانچہ بعض عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین فرماتے ہیں: توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کو اپنی نِگاہوں کے سامنے رکھو۔ بعض فرماتے ہیں: توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کو بھول جاؤ۔

اختلاف میں تطبیق کی صورت

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی مذکورہ اِختِلاف میں تطبیق دیتے ہوئے اِرشَاد فرماتے ہیں)

---

[1] ......العلل المتناهية لابن الجوزی، کتاب النکاح، حدیث فی الاستمناء، ۲/۶۳۳، حدیث: ۱۰۴۷، عن ابی سعید الخدری

یہ دو الگ الگ گروہوں کا طریقہ اور دو مختلف مقامات پر فائز لوگوں کے حال ہیں۔ چنانچہ گناہوں کو یاد رکھنا مریدین کا طریقہ اور خائفین کا حال ہے، یہ لوگ گناہوں کو یاد کر کے ہمیشہ غم میں مبتلا رہتے ہیں اور ہر دم ان پر خوفِ اِلٰہی کا غَلَبہ رہتا ہے۔ ذِکر، اَذکار اور آئندہ نیک اَعمال میں مشغولیّت کی بِنا پر گناہوں کو بھول جانا عارِفین کا طریقہ اور محبین کا حال ہے۔ ان لوگوں کا طریق مُشاہدۂ توحید اور مَقام تَعرُّف ہے۔ جبکہ پہلے گروہ کا طریق مُشاہدۂ توقیف و تحدید اور مَقام تعریف ہے۔

بندہ جس مَقام [1] پر بھی فائز ہو وہ اپنے طریق کا مُشاہَدہ کرتا ہے اور اپنے حال کے حکم پر عَمَل کرتا ہے۔ مُشاہدۂ توحید کا مَقام عارِفین کے نزدیک مُشاہدۂ تعریف کے مَقام سے افضل ہے، اگرچہ مُشاہدۂ تعریف میں زیادہ وُسعَت اور کَثرت ہے مگر یہ اَصحابِ یمین اور عام مُقرّبین کا مَقام ہے جبکہ اس کے مُقابَلے میں مُشاہدۂ توحید حد درجہ مشکل اور بَہُت کم ہے مگر اس کے اہل اَفراد اس سے اعلیٰ و افضل ہیں اور ان کا شُمار مُقرّبین و خاص عارِفین میں ہوتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ کوئی سالِک (یعنی مرید) حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ سے یہ اِعتِراض کر بیٹھے کہ وہ بھی تو اپنی لَغزِش یاد کرکے اس پر گریہ وزاری فرمایا کرتے تھے۔ تو ایسے لوگوں کی خِدمَت میں عرض ہے کہ اَنبیائے

---

[1] .... حضرت سَیِّدُنا امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہَوازِن قشیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں: صوفیوں کے نزدیک مَقام سے مُراد وہ آداب ہیں جن کے ذریعے بندہ کسی منزل کو حاصِل کرتا ہے، یعنی کسی خاص عَمَل کے ذریعے وہ اس منزل تک رسائی پاتا ہے، نیز یہ مَقام طَلَب و تکلّف کی زِیادَتی سے متحقق ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کا مَقام وہ ہے جہاں بندہ اس وقت اپنے عَمَل کے ذریعے موجود ہے اور اس وقت جس مَشَقّت و رِیاضَت میں مشغول ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ بندہ ایک مَقام سے دوسرے مَقام کی طرف نہ جائے جب تک کہ اس مَقام کے اَحکام پورے نہیں کر لیتا۔ کیونکہ جو شخص قناعت کا پیکر نہیں ہوتا اس سے توکُّل کی اُمّید دُرُست نہیں اور جس کے پاس توکُّل نہیں اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ہر حکم تسلیم کرلے گا۔ مزید اِرشاد فرماتے ہیں: ایک قوم کے نزدیک حال سے مُراد وہ خاص کیفیت ہے جو دل پر وارِد ہوتی ہے اور اس میں ان کی کسی قسم کی کوئی کوشش کار فرما نہیں ہوتی مثلاً طُرب (خوشی)، حُزن (غم)، بَسط، قبض، شوق، ہیبت اور احتیاج۔ اَحوال وہبی اور مَقامات کسبی ہوتے ہیں۔ اَحوال بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص عنایت سے نصیب ہوتے ہیں جبکہ مَقام بندہ مُجاہَدے و رِیاضت سے حاصِل کرتا ہے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، ص ۹۱، ۹۲)

کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اَحْوَال کو عام لوگوں کے اَحْوَال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کا مقام عام لوگوں کی حُدود سے بہُت بلند تر ہے۔ البتہ! کبھی کبھار ان کے اَحْوَال کو مریدین کے اَحْوَال سے بدل دیا جاتا ہے اور انہیں متعلمین کی راہ پر چلایا جاتا ہے تاکہ یہ طریقہ ان کی اُمّت اور دیگر لوگوں کے لیے سنّت بن جائے۔

صاحب قوت کے نزدیک گناہوں کا تذکرہ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جس شخص کا یقین کمزور اور نفس طاقتور ہو وہ اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتا کہ جب وہ گناہوں کو یاد کرے تو اس کا دِل شہوت کے ساتھ گناہوں کی طرف متوجّہ نہ ہو یا نفس گناہوں کی حَلاوَت کی جانِب مائل نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو گناہوں کا تذکرہ اس شخص کے فتنے میں مبتلا ہونے کا سَبَب بن جائے گا اور جس طرح اس کی اِصلاح ہوئی تھی دوبارہ وہ فَساد کا شِکار ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی عادی گناہ گار شخص گناہوں کے اَسباب میں غور و فکر کرے تو وہ نفس کے ان گناہوں کی جانِب مائل ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا اگرچہ افضل یہ ہے کہ نفس کی مُوافقت کی جائے جب تک کہ یہ مُوافقت مَعْصِیَّت کا سَبَب نہ بنے کیونکہ ان گناہوں کے اَسباب کے مُتَعَلّق غور و فکر کر کے ان سے رُک جانا و بچنا نفس کا مُجاہَدہ ہے۔ البتہ! یہ فریب کی صُورَت ہو سکتی ہے اور اس میں خطرہ بھی ہے، لہٰذا نفس کی مُخالَفت کرنا اور گناہوں کے اَسباب میں غور و فکر نہ کرنا ہی سلامتی کے زیادہ قریب اور بہتر ہے اور مرید کے لیے جو شے سلامتی کے زیادہ قریب اور بہتر ہو وہی اَفضل ہوتی ہے۔

گناہوں کو بھول جانے میں مستقبل کو یاد کرنا اور دوسرے وَقْت کے فوت ہو جانے کے خدشہ کے پیشِ نظر فوت شُدہ وَقْت کی تلافی کرنا مقصود ہوتا ہے۔

جنتی نعمتوں کو یاد کرنا کیسا؟

بعض عارِفین فرماتے ہیں: مُرید کے دِل میں جنّت یا اس کی نعمتوں، لباس اور اَزواج کا وَسْوَسہ پیدا ہونا پسندیدہ نہیں۔ مزید فرماتے ہیں: مُرید کے لیے مُسْتَحَب یہ ہے کہ اس کے دِل میں صِرف ذِکْرُ اللہ ہو اور اس کے خَیالات اور اِرادے سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی کے مُتَعَلّق نہ ہوں۔

ایک قول کے مُطابِق اس کی وجہ یہ ہے کہ مُرید نے چونکہ حال ہی میں توبہ کی ہوتی ہے اور وہ اِسْتِقامَت وعِصْمَت کی مَشَقَّت کا عادی نہیں ہوتا، لہٰذا جب وہ جنّت کی نعمتوں کو یاد کرے گا تو دل کی کمزوری کی وجہ سے ہو سکتا ہے جنّتی نعمتوں کی مِثْل جب وہ دنیاوی اشیا یعنی لِباس، پاک چیزیں اور عورتیں وغیرہ دیکھے تو اس کا دل ان اشیا کی خواہش کرے۔ کیونکہ دنیاوی نعمتوں کا حُصُول جلد ممکن ہے جبکہ اُخْرَوی و جنّتی نعمتوں کے حُصُول میں تاخیر ہے۔ پس اس کا نفس دنیا میں ہی اُخْرَوی نعمتوں کی مِثْل اشیا کے حُصُول کی خواہش میں مبتلا ہو جائے گا۔ چنانچہ جس کو یادِ الٰہی تڑپائے وہ دُنیا کی زِیْنَت اور اس کی خواہشات سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان بھی اس کے سامنے دنیاوی اشیا کو خوبصورت بنا کر پیش کرنے کی جرأت نہیں کرتا، نیز اس کا یقین قَوِی اور بُری عادات خَتْم ہو جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ کے لیے گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ترکِ گناہ کے بعد مُجاہدہ افضل ہے یا؟

ایک شخص گناہ چھوڑ کر اِسْتِقامَت سے نیک عَمَل میں مشغول ہو مگر اس کا نفس (دُنیاوی عیش و آرام اور لذّتوں کے حُصُول کے لیے) اس سے جھگڑا کرے اور ہر بار وہ سختی سے اس کا مُقابَلہ کرے۔ جبکہ ایک دوسرا شخص گناہ چھوڑ کر اِصلاحِ اَحْوال میں مشغول ہو اور اس کا نفس (دنیاوی لذّتوں کے حُصُول کا) مُطالَبہ کرے نہ گناہوں کی طرف اسے مائل کرے اور اس سلسلے میں اس نے کبھی دل پر کوئی بوجھ محسوس کیا نہ کوئی مُجاہَدہ کیا ہو تو اہلِ علم کا اس بات میں اِخْتِلاف ہے کہ مذکورہ دونوں اَفراد میں سے افضل کون ہے؟ چنانچہ،

شامی عُلَما کی رائے

ایک شامی عالِم فرماتے ہیں: (مذکورہ دونوں اَفراد میں سے) وہ شخص افضل ہے جس کا نفس اسے گناہ کی طرف مائل کرے اور وہ اس سے مُجاہَدہ کرے، کیونکہ اس پر جھگڑا وارِد ہوا مگر اس نے مُجاہَدہ کیا لہٰذا اسے مُجاہَدے کی فضیلت حاصِل ہو گئی۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا احمد بن اَبی حَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَارِی اور حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے شاگردوں کا ہے۔

بصری عُلَما کی رائے

عُلَمائے بصرہ رَحِمَہُمُ اللہ فرماتے ہیں: وہ شخص افضل ہے جس کا نفس یقین اور طمانیت کے مُشاہَدہ کی وجہ

سے اس سے جھگڑا کرے نہ گناہ کی طرف لوٹے۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا رِیاح بن عَمرو قیسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا ہے جو کِبار عُلَمائے بصرہ رَحِمَہُمُ اللہ میں سے ہیں۔ ایک قول کے مُطابِق اگر اس شخص نے واقعی گناہوں سے کِنارہ کر لیا اور وہ نَفْسِ مُطْمَئِنَّہ کا مالِک بن گیا تو وہ سلامتی کے زیادہ قریب ہے اور اب اس کے گناہوں کی طرف مائل ہونے کا بھی کوئی خدشہ نہیں۔

راہِ خدا میں بخوشی خرچ کرنے والا افضل ہے یا؟

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا ان دو بندوں میں بھی اِختِلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں سے افضل کون ہے۔ جن میں سے ایک سے راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کا سوال کیا گیا تو اس کے نفس نے انکار کر دیا اور اس پر بڑا گراں گزرا مگر اس نے نفس کی ایک نہ سنی اور آخر کار اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور دوسرے شخص سے جب یہی سوال کیا گیا تو اس نے برضا و رَغبت فوراً اپنا مال خرچ کر دیا اور اس مُعاملے میں نفس نے اس سے جھگڑا کیا نہ اس پر یہ بات گراں گزری اور نہ اس نے کوئی مُجاہَدہ کیا۔

ایک جَماعت کا کہنا ہے کہ اپنے نفس سے جِہاد کرنے والا افضل ہے کیونکہ اس کے لیے اِکراہ (یعنی نفس کا خرچ نہ کرنے پر مجبور کرنا) و مُجاہَدہ جمع ہو گئے اور اس نے دو کام کیے۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا ابن عطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الفَتّاح اور آپ کے شاگردوں کا ہے۔ جبکہ بعض عُلَمائے کِرام فرماتے ہیں: جس کا نفس اِکراہ اور اِعتِراض کے بغیر خوشی سے خرچ کرے افضل ہے، کیونکہ یہ نفس کی سَخاوَت اور زُہد کی حقیقت کا مَقام ہے جو اِکراہ، مُجاہَدے اور ان کی مَوجُودَگی میں راہِ خُدا میں مال خرچ کرنے سے بَہَر صُورَت افضل ہے۔ اس لیے بھی کہ اگر اس بار یہ شخص نفس پر غالِب آ بھی گیا ہے تو دوسری یا تیسری بار نفس کے غالِب آنے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ سَخاوَت ایسے نفس کا مَقام نہیں بلکہ یہ تو اس پر ایک بوجھ تھا (جو اس نے اٹھانے سے انکار کر دیا) یہ مذہب حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الہَادِی کا ہے اور (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرا بھی یہی مذہب ہے، یہ اَلفاظ میرے ہیں مگر مفہوم حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الہَادِی کے کلام کا ہے۔

ترکِ گناہ کے بعد دل میں حلاوت پانا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے ایک ایسے شخص کے مُتَعَلِّق سُوال کیا گیا جو ایک شے سے توبہ کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے مگر جب اس کے دل میں اس شے کا خیال پیدا ہوتا ہے یا وہ اسے دیکھتا ہے یا اس کے مُتَعَلِّق باتیں سنتا ہے تو اس کے دل میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے (ایسے شخص کے مُتَعَلِّق کیا حکم ہے؟) تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: حلاوت و لذّت کا پایا جانا بَشَری طبیعت کا تقاضا ہے اور طبعی تقاضوں کا پایا جانا لازِم ہے جن سے چھٹکارے کی کوئی صُورَت نہیں۔ البتہ! (اس صورتِ حال سے چھٹکارے کی صُورَت یہ ہو سکتی ہے کہ) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے دل کی (حالت کے مُتَعَلِّق) فریاد کرے اور دل کی اس کیفیت و حالَت کو بُرا جانے، اپنے نفس کو اس گناہ سے بچاتا رہے اور غفلت نہ برتے، نیز بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کرتا رہے کہ وہ اس گناہ کی یاد سے اسے چھٹکارا دلائے اور اسے اپنے ذکر اور دیگر عِبادات میں مشغولیت کی توفیق عطا فرمائے۔

مزید فرماتے ہیں: اگر وہ گناہ کی جانِب مائل ہونے سے لمحہ بھر بھی غافل ہوا تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ اس گناہ سے محفوظ نہ رہ سکے گا اور اس کے دل میں گناہ کی حلاوت اپنا کام کر جائے گی۔ ہاں اگر اس حلاوت کے ساتھ دل میں گناہوں سے نفرت اور حُزن و ملال بھی پایا جائے تو پھر اسے کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرے نزدیک بھی اس شخص کا حکم یہی ہے کیونکہ شہوت (یعنی نفسانی خواہش) کی مَوجُودَگی میں توبہ دُرُسْت نہیں بلکہ بندے سے مُجاہدہ طَلَب کیا جاتا ہے۔ یہ عام مریدین کا حال ہے جبکہ دل کا ہمیشہ مرتبۂ وِلایَت پر فائز رہتے ہوئے نفسانی خواہشات کو مِٹا دینا عارِفین کا وَصْف ہے۔

ایک گناہ کے ضمن میں بہت سے گناہ

بسا اوقات ایک گناہ کے ضمن میں بہت سے گناہ پائے جاتے ہیں جو اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں مثلاً

- اس گناہ پر اِصرار کرنا۔
- گناہ پر خوش ہونا۔
- گناہ کے بعد توبہ میں ٹال مٹول سے کام لینا۔

❁☜ اس جیسا کوئی گناہ کرنے پر کامیاب ہونے کی حلاوت پانا۔

❁☜ گناہ نہ کر پانے پر غم اور ناپسندیدگی کا پایا جانا۔

❁☜ گناہ پر عمل سے خوشی محسوس کرنا۔

❁☜ اگر وہ گناہ دو افراد سے سر انجام پاتا ہو تو دوسرے کو اس گناہ پر اُبھارنا۔

❁☜ اس گناہ میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ مال کو خرچ کرنا کہ ایسا کرنا کُفرانِ نعمت ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جس نے حرام کام میں ایک درہم خرچ کیا اس نے اِسراف کیا۔

❁☜ گناہ کو چھوٹا اور حقیر سمجھنا بھی گناہ کا اِرتکاب کرنے سے بڑا جُرم ہے۔

❁☜ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو اس کے گناہوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے اس کی پروا نہ کرنا۔

❁☜ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کو معمولی جاننا بھی گناہ کے اِرتکاب سے بڑا جُرم ہے کہ ایسا کرنا دھوکا و فریب میں مبتلا ہونا اور (**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے) بے خوف ہونا ہے۔

❁☜ اس بات کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت نہ سمجھنا (بھی بہت بڑا جُرم ہے) کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے عیبوں پر پردہ ڈال کر اس کی نیکیاں ظاہر فرما دیں۔ جیسا کہ ایک دُعائے ماثورہ میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اس طرح بیان کی گئی ہے: **یَامَنْ اَظْهَرَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرَ عَلَیَّ الْقَبِیْحَ وَلَمْ یُؤَاخِذْ بِالْجَرِیْرَةِ وَلَمْ یَهْتِكِ السِّتْرَ** یعنی اے وہ ذات جس نے (میری) نیکیوں کو ظاہر فرمایا اور میرے عیبوں پر پردہ ڈالے رکھا، میرے گناہوں پر فوری مُواخذہ فرمایا نہ ان گناہوں کا پردہ چاک فرمایا۔[1] منقول ہے: ہر گناہ گار رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی حِفاظت میں ہے، جب وہ اپنا دَستِ رحمت اس سے ہٹاتا ہے تو اس کے عُیوب کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

❁☜ اِعلانیہ گناہ کرنا، گناہ کا موقع ملتے ہی (بلاجھجک) اسے کر گزرنا اور اجتماعی شکل میں گناہ کرنا بھی بہت بڑے جُرم ہیں کہ یہ سرکشی کے کام ہیں۔ ایک حدیثِ پاک میں ہے: اِعلانیہ گناہ کرنے والوں کے سوا باقی تمام (گناہ گار) لوگ قابلِ مُعافی ہیں، ایک شخص رات کے وَقْت اس حال میں گناہ کرتا ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہوتا ہے مگر صبح ہوتی ہے تو وہ شخص خود ہی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے

---

[1] ......مستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل والتسبیح والذکر، باب الدعاء العظیم النفع، ۲/ ۲۴۰، حدیث: ۲۰۴۲

پردے کو فاش کر دیتا ہے اور اپنا گناہ بیان کر دیتا ہے۔[1]

گناہ ایجاد کرنا

بسا اوقات ایک گناہ گار شخص کوئی ایسا گناہوں بھرا کام ایجاد کرتا ہے جس پر دوسرے لوگ بھی عَمَل کرنے لگتے ہیں، اس طرح جب تک اس گناہ پر عَمَل ہوتا رہے گا اس اِیجاد کرنے والے کے نامۂ اَعمال میں بھی بُرائیوں کا اِضافہ ہوتا رہے گا۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اس جہانِ فانی سے گیا تو اس کے ساتھ ہی اس کے گناہ بھی خَتم ہو گئے اور اس کے بعد اس سے کبھی مُواخذہ نہ ہو گا۔ نیز اس شخص کے لیے بھی خوش خبری ہے جس کے نامۂ اَعمال میں دوسروں کے گناہ شُمار نہ کیے جائیں۔

کسی کا قول ہے کہ گناہ مَت کر، اگر گناہ کرنا ہی ہو تو دوسروں کو اس پر آمادہ نہ کر، ورنہ دو گناہوں کا مُرتکِب ہو گا کہ ایسا کرنا مُنافقین کی صِفَت ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

ترجمۂ کنز الایمان: مُنافق مرد اور مُنافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے (ایک جیسے) ہیں، بُرائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔ (پ ۱۰، التوبۃ: ۶۷)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) جس نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ کسی گناہ میں شریک ہونے پر آمادہ کیا گویا اس نے بُرائی کا حکم دیا اور بھلائی سے منع کیا۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ کسی شخص نے اپنے بھائی کی اس سے بڑھ کر بے حرمتی نہیں کی کہ وہ اس کی (کسی مُعاملے میں) ایسی مَدد کرے جس سے اس کے لیے گناہ پر عَمَل کرنا آسان ہو جائے۔

بعض اَوقات ایک شخص 40 سال زندہ رہ کر مر جاتا ہے مگر اس کا گناہ اس کے مرنے کے بعد بھی 100 سال تک زندہ رہتا ہے اور اسے اس کی قبر میں اس گناہ کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے یعنی جب وہ کوئی ایسا بُرا کام

---

[1] ......بخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسه، ۴/۱۱۸، حدیث: ۶۰۶۹
مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب النهی عن هتک الانسان ستر نفسه، ص ۱۵۹۵، حدیث: ۲۹۹۰

ایجاد کرے جس پر اس کے بعد بھی عَمَل ہوتا رہے یہاں تک کہ وہ عَمَل ختم ہو جائے یا اس پر عَمَل کرنے والے مر جائیں۔ تبھی جا کر اسے اس گناہ کی سزا سے نجات ملتی ہے اور وہ راحت پاتا ہے۔

متقدّمین پر ظُلم

ایک قول کے مُطابِق سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ان مُتَقَدِّمِین پر ظُلْم کا باعث بنے جنہیں جانتا پہچانتا ہو نہ اس نے انہیں دیکھا ہو۔ یعنی یہ سَلَف صالحین و ائمۂ متقین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين پر کلام (یعنی اِعْتِراضات) کرے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ تمام باتیں ایک گناہ کے ضِمن میں پائی جاتی ہیں جبکہ یہ باتیں اس گناہ سے (جُرم کے اعتبار سے زیادہ) بڑی ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ (پ ۲۲، یس: ۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔

وَاٰثَارَهُمْ کی تفسیر

منقول ہے کہ یہاں آثار سے مُراد لوگوں کے وہ کام ہیں جن پر ان کے بعد بھی عَمَل کیا جاتا رہا۔ چنانچہ مَروی ہے کہ جس نے کوئی ایسا بُرا طریقہ ایجاد کیا جس پر اس کے مرنے کے بعد بھی عَمَل ہوتا رہا تو اس اِیجاد کرنے والے پر اپنا اور ان عَمَل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اور ان عَمَل کرنے والوں کے گُناہ میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ [1]

بدعت پھیلانا، پھر رُجوع کرنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: عالِم کے لیے اس کے ماننے والوں کی جانِب سے ہلاکت ہے، وہ غَلَطی کرتا ہے، پھر رُجوع کر لیتا ہے مگر لوگ اس کی غَلَطی کو قُبول کر کے پوری دنیا میں پھیلا

[1] ......مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة... الخ، ص ۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷

دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی اَدِیب کا قول ہے کہ عالِم کی لَغزِش ایسے ہی ہے جیسے کوئی کشتی ٹوٹ کر غَرق ہو جائے اور اس کے ساتھ اس میں سُوار لوگ بھی ڈوب جائیں۔

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ ایک عالِم لوگوں کو بِدْعَتوں سے گمراہ کیا کرتا تھا، بعد میں اس نے توبہ کر لی اور بارگاہِ خُداوندی میں اپنی بِدْعَتوں سے رُجُوع کر کے ایک زمانے تک اپنے اَعمال کی اِصلاح کرتا رہا مگر اس کے باوُجُود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس وَقْت کے نبی کو وحی فرمائی کہ اس سے فرما دیں: اگر تیرا گناہ میرے اور تیرے درمیان ہوتا تو میں تیرے وہ تمام گناہ مُعاف فرما دیتا جو تو نے آج تک کئے ہیں مگر میرے ان بندوں کا کیا ہوگا جنہیں تو نے (اپنی ایجاد کردہ بِدْعَتوں سے) گمراہ کیا اور وہ جہنّم کے حق دار بن گئے؟

گناہ کو جائز و حلال سمجھنا

گناہ کو اپنے لیے جائز و حلال سمجھنا یا دوسروں کے لیے اسے جائز و حَلال قرار دینا دونوں ایسی باتیں ہیں جن کا تعلّق مذکورہ باتوں سے نہیں (یعنی ایک گناہ کے ضِمن میں اس سے عظیم گناہ نہیں) بلکہ ایسا کرنا تو بندے کے اِسلام سے خُروج کا سَبَب اور شَرِیعَت میں تبدیلی کے مُتَرادِف ہے اور ایسا کرنا کُفر ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ وہ شخص قرآنِ پاک پر اِیمان نہ لایا جس نے اس کی حَرام کردہ اشیا کو حلال جانا۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بُرے اَعمال کو جَہالَت کا نام دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

﴿1﴾ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ — ترجمۂ کنز الایمان: تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ بُرائی کر بیٹھے۔ (پ۷، الانعام: ۵۴)

﴿2﴾ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۵۵ — ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم جاہِل لوگ ہو۔ (پ۱۹، النمل: ۵۵)

﴿3﴾ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۸۱ — ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔ (پ۸، الاعراف: ۸۱)

---

[1] ....ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب رقم: ۲۰، ۴/۴۲۱، حدیث: ۲۹۲۷

عرش کا تین۳ اعمال کی وجہ سے کانپنا

منقول ہے کہ تین۳ اَعمال کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی کانپنے لگتا ہے۔

وہ اَعمال یہ ہیں:

﴿1﴾ کسی جان کو بغیر جان کے بدلے (یعنی بغیر قِصاص) قتل کرنا۔

﴿2﴾ مَرد کا مَرد کے ساتھ بد فعلی کرنا۔

﴿3﴾ عورت کا عورت کے ساتھ بد فعلی کرنا۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ اگر لوطی شخص کئی سمندروں میں بھی غسل کر لے تب بھی کوئی شے اسے پاک نہیں کرے گی ہاں توبہ کر لے تو پاک ہو جائے گا۔ [1]

سردار کون؟

اگر کسی معمولی گناہ میں طاعت سے محروم ہونے، حلاوتِ عِبادَت خَتْم ہو جانے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ناراض ہو جانے کے سوا کوئی دوسری نُحوسَت نہ بھی پائی جائے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں۔ جیسا کہ منقول ہے حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: کیا ایک گناہ گار شخص عِبادَت کی حلاوَت پاتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: نہیں! اور جو شخص گناہ کا اِرادہ کرے (مگر عَمَل نہ کرے) وہ بھی حلاوتِ عِبادَت سے محروم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو **سَیِّدًا** کا لقب عطا فرمایا کیونکہ انہوں نے کبھی مَعْصِیَّت کا ارادہ تک نہ فرمایا۔ چنانچہ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) کسی شخص کے سَیِّد ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ وہ اپنی سرداری کے لحاظ سے گناہوں کا اِرادہ نہ کرے۔ [2]

---

[1] ......تاریخ بغداد، ۳/۳۲۹، الرقم: ۱۴۳۸: محمد بن العباس، بتغیر

[2] ......یہاں سَیِّد سے مُراد سادات حضَرات نہیں، جیسا کہ مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان تفسیر نعیمی میں اس لفظ سے کیا مُراد ہے کی وَضاحَت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سید وہ ہے جو سواد یعنی بڑی جماعت کا متولی و سردار ہو یا تو اس سے مراد کریم ہے یا حلیم یا متقی یا شریف یا فقیہ عالم یا رب کے فرمان پر راضی یا سردار۔ بعض اہل

محبوب بندوں سے اِعراض

ایک رِوایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے لِباسِ شُہرت پہنا۔ جبکہ ایک رِوایت میں ہے کہ جس نے خود پسندی کی وجہ سے تکبُّر کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اِعْراض فرمالیتا ہے اگرچہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک محبوب ہی ہو۔[1] (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوب بندوں سے ان کے خود پسندی و تکبر کرنے پر اِعراض فرمالیتا ہے تو یہ) کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رحمت سے دُور نہ فرمائے اور وہ لوگ وحشت کا شِکار نہ ہوں، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو ان سے اپنے تعلّق کو بھی خَتْم فرما دیتا ہے۔

محبوب سے دوری

مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے جب ممنوعہ درخت سے کھایا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جِسْمِ اَطْہر سے لِباس اتر گیا اور ستر ظاہِر ہو گیا مگر تاج اور دستار کو آپ کے سر سے اُترنے میں حیا آئی تو حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضِر ہو کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سرِ مُبارک سے تاج اُتارا اور حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے دستار اتاری۔ اس کے بعد بالائے عرش سے انہیں نِدا دی گئی: دونوں میرے جَوارِ رحمت (یعنی جنّت) سے دُور (زمین پر) چلے جاؤ کیونکہ لَغزِش میں پڑ جانے والے میرے جَوارِ رَحمت میں نہیں رہ سکتے۔ (یہ سنکر) حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے آبدیدہ ہو کر اپنی زوجہ حضرت سَیِّدَتُنا حوّا عَلَیْہَا السَّلَام کی جانب

لُغت نے اس کے معنٰی ہِمَّت والا اور مالِک بھی کیے ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے: وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (پ۱۲، یوسف:۲۵)، یہاں سید کے معنٰی مالِک یا خاوند ہیں کہ عزیز مصر زُلیخا کا خاوند تھا۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ سید وہ جو کسی پر حسد نہ کرے اور ابو اسحاق نے فرمایا کہ سید وہ جو علم اور تقویٰ میں اپنی قوم سے افضل ہو۔ اب اِصْطِلَاح میں ہر دینی یا دنیوی فوقیت رکھنے والے کو سید کہتے ہیں۔ چونکہ یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام میں یہ ساری صفتیں تھیں اس لیے انہیں سید فرمایا گیا۔ بعض لوگوں نے فرمایا کہ آپ نے کبھی کوئی خطا نہ کی۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ آپ نے کبھی کسی پر غصہ نہ کیا اس لیے رب نے آپ کو سید فرمایا۔ (تفسیر نعیمی، ۳/ ۳۸۹)

[1] ......ابن ماجه، کتاب اللباس، باب من لبس شهرة من الثیاب، ۴/ ۱۶۳، حدیث: ۳۶۰۸، دون: وان کان عنده حبیباً
جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب شهرة الثیاب، ۱۰/ ۱۲۳، حدیث: ۲۰۱۴۵، بتغیر قلیل

دیکھا اور اِرشاد فرمایا: ہماری لَغْزِش کا پہلا اَثر یہ ہے کہ ہم محبوب کے دربار سے دور کر دیئے گئے۔ [1]

40 دن سلطنت سے محرومی

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جب ان کی اس لَغْزِش پر گرِفت فرمائی گئی کہ ان کے گھر میں 40 دن تک ایک بت کی عِبادت کی گئی۔ ایک قول کے مُطابِق ایک عورت نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی تھی کہ اس کے باپ کا جو اپنے مُخالِف سے جھگڑا چل رہا ہے اس میں اس کے باپ کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو آپ نے ایسا کرنے کا اِقرار کر لیا مگر اس طرح کیا نہیں۔ ایک قول میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دل سے چاہتے تھے کہ اس عورت کے مَقام و مرتبہ کے پیشِ نظر اس کے باپ کے حق میں فیصلہ کر دیں تو اس وجہ سے 40 دن تک آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی حکومت و سلطنت آپ سے واپس لے لی گئی۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بہُت گریہ وزاری کی اور خوفِ خدا میں بے خود ہو گئے۔ ہاتھ پھیلا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سوال کرتے لیکن بھوکے ہی رہتے۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کہتے کہ مجھے کھانا دو میں سلیمان بن داود ہوں تو آپ کو زخمی کیا جاتا اور دور کر دیا جاتا اور مارا جاتا۔ [2] بالآخر ایک مچھلی کے پیٹ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مخصوص انگوٹھی نکلی جسے آپ نے 40 دن کے بعد پہنا اور یوں آزمائش کے ان دِنوں کا خاتِمہ ہوا۔ فرماتے ہیں: (جُونہی آپ نے انگوٹھی پہنی) پرندے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سرِ اقدس پر سایہ فگن ہو گئے، جن، شیاطین اور جنگلی جانور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے گرد جمع ہو گئے۔ جب بے اَدَبی و گستاخی کرنے والوں نے آپ کو پہچانا تو فوراً آپ کی خِدْمَت میں حاضِر ہو کر گھٹنے ٹیک دیئے اور ناروا سلوک کرنے پر مَعْذرَت پیش کرنے لگے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشاد فرمایا: جو سُلوک تم نے اس سے قبل میرے ساتھ کیا ہے میں اس پر تمہیں ملامَت کروں گا نہ اب جو تم مَعْذرَت پیش کر رہے ہو اس پر تمہاری تعریف کروں گا، یہ ایک آزمائش تھی جسے ہونا ہی تھا۔ [3]

---

[1] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، ۳/۲۳۶، حدیث: ۳۲۸

[2] ......یہاں دو روایتوں کا ترجمہ نہیں دیا گیا، ان کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

[3] ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ص، ۳/۲۱۸، حدیث: ۳۶۷۵، مختصراً

آپ خدا کے مطیع ہم آپ کے مطیع

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام ایک سفر پر تھے، ہَوا آپ کو آپ کے لشکروں سمیت اٹھائے چل رہی تھی کہ اچانک آپ نے زیبِ تن اپنی نئی قمیص کی طرف دیکھا جو آپ کو اچھی لگی تو ہوا نے آپ کو نیچے زمین پر اتار دیا، آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: تونے ایسا کیوں کیا؟ میں نے تو تجھے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ وہ بولی: ہم (یعنی مظاہرِ کائنات) آپ کے مطیع اسی لیے ہیں کہ آپ اپنے رب کے مطیع ہیں۔

ہر شے اس سے ڈرتی ہے جو

ایک عالِم فرماتے ہیں: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے ہر شے اس سے ڈرتی ہے اور جو غَیْرُ **اللہ** سے ڈرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہر شے سے ڈراتا ہے۔[1] اسی طرح جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اَطاعَت کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر شے کو اس کے لیے مُسَخَّر کر دیتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہر شے کے لیے مُسَخَّر کر دیتا ہے یا ہر شے کو اس پر مُسَلَّط کر دیتا ہے۔

مصائب گناہوں کی سزائیں

اگر گناہوں پر اِصْرار کی صُورت میں اس کے سوا کوئی نُحوسَت طاری نہ ہو کہ بندے کو لاحِق ہونے والے مَصائب ہی اس کی سزا بن جائیں تو یہی اس کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ خوشحال ہو تو یہ بھی اس کی ایک سزا ہے کیونکہ وہ اِسْتِدراج سے محفوظ نہیں اور اگر وہ تنگدستی کا شِکار ہو تو یہ بھی اس کے لیے سزا ہے۔ چنانچہ،

گناہ رِزْق سے مَحرومی کا سَبَب ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرَت نشان ہے: بندہ گناہ کے اِرْتِکاب کی وجہ سے رِزْق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔[2] ایک قول میں ہے کہ حرام رِزْق نیک اَعمال کی توفیق کی کمی کا سَبَب ہوتا ہے۔

---

[1] ......حلیة الاولیاء، محمد بن علی الباقر، ۳/۲۲۳، حدیث: ۳۷۷۹

[2] ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/۳۶۹، حدیث: ۴۰۲۲

گناہوں سے علم بھول جاتا ہے

حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میرے خیال کے مُطابِق بندہ گناہوں میں مبتلا ہو کر علم بھول جاتا ہے۔[1]

توبہ، علم اور عبادت پر استقامت

اگر توبہ، علم اور عِبَادَت پر اِسْتِقَامَت کی کوئی دیگر برکت نہ بھی ہو سوائے اس حالت کے جو اس وَقْت بندے کو نصیب ہے تو یہی اس کے لیے بہتر ہے۔ اگر خوشحال ہے تو یہ کرمِ خُداوندی ہے جس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر لُطف واِحسان فرمایا ہے اور اگر تنگ دست ہو تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آزمائش اور بندے کا اِنتخاب ہے۔ وہ اس کی حَلاوَت ولذّت پاتا ہے کیونکہ وہ راہِ خدا میں ہے اور اسے یہ مصیبت اپنے رب کی اَطاعَت کرتے ہوئے پہنچی ہے۔

باہمی میل جول بھی گناہوں کا سَبَب ہے

اگر لوگوں کے باہم میل جول میں مَعْصِیَّت کے علاوہ دیگر کوئی نقصان اور نُحُوسَت نہ بھی پائی جائے تو یہی بہُت ہے۔ یعنی دینی و دنیاوی اُمُور میں پائی جانے والی زِیادَتیوں کے تعلّق کی وجہ سے لوگوں سے باہمی میل جول کی یہ مَعْصِیَّت بہُت بڑی ہے۔ چنانچہ جس شخص کے جاننے والے جس قدر کم ہوں گے اس کے گناہ بھی اسی قدر کم ہوں گے۔

لعنت کیا ہے؟

ایک بزرگ فرماتے ہیں: لعنت چہرے کے کالا ہو جانے اور مال کے کم ہو جانے کا نام نہیں بلکہ لعنت تو یہ ہے کہ بندہ ایک گناہ سے نکل کر اسی جیسے یا اس سے بھی بدتر گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ ایسا اس لیے ہے کہ لعنت (بارگاہِ خداوندی سے) دھتکارے جانے اور دور کر دیئے جانے کی عَلامَت ہے۔ لہٰذا جب کسی بندے کو عِبادَت سے محروم کر دیا جائے تو پھر اسے عِبادَت کا موقع نہیں دیا جاتا اور اسی طرح جب وہ قربتوں سے دور کر دیا

---

[1] ......دارمی، المقدمۃ، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، ۱/۱۱۷، حدیث: ۳۷۶

جائے تو بعد میں اسے نیکیوں کی توفیق نہیں ملتی۔ یہی اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے۔

حدیثِ پاک کی شرح

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ابھی ہم نے یہ رِوایَت ذکر کی ہے کہ ”بندہ گناہ کے اِرتِکاب کی وجہ سے رِزْق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔“ [1]

(اس حدیثِ پاک سے کیا مُراد ہے اس کے مُتَعَلِّق درج ذیل چند اَقوال مروی ہیں:)

- بندہ حلال رِزْق کمانے سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حلال رِزْق کمانے کی توفیق نہیں دی جاتی۔
- ایسا شخص عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی مَحافِل سے محروم ہو جاتا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت کے باوُجُود اسے دل کی کشادگی نصیب نہیں ہوتی۔
- صالحین اور اہلِ عِلْم ناراض ہو کر اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔
- بندہ جہالَت پر قائم رہنے کی وجہ سے اس علم سے محروم ہو جاتا ہے جس کے بغیر عَمَل کی دُرُستی ممکن نہیں ہوتی۔
- شہوات پر عَمَل پیرا ہونے کی وجہ سے اس پر شبہات واضح نہیں ہوتے بلکہ اس پر اُمُور مُلْتَبِس ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں سرگرداں رہتا ہے۔
- وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِفَاظَت میں بھی نہیں رہتا۔
- اسے دُرُست اور اَفضل باتوں کی توفیق نہیں دی جاتی۔

زمانے کی تبدیلی اور لوگوں کی بے رُخی

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم زمانے کی تبدیلی اور لوگوں کی بے رُخی کو پسند نہیں کرتے، (یاد رکھو!) یہ تمہارے ہی گناہوں کا نتیجہ ہے۔

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/۳۶۹، حدیث: ۴۰۲۲

قرآنِ کریم کا بھلا دیا جانا

منقول ہے کہ قرآنِ کریم کا یاد کرنے کے بعد بھلا دیا جانا سب سے بڑی سزا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کی تِلاوت نہ کرنا، اس کی قراءت سے تنگ دِلی کا مُظاہرہ کرنا اور اسے چھوڑ کر دیگر کاموں میں مشغول رہنا اس سزا پر قائم رہنے کی علامات ہیں۔

تیس سال کے بعد گناہ کی سزا ملی

ایک شامی صوفی بزرگ فرماتے ہیں: میں نے ایک خوبصورت چہرے والے نصرانی لڑکے کو دیکھا تو دیکھتا ہی گیا۔ اتنی دیر میں حضرت سَیِّدُنا ابنِ جَلاد دمشقی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی میرے پاس سے گزرے تو میرا ہاتھ تھام لیا، مجھے بہت حَیا آئی بہر حال میں نے عرض کی: اے ابو عبد اللہ! سُبْحٰنَ اللہ! مجھے اس خوبصورت چہرے اور اتنی بہترین تخلیق پر تعجب ہو رہا ہے کہ اسے آگ کے لیے کیونکر پیدا کیا گیا! انہوں نے میرا ہاتھ دباتے ہوئے اِرشاد فرمایا: یقیناً تم کچھ عرصے کے بعد اس گناہ کی سزا پاؤ گے۔ فرماتے ہیں: واقعی (ان کے فرمان کے عین مُطابِق) مجھے 30 سال کے بعد اس گناہ کی سزا دی گئی۔

گناہوں کی پہچان اور ان کے اثرات

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے گناہ کی سزا کو اپنے گدھے کی بد خلقی سے پہچان لیتا ہوں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: میں بھی گناہوں کی سزا کو پہچان لیتا ہوں یہاں تک کہ اپنے گھر میں نظر آنے والے چوہے تک کو پہچان لیتا ہوں (کہ یہ کس گناہ کی سزا ہے)۔

حضرت سَیِّدُنا منصور فقیہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللہ سُکَّری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو دیکھا تو عرض کی: **مَا فَعَلَ اللہُ بِکَ؟** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیسا سلوک فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا تو میں پسینے میں ڈُوب گیا یہاں تک کہ میرے رُخسار کا گوشت گرنے لگا۔ میں نے وجہ دَرْیافت کی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک بار ایک لڑکے کو آتے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

سزائیں لوگوں کے اعتبار سے ہوتی ہیں

سزا شِدّت ومَشَقَّت کا نام ہے اور ہر شخص کی سزا اس پر ہونے والی شِدّت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ چنانچہ،

- دنیاداروں کو دنیا میں رِزْق سے محروم کرکے سزا دی جاتی ہے یعنی ان پر رِزْق کمانا مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے اَموال برباد ہو جاتے ہیں۔
- اَہْلِ آخِرَت کو اُخروی رِزْق سے محروم کرکے سزا دی جاتی ہے یعنی انہیں نیک اَعمال کی توفیق میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور عُلومِ صادِقہ کا حُصول ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (پ ۲۴، حٰم السجدۃ: ۱۲) یعنی یہ اس عزّت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

- حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: اِحْتِلام بھی ایک سزا ہے۔
- مزید فرماتے ہیں: کسی شخص کی باجماعت نماز فوت ہو جانے کا سَبَب اس شخص کے کسی گناہ کا مُرتَکِب ہونا ہے۔
- سزاؤں کا دقیق ہونا لوگوں کے رَفْعِ دَرَجات کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ تم اپنے زمانے کی جس شے کو ناپسند کرتے ہو اس کا سَبَب تمہارے اَعمال کی تبدیلی ہے۔[1]
- ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میرا بندہ جب میری عِبادَت کے بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کو ترجیح دیتا ہے تو میں اس کے ساتھ سب سے کم تر سُلوک یہ کرتا ہوں کہ اسے اپنی مُناجات کی لذّت سے محروم کر دیتا ہوں۔ یہ اَہْلِ مُعامَلات کی سزا ہے۔
- اگر گناہ کا اِرتِکاب کرتے وَقْت گناہ گار کے چہرے پر دِل کی بدَلتی کیفیات ظاہِر ہو جائیں تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حِلْم کی وجہ سے اسے اس سزا سے محفوظ رکھا اور اس کے گناہوں پر پردہ بھی ڈال دیا۔ چنانچہ جب وہ گناہ بندے کے دل میں اپنی تاثیر کے ساتھ بَرَاجمان ہو گا تو اس سے بھی بڑی بڑی سزاؤں کا باعِث بنے گا۔ مثلاً گناہ گار شخص کی آنکھوں پر حِجاب ڈال دیا جائے گا، اس کا دل قَساوَتِ قلبی کے باعِث ذِکرِ خُداوندی سے محروم ہو جائے گا، نیکی اور بھلائی کے

---

[1] ......الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی قصر الامل والمبادرۃ بالعمل قبل بلوغ الاجل، ص ۲۷۶، حدیث: ۷۰۹

کام کرے گا نہ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے گا۔

دل پر تاریکی چھا جاتی ہے

منقول ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر تاریکی چھا جاتی ہے جس سے دُھواں اٹھتا ہے اور اِیمان اس کا مُشاہَدہ کرتا ہے، یہ بندے کے دکھ کا وہ مقام ہے جہاں اس کی بُرائی اسے مزید بُرا بنا دیتی ہے۔ وہ دُھواں بندے کے لیے عِلْم اور بیان کے حُصول سے حِجاب بن جاتا ہے جس طرح کہ بادَل سورج کے سامنے حِجاب بن جاتا ہے اور آپ اسے نہیں دیکھ پاتے۔ نیز یہ حِجاب دل پر ایک ایسے غِلاف کی مانند ہے جو بندے کو مخلوق سے (حُسنِ سُلوک سے پیش آنے سے) روکتا ہے، لہٰذا جب بندہ توبہ کر لے اور اپنی اِصلاح کر لے تو یہ حِجاب خَتْم ہو جاتا ہے اور اِیمان ظاہِر ہو کر عِلْم کے حُصول کا حکم دیتا ہے جیسا کہ سورج بادَل کے حِجاب سے باہَر نکلتا ہے (تو ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل جاتی ہے)۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

(پ ۳۰، المطففین: ۱۴)

دل کے زنگ آلود ہونے سے مراد

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) منقول ہے کہ یہاں زنگ سے مُراد گناہ پر گناہ کرنا ہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہو جائیں اور اِیمان حِجاب تلے ہو جائے کہ کسی نیکی کو نیکی جانے نہ کسی گناہ کو گناہ سمجھے۔ اس وَقْت اس کی رِفْعَت ذِلَّت میں بدل جاتی ہے، جب دل مکمل طور پر سیاہ ہو جائے تو وہ نِفاق پر رہتے ہوئے سرکشی میں حد سے گزر جاتا ہے، اس وَقْت وہ نِفاق اِخْتیار کرنے میں جلدی کرتا ہے اور اسی حالَت پر مطمئن و قائم رہتا ہے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر اپنی نِگاہِ کرم فرماتا ہے تو اس کے فضل و کرم سے اس کی بگڑی بن جاتی ہے۔

دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بے شک بندے اور اس کے رب کے درمیان

گناہوں کی ایک حد مُقرّر ہے۔ جب بندہ اس حد تک پہنچتا ہے تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے، اس کے بعد اسے خیر و بھلائی کی توفیق نہیں ملتی۔

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مہر لگانے والے فرشتے عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہوتے ہیں جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حرام ٹھہرائی گئی اشیا کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور انہیں حلال سمجھا جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مہر لگانے والے ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔[1]

عادی گناہ گار کا دل

حضرت سَیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد سے مروی ہے کہ دل کھلی ہوئی ہتھیلی کی مانند ہوتا ہے، بندہ جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کی ایک انگلی بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ساری انگلیاں بند ہو جاتی ہیں۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے گویا کہ اس پر تالا لگ گیا ہو۔[2]

دل کا غِلاف کیا ہے؟

منقول ہے کہ ہر گناہ کا ایک پودا ہوتا ہے جو دل پر اگتا ہے، جب گناہ کثیر ہوتے جاتے ہیں تو یہ پودے دل کے گرد کسی پھل کے شِگُوفے کی طرح جمع ہو کر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اسے ہی دل کا غِلاف کہتے ہیں۔ نیز منقول ہے کہ یہ ان پردوں میں سے ایک پردہ ہے جس کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے کہ دل اس پردے کی مَوجُودَگی میں سنتا ہے نہ کچھ سمجھتا ہے۔

گناہ کے خیال سے جسم سیاہ ہو گیا

حضرت سَیِّدُنا اَبُو عَمْرو بن عُلْوان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: میں ایک دن حالَتِ قِیام میں نماز ادا کر رہا تھا کہ میرے دِل میں ایک نفسانی خواہش پیدا ہوئی اور اس کے مُتَعَلِّق سوچتے ہوئے مجھے کافی دیر ہو گئی یہاں تک کہ میں شہوت میں مبتلا ہو گیا، جُونہی ایسا ہوا تو میں فوراً زمین پر گر گیا اور میرا سارا جسم سیاہ ہو گیا۔ میں تین

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/۴۴۴، حدیث: ۷۲۱۴، بتغیر قلیل

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۷۵۴: سلیمان بن مسلم الخشاب، ۴/۲۷۸، بتغیر قلیل

[2] ......تفسیر طبری، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۷، ۱/۱۴۵، حدیث: ۳۰۱، بتغیر قلیل

دن تک گھر میں چھپا رہا اور باہَر نہ نکلا، میں حمام میں صابُن اور دھونے والے دیگر رنگوں سے اس سیاہی کو دھوتا رہا مگر یہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی گئی۔ پھر تین۳ دن کے بعد وہ سیاہی مجھ سے دور ہوئی اور میری سفید رنگت دوبارہ لوٹ آئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی خِدْمَت میں حاضِری کا اِرادہ کیا اور اس غرض سے رَقّہ (ایک شہر کا نام ہے) سے روانہ ہوا۔ جب ان کی خِدْمَت میں پہنچا تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: کیا تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا نہ آئی کہ تو اس کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر اپنی نفسانی شہوت میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ وہ تجھ پر غالِب آگئی اور اس نے تجھے رحمتِ خداوندی سے نکال باہَر کیا۔ اگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیرے لیے مَغْفِرَت طَلَب نہ کرتا تو تو اسی رنگ کے ساتھ (اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے کے بعد) بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوتا۔ فرماتے ہیں: میں حیران رہ گیا کہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا جبکہ یہ بغداد میں تھے اور میں رَقّہ میں۔ نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھی میری اس حالت سے آگاہ نہ تھا۔

دل کا سیاہ نہ ہونا کرمِ خداوندی ہے

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے یہ حِکایَت ایک عالِم سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: یہ ابن عُلْوَان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مہربانی و کرم نوازی تھی کہ ان کا دل سیاہ نہ ہوا صرف سیاہی ان کے جسم پر ظاہِر ہوئی، اگر وہ دل پر چھا جاتی تو یقیناً وہ ہلاک و برباد ہو جاتے۔ مزید فرمایا: کوئی گناہ ایسا نہیں بندہ جس کا بار بار اِرْتِکاب کرے اور اس کے نتیجے میں اس کا دل سیاہ نہ ہو جیسا کہ مذکورہ حِکایَت میں جسم سیاہ ہو گیا تھا۔ اب یہ سیاہی توبہ کے بغیر دور نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر شخص سے ابن عُلْوَان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان جیسا سُلوک کیا جاتا ہے نہ ہر کوئی حضرت سَیِّدُنا ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی جیسا لطف و کرم فرمانے والا پیر کامِل پاتا ہے۔

گناہوں کی مختلف سزائیں

ہر گناہ کی ایک سزا ہوتی ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُعاف فرمانے سے ہی مُعاف ہوتی ہے۔

- یہ سزا بقدرِ گناہ ہوتی ہے نہ بندے کے علم کے اعتبار سے ہوتی ہے بلکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیّت اور عِلمِ رَبُوبیّت کے مُطابِق ہوتی ہے۔
- بسااَوقات یہ سزا دل کے مُتعلّق ہوتی ہے جس کی وجہ سے دِل مختلف اَمراض کا شِکار ہو جاتا ہے۔
- بسااَوقات یہ سزا جسم کے مُتعلّق ہوتی ہے۔
- بعض اَوقات اَموال اور اَہل وعَیال کے مُتعلّق ہوتی ہے۔
- بعض اَوقات عُلَما اور مومنین کی نظروں سے مَقام ومرتبہ خَتم کر کے بندے کو سزا دی جاتی ہے۔
- بعض اَوقات یہ سزا آخِرت تک مُؤخّر کر دی جاتی ہے۔

سزا کا آخرت تک مؤخر ہونا

سزا کا آخِرت تک مؤخر ہونا سب سے بڑی سزا ہے اور اس کے مستحق صِرف وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے ہلاکت خیز کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کیا اور بغیر توبہ کے مر گئے۔ نیز گناہوں پر اِصرار کرنے والے اور غافِلین ومتکبرین بھی آخِرت میں سزا کے مستحق لوگوں میں سے ہیں۔ کیونکہ اگر ان سزاؤں کا نفاذ دنیا میں ہی ہو جاتا تو بقدرِ دنیا آسان ہوتیں مگر جب یہ آخِرت تک مؤخر ہوئیں تو آخِرت کے اعتبار سے بڑی ہوں گی۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا اسے جلد ہی دیدیتا ہے اور جب کسی بندے سے بُرائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا کو مؤخر فرما دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس گناہ کی پوری سزا آخِرت میں پائے گا۔[1]

- دنیا کے فوت ہو جانے کا غَم اور اس کی حرص کی فِکْر میں مبتلا ہونا بھی گناہوں کی سزا ہے۔
- دنیا پانے کی خوشی جبکہ دین جانے کی کوئی پروانہ ہو تو یہ بھی گناہوں کی سزا ہے۔
- بعض اَوقات ایک گناہ کی سزا اسی کی مِثل یا اس سے بڑے گناہ کے اِرتکاب سے دی جاتی ہے جیسا کہ نیکی کا ثواب اس نیکی کی مِثل سے یا اس سے بھی اَفضل شے سے دیا جاتا ہے۔

---

[1] ....ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۸/۴، حدیث: ۲۴۰۴

مستدرک، کتاب الحدود، باب اذا اراد اللہ بعبد خیرا اعجل عقوبۃ ذنبہ، ۵۳۷/۵، حدیث: ۸۱۹۵

﴿ بعض اَوقات دائمی عافیت اور غِنا کی وُسْعَت بھی گناہوں کی سزا بن جاتی ہیں بشرطیکہ یہ دونوں گناہوں کا سَبَب ہوں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ۴، اٰل عمران: ۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دِکھا چکا تمہاری خوشی کی بات۔

یہاں غِنا اور عافیت مُراد ہے۔ جس طرح فَقر اور بیماری اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہیں بشرطیکہ یہ گناہوں سے بچنے کا سَبَب ہوں اسی طرح غِنا اور عافیت گناہوں کے لیے اَصل کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں بشرطیکہ یہ دونوں گناہوں کا سَبَب ہوں اور ان کی جانِب لے جانے کا ذریعہ بنیں۔

حلیم کی شان

حِلْم سزا کو خَتْم نہیں کرتا، البتہ مؤخر ضرور کر دیتا ہے کیونکہ حلیم کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ پر فوری سزا نہیں دیتا بلکہ بعض اَوقات ایک طویل عرصے کے بعد سزا دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ (پ۷، الانعام: ۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

ہر چیز کے دروازے کھولنے سے مُراد آسائشوں اور راحتوں کی فراوانی ہے۔ چنانچہ اسکے بعد اِرشاد فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً (پ۷، الانعام: ۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔

ایک قول کے مُطابِق ان کی گَرِفْت 60 سال کے بعد ہوئی۔

غم گناہوں کا کفارہ ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفّارہ طَلَبِ مَعاش کی فِکْر کے سوا کچھ نہیں۔[1] ایک رِوایَت ہے کہ گناہوں کا کفّارہ صِرف رنج و غم ہیں۔

[1] ......معجم اوسط، ۱/ ۴۲، حدیث: ۱۰۲

غم اور درجات کی بلندی

اَہلِ فَقر کے لیے جائز دنیاوی حاجات کا اِہتمام کرنا اور ان کی خاطِر غم میں مبتلا ہونا ان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور مومنین کے لیے اُخروی نیکیوں کے فوت ہو جانے پر غمزدہ ہونا ان کے دَرَجات کی بُلندی کا باعث ہے۔ جبکہ دنیا کی مَحبّت، اسے جمع کرنا اور اس کی فکر میں مبتلا رہنے پر سزائیں مُقرَّر ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: گناہ کے لیے یہی کافی ہے کہ بندہ حُبِّ دنیا سے مَغفِرت طَلَب نہ کرے۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: بندے کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ مَصائبِ دنیا کا شِکار ہو کر اُخروی نَجات اور اس کی تیاری سے غافِل ہو جائے۔

گناہوں کی کثرت اور مصائب کا نزول

اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی ہے کہ جب بندے کے گناہ کثیر ہو جائیں اور اس کے اَعمال ایسے نہ ہوں جو اس کے گناہوں کا کفّارہ بن سکیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو پریشانیوں میں مبتلا فرما دیتا ہے جو اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہیں۔[1]

منقول ہے کہ بندہ کسی ایسے غم میں مبتلا ہو جس کا سَبَب نہ جانتا ہو تو وہ غم بھی گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے۔ ایک قول کے مُطابِق اس غم سے مُراد یہ ہے کہ عَقل جب بروزِ قِیامت بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کا وَقت یاد کرتی ہے اور جسمانی جُرموں کی وجہ سے اپنا مُحاسَبہ کر کے غمزدہ ہو جاتی ہے، یوں عَقل کے غم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بندہ بھی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر لگتا یوں ہے کہ وہ اپنے غم کا سَبَب نہیں جانتا۔

غمِ یُوسُف پر درجات کی بلندی

حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وحی فرمائی: میں نے اپنے عِلْم کے مُطابِق آپ پر اپنی عِنایات فرمانے کا فیصلہ کیا تا کہ آپ جس کَثرت سے میری بارگاہ میں دستِ سُوال دراز کریں اور میں دُعا قبول کرنے میں تاخیر کروں تو اس وجہ سے مجھے بَخیل نہ سمجھنے لگیں۔ بلکہ آپ پر

---

[1] ...... مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۹/۵۰۰، حدیث: ۲۵۲۹۱

یہ میری کرم نوازی ہے کہ میں نے آپ کے دل میں یہ بات پختہ کر دی ہے کہ میں ہی اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡن اور اَحۡکَمُ الۡحَاکِمِیۡن ہوں۔ آپ کا میرے نزدیک ایک خاص مقام ہے جو آپ اپنے عِلْم کے بجائے اپنے بیٹے یوسف (عَلَیۡہِ السَّلَام) کی جُدائی پر غم و اندوہ کا شِکار ہو کر ہی پا سکتے تھے لہٰذا میں نے چاہا کہ آپ کو اس مرتبے پر فائز فرما دوں (اس لیے یوسف کو آپ سے دُور کر دیا)۔

ایک رِوایَت میں ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیۡہِ السَّلَام قید خانے میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیۡہِ السَّلَام کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اپنے والد ماجد کی حالَت کے مُتَعَلِّق ان سے کچھ یوں دریافت فرمایا: اے جبرائیل! میرے عمر رسیدہ و غم زدہ باپ کی حالَت کیسی ہے؟ عرض کی: انہیں آپ کی جُدائی پر اتنا غم ہے کہ جس قدر 100 ماؤں کو اپنے بچوں کے مرنے پر ہوتا ہے۔ فرمایا: اس قدر غم کا شکار ہونے پر کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں انہیں کوئی خاص مرتبہ ملے گا؟ عرض کی: جی ہاں! ان کے لیے سو شہیدوں کا اَجر ہے۔ [1]

زمین و آسمان کا اِذْن طَلَب کرنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الۡمُبِیۡن سے مروی ہے کہ جو بندہ گناہ کرتا ہے وہاں کی زمین اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِذْن طَلَب کرتی ہے کہ وہ اس بندے کو زمین میں دھنسا دے اور اسی طرح آسمان اس پر عذاب بن کر گر جانے کا اِذْن طَلَب کرتا ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ زمین و آسمان سے اِرشَاد فرماتا ہے: میرے بندے سے دور ہو جاؤ اور اسے (سدھرنے کی) مہلت دو کیونکہ تم نے اسے پیدا نہیں کیا اگر تم دونوں نے اسے پیدا کیا ہوتا تو تم دونوں بھی ضَرور اس پر رَحْم کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ میری بارگاہ میں حاضِر ہو کر توبہ کر لے اور میں اسے مُعاف فرما دوں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس گناہ کو کسی نیک عَمَل سے بدلنے کی کوشش کرے تو میں اس کے گناہ کو نیکیوں میں بدَل دوں۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذَیل فرمان میں مذکورہ رِوایَت کا مَفْہُوم مَوجُود ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1]...... مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام موسی، ۱۲۲/۸، حدیث: ۸، بتغیر

تفسیر طبری، سورۃ یوسف، تحت الآیة: ۸۶، ۲۸۳/۷، حدیث: ۱۹۷۳۴، بتغیر

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

(پ ۲۲، فاطر: ۴۱)

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

مُراد یہ ہے کہ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ بندوں کے گناہوں کے سَبَب جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کون روکے گا؟ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حلم والا یعنی بندوں کے گناہوں سے در گزر فرمانے والا اور ان کی خطاؤں کو مُعاف فرمانے والا ہے۔

غضبِ الٰہی پر فرشتوں کا طرزِ عَمَل

ایک تفسیر میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب اپنے بندوں کو گناہوں میں مبتلا پاتا ہے تو اس کے غَضَب سے زمین کپکپانے لگتی ہے، آسمان ہلنے لگتا ہے، آسمان کے فرشتے زمین پر اتر کر اس کے اَطراف کو اور زمین کے فرشتے آسمان پر جا کر اس کے اَطراف کو پکڑ لیتے ہیں اور سب بار بار یوں پکارنے لگتے ہیں: **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** ۔ یہاں تک کہ انکے ایسا کرنے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غَضَب دور ہو جاتا ہے اور وہ اِرشاد فرماتا ہے: **اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ** یعنی بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی روکے ہوئے ہے آسمانوں کو۔

غَضَب و حلم کا وُقوع کب ہوتا ہے؟

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں جب زمین میں ناقوس بجا کر زمانۂ جاہلیّت کی طرف بلایا جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غَضَب شدید ہو جاتا ہے مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مدارِس کے بچوں اور مَساجِد آباد کرنے والوں کو دیکھتا ہے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ جب اپنی رضا کے حُصول کی خاطر دو محبَّت کرنے والوں یا ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں کو دیکھتا ہے اور مُؤَذِّنوں کی آوازیں سنتا ہے تو حِلم اور مغفِرت سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ آیتِ مُبارکہ میں ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔

گناہوں پر اِصرار مقامِ ہلاکت ہے

جب بندہ ایک کے بعد دوسرا گناہ کرتا ہے اور ان دونوں گناہوں کے درمیان توبہ نہیں کرتا تو قوی اندیشہ ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے، کیونکہ یہ گناہوں پر اِصرار کرنے والے کا حال ہے، نیز وہ رُجُوع اِلَی اللہ کو ترک کرنے اور اپنی نفسانی خواہشات کو عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور یہ (رحمتِ خُداوندی سے) دُوری میں مَقامِ غَضَب ہے۔

مُرید صادِق کا طریق

سب سے بہتر عَمَل یہ ہے کہ بندے کو جن نفسانی خواہشات کا بجالانا محبوب ہو، انہیں فوراً چھوڑ دے کیونکہ نفسانی خواہشات کی کوئی انتہا نہیں کہ (توبہ کے لیے) ان کے اِختِتام کا اِنتِظار کیا جائے جیسا کہ ان کی اِبتِدا کی کوئی علامت نہیں۔ لہٰذا اگر بندے نے نفسانی خواہشات کو ترک نہ کیا تو پھر کبھی بھی ان خواہشات کا اِختِتام نہ ہو گا اور اگر وہ طاعت کی زِیادَتی وعِبادَت کی حَلاوَت پانے میں مشغول ہو گیا تو بہتر ہے ورنہ خود کو صَبْر و مُجاہَدہ پر مجبور کرے کہ یہی مرید صادِق کا طریقہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو۔

(صاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں ہے کہ طاعَت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد چاہو اور مَعْصِیَّت میں مُجاہَدہ پر صَبْر کرو۔

جیسے سمندر کے مُقابِل جھاگ

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں:

- اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے مُقابَلے میں نیکی کے تمام کام ایسے ہی ہیں جیسے سمندر کے مُقابِل جھاگ۔
- جِہاد فی سَبِیلِ اللہ کے مُقابَلے میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر ایسے ہیں جیسے سمندر کے مُقابِل جھاگ۔

ممنوع کاموں سے بچتے ہوئے نفسانی خواہشات سے مُجاہَدہ کرنے کے مقابلے میں جِہاد فی سَبِیلِ الله ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے سامنے جھاگ۔[1]

یہی مفہوم ایک حدیثِ پاک میں بھی کچھ یوں مَرْوِی ہے کہ تم جِہادِ اَصغَر سے جِہادِ اَکبَر یعنی مُجاہَدۂ نفس کی جانِب لوٹے ہو۔[2]

افضل منزل

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد الله تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: صَبر صِدْق کی تصدیق کا نام ہے اور طاعَت کی سب سے اَفضل منزل پہلے مَعْصِیَّت پر، پھر طاعَت پر صَبر کرنا ہے۔

مُجاہَدۂ نفس کی برکت

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر کی ایک عورت سے شادی کی اور اپنے غلام کو بھیجا تاکہ وہ اسے لے آئے۔ راستے میں اس کے نَفْس نے اسے بہُت پھسلایا اور گناہ کا مُطالَبہ کیا مگر اس غلام نے نَفْس سے مُجاہَدہ کیا اور بچنے کے لیے الله عَزَّوَجَلَّ سے مَدَد طَلَب کی تو الله عَزَّوَجَلَّ نے اسے نبی بنا دیا اور یوں وہ نفس سے مُجاہَدہ کرنے کے سَبَب بنی اسرائیل کا نبی بن گیا۔[3]

---

[1] ......جمع الجوامع للسیوطی، مسند علی بن ابی طالب، ۱۳/۳۱۳، حدیث: ۷۳۴۳، بتغیر

[2] ......الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ومخالفۃ النفس والھوی، ص ۱۶۵، حدیث: ۳۷۳

[3] ......نبوّت وَہْبی ہے کَسْبی نہیں۔ جیسا کہ بہارِ شریعت، جِلْد اوّل صفحہ 38 پر ہے: نبوّت کَسْبی نہیں کہ آدمی عِبَادَت و رِیاضَت کے ذریعہ حاصِل کر سکے، بلکہ مَحْض عَطائے اِلٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس مَنْصَبِ عظیم کے قابِل بناتا ہے، جو قَبْلِ حُصولِ نبوّت تمام اَخلاقِ رذیلہ سے پاک اور تمام اَخلاقِ فاضِلہ سے مُزَیَّن ہو کر جُملہ مَدارِجِ وِلایَت طے کر چکتا ہے اور اپنے نَسَب و جِسْم و قول و فعل و حَرَکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے مُنَزَّہ ہوتا ہے جو باعِثِ نَفرَت ہو، اسے عَقْلِ کامِل عَطا کی جاتی ہے، جو اَوروں کی عَقْل سے بدَرَجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عَقْل اسکے لاکھویں حِصّہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ (پ۸، الانعام: ۱۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: الله خوب جانتا ہے جہاں اپنی رِسالَت رکھے ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ (پ۲۷، الحدید: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: یہ الله کا فضل ہے جسے چاہے دے اور الله بڑے فضل والا ہے ﴿ اور جو اسے (نبوّت) کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و رِیاضَت سے مَنْصَبِ نبوّت تک پہنچ سکتا ہے، کافِر ہے۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات میں سے ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کس وجہ سے آپ کو عِلْمِ غیب کی دولت سے نوازا؟ فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کی خاطِر گناہ تَرْک کرنے کی وجہ سے (مجھے عِلْمِ غیب کی دولت ملی ہے)۔

انعامِ خداوندی عمل کے اعتبار سے نہیں ہوتا

اللہ عَزَّوَجَلَّ بِقَدْرِ عَمَل جزا عَطا نہیں فرماتا بلکہ عَطا و بخشش کی اِنتہا کر دیتا ہے اور جب کوئی بندہ اس کی رِضا کے حُصُول کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو وہ اسے بلاحِساب اَجر سے نوازتا ہے۔

گناہ کو عادت نہ بنائیے

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ کسی گناہ کو اپنی عادت نہ بنائے ورنہ توبہ مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ عادت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اگر گناہوں کی یہ عادت نہ ہوتی تو تمام لوگ توبہ کرنے والے ہوتے اور اگر آزمائش نہ ہوتی تو تمام توبہ کرنے والے اپنی توبہ پر ثابِت قَدَم رہتے۔ چنانچہ،

مُرِیدِ صادِق کو چاہئے کہ اگر اس کی گناہوں بھری کوئی عادت ہو تو پہلے اسے خَتْم کرے پھر اگر اسے کسی نفسانی خواہش کے مُعاملے میں آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہو تو مُجاہَدۂ نَفْس پر صَبْر کرے۔

عمدہ خصلتیں

یہ عُمدہ خصلتیں مُریدوں کے اَفضل اور عُمدہ اَعمال سے تعلّق رکھتی ہیں۔ یہی وہ خَصلتیں ہیں جب کسی مُرید میں پائی جاتی ہیں تو اس کے نَفْسِ مُطْمَئِنّہ کو رُشد و تقویٰ کا اِلہام ہونے لگتا ہے اور انہی خصلتوں کے ذریعہ ایک مُرِیدِ صادِق نَفْسِ اَمّارہ کے اَوصاف سے آزاد ہو کر نَفْسِ مُطْمَئِنّہ اور اِیمان و قرآن کے اَخلاق و اَوصاف کا پیکر بن جاتا ہے۔ یہ مفہوم دَرْج ذیل حدیثِ پاک سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: اَفضل اَعمال وہ ہیں جنہیں تمہارے نَفْس ناپسند کرتے ہوں۔[1] کیونکہ نَفْس کو مُخالَفتِ خواہش پسند نہیں، جبکہ خواہشِ نَفْس حق

---

[1] ......ذم الھوی لابن الجوزی، الباب الثالث فی ذکر مجاھدۃ النفس... الخ، ص ۵۲، حدیث: ۱۴۸، فیہ قول عمر بن عبد العزیز

کے مُخالِف ہے اور حَق اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے، لہٰذا بندہ نَفْس کو مُخالَفتِ خواہش اور مُوافِقِ حَق پر مجبور کرنے والا بن جاتا ہے کیونکہ حَق کی مَحبّت سب سے اَفضل عَمَل ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ (پ۸، الاعراف:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضَرور ہونی ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے مَقام پر) نقصان اٹھانے والوں میں سے ان لوگوں کو مُستَثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو آپس میں ایک دوسرے کو حَق بات کی وَصِیّت اور صَبْر کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ یقین کی اِبْتِدا ہے۔

گناہوں میں غرق شخص کی مثال

کسی نیک شخص کے مُتعلِّق مَرْوِی ہے کہ وہ کیچڑ میں پیدل چل رہے تھے، چلتے ہوئے بہُت محتاط تھے اور اپنے لِباس کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھایا ہوا تھا، راستے کے ایک جانِب چلتے ہوئے اچانک ان کا پاؤں پھسلا تو دونوں پاؤں کیچڑ کے درمیان رکھ کر چلنے لگے۔ پھر اچانک رونے لگے، عرض کی گئی: کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے: یہ اس بندے کی مِثال ہے جو گناہوں سے بچتا اور ان سے دُور رہتا ہے مگر جب ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے بعد گناہوں میں ہی لَت پَت ہو جاتا ہے۔

غفلت پر توبہ لازِم ہے

بندے پر لازِم ہے کہ جس غفلت کا مُرتَکِب ہو اس سے توبہ کرے، جب اس نے اس بات کی حقیقت کو پہچان لیا تو کبھی بھی اس کی توبہ خَتم نہیں ہو گی۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں غفلت کے مُرتَکِب لوگوں کو آخِرت میں خَسارہ پانے والوں میں قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۸، ۱۰۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی غفلت میں پڑے ہیں، آپ ہی ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) بعض غفلتیں اور خَسارے دیگر غفلتوں اور خَساروں سے کم ہوتے ہیں لہٰذا کسی بھی قسم کی غفلت کو حقیر مَت سمجھو کہ یہی گناہوں کی اِبْتِدا ہے اور اَہْلِ

یقین کے نزدیک یہ کبیرہ گناہوں کی جڑ ہے۔

غفلت مقاماتِ کفر میں سے ہے

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم غفلت کو مقاماتِ کُفْر کا ایک مقام قرار دیتے اور اس کا ذِکْر بصیرت نہ ہونے اور شک کے ساتھ فرماتے، نیز غافِل شخص کو ہِدایت سے دُور اور حَسْرَت کے ساتھ مُتَّصِف قرار دیتے۔ چنانچہ،

اہلِ بیت سے مَرْوِی ایک رِوایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عمّار بن یاسِر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے (حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے) عَرض کی: اے امیر المومنین! ہمیں بتایئے کہ کُفْر کی بُنْیاد کس پر ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اِرشَاد فرمایا: کفر کی بُنْیاد چار سُتُونوں پر ہے: جَفا، اندھا پن، غفلت اور شک۔

- ﴿۱﴾ جس نے جَفا کی اس نے حَق کو حقیر جانا، باطِل کا پرچار کیا اور عُلَمائے کِرام کو ناراض کیا۔
- ﴿۲﴾ جو اندھا (یعنی بصیرت نہ رکھتا) ہو وہ ذکرِ خداوندی کو بھول جاتا ہے۔
- ﴿۳﴾ جو غافِل ہو وہ ہِدایت سے دُور ہو جاتا ہے اور جھوٹی آرزوئیں اسے دھوکے میں مبتلا کر دیتی ہیں، حَسْرَت و نَدامَت اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے اس کے لیے ایسی باتیں ظاہِر ہوتی ہیں جن کا اسے گمان تک نہیں ہوتا۔
- ﴿۴﴾ جو شک میں مبتلا ہو وہ گمراہی میں سرگرداں رہتا ہے۔[1]

گناہوں سے بچنے کا طریقہ

کسی عالِم کا قول ہے کہ جو شخص اپنی نفسانی خواہشات تَرْک کرنے میں صادِق ہو اور اس نے رَضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے سات مرتبہ مُجاہَدۂ نَفْس کیا ہو تو اسے گناہوں کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔

ایک قول میں ہے کہ جس نے کسی گناہ سے توبہ کی اور سات سال تک اس پر ثابِت قَدَم رہا، پھر کبھی اس گناہ کی جانِب نہ لوٹے گا۔

---

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی بن ابی طالب، ۱۳/۱۱۳ تا ۳۱۲، حدیث: ۷۳۴۳

قوی و کمزور لوگوں کے گناہوں کا کفّارہ

ایک قول کے مُطابِق بندہ جس گناہ کا عادی ہو اس کا کفّارہ یہ ہے کہ جتنی بار اس گناہ کا مُرتَکِب ہوا اتنی بار اگر اسے پھر وہی گناہ کرنے کا موقع ملے تو ہر بار اس گناہ سے اِجْتِناب کرے، اس طرح ہر بار گناہ کا ترک کرنا اس کے ایک بار اِرْتِکاب کرنے کا کفّارہ بن جائے گا۔ یہ توبہ کرنے والوں میں سے پختہ کار لوگوں کا حال ہے ضعیف و کمزور مُریدین کا طریقہ نہیں بلکہ ان کا طریقہ تو یہ ہے کہ اس گناہ کا خیال آتے ہی بھاگ کھڑے ہوں اور ممکنہ حد تک اس گناہ سے دوری بنائے رکھیں۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ

جس بندے کے دل میں گناہ پر قادِر نہ ہونے کے باوُجود اس گناہ کا بار بار خَیال آتا رہے وہ قُدْرَت پائے جانے کے وَقْت اپنے نَفْس پر قابو نہیں رکھ سکے گا۔ لہٰذا مرید کو چاہئے کہ وہ نَفْس کو گناہوں کے مُتَعلِّق سوچنے کا موقع ہی نہ دے ورنہ وہ ان میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس لیے کہ خَیالات قَوِی ہو کر وسوسے بنتے ہیں اور وسوسے زیادہ ہو کر شیطان کے لیے دھوکے و فریب میں مبتلا کرنے والے راستے بن جاتے ہیں۔ چنانچہ توبہ کرنے والے کے لیے سب سے زِیادہ نقصان دہ چیز یہ ہے کہ وہ دل میں بُرے خَیالات پیدا ہونے کی صُورَت میں انہیں دل میں پختہ ہونے کی اِجازَت دیدے کہ وہ اس کی ہلاکت کا باعِث بنیں۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مذکورہ سب باتوں کا خاتِمہ ضَروری ہے کیونکہ) ہر وہ سَبَب بھی گناہ ہے ❀ جو کسی گناہ کی دَعْوَت دے یا ❀ کسی گناہ کی یاد دِلائے یا ❀ اس سے کسی گناہ کا اِرْتِکاب ممکن ہو۔ اگرچہ وہ سَبَب مُباح ہی ہو مگر ایسے ہر سَبَب کو خَتْم کرنا نیکی ہے اور اس بات کا تعلّق ان مشکلات سے ہے جو نیکیاں کمانے میں پیش آتی ہیں۔

عرصہ دراز تک گناہوں کا مرتکب رہنا

منقول ہے کہ جو شخص 40 سال تک کسی مخصوص گناہ کا مُرتَکِب رہے تو ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ وہ اس گناہ سے اب اس عمر میں توبہ کرلے۔ ہاں! جنہوں نے توبہ کی وہ بَہُت کم لوگ ہیں۔ چنانچہ،

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ مومن آزمائش میں مبتلا ہونے والا اور بہُت توبہ کرنے والا ہے اور بے شک کبھی کبھار ایک مومن عرصۂ دراز تک کسی گناہ کا عادِی رہتا ہے۔[1]

ایک رِوایت میں ہے کہ تمام اِنسان خطاکار ہیں اور ان میں سے بہتر خطاکار توبہ کرنے والے ہیں۔[2]

ایک رِوایت میں ہے کہ مومن (اپنے گناہوں پر) افسوس کرنے والا اور (توبہ واِستِغفار کے ذریعے) اپنے مُعامَلات کو سُدھارنے والا ہوتا ہے اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی حالَت سُدھارتے ہوئے موت کو گلے لگائے۔[3]

گناہ کے فوراً بعد نیکی کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کی یہ صِفَت قرآنِ کریم میں ذِکْر فرمائی ہے کہ وہ گناہوں کی پیروی نہیں کرتے اگر بدقسمتی سے کسی گناہ کا اِرْتِکاب کرلیں تو فوراً اس کے بعد کوئی نیکی کا کام بھی کرلیتے ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرائی کے بدلے بھلائی کرکے ٹالتے ہیں۔ (پ۱۳، الرعد: ۲۲)

ایک جگہ صَبْر کرنے والے عاملین کی صِفَت کچھ یوں بیان فرمائی:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اَجْر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبْر کا اور وہ بھلائی سے بُرائی کو ٹالتے ہیں۔

(پ۲۰، القصص: ۵۴)

مَعْلُوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کو صَبْر کرنے کے ۲ دو مواقع فراہم کیے۔ پہلا گناہوں سے اِجْتِنَاب کرنے کا اور دوسرا توبہ کرنے کا۔ اس طرح صَبْر کی وجہ سے انہیں اَجْر بھی ۲ دو عطا فرمائے۔

---

[1] ......مسند بزار، مسند علی بن ابی طالب، ۲/۲۸۰، حدیث: ۷۰۰، مفہوماً

[2] ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۴۹، ۴/۲۲۴، حدیث: ۲۵۰۷، بتغیر قلیل

[3] ......معجم اوسط، ۱/۵۰۶، حدیث: ۱۸۶۷، بتغیر قلیل

توبہ کی شرائط

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے توبہ کرنے والے مومنین پر تین۳ باتوں کو شَرط قرار دیا ہے جبکہ توبہ کرنے والے مُنافقین پر چار۴ باتوں کو شَرط ٹھہرایا کیونکہ انہوں نے اَعمال کے مُعاملے میں مخلوق کو (اپنے گناہوں کی) وجہ اور سَبَب بنایا اور اس طرح اِخلاص میں مخلوق کو خالق کے ساتھ شریک کر دیا۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر شدید غَضَب کی وجہ سے ایک شَرط کا اِضافہ فرما دیا۔ جبکہ مومنین نے خالِص توبہ کی تو ان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دو۲ شرطیں کم کر دیں۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا ترجمۂ کنز الایمان: مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں (اصلاح کریں) اور ظاہر کر دیں۔ (پ ۲، البقرۃ: ۱۶۰)

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: اس آیتِ مُبارَکہ میں)

❀ ﴿ تَابُوْا ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات سے منہ موڑ کر بارگاہِ خداوندی کی جانِب رُجُوع کر لیا۔

❀ ﴿ وَ اَصْلَحُوْا ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نُفُوس کی خرابیوں کی اِصلاح کی۔

❀ ﴿ وَ بَیَّنُوْا ﴾ کی تفسیر کے مُتعلّق دو۲ قول مروی ہیں:

﴿1﴾ انہوں نے حَق کی جو باتیں چھپائی تھیں اور عِلْم کی جس حقیقت کو مَخْفِی رکھا تھا سب ظاہر کر دیا۔ یہ شَرط صِرف اس شخص کے لیے ہے جس نے عِلْم کو چھپانے اور حَق کو باطِل سے مِلانے کا گناہ کیا ہو۔

﴿2﴾ انہوں نے اپنی توبہ ظاہر کر دی تاکہ ان کے مُتعلّق ہر ایک کو حقیقت معلوم ہو جائے اور ان پر توبہ کے اَحکام نمایاں ہو جائیں۔

منافقین کے لیے ان دو۲ شرائط کے علاوہ مزید دو۲ شرطوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مُنافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر

تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ (پ۵، النسآء: ۱۴۵، ۱۴۶) وہ جنھوں نے توبہ کی اور سنورے (اپنی اِصلاح کی) اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالِص اللہ کے لیے کر لیا۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مُنافقین چونکہ لوگوں اور ان کے اَموال کو مَضْبُوطی سے تھامے ہوئے تھے اور نیک اَعمال کی بجا آوری میں بھی ریاکاری کے مُرتَکِب ہوتے تھے، اس لیے ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مَضْبُوطی سے تھامنے اور رِضائے الٰہی کے حُصُول کے لیے اپنے دین کو خالِص کرنا شَرط ٹھہرایا گیا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہر شخص کی توبہ اس کے گناہوں کی ضِد کے مُطابِق ہو یعنی گناہ کم ہوں تو توبہ بھی کم یا گناہ زیادہ ہوں تو توبہ بھی زیادہ ہو اور یوں توبہ کرنے والا اپنے گناہوں کی ضِد پر قائم ہو جائے تا کہ وہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا مِصداق بن سکے:

اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ ﴿۱۷۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہم نیکوں کا نیگ (ثواب) نہیں گنواتے (ضائع نہیں کرتے)۔ (پ۹، الاعراف: ۱۷۰)

محبوب بندہ بننے کا طریقہ

بندہ اس وَقْت تک توبہ کرنے والا شُمار نہ ہو گا جب تک کہ وہ اپنی اِصلاح کرنے والا نہ بن جائے اور وہ اپنی اِصلاح کرنے والا اس وَقْت ہی شُمار ہوتا ہے جب وہ نیک اَعمال کرنے لگے تا کہ نیک اَعمال کی اَنْجام دِہی کے بعد اس کا شُمار صالحین میں ہو اور صالحین کے مُتَعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ ہُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹۶﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

یہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دوستی کا شَرَف پانا) توبہ کرنے والوں کی صِفَت ہے جو توبہ کے ذریعے ہی حاصِل ہو سکتی ہے اور (جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو۔

مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہی لوگوں کو اپنی دوستی کا شَرَف عطا فرماتا ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کو تَرْک کر کے اس کی بارگاہ میں رُجُوع کرتے ہیں اور رَضائے اِلٰہی کی خاطِر ناپسندیدہ باتوں اور کاموں سے پاک

رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی فرمانِ عالیشان ہے کہ توبہ کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست ہے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے عَرض کی گئی: توبہ کرنے والا بندہ کب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست بنتا ہے؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: اس وَقت جب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کے مُطابِق بن جائے: ﴿ اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۲) ﴾[2] اس کے بعد آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: حبیب کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے مَحْبُوب کو پسند نہ ہو۔

نیکیوں سے توبہ

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: توبہ اس وَقت تک دُرُست نہیں ہو سکتی جب تک کہ بندہ نیکیوں (یعنی ان کی اَدائیگی میں ہونے والی کوتاہیوں) سے توبہ نہ کر لے۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ عام لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں جبکہ صوفی حَضرات اپنی نیکیوں سے توبہ کرتے ہیں یعنی جب وہ اپنی نیکیوں کو بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس مُعاملے کو عظیم جانتے ہوئے نیکیوں کے بجالانے میں اپنی کوتاہی کو تسلیم کر کے توبہ کرنے لگتے ہیں۔

توبہ کے بغیر اعمال دُرُست نہیں

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے کہ توبہ سب سے اَفضل عَمَل ہے کیونکہ اس کے بغیر اَعمال دُرُست نہیں۔ نیز توبہ کے دُرُست ہونے کے لیے یہ بھی ضَروری ہے کہ بندہ بَہُت سے حَلال کام اس خَدْشہ کے پیشِ نظر چھوڑ دے کہیں ان کی وجہ سے وہ کسی حَرام کام کا مُرتَکِب نہ ہو جائے۔

اِستغفار اور تائبین

اِستغفار توبہ کرنے والوں کی غِذا اور گناہ گاروں کی پناہ گاہ ہے۔ چنانچہ اَصدَقُ القَائلِین یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ....نوادر الاصول، الاصل السادس والمائتان، ۲/۲۷۰، حدیث: ۱۰۳۰

[2] .... ترجمۂ کنزالایمان: توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب سے مُعافی چاہو پھر اس کی طرف رُجُوع لاؤ۔ (پ ۱۲، ھود: ۵۲)

ایک مقام پر ہے:

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: تو کیوں نہیں رُجُوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے۔ (پ ۶، المآئدۃ: ۷۴)

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں پہلی آیتِ مُبارَکہ میں اِستِغفار کے ساتھ توبہ کا آغاز فرمایا اور دوسری آیتِ مُبارَکہ میں توبہ کے بعد اِستِغفار کا تذکرہ فرمایا۔ چنانچہ گناہوں کی مَوجُودَگی میں اِستِغفار سے مُراد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پردہ پوشی کا سوال کرنا ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے کو اس کی گناہ کی حالَت میں مُعاف فرمانے سے مُراد یہ ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کے ساتھ ساتھ اس سے دَرْ گُزَر بھی فرمائے (اور فوری سزا نہ دے)۔

گناہ کی پردہ پوشی یا پردہ دری

مَنقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اپنے بندے کے جس گناہ کی پردہ پوشی فرمائی تو آخِرت میں بھی اسے مُعاف فرما دے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑھ کر کریم ہے کہ اس نے جس گناہ کی دنیا میں پردہ پوشی فرمائی آخِرت میں اسے ظاہِر فرما دے۔ نیز بندے کے جس گناہ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں ظاہِر فرمایا تو اس گناہ کو ہی اس کی اُخروی سزا بھی بنا دے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات سے بڑھ کر کرم والا ہے کہ بندے کو دُہری سزا دے۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا و دیگر کئی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اس قسم کی روایات مَرْوِی ہیں۔

توبہ کے بعد اِستِغفار

توبہ کے بعد اِستِغفار سے مُراد یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے گناہوں کے مُواخذے پر مُعافی کا سُوال کرے اور توبہ کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے کی مَغفِرت فرمانے سے مُراد یہ ہے کہ وہ اس کی

خَطاؤں کو مِٹا دے اور اس پر اپنے عَفْو و کرم کی اِنتہا فرمادے یعنی اس کی بُرائیوں کو نیکیوں میں بدل دے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ بندہ جب اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عَرض کرتا ہے: یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ! تو اس سے مُراد یہ ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمتِ کامِلہ کے صَدقے اس کے گناہ مُعاف فرما کر اپنے کَرَم سے ان گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں یہی حکم دیا ہے:

فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس کے حُضور سیدھے رہو اور اس سے مُعافی مانگو۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ ؕ (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۰، ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب **اللہ** ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنّت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زِندگی میں اور آخِرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اس آیت مُبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں)

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ بیشک جن لوگوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَحدانیت کا اِقرار کیا پھر توحید پر ثابِت قدَم رہے اور شرک نہ کیا۔ ایک قول کے مُطابِق یہاں یہ مُراد ہے کہ وہ سنّت پر قائم رہے اور انہوں نے کوئی بِدْعَت نہ اپنائی۔

ایک قول کے مُطابِق وہ توبہ پر قائم رہے اور اس سے رُو گردانی نہ کی (ان پر فرشتے نازِل ہو کر انہیں کہتے:)

☜ گناہوں کی سزا سے مَت ڈرو کہ توحید کی وجہ سے انہیں مُعاف کر دیا گیا ہے۔

- جو نیک اَعمال نہ کر سکے ان پر غم نہ کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری توبہ کے سَبَب ان کی تلافی کر دی ہے۔
- تمہاری اِسْتِقامَت کی وجہ سے تمہیں مُحْسِنِیْن کے مَقام و مرتبہ پر فائز فرمادیا ہے۔
- خوش ہو جاؤ اس جنّت کی خوشخبری پا کر جس کا دنیا میں تم سے وَعدہ کیا جاتا تھا۔
- ہم تمہارے دوست ہیں یعنی تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے اِیمان پر ثابِت قَدَم رہنے کی بنا پر دنیا و آخِرَت میں ہم تمہارے قریب ہیں۔
- جنّت میں ہر وہ شے تمہارے لیے ہے جو تمہارا جی چاہے یعنی تم جس دائمی نعمت کو طَلَب کرو گے وہ تمہیں مل جائے گی۔
- (صِرف یہی نہیں بلکہ) تمہارے لیے اس میں ہر وہ شے ہے جو بھی مانگو گے یعنی تمہارے دل دیدارِ باری تعالیٰ کی تمنّا کریں گے تو تم اس نِعمَتِ عظمیٰ سے بھی ضَرور سرفراز ہو گے۔

گناہ پر قائم رہ کر توبہ کرنا کیسا؟

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرَت نِشان ہے: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا اور گناہ پر قائم رہتے ہوئے اس سے بخشش چاہنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات سے مَذاق کرنے والے شخص کی طرح ہے۔[1]

ایک بُزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے اس قول سے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرَت طَلَب کرتا ہوں کہ میں زبان سے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِسْتِغفار کروں مگر حقیقی توبہ کروں نہ میرا دل اپنے کئے پر شَرمسار ہو۔

ایک رِوایَت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی فرمان ہے کہ توبہ اور دِل کی نَدامت کے بغیر مَحْض زبان سے اِسْتِغفار کرتے رہنا کذّابوں (یعنی جھوٹوں) کی توبہ ہوتی ہے۔[2]

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ۴/۴۹۱، حديث: ۴۲۵۰، مختصراً
شعب الايمان للبيهقي، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة، ۵/۴۳۶، حديث: ۷۱۷۸

[2] ......فردوس الاخبار، باب الالف، ۱/۷۶، حديث: ۴۲۵، دون: غير توبة وندم بالقلب
تفسير قرطبي، النسآء، تحت الآية: ۱۱۰، ۳/۱۵۷۲، "وندم بالقلب"

توبہ بھی توبہ کی محتاج ہے

حضرت سَیِّدَتُنا رابِعہ عَدَوِیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا فرماتی ہیں کہ ہمارا اِسْتِغْفار کرنا بھی اِسْتِغْفار کا مُحتاج ہے۔

کتنی ہی توبہ ہیں جو صحیح ہونے میں مزید توبہ کی مُحتاج ہیں، نیز انہیں خُلوص اور سُکون کی بھی ضَرورت ہے۔ پس جس نے بُرائی کے فوراً بعد نیکی کر لی اور یوں نیک کاموں کو بُرے کاموں سے خَلْط مَلْط کر دیا اس کے لیے نَجات کی طَمَع اور مَرنے سے قَبْل توبہ پر اِسْتِقامَت کی اُمّید کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۲)

ترجمۂ کنز الایمان: ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنی نِگاہِ کَرَم فرمائے۔ ایک قول کے مُطابِق ان کے مِلائے جانے والے اَچھّے کام سے مُراد گُناہ کا اِعْتِراف کرنا اور نئی توبہ کرنا ہے جبکہ بُرے کام سے مُراد غفلت و جہالَت کا مُرتَکِب ہونا ہے۔

اللہ کا غفور و رحیم ہونا

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کے لیے غَفُور ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے اور رحیم ہے اس اِعْتِبار سے کہ اس نے توبہ میں انہیں مہلت دے رکھی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ توبہ کے وَقْت اپنے مُخْلِص بندوں کو جو جواب عطا فرماتا ہے وہ مُنافِقِین و مُشْرِکِین کو نہیں دیتا۔ کیونکہ توبہ کے بغیر کسی کے لیے نجات کی کوئی راہ نہیں اور نہ توبہ کے بغیر مَحبَّت و رَضائے الٰہی تک رسائی ممکن ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُنافِقِین کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ مَوقوف رکھے گئے ہیں اللہ کے حُکم پر یا ان پر عَذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے۔

مَطْلَب یہ ہے کہ اگر وہ گناہوں پر اِصْرار کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر عَذاب فرمائے یا اِسْتِغْفار کریں تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور کافروں کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ (پ۱۰، التوبۃ:۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِسْتِغْفار کو اُمَّت میں مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَوجُودَگی کے ساتھ اور لوگوں سے عَذاب کے دُور ہونے کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وُجُودِ مَسْعُود کے ساتھ ذِکْر فرمایا اور اسے اپنا فضل واِنعام قرار دیا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (پ۹، الانفال:۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

دو۲ اَمانیں

ایک بُزرگ فرماتے ہیں: ہمارے پاس دو۲ اَمانیں تھیں، ایک چلی گئی اور دوسری باقی ہے۔ اگر دوسری بھی چلی گئی تو ہماری ہَلاکَت یقینی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ (ایک اَمان) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (تھے جنہوں) نے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمالیا اور (دوسری اَمان) اِسْتِغْفار (ابھی) باقی ہے۔

حامِلینِ عرش جیسا مقام

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے گناہوں کو مٹانے والے اِسْتِغْفار کے مُتعلِّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس کی اِبْتِدا اِسْتِجابَت (یعنی حکمِ خُداوندی پر لَبَّیْک کہنے) سے ہوتی ہے، پھر اِنابَت (رُجُوع اِلَی اللہ) اور اس کے بعد توبہ کی باری آتی ہے۔ اِسْتِجابَت سے اَعْضا و جَوارِح کے اَعمال، اِنابَت سے دِل کے اَعمال اور توبہ سے بندے کا اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب متوجّہ ہونا اور مخلوق سے کِنارہ کَش ہونا مُراد ہے۔ اس کے بعد بندے کو چاہئے کہ نیک اَعمال کی بجاآوری میں جس کوتاہی کا شِکار ہے اس سے مَغْفِرَت طَلَب کرے۔ نیز نِعْمَتِ خُداوندی سے جاہِل ہونے اور اس نعمت پر شُکر بجانہ لانے پر بھی مَغْفِرَت چاہے تو اسے بخشش کا مُژدہ ملتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اس کے بعد بندہ اِنْفِرادیت،

ثابِت قَدَمی، بیان، قُرب، مَعْرِفَت، مُناجات، مُصافات، مُوالات اور مُحادَثَۃُ السِّر یعنی خُلَّت کی جانِب منتقل ہو جاتا ہے اور یہ بات اس وَقْت ہی بندے کے دل میں قرار پکڑتی ہے جب عِلْم اس کی غِذا، ذِکْر اس کی جان، رضائے الٰہی اس کا زادِ راہ، تفویض (یعنی خود کو سِپُرْدِ خُدا کرنا) اس کی مُراد اور توکُّل (رحمتِ خداوندی پر کامل بھروسا) اس کا ساتھی ہو۔ (جب بندہ ان اَوصاف کا حامِل بن جاتا ہے تو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر نگاہِ کَرَم فرما کر اسے عَرْش تک بُلَند مَقام عَطا فرماتا ہے، یوں اس بندے کا مَقام حامِلینِ عَرْش جیسا ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن عبد **اللہ** تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی مزید فرماتے ہیں: بندے پر لازِم ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے دامَنِ کَرَم سے وَابَسْتہ رہے اور اس کا بہترین حال یہ ہے کہ ہر مُعاملے میں وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی جانِب ہی رُجُوع کرے۔ مثلاً

- اگر کبھی نافرمانی کا مُرتَکِب ہو تو عَرْض کرے: اے میرے رب! میری پردہ پوشی فرما۔
- گناہ (کرنے کی صورت میں جب) اس سے جُدا ہو تو عَرْض کرے: اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما۔
- جب توبہ کرے تو عَرْض کرے: اے میرے رب! مجھے گناہوں سے محفوظ فرما۔
- جب نیک عَمَل کرے تو عَرْض کرے: اے میرے رب! میرا عَمَل قبول فرما۔

آٹھ نیک اعمال

گناہ سے توبہ کے بعد جو نیک اَعمال کیے جاتے ہیں اور جن سے گناہوں کے کفّارے کی اُمّید کی جاتی ہے وہ آٹھ اَعمال ہیں۔ ان میں سے چار کا تعلّق ظاہِری اَعْضا سے ہے اور چار کا تعلّق (باطنی عُضْو یعنی) دل سے ہے۔

ظاہِری اعضا کے چار اعمال

ظاہِری اَعْضا کے اَعمال یہ ہیں:

﴿1﴾ بندہ دو رَکعت نَماز نَفْل پڑھے۔

﴿2﴾ 70 مرتبہ اِسْتِغْفار کرے، پھر 100 مرتبہ یہ پڑھے: سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔

﴿3﴾ اس کے بعد صَدَقہ کرے۔ ﴿4﴾ ایک دن کا روزہ رکھے۔

دل کے چار اعمال

دل کے اَعمال یہ ہیں:

《1》 گناہ سے توبہ کا پختہ اِرادہ کرلے اور اس کی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکنا پسند کرے۔

《2》 اس پر سزا کا خوف نمایاں ہو۔ 《3》 اسے مَغْفِرَت کی اُمّید ہو۔

《4》 پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسْنِ ظَن اور صِدْقِ یقین کے سَبَب اپنے گناہ کے کفّارے کی اُمّید رکھے۔

یہ وہ اَعمال ہیں جن کے مُتعلّق مختلف آثار و روایات میں مَروی ہے کہ یہ گناہوں اور لَغْزِشوں کا کفّارہ ہیں۔[1] بلکہ بعض اَوقات بعض گناہوں کے کفّارہ میں یہ تمام باتیں شَرْط ہیں۔

بندے کو چاہئے کہ (گناہوں کی مُعافی کے لیے) مَسْجِد میں جا کر دو۲ رَکعت نماز پڑھے اور بعض روایات میں ہے کہ چار۴ رَکعت پڑھے۔[2]

فرشتے کا قلم روکے رکھنا

مَنْقُول ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ جو بائیں جانِب والے فرشتے کا نگران بھی ہے، سے کہتا ہے: چھ۶ ساعتوں تک اس بندے کا گناہ لکھنے سے قَلَم کو روکے رکھو۔ (اس دوران) اگر وہ بندہ توبہ و اِسْتِغفار کرلے تو وہ فرشتہ گناہ نہیں لکھتا اور اگر اِسْتِغفار نہ کرے تو وہ لکھ لیتا ہے۔[3]

پوشیدہ نیکی اور صدقے کی فضیلت

مَنْقُول ہے کہ رات کے وَقْت دیا گیا صَدَقَہ دن کے گناہوں کا کفّارہ ہے اور چھپ کر دیا جانے والا صَدَقَہ رات کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جب تو کوئی گناہ کرے تو اس کے فوراً بعد نیکی بھی کرلیا کر کہ وہ نیکی گناہ کو مٹادے

---

[1] ......ابوداود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ۲/۱۲۲، حدیث: ۱۵۲۱

[2] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب فضل الاستغفار فی ادبار الصلوات، ص ۵۱۸، حدیث: ۱۸۴۸، دون ذکر المسجد

[3] ......معجم کبیر، ۸/۱۹۱، حدیث: ۷۷۸۷

گی، پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ نیکی اور اِعلانیہ گناہ کے لیے اِعلانیہ نیکی کیا کر۔[1]

دو۲ فرشتوں کی حسرت آمیز چار۴ باتیں

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مُختَلِف روایات میں جو باتیں مَرْوِی تھیں ہم نے انہیں ایک ہی جگہ کچھ یوں جَمْع کر دیا ہے کہ ہر روز جب صُبْح ہوتی ہے اور ہر رات جب شَفَق غُرُوب ہوتا ہے تو دو۲ فرشتے باہَم ایک دوسرے کو یہ چار۴ آوازیں دیتے ہیں:

- ایک دوسرے سے کہتا ہے: کاش! یہ مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔
- دوسرا کہتا ہے: کاش! جب انہیں پیدا کیا گیا تو انہیں یہ مَعْلُوم ہو جاتا کہ انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے؟
- پہلا پھر کہتا ہے: کاش! جب انہیں یہ مَعْلُوم ہو جاتا کہ انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے تو یہ اپنے عِلْم پر عَمَل بھی کرتے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ وہ کہتا ہے: کاش! یہ آپَس میں بیٹھ کر علمی مُذاکرہ کرتے۔
- دوسرا کہتا ہے: کاش! جب انہوں نے اپنے عِلْم پر عَمَل نہ کیا تو اپنے بُرے اَعمال سے ہی توبہ کر لیتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حقوق

پہلا حق

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندے پر سب سے پہلا حَق یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی نافرمانی نہ کرے تا کہ بندے کی مَعْصِیَّت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری شُمار نہ ہو۔ بندے کے تمام اَعْضَائے جسمانی اور اس کے علاوہ جو کچھ اس کے پاس ہے سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہی ہیں۔ اس لیے کہ انسانی زِنْدَگی کی بَقا جِسْمَانی اَعْضَا (کی سلامتی) میں، جسمانی اَعْضَا کی پختگی ان کی حَرَکَت میں اور حَرَکَت کے فوائد عافیت میں ہیں۔

نعمت کو ناشکری سے بدلنا

جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کسی نِعْمَت کے ذریعے اس کی نافرمانی کا مُرتَکِب ہوتا ہے تو گویا اس نے اس نِعْمَت

---

[1] ......معجم کبیر، ۲۰/۱۷۵، حدیث: ۳۷۴، بتغیر قلیل

الزھد للامام احمد بن حنبل، ص ۱۱، حدیث: ۱۴۳، مختصراً

کو کُفرانِ نعمت سے بدَل دیا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ کُفۡرًا (پ۱۳، ابراھیم:۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: جنھوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدَل دی۔

مَنقُول ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کے ذریعے اس کی نافرمانی کے مُرتکِب ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس تبدیلی پر انہیں شدید عذاب کی وَعید سنائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ مَنۡ یُّبَدِّلۡ نِعۡمَۃَ اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ (پ۲، البقرۃ:۲۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدَل دے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

عذابِ الٰہی کی مختلف صورتیں اور اسباب

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عَذاب اس کی نِعْمَت کو مَعْصِیَّت کے ساتھ تبدیل کرنے پر شِدّت اِخْتیار کر جاتا ہے جو ﴿ بعض اَوقات دنیا میں فوراً واقع ہو جاتا ہے اور ﴿ بعض اَوقات آخِرت تک کے لیے مؤخر کر دیا جاتا ہے ﴿ کبھی تو یہ عذاب اَسبابِ دنیا کے مُتعلِّق ہوتا ہے اور ﴿ کبھی اَسبابِ آخِرت کی محرومی کے مُتعلِّق، کیونکہ وہی اس کا اَنجام اور ٹھکانا ہے ﴿ بعض اَوقات یہ عَذاب دونوں (یعنی اَسبابِ دنیا واَسبابِ آخِرت کی محرومی) کے مُتعلِّق ہوتا ہے ﴿ بعض اَوقات نِعْمَت کے ذریعے مَعْصِیَّت کا اِرتِکاب ہی عَذاب کی شکل اِخْتیار کر لیتا ہے۔

﴿ نِعْمَت سے غفلت اور ﴿ اس پر شُکر نہ کرنا ﴿ اسے مَعْمُولی سمجھنا اور ﴿ اس سے راحَت پانا ﴿ غُرور کرنا اور ﴿ فخر وبڑائی بھی عَذاب کے اَسباب ہیں۔

دوسرا حق

بندے پر فَرْض ہے کہ جب نافرمانی کا مُرتکِب ہو تو (مَغْفِرَت کے لیے) فوراً بارگاہِ خداوندی کی طرف رُجُوع کرے یعنی نَفْس کی مَعِیَّت میں گناہ کرنے کے فوراً بعد توبہ کر لے۔ جبکہ نَفْس کی مَعِیَّت میں گناہ کرنے سے مُراد یہ ہے کہ بندہ گناہ کے ذریعے نفسانی خواہش کی مُوَافِقَت کرے کیونکہ توبہ میں تاخیر اور گناہ پر اِصرار مزید دو[۲] گناہ ہیں۔

بندہ توبہ کے بعد کیا کرے؟

بندہ جب اپنے گناہ سے توبہ کر لے اور اپنی توبہ پر پختہ ہو جائے تو یہ عقیدہ رکھے کہ نیکی کے کاموں پر اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنے اور گناہوں سے محفوظ رہنے میں وہ ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کا مُحْتاج ہے۔ پھر اپنی سوچوں اور تمنّاؤں میں بسنے والے صغیرہ گناہوں سے توبہ کرنے میں مشغول ہو جائے یعنی مخلوق سے خوف اور طَمَع رکھنا خواص کے نزدیک گناہ ہیں، جبکہ کسی شے سے راحت و سُکون پانا مقرّبین کے نزدیک گناہ ہیں۔ (ان تمام گناہوں سے توبہ کرے) یہاں تک کہ اس کے عِلْم کے مُطابِق کوئی گناہ باقی نہ رہے اور عِلْم بھی اس کے اِیفائے عہد (یعنی دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عہد) کی گواہی دے تو اس صُورت میں اس کے گناہ صِرف عِلْمِ اِلٰہی میں باقی رہ جائیں گے۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے ترجیح دی یعنی اپنے عِلْمِ غیب کے مُطابِق اسے مُکاشَفہ کی دولت سے نوازا، نَفْسِ عَبُودِیَّت کا مفہوم سمجھایا اور رَبُوبِیَّت کے اَوصاف و کِبْرِیائی کے غَلَبہ سے پیدائش کا مقصود بتایا۔ پس اس کا خوف میں مبتلا ہونا (یعنی صالحین کے نزدیک جو نیک کام ہیں ان کو گناہ سمجھنا اور بار گاہِ خُداوندی میں حاضِر ہو کر ان اُمُور سے توبہ کرنا بھی) اس کے لیے اَجْر و ثواب کا باعث بن جائے گا۔ اس لیے کہ یہ اپنے نفسانی عِلْم سے گھبرا کر اس جانِب رُجُوع کرے گا جس کا ذِکْر کرنا ممکن ہے نہ اسکی تفصیلات بیان کی جاسکتی ہیں یعنی مُقرّبین کے وہ گناہ جو اَصحابِ یمین کے نزدیک نیکیاں ہیں (عام لوگوں کے سامنے بیان کرنا دُرُست نہیں) کیونکہ عام لوگوں کو مُشاہدے کی قُوّت حاصِل ہوتی ہے نہ وہ ان (صالحین و مُقرّبین) کے مَقام و مرتبہ کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں۔

اَلْغَرَض ایسے مُقرَّب بندے کا حال یہ ہوتا ہے کہ موت تک اپنی ہر آن اور ہر سانس میں قُرْبِ خُداوندی سے دُور (یعنی محروم) ہو جانے سے ڈرتا ہے اور اسے ہر حرکت میں اِعراض و حِجاب کا خوف لاحِق رہتا ہے یہاں تک کہ وہ دنیا سے آخِرت کی طرف کُوچ کر جاتا ہے۔

غَیْرُ اللہ کی جانِب دیکھنے کی سزا

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وحی فرمائی: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے اور (حضرت سَیِّدُنا) یُوسُف (عَلَیْہِ السَّلَام) کے درمیان جُدائی کیوں پیدا کی؟ عَرْض کی:

نہیں۔ فرمایا: آپ کے ان کے بھائیوں کو یہ فرمانے کی وجہ سے کہ مجھے خوف ہے کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا۔ آپ کو اس پر بھیڑیئے کا خوف تو آیا مگر مجھ سے (اس کی حِفاظَت کی) اُمّید نہ رکھی؟ آپ نے ان کے بھائیوں کی غفلت کو دیکھا مگر میری حِفاظَت کو نہیں دیکھا؟

اسی قسم کا مفہوم حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتعلِّق بھی مَرْوِی ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ساقی کو یہ فرمایا: ﴿ اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ ﴾ (پ ١٢، یوسف: ٤٢) ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۠ﭨ (پ ١٢، یوسف: ٤٢) ترجمۂ کنز الایمان: تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یُوسُف کا ذِکْر کرے تو یُوسُف کئی برس اَور جیل خانہ میں رہا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی وہ مَقام ہے جہاں اللہ کے خاص بندوں پر اتنی سی بات کے لیے بھی عِتاب ہوتا ہے کہ انہوں نے غیر اللہ کی جانِب لمحہ بھر کے لیے کیوں دیکھا اور ان سے راحت کیوں پائی۔

مزید احسان سے محرومی کی وجہ

(سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے بعد) بعض لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس مزید اِحسان سے محروم رہے اور اُنہوں نے توبہ کی حَلاوَت نہ پائی کیونکہ اُنہوں نے توبہ کی رِعَایَت میں سستی سے کام لیا اور عُمدہ طریقے سے مُراقبہ چھوڑ کر تَسَاہُل کا شِکار ہو گئے۔

یہ سب توبہ کی پختگی میں کمی کی وجہ سے ہوا، اگر وہ صِرف ایک ہی گناہ سے پختہ توبہ کرتے اور اس مُعامَلے میں سچّے تائبین کی حالت اپناتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے مزید اِحسانات پانے سے محروم نہ ہوتے، کیونکہ یہ مُحْسِنِین ہیں اور نیک عَمَل میں تجدید کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے مُتعلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﮋ (پ ١، البقرۃ: ٥٨) ترجمۂ کنز الایمان: اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

توبہ کے باوجود نیکی کی کوئی خاصیت نہ پاؤ تو

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) جب تم خود کو توبہ پر ثابِت قَدَم اور نیک عَمَل کرنے والا پاؤ مگر اپنے اندر حَلاوَت یا حُسْنِ خُلْق یا زُہْد یا نیکی کی کوئی خَاصیّت نہ پاؤ تو مُراقبہ یا نَفْس کی کڑی نِگرانی کی جانِب لَوٹ جاؤ اور ان دونوں حالتوں پر خوب نظر رکھو، انہیں پختہ و مضبوط کرو کہ انہی دونوں حالتوں سے گزر کر تم اس مَقام خاص تک پہنچو گے۔ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جس نے 99 گناہوں سے توبہ کرلی اور صِرف ایک گناہ سے توبہ نہ کی وہ توبہ کرنے والوں میں سے نہیں۔

نمازوں کے بعد توبہ کی تجدید اور اَحْوال کی دیکھ بھال سے ہر گز غافِل نہ ہوں کیونکہ عاملین اَحْوال کی دیکھ بھال اور مُحاسَبۂ نَفْس تَرْک کرنے اور اپنے اَعمال میں تَسامُح برتنے کے سَبَب اس طرح خَسارے کا شِکار ہو جاتے ہیں کہ انہیں مَعْلُوم تک نہیں ہوتا۔

توبہ کی دس شرائط

ہر گناہ سے توبہ کی حقیقت دس اَعمال ہیں، بندہ جب تک توبہ کی دس شَرائِط پوری نہ کرلے ایسا توبہ کرنے والا نہیں بن سکتا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا محبوب ہو اور نہ اس کی یہ توبہ ایسی خالِص شُمار ہو گی کہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے (مَغفِرَت کے لیے) شَرْط ٹھہرایا ہے اور حدیثِ پاک میں اس کی وَضاحَت بھی مروی ہے۔ چنانچہ،

وہ شرائط یہ ہیں:

﴿1﴾ اس گناہ کی جانِب دوبارہ نہ لوٹنے سے توبہ کرے۔

﴿2﴾ زبان سے توبہ کرے۔

﴿3﴾ گناہ کے سَبَب کے ساتھ مِلنے سے توبہ کرے۔

﴿4﴾ اس کی مِثْل کوئی دوسرا گناہ کرنے سے توبہ کرے۔

﴿5﴾ گناہ کی طرف دیکھنے سے توبہ کرے۔

﴿6﴾ گناہ کے مُتعلّق باتیں کرنے والے لوگوں کی باتیں سننے سے توبہ کرے۔

《7》 ⇜ گناہ کے مُتعلّق سوچنے سے توبہ کرے۔

《8》 ⇜ توبہ کے حق میں کوتاہی برتنے سے توبہ کرے۔

《9》 ⇜ وہ تمام گناہ جنہیں اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے چھوڑا ان میں خالِص رضائے خداوندی کا حُصُول مُرادنہ ہونے سے توبہ کرے۔

《10》 ⇜ اپنی توبہ کی جانِب دیکھنے، اس سے راحت پانے اور اس پر ناز کرنے سے توبہ کرے۔

ان شرائط کی مَوجُودَگی میں توبہ کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُقوق بجالانے سے اپنی کوتاہی کا مُشاہَدہ کرے گا کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان مزید اِنعامات کے مُشاہَدے کی عَظَمَت جان لے گا جو اسے توحید یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَظِیمُ الشَّان بُزرگی و کِبرِیائی سے آگاہ ہونے سے حاصِل ہوں گے۔ اب اس کی توبہ مُشاہَدے کی حقیقت پر عَمَل کرنے سے قاصِر ہونے کی بنا پر ہوگی اور اس کا اِسْتِغفار کرنا مَرتبہ کی بُلندی اور دائمی اِنْعامات کا مُشاہَدہ کرنا کوتاہ ہمّتی اور ضُعْفِ قَلْب کا شِکار ہونے کی وجہ سے ہوگا۔

توبہ کا اعلیٰ مقام

عارِف کی توبہ کی کوئی انتہا ہے نہ اس کے اِخْتِیار کردہ اَوصافِ حَمِیدہ کی کوئی حَد، نہ کوئی ایسا وَصْف ہے جو اس کے آزمائش میں مبتلا ہونے کی باریکیوں کو بیان کرنے کا مُتَحَمِّل ہو۔ الغرض نبی ہو یا غیر نبی کوئی بھی توبہ سے مُسْتَثْنیٰ نہیں، ہر مَقام کی ایک توبہ ہے اور ہر مَقام کے حال کی بھی ایک توبہ ہے۔ اسی طرح ہر مُشاہَدے و مُکاشَفے کی بھی ایک توبہ ہے۔ یہ اس توبہ کرنے اور رُجُوع اِلَی اللہ کرنے والے کا حال ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مُقَرّب شُمار ہوتا ہے اور اس کا حبیب ہے۔ یہ بَہُت زیادہ توبہ کرنے والے اور آزمائش میں مبتلا لوگوں کا مَقام ہے یعنی یہ ان لوگوں کا مَقام ہے جن کا اَشیا کے ذریعے اِمْتِحان لیا جاتا ہے اور وہ ان اَشیا کے ذریعے (مختلف مَصائِب سے) آزمائے جاتے ہیں پھر بھی وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بَہُت زیادہ توبہ کرتے رہتے ہیں کیونکہ ان کا پروردگار عَزَّوَجَلَّ یہ مُلاحَظہ فرمانا چاہتا ہے کہ

⇜ ان لوگوں کا دل (آزمائشوں کا شِکار ہونے کے باوُجود) یادِ اِلٰہی میں مگن رہتا ہے یا اَسباب کی جانب متوجّہ ہو جاتا ہے؟

❀ ان کی سوچوں کا مِحْوَر ذاتِ خداوندی رہتی ہے یا یہ اشیا؟

❀ وہ ان آزمائشوں میں مبتلا ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر مطمئن رہتے ہیں یا ان سے چھٹکارے کی فِکر میں مبتلا ہو جاتے ہیں؟

❀ وہ ان اشیا سے جان چھڑا کر اپنے مالک و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کو اپنا مطلوب بناتے ہیں یا انہی اشیا کی طَلَب میں کھو جاتے ہیں؟

پس اس مَقام پر فائز اَفراد کا غَیْرُ اللّٰه کی جانِب دیکھنا بھی گناہ شُمار ہوتا ہے اور ان پر غَیْرُ اللّٰه سے راحَت پانے پر عِتاب لازِم آتا ہے۔ جس طرح کہ ایسے اَفراد کو ہر مُشاہَدے میں ایک نئے عِلْم کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور کائنات کے (سربستہ رازوں میں سے کسی راز کے) اِظْہار میں ایک حُکْم سے شناسائی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے گناہوں کا جس طرح کوئی شُمار نہیں اسی طرح بارگاہِ خداوندی میں ان کی توبہ کا بھی کوئی شُمار نہیں۔

یہ توبۂ نصوح کی حقیقت ہے اور ایسی توبہ کرنے والا رضائے خداوندی کے حُصُول کے لیے اپنا سرِ تسلیم خَم کرنے والا، اپنے نَفْس سے بھلائی کرنے والا اور مطمئن ہوتا ہے۔ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا دین صحیح اور اس کا مَقام وحال دُرُسْت رہتا ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ آزمائش میں مبتلا اور توبہ کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔[1]

گناہوں کی سات اَقسام

گناہوں کی سات اَقسام ہیں جن میں سے بعض بعض سے بڑے ہیں، ان میں سے ہر قسم کے الگ الگ مَراتِب ہیں اور ہر مرتبے میں گناہ گاروں کا ایک الگ طبقہ ہے۔ چنانچہ وہ سات اَقسام یہ ہیں:

پہلی قسم

بعض گناہ ایسے ہیں جن میں بندہ صِفاتِ رَبُوبِیَّت اپنانے کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔ مِثال کے طور پر کِبْر،

---

[1] ......مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/ ۱۷۴، حدیث: ۶۰۵

فَخر، جَبر، اپنی مَدح وثَنا کو پسند کرنا، عزّت و غِنا کے اَوصاف سے مُتَّصِف ہونا۔ یہ تمام گناہ مُہلِکات میں سے ہیں اور ان میں دنیاداروں کے بہُت سے طبقات مبتلا ہیں۔

دوسری قسم

بعض گناہوں کا تعلّق شیطانی اَخلاق سے ہوتا ہے جیسے حَسَد، سرکشی وبَغَاوت، مَکر و فریب اور فَساد کا حکم دینا۔ یہ سب گناہ بھی ہَلاکَت خیز ہیں اور ان میں بھی دنیاداروں کے بہُت سے طبقات مبتلا ہیں۔

تیسری قسم

بعض گناہ وہ ہیں جو سنّت کی خِلاف ورزی کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی وہ گناہ جو سنّت کی مُخالَفت کر کے بِدْعَت اپنانے اور دین میں نئی نئی باتیں اِیجاد کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان میں سے بعض گناہوں پر عَمَل کی وجہ سے اِیمان خَتم اور نِفاق پیدا ہوتا ہے۔

چوتھی قسم

چھ کبیرہ گناہ ایسے ہیں جو مِلّت سے خارِج کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

﴿1﴾ قَدَرِیَّه ﴿2﴾ مُرجِیَّه ﴿3﴾ رَافِضِیَّه ﴿4﴾ اِبَاضِیَّه ﴿5﴾ جُهمِیَّه ﴿6﴾ مُغَالَطه انگیز شَطْحِیَّات میں مبتلا لوگ؛ جو علمی اِسْتِعْدَاد اور قَوانینِ شرعیہ کی مُقرّر کردہ حُدود سے تجاوُز کرتے ہوئے کسی اَخلاقی قید کے قائل ہیں نہ کسی آئین و قانون کے اور نہ وہ کسی حکم کو مانتے ہیں۔ یہ لوگ اس اُمّت کے زِندِیق ہیں۔

پانچویں قسم

بعض گناہ مَخلوق سے تعلّق رکھتے ہیں یعنی اُمورِ دینیہ میں ظُلم کی راہ اپنانا اور عام لوگوں کو مومنین کے طریقے سے ہٹا کر کُفر و اِلحاد کے راستے پر چلانا۔ مُراد یہ ہے کہ اس گناہ کے مُرتکِب لوگ عام لوگوں کو راہِ ہدایَت سے بھٹکاتے، سنّتوں سے دُور کرتے، کِتابُ اللہ میں تحریف کرتے اور حدیثِ پاک کی مَن مَانی تاویل کرتے ہیں، پھر (اسی پر بَس نہیں کرتے بلکہ) اس کو پھیلاتے اور لوگوں کو اس کی دَعْوَت بھی دیتے ہیں تاکہ اس تاویل و تحریف وغیرہ کو قبول کیا جائے اور اس کی پیروی کی جائے۔ بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ الله

السَّلَام فرماتے ہیں: ان گناہوں کی کوئی توبہ نہیں جس طرح بعض نے قاتل کے مُتعلّق فرمایا ہے کہ اس کے لیے بھی کوئی توبہ نہیں کیونکہ اس کے مُتعلّق نُصوص میں وَعِید مَروِی ہے۔

چھٹی قسم

بعض گناہوں کا تعلّق اُمُورِ دنیا میں لوگوں کے مَظَالِم سے ہے۔ مثلاً اِنسانوں کو مارنا پیٹنا، انہیں گالیاں دینا، اَموال کا چھین لینا، جھوٹ بولنا اور بہتان لگانا۔ یہ گناہ بھی ہَلاکت خیز ہیں۔ ان میں عادِل حکمران کے فیصلے سے قِصاص لینا ضَروری ہے، نیز اس کے فیصلے سے ہاتھ کاٹنے کا حُکم بھی نافِذ ہو سکتا ہے۔ ہاں! (حرام کے بجائے اگر) حَلال کی کوئی صُورَت بن جائے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے خاص فضل و کرم سے ان گناہ گاروں کی جانِب سے مظلوموں کو کوئی بدلہ عطا فرما دے (تو ان گناہوں کے عذاب سے چھٹکارا مل سکتا ہے)۔

فرمانِ مُصطفٰے صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے کہ نامۂ اَعمال تین۳ طرح کے ہیں: ایک نامۂ عَمَل قابلِ مُعافی، دوسرا ناقابلِ مُعافی اور تیسرا ایسا ہے جسے ایسے ہی نہیں چھوڑا جائے گا۔ چنانچہ جس نامۂ عَمَل کو مُعاف کر دیا جائے گا اس سے مُراد بندوں کے وہ گناہ ہیں جو بندوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہیں۔ وہ نامۂ اَعمال کہ جس کی بخشش نہیں ہو گی اس سے مُراد شرک ہے۔ تیسرا نامۂ اَعمال کہ جسے یونہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا اس سے مُراد وہ نامۂ عَمَل ہے جس میں بندوں پر کیے گئے مَظَالِم دَرج ہوں گے۔[1] مُراد یہ ہے کہ ان مَظَالِم کا مُطالَبہ و مُواخذہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

ساتویں قسم

بعض گناہ ایسے ہیں جن کا تعلّق بندے اور اس کے مولیٰ کے درمیان ہوتا ہے، یہ نفسانی خواہشات سے مُتعلّق ہوتے ہیں اور عادت کے مُطابِق جاری ہوتے ہیں۔ یہ گناہ انتہائی خفیف اور مُعافی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ یہ گناہ دو۲ طرح کے ہیں یعنی صغیرہ و کبیرہ۔ کبیرہ سے مُراد وہ گناہ ہیں جن پر نَصّ میں وَعِید مَروِی ہو اور ان میں حُدُود واجِب ہوں۔ جبکہ صغیرہ سے مُراد وہ گناہ ہیں جو نظر و فِکر میں کبیرہ سے دَرَجہ میں کم تَر ہوں۔

---

[1] ......مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۱۰/ ۸۲، حدیث: ۲۶۰۹۰، بتغیر قلیل

تنبیہ الغافلین لابی اللیث السمرقندی، باب آخر من التوبۃ، ص ۶۱، حدیث: ۱۳۳

مذکورہ گناہوں پر توبہ نصوح کا اطلاق

مذکورہ تمام گناہوں پر توبہ نُصُوح کا اِطْلَاق ہوتا ہے جس کے مُتَعلّق فرامینِ باری تعالیٰ بھی مَوجُود ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دَرْج ذَیل فرمان میں حُکْم کے عام ہونے کی وجہ سے اِرشَاد فرمایا:

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں مُعاف فرمایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس فرمان میں اپنے حُکْم کی خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۸) ترجمۂ کنز الایمان: پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا (پ ۳۰، البروج: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی۔

نیز ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر انہوں نے جِہاد کیا اور صابِر رہے بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضَرور بخشنے والا ہے مہربان۔

کبیرہ گناہوں کے مرتکب کی سزا

(صَاحِبِ کِتَاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم اس بات کے قائل نہیں کہ کبیرہ گناہوں کے مُرتَکِب لوگوں پر وَعِید کا اِطْلَاق ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے بلکہ ہم ان کے مُتَعلّق مَشِیّتِ باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور ان کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مُعافی کو جائز سمجھتے ہوئے انہیں جنّتی شُمار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (پ ۵، النسآء: ۹۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو

اس کا بدلہ جہنّم ہے کہ مدّتوں اس میں رہے۔ ﴾ کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کو جائز قرار دیا کہ وہ جہنّم میں ہمیشہ کے لیے رہے تو رہے گا ورنہ نہیں۔

مالِک کی مرضی سزا دے یا نہ دے

فرمانِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندے سے جس عَمَل پر ثواب عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے وہ اسے ضَرور پورا کرنے والا ہے اور جس عَمَل پر سزا کا وعدہ فرمایا ہے اس میں اسے اِخْتِیار ہے، چاہے تو عذاب دے، چاہے تو مُعاف فرمادے۔[1]

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے تو کسی کے کبیرہ گناہ کو مُعاف فرمادے اور چاہے تو کسی کے صغیرہ گناہ پر بھی عذاب دیدے۔[2]

شِرک مُعاف نہ ہوگا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۵، النسآء:۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کُفر کیا جائے اور کُفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے مُعاف فرمادیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شِرک کے علاوہ ہر گناہ کو قابلِ مُعافی قرار دیا مگر مسلمانوں کو تمام گناہوں کے ساتھ اپنی مَشِیَّت پر چھوڑ دیا۔

توبہ کی توفیق نہ ملنے کی وجہ

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) کوئی شخص اس حدیثِ پاک سے بِدْعَتی کی توبہ قبول نہ ہونے پر دلیل پکڑ سکتا ہے کہ جس میں دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۱۸۰، حدیث: ۳۳۰۴، دون: ان شاء عذبہ وان شاء عفا عنہ
البعث والنشور للبیھقی، باب قول اللہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔۔۔ الخ، ص۷۷، حدیث: ۴۵

[2] ......حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، ۷/۸۲، حدیث: ۹۷۲۷، قول سفیان الثوری

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر بِدْعَتی سے توبہ کو روک لیا ہے۔[1] اس لیے کہ یہ بات اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو توبہ نہ کرے اور اس کے بدبخت ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔ بلکہ یہاں صِرف توبہ نہ کرنے والے کے مُتعلّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس حُکْم کی خَبَر دی جارہی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص سے توبہ کو حِجاب میں کر دیتا ہے۔

قتل اور بدعت توبہ سے مانع ہیں

اسی طرح ہم قاتِل کے مُتعلّق یہ کہتے ہیں کہ جب اس کے مُقدّر میں بُرے خاتِمے کا فیصلہ ہو گیا تو اب اس کی موت کامِل توحید پر نہ ہو گی۔[2] اسی طرح بِدْعتی شخص کا نام جب جہنّمی لوگوں کی فہرست میں شامِل کر دیا گیا اور قَتْل اور بِدْعَت کو اس کا سَبَب اور عَلامَت قرار دیا گیا کہ یہ دونوں توبہ سے مانع ہیں کہ ان دونوں کی وجہ سے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ یہی حُکْم ان لوگوں کے مُتعلّق بھی ہے جن پر بُرے خاتِمے کے سَبَب عَذاب لازِم ہو گیا ہو۔ چنانچہ اب اگر بدعتی شخص 70 مرتبہ بھی توبہ کرے تو اس کی توبہ اسے جہنّم سے نہیں بچا سکے گی۔ اس کی توبہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے بڑھ کر نہیں کہ جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا ہے: بندہ 70 سال تک جنتیوں جیسے اَعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ جنّتی ہے اور اس کے اور جنّت کے درمیان ایک بالِشْت بھر کا فاصِلہ رہ جاتا ہے، پھر اچانک اسے بدبختی گھیر لیتی ہے۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ پھر اس پر کِتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کا فیصلہ غالِب آتا ہے اور وہ جہنّمیوں جیسے کام کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنّمی بن جاتا ہے۔[4]

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب ما ذکر عن النبی انه قال: لا یقبل اللہ عمل صاحب بدعة، ص ۱۶، حدیث: ۳۷

[2] ......یہاں صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے جس بُرے خاتِمے کا ذِکْر کیا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ مثلاً اگر مرتے وَقْت اس کا اِیمان ضائع ہو گیا تو پھر اس کی موت توحید پر نہ ہو گی بلکہ وہ کُفْر پر مرے گا اور اگر اِیمان پر مرا مگر توبہ نہ کی تو اب مُراد یہ ہو گی کہ وہ کامِل توحید پر نہ مَرا۔ (دار الافتا اہلسنت)

[3] ......ابن ماجة، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، ۳/۳۰۵، حدیث: ۲۷۰۴

مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۸۹، حدیث: ۳۹۳۴

[4] ......بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین﴾ الصّٰفّٰت: ۱۷۱، ۴/۵۶۰، حدیث: ۷۴۵۴

پس اس کے نیک اَعمال میں بہت بار توبہ شامل ہوئی مگر پھر بھی لوحِ محفوظ میں اس کے مُقدَّر میں لکھی ہوئی بد بختی نے غالب آکر اس کے نیک اَعمال کو برباد کر دیا۔ مگر وہ لوگ جن کے مُقدَّر میں بُرا خاتِمہ نہیں لکھا ہوتا انہیں توبۂ نَصوح کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ مُنافقین کے مُتعلّق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِمَّا یُعَذِّبُهُمۡ وَ اِمَّا یَتُوۡبُ عَلَیۡهِمۡ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: یا ان پر عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۶)

نِفاق بدعت سے کم نہیں

نِفاق بدْعَت سے کم نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہ تو تمام مُنافقین کی توبہ قبول فرمائی اور نہ سب کے دِلوں پر مہر لگائی۔ چنانچہ اس پر دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں عام حُکم کا پایا جانا ہے:

فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ وَ عَفَا عَنۡکُمۡ ۚ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں مُعاف فرمایا۔

اس آیتِ مُبارَکہ میں توبہ کرنے والوں کے مُتعلّق حُکم مُجْمَل ہے جبکہ حدیثِ پاک میں مَروی حُکم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے توبہ نہیں کی۔ جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۸)

﴿2﴾ عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۰۲﴾ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۲) ترجمۂ کنز الایمان: قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کرنے والوں کی قسمیں

توبہ کرنے والوں کی چار قسمیں ہیں۔ ہر قسم میں ایک گروہ ہے اور ہر گروہ کا ایک خاص مقام ہے۔

تائبین کی پہلی قسم

بعض توبہ کرنے والے جس گناہ سے توبہ کرتے ہیں اس پر قائم بھی رہتے ہیں، زِندَگی بھر اس گناہ کی

جانِب لوٹنے کا خَیال تک کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ (ہر دم) اپنے بُرے اَعمال کو نیک اَعمال سے بدلتے رہتے ہیں، نیک اَعمال کی بجا آوری میں سَبقَت لے جاتے ہیں اور یہی توبۂ نُصُوح ہے، ان کے نَفْس، نَفْسِ مُطْمَئِنّہ و مَرْضِیَّہ کے مَقام پر فائز ہوتے ہیں۔ چنانچہ،

انہی لوگوں کے مُتَعلِّق ایک رِوایت میں ہے کہ (نیکی کے کاموں کی طرف) بڑھتے چلے جاؤ! مُفَرِّدُون سب سے آگے بڑھ گئے ہیں، وہ ذِکرِ اِلٰہی کے شَیدا ہیں، ذِکر نے ان کے (گناہوں کے) بوجھ کو دور کر دیا ہے اب وہ قِیامَت کے دن ہلکے پھلکے ہو کر (بارگاہِ خداوندی میں) حاضِر ہوں گے۔[1]

تائبین کی دوسری قسم

بعض لوگ قُرب میں پہلی قسم کے لوگوں کے قریب ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پختہ توبہ کی اور ان کی نِیَّت میں بھی اِستِقامَت تھی، انہوں نے کبھی کسی گناہ کی کوشش کی نہ کبھی اس کا قَصد کیا، کبھی اس کی جانِب مائل ہوئے نہ کبھی گناہ کا خَیال آیا۔ البتہ! بسا اَوقات یہ لوگ بِغَیر اِرادے وقَصد کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور (اس طرح) انہیں فِکْر و خَیال (کی پختگی) میں آزمایا جاتا ہے۔ یہ مومنین کی صِفات ہیں جن پر اِستِقامَت کی اُمّید کی جاتی ہے کیونکہ یہ توبہ کے ہی راستے ہیں۔ چنانچہ،

ان لوگوں کے مُتَعلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِؕ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مَغْفِرَت وسیع ہے۔ (پ ۲۷، النجم: ۳۲)

یہ لوگ ان متقی لوگوں کی صِفات میں داخِل ہیں جن کے مُتَعلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَ مَنْ ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حَیائی یا اپنی جانوں پر ظُلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی مُعافی

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی العفو والعافیة، ۵/۳۴۲، حدیث: ۳۶۰۷، بتغیر قلیل
نوادر الاصول، الاصل التاسع والستون والمائتان، ۲/۱۱۵۷، حدیث: ۱۴۵۷

یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ۟ۚ وَ لَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾ (پ۴، ال عمران: ۱۳۵) چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ لوگ نَفْسِ لَوَّامَہ کے مالِک ہیں جس کی قسم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یاد فرمائی ہے، ایسے لوگ میانہ رَو ہوتے ہیں۔

گناہوں کے صُدور کی چند وجوہات

انسانی نُفُوس سے ان گناہوں کے صُدور کی چند وُجُوہات ہیں۔ مثلاً ﴿۱﴾ نفسانی صِفات کے مَفاہیم ﴿۲﴾ فطری و جِبِلّی صِفات ﴿۳﴾ زمین سے ان کے نَسَبوں کا آغاز ﴿۴﴾ یکے بعد دیگرے رِحْموں میں ان کا مختلف اَطوار کی صُورت اِختیار کرنا اور ﴿۵﴾ نُطفوں کا ایک دوسرے کے ساتھ باہمی اِختِلاط۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورہ نجم کی مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کے بعد والے حصّے میں اِرشاد فرمایا:

ہُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَ اِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّۃٌ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے۔

(پ۲۷، النجم: ۳۲)

شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کی کجی کی وجہ سے اس کی پاکدامنی بیان کرنے سے مَنْع فرمایا ہے کیونکہ یہ مِٹّی سے بنا ہے اور نطفوں کے باہمی اِختِلاط سے رِحْم میں ترکیب دیا گیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔

یعنی جس نَفْس کی پیدائش کی اِبْتِدا ایسی ہو (اس کی پاکدامنی بیان نہ کرو)۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کی پیدائش کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا کہ اس کی اِبْتِدا ہی اِبْتِلا و آزمائش سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ٭ۖ نَّبۡتَلِیۡہِ فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ﴿۲﴾ (پ۲۹، الدھر: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی مَنی سے کہ اسے جانچیں تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس مَوضُوع کی شَرْح طویل ہو جائے گی اور بات نُفُوس کی ترکیبات کے عِلْم اور اس کی جِبِلّی فِطرَت بیان کرنے کی جانب نکل جائے گی۔

(لہٰذا اس مَوضُوع کو یہیں خَتم کرتے ہیں البتہ!) ہم نے اس عِلْم کے بنیادی اُصُول اس کِتاب (یعنی قوت القلوب) کے مختلف اَبواب میں ذِکْر کر دیئے ہیں۔

البتہ! مذکورہ شخص کی مِثْل کے مُتعلّق ایک رِوایَت میں کچھ یوں مَفْہوم مَذکور ہے کہ مومن آزمائش میں مبتلا ہونے والا اور بہُت توبہ کرنے والا ہے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ مومن (ہوا میں لہراتے) خوشے کی طرح ہے کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی جھک جاتا ہے۔[2]

پس اس بندے کی کوتاہی اس کے نَفْس پر ہوتی ہے اور اس کے نَفْس پر ناراض ہونے کی وجہ اس کا نَفْس (کی سرکشی کو) خوب پہچاننا اور نَفْس (کی خواہشات) کی طرف نہ دیکھنا ہے۔ اگر نَفْس پر خیر و بھلائی کے اَثَرات ظاہِر ہوں تو بندے کا خیر و بھلائی سے راحَت و سُکُون پانا اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درج ذیل فرمانِ عالیشان میں غور و فِکْر سے یہی مَفْہوم سمجھ میں آتا ہے:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ (۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہیں۔ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

تائبین کی تیسری قسم

توبہ کرنے والوں کی یہ قسم دوسری قسم کے اَفراد کے قریب ہے اور اس سے مُراد وہ بندہ ہے جو گناہ کرنے کے فوراً بعد توبہ کر لیتا ہے، پھر گناہ کا اِرْتِکاب کرتا ہے تو اس گناہ کا اِرادہ کرنے اور اس کے لیے کوشِش کرنے اور نیکی پر اسے ترجیح دینے کی وجہ سے غم زدہ ہو جاتا ہے مگر توبہ میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے اور اپنے نَفْس کو اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنے کی تَلْقِین کرتا ہے، توبہ کرنے والے لوگوں کے مَقام کو پسند کرتا ہے، صِدِّیقِین کا مَقام دیکھ کر اس کا دل راحَت پاتا ہے۔ حالانکہ ابھی اس کا وَقْت آیا ہے نہ اس کا مَقام ظاہِر ہوا ہے کیونکہ خواہشِ نَفْس اسے حَرَکت میں رکھتی ہے تو گناہوں کی عادت اسے اپنی جانِب کھینچتی ہے اور غفلت اسے اپنی

---

[1] ......مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/۱۷۴، حدیث: ۶۰۵، بتغیر

[2] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۱۲۵، حدیث: ۳۰۶۸

التاریخ الکبیر للبخاری، باب العین، باب سیم، ۵/۲۸۹، رقم: ۱۴۹۲/۷۵۶۳، عبید بن مسلم بیاع السابری

لپیٹ میں لے لیتی ہے، مگر وہ گناہوں کے درمیان توبہ کر لیتا ہے لیکن گناہوں کی عادت قَوِی ہونے کی وجہ سے دوبارہ گناہوں کا اِرتِکاب کرنے لگتا ہے۔

الغرض ایسے شخص کی توبہ وقتی ہے جو ایک وَقت سے دوسرے وَقت تک کے لیے ہی ہوتی ہے، حالانکہ ایسے بندے کے حُسنِ عَمَل اور گزشتہ گناہوں کی تلافی کے سبب اس کے لیے اِستِقامَت کی اُمّید کی جا سکتی ہے مگر خدشہ ہے کہ گناہوں پر مُداوَمت کی وجہ سے اس کی حالَت بدَل جائے اور اس کا نَفْس اسے گمراہ کر دے۔ اس شخص کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے نیک اور بُرے اَعمال کو آپس میں مِلا دیا۔ اُمّید ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرما کر اسے اِستِقامَت کی دولت عطا فرمائے اور یوں یہ سابِقین کے ساتھ مل جائے۔ ایسا شخص عام طور پر دو۲ حالتوں کے درمیان ہوتا ہے:

﴿1﴾... اس پر اس کا نَفْس غالِب آ جائے اور یوں اس پر اَزَل میں جو فیصلہ ہوا وہ اس کے لیے ثابِت ہو جائے۔

﴿2﴾... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر ایسی نِگاہِ کرم فرمائے کہ اس کی ہر کمی پوری ہو جائے اور وہ ہر فقر سے مُستَغنِی ہو جائے۔ یوں وہ اَزَلی فضل و کرم پا کر مُقرَّبین کی مَنازِل تک جا پہنچے، کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کَرَم، رحمت اور اُخرَوِی ثواب کی نِیّت سے ان مُقرَّبین کے راستے پر گامزن ہو گیا ہے۔

تائبین کی چوتھی قسم

حال کے اِعْتِبار سے یہ بندہ سب سے بُرا، وَبال کے اعتبار سے اپنے نَفْس پر سب سے زیادہ ظُلْم کرنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے حاصِل ہونے والے عطیات و نوازشات کے اعتبار سے سب سے کم اِنعام پانے والا ہے۔ یہ ایسا بندہ ہے جو ایک گناہ کرتا ہے پھر اس جیسے یا اس سے بھی بڑے گناہ کا بار بار اِرتِکاب کرتا ہے اور جب بھی اس گناہ پر قُدرت پاتا ہے اس کے دِل میں اسے کرنے کا خیال آ ہی جاتا ہے۔ وہ توبہ کی نِیّت کرتا ہے نہ اِستِقامَت چاہتا ہے، وہ اپنے حُسنِ ظَن کی بنا پر کسی قسم کے وَعدے کی اُمّید رکھتا ہے نہ بے خوف ہونے کی وجہ سے کسی وَعید سے ڈرتا ہے۔

یہی گناہوں پر اِصرار کی حقیقت ہے اور یہ نافرمانی اور غُرور و تکبُّر کے درمیان کا ایک مقام ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کے مُتعَلِّق مَروِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا:

گناہوں پر اِصرار کرنے والے جہنّم کی جانب بڑھنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔[1]

ایسا شخص نَفْسِ اَمّارہ کا مالِک ہوتا ہے اور اس کی رُوح ہمیشہ نیکی سے راہِ فرار اِختیار کرتی ہے، لہٰذا ایسے شخص کے بُرے خاتِمہ کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ یہ شخص بُرے خاتِمہ کی جانِب بڑھنے اور اس راستے پر چلنے والا ہے۔ بُری قضا اور بدبختی اس سے دُور نہیں رہتیں، ایسے ہی شخص کے مُتعلِّق مَنْقُول ہے کہ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہو کر توبہ کرنے سے ٹال مٹول کرتا رہے گویا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جھٹلا رہا ہے۔

لعنت سے مُراد

لعنت سے مُراد یہ ہے کہ بندہ ایک گناہ سے نکل کر اس سے بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ یہ گروہ عام مسلمانوں کا ہے ان کا شُمار فاسِقین میں ہوتا ہے اور یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت میں ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (پ ۱۱، التوبہ: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ مَوقُوف رکھے گئے ہیں اللہ کے حُکم پر۔

(صَاحِبِ کِتاب حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ ﴾ سے مُراد ہے کہ بعض لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکم کی وجہ سے مُؤَخَّر ہیں۔ چاہے تو وہ انہیں گناہوں پر اِصرار کی وجہ سے عَذاب دے اور چاہے تو اَزَلی حُسْنِ اِخْتیار کی بنا پر ان لوگوں کی توبہ قبول فرمالے۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس کے عَذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور اس سے اس کے فضل و کَرَم اور اَجْر و ثواب کی بھیک مانگتے ہیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ......تفسیر طبری، اٰل عمران، تحت الاٰیۃ: ۱۳۵، ۳/ ۴۴۱، حدیث: ۷۸۵۶، دون: قدما الی النار

مقاماتِ یقین میں سے دوسرا مقام

مقامِ صبر کی شرح اور صابِرین کے اوصاف

متقین کے امام

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صبر کرنے والوں کو مُتَّقِین کا اِمام بنایا اور ان پر اپنا بہترین وعدہ پورا کیا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﱎ (پ ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ اِمام بنائے کہ ہمارے حُکْم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

صبر کے فضائل

ناپسندیدہ بات پر صبر کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبر کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا: تمہارے ناپسندیدہ بات پر صبر کرنے میں خیر کثیر ہے۔[1] حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: تم ناپسندیدہ اشیا پر صبر کیے بغیر اپنی پسندیدہ اشیا نہیں پا سکتے۔[2]

صبر میں شفا ہے

کسی صحابی کا فرمان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پرہیز گاری اور صبر میں شِفا اور فضیلت رکھی ہے۔[3]

---

[1] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، ۱/ ۶۵۹، حدیث: ۲۸۰۴

[2] ......عیون الاخبار، کتاب الزھد، ۲/ ۲۹۳

[3] ......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الضحایا، باب ادویۃ النبی سوی ما مضی فی الباب قبلہ، ۹/ ۵۸۲، حدیث: ۱۹۵۷۸، بتغیر
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر العسقلانی، ۵/ ۴۰۱، الرقم: ۷۳۱۱: قیس بن رافع القیسی، بتغیر قلیل

صبر نصف ایمان ہے

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے کہ صَبْر نِصْفِ اِیمان ہے۔[1]

صبر کا ایمان سے تعلق

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے صَبْر کو اِیمان کا ایک رُکن قرار دیا اور اسے جِہاد، عَدل اور یقین کے ساتھ ذِکر کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اِسلام کی بنیاد چار سُتُونوں پر ہے: یقین، صَبْر، جِہاد اور عَدل پر۔[2] نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ بھی مَنْقُول ہے کہ صَبْر کا اِیمان سے وہی تعلّق ہے جو سَر کا باقی جسم کے ساتھ ہے کیونکہ جس کا سَر نہ ہو اس کا جسم بھی نہیں ہوتا اور جس کے پاس صَبْر نہیں اس کا اِیمان نہیں۔[3]

صبر و یقین کا باہمی تعلق

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبر کو بُلندی اور فضیلت میں مَقامِ یقین تک رِفْعَت عطا فرمائی اور یقین کے ساتھ صَبْر کا بھی ذِکر فرمایا۔ اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی صَبْر و یقین کو قرآنِ کریم میں اِکٹھایوں ذِکر فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﲛ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ(۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ اِمام بنائے کہ ہمارے حُکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صَبْر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔ (پ ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس کو ان دونوں (یعنی صَبْر و

---

[1] ......معجم کبیر، ۹/۱۰۴، حدیث: ۸۵۴۴

شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/۱۲۳، حدیث: ۹۷۱۶

[2] ......حلیة الاولیاء، علی بن ابی طالب، ۱/۱۱۵، حدیث: ۲۳۰

[3] ......حلیة الاولیاء، علی بن ابی طالب، ۱/۱۱۷، حدیث: ۲۳۴، دون: لا جسد لمن لا رأس له

العقد الفرید لابن عبد ربه الاندلسی، کتاب الواسطه فی الخطب، خطب علی بن ابی طالب، ۴/۱۷۰

یقین) سے حِصّہ ملے وہ ان (اَشیا و مُعاملات) کے مُتعلّق سُوال نہیں کرتا جو فوت ہو گئے ہوں۔

ایک رِوایت میں ہے کہ دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: عَمَل واَجْر کا کمال صَبْر سے حاصِل ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اَبو اُمامہ باہِلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تمہیں یقین وصَبْر کی عَزِیمَت میں سے بہُت کم حصّہ دیا گیا ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصّہ عطا ہوا اس نے کبھی قِیامِ لیل و صیامِ نَہار کی پروا نہیں کی، تم جس حالت پر ہو اس کی مِثل حالت پر صَبْر کیا کرو، کیونکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم میں سے ہر شخص تمام لوگوں کے عَمَل کی مِثل نیک اَعمال کا ذخیرہ لے کر مجھے ملے، البتہ! مجھے خدشہ ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا کُشادہ ہو جائے گی اور تم ایک دوسرے کو پہچاننے سے اِنکار کردو گے، اس وَقْت آسمان والے بھی تمہیں پہچاننے سے اِنکار کر دیں گے۔ لہٰذا جس نے (اپنی حالت پر) صَبْر کیا اور ثواب کی اُمّید رکھی وہی کامِل ثواب پانے میں کامیاب ہو گا۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوت فرمائی:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (پ ۱۴، النحل: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صَبْر کرنے والوں کو ان کا وہ صِلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔[1]

صبر اور سخاوت

حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایمان کے مُتعلّق عَرض کی گئی (کہ یہ کیا ہے؟) تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: (اِیمان دوچیزوں کا نام ہے یعنی) صَبْر اور سَخاوت۔[2]

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، حدیث: ۵۶۳، ص ۱۷۰، مختصراً

[2] ......جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب ای الاعمال افضل؟، ۱۰/۱۹۲، حدیث: ۲۰۴۶۵، بتغیر قلیل

صبر کا اجر

اَصدَقُ الْقَائِلِین یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰، القصص: ۵۴) ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ان کا اَجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبر کا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ (پ۲۳، الزمر: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: صابِروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ پہلی آیتِ مُبارکہ میں ہر عَمَل پر صَبر کرنے والوں کو دوگنا اَجر عَطا فرمایا، پھر دوسری آیتِ مُبارکہ میں صَبر کی جزا کو ہر جزا سے اس قَدْر فوقیت عَطا فرمائی کہ صَبر کی جزا کی کوئی اِنتِہا رہی نہ کوئی حد۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ صَبر سب سے اَفضل مَقام ہے۔

صابِرین کے لیے تین انعام

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آخرت میں کامیابی پانے والے لوگوں کو بَشارت دیتے ہوئے تین انعامات کو تمام عِبادت گزاروں پر تقسیم فرمایا مگر صَبر کرنے والوں کے لیے ان تینوں اِنعَامات کو یکجا کر دیا یعنی دُعا، رحمت اور ہِدایت۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: دونوں عِدْل بَہُت عُمدہ ہیں اور صَبر کرنے والوں کے لیے عِلاوہ بھی بَہُت خوب ہے۔[1]

عِدل سے مُراد (اونٹ کے دونوں پہلوؤں پر لادا گیا بوجھ ہے جبکہ یہاں مُراد) دُعا اور رحمت ہے جبکہ عِلاوہ سے مُراد وہ شے ہے جو اونٹ پر (طے کردہ) بوجھ لادنے کے بعد مزید اِضافہ کر دی جاتی ہے، اس طرح گویا کہ یہ ایک تیسرا عِدل ہوا۔

[1]......بخاری، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمۃ الاولی، ۱/۴۴۱، دون ذکر الصابرین

معیتِ خداوندی کی بشارت

بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں خبر دی ہے کہ وہ صَبْر کرنے والوں کے ساتھ ہے [1] اور جس کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہو وہی غالب ہے جیسا کہ مَنْقُول ہے: جس کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہو وہ سب سے بُلَند تر ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾ (پ۱۰، الانفال: ۴۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صَبْر کرو بے شک اللہ صَبْر والوں کے ساتھ ہے۔

جیسا کہ یہ اِرشَاد فرمایا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (پ۲۶، محمد: ۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسی صُورت میں اپنے لشکروں اور اپنی تائید کے ذریعے مَدَد فرماتا ہے جب صبر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ گویا کہ صَبْر حُصُولِ مَدَد و تائید کے لیے شَرْط ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

بَلٰۤی ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ (پ۴، ال عمران: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں کیوں نہیں اگر تم صَبْر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مَدَد کو پانچ ہزار فرشتے نِشان والے بھیجے گا۔

صبر اور صِدْق کا باہمی تعلق

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: صَبْر صِدْق کی تصدیق کا نام ہے، نیکی کی سب سے اَفضل منزل پہلے مَعْصِیَّت پر صَبْر کرنا، پھر نیکی پر صَبْر کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** کی مَدَد چاہو اور صبر کرو۔

---

[1] .... حضرت علّامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مُجَدِّدی پانی پتی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی تفسیر مظہری میں **اللہ** تعالیٰ کی مَعِیَّت کے مُتَعَلِّق اپنی رائے کچھ یوں ذِکْر فرماتے ہیں کہ یہ وہ مَعِیَّت ہے جو غَیر مُتَکَیِّف ہے اور عارِفین پر واضح ہوتی ہے، **اللہ** تعالیٰ کے سِوا اس کی حقیقت کا اِدْرَاک کوئی دوسرا نہیں رکھتا۔ (تفسیر مظہری مترجم، ۱/۲۴۵)

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی بجاآوری پر اس کی مَدد طَلَب کرو اور بارگاہِ خداوندی کے آداب بجالانے پر صَبْر کرو۔ مزید فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مصیبت اور شِدّت کے وَقْت صَبْر کرنے والے شخص کے سوا کسی کی تعریف نہیں فرمائی۔ پس صَبْر ہی کی وجہ سے بندہ قابلِ تعریف بنا۔

مزید فرماتے ہیں: مومنین میں صالحین، صالحین میں صادِقین اور صادِقین میں صابِرین بہُت کم ہیں۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے صبر کو صِدْق کی خاصیَّت اور صابِرین کو صادِقین کے خواص قرار دیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبردارایں اور سچے اور سچیاں اور صَبْر والے اور صَبْر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نِگاہ رکھنے والے اور نِگاہ رکھنے والیاں اور **اللہ** کو بہُت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے **اللہ** نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(صاحِبِ کِتاب حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مُبارَکہ میں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ترتیبِ مَقامات کے لِحاظ سے صابِرین کو صادِقین سے بُلَند قرار دیا اور صَبْر کو صِدْق کا ہی ایک مَقام ٹھہرایا۔ اگر اس آیتِ مُبارَکہ میں مذکور تمام اَوصاف کو مسلمانوں کی ایک ہی صِفَت مان لیا جائے تو ان تمام اَوصاف کے درمیان واوْ مَدح کے لیے ہو گی لیکن اگر ان تمام اَوصاف کو مختلف مَقامات مانا جائے تو اس صُورت میں واوْ ترتیب کے لیے ہو گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صابِرین صادِقین سے بلند تر ہیں۔

کیا تم سب مومن ہو؟

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے کہ (ایک بار) جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَنصار کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا تم سب مومن ہو؟ سب خاموش رہے تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: جی ہاں! **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! (ہم مومن ہیں)۔ دَرْیافت فرمایا: تمہارے اِیمان کی عَلامت کیا ہے؟ عَرض کی: ہم خوشحالی و فراخی میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا شُکر بجالاتے ہیں، مصیبت کے نُزول پر صَبر کرتے ہیں اور قَضائے اِلٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: رَبِّ کعبہ کی قَسم! (تم واقعی) مومن ہو۔[1]

عمل کے اعتبار سے صبر کی اقسام

عَمَل کے اِعْتِبار سے صَبر کی دو۲ قسمیں ہیں۔ پہلی قِسم کے بغیر دین کی اِصلاح نہیں ہو سکتی جبکہ دوسری قِسم دین میں فَساد پیدا کرنے کی اَصل ہے۔ اس کے علاوہ بھی صَبر کی دیگر کئی صُورتیں ہیں۔ لہٰذا جن اُمُور میں دین کی اِصلاح ہو ان پر صَبر سے مُراد یہ ہے کہ ثابِت قَدَم رہے تاکہ اس کا ایمان کامل ہو اور جن اُمُور میں فسادِ دین کا اندیشہ ہو ان میں صَبر یہ ہے کہ ان سے دُور رہے تاکہ اس کا یقین بہتر ہو۔

اس مفہوم پر دَلالَت کرنے والی ایک رِوایَت امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مَرْوِی ہے۔ چنانچہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بصرہ تشریف لائے اور وہاں کے ضَروری اُمُور کی اَنْجام دَہی سے فارِغ ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شہر کی جامِع مَسْجِد میں جاکر قصّے کہانیاں سُنانے والوں کو مَسْجِد سے باہَر نِکال دیا اور اِرشَاد فرمایا: قصّہ گوئی بِدْعَت ہے۔ مگر جب ایک نوجوان کے پاس پہنچے جو لوگوں کے جھرمٹ میں بیٹھا انہیں وعظ و نصیحت کر رہا تھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کی باتیں اچھی لگیں اور اِرشَاد فرمایا: اے نوجوان! میں تم سے دو۲ باتیں پوچھوں گا اگر تم نے ان کا دُرُست جواب دیا تو ہی تمہیں ان لوگوں کو وَعظ و نصیحت کرنے کی اِجازَت

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۱/ ۱۲۳، حدیث: ۱۱۳۳۶، بتغیر قلیل

دوں گا ورنہ تمہیں بھی دوسرے لوگوں کی طرح مَسْجِد سے نِکال دوں گا۔ اس نوجوان نے (بَصد اِحترام) عَرض کی: اے امیر المومنین پوچھئے؟ چنانچہ آپ نے دَرْیافْت فرمایا: یہ بتاؤ دین کی اِصلاح اور فساد کن اشیا میں ہے؟ عَرض کی: دین کی اِصلاح وَرَع و تقویٰ میں اور فساد طَمَع ولالچ میں ہے۔ (یہ جواب سن کر) اِرشَاد فرمایا: تو نے سچ کہا ہے، تو لوگوں کو وَعظ کر سکتا ہے کہ تیرے جیسے لوگ ہی لوگوں کو وَعظ کرنے کے اَہْل ہیں۔ مَنْقُول ہے کہ یہ نوجوان عِلْمِ مَعْرِفَت کے اِمام یعنی اِمامُ الائمہ امام حَسَن بن یسار بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی تھے۔

ایمان و صبر ایک ہی شے ہیں

حضرت سَیِّدُنا میمون بن مِہران عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: اِیمان، تصدیق، مَعْرِفَت اور صَبْر ایک ہی شے ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اِیمان کی بُلَندی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم پر صَبْر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔[1]

حُبِّ دنیا ہر برائی کی جڑ ہے

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) وَرَع زُہد کی اِبْتِدا ہے جو اَبوابِ آخِرَت کا پہلا دروازہ ہے جبکہ طَمَع رَغْبَت کی اِبْتِدا ہے جو اَبوابِ دُنیا کا ایک بہُت بڑا دروازہ ہے۔ طَمَع کا پیدا ہونا حُبِّ دنیا کی عَلامَت اور حُبِّ دنیا ہر بُرائی کی جڑ ہے۔

سب سے پہلی اجتہادی خطا

مَنْقُول ہے کہ سب سے پہلی اِجتہادی خطا جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُکْم عُدُولی ہوئی وہ طَمَع (یعنی حِرْص، اِنتہائی خواہش) ہے۔ مُراد یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے طَمَع کی (یعنی آپ کے دل میں ہمیشہ رہنے کی خواہش نے شِدّت پکڑی) تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے شجرِ ممنوعہ سے کھالیا اور اُدھر اِبلیس لَعین نے طَمَع کی کہ وہ کسی طرح آپ کو جنّت سے نکال دے۔ چنانچہ اس نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ اس طرح یہ دونوں طَمَع کے سَبَب نام کے اِعْتِبار سے تو اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا حُکْم نہ ماننے پر مُتَّفِق ہو گئے مگر اپنی طَمَع والی

---

[1] ......الزھد لابن المبارک فی نسختہ زائدا، باب فی الرضا بالقضاء، ص ۳۱، حدیث: ۱۲۳

شے اور حکم کے اِعتبار سے دونوں میں بہت فرق تھا۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اس لَغزِش کی تلافی تو ان کی حُسنِ تقدیر کی بنا پر ہو گئی مگر اِبلیس لَعین اپنی اَزَلی بد بختی کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

طمع کیا ہے؟

طَمع دل میں پیدا ہونے والے خیال کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کو اس وَصف سے مُتَّصِف فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ (پ ۲۲، سبا: ۲۰)

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گمان یقین کی ضِد ہے جو کسی بھی شے کو حق سے مُستَغنِی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُشرِکین کا وَصف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا ہے:

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۳۲)

صبر اور طمع

جس نے مخلوق کے مُعاملے میں صَبر سے کام لیا تو اس کا صَبر اسے وَرَع کی جانِب لے جائے گا اور جس نے دین میں وَرَع و تقویٰ پر صَبر کا مُظاہرہ کیا صبر اسے زاہِدین میں شامل کر دے گا۔ مگر جس نے جھوٹے گمان کی تصدیق میں طَمع کی تو طَمع اسے حُبِّ دنیا میں داخِل کر دے گی اور جس کے دل میں دنیا کی مَحبَّت ہو وہ اسے دین کی حقیقت سے دُور کر دے گی۔

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ہم اس شخص کا ایمان کامل نہیں سمجھتے تھے جسے (راہِ خدا میں) کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو کہ وہ اس تکلیف کو برداشت کرے اور اپنے ایمان (کی قوت) کی بنا پر اس پر صَبر کرے۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے ساتھ بھی بطورِ اِمتحان ایسا مُعاملہ فرمایا اور اس بات کی خبر بھی دی کہ یہ

مصیبت ان پر بطورِ عذاب نہیں بلکہ یہ اس شخص کے لیے آزمائش ہے جس کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرادہ فرمایا ہے۔ نیز یہ مصیبت زدہ شخص کے لیے رحمت اور خیر و بھلائی کا باعث ہے۔ جیسا کہ اِرشاد فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں۔ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۰)

مُراد یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کی وجہ سے لوگوں کے فتنے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَذاب کے برابر سمجھتا ہے جبکہ یہ عذابِ خُداوندی نہیں بلکہ اس کی جانِب سے باطنی رحمت ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ ۚ كَلَّا (پ۳۰، الفجر: ۱۶، ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا یوں نہیں۔

یعنی میں نے فقر کے ذریعے اسے خوار (بے عزّت) نہیں کیا جیسا کہ دوسروں کو نعمتوں سے نواز کر انہیں عزّت نہیں بخشی۔ اسی مفہوم میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِرشاد فرمایا کہ وہ صَبر کریں کہ جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ترجمۂ کنز الایمان: تم ان کی باتوں پر صَبر کرو اور ہمارے بندے داود کو یاد کرو۔ (پ۲۳، ص: ۱۷)

اس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تسلی دی اور فضیلت بخشی۔

صابرین وشاکرین کا اجر

مَرْوِی ہے کہ (بروزِ قیامت) اَہْلِ زمین میں سے سب سے زیادہ شُکر گزار بندے کو (بارگاہِ خداوندی میں) حاضر کیا جائے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے شُکر گزار بندوں کی جزا عطا فرمائے گا، پھر اَہْلِ زمین میں سے سب سے زیادہ صَبر کرنے والے شخص کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ہم تجھے اس شُکر گزار بندے جیسی جزا عطا فرمائیں؟ عرض کرے گا: جی ہاں! اے میرے پروردگار! (میں اس جزا پر راضی

ہوں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرمائے گا: نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے اسے نعمتوں سے نوازا تو اس نے شُکر کیا مگر تجھے مَصائب میں مبتلا کیا اور تو نے صَبْر کیا یقیناً تجھے میں اس سے دُگنا اَجْر عطا فرماؤں گا۔ پس اسے شُکر گزار بندوں سے دُگنا اَجْر دیا جائے گا۔

سیدنا اِبْنِ اَبِی نُجَیح کی تین۳ نصیحتیں

حضرت سَیِّدُنا اِبْنِ اَبِی نُجَیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی خلیفہ سے تَعْزِیَت کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھا:

- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو شے واپَس لے لی ہے اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حَق کو پہچاننے والے سے زیادہ حَق دار وہ شخص ہے جس نے اس شے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حَق کو عظیم جانا جو اس کے پاس ابھی باقی ہے۔
- جان لیجئے! آپ سے پہلے جو کچھ گزر چکا وہ آپ کے لیے (یعنی آپ کے نامۂ اَعمال میں) باقی رہے گا اور جو کچھ آپ کے بعد باقی رہے گا اس میں آپ کو اَجْر دیا جائے گا۔
- یاد رکھئے! صَبْر کرنے والے جن لمحات میں مَصَائِب کا شِکار ہوتے ہیں ان میں ان کا اَجْر ان نعمتوں کے اَوقات سے بہُت زیادہ ہوتا ہے جن میں وہ مَصَائِب سے محفوظ رہتے ہیں۔[1]

صابِرین کے لیے بے حِساب اجر و ثواب

رِوایات میں ہے کہ ہر شخص کو اس کا اَجْر ایک مخصوص حِساب اور حَد کے مُطابِق دیا جائے گا مگر صَبْر کرنے والوں کو ان کا اَجْر بغیر کسی حِساب اور حَد کے دیا جائے گا۔

ایک رِوایَت میں ہے کہ جنّت کے تمام دروازوں کے دو۲ کواڑ ہیں، ان پر بہُت سے لوگ (جنّت میں داخِل ہونے کے لیے) آئیں گے مگر صَبْر کے دروازے کا ایک ہی کواڑ ہے اور اس میں سے صِرف دنیا میں مصیبتوں پر صَبْر کرنے والے ہی ایک ایک کرکے داخِل ہوں گے۔

---

[1] ……شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/۲۴۹، حدیث: ۱۰۱۹۲
عیون الاخبار، کتاب الاخوان، ۳/۶۰

بے حساب اجر کی وجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلصین کی جزا کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ ﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے عِلم میں ہے۔ ﴾ اور صابِرین کی جزا کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: صابِروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔ ﴾ اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ صَبْر کرنے والوں کو چُلّو بھر بھر کے اَجْر دیا جائے گا۔ اس لیے کہ ❀ صَبْرِ نَفْس پر سب سے زیادہ مُشْکِل اور ناگوار ہوتا ہے۔

❀ یہ طبیعت پر گراں اور دُشْوار ہوتا ہے۔

❀ اس میں ذِلّت کے وَقْت غصّے کو ضَبْط اور بُرْدباری کے مَوْقَع پر دَرْد و اَلَم بَرْدَاشْت کرنا پڑتا ہے۔

❀ صَبْر سے عِجز و اِنکساری اور خاموشی جیسے اَوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

❀ صَبْر سے اَدَب اور حُسْنِ خُلْق پیدا ہوتا ہے۔

❀ صَبْر کے ذریعے ہی مخلوق سے تکلیف پا کر اسے برداشت کرنے اور مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنے کی قوّت پیدا ہوتی ہے۔

یہ وہ لازِمی اُمُور ہیں جن پر عَمَل کی بنا پر اکثر اَوقات سینوں میں گھُٹن پیدا ہو جاتی ہے، نُفُوس انہیں پسند نہیں کرتے بلکہ انہیں تکلیف اور سختی کو برداشت کرنے پر مجبور کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ سب سے اَفضل اَعمال وہ ہیں جو نَفْس پر گراں ہوں۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مُتَّقِیْن اور صَادِقِین پر مَصَائِب و تکالیف میں صَبْر کرنا شَرْط ٹھہرایا ہے۔ صَبْر کے ذریعے ہی صَادِقِین کا صِدْق اور مُتَّقِیْن کا تقویٰ ثابت ہوتا ہے، نیز صَبْر کے ذریعے ہی ان کے اَوصاف اور نیک اَعمال کامل ہوں گے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وَقْت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچّی کی اور یہی

[1] ......ذم الھوی لابن الجوزی، الباب الثالث فی ذکر مجاھدۃ النفس ومحاسبتھا وتوبیخھا، ص ۵۶، حدیث: ۱۴۸

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۷) پرہیزگار ہیں۔

صبر کیا ہے؟

صَبْر یہ ہے:

⇐ نَفْس کو اس کی خواہشات کی تکمیل میں کوشش کرنے سے روکنا اور رَضائے خداوندی کے حُصُول کے لیے اسے مُجاہَدے کا پابند بنانا کہ جس قدر بندہ مصیبت کا شِکار ہو گا اسی کی مِثْل مُجاہَدہ اس پر لازِم ہو گا کیونکہ مُجاہَدہ آزمائش و مصیبت کے اعتبار سے ہی ہوتا ہے۔

⇐ نَفْس کو شَر کی جانِب بڑھنے سے روکنا اور اسے ہمیشہ نیکی پر عَمَل پیرا ہونے کا پابند بنانا۔

⇐ نَفْس کو اس کے اُن فِطْرِی اَوصاف میں شِدّت اَپنانے سے باز رکھنا جن کا اِظْہار بارگاہِ خداوندی میں بے اَدَبی شُمار ہوتا ہے اور اسے مُعامَلات میں حُسْنِ اَدَب کا پابند بنانا۔

صبر کی دیگر صورتیں

صَبْر کی دَرْج ذیل صُورَتیں بھی ہیں:

﴿1﴾ مُخْتَلِف نفسانی خواہشات پر (ان کے اِعْتِبار سے) صَبْر کیا جائے۔

﴿2﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعَت میں ثابِت قَدَمی پر قائم رہنے میں صَبْر کا مُظاہَرہ کیا جائے۔

﴿3﴾ جن صورتوں میں مُجاہَدہ لازِم ہو ان میں خُوب ہِمَّت صَرف کی جائے اور دل کو نفسانی خواہشات، شیطانی وسوسوں اور آرائشِ دنیا سے پاک رکھا جائے۔

﴿4﴾ بعض آفات میں صَبْر کرنا اس لیے لازِم ہوتا ہے کہ ظاہِری جسمانی اَعْضا ان (سے بچاؤ) سے قاصِر ہوتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو دِل کو بھی ان آفات میں مشغول ہونے سے روکا جاتا ہے۔

﴿5﴾ نَفْس کو حَق بات کا پابند بنا کر اسے زبان، دِل اور مُکَمَّل جِسْم کے ساتھ حَق بات سے وَابَسْتہ کر دیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نیک اَعمال بجالانے والے مومنین کی یہ صِفَت بیان کی ہے کہ وہ صَبْر کرنے والے ہوتے ہیں، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اَعمال کی دُرُسْتی کے لیے صَبْر کو شَرْط

ٹھہرایا ہے اور خَبَر دی ہے کہ حَق اور صَبْر والوں کے عِلاوہ باقی تمام لوگ خسارے میں ہیں۔ چنانچہ (سورۂ عَصر میں) صَبْر کی عَظَمت یوں بیان کی کہ اس کی الگ سے وَصِیَّت فرمائی۔

﴿6﴾ نَفْس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کا پابند بنایا جائے اور اسے قَناعَت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا (یعنی اس نے جو رِزْق اس کے مُقَدَّر میں لکھا ہے اس) پر راضی رہنے کا عادِی بنایا جائے۔

﴿7﴾ مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے باز رہا جائے کہ یہ عَدْل کرنے والوں کا مقام ہے، نیز مخلوق سے تکلیف پاکر اسے برداشت کیا جائے کہ یہ مُحْسِنِین کا مَقام ہے۔ یہ دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کے تحت داخِل ہیں: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ ۱۴، النحل: ۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے اِنصاف اور نیکی (کا)۔ ﴾

﴿8﴾ راہِ خُدا میں خرچ کیا جائے اور حَق داروں کو دَرَجہ بدَرَجہ ان کے حُقُوق ادا کیے جائیں کہ یہ راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کا مَقام ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ (پ ۱۴، النحل: ۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور (بے شک اللہ حکم فرماتا ہے) رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ ﴾

﴿9﴾ بے حَیائی یعنی عِلْم اور اِیمان کے اُمُور میں فُحْش کاموں سے بچنا بھی صَبْر ہے۔

﴿10﴾ بُری باتوں سے بچنا بھی صَبْر ہے یعنی جن باتوں کو عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام بُرا جانتے ہیں۔

﴿11﴾ بَغاوَت و سرکشی یعنی ظُلْم وزِیادَتی سے دُور رہنا بھی صَبْر ہے۔

﴿12﴾ اُمُورِ دنیا میں فُضُول خَرچی کرنے، تکبُّر کے ذریعے حُدُودِ باری تعالیٰ سے تجاوُز کرنے اور (اُمُورِ دینیہ میں) غُلُو سے بچنا بھی صَبْر ہے۔

قرآن کا قطب

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) سورہ نَحل کی مذکورہ آیت (نمبر 90) صَبْر کے مفہوم پر دَلالَت کرنے والی ایک جامِع آیت ہے جو قرآنِ کریم کے قُطب کی حَیثیَّت رکھتی

ہے۔ اس میں تین باتوں یعنی اِنصاف، نیکی اور راہِ خدا میں خَرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں سے یعنی بے حیائی و بُری باتوں اور سرکشی سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے اِعْتِبَار سے قرآنِ کریم کی سب سے جامِع آیتِ مُبارَکہ یہی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا (پ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹) ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صَبر کیا۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ان کے اَجَر کی عُمدگی کو اسی وَقْت بیان فرمایا جب ان کے صَبر سے مُتَّصِف ہونے کا ذِکْر فرمایا اور اسی طرح ان کے رِزْق اور اَوصاف کے بہترین ہونے کو بھی اسی وَقْت ذِکْر فرمایا جب صَبر کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی۔

صبر کا عمل سے تعلق

صَبر کی ضَرورت عَمَل سے پہلے بھی ہوتی ہے، اس کے ساتھ اور بعد میں بھی۔

عمل کے آغاز میں صبر کی ضرورت

عَمَل کے آغاز میں صَبر کی ضَرورت کی صُورت کچھ یوں پیش آتی ہے کہ بندے کی نیّت دُرُست ہو، ارادہ پختہ ہو اور وہ وعدے کو بھی پورا کرے تاکہ اس کے اَعمال دُرُست ہوں۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اَعمال کا دار و مَدار نیّتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیّت کرے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﴿۵﴾ (پ۳۰، البینۃ: ۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

نِیّت کی حقیقت اِخلاص ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صبر کو عَمَل سے پہلے ذِکر فرمایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(پ ۱۲، ہود: ۱۱)

عَمَل کے ساتھ صبر کی ضَرورت

عَمَل کے ساتھ بھی صبر کی ضَرورت پیش آتی ہے یہاں تک کہ عَمَل مُکَمَّل ہو جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ۗۖ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہی اچھا اَجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صبر کیا۔ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

عَمَل کے بعد صبر کی ضَرورت

عَمَل کے بعد بھی صبر کی ضَرورت رہتی ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ عَمَل کو (جہاں تک مُمکِن ہو) چھپایا جائے اور اسے ظاہر نہ کیا جائے بلکہ اس کی جانِب دیکھا تک نہ جائے تا کہ نام و نُمُود اور عُجب و خود پسندی سے محفوظ رہے اور اس کا ثواب مُکَمَّل ہو جیسا کہ وہ ریاکاری سے محفوظ رہا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (پ ۲۶، محمد: ۳۳) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عَمَل باطِل نہ کرو۔

اسی کی مِثل ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰىۙ ترجمۂ کنز الایمان: اپنے صدقے باطِل نہ کر دو اِحسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۴)

نیکی کی تکمیل

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین میں سے کسی کا فرمان ہے کہ نیکی تین۳ باتوں کے بغیر مُکَمَّل نہیں ہوتی:

﴿1﴾ ۔۔۔ اسے جلد اَنْجام دینا ﴿2﴾ ۔۔۔ اسے چھوٹا سمجھنا اور ﴿3﴾ ۔۔۔ اسے چھپانا۔

بدلہ نہ لینا صبر ہے

﴿13﴾ ۔۔۔ نَفْس کو بدلے سے روکنا بھی صَبْر ہے۔

صبر اور توکّل کا باہمی تعلق

﴿14﴾ ۔۔۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کی بنا پر (راہِ خُدا میں ملنے والی) اَذِیَّت بَرْداشت کرنا بھی صَبْر میں شامل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمانِ عالیشان میں صَبْر کی ان دونوں (یعنی 13 ویں اور 14 ویں) صُورتوں کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَ لَنَصۡبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (پ ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

یہ خاص لوگوں کا صَبْر ہے۔ کسی عارِف کا قول ہے کہ بندہ تَوَکُّل میں کسی مَقام پر اس وَقْت ہی ثابِت قَدَم ہو سکتا ہے جب اسے اَذِیَّت دی جائے اور وہ اس پر صَبْر کرے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ دَعۡ اَذٰىہُمۡ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی ایذا پر در گزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا کرو۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ﴿۹﴾ وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ (پ ۲۹، المزمل: ۹، ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کافروں کی باتوں پر صَبْر فرماؤ۔

یہ رَضا کا پہلا مَقام ہے جبکہ رَضا کا دوسرا مَقام یہ ہے کہ بندہ اَحکامِ خُداوندی پر صَبْر کرے جو کہ دَرَجہ بدَرَجہ اَنبیائے کِرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام سے مُشابَہت رکھنے والے اَہلِ اِبْتِلا یعنی آزمائش میں مبتلا لوگوں کا مَقام ہے۔ جیسا کہ حُضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہم گروہِ انبیا تمام لوگوں سے زیادہ

اِبْتِلا و آزمائش والے ہیں، پھر درجہ بدرجہ وہ لوگ جو (اوصاف میں) کسی نبی کے مُشابہ ہوں۔[1]

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم کی ایک مُجمَل آیتِ مُبارَکہ میں اِرشاد فرمایا:

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ (پ ۲۹، المدثر: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کے لیے صَبْر کیے رہو۔

دوسرے مَقام پر اس مُجمَل حکم کی تفسیر کچھ یوں بیان فرمائی:

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (پ ۲۷، الطور: ۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

صبر اور تقویٰ

﴿15﴾ نَفْس کو تقویٰ کا پابند بنانا بھی صَبْر ہے۔ تقویٰ چونکہ ہر قسم کی خیر و بھلائی کا ایک جامِع نام ہے لہٰذا معنوی اِعْتِبار سے صَبْر بھی ہر خیر و بھلائی میں شامِل ہے۔ اس لیے جب کوئی شخص صَبْر اور تقویٰ دونوں کا پیکر ہو تو وہ مُحسِنِین میں شُمار ہوتا ہے اور مُحسِنِین کے متعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ (پ ۱۰، التوبة: ۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔

دوسرے مَقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتا۔

ایک مَقام پر ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ ۴، آل عمران: ۱۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ضَرور تمہاری آزمائش ہو گی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضَرور تم اگلے کِتاب والوں اور مُشرِکوں سے بہُت کچھ بُرا سنو گے اور اگر تم صَبْر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمّت کا کام ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، بتغیر قلیل

مُراد یہ ہے کہ اگر تم اَذِیَّت رسانی پر صَبْر کرو اور بدلہ نہ لو، نیز اِبْتِلا و آزمائش کے وَقْت پرہیزگاری اِخْتِیار کرو اور حَد سے تَجاوُز نہ کرو تو یہ اَفضل ہے۔ جیسا کہ اس کے مُتَعَلِّق فرامینِ باری تعالیٰ میں ہے:

﴿1﴾ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی اور اگر تم صَبْر کرو تو بے شک صَبْر والوں کو صَبْر سب سے اچھا۔

﴿2﴾ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ ﴿۴۱﴾ (پ ۲۵، الشورٰی: ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مُؤاخذہ کی راہ نہیں۔

﴿3﴾ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۠ ﴿۴۳﴾ (پ ۲۵، الشورٰی: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک جس نے صَبْر کیا اور بخش دیا تو یہ ضَرور ہمّت کے کام ہیں۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ آیات میں دو باتیں مذکور ہیں۔ پہلی یہ کہ بدلہ لینا اور حق کی مَدَد کرنا عَدْل ہے اور عَدْل ایک اچھا کام ہے جبکہ دوسری بات یہ ہے کہ بدلہ لینے کے بجائے مُعاف کر دیا جائے اور صَبْر کیا جائے کہ یہ فضیلت کا باعث ہے اور اِحسان میں شُمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ (پ ۲۳، الزمر: ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: (تو خوشی سناؤ میرے) ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہِدایَت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عَقْل ہے۔

بات کا تَوَجُّہ سے سننا عَدْل ہے اور عَدْل اچھی چیز ہے، نیز مُعاف کرنا بہُت بہتر ہے، اس آیتِ مُبارَکہ میں ہِدایَت اور عَقْل کے اَوصاف بیان کیے گئے ہیں جو کہ مُخْبِتِیْن (یعنی عجز و انکسار کے پیکر لوگوں) کا مَقام ہے۔

منقول ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو کسی پر ظُلْم نہیں کرتے اور اگر ان پر ظُلْم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے۔

پس اس وَصْف سے مُتَّصِف لوگ تواضُع کے مَقامِ رَفیع پر فائز ہیں اور یہی وہ مَقام ہے جہاں بندہ خوفِ خدا کا پیکر بن جاتا ہے اور آخِرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مِلنے والی بہترین جزا پر مطمئن ہوتا ہے کیونکہ

اسے یقین ہوتا ہے کہ بہُت جلد دنیا فنا ہونے والی ہے اور اسے عنقریب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک قیامت آنے والی ہے توتم اچھی طرح درگزر کرو۔

صبر اور تقویٰ کا باہمی لزوم

صَبر اور تقویٰ دو ایسی چیزیں ہیں جن میں سے ہر ایک دوسری پر موقوف ہے یعنی کوئی بھی دوسری کے بغیر کامل نہیں۔ لہٰذا جس کا مقام تقویٰ ہو صَبر اس کا حال ہوتا ہے۔ اس اِعْتِبار سے صَبر تمام اَحْوال سے اَفضل ہے کیونکہ تقویٰ کا مَقام تمام مَقامات سے اَفضل ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ سب سے زیادہ پرہیز گار شخص ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے زیادہ عزّت والا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مکرّم ہو وہی سب سے اَفضل ہو گا۔

صبر کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صَبر کو یہ شَرَف عطا فرمایا کہ صَبر کا حُکْم دینے کے بعد اس کی نِسبَت اپنی جانِب فرمائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (پ۱۴، النحل: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صَبر کرو اور تمہارا صَبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

اسی طرح اِرشاد فرمایا:

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾ (پ۲۹، المدثر: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کے لیے صَبر کیے رہو۔

آزمائش کے وقت صبر کرنا

ہر شے اور ہر نیک عَمَل اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کی اس وَقت تک تعریف نہیں فرماتا جب تک کہ اسے آزمائش میں مبتلا نہ کر دے، اگر وہ صَبر کرے اور اس آزمائش سے صحیح سالِم نکل آئے تو اس کی تعریف و توصیف فرماتا ہے ورنہ اس کے جھوٹ اور دعوے کی قَلْعِی کھول دیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عَرض کی گئی: سب سے اَفضل عَمَل کون سا ہے؟ اِرشاد فرمایا: آزمائش کے وَقت صَبر کرنا۔

قرآنِ کریم میں صبر کا تذکرہ

کسی عالِم کا فرمان ہے کہ صَبر سے بڑھ کر اَفضل کون سی شے ہو سکتی ہے؟ جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے 90 سے زائد مرتبہ قرآنِ کریم میں مختلف مَقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ صبر کے عِلاوہ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی دوسرے شے کا اتنی کثیر تعداد میں ذِکْر فرمایا ہو۔ لہٰذا ہر گز کسی شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تعریف و توصیف کی طَمَع نہیں کرنی چاہئے جب تک کہ وہ مصیبت کا شِکار ہو کر اس پر صَبر نہ کر لے، اسی طرح اسے حقیقتِ ایمان اور حُسنِ یقین کی طَمَع بھی ہر گز نہیں رکھنی چاہئے جب تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے اسے تعریف و توصیف کی سَنَد نہیں مل جاتی۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کے ظاہِری اَعْضَا پر تمام نیک اَعمال ظاہِر فرما دے مگر اچھے وَصْف سے مُتَّصِف ہونے اور ہر قسم کی خیر و بھلائی پانے کے باوُجود اسے تعریف و توصیف کی کوئی سَنَد نہ ملے تو ایسے شخص کو بُرے خاتِمہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاق میں سے ہے کہ جب وہ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے اور اس کے عَمَل سے راضی ہوتا ہے تو اس کی تعریف و توصیف فرماتا ہے۔ لہٰذا جسے وہ کسی ناپسندیدہ مُعاملے، سختی یا نفسانی خواہش و شہوت میں مبتلا کرے تو اسے چاہئے کہ مُطْلَق صَبر کرے خواہ اس کا یہ صَبر خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو یا نہ ہو۔ (اگر اس نے ایسا کیا تو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے جُود و کَرَم کے عِلاوہ تعریف و توصیف کی سَنَد بھی عطا فرمائے گا اور یوں اس کا نام بھی ان لوگوں کی صَف میں شامِل ہو جائے گا جن کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ اس وَقت اس کے قَدَم لَغزِش سے محفوظ ہو جائیں گے اور اس کی تقدیر میں بھی نیک اَعمال لکھ دیئے جائیں گے۔

عافیت میں صبر کی کیفیت

﴿16﴾ ... عافیت کی حالَت میں صَبر کرے یعنی کسی نافرمانی کا مُرتَکِب نہ ہو۔

﴿17﴾ ... مال و دولت کی فراوانی میں بھی صَبر کرے یعنی دولت نفسانی خواہشات کی تکمیل میں خرچ نہ کرے۔

﴿18﴾ ... کسی نِعْمَت سے سرفراز ہونے پر بھی صَبر کرے یعنی اس نِعْمَت کی مَدَد سے کسی مَعْصِیَّت میں مبتلا نہ ہو۔

(صاحِبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ان تمام باتوں میں مومن کو صَبْر کی ضَرورت رہتی ہے اور اس سے ان مُعامَلات میں صَبْر کا مُطالَبہ اسی طرح کیا جاتا ہے جیسا کہ فَقْر، تنگدستی اور مَصائِب و مشکلات میں صَبْر کی حاجَت ہوتی ہے اور بندے سے صَبْر کا مُطالَبہ کیا جاتا ہے۔

مَنْقُول ہے کہ تنگ دستی اور فَقْر کی حالَت میں ہر مومن صَبْر کرلیتا ہے مگر عافیت کی حالت میں صِرف صدیق ہی صَبْر کا دامَن پکڑے رہتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: عافیت کی حالَت میں صَبْر کرنا مصیبت کے وَقْت صَبْر کرنے سے زیادہ سَخْت ہے۔

خوش حالی اور صبر

مَرْوِی ہے کہ جب دنیا صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے لیے کھول دی گئی اور انہوں نے فَراخی و وُسْعَت پائی تو وہ فرمایا کرتے: ہمیں تنگ دستی سے آزمایا گیا مگر ہم نے صبر سے کام لیا لیکن جب ہمیں کُشادگی و فَراخی سے آزمایا گیا ہے تو صَبْر کا دامَن ہاتھ سے چھوٹا جارہا ہے۔[1]

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے گویا کہ خوش حالی کے ساتھ آزمائش کو بہُت بڑا خیال کیا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی شان میں اِرشَاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ (پ۴، ال عمران: ۱۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مُبارَکہ میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے حُسْنِ یقین، سَخاوَتِ نَفْس اور حقیقتِ زُہد کی وجہ سے ان کی دو حالتوں میں ایک ہی وَصْف کے ساتھ تعریف فرمائی ہے۔

مال و اولاد اور صبر

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ (پ۲۸، المنافقون: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذِکْر سے غافِل نہ کرے۔

[1]......ترمذی، کتاب الزھد، باب رقم ۳۰، ۴/۲۱۱، حدیث: ۲۴۷۲، بتغیر قلیل
اعتلال القلوب للخرائطی، باب التخطی الی ذوات المحارم، ذکر من فتنۃ النساء... الخ، ۱/۱۰۹، حدیث: ۲۱۹، بتغیر قلیل

اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں بندہ خوش ہوتا ہے اور خوشی میں ذِکْرُ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (پ۲۸، التغابن: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے اِحتیاط رکھو۔

ایسا اس لیے فرمایا کہ اَزْوَاج واَولاد میں ایسی خوشی پائی جاتی ہے جو نفسانی خواہش کے مُوافق ہوتی ہے اور جب یہ دونوں باتیں پائی جائیں تو اَحکامِ باری تعالیٰ کی مُخالَفت کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اَنْجام کے اعتبار سے ان دونوں کو دشمن قرار دیا گیا۔

اسی سلسلے میں مَرْوِی ہے کہ جب محبوبِ ربِّ داور، شفیع روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنی قمیص میں اُلجھ کر گرتے دیکھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فوراً مِنْبَر اقدس سے نیچے تشریف لائے اور انہیں گود میں اٹھا کر اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سچ فرمایا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ (پ۲۸، التغابن: ۱۵) ترجمۂ کنز الایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔[①]

یعنی مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں نے اپنے بچے کو اس حالَت میں دیکھا تو میں اسے اٹھانے کے لیے خود پر قابو نہ رکھ پایا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان میں) عقْل مندوں کے لیے عِبرَت کا سامان ہے۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ اولاد غم، بُخْل اور بُزدِلی کا باعث ہے۔[②] معلوم ہوا اولاد غم، بُخْل اور بُزدِلی کا مَصْدَر ہے یعنی اولاد اور مال کی مَحبَّت ان چیزوں پر اُبھارتی ہے۔

اَلْغَرَض جس نے خوش حالی یعنی عافیت، غِنا اور اولاد وغیرہ کی مَوجُودَگی میں صَبْر کیا اور اشیا کو ان کے حق

---

[۱] .... ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن... الخ، ۵/۴۲۹، حدیث: ۳۷۹۹
ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب الامام یقطع الخطبۃ لا سر یحدث، ۱/۴۱۰، حدیث: ۱۱۰۹

[۲] .... ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالد والإحسان إلی البنات، ۱/۱۸۷، حدیث: ۳۶۶۶، دون: محزنۃ
معجم کبیر، ۲۴/۲۴۱، حدیث: ۶۱۴

کے مُطابِق لیا اور حق کے مُطابِق ہی ان کو دُرُست جگہ رکھا تو وہ صابِرین و شاکِرین میں شُمار ہو گا کہ فَقْر و اِبْتِلا میں مبتلا لوگ رِضا و شُکْر کی حقیقت کے علاوہ کسی شے سے تَجاوُز نہیں کرتے، جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی انہیں خوش حالی و تنگ دستی کی حالتوں کے درمیان جَمْع فرمایا اور ان دونوں کو مُتَّقِین کی صِفَت قرار دیا اور اِحسان کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے وہ جو اللہ کی راہ میں خَرْچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے دَرگُزَر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۳۳، ۱۳۴)

صبر جمیل

﴿19﴾ مَصائِب و تکالیف کو چھپانا اور ان کی شِکایَت نہ کر کے راحَت پانا بھی صَبْر ہی ہے، بلکہ یہ صَبْرِ جَمِیل ہے۔ مَنْقُول ہے کہ صَبْرِ جَمِیل ہوتا ہی وہ ہے جس میں کوئی شِکایَت ہو نہ کوئی اِظْہار۔

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے: قرآنِ کریم میں صَبْر کی تین۳ صورتیں مذکور ہیں:

﴿1﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض کی ادائیگی پر صَبْر۔

﴿2﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ چیزوں پر صَبْر۔

﴿3﴾ مصیبت میں پہلے صَدْمَہ کے وَقْت صَبْر۔

جس نے فرائض کی ادائیگی پر صَبْر کیا اس کے لیے 300 دَرَجات ہیں اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ اشیا پر صَبْر کیا (یعنی ان سے بچا) اس کے لیے 600 دَرَجات ہیں اور جس نے مصیبت میں پہلے صَدْمَہ کے وَقْت صَبْر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑا اس کے لیے 900 دَرَجات ہیں۔[1]

مصیبت کے وقت صبر کے افضل ہونے کی وجہ

یہ بات قابِلِ وَضاحَت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مصیبت کے وَقْت صَبْر کو

[1] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، ۴/۲۵، حدیث: ۲۴، بتغیر

اس لیے اَفضل قرار نہیں دیا کہ یہ مَحارِم سے بچنے اور فرائض کی بجا آوری سے اَفضل ہے بلکہ اس لیے اسے اَفضل قرار دیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں تو مسلمانوں کے اَحوال میں سے ہیں مگر مصیبت پر صَبر کرنا مَقاماتِ یقین میں سے ہے اور بے شک مَقامِ یقین مَقامِ اِسلام سے اَفضل ہے۔ اسی لیے حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ دُعا مروی ہے: اَسْئَلُكَ مِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيَّ مَصَآئِبَ الدُّنْيَا۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے ایسا یقین مانگتا ہوں جو مجھ پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے۔[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مَصَائِب کے وَقت سب سے زیادہ صَبر کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جس کا یقین سب سے زیادہ ہو اور مَصَائِب کے وَقت سب سے زیادہ جَزَع فَزَع کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جس کا یقین سب سے کم ہو۔

جنّت میں گھر بنا دیا جاتا ہے

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جو شخص جھگڑا نہ کرے حالانکہ وہ حَق پر ہو تو اس کے لیے اعلیٰ جنّت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے اور جس شخص نے جھگڑا نہ کیا جبکہ وہ باطِل پر ہو تو اس کے لیے وسطِ جنّت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے اور جس نے جھوٹ تَرْک کر دیا اس کے لیے جنّت کے کنارے پر ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ جھوٹ اور جھگڑے کو تَرْک کرنا باطِل پر ہونے کے باوُجُود لازِم اور ضَروری ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ دونوں اَفضل ہوں مطلب یہ ہے کہ باطِل کی وجہ سے جھگڑے اور جھوٹ کو تو عام مسلمان بھی چھوڑ دیتے ہیں لیکن حَق پر رہتے ہوئے کوئی بندہ اپنا حَق وُصُول کرنے کے لیے جھگڑا نہ کرے بلکہ خاموشی و سلامتی چاہتے اور ظاہِری نام و نَمود سے بچتے ہوئے نہ جھگڑے، (تو اس شخص کا حَق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو ترک کرنا اَفضل ہے کیونکہ) ان مُعامَلات میں صَبر کا دامَن صِرف اہلِ یقین ہی تھام سکتے ہیں اور یہی خواص مومنین ہیں۔ نیز یقین، زُہد اور کلام و نفسانی خواہش پر خاموشی و گم نامی کو ترجیح دینے میں ایسے شخص کا مَقام اَفضل

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۷۹، ۵/۳۰۱، حدیث: ۳۵۱۳، بتغیر قلیل

مستدرک، کتاب الدعاء... الخ، باب الدعاء الجامع الذی یختم بہ المجلس، ۲/۲۱۴، حدیث: ۱۹۷۷، بتغیر قلیل

[2] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المراء، ۳/۴۰۰، حدیث: ۲۰۰۰، بتغیر

ہے۔ یہ مَقام چونکہ یقین سے حاصِل ہوتا ہے لہٰذا ایسا شخص اپنے مَقام کی وجہ سے جھوٹ اور جھگڑا نہ کرنے والے عام مومنین سے اَفضل ہو جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں کام بھی لازِم و ضروری ہیں۔

نیکیوں کو چھپانا

﴿20﴾... نیک اَعمال کو چھپانا۔ ﴿21﴾... نَفْس کو نیک اَعمال کے ذِکْر سے لُطف اندوز ہونے سے روکنا۔

﴿22﴾... صدقات و خیرات کو چھپانا بھی صبر ہے۔ اس لیے کہ نیکی کے اِعلان میں سلامتی کے بَاوُجُود اسے چھپانا اَدَب ہے۔ اگرچہ نیکی کا اِظْہار روایات میں مَرْوِی ہے مگر اسے چھپانا اَفضل و زیادہ بہتر ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بھی محبوب ہے۔ یہ نیکی کے خزانے ہیں یعنی تکالیف، مَصَائِب اور صَدَقہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن کا چھپانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عُمدہ ذَخَائِر میں سے ہے۔

فقر کو بچانا

﴿23﴾... فَقْر کا بچانا اور اسے چھپانا۔

﴿24﴾... فاقوں کی نَوبَت آجانے کی صُورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس آزمائش پر ثابِت قَدَم رہنا (بھی صبر کی صورتیں ہیں)۔ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضِی رہنے والے زاہِدین کا حال ہے۔

صبر محض خدا کے لیے ہو

﴿25﴾... سب سے اَفضل صبر یہ ہے کہ بندے کو بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کا شَرَف حاصِل ہو تو وہ صَبْر کا مُظاہَرہ کرے اور کلامِ خداوندی کو تَوَجُّہ سے سنے، دل میں کسی دوسرے خَیال کو نہ آنے دے اور وِجدانی قوّت پر صبر سے کام لے کہ یہ مُقرّبین میں سے خواص لوگوں کا مَقام ہے۔

﴿26﴾... صبر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کی بنا پر ہو۔ ﴿27﴾... یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت میں ہو۔

﴿28﴾... یا اس کے اَحْکام و رَضا کے سامنے سر جھکا کر ہو۔

﴿29﴾... یا خود کو مُکَمَّل طور پر اس کے حوالے کر کے ہو۔ مُراد یہ ہے کہ خود کو قَضا و قَدَر کے حوالے کر کے پُر سُکون ہو جائے اور اِنْعامَاتِ باری تعالیٰ کا مُشاہَدہ کرے، سوال اور اس کی حکمتوں کے مُشاہَدے

میں مختلف اَقسام کی حُسنِ تدبیر کو دیکھے اور آزمائش کے وَقْت دُرُسْت راستے پر رہے کہ یہ تمام باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرامین سے ماخوذ ہیں:

﴿1﴾ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۞ (پ ۲۹، المدثر: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔

﴿2﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ (پ ۲۷، الطور: ۴۸)

میرے لیے خوشی کا کوئی مقام نہیں

حضرت سَیِّدُنا عُمر بن عبدُ العَزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ العَزِیز اور دیگر اَئِمّہ کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام سے بھی یہ قول منقول ہے: میں نے صُبْح اس حال میں کی کہ میرے لیے تقدیر کی جگہوں کے سوا خوشی کا کوئی مَقام نہیں۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ قضا کے اِنتظار کے علاوہ میرے لیے خوشی کا کوئی مَقام نہیں۔

یقین کی علامت

مَنْقُول ہے کہ بہترین صَبْر ورَضا کے ساتھ قضا کے سامنے سر جھکا دینا یقین کی عَلامَت اور عارِفین کا مَقام ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اس فرمان "اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر سوئے ہوئے بندے کو پسند فرماتا ہے"[2] کی تاویل میں فرماتے ہیں: یہاں ایسا شخص مُراد ہے جو اَحْکامِ قَضا وقَدَر کے جاری ہونے پر پُرسُکون میں ہو، وہ کسی حُکم کو ناپسند کرے نہ کسی حُکم پر کوئی اِعْتِراض کرے۔

"صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے" سے مُراد

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان "صَبْر پہلے صَدْمہ پر ہوتا ہے"[3] میں اس بات کو شَرْط ٹھہرایا گیا ہے کہ مصیبت میں صَبْر پہلے صدمے کے وَقْت ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی

[1] ......جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی البغدادی، تحت الحدیث التاسع عشر، ص ۲۴۷

[2] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام علی ابن ابی طالب، ۸/۱۵۵، حدیث: ۳، بتغیر

[3] ......مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ الاولی، ص ۴۶۰، حدیث ۹۲۶

ہے کہ ہر شے اِبتدا میں چھوٹی ہوتی ہے پھر بڑی ہوتی ہے سوائے مصیبت کے، یہ پہلے بڑی ہوتی ہے پھر چھوٹی ہو جاتی ہے۔ اس لیے اسکے چھوٹے ہونے سے قبل جب یہ بڑی ہوتی ہے تو اس کے ثواب کے بڑے ہونے کی وجہ سے اسے صَبر کے ساتھ مشروط کیا گیا اور یہی وہ وَقت ہے جب دِل اچانک صدمے کا شِکار ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نگاہِ کَرَم کی جانِب مُتوجّہ ہوتا ہے تو حَیا کے سَبَب صَبر کا دامَن تھام لیتا ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا (پ۲۷، الطور: ۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

یہ مُتوکّلین کا مقام ہے۔

اظہارِ کرامات سے بچنا

﴿30﴾ اِظہارِ کرامات اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانیوں اور قُدرَت کی کرشمہ سازیوں کے اِظْہار کی خبریں دینے سے بچنا بھی صبر ہے اور یہ حُسنِ اَدَب میں داخِل ہے یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کے مفہوم میں شامِل ہے۔ یہ مُحِبّین باری تعالیٰ کا طریقہ ہے اور یہی زُہد کی حقیقت ہے۔

صبر تین۳ باتوں میں ہے

نَفْس کو تعریف و توصیف کی مَحبَّت اور حُبِّ جاہ سے روکنا چاہئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: صبر تین۳ باتوں میں ہے: ﴿1﴾ تزکیہ نَفْس ﴿2﴾ مصیبت کی شِکایَت اور ﴿3﴾ خیر و شر کے مُعامَلے میں قضائے باری تعالیٰ پر راضی رہنے میں۔

عاجزی وانکساری بھی صبر ہے

﴿31﴾ نفس کو عاجِزی واِنکساری اور گمنامی کا پابند بنانا بھی صبر ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ آخِرَت کو دنیا پر ترجیح دے، (دنیا سے منہ موڑ کر) رُجُوع اِلَی اللہ کرلے، بندگی کے اَوصاف سے مُتَّصِف ہو جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُلُوہِیَّت و اَحدِیَّت (یعنی یکتائی) کو تسلیم کرتے ہوئے اَوصافِ رَبُوبِیَّت کی مُشابہت اور نزاع کو ترْک کردے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نصیحت کرتے ہوئے اِرشاد فرماتے ہیں)

کوشش کیجئے کہ قِلَّتِ صَبْر ہرگز آپ کو مذکورہ باتوں سے دور کرے نہ آپ کے قَدَم ثُبات کے بعد لڑکھڑاہٹ کا شِکار ہوں کہ ہم تو اس بات (کے تصوّر ہی) سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔

بال بچوں کے مُعاملے میں صبر

﴿32﴾ بال بچوں کے لیے کمائی کرنا۔ ﴿33﴾ ان پر خرچ کرنا۔

﴿34﴾ ان کی جانِب سے (بسا اَوقات) تکلیف پہنچنے پر بَرْداشت کرنا بھی صَبْر کی صورتیں ہیں۔

اس لیے کہ اہل و عَیال بارگاہِ خداوندی تک پہنچانے کے راستے ہیں۔ جن میں سب سے چھوٹا راستہ یہ ہے کہ ان (کے آرام و آسائشات) کا خوب خَیال رکھا جائے۔ جبکہ سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ قَضائے باری تعالیٰ پر راضی رہا جائے اور اَہْل و عَیال کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا رکھے۔ درمیانہ راستہ یہ ہے کہ ان پر خَرْچ کرے اور نَفْس کو ان کے ساتھ کا عادِی بنائے۔

گناہوں کے دو اسباب

بندوں کے اکثر گناہوں کا سَبَب دو باتیں ہیں:

❀ پسندیدہ چیزوں کے مُعاملے میں صَبْر کی کمی کا شِکار ہونا۔

❀ ناپسندیدہ چیزوں کے مُعاملے میں صَبْر کی کمی کا مُظاہَرہ کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ناپسندیدگی کا خیر کے ساتھ اور پسندیدگی کا شَر کے ساتھ قرآن میں کچھ یوں تذکرہ فرمایا ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حَق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حَق میں بُری ہو۔ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۶)

صبر کی حد یعنی اس کی اِبْتِدا اِخْلَاص کی اِبْتِدا کی طرح فَرْض ہے۔

صبر ایک حیلہ ہے

جس کے پاس کوئی حیلہ نہ ہو صَبْر اس کے لیے حیلہ ہے، کیونکہ جب آپ کا مُعاملہ کسی دوسرے کے ہاتھ

میں ہو تو صَبْر کے سِوا کوئی چارہ نہیں اور اسی طرح اگر آپ کسی شے کے مُحتاج ہوں مگر وہ تھوڑی تھوڑی کر کے آپ کو ملے تو اس صُورَت میں بھی صَبْر کے سوا کوئی چارہ نہیں ورنہ یہ تھوڑی مِقْدار بھی خَتْم ہو سکتی ہے۔

صبر کی کمی کی وجوہات

صَبْر کی کمی کی اَصْل وجہ یہ ہے کہ بندہ جس ہستی کے لیے صَبْر کرتا ہے اس سے مِلنے والی بہترین جزا پر اس کا یقین کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کا یہ یقین مَضْبُوط ہو کہ اسے آخِرَت میں مِلنے والا اَجْر و ثواب بہُت جَلْد مِلنے والا ہے کیونکہ جس ہستی نے یہ وعدہ فرمایا ہے وہ اپنے وعدے میں سچّی ہے تو اس عَطا و بخشش پر قَوِی اِعْتِماد کے سَبَب اس کا صبر عُمدہ ہو جائے۔

صبر کی وجوہات

بندہ صِرف دو۲ صُورَتوں میں صبر کرتا ہے:

⇐ (صَبْر پر ملنے والے) اجر و ثواب کے مُشاہَدے کے سَبَب۔ اس کا دَرَجہ دونوں صورتوں میں کم تر ہے اور یہ مومنین کا حال جبکہ اَصحابِ یمین کا مَقام ہے۔

⇐ (صبر پر) اَجْر و ثواب دینے والی ہستی کی جانِب دیکھنے کے سَبَب۔ یہ اَصحابِ یقین کا حال اور مُقرَّبین کا مَقام ہے۔

پس جس نے جزا کا مُشاہَدہ کیا تو وہ ضَرور صَبْر کرے گا اور جس نے جزا دینے والے کی جانِب دیکھا تو اس کا یہ دیکھنا اسے صَبْر پر آمادہ کر دے گا۔

عارِفین کی نظر میں صبر کے درجات

بعض عارِفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کی نظر میں صَبْر کے تین۳ دَرَجات ہیں اور یہ دَرَجات تین۳ قسم کے مَقام والے لوگوں میں پائے جاتے ہیں: ﴿1﴾ شِکوہ نہ کرنا، یہ تائبین کا دَرَجہ ہے۔

﴿2﴾ تقدیر میں جو لکھ دیا گیا ہے اس پر راضی رہنا، یہ زاہِدین کا دَرَجہ ہے۔

﴿3﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس حال میں رکھے اسے پسند کرنا، یہ صادِقین کا دَرَجہ ہے۔

صبر کی تین۳ قسمیں

مُتَقَدِّمِین سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین نے صَبر کی تین۳ قسمیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی اور دیگر بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے مَرْوِی ہے کہ صَبر کی تین۳ قسمیں ہیں: ﴿1﴾ مَعْصِیَّت سے (بچنے پر) صبر کرنا ﴿2﴾ طاعَت پر صبر کرنا اور ﴿3﴾ مَصائِب میں صبر کرنا۔ جبکہ ان تینوں میں اَفضل پہلی قسم ہے۔ ابھی تک ہم نے صَبر کے جس قَدْر مَفاہیم کو ذِکْر کیا ہے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کی بیان کردہ یہ اَقسام سب کو شامل ہیں۔ چنانچہ اسے مُجْمَل بیان کرنا ہو تو کچھ یوں کہہ سکتے ہیں کہ صَبر فَرْض بھی ہے اور فضیلت کا باعِث بھی اور یہ بات مَعْرِفَتِ اَحْکام سے ہی جانی جاسکتی ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی مُعامَلہ درپیش ہو تو اس (کو بجالانے) پر یا اس سے (بچنے پر) صبر کرنا فَرْض ہوتا ہے مگر جو مُعامَلہ مُسْتَحَب ہو اور اس میں ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کے کرنے پر صَبر کرنا یا اس سے بچنے میں صَبر کرنا باعِثِ فضیلت ہے۔

برداشت حقیقی صبر نہیں

برداشت حقیقی صَبر نہیں بلکہ یہ تو ایک مُجاہَدہ ہے جو نفس کو صَبر پر اُبھارتا ہے اور اسے اس کی ترغیب دِلاتا ہے، مُراد یہ ہے کہ یہ تو صَبر کے حُصُول کے لیے مَحْض کوشِش کرنا ہے جبکہ صَبر کرنے والے کے لیے بتکلّف صَبر کی کوشِش کرنا بتکلّف زُہد اپنانے یعنی زُہد کے حُصُول کے لیے زُہد کے اَسباب پر عَمَل کرنے کے مُتَرادِف ہے۔

نفس کی کراہت صبر کے منافی نہیں

صَبر، صَبر کے وَصْف سے ہی ثابِت ہوتا ہے اور یہ ایک مَقام ہے۔ نَفْس کی کراہت بندے کو صَبر کی حُدُود سے خارِج کرتی ہے نہ درد واَلَم کے پائے جانے پر بندہ صَبر کی حُدود سے خارِج ہوتا ہے، بلکہ وہ پھر بھی صابِر ہی رہتا ہے کیونکہ یہ بَشَرِی اَوصاف ہیں جو صبر کے مُنافی نہیں۔ البتہ! بندے کی حالَت یہ ہونی چاہئے کہ اس کی زبان پر شِکوہ آئے نہ وہ اپنے آقا کے حکم پر کسی قسم کی ناراضی کا اِظْہار کرے کیونکہ ان دونوں باتوں کا نہ ہونا رضا اور تَوَکُّل کی حقیقت ہے اور یہ دونوں یقین کے اعلیٰ مَقامات ہیں۔

صبر کی حُدود سے خُروج

مَراتبِ یقین کے فُقدان سے بندہ صبر کی حُدُود سے خارِج نہیں ہوتا بلکہ جو چیزیں بندے کو صبر کی حُدُود سے خارِج کرتی ہیں وہ صبر کی ضِد ہیں: یعنی ۞ جَزَع فَزَع کا مُظاہرہ ۞ عِلْم کی حُدُود سے تَجاوُز ۞ اَحکامِ باری تعالیٰ پر ناراضی کا اِظہار ۞ شِکوہ وشِکایت کی کَثرت اور ۞ اِظہارِ مَذمَّت۔

صبر کیسے کیا جائے؟

صَبْر کی کوشِش کرنے پر نفس کا رِیاضَت کرنا بتکلّف صَبْر کرنے والوں کا مَقام اور کمزور مُریدوں کا حال ہے، کیونکہ جب نَفْسِ اَمّارہ آپ کو فُضول شہوات کی جانِب مائل کرے یا بُری عادات اپنانے کے لیے آپ سے جھگڑا کرے تو آپ کو چاہئے کہ اسے ہر قسم کی خواہش کی تکمیل سے روکیں تاکہ حاجَت سے روکنا اور ضَروری خواہشات کا نہ پایا جانا غیر ضَروری خواہشات کے مُطالَبے سے بھی نَفْس کو باز رکھے، پس جب آپ نَفْس کو اس کی حاجَت پوری نہ کرنے پر راضی کرلیں گے، صَبْر کی کوشِش کے ذریعے اسے اس کی جائز و پسندیدہ شے سے روک دیں گے تو یہ آپ کی خاطِر فُضُول شہوت سے منہ موڑ کر صَبْر پر آمادہ ہو جائے گا اور جَلْد حاصِل ہونے والی کسی مُباح شے کے عِوَض شہوت کو چھوڑ دے گا اور اس طرح اس کا شُمار بھی صابِرین میں ہونے لگے گا کیونکہ آپ نے اسے فاقہ پانے سے روکا، نیز یہ غذائی حاجَت پانے میں طَمَع رکھتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات کو بھی چھوڑ دے گا۔ سرکش نُفُوس کی رِیاضَت و مشق (یعنی سرکش نُفُوس پر قابو پانے) کا یہ سب سے بڑا دروازہ ہے اور اس میں ان بتکلّف صبر کرنے والوں میں سے قَوِی لوگوں کے لیے فضیلت ہے جن کے نُفُوس صبر اور نَماز پر لَبَّیک کہتے ہیں نہ بھوک اور پیاس سے مُطِیع و فرمانبردار ہوتے ہیں۔

البتہ! تیسرے طبقہ کے کمزور لوگ جو پہلے ۲ طبقوں یعنی صَوم و صَلاۃ کے پابند لوگوں میں سے ہیں نہ ان مذکورہ نفس کو قابو کرنے والے لوگوں میں سے، بلکہ یہ لوگ جس طرح اپنے نُفُوس کو شہوت سے روکنے پر صَبْر نہیں کرسکتے اسی طرح نفس کو اس کی حاجَت پوری کرنے سے روکنے کی کوشِش پر بھی صبر نہیں کرسکتے۔ ان لوگوں کی اپنے نُفُوس کے لیے رِیاضَت یہ ہے کہ یہ انہیں حَلال کے ذریعے ہر قسم کی حَرام شے سے اور مُعْتَدِل

خواہش کے ذریعے ہر مُہلِک خواہش سے روک دیں تاکہ ان کے نُفُوس حَرام اشیا سے رُک جائیں اور ان کی مُہلِک خواہشات خَتْم ہو جائیں کہ اسی طریقہ سے ان کمزور لوگوں کے نُفُوس مطمئن ہو سکتے ہیں۔

صبر و شکر میں فرق

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس بات میں اِخْتِلاف ہے کہ صَبْر و شُکْر میں اَفضل کون سا ہے؟ اس لیے کہ ان دونوں مَقامات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔ کیونکہ ہر مَقام میں مختلف طبقات ہیں۔ چنانچہ مُحَقِّق اَہْلِ مَعْرِفَت فرماتے ہیں: دو بندے ایک ہی مَقام میں ہم پَلّہ نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں سے کسی ایک کا عِلْم، عَمَل، وِجْدان یا مُشاہَدے میں دوسرے سے بَرْتر ہونا ضَروری ہے اگرچہ نِیّت، اِرادہ اور اَصْل ایک ہی ہو۔ اس تفاوُت میں اَفضل وہ ہے جسے مُشاہَدۂ ذات کی دولت نصیب ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں درج ذیل فرامینِ باری تعالیٰ پڑھیے، کیونکہ ﴿ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا۠(۸۷) (پ۵، النسآء: ۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچّی۔ ﴾

﴿1﴾ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا (پ۲، البقرۃ: ۱۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے تَوَجُّہ کی ایک سَمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔

﴿2﴾ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ-فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا۠(۸۴) (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۸۴) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (انداز) پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں درمیانہ و زیادہ قریب کا راستہ مُراد ہے۔

صبر کی مزید فضیلت

کِتاب و سنّت کا ظاہر صَبْر کی فضیلت پر دَلالَت کرتا ہے۔ چنانچہ کِتابُ اللہ میں صَبْر کی فضیلت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلیل ہے:

یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰، القصص: ۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اَجْر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبْر کا۔

پس شُکر گزار کو ایک مرتبہ اَجر دیا جائے گا گویا کہ مقامِ صَبر مقامِ خوف کے مُشابہ ہے اور مقامِ شُکر مقامِ رِجا کے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے رب کے حُضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو۲ جنتیں ہیں۔ (پ۲۷، الرحمٰن: ۴۶)

اَہلِ مَعرِفَت کا اس بات پر اِتّفاق ہے کہ خوف رِجا سے اَفضل ہے، جیسا کہ ان کا عِلْم کے عَمَل سے اَفضل ہونے پر اِتّفاق ہے، لہٰذا صبر مقامِ خوف کا حال ہے اور صابِر کا حال فضیلت میں اس کے مقام کے قریب ہے جبکہ شکر مقامِ رِجا کا حال ہے اور شاکِر کا حال اس کے مقام کے قریب ہے۔

سنّت میں صَبر کی فضیلت پر وہ حدیثِ پاک دلیل ہے جو ہم نے پہلے بھی ذِکر کی ہے یعنی: تمہیں یقین اور صَبر کی عَزِیمَت میں سے بَہُت کم حصّہ دیا گیا ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصّہ عَطا ہوا اس نے پھر کبھی فوت شدہ مُعامَلات کی پروا نہیں کی۔ [1]

اس حدیثِ پاک میں صَبر کا تذکرہ یقین کے ساتھ ہوا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی شے معزّز ہے نہ بڑی۔ اَعمال کی بُلَندی ہو یا یقین کی رِفْعَت اسی کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وحی فرمائی: اے اَیُّوب! میں نے خود پر قسم یاد فرما رکھی ہے کہ میں صابِرین پر دیوانِ توبیخ نہ کھولوں گا، وہ پُل صِراط کی حد کو دیکھیں گے نہ میزان کی کمی انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کرے گی، بلکہ ان کا گھر تو دَارُ السَّلَام (یعنی جنّت) ہے۔

صبر کی فضیلت کا ایک مزید بیان

صَبر اِبْتِلا و آزمائش کا حال ہے اور شُکر نِعْمَت کا حال ہے، آزمائش ان دونوں میں اَفضل ہے کیونکہ یہ نَفْس پر گراں ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: صابِروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔ (پ۲۳، الزمر: ۱۰)

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، ص ۱۷۰، حدیث: ۵۶۳، مختصراً

پس شُکر کرنے والے کو اس کا اَجر اس کے حِساب سے دیا جائے گا کیونکہ "اِنَّمَا" وَصف کی تحقیق اور باقی سب کی نَفی کے لیے آتا ہے۔

صبر کے چار سُتون

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے صَبْر کی تعریف چار مقاماتِ یقین سے کی ہے اور ان چاروں مَقامات کو صَبْر کے ایسے سُتُون قرار دیا ہے جن سے وہ ظاہِر ہوتا ہے، چنانچہ ایک طویل رِوایَت میں اِیمان کے مختلف شعبوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: صبر کے چار سُتُون ہیں: ﴿1﴾... شوق ﴿2﴾... ڈر اور خوف ﴿3﴾... زُہد اور ﴿4﴾... تَرَقُّب (یعنی اِنتظار)۔ پس جو آگ سے ڈرا حَرام کاموں کے اِرْتِکاب سے باز رہا اور جسے جنّت کا شوق ہوا وہ خواہشاتِ نفسانیہ کو بھول گیا۔ جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا اس پر مصیبتیں آسان ہو گئیں اور جو ہر لمحہ موت کے اِنتِظار میں رہا اس نے نیکیاں کمانے میں جَلدی کی۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ان چاروں مَقامات کو صَبْر کے اَرکان قرار دیا کیونکہ یہ اسی سے پائے جاتے ہیں اور تمام اَحْوال میں اسی کے محتاج ہیں، نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زُہد کو بھی صَبْر کا ہی ایک رُکن قرار دیا ہے۔

صبر و تقویٰ کا باہمی تعلق

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صَبْر کو تقویٰ کا حال قرار دیا اور مُتَّقِین کے دَرَجات بُلَند فرمائے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

﴿1﴾ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ (پ۱۳، یوسف: ۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو پرہیز گاری اور صَبْر کرے۔

﴿2﴾ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں **اَکْرَم** اور **اَتْقٰی** کے اَلفاظ کا اِستِعمال زیادہ بہتر ہے کیونکہ اِسْمِ تفضیل دَرَجات میں فَرق پر دَلالَت کرتا ہے، لہٰذا جو زیادہ پرہیزگار ہوگا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں زیادہ عزّت والا ہو گا اور جو اس شے پر زیادہ صَبر کرنے والا ہو گا جو تقویٰ کا باعث بنتی ہے وہ زیادہ متقی ہو گا۔

دُخولِ جنّت اور نَجاتِ جہنّم کا سَبَب

صَبر دُخولِ جنّت اور نَجاتِ جہنّم کا سَبَب ہے، کیونکہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: جنّت کو ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جہنّم کو نفسانی خواہشات سے۔[1] لہٰذا مومن کو ناپسندیدہ اُمور پر صَبر کی حاجَت ہے تاکہ جنّت میں داخِل ہو سکے اور نفسانی خواہشات سے بچنے کے لیے بھی اسے صَبر کی ضَرورت ہے تاکہ نارِ جہنّم سے نَجات پا سکے۔

صبر کے شکر سے افضل ہونے کی وُجوہات

صَبر کے شُکر سے اَفضل ہونے کی تین وُجوہات ہیں:

پہلی وجہ

مَقامات دَرَجات کے اِعْتِبار سے اَحْوال سے اعلیٰ ہوتے ہیں اور صَبر وشُکر بسا اَوقات اَحْوال ہوتے ہیں اور بسا اَوقات مَقامات۔ لہٰذا جس کا مَقام صَبر ہو اس کا حال شُکر ہوتا ہے جو کہ اَفضل ہے کیونکہ ایسا شخص صاحِبِ مَقام ہے اور جس کا مَقام شُکر ہو اس کا حال صَبر ہوتا ہے جو شاکِر کے مَقام میں مزید ترقی کا باعث بنتا ہے، لہٰذا صَبر شاکِر کے مَقام میں ترقی کا سَبَب ہے۔

دوسری وجہ

مُقرّبین دَرَجات میں اَصحابِ یمین سے اعلیٰ ہوتے ہیں، لہٰذا صَبر کرنے والے مُقرّبین شکر کرنے والے اَصحابِ یمین سے اور شُکر کرنے والے مُقرّبین صبر کرنے والے اَصحابِ یمین سے اَفضل ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شاکِر وصابِر دونوں مُقرّبین میں سے ہوں تو ان میں سے اَفضل کون ہو گا؟ تو اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دونوں شخص کسی بھی صُورت میں ایک ہی مَقام میں

[1] ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، ص ۱۵۱۶، حدیث ۲۸۲۲

جَمع نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ دونوں لَطائفِ باری تعالیٰ کے مفاہیم پانے کے اِعْتِبار سے یکساں نہیں ہوسکتے، جیساکہ صِفات کی مُشابہَت کے باوُجُود صَنْعَتِ باری تعالیٰ کی لَطافَت کی بنا پر مُختَلِف اشیا کی صُورتیں یکساں نہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے اَفضل وہی ہوگا جو دولتِ عِرفانِ خُداوندی سے زیادہ مالامال ہوگا کیونکہ ایسا شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ مَحبَّت رکھنے والا اور اس کے زیادہ قریب ہوگا، نیز اس کا یقین بھی زیادہ قَوی ہوگا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نازِل کردہ تمام اشیا میں یقین سب سے زیادہ معزّز ہے۔

تیسری وجہ

جو صَبر شُکر کا باعِث بنے اس سے صَبر کرنا اور جو شُکر صَبر کا باعِث بنے اس پر شُکر کرنا اَفضل ہے۔ اَحْوال کے مُختَلِف ہونے کی وجہ سے اس کی صُورَت بھی بدلتی رہتی ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس کی وَضاحت یہ ہے کہ نفسانی لذّت، عَیش پرَستی اور آسُودگی و شادمانی سے صَبر کرنا اَفضل ہے بشرطیکہ بندے کا حال نِعْمَت والا ہو کیونکہ نِعْمَت اور تَوَنگَری سے صَبر مَعْرِفَت کا ایک مَقام ہے اور یہ اَفضل ہے اس لیے کہ اس میں زُہد ہے جس کی فضیلت پر اجماع ہے۔ مگر (حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک فَقر اور آزمائش و مَصائِب سے زیادہ اَفضل شُکر ہے بشرطیکہ بندے کا حال مُجاہَدہ و اِبْتِلا ہو کہ اس صُورَت میں شُکر مَعْرِفَت کا ایک مَقام ہے جو کہ اَفضل ہے کیونکہ اس میں رَضا ہے جس کی فضیلت پر سب کا اِتِّفاق ہے۔

صابِر کی فضیلت پر استدلال کی چند مزید صورتیں

صَبر کرنے والا عارِف شُکر کرنے والے عارِف سے اَفضل ہے کیونکہ صَبر فَقر کا اور شُکر تَوَنگَری کا حال ہے، لہٰذا جس نے شُکر کو معنیٰ کے اِعْتِبار سے صَبر پر فضیلت دی گویا اس نے تَوَنگَری کو فَقر پر فضیلت دی حالانکہ مُتَقَدِّمِیْن رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المُبِین میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں بلکہ یہ عُلَمائے دنیا کا طریقہ ہے جنھوں نے اپنے نُفُوس (کو راحت پہنچانے) کے لیے اور مخلوق کو اپنے نفسوں کی جانب مائل کرنے کے لیے یہ راستہ اِختیار کیا کیونکہ جو شخص تَوَنگَری کو فَقر پر فضیلت دے بیشک وہ رَغبَت کو زُہد پر، عزّت کو ذِلّت پر اور تکبُّر کو تواضُع پر فضیلت دے گا، اس صُورَت میں دنیا میں رَغبَت رکھنے والے اور غنی لوگ اَہلِ زُہد و فَقر سے اَفضل ہو جائیں

گے اور یہ بات دنیاداروں کو اہلِ آخِرت پر فضیلت دینے کا باعث بنے گی (جو دُرُست نہیں)۔ چنانچہ،

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک ہر اِعْتِبار سے صَبْر شُکْر سے اَفضل ہے کیونکہ صَبْر اس شخص کا حال ہے جس کا مَقام اِبْتِلا و آزمائش ہے اور اہلِ اِبْتِلا دَرَجہ بدَرَجہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مُشابِہ ہوتے ہیں، کیونکہ صبر نفسانی خواہشات سے بہُت دُور، تنگی و تکلیف کے زیادہ قریب، نفس کی ناپسندیدہ باتوں میں بہُت سخت، فِطری طبیعت کے بہُت زیادہ مُخالِف اور مِزاج سے حَد دَرَجہ جُدا ہوتا ہے۔ پس جب نفس صَبْر کے ساتھ سُکون پائیں اور وہ ان کے ہاں پایا جانے لگے تو گویا وہ اپنے وَصْف کو چھوڑنے والا اور سُکون میں زیادہ تعجب خیز ہے لہٰذا اس سُکُون اور اطمینان کی وجہ سے ان کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے اور وہ باہم ایک دوسرے سے راضی ہیں۔

نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صَبْر کا حکم دیا اور صَبْر میں سَبقَت لے جانے کے مُتعلّق خُوب مُبالَغہ فرما کر اس پر ڈَٹ جانے کی تاکید بھی ذِکْر فرمائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا قف (پ۴، ال عمران: ۲۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اے اِیمان والو صَبْر کرو اور صَبْر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ دونوں صُورَتوں میں ڈَٹ جاؤ۔ گویا کہ یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں صبر کے مفہوم کے مُتعلّق ایک ہی مَقام پر تین۳ باتیں مذکور ہیں جو اس بات پر دلیل ہے کہ صَبْر کس قَدْر عَظَمت والا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس سے کس قَدْر مَحبَّت ہے۔ چنانچہ جس میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ **شعائرُ اللہ** کی سب سے زیادہ تعظیم بجالانے والا ہو گا اور جو **شعائرُ اللہ** کی تعظیم بجالاتا ہے وہ سب سے زیادہ مُتّقی ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو وہ سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عزّت والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ (پ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو **اللہ** کے نِشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دِلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

دوسرے مَقام پر ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** کے یہاں تم میں زیادہ

(پ ۲۶، الحجرات: ۱۳) عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

صبر ان اُولُو الْعَزم رسولوں کا مقام ہے جن کی پیروی کرنے کا حکم مکّی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیا گیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی وجہ سے اپنے بندے پر فخر کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ترجمۂ کنز الایمان: تو تم صبر کرو جیسا ہمّت والے رسولوں نے صبر کیا۔ (پ ۲۶، الاحقاف: ۳۵)

(اس لیے کہ) دین میں عَزِیمت پر عمل رُخصت پر عمل سے زیادہ بہتر ہے (اور ان اُولُو الْعَزم رسولوں نے رُخصت کے بجائے عَزِیمت پر عمل کیا)۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور حضرت سَیِّدُنا حبیب بن ابی ثابت رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَروِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا مُسلِم بطین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِین سے عرض کی گئی: صبر افضل ہے یا شُکر؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: صبر و شُکر اور عافیت ہمیں (تینوں چیزیں) بہت پسند ہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: (تو خوشی سناؤ میرے) ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (پ ۲۳، الزمر: ۱۸)

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں منقُول ہے کہ یہاں مُراد سختیاں اور عزائم ہیں کیونکہ دنیا کی حلال چیزوں کا مُباح ہونا اچھا ہے مگر ان میں زُہد اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

صبر عزائم میں سے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صبر کو عزائم میں شُمار فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] .... عَزِیمت کا لُغوی معنیٰ ہے نہایت پختہ اِرادہ اور اِصطلاح میں اس سے مُراد وہ اَحکام ہیں جو ہم پر اِبتداءً لازِم ہوں یعنی عَوارِض کی طرف نظر کئے بغیر فی نفسہٖ وہ ہم پر لازِم ہوں۔ جیسے مطلقاً روزے کا حکم عَزِیمت ہے۔ جبکہ رُخصت عَزِیمت کے مُقابل ہے اس کا لُغوی معنیٰ سُہُولت و آسانی ہے اور اِصطلاحاً اس سے مُراد مکلّف میں کسی عُذر کے پائے جانے کی وجہ سے مُشکل کام کو آسانی کی طرف پھیرنا ہے۔ مثلاً ماہِ رمضان میں بیمار یا مُسافِر کو رُخصت ہے کہ ابھی روزے ترک کر دے اور بعد میں رکھ لے۔ (تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقہیہ، ص ۱۰۹ ملتقطاً)

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمّت کا کام ہے۔

مخلوق کا شکر میں شریک ہونا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر میں اپنے بندوں کو بھی شریک کیا مگر صَبر کو اپنے لیے خاص رکھا، لہٰذا معلوم ہوا جو شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے خاص ہو وہ اس شے سے اعلیٰ وبَرتَر ہوگی جو بندوں کے ساتھ مُشتَرَک ہے۔ چنانچہ شُکر کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا:

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ (پ ۲۱، لقمان: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے اِرشاد فرمایا: جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شُکر ادا نہیں کیا۔[1] مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب صَبر کا تذکرہ فرمایا تو مخلوق میں سے کسی کو بھی اس میں شریک نہ کیا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (پ ۲۷، الطور: ۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو۔

صبر و شکر کا باہمی تعلق

شُکر صَبر میں داخِل ہے اور صَبر شُکر کا جامِع ہے کیونکہ جو شخص صَبر کرتا ہے اس طرح کہ وہ کسی نِعْمَت کو پا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتا تو گویا اس نے اس نِعْمَت کا شُکر ادا کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعَت کی اور اپنے نَفْس کو طاعَت شِعَاری کا پابند بنایا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمَت کا شُکر ادا کیا۔

شاکر دولت مند اور صابر فقیر میں سے افضل کون؟

حضرت سَیِّدُنا جنید بَغْدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی سے شاکِر دولت مند اور صابِر فقیر کے مُتعلِّق عَرض کی گئی کہ ان دونوں میں سے اَفضل کون ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اِرشاد فرمایا: دولت مند شخص کی تعریف

---

[1] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، ۳/۳۸۴، حدیث: ۱۹۶۲

اس کے پاس کچھ ہونے کی وجہ سے ہے نہ فقیر کی تعریف اس کے پاس کچھ نہ ہونے کی وجہ سے، بلکہ دونوں کی تعریف ان شُروط کے پُورا کرنے کی بنا پر ہے جو ان پر لازِم ہیں۔ چنانچہ امیر شخص کے لیے یہ بات شَرْط ہے کہ وہ صِرف انہی اشیا سے اپنا تعلّق رکھے جو اس کے لیے مُناسِب ہیں اور انہی اشیا سے لطف اندوز ہو جبکہ فقیر کے لیے یہ شَرْط ہے کہ وہ ان اشیا کو اِختیار کرے جو اس کے لیے دُکھ دَرْد اور رَنج و غَم کا باعث ہوں۔ لہٰذا جب یہ دونوں رضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے اپنی اپنی شُروط پر قائم ہوں جو ان پر لازِم ہیں تو دُکھ درد کا مارا شخص اپنے حال کے اِعْتِبار سے مال اور نعمتوں سے لُطف اندوز ہونے والے شخص سے بہتر ہے۔

ولیٔ کامِل کی بددعا

حضرت ابو العبّاس بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح نے حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی کے اس قول کی مُخالَفَت کی (یعنی غنی کو فقیر پر ترجیح دی) تو کہا جاتا ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انہیں بد دعا دی جس کے سَبَب وہ آزمائش میں مبتلا ہو گئے، ان کی اولاد قتل کر دی گئی، مال برباد ہو گیا اور عَقْل بھی جاتی رہی، 14 سال تک یہ کیفیّت رہی۔ چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے کہ میری یہ حالت حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی کی بَدْ دُعا کی وجہ سے ہوئی ہے۔ پھر آپ نے اپنے غنی کو فقیر پر فضیلت دینے والے قول سے رُجُوع کر لیا اور فقیر کو فضل و شَرَف والا قرار دینے لگے۔

ہماری اور نفس کی آزمائش

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمت نِشان ہے: تم میں سب سے زیادہ اپنے نَفْس کو پہچاننے والا شخص وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اس بات کو پہچانتا ہے کہ وہ نَفْس کی جانِب سے کس آزمائش میں مبتلا ہو گا اور اس کا نَفْس اس کی جانِب سے کس آزمائش میں مبتلا ہو گا۔ چنانچہ ہمارے لیے سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ ہمیں نفس کی مَحبَّت سے آزمایا گیا ہے اور ہمارے نَفْس کو ہمارا دشمن بنا کر آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ پس اس شخص سے بڑھ کر اَفضل کون ہو گا جسے اپنے دشمن (یعنی نَفْس) سے مُجاہَدہ کرنے پر صَبْر کا دامَن تھامنا پڑے؟ نیز وہ (یعنی بندے کا نَفْس) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ صِفاتِ باری تعالٰی کا بھی مُخالِف ہو اور اس سے بڑھ کر سخت آزمائش بھی کیا ہو گی کہ نَفْس کو تمہاری

عَداوت سے آزمایا گیا ہو اور تمہیں اس کی مَحبّت سے۔ پھر تم اس کی مَحبّت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت کی خاطِر چھوڑ دو اور نَفْس کی دشمنی پر صَبْر کا مُظاہَرہ کرو اس طرح کہ رِضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے ہمیشہ نَفْس سے مُجاہَدہ کرتے رہو کہ یہی سب سے بہتر اور اَفضل طریقہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکَرَم، بہترین عِنایت اور دائمی کَرَم کے بغیر اس کے حُصُول کا کوئی دوسرا ذریعہ و راستہ بھی نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدد کے بغیر نیکی کرنے کی توفیق مل سکتی ہے نہ بُرائی سے بچنے کی کوئی قوّت اور نہ صَبْر کی دولت۔

افضل کون آزمائش والا یا انعام والا؟

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ دو۲ بندوں میں سے ایک پر آزمائش آئی تو اس نے صبر کیا اور دوسرے کو انعام سے نوازا گیا تو اس نے شُکْر ادا کیا، ان دونوں میں افضل کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: دونوں برابر ہیں۔ اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دو۲ بندوں کی ایک جیسی تعریف و توصیف فرمائی جن میں سے ایک صابِر اور دوسرا شاکر ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، ص:۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رُجُوع لانے والا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿ؕ۳۰﴾ (پ۲۳، ص:۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رُجُوع لانے والا۔

قول کا تعاقب

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ قول کہنے والے عالم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ رحمت فرمائے اس لیے کہ ایسا اس نے لَطائِفِ اَفہام سے غفلت اور کلام میں تَدَبُّر کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر کہا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی جو تعریف فرمائی ہے وہ حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف کے مُقابل 13 فضیلتیں زائد رکھتی ہے۔ یعنی (سورہ ص کی آیت نمبر 41 تا 44 میں) بیان کیے گئے اَوصاف میں سے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو صِرف آخری دو۲ میں

شریک کیا گیا ہے جبکہ یہاں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے 13 اَوصاف ذِکْر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ،

قرآنِ کریم سے فضیلت کا ثبوت

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف میں سب سے پہلا کلمہ یہ اِرشَاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ ﴾ یعنی اور یاد کرو۔ یہ کلمہ ایسا ہے جس سے کسی پر فخر کیا جاتا ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کا ذِکْر فخر کرتے ہوئے فرمایا اور انہیں اپنے اس فرمان سے فضل و شَرَف عَطا فرمایا کہ اے میرے محبوب! میرے بندے اَیُّوب کا مصیبتوں پر صَبْر کرنا یاد کیجئے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس مُعاملے میں اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی کا حُکْم دیا۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ترجمۂ کنز الایمان: تو تم صَبْر کرو جیسا ہِمَّت والے رسولوں نے صَبْر کیا۔ (پ٢٦، الاحقاف: ٣٥)

منقول ہے کہ یہ تمام اُولُو الْعَزم انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام تکالیف و آزمائش والے تھے اور حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام بھی ان میں سے ایک ہیں۔ مثلاً ان کو قینچیوں سے کاٹا گیا اور آروں سے چیرا گیا، یہ 70 انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں اور ایک قول کے مُطابِق یہ صِرف حضرت سَیِّدُنا ابراہیم، حضرت سَیِّدُنا اسحاق اور حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں۔[1] یہ سب بہُت سے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے آباؤ اَجداد ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ (پ١٦، مریم: ٤١) ترجمۂ کنز الایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔

نیز اِرشَاد فرمایا:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور

---

[1] .... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1253 صَفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت (جلد اول) صَفْحہ 54 پر حاشیہ نمبر 3 میں تفسیرِ طبری اور دُرِّ مَنْثُور کے حوالے سے ہے کہ اُولُو الْعَزم انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پانچ ہیں یعنی حضرت سَیِّدُنا نوح، حضرت سَیِّدُنا ابراہیم، حضرت سَیِّدُنا موسیٰ، حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ہمارے پیارے نبی حضرت سَیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ (پ ۲۳، ص: ۴۵) اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں ﴿ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴾ سے مُراد وہ لوگ ہیں جو صاحبِ قُدرَت اور اَہلِ بصیرت و یقین ہیں۔ پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی ان اُولُو الْعَزم انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مَقام تک رِفْعَت عطا فرمائی اور انہیں ان کے ساتھ شامل کرتے ہوئے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تسلی کا ذریعہ بنایا۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کے تذکرے سے نصیحت فرمائی اور ان کا مَصائِب پر صَبْر کرنا یاد دلایا۔ چنانچہ ﴿ وَاذْكُرْ ﴾ کے بعد اِرشاد فرمایا: ﴿ عَبْدَنَآ ﴾ یعنی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خاص اور مُقرَّب بندہ قرار دیا۔ اس طرح اپنی نِسْبَت عطا فرما کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو دیگر اہلِ اِبْتِلا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے گروہ میں شامل فرما دیا کہ جن کے مُتعلّق یوں اِرشاد فرمایا:

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو۔ (پ ۲۳، ص: ۴۵)

یہ تینوں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ایسے ہیں جن کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر فخر فرمایا اور ان کی اَولاد میں سے بہُت سے اَصْفِیا پیدا فرمائے۔ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان قابِلِ فخر انبیائے کِرام کے ساتھ ﴿ وَاذْكُرْ ﴾ کا لَفْظ ذِکْر فرما کر تعریف میں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی شامل فرما دیا۔ پھر ایک مَقام پر ان کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ (پ ۱۷، الانبیآء: ۸۳) ترجمۂ کنزالایمان: (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔

مُراد یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام صِرف اپنے رب کی رَضا کے حُصُول کے لیے اس کی بارگاہ میں کچھ یوں عَرض گزار ہوئے:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔ (پ ۱۷، الانبیآء: ۸۳)

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات کا تذکرہ فرمایا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

چونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر اپنی رحمت کے اَوصاف کو ظاہِر فرمایا تھا اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس صِفَتِ باری تعالیٰ سے راحت پائی اور اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو اسی صِفَت سے پکارتے ہوئے مَدَد طَلَب فرمائی۔ چنانچہ اس صُورت میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مَقام حضرت سَیِّدُنا موسیٰ اور حضرت سَیِّدُنا یُونُس عَلَیْہِمَا السَّلَام کے مقام کے مُشابہ ہے، کیونکہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خُداوندی میں عَرض کی تھی:

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رُجُوع لایا۔

حضرت سَیِّدُنا یُونُس عَلَیْہِ السَّلَام کی پکار کو کچھ یوں ذِکْر فرمایا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚۖ﴿۸۷﴾ (پ ۱۷، الانبیآء: ۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کا یہ وَصف ذِکْر فرمایا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا قبول ہوئی اور آخر کار آپ کی تمام تکالیف دُور ہو گئیں۔ اس طرح آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دُعا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت کے نَفاذ کا سَبَب، اس کی حِکْمَت کے جاری ہونے کا مَکان اور دُعاؤں کے دروازے کھولنے کا ذریعہ بنی۔

پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ (پ ۲۳، ص: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عَطا فرمادیئے۔

یعنی یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ایسی صِفَت ذِکْر فرمائی جو حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف سے زائد تھی۔ کیونکہ جسے اَہْل عَطا فرمائے جائیں اور جو خود اہل میں سے ہو دونوں کی تعریف میں فَرق ہے۔ اس لیے کہ حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق کچھ اس طرح اِرشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ (پ ۲۳، ص: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے داود کو سلیمان عَطا فرمایا۔

اس مُعاملے میں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر فضیلت ایسے ہی ہے جو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت سَیِّدُنا ہارون عَلَیْہِ السَّلَام پر تھی۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف بھی مذکورہ اَلفاظ میں فرمائی اور انہیں حضرت سَیِّدُنا ہارون عَلَیْہِ السَّلَام پر فضیلت

دی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (نبی)۔ (پ ۱۶، مریم: ۵۳)

جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف میں فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ (پ ۲۳، ص: ۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے داود کو سلیمان عطا فرمایا۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کا بھائی عطا فرمایا جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹا عطا فرمایا۔ فَخْر و مُباہاۃ اور تذکرہ کے اِعْتِبار سے یوں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کا مَقام حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مَقام کی مِثْل ہے۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ترجمۂ کنز الایمان: تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داود کو یاد کرو۔ (پ ۲۳، ص: ۱۷)

اور حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔ (پ ۲۳، ص: ۴۱)

پس حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو مفہوم کے اِعْتِبار سے حضرت سَیِّدُنا داود و موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام سے تشبیہ دی گئی اور انہیں ان جیسا مَقام عطا فرمایا گیا اور چونکہ یہ دونوں پیغمبر حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے افضل ہیں لہٰذا حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کا حال حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے حال سے اعلیٰ ہو گا۔ (صاحبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے دل میں جو بات ڈالی گئی ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب حقیقت میں ان میں سے اَفضل کون ہے یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔

پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مزید اِرشاد فرمایا:

رَحْمَةً مِّنَّا (پ ۲۳، ص: ۴۳) ترجمۂ کنز الایمان: اپنی رحمت کرنے کو۔

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت کے تذکرے کے ساتھ ساتھ اپنے بندے کی شَرافت و عَظَمت کا تذکرہ فرمایا اور اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ (پ۲۳، ص:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور عقل مندوں کی نصیحت کو۔

یعنی حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو عقل مندوں کا اِمام، اَہْلِ صبر و اِبْتِلا کا رہنما اور اَصْفِیا کے لیے دکھ درد میں نصیحت اور تسلی قرار دیا۔ پھر اِرشاد فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (پ۲۳، ص:۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابِر پایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں دوسری مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے اپنی ذات کا ذِکْر فرمایا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے نام کو محبّت اور قُرب کی بنا پر اپنے نام کے ساتھ ملا کر ذِکْر فرمایا۔ نیز اس آیتِ مُبارکہ میں ﴿ **صَابِرًا** ﴾ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے صَبْر کی صِفَت کے ساتھ مُتَّصِف ہونے کا ذِکْر کرتے ہوئے ان کے قَوِی مقام و مرتبے کا اِظْہار فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاقِ حَمیدہ سے مُزَیَّن ہیں۔

پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں اِرشاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، ص:۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہُت رُجوع لانے والا ہے۔

یہی وہ دونوں اَوصاف ہیں جن میں سے ایک سے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف کی اِبْتِدا ہوئی اور دوسرے پر اِخْتِتام۔ چنانچہ یہی وہ دونوں اَوصاف ہیں جن میں حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف میں شریک کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ ابھی جس قَدْر اَوصاف حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے ذِکْر کیے گئے ہیں وہ ان میں فضیلت رکھتے ہیں اور ان میں سے کوئی وصف حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے بیان نہیں ہوا۔ چنانچہ اہلِ فہم و دانش کے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ **وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ** ﴾ سے لے کر ﴿ **نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾** ﴾ تک نظر آنے والا فَرق بہُت واضح ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا پہلا وَصْف یہ ذِکْر کیا گیا کہ وہ اپنے والِدِ ماجِد حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ

السَّلام کو عطا فرمائے گئے اس صُورت میں تو یہ حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلام کا وَصف بنا اور باقی رہا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان: ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾ تو یہ آپ عَلَیْہِ السَّلام کے پہلے اور آخری وَصف پر مُشْتَمِل ہے جبکہ یہ حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلام کا سب سے آخری وَصف ذِکر کیا گیا ہے۔

احادیث سے فضیلت کا ثبوت

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلام کے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلام سے اَفضل ہونے پر اَحادیث بھی شاہِد ہیں۔ چنانچہ) مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اپنی سَلْطَنَت کی وجہ سے جنّت میں داخِل ہونے والے سب سے آخری نبی سلیمان بن داود ہوں گے اور مال و دولت کی بنا پر میرے صحابہ میں سب سے آخِر میں عبد الرحمٰن بن عوف جنّت میں داخِل ہوں گے۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ سلیمان بن داود تمام انبیا سے 40 سال بعد جنّت میں داخِل ہوں گے۔[2] نیز روایات میں یہ بھی ہے کہ جنّت میں سب سے پہلے اہلِ اِبْتِلا و آزمائش داخِل ہوں گے جن کے اِمام حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلام ہوں گے، جنّت کے تمام دروازوں کے دو دو کواڑ ہیں مگر صبر کے دروازے کا ایک ہی کواڑ ہے اور اس سے سب سے پہلے اہلِ اِبْتِلا ہی داخِل ہوں گے۔

اہلِ ابتلا کے سردار

مذکورہ روایات کے عُموم سے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلام کی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلام پر فضیلت ظاہِر ہے کیونکہ وہ اہلِ اِبْتِلا کے سردار اور عَقْل والوں کے لیے عِبْرَت و نصیحت کا باعث ہیں۔ نیز آپ عَلَیْہِ السَّلام دکھ درد اور صَبْر والوں کے اِمام بھی ہیں۔

مقصود فضیلت بیان کرنا نہیں

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارا مَقْصُود یہاں انبیائے

---

[1] ......معجم اوسط، ۳/۱۳۹، حدیث: ۴۱۱۲، دون: آخر اصحابی دخولاً الجنة عبد الرحمن بن عوف
مسند بزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، ۱۳/ ۳۲۰، حدیث: ۷۰۰۳، فیہ: ان اول من یدخل الجنة . . . ابن عوف

[2] ......معجم اوسط، ۳/۱۳۹، حدیث: ۴۱۱۲

کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے درمیان فضیلت بیان کرنا نہیں، اس لیے کہ ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نِشان ہے: انبیا کے درمیان باہم فضیلت قائم نہ کرو۔[1] مگر **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے چونکہ ہمیں یہ خبر دی ہے کہ اس نے بعض انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے لہٰذا ہم نے قرآنِ کریم میں موجود مَخْفِی فضیلت کو ظاہر کر دیا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔ (پ۱۵، بنی اسرآئیل:۵۵)

ہم نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر فضیلت میں جو باطنی اَوصاف ذِکر کیے ہیں وہ ہمیں فَہمِ خِطاب اور مَعانیِ کلام میں تدبُّر سے حاصِل ہوئے، مگر یاد رکھئے کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کا عِلْم ہر شے سے مُقَدَّم ہے اور وہی سب سے بہتر جاننے والا اور حِکْمت والا ہے۔

وجہِ استنباط

ہم نے مذکورہ اِسْتِنْبَاط سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان پر عَمَل کرتے ہوئے کیا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قرآن پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔[2]

حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلَاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کے علاوہ اِسْتِنْبَاط کی درج ذیل چند مزید وُجوہات بھی ہیں:

✿ اہلِ صبر واِبْتِلا کی عزّت کے لیے ✿ ان کے دلوں کی تقویت کے لیے

✿ ان پر کامل انعاماتِ باری تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے لیے

✿ مَخْفِی نعمتوں کے اِظْہَار کے لیے ✿ کلام کی لَطافتوں سے آگاہ کرنے کے لیے

---

[1] ......مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، ص ۱۲۹۱، حدیث: ۲۳۷۳

[2] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی اعراب القرآن، ۷/۱۵۰، حدیث: ۱، اقرؤوا بدلہ اعربوا

✿☜ دنیاو نَفْس کے مُعامَلے میں زُہد اِختیار کرنے کے لیے

✿☜ آخِرت اور صَبر کے مُعامَلے میں رَغبت دِلانے کے لیے

✿ ⟵ دَرَجہ بدَرَجہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مُشابہ اہلِ ابتلا کے طریقے کی فضیلت بیان کرنے کے لیے۔

مذکورہ بحث کا ماحصل

پس مذکورہ تمام بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مرضی پر سرِ تسلیم خم کر دینے، اس کے حکم پر راضی رہنے اور آزمائش پر صَبر کرنے والے کو اس شخص پر فضیلت حاصِل ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نعمتوں سے نوازا ہو اور وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا بھی ہو۔ اس لیے کہ نعمتیں طبیعت کے مُناسِب اور نَفْس کے مُوافِق ہوتی ہیں ان کی وجہ سے نَفْس کو مَشَقَّت کر کے صبر نہیں کرنا پڑتا اور نہ نَفْس کو اس مَشَقَّت پر راضی کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اِبتِلا و آزمائش طبیعت کے مُخالِف اور اس پر گراں ہوتی ہے اور نَفْس کو اس پر راضی کرنے اور اس پر مَشَقَّت اُٹھانے کی بھی حاجَت پڑتی ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جو چیز نَفْس کو ناپسند ہو وہ بہتر اور اَفضل ہوتی ہے مگر اس کے حُصُول کی کوئی راہ نہیں ہوتی ہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے سکینہ کی دولت نصیب ہو تو اس شے کو حاصِل کرنا ممکن ہوتا ہے اور اگر حاصِل نہ ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد اور عِنایت کے ساتھ ہی اس پر صَبر مُمکن ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صَبر کرو اور تمہارا صَبر **اللہ** ہی کی توفیق سے ہے۔ (پ۱۴، النحل: ۱۲۷)

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

مقاماتِ یقین میں سے تیسرا مقام

مقامِ شُکْر کی شَرْح اور شاکِرین کے اَوصاف

شکر اور ایمان کا باہمی تعلق

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ (پ۵، النسآء:۱۴۷) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکْر کو اِیمان کے ساتھ ذِکْر فرمایا ہے اور ان دونوں کی مَوجُودَگی میں عَذاب اُٹھانے کی نوید سنائی ہے۔ جبکہ ایک مَقام پر شُکْر کرنے والوں کے مُتَعلِّق اِرشاد فرمایا:

وَ سَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صِلہ عَطا کریں۔

شُکْر کے مُتَعلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے: کھا کر شُکْر ادا کرنے والا روزہ رکھ کر صَبْر کرنے والے کی طرح ہے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: شُکْر نِصْفِ اِیمان ہے۔[2]

شکر اور ذِکرِ باری تعالیٰ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکْر کا حُکْم دیا مگر اسے اپنے ذِکْر کے ساتھ مِلا کر کچھ یوں اِرشاد فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم:۴۳، ۴/۲۱۹، حدیث:۲۴۹۴

[2] ......کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص۹۳، حدیث:۵۷، قول عامر بن شراحیل الشعبی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چونکہ اپنے فرمانِ عالیشان ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (پ۲۱، العنکبوت:۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک اللہ کا ذِکر سب سے بڑا۔﴾ میں اپنے ذِکر کو جو عَظمت عطا فرمائی ہے وہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں ذِکر کے ساتھ شُکر کے تذکرے کی وجہ سے شُکر کو بھی حاصِل ہوگی تاکہ وہ بھی سب سے بڑا ہو۔

شکر کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں کی طرف سے شُکر پر راضی ہونا اس کے بے اِنتِہا کَرَم کی وجہ سے ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ ترجمۂ کنز الایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حَق مانو۔ (پ۲، البقرۃ:۱۵۲)

یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں شُکر کی عَظمت بیان کی گئی ہے۔ نیز اس آیتِ مُبارَکہ کا تعلّق پہلے والی آیتِ مُبارَکہ سے ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ (پ۲، البقرۃ:۱۵۱، ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ عِلم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں عِلم نہ تھا تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حَق مانو۔

مُراد یہ ہے کہ جیسے ہم نے تم میں رسول بھیجا ہے اس پر میرا حَق مانو اور شُکر ادا کرو۔[1]

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتَعَلِّق مَروِی رِوایات میں سے ایک طویل رِوایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وحی فرمائی: میں اپنے اَوْلیا کے شُکر بجالانے پر بطورِ صِلہ ان سے راضی ہو جاتا ہوں۔

[1] ....اس مَقام پر ایک خالِص علمی بحث کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔ البتہ! اہلِ ذوق کی سُہولت کے لیے اَصل عِبارت کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

صراطِ مستقیم سے مراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (پ۸، الاعراف:۱۶)

ایک قول کے مُطابِق اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ یہاں شُکْر کا راستہ مُراد ہے۔ اس لیے کہ اگر شُکْر اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچانے اور اس کے قریب کرنے والا راستہ نہ ہوتا تو شیطان کبھی اسے کاٹنے کا اِرادہ نہ کرتا۔ اسی طرح اگر شُکْر کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب نہ ہوتا تو اِبلیس لَعین کبھی اس کی راہ میں حائل ہو کر اس کے مَقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش نہ کرتا۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآنِ کریم میں ہے:

﴿1﴾ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور تو ان میں اکثر کو شُکْر گزار نہ پائے گا۔ (پ۸، الاعراف:۱۷)

﴿2﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شُکْر والے۔ (پ۲۲، سبا:۱۳)

﴿3﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔ (پ۲۲، سبا:۲۰)

شکر پر انعام کی زیادتی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکْر پر مزید اِنعام کا قطعی وعدہ فرمایا ہے اور اس میں کسی قِسم کا کوئی اِستِثْنا نہیں فرمایا، البتہ! پانچ چیزیں شُکْر پر زِیادَتی سے مستثنیٰ ہیں یعنی غِنا، دُعا کی قبولیَّت، رِزْق، مَغْفِرَت اور توبہ۔ چنانچہ ان پانچوں کے مُتَعلِّق قرآنِ کریم میں مختلف مَقامات پر کچھ یوں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿1﴾ فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے۔ (پ۱۰، التوبۃ:۲۸)

﴿2﴾ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ ترجمۂ کنز الایمان: تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھالے۔ (پ۷، الانعام: ۴۱)

﴿3﴾ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: جسے چاہے دے۔

﴿4﴾ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ (پ۶، المائدہ: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور بخشتا ہے جسے چاہے۔

﴿5﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ (پ۱۰، التوبہ: ۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ دے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کے وَقت بغیر کسی اِستِثْنا کے زِیادَتی کی مُہر لگادی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (پ۱۳، ابراھیم: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانوگے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

شاکِر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مزید اِحسانات کی بارش ہوتی ہے مگر شَکُور (یعنی بہت زیادہ شُکر ادا کرنے والا) پر اس کَرَم نوازی کی کوئی حَد نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی نِعْمَت پر بھی کثیر شُکر ادا کرتا ہے اور ایک ہی نِعْمَت کے حُصُول پر بار بار اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی حَمد وثَنا کے ساتھ ساتھ شُکر بھی بجالاتا ہے۔

نعمت کی زیادَتی سے مُراد

شُکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاقِ کریمانہ میں سے ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے اَسمائے حُسنیٰ میں سے ایک اِسْم قرار دیا ہے۔ نِعْمَت کی زِیادَتی مُنْعِم پر ہے کہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ چنانچہ سب سے اَفضل نعمت کی زِیادَتی حُسنِ یقین اور اَوصافِ باری تعالٰی کا مُشاہَدہ ہے۔ نِعْمَت کی اس زِیادَتی کا آغاز اس مُشاہَدہ سے ہوتا ہے کہ یہ نِعْمَت مُنْعِمِ حقیقی کی طرف سے ہے اور اس کے کَرَم کے بغیر اس کے حُصُول کی کوئی طَاقَت تھی نہ کوئی قوّت۔ نِعْمَت کی اَوسَط زِیادَتی حال کا دائمی ہونا اور مسلسل عِبادَت کرنا ہے۔ کبھی تو یہ زِیادَتی اَخلاق میں ہوتی ہے اور کبھی عُلُوم میں، کبھی آخِرَت کے مُعامَلات میں ہوتی ہے اور کبھی دنیا کے فِراق میں ثابِت قَدَم رہنے میں۔

جنتیوں کا پہلا اور آخری کلام

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کو جنتیوں کے کلام کا آغاز اور ان کی خواہشات کا اِختِتام قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا کہ ان کا پہلا کلام یہ ہوگا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (پ۲۴، الزمر: ۷۴) ترجمۂ کنز الایمان:

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچّا کیا۔ ﴾ اور آخری کلام کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا: ﴿ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ (پ ۱۱، یونس: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی دُعا کا خاتِمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا (خوبیوں والا) اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ ﴾ اگر شُکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پسندیدہ عَمَل نہ ہوتا تو وہ کبھی اسے ان پر باقی نہ رکھتا۔

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات میں سے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وحی کے ذریعے صابِرین کے اَوصاف سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ان کا ٹھکانا دارُ السلام یعنی جنّت ہے، جب وہ اس میں داخِل ہوں گے میں ان کے دلوں میں شُکر اِلہام کروں گا جو کہ بہترین کلام ہے اور جب وہ شُکر ادا کریں گے تو میں ان پر نعمتوں کی زِیادَتی فرماؤں گا اور جب وہ میرے دِیدار کی دولت پائیں گے تو میں ان کی نعمتوں میں اور اِضافہ کر دوں گا۔ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَةُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکَرَم کی اِنتِہا ہے۔

سب سے پہلا شکر

سب سے پہلا شُکر نِعْمَت کی پہچان ہے اس طرح کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کوئی مَدد گار۔ کیونکہ اس بات کی نفی خود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی لاریب کِتاب میں فرمائی ہے کہ ہر شے سے پہلے وُہی تھا، اس کے کسی فعل میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہ تھا اور نہ کسی شے کی تخلیق میں کوئی اس کا مدد گار تھا۔ کیونکہ ہر قسم کی تنگی و خوشی اس کی جانِب سے نازِل ہوتی ہے اور اسی کا ہر حُکم بندوں پر جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی شریک و مدد گار کی نفی کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ (پ ۲۲، سبا: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصّہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مدد گار۔

کسی نعمت یا تکلیف کے پہنچنے کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے پاس جو نِعْمَت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی

(پ ۱۴، النحل: ۵۳) طرف پناہ لے جاتے ہو۔

﴿2﴾ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ (پ ۸، الانعام: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی بُرائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

تمام نعمتوں کی اِضافت (یعنی نِسبت) اپنی جانِب کرنے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں مُختَلِف مقامات پر اِرشاد فرمایا ہے:

﴿1﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُؕ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے۔

﴿2﴾ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔[1]

دل کا شکر

نِعْمَت میں مُنعِم (یعنی نعمت عطا کرنے والے) کا مُشاہَدہ اور عَطا و بخشش کے وَقْت عَطا کرنے والے کے کَرَم کا ظُہُور اس وَقْت ہوتا ہے جب آپ اس بات کا یقین کر لیں کہ یہ نِعْمَت اور عَطا و بخشش اسی ذات کی جانِب سے ہے تو یہ دِل کا شُکْر ہے کیونکہ اہلِ شُکْر کے نزدیک شُکْر مَعْرِفَتِ قَلْب کا نام ہے، نیز یہ دل کی صِفَت ہے نہ کہ زبان کی۔ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا اور حکم دیا ہے کہ شُکْر ادا کرو اور دُنیاوِی اَمْوال کے بجائے آخِرَت کا زادِ راہ تیار کرو۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا ثَوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ جب زمین میں دفن خزینوں کے مُتَعَلِّق اَحْکام نازِل ہوئے تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرْض کی: ہم کونسا مال اِخْتِیار کریں؟ تو مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

[1] ......اس کے بعد کچھ عِبارت کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔ البتہ! اصحابِ ذوق کی سُہُولَت کے لیے اَصْل عِبارت کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

اِرشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو ذِکر کرنے والی زبان اور شُکر ادا کرنے والا دِل اِختیار کرنا چاہیے۔[1]

شکر کیسے قبول ہو؟

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ آپ دونوں نے بارگاہِ خداوندی میں عَرض کی: اے میرے رب! میں کیسے تیرا شُکر ادا کروں؟ حالانکہ میں ہر لمحے تیرا شُکر ادا کرتا ہوں جب تو مجھے مزید کسی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔[2] ایک رِوایَت میں ہے کہ اے میرے مولا! تیرا شُکر بجالانا مجھ پر ایک ایسی نِعْمَت ہے جو مجھ پر تیرا شُکر بجالانا لازِم کرتی ہے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وَحی فرمائی: جب تو نے یہ حقیقت جان لی تو یقیناً تو نے میرے شُکر کا حَق بھی ادا کر دیا۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ جب تو نے اس بات کی حقیقت کو جان لیا کہ ہر قسم کی نِعْمَت میری جانِب سے ہے تو میں تیرے شُکر سے راضی ہو گیا۔[4]

زبان کے شکر سے مُراد

زبان کے شُکر سے مُراد ہے:

- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہترین تعریف کرنا
- حَمد و ثنا کی کَثرت کرنا
- اس کے اِنعام واِکرام کا اِظْہار کرنا
- اس کے فضل واِحسانات کا چرچا کرنا
- مالِک کی شِکایَت اس کی مخلوق سے
- اور بُزرگ وبَرتر مَعْبُودِ بَرحَق کی شِکایَت اس کے کمزور بندے سے نہ کرنا

خیریت پوچھنے پر کیا کہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النسآء، ۲/۴۱۳، حدیث: ۱۸۵۶، بتقدم وتأخر

[2] ......کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص۶۷، حدیث: ۵، ۶، بتغیر

الزھد للامام احمد، اخبار موسی علیہ السلام/زھد داود علیہ السلام، ص۱۰۳/۱۰۷، حدیث: ۳۴۹/۳۷۵، بتغیر

[3] ......المرجع السابق

[4] ......الزھد للامام احمد، زھد داود علیہ السلام، ص۱۰۷، حدیث: ۳۷۵

سے دَرْیافت فرمایا: کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ یعنی صُبْح کیسے کی اس نے عَرْض کی: بہتر۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُوال دوبارہ پوچھا: کَیْفَ اَنْتَ؟ یعنی تم کیسے ہو۔ اس نے پھر عَرْض کی: بہتر ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تیسری مرتبہ پھر اس سے پوچھا: کَیْفَ اَنْتَ؟ یعنی تم کیسے ہو۔ عَرْض کی: بہُت بہتر ہوں اور میں اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَمد بجالاتا ہوں اور شُکْر بھی ادا کرتا ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں یہی اَلفاظ تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا۔[1] یعنی حَمد وثنا اور شُکْر کا اِظْہار۔

کس سے خیریت پوچھے؟

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین جب بھی ایک دوسرے سے ملتے تو دوسرے کا حال اَحْوال ضَرور دَرْیافت فرماتے تاکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَمد وثَنا کے ساتھ شُکْر بجالائے اور یہ بھی اس مُعاملے میں اس کے شریک بن جائیں کیونکہ وہ اس شخص کے ذِکْرِ الٰہی کرنے کا سَبَب بنے۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جس شخص کے مُتَعَلِّق آپ کو معلوم ہو کہ جب آپ اس سے حال اَحْوال پوچھیں گے تو وہ جواب میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَضا و قَدَر کا بار بار ذِکْر کر کے گویا کہ شِکْوہ کرے گا تو آپ اس سے حال اَحْوال نہ پوچھیں تاکہ آپ اس کے شِکْوے کا سَبَب بن کر اس کی جہالَت میں برابر کے شریک نہ ہو جائیں۔ اس سے بڑھ کر بُرا بندہ کون ہو سکتا ہے کہ جو ایک بے اِخْتِیار بندے سے اپنے اس مولیٰ کی شِکایَت کرتا ہے جس کی مِثْل کوئی نہیں اور ہر شے کی بادشاہی اس کے دَسْتِ قُدْرَت میں ہے۔

راضی بر ضا رہنا بھی شکر ہے

شُکْر یہ بھی ہے کہ بندہ (ہر حال میں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر بجالائے خواہ اس کی نِعْمَت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو کیونکہ حبیب کی جانِب سے ملنے والی تھوڑی سی شے بھی کثیر ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حکیم ہے اور اگر وہ کسی کو نِعْمَت سے نہیں نوازتا تو اس میں اس کی کوئی حِکْمَت و قُدْرَت کارفرما ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ باوُجُودِ قُدْرَت اسے نِعْمَت سے نہ نوازنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کوئی حِکْمَت کارفرما ہے

---

[1] ......الزھد لابن مبارک، باب ذکر رحمۃ اللہ، ص ۳۲۹، حدیث: ۹۳۷

تو وہ اس بات کو بھی اچھی طرح جان لیتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے مَحْرُوم رکھا تاکہ اسے مزید عطا فرمائے تو اس صُورت میں بندے کو نِعْمَت سے مَحْرُوم رکھنا گویا کہ اس کے لیے عَطا ہو گی اور نِعْمَت ملنے کی صُورت میں اگر تھوڑی بھی ہو گی تو وہ اسے زیادہ محسوس ہو گی۔

باعثِ عزّ و شَرَف

نِعْمَت سے محرومی کے وَقْت صَبْر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور عاجِزی و اِنکساری کا اِظْہار کرنا باعِثِ عزّ و شَرَف ہے اور عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نزدیک بندوں سے عزّت و شَرَف پانے سے یہ طریقہ زیادہ اَفضل و پسندیدہ ہے۔ کیونکہ آپ کا اپنے ہی جیسے بندے سے عزّت و شَرافت چاہنا اور اس سے طَمَع رکھنا حقیقت میں ذِلّت ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر بہترین عاجِزی و اِنکساری کا مُظاہرہ کرنا اپنے محبوب کی بارگاہ میں عجز و اِنکسار کا پیکر بننے کی طرح ہے اور کسی ذلیل کے سامنے ذِلّت اُٹھانا اتنا ہی بُرا ہے جس قَدْر شیطان سے ذِلّت اٹھانا بُرا ہو سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رِزْق ڈھونڈو اور اس کی بَنْدَگی کرو اور اس کا اِحسان مانو۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (پ۹، الاعراف:۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔

بندے اور اس کے پروردگار کا تعلّق

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ القَوِی فرماتے ہیں) عِبادَت خِدْمَت اور طاعَت ذِلّت ہے۔ چنانچہ جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب مُتَوجّہ ہو اس کے لیے یہ بہتر نہیں کہ وہ اپنے فَقْر و فاقہ کا اِظہار اپنے پروردگارِ حقیقی کے علاوہ کسی اور کے سامنے کرے جبکہ اس کا پروردگار ہی اس کے مُعامَلات کی تدبیر

فرمانے والا اور اس کا دوست ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی حالت نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس سے خوب باخبر بھی ہے، اس کی دُعاؤں کو سنتا ہے، اس کے اَعمال کو دیکھتا ہے اور اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس کے بندے کے لیے کیا چیز مُناسِب ہے؟ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ (پ۲۵، الشوریٰ:۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے۔

اہلِ یقین پر جس طرح عَطاو بخشش اور کُشادَگی کی حالت میں شُکر کرنا لازِم ہوتا ہے اسی طرح ان پر محرومی اور تنگ دستی کے عالَم میں بھی شُکر بجالانا لازِم ہے۔ (ایسا ہونے کی صُورت میں) شاکر اپنے دل سے یقین کا مُشاہَدہ کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس کا وَصْف بندگی بجالانا اور اس کے اَحْکام (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک) بندوں کے ہیں، جبکہ اس پر اَحْکامِ رَبُوبِیَّت نافِذ ہیں، اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کوئی حَق نہیں مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس پر ہر طرح کا حَق ہے کیونکہ بندہ اس کی مَخلوق ہے اور وہ اس کا مالِک۔ جب بندے کو اس بات کا مُشاہَدہ حاصِل ہو جائے تو یقیناً وہ جان لے گا کہ ہر شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے، لہٰذا وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے ملنے والی تھوڑی سی چیز پر بھی راضی ہو جائے گا اور اپنے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی شے کو لازِم نہیں جانے گا، بلکہ جو مِلے گا لے لے گا اور مزید کا مُطالَبہ نہ کرے گا۔

شکر اور اِظہارِ شکر سے مُراد

کَثرتِ ذِکر، حُسنِ ثَنا، نعمتوں کا بہترین اِظْہَار اور ان اِنْعامات کا شُمار زبان کا شُکر ہے کیونکہ شُکر کا لُغوِی معنیٰ کشف اور اِظْہَار ہے۔ جب کوئی بات منہ سے نکلے اور ظاہِر ہو جائے تو اسے اِظْہَارِ شُکر کہتے ہیں جبکہ زبان سے بیان کا طریقہ وہ ہے جو ہم نے ذِکر کیا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: حَمد سے بڑھ کر کوئی ذِکر ایسا نہیں جس کا اَجر کئی گنا ہو۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ جس نے سُبْحَانَ اللّٰہ کہا اس کے لیے 10 نیکیاں، جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اس کے لیے 20 نیکیاں

[1]......کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۱۱۳، حدیث: ۱۰۳، مفهوماً

اور جس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اس کے لیے 30 نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔[1]

حدیثِ پاک کی شرح

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں یہ مُراد نہیں کہ حَمد توحید سے اعلیٰ ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مَقامِ شُکر اَفضل ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں اپنے کلام کا آغاز بھی اسی سے فرمایا ہے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نیز مَکّی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حَمد رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی رِدا ہے۔[2] ایک رِوایت میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اَفضل ذِکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے مگر افضل دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ہے۔[3]

شکر قبول کرنے سے مُراد

دل میں شُکر کا ظُہور اور اس کا غَلَبہ دل کا شُکر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے کا شُکر قبول کرنے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے پر پوشیدہ باتیں ظاہِر فرمادے اور عُلوم کے حُصُول میں اس پر مَوجُود حِجابات بھی اٹھادے کہ یہ ایک مزید نِعْمَت ہے جو مَعْرِفَت و مُشاہَدۂ باری تعالیٰ کے حُصُول میں مفید ہے اور ان سب کا مفہوم کَشف و اِظْہار ہی ہے۔

اعضا کا شکر

اَعْضَا کا شُکر مُنْعِمِ حقیقی اور فضل وکَرَم فرمانے والی ذات یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے یہ ہے کہ بندہ اس کی کسی بھی نِعْمَت کے ذریعے نافرمانی کا مُرتَکِب نہ ہو بلکہ اس کی فرمانبرداری کرنے اور نافرمانیوں سے بچنے کے لیے اس کی نِعْمَت سے مَدَد حاصِل کرے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو یہ کُفرانِ نِعْمَت ہو گا۔

---

[1]......مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/۶۷، حدیث: ۱۱۳۲۷، بتغیر

[2]......تفسیر ابن ابی حاتم، الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۲۶، حدیث: ۱۱

[3]......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، ۵/۲۴۸، حدیث: ۳۳۹۴

کُفرانِ نعمت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنھوں نے اللہ کی نِعْمت ناشکری سے بدَل دی۔ (پ ۱۳، ابراھیم: ۲۸)

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں مَنقُول ہے کہ ان لوگوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی نافرمانیوں پر مَدد چاہی۔ مخلوق اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کسی نِعْمت کو تبدیل کرنے پر قادِر نہیں مگر مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمت کا شُکر ادا کرنے کو ناشکری کے ساتھ بدَل دیا۔

واضح دلیل کی وجہ سے اس آیتِ مُبارکہ کا یہ ایک پوشیدہ مفہوم ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں نعمتوں کے ذریعے اپنی فرمانبرداری کا حُکم دیا مگر انہوں نے اس حُکم کی خِلاف ورزی کی اور نافرمانی کے مُرتکِب ہوئے، گویا انہوں نے اس حُکم کو بدَل دیا جو انہیں دیا گیا تھا۔ اسی کے مِثْل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان بھی ہے:

وَ تَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنا حصّہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔ (پ ۲۷، الواقعة: ۸۲)

یعنی تم اپنے رِزق کا شُکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کو جھٹلا کر ادا کرتے ہو۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں عِبارت مَحذُوف ہے جس کی وَضاحت و تفسیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ایک قراٴت میں ہے۔ چنانچہ مَروِی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس آیتِ مُبارکہ میں رِزۡقَكُمۡ کی جگہ شُكۡرَكُمۡ تِلاوت فرمایا۔[1]

کُفرانِ نعمت کی سزا

ایک مَقام پر ہے:

---

[1] ......تفسیر طبری، الواقعة، تحت الآیة: ۸۲، ۱۱/ ۶۶۳، حدیث: ۳۳۵۶۲

وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

مَطلَب یہ ہے کہ جو کُفرانِ نعمت (یعنی ناشکری) کا مُرتکِب ہو اسے سزا دی جائے گی کیونکہ اس نے نافرمانی کا اِرتِکاب کر کے نِعمَت کا شُکر ادا نہیں کیا جس کا اِزالہ اب سزا سے ہی ہو گا۔

اسی طرح ایک مَقام پر ہے:

وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ﴿۷﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں مَنقُول ہے کہ اگر تم کُفرانِ نعمت کے مُرتکِب ہوئے تو دنیا میں ہی اس کی سزا یہ پاؤ گے کہ تم پر نعمتوں کو عذاب سے بَدَل دیا جائے گا اور یہ تبدیلی بطورِ ذِلّت و رُسوائی ہو گی۔ بسا اَوقات عَذاب مؤخر بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اسکا عذاب گلے کا غُل (پھندا) ہے۔

مَنقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے نعمت کے بدلے شُکر کا مُطالَبہ کیا جو ان کے پاس نہ تھا لہٰذا اس نے نِعمَت کی ثمن (یعنی قیمت) کو ان کے گلے کا پھندا بنا کر انہیں جہنّم میں قید کر دیا۔

ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ (پ۲۱، لقمان: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔

دوسرے مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ (پ۸، الانعام: ۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ۔

اس آیتِ مُبارَکہ میں ان عَقْل والوں کے لیے تنبیہ ہے جن تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان پہنچا۔ انہیں چاہیے کہ وہ نصیحت حاصِل کریں اور ظاہِری گناہوں کو چھوڑ کر ظاہِری نعمتوں کا اور باطِنی گناہوں کو چھوڑ کر باطِنی نعمتوں کاشُکْر ادا کریں۔

ظاہِری و باطِنی نعمتوں سے مُراد

ظاہِری نعمتوں سے مُراد جسموں کا عَافِیَّت میں ہونا اور بقدرِ ضَرورت مال کا کافی ہونا ہے جبکہ ظاہِری گناہ سے مُراد جسمانی اَعْضا کا نَفْس کی لذّت والے کاموں میں مبتلا ہونا اور باطِنی گناہ سے مُراد دلوں کی عَافِیَّت اور وعدوں کی سلامتی ہے، نیز باطِنی گناہ دل کے بُرے اَعمال ہیں مثلاً گناہوں پر اِصرار، بد گمانی اور بُری نِیَّت وغیرہ۔

عافیت اور شکر

حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف بن عبد **اللہ** رَحمۃُ اللہ فرماتے ہیں: مجھے عَافِیَّت عَطا فرمائی جائے اور میں اس پر شُکْر ادا کروں یہ بات مجھے مصیبت میں مبتلا ہو کر صَبْر کرنے سے زیادہ پسند ہے، کیونکہ عَافِیَّت کا مَقام سلامتی کے زیادہ قریب ہے، لہٰذا میں شُکْر کی حالَت کو صَبْر پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ صَبْر اہلِ اِبْتِلا کا حال ہے۔

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی سے بھی ایسا ہی قول مَرْوِی ہے کہ وہ نیکی جس میں کوئی شَر نہ ہو اس سے مُراد شُکْر کے ساتھ عَافِیَّت اور مصیبت کے وَقْت صَبْر ہے، کتنے ہی نعمتوں سے سرفراز ہونے والے لوگ ان نعمتوں پر شُکْر ادا نہیں کرتے اور کتنے ہی مصیبت کا شِکار لوگ صَبْر کا دامَن نہیں تھامتے۔

چنانچہ سلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ تیرا عَافِیَّت میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو جب یہ دُعا مانگتے سنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصَّبْرَ۔ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے صَبْر مانگتا ہوں، تو اِرشاد فرمایا: تو نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مصیبت و آزمائش کا سوال کیا ہے، اس سے عَافِیَّت کا سوال بھی کرو۔ [1]

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸، دون: ذکر علی بن ابی طالب
الادب المفرد للبخاری، باب من سأل اللہ العافیۃ، ص ۱۸۸، حدیث: ۷۲۵، دون: ذکر علی بن ابی طالب

نیک اعمال بھی شکر ہیں

نیک اَعمال بھی شُکْر کی ایک صُورَت ہیں۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَمَل کے ذریعے شُکْر کی تفسیر فرمائی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ (پ۲۲، سبا:۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اے داود والو شُکْر کرو۔

جب رات رات بھر قِیام کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قَدَمین شریفین مُتَوَرِّم ہو گئے اور لوگوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس قَدَر سخت مُجاہَدے کے مُتَعَلِّق عَرض کی تو اِرشاد فرمایا: کیا میں شُکْر گزار بندہ نہ بنوں؟[1] پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَمَلی طور پر یہ بتایا کہ مُجاہَدہ و حُسْنِ مُعامَلہ عَمَل کرنے والے کا شُکْر اور مُنْعِم کی جزا ہے۔

قلبی اور عملی شکر

کسی عالِم کا قول ہے کہ قلبی شُکْر اس بات کی مَعْرِفَت ہے کہ نعمتیں صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہیں کسی اور کی نہیں۔ عَمَلی شُکْر سے مُراد یہ ہے کہ جب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں کسی نیک عَمَل کی توفیق عطا فرمائے تو تم اس عَمَل کے شُکْر کے لیے کوئی دوسرا نیکی کا کام کرو۔ اس طرح شُکْر دائمی عِبادَت سے مل جائے گا۔

شکر کی ابتدا

شُکْر کی اِبْتِدا عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے نزدیک یہ ہے کہ کسی نِعْمَت کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کی جائے، (اگر ایسا کیا تو گویا) اس نِعْمَت کو نفسانی خواہش کی پیروی میں لگایا۔ لہٰذا شاکِرین کے شُکْر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نِعْمَت کے ذریعے اپنے مالِک عَزَّوَجَلَّ کی طاعَت کی جائے اور یوں نَفْس راہِ خُدا میں مصروف ہو جائے کہ یہی شُکْر کا انداز ہے۔

شکر کی حقیقت

شُکْر کی حقیقت تقویٰ ہے اور یہ ان تمام عِبادات کو شامِل ہے جن کے بجالانے کا حُکْم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

---

[1] ......بخاری، کتاب التفسیر، الفتح، باب لیغفر لک اللہ... الخ، ۳/۳۲۸، حدیث: ۴۸۳۶

اپنے بندوں کو دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ اُمّید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔ (پ ۱، البقرۃ: ۲۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ایک مَقام پر شُکر کی حقیقت کو تقویٰ سے تعبیر فرمایا اور خَبَر دی ہے کہ تقویٰ ہی شُکر ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تواللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

(پ ۴، اٰل عمران: ۱۲۳)

مَقاماتِ شکر

شُکر میں مُشاہدے کے دو۲ مَقام ہیں۔

شکر کا پہلا مقام

شُکر کے دونوں مَقامات میں سے اعلیٰ مَقام شُکُور کا ہے اور اس سے مُراد وہ شخص ہے جو ناپسندیدہ باتوں، مصیبتوں، سختیوں اور تکلیفوں پر بھی شُکر ادا کرتا ہے اور ایسا اس وَقْت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان نعمتوں کا مُشاہدہ نہ کرلے جو صِدْقِ یقین اور حقیقتِ زُہد کی بنا پر اس پر شُکر کو لازِم کرتی ہیں۔ یہ رَضا کا مَقام اور مَحبَّت کا حال ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا ذِکْر قرآنِ کریم میں انہی اَوصاف سے فرمایا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بڑا شُکر گزار بندہ تھا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام ہر حالَت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرتے خواہ وہ حالَت خیر کی ہوتی یا شَر کی، نَفْع کی ہوتی یا نُقْصان کی۔

حمّادون کون ہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قِیامت ایک مُنادِی نِدا دے گا: حمّادون کھڑے ہو جائیں۔ تو ایک گروہ کھڑا ہو گا، ان کے لیے ایک جھنڈا نَصب کیا جائے گا، اس کے بعد وہ سب جنّت میں داخِل ہو جائیں گے۔ عَرض کی گئی: یہ حمّادون کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرتے ہیں۔[1] ایک رِوایت میں یہ اَلفاظ ہیں: ہر تنگی و فَراخی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرتے ہیں۔[2]

ظاہِر و باطن سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں ظاہِر سے مُراد عافِیّت اور دولت مندی ہے جبکہ باطِن سے مُراد آزمائش و فقیری ہے اور یہ اُخرَوِی نعمتیں ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے کہ زِندَگی تو صِرف آخِرَت کی زِندَگی ہے۔[3]

شکر کا دوسرا مقام

شُکر کا دوسرا مَقام یہ ہے کہ بندہ اپنے سے کم تر شخص کو دیکھے کہ جس پر اسے اُمُورِ دنیا و اَحوالِ دین میں فضیلت عَطا کی گئی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے دل اور دین کی سلامتی کی بنا پر اور دوسرا شخص جس مصیبت میں مبتلا ہے اس کی نِسبَت اپنے عافِیّت میں مبتلا ہونے پر اپنی حالَت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہُت بڑی نِعمَت شُمار کرے اور

---

[1] ......صفة الصفوة لابن الجوزی، ذکر فضله علی الانبیاء وعلو قدره صلی الله علیه وسلم، ۱/ ۹۵، بتغیر
الزهد لابن المبارک فی نسخته زائدا، باب صفة النار، ص ۱۰۲، حدیث: ۳۵۳، مختصراً

[2] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب فضل حمد الله علی السراء والضراء، ص ۵۰۱، حدیث: ۱۷۶۸

[3] ......مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة الاحزاب وهی الخندق، ص ۹۹۸، حدیث: ۱۸۰۴

ان دُنیاوِی نعمتوں کو بھی عظیم جانے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عَطا فرمائیں اور انہیں کافی جانے کہ دوسرا شخص ان نعمتوں کا مُحتاج ہے اور اسے ان کی ضَرورت ہے لہٰذا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکر بجالائے۔ اس کے بعد وہ اس شخص کو دیکھے جو دین میں اس سے بَرتَر ہے کہ جسے اس پر عِلْمِ اِیمان اور حُسْنِ یقین کی زِیادَتی کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ چنانچہ اپنے نَفْس پر ناراضی کا اِظْہار کرے اور اسے بُرا بھلا کہے، پھر اپنے سے اَفضل شخص کا جو حال اس نے دیکھا اس کی مِثل حال اپنانے کے لیے خوب کوشش کرے اور نَفْس کو اس کی ترغیب دلائے۔ اگر وہ اس طرح ہو گیا تو اس کا شُمار شُکر کرنے والوں میں ہونے لگے گا اور اس کا نام مَمْدُوحِین میں شامِل ہو جائے گا۔

مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس نے دنیاوی اُمور میں خود سے کم تر کی طرف اور دینی اُمور میں خود سے بَرتَر کی طرف دیکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے صابِر و شاکِر لکھ دیتا ہے اور جس نے دنیاوی اُمور میں اپنے سے بَرتَر کی طرف اور دینی اُمور میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے صابِر و شاکِر کبھی نہیں لکھتا۔[1]

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس کی تفصیل ہم نے مَقامِ رَضا میں ذِکر کی ہے یہاں اس کا اِعادہ (یعنی دوبارہ ذکر کرنا) مُناسِب نہیں۔ (بس اتنا یاد رکھیے) ہر وہ صِفَت جس کی وجہ سے بندہ شُکر گزار بن جائے اس صِفَت میں شُکر اس کا مَقام ہوتا ہے کیونکہ کُفْرانِ نِعْمَت (یعنی نعمت کی ناشکری) کا لُزوم شُکر کی ضِد سے ہوتا ہے اور ناشکری ہی شُکر کی ضِد ہے۔

تین۳ بڑی نعمتیں

تین۳ نعمتیں بڑی ہیں جو ان سے غافِل رہا اس نے ان نعمتوں پر شُکر کو ضائع کر دیا کیونکہ ان نعمتوں کی مَعْرِفَت ہی عارِفین کا شُکر ہے۔ چنانچہ نعمتیں یہ ہیں:

پہلی نعمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنی قُدْرَت اور عِزّت کی بِنا پر آنکھوں سے پوشیدہ ہونا۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں پر ظاہِر ہوتا

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ العمری، ۸/۳۱۶، حدیث: ۱۲۳۳۷، بتقدم وتأخر
شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم اللہ وشکرھا، ۴/۱۳۷، حدیث: ۴۵۷۵

تو ان کی نافرمانیاں کُفْرانِ نِعْمَت شُمار ہوتیں کیونکہ بندوں کی تقدیر میں جن گناہوں کا اِرْتِکاب لکھ دیا گیا ہے یہ ان میں سے مَچّھر کے پَر برابر بھی کم نہیں کر سکتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس وَصْف کے ساتھ ظاہِر ہوتا اس کی مَوجُودَگی میں یہ گناہوں سے باز نہ رہ سکتے کہ اس کے پیچھے غیب کے اَسرار ہیں۔ البتہ! یہ لوگ مُشاہَدہ کی حُرْمَت پامال کرنے کی وجہ سے کُفْرانِ نعمت کے ضَرور مُرْتَکِب ہوتے اور ان کے لیے ایمان لانے پر وہ عظیم دَرَجات بھی نہ ہوتے جو انہیں اب حاصِل ہیں کیونکہ اس صُورَت میں یہ دیکھ کر ایمان لاتے حالانکہ اب یہ بن دیکھے اِیمان لائے ہیں۔ پس ان کے حُسْنِ یقین کی بِنا پر ان کے دَرَجات بلند کر دیئے گئے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی ان کی تعریف وتوصیف فرمائی۔

دوسری نعمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تقدیر اور نِشانیاں عام لوگوں سے مَخْفِی رکھیں، کیونکہ یہ بھی غیب کے راز ہیں اور ایسا کرنے میں بندوں کی بہتری اور دین ودنیا کی بھلائی ہے۔ اگر یہ باتیں ظاہِر ہو جاتیں تو نِشانیاں دیکھ لینے کے باوُجود بندوں کا صغیرہ گناہوں کا اِرْتِکاب بھی کبیرہ گناہ بن جاتا۔ نیز ان کے نیک اَعمال کو بھی کئی گنا بڑھایا نہ جاتا جیسا کہ اب ان کے اِیمان بِالْغَیب کی وجہ سے ان کے نیک اَعمال کا اَجْر وثواب کئی گنا بڑھا دیا گیا ہے۔

تیسری نعمت

موت کے اَوقات کا بندوں سے غائِب رہنا بھی ان کے لیے بَہُت بڑی نِعْمَت ہے کیونکہ اگر یہ اس کو جان لیتے تو اپنے نیک وبد اَعمال میں ذرّہ بھر کمی وزِیادَتی نہ کرتے۔ جبکہ موت کا وَقْت جان لینے کی بنا پر ان سے نیک اَعمال میں اِضافے کا شدید مُطالَبہ ہوتا اور ان کا عِلْم ہی ان کے خِلاف حُجّت بن جاتا۔ لہٰذا ان سے اس بات کو مَخْفِی رکھا گیا تاکہ وہ نہ جاننے کا عُذر پیش کر سکیں اور وہ اس بات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خاص لُطف وکَرَم سمجھیں کہ اس نہ جاننے کی وجہ سے ان کا حِساب نہ ہو گا۔

صالحین کا عام لوگوں سے مخفی ہونا نعمت ہے

ایک نِعْمَت یہ بھی ہے کہ جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں سے پوشیدہ ہے وہیں بعض بندے بھی بعض سے

حِجاب میں ہیں بلکہ بعض تو عُلَما و صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے بھی پوشیدہ ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کبھی ان پوشیدہ بندوں کی طرف مُتَوَجِّہ نہ ہوتے۔ اس کے علاوہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بعض اَوْلیاو صُلَحا کا بھی عام لوگوں سے پوشیدہ ہونا ایک نِعْمَت ہے، اس لیے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ عام بندوں پر ایسی نِشانیاں ظاہِر فرمادیتا جس کے سَبَب اس کے خاص بندے پہچانے جاتے یہاں تک کہ جاہِل لوگ بھی یقین کر لیتے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وَلی اور اس کے مُقرَّب ہیں تو ان پر اِحسان کرنے والوں کا ثواب خَتْم ہو جاتا اور وہ ان کے اِحسان کو قبول کرنے سے بھی مَحْرُوم ہو جاتے، یوں ان کا بُرا چاہنے والوں کے اَعمال بھی برباد ہو جاتے اور اس پوشیدگی اور حِجاب کی صُورت میں ان کے لیے خیر و شر کا عَمَل کرنے والے رِجا اور حُسْنِ ظَن بِالْغَیب یعنی یقین کے حِجاب میں ہونے کی بنا پر کچھ نہ جان پاتے۔ چنانچہ انہیں تکلیف پہنچانے والوں کی سزاؤں کو مؤخر کر دیا گیا کیونکہ ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُقرَّبین کی یہ شان مَخْفِی ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کس مرتبہ کے حامِل ہیں۔

نیز یہ پوشیدگی صالحین کے لیے بھی ایک بہُت بڑی نِعْمَت ہے کہ اس میں ان کے دین کی سلامتی اور فتنوں میں کمی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی حُرْمَت کو پامال کرنے والوں اور شَعَائِرُ اللّٰہ کو حقیر سمجھنے والوں کے اِعْتِبَار سے بھی یہ پوشیدگی ایک بہُت بڑی نِعْمَت ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان کے حِجاب میں ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پوشیدہ لُطف و کَرَم ہے۔

کسی ولی کو اذیت دینا

حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی کو اَذِیَّت دی گویا اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی، پھر میں اپنے ولی کا بدلہ لوں گا اور اس کی نُصْرَت کسی دوسرے کے حوالے نہ کروں گا۔[1]

مخفی نعمتوں پر شکر

حضرت سَیِّدُنا جعفر صادِق عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّازِق اور دیگر بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے ان نعمتوں کے

---

[1] ......نوادر الاصول، الاصل الثلاثون والمائتان، ۲/۸۶۷، حدیث: ۱۱۶۲، بتغیر قلیل
بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، حدیث: ۶۵۰۲، بتغیر ومختصراً

مُتعلّق مروی ہے جن کے مَخفِی ہونے کی وجہ سے ہم پر شُکر لازِم ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تین۳ چیزوں کو تین۳ میں پوشیدہ فرمایا ہے:

﴿1﴾ اپنی رَضا کو اپنی فرمانبرداری میں۔ لہٰذا اس کی فرمانبرداری والے کاموں میں سے کسی کو بھی حقیر نہ جانو، ہو سکتا ہے کہ اس کی رَضا اسی میں مَخفِی ہو۔

﴿2﴾ اپنے غَضَب کو اپنی نافرمانی میں۔ لہٰذا اس کی نافرمانی والے کسی کام کو ہلکا نہ سمجھو، ہو سکتا ہے کہ اس کا غَضَب اسی کام میں مَخفِی ہو۔

﴿3﴾ اپنی وِلایَت کو اپنے مومن بندوں میں۔ لہٰذا کسی کی بھی توہین نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی ہو۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ ایسے ہی ہے کہ کسی نے لاعلمی میں کسی نبی کو تکلیف پہنچائی اس سے پہلے کہ اسے معلوم ہوتا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور اللہ نے انہیں مرتبۂ نبوت پر فائز فرمایا ہے، لہٰذا اس شخص کا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے کسی نبی کی حُرمَت کو پامال کیا یہ جان کر بھی کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی ہیں۔

شاکرین کے دو۲ طریقے

شاکِرین کے دو۲ طریقے ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔

اہلِ رجا کا طریقہ

پہلا طریقہ اہلِ رِجا کا شُکر ہے اور اس سے مُراد ظاہری نعمتوں کی اُمّید کی بنا پر بہترین عِبادَت کرنا ہے۔ اہلِ رِجانے کامل نعمتوں کی اُمّید میں نیک اعمال کیے تو ان کا حال نیک اَعمال شُروع کرنے کی وجہ سے شُکر کے طور پر ان نیکی کے کاموں کو جلدی جلدی پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہو گیا اور اس مُعامَلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی انہیں اپنی باقی مخلوق سے خاص فرما دیا۔

اہلِ خوف کا طریقہ

دوسرا طریقہ اہلِ خوف کا شُکر ہے، یہ پہلے طریقے سے اَفضل ہے اور اس سے مُراد بُرے خاتِمہ کا

خوف اور تقدیر میں لکھی ہوئی بد بختی پانے سے ڈرنا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے۔

ان کا خوف ان کے نِعْمَتِ اِیمان پر رشک کی دلیل ہے اور ان کا رشک اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دلوں میں اِسلام عظیم قَدْر و مَنْزِلت اور عُمدہ مرتبے والا ہے، لہٰذا اس طرح ان پر نِعْمَت بھی عظیم ہو جاتی ہے جس کی مَعْرِفَت ہی ان کا شُکْر بجالانا ہے، اس لیے خوف اور ڈر ان کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر ادا کرنے کا طریقہ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ایک نِعْمَت قرار دیا ہے اور ہر نِعْمَت شُکْر کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا (پ ٦، المائدة: ٢٣) ترجمۂ کنزالایمان: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے اللہ نے انہیں نوازا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) مفسرین اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں خوف کی نِعْمَت سے نوازا۔ یہ اس کلام کی ایک تفسیر ہے۔

شکر ذات یا صفات کی وجہ سے؟

اگر بندہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف و اَخلاق کا ہی شُکْر ادا کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاقِ حمیدہ ایسے ہیں کہ اس کے جُود و کَرَم کی کوئی اِنتہا ہے نہ اس کے حِلْم و فضل کی کوئی حد۔ پس جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ ان عُمدہ اَخلاق اور صِفاتِ حُسنیٰ سے مُتَّصِف ہو تو بندوں پر ویسے ہی یہ لازِم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کا شُکْر صِرف اس کی ذات کی وجہ سے ادا کریں اور اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے اور اس کے اَفعال کی وجہ سے اس کا شُکْر ادا نہ کریں کہ یہ مُحِبِّین کا ذِکْر ہے۔

عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جن صِفات اور اَخلاقِ حَمیدہ کی مَعْرِفَت حاصِل ہے اگر یہ نہ ہوتی تب بھی ضَروری تھا کہ بندے جو کام بھی کرتے ہر حال میں اسی کی حَمد بجالاتے اور اسی کا شُکْر ادا کرتے جیسا کہ وہ اپنی ذات کی وجہ سے اس حَمد کا اَہل اور مُسْتَحِق ہے۔ ہونا بھی یہی چاہئے کہ اس کی حَمد اس کی ذات کی وجہ سے ایسے ہی کی جائے جیسا کہ اس کے کَرَم کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے جیسا اب ہے اور وہ اپنی تمام صِفاتِ کاملہ و اَخلاقِ حمیدہ اور اَسمائے حُسنیٰ کے اِعْتِبار سے ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔

اس بات کی مَعْرِفَت عارِفین کا شُکْر اور اس کا مُشاہَدہ مُقرَّبین کا مَقام ہے۔ ان لوگوں کا شُکْر بجالانا ذاتِ باری تعالیٰ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی پُکار تحمید و تقدیس (یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور سُبْحٰنَ اللہ) پر مُشْتَمِل ہوتی ہے تو یہ نیک اَعمال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَظَمت و بُزرگی کی وجہ سے سر اَنْجام دیتے ہیں اور یہ بس صِفات کی تجلّی اور ذاتِ باری کے مَعانی کے مُشاہَدہ کی دولت مانگتے ہیں۔ ان اَوصاف کو کَمَا حَقُّہٗ بیان کیا جا سکتا ہے نہ ان کی کوئی عقلی توضیح و تشریح مُمکِن ہے، بلکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کے مُشاہَدے میں داخِل ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کلام کے راز کا مُشاہَدہ پانے والے شخص سے کچھ یوں اِرشَاد فرمایا:

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

قُربِ خداوندی پر اظہارِ مُوسَوِی

اسی مُشاہَدے کی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو رَبُوبِیَّت پر رشک ہوا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام قُرب کے مُشْتاق ہوئے، جب قُرب ملا تو بلا تکلّف عَرض کرنے لگے: اے میرے پروردگار! میرے پاس جو کچھ ہے وہ تیرے پاس نہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دَرْیافت فرمایا: اور وہ کیا ہے؟ عَرض کی: میرے لیے تو اے میرے پروردگار تیرے جیسا مالک ہے مگر تیرے پاس تیرے جیسا کوئی اور نہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: تو نے سچ کہا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اس قول کی وَضاحَت میں فرماتے ہیں) یہاں حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مُراد یہ تھی کہ اے میرے پروردگار! میرے پاس تُو ہے کہ جس کے اَوصاف طَلَب کرنے والوں کی غایَت ہیں اور رَغْبَت رکھنے والوں کے لیے ان سے بڑھ کر اور کچھ نہیں مگر تیرے پاس تیرے جیسا کوئی نہیں کیونکہ تیری مِثْل کوئی ہے نہ تیرے سوا کوئی معبود ہے۔

خیر کا حُصُول اور شر سے دوری نعمت ہیں

نعمتوں میں غور و فِکْر کرنے سے مَعْلُوم ہو گا کہ اُن صُورتوں میں بھی شُکْر کرنا لازِم ہے جن سے آپ کو دُور کر دیا گیا اور دنیا کی فُضُولیات سے بچا لیا گیا کیونکہ اس حالَت میں بہُت کم دنیا کی مشغولیت ہوتی ہے

اوراس کے اِہتمام کی بھی بہُت کم حاجَت پیش آتی ہے جس کی وجہ سے روزِ قیامت حساب بھی آسان ہو گا۔ اس لیے کہ جس شخص کو دنیا (یااس کی محبّت) میں مبتلا کیا گیا وہ اس میں کھو کر باقی ہر شے سے کٹ گیا۔ چنانچہ دنیا کا تم سے دُور ہونا اور دوسروں کا اس میں مبتلا ہونا دو نعمتیں ہیں جس پر دو شُکر لازِم ہیں۔ اسی طرح جب آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو دین کے مُعاملے میں مُنافقین کی صِفات سے آزمایا گیا ہو یا اس کے نَفْس کو مُتَکَبِّرین کے اَخلاق سے آزمایا گیا ہو یا وہ مذکورہ دونوں قسم کے اَشخاص کے اَوصاف کا حامل ہو اور فاسِقین کے اَعمال میں مبتلا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعمَت شُمار کرو کہ اس نے تمہیں ایسا نہیں بنایا کیونکہ تم بھی ایسے ہی ہوتے اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فَضْل وکَرَم تم پر نہ ہوتا۔

ہر وہ شَر جس کا رُخ کسی دوسرے کی جانِب ہو یا اسے نیکی سے روک دیا گیا ہو تو اسے خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اِنْعام سمجھو کہ اس نے تمہیں نیکی کی توفیق عطا فرمائی اور اس شَر سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ تمام نُفُوس بُرائی کا حُکم دینے میں ایک نَفْس کی طرح ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر رحم فرمایا اور تمہیں بُرائی سے محفوظ رکھا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا تم پر فَضْل ہے اور اس کی مَعرِفَت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرنا ہے۔

نعمت سے ناواقفیت کے اسباب

مخلوق کی اکثر سزائیں ان کے نعمتوں پر کم شُکر ادا کرنے کی وجہ سے ہیں اور شُکر کی اس کمی کی اَصْل نِعْمَت سے نَاوَاقِفِیَّت ہے اور نِعْمَت سے نَاوَاقِفِیَّت کے اسباب یہ ہیں:

❀ مَعرِفَتِ باری تعالیٰ کی کمی ❀ مُنْعِمِ حقیقی سے طویل غَفْلَت ❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں عَدَمِ تَفَکُّر اور ❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے انعامات واحسانات کا عَدَمِ تَذَکِرَہ۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کا حُکم بھی کچھ یوں اِرشاد فرمایا ہے:

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔

(پ۸، الاعراف: ۶۹)

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر دوسری جگہ یوں فرمائی:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ (پ ۲، البقرۃ: ۲۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت اُتاری تمہیں نصیحت دینے کو۔

اسی مفہوم میں ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہِدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

مُراد یہ ہے کہ ہِدایت کی نِعمت اور طاعت کی توفیق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکر بجالاؤ۔

مَعْرِفَتِ نعمت کی اہمیت

- جو بندہ نِعمت سے آگاہ نہ ہو اسے مَعْرِفت نصیب نہیں ہوتی۔
- جسے مَعْرِفت حاصِل نہ ہو وہ نِعمت پر شُکر ادا نہیں کرتا۔
- جو نِعمت پر شُکر ادا نہیں کرتا اس پر نِعمت میں زِیادَتی بھی نہیں ہوتی۔
- جس پر نعمتوں کی زِیادَتی نہ ہو وہ نُقصان میں ہوتا ہے۔

لہٰذا جو شخص نِعمت سے نَاوَاقِفِیَّت کی بنا پر اس کا شُکر ادا نہیں کرتا اس کے ناشکری میں مبتلا ہونے کا خَدْشہ رہتا ہے، اگر وہ ناشکری میں مبتلا ہو گیا تو وَعِید کی بنا پر عذابِ شدید کا شِکار ہو گا۔ البتہ! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کَرَم سے اس کی (نِعمت کے شکرانے کی) تلافی فرما دے تو وہ عَذاب سے بچ سکتا ہے۔

ہر شے کی پیدائش کے لیے ضَروری نعمتیں

پیدائش کے لیے ضَروری نعمتوں کی اَصْل چار چیزیں ہیں:

﴿1﴾ وہ نُطفہ جو تمام انسانوں اور حیوانوں کے رِحْم سے پیدا ہونے کا سَبَب بنا۔

﴿2﴾ وہ کھیتی (مٹی) جو تمام پھلوں کو زمین کے سینے سے باہَر نِکالنے کا سَبَب بنی۔

﴿3﴾ وہ پانی جو ہماری زِنْدَگی کی بَقا کا ضامِن ہے اور جس سے دَرَخْت اُگتے ہیں۔

﴿4﴾ وہ آگ جس میں روشنی ہے اور کھانے پکتے ہیں۔

ان چاروں چیزوں میں اہلِ بصیرت کے لیے نصیحت ہے اور یہ ایسی نعمتیں ہیں جن کا ذِکر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورہ واقعہ کے آخر میں فرمایا ہے اور ان کی نِسبَت اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے اور ان میں کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا مگر عَمَل کرنے والے بندوں کے لیے ان کے حُصُول کے دروازے ضَرور کھول دیئے ہیں۔

نعمتوں میں سب سے افضل نعمت

سب سے اَفضل نِعْمَت اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان لانا ہے۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، پھر قرآنِ کریم۔ اس کے بعد سب سے بڑی نِعْمَت یہ ہے کہ اس نے ہمیں لوگوں کی جانِب بھیجی جانے والی سب سے بہترین اُمّت بنایا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہماری سُوجھ بُوجھ کے مُطابِق مذکورہ نعمتیں عَطا کرنے سے بھی پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں دَرج ذیل بڑی نعمتوں سے نوازا:

- ہمیں مَعْدُوم چیزوں کے مُقابِل وُجود کی دولت عطا فرمائی۔
- مُردہ چیزوں کے مُقابِل زِندَگی عَطا فرمائی۔
- تمام حیوانات کے مُقابِل انسان بنایا۔
- عورتوں کے مُقابِل مَرد بنایا۔
- بہترین صُورَت عَطا فرمائی۔
- ہمارے دِلوں کو سنّت سے منہ موڑنے اور نَفسِ اَمّارہ کے تقاضوں کی طرف مائل ہونے سے بچایا۔
- جسمانی صِحّت و تندرستی عطا فرمائی۔
- حِجابات کو اٹھا دیا۔
- ہر حاجَت کو پورا فرمایا۔
- کھانے پینے کے لیے طرح طرح کی چیزیں پیدا فرمائیں۔
- زمین و آسمان کے درمیان کی چیزوں کو مُسَخَّر فرمایا۔

یہ بڑی بڑی نعمتیں ہیں، جب بھی ان نعمتوں کی کَثرت ہو گی ان کی عَظَمت کی بنا پر ان پر شُکر بھی زیادہ ہو گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شُمار نہ کر سکو گے۔ (پ ۱۳، ابراھیم: ۳۴)

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: صِدِّیقین کو نعمتوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کی عَظَمت اور پردہ پوشی کی مَعرِفَت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞ (پ۱۴، النحل:۱۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیَتِ مُبارَکہ میں نِعْمَت کی تکمیل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دو۲ اَوصافِ حَمیدہ یعنی مَغْفِرَت و رحمت ذِکر فرمائے مگر دوسرے مَقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۞ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

(پ۱۳، ابراھیم:۳۴)

گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ نِعْمَت کے لیے عظیم اور کَرَم و اِحسان میں اِنسان کے دو۲ اَوصاف یعنی ظُلْم و ناشکری سے وُسعَت والا ہے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ تقویٰ و مَغْفِرَت والا ہے اور بندہ ان اَوصاف کا حامِل ہے جو اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے بیان کیے ہیں یہاں تک کہ اس پر ان اَزَلی اَوصاف کے ذریعے کرم کی برسات ہو جن کا اسے اہل بنایا گیا ہے۔ الغرض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمَت پاکر عالِمین نے اس کی طاعَت کی اور اس نِعْمَت کے صَدَقے انہیں جزا ملی مگر جاہِلین نے اس کی نِعْمَت کے ذریعے نافرمانی کی لیکن اس نے اپنی نِعْمَت سے ان کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی اور ان سے درگزر فرمایا۔

اچھائی کا اِظہار اور بُرائی کو چھپانا بھی نعمت ہے

اچھّائی کا اِظہار اور بُرائی کو چھپانا بھی نِعْمَت ہے، مگر ہم یہ نہیں جانتے کہ ان دونوں میں بڑی نِعْمَت کونسی ہے؟ یعنی جو ظاہر ہوئی اس کی اچھّائی بڑی ہے یا جو چھپی رہی اس کی بُرائی بڑی ہے۔ ایک دُعائے ماثورہ میں ان دونوں اَوصاف کا تذکرہ کچھ یوں ملتا ہے: یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرَ الْقَبِیْحَ۔ یعنی اے وہ ذات جس نے

خوبصورتی کو ظاہِر فرمایا اور بدصورتی کو چھپایا۔[1]

قابِلِ رشک نعمتیں

صِحَّت وتَنْدُرُسْتی اور فَراغَت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں۔ یہ دونوں دنیا کی پہلی نعمتیں ہیں اور اَعمالِ آخرت کی اَصل ہیں۔ نیز یہ دونوں نعمتیں ایسی ہیں جن پر رَشک کیا جاتا ہے جیسا کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں لوگوں کو بہُت زیادہ رَشک ہوتا ہے: صِحَّت اور فَراغَت۔[2]

نعمتوں کو قید کرلو

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بِن عِیَاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم پر لازم ہے کہ ہمیشہ نعمتوں پر شُکْر ادا کرتے رہو کہ بہُت کم ایسا ہوا ہوگا کہ کوئی نِعْمَت کسی قوم سے دور ہو کر پھر انہیں واپس مل گئی ہو۔ کسی بُزُرگ کا فرمان ہے کہ نعمتیں جنگلی جانوروں کی طرح (آزاد ہوتی) ہیں انہیں شُکْر کے ذریعے قید کرلو۔

نعمتوں کی زیادتی پر حاجت مندوں کی مدد کرو

مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی زِیادَتی ہوتی ہے لوگوں کی حاجتیں بھی اس سے زیادہ ہو جاتی ہیں، لہٰذا جس نے ان (حاجَت مندوں) کے ساتھ اچھّا سُلوک نہ کیا اس نے خود ہی اس نِعْمَت کو خاتِمے کے لیے پیش کر دیا۔[3]

نعمتوں اور سزا کی تبدیلی

فرمانِ باری تعالٰی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نِعْمت

[1] ......مستدرک، کتاب الدعاء... الخ، باب الدعاء العظیم النفع، ۲/۲۴۰، حدیث: ۲۰۴۲

[2] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق... الخ، ۴/۲۲۲، حدیث: ۶۴۱۲

[3] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قضاء الحوائج، ۴/۱۷۴، حدیث: ۴۸، بتغیر قلیل
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۱/۲۸۵، الرقم: ۱۳: احمد بن معدان، بتغیر قلیل

بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ (پ۱۳، الرعد: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنی نعمتوں کو اس وَقْت ہی بدلتا ہے جب وہ خود شُکْر کو ضائع کر کے ان نعمتوں کو بدَل دیتے ہیں، چنانچہ وہ انہیں نعمتوں کی تبدیلی کے ذریعے سزا دیتا ہے۔ ایک قول میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ لوگوں سے سزا و عَذاب کو اس وَقْت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے گناہوں کو توبہ کے ذریعے نہیں بدَل دیتے۔ یہاں اس کے حُکْم کا پہلا اور حِکْمَت کا دوسرا سَبَب مذکور ہے جبکہ وہ خود حِکْمَت و مَشِیَّت کا مُسَبِّبُ الْاَسْباب ہے۔

جسم کے ہر بال کے نیچے ایک نعمت ہے

مَنْقُول ہے کہ بندے کے جِسْم کے ہر بال کے نیچے ایک نِعْمَت ہے اور اس کے جِسْم میں مَوجُود ہر رگ کے ساتھ دو۲ نعمتیں ہیں خواہ وہ رگ ساکِن ہو یا مُتَحَرِّک۔ ہر ہڈی میں چار۴ اور ہر جوڑ میں سات۷ نعمتیں ہیں جبکہ انسانی جسم میں 360 ہڈیاں اور جوڑ ہیں۔

ہر پلک جھپکنے میں اور ہر سانس میں بھی دو۲ دو۲ نعمتیں ہیں، عمر کے ہر دقیقے میں اس قدر نعمتیں ہیں جنہیں شُمار نہیں کیا جا سکتا، جبکہ دقیقہ شعیرہ کا 12 واں حِصّہ ہے اور شعیرہ ساعت کا 12 واں حِصّہ ہے۔ نیز ایک دن اور رات میں 24 ہزار سانس ہوتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عَرْض کی: اے میرے پروردگار! میں کیونکر تیرا شُکْر ادا نہ کروں جبکہ میرے جسم کے ہر بال میں دو۲ نعمتیں ہیں یعنی ایک یہ کہ تو نے ان کی جڑ کو نَرْم بنایا اور دوسرا یہ کہ ان کے سر کو سَخْت بنایا۔

صرف کھانے پینے والی اشیا کو نعمت سمجھنا

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں صِرف کھانے پینے والی نعمتوں کو پہچانا یقیناً یہ اسکے کم عِلْم ہونے اور عَذاب کے قریب

ہونے کی عَلامَت ہے۔[1] یہ اس صُورت میں ہے کہ جب عَافِیَّت، حاجات اور حِفاظت کی نعمتیں کامل ہوں۔

باطِنی جسمانی نعمتیں

مَنْقُول ہے کہ جِسْم کے باطن میں مَوجُود نعمتیں اس کے ظاہِر میں مَوجُود نعمتوں سے سات گنا زیادہ ہیں اور دل میں پورے جِسْم سے کئی گنا زیادہ نعمتیں ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان، عِلْم اور یقین کی نعمتیں تمام اَجسام اور دلوں کی نعمتوں سے زائد ہیں۔ اَلْغَرَض یہ تمام نعمتیں اس قَدْر زیادہ ہیں کہ انہیں صِرف وہی شُمار کر سکتا ہے جس نے یہ نعمتیں عَطا فرمائی ہیں اور وہی ان کی صحیح تعداد بھی جانتا ہے جو ان کا خالق ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾ (پ ۲۹، الملک: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبر دار۔

ہر نعمت کا موزوں ہونا بھی نعمت ہے

کھانے، پینے، پہننے اور نِکاح کی نعمتوں کو (ہر ایک کے لیے) موزوں اور مُناسِب بنایا مثلاً ان نعمتوں کا آنا، جانا، ان کے تکرار و زِیادَتی کی کَثْرَت کو ٹھیک ٹھیک بنایا۔ اس طرح کہ ان نعمتوں کی خُوشگَوارِیَت کو بر قرار رکھا اور ان کی اَذِیَّت و تکلیف کو دُور فرما دیا، ان تک رَسائی کے راستوں کو عُمدہ بنایا تو ان سے جُدا ہونے کے راستے بھی آسان بنائے مگر ہر حال میں ان کی مَنْفَعَت بر قرار رکھی۔ اگر کبھی ان کی صُورت وصِفَت تبدیل بھی ہوئی تو صِرف زُہد اِختیار کرنے، عاجِزی واِنکساری اپنانے، عِبْرَت ونصیحت حاصِل کرنے کے سَبَب، کہ یہ سب بھی نعمتیں ہی ہیں۔

ایک روٹی کی تیاری میں کار فرما عوامل

مَنْقُول ہے کہ روٹی اس وَقْت تک تیار نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں آسمان، زمین اور ان کے درمیان مُختَلِف اَجسام، اَعراض، اَفلاک، ہوائیں، دن، رات، انسان، حیوان اور زمین کی مَعدَنِیات جیسے 360 عوامل

[1] ....الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۵۴۲، حدیث: ۱۵۵۱
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۴۹۷، الرقم: ۱۴۲۱: عبدالرحیم بن هارون

کار فرما ہوں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں سے پانی کا وَزن کر کے اسے بادلوں پر ڈالتے ہیں، پھر بادل اسے لے کر چل پڑتے ہیں، اس کے بعد ہوائیں بادل، بجلی اور کَڑک کو اٹھالیتی ہیں، دُو فرشتے بادل کو ہَنکاتے ہیں اور سب سے آخِر میں روٹی پکانے والے کی باری آتی ہے۔ جب ایک روٹی مُخْتَلِف مَراحِل سے گزر کر تیّار ہوتی ہے تو اس میں سات ہزار کام ہو چکے ہوتے ہیں اور ہر کام کرنے والا ایک اَصْل کی حَیْثِیَّت رکھتا ہے۔ جب ایک روٹی کی تیاری میں اس قَدْر کثیر نعمتیں پائی جاتی ہیں تو باقی نعمتوں کا کیا حال ہو گا؟

نعمت کی حقیقت کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں

بندے پر ہر نِعْمَت کا شُکْر لازِم ہے لیکن اگر اس سے ہر نِعْمَت کی حقیقت کے مُطابِق شُکْر ادا کرنے کا مُطالَبہ کیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے، البتہ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت جسے ڈھانپ لے تو وہ کامِل نِعْمَت کا شُکْر ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ دُو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو یہ دُعا مانگتے سنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ۔ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے کامِل نعمت مانگتا ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ کامِل نِعْمَت کیا ہے؟ عَرْض کی: نہیں۔ اِرْشَاد فرمایا: کامِل نعمت جنّت میں داخِل ہونا ہے۔ [1]

ایک حکیم کے نزدیک نعمت کیا ہے؟

مَنْقُول ہے کہ کسی حکیم و دانا شخص سے پوچھا گیا:

- نِعْمَت کیا ہے؟ جواب دیا: تَوَنگَرِی نِعْمَت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ فقیر کی کوئی زِنْدَگی نہیں۔
- پھر عَرْض کی گئی کہ مزید بتایئے۔ فرمایا: عَافِیَّت نِعْمَت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ بیمار کی کوئی زِنْدَگی نہیں۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸

الادب المفرد للبخاری، باب من سأل اللہ العافیة، ص ۱۸۸، حدیث: ۷۲۵

❁ ⇐ عَرض کی گئی کہ مزید بتائیے۔ فرمایا: بے خوفی نِعْمَت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ ڈرنے والے کی کوئی زِنْدَگی نہیں۔

❁ ⇐ پھر عَرض کی گئی: مزید بتائیے۔ فرمایا: جوانی بھی نِعْمَت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ بوڑھے شخص کی کوئی زِنْدَگی نہیں۔

❁ ⇐ مزید پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی شے نِعْمَت نہیں۔

حکیم کے قول کا قرآن سے ثبوت

اس حکیم نے جو باتیں ذِکر کیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرامین سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ اِرشَاد ہوتا ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ترجمۂ کنز الایمان: تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں دنیا ہی کی زِنْدَگی میں فنا کر چکے۔ (پ ۲۶، الاحقاف: ۲۰)

اس کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ یہاں جوانی مُراد ہے۔ ایک قول کے مُطابِق فَراغت اور ایک قول کے مُطابِق اَمْن و صِحّت مُراد ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: ﴿ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ ۴، آل عمران: ۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات۔ ﴾ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ یہاں عَافِیَّت اور تَوَنگَرِی مُراد ہے۔

اسی جیسا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان بھی ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

اس کی تفسیر میں بھی مَنْقُول ہے کہ یہاں ظاہری عَافِیَّت اور باطنی آزمائش مُراد ہے کیونکہ یہ اُخْرَوِی نعمتوں اور ان میں زِیادَتی کا سَبَب ہیں۔ جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلیل ہے:

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ﴿۱۵۵﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو۔

گویا اس کے لیے ساری دنیا جمع کر دی گئی

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اس حال میں صُبح کی کہ اس کا بَدَن سَلامت ہو، اس کا دِل (مال اور اولاد کی طرف سے) مطمئن ہو، اس کے پاس اس دِن کی خوراک ہو تو گویا اس کے لیے ساری دنیا جَمع کر دی گئی۔ [1]

کسی اہلِ قَناعَت نے اس مَفہوم پر دَلالَت کرنے والا کیا خوب کلام فرمایا:

إِذَا الْقُوْتُ تَأَتّٰى لَكَ وَالصِّحَّةُ وَالْاَمْنُ
وَاَصْبَحْتَ اَخَا حُزْنٍ فَلَا فَارَقَكَ الْحُزْنُ

یعنی جب تیرے پاس خوراک، صحّت اور اَمن ہو، پھر بھی تو غَم میں مبتلا ہو تو یہ غَم کبھی تجھ سے جُدا نہ ہو گا۔

اسی طرح کسی اور کا کہنا ہے:

كِنٌّ وَفِلْقَةُ خُبْزٍ وَكُوْزُ مَآءٍ وَّاَمْنُ
اَلَـذُّ مِنْ كُلِّ عَيْشٍ يَحْوِيْهِ سَحْبٌ وَّسَجْنُ

یعنی سَر چھپانے کی جگہ، روٹی کا ٹکڑا، پانی کا کوزہ اور اَمن (کی نعمتیں) فراخی و تنگی پر مشتمل زِندگی سے زیادہ لذیذ ہیں۔

دخولِ جنّت کا سَبَب عبادت یا رحمت؟

مَرْوِی ہے کہ ایک عابِد نے 70 سال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی جانِب ایک فرشتے کو بھیجا کہ وہ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے صَدقے جنّت میں داخِلے کی خوش خبری دے۔ مگر اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا: (جنّت میں داخِلہ رَحمتِ اِلٰہی کے سَبَب نہیں) بلکہ میرے نیک اَعمال کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے دل کی یہ بات جان کر اس کے جِسم کی ایک ساکِن رگ کو مُتَحَرِّک ہونے کا حُکم دیا۔ اس کی وجہ سے وہ عابِد مُضْطَرِب اور پریشان رہنے لگا، اس کی عِبادَت خَتْم ہو گئی اور دل کے اس کی طرف مَشْغُول ہونے کی وجہ سے اس کے تمام نیک اَعمال ضائع ہونے لگے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پھر اس رگ کو ساکِن

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۳۴، ۴/۱۵۴، حدیث: ۲۳۵۳، بتغیر قلیل
العقد الفرید لابن عبد ربہ الاندلسی، کتاب الزمردۃ فی المواعظ والزھد، القناعۃ، ۳/۱۵۵
معجم اوسط، ۱/۴۹۵، حدیث: ۱۸۲۸

ہونے کا حکم دیا تو وہ دوبارہ ساکن ہو گئی۔ اب وہ عابِد پھر معمول کے مُطابِق عِبادَت کرنے لگا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی جانب وَحی فرمائی: تمہاری عِبادَت کی قیمت صِرف تمہاری ایک رگ کا ساکن ہونا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی غلطی کا اِعتِراف کیا (اور توبہ کی)۔

اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مَروی ہے کہ ایک شخص نے 70 سال تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی، (بروزِ قِیامت) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رحمت کے صدقے جنّت میں لے جانے کا حکم اِرشَاد فرمائے گا تو وہ عَرض کرے گا: (اپنی رحمت کی وجہ سے نہیں) بلکہ میرے عَمَل کی وجہ سے (مجھے جنّت میں داخِل کیا جائے)۔ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا کہ میرے بندے کو اس کے عَمَل کے بدلے جنّت میں لے جاؤ۔ وہ جنّت میں 70 سال تک رہے گا، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنّت سے باہَر نِکالنے کا حکم اِرشَاد فرمائے گا اور اس سے کہا جائے گا: تو نے اپنے عَمَل کا اَجر و ثواب پورا وُصول کر لیا۔ یہ سنتے ہی وہ شرمندہ و نادِم ہو گا اور دیکھے گا کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان سب سے زیادہ مَضْبُوط تعلّق قائم کرنے والی کون سی شے ہے؟ تو وہ رِجا اور حُسنِ ظَن کو پائے گا۔ چنانچہ عَرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے اپنی رحمت سے جنّت میں ہی رہنے دے نہ کہ میرے عَمَل کی وجہ سے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: میرے بندے کو میری رَحْمَت کے صَدْقے میری جنّت میں ہی رہنے دو۔[1]

تنگ دستی کی شکایت مناسب نہیں

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مجھے ایک شخص کے مُتعَلّق بتایا گیا جس نے کسی سے اپنے فَقر کی شِکایَت کرتے ہوئے دُکھ کا اِظہار کیا۔ تو اس شخص نے پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو اندھا ہوتا اور تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو گونگا ہوتا اور تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیرے دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوتے مگر تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو پاگل ہوتا اور

---

[1] ......مستدرک، کتاب التوبة، باب حکایة عابد عبد اللہ خمسمائة سنة فتوفی ساجدا، ۵/۳۵۵، حدیث: ۷۷۱۲، بتغیر
نوادر الاصول، الاصل السابع، ۱/۴۷، حدیث: ۵۱، بتغیر

تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ اس پر وہ شخص بولا: کیا تجھے اپنے پروردگار کی شِکایت کرتے ہوئے شَرْم نہیں آتی حالانکہ تیرے پاس 50 ہزار مَالِیَّت کا سامان مَوجُود ہے۔

(حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس شخص نے کہا کیونکہ انسانی جِسْم میں ان اَعْضَا کی قیمت یہی ہے اور یہ مال و دولت سے بھی زائد ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی عُضْو کا کاٹ دیا جائے تو اس کی دِیَت دینا پڑتی ہے۔

قرآن کی قیمت

کسی شیخ سے منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی مُقرّب قاری پر فَقْر اس قَدْر شِدّت اِخْتِیار کر گیا کہ اسے غم میں مبتلا کر دیا اور اس کا ہاتھ بھی تنگ ہو گیا۔ اس نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ ہم تجھے سورۂ اَنعام بھلا دیں اور تو ایک ہزار دینار لے لے؟ اس نے عَرْض کی: نہیں۔ پھر سورۂ ہُود کے مُتَعَلِّق یہی سوال پوچھا گیا تو اس نے اب بھی اِنکار کیا پھر سورۂ یُوسُف کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا تو اس نے پھر اِنکار ہی کیا تو اس سے فرمایا گیا: تیرے پاس ایک لاکھ مَالِیَّت کی چیزیں مَوجُود ہیں اور تو ہے کہ فَقْر کی شِکایت کرتا ہے۔ چنانچہ صُبْح ہوئی تو اس کا سارا غَم دور ہو چکا تھا۔

قرآن اور غِنا کا حُصُول

حُضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: قرآنِ کریم کے ذریعے غِنا حاصِل کرو کہ جو آیاتِ باری تعالٰی کے ذریعے غِنا نہیں چاہتا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے غنی نہیں کرتا۔ یقیناً قرآنِ کریم ہی وہ غِنا ہے جس کے ساتھ کوئی فَقْر ہے نہ اس کے بعد کوئی غِنا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے قرآن کی دولت عطا فرمائے اور وہ یہ گمان کرے کہ کوئی اس سے بڑھ کر غنی ہے تو بے شک اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیاتِ بینات کا اِسْتِہزَا کیا۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ بے شک اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نازِل کردہ کلام کو حقیر جانا۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة، باب فى حسن الصوت بالقرآن، ۲/۱۲۹، حديث: ۱۳۳۷، مختصراً

سنن سعيد بن منصور، فضآئل القرآن، ۱/۳۲، حديث: ۵، مختصراً

التاريخ الكبير للبخارى، باب الراء، باب رجآء، ۳/۲۶۵، الرقم: ۱۰۵۸/۳۹۵۲: رجاء الغنوى، بتغير

ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ مُحْسِنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے قرآنِ کریم سے غِنا حاصِل نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔[1] ایک مُجمَل حدیثِ پاک میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: یقین ہی غنی ہونے کے لیے کافی ہے۔[2] اور قرآنِ کریم حَقُّ الیقین ہے۔

بندے کا تین۳ باتوں سے مستغنی ہونا

کسی بُزرگ سے مَرْوِی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے کو تین۳ باتوں سے مُسْتَغْنِی کر کے اس پر اپنی نِعْمَت کو مُکَمَّل فرما دیا ہے: ❁⇐ بادشاہ سے کہ وہ اِس کے پاس (اپنی حاجات کے لیے) آئے ❁⇐ طبیب سے کہ وہ اس کا عِلاج کرے ❁⇐ ان چیزوں سے جو اس کے بھائی کے پاس ہیں۔

سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو شکر کی تاکید

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات میں سے ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وحی فرمائی: میرے ہر بندے کے ساتھ دو۲ فرشتے ہوتے ہیں، جب وہ میری نعمتوں پر شُکْر ادا کرتا ہے تو وہ فرشتے مجھ سے عرض کرتے ہیں: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس کی نعمتوں میں زِیادَتی فرما کہ تو ہی شُکْر قبول کرنے والا اور حَمد و سَتائِش کے لائق ہے، تو شُکْر کرنے والوں کو اپنا قُرْب عطا فرما، ان کے شُکْر اور نعمتوں میں مزید اِضافہ فرما۔ اے ایوب! شُکْر کرنے والوں کو یہی بات کافی ہے کہ میرے اور میرے فرشتوں کے نزدیک وہ بلند مرتبہ والے ہیں۔ میں ان کا شُکْر قبول کرتا ہوں اور میرے فرشتے ان کے لیے دُعا کرتے ہیں، زمین کے تمام گوشے ان سے مَحبَّت کرتے ہیں اور (جب یہ جہانِ فانی سے کُوچ کر جاتے ہیں تو) ان کے آثار و نشانات ان پر آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا اے اَیُّوب! تو بھی شُکْر کرنے والا اور میری نعمتوں کو یاد کرنے والا بن جا، میرا ذِکْر کرتا رہ

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند عائشۃ، ۴/۲۲۱، حدیث: ۴۷۳۶

بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ: وأسروا قولکم أو اجهروا به... الخ [الملک: ۱۳]، ۴/۵۸۶، حدیث: ۷۵۲۷

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۵۳، حدیث: ۱۰۵۵۶

خواہ میں تیرا چرچا نہ کروں اور تو شکر کرتا رہ خواہ میں تیرے اَعمال کا شکر قبول نہ کروں کیونکہ میں ہی اپنے اَوْلِیا کو نیک اَعمال کی توفیق دیتا ہوں اور اپنی دی ہوئی توفیق کے مُطابِق ان کے شُکْر بجالانے کو شَرَفِ قبولِیَّت بخشتا ہوں۔ انہیں شُکْر ادا کرنے پر جزا دیتا اور بدلے میں انہیں اپنی رَضا عَطا فرماتا ہوں، چنانچہ کثیر نعمتوں پر تھوڑا شُکْر بجالانے پر بھی راضی ہو جاتا ہوں اور تھوڑے شُکْر کو ہی قُبول کر لیتا ہوں اور اس پر بھی انہیں بہترین جزا سے نوازتا ہوں۔ میرے نزدیک سب سے بُرا بندہ وہ ہے جو صِرف بَوَقْتِ ضَرورت میرا شُکْر ادا کرے اور بَوَقْتِ مصیبت ہی میری بارگاہ میں آہ وزاری کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکْر کرنے والوں کو صالحین، مُقرَّبین اور عالمین کے اَوصَاف سے یاد فرمایا ہے۔ یہ تینوں اہلِ یقین کے اعلیٰ مَقامات ہیں۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (پ ۲۲، سبا: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شُکْر والے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ (پ ۲۳، ص: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر جو اِیمان لائے اور اَچھّے کام کیے اور وہ بَہُت تھوڑے ہیں۔

ایک مَقام پر مُقرَّبین کے اَوصاف کے مُتَعلِّق ارشاد فرمایا:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ **وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ** ﴿۱۴﴾ (پ ۲۷، الواقعۃ: ۱۳، ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے۔

جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۫ (پ ۱۵، الکھف: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے۔

عافیت مانگو

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہ سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے

حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عَافِیَّت کا سوال کیا کرو اور یقین کے عِلاوہ بندے کو عَافِیَّت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دی گئی۔ [1]

عافیت عطا سے افضل ہے

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں عَافِیَّت کو ہر قِسم کی عَطا و بخشش سے اَفضل قرار دیا مگر یقین کو عَافِیَّت سے بھی بَرتَر قرار دیا۔ اس لیے کہ عَافِیَّت سے دنیا کی نعمتیں مُکَمَّل ہوتی ہیں اور یقین کے ساتھ اُخرَوِی۔ لہٰذا یقین کو عَافِیَّت پر ایسی ہی فضیلت حاصِل ہے جیسی ہمیشہ کی زِندَگی کو موت پر۔

عافیت و یقین سے مُراد

عَافِیَّت سے مُراد جسموں کا بیماریوں اور خرابیوں سے محفوظ رہنا ہے جبکہ یقین سے مُراد دین کا کجی اور نفسانی خواہشوں سے محفوظ رہنا ہے۔ اَلْغَرَض یہ دونوں نعمتیں بندے کے عظیم شُکْر پر حاوِی ہیں۔

سلامت دل اور شک سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ ۱۹، الشعراء: ۸۸، ۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حُضور حاضِر ہوا سَلامَت دِل لے کر۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں سَلامَت دِل سے شِرک اور شک سے محفوظ دِل مُراد ہے۔ جبکہ سالِم سے مُراد تَنْدُرُستی اور عَافِیَّت میں ہونا ہے۔ دلوں میں یقین کی عَافِیَّت کا پایا جانا شک اور نِفاق کے نہ ہونے کی دلیل ہے جو دلوں کی بیماریاں ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیة، ۴/ ۲۷۲، حدیث: ۳۸۴۹، بتغیر

مسند احمد، مسند ابی بکر الصدیق، ۱/ ۳۰، حدیث: ۴۶، دون ذکر الیقین

تعالیٰ ہے: ﴿ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ (پ ۱، البقرة:۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ ﴾ (اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں) منقول ہے کہ ان کے دلوں میں شک اور نِفاق کی بیماری تھی۔

دل کی عَافِیَّت سے مُراد کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہونا بھی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔

یہاں دل کے روگ سے مُراد ریا ہے۔

ہر مصیبت میں پانچ نعمتیں

منقول ہے کہ ہر مصیبت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پانچ نعمتیں ہوتی ہیں:

﴿1﴾... وہ مصیبت دین میں نہ ہو۔ منقول ہے: جو مصیبت دین میں نہ ہو وہ دین کا ایک راستہ ہوتی ہے۔

﴿2﴾... وہ مصیبت اس سے بڑی نہ ہو۔

﴿3﴾... وہ مصیبت تقدیر میں لکھی تھی جس کا آنا لازِم تھا، چنانچہ وہ آئی اور اپنے بعد راحت چھوڑ گئی۔

﴿4﴾... وہ مصیبت دنیا ہی میں آ گئی اور آخِرت تک مؤخر نہ ہوئی کہ عذابِ آخِرت کی مِقْدار بڑی ہوتی۔

﴿5﴾... مصیبت کا ثواب اس سے بہتر ہو گا کیونکہ مصیبت جب دنیاوی اُمور میں ہو تو آخِرت کا راستہ ہوتی ہے۔

انسان کے ظالم و ناشکرا ہونے سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (پ ۱۳، ابراھیم: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہاں ظَلُوْم سے مُراد یہ ہے کہ انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور عطاؤں کو کم جانتے ہوئے انہیں خاطر میں نہیں لاتا اور كَفَّارٌ سے مُراد یہ ہے کہ گناہوں کا مُرتَکِب ہوتا ہے اور نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

دیہاتی کا اندازِ تعزیت

مَرْوِی ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کا وِصال ہوا تو آپ کے شہزادے حضرت

عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تعزیت کے لیے (آنے والوں کی خاطر ایک جگہ) تشریف فرما تھے۔ لوگ گروہ در گروہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تعزیت کرتے، چنانچہ ایک دیہاتی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ اشعار پڑھے:

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَاِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ

خَيْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

یعنی صبر کیجئے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ صبر کرنے والے بن جائیں، کیونکہ رعایا کا صبر سردار کے صبر کے بعد ہی ہوتا ہے۔

حضرت سیّدنا عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وصال کے بعد آپ کا اجر ان سے بہتر ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کے لیے آپ سے بہتر ہے۔

یہ اشعار سن کر حضرت سیّدنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس دیہاتی کی طرح کسی نے مجھ سے تعزیت نہیں کی، گویا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے پسند فرمایا۔

لَکَنُوْدٌ سے مراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿٦﴾ (پ۳۰، العادیۃ:٦) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

یعنی وہ مصائب کا شکوہ کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ اگر یہ جان لیتا کہ ہر مصیبت کے ساتھ دس کامل بلکہ اس سے بھی زائد نعمتیں ہیں تو اس کا شکوہ کم ہوتا اور یہ اس کی جگہ شکر کرتا۔

مصائب کی تین۳ صورتیں

مصائب کی تین۳ صورتیں ہیں جن میں سے ہر صورت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے۔ چنانچہ،

﴿1﴾ مصائب مقرّبین و محسنین کے درجات کی بلندی کا سبب ہوتے ہیں۔

﴿2﴾ مصائب خاص اصحابِ یمین اور نیک لوگوں کے مختلف کفّاروں کا سبب بنتے ہیں۔

﴿3﴾ مصائب عام مسلمانوں کے لیے بطورِ سزا ہوتے ہیں۔

دنیا میں جلد سزا کا ملنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و نعمت ہے اور اس کی نعمتوں کی پہچان شاکرین کا طریقہ ہے۔

کسی شے کا دوام بھی نعمت ہے

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک سب سے اَفضل نِعْمَت اِیمان، پھر اس کا دَوام یعنی ہمیشہ اِیمان پر ثابِت قَدَم رہنا ہے۔ کسی شے کا ہمیشہ رہنا ایک دوسری نِعْمَت ہے جس کا سَبَب ایک نئی مَشِیَّت کی بنا پر ایک نیا حُکْم ہے، چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مَحْض اِرادہ اِظْہار کے حُکْم کی وجہ سے ظاہِر ہونے والی شے کے دَوام کا مُوجب نہیں بنتا بلکہ وہ شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِرادے سے ظاہِر تو ہوتی ہے مگر اسے تلاش کرنا پڑتا ہے جیسا کہ اس کا کوئی وُجود ہی نہ ہو۔ ہاں اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے دوسرے حُکْم کے ذریعے دوسری نِعْمَت یعنی اس کے ثُبات و دَوام کا حُکْم اِرشاد فرما دے تو وہ شے ظاہِر ہونے کے بعد قائم بھی رہتی ہے کیونکہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ زمین و آسمان کے دَوام کا اِرادہ نہ فرماتا تو وہ قائم نہ رہ پاتے، اسی طرح اگر وہ پہاڑوں کے ثُبات کا بھی اِرادہ نہ فرماتا تو وہ بھی اپنی جگہ پر ثابِت نہ رہ سکتے تھے، اسی طرح اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِیمان کے دَوام اور دِلوں میں اس کے قائم رہنے کا اِرادہ نہ فرماتا تو اِیمان تقدیر میں لکھا ہونے کی وجہ سے دِل میں ظاہِر ہوتا پھر اگلے ہی لمحے مِٹ جاتا اور دِل کُفْر کے اندھیروں کی جانِب لوٹ جاتا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دِل میں اِیمان کے دَوام اور ثُبات کی دولت پیدا فرما کر اسے لاتعداد نعمتوں سے نوازا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ (پ۱۳، الرعد: ۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابِت کرتا ہے۔

یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کا ثُبات نہیں چاہتا اسے مِٹا دیتا ہے اور جسے پسند فرماتا ہے اسے ثابِت کرتا ہے۔ لہٰذا بندہ اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اِیمان کی نِعْمَت کا شُکْر ادا کر سکے اور یہ پہچان سکے کہ اس پر **اللہ** کے فضل اور اَزَلی اِحسان کی اِبْتِدا کب ہوئی اس طرح کہ کسی نِعْمَت کے حُصُول میں بندے کی کوئی کوشش شامِل ہے نہ کوئی حَق، بلکہ یہ نِعْمَت تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاص فَضْل اور اس کی رَحْمَت کا نتیجہ ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمان کی ایک تفسیر یونہی مَنْقُول ہے:

كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ (پ۳۰، عبس: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے حُکْم ہوا تھا۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو جس نِعمَتِ اِسلام کے حُصُول پر شُکر بجالانے کا حکم اِرشاد فرمایا ہے، بندہ اس حکم کو کبھی بھی پورا نہیں کر سکتا حالانکہ یہ نِعمَت دنیا و آخِرت کی تمام نعمتوں کی اَصل ہے اور یہی نارِ جہنّم سے آزادی کا سبَب اور دُخُولِ جنّت کا ذریعہ ہے۔ بندے کے پاس اس نِعمَت کے حُصُول کی کوئی صُورَت ہے نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی شفیع۔ اس پر مزید یہ کہ نِعمَت کا دَوام اور اس کا ثُبات اس کی مَدد کی بنا پر نِعمَتِ مُتَرادِفہ ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (پ٢٨، المجادلۃ: ٢٢) ترجمۂ کنز الایمان: جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی رُوح سے ان کی مَدد کی۔

اس آیتِ مُبارکہ میں ﴿ اَيَّدَهُمْ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنی خاص مَدد سے قوّت عطا فرما کر پختگی و تقویت عطا فرمائی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمان کا یہی مفہوم ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ (پ١٣، ابراھیم: ٢٧) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخِرت میں۔

اسی طرح دُعائے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ہے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى طَاعَتِكَ۔ یعنی اے دلوں کو اِیمان سے پھیر کر شک و شرک کی طرف تبدیل کر دینے والے! میرے دل کو اپنی فرمانبرداری پر ثابت قَدَم رکھ۔[1] اس عظیم نِعمَت کی پہچان دل سے بُرے خاتِمے کے خوف کو دور کر دیتی ہے کیونکہ اس وَقت دِل مَشِیَّتِ باری تعالیٰ کی وجہ سے اپنی حالت کی تیزی سے تبدیل ہونے کی کیفیّت کا مُشاہَدہ کرنے لگتا ہے اور یہ بات اس کے شُکر میں اِضافے کا باعِث بنتی ہے۔ نیز یہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کے تحت داخِل ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبّت کرو، اس لیے کہ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔[2] اور تمہیں رِزق بھی عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے ہمیں

---

[1] ......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان القلوب بین اصبعی الرحمن، ۴/۵۵، حدیث: ۲۱۴۷، "دینک" بدلہ "طاعتک"
مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۳۹۸، حدیث: ۹۴۲۰، بلفظ: یامصرف القلوب

[2] ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی، ۵/۴۳۴، حدیث: ۳۸۱۴

رِزق کی جو دولت عطا فرمائی ہے اس میں اَفضل نِعْمَت اِیمان اور اس کی پہچان ہے، نیز اس نِعْمَت پر دَوام، اس کی مَدد کا شامل ہونا اور ہمیں اَحْوال کی تبدیلی میں ثابِت قَدَم رکھنا بھی اسی کا کَرَم ہے، کیونکہ یہ باتیں ان اَعمال کی اَصل ہیں جو عَطاو بخشش کا محل ہیں۔

اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے دلوں کو توحید سے پھیر دے جیسا کہ وہ ہمارے ظاہِری جسمانی اَعْضا کو گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس طرح وہ اَعمال میں ہماری نیتوں کو بدلتا ہے اسی طرح ہمارے دلوں میں شک اور گمراہی پیدا کر دے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟[1] کس کام کے لیے کمر بستہ ہوں؟ کس شے سے اطمینان حاصِل کریں اور کس کی اُمّید رکھیں؟ یاد رکھئے! یہ (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہمارے دلوں کو توحید پر ثابِت قَدَم رکھنا) بَہُت بڑی نِعْمَت ہے جس کی پہچان شُکْر ادا کرنا اور نَاوَاقِفِیَّت سے غافل ہونا ہے جو سزا کا مُوجِب ہے۔

ایمان کا دعویٰ کرنا کیسا؟

کسی کا اِیمان کے مُتعلّق یہ دعویٰ کرنا کہ یہ اس کی عَقْل کا نتیجہ ہے یا اس نے کوشش و قوّت سے حاصِل کیا ہے، نعمتِ اِیمان کی ناشکری ہے اور (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مجھے ایسا گمان رکھنے والے شخص کے سَلْبِ ایمان کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے حاصِل ہونے والی نِعْمَت پر شُکْر کرنے کو ناشکری سے بدل دیا ہے۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نیکیوں کو کسبِ ایمان قرار دیا ہے مگر نیکیاں کمانے میں ہماری کوئی فضیلت نہیں بلکہ یہ ہم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل و احسان

---

[1]...... قضا و قَدَر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سبَبِ ہَلاکت ہے، صدیق و فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ما و شما (ہم اور آپ) کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لو کہ **اللہ** تعالیٰ نے آدمی کو مِثْلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوعِ اِخْتِیار (ایک طرح کا اِخْتِیار) دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عَقْل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔ بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نِسْبَت کرنا اور مشیّتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بَہُت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے، اسے مِنْجَانِبِ اللہ کہے اور جو بُرائی سر زَد ہو اُس کو شامتِ نَفْس تصوّر کرے۔ (بہارِ شریعت، ۱/ ۱۸)

ہے کہ اس نے ہمیں اِیمان کی ہِدایت دی اور اسے اپنے اِحسان کے ذریعے ہمارے لیے نیکیاں کرنے کا سَبَب بنایا۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ (پ۸، الانعام: ۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ ﴾ یہاں ﴿ خَيْرًا ﴾ سے مُراد ایک قول کے مُطابِق توبہ اور دوسرے قول کے مُطابِق تمام نیکیاں کَسبِ ایمان ہیں۔

دیگر نعمتیں

اِیمان کے بعد جو نعمتیں ہمیں ملیں ان میں یہ نعمتیں بھی ہیں: نیکیوں کی توفیق اور ان کا آسان ہونا، کُفر اور کافِروں کے اَخلاق واَعمال سے دُوری، اِیمان کی تَزْیِین اور اس سے مَحبَّت اور فِسق ونافرمانی سے نَفرت۔ یہ سب نعمتیں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکَرَم کا نتیجہ ہیں جنہیں شُمار نہیں کیا جاسکتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد اور اس کی عطا کردہ مَعرِفَت کے بغیر ان نعمتوں کا بھی شُکر ادا کرنا مُمکِن نہیں۔

شُکر کی مزید صورتیں درج ذیل ہیں:

- نعمتوں کے تسلسل سے حَیا۔
- شُکر بجالانے میں اپنی کوتاہی کی پہچان۔
- قِلَّتِ شُکر پر عُذر خواہی۔
- اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کی عَظَمت اور پردہ پوشی کی مَعرِفَت۔
- اس بات کا اِعْتِراف ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے جس تعریف وتوصیف سے نوازا ہے وہ بھی اس کی نِعْمَت ہے اور بندہ اس کا حق نہ رکھتا تھا بلکہ یہ مَحض اس کا اِنعام ہے۔
- نعمتیں پاکر حُسْنِ تَواضُع اور اِنکساری کا اِظہار۔
- مخلوق کا شُکر۔ اس طرح کہ اس کے لیے دُعا کی جائے اور اس کے اَخلاقِ حَمیدہ سے مُتَّصِف ہونے اور عَطاو بخشش کے حُصُول کا ظاہری ذریعہ اور سَبَب ہونے کی وجہ سے اس کی تعریف کی جائے۔
- بارگاہِ خُداوندی کا اَدَب بجالانا اور قِلّتِ اِعْتِراض۔

❀☜ نعمتوں کو اس طرح قبول کرنا کہ چھوٹی نعمتوں کو بڑی اور معمولی نعمتوں کو بھی عظیم جانے۔ اس لیے کہ ایک گروہ اس لیے ہلاک ہو گیا کہ اس نے اشیا کو معمولی جانا اور ان اشیا سے حاصل ہونے والے فائدے کو حقیر سمجھا کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمت نہ جانتا تھا اور اس کی نعمتوں کو بھی کم تر سمجھتا تھا جو کُفرانِ نِعمت ہے۔

صبر و شکر میں سے افضل کون؟

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) بعض لوگ کہتے ہیں کہ صَبر شُکر سے اَفضل ہے مگر اہلِ تحصیل کے نزدیک ان میں سے کسی ایک کو اَفضل قرار دینا مُمکن نہیں اس اِعْتِبار سے کہ شُکر اَہلِ یقین کا ایک مَقام ہے اور کسی ایک گروہ کو ترجیح دینا دُرُست نہیں اس اِعْتِبار سے کہ ان سب کے مُشاہَدۂ یقین میں فَرق ہے، اس لیے کہ بعض صابِرین اپنے حُسْنِ صَبر اور مَعرِفَتِ صَبر کی بِنا پر بعض شاکِرین سے اور خواص شاکِرین اپنے حُسْنِ یقین اور عُلُوِّ مُشاہدہ کی وجہ سے عوام صابِرین سے اَفضل ہوتے ہیں۔ مگر صَبر و شُکر میں سے ایک کو دوسرے سے اَفضل قرار دینا اَحوال و مَقامات کے طَریق میں سے ہے۔ اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اس بات کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے لیکن ہمارے نزدیک صَبر و شُکر کے باہَم اَفضل ہونے کی صُورت کچھ یوں ہے:

❀☜ نعمتیں حاصِل نہ ہونے پر صَبر اَفضل ہے کہ اس میں زُہد اور خوفِ حِساب پایا جاتا ہے اور یہ دونوں اَعلیٰ مَقام ہیں۔

❀☜ ناپسندیدہ اشیا کے حُصُول پر شُکر اَفضل ہے کہ اس میں آزمائش اور رَضائے خداوندی ہے۔

❀☜ نَفْس پر مُشکِل ہونے کی وجہ سے مصیبتوں اور سختیوں پر صَبر نعمتوں اور آسانیوں پر شُکر سے اَفضل ہے۔

❀☜ حالَتِ غِنا میں گناہوں پر قُدرَت کے باوُجود صَبر کرنا نعمتوں پر شُکر سے اَفضل ہے، اس اعتبار سے کہ نعمتوں کے ذریعے نافرمانی سے بچتے ہوئے صَبر کا دامَن تھامے رہنا اس شخص کے لیے ان نعمتوں کے ذریعے فرمانبرداری کرنے سے اَفضل ہے جسے ایسا کرنے میں نَفْس سے مُجاہَدہ کرنا پڑے۔

❀☜ جس شے کے حاصِل نہ ہونے پر صَبر کر رہا تھا اس کے حُصُول پر شُکر ادا کرے گا تو آزمائش بھی

نِعْمَت بن جائے گی اور یہ سب سے اَفضل ہے کیونکہ یہ مُقرَّبین کا مُشاہَدہ ہے۔

❀ جس نِعْمَت کا شُکر ادا کر رہا تھا اس سے بچنا اور نہ حاصِل ہونے پر صَبْر کرنا زیادہ اَفضل ہے کیونکہ یہ مُجاہَدے کا حال ہے۔

آزمائش درجات کے مطابق ہوتی ہے

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ہم گروہِ انبیا کو سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے، پھر ان لوگوں کو جو دَرَجہ بدَرَجہ کسی نبی کے مِثْل ہیں۔[1] یعنی جو ہم میں سے کسی نبی کے جس قَدْر مُشابِہ ہو گا اسی قَدْر آزمایا جائے گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہلِ اِبْتِلا کے مَقام کو مَقامِ نبوت کی جانِب مَنْسُوب فرما کر رِفْعَت عطا فرمائی اور ان لوگوں کو دَرَجہ بدَرَجہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مِثْل قرار دیا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس اعتبار سے جو شخص اَوصاف میں حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ مُشَابہ ہو گا وہ سب سے اَفضل ہو گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چونکہ سَخْت آزمائش پر بھی شُکر فرمایا کرتے تھے لٰہذا مَصَائِب پر صَبْر کرنے والوں میں سے جو لوگ شُکر کرنے والے ہیں وہ ان آزمائشوں پر اپنے شُکر کی وجہ سے اَفضل ہیں کیونکہ وہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے زیادہ قریب اور زیادہ مُشابِہ ہیں۔

مُقرَّبین کا ہر مقام صبر و شکر کا محتاج ہے

مُقرَّبین کا ہر مَقام صَبْر وشُکر کا مُحتاج ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر کامل نہیں۔ کیونکہ صَبْر اپنے کمال کے لیے شُکر کا مُحتاج ہے اور شُکر مزید اِنْعامات کا مُوجِب بننے کے لیے صَبْر کا محتاج ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کا تذکرہ قرآنِ کریم میں اِکٹھا ذِکْر فرمایا اور انہیں مومنین کے اَوصاف قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صَبْر کرنے والے شکر گزار کو۔ (پ ۲۱، لقمان: ۳۱)

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، بتغیر

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اِیمان کو دو۲ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

صَبر نِصف اِیمان ہے اور شُکر بھی نِصف اِیمان ہے جبکہ یقین کامل اِیمان ہے۔[1]

اس لیے کہ یقین ان دونوں کی اَصل ہے اور یہ دونوں اس کے ثمر ہیں جن کا وُجُود یقین کے بغیر قائم نہیں، کیونکہ شاکِر کو نِعْمَت کے مُتعلّق پختہ یقین ہوتا ہے کہ یہ حقیقی مُنْعِم کی جانِب سے ہے اور اسے اس بات کا بھی پختہ یقین ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر مزید اِضافے کا وعدہ فرما رکھا ہے لہٰذا وہ شُکر ادا کرتا ہے۔ اسی طرح صابِر کو آزمائش کے آنے پر یہ یقین ہوتا ہے کہ اسے آزمایا گیا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس آزمائش پر صَبر کرنے کی وجہ سے ثواب عَطا فرمائے گا چنانچہ وہ صَبر کرتا ہے۔ یہ دونوں اہلِ یقین کے حال ہیں کیونکہ یہ لوگ صَبر و شُکر میں سے کسی بھی حالَت سے کسی وَقت خالی نہیں ہوتے کیونکہ ہر شے میں اس کی ایک نِشانی ہے۔ لہٰذا آزمائش میں بندے کا حال صَبر کرنا اور اِنْعام میں شُکر کرنا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ صابِرین و شاکِرین کو پسند فرماتا ہے۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

[1] .... کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۹۳، حدیث: ۵۷

مقاماتِ یقین میں سے چوتھا مقام

مقامِ رجا کی شرح اور اہلِ رجا کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۲۵، الشورٰی:۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اپنے بندوں پر لُطف فرماتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے۔

﴿2﴾ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ (پ۲۲، الاحزاب:۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

﴿3﴾ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ (پ۲۴، الزمر:۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نااُمّید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اسے کسی کی پروا نہیں

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قرأت میں اس آیتِ مُبارکہ میں ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ سے پہلے ﴿ وَلَا یُبَالِیْ ﴾ بھی پڑھا ہے۔[1] یعنی اس صُورت میں مذکورہ آیتِ مُبارکہ کا مفہوم کچھ یوں بنے گا: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی **اللہ** کی رحمت سے نااُمّید نہ ہو بے شک **اللہ** سب گناہ بخش دیتا ہے اور اسے کسی کی کوئی پروا نہیں، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مشہور احادیثِ مُبارکہ میں مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا: فَقَبَضَ قُبْضَةً فَقَالَ: هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِي۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

---

[1]......مسند احمد، حدیث اسماء ابنۃ یزید، ۱۰/ ۴۳۵، حدیث: ۲۷۶۲۰

ایک مٹھی بھری۔ پھر اِرشاد فرمایا: یہ سب جنّتی ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں۔[1]

حدیث کی شرح

اس حدیث کا حقیقی مفہوم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس کی ایک شرح میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے، وہ ان لوگوں کی وجہ سے تنگ نہ ہو گی اور مجھے ان کے دُخولِ جنّت کی کوئی پروا نہیں بلکہ یہ جنّتی ہیں اور مجھے ان کے بُرے اَعمال کی بھی کوئی پروا نہیں۔

متقین کے متعلق ارشادِ خداوندی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُتَّقِین کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ۚ (پ۴، آل عمران: ۱۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظُلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی مُعافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔

متوکلین کے متعلق ارشادِ خداوندی

مُتَوَکِّلِین کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مَغْفِرَت وسیع ہے۔

عرش کو گھیرے ہوئے فرشتوں کے متعلق ارشادِ خداوندی

عَرش کو گھیرے ہوئے فرشتوں کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ

---

[1] ......مسند احمد، حديث معاذ بن جبل، ۸/۲۵۰، حديث: ۲۲۱۳۸ وحديث عبد الرحمن بن قتادة، ۶/۲۰۵، حديث: ۱۷۶۷۶

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۵) اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لیے مُعافی مانگتے ہیں۔

نارِ جہنّم ولیوں کو ڈرانے کے لیے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے نارِ جہنّم اپنے دشمنوں کے لیے تیّار کی ہے اور اپنے اَوْلیا کو اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

﴿1﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۱٦)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

﴿2﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے۔

﴿3﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ (پ ۳۰، الیل: ۱۴ تا ۱٦)

ترجمۂ کنز الایمان: تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

رضائے خداوندی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عَفْو و درگزر کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ (پ ۱۳، الرعد: ٦)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے ظُلْم پر بھی انہیں ایک طرح کی مُعافی دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت کے مُتَعَلِّق لگاتار سُوال کرتے رہے یہاں تک کہ یہ فرمایا گیا: کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ میں نے آپ پر یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ (پ ۱۳، الرعد: ٦) ﴾

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (پ ۳۰، الضحی: ۵)

حضور راضی نہ ہونگے

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت میں سے کسی کے بھی جہنَّم میں جانے پر راضی نہ ہوں گے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابو جعفر محمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اے اَہلِ عِراق تم کہتے ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب میں سب سے زیادہ (بخشش کی) اُمّید دِلانے والی آیت یہ ہے: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ (پ ۲۴، الزمر: ۵۳) ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زِیادتی کی اللہ کی رحمت سے نااُمّید نہ ہو۔ ﴾ مگر ہم اہلِ بیت کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ اُمّید دِلانے والی آیتِ مُبارَکہ یہ ہے: ﴿ وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (پ ۳۰، الضحی: ۵) ﴾ اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آپ کی اُمَّت کے بارے میں راضی فرما دے گا۔

اُمَّتِ مرحومہ کا جہنَّم میں بدل

حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: میری اُمّت اُمَّتِ مَرْحُومہ (یعنی رحم فرمائی گئی) ہے، اس پر آخِرت میں کوئی عذاب نہ ہو گا، اس کی سزا دنیا میں زلزلے اور فتنے ہیں، جب قیامت کا دن ہو گا تو میری اُمّت کے ہر شخص کو اَہلِ کتاب میں سے ایک شخص دے کر فرمایا جائے گا کہ جہنَّم میں یہ تمہارا بدل ہے۔[2] ایک رِوایت میں یہ

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ۲/۱۶۴، حدیث: ۱۴۴۵

[2] ......ابو داود، کتاب الفتن والملاحم، باب مایرجی فی القتل، ۴/۱۴۲، حدیث: ۴۲۷۸

ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ۴/۵۱۳، حدیث: ۴۲۹۲

الفاظ ہیں: اس اُمّت کا ہر شخص ایک یہودی یا نصرانی کو جہنّم میں لے جائے گا اور کہے گا کہ یہ جہنّم میں میرا فِدْیہ ہے۔ پس اُسے جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔[1]

بخار جہنّم کے جوش سے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بُخار جہنّم کے جوش سے ہے اور یہ مومنین کا آگ میں سے حِصّہ ہے۔[2]

خدا رُسوانہ کرے گا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (پ۲۸، التحریم:۸) ترجمۂ کنز الایمان: جس دن اللہ رُسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب وحی فرمائی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی اُمّت کا حِساب آپ کو سونپ دوں؟ عَرض کی: نہیں اے میرے پروردگار! (میں یہ نہیں چاہتا کیونکہ) تو ان کے لیے مجھ سے بہتر ہے۔ فرمایا: پھر ہم آپ کو ان کے مُتعلّق رُسوانہ کریں گے۔[3]

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میرا حِساب میرے والدین کے سِپُرد کر دیا جائے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھ پر میرے والدین سے زیادہ رَحم فرمانے والا ہے۔[4]

---

[1] ......مسند احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ۷/۱۵۴، حدیث: ۱۹۶۷۰

[2] ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانها مخلوقة، ۲/۳۹۵، حدیث: ۳۲۶۱
معجم اوسط، ۵/۳۴۲، حدیث: ۷۵۴۰

[3] ......مسند احمد، حدیث حذیفة بن الیمان، ۹/۹۴، حدیث: ۲۳۳۹۶، بتغیر قلیل

[4] ......حلیة الاولیاء، حماد بن سلمة، ۶/۲۷۰، حدیث: ۸۵۶۹، فیه قول حماد بن ابی سلمة

اُمّت تو آپ کی ہے مگر بندے میرے ہیں

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے رب سے اپنی اُمّت کے مُتَعَلِّق یہ سُوال کیا: اے میرے رب! ان کا حِساب مجھے سونپ دے تاکہ میرے علاوہ ان کے گناہوں پر کوئی مُطَّلع نہ ہو۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانِب وحی فرمائی: وہ اُمّت تو آپ کی ہے مگر بندے میرے ہیں، میں ان پر آپ سے زیادہ رَحم کرنے والا ہوں، میں ان کا حِساب کسی دوسرے کے سِپُرد نہیں کروں گا تاکہ ان کے گناہوں کی طرف کوئی نہ دیکھ پائے خواہ وہ آپ ہوں یا کوئی دوسرا۔[1]

نبی کی زِنْدَگی اور موت دونوں باعثِ خیر ہیں

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: میرا دنیا میں رہنا بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا اس جہانِ فانی سے ظاہِری کُوچ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ میری دُنیاوِی زِنْدَگی کا تمہارے لیے بہتر ہونا اس لیے ہے کہ میں تمہارے لیے ہر کام کرنے کے دُرُست طریقے بیان کرتا ہوں اور شَرِیعَت کی حَدیں مُقَرَّر فرماتا ہوں اور جب میں اس جہانِ فانی سے پردہ فرما جاؤں گا تو تمہارے اَعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے، میں ان میں سے اچھے اَعمال دیکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بجالاؤں گا اور بُرے اَعمال دیکھ کر تمہارے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرَت طَلَب کروں گا۔[2]

فرشتوں اور زمین کے تمام گوشوں کا بندے کے گناہ بھول جانا

ایک رِوایَت میں ہے کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں اور زمین کے تمام گوشوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اور ان گناہوں کو نیکیوں سے بَدَل دیتا ہے یہاں تک کہ بروزِ قیامت

---

[1] ....موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ تعالٰی، ۱/ ۸۱، حدیث: ۶۲ بتغیر ومختصر

[2] ....مسند بزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/ ۳۰۸، حدیث: ۱۹۲۵، بتغیر قلیل

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۳/ ۵۳۳، الرقم: ۶۲۲: خراش بن عبد اللہ، بتغیر قلیل

وہ اس حال میں آئے گا کہ کوئی شے اس کے خِلاف گواہی دینے والی نہ ہوگی۔ اسی طرح مَنْقُول ہے کہ جب مومِن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا مُرتکِب ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے فرشتوں کی نِگاہوں سے چھپا دیتا ہے تاکہ وہ اسے دیکھ کر بروزِ قِیامت اس کے خِلاف گواہی نہ دے سکیں۔

یَا کَرِیۡمَ الۡعَفۡوِ! سے مُراد

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دِن بارگاہِ خُداوندی میں عرض کی: یَا کَرِیۡمَ الۡعَفۡوِ! تو حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرض کی: کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِن اَلفاظ کی مُراد جانتے ہیں؟ (پھر خود ہی عَرض کرنے لگے:) ان سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رَحمت سے گناہوں کو مُعاف فرما دیتا اور اپنے کَرَم سے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔[1]

کامِل نعمت کیا ہے؟

ایک بار رَسُولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی کو یہ دُعا مانگتے سنا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے کامِل نِعْمَت مانگتا ہوں۔ تو اس سے دَرْیافْت فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ کامِل نِعْمَت کیا ہے؟ اس نے عَرض کی: نہیں۔ تو اِرشَاد فرمایا: کامِل نِعْمَت جنّت میں جانا ہے۔[2]

تکمیلِ نعمت سے مُراد

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی ہمیں اس بات کی خَبَر دی ہے کہ اس نے ہمارے لیے دِیْنِ اِسلام کو پسند فرما کر ہم پر اپنی نِعْمَت مُکَمَّل فرما دی ہے اور یہ بھی دُخُولِ جنّت کی دلیل ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ

ترجمۂ کنز الایمان: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامِل کر دیا اور تم پر اپنی نِعْمَت پوری کر دی اور تمہارے لیے

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/ ۳۸۹، حدیث: ۷۰۴۳

[2] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸

دِیۡنًا ؕ (پ ٦، المائدۃ:٣) اِسلام کو دین پسند کیا۔

ہم بھی آیتِ مُبارَکہ میں مذکور نِعْمَت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ شریک ہیں، لہٰذا ہمیں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکَرَم سے اپنے گناہوں کی بخشش کی اُمّید ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ (پ ٢٦، الفتح:٢) ترجمۂ کنز الایمان: تاکہ اللہ تمہارے سَبَب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔

ایک گناہ کی سزا دوبار نہیں ہوگی

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مَرْوِی ہے کہ جس نے کوئی گناہ کیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اس کی پردہ پوشی فرمائی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑھ کر کریم ہے کہ آخِرت میں اس کا پردہ فاش کرے اور جس نے کوئی گناہ کیا اور اس پر اسے دنیا میں ہی سزا دی گئی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑھ کر عادِل ہے کہ آخِرت میں دوبارہ اپنے بندے کو سزا دے۔[1] ایک رِوایت میں اَلفاظ یوں ہیں: بندہ دنیا میں گناہ کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمادے تو بروزِ قِیامت اس کی مَغْفِرت بھی فرمادے گا۔

گناہ گار کا حِفاظَتِ الٰہی میں ہونا

کسی بُزُرگ سے مَرْوِی ہے کہ ہر گناہ گار گناہ کا اِرْتِکاب کرتے وَقْت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِفاظَت میں ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِفاظَت میں ہوتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی حِفاظَت کا ذِمّہ اُٹھالیتا ہے وہ رُسوا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ جسے دنیا میں رُسوا کیا گیا تو یہ اس کے گناہوں کا کفّارہ ہو گا اور اسے آخِرت میں اس گناہ کی وجہ سے رُسوا نہ کیا جائے گا۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الحدود، باب الحد كفارة، ۳/ ۲۵۱، حديث: ۲۶۰۴، بتغير قليل
مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/ ۲۱۳، حدیث: ۷۷۵

گناہ کے بعد مغفرت طلب کرنا

مَرْوِی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بندہ جب گناہ کر کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرَت طَلَب کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو اس نے گناہ کیا مگر اسے یہ یقین بھی تھا کہ اس کا رب گناہ مُعاف فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے گِرِفْت بھی فرماتا ہے، لہٰذا میں تم سب کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔ [1]

بندے کا گناہ کے بعد رب کو بار بار پکارنا

حضرت سَیِّدُنا محمد بن مُصْعَب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا اَسْوَد بن سالم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے ایک مَکْتُوب میں لکھا: بندہ جب اپنے نَفْس پر کوئی زِیادَتی کر کے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر عَرْض کرتا ہے: اے میرے رب! تو فرشتے اس کی آواز پر حِجاب ڈال دیتے ہیں، جب وہ دوسری مرتبہ اے میرے رب! کہتا ہے تو فرشتے پھر اس کی آواز پر حِجاب ڈال دیتے ہیں اور جب وہ تیسری بار بھی "اے میرے رب!" پکارتا ہے تو فرشتے اس بار بھی اس کی آواز پر پردہ ڈال دیتے ہیں، مگر جب وہ چوتھی بار اپنے رب کو پکارتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم کب تک میرے بندے کی آواز مجھ تک پہنچنے سے چھپاتے رہو گے، میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے عِلاوہ اس کا کوئی رب نہیں جو اس کے گناہوں کو مُعاف فرمائے، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے مُعاف فرما دیا ہے۔

گناہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگیں تو بھی

ایک حدیثِ قُدْسی میں ہے کہ جب بندہ گناہوں کا مُرْتَکِب ہو یہاں تک کہ اس کے گناہ آسمان کی بُلَندیوں کو چھونے لگیں تو بھی میں اس کے گناہ مُعاف فرما دوں گا جب وہ مجھ سے مَغْفِرَت طَلَب کرے اور بخشش کی اُمّید رکھے۔ [2]

---

[1] ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب . . . الخ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۸

[2] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار . . . الخ، ۵/۳۱۸، حدیث: ۳۵۵۱

زمین بھر گناہ کر کے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا

ایک حَدِیثِ قُدْسی میں ہے کہ اگر میرا بندہ مجھے زمین بھر گناہ کر کے ملے تو میں اسے اسی قَدْر مَغْفِرت سے مِلوں گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ [1]

فرشتے کا چھ ساعتوں تک قلم اٹھائے رکھنا

تاجدارِ رِسَالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرت نِشان ہے: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو فرشتہ چھ ساعتوں تک قلم اٹھائے رکھتا ہے (یعنی گناہ نہیں لکھتا)، اگر وہ توبہ کر لے اور مَغْفِرت چاہے تو وہ کوئی گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر وہ اس کا ایک گناہ لکھ لیتا ہے۔ [2] ایک رِوایت میں اَلفاظ کچھ یوں ہیں: جب وہ فرشتہ اس کا گناہ لکھ لیتا ہے اور اس کے بعد بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانِب کا فرشتہ بائیں جانِب والے فرشتے سے جس کا وہ امیر بھی ہے، کہتا ہے: اس کا یہ گناہ مِٹا دو تاکہ میں اس کی نیکی کے 10 گنا ثواب میں سے ایک مِٹا کر نو لکھ لوں۔ اس طرح وہ گناہ اس سے مِٹا دیا جاتا ہے۔ [3]

فرشتوں کی خوشی

مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کے لیے دائیں جانِب والے فرشتے کے قَلْب میں جو رَحْمَت ڈالی ہے وہ بائیں جانِب والے فرشتے کے قَلْب میں ڈالی گئی رَحْمَت سے کئی گنا زیادہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے بائیں جانِب والے فرشتے کا امیر بھی مُقَرَّر فرمایا ہے۔ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانِب والا فرشتہ خوش ہوتا ہے اور ایک قول کے مُطابِق تمام فرشتے اس کی نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور بندے کے لیے ان فرشتوں کی خوشی کے باعث نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء... الخ، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ، ص ۱۴۴۳، حدیث: ۲۶۸۷

[2] ......معجم کبیر، ۸/ ۱۸۵، حدیث: ۷۷۶۵

شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/ ۳۹۱، حدیث: ۷۰۵۱

[3] ......حلیۃ الاولیاء، شویس بن حیاش، ۲/ ۲۸۹، حدیث: ۲۲۵۷

بندہ مغفرت طلب کرتے کرتے تھک جاتا ہے

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ایک طویل حدیثِ پاک میں ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ لکھ لیا جاتا ہے۔ ایک اَعرابی نے عَرض کی: اگر وہ توبہ کر لے تو؟ اِرشَاد فرمایا: وہ گناہ اس کے نامۂ اَعمال سے مِٹا دیا جاتا ہے۔ عَرض کی: اگر پھر اسی گناہ کا مُرتَکِب ہو تو؟ اِرشَاد فرمایا: وہ گناہ لکھ لیا جائے گا۔ عَرض کی: اگر پھر توبہ کر لے تو؟ اِرشَاد فرمایا: پھر نامۂ اَعمال سے مِٹا دیا جائے گا۔ عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ اِرشَاد فرمایا: جب تک وہ مُعافی مانگتا رہے اور بارگاہِ خُداوندی میں حاضِر ہو کر توبہ کرتا رہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو مَغفِرت فرماتا رہتا ہے مگر بندہ مَغفِرت طَلَب کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ چنانچہ بندہ جب کوئی نیکی کرنے کا اِرادہ کرتا ہے تو دائیں جانِب والا فرشتہ اس کے نیکی کرنے سے پہلے ہی اس کے نامۂ اَعمال میں نیکی لکھ دیتا ہے اور جب وہ اس پر عَمَل کر لیتا ہے تو 10 نیکیاں مزید لکھ دیتا ہے پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس نیکی کا ثواب 700 گنا تک مزید عطا فرماتا ہے مگر جب کوئی بندہ کسی گناہ کا اِرادہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھا جاتا، اگر گناہ کا اِرتِکاب کر لیتا ہے تو ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے مگر اس گناہ کے پیچھے بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُسنِ مَغفِرت ہوتی ہے۔[1]

جب میں مر جاؤں گا تو میرا ٹھکانا کہاں ہو گا؟

ایک شخص سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدمَت میں حاضِر ہوا اور عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں صرف ایک ماہ کے روزے رکھتا ہوں اس سے زیادہ نہیں، صرف پانچ نمازیں پڑھتا ہوں اس سے زیادہ نہیں، مجھ پر میرے مال میں رَضائے خداوندی کے لیے نہ زکوٰۃ ہے نہ حج، نہ میں نَفْلی صَدَقہ کرتا ہوں، اب بتایئے کہ جب میں مَر جاؤں گا تو میرا ٹھکانا کہاں ہو گا؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جنّت میں۔ عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کے ساتھ؟ تو سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرا دیئے اور فرمایا: ہاں! میرے ساتھ۔ اگر تو نے اپنے

---

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب من ھم بحسنة اوبسیئة، ۴/۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۱، بتغیر واختصار
معجم اوسط، ۶/۲۵۴، حدیث: ۸۶۸۹، مختصرا

دل کی ۲ دو چیزوں یعنی دھوکے اور حَسَد سے حِفاظَت کی، زبان کو بھی ۲ دو چیزوں یعنی غیبت اور جھوٹ سے محفوظ رکھا اور آنکھ کو بھی ۲ دو چیزوں سے محفوظ رکھا یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھا اور کسی مسلمان کو حِقارَت کی نظر سے نہ دیکھا تو میرے ساتھ میری ان ۲ دو ہتھیلیوں کو تھام کر جنّت میں داخِل ہو گا۔

مخلوق کے حِساب کا نگران کون ہو گا؟

ایک طویل رِوایَت میں حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ ایک اَعرابی نے بارگاہِ رِسالَت میں عَرْض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مخلوق کے حِساب کا نگران کون ہو گا؟ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ۔ عَرْض کی: کیا وہ خود حساب لے گا؟ فرمایا: ہاں! تو اَعرابی مسکرا دیا، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: اے اَعرابی کس بات پر تو مسکرایا ہے؟ عَرْض کی: کریم جب قُدْرَت پاتا ہے تو مُعاف فرما دیتا ہے اور جب حِساب لیتا ہے تو درگزر سے کام لیتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اَعرابی نے سچ کہا ہے، جان لو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں، وہ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن ہے۔ پھر اِرشَاد فرمایا: اَعرابی نے اس بات کو سمجھ لیا ہے۔

کسی ولی کو حقیر سمجھنا

مذکورہ رِوایَت میں ہی ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کعبہ کو عَظَمت و شرافت سے نوازا ہے، اگر کسی بندے نے اسے ایک ایک پتّھر کرکے گرایا پھر اسے آگ لگا دی تو بھی اس کا جُرْم اس شخص کے جُرْم تک نہیں پہنچے گا جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی وَلی کو حقیر سمجھا۔ اَعرابی نے عَرْض کی: مَنْ اَوْلِیَآءُ اللہ؟ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَوْلِیا کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: تمام مومن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَوْلِیا ہیں کیا تو نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ ذی شان نہیں سنا:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

ایک مومن کی فضیلت

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا:

مومن کعبہ سے اَفضل ہے، طیب و طاہر ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فرشتوں سے زیادہ مُعَزَّز ہے۔ [1]

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سَیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا کَعبُ الاَحبار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے مَروِی ایک مشہور رِوایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کعبہ کی جانِب دیکھ کر اِرشاد فرمایا: تیری عَظمت و شَرافت کتنی زیادہ ہے، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مومن کی حُرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ [2]

عظمت کعبہ کا باعث اولیائے کرام ہیں؟

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو یہ حکم اِرشاد فرمایا کہ وہ اس کے دوستوں کی عَظمت کی وجہ سے اس کے گھر یعنی کعبہ کو پاک کریں، گویا بیتُ اللہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعظِیماً کو یہ شَرَف اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی بدولت ملا۔ چنانچہ،

ایک حدیثِ قُدسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی وَلی کی توہین کی گویا اس نے مجھے جنگ کی دَعوت دی، (یاد رکھو!) میں دنیا و آخِرت میں اپنے وَلی کا اِنتقام لینے والا ہوں۔ [3]

سیدنا یعقوب و یُوسُف عَلَیْہِمَا السَّلَام کے درمیان جدائی کی وجہ

حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَروِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وَحی فرمائی: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے اور یُوسُف کے درمیان جُدائی کیوں پیدا کی؟ عَرض کی: نہیں۔ اِرشاد فرمایا: اس لیے کہ آپ نے ان کے دوسرے بھائیوں سے فرمایا تھا ﴿ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ ﴿ آپ کو اس پر بھیڑیئے کا خوف تو ہوا مگر مجھ سے حِفاظت کی اُمّید کیوں نہ رکھی؟ اس کے بھائیوں

---

[1] ......الزھد لوکیع، باب فضل المؤمن، ص ۳۱۰، حدیث: ۸۴، مختصرا

[2] ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۴/۳۱۹، حدیث: ۳۹۳۲، بتغیر قلیل

معجم اوسط، ۴/۲۰۳، حدیث: ۵۷۱۹

[3] ......معجم اوسط، ۴/۲۰۳، حدیث: ۵۷۱۹

کی غفلت کی طرف تو دیکھ لیا مگر میری حفاظت کی طرف کیوں نہ دیکھا؟ یہ میری آپ پر عنایت ہے کہ میں نے آپ کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے کہ میں اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡن ہوں۔ لہٰذا آپ نے مجھ سے (یُوسُف کی واپسی کی) اُمّید رکھی (تو میں نے انہیں آپ سے ملا دیا)۔ اگر میں نے آپ کی تقدیر میں خود کو اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡن نہ لکھا ہوتا تو میں کبھی آپ پر (یُوسُف کو مِلانے کا) کَرَم نہ فرماتا۔

خوف و رجا

رِجا کسی شے میں طَمَع کے قَوِی ہونے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں طَمَع کو رِجا کی جگہ ذِکْر کیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمّید کرتے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ خوف کسی شے سے ڈر کے قَوِی ہونے کا نام ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ وَ یَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: آخِرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رَحْمَت کی آس لگائے۔ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

رجا کے بغیر ایمان دُرُست نہیں

رِجا مومنین کا وَصف اور اِیمان کا ایسا خُلق ہے جس کے بغیر ایمان دُرُست نہیں جیسا کہ یہ خوف کے بغیر دُرُست نہیں۔ گویا کہ رِجا پرندے کا ایک پَر ہے جس کے بغیر وہ پرواز نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ شخص بھی مومِن نہیں ہو سکتا جو اس ہستی سے اُمّید نہیں رکھتا جس پر وہ اِیمان لایا ہے۔

رجا اور حسن ظن

یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظَن اور حُسنِ اُمّید رکھنے کا ایک مَقام ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نِشان ہے: تم میں سے ہر گز کسی کو موت نہ آئے مگر یہ کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظَن رکھتا ہو۔ اس لیے کہ حَدِیۡثِ قُدۡسی میں ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے

مُطابِق ہوتا ہوں، (اب یہ اس پر ہے کہ) وہ جو چاہے مجھ سے گمان رکھے۔

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسم کھا کر فرماتے: بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی اچھا گمان رکھتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرما دیتا ہے۔ اس لیے کہ ہر قِسم کی خَیر و بھلائی اس کے دَستِ قُدْرَت میں ہے یعنی جب وہ کسی کو حُسْنِ ظَن کی توفیق عطا فرماتا ہے تو اسے وہ شے بھی عَطا فرما دیتا ہے جس کے مِلنے کا وہ گمان رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جس شے کے مُتَعَلِّق حُسْنِ ظَن رکھتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے وُقوع کا اِرادہ فرمالیتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۹۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ ﴾ کی تفسیر میں اِرشَاد فرماتے سنا: اس سے مُراد ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اچھے گمان رکھو۔

وقتِ نزع خوف ورجا کا ساتھ

ایک بار سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی شخص کے پاس تشریف لائے جبکہ اس پر موت کی عَلامات ظاہر تھیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ عَرْض کی: میری حالَت یہ ہے کہ میں اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں مگر اپنے رب کی رَحْمَت کی اُمّید رکھتا ہوں۔ اِرشَاد فرمایا: جس بندے کے دل میں اس حالَت میں یہ دونوں چیزیں جَمْع ہوں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ شے عَطا فرما دیتا ہے جس کی اس نے اُمّید رکھی اور اس سے محفوظ رکھتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔[1] یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کی عَقْل خوف سے زائل ہو گئی تھی یہاں تک کہ وہ نااُمّیدی کی حد تک پہنچ گیا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے اِرشَاد فرمایا: اے شخص! تیرا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت سے مَایُوس ہونا تیرے گناہ سے بھی عظیم ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ۲، ۱/ ۲۹۶، حدیث: ۹۸۵

کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے سچ فرمایا ہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جس رَحْمت سے غم میں مبتلا شخص راحت پاتا اور گناہوں میں مبتلا شخص بخشش کی اُمّید رکھتا ہے اس رَحْمت سے نااُمّید ہونا گناہوں سے بھی عظیم ہے، بلکہ تمام گناہوں سے زیادہ بڑا گناہ ہے، کیونکہ اس نے اپنی خواہش کی بنا پر ان صِفاتِ باری تعالیٰ سے تعلّق توڑا جن سے رَحْمت کی اُمّید رکھی جاتی ہے اور اپنی مذمُوم صِفَت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم پر حُکْم لگایا جو بہُت بڑا گناہ ہے اگرچہ اس کے دیگر گناہ بھی کبیرہ ہیں (مگر اس کا یہ گناہ دیگر کبیرہ گناہوں سے بڑا ہے)۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖۛ ﴾ (پ ۲، البقرۃ:۱۹۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ہاتھوں ہَلاکت میں نہ پڑو۔ ﴿ کی تفسیر میں ہے کہ یہاں ایسا شخص مُراد ہے جو کبیرہ گناہوں کے اِرْتِکاب سے اپنے ہاتھ آلُودَہ (لَت پَت) کرتا ہے اور توبہ بھی نہیں کرتا، پھر کہتا ہے کہ میں ہلاک ہو گیا مجھے کوئی عَمَل فائدہ نہ دے گا۔ چنانچہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

رِجا

رِجا ایک بُلند مَقام اور عُمدہ حال ہے جو صِرف اَہْلِ عِلْم وحَیا میں سے کریم لوگوں کو حاصِل ہے۔ یہ حال ان پر مَقامِ خوف کے بعد آتا ہے، وہ رِجا کی وجہ سے ہی کَرْب سے راحَت اور گناہوں کا اِرْتِکاب ہو جانے پر سُکُون پاتے ہیں۔ جسے خوف کی مَعْرِفَت نصیب نہ ہو وہ رِجا کی مَعْرِفَت بھی نہیں پاتا اور جو مَقامِ خوف میں صِحَّت وسلامتی پر قائم نہیں رہتا اسے اَہْلِ رِجا کے بُلند مَقامات پر فائز نہیں کیا جاتا۔

مَقامِ رِجا و مَقامِ خوف کا باہمی تعلّق

ہر بندے کو اس کے مَقامِ خوف کے مُطابِق مَقامِ رِجا حاصِل ہوتا ہے اور خوف دِلانے والی صِفات سے حاصِل ہونے والے مُکاشَفہ کے مُطابِق اسے اُمّید دِلانے والی صِفات کا کَشْف ہوتا ہے۔ اگر اس کا مَقام مخلوقات کو خوف دِلانے والی صِفات مثلاً گناہ، عُیوب اور اَسباب ہوں تو ان مَقامات کے اِعْتِبار سے اسے

مَقاماتِ رِجا حاصِل ہوں گے یعنی اس سے کیا گیا وعدہ پورا کیا جائے گا، گناہ مُعاف کر دیئے جائیں گے اور جنّت اور اس میں پائے جانے والے عُمدہ اَوصاف کے حُصُول کا شوق اس کے دل میں پیدا کر دیا جائے گا۔ یہ اَصحابِ یمین کا طریق ہے۔ لیکن ذاتِ باری تعالٰی کے اَوصاف کے مُشاہَدے سے جو خوف دِلانے والی صِفات پیدا ہوتی ہیں اگر کوئی ان کے مَقام پر فائز ہو یعنی اگر کسی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَزَلی عِلْم، بُرے خاتِمہ، خفیہ تدبیر، باطنی اِسْتِدراج، قُدْرَت کی گرِفت اور حُکمِ جَبَرُوت کے مُشاہَدے سے خَوفِ اِلٰہی حاصِل ہو تو اسے خوف میں اپنے مَقام کے اِعْتِبار سے مَقامِ مَحبَّت اور مَقامِ رضا حاصِل ہوتا ہے۔ چنانچہ رِجا اَخلاق کے مَعانی اور کَرَم، اِحسان، فَضْل، عِنایت، لُطف اور اِمْتِنَان جیسے اَوصاف کا نام ہے۔

رِجا میں صاحبِ کتاب کا مَقام

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ صحیح نہیں کہ ہم ہر وہ بات بتا دیں جو ہمیں مَقاماتِ رِجا میں اَہلِ رِجا کے مُشاہَدے کے مُتَعَلّق معلوم ہے۔ اس لیے کہ یہ باتیں عام مومنین والی نہیں، بلکہ یہ اس شخص کے لیے سخت نقصان دہ ہیں جسے یہ مَقام حاصِل نہ ہو، یہ خواص لوگوں کی باتیں ہیں جو صرف مَحبَّت سے ہی حاصِل ہوتی ہیں اور فائدہ دیتی ہیں اور مَحبَّت دل کے خوف سے دُرُسْت ہونے کے بعد ہی حاصِل ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر نُفُوس خوف سے ہی دُرُسْت ہوتے ہیں جیسا کہ بُرے غُلام کوڑے اور ڈنڈے کھائے بغیر سیدھے نہیں ہوتے، پھر (بھی سیدھے نہ ہوں تو) انہیں تلواروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

رِجا کے صحیح ہونے کی علامت

بندے میں رِجا کے صحیح ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ اس کی رِجا میں خوف بھی ہو کیونکہ جب کسی شے کی اُمّید پائی جاتی ہے تو دل میں اس کی عَظمَت اور اس پر رشک کی شِدَّت کی وجہ سے بندے کو اس کے فوت ہو جانے کا خوف بھی لاحِق رہتا ہے، اس طرح وہ حالِ رِجا میں فوتِ رِجا کے خوف سے جُدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ رِجا اَہلِ خوف کے لیے راحَت کا باعِث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب لوگ رِجا کو خوف کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایسے اَوصاف ہیں جن میں سے کوئی بھی دوسرے سے جُدا نہیں ہوتا۔ عربوں کا طریقہ ہے کہ جب ایک شے

دوسری کو لازِم ہو یا اس کا وَصف یا سَبَب ہو تو وہ اسے دوسری شے کا نام دیدیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: مَا لَكَ لَا تَرْجُوْ كَذَا؟ یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں: مَا لَكَ لَا تَخَافُ؟ تم کیوں نہیں ڈرتے۔ قرآنِ کریم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۟ۚ﴾ (پ ۲۹، نوح: ۱۳)[1] اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں اکثر مُفَسِّرین کا قول ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا ہے جو تم عَظَمتِ باری تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (پ ۱۶، الکھف: ۱۱۰) ﴾[2] یعنی یہاں بھی مُرادیہ ہے کہ جسے اپنے رب سے ملنے کا ڈر ہو۔

خوف ورِجا دن رات کی طرح ہیں

خوف ورِجا کا آپَس میں تعلّق دن اور رات کے باہمی تعلّق جیسا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دن رات میں سے کسی ایک کے ذریعے کل مدّت (24 گھنٹے) بیان کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ ایک ہی واقعے کے مُتَعلّق قرآنِ کریم میں دو۲ مختلف مَقامات پر مدّت بیان کرنے کے لیے یہ اَلفاظ کچھ یوں مذکور ہیں: ﴿ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ۟﴾ (پ ۱۶، مریم: ۱۰)[3] اور دوسرے مَقام پر ہے ﴿ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ﴾ (پ ۳، ال عمران: ۴۱)[4]۔ ایسا اس لیے ہے کہ دن؛ رات سے جُدا ہے نہ رات؛ دن سے جُدا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ایک کے ذریعے دوسرے کی خبر دی، یہ دونوں ایک دوسرے کے مُشابِہ ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے میں داخِل بھی ہیں اور دونوں میں سے کوئی ایک ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمَت و قُدرَت سے ظاہِر ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں کے اَحکام و اِنعامات میں فَرق ہے۔ جب دن ظاہِر ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَت سے رات اس میں چھپی ہوتی ہے اور جب رات ہوتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمَت سے دن اس میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ایک کے دوسرے میں داخِل ہونے اور ایک کو دوسرے میں

---

[1] ...... ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزّت حاصِل کرنے کی اُمّید نہیں کرتے۔

[2] ...... ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمّید ہو۔

[3] ...... ترجمۂ کنزالایمان: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین۳ رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر۔

[4] ...... ترجمۂ کنزالایمان: تین۳ دن مگر اشارہ سے۔

لپیٹنے کی یہی حقیقت ہے۔

معانی ملکوت میں خوف و رِجا کی حقیقت

دن رات کی طرح مَعانِی مَلَکُوت میں خوف و رِجا کی حقیقت بھی ایسی ہی ہے کہ جب خوف ظاہِر ہوتا ہے تو بندے پر خوف طارِی ہو جاتا ہے، پھر وَصفِ خوف کی تجلّی کے مُشاہَدے سے اس پر اَحکامِ خوف ظاہِر ہوتے ہیں تو اسے وَصفِ خوف کے غَلَبہ کی وجہ سے خائِف کا نام دیدیا جاتا ہے مگر اس کے خوف میں رِجا بھی پوشیدہ ہوتی ہے۔ (اسی طرح) جب رِجا ظاہِر ہوتی ہے تو بندے کا شُمار اَہلِ رِجا میں ہونے لگتا ہے اور اس پر اُمّید دلانے والی صِفات کی بنا پر رَبُوبِیّت کی تجلّی کے مُشاہَدے سے اَحکامِ رِجا ظاہِر ہوتے ہیں تو بندے کو انہی سے مُتّصِف کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس پر حالَتِ رِجا غالب ہوتی ہے مگر اس حالَتِ رِجا میں خوف بھی مُضْمَر (پوشیدہ) ہوتا ہے۔

ایمان کے ۲ اوصاف

پرندے کے ۲ پَروں کی طرح خوف و رِجا اِیمان کے ۲ اَوصاف ہیں اور مومِن کی حالت ان دونوں یعنی خوف و رِجا کے درمیان ایسے ہے جیسا کہ پرندہ اپنے دونوں پَروں کے درمیان ہوتا ہے یا ترازو کا کانٹا اس کے دونوں پلڑوں کے درمیان۔

حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَنْقُول ہے کہ اگر مومن کے خوف و رِجا کا وَزْن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔ حقیقتِ رِجا کی مَعْرِفَت اور رِجا والی شے میں طَمَع کے صِدْق میں یہی اَصْل ہے۔ چنانچہ مومنین خوف و رِجا کے اِعْتِدال کی حالَت میں ہوتے ہیں اور یہ ۲ ایسے مَقام ہیں جن میں سے اَعلیٰ مَقام مُقَرَّبِین کا ہے جو انہیں رِجا والے اَخلاق اور خوف دِلانے والے اَوصاف کے مُشاہَدے سے حاصِل ہوتا ہے اور دوسرا مَقام اَصحابِ یمین کا ہے جو انہیں اَحکام کی اِبتدا اور اَقسام کے تفاوُت کی مَعْرِفَت سے حاصِل ہوتا ہے۔ اس کی صُورَت کچھ یوں بنتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق پر اپنے فَضْل سے کَرَم فرمایا اور ایسا اس نے اپنی مرضی سے کیا نہ کہ کسی کے مجبور کرنے سے۔ لہٰذا جب اس نے بندوں کو یہ بات بتائی تو وہ نِعْمَت کی اِبتدا کے اِعْتِبار سے کامِل نِعْمَت کی اُمّید رکھنے لگے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں جادوگروں نے مَغْفِرَت کی طَمَع کی جب وہ

اِیمان لائے تو کہنے لگے:

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ (پ ۱۹، الشعراء: ۵۱) ترجمۂ کنز الایمان: ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس پر کہ ہم سب سے پہلے اِیمان لائے۔

یعنی انہوں نے کہا کہ ہم سب سے پہلے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام پر اِیمان لانے کے اِعْتِبَار سے اُمّید رکھتے ہیں کہ ہمارے اِیمان لانے کے سَبَب ہماری بخشش ہو جائے گی۔ مَعْلُوم ہوا کہ انہوں نے اِیمان لانے کی وجہ سے بخشش کی اُمّید رکھی۔

نعمت سے محرومی پر مایوس ہونا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بندے کی مَذمّت فرمائی ہے جسے اس نے کسی نِعْمَت سے نواز کر وہ نِعْمَت واپس لے لی ہو، پھر وہ شخص اس نِعْمَت کے دوبارہ ملنے سے مَایُوس ہو گیا ہو۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُۚ اِنَّهٗ لَیَـٴُـوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ (پ ۱۲، ھود: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم آدمی کو اپنی کسی رَحْمَت کا مزہ دیں پھر اسے اس سے چھین لیں ضرور وہ بڑا نااُمّید ناشکرا ہے۔

اس کے بعد اپنے صَبْر کرنے والے نیک بندوں کو مُسْتَثْنیٰ قرار دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِؕ (پ ۱۲، ھود: ۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: مگر جنہوں نے صَبْر کیا اور اچھے کام کیے۔

خوف و رِجا کا دل میں بسیرا

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے بیٹے سے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اتنا ڈرو کہ کبھی اس کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف مَت ہو اور اپنے خوف سے زیادہ اس سے اُمّید رکھو۔ اس نے عَرْض کی: میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ حالانکہ میرا ایک ہی دل ہے۔ فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ مومِن کے دو۲ دل ہوتے ہیں۔ ایک سے وہ ڈرتا ہے اور دوسرے سے اُمّید رکھتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ خوف و رِجا اِیمان کے دو۲ وَصْف ہیں جن سے مومِن کا دل کسی وَقْت بھی خالی نہیں ہوتا گویا کہ اس صُورَت میں وہ دو۲ دِلوں والا بن جاتا ہے۔

مخلوق کے طبقات

مخلوق کو چار طبقات میں پیدا کیا گیا ہے۔ ہر طبقے میں ایک گروہ ہے۔ چنانچہ،

- بعض وہ ہیں جو حالَتِ اِیمان میں زِندَگی بسر کرتے ہیں اور حالَتِ اِیمان ہی میں موت کو گلے سے لگاتے ہیں۔ یہاں ان کی رِجا اپنے اور دیگر مومنین کے لیے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں کسی نِعْمَت سے نوازتا ہے تو وہ اُمّید رکھتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنی نِعْمَت کو مکمّل فرمائے گا اور اس نے انہیں جس نِعْمَت سے نوازا ہے ان سے واپَس نہ لے گا۔
- بعض لوگ وہ ہیں جو حالَتِ اِیمان میں زِندَگی بسر کرتے ہیں مگر موت انہیں حالَتِ کفر میں آتی ہے۔ اس مَقام سے اَہْلِ رِجا اور دیگر لوگوں کو ڈرنا چاہئے کیونکہ وہ یہ حُکْم تو جانتے ہیں مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا وہ حُکْم ان سے پوشیدہ ہوتا ہے جو اس نے اپنے عِلْم کے مُطابِق ان کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔
- بعض لوگ وہ ہیں جو حالَتِ کُفْر میں زِندَگی بسر کرتے ہیں مگر موت انہیں حالَتِ اِیمان میں آتی ہے۔
- بعض لوگ وہ ہیں جن کی زِندَگی بھی حالَتِ کُفْر میں گزرتی ہے اور موت بھی کُفْر پر ہی آتی ہے۔

یہ دُو الگ الگ حُکْم ہیں جو رِجا کا مُوجِب ہیں مگر دوسرا حُکْم مُشْرِک کے لیے ہے کہ جب لوگ اسے دیکھتے ہیں تو اس کے ظاہِر کی وجہ سے نااُمّید نہیں ہوتے بلکہ اس رِجا میں انہیں یہ دُہرا خوف لاحِق ہوتا ہے کہیں ان کی موت بھی اس حالَت پر نہ ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں یہ بات حقیقت کا رُوپ نہ دھار لے۔

مومن کی معتدل حالت

مومن مذکورہ چاروں اَحْکام کو جان لیتا ہے تو خوف و رِجا اس کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے اِیمان کے اِعْتِدال کی وجہ سے اس کی حالَت بھی مُعْتَدِل ہو جاتی ہے۔ وہ مخلوق پر اس کے ظاہِر کے مُطابِق حُکْم لگاتا ہے اور پوشیدہ باتوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپُرد کر دیتا ہے، وہ کسی بندے کے ظاہِر کی وجہ سے اس پر شَر کا قطعی حُکْم نہیں لگاتا بلکہ اس کے لیے اس خیر کی اُمّید رکھتا ہے جو عِنْدَ اللہ پوشیدہ ہو۔ نیز اپنے یا کسی کے بھی ظاہِر کی وجہ سے اس کے خیر میں مبتلا ہونے کی گواہی نہیں دیتا بلکہ عِنْدَ اللہ شَر کے پوشیدہ ہونے سے ڈرتا ہے۔

مومن کی کامل حالت

مومِن کا کامل حال یہ ہے کہ وہ اپنے نَفْس پر تو ڈرے مگر دوسروں کے لیے خیر کی اُمّید رکھے کیونکہ یہی مومنین کا وِجدان ہے اس اعتبار سے کہ وہ حُسْنِ ظَن رکھتے ہوئے عِبادَت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں سے بھی حُسْنِ ظَن رکھتے ہیں اور ظاہِری اَعمال پر سلامتیٔ قلب کی وجہ سے عُذر پیش کرتے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپُرد کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے نُفُوس سے بدظَن رہتے ہیں کیونکہ وہ ان کی صِفات کو خوب جانتے ہیں اور ان پر مَلامَت کرتے رہتے ہیں اور وہ ان کے لیے کسی قِسم کی کوئی حُجّت قائم نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے شَر میں مبتلا ہونے سے پوشیدہ طور پر ڈرتے ہیں، نیز انہیں یہ خوف بھی لاحق رہتا ہے کہ ایسا کرنے سے گویا وہ خود اپنے ہی نُفُوس کو پاک دامَن قرار دیدیں گے۔

مُنافِق کی حالت

جس شخص پر یہ دونوں باتیں اُلٹ ہو جائیں گویا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیہ تدبیر کا شِکار ہے یہاں تک کہ وہ اپنے نَفْس کے مُتَعلّق تو اچھا گمان رکھتا ہے مگر دوسروں کے مُتَعلّق بدگمانی کا شِکار رہتا ہے، لوگوں کے شَر میں مبتلا ہونے کا تو خوف رکھتا ہے مگر اپنے لیے رَحْمَت کی اُمّید رکھتا ہے، حُجّت قائم کرتے ہوئے اپنے نَفْس کے لیے تو عُذر تلاش کرتا ہے مگر لوگوں کو مَلامَت کرتا ہے اور ان کی مَذمَّت سے بھی نہیں کتراتا۔ یہ سب مُنافِقین کے اَوصاف ہیں۔

علامتِ رِجا

اَہْلِ رِجا کے لیے ان کے مَقام کے مُطابِق ایک حال ہوتا ہے اور چونکہ مَقام کے مُطابِق حال کی کوئی عَلامَت بھی ہوتی ہے، لہٰذا رِجا کی عَلامَت یہ ہے کہ بندے کو رِجا والی شے کے مُشاہَدے سے اپنے رب کے ساتھ دائمی حُسْنِ مُعامَلہ و قُرب حاصِل ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حُسْنِ ظَن رکھنے اور اچھی اُمّیدیں وابستہ کرنے کی بنا پر نوافِل کی ادائیگی کے ذریعے بہت زیادہ قُرب حاصِل ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے جو نیک اَعمال بجالانے کا

حکم دیا ہے وہ اپنے فَضْل سے انہیں شَرَفِ قَبُولِیَّت عطا فرمائے اور یہ سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کَرَم سے کرتا ہے حالانکہ اس پر ان اَعمال کو قبول کرنا لازِم ہے نہ ہم اس بات کا کوئی حق رکھتے ہیں۔ بلکہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِحسان اور اس کی رَحْمَت سے جو نیک عَمَل کرتا ہے وہ اس کے بُرے اَعمال کا کفّارہ بن جاتے ہیں اس اِعْتِبار سے کہ وہ اپنے مَخْفِی لُطف وکَرَم اور اَخلاقِ حَمیدہ کی بنا پر ہم پر اپنی عِنایات فرماتا رہتا ہے مگر ایسا کرنا اس پر لازِم نہیں بلکہ ایسا وہ اس لیے فرماتا ہے کہ بندہ اس سے حُسْنِ ظَن رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس نے کوئی گناہ کیا اور اسے یہ یقین ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا اور پھر وہ اس سے بخشش کی اُمّید رکھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہ کو مُعاف فرما دیتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: اس گمان کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم کی حالَت بدَل دی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا۔

(پ ۲۴، حم السجدۃ: ۲۳)

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

(پ ۲۶، الفتح: ۱۲)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسْنِ ظَن رکھا وہ اَہْلِ نَجات سے ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے: جس نے کوئی گناہ کیا پھر اس پر غم زدہ ہوا تو اس کا گناہ مُعاف فرما دیا جائے گا اگرچہ اس نے اِسْتِغْفار نہ بھی کیا۔ [1]

مقامِ رجا کی شرعی حیثیت

رِجا کا مَقام بھی دوسرے مَقاماتِ یقین کی طرح ہے، ان میں سے کچھ فَرْض ہیں اور کچھ باعِثِ فضیلت۔ چنانچہ بندے پر فَرْض ہے کہ اپنے مولا، خالِق، مَعْبُود اور رازِق سے اُمّید رکھے اس اِعْتِبار سے کہ اس کے کَرَم اور فَضْل پر نظر رکھے اور اپنے نفس کی صِفات اور بُری باتوں کو نہ دیکھے۔ چنانچہ،

[1] ......معجم اوسط، ۳/۲۴۴، حدیث: ۴۴۷۲

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے مَنْقُول ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی چیز مانگی اور اپنے نَفْس اور اَعمال کی جانِب دیکھا تو اس کی دُعا قبول نہ ہو گی جب تک کہ اس کی نِگاہیں صِرف ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے لُطف وکَرَم پر مرکوز نہ ہوں اور اسے دُعا کی قبولِیَّت کا یقین نہ ہو جائے۔

رجا میں اخلاص

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میری عمر کی قَسَم! بے شک جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مانگا اور کسی شے میں اپنی رَغبَت کا اِظْہار کیا مگر نظر اپنے نَفْس اور اَعمال کی جانِب رکھی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی رِجا میں مُخْلِص نہیں کیونکہ اس نے نظر میں شِرک کیا ہے اور جب وہ رِجا میں مخلص ہی نہ ہو تو وہ اَہْلِ یقین میں سے بھی نہ ہو گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی شخص کے عَمَل اور دُعا کو شَرَفِ قبولِیَّت سے نوازتا ہے جو مُخْلِص ہو اور اسے دُعا کی قبولِیَّت کا یقین بھی ہو۔ چنانچہ جسے مُشاہَدۂ توحید کی دولت نصیب ہو اور اس کی نگاہوں کا مَحْوَر بھی وَحْدَانِیَّت ہی ہو تو یقیناً اِخلاص اور دُعا کی قبولِیَّت کے یقین کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ جب تم دُعا مانگو تو دُعا کی قبولِیَّت کا یقین رکھو،[1] کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی کی دُعا قبول فرماتا ہے جسے قبولِیَّت کا یقین ہو اور وہ خُلُوصِ نِیَّت سے دُعا مانگے۔ اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے دُعا کی توفیق عطا فرماتا ہے اس کے لیے عِبادَت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دُعا نِصف عِبادَت ہے۔[2] اور اللہ عَزَّوَجَلَّ صِرف مُخْلِص بندے کی ہی دُعا قبول فرماتا ہے۔

ایک دعا تین کرم نوازیاں

بندے پر دُعا کی وجہ سے تین کَرَم نوازیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ،

❀ ⟵ سب سے کم کَرَم نوازی یہ ہوتی ہے کہ اس کے نامۂ اَعمال میں اس دُعا کی وجہ سے ایک نیکی لکھ دی

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۶۵، ۵/ ۲۹۲، حدیث: ۳۴۹۰

[2] ......الفوائد الشهير بالغيلانيات لابی بكر الشافعی، باب فی أخلاق رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم ومزاحه، ۱/ ۶۳۲، حديث: ۸۴۳

جاتی ہے جس کا اجر 10 سے 700 گنا تک ملتا ہے۔

⇐ سب سے اعلیٰ کَرَم نوازی یہ ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی دُعا کو آخِرت میں اس کے لیے ذخیرہ فرما دیتا ہے جو اس کے لیے دنیا و مافیہا کی ان تمام بھلائیوں سے بہتر ہے جن کا خیال بھی اس کے دل میں کبھی نہیں آیا۔ یہ سب اس کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظَن رکھنے کی بنا پر ہے۔

⇐ مُتوسِّط کَرَم نوازی یہ ہوتی ہے کہ اس سے وہ مصیبت دُور کر دی جاتی ہے جو اگر آتی تو اس سے چھٹکارا اس کے لیے سب سے اَہَم ہوتا اور اسے اپنی مانگی ہوئی چیز سے اس مصیبت کا دُور ہونا زیادہ پسند ہوتا۔

ایک دعا تین۳ عطائیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب کوئی دعا مانگنے والا دُعا کی قبولیَّت کا یقین رکھتے ہوئے دُعا کرتا ہے اور اس کی یہ دُعا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا باعث ہو نہ قَطعِ رِحمی کا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تین۳ باتوں میں سے ایک ضَرور عَطا فرماتا ہے۔ یعنی یا تو اس کی مانگی ہوئی شے اسے عَطا فرما کر اس کی دُعا کو شَرَفِ قبولیَّت سے نوازتا ہے یا اس سے اس جیسی کوئی بُرائی دور فرما دیتا ہے یا اس دُعا کے بدلے اس کے لیے آخِرت میں ڈھیروں اَجر و ثواب جَمع فرما دیتا ہے۔ [1]

خالق مخلوق میں سب سے زیادہ کس پر ناراض؟

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتعَلِّق مَروِی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرض کی: اے میرے رب! تو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ کس پر ناراض ہوتا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور جو کسی مُعاملے میں اِستِخارہ کرے پھر میں اس کے لیے کسی فیصلے کو ظاہِر فرما دوں تو وہ اسے ناپسند کرے۔ [2]

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک، ۵/۳۳۴، حدیث: ۳۵۸۴، بتغیر قلیل
مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/۳۷، حدیث: ۱۱۱۳۳

[2] ......نوادر الاصول، الاصل السادس والستون، ۱/۲۷۰، الرقم: ۳۸۸
معجم کبیر، ۲۲/۳۲۰، حدیث: ۸۰۷

خالق کی پسند و ناپسند

ایک رِوایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرض کی: اے میرے رب! تو کس شے کو زیادہ پسند اور کس کو زیادہ ناپسند کرتا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: مجھے سب سے زیادہ پسند میری قضا پر راضی رہنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسند یہ ہے کہ تو اپنے نَفْس کی تعریف کرے۔[1]

آقا کی نصیحت

مَرْوِی ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عَرض کی: مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس شے کا فیصلہ تیرے حَق میں نہ کیا ہو اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اِلزام نہ دو۔[2]

خدا کے ہر فیصلے میں خیر ہی خیر ہے

ایک رِوایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آسمان کی جانب دیکھا اور مسکرا دیئے، اس کے مُتعلِّق عَرض کی گئی تو اِرشَاد فرمایا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مومن کے مُتعلِّق کیے گئے فیصلوں پر مُتَعَجِّب ہوا کہ مومن کے لیے اس کے ہر فیصلے میں خیر ہی خیر ہے، اگر مومن کے لیے خوش حالی کا فیصلہ کیا گیا اور وہ اس پر راضی رہے تو یہ اس کے لیے خیر کا باعث ہے اور اگر اس کے لیے تنگ دستی کا فیصلہ کیا جائے پھر بھی وہ راضی رہے تو یہ بھی اس کے لیے خیر کا باعث ہے۔[3]

حُسْنُ الظَّنِّ بِاللہ سے مُراد

حُسْنُ الظَّنِّ بِاللہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسْنِ ظَن یہ ہے کہ خوب رَغْبَت کی بنا پر اس کی حمد و ثنا

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، منصور بن المعتمر، ۵/۵۳، حدیث: ۶۲۸۷، مختصراً

[2] ......مسند احمد، حدیث عبادۃ بن الصامت، ۸/۴۰۳، حدیث: ۲۲۷۸۰، بتغیر قلیل

[3] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ص ۱۵۹۸، حدیث: ۲۹۹۹، بتغیر
مسند احمد، حدیث صھیب، ۹/۲۴۰، حدیث: ۲۳۹۷۹، بتغیر قلیل

بیان کی جائے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسْنِ ظَن اس کی بہترین عِبادَت کرنا ہے۔[1]

سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سکھائے گئے کلمات سے مراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِؕ ترجمۂ کنز الایمان: پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو **اللہ** نے اس کی توبہ قبول کی۔ (پ ۱، البقرۃ: ۳۷)

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جو کلمات سکھائے گئے وہ یہ تھے: اے میرے رب! مجھ سے جو لَغْزِش ہوئی وہ میرے نَفْس کی وجہ سے تھی یا تو نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنے عِلْم کے مُطابِق میری تقدیر میں یہ سب لکھ دیا تھا؟ اِرشَاد ہوا: یہ سب میں نے اپنے عِلْم کے مُطابِق تیری تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ عَرض کی: اے میرے رب! جیسا کہ تو نے میری تقدیر میں یہ لَغْزِش لکھی اسی طرح اب مجھے مُعاف بھی فرما دے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ یہی وہ کلمات ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سکھائے۔

بروزِ قِیامَت بندے سے سوال

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قِیامَت بندے سے اِرشَاد فرمائے گا: برائی دیکھ کر اسے روکنے سے تجھے کس نے مَنْع کیا؟ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس سوال کا جواب تلقین فرما دے تو وہ کچھ یوں عَرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے تجھ سے (مَغْفِرَت کی) اُمّید رکھی اور لوگوں سے ڈر گیا۔[2] تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: میں نے تجھے بخش دیا۔

ایک مشْہُور رِوایَت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا:

---

[1] ....مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۲۸۱، حدیث: ۸۷۱۷

[2] ....ابن ماجه، کتاب الفتن، باب قوله تعالی: یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم، ۴/ ۳۶۶، حدیث: ۴۰۱۷

ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا، پھر (قرض کی واپسی کے معاملے میں) ان سے درگزر سے کام لیتا اور تنگ دست لوگوں کو قرض معاف فرما دیتا، (اور اپنے اس عمل سے بخشش کی اُمّید رکھتا۔ چنانچہ جب) وہ اس حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملے گا کہ اس نے (اس کے علاوہ) کبھی کوئی نیک کام نہ کیا ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے فرمائے گا: ہم تجھ سے زیادہ درگزر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ پھر اس شخص کو اس کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت کا اُمّیدوار ہونے اور حُسنِ ظن رکھنے کی بنا پر بخش دیا جائے گا۔[1]

اہلِ رجا کے مختلف درجات

اہلِ رجا کے فضائل میں مختلف درجات ہیں۔ ان میں سے مُقرّبین اعلیٰ نصیب کی اُمّید رکھتے ہیں یعنی قُربِ الٰہی، اس کی بارگاہ میں حاضری اور جس قدر انہیں معانیِ صفات کی معرفت حاصل ہے ان کی تجلّی کا حصول۔ ایسا ان کے عِلمِ باری تعالیٰ کے سبب ہے۔ پھر اہلِ رجا میں سے اصحابِ یمین کا درجہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے پر یقین کی وجہ سے اس کی مزید نعمتوں اور کثیر فضل کی اُمّید میں رہتے ہیں۔

رِجا کی مختلف صورتیں

درج ذیل صورتیں بھی رِجا کی ہیں:

❀☜ نیک اعمال کے ذریعے شرحِ صدر کی دولت نصیب ہونا۔

❀☜ نیک اعمال کے فوت ہو جانے کے خوف کی بنا پر انہیں جلد از جلد سر انجام دینا اور قبولیّت کی اُمّید رکھنا۔

❀☜ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کی تکمیل اور اس کے قُرب کے حصول کی اُمّید میں بُرائی کو ترک کرنا اور نفس سے مجاہدہ کرنا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمتِ الٰہی کے اُمّیدوار ہیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل انظار المعسر، ص ۸۴۴، حدیث: ۲۹(۱۵۶۰)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس آیتِ مُبارَکہ میں مذکور مُہاجر اور مُجاہِد کی تفسیر کچھ یوں بیان فرمائی ہے کہ مُہاجِر وہ ہوتا ہے جو بُرائی کو چھوڑ دے اور مُجاہِد وہ ہے جو رَضائے خُداوندی کے حُصول کی خاطِر اپنے نَفْس سے مُجاہَدہ کرے۔[1]

❀☜ قرآنِ کریم کی کَثْرت سے تِلاوَت کرنا۔

❀☜ نَماز قائم کرنا جو معبودِ بَرحَق کی عِبادَت ہے۔

❀☜ ظاہِری وپوشیدہ طور پر تھوڑا بہُت (جس قَدر اور جیسے ممکن ہو) راہِ خُدا میں مال خرچ کرنا۔

❀☜ دُنْیاوِی تجارَت میں مشغول ہو کر راہِ حَق سے غافِل نہ ہونا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَہْلِ رِجا میں سے مُحَقِّقِین کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ (پ۲۲، فاطر: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کِتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خَرْچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہِر وہ ایسی تجارَت کے اُمّیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں۔

❀☜ رات کی گھڑیوں میں عِبادَت کرنا یعنی جب دِلوں میں خَوفِ اِلٰہی قرار پکڑنے کی وجہ سے پہلو بستروں سے دُور ہو جائیں تو نَمازِ تہجُّد کے لیے طویل قِیام کرنا اور دُعا میں مشغول رہنا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَہْلِ رِجا کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رَحمَت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب حرمة المؤمن وماله، ۴/۳۲۰، حديث: ۳۹۳۴

ترمذی، كتاب فضل الجهاد، باب ماجاء في فضل من مات مرابطا، ۳/۲۳۲، حديث: ۱۶۲۷

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ رجا، اہلِ خوف اور رات کی گھڑیوں میں نمازِ تہجد پڑھنے والوں کو عُلَما کا نام دیا ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو ڈرتا ہے نہ اُمّید رکھتا ہے وہ عالِم نہیں کیونکہ دونوں (یعنی خوف ورجا والے اور بے خوف وناامّید لوگوں) کا مَقام ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔

مُقرّبین کے نزدیک رِجا

مُقرَّبین کے نزدیک رِجا یقین کا پہلا مَقام ہے اور یہ صِدِّیقِین کا ظاہِری وَصْف ہے، بندے کے دل میں وَصْفِ رِجا اس وَقْت ہی مرتبۂ کمال تک پہنچتا ہے اور اسے پایۂ ثُبات حاصِل ہوتا ہے جب اس میں درج ذیل اَوصاف پائے جائیں: ❀ اِیمانِ باری تعالیٰ ❀ ھِجْرَت اِلَی اللہ ❀ مُجاہَدۂ نَفْس ❀ تِلاوَتِ قرآن ❀ اِقامَتِ صلاۃ ❀ اِنْفَاق فِی سبیل اللہ ❀ رات کی گھڑیوں میں سجدوں کی کَثْرت و قِیام اور ❀ ان تمام اَوصاف کے ساتھ ساتھ خَوفِ اِلٰہی۔

یہ اہلِ رجا کی جُملہ صِفات ہیں جبکہ اہلِ یقین کے اَحْوال کی یہ اِبْتِدا ہے۔ اس کے بعد ان اَوصاف کے ذریعے غیب کی باتوں کے مُکاشَفے اور اَنْوار وعُلُوم کی زِیادَتی سے قلب وجَوارِح کے ظاہِری وباطِنی اَعمال کی زِیادَتی ہوتی ہے۔

خوف ورِجا کے ذریعے مَقامِ علم وعمل تک رسائی

خوف ورِجا دو مختلف مَقامات تک پہنچنے کے راستے ہیں، خوف عُلَمائے کِرام کو مَقامِ عِلْم تک اور رِجا عاملین کو مَقامِ عَمَل تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ رِجا کے اَوصاف بیان فرمائے ہیں کہ یہ لوگ نیک اَعمال بجالاتے ہیں، ان کی رِجا خوف سے مُتَّصِل ہوتی ہے، یہ اپنی رِجا کی سچّائی میں کامِل ہیں جس پر رَشک کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں۔

ایک مَقام پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے نیک اَعمال اور ان کے وعدے کی پاسداری کی خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے:

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا (پ۲۷، الطور: ۲۶، ۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سَہمے ہوئے تھے تو اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا (پ۲۹، الدھر: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنی مَنَّتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں۔

اس لیے کہ خوف رِجا سے ملا ہوا ہے، لہٰذا جس نے اُمّید رکھی تو اسے اپنی اُمّید والی شے سے کم تر شے کے قطعی حُصُول کا خوف بھی لاحق ہو گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اِیمان والوں سے فرماؤ درگزریں ان سے جو اللہ کے دِنوں کی اُمّید نہیں رکھتے۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اَہْلِ عَرَب کے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ﴿ **لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ** ﴾ سے مُراد وہ لوگ ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی سزاؤں سے نہیں ڈرتے۔ (یعنی یہاں رِجا خوف کے معنٰی میں ہے) چنانچہ جب اُمّید کا دامَن نہ تھامنے والے لوگوں کے لیے اس کی مَغْفِرَت کے حُکْم کا عالَم یہ ہے تو اُمّید سے وابستہ لوگوں پر اس کے فَضْل وکَرَم کا عالَم کیا ہو گا؟ اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ **وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ** (پ۵، النسآء: ۱۰۴) ﴾[1] میں بھی رِجا خوف کے معنٰی میں ہی ہے۔ اگر عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک خوف ورِجا ایک ہی شے کی طرح نہ ہوتے تو وہ ایک کی تفسیر دوسرے سے بیان نہ کرتے۔

---

[1] .... ترجمۂ کنز الایمان: اور تم اللہ سے وہ اُمّید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

محبتِ باری تعالیٰ اور اس کی علامت

خَلْوَت میں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اُنس و محبت رکھنا رِجا ہے اور محبتِ باری تعالیٰ کی علامت یہ ہے کہ بندہ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے محبت رکھے اور اَولیائے عُظّام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا قُرب حاصِل کرنے کی کوشِش کرے، نیک لوگوں کی ہم نشینی سے تنہائی و وَحْشَت دُور کرے کہ دِل اور رُوح کا سُکون انہی نیک بندوں کے ہاں ہے۔

نیکی کے کاموں پر تعاوُن

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر تعاوُن میں بوجھ محسوس نہ کرنا بھی رِجا ہے کیونکہ اس میں نیک اَعمال کی حلاوَت پائی جاتی ہے، ان کے بجالانے میں جلدی کی جاتی ہے، نیک اَعمال کرنے والوں کو ترغیب ملتی ہے، ان کے فوت ہو جانے پر دُکھ اور اَنجام دینے پر خوشی ہوتی ہے۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جسے نیکی سے خوشی اور بُرائی سے دکھ ہو وہ مومِن ہے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میری اُمَّت کے نیک لوگ وہ ہیں جو نیکی کر کے خوش ہوتے ہیں اور بُرائی کا اِرْتِکاب کر کے اِسْتِغفار کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ مومِن یقین اور دینی بصیرت پر ہوتا ہے۔[2]

خوف و رجا اہلِ یقین کی صِفت ہے

خوف و رِجا اس شخص کی صِفَت ہے جو اہلِ یقین میں سے ہو، چنانچہ یہ جب کوئی نیک عَمَل کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کی سچائی اور اس کے کَرَم کی وجہ سے نیک عَمَل پر ثواب کا یقین رکھتا ہے، اس اِعْتِبار سے اس کا فرمانبرداروں میں شامِل ہونا گویا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور رَضا حاصِل کرنا ہے کیونکہ عِلْم اس بات کی رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا جب یہ رَضائے خداوندی اسے دنیا میں ہی مل گئی تو یہ اپنے مالِک کی رَضا پر کیونکر خوش

[1] ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، ۴/۶۷، حدیث: ۲۱۷۲

[2] ......مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، باب الصیام فی السفر، ۲/۳۷۳، حدیث: ۴۴۹۳، مختصرا

نہ ہو گا؟ اور جب کوئی بُرا عمل کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ کام بُرے کاموں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَعید کے خوف اور اس کی عظمت کی بنا پر مکروہ ہے اور اس پر عذاب کا شکار ہونے کا خدشہ ہے۔ اس اِعْتِبار سے اس کا نافرمانوں میں شامِل ہونا گویا اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غضب اور ناپسندیدہ اُمور میں داخِل کر دے گا کہ عِلْم اس پر دلیل ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو اسے کبھی پسند نہ آئے گی کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے سَبَب آج یہ مَعاصی کا شکار ہے تو کل بروزِ قیامت عذاب کا شکار ہو گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ندا کی جائے گی کہ ضَرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زِیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو۔

کل کی ناراضی بہتر ہے یا آج کی؟

مَنْقُول ہے کہ جب (نافرمان لوگ) جہنّم میں اپنے نُفُوس کی بگڑی ہوئی شکلوں کو دیکھیں گے تو ان پر ناراضی کا اِظْہار کریں گے، اس پر انہیں نِدا دی جائے گی: دنیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تم سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی آج عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تمہارے اپنے نُفُوس پر ناراض ہونے سے بڑی تھی۔ اسی طرح آج اس کی فرمانبرداری کے ذریعے اس کی رَضا حاصِل کرنا کل اس کی جنّت میں نعمتوں کے حُصُول کا باعِث ہو گا۔ یہ اس بندے کی صِفَت ہے جسے عِلْمِ یقین کا مُکاشَفہ حاصِل ہو۔

خدا کے محبوب و مبغوض کی علامت

حضرت سَیِّدُنا زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رِسالت میں حاضِر ہو کر عَرْض کی: میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں یہ پوچھنے کے لیے حاضِر ہوا ہوں کہ اس شخص کی عَلامَت کیا ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے اور اس شخص کی عَلامَت کیا ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہیں چاہتا؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ یعنی (پہلے یہ بتاؤ کہ) تم نے صُبْح کیسے کی؟ عَرْض کی: میں نے اس حال میں صُبْح کی ہے کہ میں نیکی اور نیک لوگوں کو پسند کرتا ہوں اور

جب میں خود کوئی نیکی کرنے پر قُدرَت پاتا ہوں تو فوراً اس پر عَمَل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور ثواب کی اُمّید بھی رکھتا ہوں اور جب کوئی خیر کا کام نہ کرپاؤں تو اس پر غم زدہ ہو جاتا ہوں اور (موقع ملنے پر) اس پر عَمَل کرنے کا مشتاق رہتا ہوں۔ اِرشَاد فرمایا: یہ علامَت ہے کہ اس شخص کی جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے اور اگر تمہارا شُمار ان دوسرے لوگوں میں ہوتا تو وہ تمہارے لیے انہی لوگوں جیسے کاموں کو آسان فرما دیتا، پھر یہ پَروا بھی نہ کرتا کہ تم کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہو۔ [1]

رجا کی مزید پانچ۵ صورتیں

دَرَج ذیل اُمور بھی رِجا میں سے ہیں:

- بارگاہِ خداوندی میں ہمیشہ حاضِری سے لذّت پانا۔
- مُناجاتِ باری تعالٰی سے آسُودَگی (راحَت) پانا۔
- کلامِ باری تعالٰی کو توجّہ سے سننا۔
- عِشقِ باری تعالٰی کی لذّتوں سے لُطف اندوز ہونا۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَفْوِ جمیل اور فَضْلِ جَزِیل کے حُصُول میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسْنِ ظَن رکھنا۔

نورِ توحید و نارِ شرک

کسی عارِف کا قول ہے کہ توحید کا نُور ہوتا ہے اور شِرک کی نار (یعنی آگ)۔ نُورِ توحید **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَحدَانِیَت کا اِقْرَار کرنے والے کی نافرمانیوں کو اس تیزی سے جلا کر خَاکِسْتَر (راکھ) کرتا ہے کہ نارِ شِرک مُشْرِک کی نیکیوں کو اس قَدْر جلْد نہیں جلاتی۔

تین۳ بزرگوں کا دنیا سے کوچ کا عالَم

حضرت سَیِّدُنا سلیمان تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے جَہانِ فانی سے کُوچ کا وَقْت قریب آیا تو آپ رَحمَۃُ

[1] ......السنۃ لابن ابی عاصم، باب رقم: ۹۰، ص ۹۴، حدیث: ۴۲۴
حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن مسعود، ۱/ ۴۶۱، حدیث: ۱۳۰۰

اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے شہزادے سے فرمایا: اے میرے جگر گوشے! میرے سامنے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رخصتیں بیان کر اور رِجا کا تذکرہ کر یہاں تک کہ میں جب اس جہانِ فانی سے کُوچ کروں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حُسنِ ظَن رکھتا ہوا اس کی بارگاہ میں حاضِر ہوں۔

اسی طرح مَنْقُول ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے وِصال کا وَقْت قریب آیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس جَمْع ہونے والے عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام انہیں مَغْفِرَت کی اُمّید دلانے لگے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل کے مُتَعَلِّق بھی مَرْوِی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھی آخری وَقْت میں اپنے شہزادے سے فرمایا: میرے سامنے وہ اَحادِیْثِ مُبارَکہ بیان کرو جن میں رِجا اور حُسنِ ظَن کا تذکرہ ہے۔

صاحبِ قوت کا تبصرہ

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اگر رِجا اور حُسنِ ظَن کے مَقامات اَفضل نہ ہوتے تو زِندَگی سے جُدائی اور بارگاہِ خُداوندی میں حاضِری کے وَقْت یہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ان مَقامات کے حُصُول کی خواہش نہ فرماتے، انہوں نے ایسا اس لیے کیا تا کہ ان کا خاتِمہ رِجا اور حُسنِ ظَن پر ہو حالانکہ وہ ساری زِندَگی حُسنِ خاتِمہ کی دُعا مانگتے رہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ زِندَگی میں خوف اَفضل ہے اور وِصال اِلَی الحَق کے وَقْت رِجا۔

اقرارِ توحید کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا یحیٰی بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مَقاماتِ رِجا کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں: جب ایک ساعَت توحید کا اِقرار 50 سال کے گناہوں کو مِٹا دیتا ہے تو 50 سال توحید کا اِقرار گناہوں کے ساتھ کیا کرے گا؟

براہِ راست بارگاہِ خداوندی سے تعلق

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: خوف اَہْلِ رِجا کے لیے ہے۔ ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: اَہْلِ خوف کے سوا باقی تمام عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا تعلّق براہِ راست بارگاہِ خداوندی سے

مُتَّصِل نہیں بلکہ اَہلِ خوف میں سے اَہلِ رِجا ہی ایسے ہیں جن کا تعلّق بارگاہِ خُداوندی سے براہِ راست مُتَّصِل ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ رِجا کو مَحبَّت کا ایک مَقام قرار دیتے۔ نیز عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک رِجا مَحبَّت کا پہلا مَقام ہے اور بندہ مَحبَّت میں اسی قَدْر بُلَند دَرَجات پر فائز ہوتا ہے جس قَدْر رِجا اور حُسْنِ ظَن میں اس کے دَرَجات بُلَند ہوتے ہیں۔

رجا کے متعلق 9 فرامینِ مصطفےٰ

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) رِجا کے مُتَعلِّق **الله** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو رِوایات مَرْوِی ہیں انہیں عام لوگوں کے سامنے بیان کرنا مُناسِب نہیں، اس کے باوُجُود ہمیں جو روایات مَعْلُوم ہوئیں ان میں سے کچھ یہاں بیان کر رہے ہیں:

﴿1﴾ **الله** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رَحْمَت کے فَضْل سے جہنّم میں ایک کوڑا پیدا فرمایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو جنّت کی طرف ہانکے گا۔[1]

﴿2﴾ **الله** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میں نے اپنی مَخلوق کو اس لیے پیدا فرمایا تاکہ وہ مجھ سے نَفْع حاصِل کرے، نہ کہ میں اس سے نَفْع حاصِل کروں۔[2]

﴿3﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں ہے: **الله** عَزَّوَجَلَّ نے ہر ایک شے پر کسی دوسری شے کو غَلَبہ ضَرور عَطا فرمایا۔ جیسا کہ اپنے غَضَب پر اپنی رَحْمَت کو غَلَبہ عَطا فرمایا۔[3]

﴿4﴾ **الله** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنے ذِمَّۂ کَرَم پر رَحْمَت لازِم کرلی (اور فرمایا) میری رَحْمَت میرے غَضَب پر حاوِی ہے۔[4]

---

[1] ……امالی ابن بشران، المجلس الخامس والأربعون والستمائة فی رجب من السنة، ۱/۴۲، حدیث: ۱۲۷

[2] ……رسالہ قشیریہ، باب الرجاء، ص ۱۷۳

[3] ……مستدرک، کتاب التوبۃ والانابۃ، باب ما خلق الله من شیئ الا وقد خلق لہ ما یغلبہ، ۵/۳۵۴، حدیث: ۷۷۰۸

[4] ……بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله: بل ھو قرآن مجید . . . الخ، ۴/۵۹۵، حدیث: ۷۵۵۴

مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ الله وانھا سبقت غضبہ، ص ۱۴۷۱، حدیث: ۲۷۵۱

(5) ← حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا وہ (آخرکار) جنّت میں داخِل ہو (ہی جائے) گا۔[1]

(6) ← جس کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہو آگ اسے کبھی نہ چھوئے گی۔[2]

(7) ← جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے کہ اس نے شرک نہ کیا ہو تو آگ اس پر حَرام کر دی جائے گی۔[3]

(8) ← جس کے دل میں ذرّے کے وَزْن برابر بھی اِیمان ہو گا جہنّم میں داخِل نہ ہو گا۔[4]

(9) ← اگر کافِر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت کی وُسْعَت جان لے تو کوئی بھی اس کی رَحمت سے مَایُوس نہ ہو۔[5]

رحمتِ خداوندی کی مثالیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی نِشانیوں کے ظُہُور کے بعد سب سے بڑے کبیرہ گناہ کو مُعاف کرنے کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ (پ ۶، النسآء: ۱۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اسکے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آچکیں تو ہم نے یہ مُعاف فرما دیا۔

ایک مَقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَوْلِیائے عِظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے اپنے اَحکام کے نَفاذ اور اپنی مَشِیَّت کے اِجْرا کی پہچان کراتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۲۰۹ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اس کے بعد بھی بچلو (بہکو) کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زَبَرْدَست حِکْمَت والا ہے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ... الخ، ص ۶۲، حدیث: ۱۵۴ (۹۴)
مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۳۴، حدیث: ۲۲۰۷۰
مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۳۴۸، حدیث: ۳۸۸۷

[2] ......مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۴۵، حدیث: ۲۲۱۲۱، بتغیر

[3] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول عن الموت، ۵/۲۷۷، ۲۷۲، حدیث: ۱۰۹۶۸، ۱۰۹۴۴

[4] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الکبر، ۳/۴۰۲، حدیث: ۲۰۰۶

[5] ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ وانہا سبقت غضبہ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۵، بتغیر قلیل

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

عَزِیۡزٌ سے مُراد وہ ہستی ہے جس کی کَرَم نوازی کے بغیر کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا اور حَکِیۡمٌ سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے فیصلے اپنی مَشِیَّت کے مُطابِق فرماتا ہے۔ پھر تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور کوئی پروا نہیں کرتا جیسا اس نے کافِروں کی یہ بات ان لوگوں (یعنی بنی اسرائیل) کی زبانوں پر جارِی فرما دی کہ جنہیں اس نے تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی مگر اس کی عَطا کردہ فضیلت کے باوُجود انہیں اس قول نے کوئی نقصان نہ پہنچایا جب انہوں نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کی:

اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۳۸)

ترجمۂ کنز الایمان: (اے موسیٰ) ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔

مزید اِرشاد فرمایا:

قَالَ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِيۡكُمۡ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۴۰﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی۔

قبیلہ جالوت کے سردار کو دندان شکن جواب

بَنی اِسرائیل کے قبیلہ جَالُوت کے سردار نے جب امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے یہ کہا کہ تم (یعنی مسلمان) اپنے نبی کے 30 سال بعد ہی ایک دوسرے کی گردنیں تلواروں سے کاٹنے لگے ہو۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: تم تو وہ لوگ ہو جن کے پاؤں بھی ابھی سمندر کے پانی سے خشک نہ ہوئے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کرنے لگے: ہمارے لیے بھی ایک خدا بنا دیجئے جیسا ان کے اتنے خدا ہیں۔[1]

خوش خبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم لوگوں کے سامنے ان

---

[1] ......فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، فضائل علی علیہ السلام، ۲/۷۲۵، حدیث: ۱۲۴۵

کے رب کا تذکرہ کرو تو انہیں ایسی باتیں نہ بتاؤ جن سے وہ ڈر جائیں اور مُتَنَفِّر ہوں۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: خوش خبری دو، نَفْرَت نہ پھیلاؤ، آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔[2]

بندوں کو رحمتِ خداوندی سے مایوس مت کرو

ایک مرتبہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو نصیحت کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ (یہ فرمانے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے تو) حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے خِدْمَتِ عالیشان میں حاضِر ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ پیغام دیا کہ آپ نے میرے بندوں کو (میری رَحْمَت سے) مَایُوس کیوں کیا؟ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس تشریف لائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت وبخشش کی اُمّید دِلائی اور اس کے حُصُول کا شوق دِلایا۔[3]

حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب یہ آیتِ مُبارَکہ ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ① (پ ۱۷، الحج: ۱) ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قِیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ ﴾ تِلاوَت فرمائی تو دَرْیافْت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ (پھر خود ہی اِرشَاد فرمایا) یہ وہ دن ہے جب (حضرت سَیِّدُنا) آدم (عَلَیْہِ السَّلَام) سے فرمایا جائے گا: اٹھئے اور اپنی ذُرِّیَّت میں سے جہنّم کا حِصّہ نکالئے۔ وہ عَرْض کریں گے: کتنا؟ فرمایا جائے گا: ہزار میں سے 999 جہنّم کی طرف اور ایک جنّت کی طرف بھیجئے۔ راوی فرماتے ہیں (یہ سن کر) صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سارا دن روتے رہے اور کام کاج بھی چھوڑ دیئے۔ پھر سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مَدَد گار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لائے اور (ان کی حالَت دیکھ کر انہیں تسلّی دیتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہاری مِثال

[1] ....السنة لابن ابی عاصم، باب ما ذکر عن النبی انه قال: لا تحدثوا الناس بما یفزعهم . . . الخ، ص ۱۵۳، حدیث: ۲۵۳

[2] ....بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا، ۱/ ۴۲، حدیث: ۶۹

[3] ....مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب توقیره صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وترک اکثار سؤاله . . . الخ، ص ۱۲۸۳، حدیث: ۲۳۵۹، مختصراً
صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب الزجر عن کتبة المرء . . . الخ، ۱/ ۱۶۲، حدیث: ۱۱۳

اُمّتوں میں ایسی ہے جیسے کسی کالے بیل کی جلد پر سفید بال ہوں۔[1]

اگر تم گناہ نہ کرو گے تو!

ایک مَشْہُور حدیث میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرَت نِشان ہے: اگر تم گناہ نہ کرو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جو گناہ کرے گی تاکہ وہ انہیں مُعاف فرمائے۔[2] ایک رِوایَت میں اَلفاظ کچھ یوں ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہلاک فرما کر ایک ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو گناہ کرے گی تاکہ وہ ان کی مَغْفِرَت فرمائے۔ کیونکہ وہ بخشنے والا اور رَحم فرمانے والا ہے۔[3]

حدیثِ پاک کی شرح

مُراد یہ ہے کہ مَغْفِرَت اور رَحمتِ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفات ہیں لہٰذا ایک ایسی مخلوق کا ہونا ضَروری ہے جس پر یہ صِفاتِ باری تعالیٰ صادِق آئیں جیسا کہ عِلْمِ مَعْرِفَت کے مُتَعَلِّق کہا جاتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہر اِسم کی ایک صِفَت ہے اور ہر صِفَت کا ایک فعل ہے۔ اس بات میں مَعْرِفَت کا راز پوشیدہ ہے اور یہ خواص کی مَعْرِفَت ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ایک رات میں اکیلا طواف میں مصروف تھا، وہ رات شدید تاریک تھی اور بارش بھی زوروں پر تھی، میں بابِ کعبہ کے قریب مُلْتَزَم میں کھڑا ہو کر عَرْض کرنے لگا: اے میرے رب! مجھے گناہ سے محفوظ فرمالے کہ میں کبھی تیری نافرمانی نہ کروں۔ اچانک بیتُ **اللہ** سے ہاتِفِ غیبی کی آواز آئی: اے ابراہیم! تم بھی گناہوں سے محفوظ رہنے کی درخواست کر رہے ہو جبکہ میرا ہر مومن بندہ مجھ سے یہی طَلَب کرتا ہے، اگر میں نے سب کو گناہوں سے محفوظ فرما دیا تو اپنا فَضْل کس پر فرماؤں گا؟ اور کس کی مَغْفِرَت فرماؤں گا؟

---

[1] ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحج، ۵/۱۱۳، حدیث: ۳۱۷۹
بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصۃ یاجوج وماجوج، ۲/۴۱۹، حدیث: ۳۳۴۸
السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب التفسیر، سورۃ الحج، ۶/۴۰۹، حدیث: ۱۱۳۳۹
[2] ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبۃ، ص ۱۴۶۹، حدیث: ۲۷۴۸
[3] ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبۃ، ص ۱۴۷۰، حدیث: ۲۷۴۹

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اگر مومن گناہ نہ کرے تو پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے گناہوں کے ذریعے اسے (پرواز سے) روک رکھا ہے۔

اسی کی مِثل حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مغفِرت نِشان ہے: اگر تم گناہ نہ کرو تو مجھے خَدْشَہ ہے کہیں تم گناہوں سے بھی زیادہ بُری شے میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ عَرض کی گئی: وہ کیا چیز ہے؟ اِرشاد فرمایا: عُجب و خود پسندی۔[1]

نفس کی صِفات

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) میری عمر کی قَسم! عُجب (خود پسندی) مُتَکَبِّر نَفْس کی صِفَت ہے اور یہ اَعمال کو برباد کر دیتا ہے، یہ اَعمالِ قُلُوب کے کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور گناہ نفسانی خواہشات کے اَخلاق ہیں۔ (سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خَدْشَہ کی وجہ یہ تھی کہ) بندہ نَفْس کی 10 خواہشات میں مبتلا ہو یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ نَفْس کی کسی صِفَت میں مبتلا ہو یعنی کِبْر، عُجب، بَغاوَت و سرکشی، حَسَد، حُبِّ مدح و طَلَبِ شُہْرت۔ کیونکہ ان میں سے بعض صِفات ایسی ہیں جو صِفاتِ باری تعالٰی کے مَعانی سے مُشابہ ہیں اور بعض شیطانی اَوصاف کے مُشابہ ہیں جن کی وجہ سے ابلیس لعین ہلاک و برباد ہوا۔ نفسانی خواہشات بندے کی فطری صِفات ہیں جن کی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے بھی لَغزِش ہوئی مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مقامِ مجتبٰی پر فائز فرمایا، ان کی توبہ قبول کی اور انہیں راہِ حق سجھائی۔

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث فرماتے ہیں: نَفْس کا مَدح پر راحَت پانا اس کے گناہوں میں مبتلا ہونے سے زیادہ نُقْصان دہ ہے۔

کسی کو بھی حقیر نہ جانو

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن حسین رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک مُخَنَّث (یعنی ہیجڑے) کو دیکھ کر اسے حقیر جانتے ہوئے منہ پھیر لیا تو وہ آپ کی جانِب متوجّہ ہو کر بولا: آپ بھی وُہی کر رہے ہیں (جو ہمیں دیکھ کر عام لوگ کرتے

---

[1] ...... شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/ ۴۵۳، حدیث: ۷۲۵۵

ہیں) چنانچہ آپ کے لیے یہی کافی ہے جس میں آپ مبتلا ہیں۔ آپ نے گھبرا کر فوراً اس سے پوچھا: تو کیا جانتا ہے؟ عَرض کی: آپ کے دل میں یہ بات تھی کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس بات کا اِعْتِراف کیا اور اِسْتِغْفار کرنے لگے۔

آیتِ دَین اور بخشش کی اُمّید

عارِفین میں سے کسی اَہْلِ رِجا نے جب سورہ بقرہ کی آیتِ دَین (یعنی 282 نمبر آیت) تلاوت فرمائی تو خوش ہو گئے اور اسے بَشارَت سمجھا اور ان کی اُمّید پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ جب ان سے عَرض کی گئی کہ اس آیتِ مُبارَکہ میں رِجا کا تذکرہ ہے نہ کوئی بَشارَت (تو خوشی کی وجہ کیا ہے؟)۔ فرمانے لگے: کیوں نہیں! اس میں تو بَہُت بڑی رِجا کا ذِکْر ہے۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ فرمایا: دنیا ساری کی ساری قلیل ہے اور اس میں انسان کا رِزْق اس سے بھی قلیل ہے، پھر اس رِزْق میں سے اس کا قَرْض تو بَہُت ہی قلیل ہے، جب **الله** عَزَّوَجَلَّ نے اس (انتہائی قلیل رِزْق یعنی قَرْض) میں میرے لیے مَصْلَحَت اندیشی سے کام لیا اور مجھ پر نِگاہِ کَرَم فرمائی کہ میرے قَرْض کو گواہوں اور تحریری دستاویزات سے پختہ فرما دیا اور اس کے مُتَعَلّق قرآنِ مجید میں ایک طویل آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی۔ اب اگر مجھے موت بھی آجائے تو مجھے (اس قَرْض کی وُصولی یا ادائیگی کی) کوئی پروا نہیں (کہ یہ سب لین دین میرے وُرَثا کر لیں گے، جب دنیا میں میرے اتنے قلیل مال کے لیے **الله** عَزَّوَجَلَّ نے اس قَدْر اِحْتِیاط کا حکم دیا اور مجھ پر کَرَم فرمایا تو) بروزِ قِیامَت اس کا میرے ساتھ سُلوک کیسا ہو گا کہ جب میرے نَفْس کا کوئی بَدَل نہ ہو گا؟

رحمتِ خداوندی کی چھما چھم برسات

اَہْلِ رِجا میں سے کسی نے جب یہ آیتِ مُبارَکہ ﴿ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝۴۷ (پ ۲۴، الزمر: ۴۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں **الله** کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ ﴾ تِلاوت فرمائی تو وہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے جُود و کَرَم اور اِحسان کی ایسی وادیوں کی اُمّید رکھنے لگے کہ دنیا میں ان کے مُتَعَلّق کسی کو کبھی خیال بھی نہ گزرا ہو گا۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْہَادِی فرماتے ہیں: اگر **الله** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کی ایک نِگاہ بھی پڑ

جائے تو گناہ گار نیکوکار بن جائیں۔ یہی مفہوم ایک رِوایَت میں بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بروزِ قِیامَت اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسی مَغْفِرَت فرمائے گا کہ کسی کے دل میں اس کا خَیال تک نہ گزرا ہو گا یہاں تک کہ ابلیس بھی اس اُمّید میں اپنا دامَن پھیلالے گا کہ اسے بھی اس میں سے کچھ مِل جائے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی (رحمتیں پوری 100 ہیں مگر اس نے) 99 رحمتیں (اپنے پاس رکھی) ہیں اور ایک رَحْمَت دنیا میں ظاہِر فرمائی ہے جس کی وجہ سے تمام مخلوق باہم ایک دوسرے سے رَحْمَت بھرا سُلُوک کرتی ہے، ماں اپنی اولاد پر شفقت فرماتی ہے، جانور اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، بروزِ قِیامَت اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اس رَحْمَت کو بھی باقی 99 رحمتوں کے ساتھ ملادے گا، پھر اپنی ان رحمتوں کو تمام مخلوق پر پھیلادے گا، (جان لو کہ) ان میں سے ہر رَحْمَت آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہو گی۔[2] مزید اِرشَاد فرمایا: پس اس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس قدْر رَحْمَت کے باوُجُود کوئی ہلاک ہونے والا ہی ہلاک ہو گا۔

کسی عالِم کا قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب بروزِ قِیامَت کسی بندے کا کوئی گناہ مُعاف فرمائے گا تو وہ ایسے ہر بندے کو بھی مُعاف فرمادے گا جس نے یہ گناہ کیا ہو گا۔

کیا صِرف عَمَل باعِث نجات ہو گا؟

حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمَت نِشان ہے: عَمَل کرو اور خوش خبری پاؤ مگر یاد رکھو کہ کوئی بھی ہر گز اپنے عَمَل سے نجات نہ پائے گا۔[3]

ایک رِوایَت میں ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم میں کوئی بھی اپنے عَمَل سے جنّت میں جائے گا نہ جہنّم سے نجات پائے گا۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرض

---

[1] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن، ۱/۹۸، حدیث: ۹۳
معجم اوسط، ۴/۶۵، حدیث: ۵۲۲۷

[2] ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ وانھا سبقت غضبہ، ص ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۳، ۲۷۵۲، بتغیر

[3] ......مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ، ص ۱۵۱۴، حدیث: ۲۸۱۸، بتغیر قلیل
سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب لا ینجی احد کم عملہ، ۲/۳۹۵، حدیث: ۲۷۳۳

کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی؟ اِرشَاد فرمایا: میں بھی نہیں، مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی رَحْمَت اور فَضْل وکَرَم کے دامَن میں ڈھانپ رکھا ہے۔[1]

سرکار کی شفاعت

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ شَفَاعَت نِشان ہے: میں نے اپنی شَفَاعَت کو اپنی اُمَّت کے کبیرہ گناہوں کا اِرْتِکاب کرنے والوں کے لیے چھپا رکھا ہے۔[2] ایک رِوایَت میں اَلفاظ کچھ یوں ہیں: کیا تم شَفَاعَت کو نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے سمجھتے ہو؟ یہ (ان کے لیے نہیں) بلکہ خطاکاروں اور گناہ گاروں کے لیے ہے۔[3]

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجتے وَقْت نصیحت کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: **یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا۔** یعنی آسانی پیدا کرنا اور تنگی کا باعث نہ بننا، خوش خبری دینا اور نَفْرَت نہ پھیلانا۔[4]

مخفی لطف واحسانِ خداوندی کا علم

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم اور مَخْفِی لُطف واِحسان کا عِلْم مومنین کے ہاتھوں سے دامَنِ اُمّید چھڑاتا ہے نہ ان کی رِجا اور حُسْنِ ظَن میں کمی کرتا ہے اور نہ ان کے خوف میں اِضافے کا باعث بنتا ہے تاکہ وہ اس کی رَحْمَت سے مَایُوس نہ ہوں کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جبریت وکِبْرِیَائی کو جانتے ہیں اس اِعْتِبار سے کہ جس سے ڈرا جاتا

---

[1] ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب لن یدخل احد الجنة بعملہ بل برحمة اللہ، ص ۱۵۱۴، حدیث: ۲۸۱۷
مسند احمد، مسند ابی ہریرة، ۳/۳۴۱، ۶۱۵، حدیث: ۹۰۷۴، ۱۰۷۹۳

[2] ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب اختباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوة الشفاعة لامتہ، ص ۱۲۹، حدیث: ۱۹۹، بتغیر
تاریخ بغداد، ۱/۴۱۳، الرقم: ۳۶۲: محمد بن ابراھیم بن کثیر، بدون: لاھل الکبائر

[3] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعة، ۴/۵۲۴، حدیث: ۴۳۱۱

[4] ......بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب مایکرہ من التنازع... الخ، ۲/۳۲۰، حدیث: ۳۰۳۸

ہے اسی سے محبّت کی جاتی ہے اور اس کی محبّت مومنین میں اُنْس پیدا کرتی ہے اور انہیں مَقامِ رِجا تک لے جاتی ہے، جبکہ اس کی ہَیبت انہیں گھبراہٹ میں مبتلا رکھتی ہے اور مَقامِ خوف پر فائز کرتی ہے۔ چنانچہ ان کی ہَیبت کا خوف باعثِ لذّت اور محبّت سے لُطف اندوز ہونا باعثِ ہَیبت ہے۔ یہ لوگ خوف و محبّت کے مَقامات میں مُعتَدِل رہتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عَطا کردہ قوّت وعِلْم کی دولت سے بُلَند مرتبے پر فائز ہوتے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ کے مُشاہَدے میں ثابت قَدَم رہتے ہیں۔

رحمت وعلم کا تعلق

یہ مَقام اہلِ یقین میں سے عارِفین کا وَصْف ہے جو کامِل ایمان والے اور خواص اَہْلِ یقین ہیں، اس لیے کہ انہیں یہ مَعْرِفَت حاصِل ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی صِفات میں کامِل ہے، اس کی کسی صِفَت میں کوئی نَقْص نہیں، اس کی رَحْمَت کا تعلّق وُسْعَتِ عِلْم سے ہے جیسا کہ عِلْم کا تعلّق وُسْعَتِ قُدْرَت سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے کلامِ باری تعالیٰ سن کر اس کے اَوصاف کا مُشاہَدہ حاصِل کیا کہ وُہی عِلْم والا اور قُدْرَت والا ہے۔

جہنّم رحمتِ خداوندی کی وُسعَت میں شامل ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے تیرے رَحْمَت و عِلْم میں ہر چیز کی سمائی ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۷)

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رَحْمَت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

عارِفین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے یہ مفہوم اَخذ فرمایا ہے کہ جہنّم وغیرہ بھی اس کی رَحْمَت کی وُسْعَت میں شامِل ہے اس اِعْتِبار سے کہ وہ بھی ایک شے ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مُبارَکہ کے اگلے حصّے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ترجمۂ کنز الایمان: تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۶)

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاص رَحمت سے مُراد اس کی صِفَت ہے نہ کہ اس کی حقیقت۔ کیونکہ اس کی رَحمت کی کوئی اِنتِہا نہیں، اس لیے کہ رَحمت فرمانے والے کے اَوصاف کی کوئی حد ہے نہ اس کی رَحمت سے کوئی شے باہَر ہے جیسا کہ کوئی شے اس کی حِکْمَت و قُدرَت سے خارِج نہیں کیونکہ جہنّم وغیرہ اس کے عَذاب کی حقیقت ہیں نہ اس کا کامِل عَذاب۔ لِہٰذا جس نے ایسا گمان کیا اسے مَعْرِفَت کی دولت حاصِل نہیں۔

نعمت اور عذاب بقدرِ استطاعت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کی طاقت کے اِعْتِبار سے اپنا عَذاب ظاہِر فرمایا جیسا کہ اس نے مخلوق کی مصلحتوں کے مُطابِق اپنی نعمتیں ظاہِر فرمائیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس قَدْر نعمتیں اور عَذاب ظاہِر فرمایا اس سے زائد کو برداشت کرنا اور اس کے اِظْہار کی طاقَت رکھنا مخلوق کے بس میں نہیں بلکہ ان کے لیے یہ مُناسِب بھی نہیں کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ظاہِر کردہ چیزوں سے بڑھ کر جاننے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس کے عَذاب اور نعمتوں کی اِنتہا کا تعلّق اس کے مُلک کی اِنتہا سے ہے کہ جس کا وُجُود اس کے ساتھ قائم ہے، جبکہ اس کا مُلک اس کی قُدرَت وسَلْطَنَت کی حَد تک ہے اور اس کی قُدرَت وسَلْطَنَت غیر محدود ہے جس کا اِظْہار تمام مخلوق کی طاقَت سے باہَر ہے، نیز اس کے مُلک کا تعلّق صِفاتِ باری تعالیٰ و اَسمائے باری تعالیٰ کی عَظَمت سے بھی ہے مگر غیب کے پردوں کو کھولنے کی کوئی راہ نہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی قُدرَت کی کوئی اِنتِہا ہے نہ اس کی عَظَمت کی کوئی حد اور نہ اس کی سَلْطَنَت کا کوئی کَنارہ۔

حِلمِ باری تعالیٰ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ حِلْم والا بخشنے والا ہے۔

(پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۴۴)

دوسرے مَقام پر ہے:

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ عِلْم و حِلْم والا ہے۔

جب عارِفین مذکورہ آیاتِ مُبارَکہ میں بیان کردہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفات کے مُشاہدہ سے فیض یاب ہوئے

تو انہوں نے جان لیا کہ مَغْفِرت کا اِنْحِصار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کی وُسْعَت پر ہے جیسا کہ حِلْم وُسْعَتِ عِلْم کے مُطابِق ہے، چنانچہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کی عَظَمت کو دیکھ کر اس کی عظیم مَغْفِرت کی اُمّید رکھنے لگے اور اس کی پردہ پوشی کا مُشاہَدہ کر کے انہوں نے اس کے عَفْو ودَرْ گُزَر سے اپنی اُمّیدوں کو وابستہ کر لیا۔ مَنْقُول ہے کہ حامِلینِ عَرْش ایک دوسرے سے بلند آواز سے کہتے ہیں: سُبْحٰنَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ، سُبْحٰنَكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو اپنے عِلْم کے بعد اپنے حِلْم کے اِعْتِبار سے اور اپنی قُدْرت کے بعد اپنے عَفْو ودَرْ گُزَر کے اِعْتِبار سے پاک ہے۔[1]

عارِفین میں سے اَہْلِ رِجا کو کلامِ باری تعالیٰ کے مَفاہیم کا اِدراک حاصِل ہے جیسا کہ انہیں صِفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی کا عِلْم رکھنے کی عَظَمت کی بنا پر بُلَند نظری حاصِل ہے، لہٰذا ہر صاحِبِ مَقام کو اپنے مَقام کا مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے اور وہ اپنے مُشاہَدے کے مُطابِق کلام سنتا ہے، چنانچہ سب سے اَعْلیٰ مُشاہَدہ صِدِّیقین کا ہے، پھر شُہَدا کا، پھر صالحین کا اور اس کے بعد خواص مومنین کا۔ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد سے اس کے کلام پر اِسْتِدْلال کی قوّت حاصِل کرتے ہیں اور اس کی رَحْمَت سے اس کی تجلیوں کا دیدار کرتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کے دَرَجات ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ہر عَمَل کو دیکھ رہا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: نیکوکار رَحْمَت کی وُسْعَت میں زِنْدَگی بَسَر کرتا ہے اور گناہ گار حِلْم کی وُسْعَت میں۔

صِفاتِ باری تعالیٰ کامِل ہیں

صِفاتِ باری تعالیٰ کامِل ہیں، جس نے ان میں سے کسی صِفَت کو دوسری صِفَت پر ترجیح دینے کا مُشاہَدہ کیا اس کے مُشاہَدے میں نَقْص ہے کیونکہ اس کا عِلْم اس سے بَرتَر مُشاہَدہ کرنے والوں کے عِلْم کے مُقابِل کم ہے اور اس لیے بھی کہ اس کی مُراد جو مَقام ہے وہ صِدِّیقین کی راہ سے جُدا ہے۔ لہٰذا یہ بات بندے پر لوٹ آتی ہے اور یہ اس کے لیے قُرب و بُعد کا مَقام بن جاتا ہے۔ جبکہ بندے نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جس صِفَت کا مُشاہَدہ کیا تھا وہ صِفَت نُقْصان اور حَد سے بالاتر ہے۔

---

[1] ...... کتاب العظمة لابی الشیخ الاصبهانی، ذکر حملة العرش وعظم خلقهم، ص ۱۷۱، حدیث: ۴۸۳
حلیة الاولیاء، هارون بن رئاب الاسدی، ۳/۶۵، حدیث: ۳۱۸۳

دین میں خوف ورجا کی مثال

دین میں خوف و رِجا کی مِثال عَزِیمت و رُخصت جیسی ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عَمَل کیا جائے جیسا کہ وہ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عَمَل کیا جائے۔[1] ایک رِوایت میں اَلفاظ اس سے بھی زیادہ بلیغ ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اپنی رخصتوں پر عَمَل پسند ہے جیسا کہ اسے اپنی نافرمانی ناپسند ہے۔[2]

دین میں نرمی سے بلند مقام حاصِل کرو

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رِفعت نِشان ہے: یہ دین مَضْبُوط ہے، اس میں نَرمی سے بُلَند مَقام حاصِل کرو۔ اپنے نَفْس کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت سے نَفرت مَت دِلاؤ۔[3] بہترین راستہ وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔[4]

خوب غور و فکر کرنے والے ہلاک ہو گئے

سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظمت نِشان ہے: بال کی کھال اُتارنے والے اور غُلُو و تکلّف سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔[5]

دینِ حنیف آسان ہے

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے: مجھے آسان دین

---

[1] ......معجم اوسط، ۴/۳۷۱، حدیث: ۶۲۸۲

[2] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/۴۳۸، حدیث: ۵۸۷۰

[3] ......الزھد لابن المبارک، باب فی فضل ذکر اللہ، ص ۴۱۵، حدیث: ۱۱۷۸
مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۳۹۵، حدیث: ۱۳۰۵۰

[4] ......مسند احمد، حدیث اعرابی، ۵/۳۹۶، حدیث: ۱۵۹۳۶

[5] ......مسلم، کتاب العلم، باب ھلک المتنطعون، ص ۱۴۳۴، حدیث: ۲۶۷۰
الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۴۰۴، حدیث: ۱۷۰، بتقدم وتاخر

حنیف دے کر بھیجا گیا ہے۔[1] ایک روایت میں مکی مدنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ بَرکت نشان ہے: میں پسند کرتا ہوں کہ اَہلِ کتاب جان لیں ہمارے دین میں آسانی ہے۔[2]

بھاری بوجھ سے نجات

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۵۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

مومنین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کی:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی دُعا کو شَرَفِ قبولیّت سے نوازتے ہوئے فرمایا: میں نے ایسا ہی کیا۔

قوتِ رجا کے اسباب

عقل مندوں میں قوّتِ رِجا کے اَسباب عُلوم ہیں اور ایسا کیونکر نہ ہو جبکہ ایسی رِوایت مَروِی ہے جس میں بغیر کسی دھوکے کے رِجا کا حُکم غالب ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قُدسی میں ہے: میں جس قدر سزا کے قریب ہوں اس سے زیادہ رَحمت اور عفو ودرگُزر کے قریب ہوں۔ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جب لوگوں سے ان کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے مُتَعَلِّق باتیں کرو تو ان سے اس کی ایسی صِفات بیان نہ کرو جو انہیں ڈرادیں اور ان پر دُشوار ہوں۔[3]

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے مَایُوس کرے نہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے بے خوف ہونے دے۔[4]

---

[1]......مسند احمد، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/۳۰۳، حدیث: ۲۲۳۵۴، بدون: السھلۃ

[2]......مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/۴۲۷، حدیث: ۲۴۹۰۹، مفھوماً

[3]......السنۃ لابن ابی عاصم، باب ما ذکر عن النبی انہ قال: لا تحدثوا الناس۔۔۔الخ، ص ۱۵۳، حدیث: ۶۵۳

[4]......الزھد لابی داود، اخبار علی بن ابی طالب، ص ۱۱۵، حدیث: ۱۱۱، بتغیر قلیل

بندوں پر نرمی کرنا اور سختی سے بچنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وَحی فرمائی: آپ اکیلے کیوں ہیں؟ عَرض کی: اے میرے مولا! میں نے تیری خاطر مخلوق کو خود سے دور کر رکھا ہے۔ اِرشاد فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ میری مَحبَّت یہ ہے کہ آپ میرے بندوں پر نَرمی کریں، ان پر فَضل فرمائیں، (اگر آپ نے ایسا کیا تو) میں آپ کو اپنے اَولیا و محبوب بندوں میں شُمار کروں گا۔ میرے بندوں کو جفا اور سخت نظروں سے مَت دیکھئے، اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنے اَجر کو باطِل کر دیں گے۔

نیز میری تین۳ باتیں یاد رکھئے:

- میرے محبوب بندوں سے خُلوص سے پیش آیئے۔
- دنیاداروں کی خوب مُخالَفت کیجئے۔
- اور اپنے دین کو میرے سُپُرد کر دیجئے۔

مَحبَّتِ باری تعالیٰ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام اور دیگر انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی جانِب یہ وَحی فرمائی کہ مجھ سے مَحبَّت کرو اور ہر اس شخص سے بھی مَحبَّت کرو جو مجھ سے مَحبَّت کرتا ہے اور مجھے میری مَخلوق کا مَحبُوب بنا دو۔ انہوں نے عَرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے اور تیرے محبوب بندوں سے مَحبَّت کرتا ہوں مگر تجھے تیری مَخلوق کا مَحبُوب کیسے بناؤں؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: ان کے سامنے میرا ذِکرِ جمیل کرو، میری نعمتوں اور اِحسانات کو یاد کرو اور انہیں بھی یاد دِلاؤ کیونکہ وہ صِرف میرا جمیل ہونا ہی جانتے ہیں۔[1]

نور کے منبروں پر تشریف فرما لوگ

حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام داود علیہ السلام، ۸/۱۱۶، حدیث: ۹، بتغیر قلیل

الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد داود علیہ السلام، حدیث: ۳۷۴، ص۱۰۷، بتغیر

شعب الایمان للبیھقی، باب فی التعاون علی البر التقوی، ۶/۱۱۹، حدیث: ۷۶۶۸، بتغیر قلیل

وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی اَقوام کے مُتَعَلِّق نہ بتاؤں جو نبی ہیں نہ شہید، مگر انبیائے کِرام اور شہدائے عُظّام بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کے مرتبے پر رَشک کریں گے؟ وہ لوگ نُور کے مِنبَرُوں پر ہونے کی بنا پر پہچانے جائیں گے۔ عَرض کی: وہ لوگ کون ہیں؟ اِرشاد فرمایا: جو بندوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان بندوں کا مَحبُوب بناتے ہیں اور زمین پر نصیحت کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے پھر عَرض کی: ان لوگوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مَحبُوب بنانا تو سمجھ میں آ گیا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندوں کو مَحبُوب بنانے سے کیا مُراد ہے؟ اِرشاد فرمایا: وہ لوگ ایسی باتوں کا حُکم دیتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہیں اور ایسی باتوں سے مَنع کرتے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حَرام قرار دیا ہے، لہٰذا جب لوگ ان کی باتوں پر عَمَل کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنا محبوب بنالیتا ہے۔[1]

بزرگانِ دین اور رجا کے واقعات

تجھے صِرف رخصتیں بیان کرنے پر کس نے ابھارا؟

حضرت سَیِّدُنا اَبان بن عَیّاش رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ لوگوں کو سب سے زیادہ ایسی احادیثِ مُبارَکہ سناتے جن میں رخصتوں اور رِجا کا ذِکر ہوتا۔ چنانچہ آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو (اپنی بخشش کا حال بتاتے ہوئے) اِرشاد فرمایا: مجھے میرے رب نے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور پوچھا: تجھے صِرف رخصتیں بیان کرنے پر کس نے اُبھارا؟ میں نے عَرض کی: اے میرے رب! میں چاہتا تھا کہ تجھے تیری مخلوق کا محبوب بنادوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میں نے تجھے بخش دیا۔

خدا کے عَفْو و درگزر کو دیکھو تو

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْغَفَّار کے مُتَعَلِّق مَروِی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی حضرت سَیِّدُنا اَبان بن عَیّاش رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے پوچھا: آپ اس قَدْر لوگوں سے رُخصتوں والی احادیث کیوں بیان کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اے ابو یحییٰ! میں اُمّید رکھتا ہوں کہ بروزِ

---

[1] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی محبة الله، ۱/ ۳۶۷، حدیث: ۴۰۹

قِیامت جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَفْو و دَرْ گُزَر کو دیکھو تو خوشی سے اپنی چادر پھاڑ ڈالو۔

مُردے کی باتیں

حضرت سَیِّدُنا رِبْعِیّ بن خِراش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھائی خِیار تابعین میں سے تھے، ان کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مرنے کے بعد بھی گفتگو کی۔ فرماتے ہیں: میرے بھائی نے جہانِ فانی سے کُوچ کیا تو انہیں ان کے ہی لِباس میں لپیٹ کر ہم نے ان کے جِسْم پر کپڑا ڈال دیا۔ اچانک انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: میں اپنے رب سے ملا تو اس نے میرا راحت و مہربانی سے اِستقبال فرمایا، میرا رب مجھ سے ناراض نہ تھا، میں نے بارگاہِ خداوندی میں پیشی کے مُعاملے کو تمہارے گمان سے بھی آسان پایا ہے مگر تم میری گفتگو سے اس دھوکے میں مبتلا مَت ہو جانا کہ میں زندہ ہوں، اس لیے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ میرے لَوٹنے کے مُنْتَظِر ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا رِبْعِیّ بن خِراش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اتنا کہنے کے بعد ان کا جِسْم اس طرح نیچے گِرا گویا کہ کوئی کنکری کسی طَشْت میں گِری ہو۔ پھر ہم نے انہیں اُٹھا کر دَفْن کر دیا۔

امام مالِک کا وقتِ اخیر

حضرت سَیِّدُنا بکر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: جس شام حضرت سَیِّدُنا امام مالِک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّازِق کی رُوح قَبْض کی گئی ہم ان کی خِدْمَت میں حاضِر ہوئے اور عَرْض کی: آپ خود کو کیسا پا رہے ہیں؟ فرمایا: میں نہیں جانتا کہ تمہیں اس وَقْت کیا کہوں؟ ہاں! تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کل جب تم (پر یہ وَقْت آئے گا تو تم) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے ایسے عَفْو و دَرْ گُزَر کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے جس کا تمہیں کبھی گمان بھی نہ ہو گا۔ فرماتے ہیں: ہم ان کے پاس ہی تھے کہ ان کی رُوح قَفَسِ عُنْصُرِی سے پرواز کر گئی، ہم نے ان کی آنکھیں بند کیں اور انہیں دَفْن کر دیا۔

بندے کا اپنے رب سے گمان اور اس کی حقیقت

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن اَکْثَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے

کیسا سُلوک کیا؟ فرمایا: اس نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کر کے فرمایا: اے بوڑھے! تو نے یہ گناہ بھی کیا اور یہ بھی کیا۔ یہ سن کر مجھ پر اس قدر رُعب اور خوف طاری ہوا جسے صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے، پھر میں نے عَرض کی: اے میرے رب! مجھے تیرے مُتَعَلِّق اس طرح نہیں بتایا گیا تھا۔ اِرشاد فرمایا: میرے مُتَعَلِّق تمہیں کیا بتایا گیا تھا؟ میں نے عَرض کی: ہمیں حضرت سَیِّدُنا عبد الرزاق نے حضرت سَیِّدُنا مَعْمَر سے، انہوں نے حضرت سَیِّدُنا امام زُہری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے اور انہوں نے حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت بیان کی کہ تیرے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ تیرا یہ فرمان ہے: میں اپنے بندے سے ویسا سُلوک کروں گا جیسا وہ میرے مُتَعَلِّق گمان رکھتا ہے، اب یہ اس پر ہے کہ مجھ سے جیسا چاہے گمان رکھے[1] اور میرا تجھ سے گمان یہ تھا کہ تو مجھے عذاب نہ دے گا۔ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میرے نبی نے سچ فرمایا اور اَنَس، زُہری، مَعْمَر اور عبد الرزاق نے بھی سچ کہا اور تو نے بھی سچ کہا۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھ پر غِلاف ڈال کر خِلْعَت سے نوازا گیا، لِباس پہنایا گیا اور جنّت تک دو بچے میرے آگے آگے چلتے رہے تو میں نے خوش ہو کر کہا: یہ کتنی خوشی کا مقام ہے۔

بروزِ قِیامت رحمتِ خداوندی سے مایوس کون؟

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظمت نِشان ہے: بنی اسرائیل کا ایک شخص لوگوں پر سختی کرتا اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت سے مایُوس کرتا تھا، بروزِ قِیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اِرشاد فرمائے گا: آج میں تجھے اپنی رَحْمَت سے مایُوس کروں گا جیسا تو میرے بندوں کو مایُوس کیا کرتا تھا۔[2]

ایک بات کے سَبَب دنیا و آخرت برباد ہو گئی

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ اُخُوَّت نِشان ہے: بنی اِسرائیل کے دو بندوں نے آپَس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے مُواخات اِختیار کی۔ ان میں سے ایک عابِد اور دوسرا

---

[1] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء... الخ، باب الحث علی ذکر اللہ، ص ۱۴۳۹، حدیث: ۲۶۷۵، مختصراً
مسند احمد، حدیث واثلة بن الاسقع، ۵/۴۲۱، حدیث: ۱۶۰۱۶

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الرجاء من اللہ، ۲/۲۱، حدیث: ۱۰۵۲، بتغیر قلیل

گناہ گار تھا، عابِد اسے روکتا اور سختی سے منع بھی کرتا تھا مگر وہ جواب دیتا: مجھے اور میرے رب کے مُعاملے کو چھوڑ دو، کیا تمہیں میرا نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے؟ یہاں تک کہ ایک دن اس عابِد نے اسے کسی کبیرہ گناہ کا اِرتِکاب کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو غصّے سے بولا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری مَغفِرَت نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ بروزِ قِیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس گناہ گار سے فرمائے گا: کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ میری رَحمت کو میرے بندوں سے روک لو؟ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ پھر عابِد سے فرمائے گا: مگر تم پر میں نے جہنّم کو لازم کر دیا ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قُدرت میں میری جان ہے! اس نے صِرف ایک بات ایسی کہی تھی جس کے سَبَب اس کی دنیا و آخِرت برباد ہو گئی۔[1]

اَدَب سے برائیاں نیکیوں میں بدل گئیں

ایک رِوایَت میں ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک چور 40 سال تک ڈاکے ڈالتا رہا، ایک بار حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اس کے پاس سے گزرے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیچھے آپ کے حواریوں میں سے بنی اسرائیل کا ایک عابِد بھی تھا۔ چور نے دل میں سوچا: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی ہیں اور ان کے پہلو میں حواری ہیں، اگر میں بھی سفر میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں تو ان کا تیسرا ساتھی بن جاؤں گا۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اور حواری کے ذرا قریب ہونا چاہا مگر اس نے حواری کی عَظمت کے مُقابل اپنے نَفْس کو حقیر جانتے ہوئے دل میں کہا: میرے جیسا گناہ گار شخص اس عابِد کے پہلو میں چلنے کے قابل نہیں۔ ادھر حواری نے اسے اپنے ساتھ سفر میں شریک ہوتے محسوس کر لیا اور اپنے دل میں کہا: یہ میرے پہلو میں چل رہا ہے! یہ سوچ کر اس نے اپنے آپ کو مزید حَرَکت دی اور حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف بڑھ کر ان کے پہلو میں چلنے لگا اور چور اس کے پیچھے اکیلا رہ گیا۔ اتنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وَحی نازِل فرمائی کہ ان دونوں سے فرما دیجئے: اپنے اَعمال نئے سرے سے شروع کریں کیونکہ میں نے ان کے گزشتہ اَعمال خَتْم کر دیئے ہیں۔ حَوارِی کی نیکیاں اس لیے ضائع ہوئیں کہ اس کا نَفْس عُجب و خود پسندی میں مبتلا ہوا اور دوسرے شخص کی بُرائیوں

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب فی النھی عن البغی، ۴/۳۶۰، حدیث: ۴۹۰۱، بتغیر

کے خاتِمے کا سَبَب اس کا اپنے نَفْس کو حقیر جاننا ہے۔ پس حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان دونوں کو بتا دیا اور چور کو اپنے ساتھ سفر میں شریک کر لیا اور اسے اپنے حَوارِیوں میں بھی شامِل فرما لیا۔[1]

بخشش سے محرومی کی بددعا دینا

حضرت سَیِّدُنا مَسْرُوق بن اَجدَع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَرْوِی ہے کہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام سجدے میں تھے کہ کسی سرکش نے ان کی گردن کو روند ڈالا یہاں تک کہ کنکر ان کی پیشانی سے چپک گئے، انہوں نے غصّے سے اپنا سر اٹھا کر اِرشَاد فرمایا: جا! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر گز تیری مَغْفِرَت نہیں فرمائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فوراً وَحی فرمائی کہ آپ میرے بندوں کے مُعاملے میں مجھے قسم دے رہے ہیں، حالانکہ میں اس کی مَغْفِرَت فرما چکا ہوں۔[2]

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مشرکین کے خِلاف دُعا کرتے اور نَماز میں ان پر لعنت بھیجتے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَآئِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اس لیے کہ کافروں کا ایک حصّہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامُراد پھر (لوٹ) جائیں۔ یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۲۷، ۱۲۸)

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے خِلاف دُعا کرنا چھوڑ دیا۔[3] پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عام لوگوں کو اِسلام کی ہِدایت دی۔

صاحبِ کِتاب کا مقصود

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) رِجا اور حُسْنِ ظَن والی رِوایات

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، وھیب بن الورد، ۸/ ۱۵۶، حدیث: ۱۱۶۹۸، بتغیر

[2] ......جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب الذنوب، ۱۰/ ۱۹۲، حدیث: ۲۰۴۴۳ بتغیر قلیل وبدون ذکر نبی من الانبیاء

[3] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاۃ۔۔۔ الخ، ص ۳۳۹، حدیث: ۶۷۵، بتغیر

بہُت زیادہ ہیں اور ہمارا مقصُود انہیں جمع کرنا نہیں بلکہ قلیل کے ذریعے کثیر کی طرف رہنمائی کرنا اور اہلِ بصیرت کی عقلوں کو خبر دار کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ(۶) الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ(۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔ (پ۳۰، الانفطار: ۶، ۷)

یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو اس کے دھوکا کھانے کے باوُجود اپنے کَرَم پر مُتَنَبِّہ فرمایا ہے اور اسے اس کی جہالت کے باوُجود یہ بات یاد دِلائی ہے کہ اسی نے اسے ٹھیک ٹھیک اور دُرُست پیدا فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس کی نِعمت ہے۔

کیا تو اپنے اعمال شُمار کر سکتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ضَحّاک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق سے مَروِی ہے کہ بندہ بارگاہِ خُداوندی میں حاضری کے وَقْت جب اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا تو اپنے اَعمال شُمار کر سکتا ہے؟ عَرض کرے گا: اے میرے مَولا! میں تیری مَدد کے بغیر یہ کام کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ تو تمام اشیا کا مُحافِظ ہے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ تمام گناہ یاد کرائے گا جو اس نے دنیا کی مختلف ساعتوں میں کئے ہوں گے، پھر فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھے جو باتیں یاد کرائیں اور بتائیں کیا تو ان کا اِقرار کرتا ہے؟ بندہ عَرض کرے گا: جی! میرے مالِک! میں ان باتوں کا اِقرار کرتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور ان گناہوں میں کوئی بدبو پیدا کی نہ تیرے چہرے پر ان کی نُحُوست طارِی کی۔ آج میں تیرے ان تمام گناہوں کو مُعاف فرماتا ہوں اس لیے کہ تو مجھ پر ایمان لایا اور تو نے میرے رسولوں کی تصدیق کی۔[1]

---

[1] ....بخاری، کتاب المظالم والغضب، باب قول اللہ: الا لعنة اللہ علی الظلمین (ھود: ۱۸)، ۲/۱۲۶، حدیث: ۲۴۴۱، بتغیر عن ابن عمر
مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وان کثر قتله، حدیث: ۲۷۶۸، ص ۱۴۸۱، بتغیر عن ابن عمر

یہ بات میرے کرم کے مُناسِب نہیں

حضرت سَیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے رِوایت کرتے ہیں کہ جب سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی ﴿ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: توتم اچھی طرح دَرْ گُزَر کرو۔ ﴾ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے دَرْیافت فرمایا: یہ اچھی طرح دَرْ گُزَر کرنے سے کیا مُراد ہے؟ عَرض کی: یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جب آپ کسی ایسے شخص کو مُعاف فرمادیں جس نے آپ سے کوئی زِیادَتی کی ہو تو پھر اسے (قُدْرَت پانے پر) سزا نہ دیں۔ پھر سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اے جبرائیل! اس طرح تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کَرَم کے اِعْتِبار سے اس بات کا زیادہ حَق دار ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جسے اس نے مُعاف کر دیا ہو۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام رونے لگے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ کَرَم بھی آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں ہستیوں کی جانب حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور تم دونوں سے فرماتا ہے کہ میں جس سے دَرْ گُزَر فرماؤں گا اسے عَذاب کیونکر دوں گا؟ یہ بات میرے کَرَم کے مُناسِب نہیں۔

رجا کی مزید ۲ صورتیں

❀ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جس بات کا شوق دلائے اس میں شوق کی شِدّت کا پایا جانا اور ❀ جس بات کی رَغْبت دِلائے اس کے حُصول میں باہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرنا بھی رِجا کی صورتیں ہیں۔

رجا یہ نہیں

رِجا کی وہ صُورَت جسے عام جاہِل لوگ اپنے گمان میں رِجا سمجھتے ہیں یعنی گناہ کرتے رہتے ہیں مگر مغفِرت کے اُمّید وار اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کے مُنْتَظِر رہتے ہیں، اَصْل میں عُلَمائے کِرام اسے رِجا سمجھتے ہی نہیں کیونکہ رِجا تو یقین کا ایک مَقام ہے نہ کہ اہلِ یقین کی صِفَت۔ البتہ! یہ رِجا رَحْمَتِ خُداوندی کے حُصُول کے

فریب میں مبتلا ہونے، فَضْلِ خُداوندی سے غافِل ہونے اور اَحکامِ خداوندی سے جہالَت برتنے کا نام ہو سکتا ہے۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم کو تنبیہ فرمائی جو اس طرح کا گمان رکھتی تھی، وہ لوگ دنیا کی مَحبَّت اور اس کی رَضا میں ہر لمحہ مگن رہتے اور اس کے باوُجُود مغفِرَت کی تمنّا رکھتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں **خَلْف** کا نام دیا۔ **خَلْف** سے مُراد برے لوگ ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کو سخت عَذاب کی وَعِید سنائی اور اِرشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ (پ ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخَلف آئے کہ کِتاب کے وارِث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی۔

حقیقتِ رجا پر مبنی روایات باعث ہیں۔۔۔

حقیقتِ رجا کے مُتعلِّق مَروِی روایات باعث ہیں:

- دھوکے وفریب میں مبتلا لوگوں کے دھوکے وفریب میں مزید اِضافے کا۔
- اہلِ اِسْتِدراج پر حِجاب کی زیادَتی اور نعمتوں میں خسارے کا۔
- سچّی توبہ کرنے والوں کے دَرَجات میں بُلَندی کا۔
- مُخْلِص مُحِبّین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا۔
- کَرَم وحَیاوالوں کے سُرُور کا۔
- گناہوں سے دامَن کو آلودہ ہونے سے بچانے اور
- اپنا وعدہ پورا کرنے والوں کیلئے راحت کا۔
- رِجا سے ان لوگوں کا کَرَم مزید واضح ہوتا ہے۔
- رِجا کی مَوجُودَگی میں ان کی حَیا میں زِیادَتی ہوتی ہے۔
- رِجا سے ان کے غموں کو سُکون ملتا ہے۔
- ان کی عقلیں راحَت پاتی ہیں۔

خوف ورجا

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی وہ لوگ ہیں جو رِجا اور حُسنِ ظَن کی بنا پر ایسی عِبادات بجالاتے ہیں جو خوف کے باعِث سَر اَنجام نہیں دی جاسکتیں۔ کیونکہ خوف اکثر

مُعامَلات کے خاتمے کا باعِث ہوتا ہے۔ اَلْغَرَض رِجا ہی اہلِ رِجا کے لیے وہ واحِد راستہ ہے جس پر چلنے کی انہیں اُمّید رہتی ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حضرت (سَیِّدُنا) صُہَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر رَحم فرمائے، اگر یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے نہ ڈرتے تو بھی مَعْصِیَّت میں مبتلا نہ ہوتے۔[1] یعنی رِجا کی وجہ سے مَعاصی تَرْک کر دیتے نہ کہ خوف کی وجہ سے۔ پس رِجا ہی ان کا طریق ہے اور یہی لوگ حقیقت میں اہلِ رِجا ہیں، رِجا ان کی علامَت ہے، انہی کے لیے ہم نے ایسے اَسباب ذِکْر کیے ہیں جو رِجا کا مُوجِب اور اہلِ صَفا کے قُلُوب میں حُسنِ ظَن پیدا کرتے ہیں۔

رجا کی چند دیگر صورتیں

مخلوق کے ساتھ حُسنِ اَخلاق سے پیش آنا، ان کے مُعامَلات پر صَبر کرنا، ان کی کوتاہیوں کو مُعاف کر دینا، ان کے ساتھ نَرمی سے پیش آنا بھی رِجا کی صُورتیں ہیں کیونکہ یہ صورتیں قُربِ اِلٰہی پانے، اَوصافِ باری تعالیٰ سے مُتَّصِف ہونے، ثواب کی اُمّید رکھنے، وَعدۂ اِلٰہی کی تکمیل اور سُنّتِ رسول کی پیروی کا ذریعہ ہیں۔ نیز بُری خواہشات اور سرکش شہوات کو تَرْک کرنا اور ان کے بدلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بہترین اَجر و ثواب کا گمان رکھنا بھی رِجا میں شامل ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے عَرش کے سامنے ایک کمرہ ہے جس کی طرف حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا گیا، وہ اس میں داخِل ہوئے تو بارگاہِ خداوندی میں بے اِختیار سجدہ ریز ہو کر عَرض کی: اے میرے رب! یہ کمرہ کس نبی، صدیق یا شہید کے لیے ہے؟ اِرشَاد ہوا: یہ کمرہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنی خواہشات پر میری مرضی کو ترجیح دے۔

حُسنِ توفیق کی دولت پانا

نیکیاں کرنا اور حُسنِ توفیق کی دولت کا ملنا بھی رِجا کی صورتیں ہے، بندہ حُسنِ ظَن کی توفیق ملنے کی بنا پر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اس کی عظیم رغبتوں اور عَطاؤں کو مانگ سکتا ہے۔ چنانچہ،

---

[1] ......النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، باب الخاء مع الواو، ۲/۸۳

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: جب تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مانگو تو اپنی رَغْبَت کی شِدّت کا اِظْہار کرو اور اس سے فِردَوسِ اَعلیٰ مانگو۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کوئی شے (عطا فرمانا) دُشْوار نہیں۔[1] ایک رِوایت میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمت نِشان ہے: کَثْرت سے دامَنِ سوال کو پھیلائے رہو اور بُلند دَرَجات مانگا کرو، کیونکہ تم اس ہستی سے مانگ رہے ہو جو جَوَّاد اور کریم ہے۔

ہر ایک کو اس کے سوال کے مُطابِق ملتا ہے

رِوایات میں ہے کہ دو۲ شخص بڑے عِبادَت گزار تھے، عِبادَت میں دونوں کا دَرَجہ برابر تھا، مگر جب دونوں جنّت میں داخِل ہوں گے تو ایک کا دَرَجہ دوسرے سے بُلَند ہو گا۔ دوسرا عرض کرے گا: اے میرے رب! دنیا میں اس نے مجھ سے زیادہ عِبادَت نہیں کی، پھر بھی تو نے اسے مَقامِ عِلِّیِّیْن میں مجھ سے بُلَند دَرَجات عَطا فرمائے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: یہ دنیا میں مجھ سے اَعلیٰ دَرَجات مانگا کرتا تھا اور تم آگ سے نجات کا سوال کیا کرتے تھے، میں نے ہر ایک کو اس کے سوال کے مُطابِق عَطا فرمایا ہے۔

اُمّید نے جہنّم سے بچا لیا

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمت نِشان ہے: ایک شخص کو آگ سے نِکال کر بارگاہِ خداوندی میں کھڑا کیا جائے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے دَرْیافْت فرمائے گا: تو نے اپنا مَقام کیسا پایا؟ عَرض کرے گا: اے میرے رب بہت بُرا ٹھکانا ہے؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے اس کی جگہ لوٹا دو۔ وہ واپَس جاتے ہوئے بار بار مڑ کر دیکھے گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرمائے گا: پیچھے مڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ عَرض کرے گا: مجھے اُمّید تھی کہ تو مجھے جہنّم سے نِکالنے کے بعد دوبارہ اس میں نہیں بھیجے گا۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے جنّت میں لے جاؤ۔[2] (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ یوں) رِجا اس شخص کے جنّت میں جانے کا ذریعہ بن جائے گی جیسا کہ دنیا میں خَوفِ اِلٰہی اہلِ خَوف کے

---

[1] ....بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، ۲/۲۵۰، حدیث: ۲۷۹۰، مختصراً

[2] ....کتاب التوحید واثبات صفات الرب لابن خزیمۃ، باب ذکر کثرۃ من یشفع لہ الرجل . . . الخ، ۲/۷۴۹، حدیث: ۴۷۹

جنّت میں جانے کا راستہ و ذریعہ ہے۔ اسی طرح مَرْوِی ہے کہ ایک شخص جَلْدی جَلْدی جہنّم کی طرف لپکے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے واپَس لاؤ۔ پھر جب اس سے جَلْدی جَلْدی جہنّم کی طرف بھاگنے کا سَبَب پوچھا جائے گا تو عَرض کرے گا: میں نے دنیا میں تیری نافرمانی کا وَبال چکھ لیا تھا اب آخِرت میں اس نافرمانی کے عذاب سے بے پَروانہ تھا۔ فرمایا جائے گا: اسے جنّت میں لے جاؤ۔[1]

نیک بندوں کو وسیلہ بناؤ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗؕ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مُقرَّب ہے اس کی رَحمت کی اُمّید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَولیا کے لیے رِجا کو اپنے قُرب اور وسیلے کا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ خوف اس تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ مذکورہ آیتِ مُبارکہ کی ایک تفسیر میں ایسا ہی مَرْوِی ہے بشرطیکہ یہاں مُراد مقبول بندے ہوں اور مذکورہ اَوصاف بُتوں کے نہ ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمانِ عالیشان میں مومنین کو قُرب چاہنے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (پ۶، المائدۃ:۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

خلاصہ کلام

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ سب رِجا کے اَحکام اور اہلِ

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، بلال بن سعد، ۵/۲۵۸، حدیث: ۷۰۴۰

قوت القلوب کے ایک نسخے میں اس کے بعد یہ بھی ہے: ایک رِوایت میں ہے کہ وہ شخص عرض کرے گا: دنیا میں جس طرح میں نے تیری نافرمانی کی آخِرت میں بھی تیری نافرمانی کا مُرتکِب ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے جنّت میں لے جاؤ۔

رِجا کے اَوصاف ہیں، جس میں یہ پائے جائیں گے وہ اہلِ رِجا کے دَرَجات کا مُستَحِق ہو گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا شُمار مُقرَّبین میں ہو گا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک وَصف بھی پایا جائے گا اسے بھی رِجا میں ایک مَقام حاصِل ہو گا۔

بندگانِ خدا اپنا کونسا مَقام ظاہر کرتے ہیں؟

جان لیجئے! مقاماتِ یقین ایک دوسرے کو خَتم نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے میں داخِل ہوتے ہیں، لہٰذا جس پر اس کا حال مُشاہَدے کی بنا پر غالِب ہو اس کے اَوصاف اس پر غالِب حال کے مُطابِق ہو جاتے ہیں اور باقی مَقامات اس میں حَسَبِ سابِق مَوجُود رہتے ہیں۔ مثلاً جس نے کسی مَقام کی شرائط پر مکمل عَمَل کیا اور اس مَقام کے مُطابِق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اَحکام بجالایا تو وہ مَوجُودہ مَقام سے اس دوسرے مَقام کی طرف منتقل ہو جائے گا اور پہلا مَقام اس کے لیے مَحض عِلْم اور دوسرا مَقام جس پر وہ اب فائز ہے اس کے لیے وِجدان کی حَیثیَّت اِختیار کر جاتا ہے، بندہ وِجدان کو چھپاتا ہے کیونکہ یہی اس کا راز ہوتا ہے اور اپنے گزشتہ مَقام یعنی عِلْم کا اِظْہار کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس مَقام سے بخوبی گزر آیا ہے اور اب یہ اس کے لیے بڑا واضح ہو چکا ہے۔

مَقامِ رجا خدا کا لشکر ہے

مَقامِ رِجا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو اس کے بعض بندوں سے ایسے اَعمال کی بجا آوری کا باعِث بنتا ہے جو دوسرے مَقامات نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بعض قُلُوب نَرْم ہوتے ہیں اور وہ کَرَم و اِحسان کے مُشاہَدے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور اس کے اِحسانات سے مطمئن ہو کر ایسے اَعمال بجالاتے ہیں جو خوف اور ڈر سے نہ کر پاتے۔ بلکہ! بسا اَوقات خوف انہیں مُعامَلات کی ادائیگی سے بھی روک دیتا ہے اور وہ وَحْشَت زدہ ہو جاتے ہیں، چنانچہ رِجا ہی ان قُلُوب کا راستہ ہے جس پر یہ پائے جاتے ہیں۔

احوال میں رجا کی مثال

اَحْوال میں رِجا کی مِثال کسی شَخص کی حالَتِ غِنا اور عافِیَّت جیسی ہے کہ عافِیَّت و غِنا کے وَقْت بندے کا دل مطمئن ہوتا ہے، اس کے اِرادے مُنْتَشِر نہیں ہوتے، چاک وچوبند رہتا ہے اور حُسْنِ مُعامَلہ کی فِکْر کرتا ہے۔ جیسا کہ حَدِیْثِ قُدْسی ہے: میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ غِنا ہی انہیں دُرُست رکھ سکتی ہے اور اگر

میں انہیں فَقْر میں مبتلا کر دوں تو وہ فَساد کا شِکار ہو جائیں۔ میرے بعض بندے ایسے ہیں جنہیں صِحّت ہی دُرُسْت رکھ سکتی ہے اگر میں انہیں بیمار کر دوں تو وہ فَساد کا شِکار ہو جائیں۔ میں اپنے بندوں کی تدبیر اپنے عِلْم کے مُطابِق کرتا ہوں کیونکہ میں ہی ان کی حَالَت سے خوب باخبر ہوں۔[1] اسی طرح میرے بعض بندے ایسے ہیں جن کی اِصلاح صِرف رِجا میں ہے، ان کا دل اسی پر سیدھا رہتا ہے، حُسْنِ ظَن کے وُجُود سے ہی ان کا مُعامَلہ اَچھّا ہوتا ہے۔ پس رِجا ہی ان کا طریق ہے، یہی ان کا مَقام و عِلْم ہے، اس کی مَوجُودَگی میں ان کا قلب مَعِیَّتِ خداوندی کی لذّت کی حلاوَت پاتا ہے، مگر یہ مَحْض بارگاہِ خداوندی تک جانے والا ایک راستہ ہے۔ لیکن خوف اس سے بھی چھوٹا راستہ ہے اور جو راستہ چھوٹا ہو وہی اَعلیٰ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غِنا اور عَافِیَّت بھی اگرچہ بارگاہِ خداوندی تک رسائی کے دُو راستے ہیں مگر (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرے نزدیک فَقْر اور آزمائش ان سے زیادہ مختصر اور جلد رَسائی دِلانے والے راستے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے مَنْقُول ہے کہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اپنے اپنے گمان کے مُطابِق عَمَل کرتے ہیں، مومِن حُسْنِ ظَن کی بنا پر اَچھے عَمَل کرتا ہے اور مُنافِق و کافِر سوئے ظَن (یعنی بدگمانی) کی بنا پر بُرے عَمَل کرتا ہے۔[2]

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

---

[1] ......موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاولیاء، ۲/ ۳۸۵، حدیث: ۱
حلیة الاولیاء، حسین بن یحیی الحسنی، ۸/ ۳۵۵، حدیث: ۱۲۴۸۵

[2] ......تفسیر طبری، سورة فصلت، تحت الآیة: ۲۳، ۱۱/ ۱۰۲، حدیث: ۳۰۵۰۰

مَقَامَاتِ یَقِین میں سے پانچواں مَقَام

مَقَامِ خَوف کی شَرح اور خَائِفِین کے اَوصاف

علم کی عقل پر فضیلت

فرمانِ باری تعالٰی ہے:

وَ مَا یَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ (پ۲۰، العنکبوت:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں نہیں سمجھتے مگر عِلْم والے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ اَبُو طَالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں عِلْم کو عقل سے اَعلیٰ ٹھہراتے ہوئے ایک مقام قرار دیا گیا ہے، جبکہ ایک جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وُہی ڈرتے ہیں جو عِلْم والے ہیں۔ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

خوف اور تقویٰ کا باہمی تعلق

اس آیتِ مُبارَکہ میں خَشیَّت کو عِلْم کا ایک ایسا مقام قرار دیا گیا ہے جو اسی سے ثابِت ہے، حالانکہ خَشیَّت مَقامِ خوف کا حال، خوف حقیقتِ تقویٰ کا نام اور تقویٰ اس عِبادَت کا ایک جامِع مفہوم ہے جو اوّلین و آخرین کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک رَحمَت ہے۔ لہٰذا عِبادَت اور تقویٰ دونوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کچھ یوں بیان فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿ۙ۲۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ اُمّید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔ (پ۱، البقرۃ:۲۱)

ایک جگہ پر اِرشاد فرمایا:

وَ لَقَدۡ وَصَّیۡنَا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک تاکید فرما دی ہے ہم نے

قَبۡلِكُمۡ وَاِيَّاكُمۡ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے

(پ۵، النساء: ۱۳۱) ڈرتے رہو۔

بلاشبہ یہ آیتِ مُبارکہ قرآنِ کریم میں قُطب کی حَیثیت رکھتی ہے جس پر اس کا مَدار ہے۔

تقویٰ کی فضیلت

تقویٰ ایک ایسا سَبَب ہے جس کی نِسبَت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جانِب فرمائی مَحض ❀ اسے شَرَف بخشنے ❀ مفہوم کے اِعۡتِبار سے اسے اپنی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ بنانے ❀ اپنے بندوں کو اس کے ذریعے عزّت عطا فرمانے اور ❀ اسے عظیم بنانے کے لیے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ ؕ (پ۱۷، الحج: ۳۷) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ انکے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ

(پ۲۶، الحجرات: ۱۳) عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایک رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخرِ موجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جب بروزِ قِیامَت اللہ عَزَّوَجَلَّ اوّلین و آخرین کو جَمع فرمائے گا تو انہیں اس قدر بُلند آواز سے نِدا فرمائے گا کہ دُور والا بھی اس نِدا کو اسی طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا۔ پھر اِرشَاد فرمائے گا: اے لوگو! جب سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں، آج تم میری بات سنو! کیونکہ یہ تمہارے ہی اَعمال تم پر پیش کیے جا رہے ہیں۔[1] اے لوگو! میں نے ایک نَسَب بنایا اور تم نے بھی ایک نَسَب بنایا، پھر تم نے میرے نَسَب کو خَتم کر کے اپنے نَسَب کو ترجیح دی۔ میں نے تم سے کہا ﴿ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ ؕ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ ﴾ مگر تم نے اِنکار کیا اور کہنے لگے کہ فلاں تو فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں تو فلاں سے زیادہ مالدار ہے۔ آج میں تمہارے

[1] ....موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاھوال، باب ذکر الحساب والعرض والقصاص، ۶/ ۲۲۹، حدیث: ۲۲۱

بنائے ہوئے نَسَب کو پھینک کر اپنے مُقرَّر کردہ نَسَب کو بُلند کروں گا۔ کہاں ہیں مُتَّقِین؟[1] راوی فرماتے ہیں: پھر ایک قوم کے لیے جھنڈا نَصب کیا جائے گا، وہ قوم اپنے جھنڈے کے پیچھے چلتے ہوئے اپنے اَبدی ٹھکانے تک جا پہنچے گی اور یوں جنّت میں بغیر حساب کے داخِل ہو گی۔

خوف کی فضیلت

خوف اس شخص کا مَقام ہے جس کا حال عِلْم ہے اور بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خائفین کے لیے وہ تمام باتیں جَمْع فرما دی ہیں جو مُختَلِف مومنین کو عَطا فرمائیں یعنی انہیں ہِدایت، رَحمت، عِلْم اور اپنی رَضا سے نوازا۔ یہ سب جنتیوں کے مَقام ہیں۔ چنانچہ (ہِدایت ورَحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا:

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہِدایت اور رَحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۴)

ایک مَقام پر (خَشیَّت کا تذکرہ کرتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وُہی ڈرتے ہیں جو عِلْم والے ہیں۔ (پ ۲۲، فاطر: ۲۸)

ایک مَقام پر (رَضا کا تذکرہ کرتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (پ ۳۰، البینۃ: ۸)

خائفین کا رفیق

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مَنقُول ہے کہ خائفین کے لیے رَفیقِ اعلیٰ ہے، دوسرے لوگ اس میں ان کے شریک نہ ہوں گے۔[2]

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ خوف کو رَفیقِ اعلیٰ کے ساتھ اس طرح خاص فرمایا کہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ

[1] ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الحجرات، ۳/۲۶۶، حدیث: ۳۷۷۸، بتغیر قلیل

[2] ......معجم اوسط، ۳/۸۴، حدیث: ۳۹۳۷

شریک نہ ہو گا جیسا کہ آج تصدیق کی گواہی ان کے لیے ثابت ہے۔ یہ نبوّت کا ایک مقام ہے، وہ دَرَجات میں اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام جیسے ہوں گے کیونکہ وہ اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے (عِلْم کے) وارِث ہیں اور ان کا شُمار عُلَمائے کِرام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ (پ۵، النسآء: ۶۹) ترجمۂ کنز الایمان: تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق۔

اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان مرتبے کو بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ (پ۵، النسآء: ۶۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں رَفِیْقًا بمعنی رُفَقَا ہے، واحِد کے ذریعے جَمْع کو مُراد لیا گیا ہے گویا کہ یہ سب ایک ہی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رَفِیْقًا جنّت میں اَعلیٰ عِلِّیِّیْن کا کوئی مَقام ہو جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جہانِ فانی سے ظاہِری پردہ فرماتے وَقْت یہ نام لیا۔ چنانچہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا میں ہی رہنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہونے کے درمیان اِخْتِیار دیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اَسْئَلُکَ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔[1] یعنی میں تجھ سے رَفیقِ اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مَرْوِی فرمان "ان کے لیے رَفیقِ اعلیٰ ہے"[2] اس بات پر دلیل ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کی وَضاحت فرمائی ہے کہ یہ لوگ اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہوں گے۔ نیز ان کے مَقام کو ہر مَقام سے زیادہ شَرَف عَطا فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس مَقام کی خواہش کا اِظْہار فرمایا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، ۳/۱۵۴، حدیث: ۴۴۳۷، فیہ: اللّٰھم فی الرفیق الاعلی

[2] ......السنۃ لعبد اللّٰہ بن احمد، سئل عما جحدتہ الجھمیۃ الضلال من کلام رب العالمین، ۱/۲۸۴، حدیث: ۵۴۵

معجم اوسط، ۳/۸۴، حدیث: ۳۹۳۷

خوف کیا ہے؟

خوف حقیقتِ اِیمان کا ایک جامِع نام ہے جس سے مُراد وُجودِ یقین کا عِلْم ہے اور یہ ہر نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر سے بچنے کا سَبَب اور ہر اَمْر بِالْمَعْرُوْف کی چابی ہے۔ مَقامِ خوف کے سِوا کوئی ایسی شے نہیں جو نفسانی شہوات کو جلا کر خاکِسْتَر کر دے اور ان کی آفات کے آثار تک مِٹا ڈالے۔

کمالِ علم اور کسبِ مَعْرِفت

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِیمان کا کمال عِلْم ہے اور عِلْم کا کمال خوف۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: عِلْم اِیمان کی کمائی ہے اور خوف مَعْرِفَت کی۔

خوف اور عشق و محبت کا باہمی تعلق

حضرت سَیِّدُنا ابو فیض مِصری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مُحِب کو جامِ مَحبَّت اس وَقْت تک نہیں پلایا جاتا جب تک کہ خوف اس کے دل کو (آتشِ شوق میں) بھون نہ دے۔ مزید فرماتے ہیں: محبوب سے جُدائی کے خوف کے وَقْت نارِ جہنّم کا خوف اس طرح ہے جیسے کوئی قطرہ گہرے سمندر میں گر گیا ہو۔

خوفِ اسلام

ہر موٴمِن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے مگر ہر موٴمِن کا خوف بَقَدْرِ قُربِ خداوندی ہوتا ہے۔ چنانچہ اِسلام کا خوف یہ ہے کہ ❀ موٴمِن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہر شے پر غالِب اور بَرتَر ہونے کا اِعْتِقَاد رکھے ❀ اس کی قُدْرَت و سَلْطَنَت کو تسلیم کرے ❀ اس نے اپنے جس عَذاب کی خَبَر دی ہے اور جس سزا سے ڈرایا ہے اس کی تصدیق کرے۔

خوفِ الٰہی کا منکر کافر ہے

حضرت سَیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: جب تم سے یہ سوال ہو کہ کیا تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہو تو خاموش رہو۔ اس لیے کہ اگر تم نے نفی میں جواب دیا تو کُفر کے مُرتَکِب ہو گے اور اگر اِثبات میں جواب دیا تو (تم اپنی بات میں سچے نہ ہو گے کیونکہ) تمہارے اَوصاف اہلِ خوف جیسے نہیں۔

نصیحت نفع نہیں دیتی

کسی واعِظ نے ایک داناو حکیم شخص سے شِکایَت کرتے ہوئے عَرض کی: آپ کا اس کے مُتَعَلِّق کیا خَیال ہے کہ میں ان لوگوں کو وَعْظ و نصیحت کرتا ہوں اور انہیں ذِکرِ خُداوندی سناتا ہوں مگر ان پر کوئی اَثَر ہی نہیں ہوتا؟ اس دانا شخص نے جواب دیا: اس کو نصیحت کیسے نفع دے سکتی ہے جس کے دل میں خوفِ اِلٰہی نہ ہو؟

بد بخت کون؟

دانا شخص کے قول کی تصدیق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے بھی ہوتی ہے:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دُور رہے گا۔ (پ۳۰، الاعلی: ۱۰، ۱۱)

یعنی نصیحت سے اِجْتِنَاب کرنے والا بد بخت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس شخص کو بد بخت قرار دیا جس کے دل میں خَوفِ اِلٰہی نہیں اور اس پر نصیحت کو قُبول کرنا حَرام ٹھہرایا ہے۔

خوف کا دل سے تعلق

عوام مومنین کے خوف کا تعلّق ظاہری اِرادہ کے جاننے کی وجہ سے دل کے ظاہِر سے ہوتا ہے اور خواص مومنین یعنی اہلِ یقین کے خوف کا تعلّق باطنی وِجدان حاصِل ہونے کی بنا پر دل کے باطِن سے ہوتا ہے۔ البتہ! خوفِ یقین کا تعلّق صِدِّیقین یعنی ان عارفین سے ہے جنہیں اُن خوف دِلانے والی صِفات کا مُشاہدہ حاصِل ہے جنہیں اپنانے کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: بندہ جب اپنی قبر میں جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر وہ شے جس سے وہ ڈرا کرتا تھا مثالی صُورت میں اسے قِیامَت تک ڈراتی رہتی ہے۔[1]

خوفِ یقین کی ابتدا

جو اَہلِ اِیمان خَوفِ اِلٰہی سے مُتَّصِف ہیں ان کے خوفِ یقین کی اِبتدا یہ ہے کہ ہر وَقْت نَفْس کے مُحاسبے

---

[1] حلیۃ الاولیاء، احمد بن الحواری، ۱۰/ ۱۲، الرقم: ۱۴۳۱۸

میں مشغول رہیں، ہر لمحہ اپنے رب کی رضا کی خاطر مُراقَبے میں رہیں اور شُبُہات سے بچتے رہیں یعنی ہر وہ شے جس کے مُتَعَلِّق قطعی یقین نہ ہو اور وہ عَمَل جس کے بارے میں قطعی سمجھ نہ ہو اس سے بچیں۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: پرہیزگار لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا میں نے (دنیا میں) حِساب نہ لیا ہو اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس کی تفتیش نہ کی ہو، (بروزِ قِیامت) انہیں حِساب کے لیے اپنی بارگاہ میں کھڑا کرنے سے مجھے حیا آتی ہے۔[۱]

خوف کے تین ۳ حال

﴿1﴾ وَرَع و تقویٰ ﴿2﴾ اَعْضَا و جَوارِح کو شُبُہات سے روکنا اور ﴿3﴾ خُشُوعِ قَلْب و اِظْہارِ عِجز کے ساتھ ہر قسم کی فُضُول حلال چیزوں سے بچنا خوف کے حال ہیں۔

جسے جنّت کا شوق ہو

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جسے جنّت کا شوق ہو وہ خواہشات سے دُور رہتا ہے اور جسے آگ کا ڈر ہو وہ حَرام ٹھہرائی گئی چیزوں سے بچتا ہے۔[۲]

زبان کو قابو میں رکھنا بھی خوف ہے

زبان کو منہ کے اندر قید کر دینا اور باتوں سے روکے رکھنا بھی خوف ہے تاکہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دِین یا عِلْم میں کوئی ایسی بات شامل نہ کر دے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کِتاب میں مَشْرُوع قرار دیا ہو نہ اس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی سنّت میں کیا ہو اور نہ اَئِمّۂ کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس کے مُتَعَلِّق کوئی کلام کیا ہو۔ نیز وہ بات ان اُمُور میں سے ہو جن کی اَصْل نہ کِتاب و سنّت میں ہو اور نہ واضح طور پر کسی نے اسے عِلْم کہا ہو۔

لہٰذا ایسی باتوں سے بچے اور پوچھ گچھ کے ڈر سے ایسے اُمُور سر اَنْجام نہ دے جن کا اسے قطعی عِلْم نہ ہو

---

[۱] ......السنة لعبد اللہ بن احمد، سئل عما جحدته الجهمية الضلال من كلام رب العالمين، ۱/۲۸۴، حدیث: ۵۴۵
نوادر الاصول، الاصل الثانی والعشرون والمائتان، ۲/۸۳۳، حدیث: ۱۱۲۴

[۲] ......حلية الاولياء، علی بن ابی طالب، ۱/۱۱۵، حدیث: ۲۳۰

اور ان اُمور میں بھی دَخْل اندازی نہ کرے جن میں مَخْفِی خواہش و دنیاوی لذّت موجود ہو۔

سب سے پہلے نصیحت کس کو اور کیا کرے؟

رَضائے خُداوندی کے حُصول کی خاطِر بندے کا اپنے نَفْس کو نصیحت کرنا بھی خوف ہے کیونکہ اس کا نَفْس مخلوق میں سب سے زیادہ نصیحت کا حَق رکھتا ہے، اس کے بعد وہ مخلوق کو نصیحت کرے اور نصیحت کی اِبْتِدا دین و آخِرَت کے اُمور سے کرے، پھر اس کے بعد اَسبابِ دنیا کا ذِکْر کرے کیونکہ اُمورِ دِین و آخِرَت زیادہ اَہمیّت کے حامِل ہیں۔

دین میں ملاوٹ

دین میں مِلاوَٹ بَہُت بڑا جُرْم ہے اور آخِرَت کا زادِ راہ تیار کرنا زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرَت نِشان ہے: جس نے میری اُمَّت میں مِلاوَٹ کی اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو۔ عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُمَّت کے مِلاوَٹ میں مبتلا ہونے سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: ان کے لیے کوئی ایسی بِدْعَت ایجاد کرنا کہ جس کی یہ لوگ پیروی کرنے لگیں، لہٰذا جس نے ایسا کیا گویا اس نے اُمَّت میں مِلاوَٹ کی۔[1]

خوف کا ثمرہ

خوف کا ثمرہ یہ ہے کہ بندہ عِلْمِ باری تعالیٰ سے مُتَّصِف ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کرے۔ یہ اَہْلِ اِنْعَام پر سب سے بڑی کَرَم نوازی ہے۔ اس کے اَحْکام دو صُورَتوں میں ظاہِر ہوتے ہیں:

﴿1﴾ بندہ اپنے سَر اور اس میں شامِل اَعضَا یعنی کان، آنکھ اور زبان کی حِفَاظَت کرے۔

﴿2﴾ اپنے پیٹ اور اس کے مُشْتَمِلات یعنی دل، شَرْم گاہ، ہاتھ اور پاؤں کی حِفَاظَت کرے۔

یہ عام لوگوں کا خوف ہے جو حَیا کی اِبْتِدا ہے۔ جبکہ خاص لوگوں کا خوف یہ ہے:

❀ صِرف وُہی چیز جَمْع کرے جسے کھانا ہے۔ ❀ اسی قَدْر عِمارَت بنائے جس میں رہنا ہے۔

---

[1] ......فردوس الاخبار، باب المیم، ۲/۲۸۳، حدیث: ۶۰۷۳

❁ کَثْرت سے کوئی ایسا کام نہ کرے جہاں سے اسے مُنْتَقِل ہو جانا ہے۔

❁ ان اُمُور میں غَفْلَت کا مُرتَکِب ہو نہ ان اُمُور میں حد سے تجاوُز کرے جنہیں اس نے جلد ہی چھوڑ کر آگے روانہ ہو جانا ہے۔

یہی زُہد ہے اور یہ اَصحابِ یمین میں سے مُتَّقِیْن اَہْلِ حیا کے حیا میں اِضافے کا باعِث ہے۔

خُلاصۂ کلام

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے یہ جو کچھ ذِکْر کیا ہے یہ دو احادیثِ مُبارَکہ کا مفہوم ہے، ان میں سے ایک عام اور دوسری خاص ہے۔ چنانچہ ہر وہ شخص جس نے اپنے دل کو شروع میں ہی عَمَل کا عادِی نہ بنایا اور خوف کو اپنے اِرادے پر طارِی نہ کیا جہانِ فانی سے کُوچ کے وَقْت کامیابی کا سہرا اپنے سَر سجا سکتا ہے نہ مَعْرِفَت کی بُلندیوں میں مُتَّقِیْن کا اِمام بن سکتا ہے۔

سب سے اعلیٰ خوف

سب سے اعلیٰ خوف یہ ہے بندے کا دل خاتِمہ بِالْخَیر کی فِکْر میں مبتلا ہو، اسے کسی قسم کے عِلْم و عَمَل سے سُکُون ملے نہ کسی اَعلیٰ و اَفضل عِلْم کی بنا پر یا بڑے بڑے نیک اَعمال کے سَبَب اسے قطعی نجات کا یقین ہو۔ اس لیے کہ خاتِمہ کیسا ہو گا یہ اسے معلوم نہیں۔ البتہ! مَنْقُول ہے کہ اَعمال کا وَزْن ان کے خاتِموں کے مُطابِق کیا جائے گا۔[1]

تقدیر کا غلبہ

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرَت نشان ہے: بندہ 50 سال تک جنتیوں والے اَعمال کرتا ہے یہاں تک کہ کہا جانے لگتا ہے یہ جنتی ہے۔[2] ایک رِوایَت میں ہے: یہاں تک کہ اس کے اور جنّت کے درمیان ایک بَالِشْت کا فاصِلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر اس پر غالِب آتی ہے اور

---

[1] ....حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، ۴/۳۶، حدیث: ۴۶۷۲
بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، ۴/۲۷۴، حدیث: ۶۶۰۷، بتغیر

[2] ....ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، ۳/۳۰۵، حدیث: ۲۷۰۴، بتغیر

اس کا خاتِمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔[1]

شرحِ حدیث

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) وَقت کی اس معمولی مِقدار میں (کہ جب بندہ جنّت سے ایک بالِشت کے فاصلے پر ہو اور لمحہ بھر میں جنّت میں داخِل ہونے والا ہو) جسمانی اَعْضَا کے ذریعے کوئی (جنتی) عَمَل سَر اَنجام نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ! یہ (وَقت کی معمولی مِقدار) اَعمالِ قُلُوب سے تعلّق رکھتی ہے جس کا مُشاہَدہ عقلیں کرتی ہیں۔

تقدیر کیسے غالب آتی ہے؟

(بندے پر تقدیر کچھ یوں غالِب آتی ہے کہ) وہ (جنّت میں لے جانے والی) اس توحید میں شِرک کرنے لگتا ہے جو ابھی تک (اس کے خاتِمہ بِالْخَیر کی بِنا پر) مُتَحَقِّق نہیں ہوئی اور اس یقین میں شک کرنے لگتا ہے جس کا دُنیاوِی زِندَگی میں اسے مُشاہَدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ (خاتِمہ کے وَقت ظاہِری) حِجاب دُور ہوتے ہی اس کی کَیفِیَّت واضح ہو جاتی ہے، اس پر اس کے اَصْل اَوصَاف غالِب آجاتے ہیں اور یوں اس کا حال ظاہِر ہوتا ہے مثلاً بندے کے بُرے اَعمال ظاہِر ہوتے ہیں تو اس کا دل انہیں آراستہ کرنے میں لگ جاتا ہے یا زبان ان کے ذِکر میں مشغول ہو جاتی ہے یا اس کا وِجدان ان اَعمال میں کھو جاتا ہے۔ پھر اس کا یہ حال ہی اس کا خاتِمہ بن جاتا ہے جس پر اس کی رُوح نکلتی ہے اور یوں اس پر تقدیر کا لکھا غالِب آتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓىٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِؕ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا۔

(پ۸، الاعراف:۳۷)

تقدیر کب غالب آتی ہے؟

یہ کَیفِیَّت جِسْم سے رُوح کی جُدائی کے وَقت ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ۠ (۱۰۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم ان کا حصّہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہوگی۔

(پ۱۲، ھود:۱۰۹)

---

[1]......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۲/۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۲، بتغیر قلیل

ایک رِوایَت میں مذکورہ حدیثِ پاک کے اَلفاظ کچھ یوں ہیں: (بندہ 50 سال تک جنتیوں والے اَعمال کرتا ہے یہاں تک کہ) اس قَدْر وَقْت باقی رہ جاتا ہے کہ جس قَدْر وَقْت اونٹنی کا دودھ دوہنے والے کو دوبارہ اس کے تھن کو پکڑنے میں لگتا ہے کہ تقدیر اس پر غالب آتی ہے اور اس کا خاتِمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ وہ وَقْت ہے جب رُوح حَلْق تک پہنچ جاتی ہے اور سانسیں پورے جِسْم سے نِکَل کر دل اور حَلْق کے درمیانی حصّے میں آجاتی ہیں۔ یہ وَقْت دلوں کی حالَت بدلنے کا ہے، یعنی دل حقیقتِ توحید سے بدَل کر گمراہی و شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وَقْت دُنیاوِی سوجھ بوجھ اور تمام عَقْلی عُلُوم خَتْم ہو جاتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے بندے کے لیے وہ بات ظاہِر ہوتی ہے جس کا اسے گمان تک نہیں ہوتا۔

بُرے خاتمے کے شکار

سب سے زیادہ بُرے خاتِمہ کا شکار تین۳ قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

پہلا گروہ

یہ گروہ بِدْعَتی اور دِین میں کَجی والوں کا ہے کیونکہ ان کا اِیمان عَقْل کے ساتھ مَرْبُوط ہوتا ہے۔ ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت کی سب سے پہلی نِشانی یہ ظاہِر ہوتی ہے کہ ان کی عَقْل اس نِشانی کے مُشاہَدے سے اُڑ جاتی ہے اور ان کا اِیمان اس طرح خَتْم ہو جاتا ہے کہ اس نِشانی کو دیکھنے کے لیے باقی نہیں رہتا جیسا کہ فَتِیْلہ جَل جانے کے بعد چراغ خود ہی بجھ جاتا ہے۔

دوسرا گروہ

یہ گروہ مُتَکَبِّرین اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِشانیوں اور دُنْیاوِی زِنْدَگی میں اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی کَرامات نہ ماننے والوں کا ہے۔ ان کے بُرے خاتِمہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے یقین کے مالِک نہیں ہوتے

[1] ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۲/۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۲، بتغیر قلیل
ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان الاعمال بالخواتیم، ۴/۵۳، حدیث: ۲۱۴۴، بتغیر قلیل

جو قُدْرَتِ اِلٰہی کامُتَحَمِّل ہو اور ان کے اِیمان کی تَقْوِیَت کا باعِث بنے بلکہ شک انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یقین کی دولت سے مَحْرُوم ہونے کی وجہ سے مزید ان پر قَوِی ہوتا جاتا ہے۔

تیسرا گروہ

اس گروہ کی مزید تین۳ قسمیں ہیں جو سب بُرے خاتِمہ میں دَرَجات کے لِحَاظ سے مُخْتَلِف ہیں۔ اس کے باوُجود اس تیسرے گروہ کے لوگ پہلے دونوں گروہوں کے مُقابَلے میں بُرے خاتِمہ کا شِکار کم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ بُرے خاتِمہ کے بھی مُخْتَلِف مَقامات ہیں جیسا کہ زِنْدَگی میں شِرک اور یقین کے مُخْتَلِف مَقامات ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض لوگ خود کو اس طرح نُمایاں رکھنے کا دعویٰ کرنے والے ہوتے ہیں کہ ان کی نظر ہمیشہ اپنے ہی نَفْس و عَمَل پر رہتی ہے، بعض عَلَانِیَہ فِسْق کے مُرْتَکِب ہوتے ہیں اور بعض گناہوں پر اِصرار کرنے والے عَادِی گناہ گار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے گناہ زِنْدَگی کے آخری لمحات تک جاری رہتے ہیں، وہ حِجاب اٹھنے تک انہی گناہوں میں لَت پَت رہتے ہیں، مگر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی واضِح نِشانیاں دیکھتے ہیں تو دل سے توبہ کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اب اَعْضا و جَوَارِح کے اَعمال خَتْم ہو چکے ہوتے ہیں، ان سے کسی عَمَل کا بجالانا ممکن نہیں ہوتا، لہٰذا ان کی توبہ قبول کی جاتی ہے نہ ان کی لَغْزِشوں کو مُعاف کیا جاتا ہے اور نہ ان پر رَحم کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس آیتِ مُبارَکہ کے مِصداق ہیں:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (پ۴، النسآء:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے بھی یہی لوگ مقصود ہیں:

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (پ۲۲، سبا:۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں۔

اس فرمانِ باری تعالٰی سے بھی یہی لوگ مُراد ہیں:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا

(پ ۲۴، المؤمن: ۸۴) بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے۔

صاحبِ قُوت کی رائے

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ان آیاتِ مُبارَکہ میں اگرچہ جو حُکم بیان کیا گیا ہے وہ کُفّار کے لیے ہے مگر یہ آیات معنوی طور پر اور ایک مَقام کے اِعْتِبار سے کبیرہ گناہوں کے مُرتَکِب لوگوں اور فاسِقین وغیرہ گناہوں کے عَادِی مُجرِموں کو بھی شامِل ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب بُرے خاتِمے میں کفّار کے شریک ہیں۔

مقامات میں فرق

مذکورہ گروہ کے اَفراد کے مَقامات میں بھی فَرق ہے۔ چنانچہ،

ان میں سے ایک مَقام ایسا ہے جو ان لوگوں کے لیے ان کے گناہوں کی شہوات کو ظاہِر کرتا ہے۔

ایک مَقام ایسا ہے کہ ان لوگوں کے دل چونکہ ذِکْر و خوف سے خالی ہوتے ہیں، لہٰذا جب ان کے سامنے بار بار گناہوں کی یاد پیدا ہوتی رہتی ہے تو انہی گناہوں کے مُشاہَدے کے دوران ہی ان کا خاتِمہ ہو جاتا ہے۔

یہ سب اَسباب خوف کو خَتم کر دیتے ہیں اور عَقْل مندوں کے دلوں کو توڑ دیتے ہیں۔

مرید گناہوں سے ڈرتا ہے اور عارف کفر سے

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: مُرید گناہوں میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ عارِف کُفْر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے۔

انبیائے کرام و اولیائے عظام کا دلوں کے بدلنے سے ڈرنا

حضرت سَیِّدُنا بایزید بُسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرمایا کرتے کہ جب میں مَسْجِد کی طرف چلتا ہوں (مجھے لگتا

ہے) گویا میری کمر میں زُنّار[1] ہو اور مجھے ہر لمحہ یہی خوف لاحق رہتا ہے کہیں یہ مجھے گرجا گھر یا کسی آتش کدہ میں نہ لے جائے یہاں تک کہ میں مَسْجِد میں داخِل ہو جاتا ہوں تو وہ زُنّار خود بخود مجھ سے دُور ہو جاتا ہے اور ایسا ہر روز پانچ مرتبہ ہوتا ہے۔

یہ سب اس لیے ہے کہ ان لوگوں کو یقینی طور پر یہ بات مَعْلُوم تھی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَتِ کامِلہ میں دل بڑی تیزی سے بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے حَوارِیوں سے اِرشَاد فرمایا: اے حَوارِیوں کے گروہ! تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم انبیائے کِرام کُفْر سے ڈرتے ہیں۔

کسی نبی کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ وہ کئی سالوں تک بارگاہِ خُداوندی میں بھوک، جوؤں اور لباس کی کمی کا شِکْوَہ کرتے رہے، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میں نے تمہارے دل کو کُفْر سے مَحْفُوظ رکھا کہ تم مجھ سے دنیا مانگ رہے ہو۔ چنانچہ انہوں نے خاک لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عَرض کی: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہوں، مجھے کُفْر سے مَحْفُوظ رکھ۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس نبی کو یہ نِعْمَت یاد نہ دِلائی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں نبوّت سے سرفراز فرمایا ہے بلکہ انہیں کُفْر سے بچائے رکھنا یاد دِلایا[2] تو انہوں نے اس بات کا اِعْتِراف کیا اور اپنے حال پر راضی رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عِصْمَت طَلَب کی۔

خائف کا گمان

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور حضرت سَیِّدُنا بایزید بُسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی (متوفی ۲۶۱ھ) سے قبل اِمامُ الزّاہِدین حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الْوَاحِد بن زَید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۱۷۷ھ) کا فرمان

---

[1]......وہ دھاگہ یا ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں اور عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔
(اردو لغت (تاریخی اصول پر)، ۱۱/ ۱۶۲)

[2]......اس مقام سے عِبارَت کے کچھ حصے کا ترجمہ عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر ہونے اور انہیں شکوک وشُبہات سے بچانے کے لیے نہیں دیا جارہا۔ البتہ! اہلِ علم کے ذوق کی تسکین کے لیے اَصْل عِبارَت سیاقِ کلام کے ساتھ کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

ہے:خائف کبھی اپنے اس گمان کی تصدیق نہیں کرتا کہ وہ جہنّم میں داخل نہیں ہوگا مگر اپنے اس گمان سے کہ وہ جہنّم میں داخل ہوگا سے اس لیے ڈرتا ہے کہ وہ کبھی اس سے باہر نہیں نکلے گا۔

امام حسن بصری کے خوف کا عالم

ان سب سے پہلے اِمامُ الْعُلَما حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا فرمان ہے:ایک ہزار سال کے بعد جہنّم سے ایک شخص نکلے گا،اے کاش!وہ شخص میں ہی ہوں۔مزید فرماتے ہیں:مجھے جہنّم سے جس وَقْت آزادی ملی تو پھر مجھے کسی شے کی کوئی پَروانہ ہوگی۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں)ایسا انہوں نے اس لیے فرمایا تھا کہ انہیں یہ خوف لاحِق تھا کہیں وہ ہمیشہ جہنّم ہی میں نہ رہیں۔

عارفین و مریدین پر شیطانی حملے

شیطان کے عارِفین کے پاس آنے کے راستے یہ ہیں:توحید میں اِلْحَاد،یقین میں شُبہ پیدا کرنا اور صِفَاتِ باری تعالٰی کے مُتَعلّق وسوسے ڈالنا۔جبکہ مُریدین کے پاس وہ آفات و شہوات کے راستوں سے آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عارِفین کو عام لوگوں سے زِیادہ خوف لاحق ہوتا ہے۔اس لیے کہ شیطان ہر شخص کے پاس اس کی سوچ و فِکْر کے مُطابِق آتا ہے تاکہ اس کے یقین میں شک پیدا کرسکے جیسا کہ اس کی شہوات کو اس کے لیے آراستہ کرتا ہے۔چنانچہ ان عارِفین و صِدِّیقین کی اَرْوَاح کا تعلّق ان کی تقدیر میں لکھے فیصلے سے مُتَعلّق ہوجاتا ہے،جب ان کی تقدیر میں لکھی ہوئی کوئی بات سامنے آتی ہے تو وہ اس کا مُشاہدہ کر کے دَرْج ذیل اُمُور کی وجہ سے خوف زدہ ہوجاتے ہیں:

- وہ نہیں جانتے کہ ان کی تقدیر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کا حَق پر قائم رہنا لکھا گیا ہے کہ ان کا خاتِمہ بھی اسی پر ہو اور اس طرح ان کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگے جن کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ ترجمۂ کنز الایمان:بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ

عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۱) بھلائی کا ہو چکا وہ جہنّم سے دور رکھے گئے ہیں۔

﴿۶﴾ وہ ڈرتے ہیں کہ تقدیر ان پر غالب آ جائے اور ان کا شمار ان لوگوں میں نہ ہونے لگے جن کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب، دُکھی دِلوں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عبرت نشان میں کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (بعض لوگوں کے مُتعلّق) اِرشاد فرمائے گا کہ یہ لوگ جہنمی ہیں اور (ان کے جہنّم میں جانے کی) مجھے کوئی پروا نہیں۔[1]

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) کسی سِفارِش کرنے والے کی سِفارِش ان لوگوں کو فائدہ دے گی نہ کوئی انہیں جہنّم کی آگ سے بچا پائے گا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِۚ ﴿۱۹﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی نجات والوں کے برابر ہو جائے گا تو کیا تم ہِدایت دے کر آگ کے مُستَحِق کو بچا لو گے۔

اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـٴَـنَّ جَهَنَّمَ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضَرور جہنّم کو بھر دوں گا۔

یہ آیتِ مُبارَکہ اور اس کا مفہوم اہلِ بصیرت کے خوف کا باعث ہیں۔

عوام و خواص کو کس سے ڈرنا چاہئے؟

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے عالم (یعنی حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ (پ۱، البقرۃ: ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور مجھی سے ڈرو۔ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں ڈرنے کا حکم عام ہے یعنی ان چیزوں میں مجھ سے ڈرو جن سے میں نے تمہیں منع کیا ہے۔ جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ (پ۱، البقرۃ: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں تقدیر میں لکھے فیصلے

---

[1] ......مسند احمد، حدیث عبد الرحمن بن قتادۃ، ۶/ ۲۰۵، حدیث: ۱۷۶۷۶

سے ڈرنا مُراد ہے اور یہ حکم خواص کے لیے ہے۔

خوفِ مومنین کے دو۲ مقام

ایک عارِف نے خوفِ مومنین کے دو۲ مَقام بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: ❁ اَبرار یعنی نیک لوگوں کے قُلوب خاتِمہ بِالْخَیر کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ بَس یہی کہتے ہیں: اے کاش! ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارا خاتِمہ کیسا ہوگا؟ ❁ جبکہ مُقرّبین کے قُلُوب اس خوف میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کی تقدیر میں معلوم نہیں کیا لکھا ہے؟ اور وہ کہتے ہیں: کاش! ہمیں معلوم ہو جاتا، ہماری تقدیر میں کیا لکھا ہے؟

یہ دونوں مَقام دو۲ مُشاہَدوں کی پیداوار ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے اَعلیٰ اور اَہم ہے، جس کی وجہ وہ دو۲ حال ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ کامِل ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: مُقرّبین کے گناہ گویا کہ نیک لوگوں کی نیکیاں ہوں۔ مُراد یہ ہے کہ نیک لوگ جن باتوں میں رَغبت رکھتے ہیں وہ اگرچہ باعِثِ فضیلت ہیں مگر مُقرّبین ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتے کیونکہ (بسااوقات) وہ ان کے لیے حِجاب کا باعِث (بن جاتی) ہیں۔

جس کی تقدیر میں بُرا خاتمہ لکھ دیا گیا ہو

جس پر عَذاب مُتَحَقِّق ہو جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی تقدیر میں بُرا خاتِمہ لکھ دے تو کوئی شے اسے فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہ ایسے کاموں میں مگن رہتا ہے جن پر کوئی اَجر ملے گا نہ ان کا کوئی بہتر اَنجام ہوگا۔

اس کے اَعمال میں غور و فِکر سے معلوم ہوگا کہ اس کے اَعمال بُعد و دُوری میں مزید اِضافے کا باعِث بنتے ہیں، کیونکہ بُرا خاتِمہ کبھی درمیانی عمر میں ہی (شروع) ہو جاتا ہے اور اَنجام کا اِنتِظار نہیں کیا جاتا، اس لیے کہ بندہ اس عمر میں کسی ایسی مَعْصِیَّت کو اپنا لیتا ہے جو اس کے بُرے خاتِمے کا سَبَب بنتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں تقدیر میں ایسے ہی لکھی ہوئی تھیں۔ اس صُورت میں (بندے کی نیک زِندگی کا) یہ خاتِمہ اس کے بُرے خاتِمے کا آغاز بن جاتا ہے جبکہ ان دونوں خاتِموں کا وَقت ایک ہی ہے۔ جب اَجَل (موت) آتی ہے اور اَعمال خَتْم ہونے کا وَقت ہوتا ہے تو دُوریاں اپنی اِنتِہا کو پہنچ جاتی ہیں اور بندہ مقامِ بُعد میں جا ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ،

مَروِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بِدْعَتی کا کوئی عَمَل قبول نہیں فرماتا۔[1] اس لیے کہ اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بتائے ہوئے طریقوں کو قبول نہ کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس کے اَعمال کو قبول نہ فرمایا۔ لہٰذا یہ جس قَدْر اپنے عَمَل میں کوشِش کرتا جائے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمَت سے اسی قَدْر دُور ہوتا جائے گا جیسا کہ کسی حکیم کے اَشعار ہیں:

مَنْ غَصَّ دَاوٰی بِشُرْبِ الْمَآءِ غَصَّتَهٗ ۔۔۔ فَكَيْفَ يَصْنَعُ مَنْ قَدْ غَصَّ بِالْمَآءِ؟

بَلْ كَيْفَ يَصْنَعُ مَنْ اَقْصَاهُ مَالِكُهٗ؟ ۔۔۔ فَلَيْسَ يَنْفَعُهٗ طِبُّ الْاَطِبَّآءِ

یعنی جسے کھانے سے اُچھو لگے تو وہ پانی پی کر اپنے اُچھو کا عِلاج کر لیتا ہے لیکن جسے اُچھو ہی پانی سے لگے وہ کیا کرے؟ بلکہ جسے اس کے آقا و مالِک نے خود سے دور کر دیا ہو وہ کیا کرے؟ کہ اسے تو کسی طبیب کی طِب بھی فائدہ نہ دے گی۔

سَلَف صالحین اور خوفِ الٰہی

حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے خوف و حزن کا سَبَب یہی مُشاہَدہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بے نیاز ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اسی بے نیازی کے سَبَب انہیں اس کے وَصْفِ جَبْرِیَّت کا خَدْشہ تھا، نیز انہیں یہ بھی خَدْشہ تھا کہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں ان کے ساتھیوں کے لیے عِبرَت و نصیحت کا باعِث نہ بنا دے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ وہ 40 سال تک نہیں ہنسے، آپ انہیں کہیں بیٹھا ہوا دیکھتے تو یہی سمجھتے گویا کوئی قیدی ہیں جن کی گردن مارنے کے لیے لایا گیا ہے۔ جب کلام کرتے تو گویا آخِرَت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہوں، جب خاموش ہوتے تو گویا ان کی آنکھوں کے درمیان آگ بھڑک رہی ہو۔ اس شِدّتِ غَم پر جب ان سے کسی نے کچھ کہا تو فرمایا: میں اس بات سے بے خوف نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو میرا کسی ناپسندیدہ کام میں مبتلا ہونا معلوم ہو اور وہ مجھ سے ناراض ہو کر فرمائے: جا! میں تجھے نہیں بخشوں گا۔ اس صُورَت میں تو میرے تمام اَعمال ضائع ہو جائیں گے۔

خوف کا سَبَب گناہوں کی کثرت نہیں

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن

[1] ......ابن ماجه، كتاب السنة، باب اجتناب البدع والجدل، ۱/ ۳۸، حديث: ۴۹، ۵۰

بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا یہ حال ہے تو) ہم ان سے زِیادہ اس بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈریں۔ مگر خوف کا سَبَب گناہوں کی کَثْرَت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم ان سے زیادہ خوف والے ہوتے، بلکہ یہ تو قلب کی صَفائی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حد درجہ عَظْمت ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا علا بن عَدوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی بہُت بڑے عابِد تھے، جب آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو جنّت کی خوش خبری دی گئی تو آپ نے سات دن تک گھر کا دروازہ بند کر لیا، کھانے کا ذائقہ تک نہ چکھا اور بس روتے رہتے اور فرماتے جاتے کہ میں تو میں ہی ہوں۔ یہ ایک طویل قصّہ ہے بہَرحال حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں ان کے شِدّتِ خوف اور کَثْرتِ بُکا (یعنی بہُت زیادہ رونے) پر سختی سے مَنْع کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اے میرے بھائی! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم جنتی ہی ہو، اب کیا اپنے نَفْس کو ہلاک کر دو گے؟

اَلْغَرَض آپ اس شخص کے مُتَعَلِّق کیا کہیں گے جس کے شِدّتِ خوف پر حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی بھی انہیں مَلَامَت فرمائیں (جبکہ ان کے اپنے خوف کا عالم کیا ہے یہ بیان ہو چکا ہے)۔

صحابہ کرام اور خوفِ اِلٰہی

صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو مذکورہ بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین سے بھی بُلند مَقام پر فائز تھے، اس کے باوُجود وہ تمنّا کیا کرتے کہ کاش وہ اِنسان بن کر پیدا نہ ہوتے، حالانکہ انہیں کئی بار جنّت کی یقینی خوش خبری بھی دی گئی (پھر بھی ان کے خوف کا یہی عالَم رہا)۔ چنانچہ،

- امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: اے پرندے! کاش! میں تیری مِثْل ہوتا اور انسان بن کر پیدا ہی نہ ہوتا۔[1]
- امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: میں چاہتا ہوں کہ کاش! میں ایک مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھے کسی مہمان کی ضِیافَت کے لیے ذَبْح کر دیتے۔[2]

---

[1] ......الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص۳۹۸، حدیث: ۱۶۵، بدون: وانی لم اخلق بشراً

مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام ابی بکر الصدیق، ۸/۱۴۴، حدیث: ۲ بدون: وانی لم اخلق بشراً

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المتمنین، ۲/۵۵۹، حدیث: ۱۲۷

حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفَاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: میری خواہش ہے کہ کاش! میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا طَلْحَہ اور حضرت سَیِّدُنا زُبَیر بن عَوَّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: ہماری خواہش ہے کہ ہمیں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُثْمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: میری خواہش ہے کہ کاش! میں مَروں تو پھر کبھی اُٹھایا نہ جاؤں۔[2]

حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتیں: میں چاہتی ہوں کہ کاش! میں اس طرح بُھلا دی جاؤں کہ کبھی میرا وُجود ہی نہ رہے۔[3]

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: کاش! میں راکھ ہوتا۔ ان سے مَرْوِی ایک رِوایَت میں ہے: کاش! میں (کسی جانور کی) کوئی مینگنی ہوتا۔ کاش! میں کچھ نہ ہوتا۔[4]

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟

اَلْغَرَض صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک کثیر تعداد کی یہی حالَت تھی اور ایک ہم ہیں جو کبیرہ گناہوں کا اِرْتِکاب کرتے ہیں مگر باتیں کرتے ہیں اَعلیٰ دَرَجات اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی کا قُرْب پانے کی! ہم یکسر بھول چکے ہیں کہ ہمارے جَدِّ اَمجد حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو صِرف ایک لَغْزِش کی بنا پر جنّت میں داخِلے کے بعد نِکال دیا گیا اور ہماری حَالَت تو یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک جنّت دیکھی بھی نہیں، گویا ہم ٹھنڈے لوہے پر ضَربیں لگا رہے ہیں۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب فی قول النبی: لو تعلمون ما اعلم...الخ، ۴/۱۴۰، حدیث: ۲۳۱۹

[2] ......الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۳۹۶، حدیث: ۱۶۳، عن عبداللہ بن مسعود

[3] ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب ولولا اذ سمعتموہ قلتم...الخ، ۳/۲۸۶، حدیث: ۴۷۵۳

الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۳۹۴، حدیث: ۱۶۰

[4] ......معجم کبیر، ۹/۱۰۲، حدیث: ۸۵۳۵، بتغیر قلیل

جنّتی کہنے پر سرکار کا صحابہ کی تربیت فرمانا

مَرْوِی ہے کہ اَہْلِ صُفَّہ میں سے ایک صحابی شہید ہو گئے تو ان کی والِدہ ماجِدہ بولیں: تمہیں مُبارَک ہو! تم جنّت کی چڑیا ہو، تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی اور راہِ خدا میں شہید کیے گئے۔ (جب) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (نے اس عورت کی یہ بات سنی تو) اِرشَاد فرمایا: تمہیں کیا معلوم! ہو سکتا ہے اس نے فُضُول گفتگو کی ہو اور ایسی باتوں (یا کاموں) سے روکتا ہو جو نقصان دہ نہ ہوں۔[۱]

(لہٰذا کسی کے قطعی جنّتی ہونے کا یقین مت رکھو بلکہ یہ مُعاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت پر چھوڑ دو۔)

اسی طرح ایک واقعے میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کسی صحابی کے پاس تشریف لے گئے جو بیمار تھے، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی والِدہ ماجِدہ کو یہ کہتے سنا: تمہیں جنّت مُبارَک ہو۔ (یہ سن کر) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حکم چلانے والی عورت کون ہے؟ اس بیمار صحابی نے عرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میری والِدہ ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: تجھے کیا معلوم! ہو سکتا ہے کہ فلاں لایعنی (بے معنٰی، فُضُول) باتیں کرتا ہو اور غیر ضَروری چیزوں میں بھی بُخل سے کام لیتا ہو۔[۲]

کسی کے قطعی جنّتی ہونے کا یقین رکھنا

مَرْوِی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک نَومولُود بچے کی نمازِ جنازہ پڑھی۔[۳] ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دُعا مانگتے سنا گیا: **اَللّٰھُمَّ قِہٖ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ جَھَنَّمَ**۔ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے عذابِ قبر اور عذابِ جہنّم سے بچا۔[۴] ایک رِوایَت

---

[۱] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۳۷۶، حدیث: ۴۰۰۴، مختصراً
حیاۃ الحیوان، العصفور، ۲/۱۶۱

[۲] ......معجم اوسط، ۵/۲۲۸، حدیث: ۷۱۵۷
تاریخ بغداد، ۵/۲۸، الرقم: ۲۳۳۹: احمد بن عیسی

[۳] ......نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الصبیان، ص ۳۲۹، حدیث: ۱۹۴۴، بتغیر

[۴] ......موطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب مایقول المصلی علی الجنازۃ، ۱/۲۱۳، حدیث: ۵۴۵ فیہ عن یحیی بن سعید أنہ قال سمعت سعید

میں ہے کہ کسی عورت نے یہ کہا: تجھے مُبارَک ہو! تم جنّت کی چڑیا ہو۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناراض ہوتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ ایسا ہی ہو گا؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا؟[1] کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنّت کو پیدا فرمایا تو اس میں رہنے والوں کو بھی پیدا فرمایا اور اسی طرح جہنّم کو پیدا فرمایا تو اس میں رہنے والوں کو بھی پیدا فرمایا، اب ان میں کوئی زِیادَتی ہو گی نہ کوئی کمی۔[2]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ایسا سرورِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عثمان بن مَظعُون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جَنازہ میں فرمایا تھا جو مُہاجِرینِ اوّلین میں سے تھے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شَہادَت پر وہ قول اُمُّ الْمُومِنِین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کہا تھا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرمایا کرتیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسم! عثمان کے بعد میں کبھی کسی کی پاک دَامَنی کی گواہی نہ دوں گی۔[3]

اس سے بھی عجیب رِوایَت یہ ہے کہ (امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے شہزادے) حضرت سَیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب یہ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عِلاوہ کسی کو بھی گناہوں سے پاک قرار نہیں دے سکتا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والِد ماجِد جنہوں نے مجھے پیدا کیا انہیں بھی گناہوں سے منزّہ (یعنی پاک) نہیں سمجھتا۔[4] تو شِیعانِ علی نے ان سے اس کے مُتَعَلِّق بات کی (اور دباؤ ڈالا) تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے فضائل و مَنَاقِب بیان کرنے لگے۔

بن المسیب یقول: صلیت وراء أبی هریرة علی صبی لم یعمل خطیئة قط فسمعته یقول اللهم أعذه من عذاب القبر

مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة والصلاة علیها، تحت الحدیث: ۱۶۷۵، ۴/۱۶۱، دون "عذاب جهنم"

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطر... الخ، ص ۱۴۳۱، حدیث: ۲۶۶۲

مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/۷۱۷، حدیث: ۳۱۰۳

[2] ......معجم اوسط، ۳/۳۷۶، حدیث: ۴۸۷۸

[3] ......بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت... الخ، ۱/۴۲۲، حدیث: ۱۲۴۳

[4] ......طبقات ابن سعد، ۵/۶۹، الرقم: ۶۸۰: محمد ابن الحنفیة وهو محمد الاکبر بن علی بن ابی طالب

بعض سورتوں کے سرکار پر اثرات

یہی وہ مفاہیم ہیں جو خائفین کے دِلوں کو جلاتے رہتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ یہی وہ بُعد ہو جس کی یاد نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بڑھاپا طارِی کر دیا تھا جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھے سورہ ھُود اور اس جیسی دیگر سورتیں یعنی سورہ واقعہ، اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ نے بوڑھا کر دیا ہے۔[1]

سورہ ھود کے اثرات کا سبب

اس لیے کہ سورہ ھُود میں ہے:

﴿1﴾ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ (پ۱۲، ھود:۶۸) ترجمۂ کنزالایمان: ارے لعنت ہو ثمود پر۔

﴿2﴾ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ (پ۱۲، ھود:۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: ارے دور ہوں عاد ہود کی قوم۔

﴿3﴾ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ (پ۱۲، ھود:۹۵) ترجمۂ کنز الایمان: ارے دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود۔

سورہ واقعہ کے اثرات کا سبب

سورہ واقعہ میں ہے: ﴿ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۲) ترجمۂ کنزالایمان: اس وَقت اس کے ہونے میں کسی کو اِنکار کی گنجائش نہ ہو گی۔ ﴾ یعنی اس شخص کے لیے اَزَلی حکم واقع ہوا جس پر اس کی تقدیر غالِب آگئی اور وہ بات سچ ہوگئی جو اس کے لیے سچ ہونی ہی تھی۔ چنانچہ مزید اِرشاد فرمایا:

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۳) ترجمۂ کنز الایمان: کسی کو پَسْت کرنے والی کسی کو بُلندی دینے والی۔

مُراد یہ ہے کہ آخرت اس قوم کو پَسْت کر دے گی جو دنیا میں بُلند مرتبہ تھے کہ جب حقائق ظاہِر ہوں گے اور مخلوق کے اَنْجام مُنْکَشِف ہوں گے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الواقعۃ، ۵/ ۱۹۳، حدیث:۳۳۰۸

سورہ تکویر کے اثرات کے سبب

سورہ تکویر میں اَنجام کے خاتِموں کا تذکرہ ہے اور یہ اس شخص کے لیے قِیامَت کی عَلامَت ہے جو اس بات کا یقین رکھے جبکہ اس شخص کے لیے اس میں غَضَب کے مَعانی ظاہِر کئے جاتے ہیں جو اس کا مُشاہَدہ کرے۔ چنانچہ اِرشَاد ہوتا ہے:

وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب جہنّم کو بھڑکایا جائے اور جب جنّت پاس لائی جائے ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔ (پ۳۰، التکویر: ۱۲ تا ۱۴)

یہ ایک واضح خِطاب ہے یعنی جہنّم کو بھڑکائے جانے اور جنّت کے قریب ہونے کے وَقْت نَفْس پر یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ ایسا کونسا شَر لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوا ہے جو جہنّم کے مُناسِب ہے اور اس نے ایسا کونسا خَیر کا فعل سر اَنجام دیا ہے جو جنّت کے لائق ہے، چنانچہ اس بنا پر اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ جنّتی و جہنمی لوگوں میں سے کن میں سے ہے؟ اور اس کا ٹھکانا جنّت و جہنّم میں سے کیا ہو گا؟

(اس دن) کتنے ہی دِلوں کی حسرتیں ناتمام رہ جائیں گی جو جنّت کے قریب ہونے کے بعد دُور کر دیئے جائیں گے؟ کتنے ہی نُفُوس کی سانسیں اُکھڑ جائیں گی جب انہیں جہنّم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہو جائے گا کہ وہ ضَرور اس میں ڈالے جائیں گے؟ کتنی ہی آنکھیں ایسی ہوں گی جو قِیامَت کی ہولناکیاں دیکھ کر جھک جائیں گی؟ کتنی ہی عقلیں قِیامَت کے حالات کا مُشاہَدہ کرنے کے باعِث زائل ہو جائیں گی؟

انبیا بھی برے خاتمہ سے ڈرتے تھے

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں نے دیکھا گویا کہ میں جنّت میں ہوں جہاں میں نے 300 انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی زِیارَت کی اور میں نے ہر ایک سے یہی عَرض کی: مَا اَخْوَفُ مَا کُنْتُمْ تَخَافُوْنَ فِی الدُّنْیَا؟ یعنی دنیا میں آپ سب سے زیادہ کس شے سے ڈرتے تھے تو سب نے یہی اِرشَاد فرمایا کہ وہ بُرے خاتِمے سے ڈرتے تھے۔

بُرا خاتمہ ایک خفیہ تدبیر ہے

بُرا خاتِمہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک ایسی خُفْیَہ تدبیر ہے جس کے اَوصاف بیان کیے جاسکتے ہیں نہ اسے سمجھا جاسکتا ہے اور نہ اس سے آگاہ ہوا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی کوئی اِنتِہا نہیں، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور اس کے اَحکام کی کوئی حد نہیں۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور جبریل کا خوف

ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام دونوں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رو رہے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: آپ دونوں کیوں روتے ہیں حالانکہ میں نے آپ دونوں کو اَمان عَطا فرمائی ہے؟ عَرض کی: اے پروردگار! تیری خُفْیَہ تدبیر سے کون بے خوف ہو سکتا ہے؟[1]

خوف کا سَبَب

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اگر ان دونوں ہستیوں کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُکم کی کوئی حَد نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خُفْیَہ تدبیر کی بھی کوئی اِنتِہا نہیں تو وہ کبھی یہ عَرض نہ کرتے: اے پروردگار! تیری خُفْیَہ تدبیر سے کون بے خوف ہو سکتا ہے؟ حالانکہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ اِرشاد فرمایا کہ میں نے تم دونوں کو اَمان عَطا فرمائی ہے، تو اس فرمان سے اس کی خُفْیَہ تدبیر بھی خَتم ہوگئی تھی اور دونوں ہستیوں کو بھی اس خُفْیَہ تدبیر کے خاتِمے کا یقین ہو چکا تھا مگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُس خُفْیَہ تدبیر سے خوف زدہ تھے جو اُن سے پوشیدہ تھی اور اُنہیں یقین تھا کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غیب سے آگاہ نہیں کیونکہ وہ عَلَّامُ الْغُیُوب ہے اس کے عِلْم کی کوئی اِنتِہا ہے نہ غیب کی کوئی حد۔ لہٰذا اس نے اپنی بے پایاں عِنایت اور نِگاہِ کَرَم کی بنا پر ان دونوں ہستیوں کے خِلاف کوئی فیصلہ نہیں فرمایا، کیونکہ یہ دیگر صِفاتِ باری تعالٰی سے بھی آگاہ ہیں۔ اس لیے کہ صِفات کے جاننے اور اَمان عَطا فرمانے کے قول کے باوُجود خُفْیَہ تدبیر

---

[1] ......معجم اوسط، ۲/ ۷۸، حدیث: ۲۵۸۳، بدون: ومن یامن مکرک؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پوشیدہ اَوصاف کی بنا پر خَتْم نہیں ہوتی۔ گویا ان دونوں ہستیوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان میں نے تم دونوں کو اپنی خُفْیَہ تدبیر سے امان عطا فرمائی؛ سے یہ خَدْشہ لاحِق تھا کہیں یہ مخصُوص اَوصاف پر مبنی فرمان ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر نہ ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس میں کوئی ایسی حِکْمت پوشیدہ ہو جسے صِرف وُہی جانتا ہے، تاکہ وہ انہیں آزمائے اور دیکھے کہ یہ دونوں بَنْدَگی بجالاتے ہوئے کیسے اَعمال سر اَنْجام دیتے ہیں۔ کیونکہ اِبْتِلا بھی اَوصافِ باری تعالیٰ میں سے ہے اس اِعْتِبار سے کہ اس کے اَسمائے حسنیٰ میں سے ایک اِسْم اَلْمُبْتَلِی (یعنی ابتلا میں ڈالنے والا) بھی ہے۔ چنانچہ اِسْم کے مُتَحَقِّق ہونے کی وجہ سے وَصْف کے مُقْتَضا کو تَرْک کیا جاسکتا ہے نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں میں جاری دَسْتُور تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خلیل حضرت سَیِّدُنا ابرہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اس وَقْت اِمْتِحان لیا تھا جب انہیں مَنْجَنِیق کے ذریعے پھینکا گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہی اِرشاد فرمایا: حَسْبِیَ اللّٰہُ رَبِّی۔ یعنی مجھے میرا پروردگار ہی کافی ہے۔ پھر جب حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خِدْمَتِ عالیشان میں حاضِر ہو کر عَرْض کی: اَلَکَ حَاجَۃٌ؟ کیا آپ کو (مَدَد کی) ضَرورت ہے؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے قول "حَسْبِیَ اللّٰہُ" پر عَمَل کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: نہیں۔ پس اس طرح آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَمَلی طور پر اپنے قول کو ثابِت کر دِکھایا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے قول "حَسْبِیَ اللّٰہُ" کے جواب میں اِرشاد فرمایا:

وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔

اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اَحکام کے تحت داخِل ہے نہ اس پر اس فیصلے کو نافِذ کرنا لازِم ہے جو وہ بندوں کے خِلاف فرماتا ہے، اس کے صِدق کو آزمایا جاسکتا ہے نہ یہ جائز ہے کہ اسے صِدق کی ضِد (یعنی کِذب) سے مُتَّصِف کیا جائے خواہ وہ خود ہی اپنے حُکْم کو تبدیل کر دے کیونکہ کلام بھی اسی کا ہے اور اِخْتیار بھی اسے ہی حاصِل ہے کہ وہ جیسے چاہے اسے بَدَل دے، وہ اپنے دونوں کلاموں میں صادِق، دونوں حُکموں میں عادِل اور دونوں حالوں میں حاکم ہے، کیونکہ وُہی حُکْم نافِذ کرنے والا ہے مگر کوئی حُکْم اس پر لازِم نہیں۔ اس لیے کہ اس کی ذات ان عُلُوم و عُقُول سے مَاوَرا ہے جو اَمر و نَہی جیسی حُدُود کی آماجگاہ ہیں، نیز اس کی ذات ان نِشانات و مَعْقُولات سے بھی بالاتر ہے جو مُتَوَسِّط اَحکام و اَقْدار کی حَیْثِیَّت رکھتے ہیں۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو کچھ ذِکر کیا ہے ان سب باتوں کے مُشاہَدے میں عُلُومِ توحید کا دَقِیق عِلْم اور اَحْوالِ توحید کا مَقامِ رفیع مُضْمَر ہے۔

سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مِثْل حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے وَصْف (یعنی خوف) کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا: ﴿ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴾ (پ ١٦، طٰہٰ:٦٧) ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں (فِرعَون کے پاس بھیجتے وَقت) اِرشَاد فرمایا تھا: ﴿ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴾ (پ ١٦، طٰہٰ:٤٦) ترجمۂ کنز الایمان: ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔ مگر (جادُوگروں سے مُقابَلے کے وَقت) حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اس بات سے بے خوف نہیں تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عِلْمِ غَیب میں کوئی بات مَخْفِی رکھی ہو اور اسے اپنی ذات کے ساتھ خاص رکھتے ہوئے ظاہِر نہ فرمایا ہو، اس لیے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر اور باطِنی اَوصاف سے بخوبی آگاہ تھے اور یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں حُکْم دینے کی قُدرَت عَطا نہیں فرمائی (یعنی وہ حاکِم نہیں) بلکہ مَحْکُوم و مجبور ہیں، چنانچہ انہیں دوسری بار خوف لاحِق ہوا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دوسرے فرمان سے انہیں دوسری بار اَمان عَطا کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: ﴿ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴾ (پ ١٦، طٰہٰ:٦٨) ترجمۂ کنز الایمان: ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے۔ تب جا کر حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اطمینان حاصِل ہوا جبکہ (جادُوگروں سے مُقابَلے کے وَقت) آپ پہلے فرمان کی بنا پر مطمئن نہ تھے۔ کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دَرْج ذیل باتیں بخوبی جانتے تھے:

- اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عِلْم وسیع ہے، وہ عَلَّامُ الْغُیُوب ہے جس کے غَیب کی کوئی اِنتِہا نہیں۔
- اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان حُکْم کا دَرَجہ رکھتا ہے اور حاکِم پر اَحکام جارِی نہیں ہوتے جیسا کہ اس پر اَحکام نہیں لوٹتے بلکہ اَحکام تو حاکِم سے صادِر ہو کر ہمیشہ مَحْکُوم پر نافِذ ہوتے ہیں۔
- اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَت عظیم ہے اس پر وہ باتیں لازِم نہیں جو اس کے حُکْم کی پابند مخلوق پر لازِم ہیں،

اس کی ذات عَقْل و عِلْم کے پیمانے سے بالاتر ہے، اس کی ہستی ان لوگوں کے نزدیک اس سے بھی بُلند تر اور عظیم ہے جنہیں عِرفان کی دولت حاصِل ہے اور وہ اس کی عَظَمَت و بُزرگی کے قائل ہیں۔

سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف

اسی مفہوم میں قرآنِ مجید میں ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے اِرشاد فرمائے گا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ (پ۷، المآئدۃ:۱۱٦)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تونے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا۔

تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام عرض کریں گے:

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ (پ۷، المآئدۃ:۱۱٦)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے عِلْم میں ہے۔

اسی طرح بروزِ قیامت حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ خُداوندی میں کچھ یوں عرض کریں گے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ (پ۷، المآئدۃ:۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حِکْمت والا۔

مَعلُوم ہوا حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غَلَبے اور حِکْمت کی بنا پر بندوں کو اس کی مَشِیَّت کے تابع قرار دیا۔

خاص باتیں

(صاحِبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس کِتاب میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی حقیقت کو واضح کرنا مُناسِب ہے نہ یہ مُناسِب ہے کہ ہم نے جو باتیں اِشاروں کِنایوں میں بیان کی ہیں انہیں بھی لفظوں کا لِباس پہنا دیا جائے، کیونکہ خدشہ ہے کہ لوگ ان کی حقیقت کا اِنکار کر دیں

گے اور ہر شے کو اپنی عَقْل و مِعْیار کے مُطابِق پَرکھنے والے لوگ اپنے عِلْم کے تفاوُت (فَرق) کی بنا پر ایسی باتوں کو ناپسند جانیں گے۔ البتہ! جو لوگ اس مَقام پر فائز ہوں ان سے یہ باتیں پوچھی جا سکتی ہیں، بلکہ اَہْلِ قوّت و اَبْصار سے بھی جانی جا سکتی ہیں، یوں یہ باتیں سینہ بہ سینہ مُنْتَقِل ہوں گی تو اس صُورَت میں ان کا مُشاہَدہ کرنے والا انہیں بیان کرنے کی صَلَاحِیَّت بھی پائے گا یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِلہام کے ذریعے دِلوں کے اَسرار میں ان باتوں کو ظاہِر فرما دے گا اور یوں آگاہی کا عِلْم عَطا فرمانے کے لیے نُورِ ہِدایت ان دِلوں میں ڈال دے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے عِلْم کے اِحاطے میں سے جس قَدْر چاہتا ہے اسے توفیق کی دولت عَطا فرماتا ہے۔ وہ فَتَّاحٌ عَلِیْمٌ ہے، جب کسی کے دِل کو کھولتا ہے (یعنی اسے شَرْحِ صَدْر عَطا فرماتا ہے) تو اسے عِلْم بھی عَطا فرماتا ہے اور جب کسی کو نُورِ یقین سے منوّر فرماتا ہے تو اسے اِلہام بھی عَطا فرماتا ہے۔

ہر مقام باعثِ عبرت ہوتا ہے یا باعثِ نصیحت

عارِفین کے خوف میں مبتلا ہونے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتے ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اعلیٰ بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے دوسرے بندوں کو ڈراتا ہے یعنی انہیں ادنیٰ لوگوں کے لیے باعِثِ عِبْرَت بنا دیتا ہے، اس کے عام بندے اس کی حِکْمَت اور حُکْم کی بنا پر اس کے خاص بندوں سے عِبْرَت پکڑتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ خائفین یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صَالِحین کے گروہ کو باعِثِ عِبْرَت بنا کر اس لیے طَبَقۂ صُلَحا سے نِکالا تاکہ ان کو عام مومنین کے لیے، شہیدوں کو صَالِحین کے لیے اور صِدِّیقین کو شہیدوں کے لیے باعِثِ عِبْرَت بنا کر ڈرائے، اس کے عِلاوہ جو کچھ ہے **اللہ** ہی جانتا ہے۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کی ایک جَمَاعَت کو اپنے نبیوں کے لیے باعِثِ نصیحت اور دیگر مُقرّب فرشتوں کے لیے باعِثِ خوف بنایا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر مَقام پر فائز لوگ اپنے سے کم تر کے لیے باعِثِ عِبْرَت، اپنے سے بَرتَر کے لیے باعِثِ نصیحت اور اہلِ بصیرت کے لیے باعِثِ خوف و تہدید ہیں۔ یہ مفہوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمان کی تفسیر سے مَاخُوذ ہے:

اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پ۹، الاعراف: ۱۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نِکل گیا۔

مُفَسِّرِین کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام بَلْعَم بن بَاعُورا کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں کہ اسے نبوت دی گئی، البتہ! مشہور یہ ہے کہ اسے اِسْمِ اَعْظَم عَطا کیا گیا تھا جو اس کی ہَلاکَت کا سَبَب بنا۔ مُراد یہ ہے کہ اس کے اَوصاف میں سے ایک وَصْف کا تقاضا ہی یہ تھا (کہ اِسْمِ اَعْظَم کی حِفَاظَت سے لاپَرواہی ہَلاکَت کا باعث ہو گی) چنانچہ جو عُلُوم واَعمال بَلْعَم بن باعُورا کے سامنے ظاہِر ہوئے وہ ان سے لاپَرواہی کا مُرتَکِب ہوا (اور ہلاک ہو گیا)۔ اس لیے اس وَقْت کوئی بھی صَاحِبِ مَقام اپنے مقام کے اِعْتِبار سے سُکُون میں ہے نہ کوئی صَاحِبِ حال کسی دوسرے حال کی جانِب مُتَوجِّہ ہے، بلکہ ان باتوں کو جاننے والا کوئی بھی شخص اپنے کسی بھی حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف نہیں۔ ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان سن رکھا ہے:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

(پ ۲۹، المعارج: ۲۸)

معلوم ہوا وہ شخص سب سے بڑا جاہِل ہے جو بے خوف شخص کو اَمن میں سمجھے اور سب سے بڑا عالِم وہ ہے جو اَمن میں خوف محسوس کرے یہاں تک کہ دارِ خوف سے مَحْفُوظ مَقام کی طرف کُوچ کر جائے۔

مقامِ خوف جیسا کوئی مقام نہیں

یہ ایسا خوف ہے جس کے قائم مَقام کوئی شے نہیں اور ایسا کَرب ہے جس کے مُساوی کوئی مقام ہے نہ کوئی عَمَل۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مَقامِ خوف کو مَقامِ رِجا کے برابر نہ کرتا تو بندہ حالَتِ مَایُوسی میں چلا جاتا۔ اسی طرح اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو حُسْنِ ظَن کی دولت عطا فرما کر اُنْسِیَّت کی راحَت عَطا نہ فرماتا تو پھر بھی بندہ عالَمِ مَایُوسی میں چلا جاتا۔ مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہر شے کو حالَتِ اِعْتِدَال اور حالَتِ راحَت میں رکھنے والا ہو تو خوف ورِجا میں اِعْتِدَال کیونکر نہ ہو گا؟ اور کَرب میں راحَت کیونکر نہ ملے گی؟ رَضَا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَتِ بالِغہ، اس کے عِلْمِ اَزَلی کا نَفاذ اور تقدیر کا اِجرا ہے۔ مَاشَآءَ اللهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

مُشاہدۂ توحید پر اثر

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو باتیں ذِکْر کی ہیں

ان میں ایک عِلْم ایسا بھی ہے جو مُشاہَدۂ توحید کے ذریعے حاصِل ہوتا ہے۔ خائفین کو اس مُشاہَدۂ توحید سے کم از کم دَرْج ذیل فائدے ضَرور حاصِل ہوتے ہیں:

- وہ اپنے اَعمال کی طرف دیکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔
- اپنے عُلُوم پر ان کا اطمینان خَتْم ہو جاتا ہے۔
- ہر حال میں صِرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُحتاج رہتے ہیں۔
- ہر قِسْم کی فکروں اور غموں سے اپنا ناطہ ہمیشہ کے لیے توڑ لیتے ہیں۔
- ہر نفسانی وَصْف سے خود کو دُور کر لیتے ہیں۔

یہ ایک قوم کے مَقامات ہیں۔ اس صُورَت میں یہی خوف مذکورہ باتوں سے ان کی نجات کا سَبَب بن جاتا ہے، اس لیے کہ جس شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خوف کی دولت سے مالا مال فرماتا ہے اس کے لیے اس نے تخویف (یعنی ڈرانے) کو اچانک پکڑ سے مَحفُوظ اور اپنی رَحْمَت و نَرْمی کا سَبَب قرار دیا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کی تفسیر میں مَرْوِی دو۲ اَقوال میں سے ایک قول میں ایسا ہی ہے:

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ (پ ۱۴، النحل: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا جو لوگ بُرے مَکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خَبَر نہ ہو۔

اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾ (پ ۱۴، النحل: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: یا انہیں نُقصان دیتے دیتے گرفتار کر لے کہ بے شک تمہارا رب نہایت مہربان رَحْم والا ہے۔

رازِ ازل سے کون آگاہ ہے؟

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں یہ مُناسِب نہیں کہ ہم خاتِمہ اور اَزَلی خوف کے راز ظاہِر کر دیں، کیونکہ یہ راز اُن صِفات کے حقیقی مَعانی و مَفاہیم سے حاصِل ہوتے

ہیں جو ذاتِ حَق کی مَظْہَر ہوئیں تو ان سے نئے نئے اَفعال اور عَجَب اَنجام کا ظُہور ہوا اور اُن صِفات کو پَسِ پُشت ڈالنے والوں پر اَحکام کا اِعادہ ہوا (یعنی انہیں دوبارہ اَحکام یاد دلائے گئے)۔

یہ راز اس کے لیے ہیں جس پر کَلِمَاتِ حَق ثابت ہو چکے ہوں اور اس کے نصیب میں صِفاتِ اِلٰہی کے رازوں کے مَفاہیم بھی لکھ دیئے گئے ہوں تاکہ وہ باطِنی اَوصاف کے مُکاشَفہ تک رسائی حاصِل کر سکے۔ مگر اس بات کا حُکْم دیا گیا ہے نہ اِجازَت، کیونکہ یہ واجِب نہیں کہ اس کا حُکْم دیا جاتا اور نہ یہ مُباح ہے کہ اس کی اِجازَت دی جاتی۔ بلکہ یہ قُدْرَت کا ایک راز ہے جسے ظاہِر کرنے سے مَنْع کیا گیا ہے۔ اگر اَولیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام بھی اس سے آگاہ نہ ہوتے تو انہیں اسے ظاہِر کرنے سے مَنْع کرتے ہوئے یہ نہ فرمایا جاتا کہ اسے ظاہِر نہ کرنا۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس مُشاہَدے کے مَقام پر فائز فرما دے تو نہ صِرف اسے خَبَر کے مُشاہَدے سے مُسْتَغْنِی فرما دیتا ہے بلکہ اسے آثار کے مُتعلّق گفتگو سے بھی مَانُوس فرما دیتا ہے اور یہی وہ عِلْمِ نافِع ہے جس کا سِکھانے والا عَلَّامُ الْغُیُوب خود ہے اور یہی وہ اَثَر ہے جس میں تاثیر پیدا کرنے والا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ (پ ۲۸، الطلاق: ۲، ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو **اللہ** سے ڈرے **اللہ** اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو **اللہ** پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

رازِ ازل جاننے والوں پر انعامات

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا جو بندہ اس مَقام پر فائز ہو)

- اس کے لیے ایسا عہد لکھ دیا جاتا ہے جسے مِٹایا نہیں جا سکتا کہ اس کی رُوشنائی میں نُورِ خداوندی جلوہ گر ہوتا ہے۔
- اسے ایسی آنکھ نصیب ہوتی ہے جس سے کچھ مَخْفِی نہیں رہتا کیونکہ اسے بارگاہِ خداوندی میں حُضُوری کی دولت مل جاتی ہے۔

✿ ایسے نُور میں رہتا ہے جسے بجھایا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ نُور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ راحت سے ملتا ہے اور یہ راحت بھی ایسی ہے جس میں کوئی کَرب نہیں کیونکہ اس کا تعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مہربانی سے ہے۔

✿ ایسی مَدَد پاتا ہے جو کبھی خَتْم نہ ہو گی کیونکہ یہ مَدَد بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم سے ہے۔

اس نے یہ سب کچھ اپنی لَارَیْب کِتاب میں لکھ دیا ہے اور اسے اپنی تائید بھی عَطا فرمائی ہے۔ البتہ! ہر لکھی ہوئی چیز جو مَخلوق کے قبضے میں ہے وہ غیر مَحْفُوظ اور ضائع ہو جانے والی ہے، اسی طرح ہر تائید و امداد جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مہربانی شامِل نہ ہو وہ بھی خَتْم ہو جانے والی ہے مگر جس بات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی قُدْرت سے کسی مَحْفُوظ دل میں لکھ دے وہ پختہ و پائیدار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ،

قلبِ مومن کی شان

حضرت سَیِّدُنا زید بن اَسْلَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکرَم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (پ۳۰، البروج: ۲۲) ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مُراد مومن کا دِل ہے۔

اس کے عِلاوہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ (پ۲۷، الطور: ۴) ﴾ کی تفسیر میں کسی بُزُرگ کا قول ہے کہ یہاں عارِف کا دل مُراد ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (پ۱۸، النور: ۳٦) ترجمۂ کنز الایمان: ان گھروں میں جنہیں بُلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ ﴾ کی تفسیر میں کسی عارِف کا قول ہے کہ یہاں مُقرَّبین کے وہ دل مُراد ہیں جو مَخلوق کے ذِکْر سے بالاتر ہو کر اَوصافِ باری تعالیٰ تک رَسائی حاصِل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مُتعلّق مزید اِرشاد ہوتا ہے ﴿ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ (پ۱۸، النور: ۳٦) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔ ﴾ یعنی ذاتِ اَحدیّت کا مُشاہَدہ کرنے کی وجہ سے ان قُلُوب میں خالِص توحید کا ذِکْر ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (سورہ نُور کی آیت نمبر ۳۵ کی عارِفانہ تفسیر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: بندے کا سینہ کرسی اور دل عَرْش ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی شانِ عَظَمت و جَلالت کے مُطابِق جلوہ گر ہے جس کا مُشاہَدہ اس کے خاص لُطف اور قُرْب کی بنا پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ مومن کے سینے کی

اِبتِدا میں صمدیّت، آخر میں رُوحانیت اور درمیان میں رَبُوبیّت کے اَوصاف اپنی شان کے مُطابِق جلوہ گر ہیں، گویا سینہ صَمَدِی بھی ہے اور رُوحانی ورَبّانی بھی۔ جبکہ دل کی اِبتِدا میں قُدرت، آخِر میں خیر و بھلائی اور درمیان میں لُطف وکَرَم کے اَوصافِ باری تعالیٰ جلوہ گر ہیں، گویا اس حالَت میں یہ ایک طاق ہے، جس میں ایک چراغ ہے جو فانوس سے دیکھا جاسکتا ہے، گویا یہ ایک چمکتے موتی جیسا ستارہ ہو جس کی روشنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باقی تمام نعمتوں کا مُشاہَدہ ہوتا ہے، اس وَقت یہ جسمانی آئینہ ہوتا ہے جس میں دیکھا جائے تو ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلیاں دکھائی دیتی ہیں اور بندہ ذاتِ حَق کو اپنے اس قَدر قریب پاتا ہے جیسا کہ کسی صاحِبِ یقین کا دل یقین کی آنکھ کے ساتھ مُشاہَدے کے آئینہ کے بغیر ذاتِ حَق کی تجلیاں دیکھتا ہے۔

برے خاتمہ کی علامات بتانا جائز نہیں

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص میں بُرے خاتِمہ کی علامات دیکھ کر انہیں ظاہر کر دیں۔ کیونکہ اَہلِ مُکاشَفہ پر یہ تمام علامات خوب واضح ہوتی ہیں اور عارِفین تو ان کی باریکیوں تک سے آگاہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی بندے کے بُرے خاتِمہ کی یہ نِشانیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا راز ہیں جو دِلوں کے خزانوں میں پوشیدہ ہیں، ان پر صِرف مخصوص اَفراد کو ہی آگاہی حاصِل ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان علامات کو اپنی رَحمَت کی وُسعَت، اپنے حِلم اور فَضل وکَرَم کی بنا پر مَخفِی رکھا ہے۔ یہ پردہ عنقریب دُور ہو جائے گا جس کے مُتعَلّق اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ (پ۳۰، الطارق: ۹، ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مَدد گار۔

بروزِ قیامت ذلت اور عزت کا حق دار کون؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غَضَب اور عظیم سَلطَنت کے وَقت جب ان مَخفِی باتوں کو ظاہِر کیا جائے گا تو اس دن بندے کو کوئی عَمَل فائدہ دے گا نہ کوئی عِلم، بلکہ اس کے پاس کوئی قوّت بھی نہ ہو گی جس سے مَدد حاصِل کر سکے۔ اس لیے کہ مَدد عزّت شُمار ہوتی ہے اور وہ اس دن ذلیل ہو گا اور کوئی مَدد گار نہ پائے گا کیونکہ اس دن

مَدد کرنے والا ہی ذِلّت دینے والا اور قوّت عطا فرمانے والا ہی کمزور کرنے والا ہو گا۔ اس شخص کا حال کس قدر بُرا ہو گا جو خود اپنی مَدد کر سکے گا نہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مَدد پائے گا۔

اگر وہ (دنیا میں) اپنے رب کی مُصَاحَبَت پالیتا تو یقیناً وہ اس کی مَدد بھی فرماتا اور اگر وہ اس کی مَدد پر راضی ہو جاتا تو ضَرور اسے عزّت کا تاج پہناتا اور اگر وہ اسے اپنی وِلایَت کی دولت عطا فرما دیتا تو یقیناً شیطان اس سے دُور رہتا۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ (پ۲۶، الفتح:۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری زبردست مَدد فرمائے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۴۳) ترجمۂ کنز الایمان: وہ اپنی ہی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی یاری ہو۔

معلوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے اپنا دوست بنالے اس کی مَدد بھی فرماتا ہے اور اسے وُہی کافی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان بھی ہے:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ٘ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ (پ۵، النسآء:۴۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مَددگار۔

ایک مَقام پر اِرشَاد ہوتا ہے:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۶﴾ (پ۱۸، الفرقان:۶) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اسے تو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رب کی حکمت ورحمت

اس کی حِکمَت یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کی بخشش فرماتا ہے اور اس کی رَحْمت یہ ہے کہ وہ اس کے گناہوں

کو ڈھانپ دیتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ (پ ۱۹، النمل: ۲۵) ترجمۂ کنز الایمان: جو نِکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو عُلُوم ذِکْر کیے ہیں وہ حقیقی خوف کا باعث ہیں اور یہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راز اور مَلَکُوت یعنی عالَمِ اَرْوَاح کی مَخْفِی باتیں ہیں۔ بندے پر موت کے وَقْت کئی قسم کی علامات ظاہِر ہوتی ہیں مگر عارِف اپنے مُشاہَدے کی وجہ سے ان تمام علامات کو پہچان لیتا ہے اور یوں اس پر کسی کے بُرے خاتِمے کی عَلامات مَخْفِی نہیں رہتیں۔ بلکہ اَہْلِ مُکاشَفہ پر زندوں کی تمام عَلامات ظاہِر ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ ان کے بُرے خاتِمے سے خوب آگاہ ہوتے ہیں۔

مُکاشَفہ اور اس کی انواع

یہ عِلْم خاص ہے جو صِرف انہی لوگوں کو حاصِل ہوتا ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے حقیقی مُشاہَدے کے مُکاشَفے کی دولت سے مالامال ہوں۔ یہ عَلَّامُ الْغُیُوب کا ایک خاص راز ہے جس پر صِرف اہلِ قُلُوب ہی آگاہ ہیں کیونکہ کَشْف کی کئی اَنْوَاع ہیں۔ بعض کَشْف آخِرت کے مَفاہیم سے مُتَعَلِّق ہوتے ہیں اور بعض دنیا کے باطِن سے۔ جبکہ بعض کَشْف ایسے ہیں جن سے ظاہِری اَحْکام کی بدولت مَخْفِی اَشیا کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

کَشْف اَصْل میں مَلَکُوت کا سِرّ (راز) اور جَبَرُوت کے مُکاشَفے کا مفہوم ہے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تقدیر کے مُتَعَلِّق فرمانِ عالیشان ہے: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا راز ہے اسے ظاہِر مَت کرو۔[1] مگر یہ حکْم اس شخص کے لیے ہے جس پر تقدیر کی حقیقت مُنْکَشِف ہو۔ جبکہ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تقدیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پردہ ہے اسے مَت اُٹھاؤ۔ مُراد یہ ہے کہ تقدیر کے مُتَعَلِّق سوال مَت کرو اور یہ حکْم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کے تحت داخِل ہے:

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، ۸/۳۹۷، الرقم: ۲۰۱۸: الهیثم بن جماز بصری

حلیة الاولیاء، عمران القصیر، ۶/۱۹۶، حدیث: ۸۲۷۴

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے عِلْم نہیں۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۳۶)

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صاحبِ کِتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ آیتِ مُبارکہ سے مُراد یہ ہے کہ اس عِلْم کے پیچھے مَت پڑو جس کا تمہیں مُکَلَّف نہیں بنایا گیا اور اس شے کے مُتَعَلِّق بھی کوئی سوال مَت کرو جس کا عِلْم تمہیں دیا گیا ہے نہ وہ تمہارے سُپُرد کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ عِلْم حاصِل بھی ہو جائے تو کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ صِرف اَحْکام و اَسباب کا عِلْم ہی فائدہ دے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس طرح عام مومنین سے خِطاب فرمایا، اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے بھی اسی طرح اِرشاد فرمایا۔ جیسا کہ مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عذاب کے وَقْت حضرت سَیِّدُنا نُوح عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر والوں کی نجات کا وعدہ فرمایا تھا، لہٰذا (عَذاب آیا اور آپ کا بیٹا بھی اس کا شِکار ہونے لگا تو) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرْض کی:

اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ترجمۂ کنز الایمان: میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۵)

جواب اِرشاد ہوا:

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﳓ فَلَا تَسْــٴَـلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے عِلْم نہیں۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۶)

یعنی تیری دُعا اور تیرا مجھ سے وہ شے مانگنا جس کا میں نے تجھے عِلْم دیا ہے نہ تیرے سُپُرد کی ہے، اَچھّا نہیں۔

لہٰذا حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب سے مَغْفِرَت طَلَب کی اور اس کی رَحْمَت کے خواستگار ہوئے۔

بُرا خاتمہ کسے کہتے ہیں؟

موت کے وَقْت آخری ساعتوں میں بندے کی آنکھوں سے تمام حِجاب اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور وہ بہت

سی ایسی چیزوں کو دیکھتا ہے جنہیں اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر اپنا معبود بنایا یا اس کا ان چیزوں کو شریک ٹھہرایا تھا۔ یہ سب دھوکا و فریب ہوں گی۔ اس وَقْت اگر بندے کا دل ان میں سے کسی چیز کے ساتھ لگ جائے یا ان میں سے کسی چیز کو اس کے لیے آراستہ کر دیا جائے یا اس کا دل آخری لمحات میں کسی چیز کی طرف مائل ہو جائے تو اس کا خاتِمہ اسی چیز پر ہو جاتا ہے اور یوں اس کی رُوح شک یا شِرک پر اس کے جِسْم سے جُدا ہوتی ہے جسے بُرا خاتِمہ کہتے ہیں۔

برا خاتمہ کیوں ہوتا ہے؟

بُرا خاتِمہ تخلیقِ اَرْوَاح کے وَقْت اَزَل میں ہی بندے کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا اگرچہ معبودانِ باطلہ مخلوق اور زمانوں کے اِظْہَار سے قبل اَزَل و اَبَد میں اَشْبَاح (خَیالی تصوُّرات) کی شکل میں مَعدوم تھے، اس وَقْت اَرواح نے ان کا مُشاہَدہ فریب کی شکل میں کیا تھا، مگر جب دل میں ان جھوٹے خداؤں کے خَیالی نُقُوش واضح ہونے لگے تو بعض اَرواح ان کے پیچھے پڑ گئیں حالانکہ ابھی اَجسام کی تخلیق ہوئی تھی نہ ان کی شکلوں کے خاکے ظُہُور میں آکر مَخْفِی ہوئے تھے اور نہ عَقْلوں نے ان کا مُشاہَدہ کیا تھا۔ البتہ! (انہوں نے مُخْتَلِف صِفاتِ باری تعالیٰ کا فیضان یوں پایا کہ) اَوَّلِیَّت کے حُکْم و مُشاہَدے سے ان کا ظُہُور ہوا اور قَیُّومِیَّت کے معنٰی و مفہوم سے انہیں وُجُود مِلا، ذاتِ باری تعالیٰ کے اَلْجَامِعُ ہونے کی بنا پر یہ جَمْع ہوئے مگر پھر دنیا میں (یہ جھوٹے معبود اور ارواح) ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے اور جب دنیا سے جُدائی یعنی موت کا وَقْت قریب آتا ہے تو یہ جھوٹے خدا دوبارہ ظاہِر ہوتے ہیں اور اَزَل میں ان جھوٹے خداؤں کا مُشاہَدہ کرنے والی اَرْوَاح جب ان آخری لمحات میں اس بات کا اِعْتِرَاف کر لیتی ہیں کہ جو انہوں نے اِبْتِدَا میں کہی تھی تو اسی وَقْت رُوح جِسْم سے جُدا ہو جاتی ہے۔ یہی وہ اَزَلی خبر ہے جس کا اِدراک اَرواح کو ہوتا ہے اور خاتِمے کے وَقْت اَجسام ان کا ساتھ دیتے ہیں۔

جیسی ابتدا ویسا خاتمہ

مَرْوِی ہے کہ اَرحام پر مُقَرَّر فرشتہ نُطفے کو ہاتھ میں پکڑ کر عَرْض کرتا ہے: اے میرے رب! یہ مرد ہے

یا عورت؟ یہ سیدھی راہ پر ہے یا ٹیڑھی پر؟ اس کا رِزْق و عَمَل کیسا ہے؟ اس کا عِلْم اور اس کی موت کا وَقْت کیا ہے؟ اس کی باتیں اور اس کا خُلْق کیسا ہے؟[1] راوی فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس فرشتے سے جو چاہتا ہے اِرشَاد فرماتا ہے اور وہ فرشتہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان کی پیروی کرتا ہے، پھر **اللہ** جیسی چاہتا ہے بندے کی شَکْل فرشتے کے ہاتھ پر بنا دیتا ہے۔ جب صُورَت مُکَمَّل ہوتی ہے تو فرشتہ عَرْض کرتا ہے: اے میرے رب! اس میں خوش بخت رُوح ڈالوں یا بد بخت؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جو چاہتا ہے اِرشَاد فرماتا ہے اور فرشتہ اپنے رب کے فرمان کے مُطابِق رُوح ڈال دیتا ہے۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یوں رُوح اسی حالَت میں جِسْم سے جُدا ہوتی ہے جیسی اس میں ڈالی گئی تھی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۱﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۸۸تا۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقرّبوں سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو تو اے محبوب تم پر سلام ہے دہنی طرف والوں سے۔

یعنی ان لوگوں کو سلام ہو جو شرک سے بچنے کے باعث ہر قِسْم کی ہَلاکَت سے مَحْفُوظ ہیں۔ اس کے بعد اِرشَاد فرمایا:

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۹۵﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۹۲تا۹۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا یہ بے شک اعلیٰ دَرَجہ کی یقینی بات ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ (پ۲۹، الحاقۃ:۱، ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ حَق ہونے والی کیسی وہ حَق ہونے والی۔

یعنی حَق ہونے والی بات اسی شخص کے ساتھ پوری ہوگی جس پر تمام باتیں واضِح ہو چکی ہوں گی اور ان تمام صورتوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَتِ کامِلہ وحِکْمَتِ بالِغہ کارفرما ہوگی۔

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ۔۔۔الخ، ص ۱۴۲۲، حدیث: ۴(۲۶۴۵)، بتغیر

آیاتِ خوف

خوف کے مُتعلِّق قرآنِ کریم میں موجود چند فرامینِ مُبارَکہ ذیل میں پیشِ خِدمت ہیں:

﴿1﴾ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ (پ۸، الاعراف: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے ایک فِرقے کو راہ دِکھائی اور ایک فِرقے کی گمراہی ثابِت ہوئی۔

﴿2﴾ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے جیسے پہلے اُسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذِمّہ۔

﴿3﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ (پ۲۱، السجدة: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہِدایت عَطا فرماتے مگر میری بات قرار پاچکی۔

﴿4﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۲۱، الروم: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذِمّۂ کَرَم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

﴿5﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ۙ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

﴿6﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ (پ۱۱، یونس: ۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔

﴿7﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (پ۹، الاعراف: ۱۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے جہنّم کے لیے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وُہی غَفلت میں پڑے ہیں۔

﴿8﴾ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے زَبُور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارِث میرے نیک بندے ہوں گے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾ (پ۲۴، الزمر:۷۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچّا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارِث کیا کہ ہم جنّت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب کامیوں کا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ ان کے دل اس سے غَفلَت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جُدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں۔

یعنی وہ اس وَقت نیک کاموں کے بجائے دیگر غیر ضَروری کاموں کی بجا آوری میں مَصروف ہیں اور عنقریب عمر کے آخری حِصّے میں نیک اَعمال کرنے لگیں گے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۴، الزمر:۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خَیال میں نہ تھی۔

یعنی اپنے خَیال کے مُطابِق نیک اَعمال سر اَنجام دیتے ہیں مگر جب ان کا مُحاسَبہ ہوتا ہے تو اپنے ان نیک اَعمال کو گناہ پاتے ہیں۔ ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک یہ قرآن کافی ہے عِبادَت والوں کو۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ تمام آیاتِ مُبارَکہ آیاتِ خوف ہیں، یہ سب مُحکَم آیات ہیں، ان میں کوئی حکم بیان کیا گیا ہے نہ کسی قسم کی زَجر و توبیخ، بلکہ ان میں اَزَلی فیصلوں اور اُخرَوِی خاتموں کے مُتَعَلِّق بیان کیا گیا ہے۔ یہ آیات غیب کے رازوں، سمجھ سے بالاتر، دِلوں کو ڈرانے والی، نُفُوس کو زَجر و توبیخ کرنے والی اور عَقلوں کو بینائی عطا کرنے والی ان باتوں پر مُشتَمِل ہیں جن تک رَسائی صِرف اَہلِ قُلُوب کو ہے، نیز ان آیاتِ بینات کا تعلّق ان آیات سے ہے جو مَقامِ عَرش و اِعراف تک رَسائی حاصِل کرنے والے اَہلِ اَشراف کو (حقیقت و مَعرِفَتِ خداوندی سے) آگاہ کرتی ہیں۔

کسی کے ایمان پر خاتمے کی گواہی دینا

ایک عارِف فرماتے ہیں: مجھے کسی کے مُتَعَلِّق یہ معلوم ہو کہ وہ 50 سال سے توحید پر قائم ہے، پھر میرے اور اس کے درمیان کوئی سُتُون حائل ہو جائے اور اسی دوران وہ اس جہانِ فانی سے کُوچ کر جائے تو میں قطعی طور پر اس کے اِیمان پر خاتِمے کی گواہی نہ دے پاؤں گا کیونکہ مجھے نہیں معلوم اس وَقت اس کے دِل کی کَیفِیَّت کیا تھی۔

سَیِّدُنا سَہل تُستَرِی کے خوف کے مُتَعَلِّق چند فرامین

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے:

- صِدِّیقِین کو ہر وَقت بُرے خاتِمے کا خوف لاحق رہتا ہے، یہ فرمانِ باری تعالیٰ انہیں کے مُتَعَلِّق ہے:

وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے دِل ڈر رہے ہیں۔

- بندے کا خوف اسی وَقت دُرُست ہو سکتا ہے جب وہ نیکیوں سے اسی طرح ڈرے جس طرح گناہوں سے ڈرتا ہے۔
- خوف کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَزَلی فیصلے سے ڈرتا رہے اور خِلافِ سنّت ایسا کام کرنے سے بھی بچے جو اسے کُفر کی وادیوں میں دھکیل دے۔
- خوفِ تعظیم اَصل میں اَزَل کے خوف کا میزان (یعنی ترازو) ہے۔

سلبِ ایمان کے متعلق اَسلاف کے اَقوال

ایک عارِف فرماتے ہیں: اگر گھر کے دروازے پر مرتبۂ شہادت مل رہا ہو جبکہ کمرے کے دروازے پر اِسلام پر موت مل رہی ہو تو میں اِسلام پر موت کو اِختیار کروں گا۔ عَرض کی گئی: وہ کیوں؟ اِرشاد فرمایا: اس لیے کہ میں نہیں جانتا کمرے اور گھر کے دروازوں کے درمیان میرا دِل کس بات کا مُشاہدہ کر کے توحید سے بدل جائے۔

حضرت سَیِّدُنا زُہیر بن نعیم البابی [1] عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: مجھے میرے گناہوں کی زیادہ فکر نہیں، بلکہ مجھے تو اس شے کا ڈر ہے جو گناہوں سے بھی زیادہ بڑی ہے اور وہ یہ کہ مجھ سے توحید سَلْب کر لی جائے اور میری موت توحید پر نہ ہو۔

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مُبارَک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّزَاق اپنی سَنَد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں سے الگ تھلگ رہتا، جہاں بھی ہوتا تنہا ہوتا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس تشریف لائے اور اِرشاد فرمایا: میں تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تجھے کس شے نے لوگوں سے جُدا رہنے پر مجبور کیا ہے؟ عَرض کی: مجھے خَدْشہ ہے کہ میرا ایمان سَلْب ہو جائے اور مجھے اس کا اِحساس تک نہ ہو۔ اِرشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ محلّے میں 100 لوگ ایسے تھے جو تمہاری طرح خوف میں مبتلا تھے؟ اب ان کی تعداد کم ہوتے ہوتے صِرف 10 رہ گئی ہے۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے یہ بات اَہلِ شام کے ایک شخص کو بتائی تو اس نے بتایا کہ وہ خوف میں مبتلا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی حضرت سَیِّدُنا شُرَحْبِیل بِنْ سِمْط رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ [2]

---

[1] ......یہاں قوت القلوب کے تقریباً تمام عربی نسخوں (دار الکتب العلمیۃ بیروت، دار التراث مصر اور مرکز اہل السنۃ برکاتِ رَضا ہند) میں زہیر بن نعیم البانی لکھا ہے جبکہ اصل میں یہ البابی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا زُہیر بن نعیم البابی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سجستان میں پیدا ہوئے مگر ایامِ زِندگی بصرہ میں بسر کیے، آپ کا وصال خلیفہ مامون الرشید کے دَور میں ہوا۔

(تہذیب التہذیب، حرف الزاء، زھیر بن نعیم البابی، ۱/ ۶۴۱)

[2] ......الزھد لابن مبارک فی نسختہ زائدا، باب فی العزلۃ، ص ۴، حدیث: ۱۶

حضرت سیِّدُنا ابو دردا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص موت کے وَقْت اِیمان سَلْب ہونے سے بے خوف ہوتا ہے اس کا اِیمان سَلْب کر لیا جاتا ہے۔[1]

توحید کے اَجزا نہیں

کسی عالِم کا قول ہے کہ جسے توحید کی دولت عَطا فرمائی جاتی ہے، اسے کامِل توحید ملتی ہے اور جسے عَطا نہیں کی جاتی، اسے کامِل توحید نہیں دی جاتی کیونکہ توحید کے اَجزا نہیں۔

سیِّدُنا سُفیان ثَوری کا خوفِ خدا

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی موت کا وَقْت قریب آیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے رونا اور گھبرانا شروع کر دیا۔ عَرض کی گئی: اے **ابو عبد اللہ**! اُمّید کا دامَن تھامے رکھئے! کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَفْو و مہربانی آپ کے گناہوں سے بڑی ہے۔ اِرشَاد فرمایا: کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے گناہوں پر رو رہا ہوں؟ (ایسا نہیں بلکہ) اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری موت اِیمان پر ہو گی تو مجھے اس بات کی بھی کوئی پَروا نہیں کہ میں پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوں۔ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے زمین سے ایک دانہ اٹھا کر اِرشَاد فرمایا: میرے گناہ تو اس سے بھی ہلکے ہیں، پھر بھی میں آخری وَقْت میں سَلْبِ توحید سے ڈرتا ہوں۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شُمار بہت زیادہ خوف رکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی حالَت یہ ہو گئی تھی کہ خوف کی وجہ سے پیشاب کی جگہ خون آتا اور آپ اکثر خوف کی زِیادَتی کی وجہ سے بیمار ہو جاتے۔ ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا پیشاب کسی کتابی طبیب کو دکھایا گیا تو وہ کہنے لگا: یہ تو کسی راہِب کا پیشاب ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا حمّاد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاں تشریف لاتے تو پوچھتے: اے ابو سلمہ! کیا آپ کو اُمّید ہے کہ مجھ جیسے شخص کو مُعافی مل جائے گی یا مجھ جیسے شخص کی بخشش ہو جائے گی؟ حضرت سَیِّدُنا حمّاد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے: ہاں! واقعی مجھے اُمّید ہے۔

---

[1] .... الزھد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۱۴۱ ۵، حدیث: ۱۵۴۷

شرح اصول عقائد اھل السنۃ، سیاق ماورد من الآیات فی کتاب اللہ فی ان اسم الایمان اسم مدح . . . الخ، ۲/۸۶۳، حدیث: ۱۸۲۱

کسی عالِم کا قول ہے کہ اگر مجھے اپنے سَعادَت پر خاتِمے کا یقین ہو جائے تو میں اپنی زِندَگی بھر کی تمام اَشیا راہِ خُدا میں دے دینا پسند کروں گا۔

ایک صادِق کی وصیت

مجھے کسی مسلمان بھائی نے ایک صادِق کا واقعہ بیان کیا کہ وہ خوفِ خُدا رکھنے والے تھے، انہوں نے ایک مسلمان بھائی کو وصِیَّت کرتے ہوئے فرمایا: جب میری موت کا وَقْت قریب آئے تو میرے سرہانے بیٹھ جانا، اگر تم دیکھو کہ میرا خاتِمہ اِیمان پر ہوا ہے تو میری مِلکِیَّت میں مَوجُود تمام سامان جَمْع کر کے اس کے عِوَض بادام اور شکَّر خرید کر شہر کے بچوں میں تقسیم کر دینا اور کہنا کہ یہ قَید سے چھوٹنے والے ایک شخص کی آزادی کی خوشی میں ہے، اگر میری موت اِیمان پر نہ ہو تو لوگوں کو اس بات کی خَبَر کر دینا تاکہ وہ دھوکے کا شِکار ہو کر میرے جَنازے میں شریک نہ ہوں اور جسے آنا ہو وہ سوچ سمجھ کر آئے تاکہ مَرنے کے بعد میں رِیاکاری کا شِکار ہو کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کا باعِث نہ بن جاؤں۔ اس شخص نے عَرض کی: مجھے اس بات کا عِلْم کیسے ہو گا کہ آپ کا خاتِمہ اِیمان پر ہوا یا نہیں؟ انہوں نے ایک ایسی عَلامَت بیان فرمائی جو کسی مَرنے والے شخص میں ہی ظاہِر ہوتی ہے۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) مگر ہم اس عَلامَت کو یہاں ذِکْر کرنا پسند نہیں کرتے۔ [1]

بَہَر حَال اس شخص کا کہنا ہے کہ میں اس بُزرگ کے اِرشَاد کے مُطابِق ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا تاکہ ان کی بیان کردہ عَلامَت دیکھ سکوں۔ میں نے ان کے بہترین خاتِمہ اور توحید پر موت کی واضِح عَلامَت دیکھی اور پھر ان کی رُوح قَفَسِ عُنصُری سے پَرواز کر گئی۔ فرماتے ہیں: میں نے حَسْبِ وَصِیَّت شکَّر اور بادام خرید کر تقسیم کیے اور اس بات کا ذِکْر صِرف خاص عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے سامنے ہی کیا۔

---

[1] ...... حضرت سَیِّدُنا علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: وہ عَلامَت یہ تھی کہ اپنی انگلی میری ہتھیلی میں رکھ دینا، اگر موت کے وَقْت میں اسے مَضْبُوطی سے دباؤں تو سمجھ لینا کہ میری موت اِیمان پر واقع ہوئی ہے اور اگر میں تمہاری انگلی چھوڑ دوں تو جان لینا کہ میری موت اِیمان پر نہیں ہوئی۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۱۱/۴۴۹)

خاتمہ کے وقت بندے کی کیفیت

بندہ جب زِنْدَگی میں کوئی بُرا عَمَل کرتا ہے تو زِنْدَگی سے جُدائی کے وَقْت وہ بُرا عَمَل یاد دِلایا جاتا ہے اور بندہ عمر کی ان آخری سانسوں میں اپنے اس بُرے عَمَل کے مُشاہَدے میں مَصروف ہو جاتا ہے، اگر دِل کو وہ عَمَل اچھّا لگے یا نَفْس اس کی طرف مائل ہو جائے تو بندہ اسی میں مَصروف ہو جاتا ہے اور جب وہ اسی مُشاہَدے میں مَصروف ہو جائے تو یہی اس کا آخِری عَمَل شُمار کر لیا جاتا ہے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو اور یہی اس کا خاتِمہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندے کا نیک عَمَل بھی موت کی گھڑیوں میں اس کے پاس آتا ہے اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اب اگر بندے کا دِل اس میں لگ گیا یا اس نے اسے پسند کیا اور اسی مُشاہَدے میں مَصروف ہو گیا تو اسی عَمَل کو اس کا آخِری عَمَل سمجھ لیا جائے گا اور یوں اس کا خاتِمہ اچھّا ہو گا۔

موت اور زندگی سے آزمائش

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ ترجمۂ کنز الایمان: جس نے موت اور زِنْدَگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو۔ (پ ۲۹، الملک: ۲)

ایک عارِف مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں اِرشَاد فرماتے ہیں: زِنْدَگی میں تمہاری آزمائش اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دِلوں میں گناہوں کے خَیالات پیدا فرماتا ہے تاکہ مَعْلُوم ہو سکے تمہارے دِل بدَلتے ہیں یا نہیں۔ جبکہ موت کے وَقْت تمہیں اس طرح آزماتا ہے کہ تم (آخِری لمحات میں) توحید پر ثابِت قَدَم رہتے ہو یا نہیں۔ جس کی رُوح توحید پر جِسْم سے جُدا ہو اور تمام آزمائشوں سے نکل کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہو وُہی مومِن ہے اور یہی عُمدہ اِنْعَام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًاؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھّا اِنْعام عطا فرمائے۔ (پ ۹، الانفال: ۱۷)

مخفی علم کا خوف ایک نعمت ہے

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) عُلُوم کے مَعانی و مَفاہیم

خائفین پر جس خوف کو لازِم ٹھہراتے ہیں اس کا سَبَب خائفین کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مَخْفِی عِلْم ہوتا ہے۔ لہٰذا خائفین ان عُلُوم کے مَعانی و مَفاہیم کی وجہ سے اپنے اَعمال کے مَحاسِن کی طرف نہیں دیکھتے کیونکہ انہیں اپنے رب کی حقیقی مَعْرِفَت حاصِل ہوتی ہے اور یہ خوف ہی ان کے اپنے اَعمال سے آگاہ ہونے کی بنا پر اَجر و ثواب کا سَبَب ہے۔ جب وہ لوگ عِلْم پر مُحاسَبے سے محفوظ ہو گئے اور دُرُشت عِلْم انہوں نے حاصِل کر لیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے بطورِ نِعْمَت ان کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَخْفِی عِلْم کا خوف ظاہِر ہوتا ہے جو ان کا ایک مقام ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا (پ۶، المآئدۃ:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے اللہ نے انہیں نوازا۔

ایک قول کے مُطابِق انہیں خوف عَطا فرمایا۔

خوف کی مزید صورتیں

دوسرا مقام اَصحابِ یمین کا ہے جو پہلے دَرَجہ کے لوگوں سے کم تر ہیں:

- جرائم اور گناہوں کا خوف
- وَعِید و سزا کا خوف
- حُکْم کی بجا آوری میں کوتاہی کا خوف
- حَد سے تجاوُز کر جانے کا خوف
- مزید نعمتوں کے سَلْب ہونے کا خوف
- بیداری پر غَفْلَت کا حِجاب طارِی ہونے کا خوف
- عِبادات میں خوب کوشش کے بعد سستی کے باعث بارگاہِ خداوندی سے دُوری کا خوف
- عَزْم کے قوِی ہونے کے بعد اس کے کمزور ہو جانے کا خوف
- توبہ کے ٹوٹنے کے بعد اپنے عہد سے پھر جانے کا خوف
- جس سَبَب سے توبہ کی تھی اس کی آزمائش میں مبتلا ہونے کا خوف
- اِستقامَت کے بعد بے راہ رَوِی کا شِکار ہو جانے کا خوف
- شَہوَت کی عادَت پڑ جانے کا خوف
- زِیادَتی کے بعد کمی کا خوف، یعنی راہِ حَق سے پلٹ کر نَفْس اور دنیا کی طرف لَوٹ جانے کا خوف

❀ ← اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس کے سابِقہ گناہوں پر دوسروں کو آگاہ کر دینے کا خوف

❀ ← اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس کے بُرے اَعمال دیکھ کر اِعراض فرمانے اور ناراض ہو جانے کا خوف۔

عارِفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین ان سب باتوں کو خوفِ باری تعالٰی کا سبب جانتے ہیں، ان میں سے بعض بعض سے اعلٰی اور بعض بعض سے شدید ہیں۔

بندے کے اعمال کا عرش پر اثر

مَنْقُول ہے کہ عَرش ایک موتی ہے جس کی چمک سے پوری کائنات روشن ہے، بندہ دنیا میں جس بھی حال میں ہو عَرش میں اس کی ایک صُورت بن جاتی ہے جو روزِ قِیامت مُحاسبہ کے وَقت ظاہر ہو گی۔ چنانچہ دنیا میں اپنے نَفْس کی حالَت کا مُشاہدہ کر کے بندے کو اپنا فعل یاد آئے گا تو اس پر اس قدر حیا و رُعب طارِی ہو گا جس کا بیان مُمکن نہیں۔

معرفت کی برکت ختم ہو جانا

ایک قول میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب بندے کو مَعرِفَت کی دولت عطا فرماتا ہے، پھر بندہ اس کے مُطابِق عَمَل نہیں کرتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے اپنی مَعرِفَت سَلْب کرنے کے بجائے اسے باقی رہنے دیتا ہے تاکہ اسی حِساب سے اس کا مُحاسبہ کیا جائے، البتہ! بندے سے مَعرِفَت کی بَرَکت ضَرور اُٹھالیتا ہے اور اس پر اپنے مزید اِنْعامات کی بارِش خَتْم فرما دیتا ہے۔

مذموم بندہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کی مَذمَّت بیان فرماتا ہے جسے اس نے کسی آزمائش میں مبتلا کرنے کے بعد کسی نِعْمَت سے نوازا اور وہ نیک عَمَل بھی کرنے لگا ہو مگر پھر اپنے عَمَل پر فخر کرنے لگے، اپنے سابِقہ اَعمال کو بھول جائے اور جرائم میں دوبارہ مبتلا ہو جانے سے نہ ڈرے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم اسے نِعْمَت کا مزہ دیں اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ بُرائیاں مجھ سے دُور

فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۰) ہوئیں بے شک وہ خوش ہونے والا بڑائی مارنے والا ہے۔

خوفِ نِفاق

ڈرنے والی باتوں میں سے ایک نِفاق کا خوف بھی ہے، سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین یعنی صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نِفاق سے ڈرا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا حُذَیْفَہ بن یمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: بے شک سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی حَیاتِ ظاہری میں ایک شخص کوئی بات کرتا تو اس کے سبب اسے مُنافق سمجھا جاتا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی جبکہ آج میں تم میں سے بعض لوگوں سے وُہی بات دن میں 10 مرتبہ سنتا ہوں۔[1]

دل پر ایک ساعت ایسی آتی ہے

آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرمایا کرتے تھے: دل پر ایک سَاعَت ایسی آتی ہے جس میں وہ اِیمان سے اس قدر بھر جاتا ہے کہ اس میں سُوئی کے ناکے برابر بھی نِفاق نہیں رہتا اور ایک سَاعَت ایسی آتی ہے جس میں یہ نِفاق سے اس قدر بھر جاتا ہے کہ اس میں سُوئی کے ناکے برابر ایمان نہیں رہتا۔

اعمال میں بے پرواہی

بعض صحابۂ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان فرمایا کرتے کہ تم لوگ بعض ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نِگاہوں میں بال سے بھی باریک ہیں جبکہ ہم سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے مُبارَک دَور میں انہیں کبیرہ گناہ شُمار کرتے تھے۔[2] ایک رِوایَت میں ہے کہ ہم انہیں ہَلاکَت میں مبتلا کرنے والے اَعمال شُمار کرتے تھے۔[3]

اگر مجھے نِفاق سے بری ہونا معلوم ہو جائے تو

حضرت سیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اگر مجھے یہ مَعْلُوم ہو جائے کہ میں نِفاق سے بَری ہوں تو یہ بات مجھے ان تمام چیزوں کے ملنے سے زیادہ پسند ہو گی جن پر سُورَج طُلُوع ہوتا ہے۔

---

[1] .... مسند احمد، حدیث حذیفة بن الیمان، ۹/ ۸۰، حدیث: ۲۳۳۳۸

[2] .... مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۵۶۸، حدیث: ۱۴۰۴۱، بتغیر قلیل

[3] .... بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، ۴/ ۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۲

نِفاق کس میں ہے؟

مَنْقُول ہے کہ مومنین کے تین۳ گروہوں کے عِلاوہ نِفاق سے کوئی بھی خالی نہیں یعنی صِدِّیْقِین، شُہَدا اور صَالِحِین۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے تعریف ذِکْر فرمائی ہے کہ اس نے انہیں اپنی کامِل نِعْمَت عَطا فرمائی اور انہیں ان کے کامِل اِیمان اور حقیقی یقین کی وجہ سے مَقاماتِ اَنبیائے کِرام کے برابر دَرَجات پر فائز فرمایا۔ مَنْقُول ہے کہ جو نِفاق سے بے خوف ہو وہ مُنافِق ہے۔

نِفاق کی علامات

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین میں سے کسی کا فرمان ہے: نِفاق کی علامات یہ ہیں:

- ﴿۱﴾ بندہ لوگوں سے وہ بات ناپسند کرے جو خود کرتا ہے۔
- ﴿۲﴾ حَق میں سے کسی بات کو ناپسند کرے۔
- ﴿۳﴾ ظُلْم میں سے کسی چیز کو پسند کرے۔
- ﴿۴﴾ یہ بات بھی نِفاق میں سے ہے کہ جب کسی شخص کی ایسی بات پر تعریف کی جائے جو اس میں نہیں تو وہ اس تعریف کو پسند کرے۔

نِفاق کی علامتیں بے شُمار ہیں، ایک قول کے مُطابِق یہ عَلامات 70 ہیں۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں چار علامات مذکور ہیں جو کہ باقی علامتوں کی اَصْل ہیں اور باقی سب عَلامتیں انہی کی شاخیں ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے: چار باتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ خالِص مُنافِق ہے اگرچہ نَماز پڑھے، روزہ رکھے اور خود کو مسلمان سمجھے اور جس میں ان میں سے ایک خَصْلَت پائی جائے تو اس میں نِفاق کا ایک شعبہ مَوجُود ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے:

﴿1﴾ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

﴿2﴾ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ۔ وَعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

﴿3﴾ اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ۔ اَمانت دی جائے تو خِیانَت کرے۔

﴿4﴾ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ جھگڑا کرے تو گالی دے۔[1]

ایک رِوایَت میں یہ اَلفاظ بھی ہیں: اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ۔ جب مُعاہَدہ کرے تو اسے توڑ دے۔[2]

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یوں یہ علامات پانچ ہو جاتی ہیں۔

حاکموں کی ہاں میں ہاں ملانا

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خِدمَت میں عَرض کی: ہم حاکموں کے پاس جاتے ہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں (یعنی ہاں میں ہاں مِلاتے ہیں خواہ بات غَلَط ہی ہو)۔ مگر جب ان کے پاس سے آتے ہیں تو ان کے خِلاف باتیں کرنے لگتے ہیں (تو ہمارا ایسا کرنا کیسا ہے؟)۔ اِرشَاد فرمایا: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دَورِ مُبارَک میں ہم اس بات کو نِفاق شُمار کرتے تھے۔[3]

دل میں کچھ زبان پر کچھ

حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک شخص کو حَجّاج بن یُوسُف کی مَذمَّت کرتے سنا تو اس سے فرمایا: اگر حَجّاج اس وَقت یہاں مَوجُود ہوتا تو کیا پھر بھی تم اس کے خِلاف باتیں کرتے؟ عَرض کی: نہیں۔ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُبارَک دور میں ہم اس بات کو نِفاق سمجھتے تھے۔[4]

اس سے بھی زیادہ سَخت رِوایَت یہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت سَیِّدُنا حُذَیْفَہ بن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دروازے پر بیٹھے آپ کا اِنتِظار کر رہے تھے، اس دوران وہ آپ کے بارے میں کچھ گفتگو کرنے لگے۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ باہَر تشریف لائے تو وہ حَیا سے خاموش ہو گئے۔ اِرشَاد فرمایا: تم لوگ جو بات کر رہے تھے اسے جاری رکھو، مگر وہ خاموش ہی رہے۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

[1] ...... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۰، حدیث: ۵۹، ۵۸

[2] ...... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۰، حدیث: ۵۸

[3] ...... بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من ثناء السلطان واذا خرج قال غیر ذلک، ۴/۴۶۲، حدیث: ۷۱۷۸، بتغیر
سنن کبری للنسائی، کتاب السیر، باب بطانۃ الامام، ۵/۲۳۱، حدیث: ۸۷۵۹، بتغیر قلیل

[4] ...... التمهيد لابن عبد البر، الوليد بن عبد الله بن صياد، ۹/۳۲۷، تحت الحديث: ۱/۱۹۶

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ مُبارکہ میں ہم اس بات کو نِفاق شُمار کرتے تھے۔

اس سے بھی شدید رائے حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِرشاد فرماتے ہیں: ظاہِر و باطِن، دل و زبان اور اندر و باہَر کا مُخْتَلِف ہونا بھی نِفاق ہے۔[1]

اَلْغَرَض نِفاق کی باریکیاں اور پوشیدہ شِرک ضُعفِ یقین اور توحید کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں جو کہ مومنین کے خوف کا مُوجِب ہیں کیونکہ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور اَعمال کی بربادی کا ڈر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بندہ اس حال میں اپنے گھر سے نکلے گا کہ اس کا دین اس کے ساتھ ہو گا مگر جب گھر لوٹے گا تو اس کے دین میں کچھ بھی اس کے ساتھ نہ ہو گا، وہ اس شخص سے ملے گا تو کہے گا: آپ تو ایسے ہیں، آپ تو ویسے ہیں اور اس شخص کو ملے گا تو کہے گا: آپ یہ ہیں، آپ وہ ہیں۔ شاید وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مول لے کر اس سلسلے میں کوئی شے باقی نہیں رہنے دیتا۔[2]

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مُراد یہ ہے کہ وہ شخص دوسروں کے تَزْکِیَۂ نَفْس کی گواہی دیتا ہے حالانکہ کچھ جانتا نہیں اور مَذَمَّت کے مُسْتَحِق لوگوں کی تعریف کرتا ہے، اس کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان پر کچھ، یہی بات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا باعث ہے۔

سَلْبِ ایمان سب سے بڑا خوف ہے

مذکورہ خوفوں سے بھی بڑا خوف سَلْبِ اِیمان کا خوف ہے کہ جو مومِن کے خزانے میں آپ کے پاس ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جیسے چاہتا ہے اسے ظاہِر فرماتا ہے اور جب چاہتا ہے لے لیتا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ یہ ہِبہ تھا جو آپ کو دیا گیا کہ اس کے کَرَم کی وجہ سے آپ کے پاس ہمیشہ رہتا یا مَحْض ایک اَمانت تھا یا عارِضی طور پر عَطا ہوا تھا جسے وہ اپنے عَدْل و حِکْمَت کی بنا پر یقیناً واپَس لے لے گا اور حال یہ ہے کہ اس نے اس کی حقیقت آپ

[1] .... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما قالوا فی البکاء من خشیۃ اللہ، ۸/۳۱۲، حدیث: ۱۲۱

[2] .... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، ۴/۲۲۷، حدیث: ۴۸۷۳، بدون: ویلقی الآخر... الخ

علل و معرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل، الجزء الثالث، ۲/۱۴۵، حدیث: ۱۸۱۶، بدون: ویلقی الآخر... الخ

سے پوشیدہ رکھی ہے اور اس کے اَنجام کو اپنے ساتھ خاص کیا ہوا ہے۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ بعض لوگوں کے خاتِمے کے وَقت ہی ان کا قطعی فیصلہ کیا جاتا ہے اور ایک عارِف فرماتے ہیں کہ ہائے کس قَدْر خطرہ ہے! اسی طرح حضرت سیِّدُنا ابو دردا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حَلْفِیَّہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی شخص موت کے وَقت اپنا اِیمان سَلْب ہونے سے بے خوف ہوتا ہے اس کا اِیمان سَلْب کرلیا جاتا ہے۔[1]

خاتمہ کی وجہ تسمیہ

کیا آپ اس وَقت کے مُتَعَلِّق نہیں جانتے جس کے بارے میں حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا تھا کہ دِل پر ایک سَاعَت ایسی آتی ہے کہ وہ نِفاق سے بھر جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں سُوئی کے ناکے برابر ایمان باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اگر اس وَقت موت آلے اور وُہی بندے کا آخری وَقت ہو تو کیا بندے کی رُوح جِسْم سے نِفاق پر جُدا نہ ہو گی؟ یہی حال شِرک کے مَفاہیم اور شَک کے اِشاروں کی وجہ سے دل کی حالَت کے بدلنے کا بھی ہے کہ اگر اسی وَقت موت کا سامنا ہو گیا تو بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کا عالَم کیا ہو گا؟ اسی لیے اس لمحے کو خاتِمہ کہتے ہیں کیونکہ یہی بندے کا آخِری عَمَل اور زِنْدَگی کی آخِری گھڑی ہے۔ نیز کسی بھی شے کے خاتَم سے مُراد اس کا آخِر ہوتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سب سے آخِری نبی ہیں۔

---

[1] .... الزھد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۵۴۱، حدیث: ۱۵۴۷

شرح اصول عقائد اھل السنة، سیاق ما وردمن الآیات فی کتاب اللہ فی ان اسم الایمان اسم مدح ... الخ، ۲/۸۶۳، حدیث: ۱۸۷۱

اِسْتِدْرَاج کا خوف

یہ بات بھی خوف میں سے ہے کہ اِسْتِدْرَاج کے طور پر ابتدائی مَعْرِفَت تو باقی رہے مگر عِلْمِ اِیمان میں اِضافہ خَتْم ہو جائے۔ جیسا کہ کسی عالِم کا فرمان ہے: بے شک جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو مَعْرِفَت کی دولت سے نوازتا ہے اور بندہ اس مَعْرِفَت کے مُطابِق عَمَل نہیں کرتا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس مَعْرِفَت کو سَلْب نہیں کرتا بلکہ اسے باقی رکھتا ہے تاکہ اسی حِساب سے بندے کے مُحاسَبہ کے وَقْت اس پر حُجَّت قائم ہو سکے، البتہ! مَعْرِفَت میں اِضافہ خَتْم فرما دیتا ہے اور بندے کا دل سَخْت ہو جاتا ہے مگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں۔ یہ ایسا نُقْصان ہے جسے صِرف کامِل لوگ ہی پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے سے ہر نَفْع مند شے روک لیتا ہے اور اسے صِرف وُہی شے عَطا فرماتا ہے جو اسے فریب میں ڈال دے اور وہ مَخْلوق کی آزمائش میں مبتلا رہے۔ اس لیے کہ ظاہِری آنکھ کا تعلّق دنیا سے اور دل کی آنکھ کا تعلّق آخِرَت سے ہے۔

نِفاق کا رونا

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ جب بندے کا نِفاق کامِل ہو جاتا ہے تو وہ اپنی آنکھوں کا مالِک بن جاتا ہے، پھر جب چاہتا ہے رونے لگتا ہے۔

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین نِفاق کے رونے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ نِفاق کے رونے سے مُراد یہ ہے کہ بندے کے لیے رونے کے مُخْتَلِف رنگ کھول دیئے جائیں مگر عاجِزی و اِنکساری اور خُشوع و خُضوع کا دروازہ اس پر بند کر دیا جائے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ؕ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے آئے۔ (پ۱۲، یوسف:۱۶)

نِفاق کے خشوع سے مراد

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین یہ بھی فرماتے تھے کہ نِفاق کے خُشوع سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرو۔ عَرْض کی گئی: اس سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا: آنکھ تو آنسو بہائے مگر دل سَخْت ہو۔

آنکھ کے آنسو بہتر ہیں یا دل کی سختی؟

انسان کو دل کی سختی میں آنکھ کے آنسو عَطا کیے جانے سے بہتر ہے کہ اسے آنکھوں کی خشکی میں دل کی نرمی مِل جائے۔ اَہْلِ قُلُوب کے نزدیک رِقَّتِ قلبی ہی دل کا خُشوع، خوف اور اس کی عاجِزی و اِنکساری ہے۔ جس کے دل میں اس کی دولت مَوجُود ہو اسے آنکھ کے آنسوؤں کا نہ بہنا نُقصان دہ نہیں۔ البتہ! اگر آنسو بہانے کی سَعادَت بھی مِل جائے تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خاص فَضْل ہے۔ لیکن جس شخص کو آنکھ کے آنسو تو عطا ہوئے مگر دل کا خُشوع اور اس کی عاجِزی و اِنکساری نہ ملی تو وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر کا شِکار ہے۔ یہی حقیقی محرومی اور عَدَمِ نَفْع ہے۔

آنکھ کے یہ آنسو صِرف عَقْلی عِلْم میں ہوتے ہیں اور مُشاہَدۂ یقین سے حاصِل ہونے والے عِلْمِ توحید میں کسی قِسم کی کوئی آہ و بُکا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رونے والوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ ترجمۂ کنز الایمان: روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۰۹)

جب رونا ہمارے فخر و تکبُّر کو زیادہ کرے تو ہمیں جان لینا چاہئے کہ دل میں خُشوع مَوجُود نہیں، بلکہ یہ رونا مصنوعی ہے اور مَخْفِی آفاتِ نَفْس کو پسند کرتا ہے۔

سب سے اعلیٰ خوف

سب سے اعلیٰ خوف یہ ہے کہ بندے کی تقدیر میں اَزَل سے کیا لکھا گیا ہے اور اس کا خاتِمہ کیسا ہو گا؟ جیسا کہ ایک عارِف فرماتے ہیں کہ میرا آہ و بُکا کرنا اور غَم کرنا اپنے گناہوں اور خواہشات پر نہیں کیونکہ یہ تو میرے اَخلاق و اَوصاف ہیں جو میرے عِلاوہ کسی کے لائق نہیں۔ بلکہ میرا غم اور حَسْرَت تو اس بات پر ہے کہ جب قِسْمَت کا فیصلہ ہو رہا تھا اور بندوں میں نعمتیں بَٹ رہی تھیں تو میری قِسْمَت اور نصیب کیسا تھا؟

عُلَما کی خوف کی کیفیت

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو کچھ ذِکْر کیا ہے یہ

ان تمام عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا خوف ہے جو اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارِث ہیں، ان کا شُمار اَبدالوں، مُتَّقِین کے اِماموں اور اَہلِ قوّت میں ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے عَرض کی گئی: کیا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کسی کو مِثقال بھر خوف بھی عَطا کرتا ہے۔ فرمایا: ہاں! بعض مومنین کو پہاڑ کے برابر خوف عَطا کرتا ہے۔ عَرض کی گئی: پھر ان کی حَالَت کیسی ہوتی ہے؟ کیا وہ کھاتے پیتے، سوتے اور نِکاح کرتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! وہ یہ سب کام کرتے ہیں اور مُشاہَدہ بھی کبھی ان سے جُدا نہیں ہوتا بلکہ وہ اَبدی ٹھکانے کے سائے تلے ہوتے ہیں۔ عَرض کی گئی: ان کا خوف کہاں ہوتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: حِکمَت کی لَطافت سے قُدرَت کا حِجاب اسے اٹھالیتا ہے اور دل کو بَشَری صِفات کے باعِث تَصَرُّفات میں حِجاب تلے چھپادیتا ہے۔ اس وَقت یہ بندہ رسولوں کی مِثْل ہو جاتا ہے۔

صاحبِ کتاب کا تبصرہ

بات اسی طرح ہے جیسے حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے اِرشَاد فرمایا ہے۔ اس لیے کہ تَصَرُّفات کے ذریعے مُشاہَدۂ توحید اور حِکمَت اسے اَحکام کی بجاآوری پر قائم رکھتے ہیں، اس طرح دل میں نُورِ ایمان اس قَدْر بڑھ جاتا ہے کہ اگر ظاہِر ہو جائے تو جِسْم اور اس سے مُتَّصِل تمام چیزوں کو جلا کر خاکِسْتَر کر دے مگر یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکَرَم سے حِجاب میں ہوتا ہے اور یہ تَصَرُّفات واَحکام کے وُقوع کی وجہ سے عِلْم کے پردے سے ڈھکا ہوتا ہے، البتہ! تقدیر و صِفات کے مَعانی و مَفاہیم اپنی اپنی غایات میں جاری رہتے ہیں، کیونکہ اَنوار پر اِسْموں (یعنی ناموں) کا، اِسْموں (یعنی ناموں) پر اَفعال (یعنی کاموں) کا اور اَفعال (یعنی کاموں) پر حَرَکات کا حِجاب طارِی ہوتا ہے۔ لٰہذا قُدرَت کے ذریعے حَرَکت اس طرح ظاہِر ہوتی ہے کہ اس کے بغیر اس کا وُجُود ہی غائِب ہو جاتا جس طرح کہ نُورِ ایمان سے پیدا ہونے والی حِکمَت کے ذریعے تَصَرُّفات ظاہِر ہوتے ہیں مگر یہ اَنْوارِ ایمان تَصَرُّفات کے پردے میں چھپے ہوتے ہیں۔

نورِ مومن

ایک عارِف فرماتے ہیں: اگر مخلوق کے سامنے مومن کے اس چہرے سے پردہ ہٹ جائے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ

کے ہاں ہے تو لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر اس کی عِبادَت کرنے لگیں اور اگر اس کے دل کا نُور دنیا پر ظاہِر ہو جائے تو زمین پر کوئی شے باقی نہ رہے۔

پاک ہے وہ ذات! جس نے مخلوق کے فائدے کے لیے اپنے حِلْم اور رَحْمت کے باعث اپنی قُدْرَت اور اس کے مَعانی و مفاہیم کو اپنی حِکْمت اور اس کے اَسباب کے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سورہ نُور کی 35ویں آیتِ مُبارَکہ کو یوں پڑھتے تھے: ﴿مَثَلُ نُوْرِ الْمُؤْمِنِ﴾ اگر بندے کا نور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نور سے نہ ہوتا تو یہاں حَرْف کو اس کے اُلٹ معنٰی سے بدلنا جائز نہ ہوتا۔

خوف کے متعلق سیدنا سہل کے اقوال

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

- خوف مُمانَعَت کے بر عکس ہے، خَشْیَّت وَرَع کا نام ہے اور اِشفاق (ڈرنا، بچ کر رہنا) زُہد کو کہتے ہیں۔
- خوف کا جاہِل کے پاس آنا اسے عِلْم کی، عالِم کے پاس آنا اسے زُہد کی اور عامِل (یعنی عابِد) کے پاس آنا اسے اِخلاص کی دَعْوت دیتا ہے۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) خوف تمام لوگوں کے لیے بہتر ہے کیونکہ یہ عام لوگوں کو حَرام کاموں سے بچاتا ہے اور خاص لوگوں کو وَرَع و زُہد کی طرف لے جاتا ہے۔

- اِخلاص فَرْض ہے جو خوف کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا اور خوف زُہد کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جو خوف رکھتا ہے وُہی سب کچھ چھوڑتا ہے۔ اس طرح خوف ہی بندے کی پہلی عِبادَت بنتا ہے جس سے اِخلاص پیدا ہوتا ہے۔
- جو یہ پسند کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف اس کے دل میں ہو تو وہ حَلال کے عِلاوہ کچھ نہ کھائے۔
- خائِف کے لیے ہی رِجا دُرُست ہے۔
- خوف مُذَکَّر ہے اور مَحبَّت مُؤَنَّث، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اکثر صُوفی بُزرگ مَحبَّت کی دعوت دیتے ہیں۔

قول کی وضاحت

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اس فرمان سے مُراد یہ بیان کرنا ہے کہ خوف کو رِجا پر

وُہی فضیلت حاصِل ہے جو مُذَکَّر کو مُؤنَّث پر حاصِل ہے اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا ہے۔ اس لیے کہ خوف عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا حال ہے جبکہ رِجا عامِلین (یعنی عابِدین) کا وَصْف ہے، لہٰذا اسے وُہی فضیلت حاصِل ہے جو عِلْم کو عَمَل پر حاصِل ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ مَکّی مَدَنی تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: عالِم کی عابِد پر فضیلت ایسی ہے جو چاند کی تمام سِتاروں پر ہے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: عِلْم کی فضیلت مجھے عَمَل کی فضیلت سے زیادہ مَحْبُوب ہے اور تمہارا بہترین دین وَرَع ہے۔[2]

عُلَمائے کِرام کے نزدیک خوف کی حقیقت

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک خوف وہ نہیں جو عام لوگوں کے تصوّر میں ہے، یعنی عام لوگ خوف کو رنج و غم، قَلَق واِحتراق یا اِضْطِراب وپریشانی سمجھتے ہیں جبکہ عُلَمائے کِرام کا خَیال اس کے بر عکس ہے، کیونکہ یہ سب باتیں تو آہ وزاری کرنے والے کے لئے خطرات، اَحْوَال اور وِجدان کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں جن کا حقیقی عِلْم سے کوئی تعلّق نہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے اَحْوَالِ مَحبَّت میں بعض صُوفی عارِفین وِجدانی کیفیات میں ان کی طرح تڑپتے پھڑکتے ہیں۔ عُلَمائے کِرام کے نزدیک خوف دُرُست عِلْم اور سچّے مُشاہدے کا نام ہے۔ چنانچہ جب کسی بندے کو عِلْم کی حقیقت اور یقین کی سچّائی مِل جائے تو اسے خائِف کہا جاتا ہے۔

اوصافِ سرکار

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے زیادہ خوف رکھنے والے تھے جس پر بہُت سی باتیں دَلالَت کرتی ہیں، ان میں سے چند دَرْج ذیل ہیں:

- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عِلْم کی حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام لوگوں سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مَحبَّت کرنے والے تھے۔

---

[1] .... ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/۳۱۲، حدیث: ۲۶۹۱

[2] .... اخلاق النبی وآدابہ، ماروی فی آکلہ اللحم، ص ۱۱۸، حدیث: ۵۹۴، ۵۹۳، بتغیر
الکامل فی ضعفاء الرجال، ۴/۴۳۱، الرقم: ۸۰۹: سعید بن راشد السماک بصری، بتغیر

- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قُربِ خُداوندی کی اِنتہا پر فائز تھے۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حال دونوں مقامات پر سکینہ ووَقار کا تھا۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام اَحْوال میں برتری و ثابِت قدَمی حاصِل تھی۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حَمیدہ میں قَلَق واِضْطِراب تھا نہ رنج و پریشانی۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام مخلوق کی عَقْل اور عِلْم سے کئی گنا بڑھ کر فَہم و عِلْم عَطا ہوا۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قَلْبِ اَطہر مخلوق کے لیے وُسْعَت رکھتا تھا۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سینہ مُبارَک مَخلوق کی اِیذا پر صَبْر کے لیے کُشادہ تھا۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک اَعرابی سے اس کے مِزاج کے مُطابِق پیش آتے۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں سے ان کے مِزاج کے مُطابِق پیش آتے۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عورتوں سے ان کے مِزاج کے مُطابِق سُلوک فرماتے۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو ان کے عِلْم کے مُطابِق قُربَت عَطا فرماتے۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کی عَقْلوں کے مُطابِق ان سے مُخاطِب ہوتے۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِجدان کا ظُہور لوگوں کے وِجدان کی مِثْل ہوتا:

- تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو ان کے حصّے کے مُطابِق اُنس و مَحبَّت سے نوازیں اور ان کے فَہم واِدراک کے مُطابِق ان کے حُقوق پورے فرمائیں۔
- تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہَیْبَت ان کے دِلوں میں اس قَدْر عظیم نہ ہو جائے کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں سوال کرنے سے کَتْرانے لگیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحبَّت ان کے دِلوں سے خَتْم ہونے لگے۔
- اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حِکْمَت کار فرما تھی جسے لوگ جانتے نہ تھے۔
- اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فطری رَحْمَت بھی شامِل تھی۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بغیر کسی تَکَلُّف وتَصَنُّع کے لوگوں کے وِجدانوں کے اِعْتِبار سے ان کے لِباس اور رنگ کو خود پر طارِی کر لیا تھا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ سب باتیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے سیکھی تھیں۔ اسی لیے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حمیدہ کو اپنے اَخلاقِ عالیہ کے ساتھ بیان فرمایا اور یوں اِرشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ (پ ۲۹، القلم: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک تمہاری خُوبُو بڑی شان کی ہے۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

ایک قول کے مُطابِق یہاں اَخلاقِ رَبُوبِیَّت مُراد ہیں۔

اس آیتِ مُبارَکہ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے: ﴿لَعَلٰى خُلُقِ الْعَظِیْمِ﴾ یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاق **اَللّٰہُ الْعَظِیْم** عَزَّوَجَلَّ کے خُلق پر ہیں۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قوّتِ ضَبط و صَبر اور فضیلتِ عَقل کے باعِث کسی کے حال اور نصیب کو ظاہر نہیں فرماتے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حقیقتِ عَدل کی بنا پر لوگوں کے حصّے میں کوئی کمی نہیں فرماتے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد کی حقیقت اور خُشوع و خُضوع کی اِنتہا کی وجہ سے کسی چیز کا دعویٰ نہ کیا۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر عِلْم و حِکْمت کے راسِخ ہونے اور قوّت کے مَضْبُوط ہونے کی وجہ سے کوئی چیز غالِب نہیں آسکتی۔

اَلْغَرَض آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے اور سنّت پر اَہلِ اِبْتِلا میں سے ان عارِفین کے اَوصاف بیان کئے گئے ہیں جو دَرَجہ بدَرَجہ اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مِثْل ہیں۔

عام لوگوں کو مخاطب کرنے کا حکم

کسی عارِف کا قول ہے کہ جس نے لوگوں سے اپنے عِلْم کے مُطابِق کچھ طَلَب کیا اور اپنی عَقْل کے مُطابِق کلام کیا تو اس نے ان سے مُتَعَلِّق اپنے حُقُوق کو پورا کیا نہ ان سے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُقُوق کو پورا کیا۔

ایک عالِم فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں سے ہر وہ بات بیان کر دے جسے وہ جانتا ہے اور جو اس کا نصیب ہے وہ دوسروں پر ظاہِر کر دے تو وہ شخص اِمام نہیں ہو سکتا۔

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: کسی کو اس کے طریقے سے ہٹاؤ نہ اس سے اس کے عِلْم سے بڑھ کر کوئی بات کرو، ورنہ وہ تمہیں تھکا دے گا، بلکہ اسے اسی کی نہر سے گھونٹ گھونٹ کر کے پلاؤ اور اسی کے پیالے سے اسے سیراب کرو۔

وحشت یا ہیبت؟

ایک عالِم سے عارِف کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا: کیا وہ مخلوق سے وَحْشَت محسوس کرتا ہے؟ فرمایا: وہ وَحْشَت محسوس نہیں کرتا بلکہ بسا اَوقات وہ انہیں بہُت زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ عَرْض کی گئی: تو کیا مخلوق اس سے وَحْشَت زدہ ہوتی ہے؟ فرمایا: عارِف سے کوئی وَحْشَت محسوس نہیں کرتا بلکہ اس کی ہَیْبَت ان پر طارِی رہتی ہے۔

علم کی حقیقت

خوف عِلْم کی حقیقت کا نام ہے اور اس کی دلیل حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کَعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا اس آیتِ مُبارَکہ ﴿ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ(۸۰) ﴾ (پ ۱۶، الکھف:۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کُفْر پر چڑھاوے۔ ﴾ کو اس طرح پڑھنا ہے: ﴿ فَخَافَ رَبُّكَ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا ﴾۔ چنانچہ یحییٰ بن زِیاد نحوی کا قول ہے کہ اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ فَخَافَ رَبُّكَ ﴾ سے مُراد ﴿ فَعَلِمَ رَبُّكَ ﴾ ہے یعنی آپ کے رب نے جان لیا۔

اس بنا پر ایک قول کے مُطابِق خوف عِلْم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم

خوف کے مفہوم کا ایک اور بیان

جب دِل بے خوف نہ ہو تو؟

خوف اَسمائے مَعانی میں سے ہے، اس کا پایا جانا اس کی ضِد کے نہ پائے جانے کا باعث ہے، لہٰذا جب دِل اَحْوالِ دنیا اور اُمورِ آخِرت کی جُملہ صُورتوں سے بے خوف نہ ہو تو وہ ❀ اَحکامِ دنیا کے تَصَرُّفات میں تمام اَحْوال ❀ قُلُوب و نُفُوس کی حرَکات کے بَدَل جانے ❀ شہوات میں مبتلا ہونے اور ❀ طبعی عادات کے اُبھارنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر سے بھی بے خوف نہ ہو گا۔ اسے عُرف و عادَت سے سُکُون حاصِل ہو گا نہ کسی شے میں اپنی سلامتی و برأت کا قطعی یقین ہو گا۔

ان سب باتوں کو خوف کہتے ہیں اور جب بندہ ان میں سے کسی بھی بات سے بے خوف نہ ہو گا تو اسے خائف کہا جائے گا۔ کلامِ عرب میں اس کا اِسْتِعمال عام ہے۔ چنانچہ جب کوئی کسی شے سے بے خوف نہ ہو یعنی اسے اَمْن حاصِل نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں شے کا خوف ہے۔ یا پھر جب کوئی یقینی بات مَعْلُوم ہو جائے تو کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ یوں ہو جائے گا۔

عارِف ہر حال میں خوف کا شکار رہتا ہے

کسی عالِم سے عَرض کی گئی کہ کیا وجہ ہے کہ عارِف ہر حال میں خوف کا شِکار رہتا ہے؟ تو انہوں نے اِرشاد فرمایا: اس لیے کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام اَحْوال میں بندے کی گِرفت پر قادِر ہے۔ اس لیے وہ کسی حال میں اَمْن پاتا ہے نہ کسی حال میں سُکُون۔

ہلاکت خیز گھاٹیوں پر مشتمل پر خطر راستے

اہلِ خوف کے لیے قَلَق (رنج، فِکْر) میں مبتلا کرنے والے خوف، گھبراہٹ آمیز ڈر اور پُر سوز خَشیَّت کے ایسے راستے اور طریقے ہیں جو ان عام اور مَعرُوف طُرُق سے مُتَجَاوِز ہیں جو صاحِبِ فضل اَئِمَّۂ کِرام کی گزر گاہیں ہیں۔ ان راستوں میں ایسی ہَلاکت خیز گھاٹیاں ہیں جن سے جَیِّد عُلَمائے کِرام اور صُوفیائے عُظّام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام بھی دُور ہی رہے۔ البتہ! کوئی کوئی زاہِد و عابِد ہی اس راستے پر چلا اور کسی کسی عارِف نے ہی اس پر چلنا

چاہا۔ یہ پُر خطر راستے ایسے ہیں جن کی عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے کوئی فضیلت مَرْوِی ہے نہ عارِفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کے ہاں یہ قابِلِ رَشک ہیں۔ اس لیے کہ دُشْوَار گُزار راستے بسا اَوقات انسان کو دُرُسْت راہ سے ہٹا کر ہَلاکَت خیز وادیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

جن چند لوگوں نے ان راہوں پر چلنا چاہا تو مَحض ان کی مَعْرِفَت حاصِل کرنے اور ان کی دُشْوَاریاں جاننے کے لیے انہوں نے ایسا کیا اور بعض نے ان راستوں سے بھٹکنے اور آہ وزاری میں مبتلا ہونے کے اَسباب جاننا چاہے۔ البتہ! عام لوگوں کی نظر میں یہ راہیں بہُت مَشْہُور، عجیب تر اور ہولناک ہیں۔

خوفناک راستوں کی تفصیل

خوف کے سات مقام

خوف کے سات مَقامات ہیں جن پر وہ دل سے نکل کر اَثَر انداز ہوتا ہے۔ لٰہذا خوف دل سے نکل کر جس بھی مَقام کی طرف جاتا ہے اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ مستثنیٰ کر دے وہ اس سے مَحْفُوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سات مَقامات دَرْج ذیل ہیں:

﴿1﴾ خوف کا پتہ پر اثر انداز ہونا

کبھی خوف دل سے پِتّہ کی طرف جاتا ہے، یہ جِلْد کا سب سے باریک حصّہ ہے جو اندرونی جِسْم میں پایا جاتا ہے، خوف اسے جلا کر خاکِسْتَر کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں بندہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی موت غشی، چیخ و پُکار اور ظُہُورِ ذات کے سَبَب ہوتی ہے، یہ ضعیف عِبادَت گزار ہوتے ہیں۔

﴿2﴾ خوف کا دماغ پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف دِل سے دِماغ کی طرف جاتا ہے تو عَقْل کو جَلا کر راکھ کر دیتا ہے، پھر بندہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے، اس کا حال رُخْصَت ہو جاتا ہے اور مَقام بھی کم ہو جاتا ہے۔

﴿3﴾ خوف کا پھیپھڑے پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف پھیپھڑے میں سَرایَت کرتا ہے تو اس میں سُوراخ کر دیتا ہے، جس سے بھوک

پیاس خَتم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جِسم سُوکھ جاتا ہے اور خون خشک ہو جاتا ہے۔ یہ حالَت فاقہ کشوں، بستروں سے بے نیاز اور خوف سے زَرْدِی مائل ہو جانے والے لوگوں پر طارِی ہوتی ہے۔

﴿4﴾ خوف کا جگر پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف جِگر پر اَثَر انداز ہوتا ہے تو رنگ مُتَغَیِّر ہو جاتا ہے اور بندہ دائمی حُزن ومَلال کا شِکار ہو جاتا ہے، اس کی فِکریں طویل ہو جاتی ہیں اور نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ اس مَقام پر نیند بالکل نہیں آتی اور بندہ ہر وَقت بیدار رہتا ہے، یہ سب سے اَفضل مَقام ہے۔ اس خوف میں عِلْم اور مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے اور یہ خوف عاملین یعنی عِبادَت گزاروں کا ہے۔

﴿5﴾ خوف کا شانے کے گوشت پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف فَرائِص[1] پر اَثَر انداز ہوتا ہے، فَرِیْصہ شانے کے گوشت کو کہتے ہیں، اس کا ذِکْر حدیث پاک میں بھی ملتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو گوشت میں فَرِیْصَتَان یعنی شانے کا گوشت پسند تھا۔ گوشت کا یہ حصّہ بڑا نرم اور لذیذ ہوتا ہے۔ اس خوف سے اِضْطِراب واِرْتِعاش اور بے چینی پر مَبْنِی حَرَکات پیدا ہوتی ہیں۔

﴿6﴾ خوف کا عقل پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف دل پر ظاہِر ہوتا ہے تو عَقْل پر چھا جاتا ہے اور قُدْرَت کے غَلَبہ کی وجہ سے اس کا غَلَبہ مِٹا دیتا ہے، جیسا کہ سُورَج کے ظُہُور کے وَقْت چاند کی روشنی خَتم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب خَزائنِ مَلَکوت کے راز بندے پر ظاہِر ہوتے ہیں تو عَقْل ان کی وجہ سے کمزور ہو جاتی ہے اور اس کے ضُعْف کی وجہ سے جِسْم مُضْطَرِب رہتا ہے، جس کی بنا پر بندے کو کسی پَل قرار مُمکِن نہیں رہتا۔ اس لیے کہ اِنسانی جِسْم کے اَعْضا اگرچہ حِکْمَت و پختگی کے لِحَاظ سے الگ ہیں مگر یہ سب ایک جِسْم کی طرح ہیں جنہیں اِظْہارِ مَشِیَّت کے ذریعے

---

[1] ......کندھے اور سینے کے درمیان مَوجُود گوشت کا وہ حِصّہ جو خوف کے وَقْت حَرَکَت کرنے لگتا ہے۔ فَرَائِص جَمْع ہے اور اس کا واحِد فَرِیْصہ ہے، یہ گوشت دونوں طرف ہوتا ہے اس لیے انہیں فَرِیْصَتَان کہتے ہیں۔

قُدْرَت جمع رکھتی ہے۔ اَعْضا کی نچلی ساخت چونکہ اُوپر والی ساخت سے ملی ہوتی ہے، لہٰذا جب اُوپر والے حصّے میں اِضْطِراب پیدا ہوتا ہے تو وہ نچلی جانب بھی جاتا ہے، جیسا کہ دوا یا بیماری جب کسی ایک عُضْو تک پہنچتی ہے تو اس کا اَثَر مکمل جِسْم پر ہوتا ہے۔ اَہْلِ خوف کا یہ گروہ اَفضل گروہ کے مُشابہ اور وَصْفِ عِلْم میں داخِل ہے۔

یہ طریق اکابِر عُلَمائے کِرام اور صاحِبِ فَضْل اہلِ قُلُوب کا ہے۔ ایسے لوگ تابعینِ عُظّام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں بَکَثْرَت تھے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا رَبیع بن خُثَیْم، حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قرنی اور حضرت سَیِّدُنا زُرارہ بن اَوفٰی رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اور ان جیسے دیگر بُلند پایہ بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین اسی طبقے سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اس طریقے پر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے جَلِیْلُ الْقَدْر صحابۂ کِرام نے بھی کوئی اِعْتِراض نہ کیا۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر بعض اَوقات خوفِ الٰہی کے سَبَب ایسی غشی طارِی ہوتی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اُونٹ کی مِثْل مُضْطَرِب ہو جاتے اور قِیام تک نہ کر سکتے۔

یہی حالَت حضرت سَیِّدُنا سعید بن حُذَیْم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شُمار زاہِد صحابۂ کِرام میں ہوتا ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ لشکروں کے امیر تھے، آپ کو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مُلکِ شام کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان کے حد دَرَجہ زُہد اور فاقہ کشی کی شِدّت کے مُتَعَلِّق مَعْلُوم ہوتا تو آپ ناراض ہوتے اور بسا اَوقات 100 اور بعض اَوقات 400 دینار انہیں بھیجتے تاکہ وہ انہیں اپنے اہل و عَیال پر خرچ کریں مگر وہ ان دیناروں کو مجاہدین پر خرچ کر دیتے۔ چنانچہ اہلِ شام نے جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان کے مُتَعَلِّق یہ سب باتیں ایک مکتوب میں لکھیں اور بتایا کہ دورانِ محفل ان پر غشی طارِی ہو جاتی ہے، لوگوں کو خدشہ ہے کہ ان کی عَقْل میں کوئی مسئلہ ہے۔ اہلِ شام چونکہ ان کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے تھے، اس لیے امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جب ان سے مُلاقات ہوئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (تحقیقِ حال کے لیے) ان سے اَصْل کَیفِیَّت پوچھی۔ انہوں نے اپنے مُشاہَدے کے مُتَعَلِّق بیان کیا جو کہ حقیقت میں اَہْلِ اَحْوال صُوفیوں کی وِجدانی کَیفِیَّت تھی، چنانچہ اس کَیفِیَّت کو پہچان کر امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں کچھ نہ کہا بلکہ آپ کے نزدیک ان کی قَدْر و مَنْزِلَت پہلے

سے مزید بڑھ گئی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مزید ان کا اِکْرام کرنے لگے اور اس بات کو ان کی فضیلت سمجھا اور اہلِ شام کو جواب میں لکھا کہ وہ ان کے مُعَاملے سے پریشان نہ ہوں بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

سرکارِ مدینہ اور خوفِ الٰہی

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ قَوِی ہستی اور ہِدایت یافتہ لوگوں کے ہادِی **اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن** کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نُزولِ وَحی کے وَقْت غشی طارِی ہو جاتی، جب وَحی کا نُزول ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بظاہِر ہوش میں نہ ہوتے، کائنات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں سے اَوجھل ہو جاتی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے چہرۂ اَقْدَس کو ڈھانپ لیتے۔[1]

سردیوں کے سَخْت دنوں میں بھی موتیوں کی طرح پسینہ پیشانی مُبارَک پر چمکتا دکھائی دیتا،[2] مگر ایسا صِرف خاص وَحی کے وَقْت ہی ہوتا کہ جب وَحی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ڈھانپ لیتی اور حضرت سَیِّدُنا رُوحُ الْقُدُس عَلَیْہِ السَّلَام ایک خاص حالَت و کَیْفِیَّت میں حاضِرِ خِدْمَتِ اَقْدَس ہوتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قَلْبِ اَطْہَر کو خاموشی سے پیغامِ رَبِّی پہنچاتے۔

وحی کی چار قسمیں

وَحی کی چار قسمیں ہیں، جن میں سے دو قسمیں مُتَّصِل ہیں اور مذکورہ صُورَت انہی دو اَقسام میں سے ایک ہے، جبکہ باقی دو اَقسام مُنْفَصِل (جُدا) ہیں۔ وَحی کی ہر قِسْم عُلَمائے رَبّانِیِّین اور اُن اہلِ قُلُوب کو بھی پیش آتی ہے جنہیں بارگاہِ خُداوندی میں حُضُوری کا مَرتبہ حاصِل ہے اور وہ مُشاہَدۂ ذات میں مَصروف رہتے ہیں اور ان کی نِگاہیں تَجَلِّیاتِ باری تعالٰی ہی پر رہتی ہیں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس بات کی وَضاحَت طویل ہو جائے گی۔ (بَس اتنا جان لیجئے کہ) عِلْمِ یقین کی مَعْرِفَت اسے ہی نصیب ہوتی ہے جو راہِ طریقت پر چلنے والا ہو اور مُشاہَدۂ حَق کی دولت سے بھی وُہی فیض یاب ہوتا ہے جو حقیقت کے جام کی لَذّت چکھنے والا ہو، جو شخص

---

[1] .... مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی البرد وحین یاتیہ الوحی، ص ۱۲۷۳، حدیث: ۲۳۳۴، مختصراً

[2] .... مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک وقبول توبۃ القاذف، ص ۱۴۹۱، حدیث: ۲۷۷۰

مَحض اس کی تصدیق کرے اور اس کے سامنے سر جھکا دے تو وہ بھی کچھ حصّہ پا ہی لیتا ہے۔ البتہ! یہ بات مُقرَّبِین میں سے صِرف تین اہلِ مَقامات میں ہی پائی جاتی ہے یعنی مَقامِ مَعرِفَت، مَقامِ مَحبَّت اور مَقامِ خوف۔

وَحی کی مذکورہ چار اَقسام کے بعد مزید اس کی 10 اَقسام ہیں جو ان تین مَقامات کے حامِلین کے ساتھ خاص ہیں اور وہ ان سے اپنا حصّہ پاتے ہیں۔ یعنی مُشاہَدہ، وِجدان، حال، خَواطر، مَقام، اِرادہ اور مُواصلت وَحی کی اَقسام ہیں۔ البتہ! وَحی کی دو اَقسام ایسی ہیں جو اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ خاص ہیں اور دوسروں کی ان تک رَسائی نہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ فرشتے کا اپنی اَصلی صُورَت میں ظاہِر ہونا اور دوسری یہ کہ کلامِ باری تعالیٰ کو اس کی جُملہ صِفات کے ساتھ سننا۔ جیسا کہ مَروِی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی اَصلی صُورَت میں وادی اَبطح میں دیکھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر غشی طاری ہو گئی۔[1]

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا حُمران بن اَعْیُن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ حاقہ کی آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر غشی طارِی ہو گئی۔[2] جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (پ ۹، الاعراف: ۱۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

﴿7﴾ خوف کا نفس پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف دل سے نَفْس کی جانِب جاتا ہے تو شہوات کو جَلا کر عادتیں مِٹا دیتا ہے، طبیعت کو ٹھنڈا کر کے نفسانی خواہش کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے۔ اَہلِ خوف کے نزدیک یہ بھی خوف کی ایک اعلیٰ صُورَت ہے۔ یہ لوگ سب سے اَفضل خوف رکھنے والے اور سب سے بُلند تر مَقام کے حامِل ہوتے ہیں۔ یہ خوف اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صِدِّیقِین اور شُہَدائے عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا ہے۔ اس سے بڑھ کر خوف کی ایسی کوئی صُورَت نہیں جس پر خائِف رَشک کرے یا کوئی عارِف اس پر خوش ہو۔

---

[1] .... مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۶۹۱، حدیث: ۲۹۶۷

[2] .... الزھد للوکیع، باب فی البکاء، ص ۲۵۳، حدیث: ۲۸، فیہ ذکر آیۃ من سورۃ المزمل

الکامل فی ضعفاء الرجال، ۳/ ۳۶۷، الرقم: ۱۷۹/ ۵۴۸: حمران بن اعین کوفی، فیہ ذکر آیۃ من سورۃ المزمل

خوف کا حد سے تجاوُز کر جانا

اگر خوف ان اَوصاف سے تجاوُز کر جائے تو اپنی حد سے نِکل جاتا ہے اور اپنی مِقدار سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے شہوات کو جَلاڈالا اور خواہشات کو مِٹاڈالا تو کوئی شہوت باقی رہی نہ کوئی خواہش۔

اگر بندہ خوف کی حَد سے تجاوُز کرنے سے مَحْفُوظ نہ رہ سکے تو خوف اسے تین میں سے کسی ایک بات کی طرف لے جاتا ہے:

پہلی اور سب سے بہتر حالت

ان میں سب سے بہتر حالَت یہ ہے کہ وہ نَفْس میں سَرایَت کر کے اسے خَاکِسْتر کر دے، جس کی وجہ سے بندے کی موت واقع ہو جائے تو گویا یہ اس کے لیے مَرتَبۂ شَہادَت ہے، مگر عُلَمائے خائفین اور اَرْبابِ عُلُوم و مُشاہَدات کے نزدیک یہ بات اَچھّی نہیں۔ البتہ! کسی عالِم کا قول ہے کہ شُہَدائے بدْر کا اَجر و ثواب وَجد کی وجہ سے مرنے والے شخص سے زیادہ عظیم نہ ہو گا۔ مگر یہ اَوصاف کمزور مُریدین کے ہیں اس لیے کہ اہلِ یقین عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے لیے یقین کی ہر شَہادَت پر ایک شہید کا اَجر ہے۔

دوسری اور درمیانی حالت

خوف کی درمیانی حَالَت یہ ہے کہ وہ دِماغ کی طرف جا کر اس کے قریب ہو جائے اور عَقْل مندوں کے لیے عَقْل کی گانٹھ کھول دے کہ جس کے کھلنے سے طبیعتیں مُضْطَرِب ہو جائیں، پھر اس اِضْطِراب کی وجہ سے مُخْتَلِف مِزاج باہَم مِل جائیں اور صَفْرَاوِی مِزاج جَل کر سَودَاوِی ہو جائے۔ اس سے وَسْوَسے، ہِذیان، حیرانگی اور آہ وزاری پیدا ہوتی ہے، کیونکہ دِماغ ٹھوس ہوتا ہے اور عَقْل کا ٹھکانا اور اس کے ساتھ مُرَکَّب و وابستہ ہوتا ہے، جب مِزاج آپَس میں مِلتے ہیں تو ان کا شعلہ بھڑک کر دِماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اسے جَلا کر پگھلا دیتا ہے۔ یوں عَقْل کی وہ جگہ کُھل جاتی ہے جہاں مَغْز ہوتا ہے۔ اس کے غَلَبہ کا ظُہُور قَلْب ظاہِر کی اس چمک میں ہوتا ہے جو طُلُوع ہونے والے سُورَج کی طرح ہوتی ہے کہ جس کا مَحَل تو فَلکِ عُلْوِی ہوتا ہے مگر اس کی شُعاعیں زمین پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح عَقْل کا مَحَل تو مَغْز ہے مگر اس کا غَلَبہ قَلْب میں ظاہِر ہوتا ہے۔

اس مَقام پر بندہ آپے سے باہَر ہو جاتا ہے اور اس پر عِشْق کی دیوانگی غالِب آجاتی ہے۔ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اسے ناپسند کرتے ہیں۔ مَقامِ مَحبّت پر فائز بعض مُحِبّین کی ہی اس مَقام تک رسائی ہوئی اور جب ان پر یہ کَیفِیَّت طارِی ہوئی تو وہ اپنے وِجدان میں سرگرداں ہو گئے، ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کے دِلوں پر یہ حالَت طارِی ہونے کے بعد دُور ہوئی تو انہوں نے اپنے عِلْم کے مُطابِق یہ باتیں بتائیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کئی کئی دنوں تک بھوک اِخْتِیار کرنے والے لوگوں سے اِرشاد فرمایا کرتے: اپنی عَقْلوں کی حِفاظَت کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی ولی ناقِصُ الْعَقْل نہیں ہوتا۔

تیسری اور سب سے بری حالت

خوف کے حَد سے تجاوُز کر جانے کی یہ تیسری حالَت سب سے بُری ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ خوف اس قَدْر زیادہ اور قَوِی ہو جائے کہ رِجا خَتْم ہو جائے، بشرطیکہ عِلْمِ اَخلاق مَوجُود نہ ہو یعنی جُود و کَرَم اور اِحسان مَوجُود نہ ہوں جو کہ کسی مَقام کو اِعْتِدال پر رکھتے ہیں اور حال کے غم کو سُکُون ملتا ہے۔ اس طرح یہ حَد سے بڑھا ہوا خوف بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت سے مَایُوسی کی طرف اور اس کی راحَت سے نااُمّیدی کی طرف لے جاتا ہے۔ ان لوگوں کو یہ مُشاہَدہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَدل و اِنصاف کا عَقْل سے مُوازَنہ کرنے پر حاصِل ہوتا ہے، ان کے اپنی حُدُود سے تجاوُز کرنے کی کئی وُجُوہات ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

- وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم اور اس کے مَخْفِی لُطف و عِنایَت کو پیشِ نَظَر نہیں رکھتے۔
- وہ اپنے کَسب و عَمَل پر گہری نَظَر رکھتے ہیں۔
- ان پر مُشاہَدۂ اَسباب کا غلبہ پختہ ہو چکا ہوتا ہے۔
- وہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی اِسْتِطاعَت میں اپنے نُفُوس کی جانِب رُجُوع کرتے ہیں۔
- وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ بِالْخُصُوص ان پر گناہوں کی سَزا یقینی طور پر مُتَحَقِّق ہو چکی ہے۔
- وہ اپنے عُلُوم و عُقُول کی بنا پر حقیقی حاکِم اور رَحْم فرمانے والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے خِلاف حُکْم لگا دیتے ہیں (کہ وہ ان کے گناہوں کی ضَرور بِالضَّرور سَزا دے گا اور ہر گز انہیں مُعاف نہ فرمائے گا)۔

❀ وہ اپنے مُعاملے کو اپنے رب کی مَشِیَّت کے حوالے کرتے ہیں نہ اس کی قُدرَت کے سامنے اپنا سَر جھکاتے ہیں۔

❀ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن صِفاتِ حسنیٰ کے مَعانی و مَفاہیم سے کوئی اُمّید قائم نہیں رکھتے جو اِن کی تمام بُری صِفات کو اپنے دامَن میں چھپائے ہوئے ہیں۔

اس طرح ان کے گناہ ظاہر ہو کر پھر ان کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ مُحسنِ اوّل عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کو حِجاب میں کر دیتے ہیں اور انہیں مَعْلُوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اسی کے اِحسان کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوئے تھے (تاکہ وہ انہیں مُعاف فرمادیتا مگر انہوں نے مُعافی کے بجائے خود پر سزا کو لازِم جان لیا) اور یہ سب باتیں اس کے عِلْمِ اَزَلی میں تھیں کہ وہ حَد سے تجاوُز کر جائیں گے (اور واپَس نہ پلٹیں گے)۔ کیونکہ جو کچھ ان پر گزر رہی ہے اسے لکھنے والا قَلَم ان کے ہاتھوں میں ہے نہ لَوح ان کی گود میں ہے کہ جس پر ان کی تقدیر تحریر ہے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَت اور غالِب جَبَرُوت نے ان کی وُہی باتیں ظاہِر کیں جو ان میں پائی جاتی تھیں۔

گمراہ لوگ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو کچھ ذِکْر کیا ہے اس کی صِحَّت پر دلیل یہ ہے کہ حَد سے تجاوُز کر جانے والے خوف کی یہ تیسری صُورَت اکثر اَہْلِ بصرہ، اَہْلِ عَبّادان اور عَسکَرِیِّین میں پائی گئی، ان کا مَذْھَب قَدَرِیَّہ تھا، یہ قَولِ بِاللُّطف، تَفوِیضِ مَشِیَّت اور تَقدِیمِ اِسْتِطاعَت کے قائل تھے۔ ان میں شامل طبقات یہ ہیں:

❀ عَمْرو کے ماننے والے جنہیں عَمْرِیہ کہا جاتا ہے۔

❀ عَبّاد کے شیعہ حضرات جنہیں عَبّادِیہ کہا جاتا ہے۔

❀ ہِشام فَوطی کے ماننے والے جنہیں فَوطیہ کہا جاتا ہے۔

❀ ابنِ عَطا غزالی کے ماننے والے جنہیں عَطویہ کہا جاتا ہے۔

❀ تیمیہ کے ماننے والے بھی انہی لوگوں میں شامل ہیں، انہوں نے نِصف تقدیر کا اِنکار کیا تھا۔

۱--> اسی طرح مَنازِلیہ فِرقہ ہے جو دو مرتبوں میں سے ایک مرتبے کو مانتے اور کہتے کہ جس قَدْر کوئی کسی کام کی قُدْرَت رکھتا ہے وُہی اس پر لازِم ہے اور جو کام کوئی کر سکتا ہے وُہی کرے۔

ان سب لوگوں کو اَسباب پر اِعْتِماد سے پہلے اپنے کَسْب و عَمَل کی طرف دیکھنے کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور یہ آزمائش ہی ان پر حِجابِ باری تعالٰی کا سَبَب بن گئی، ان لوگوں نے اَمْن اور فریب سے راہِ فَرار اِخْتِیار کی مگر ان دونوں سے بھی بڑی آزمائشوں یعنی مَایُوسی و نااُمّیدی کا شِکار ہو گئے اور اس طرح کبیرہ گناہوں کے خوف سے بھاگ کر ان سے بھی بڑے کبیرہ گناہوں کے مُرْتَکِب ہوئے۔

خوارج جہنم کے کتے ہیں

ان لوگوں کی مِثال خوارجیوں جیسی ہے جنہوں نے اپنی سمجھ کے مُطابِق بُرائی کو مِٹانے کے لیے تلوار کے ذریعے اَئِمَّۂ حَق کے خِلاف بَغاوَت کی مگر اس سے بھی بڑی بُرائی کا شِکار ہو گئے یعنی ائمّہ ہُدیٰ کو کافِر کہنے لگے، ان کی حکمرانی ماننے سے اِنکار کر دیا اور صغیرہ گناہوں کی وجہ سے (تقریباً پوری) اُمَّت کو کافِر قرار دیدیا۔ یہ سب سے بڑی بِدْعَت تھی اور یہ لوگ جہنّم کے کتے ہیں۔[1]

معتزلہ

انہی کی مِثْل مُعْتَزِلَہ بھی ہیں جنہوں نے مُرْجِئہ کے اس طریق سے راہِ فَرار اِخْتِیار کی کہ مُوَحِّدِین جہنّم میں نہیں جائیں گے۔ انہوں نے ثابِت کیا کہ مُوَحِّدِین بھی عَذاب کا شِکار ہوں گے، جبکہ فاسِقین ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔ یہ لوگ مُرْجِئہ کی حد سے تجاوُز کر گئے اور ان سے بھی بڑھ گئے جیسا کہ اُنہوں نے اہلِ سنّت کے طریق سے تجاوُز کیا مگر اِن سے کم ہی کیا۔

تمام بدعتی بغاوت کو جائز سمجھتے ہیں

ہمارے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: تمام بِدْعَتی لوگ بادشاہِ وَقْت کے خِلاف بَغاوَت کو جائز سمجھتے، اُمَّت کے خِلاف ہتھیار اٹھانے کو دُرُست جانتے اور اِماموں کو کافِر کہتے ہیں۔

[1] .... ابن ماجه، كتاب السنة، باب في ذكر الخوارج، ۱/۱۱۲، حديث: ۱۷۳

حُدُودِ خوف سے تجاوُز کرنے کے اِعْتِبار سے یہ حالت سب سے نُقصان دہ ہے، گویا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود اور اس کے اَحکام سے تجاوُز کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيۡءٍ قَدۡرًا ۝٣ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ (پ۲۸، الطلاق:۳)

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظُلم کیا۔ (پ۲۸، الطلاق:۱)

معتدل راہ اپناؤ

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ درمیانی راستہ اِخْتیار کرو کہ جس کی طرف غُلُو کرنے والے کو لَوٹنا پڑتا ہے اور قُرب چاہنے والے کو بُلند ہونا پڑتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے کیا خوب بات کہی ہے جو اِفْراط و تَفرِیط سے پاک ہے اور یہی اہل سنّت کا طریقہ اور اہلِ مَعْرِفَت کا مَذْھَب ہے۔

عِلم رَبّانی کی حقیقت

اُمّید کی سچّائی اور اس کے سَبَب خوف کا اِعْتِدال ہی عِلْمِ ربّانی کی حقیقت ہے، کسی شے میں حَد سے تَجاوُز کرنا گویا اس میں کمی و کوتاہی کا مُرتکِب ہونا ہے اور سچّا مومن خوف و رِجا کے درمیان اِعْتِدال میں رہتا ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے: اگر مومن کے خوف و رِجا کا وَزْن کیا جائے تو دونوں کا وَزْن برابر ہو گا۔

اَلْغَرَض وہ خوف جو موت کی وجہ سے نَفْس کو ہلاک کرنے والا اور عَقْل کو خَتْم کرنے والا ہے وہ اس خوف سے بہتر ہے جس میں نااُمّیدی و مَایُوسی پائی جاتی ہے کیونکہ ایسا خوف عِلْم کو خَتْم کرنے والا، بندے کو اس کے مَقام سے گرانے والا اور کبیرہ گناہوں میں مبتلا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بعض اَوقات گناہِ کبیرہ

نہیں ہوتے مگر ان میں پائی جانے والی مَایُوسی وناامّیدی انہیں کبیرہ بنادیتی ہے، لہٰذا یہ مَایُوسی گناہوں سے بھی بدتر ہے۔ اس بنا پر خوف کے یہ دونوں مَقام ایسے ہیں جہاں کوئی عِلْم حاصِل ہوتا ہے نہ کَشْف کی بنا پر کوئی مُشاہَدہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ وِجدان کی اُس قوّت سے تعلّق رکھتے ہیں جو پِتّہ کو جلا کر نَفْس کی ہَلاکت کا باعِث بنتی ہے۔ اس مَقام پر بندے کی عَقْل کا خَتْم ہو جانا اور عالَمِ دیوانگی میں حیران رہنا اسے مُقرّب فرشتوں کے دَرَجے پر فائز کر دیتا ہے اور اس کا شُمار اَہْلِ کَرب میں ہونے لگتا ہے کیونکہ یہ لوگ جُدائی کے غم میں مبتلا ہوتے ہیں اور مُقرّب فرشتوں کی طرح کسی اور مَقام کی طرف مُنْتَقِل نہیں ہوتے۔

دیدارِ باری تعالیٰ میں فرشتوں کی تڑپ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مجھے یہ بات مَعْلُوم ہوئی ہے کہ ہر روز عَرش کے نیچے سے ان فرشتوں کا ایک گروہ اِنسانی تعداد کے برابر نکلتا ہے جنہیں دِیدارِ باری تعالیٰ کے شوق نے غم زدہ اور کَرب میں مبتلا کر رکھا ہوتا ہے، وہ بَس ایک نَظر دیدارِ باری تعالیٰ کے مُتَمَنّی ہوتے ہیں مگر اَنوارِ باری تعالیٰ کی ایک ہی تَجَلّی سے جَل کر راکھ ہو جاتے ہیں جیسا کہ پروانے شمع پر جَل کر اپنی جان وار دیتے ہیں۔ پھر دوسرے دن اتنی ہی تعداد میں مزید فرشتے آتے ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی قِیامَت تک جارِی رہے گا۔ حالانکہ (یہ فرشتے انسانوں سے اس قَدر بڑے ہیں کہ) اگر ایک فرشتہ بھی تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنی ایک مُٹّھی میں پکڑلے تو یہ سب اس میں آجائیں۔

فرشتوں کے مقام

میری زِنْدَگی کی قَسَم! فرشتے مومنین کی طرح دَرَجَہ بدَرَجَہ مَقامات طے نہیں کرتے بلکہ ہر فرشتے کا ایک مَخْصُوص مَقام ہے، وہ اس سے کسی اور مَقام کی طرف مُنْتَقِل نہیں ہوتا۔ انہیں اس مَقام سے جو مَدَد ملتی ہے وہ تمام اِنسانوں سے زائد ہوتی ہے اور قِیامَت تک یہ سلسلہ خَتْم نہ ہوگا۔ مگر یہ فرشتے اپنے خوف کو اپنی قوّت کے اِعْتِبار سے برداشت کر لیتے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ کے اَوصاف کا مُشاہَدہ کرنے کی وجہ سے ان کا خوف اور ان کی صِفات باقی رہتی ہیں کہ وہ خوف انہیں تھکاتا ہے نہ ہلاک کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی

مَدَد پاتے ہیں اور موت سے مَحْفُوظ ہیں کیونکہ ایک مَخْصُوص وَقْت تک ان کی موت کی حِفَاظَت کی جائے گی۔ اس کے باوُجُود ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی عَقْل بہک جاتی ہے اور ان کا دِل غم و عِشْق سے دیوانہ ہو جاتا ہے، بعض اپنی حیرانی میں سَر گَرْداں ہیں اور بعض ایسے حیران ہیں کہ قِیامَت تک انہیں کوئی شے واپس نہ لا سکے گی، بعض پر ایسی گھبراہٹ طارِی ہے کہ وہ قِیامَت تک پلک جھپکائیں گے نہ ان کی عَقْل واپس آئے گی، بعض اس قَدْر ہوش سے بیگانہ ہو چکے ہیں کہ صُور پھونکنے تک اسی حال میں رہیں گے۔ ان میں ایک کثیر تعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام سن کر ہی بے ہوش ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ان کی کَیْفِیَّت کا ذِکْر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں یوں کیا ہے ﴿ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ (پ ٢٢، سبا:٢٣) ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ جب اِذن دے کر ان کے دِلوں کی گھبراہٹ دُور فرما دی جاتی ہے۔ ﴾ تو وہ بُلَند مَرتبہ و مُقَرَّب فرشتوں سے پوچھتے ہیں، جن میں حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین، حضرت سَیِّدُنا اسرافیل اور حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْهِمُ السَّلَام بھی شامِل ہیں۔ چنانچہ وہ عَرض کرتے ہیں: ﴿ مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ (پ ٢٢، سبا:٢٣) ترجمۂ کنز الایمان: تمہارے رب نے کیا ہی بات فرمائی۔ ﴾ تو اَصحابِ مَحبَّت واُنس اور حِجابِ قُدُس کا مُشاہَدہ کرنے والے یہ مُقَرَّب فرشتے انہیں جواب دیتے ہیں: ﴿ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۲۳﴾ (پ ٢٢، سبا:٢٣) ترجمۂ کنز الایمان: وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وُہی ہے بُلَند بڑائی والا۔ ﴾۔

ان خائفین فرشتوں کی مِثال ان مُخْلِص مومنوں جیسی ہے جن کے مُتَعَلِّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ﴿۴۱﴾ (پ ٢٣، الصّٰفّٰت:٤١) ترجمۂ کنز الایمان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے عِلْم میں ہے۔

خائفین کے مقامات

اہلِ بصیرت و قوّت عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ان صابِرین کی مِثْل ہیں جنہیں بغیر حِساب کے اَجْر دیا جائے گا۔ چنانچہ عُلَمائے اہلِ یقین مَقاماتِ یقین میں سے ہر مَقام کے جو اَحکام ہیں ان کے تقاضوں کے مُطابِق مَقامِ خوف سے مَقامِ رِجا کی طرف مُنْتَقِل ہوتے رہتے ہیں۔ جب وہ ان مَقامات میں ان کے تقاضے کے مُطابِق

عَمَل کرتے ہیں تو وہ ایک مَقام و حَال سے دوسرے مَقام و حَال میں چلے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

مَقامِ رِجا سے بُلَند تر مَقامِ رِجا کی طرف مُنْتَقِل ہو جاتے ہیں کہ جو اس سے بہتر ہوتا ہے۔

خوف کے ایک حَال سے دوسرے حَال کی طرف چلے جاتے ہیں جو پہلے سے اعلیٰ و اَشْرَف ہوتا ہے۔

پھر وہ اِشفاق (ڈر) کے مَقامات سے اِشْتِیاق (مَحبَّت و شوق) کے حَال کی طرف مُنْتَقِل ہوتے ہیں۔

اَحْوالِ خوف و سوز سے مَقامِ تملّق و اطمینان کی طرف چلے جاتے ہیں۔

مَقامِ فَزَع سے مَقامِ اُنْس کی طرف مُنْتَقِل ہو جاتے ہیں۔

بُعد، وَحْشَت اور ہَول سے رَضا، مَحبَّت اور اُمّید کی طرف مُنْتَقِل ہوتے ہیں۔

ان کا یہ مَقام ان لوگوں سے اَفضل ہے جو اپنے مَقام پر ٹھہرے رہتے ہیں اور عام لوگوں سے آگے نہیں بڑھتے۔ جس کا حَال مَسْتُور ہو اور وہ اپنے ہی سائے میں رہے تو اس نے اپنے سے بُلَند تر سائے کی طرف کُوچ کیا نہ اپنے مَقام سے بُلَند تر مَقام حاصِل کیا۔ اہلِ خوف مومنین کَرُوبِیِّین فرشتوں (یعنی وہ مُقرّب فرشتے جن میں سَیِّدُنا جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی شامل ہیں) کی مِثْل اور اہلِ مَحبَّت میں سے اہلِ رِجا مُقرَّب رُوحانِیِّین فرشتوں کی مِثْل ہیں۔

خوف و رجا کی عظمت

رِجا کی اَصل اور فضیلت یہ ہے کہ عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کے نزدیک عظیم رِجا وہ ہے جو عظیم خوف کے مُشابہ ہو، یعنی بِنا کو مُعْتَدِل رکھے اور دونوں مَقاموں کے درمیان یکسانیت پیدا کرے۔ لہٰذا صِفاتِ خوف کے مُشاہَدہ سے پیدا ہونے والا خوف ان کے دِلوں پر نُمایاں ہو کر انہیں غَم میں مبتلا کر دیتا ہے، اس کے بعد عظیم رِجا ظاہِر ہوتی ہے جو اَخلاقِ لطیفہ کے مُشاہَدے کے ساتھ ساتھ انہیں راحَت و سُکُون سے بھی نوازتی ہے۔ اسی طرح جب ان کے دِلوں پر کوئی ایسا خوف طارِی ہوتا ہے کہ جس سے وہ بارگاہِ رَبُوبِیَّت سے ڈر کر بھاگنے لگیں تو اس کے ساتھ ہی رِجا ان پر ظاہِر ہو جاتی ہے جس سے ان کے دِل بارگاہِ رَبُوبِیَّت سے مَانُوس ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کی صِفَات میں اِعْتِدال رہتا ہے اور صِفاتِ باری تعالیٰ کے کسی معنٰی کا مُشاہَدہ کرنے

سے ان کے مقامات میں بھی یکسانیت قائم رہتی ہے، کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کا مقامِ اِسْتِوا[1] کامل ہے۔ چنانچہ ان کے دل خوف و رِجا کے درمیان ترازو کے اس کانٹے کی مِثل ہو جاتے ہیں جو دو پلڑوں کے درمیان ہوتا ہے یا یہ اس پرندے کی طرح ہو جاتے ہیں جس کا جسم دو پَروں کے درمیان سیدھا ہوتا ہے۔ اس کیفیّت کا سبب مُشاہدۂ وَصف اور ظُہورِ آزمائش و انعامات کا تقاضا پیدا ہونا ہے۔ پھر خوف رِجا کو اٹھالیتا ہے اور رِجا خوف پر غالب آجاتی ہے اور اس طرح یہ دونوں قلب کی وُسعت و قوّت میں جاری ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قلب کی قوّت، وُسعت اور قُدرَتِ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔

دل کا منفرد ہونا

دو معنوں کی وجہ سے دل کا اِرادہ مُنْفَرِد ہو جاتا ہے، وہ یکتا ذات کے مُشاہدے میں مصروف رہتا ہے اور اس طرح اس پر بھی وُہی حُکم لگا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تیری ہی مَدَد سے شَر سے بچتا ہوں، تیری ہی مَدَد سے بات کرتا ہے اور تیری ہی مَدَد سے آگے بڑھ رہا ہوں۔[2] اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُشاہدہ کی عظمت اور اس کے نَفاذِ عِلم کا مُشاہدہ کیا تو یہ دُعا مانگی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[3] ایک رِوایت میں ہے: **اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللہُ بَاطِلُ۔** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطِل ہے۔[4]

ایسا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حالِ فَنا کے بعد مَقامِ بَقا پا کر اِرشاد فرمایا، اس وَقْت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان سَماعت فرمایا:

---

[1] ......تفسیر خزائن العرفان میں سورہ اَعراف کی آیت نمبر 54 کے تحت صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: یہ اِسْتِوا متشابہات میں سے ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ **اللہ** کی اس سے جو مُراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اِسْتِواء مَعْلُوم ہے اور اس کی کَیْفِیَّت مجہول اور اس پر اِیمان لانا واجِب۔

[2] ......ابو داود، کتاب الجهاد، باب مایدعی عند اللقاء، ۳/۵۹، حدیث: ۲۶۳۲، بدون: وبک اصول

[3] ......مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۶

[4] ......مسلم، کتاب الشعر، ص ۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ترجمۂ کنز الایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات۔ (پ۲۷، الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

اسی طرح ایک مشہور روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: میری رحمت آسمان کی وُسعت میں سماسکتی ہے نہ زمین کی وُسعت میں، البتہ! میرے اس مومن بندے کے دل میں یہ سماجاتی ہے[1] جو شکر گزار، نرم مزاج اور پُرسکون ہوتا ہے۔[2]

تفصیل مناسب نہیں

(صاحِبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو باتیں اِجمالی طور پر ذِکر کی ہیں اور جن باتوں کی طرف مَحض اِشارہ کیا ہے ان کی شَرح و تفصیل بیان کرنا مُناسِب نہیں۔

خضوع و خشوع کا خوف سے تعلق

سَلَف صالِحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین میں سے ایک بُزرگ فرماتے ہیں: مومن کو خُشوع میں سکینہ سے بڑھ کر اور خُضوع میں عاجزی سے بڑھ کر خُوبصُورت لِباس نہیں پہنایا گیا۔ یہ خوف کے دو حال ہیں جو اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا لِباس اور عُلَمائے رَبّانِیّین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کی علامت ہیں۔

مومن کے دو دل

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے شہزادے سے اِرشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس قَدْر خوف رکھ کہ اس میں تجھے اس کی رَحمت کی اُمّید نہ ہو اور اس سے ایسی اُمّید رکھ کہ اس میں تو اس کی خُفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہو۔ پھر خود ہی اس بات کی اِجمالی طور پر وَضاحت کچھ یوں بیان کی کہ مومن دو دِلوں والا ہوتا ہے، ایک سے ڈرتا ہے اور دوسرے سے اُمّید رکھتا ہے۔[3]

---

[1] ......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت کے بندۂ مومن کے قَلب میں سمانے سے مُراد یہ ہے کہ مومن بندے کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان کے سبب اس کی مَحبّت و مَعرِفت کو سمانے کی وُسعت رکھتا ہے۔ (اتحاف السادة المتقين، ۸/ ۴۳۰)

[2] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد يوسف عليه السلام، ص ۱۱۶، حديث: ۴۲۳، بتغير

[3] ......الزهد لابن مبارك، باب ذكر رحمة الله، ص ۳۱۸، حديث: ۹۱۲

قول کی وضاحت

مُراد یہ ہے کہ مومن کے یہ دُو وَصْف دُو مُشاہَدوں سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ مومن قوّت، غَلَبہ، عزّت اور اِنتقام کی مِثل خوف کے وَصْف سے بھی مُتَّصِف ہوتا ہے۔ چنانچہ،

بندہ جب ان صِفات کا مُشاہَدہ کرتا ہے جن پر وہ اِیمان لایا ہوتا ہے تو وہ خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ انہی صِفات کے ذریعے مَعْرِفَتِ خُداوندی حاصِل کرتا ہے اور انہی صِفات کے مُشاہَدے سے ذاتِ باری تعالیٰ کی تَجلّیوں کا اس پر ظُہُور ہوتا ہے، جس کی مَعْرِفَت حاصِل ہوتی ہے اس سے اُلْفَت بھی ہوتی ہے اور وہ اَخلاق والا، کَرَم و مہربانی اور رَحْم و لُطْف فرمانے والا بھی ہے۔

جب دل ان اَخلاق کا مُشاہَدہ کرتا ہے جن پر اِیمان لایا ہوتا ہے تو اس مُشاہَدے کے باعث اس میں رِجا پیدا ہو جاتی ہے اور یوں بندہ خوف و رِجا پیدا کرنے والے اَوصاف کی وجہ سے ان اَوصاف والا بن جاتا ہے۔ گویا کہ اس کے دُو دل ہوں، ایک دل میں رِجا ہوتی ہے تو دوسرے میں خوف۔ یہ دونوں مُشاہَدے ایک ہی دل میں ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک ہی دل کے دُو مقام ہیں جو خوف و رِجا کے مُشاہَدے سے حاصِل ہوتے ہیں۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قول کی یہی وَضَاحَت ہے اور یہ صَاحِبِ یقین مومن کی صِفَت ہے۔ البتہ! صَاحِبِ خوف کی توَصِیف اس حال سے کی جاتی ہے جو اس پر غالِب ہو اور جس کا مُشاہَدہ اس پر قَوِی ہو جبکہ رِجا بھی اس مَقام میں ہوتی ہے اور صَاحِبِ رِجا کی توَصِیف اس حال سے ہوتی ہے جو اس پر اس کے مُشاہَدے کی بِنا پر غالِب ہو جبکہ اس میں خوف بھی شامِل ہوتا ہے۔ جس ذات کا خوف بندے پر طارِی ہوتا ہے اس کی حقیقت سے کوئی آگاہ ہے نہ جس ذات سے اُمّید رکھی جاتی ہے اس کی اِنتِہا سے کوئی واقِف ہے۔

صدیق، عارف اور مُقرّب

صَاحِبِ یقین مُشاہَدہ کرنے والا مُقرَّب عالِم دونوں حالوں میں اِعْتِدَال کی صِفَت سے مُتَّصِف ہوتا ہے اور اسے دونوں اَوصاف کی یکساں مَعْرِفَت حاصِل ہوتی ہے۔ پھر اس پر کوئی ایک کامِل وَصْف اور کامِل حال غالِب

آجاتا ہے۔ چنانچہ جب وہ اس کی مَعْرِفَت پالیتا ہے تو دونوں وَصْف اس میں شامِل ہو جاتے ہیں اور وہ صِدّیق کہلاتا ہے، کیونکہ اس میں صِدْق کی صِفَت مُتَحَقِّق ہو جاتی ہے اور وہ مُخْلِص کہلانے سے بھی مُسْتَغْنِی ہو جاتا ہے۔ پھر اسے عارِف کہا جاتا ہے کیونکہ وہ رَاسِخُ الْعِلْم ہو جاتا ہے اور اب اسے صادِق کہنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد اسے مُقرَّب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قُرْب کا مُشاہَدہ کر کے مَقامِ قُرْب پر فائز ہو جاتا ہے اور اب اسے عامِل (یعنی عِبادَت گزار) کہلانے کی ضَرورت بھی نہیں رہتی۔

کامل کی موجودگی میں غیر کامل کا تذکرہ

صِدّیق، عارِف اور مُقرَّب یہ کامِل نام اور کامِل اَحْوال ہیں جب ان کا تذکرہ ہو تو ان سے کم دَرَجہ کے حال کے ذِکْر کی ضَرورت رہتی ہے نہ کسی وَصْف کو ذِکْر کرنے کی کوئی حاجَت۔ جیسا کہ صَاحِبِ خوف یا صَاحِبِ رِجا کو صِرف خوف یا صِرف رِجا والا کہنا۔ اس لیے کہ اس میں دونوں اَوصاف بدَرَجۂ اَتَم اِعْتِدال کی حالَت میں مَوجُود ہوتے ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ جب کسی بندے پر خوف و رِجا غالِب آتے ہیں تو وہ اس کی گہرائیوں میں اُتَر جاتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کسی کو کہتے ہیں کہ وہ عارِف یا مُقرَّب یا صِدّیق ہے تو اس میں چار اَوصاف بھی شامِل ہوتے ہیں یعنی وہ یقینی طور پر صَاحِبِ مَحبَّت، صَاحِبِ خوف، صَاحِبِ رِجا اور صَاحِبِ عَمَل بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ جب آپ کسی ہاشِمی کو پکاریں تو آپ کو اسے قُرَشی یا عربی کہنے کی ضَرورت نہیں ہوتی کیونکہ ہر ہاشِمی عربی بھی ہوتا ہے اور قُرَشی بھی۔

لہٰذا جب آپ کسی کو اس کے کامِل وَصْف کے ساتھ پکارتے ہیں تو اس کے باقی اَوصاف بھی اس میں شامِل ہوتے ہیں یعنی جب آپ کسی کو حَسَنی یا حُسَینی کہتے ہیں تو اب اسے ہاشِمی، قُرَشی یا عَلَوِی کہنے کی ضَرورت نہیں اگرچہ وہ ہاشِمی، قُرَشی اور عَلَوِی بھی ہے۔ اس لیے کہ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ ہر حَسَنی یا حُسَینی لازِمی طور پر ہاشِمی، قُرَشی اور عَلَوِی بھی ہو گا۔ مگر جب آپ کسی کا عربی یا ہاشِمی یا قُرَشی یا عَلَوِی ہونا بیان کرتے ہیں تو اس شخص کو آپ کی بیان کردہ عَلامَت کے بغیر نہیں پہچانا جا سکتا کیونکہ مُمکِن ہے کہ وہ غَایَتِ نَسَب میں عَلَوِی تو ہو مگر حُسَینی نہ ہو، ہاشِمی تو ہو مگر عَلَوِی نہ ہو، قُرَشی تو ہو مگر ہاشِمی نہ ہو اور عربی تو ہو مگر قُرَشی نہ ہو۔ اس لیے اس پر وُہی وَصْف لازِم آئے گا جو آپ اس کے حَسَب و نَسَب کے مُتَعَلِّق جانتے ہیں۔

اسی طرح جب آپ کسی کا عارِف یا محبّ یا مُقرَّب یا صِدِّیق ہونا بیان کرتے ہیں تو یہ ایک کامل نام ہے اور ان تمام مَقامات میں کمال کا دَرَجہ رکھتا ہے جو تمام اَسباب کو شامل ہے۔ جیسا کہ آپ کا کسی کو حَسَنی کے نام سے پکارنا تمام نَسبوں کی شَرافت پر فَوقیت رکھتا ہے۔

مقامِ مَعْرِفت کا حُصول

مَقامِ مَعرِفَت عَینِ یقین اور مُشاہَدۂ توحید کے بغیر دُرُست نہیں، اس طرح کہ مَقامِ یقین میں کوئی نفسانی بات باقی رہے نہ مُشاہَدۂ توحید میں مخلوق کا کوئی دِکھاوا باقی رہے۔ یوں یقین کے ذریعے فَنائے نَفْس کے بعد بندہ رُوحانی اور توحید کے بعد مُشاہَدۂ خالق کے وَقْت رَبّانی ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ عارِف کو تمام اَحْوال میں مُسْتَغْرَق ہونے کی وجہ سے کسی حال سے مَوسُوم کیا جاسکتا ہے نہ تمام مَقامات عُبُور کر جانے کی وجہ سے کسی ایک مَقام کے ساتھ خاص کیا جاسکتا ہے۔

دولتِ عرفان کو ظاہر کرنا منع ہے

عارِف کا حقیقی معنٰی و مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کو مَعْرِفَت کی دولت عَطا کی جائے وہ فَضْل و شَرَف کے اِنْتِہائی دَرَجہ پر فائز ہو، دیگر اَفراد کے نزدیک اس قَدْر اجنبی ہو کہ وہ اسے پہچانتے نہ ہوں، اگر اس نے اپنے عِرفان کی دولت سے مالامال ہونے کو ان پر ظاہِر کر دیا یا وہ کسی طریقے سے اسے پہچان گئے تو یہ عارِف نہیں۔

کسی بُزرگ نے عارِف کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ عارِف وہ ہوتا ہے جو ہر شے کو جاننے والا ہو مگر کوئی شے اسے جاننے والی نہ ہو۔

ایک قول میں ہے کہ عارِف وہ ہے جو ظاہِر ہو مگر دِکھائی نہ دے اور دِکھائی دے مگر چھپا ہوا ہو۔

ایک قول کے مُطابِق اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سب کو جانتا و پہچانتا ہو مگر کوئی اسے جانے نہ پہچانے کہ یہی اَوصافِ رَبُوبِیَّت کا تقاضا ہے کیونکہ وہ رُوحانی و رَبّانی ہے۔

تین۳ مقامات کی خاصیت

تین۳ مَقامات ایسے ہیں جن پر کسی مَقام کو قِیاس کیا جاسکتا ہے نہ کوئی مقام ان کی مِثْل ہو سکتا ہے، جس

نے ان پر کسی مَقام کو قِیاس کیا اس نے غَلَطی کی اور جس نے ان میں سے کسی مَقام کی مُماثَلت اِختیار کی گویا اس نے مَقامِ نبوّت، مَقامِ مَعْرِفَت اور مَقامِ مَحْبُوبِیَّت کا دعویٰ کیا۔ یہ سب باتیں ہم نے **کِتَابُ الْمُحِبِّیْن** میں مَقامِ مَحبّت کی شَرْح کرتے ہوئے بیان کر دی ہیں۔

یہ سب اہلِ خوف کے طریق اور عارِفین کی جُملہ صِفات ہیں کیونکہ وہ سب قُرْب و اِقْتِراب کے دَرَجات میں باہَم مُخْتَلِف، مَقامِ تَقَرُّب و تَقْرِیب میں باہَم بُلَند تَر اور مَقامِ تَعَرُّف و تَعْرِیف میں باہَم رفیع ہیں۔ چنانچہ مُشاہَدِین میں سے اہلِ یقین جو صِدّیقین میں سے مُقرَّبین بھی ہیں اپنے مُشاہَدے پر قائم رہتے ہیں، ان کے لیے مَقامِ قُرْب سے اِقْتِراب، مَقامِ تَقَرُّب سے تَقْرِیب، مَقامِ تَعْرِیف سے تَعَرُّف اور مَقامِ اِیلاف سے تالیف ہے، اس لیے کہ ان کا مَقام قریب سے اَقرب اور عالی سے اعلیٰ ہے، یہی لوگ سابقین ہیں۔ اہلِ مَقاماتِ یقین کے لیے مَقامِ قُرْب و تَقَرُّب اور مَقامِ حُبّ و تَحَبُّب کی اِبْتِدا ہے، نیز ان کے لیے مَقامِ تَاَلُّف و تعریف بھی ہے اور یہی لوگ اَبرار ہیں۔

افضل ترین خوف

اہلِ خوف کا سب سے اَفضل طریقہ وہ ہے جس میں خوف نَفْس میں سَرایت کر جائے، نفسانی خواہش کو خَتْم کر دے اور شہوات کی آگ کو بجھا دے۔ تو گویا مُجاہَدے کا بوجھ ہَٹ جاتا ہے، رِیاضَت کی مَشقّت کم ہو جاتی ہے، مَعْصِیَّت کی حَلاوَت خَتْم ہو جانے کی وجہ سے عِبادَت کی حَلاوَت پائی جاتی ہے، نَفْس و مَخلوق کے ساتھ اِنتشار خَتْم ہو جانے کی وجہ سے حَق کے ساتھ یکسوئی ملتی ہے، دل کے مُشاہَدے کی وجہ سے نَفْس کو اطمینان حاصِل ہوتا ہے، باطِنی صِدق و اِخلاص کی وجہ سے زُہد و رَضا کی نعمتیں ظاہِر ہوتی ہیں، پھر اس کے بعد خوف دل میں قرار پکڑتا ہے اور اپنی حُدُود سے تَجاوُز نہیں کرتا یعنی جن مَقامات کا ہم نے ذِکْر کیا ہے ان کی حُدُود سے آگے نہیں بڑھتا بلکہ بندے کو دائمی حُزن و مَلال اور خُشوع گھیر لیتے ہیں۔ یہ ایک ٹُوٹے ہوئے دِل کا وَصْف اور اس بندے کا حال ہے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضِر ہوتا ہے تو وہ اس کی شِکَسْتَہ دِلی کو دُور فرما دیتا ہے اور یوں وہ ٹوٹنے کے بعد پھر دُرُسْت ہو جاتا ہے۔ کَشْفِ یقین: خوفِ اِلٰہی رکھنے والے عالِم کے لیے مزید

اِنعام اور مُشاہدۂ مُقرّبین میں منتقلی کا باعث بنتا ہے تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اپنے قریب پاتا ہے اور وُہی اس کا مَطْلُوب بن جاتا ہے کیونکہ اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے دِل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر شِکَستہ ہوتے ہیں اور یوں وہ **اَہْلُ اللہ** میں سے ہو جاتا ہے۔

تذبذب کی حالت

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یاد رکھئے! مخلوق کو نفسانی خواہش کی حَلاوَت سے دُور رکھنے اور اسے اس جانِب بڑھنے سے روکنے والی دو میں سے کوئی ایک بات ہو سکتی ہے یعنی خوف کا کڑوا گھونٹ حَلاوَتِ نَفْس پر غالِب آکر اسے برباد کر دیتا ہے یا حَلاوَتِ مَحبَّت غالِب آجائے تو حَلاوَتِ نَفْس اس میں غَرَق ہو کر خَتْم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہ پائی جائے تو بندہ دونوں حالتوں کے درمیان تَذَبْذُب کا شِکار رہتا ہے۔ اَہْلِ خوف کی طرف ہو گا نہ اَہْلِ مَحبَّت کے ساتھ، بلکہ مُتَرَدِّدِین میں شُمار ہو گا۔

رحمتِ خداوندی سب سے بڑی ہے

ایک خائِف کی عَقْل خَتْم ہو گئی اور خوف اسے مَایُوسی وناامیدی کی طرف لے گیا تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اس سے اِرشَاد فرمایا: میں تیری جو حالَت دیکھ رہا ہوں، یہ کس وجہ سے ہوئی ہے؟ اس نے عَرض کی: میرے گناہ بہت بڑے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رَحْم فرمائے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمت تیرے گناہوں سے بہت بڑی ہے۔ عَرض کرنے لگا کہ میرے گناہ اس سے بھی بڑے ہیں، کوئی شے ان کا کفّارہ نہیں بن سکتی۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: تیرا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمت سے مَایُوس ہونا تیرے گناہوں سے بھی بڑا ہے۔

خوف وہ کام کرتا ہے جو رجا نہیں کرتی

خوف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، جو مُریدین و عَابِدین کے دِلوں سے وہ باتیں بھی نِکال دیتا ہے جنہیں رِجا نہیں نِکال پاتی۔ چنانچہ وُہی دل اسے قبول کرتے ہیں جو زُہد کی اِنتہا پر فائز ہوں، توبہ

کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور سختی سے نَفْس کی نگرانی کرنے والے ہوں۔ بسا اوقات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اَہْلِ رِجا کے ساتھ محبّت میں یہ سب کچھ کر دیتا ہے حالانکہ مقامِ رِجا سے کَرَم اور حیا پیدا ہوتے ہیں۔

خوف کے پانچ طبقات

خوف اَہْلِ خوف کے تمام مقامات کا ایک جامِع نام ہے، اس کے پانچ طَبقات ہیں اور ہر طبقے میں دَرْج ذیل تین مقام ہیں:

﴿1﴾ خوف کا پہلا مَقام تقویٰ ہے اور اس مَقام میں مُتَّقِین، صَالِحِین اور عَامِلِین ہوتے ہیں۔

﴿2﴾ خوف کا دوسرا مَقام اِحْتِیاط ہے اور اس مَقام میں اَہْلِ زُہد، اَہْلِ وَرَع اور اَہْلِ خَشِیَّت ہوتے ہیں۔

﴿3﴾ خوف کا تیسرا مَقام خَشِیَّت ہے اور یہ مقام عَالِمِین، عَابِدِین اور مُحْسِنِین کے طَبقات کا ہے۔

﴿4﴾ خوف کا چوتھا مَقام وَجَل ہے اور یہ ذَاکِرِین، مُخْبِتِین اور عَارِفِین کا ہے۔

﴿5﴾ خوف کا پانچواں مَقام اِشفاق ہے اور یہ صِدّیقِین یعنی شُہَدا اور مُحِبِّین و خاص مُقَرَّبِین کا مَقام ہے۔

خوفِ الٰہی کیسا ہونا چاہیے؟

ان سب حَضْرات کا خوف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر اس کی صِفات کی مَعْرِفَت پانے سے تعلّق رکھتا ہے جس کا سزاؤں کی وجہ سے اَعمال کے مُشاہدے سے کوئی تعلّق نہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحی فرمائی: اے داود! مجھ سے ڈرو! جیسے تم کسی نُقْصان پہنچانے والے دَرِنْدے سے ڈرتے ہو۔[1] (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) دَرِنْدے سے انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کی طاقَت و قوّت کی وجہ سے ڈرتا ہے، کیونکہ اس کے چہرے پر ہَیْبت و رُعب پایا جاتا ہے۔

خوف و رجا کے متعلق آخری باتیں

جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اہل رِجا کو اپنے لُطف و کَرَم سے مُشاہدے کی دولت عطا فرماتا ہے، اپنی مہربانی اور خاص

---

[1] .... حیاۃ الحیوان، السبع، ۲/۲۲

نعمتوں سے نواز تا ہے تو انہیں رِجا کا اکثر حصّہ بھی عَطا فرماتا ہے۔ اسی طرح انہیں خوف کا وافِر حصّہ بھی عَطا ہوتا ہے جس کا ذِکر عام لوگوں کے لیے مُناسِب نہیں۔ وہ اپنی عقلوں سے اس کی حقیقت پا سکتے ہیں نہ ان کے لیے اسے واضِح طور پر بیان کرنا دُرُست ہے۔ ان کی طَلَب ان کی رِجا کے مُطابِق ہوتی ہے اور وہ اپنے پروردگار سے حُسنِ ظَن رکھتے ہیں۔ انہیں جو انعامات حاصِل ہوتے ہیں انہیں ان کے سِوا کوئی اور بیان کر سکتا ہے نہ ان کے سِوا کوئی جان اور پہچان سکتا ہے۔ وہ سب باتیں اور انعامات یہ ہیں:

- قُرب کے حصّے
- اُنس کی نِعمت
- مَحبّت کا خُلُوص
- مُلاقات کی راحَت
- حَمد کا سُرور
- مُناجات کی حَلاوَت
- دوستی کا خُلُوص
- عِبادَت کی خوشی
- باہَم بات چیت کی خوشی
- خَلْوَت کا سُکُون
- مُشارَکت کی خوشبو
- مُجالَست کا لُطف
- عِشق کی مَحبّت بھری باتیں
- دِیدار کا راز

پھر ان کے لیے صِفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی کی تجَلّی ظاہِر ہوتی ہے اور ان پر اَوصافِ باری تعالیٰ کے مَحاسِن کے مَعانی کا ظُہور ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں مَعْلُوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اَصحابِ یمین کے لیے اَفعال کی نعمتوں کا اِظْہار ہوتا ہے اور انہیں عَطا و بخشش اور فَضْل و کَرَم سے نوازا جاتا ہے۔

خوف و رجا کا باہم لزوم

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس نے رِجا کا دامَن تھامے بغیر خوف سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی وہ اَذکار کے سمندر میں غَرق ہو جاتا ہے اور جس نے خوف کا دامَن نہ تھاما اور رِجا کی بنا پر عِبادَت کی وہ دھوکے و فریب کے جنگلوں میں سَرگَرداں رہتا ہے، مگر جس نے خوف و رِجا دونوں کا

دامَن تھام کر عبادت کی وہ اَذکار کے راستے پر قائم رہتا ہے۔

اسی طرح کا قول حضرت سَیِّدُنا مَکْحُول نَسَفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے بھی مَنْقُول ہے مگر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اس فرمان میں حد کر دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

- جس نے صِرف خوف کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی وہ حَروری [1] ہے۔
- جس نے صِرف رِجا کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی وہ مُرجی [2] ہے۔
- جس نے صِرف مَحبَّت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی وہ زِنْدِیق [3] ہے۔
- لیکن جس نے عِبادَت میں خوف، رِجا اور مَحبَّت تینوں کا دامَن تھامے رکھا وہ مُوَحِّد ہے۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ......حَروری سے مُراد یہاں حَروریہ گروہ کے لوگ ہیں جنہیں خَوارِج بھی کہتے ہیں، انہوں نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے خِلاف بَغاوَت کی تھی اور انہیں حَروریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے مَقامِ حَروراء پر پڑاؤ کیا تھا۔

[2] ......مُرجی سے مُراد مُرجِئہ فرقہ ہے۔

[3] ......قوت القلوب کے ایک نسخے میں یہاں زِنْدِیق کی جگہ جُہمِیّہ فِرقے کے مُتَعلِّق مَنقُول ہے کہ جو باتیں تو کرتے ہیں مگر اپنے اَعمال میں حُدُودِ باری تعالٰی سے تجاوُز کر جاتے ہیں۔

مقاماتِ یقین میں سے چھٹا مقام

مقامِ زُہد کی شَرح اور زاہِدین کے اَحوال

زاہدین ہی عالم ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قارُون کا ذِکر کرتے ہوئے زاہِدین کو عُلَما کے نام سے پکارا چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ (پ ۲۰، القصص: ۷۹، ۸۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارُون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنہیں عِلْم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو اِیمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صَبر والے ہیں۔

مَنقُول ہے کہ یہاں اَہلِ عِلْم سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں زُہد اپنایا۔

زاہدین کا اجر و ثواب

زاہِدین کے اَجر و ثواب کے مُتعلّق اِرشاد ہوتا ہے:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ ۲۰، القصص: ۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ان کا اَجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبر کا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں بھی مَنقُول ہے کہ ان لوگوں کو دوگنا اَجر دیا جائے گا جنہوں نے دنیا میں زُہد اِختیار کرنے پر صَبر کیا۔

فقیروں کو صبر پر فرشتوں کا سلام

ایک مَقام پر ہے:

وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍۚ(۲۳) سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (پ۱۳، الرعد: ۲۳، ۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صَبْر کا بدلہ۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں بھی فَقْر پر صَبْر کرنا مُراد ہے۔

دنیاوی آرائش پر صبر کی فضیلت

مذکورہ دونوں آیاتِ مُبارَکہ دُنْیاوِی لذّتوں سے منہ موڑ کر صَبْر کا دامَن تھامنے پر شاہِد ہیں۔ چنانچہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عُلَمائے کِرام کے اَوصاف میں یہ اِرشَاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ (پ۲۰، القصص: ۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور بولے وہ جنہیں عِلْم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو اِیمان لائے۔ ﴾ تو اس کے فوراً بعد ان کی تعریف میں مزید اِرشَاد فرمایا: ﴿ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (پ۲۰، القصص: ۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ انہیں کو مِلتا ہے جو صَبْر والے ہیں۔ ﴾ یعنی جو شخص (اُس) دُنْیاوِی زیب وزِیْنَت سے (یعنی جس حالَت میں قارُون بڑی شان سے نکلا تھا اس سے) منہ موڑ کر صَبْر کا دامَن تھامے رکھتا ہے اَجْر اسی کو ملتا ہے (اور وُہی لوگ زاہِدین وصابِرین شُمار ہوتے ہیں)۔

ان پر مزید کَرَم ہوتا ہے اور کچھ یوں تعریف سے نوازے جاتے ہیں: ﴿ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰، القصص: ۵۴) ترجمۂ کنز الایمان: ان کا اَجْر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبْر کا۔ ﴾

زاہد کے لیے دو۲ اجر

زاہِد کے لیے گویا دو۲ اَجْر ہیں: ایک اس کے فَقْر پر صَبْر کرنے اور دوسرا زُہد اِخْتِیار کرنے کی بنا پر۔ چنانچہ مَفْلُوکُ الْحَال فقیر کے لیے فَقْر کے پائے جانے اور زُہد کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مال دار کے مُقابَلے میں ایک اَجْر ہے۔ اسی معنٰی پر دَلالَت کرنے والی دو۲ روایات میں سے ایک میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میری اُمَّت کے فقیر مال داروں سے 40 خریف پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے۔[1] جبکہ دوسری رِوایَت میں ہے کہ مومِن فقیر مال داروں سے 500 سال پہلے جنّت

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء... الخ، ۴/۱۵۸، حدیث: ۲۳۶۲

میں داخِل ہوں گے۔[1] چنانچہ جو زُہد کے پیکر فقیر حضرات نیکوکار مال داروں سے 500 سال پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے ان کا شُمار خواص اہل یقین فُقَرا میں ہوتا ہے۔ مگر وہ مومن فقیر جو زاہِد نہ ہو وہ اپنے فَقْر کی بنا پر امیروں سے 40 خریف پہلے جنّت میں داخِل ہو گا کہ اس کا شُمار عام فُقَرا میں ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں حالتوں میں مال دار لوگ کم مَرتَبہ ہوں گے اور دنیا میں ان کی مال داری کے سَبَب حاصِل مَقام و مَرتَبہ کی بنا پر تمام فُقَرا ان سے پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے جبکہ عام دنیادار مال دار لوگ حِساب کے لیے کھڑے رہیں گے اور ان سے دولت کمانے اور خَرْچ کرنے کے مُتَعَلِّق پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ تیسری رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میں نے جنّت میں جھانکا تو اکثر جنّتیوں کو فقیر پایا اور جہنّم میں جھانکا تو اکثر جہنمیوں کو مال دار پایا۔[2] ایک رِوایَت میں اَلفاظ یوں ہیں: میں نے پوچھا: مال دار کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ انہیں ان کے (حِساب کِتاب کے) حصّے نے روک لیا ہے۔[3]

زاہد فقیروں کا مواخذہ نہ ہو گا

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے زاہِد فقیروں کو مُحْسِن کا نام دیا اور ان سے (حُجّت و مُطالَبہ وغیرہ کی) ہر راہ کو دُور فرماتے ہوئے ان کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ (پ۱۰، التوبة: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ (کوئی حَرَج ہے) ان پر جنہیں خَرْچ کا مَقْدُور (طَاقت) نہ ہو۔

پھر اِرشَاد فرمایا:

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ (پ۱۰، التوبة: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔

مال داروں کا مواخذہ ہو گا

اس کے بعد ان لوگوں پر نَصّ بیان کی جن پر حُجّت اور مُطَالَبہ ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

---

[1] ....ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء... الخ، ۴/۱۵۸، حدیث: ۲۳۶۱

[2] ....بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، ۲/۳۹۰، حدیث: ۳۲۴۱، الاغنیآء بدله النسآء
مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۵۸۲، حدیث: ۶۶۲۲

[3] ....مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اھل الجنة الفقراء... الخ، ص ۱۴۶۴، حدیث: ۲۷۳۶، مفھوماً

اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَهُمۡ اَغۡنِيَآءُ‌ ۚ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ ۙ (پ۱۰، التوبۃ:۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: مُواخذہ (پکڑ) تو ان سے ہے جو تم سے رُخصت مانگتے ہیں اور وہ دولت مند ہیں انہیں پسند آیا کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں۔

احسان زاہدین کا مقام ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درج ذیل فرمانِ عالیشان کی تاویل بھی اسی مفہوم پر دَلالت کرتی ہے:

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۝۷ (پ۱۵، الکھف:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں ﴿ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴾ سے مُراد اَزۡهَدُ فِي الدُّنۡيَا ہے یعنی دنیا میں کون زیادہ زُہد اِختیار کئے ہے؟ گویا اِحسان زاہدین کا مقام ہے اور یہی یقین کی صِفَت بھی ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتَعَلِّق عَرض کی گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی یہی تفسیر بیان کی۔ چنانچہ مَروِی ہے کہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرض کی گئی: مَا الۡاِحۡسَانُ؟ اِحسان کیا ہے تو اِرشاد فرمایا: اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ یعنی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عِبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے۔[1] مُراد یہ ہے کہ یقین کے ساتھ عِبادت کرے اور یہی تو (ذاتِ حق کا) مُشاہدہ ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میری زِندگی کی قَسَم! زُہد اہل یقین کا حال ہے کیونکہ یہ یقین کا مُقتَضِی ہے اور اس سے مُراد ہِدایت یافتہ مُتَّقِیۡن رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المَتِین ہیں جنہیں یقین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۲ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝۳ (پ۱، البقرۃ:۲، ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ بُلند رُتبہ کِتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہِدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے اِیمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اُٹھائیں۔

---

[1] ...... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان... الخ، ص ۲۳، حدیث: ۹

یہاں وہ لوگ مُراد ہیں جو کچھ بچا کر نہیں رکھتے بلکہ جو رِزْق دیا جاتا ہے خَرْچ کر دیتے ہیں اور آخِرَت پر یقین رکھتے ہیں اور آخِرَت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا یہ وَصْف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ۝۴ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ ترجمۂ کنز الایمان: اور آخِرَت پر یقین رکھیں وُہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہِدایَت پر ہیں اور وُہی مُراد کو پہنچنے والے۔ (پ ۱، البقرۃ: ۴، ۵)

ایک وہم اور اس کا ازالہ

فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝۹۲ (پ ۱۰، التوبۃ: ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: اس پر یوں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو اُبلتے ہوں اس غم سے کہ خَرْچ کا مَقْدُور نہ پایا۔ ﴾ سے وہ لوگ دلیل پکڑ سکتے ہیں جنہیں یہ وَہم ہے کہ مال دار لوگ فُقَرا سے اَفضل ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں تَدَبُّر کرنے والوں کے نزدیک یہ آیَتِ مُبارَکہ فُقَرا کے حال کے کمال میں اِضافے کا باعث ہے۔ اس لیے کہ ان کا شُمار مُحْسِنِیْن میں ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ (پ ۱، البقرۃ: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

یعنی حَقِّ رَبُوبِیَّت کے عظیم مُشاہَدہ کی بنا پر ان کے حُزن، ڈر اور کوتاہی کے خوف میں مزید اِضافہ ہوا گویا وہ گناہ گار ہیں، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں نیکوکار ہونے کی بَشارَت دی اور اِرشاد فرمایا: ﴿ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ (پ ۱۰، التوبۃ: ۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ﴾۔

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دُنیاوِی مصیبتوں پر صَبْر کرنے اور دنیا کو مَذْمُوم جاننے کی تعریف فرمائی کیونکہ ان کا رونا دنیا کے فوت ہونے اور مال داری چاہنے کی بنا پر نہ تھا بلکہ ان کا حُزن فَقْر میں اِضافے کی طَلَب پر تھا تاکہ انہیں خَرْچ کرنے کو کچھ ملے اور وہ اسے خَرْچ کر کے پھر فقیر ہو جائیں، اس طرح مال خَرْچ کرنے سے دنیا میں ان کا فَقْر مزید بڑھ جائے، لہٰذا ان کا حُزن کَثْرَتِ اِنفاق اور حقیقی دُنیاوِی فَقْر کے حُصُول پر تھا۔

یہ فُقَرا کی دوسری فضیلت ہے جو انہیں فَقْر میں اِضافے کی وجہ سے حاصِل ہوئی نہ کہ مال جَمْع و ذخیرہ

کرنے کی بنا پر۔ اَہْلِ اِسْتِنْبَاط اور اَہْلِ فِکْر و دانش کے نزدیک اس آیتِ مُبارَکہ سے فُقَرا کو جو سب سے اعلیٰ فضیلت حاصل ہوئی ہے وہ ان کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حال سے مُشابہت اِخْتِیار کرنا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ ترجمۂ کنز الایمان: تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۲)

پھر ان فُقَرا کے حُضور نبی رَحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مِثْل اَوصاف ذِکْر فرمائے کیونکہ یہ لوگ دَرَجہ بدَرَجہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُشابِہ ہیں۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا: ﴿ **اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ** ۟ؕ (۹۲) (پ۱۰، التوبۃ: ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: اس غم سے کہ خرچ کا مقدور نہ پایا۔ ﴾

مَعلُوم ہوا جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے (فَقْر میں) زیادہ مُشابِہ ہو گا وُہی اَفضل ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دنیا میں مومن کا تحفہ فَقْر ہے۔[1] (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فَقْر کو مومن کے لیے مُبارَک تحائف میں سے ایک تحفہ قرار دیا ہے۔ جبکہ ایک مَشْہور رِوایَت میں ہے کہ فَقْر مومن کیلئے عُمدہ گھوڑے کے رُخسار پر پڑی لگام سے زیادہ خُوبصُورت ہے۔[2]

جنّت میں سب سے آخر میں داخِل ہونے والے نبی اور صحابی

فَقْر حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اِختیار کردہ، اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا شِعار اور اعلیٰ برگزیدہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور اَصْفِیائے عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا طریقہ کار ہے۔ چنانچہ، مَرْوِی ہے کہ مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: سب سے آخِر میں جو نبی جنّت

---

[1] ......فردوس الاخبار، باب التاء، ۱/۳۰۵، حدیث: ۲۲۱۹

[2] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، ما ذکر عن نبینا ﷺ فی الزهد، ۸/۱۳۱، حدیث: ۶۲، بتغیر قلیل

الزهد لابن مبارک، باب ما جاء فی الفقر، ص ۱۹۹، حدیث: ۵۶۸

میں داخل ہوں گے وہ اپنی سَلْطنت کی وجہ سے (حضرت سَیِّدُنا) سلیمان بن داود (عَلَیْہِ السَّلَام) ہوں گے اور میرے صحابہ میں جو سب سے آخِر میں جنّت میں داخل ہو گا وہ دنیا میں اپنی مال داری کی وجہ سے عبد الرحمٰن بن عوف ہوں گے۔[1] ایک رِوایت میں ہے: میں نے انہیں جنّت میں رینگ کر (یا گھسٹ کر) داخل ہوتے دیکھا۔

مہاجرین و اہلِ صفہ کی فضیلت

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمیں نہیں مَعْلُوم کہ اُمَّت میں مُہاجرین و اَہْلِ صُفّہ کے دو گروہوں سے بڑھ کر بھی کوئی اَفضل ہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان سب کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا: ﴿ **لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ** (پ۲۸، الحشر:۸) ترجمۂ کنزالایمان: فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے۔ ﴾ اور دوسرے مَقام پر اِرشَاد فرمایا: ﴿ **لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ** (پ۳، البقرۃ:۲۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں روکے گئے۔ ﴾

یہاں دونوں آیاتِ مُبارَکہ میں فَقْر کو ان کے اَعمال یعنی ہجرت کرنے اور راہِ خُدا میں روکے جانے سے پہلے ذِکْر فرمایا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے پسند فرماتا ہے اس کی تعریف اسی چیز سے فرماتا ہے جس کی بنا پر اسے پسند فرماتا ہے اور کسی کو پسند کئے بغیر اس کی تعریف بھی نہیں فرماتا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ (پ۲۱، السجدۃ:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حُکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ انہوں نے دنیا کے حُصُول میں صَبْر سے کام لیا۔

رسولوں کے امین

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عُلَمَا رسولوں کے امین ہیں جب تک کہ دنیا میں داخل نہ ہوں اور جب وہ دنیا میں داخل ہوں تو اپنے دین کے مُعَاملے میں ان سے

---

[1] ......معجم اوسط، ۳/۱۳۹، حدیث: ۴۱۱۲، بدون: آخر اصحابی... الخ

تفسیر غرائب القرآن (المعروف تفسیر نیسابوری)، پ۲، البقرۃ: ۱۵۳، ۱/۴۲۲

دُور رہو۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ کلمہ طیبہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) بندوں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کو دُور کرتا رہے گا جب تک کہ وہ اس شے کے حُصُول میں مگن نہ ہوں گے جو ان کی دنیا سے کم ہوئی ہو گی۔[2] ایک رِوایت میں اَلفاظ یوں ہیں کہ جب تک وہ اپنے دینی مُعاملے میں دُنیاوِی مُعاملے کو ترجیح نہ دیں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے اور پھر کلمہ طیبہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) پڑھیں گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: تم جھوٹے ہو، اِقْرَارِ توحید میں سچے نہیں۔[3]

اللہ کی بندے سے محبت

اَہْلِ بَیْت سے مَرْوِی ایک رِوایَت میں ہے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور جب کسی سے حد دَرَجہ مَحبَّت فرماتا ہے تو اسے اِقْتِنَا سے نوازتا ہے۔ عَرض کی گئی: اِقْتِنَا سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اس کے اَہْل وعَیال باقی رہنے دیتا ہے نہ مال۔[4]

اللہ کی بندے سے ناراضی

اَہْلِ کِتاب سے مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی وَلی کی جانِب وَحی فرمائی: اس بات سے ڈر کہ جب میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں اور تو میری نَظر سے اس طرح گر جائے کہ میں تجھ پر دنیا اُنڈیل دوں۔

تمام نیکیوں کا جامع عمل

مَنْقُول ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کے عِلاوہ کوئی بھی نیک عَمَل ایسا نہیں جو تمام نیکیوں کا جامِع ہو۔

---

[1] ......تنبیہ الغافلین، باب العمل بالعلم، ص ٢٣٤، حدیث: ٦٤٤، بتغیر قلیل

[2] ......معجم اوسط، ٤/١١٧، حدیث: ٥٤٠٨، بتغیر

نوادر الاصول، الاصل الخامس عشر والمائتان، ٢/٧٨٤، حدیث: ١٠٩١، بتغیر قلیل

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الخامس عشر والمائتان، ٢/٧٨٤، حدیث: ١٠٩٠

الزھد لابن ابی عاصم، ص ١١٥، حدیث: ٢٨٨

[4] ......حلیة الاولیاء، مقدمة المصنف، ١/٥٨، حدیث: ٥٦، بتغیر

الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، ٤/٤٥٥، حدیث: ٢٤٩٩، بتغیر

چنانچہ کسی صحابی کا قول ہے کہ ہم نے ہر قِسم کے نیک عَمَل کی پیروی کی مگر اُمُورِ آخِرت میں دنیا میں زُہد اپنانے سے بڑھ کر کوئی عَمَل نہیں دیکھا۔[1]

کسی صحابی نے اوّلین تابعین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین سے اِرشَاد فرمایا: تم اگرچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے صحابہ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان سے بڑھ کر عَمَل اور مُجاہَدہ کرنے والے ہو مگر پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ فرمایا: وہ تم سے زیادہ دنیا میں زُہد کا دامَن تھامے ہوئے تھے۔[2]

سب سے زیادہ دین کی مدد گار شے

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی اپنے شہزادے کو کی گئی وصیتوں میں ہے: جان لو! دین پر سب سے زیادہ مَدَد کرنے والی شے دنیا میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔[3]

زہد سے حکمت پیدا ہوتی ہے

مَنْقُول ہے کہ جو دنیا میں 40 دن زُہد اِختیار کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے دِل میں حِکْمَت کے چشمے پیدا فرما دیتا ہے، پھر ان چشموں کو اس کی زبان سے جارِی فرما دیتا ہے۔[4]

ایک رِوایت میں ہے: جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا میں زُہد کی دولت سے مالا مال کیا گیا ہے تو اس کی قُربَت حاصِل کرو کہ وہ حِکْمَت کی باتیں بتائے گا۔[5] چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًاؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے حِکْمَت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

(پ۳، البقرۃ: ۲۶۹)

---

[1] ......الزهد لابی داود، من اخبار ابی واقد، ص ۳۲۲، حدیث: ۳۸۵

[2] ......الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۱۷۳، حدیث: ۵۰۱

[3] ......الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۳۷۳، حدیث: ۱۰۵۹، بتغیر قلیل

[4] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، ۶/۵۳۳، الرقم: ۱۴۵۷، عبد الملک بن مهران الرفاعی، بدون: وانطق بها لسانه
حلیة الاولیاء، محمد بن علی الباقر، ۳/۲۲۳، حدیث: ۳۷۷۹، بتغیر

[5] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الزهد فی الدنیا، ۴/۴۲۲، حدیث: ۴۱۰۱، بدون: صمتاً

غمِ دنیا کی نحوست

مذکورہ تمام باتیں رِوایات میں مَرْوِی ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ جس نے اس حال میں صُبْح کی کہ اسے دنیا کا غَم لاحِق تھا تو ❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے مُعاملے کو مُنْتَشِر فرما دیتا ہے ❀ اس کے مال کو اس پر بکھیر دیتا ہے ❀ اس کے فَقْر کو اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے ❀ دنیا اس کے پاس اتنی ہی مِقْدار میں آتی ہے جو اس کی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔

فکرِ آخرت کی برکت

البتہ! جو شخص اس حال میں صُبْح کرتا ہے کہ اسے آخِرت کی فِکْر لاحِق ہوتی ہے تو ❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی فِکْروں کو یکسو فرما دیتا ہے ❀ اس کے مال کو اس پر جَمْع کر دیتا ہے ❀ اس کے دِل میں غِنا ڈال دیتا ہے اور ❀ دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آتی ہے۔ [1]

اسی مفہوم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنز الایمان: جو آخِرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخِرت میں اس کا کچھ حِصّہ نہیں۔

(پ ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

مَجْمُوْمُ الْقَلْب سے مُراد

ایک رِوایت میں ہے کہ (صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں) ہم نے عَرْض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ یعنی کون لوگ بہتر ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: مَجْمُوْمُ الْقَلْبِ صَدُوْقُ اللِّسَانِ۔ ہم نے عَرْض کی: یہ مَجْمُوْمُ الْقَلْبِ کون ہے؟ اِرشَاد فرمایا: وہ صاف ستھرا اور پرہیزگار شخص جس کے دِل میں دھوکا ہو نہ مِلاوَٹ، حَسَد ہو نہ سرکشی۔ عَرْض کی گئی: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس راہ پر

[1] ....ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، ۴/ ۴۲۴، حديث: ۴۱۰۵، بتغير

کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: جو دنیا سے نَفرت اور آخِرت سے مَحبّت رکھتا ہے۔[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ تین۳ باتیں

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ اَبُو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے دَرْجِ ذیل تین۳ باتیں مَعْلُوم ہوتی ہیں)

﴿1﴾ ہر شے اپنی ضِد سے پہچانی جاتی ہے جیسا کہ اپنی مِثْل سے پہچانی جاتی ہے چنانچہ نَفْرت کی ضِد مَحبَّت اور زُہد کی ضِد رَغْبَت ہے۔

﴿2﴾ سب سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دنیا سے مَحبَّت رکھتے ہیں اور یہ کہ دنیا کو مَرْغُوب جاننے والا اسے مَحْبُوب بھی جانتا ہے۔ دنیا کا حُصُول اور اس کی کَثْرت دنیا میں رَغْبَت رکھنے کی عَلامَت ہے، ایسا کیونکر نہ ہو حالانکہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تو چاہتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنا مَحْبُوب بنالے تو دنیا میں زُہد اپنالے۔[2] گویا زُہد اپنانا مَحبَّتِ باری تعالٰی کا سَبَب ہے کہ اس طرح زاہِد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حبیب بن جاتا ہے۔ لہٰذا زُہد کو سب سے اَفضل حال ہونا چاہئے کیونکہ مَحبَّت سب سے اعلٰی مَقام ہے۔

﴿3﴾ جس نے دنیا کو مَرْغُوب جانا یقیناً اس نے خود کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے لیے پیش کر دیا کہ جس سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ چنانچہ دنیا کو مَحْبُوب رکھنے والے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ناراض ہوتا ہے۔

زاہدوں کا اجر و ثواب

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ اپنے تمام نیک اَعمال کو زاہِدوں کے مِیزان میں ڈال دو تو بھی ان کے زُہد کا ثواب زیادہ ہو گا۔ مزید فرماتے ہیں: بروزِ قِیامت عابِدین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے ترازو میں ہوں گے اور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام زاہِدین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الورع والتقوى، ۴/۴۷۵، حديث: ۴۲۱۶
شعب الايمان، باب في حفظ اللسان، ۴/۲۰۵، حديث: ۴۸۰۰

[2] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الزهد في الدنيا، ۴/۴۲۲، حديث: ۴۱۰۲، بتغير

کے ترازو میں ہوں گے، لہٰذا دنیا کو محبوب جاننے والا کوئی بھی شخص ہر گز محبتِ باری تعالیٰ کی خواہش نہ رکھے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا کی محبت کو پسند نہیں فرماتا۔

دنیا اور دنیادار جہنمی ہیں

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب سے دنیا پیدا فرمائی ہے اس کی جانب (رحمت بھری نگاہ سے) نہیں دیکھا۔[1] بلکہ (بروزِ قیامت) اس سے ارشاد فرمائے گا: اے بے وقعت شے چپ ہو جا! تو اور تیرے چاہنے والے (یعنی دنیادار) جہنمی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت دنیا کے متعلق ارشاد فرمائے گا: ان میں سے جو میرے لیے ہے اسے الگ کر لو اور باقی سب کو جہنم میں پھینک دو۔[2]

دنیا و مافیہا سب ملعون ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: اللہ کے ذکر اور اس جیسی چیزوں کے علاوہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب ملعون ہے۔[3]

دنیا ابلیس کی مانند ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دنیا ابلیس کی مانند ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بُعد (یعنی اپنی رحمت سے دور کرنے) اور لعنت کے لیے پیدا فرمایا تا کہ اسے اور اس کے ذریعے دوسروں کو آزمائش میں مبتلا کرے اور اسے اور اس کے سبب دوسروں کو ہلاک کرے۔

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۳۸، حدیث: ۱۰۵۰۰
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۳۵، حدیث: ۴۰

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۲۰، حدیث: ۶، بتغیر قلیل
مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام عبادة بن الصامت، ۸/۲۰۲، حدیث: ۱

[3] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ، ۴/۱۴۴، حدیث: ۲۳۲۹
ابن ماجه، کتاب الزھد، باب مثل الدنیا، ۴/۴۲۸، حدیث: ۴۱۱۲

دنیا ایک مردار ہے اور شیطان ایک کتا

کسی صاحِبِ کَشف بزرگ نے دنیا کے مُشاہَدے کا حال کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ میں نے دنیا کو مُردار کی شکل میں اور شیطان کو کُتّے کی شکل میں یوں دیکھا کہ وہ دنیا سے چپکا ہوا تھا۔ پھر میں نے یہ نِدا سنی: تو میرے کُتّوں میں سے ایک کُتّا ہے اور یہ مُردار میری مخلوق میں سے ہے جسے میں نے اپنی مخلوق میں سے تیرا حِصّہ قرار دیا ہے، اب جو تجھ سے اس مُعامَلے میں جھگڑا کرے گا میں تجھے اس پر مُسلّط کر دوں گا۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مَعْلُوم ہوا دنیا شیطان کا گھر ہے، اب جو دنیا کے جس قَدْر حصّے پر قُدْرَت پائے گا شیطان اسی قَدْر اس پر مُسلَّط ہو گا۔

دنیا صرف دنیاداروں کو نوازتی ہے

کسی ولی کو دنیا ایک عورت کی شکل میں دِکھائی گئی تو انہوں نے دیکھا کہ مخلوق کے ہاتھ دنیا کی جانِب پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ان کے ہاتھوں پر کچھ ڈال رہی ہے اور اس کے پاس سے گزرنے والے (زاہِدین کے) ایک گروہ کو دیکھا جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ انہیں کچھ نہیں دے رہی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: وہ کیا شے ڈال رہی تھی؟ اِرشَاد فرمایا: وہ کوئی لذّت سے بھرپور شے تھی۔

دنیا سے نفرت پیدا کرنے کا طریقہ

حضرت سَیِّدُنا مَعْرُوف کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَلِی کو دنیا ایک ایسی بوڑھی عورت کی شکل میں دکھائی گئی جو سیاہ و سفید بالوں والی تھی اور بُڑبُڑا رہی تھی، نیز اس نے مُختَلِف رنگوں سے چہرے کو سجا رکھا تھا (یعنی خوب میک اپ Make-up کیا ہوا تھا) فرماتے ہیں کہ میں نے (اسے دیکھ کر) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طَلَب کی تو وہ بولی: اگر تم واقعی مجھ سے جان چھڑا کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں آنا چاہتے ہو تو دِرہم سے نَفرت کرو۔

بروزِ قیامت دنیا کی التجا

سرورِ کائنات، فَخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب سے دنیا کو پیدا فرمایا ہے وہ آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری ہوئی ہے، وہ اس کی جانِب دیکھتا ہی نہیں۔ بروزِ

قِیامت دنیا عَرض کرے گی: اے میرے پروردگار! آج تو مجھے اپنے کسی ادنیٰ دَرَجے کے وَلی کا حِصّہ قرار دیدے۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: اے بے وَقعت شے! چُپ ہو جا، جب میں نے دنیا میں ان کے لیے تجھے پسند نہیں کیا تو کیا آج ان کے لیے پسند کروں گا؟[1]

گھٹیا دل کی پسند

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں سے کسی کا فرمان ہے کہ دُنیا اِنتہائی گھٹیا ہے اور اس سے زیادہ گھٹیا وہ دِل ہے جو اسے پسند کرتا ہے۔

دنیا کے کتے

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مَروِی ہے کہ دنیا ایک مُردار ہے، لہٰذا جو اس کی خواہش کرے اسے چاہئے کہ کُتّوں کی مُزاحمت پر صَبر کرے۔[2]

مال داروں سے میل جول

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مَنقُول باتوں میں ہے: اگر تو فقیر سے اس طرح نہ ملے جس طرح مال دار سے ملتا ہے تو میں نے تجھے جتنے عُلُوم سکھائے ہیں انہیں مٹّی تلے دَفن کر دے،[3] جب کسی فقیر کو اپنی طرف آتے دیکھو تو اسے مَرحَبا کہو کہ یہ نیک لوگوں کا شِعَار ہے اور جب کسی مال دار کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو: (لگتا ہے) کسی گناہ کی سزا جلد ہی مل گئی ہے۔[4]

اخبارِ داودی

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے اِمام (یعنی دادا مُرشِد)

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۳۸، حدیث: ۱۰۵۰۰، مختصراً
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۳۵، حدیث: ۴۰، مختصراً

[2] ......حلیۃ الاولیاء، یوسف بن اسباط، ۸/۲۶۰، حدیث: ۱۲۱۲۳، بتغیر قلیل

[3] ......حلیۃ الاولیاء، کعب الاحبار، ۶/۳۲، حدیث: ۷۷۱۶، بتغیر

[4] ......حلیۃ الاولیاء، کعب الاحبار، ۶/۵، حدیث: ۷۲۲۱، بتقدم وتاخر

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے مَنْقُول ہے کہ کسی عالِم نے ہم سے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ رِوایَت بیان کی: میں نے (اپنے مَحْبُوب) محمد (مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی خاطِر پیدا فرمایا اور آدم کو ان کی خاطِر اور باقی سب کچھ اولادِ آدم کی خاطِر پیدا فرمایا۔ لہٰذا ان میں سے جو شخص اُس شے میں مَشْغُول ہوتا ہے جسے میں نے اسی کے لیے پیدا فرمایا ہے تو میں اس شے کو حِجاب بنا دیتا ہوں جو اسے مجھ تک پہنچنے سے روکتی ہے مگر ان میں سے جو شخص میری یاد میں مَشْغُول ہوتا ہے میں ہر اس شے کو اس کی جانِب ہانک دیتا ہوں جو میں نے اس کے لیے پیدا فرمائی ہے۔

فرمانِ داودی

حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام فرمایا کرتے کہ اِبتِدا میں صِدِّیقین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے دنیا طَلَب کی تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے عَطا نہ فرمائی اور جب وہ اپنے اَحْوال پر غالِب آ گئے تو ان پر دنیا پیش کی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔

دنیا کا سب سے بُرا نام

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام دنیا سے فرمایا کرتے: اے خِنْزِیرہ! مجھ سے دُور رہ۔

حضرت سَیِّدُنا یزید بن مَیْسَرَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ عُلَمائے شام میں سے ہیں، سے بھی ایسا ہی ایک قول مَرْوِی ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہمارے مشائخ دنیا کو خِنْزِیرہ کہا کرتے تھے، اگر انہیں اس نام سے بھی بُرا کوئی نام مَعْلُوم ہوتا تو یقیناً وہ دنیا کو اسی نام سے یاد کرتے۔

مزید فرماتے ہیں کہ جب دنیا ان میں سے کسی کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتی تو وہ اس سے فرماتے:

- اے خِنْزِیرہ! ہم سے دُور رہ! ہمیں تمہاری کوئی حاجَت نہیں، ہم تو اپنے مَعْبُود کو پہچان چکے ہیں۔ یعنی ہم نے تیری آزمائش کے ذریعے اپنے پروردگار کی پہچان حاصِل کر لی ہے تاکہ وہ ہمیں دیکھے کہ ہم تجھ میں رہتے ہوئے زُہد پر کیسے عَمَل پیرا ہیں اور کس طرح اپنے رب کو تجھ پر ترجیح دیتے ہیں؟
- ہم نے یہ بھی جان لیا ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر کس قَدْر ناراض ہے، لہٰذا اس مُعامَلے میں ہم بھی اپنے رب کی مُوافَقَت کریں گے۔

⬅ ہم چونکہ مقامِ مَعْرِفَت پر فائز ہو چکے ہیں لہٰذا ہمارے دِل اب اپنے مَعْبُودِ بَرحَق کی جانب مائل ہیں اور ہم نے اپنے رب کے سوا ہر شے سے منہ موڑ لیا ہے۔

بزرگانِ دین مالِ حلال بھی قبول نہ فرماتے

حضرت سَیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے مشائخ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو مالِ حلال پیش کیا جاتا اور عَرض کی جاتی کہ اسے لے لیجئے اور اپنی حاجات سے مُسْتَغْنِی ہو جایئے تو اِرشاد فرماتے: مجھے اس کی کوئی حاجَت نہیں بلکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ میرے دِل کو خراب کر دے گا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ وہ لوگ تھے جن کا دِل صالِح تھا، انہوں نے اپنے دِل کی خوب دیکھ بھال کی کیونکہ انہیں اس کے بدَل جانے کا خوف لاحِق تھا۔

دنیا کی قیمت

مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک خارش زدہ مُردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے تو اِرشاد فرمایا: کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ اپنے مالِکوں کے ہاں کس قدْر حقیر ہے؟ (کہ انہوں نے اسے یوں پھینک دیا ہے۔ راوی فرماتے ہیں) ہم نے عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کے حقیر ہونے کی وجہ سے ہی اس کے مالِکوں نے اسے پھینکا ہے۔ اِرشاد فرمایا: یہ مُردہ بکری کا بچہ جس قدْر اپنے مالِکوں کے نزدیک حقیر ہے اس سے بڑھ کر دنیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حقیر و بے قیمت ہے۔[1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک دِرْہَم کے بدلے لینا چاہے گا؟ (راوی فرماتے ہیں) ہم نے عَرض کی: ہم میں سے کوئی بھی اسے لینا نہ چاہے گا، بھلا یہ بھی کسی شے کے مُساوِی ہو سکتا ہے؟ اِرشاد فرمایا: جس قدْر تمہارے نزدیک یہ حقیر ہے دنیا اس سے بڑھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حقیر ہے۔[2]

---

[1] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۷، بتغیر

ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ، ۴/۱۴۴، حدیث: ۲۳۲۸، بتغیر

[2] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۷، بتغیر قلیل

دنیا کا وزن

دنیا کے انتہائی قلیل و بے وَقعت ہونے کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نِشان ہے: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں دنیا کا وَزن مچھر کے ایک پَر جتنا بھی ہوتا تو وہ کسی کافِر کو بھی اس سے ایک قطرہ پانی کا نہ پلاتا۔ (1)

دنیا بول و براز کی مثل ہے

دنیا کے بدبودار ہونے اور دنیاداروں پر اس کے بدلنے کے مُتعلّق ایک اَعرابی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ کیا کھا پی رہے ہو؟ اور کیا تم بول وبَراز نہیں کرتے؟ عَرض کی: یقیناً دیکھتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: یہ کیا بَن جاتا ہے؟ عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ جو بھی بنتا ہے آپ جانتے ہی ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے گھر کے پچھواڑے میں (قضائے حاجَت کے لیے) بیٹھتا ہے تو اس کی بدبُو کی وجہ سے اپنا ہاتھ ناک پر رکھ لیتا ہے؟ عَرض کی: جی! ایسا ہی ہے۔ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کو اس شے کی مِثل قرار دیا ہے جو انسان کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ (2)

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (پ ۲۶، الذّریت: ۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور (نِشانیاں ہیں) خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ ﴾ کی تاویل میں بھی مَنقُول ہے کہ یہاں مُراد بول وبَراز کے مَقام ہیں۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ (پ ۱۳، الرعد: ۲۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور دنیا کی زِندَگی آخِرت کے مُقابِل نہیں مگر کچھ دن بَرت لینا۔ ﴾ کی تفسیر میں اَہلِ لُغَت فرماتے ہیں کہ یہاں ﴿ مَتَاعٌ ﴾ سے مُراد مُردار ہے اور میں نے حضرت سَیِّدُنا امام اَصْمَعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عربوں کا یہ مقُولہ سنا ہے کہ

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب مثل الدنیا، ۴/۴۲۷، حدیث: ۴۱۱۰، بتغیر قلیل
معجم کبیر، ۶/۱۵۷، حدیث: ۵۸۴۰

[2] ......مسند احمد، حدیث الضحاک بن سفیان، ۵/۳۴۱، حدیث: ۱۵۷۴۷، بتغیر
الزهد لابن المبارک، باب توبة داود وذکر الانبیاء، ص ۱۶۹، حدیث: ۴۹۲، بتغیر

جب گوشت خراب ہو جائے اور بدبودار ہو جائے تو وہ کہتے ہیں: مَتَعَ اللَّحْمُ یعنی گوشت خراب ہو کر بدبودار ہو گیا ہے۔ (یعنی دُنیاوی زِندَگی بدبودار مُردار یا بول وبَراز کی طرح ہے)

زمین پر سب سے پہلا کام

حضرت سَیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زمین پر تشریف لائے تو سب سے پہلا کام انہوں نے یہی کیا کہ انہیں حَدَث لاحق ہوا (یعنی انہوں نے قضائے حاجَت کی)۔ حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مَرْوِی ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام نے اپنے جِسْم سے خارِج ہونے والی شے کی طرف دیکھا اور اس کی بَدْبُو ناگوار گزری تو غمزدہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْهِ السَّلَام نے ان سے عَرْض کی: یہ بَدْبُو آپ کی لَغْزِش کی ہے۔

دنیا ایک بیت الخلا ہے

اہل عَقْل و دانِش نے دنیا کا مُشاہدہ بَیْتُ الْخَلَا کی شکل میں کیا، وہ اس میں ضَرورتاً داخِل ہوتے ہیں، لہٰذا آپ بھی بَیْتُ الْخَلَا سے جس قدر مُسْتَغْنِی رہیں، بہتر ہے۔ جبکہ بعض اَہْلِ عَقْل و دانِش نے دنیا کو مُردار کی شکل میں دیکھا تو بَہُت تھوڑا اس میں سے لیا لہٰذا آپ بھی اس مُردار میں سے تھوڑا ہی لیں تو بہتر ہو گا۔

اے ابن آدم! کسے چاہتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا وَھْب بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کِتاب میں پڑھا: اے ابن آدم! اگر تو مجھے چاہتا ہے تو دنیا چھوڑ دے اور اگر تو دنیا کو چاہتا ہے تو تیری مَشَقَّت طویل ہو جائے گی۔ (1)

خالق ضروری ہے یا مخلوق؟

کسی آسمانی کِتاب میں ہے کہ اے ابن آدم! میں تیرے لیے لازِم و ضَروری ہوں، لہٰذا ہرگز مجھ پر اپنی دیگر ضَروری چیزوں کو ترجیح نہ دینا۔ (2)

---

(1) ......تاریخ بغداد، ۲/۲۴۴، الرقم: ۶۱۷: محمد بن الحسین، بتغیر

(2) ......تاریخ بغداد، ۲/۲۴۴، الرقم: ۶۱۷: محمد بن الحسین، بتغیر

زمین کس کی خادم ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خبریں دینے والوں میں سے کسی کا قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی جانِب وَحی فرمائی: اس کی خِدْمَت کر جو میری خِدْمَت کرے اور اسے مَشَقَّت میں مبتلا کر جو تیری خِدْمَت کرے۔ [1]

زمین کڑوی بھی ہے اور میٹھی بھی

ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی جانِب وَحی فرمائی: میرے اَوْلیا کے لیے کڑوی بن جا یہاں تک کہ وہ ان نعمتوں کو مَرْغُوب جاننے لگیں جو میرے پاس ہیں اور میرے دشمنوں کے لیے میٹھی بن جا یہاں تک کہ وہ میری ملاقات کو ناپسند جاننے لگیں۔ [2]

خدا اسے ہی ملتا ہے جو اسے ملنا چاہے

اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مَرْوِی ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملنا پسند نہیں کرتا اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔ [3]

اَلْغَرَض مذکورہ تمام روایات دنیاداروں کی کمر توڑنے والی اور اسے چاہنے والوں کی آنکھوں کو جلانے والی ہیں۔ جبکہ ان کے برعکس زُہد کی فضیلت اور فَقْر کے شَرَف پر مبنی اَچھی روایات سچّے فُقَرا کے سَروں کو بُلَند کرنے والی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے صَالِحِین وزاہِدِین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں مَعْلُوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صِلہ ان کے کاموں کا۔

---

[1] ......تاریخ بغداد، ۸/۴۴، الرقم: ۴۱۰۰: الحسین بن داود
حلیۃ الاولیاء، جعفر بن محمد الصادق، ۳/۲۲۶، حدیث: ۳۷۸۵

[2] ......معجم کبیر، ۱۹/۷، حدیث: ۱۱، بتغیر

[3] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء... الخ، باب من احب لقاء اللہ... الخ، ص ۱۴۴۱، حدیث: ۲۶۸۴

حبِ دنیا کی بنیادی وجہ

دنیا میں رَغْبَت کی بنیادی وجہ یقین کی کمزوری ہے، کیونکہ اگر بندے کا یقین قَوِی ہو تو:

- وہ نُورِ یقین سے آخِرَت کی طرف دیکھتا ہے اور دنیا اس کی نِگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔
- وہ غائب شے سے منہ مَوڑ لیتا ہے اور مَوجُود شے کو پسند کرتا ہے۔
- وہ ہر اس شے کو ترجیح دیتا ہے جو دوبارہ اس کی طرف لَوٹنے والی، باقی رہنے والی، نَفْع دینے والی اور اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے والی ہوتی ہے۔
- وہ فانی اور خَتْم ہو جانے والے اَعمال کے بجائے دائمی اور باقی رہنے والے اَعمال سَر اَنْجام دیتا ہے۔

یہی زُہد کی صُورَت اور اَہْلِ یقین کا مُشاہَدہ ہے، یقیناً کوئی شخص کسی غائب ہو جانے اور بدَل جانے والی شے کو پسند نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿۷۵﴾ (پ۷، الانعام: ۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لیے کہ وہ عَیْنُ الْیَقِین والوں میں ہو جائے۔

دوسرے مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

لَآ أُحِبُّ الْآفِلِينَ ﴿۷۶﴾ (پ۷، الانعام: ۷۶) ترجمۂ کنز الایمان: مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

اَہْلِ یقین کو مِلّتِ ابراہیمی کی پیروی کا حُکْم دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ؕ (پ۱۷، الحج: ۷۸) ترجمۂ کنز الایمان: تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

یعنی تم پر تمہارے باپ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی مِلّت اِخْتیار کرنا لازِم ہے، لہٰذا ان کی مِلّت کی پیروی کرو (اور خَتْم ہو جانے والی دنیا کو پسند نہ کرو)۔

چار انوار اور چار مشاہدات

اُخرَوِی وعدے و وَعِید کا مُشاہَدہ نُورِ عَقْل سے نہیں بلکہ نُورِ یقین سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اَنْوار کی چار قسمیں ہیں اور قَلْب چار جِہات یعنی مُلک، مَلَکوت، عزّت و جَبَرُوت کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے۔ چنانچہ قَلْب نُورِ عَقْل سے مُلک کا، نُورِ اِیمان سے مَلَکوت کا، نُورِ یقین سے عزّت یعنی صِفات کا اور نُورِ مَعْرِفَت سے جَبَرُوت یعنی

وَحدانیت کا مُشاہَدہ کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قَلب کا اِحاطہ کیے ہوئے ہے، جو چاہتا ہے اس پر مُنکَشِف فرماتا ہے اور جو مُشاہَدہ اسے کرواتا ہے اس کا وِجدان اس پر غالِب آ جاتا ہے۔

ضعف و قوتِ یقین

ضُعفِ یقین بسا اَوقات ہر شے میں داخِل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہر عَمَل میں قوّتِ یقین کی حاجَت رہتی ہے ورنہ وہ عَمَل دنیا کے لیے ہو گا جس کی جانِب رہنمائی نُورِ عَقل سے ہی حاصِل کی جا سکتی ہے۔ لِہٰذا جسے نُورِ یقین عَطا نہ ہو وہ مُلکِ کبیر (یعنی آخِرت) پر نَظَر نہیں رکھتا بلکہ اس کی خواہش مُلکِ صغیر (یعنی دنیا) کا حُصول ہوتی ہے۔ اس طرح وہ ایک مَعْدُوم شے سے مَحبَّت کرنے لگتا ہے اور یوں اس کی ہِمَّت بُلند ہوتی ہے نہ اس کے پاس کوئی اعلیٰ شے ہوتی ہے۔

زُہد کی حقیقت و ماہِیَّت کا بیان

زہد کی حقیقت کیا ہے؟

جب تک بندہ یہ نہ جان لے کہ دنیا کیا ہے؟ وہ زُہد کی حقیقت و ماہِیَّت کے مُتَعَلِّق نہیں جان سکتا کہ وہ کیا چیز ہے؟ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) بے شک لوگوں نے زُہد کی حقیقت کے مُتَعَلِّق بہت سی باتیں بیان کی ہیں مگر ہمیں ان کے اَقوال بیان کرنے کی حاجَت نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی حقیقت خود ہی بیان فرما دی ہے اور اپنی کِتاب کے ذریعے ہمیں لوگوں کے اَقوال سے مُسْتَغْنِی فرما دیا ہے کہ جس میں شِفا و غِنا ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی فرمانِ ہِدایَت نشان ہے: یہ (یعنی قرآنِ مجید) ایک مَضْبُوط رسی اور صِراطِ مستقیم ہے، جس نے اس کے سوا ہِدایَت طَلَب کی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے گمراہ فرما دے گا۔[1] اور فرمانِ باری تعالیٰ بھی ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تم جس بات میں اِختِلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سُپُرد ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ۴/۴۱۴، حدیث: ۲۹۱۵، بتقدم وتاخر

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ (پ۲، البقرۃ:۲۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ نے اِیمان والوں کو وہ حق بات سوجھادی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔

دنیا سات اشیا کا نام ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب مجید میں ذِکْر فرمایا ہے کہ دنیا سات اشیا کا نام ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ (پ۳، ال عمران:۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی مَحبّت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔

اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (پ۳، ال عمران:۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: یہ جیتی دنیا کی پُونجی ہے۔

آیتِ مُبارَکہ سے ماخوذ مدنی پھول

- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے شہوات کی مَحبّت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس نے انہیں آراستہ فرمادیا ہے۔
- اس کے بعد ان ساتوں چیزوں (عورتوں، بیٹوں، سونے، چاندی، گھوڑوں، چوپاؤں اور کھیتی) کی مَحبّت کو ترتیب سے بیان فرمایا۔[1]
- یہ سات چیزیں ہی کل دنیا ہیں اور یہ دنیا ان سات چیزوں کا ہی نام ہے۔ دیگر جس قَدْر بھی شہوات ہیں ان سب کی اصل یہی سات چیزیں ہیں۔
- جس نے ان تمام چیزوں سے مَحبّت کی اس نے پوری دنیا سے انتہائی مَحبّت کی اور جس نے ان میں سے کسی ایک چیز یا ان میں سے کسی کی فَرْع سے مَحبّت کی تو گویا اس نے بعض دنیا سے مَحبّت کی۔

---

[1] ......یہاں کچھ عبارت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

کیا حاجت بھی دنیا ہے؟

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ سے یہ بات ثابِت ہوتی ہے کہ شَہوَت (یعنی خواہشِ نَفس) ہی دنیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ حاجات دنیا نہیں کیونکہ یہ ضَرورت کے وَقْت پوری کی جاتی ہیں۔ جب حاجَت دنیا نہیں تو ثابِت ہوا کہ حاجَت شَہوَت (یعنی خواہشِ نفس) بھی نہیں۔ اگرچہ بَسااَوقات حاجَت کی بھی خواہش رکھی جاتی ہے کیونکہ خواہش ہی دنیا ہے۔ فَرق صِرف ناموں کا ہے تاکہ ان پر اَحکام واقِع ہوسکیں۔ چنانچہ،

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کسی حاجَت کے سلسلے میں اپنے کسی دوست کے پاس قَرض لینے گئے اور اس نے قَرض نہ دیا تو غم زدہ ہو کر واپَس لوٹ آئے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ وَحی فرمائی: اگر آپ اپنے خلیل (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ) سے طَلَب کرتے تو وہ ضَرور آپ کو عَطا فرماتا۔ عَرض کی: اے میرے رب! میں دنیا پر تیری ناراضی سے خوب آگاہ تھا، لہٰذا مجھے خَدْشہ تھا کہ میں تجھ سے کچھ مانگوں گا تو تو مجھ پر ناراض ہو گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: حاجَت دنیا میں شُمار نہیں ہوتی۔

سات چیزیں پانچ چیزوں میں جمع

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک دوسرے مَقام پر مذکورہ سات اَوصاف (عورتوں، بیٹوں، سونے، چاندی، گھوڑوں، چوپاؤں اور کھیتی کی مَحبَّت) کو پانچ چیزوں میں یوں بیان فرمایا:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ (پ ۲۷، الحدید: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو کہ دنیا کی زِندَگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زِیادَتی چاہنا۔

یہ پانچ باتیں (یعنی لَہو، لَعب، زیب و زِیْنَت، باہَم فَخْر کرنا اور مال و اولاد میں بَاہَم زِیادَتی چاہنا) اس شخص کے اَوصاف ہیں جو پہلے مذکور سات چیزوں سے مَحبَّت کرتا ہے۔

پانچ چیزیں دو باتوں میں جمع

پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پانچ چیزوں کو مختصر اَدو مَفاہیم میں ذِکْر فرمایا جو کہ مذکورہ سات چیزوں کی بھی جامِع

ہیں۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ (پ۲۶، محمد:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زِندگی تو یہی کھیل کود ہے۔

۲ باتیں ایک وصف میں جمع

پھر ان دونوں باتوں کو ایک ہی وَصف میں جمع فرما دیا مگر اسے ۲ الگ الگ مفہوموں سے تعبیر کیا، گویا دنیا ۲ ایسی مختصر اور جامِع باتوں کا مجموعہ ہے جن میں سے ہر ایک کو دنیا کہا جا سکتا ہے اور وہ ایک ہی وَصف جس میں مذکورہ دونوں باتیں یعنی لَہو و لَعب جمع ہیں وہ خواہشِ نَفْس ہے کہ جس میں پہلے مذکور ساتوں اَوصاف بھی شامل ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ؕ﴿۴۱﴾ (پ۳۰، النّزعٰت:۴۰، ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور نَفْس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی ٹھکانا ہے۔

دنیا گویا خواہش کے لیے نَفْس کی پیروی کرنے کا نام ہے جس کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۙ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ؕ﴿۳۹﴾ (پ۳۰، النّزعٰت:۳۷تا۳۹) ترجمۂ کنز الایمان: تو وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زِندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنّم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

دنیا کو ترجیح نہ دینا زہد ہے

جب جنّت جہنّم کی ضِد ہے تو خواہش دنیا کہلائے گی کیونکہ خواہش سے روکنے کی ضِد اسے ترجیح دینا ہے۔ جس نے اپنے نَفْس کو خواہش سے روکا گویا اس نے دنیا کو ترجیح نہیں دی اور جب دنیا کو ترجیح نہ دی جائے تو اسے زُہد کہتے ہیں، زُہد کے لیے جنّت ہے جو کہ جہنّم کی ضِد ہے اور جہنّم اس کے لیے ہے جس نے اپنے نَفْس کو خواہش سے نہ روک کر دنیا کو ترجیح دی۔ چنانچہ خواہش کی پیروی اور ہر مُعاملے میں اسے ترجیح دینا دنیا ہے۔ لہٰذا ہر شے میں خواہشِ نَفْس کی مُخالَفت کرنا زُہد ہے۔

زِندگی سے محبّت

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) وہ دوسرا مفہوم جسے وَصفِ

خواہش سے تعبیر کے علاوہ دنیا قرار دیا گیا، اس سے مُراد نفسانی لذّت کے حُصُول کی خاطر زِنْدگی سے مَحبّت کرنا ہے اور ہمارے اِسْتِنْبَاط کی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ (پ۵، النسآء:۷۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فَرض کر دیا تھوڑی مُدّت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا۔

یہاں اَلْقِتَالَ سے مُراد دُنْیَاوِی زِنْدگی سے جُدائی ہے، کیونکہ قِتَال کہتے ہیں تلوار لے کر دشمن کی جانب پیش قَدَمی کرنے اور بالآخر دُوتلواروں کے درمیان خَتْم ہو جانے کو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کہا: ہمیں دوسرے وَقْت تک باقی کیوں نہیں رکھا گیا یعنی ہماری زِنْدگی کا خاتِمہ فطری موت ہوتا نہ کہ جِہاد کے ذریعے۔ یہی دُنْیَاوِی زِنْدگی کی مَحبّت ہے جس کی تفسیر دنیا سے کی گئی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ (پ۵، النسآء:۷۷) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرما دو کہ دنیا کا بَرْتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لیے آخِرت اَچھی۔

اَلْغَرَض جِہاد کی فَرْضِیَّت کے وَقْت تمام لوگوں کی حقیقت واضح ہو گئی، مُنافقین رُسوا ہوئے، مومنین کا اِمتحان ہو گیا اور وہ مُحِبِّین ظاہِر ہوئے جن کے مُتعلِّق اِرْشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (پ۲۸، الصف:۴) ترجمۂ کنز الایمان: جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صَف) باندھ کر گویا وہ عِمارت ہیں رانگا (سیسہ) پلائی۔

نفع ونقصان پانے والے لوگ

اس وَقْت انہی لوگوں نے نَفْع پایا جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو بیچا اور جن لوگوں نے اُخْرَوِی زِنْدگی کے بدلے دُنْیَاوِی زِنْدگی کو خریدا وہ خسارے میں رہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے انکے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ انکے لیے جنّت ہے۔

مُراد یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے جان اور مال کو خریدا تو انہوں نے بھی سب کچھ بیچ دیا۔

مگر خسارہ پانے والے خریداروں کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا بِالۡاٰخِرَۃِ ۫ (پ ۱، البقرۃ:٨٦) ترجمۂ کنز الایمان: وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی۔

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے دُنیاوی زِندگی چاہی، اس لیے کہ انہوں نے اُخروی زِندگی کے بدلے دُنیاوی زِندگی کو خرید لیا تھا۔

گھاٹے کی تجارت

جس نے لاکھوں بلکہ ہمیشہ کی زِندگی کے بدلے تیس چالیس سال کی زِندگی خریدی گویا اس کی تِجارت نَفع بخش ہے نہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ یہ تِجارت اس شخص کی ہے جس نے دُنیاوی زِندگی میں رَغبت رکھی اور دائمی زِندگی کے بدلے فانی زِندگی خریدی، گویا اس نے اَعلیٰ زِندگی بیچ کر اس کی ضِد یعنی پَست زِندگی خرید لی۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ اِشۡتَرَوُا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا (پ ۱، البقرۃ:٨٦) ترجمۂ کنز الایمان: جنہوں نے دنیا کی زِندگی مول لی۔ ﴾ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ انہوں نے اَعلیٰ زِندگی بیچ ڈالی۔

نفع بخش تجارت

اس شخص کی تِجارت جس نے اپنی فانی زِندگی کو بیچا اور اپنا سارا مال راہِ خُدا میں خَرچ کر ڈالا اس سے مُراد گویا یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ سب کچھ اس سے خرید لیا اور اس کے عِوَض اسے اپنی جنّت عَطا فرمائی اور اسے اپنے جَوارِ رَحمت میں جگہ بھی عَطا فرمائی۔ اس شخص کی تِجارت نَفع بخش ہی نہیں بلکہ یہ خود بھی راہِ ہِدایت پر ہے۔ اس لیے کہ اس نے تیس چالیس سالہ زِندگی کو دائمی زِندگی کے بدلے بیچا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے اور آخِرت کی تِجارت کرنے والوں کا نَفع ہے، جبکہ پہلے نفسانی خواہشات میں رَغبت رکھنے اور دنیا کی تِجارت کرنے والوں کا خَسارہ بیان ہوا۔ گویا دونوں قِسم کی تِجارت میں فَرق واضح ہے اور اس شخص کی حَسرت کس قَدر عظیم ہو گی جو خَسارے کی تِجارت کی بنا پر اس نَفع سے مَحرُوم رہے گا جو زاہِدین موت کے بعد پائیں گے۔

اُخروی زِندَگی چاہنے والے

اُخرَوِی زِندَگی چاہنے والے لوگ اِظْہارِ زُہد سے بچتے مگر ان کی حالَت سے گمان ہو جاتا کہ وہ اُخرَوِی زِنْدَگی سے مَحبَّت رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ (پ ۵، النسآء: ۷۷)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جِہاد فَرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد۔

یہاں تک کہ یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ (پ ۲۸، الصف: ۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

وہ کہا کرتے تھے: ہم اپنے رب سے مَحبَّت کرتے ہیں اور اگر ہمیں مَعْلُوم ہو جائے کہ اس کی مَحبَّت کس شے میں ہے تو ہم ضَرور اس پر عَمَل کرتے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا (پ ۲۸، الصف: ۳، ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر۔

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسی لیے اِرشَاد فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ ہم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے یہاں تک کہ یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی:

مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخِرَت چاہتا تھا۔[1]

---

[1] ......الزهد لابن ابی عاصم، باب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مالي وللدنيا ومالي ومالي؟، ص ۸۱، حديث: ۲۰۳، بتغير قليل
دلائل النبوة للبيهقي، باب كيف كان الخروج إلى أحد... الخ، ۳/۲۲۸، بتغير قليل

یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیتِ مُبارکہ ﴿ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ (پ ۵، النسآء: ٦٦) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نِکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے۔ ﴾ نازِل ہوئی تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جو کچھ اِرشاد فرمایا[1] وہ اس کے مُتَعَلِّق کچھ یوں بتاتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: (اے ابن مَسْعُود!) مجھے بتایا گیا ہے کہ تم بھی ان میں سے ہو۔ یعنی ان چند لوگوں میں سے ہو جو اس حُکم کے نازِل ہونے پر ضَرور اسے بجالاتے۔[2]

اللہ کا محبوب بندہ بننے کا طریقہ

جب زندہ رہنے کی مَحبَّت کا نام دنیا ہے تو دائمی زِندَگی کی مَحبَّت کا نام زُہد ہونا چاہئے۔ گویا دنیا میں زُہد اِختیار کرنا درحقیقت اُخْرَوِی زِندَگی کی خاطِر زُہد اپنانا ہے۔ لہٰذا جس نے فانی زِندَگی اور اپنے تمام مال میں نَفْس سے جِہاد کر کے اور راہِ خُدا میں اپنا مال خَرْچ کر کے زُہد اپنایا یقیناً اس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا اور جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا مَحْبُوب بندہ بنالیتا ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ جِہاد تمام اَعمال میں اَفضل ہے۔[3]

جہاد کے افضل ہونے کی وجہ

جِہاد کے تمام اَعمال میں اَفضل ہونے کی دو وُجُوہات ہیں: ﴿1﴾ یہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی حقیقت ہے اور ﴿2﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر اس شخص کو پسند فرماتا ہے جو دنیا میں زُہد اِختیار کرتا ہے۔[4]

---

[1] ......تفسیر طبری، سورۃ النسآء، تحت الآیۃ: ٦٦، ۴/١٦٣، حدیث: ٩٩٢٦

[2] ......مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عبد اللہ بن مسعود وامہ، ص ١٣٣٥، حدیث: ٢۴٥٩

[3] ......بخاری، کتاب الایمان، باب من قال: ان الإیمان ھو العمل، ١/٢١، حدیث: ٢٦

[4] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ۴/٢٢۴، حدیث: ۴١٠٢

سب سے افضل جہاد

نفسانی خواہش کی مُخالَفَت کرنا سب سے اَفضل جِہاد ہے[1] کیونکہ یہ دنیا میں رَغْبَت کی حقیقت ہے اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے تعبیر کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّكَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ یعنی دنیا میں زُہد اِختیار کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے پسند فرمائے گا۔[2]

یہی مفہوم ایک رِوایَت میں کچھ یوں بھی مَرْوِی ہے کہ مَحارِم سے اِجْتِنَاب کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے پسند فرمائے گا کہ مَحارِم سے بچنا واِجْتِنَاب کرنا دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی عَلامَت ہے۔

جِہاد نِفاق کو ظاہِر کر دیتا ہے

دنیا میں زُہد اِختیار کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مَحْبُوب اور اپنے نَفْس کی خاطِر زِنْدَگی کی مَحبَّت کو مَرْغُوب جاننے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں مُنافِق ہے۔ چنانچہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اس حال میں مَرے کہ اس نے جِہاد کیا نہ اس کے دِل میں جِہاد کا خیال آیا وہ نِفاق کے ایک شعبے پر مَرا۔[3]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اسی جِہاد کے ذریعے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کاذِبین (یعنی جھوٹوں) کو ظاہِر فرمایا اور ان کے دِل کی بیماری میں مبتلا ہونے کا وَصْف ذِکْر کیا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم دیکھو گے انہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف اس کا دیکھنا دیکھتے ہیں

---

[1] ......الزھد الکبیر، فصل فی ترک الدنیا ومخالفۃ النفس والھوی، ص ١٦٥، حدیث: ٣٧٣، بتغیر

[2] ......ابن ماجه، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ٤/٤٢٢، حدیث: ٤١٠٢

[3] ......مسلم، کتاب الامارة، باب ذم من مات . . . الخ، ص ١٠٥٧، حدیث: ١٩١٠

فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ (پ۲۶، محمد: ۲۰، ۲۱)

جس پر مُردنی چھائی ہو تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ فرمانبرداری کرتے اور اَچھی بات کہتے پھر جب حکم ناطِق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں چند باتوں کی وَضاحت حسبِ ذیل ہے:

- ﴿ مَرَضٌ ﴾ سے مُراد نِفاق کا مَرَض ہے۔
- ﴿ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ ڈراوے اور وَعید کے طور پر ہے یعنی عَذاب ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ ان کے قریب ہے۔
- ﴿ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ جب حقائق ثابِت ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں جھٹلا دیتے ہیں اور مانتے نہیں۔
- ﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ ﴾ کا مَطلَب ہے کہ اگر وہ اپنا وعدہ سچا کر دِکھاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔

دنیا کی حقیقت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کا وَصف زِندَگی قرار دیا ہے یعنی دنیا ہی زِندَگی ہے۔[1] مُراد یہ ہے کہ جس نے زِندَگی کو پسند کیا اس نے ادنٰی شے یعنی دنیا کو پسند کیا۔ اَلْغَرَض دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ نفسانی خواہش کی پیروی کے لیے زِندَگی سے مَحبَّت کرے اور زِندَگی کے لیے ادنٰی شے کی مَحبَّت میں نفسانی خواہش کی مُوَافِقَت کرے۔ چنانچہ یہ دونوں اُمور ایک دوسرے میں داخِل ہیں کیونکہ لذّتِ نَفْس کی خاطِر زِندَگی سے مَحبَّت کو نفسانی خواہش کہتے ہیں جو اَصْل میں نَفْسِ اَمّارہ کی صِفَت ہے اور اس نفسانی خواہش کی پیروی جو نَفْس کی زِندَگی ہے اَصْل میں زِندَگی کی مَحبَّت کی بنا پر ہے۔ اس لیے کہ اگر بندے کو فوری موت کا یقین ہو جائے تو ہر صُورَت میں حق کو نفسانی خواہش پر ترجیح دے گا اور اگر وہ زِندَگی سے مَایُوس ہو جائے تو کبھی ادنٰی شے یعنی

[1] .... یہاں کچھ عبارت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

دنیا کی جانب راغب نہ ہو گا۔ مَعلُوم ہوا کہ زِنْدَگی کی مَحبَّت نفسانی خواہش سے مُتَعَلِّق ہے اور نفسانی خواہش کو ترجیح دینا زِنْدہ رہنے کی مَحبَّت کی وجہ سے ہے اور یہی دنیا کی حقیقت ہے۔

فقر ہی زہد ہے

جو لوگ زِنْدہ رہنے کی بہُت کم اُمّید رکھتے ہیں وہ دنیا میں سب سے بڑے زاہد شُمار ہوتے ہیں یہاں تک کہ یہ لوگ دوسرے دن کے لیے جَمْع کر کے کچھ نہیں رکھتے۔ اس لیے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ کل تک وہ شے باقی نہیں رہے گی، مگر جو لوگ دنیا کو بہُت زیادہ مَرغُوب جانتے ہیں وہ سب سے زیادہ لمبی اُمّیدیں باندھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے حُصُول میں ان کی رَغبَت شدید اور طویل دُنْیاوِی زِنْدَگی کی اُمّید میں ان کی حِرْص کثیر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ آنے والے کل کے لیے اگر ان کی اُمّید مختصر ہوتی تو یہ اس صُورَت میں فَقْر اِخْتیار کرتے اور فَقْر کا اِخْتیار کرنا زُہد ہے۔

زُھد کی حقیقت کا ایک دوسرا بیان

زہد کیا ہے؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ۠ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رَغبَت نہ تھی۔

(پ ۱۲، یوسف: ۲۰)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو زاہِد کہنے کا سَبَب ان کے حَق میں زُہد کے معنٰی (یعنی بے رغبتی) کا پایا جانا ہے، لہٰذا اس معنٰی کی وَضاحَت کی ضَرورت ہے تاکہ مَعلُوم ہو سکے کہ کس شخص میں یہ معنٰی و مفہوم مُتَحَقِّق ہو تو اسے زاہِد کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ﴿ شَرَوْهُ ﴾ اس مقام پر ﴿ بَاعُوْهُ ﴾

کے معنیٰ میں ہے یعنی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بیچ دیا، کیونکہ عربوں کے ہاں بیع اور شِرا دونوں لَفظ ایک دوسرے کی جگہ اِستِعمال ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جب انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بیچا اور آپ ان کے قبضے سے نکل گئے تو گویا وہ زاہد بن گئے یعنی انہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے کوئی رَغبت نہ رہی۔ اسی طرح بندہ جب اپنی جان اور اپنا کل مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیتا ہے اور اپنی نفسانی خواہش سے منہ موڑ کر راہِ خدا کی طرف چل دیتا ہے تو وہ زاہدین میں شُمار ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے انکے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ انکے لیے جنّت ہے۔

اسی طرح اِرشاد فرمایا:

وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۴۱) (پ ۳۰، النّزعٰت: ۴۰، ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی ٹھکانا ہے۔

یہاں دونوں آیاتِ مُبارَکہ میں (جان و مال بیچنے اور نفسانی خواہشات سے بچنے کا) عِوَض یعنی جنّت اگرچہ ایک ہی ہے مگر اس کے ۲ دو مَفاہیم ذِکر کیے گئے ہیں، گویا جان و مال کا بیچنا اور ان دونوں چیزوں کا راہِ خُدا پر چلنا دونوں صُورَتوں میں نفسانی خواہش یعنی دُنیاوی زِندَگی سے باز رہنے کے معنیٰ میں ہے۔ چنانچہ اس کو اس کی ضِد سے بدلنا یعنی نَفْس کو خواہش سے بچانا اور فَقْر کو مال پر ترجیح دینا درحقیقت دنیا میں زُہد اپنانا ہے اور یہ نَفْسِ اَمّارہ کے حُکْم سے نہیں، اس لیے کہ یہ نیکی کی اِنتہا ہے جو مال جَمْع کرنے اور راہِ خُدا میں خَرْچ نہ کرنے والی نفسانی خواہش سے باز رہنے کا باعِث بنتی ہے۔ جبکہ دنیا نَفْسِ اَمّارہ سے مُتَّصِف ہے کیونکہ اس صُورَت میں یہ سر تا پا بُرائی ہی بُرائی ہے، لہٰذا اس وَصْف کے حامِل شخص کا نَفْس بُرائی کا حُکْم دینے کی وجہ سے مَرْحُوم (یعنی رَحْم کیا گیا) نہ ہو گا۔ جب وہ نَفْس مَرْحُوم نہ ہو گا تو اس نَفْس کا مالِک اسے بیچنے والا بھی نہ ہو گا اور جب وہ اسے بیچنے والا نہ ہو گا تو کوئی اسے خریدنے والا بھی نہ ہو گا۔ بلکہ اس نَفْس کا مالِک مال کو جَمْع کرنے والا، راہِ خُدا میں خَرْچ نہ کرنے والا، دنیا کو مَرْغُوب و مَحْبُوب جاننے والا ہو گا اور یہ کسی مومِن کی صِفَت نہیں۔

زُہد کا ایک اور بیان و تفصیل

نفس کو خدا کے حوالے کرنا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ۫ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔

(پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے جان و مال کے خریدے اور بیچے جانے کا تذکرہ کرنے کے بعد نَفْس کے غنی ہونے اور راہِ خدا میں مال خَرْچ کرنے کو زُہد قرار دیا ہے۔ مَعْلُوم ہوا زُہد نفسانی خواہش تَرْک کرنے اور نَفْس کو خواہشات سے باز رکھ کر اسے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے حوالے کر دینے کا نام ہے جس کا بدَل جنّت ہے۔ چنانچہ،

زاہد کا اپنے رب سے تعلق

- زاہد وہ ہوتا ہے جو اپنے رب سے نہ صِرف ڈرتا ہے بلکہ اپنے نَفْس کو بھی بَرَضا و خُوشی اپنے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کو بیچ دیتا ہے اس سے پہلے کہ (موت کے وَقْت) مجبوراً اسے اپنا نَفْس خدا کے حوالے کرنا پڑے۔
- **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ زاہِد کا مَحْبُوب اور زاہِد **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کا مُحِبّ بن جاتا ہے۔
- **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ زاہِد کے قریب اور زاہِد **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کا مُقَرَّب بن جاتا ہے۔

غیر زاہد کا اپنے رب سے تعلق

- دنیا نفسانی خواہش کی پیروی کرنے اور نَفْس کی شہوانی لذّتوں کی وجہ سے حقیر زِنْدَگی سے مَحبّت کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا ان باتوں کو مَرْغُوب جاننے والا **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف ہوتا ہے۔
- دُنْیاوِی زِنْدَگی کو خریدنے اور اُخْرَوِی زِنْدَگی کو بیچنے والا ہوتا ہے۔
- وہ دنیا کو پسند کرنے کی وجہ سے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کا مَحْبُوب ہوتا ہے نہ اس کا شُمار مُقَرَّبین میں ہوتا ہے۔

اس پر بروزِ آخرت جہنّم اور نقصان لازم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُقرَّب اور اس کے جوَارِ اَقْدَس میں قُرب پانے والے زاہد کے برعکس ہے۔

زُہد کی حقیقت واحکام کی تفصیل اور اوصافِ زاہد

زہد کے دو مفہوم

زُہد کے دو مفہوم ہیں:

- کسی کے پاس اگر کوئی شے مَوجُود ہو تو اس شے کو خود سے دور کر دینا بلکہ دِل سے ہی نِکال دینا زُہد ہے، اس شے کی مَوجُودگی میں زُہد دُرُست نہیں کیونکہ اس کی مَوجُودگی اس میں رَغبَت کی دلیل ہے اور یہ اَغنِیا کا زُہد ہے۔
- اگر وہ شے مَوجُود نہ ہو اور اس کا نہ ہونا ہی اس کا حال ہو تو اس پر رَشک کرنا اور اس کے نہ ہونے پر راضی رہنا زُہد ہے اور یہ فُقَرا کا زُہد ہے۔

زہد کی دُرُست صورت

نفسانی خواہش کو تَرْک کر کے زُہد اپنانے کے مُتَعلِّق مَنقُول ہے کہ زُہد اسی صُورت میں دُرُست ہو سکتا ہے جب بندہ اس سے آزمایا جائے اور اس پر قادِر ہو۔ کیا آپ کی نظروں سے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کا یہ قول نہیں گزرا جب انہوں نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعلِّق اپنے زُہد یعنی بے رغبتی کا اِظْہار کچھ یوں کیا ﴿ لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا ﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۸) ترجمۂ کنز الایمان: ضَرور یُوسُف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زاہِد نہیں کہا۔ اسی طرح جب انہوں نے یہ کہا ﴿ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ ﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: یُوسُف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صِرف تمہاری ہی طرف رہے۔ تو بھی زُہد کے مفہوم یعنی ان کی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام سے بے رغبتی اپنانے کے باوُجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زاہِد کا نام نہ دیا۔

اسی طرح جب انہوں نے کہا﴿ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ (پ ۱۲، یوسف:۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے۔ ﴾ تو اس سے بھی ان کی بے رغبتی ثابت نہ ہو سکی، نیز جب انہوں نے پختہ اِرادہ کر لیا اور سب کا (آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کنویں میں پھینکنے پر) اِتّفاق بھی ہو گیا، پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زاہد نہیں کہا بلکہ ان کے اس پختہ اِرادے کی خبر دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (پ ۱۲، یوسف:۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ اسے اندھے (تاریک گہرے) کنویں میں ڈال دیں۔

زاہد نہ کہنے کی وجہ

مذکورہ تمام صورتوں میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو زاہد نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب زُہد کے اَسباب و مُقَدَّمات ہیں۔ بسا اَوقات زُہد کی حقیقت نہ جاننے والے پر یہ اَسباب و مُقَدَّمات اس طرح مُلْتَبِس ہو جاتے ہیں کہ وہ انہیں ہی زُہد شُمار کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ زُہد نہیں کیونکہ مذکورہ تمام صُورَتوں میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام اپنے بھائیوں کی دَسْتَرَس میں تھے مگر جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کی دَسْتَرَس سے دُور ہو گئے اور انہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا عِوَض مِل گیا (یعنی دِرْہَم مِل گئے) تو ان کا زاہد ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سارے مُعَاملے کی خبر کچھ یوں دی:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ۠ ﴿۲۰﴾ (پ ۱۲، یوسف:۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رَغْبَت نہ تھی۔

رغبت زہد کی ضد ہے

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام صُورَت کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ) آپ ایک کپڑا بیچنا چاہتے ہیں اور یہ خَیال آپ پر غالِب آجائے تو بھی آپ زاہِد شُمار نہ ہوں گے (یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو اس کپڑے سے کوئی رَغْبَت نہیں) البتہ! آپ کی اس کپڑے سے بے رغبتی

اسی صُورت میں مُتحقِّق ہو سکتی ہے جب آپ اسے بیچ دیں اور اس کا کوئی عِوَض پالیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴾ میں غور کرنے سے مَعْلُوم ہوتا ہے کہ جس کا نَفْس کسی شے کی طَلَب میں ہو اور وہ اسے بخوشی اپنے ہاتھ سے جانے دے تو مُجاہَدہ کی وجہ سے اس کا زُہد میں ایک خاص مَقام ہے مگر جس شخص نے وہ شے اپنے پاس رکھی اور اس کا نَفْس بظاہِر اس شے سے بے رغبتی کا اِظْہار کرے تو ایسے شخص کا زُہد میں کوئی مَقام نہیں، کیونکہ شے کو اپنے پاس رکھنا اس میں رَغْبَت رکھنے کی عَلامَت ہے اور رَغْبَت زُہد کی ضِد ہے۔ لہٰذا کسی شے کی وہ صِفَت کیسے بیان کی جاسکتی ہے جس کی ضِد اس میں پائی جاتی ہو۔

شے کو پاس رکھ کر بے رغبتی کا اظہار

جو شخص شے کو اپنے پاس رکھ کر اس سے بے رغبتی کا اِظْہار کر کے خود کو زاہِد سمجھتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: وہ زُہد کی حقیقت سے واقِف نہیں یا وہ نَفْس کی مخفی شہوتوں سے آگاہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ رَغْبَت رکھنے والوں میں سے نہ ہو۔

حقیقی زاہد کون؟

حقیقی زاہِد وُہی ہے جو شے کو اپنے دِل سے نِکال دے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو زاہِد کہنے کا تذکرہ گزرا ہے۔ جو شخص کسی شے کو اپنے پاس رکھ کر اس طرح خوش ہوتا ہے کہ اس کا دِل ودِماغ اس میں لگا رہے در حقیقت ایسا شخص اس شے میں رَغْبَت رکھنے والا ہوتا ہے اور یہ صِفَت عزیز مِصر کی ہے کہ جب اس نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کو خریدا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حاصِل کرنے اور رَغْبَت رکھنے کو یوں بیان کیا ہے:

اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًاؕ (پ۱۲، یوسف: ۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: انہیں عزّت سے رکھ شاید ان سے ہمیں نَفْع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں۔

اسی طرح فِرْعَون کی زوجہ کی حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے رَغْبَت کو یوں بیان کیا:

قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ ترجمۂ کنز الایمان: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی

يَّنْفَعَنَآ اَوْنَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (پ٢٠، القصص: ٩) ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔

اَلْغَرَض ہر وہ شخص جو کسی شے کو اپنے پاس جمع کر کے رکھے وہ اس سے بے رَغْبَت (یعنی زاہِد) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اپنے ہاتھ اور دِل سے دُور نہ کر دے۔ کیونکہ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو اس وَقْت تک زاہِد نہ کہا گیا جب تک کہ انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کم تر جانتے ہوئے خود سے دُور کر کے عِوَض نہ لیا۔

کتاب اللہ سے مستنبط زھد کا بیان

بَرادرانِ یُوسُف کی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی (بنیامین) سے بے رغبتی بھی بَسا اَوقات اسی قَدْر ہوتی جس قَدْر آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے تھی کیونکہ ان کی قَدْر و مَنْزِلَت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے والِدِ ماجِد (حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام) کے ہاں آپ جیسی ہی تھی۔ بے شک انہوں نے اپنے والِد ماجِد کی تَوَجُّہ حاصِل کرنے کے لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی (بنیامین) سے بھی بے رغبتی کا اِرادہ ظاہِر کیا تھا (مگر پھر بھی انہیں زاہِد نہ کہا گیا) جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا ترجمۂ کنز الایمان: ضَرور یُوسُف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ (پ١٢، یوسف: ٨)

اسی طرح ایک رِوایَت میں ہے کہ بَرادَرانِ یُوسُف نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ آپ کے بھائی کو بھی کنویں میں پھینکنے کا اِرادہ کیا تو یہودا (نامی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ایک بھائی) نے ان کی ذِمّہ داری قبول کرتے ہوئے ان کی سِفارِش کی، اُسے ان پر رَحم آ گیا تھا اور اس نے اپنے بھائیوں کو انہیں بھی کنویں میں پھینکنے سے منع کیا۔ وہ تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ طاقتور اور رُعب و دبدبے والا تھا۔ ایک قول میں ہے کہ اس نے دوسرے بھائیوں سے بنیامین کو مانگ لیا اور کہا: اسے چھوڑ دو تاکہ اس سے عُمر رَسیدہ باپ کو تَسَلّی رہے، اسے دونوں بھائیوں کا غم دونہ دونوں کو اکٹھے غائب کرو۔ اس کی بات مان کر بھائیوں نے بنیامین کو یہودا کے حوالے کر دیا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اِرادے کے باوُجود یہ اِرشاد نہیں فرمایا ﴿ وَكَانُوْا فِيْهِمَا مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴾

کیونکہ ان کی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح ان کے بھائی سے بے رغبتی ثابت نہ ہوئی۔ اس لیے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی (بنیامین) نہ صِرف ان کے پاس مَوجُود رہے بلکہ انہوں نے انہیں خود سے دُور بھی نہ کیا۔

کسی شے کا پاس ہونا زہد کے منافی ہے

آپ جانتے ہیں کہ جب تک کوئی چیز آپ کے پاس مَوجُود ہو اور آپ اسے اپنے پاس روک کر رکھیں اور خود کو زاہِد (یعنی اس شے سے بے رغبتی برتنے والا) سمجھنے لگیں کہ آپ نے اس سے بے رغبتی کے اِظْہار کا ارادہ کر لیا ہے تو گویا آپ کے اس دعوے کے جھوٹا ہونے کی کئی وُجُوہ ہیں:

- اس شے کو اپنے پاس رکھ کر آپ خود اپنے آپ کو زاہِد کہلا کر جھٹلا رہے ہیں۔
- اس شے کی وجہ سے آپ کا نَفْس ہی آپ کو جھٹلا رہا ہے کیونکہ آپ زُہْد کی حقیقت نہیں جانتے۔
- آپ کا وِجدان اِس یقینی عِلْم کو جھٹلا رہا ہے کہ آپ مَعْرِفَتِ خداوندی سے آگاہ نہیں۔
- آپ نے زُہْد کی حقیقت سے بے خبر لوگوں کی خاطِر خود پر زُہْد کا لبادہ اَوڑھ رکھا ہے۔

اَلْغَرَض یہ زُہْد میں زُہْد یعنی زُہْد سے بے رَغْبَت ہونا اور دنیا میں رَغْبَت رکھنا ہے مگر جس شے کے مُتَعَلِّق آپ کو زُہْد اپنانے کا گمان ہے جب وہ آپ سے دُور ہو جائے اور آپ اس کا عِوَض یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحَبَّت، رِضا اور اَجْر و ثواب پالیں تو ہی آپ کا زُہْد دُرُسْت ہو گا اور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک بھی آپ اپنے گمان میں سچّے ہوں گے اور زُہْد کے اَوصاف سے نہ صِرف مُتَّصِف ہوں گے بلکہ زاہِدین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے نزدیک بھی آپ زاہِد شُمار ہوں گے۔

جو شے پاس نہ ہو اس میں زہد کا حکم

جو شے آپ کے پاس موجود نہ ہو اور آپ اس میں زُہْد اِخْتِیار کریں تو دُرُسْت نہیں۔ یاد رکھئے! مَعْدُوم شے میں زُہْد کے باطِل ہونے کی وجہ سے غیر مَمْلُوکہ شے میں بھی زُہْد دُرُسْت نہیں ہوتا، اس اِعْتِبار سے کہ غیر مَمْلُوکہ شے میں چونکہ تَصَرُّف کرنا دُرُسْت نہیں اس لیے اس شے سے بے رغبتی کا اِظْہار بھی دُرُسْت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ شے مَوجُود ہوتی تو آپ کے دِل کی کَیفِیَّت اس کے مُتَعَلِّق بدل جاتی کیونکہ خَبَر

آنکھوں دیکھی بات جیسی نہیں ہوتی، اس لیے کہ خَبَر میں کبھی شُبہ وَوَہم ہو سکتا ہے مگر آنکھوں سے دیکھ کر حقیقت خُوب واضح ہو جاتی ہے اور فیصلہ فِطرَت کے مُطابِق ہوتا ہے۔

نَفْس چونکہ کئی چیزوں کا پیکر ہوتا ہے کیونکہ اس کی فِطرَت میں اَشیا سے لُطف اندوز ہونے کی مَحبَّت بھی شامِل ہوتی ہے لہٰذا کسی مَعدُوم ظنی شے کو مَوجُود یقینی شے جیسا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو مُعامَلہ کی کَیفِیَّت کیا ہو گی آپ بخوبی سمجھتے ہیں۔

البتہ! بَسا اَوقات مَعدُوم شے کا زُہد میں ایک خاص مَقام ممکن ہے بشرطیکہ آپ اس شے کے پائے جانے پر خوش ہوں نہ اس کے نہ پائے جانے پر افسوس کریں، بلکہ اس کے نہ پائے جانے اور اپنے فَقْر پر خوش ہوں۔ اس طرح کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی اس کَیفِیَّت کو جان لے کہ اگر وہ شے آپ کے پاس ہوتی تو بھی آپ خوش نہ ہوتے بلکہ اگر بعد میں بھی وہ شے آپ کے پاس آجائے تو آپ فوراً اسے خود سے دور کر دیں گے۔

زاہد ہونے کے لیے تین باتیں کافی ہیں

- آپ کا دِل عَطائے اِلٰہی پر قانِع ہو۔
- آپ دنیا سے محرومی کو رَضائے اِلٰہی جان کر اپنی حالَت پر راضی ہوں۔
- زُہد کی فضیلت پر اپنے یقین کی صَداقت کے باعِث اس حالَت کو تبدیل بھی نہ کرنا چاہیں۔

جب آپ ان تمام اَوصاف کے حامِل بن جائیں گے تو یہی باتیں آپ کے زاہِد ہونے کے لیے کافی ہیں اور آپ ایک اِعْتِبار سے زاہِدین کا ثواب پالیں گے خواہ دنیا نہ بھی پاسکیں کہ یہی سچّے فُقَرا کا زُہد ہے جو فَقْر کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے۔

فقر کی حقیقت

کسی کا قول ہے کہ فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے فَقْر پر رَشک کرے اور فَقْر کے سَلْب ہو جانے سے ڈرے جیسا کہ مال دار شخص اپنی مال داری پر رَشک اور فَقْر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے جب عَرض کی گئی کہ بے شک آپ زاہِد ہیں تو اِرشاد

فرمایا: زاہد تو حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز تھے جن کے پاس دنیا آئی اور وہ اس کے مالک بھی بن گئے مگر انہوں نے اس میں زُہد سے کام لیا۔ باقی رہا میں! تو میں کس شے میں زُہد سے کام لوں؟

پاس موجود شے میں زہد کے دُرُست ہونے کی صورت

بَسا اَوقات عارِف کا زُہد اس کے پاس مَوجُود شے میں دُرُست ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس شے کو نفسانی لذّت کے لیے حاصِل کرے نہ اس کا مالِک بن کر اس سے سُکُون حاصِل کرے، بلکہ اپنے قبضے میں مَوجُود شے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں شُمار کرے اور اس کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم کا اِنتِظار کرے۔ یہ اسی صُورَت میں مُمکِن ہے جب اس شے کا ہونا اور نہ ہونا دونوں اس کے نزدیک یَکْساں ہوں۔ نیز اس شے کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حُکْم پاکر فوراً بجالائے تو اس کی کَیفِیَّت اس صُورَت میں ایسی ہوجائے گی گویا وہ شے اس کے پاس اَہْل و عَیال یا مسلمان بھائیوں کی (اَمانَت) تھی یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اس میں کوئی حَق تھا اور اس نے اس (اَمانَت یا حَق) کی ادائیگی میں جلدی کی ہے۔ یہ مَقام زُہد سے بڑھ کر ہے۔ اَلْغَرَض اس طرح وہ شے اس سے جُدا نہ ہوئی بلکہ کسی خاص سَبَب کے ذریعے وہ بھی اس میں خاص ہوگیا ہے اور یہ تَوَکُّل کا ایک مَقام ہے۔

سنّت سے مُسْتَنبط زھد کا بیان

احادیثِ مُبارَکہ میں لفظِ زہد کا استعمال

دنیا کا کم ہونا اور دِل سے دنیا کو ذلیل و حقیر جاننا بھی زُہد ہی ہے۔ چنانچہ جُمُعَہ کی ایک سَاعَت کے مُتَعَلِّق حدیثِ پاک میں مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یہ آخِرِی گھڑی میں ہے۔ راوِی فرماتے ہیں: وَجَعَلَ یُزَهِّدُهَا۔[1] یعنی وہ اس گھڑی کو کم کرتے رہے اور اسے سُورَج کے غُرُوب ہونے کی سَاعَت کے قریب کردیا۔[2]

---

[1] ...... صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک یہاں اس لیے ذِکْر فرمائی ہے کہ اس میں لَفْظِ زُہد قِلَّت کے معنٰی میں اِستِعمال ہوا ہے۔

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلاۃ، فصل الجمعۃ، ۳/۹۳، حدیث: ۲۹۷۷

ایک دوسری حدیثِ پاک میں یہ لَفْظ کچھ یوں اِسْتِعمال ہوا ہے کہ جب (سورہ مُجَادَلہ کی بارہویں آیتِ مُبارَکہ میں) بارگاہِ نبوی میں کوئی گُزارِش پیش کرنے سے پہلے کچھ صَدَقَہ کرنے کا حُکْم نازِل ہوا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے اِرشَاد فرمایا: تمہارے خیال میں صَدَقَہ کتنا ہونا چاہئے؟ عَرْض کی: جَو کے دانے برابر سونا۔ اِرشَاد فرمایا: اِنَّکَ لَزَھِیْدٌ۔ تم زَہید ہو یعنی دنیا کو بہُت ہی کم اور حقیر کر دینے والے ہو۔ البتہ! ہم ان پر ایک دینار صَدَقَہ لازِم قرار دیں گے۔[1]

زاھد کے اوصاف اور زھد کی فضیلت کا تذکرہ

زہد کی غذا

زُہد کی ایک خاص غِذا ہے جو اس کے لیے لازِم وضَروری ہے، اسی سے زاہِد کے اَوصَاف ظاہِر ہوتے ہیں اور جو زاہِد و غیر زاہِد میں واضِح فَرق کا باعث بنتی ہے۔ وہ غِذا یہ ہے:

اس کے پاس جس قَدْر دنیا مَوجُود ہے اس سے نفسانی لذّت پا کر خوش ہو نہ اسے کھو کر اس پر غمزدہ ہو بلکہ ہر شے سے بوَقْتِ ضَرورت ہی اپنی ضَرورت وحاجَت پوری کرے اور بوَقْتِ ضَرورت بھی صِرف فاقہ دور کرنے کے لیے ہی کچھ لے اور کبھی بھی ضَرورت سے پہلے کچھ طَلَب نہ کرے۔

زہد کا آغاز

زُہد کا آغاز یہ ہے کہ دِل میں آخِرَت کا غم پیدا ہو، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی حَلاوَت محسوس ہو۔ غمِ آخِرَت کے حُصُول کے لیے دنیا کے غم سے چھٹکارہ حاصِل کرنا اور عِبادَت کی حَلاوَت پانے کے لیے نفسانی خواہشات کی لذّت سے نجات حاصِل کرنا ضَروری ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی گناہ سے توبہ کرلے مگر عِبادَت کی

---

[1] ......ترمذی، کتاب التفسیر، ومن سورة المجادلة، ۵/ ۱۹۶، حدیث: ۳۳۱۱، بتغیر

سنن کبری للنسائی، کتاب الخصائص، ذکر النجوی وماخفف بعلي عن هذه الأمة، ۵/ ۱۵۲، حدیث: ۸۵۳۷، بتغیر

اس حدیثِ پاک کے بعد لَفْظِ زَہید کے مُتَعلِّق لغوی بحث مذکور ہے جس کا ترجمہ عوامُ النّاس کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا، البتہ! صاحبانِ ذوق کے لیے اَصل عِبارَت کِتاب کے آخِر میں دے دی گئی ہے۔

حَلاوَت نہ پائے وہ دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو دنیا سے منہ موڑ لے مگر زُہد کی حَلاوَت نہ چکھے وہ دنیا کی طرف پھر رُجوع کر سکتا ہے۔

مقربین کا زہد

خالِص زُہد پہلے دِل میں مَوجود دنیا کو بندے سے دُور کرتا ہے، پھر اسے اس کی دَسْتَرس سے بھی دُور کر دیتا ہے، لہٰذا جب بندہ دنیا کے ذلیل و حقیر ہونے کی وجہ سے ہر مَوجُود شے کو بھی اس کی ذِلَّت و حِقَارت کی وجہ سے مَعْدُوم جاننے لگتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کا زُہد مُکَمَّل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اس بے رغبتی کے عالَم میں اپنے زُہد کو بھی بھول جائے تو اپنی بے رغبتی میں زاہِد کہلائے گا اور اس کا زُہد کامِل ہو گا۔ یہی اس کا حاصِل اور حقیقت ہے اور یہ مَقاماتِ یقین میں سب سے اعلیٰ حال ہے۔ اس سے مُراد نَفْس میں زُہد اِخْتیار کرنا ہے اور یہ مُراد نہیں کہ نَفْس کی خاطِر زُہد اِخْتیار کیا جائے اور نہ یہ مُراد ہے کہ زُہد اپنانے کے لیے زُہد میں کوئی رَغْبَت رکھی جائے۔ یہ مَقام صِدِّیْقِین کے مُشاہَدے اور مُقَرَّبِین کے زُہد کا ہے جو عَیْنُ الْیَقِین سے حاصِل ہوتا ہے۔

مومنین کا زہد

زُہد کا کم تر مَقام یہ ہے کہ مَرْغُوب شے پر نَظَر رکھنے کے باوُجُود اسے خود سے دُور کر دیا جائے اور اس کے مُتعلِّق نَفْس سے مُجاہَدہ کیا جائے، یہ عام مومنین کا زُہد ہے۔ زُہد اِخْتیار کرنا عقیدہ بھی ہے اور عَمَل بھی، کیونکہ زُہد اِیمان کا نام ہے اور اِیمان جس طرح قول و عَمَل کے مجموعے کا نام ہے اسی طرح زُہد عقیدہ و عَمَل کے مجموعے کا نام ہے۔

زہد کے عقیدہ وعمل سے مراد

زُہد کا عقیدہ یہ ہے کہ آخِرَت کی مَحبَّت دِل میں داخِل ہو کر دنیا کی مَحبَّت کو نِکال دے اور زُہد پر عَمَل سے مُراد یہ ہے کہ اپنی پیاری شے رَضائے خُداوندی کے بدلے یا رَحْمَتِ خُداوندی کے جَوار کا قُرْب پا کر راہِ خدا میں خَرْچ کر دی جائے۔

زاہد ہونے کے لیے یہ باتیں کافی ہیں

اگر دنیا مَوجُود نہ ہو تو ❀ ⇐ دنیا نہ ملنے پر اَفسوس نہ کرنا ❀ ⇐ دُنیاوِی حِرص میں کمی ہونا ❀ ⇐ خواہش و تمنّا چھوڑ دینا ❀ ⇐ دنیا نہ ہونے پر دِل کا پُر سُکون ہونا اور ❀ ⇐ معمولی تقسیم پر راضی ہونا۔

یہ سب باتیں بندے کے زاہِد ہونے کے لیے کافی ہیں، کیونکہ یہی فقیر کا حال ہے۔ جب وہ ان اَحکام پر عَمَل پیرا ہو گا تو اس پر ان سے بڑھ کر مزید کوئی حکم لازِم نہ ہو گا۔

وَرع اور زہد

وَرَع کا تعلّق زُہد سے وُہی ہے جو زُہد کا اِیمان سے ہے۔ جبکہ اِیمان اور حَیا ایک ہی شے ہیں۔ چنانچہ **فرمانِ مُصْطَفٰے** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: (حَیا و اِیمان) دونوں میں سے کوئی ایک نہ رہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔[1] اس کے عِلاوہ اَہلِ بَیت سے یہ رِوایَت بھی مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ہر رات زُہد اور وَرَع دِل میں آتے ہیں، اگر اس دِل میں حَیا اور اِیمان پائیں تو رُک جاتے ہیں ورنہ کُوچ کر جاتے ہیں۔

قناعت اور زہد

قَناعَت کا تعلّق بھی زُہد سے ہے مگر کم اشیا پر راضی رہنا زُہد کا حال اور اَشیا میں کمی کرنا زُہد کی چابی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ہمارے دِلوں کو تین[3] حِجابوں سے چھپایا گیا ہے، کسی بندے پر یقین اس وَقت تک مُنْکَشِف نہیں ہوتا جب تک کہ یہ حِجاب دُور نہ ہوں:

﴿1﴾ ⇐ **مَوجُود شے پر خوش ہونا:** جب آپ مَوجُود شے پر خوش ہوں گے تو حریص ہوں گے اور حریص مَحرُوم ہوتا ہے۔

﴿2﴾ ⇐ **مَفْقُود شے پر غم زدہ ہونا:** جب مَفْقُود شے پر غم محسوس کریں گے تو غصّے میں آجائیں گے اور ایسے

---

[1] ......معجم اوسط، ۶/۱۴۷، حدیث: ۸۳۱۳، بتغیر قلیل

الکامل لابن عدی، الرقم: ۶۲۲: خراش بن عبد اللہ، ۳/۵۳۳، بتغیر قلیل

غصّے والے اَفراد عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

﴿3﴾ ...تعریف پر مَسَرَّت کا اِظْہار کرنا: جب اپنی تعریف پر مَسَرَّت کا اِظْہار کریں گے تو خود پسندی میں مبتلا ہوں گے اور خود پسندی اَعمال کو برباد کر دیتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ (پ ۲۷، الحدید: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا۔

زہد کا کامل حال

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) آیتِ مُبارَکہ میں مذکور دونوں اَوصاف (یعنی دُنْیاوِی شے کھونے پر اَفسوس اور ملنے پر خوشی کا اِظْہار) زُہد کا کامل حال ہے۔ جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک وَصْف سے مُتَّصِف ہو وہ دوسرے وَصْف سے بھی مُتَّصِف ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو شخص فوت ہو جانے والی کسی دُنْیاوِی شے پر غم زدہ ہوتا ہے نہ اس کے ملنے پر خوش ہوتا ہے، اس شخص کی مِثْل ہے جو کسی شے کے ملنے پر خوش ہوتا ہے نہ اسے اس کے فوت ہو جانے پر کوئی دُکھ ہوتا ہے۔

کامل حال اس شخص کا وصف ہے جو

یہ اس بندے کا وَصْف ہے جو کسی شے کا خود کو مالِک نہ قرار دے، بِالْخُصُوص اس بندے کا وَصْف ہے جو اَحْکامِ خداوندی پر عَمَل پیرا ہو، صاحبِ یقین و مَحبَّت ہو، مُشاہَدۂ آخِرَت نے اس کا منہ دُنْیاوِی لذّتوں سے موڑ کر اس طرح اپنی طرف کر لیا ہو کہ وہ صِرف (آخِرَت میں) نَفْع بخش کاموں میں ہی مَشْغُول رہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ۙ﴿۴۸﴾ (پ ۲۷، النجم: ۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے غنادی اور قناعت دی۔

اہلِ دنیا و اہلِ آخرت کی دولت

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ اَہْلِ آخِرَت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے خاص تعلّق کی بنا پر غِنا سے مالا مال ہوئے، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اُخْرَوِی دولت عَطا فرما کر دنیا سے مُسْتَغْنِی فرما دیا اور اہلِ دنیا کو

دنیا عطا فرمائی یعنی انہیں کثیر مال و دولت سے نوازا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے شخص کی دَرْج ذیل آیتِ مُبارَکہ میں مَذَمَّت بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، الھمزۃ:۲) ترجمۂ کنزالایمان: جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔

یعنی جو شخص یہ کہے کہ یہ جَمْع شُدہ مال فلاں کے لیے اور یہ فلاں کے لیے ہے، اس کے لیے ہَلاکت و خرابی ہے۔ مَعْلُوم ہوا مال میں زُہد اِخْتیار کرنے والی دولت ہر حال میں ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے، وُہی اس کا کل مال واَسباب ہے اور اس کے لیے خوشخبری اور اچھا اَنْجام ہے۔

حقیقی دولت

تاجدارِ رِسَالت، شہنشاہِ نبوّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: یقین بطورِ غِنا، عِبادت بطورِ مَشْغُولِیَّت اور موت بطورِ وَاعِظ کافی ہے۔[1]

اس حدیث پاک میں اس یقین و زُہد کے پیکر شخص کے جُملہ اَوصاف مذکور ہیں جو ہر لمحہ موت کے اِنتِظار میں رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک مَشْہُور رِوایَت میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرْشَاد فرمایا: غِنا کَثْرتِ مال کا نہیں بلکہ نَفْس کے غنی ہونے کا نام ہے۔[2]

ایمان اور زہد کے باہمی تعلق پر مبنی چار روایات

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہاں اِیمان اور زُہد کے باہمی تعلّق کو ثابِت کرنے کے لیے چاؔر احادیثِ مُبارَکہ ذِکْر کی ہیں، جن میں سے ہر دوسری حدیثِ پاک پہلی سے زیادہ قَوِی ہے۔)

پہلی روایت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں زُہد اِخْتیار کرنے کو حقیقتِ اِیمان کی عَلامَت قرار دیا اور اسے مُشاہَدۂ یقین کے قریب بتایا۔ چنانچہ،

---

[1] ......الزھد لاحمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، ص ١٩٦، حدیث: ٩٨٤، بتقدم وتاخر

[2] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۴/۲۳۳، حدیث: ۶۴۴۶

حضرت سَیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب دو جہاں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرض کی: اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا۔ یعنی میں حقیقی مومن ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تو نے عِرفان کی دولت پالی ہے، اس سے وَابَستہ رہنا۔ پھر دَرْیافْت فرمایا: وَمَا حَقِيقَةُ اِيمَانِكَ؟ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے زُہد سے اِبْتِدَا کرتے ہوئے یوں عَرض کی: میرا نَفْس دنیا سے بے رَغْبَت ہو گیا ہے، اب میرے نزدیک دنیا کے پتھر اور سونا یَکْسَاں ہو گئے ہیں، گویا میں جنّت اور جہنّم کو دیکھ رہا ہوں اور عَرشِ خداوندی بھی گویا میری نِگاہوں کے سامنے ہے۔[1]

دوسری روایت

یہ رِوایت پہلی رِوایت سے بھی واضح ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد کو اس نُور کے ذریعے شَرحِ صَدْر کی عَلامَت قرار دیا جو کہ تصدیق کا نُور اور عام مومنین کا وَصْف ہے کیونکہ یہی اِسلام کی حقیقت ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (پ۸، الانعام: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے **اللہ** راہ دِکھانا چاہے اس کا سینہ اِسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ بارگاہِ رِسَالَت میں عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مَا هٰذَا الشَّرْحُ؟ یہ شَرحِ صَدْر کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: نُور جب دِل میں داخِل ہوتا ہے تو شَرحِ صَدْر حاصِل ہوتا ہے اور سینہ کُشادہ ہو جاتا ہے۔ عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! هَلْ لِذٰلِكَ مِنْ عَلَامَةٍ؟ اس کی کوئی عَلامَت بھی ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ہاں ہے! ❀ دارِ غُرور (یعنی دنیا) سے دُور رہنا ❀ دارِ خُلُود (یعنی آخِرت) کی طرف مُتوجّہ رہنا اور ❀ موت سے قبل اس کی تیاری کرنا۔[2]

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب الھرب من الخطایا والذنوب، ص ۱۰۶، حدیث: ۳۱۴، بتغیر
نوادر الاصول، الاصل الحادی والعشرون، ۱/۸۸، بتغیر

[2] ......الزھد لوکیع، باب الاستعداد للموت، ص ۲۳۸، حدیث: ۱۵، بتغیر قلیل
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۲۳، حدیث: ۱۳۱، بتغیر قلیل

تیسری روایت

مذکورہ دونوں روایات سے زیادہ واضح رِوایَت وہ ہے جس میں سرورِ کائنات، فَخرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کو دنیا میں زُہد اِختیار کرنا قرار دیا۔ چنانچہ،

مَروِی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح حَیا کرو جیسا کہ حَیا کا حَق ہے۔ صحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرض کی: ہم تو حَیا کرتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: تم ایسے گھر بناتے ہو جس میں رہتے نہیں اور ایسی اشیا جَمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں۔[1]

اسی مفہوم کی ایک رِوایَت میں اس وَفد کے کامِل اِیمان کا تذکرہ مَوجُود ہے، جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دَرْیافت فرمایا: تم کون ہو؟ عَرض کی: ہم مومن ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: تمہارے اِیمان کی علامَت کیا ہے؟ توانہوں نے عَرض کی کہ وہ مصیبت پر صَبر کرتے ہیں، فراخی پر شُکر کرتے ہیں،[2] قضائے باری تعالیٰ پر راضی رہتے ہیں اور جب ان کے دشمنوں پر کوئی مصیبت نازِل ہوتی ہے تو اس پر خوش نہیں ہوتے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر تم ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہیں اسے جَمع نہ کرو، جن گھروں میں رہنا نہیں انہیں تعمیر نہ کرو اور جن باتوں کو چھوڑ چکے ہو ان کے حُصُول میں کسی سے مُقابَلَہ نہ کرو۔

چوتھی روایت

مذکورہ تینوں روایات سے اَہَم یہ چوتھی رِوایَت ہے، اس میں مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد کو توحید کے اِخلاص کی شَرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں خُطبہ میں اِرشَاد فرمایا: جس نے کَلِمۂ توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور پھر اس کے ساتھ کسی اور شے کو نہ ملایا تو اس کے لیے جنّت واجِب ہو گئی۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۲۴، ۴/۲۰۷، حدیث: ۲۴۶۶، بتغیر
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۰۴، حدیث: ۵، مختصراً
حلیة الاولیاء، الحکم بن عمیر، ۱/۴۳۹، حدیث: ۱۲۵۳، بتغیر

[2] ......الزھد الکبیر، باب الورع التقوی، حدیث: ۹۷۰، ص ۳۵۳، بتقدم وتاخر

کھڑے ہو کر عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! توحید کے ساتھ کیا چیز نہ مِلائی جائے، اس کی وَضاحَت فرما دیجئے۔ اِرشَاد فرمایا: دنیا کی مَحبَّت، اس کی طَلَب اور اس کی پیروی اس سے مُراد ہے۔ بعض لوگوں کی باتیں نبیوں جیسی مگر عَمَل جابر لوگوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا جو کَلِمۂ توحید لے کر بارگاہِ خداوندی میں اس حال میں حاضِر ہوا کہ مذکورہ باتوں میں سے کوئی بھی اس میں شامل نہ ہو تو جنّت اس کے لیے واجِب ہے۔[1]

شیرِ خدا سے مروی دو۲ روایتیں

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم زُہد کو صَبر کا ایک مَقام قرار دیتے اور صَبر کو اِیمان کا ایک سُتُون سمجھتے۔ چنانچہ،

پہلی روایت

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی دو۲ روایتوں میں سے ایک طویل رِوایَت میں اِیمان کی بنیادوں کے مُتَعَلِّق مَروِی ہے: اِیمان کے چار سُتُون ہیں: ﴿1﴾ صَبر ﴿2﴾ یقین ﴿3﴾ عَدل ﴿4﴾ جِہاد۔ پھر اِرشَاد فرمایا: صَبر کے بھی چار شعبے ہیں: ﴿1﴾ شوق ﴿2﴾ ڈر ﴿3﴾ زُہد ﴿4﴾ اِنتِظار۔ لہٰذا جسے جنّت کا شوق ہو وہ شہوتوں کو بھول جاتا ہے، جسے جہنّم کا ڈر ہو وہ حَرام چیزوں سے دُور رہتا ہے، جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا اس پر مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں اور جسے موت کا اِنتِظار ہو وہ نیکیوں میں جَلدی کرتا ہے۔[2]

دوسری روایت

ایک رِوایَت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صَبر کو اِیمان کا سُتُون قرار دیا کہ جس کے گرنے سے اِیمان

---

[1] ......الکامل لابن عدی، الرقم: ۱۷۵۵: محمد بن عبد الرحمن بن غزوان، ۵۴۹/۷، بتغیر قلیل
نوادر الاصول، الاصل السادس، ۴۴/۱، حدیث: ۲۶، عن زید بن ارقم، مختصراً
شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۳۳۸/۷، حدیث: ۱۰۴۹۹، عن عبد اللہ بن عمر، مختصراً

[2] ......شعب الایمان، باب القول فی زیادۃ الایمان... الخ، ۷۰/۱، حدیث: ۳۹، مختصراً
شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ، باب... ان الایمان لفظ باللسان... الخ، ۷۴۱/۱، حدیث: ۱۵۷۰
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، ۲۳/۴، حدیث: ۹، مختصراً

کی عِمارت گر جاتی ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرماتے ہیں: صَبْر کا اِیمان سے وُہی تعلّق ہے جو سَر کا باقی جِسْم سے ہے۔ یعنی اس شخص کے جِسْم کی کوئی حَیثیَّت نہیں جس کا سَر نہ ہو اور اس شخص کے اِیمان کی کوئی وَقعَت نہیں جس کے پاس صَبْر نہ ہو۔ [1]

سخاوت اور زہد

ایک مَقْطُوع [2] رِوایَت میں ہے کہ سَخَاوَت یقین سے ہے اور اَہْلِ یقین جہنّم میں داخِل نہ ہوں گے جبکہ بُخْل شک سے ہے اور جس نے شک کیا وہ جنّت میں داخِل نہ ہو گا۔ [3]

یہ حدیثِ پاک گویا اس مُجْمَل رِوایَت کی تفسیر ہے جس میں اِرشَاد ہوتا ہے: سخی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے، لوگوں کے اور جنّت کے قریب اور جہنّم سے دُور ہوتا ہے۔ جبکہ بخیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے، لوگوں سے اور جنّت سے دُور اور جہنّم کے قریب ہوتا ہے۔ [4]

اَلْغَرَض اس حدیثِ پاک میں یہ وَضاحَت کر دی گئی ہے کہ سخی شخص کن معنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور جنّت کے قریب اور جہنّم سے دُور ہے، کیونکہ سَخَاوَت کا تعلّق یقین سے ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ بخیل کن معنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور جنّت سے دُور اور جہنّم کے قریب ہے۔ کیونکہ بُخْل کا تعلّق شک سے ہے۔

سَخَاوَت زُہْد کا وَصْف ہے اور زاہِد سخی ہوتا ہے جبکہ بُخْل دنیا چاہنے والے کا وَصْف ہے اور حریص شخص بخیل ہوتا ہے۔ چنانچہ بخیل زاہِد نہیں ہو سکتا کیونکہ زُہْد اشیا کو خود سے دُور کرنے کی اور بُخْل انہیں پاس رکھنے کی دَعْوَت دیتا ہے۔ لہٰذا سَخَاوَت ہی زُہْد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بُخْل کی مَذمَّت بیان کی گئی ہے کیونکہ اس سے مُراد دنیا میں رَغْبَت رکھنا ہے۔ حِرْص بُخْل کی عَلامَت ہے کیونکہ یہ رَغْبَت رکھنے کی دلیل ہے اور قَناعَت سَخَاوَت کی عَلامَت ہے کیونکہ یہ زُہْد کا دروازہ ہے۔

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، ۴/۲۳، حدیث: ۸، بتغیر قلیل

[2] ......مَقْطُوع رِوایَت سے مُراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی یا اس سے نچلے طبقے (تبع تابعی وغیرہ) سے مَرْوِی ہو۔
(تیسیر مصطلح الحدیث، الباب الأول: الخبر، الفصل الثالث، المبحث الأول، المقطوع، ص ۱۶۷)

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الثامن عشر والمائۃ، ۱/۴۷۷، حدیث: ۶۸۵، بتقدم وتاخر

[4] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السخآء، ۳/۳۸۷، حدیث: ۱۹۶۸، عن ابی ھریرۃ، بتقدم وتاخر

سخاوت کی ۲ دو صورتیں

مَنْقُول ہے کہ نَفْس کی اپنے قبضے میں مَوجُود اَشیامیں سَخَاوَت مال خَرْچ کرنے کی سَخَاوَت سے اَفضل ہے۔ یہ دونوں قِسْم کی سَخَاوَت (یعنی نَفْس کی مَمْلُوکہ اشیامیں سَخَاوَت اور مال خَرْچ کرنے کی سَخَاوَت) اگرچہ نام کے اِعْتِبار سے تو ایک جیسی ہیں مگر ان کا حُکْم الگ الگ ہے۔ پس جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کی خاطِر اپنی مَمْلُوکہ شے میں سَخَاوَت کا مُظاہَرہ کیا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا چاہنے والا زاہِد ہے اور اس کا اَجْر و ثواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِمّۂ کَرَم پر ہے مگر جس نے لوگوں کی رَضا کے لئے مال خَرْچ کیا وہ بھی سَخَاوَت کے وَصْف سے مُتَّصِف ہونے کی وجہ سے زاہِد تو شُمار ہو گا مگر اس کی یہ سَخَاوَت اس کے نَفْس اور اس کی خواہش کی تسکین کے لیے ہے، جس کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کوئی اَجْر نہ پائے گا کیونکہ یہ عَمَل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے حُصُول کے لیے نہ تھا، چنانچہ اس کا اَجْر باطِل ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے نَفْس کے لیے یہ عَمَل سَر اَنْجام دیا تھا اور دنیا میں ہی اسے لوگوں سے اپنے شُکْر و ذِکْر کے چرچے حاصِل ہو گئے۔

دونوں قسموں میں فرق کی وضاحت

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مُبارَک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّازِق فرماتے ہیں کہ میرے خَیال میں جَوَانْمَرْدِی اور قرأت کے درمیان ایک بات کا بھی فَرْق نہیں کیونکہ قرأت نے جس شے سے مَنْع کیا تو جَوَانْمَرْدِی نے بھی اسے بُرا سمجھا۔ مگر دونوں اس بات میں الگ الگ ہیں کہ قرأت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوشی جبکہ جَوَانْمَرْدِی میں لوگوں کی خوشی مَقْصُود ہوتی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابن مُبارَک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّازِق کے اُستاذ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جو اَچھّا جَوَانْمَرْد نہیں وہ اَچھّا قارِی نہیں ہو سکتا یعنی جو جَوَانْمَرْدِی کے اَحکام سے بخوبی آگاہ نہیں کہ ان پر عَمَل کر کے حقیقت میں ایک جَوَانْمَرْد بن سکے وہ قارِی کے اَوصاف سے بھی مُزَیَّن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اسے قارِی کہا جا سکے۔

نفس سے مُجاہدہ

بَسا اَوقات بندے کو زُہْد اِخْتِیار کرنے کے لیے نَفْس سے مُجاہَدہ کرنا پڑتا ہے جس طرح کہ نفسانی خواہش

کی مُخالَفت کے لیے اسے نَفْس سے مُجاہَدہ کرنا پڑتا ہے اسی طرح حَق بات پر صَبْر کرنے کے لیے بھی بعض اَوقات نَفْس سے مُجاہَدے کی ضَرورت ہوتی ہے تاکہ نَفْس کی ناپسندیدگی کے باوُجُود اس کی مَرغُوب و مَحبُوب شے کو اس سے دُور کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسے شخص کے لیے زُہد میں ایک خاص مَقام ہے، یہ شخص نیکی کی توفیق پاتا ہے اور نیکیاں کرنے کے سَبَب مَدح و تعریف کا مُسْتَحِق ٹھہرتا ہے۔

مُتَزَہِّد سے مُراد

مُتَزَہِّد (بتکلّف زاہِد بننے والا شخص) حقیقت میں زاہِد نہیں ہوتا اور اس سے مُراد وہ شخص ہے جس نے بظاہِر زُہد کا لِبادہ اَوڑھ رکھا ہو اور وہ ہر شے میں اَسبابِ زُہد اِختیار کرے یعنی خَستہ حالی اور قِلَّت و کمی کو اِختیار کرے۔ یہ شخص خود کو صابِر ظاہِر کرنے والے شخص جیسا ہے جو صَبْر کی حقیقت سے جَہالَت کے باعِث خود کو صابِر سمجھ کر نَفْس کو حُصُولِ عِلْم کا پابند بنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اسے صَبْر میں کوئی مَقام حاصِل ہو۔

خالِص زُہد

خالِص زُہد یہ ہے کہ بندہ موت کا اِنتظار کرے اور اپنی اُمّیدوں کو کم کر دے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں مال جَمْع نہیں کیا جاتا بلکہ خُوب نیکیاں کی جاتی ہیں۔

زُہد و زاہِد کے مُتَعَلِّق بُزُرگانِ دِین کے اَقْوال

سَیِّدُنا ابن عیینہ کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا ابن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ زاہِد کی تعریف یہ ہے کہ وہ فَراخی کے وَقْت شُکْر کرے اور تنگ دستی کے وَقْت صَبْر کرے۔

سَیِّدُنا بشر بن حارث کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں: دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد یہ ہے کہ بندہ لوگوں سے بے رَغْبَت ہو جائے۔ لہٰذا جس نے لوگوں سے بے رغبتی اِختیار کی اس نے دنیا میں زُہد کو

اِختیار کیا۔ اسی طرح کسی حکیم کا قول ہے کہ جب زاہد لوگوں کی تلاش میں رہے تو اس سے بھاگو اور جب وہ لوگوں سے بھاگے تو اسے تلاش کرو۔

سَیِّدُنا یحییٰ بن معاذ کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ سے عَرض کی گئی: بندہ زاہد کب بنتا ہے؟ اِرشاد فرمایا: جب تَرکِ دنیا میں اس کی حِرص طالبِ دنیا کی حِرص کے برابر ہو جائے تو بندہ زاہِد بن جاتا ہے۔

سَیِّدُنا قاسم جوعی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا قاسم جُوعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: دنیا میں **زُہد اِختیار کرنے سے مُراد پیٹ میں زُہد اِختیار کرنا ہے یعنی آپ جس قَدْر اپنے پیٹ پر قادِر ہوں گے اسی قَدْر زُہد پر قادِر ہوں گے۔** گویا ان کے نزدیک دنیا شِکَم سیری اور شہوات کی تکمیل کا نام ہے۔

سَیِّدُنا فضیل بن عیاض کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: **زُہد قَناعت کا نام ہے۔** گویا ان کے نزدیک دنیا حِرص اور لالچ کا نام ہے۔

سَیِّدُنا سفیان ثوری کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: **زُہد کم اُمّیدی کا نام ہے۔** گویا ان کے نزدیک دنیا لمبی اُمّیدوں کا نام ہے۔

سَیِّدُنا سلیمان دارانی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: **دنیا ہر اس شے کا نام ہے جو تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافِل کر دے۔** گویا انکے نزدیک زُہد سے مُراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کی عِبادَت) کے لیے ہر شے سے منہ موڑنا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: **زاہِد وہ ہے جس نے دنیا سے منہ موڑا اور عِبادَت و مُجاہدے میں مَصروف رہا۔** لیکن جس نے دنیا تو تَرک کی مگر بے کار کاموں میں مگن رہا گویا اس نے اپنے نَفْس کے لیے راحَت و سُکُون کو اِختیار کیا۔

نُحُوست کا باعث چیزیں

حضرت سَیِّدُنا داود طائی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اَہل و عَیال یا مال میں سے ہر وہ چیز جو آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر دے وہ آپ کے لیے نُحُوست کا باعث ہے۔

دنیا کی طرف مائل کرنے والی چیزیں

حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں جس نے شادی کی یا حدیث لکھی یا طَلَبِ مَعاش میں مَصروف ہوا وہ دنیا کی طرف مائل ہوا۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی:

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: مگر وہ جو **اللہ** کے حُضور حاضِر ہوا سَلامَت دِل لے کر۔ (پ ۱۹، الشعراء: ۸۹)

پھر اس کی تفسیر میں اِرشاد فرمایا کہ یہاں وہ دِل مُراد ہے جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عِلاوہ کوئی نہ ہو۔ نیز اِرشاد فرمایا: اَسلاف نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا تاکہ ان کے دِل اُمورِ آخِرت میں ہی مَصروف رہیں۔

سَیِّدُنا اُوَیس قرنی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قرنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الغَنِی فرماتے ہیں: جب بندہ کسی (دُنیاوِی) شے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کا زُہد رُخصت ہو جاتا ہے۔

حقیقی زہد کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد واپسی نہیں

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے اِمام اور شیخ کے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن **عبد اللہ** تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: زُہد کا آغاز تَوَکُّل اور اس کا وَسْط اِظْہارِ قُدْرَت ہے۔ مزید فرماتے ہیں: بندہ حقیقی زُہد کے اُس مَرْتَبے پر مُشاہَدۂ قُدْرَت کے بعد ہی فائز ہوتا ہے کہ جس پر فائز ہونے کے بعد واپسی نہیں ہوتی۔ کیونکہ میرے نزدیک (اس مَرْتَبے پر) قُدْرَت کی اِبتِدا یہ ہے کہ زُہد اِختیار کرنے والا قادِر عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے جو کچھ سُنے اس کا مُشاہَدہ بھی کرے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗؕ (پ۱۳، الرعد: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا (زیور) یا اور اَسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔

آیتِ مُبارکہ کی پہلی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارکہ میں حِلْیَةٍ سے مُراد سونا چاندی ہے جو اَشیا کے لیے قیمت کی حَیثیّت رکھتے ہیں، ان دونوں نے نُفُوس پر قبضہ کر رکھا ہے اور لوگوں کی گردنیں ان کے سامنے خَم (جھکی ہوئی) ہیں، جبکہ مَتَاعٍ سے مُراد سونے چاندی کے عِلاوہ زمین کی باقی مَعدِنیات ہیں۔ لہٰذا بندہ جب سونے کو اپنی نِگاہوں کا مَرکز بنالیتا ہے تو ہَلاکت اس کا مُقدّر بن جاتی ہے کیونکہ سونا دنیا کا سَبَب ہے، اس کی وجہ سے مشرکین نے شِرک کیا، اسی کی وجہ سے دنیا کی دَلدَل میں دھنسے ہوئے لوگ مزید دھنستے گئے اور دل میں اس کی حَلاوت کی وجہ سے اَنْہونی بھی ہَونی ہوگئی۔ مگر جب بندہ سونے چاندی کے جَوہَر کو پانی کی سَطح پر تیرنے والی ایسی جھاگ سمجھنے لگتا ہے جس کا کوئی نَفْع ہے نہ کوئی فائدہ و قیمت، تو اس کا اس طرح سونے چاندی سے بے رغبتی اِختیار کرنا اس کے زُہد کی سچّائی پر دَلالت کرتا ہے، اب اس کا زُہد ایک مُشاہَدہ ہے نہ کہ مَحْض خَبَر۔ اس کا شُمار ان سچّے مومنین میں ہونے لگتا ہے جن کے اَوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں کچھ یوں بیان فرمائے ہیں:

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا (پ۹، الانفال: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ یاد کیا جائے انکے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اسکی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقّی پائے۔

مَعلُوم ہوا زُہد اِیمان میں اِضافہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَۚۖ(۲) (پ۹، الانفال: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب ہی پر بھروسا کریں۔

مَعلُوم ہوا کہ زُہد تَوَکُّل میں داخِل ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا(۹) وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ (پ۲۹، المزمل: ۹، ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کافِروں کی باتوں پر صَبر فرماؤ۔

توکُّل بندے کو صَبْر پر قائم رکھتا ہے اور گویا ایسا شخص کلامِ باری تعالیٰ کو سنتا ہے اور اسے سمجھتا بھی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے باغات اور چشموں کی اَمْن والی جگہ پر پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو یقین کی حقیقت کے ساتھ قرآنِ کریم کی تِلاوَت کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اِیمان کے وَصْف سے مُتَّصِف قرار دیتے ہوئے یوں اِرشَاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖؕ (پ ۱، البقرة: ۱۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: جنہیں ہم نے کِتاب دی ہے وہ جیسی چاہئے اس کی تِلاوَت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

آیتِ مُبارکہ کی دوسری تفسیر

پیچھے گذری آیتِ مُبارَکہ میں بیان کردہ ﴿ زَبَدٌ ﴾ یعنی جھاگ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بطورِ تشبیہ ذِکْر کیا ہے تاکہ حَق و باطِل کی پانی و جھاگ سے مِثال بیان ہو سکے۔ جیسا کہ اسی آیت کے اگلے حصے میں اِرشَاد فرمایا:

كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءًۚ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِؕ (پ ۱۳، الرعد: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ بتاتا ہے کہ حق اور باطِل کی یہی مِثال ہے تو جھاگ تو پھک کر دُور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے۔

مُراد یہ ہے کہ حَق نَفْع دینے اور باقی رہنے میں پانی کی مِثْل ہے جبکہ باطِل خَتْم ہونے اور نَفْع کی کمی میں جھاگ کی مِثْل ہے۔ نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سونے کو اس کی حقیقت خَتْم ہو جانے کی وجہ سے جھاگ سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ صِرف مُماثَلَت میں ہے مَجازی نہیں جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ﴿ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ﴾ اور یہ مُماثَلَت بھی کافی گہری ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اِرشَاد فرمایا:

كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَؕ(۱۷) لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔؕ (پ ۱۳، الرعد: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ یوں ہی مِثالیں بیان فرماتا ہے جن لوگوں نے اپنے رب کا حُکْم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے۔

یہاں ﴿ اَلْحُسْنٰى ﴾ سے مُراد جنّت اور ہمیشہ کی زِندَگی ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد ہوتا ہے:

لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوۡءِ ۚ ترجمۂ کنز الایمان: جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کا بُرا حال ہے۔ (پ ۱۴، النحل: ۶۰)

یعنی وہ دُنیاوی زِندَگی اور اس کی زیب وزِینَت چاہنے والے ہیں، وہ دنیا پر مطمئن وراضی ہیں۔

لَيۡسَ لَهُمۡ فِي الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ ترجمۂ کنز الایمان: جن کے لیے آخِرت میں کچھ نہیں مگر آگ۔ (پ ۱۲، ھود: ۱۶)

پاک ہے وہ ذات

- پاک ہے وہ ذات جس کی قوّتِ بَصارت کا حُکم نِگاہوں پر نافِذ ہے۔
- پاک ہے وہ ذات جو دِن اور رات کو بدَلنے والی ہے۔
- پاک ہے وہ ذات جس کے ہاں ہر شے ایک مَخصُوص اَندازے کے مُطابِق ہے۔
- پاک ہے وہ ذات جو ہر اُس شے کو دیکھ سکتی ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ وہ ہر اُس شے پر قادِر ہے جس پر ہم قادِر نہیں۔
- پاک ہے وہ ذات جس نے اَہْلِ مُشاہَدہ کو مُشاہَدۂ ذات کے مَعانی سے خاص فرمایا۔
- پاک ہے وہ ذات جس نے خاص بندوں کو اپنے عِلْم سے کچھ عَطا فرمایا اور جو عَطا فرمانا چاہا اس سے انہیں آگاہ بھی فرمادیا۔

گویا ان لوگوں کے نزدیک سونا چاندی پانی پر مَوجُود اس جھاگ کی طرح ہیں جنہیں ہَوائیں اِدھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں پہاڑوں سے نکلنے والی مَعدِنیات ہیں مگر ان لوگوں کے نزدیک پہاڑ ٹھہری ہوئی اور پُر سُکون موجیں ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

تَحۡسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِيۡۤ اَتۡقَنَ كُلَّ شَيۡءٍ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: (تو) پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادَل کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حِکمت سے بنائی ہر چیز۔ (پ ۲۰، النمل: ۸۸)

اہلِ آخرت کا مُشاہدہ

ان کے نزدیک زمین گویا ایک غُبار اُڑانے والا سمندر ہے جس میں موجیں اُٹھ رہی ہیں جن کے درمیان شہر اور چٹیل میدان ظاہِر ہیں کیونکہ کہیں یہ موجیں ہَموار ہیں تو کہیں بُلندی وپَستی کا شِکار۔ مخلوق بڑے بڑے جتھوں کی شکل میں تیر رہی ہے، بعض رینگ رہی ہے، ان میں ہر شے اپنی مِقدار کے لِحاظ سے مَوزُوں ہے، جیسا کہ رات میں دن مِل جاتا ہے اور سیلابی پانی کے ریلے پر جھاگ پیدا ہوتا ہے، یہ سب اس کی حِکمت، مخفی قُدرت اور لطیف و دقیق صَنعَت کے ظُہور کی وجہ سے ہے تا کہ اس کا شُکر بجالانے کی بَرَکت سے اس کی نِعمت کا مُشاہَدہ حاصِل ہو۔ جیسا کہ فرامینِ باری تعالیٰ ہیں:

﴿1﴾ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ (پ۲۹، الملک:۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: (جس نے) تمہارے لیے زمین رام (تابع) کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

﴿2﴾ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ہر بُلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔

﴿3﴾ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ (پ۱۳، یوسف:۱۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے۔

پس بکھری ہوئی چیزیں جمع ہو گئیں اور چھٹی ہوئی جگہیں مِل گئیں، ہر قِسم کا فَرق خَتم ہو گیا اور قوّتِ گویائی حاصِل ہوئی اور اِرشاد ہوا:

وَ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ (پ۱۲، ھود:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کا عَرش پانی پر تھا کہ تمہیں آزمائے۔

یہ اَہلِ آخِرت کا مُشاہَدہ ہے جو ان کے دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے اَعلیٰ ہے۔ جمع شُدہ اَشیا بکھر گئیں اور بند چیزوں میں دَراڑیں پڑ گئیں، پانی سے ہر زِندہ شے کا ظُہور ہوا، فَضا وَسیع ہو گئی، حِجاب بھی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے، تفصیل پائی جانے لگی اور گمان کے مُطابِق حاصِل ہو جانے کا فیصلہ ہو گیا۔

اہلِ دنیا کا مشاہدہ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَاؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّؕ (پ۱۷، الانبیآء: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔

یہ اَہلِ دنیا کا مُشاہدہ ہے جو ان پر بہُت بھاری ہے کیونکہ وہ غفلت سے اَچانک بیدار ہوں گے۔

عام لوگوں کا مشاہدہ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ﴿۱۹﴾ (پ۲۶، ق: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

﴿2﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾ (پ۲۶، ق: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

﴿3﴾ وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًاۙ ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًاۙ ﴿۳﴾ (پ۳۰، النّٰزعٰت: ۱ تا ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں (چلیں)۔

یہ عام لوگوں کا مُشاہدہ ہے جو وہ موت کے وَقْت کریں گے تو اپنی کوتاہیوں پر ان کی حَسْرَت حد سے زیادہ ہو گی۔

خواص کا مشاہدہ

خواص اپنے حِصّے کے مُشاہدے سے فارِغ ہو چکے ہیں، ان کی نِگاہوں کا مَرْکَز آنے والی نعمتیں ہیں، انہوں

نے بندوں سے منہ موڑ کر ذاتِ حق کے مُشاہدہ سے اپنا تعلّق جوڑ رکھا ہے، انہیں ظاہری، باطنی، لطیف، پوشیدہ، مَعْرُوف ومُنْکَر طریقے سے ذاتِ باری تعالیٰ کا مُشاہدہ کروانے کا تَصرّف بھی حاصِل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

اَلْغَرَض اللہ عَزَّوَجَلَّ جس پر غالب ہو وہ ظاہر نہیں ہوتا اور جس شے کو اپنے بندوں پر مُسَلَّط کردے وہ غالب آجاتی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کتنی ہی سچّی بات کسی شاعِر نے کہی ہے:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطِل ہے۔[1]

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ (پ۲۳، ص: ۸۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں۔

نیز اِرشاد فرمایا:

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: (اللہ ہے) جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا عِلْم ہر چیز کو مُحیط ہے۔

تم کافر ہو جاؤ یا مجھے کافر کہنے لگو

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگر میں اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر بیان کر دوں تو تم لوگ کُفر میں مبتلا ہو جاؤ۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ اِرشاد فرمایا: تم اس کا اِنکار کر دو گے اور اپنے اس

[1] ......مسلم، کتاب الشعر، ص۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

اِنکار کے سَبَب کافِر ہو جاؤ گے۔[1] ایک رِوایت میں یہ اَلفاظ ہیں: اگر میں سورۂ نسآء کی ایک آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر بیان کروں تو تم مجھے پتھروں سے مارنے لگو۔ یعنی تم مجھے کافِر قرار دیدو۔ کیونکہ ان کے نزدیک صِرف کسی کافِر و مُرتَد کو ہی قَتْل کرنا جائز تھا۔

ہر شے کے نام میں اسمائے حسنیٰ کی برکت

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ ؕ ﴾ (پ۲۵، الجاثیۃ:۱۳) کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ ہر شے کے نام میں (کم از کم) ایک حَرْف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَسْمائے حسنیٰ میں سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر شے کے نام میں اس کے اَسمائے حسنیٰ کی بَرَکت شامِل ہے۔ لہٰذا اے بندے! تو اس کے اَسْماو صِفات اور اَفْعَال کے درمیان زِنْدَگی بَسَر کر رہا ہے، اسی کی قُدْرَت سے بولتا ہے اور اسی کی حِکْمَت سے تیرا ظُہُور عَمَل میں آیا ہے۔[2]

جب ظاہِر مخفی اور مخفی ظاہِر ہوتا ہے

جب بندے پر ظاہِر مَخْفِی اور مَخْفِی ظاہِر ہوتا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کا مُشاہَدہ کرنے والا بن جاتا ہے کہ اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطِل ہے۔[3] اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آفاق میں اپنی نِشانیاں دِکھاتا ہے تو حَق اس پر خُوب واضِح ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ

ترجمۂ کنز الایمان: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر

---

[1] ......تفسیر طبری، سورۃ الطلاق، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۲/ ۱۴۵، حدیث: ۳۴۳۴۲، بتغیر

[2] ......اس کے بعد صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی نے یہ حدیث پاک "یقین سے بڑھ کر معزّز کوئی شے آسمان سے نازِل نہیں ہوئی۔" نقل فرما کر اس کی شَرْح میں حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن عبد اللہ تُسْتَری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی کا جو قول نقل فرمایا ہے وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ چنانچہ یہاں اس کا ترجمہ دینے کے بجائے اس کی اَصْل عِبارت اہلِ ذَوق کے لیے کِتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

[3] ......مسلم، کتاب الشعر، ص۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾ (پ ۲۵، حم السجدة: ۵۳، ۵۴)

کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔

دنیا دیکھنے کی دعا

ایک شخص نے یہ دُعا کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا کو اسی طرح دِکھا جیسا کہ تو اسے دیکھتا ہے۔ تو سَرْوَرِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اِرشَاد فرمایا: ایسا مَت کہو! کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس طرح دنیا کو نہیں دیکھتا جس طرح تم دیکھتے ہو۔ بلکہ یہ عَرض کرو: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دنیا کو اس طرح دِکھا جس طرح تیرے نیک بندے اسے دیکھتے ہیں۔ [1]

یہی اللہ والوں کا مُشاہدہ ہے جس میں پہلا (یعنی زاہدین کا) مُشاہدہ غائب ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلا مُشاہدہ اَہْلِ دنیا کے مُشاہدے کو غائب کر دیتا ہے۔ اس مَقام کا اِنْکِشاف اور اس مُشاہدے کا اِظْہار صِرف اس مُشاہدہ کرنے والے کے لیے جائز ہے جو صِدِّیقین میں خاص مَقام کا حامل ہو۔

کسی حکیم کا قول ہے:

لَقَدْ عَزَّتْ مَعَانِیْهِ فَغَابَتْ عَنِ الْاَبْصَارِ اِلَّا لِلشَّهِیْدِ

یعنی اس کے مَعانی بہت بُلند و بالا تر ہیں جو مُشاہدہ کرنے والے کے سوا تمام نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔

رازِ رَبُوبیت کو ظاہر کرنا

یہاں وہ اَہْلِ مُشاہدہ مُراد ہیں جو قرآنِ کریم کے مَعانی و مَفاہیم سے آگاہ اور مُشاہدے میں راز کی باتوں کو جان کر انہیں اِفشا کرنے کی ہَلاکت سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ رازِ رَبُوبِیَّت کو ظاہر کرنا گناہ اور رازوں کے راز کو ظاہر کرنا کُفر ہے۔ لہٰذا ضَرورت اس بات کی ہے کہ زاہِد کی نِگاہیں اگر ذاتِ باری تعالٰی کے مُشاہدے کی تاب کے قابل نہیں تو وہ دنیا کو جھاگ کی طرح ضَرور خَیال کرے تا کہ کم از کم اس کا شُمار اَہْلِ سَماعَت و شَہادت میں

[1] ......الدعاء لمحمد بن فضیل الضبی، ص ۱۵۹، حدیث: ۲

ہونے لگے اور وہ دِل کے یادِ الٰہی میں مگن رہنے کی وجہ سے اپنی عادات و اَوصاف بھول جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایسا شہید شُمار ہو جس کے لیے اَجر و نُور ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ؕ (پ۲۷، الحدید: ۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نُور ہے۔

اَلْغَرَض جو شخص اپنے مُشاہَدے کی گواہی نہ دے تو شہید یعنی گواہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ وہ نُور کے بغیر وَصفِ اَوَّلِیَّت کا مُشاہَدہ ہی کیسے کر سکتا ہے؟ یا وہ شخص اپنی شَہادت پر کیسے قائم رہ سکتا ہے جس نے ذاتِ باری تعالیٰ کی قَیُّومِیَّت کا مُشاہَدہ نہ کیا ہو؟ بلکہ وہ نُورِ وَحدانِیَت کے بغیر ذاتِ باری تعالیٰ کی صِفَتِ قَیُّومِیَّت کا مُشاہَدہ کیسے کر سکتا ہے؟ اگر وہ اس مَقام کے قریب نہیں تو پھر اس کی حالَت اس فرمانِ باری تعالیٰ کے مُطابِق ہو گی:

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ (پ۲۶، ق: ۳۷) ترجمۂ کنز الایمان: یا کان لگائے اور مُتوجّہ ہو۔

وہ ایسی جگہ سے سنتا ہے جو قُربَت کے اِعْتِبار سے دُور ہے۔ اس اِعْتِبار سے اس کا شُمار اَہلِ بیان و فِکر میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۹، ۲۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخِرت کے کام سوچ کر کرو۔ ﴾ مَطلَب یہ ہے کہ تم دنیا کے فَنا و زَوال پذیر ہونے اور آخِرت کے باقی و دائمی ہونے کے مُتَعَلِّق سوچتے ہو تو باقی اور دائمی آخِرت کو ترجیح دیتے ہو اور فانی و زائل ہونے والی دنیا کے مُقابَلے میں اسے مَرْغُوب جان کر اس سے بے رغبتی کا مُظاہَرہ کرتے ہو۔ کیونکہ جس کی اِنتِہا فَنا پر ہو اس کی اِنتِہا بھی اِبتِدا کی طرح ہوتی ہے اور دنیا کی تو اِبتِدا ہی نہیں۔ البتہ! جس کی اِنتِہا دائمی ہو گویا وہ ہمیشہ سے ہے اور اس کی اِبتِدا بَقا میں اِنتِہا جیسی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿ؕ۱۷﴾ (پ۳۰، الاعلی: ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور آخِرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

آخرت کے دو۲ اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں آخِرت کو اس کے باقی رہنے کی وجہ سے اپنی دو۲ صِفات سے مُتَّصِف فرمایا ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۷۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔

ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (پ۱۴، النحل: ۹۶)

اس آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی نِسبَت ہماری جانِب فرمائی تاکہ اس کے ذریعے ہماری بے وَقعتی خُوب واضح ہو جائے کیونکہ ہم فانی ہیں اور ہمیں اس سے بے رغبتی برتنا چاہیے۔ جبکہ آخِرَت کی نِسبَت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جانِب فرمائی تاکہ اس کی قَدر و مَنزِلَت کا اِظہار ہو کیونکہ وہ باقی رہنے والی ہے اور ہمیں اس میں رَغبَت رکھنی چاہیے۔

دل کی آنکھ سے مشاہدہ کرنا

بندہ جب اپنے دل کی آنکھ اور اِیمان کے یقین سے مُشاہدہ کرتا ہے کہ جس بات کو سن اور جان کر وہ اس کی تصدیق کر رہا ہے وہ اس طرح خَتم ہو جائے گی گویا وہ تھی ہی نہیں اور جو باقی رہے گی گویا وہ ہمیشہ سے ہے تو اس کا شُمار دَرج ذیل لوگوں کی صَف میں ہونے لگتا ہے:

- مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں غور و فِکر کرنے والوں اور مُشاہَدہ کرنے والوں میں۔
- اس پر حقیقی اِیمان لانے والوں میں۔
- اس کی تِلاوَت کا حَق ادا کرنے والوں میں۔
- آخِرَت میں حقیقی رَغبَت رکھنے والوں میں۔
- دنیا میں حقیقی زُہد اِختیار کرنے والوں میں۔
- یقین میں بَصِیرَت رکھنے والوں میں۔
- دین میں قوّت کا مُظاہرہ کرنے والوں میں۔

دینی قوّت سے دنیا کو دیکھنا

جب بندہ اپنی دینی قوّت سے (دنیا کو) دیکھتا ہے تو دنیا سے منہ موڑ کر اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی طرف چل دیتا ہے اور بطورِ زادِ راہ تقویٰ اپنے ساتھ لے لیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو تو اللہ کی طرف بھاگو۔

(پ۲۷، الذّٰریٰت: ۴۹، ۵۰)

یعنی تم واحِد و اَحَد کی یاد میں مگن رہو اور اَشکال و اَضداد سے فَرار حاصِل کر کے اس کی بارگاہ میں حاضِر ہو جاؤ۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۲﴾ (پ۲۸، الحشر: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو عبرت لو اے نِگاہ والو۔

جب وہ دیکھے گا تو عِبرت پکڑے گا اور اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگے گا جن کے مُتَعَلِّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے: خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ (پ۱۶، مریم: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: کتاب مضبوط تھام۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

یہاں ﴿ بِقُوَّةٍ ﴾ سے مُراد ایک قول کے مُطابِق کتاب پر عَمَل کرنا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس پر یقین کرنا مُراد ہے جبکہ ایک قول کے مُطابِق یہاں کوشِش و مُجاہَدہ مُراد ہے۔ بَہَر حَال اس کا شُمار ان مُحسِنِیْن میں ہونے لگتا ہے جو کِتَابُ اللہ کو مَضْبُوطی سے تھام لیتے ہیں اور نَماز قائم کرتے ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ حُضور نبیِ پاک، صاحِبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی:

اَلَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

پھر اِرشاد فرمایا: اس شخص کے لیے ہَلاکَت ہے جس نے اس آیتِ مُبارَکہ کی تِلاوَت کی مگر اس میں غور نہ کیا اور اس شخص کے لیے بھی ہَلاکَت ہے جس نے اس کی تِلاوَت کی مگر اپنی مونچھوں کے بالوں پر ہاتھ ہی پھیرتا رہا۔[1]

---

[1] ....صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب التوبة، ۲/۸، حدیث: ۶۱۹
اخلاق النبی وآدابہ، ذکر فعله فی لیلته وفی فراشه... الخ، ص۱۰۵، حدیث: ۵۲۱

نیز (آیتِ مُبارَکہ میں مذکور) زمین سے جہنّم کے طبقات اور آسمان سے جنّت کے دَرَجات مُراد ہیں اور یہی وہ عالَمِ مَلَکُوت ہے جس کا مُشاہَدہ اَہْلِ یقین کرتے ہیں اور اسے ہی مُلکِ باطِن اور مُلکِ کبیر بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں یعنی زمین و آسمان، ان سے بُلند و پَست سب کچھ بلکہ عَرش و تَحتُ الثَّریٰ (پاتال) بھی اَہْلِ فِکْر و ذِکْر اور اَہْلِ یقین پر ظاہِر ہو جاتے ہیں۔ آسمان گویا جنّت، اس کے ستارے اَوْلِیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی مَنازِل اور اس سے نیچے دیگر مخلوق آباد ہے۔ اسی طرح زمین گویا جہنّم، اس کی سَرحدیں زمین والوں کی مَنازِل اور اس سے نیچے دیگر مخلوق آباد ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ (پ ۱۳، ابراهیم: ۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: جس دِن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نِکل کھڑے ہوں گے اللہ کے سامنے۔

یہاں زمین کو جہنّم سے اور آسمانوں کو جنّت سے بدَلنا مُراد ہے۔ جبکہ سب لوگوں کے نِکل کھڑے ہونے سے مُراد یہ ہے کہ سب بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوں گے۔

زمین و آسمان یعنی جنّت و جہنّم کے مُشاہَدے کے بعد اہلِ ذِکْر و فِکْر اور اہلِ یقین پر عزّت و جَبَرُوت کا ظُہور ہوتا ہے تو اَفکار مُلک و مَلکُوت سے تَجاوُز کر جاتے ہیں۔ اس لیے کہ جب قُلُوب پر اَنوارِ یقین کی وجہ سے اُفُقِ اَعلیٰ و جَبَرُوت کا ظُہور ہوتا ہے تو اہلِ فِکْر کی بصیرت اپنے یقین کی قوّت کی مَدد سے مُشاہَدۂ جَلال و جَمال میں مَصروف ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس پر مَلَکِیَّت ومَلَکُوتِیَّت (یعنی عالَمِ ظاہِر وعالَمِ غیب) حِجاب میں نہ ہوں۔

ان دیکھی و نامعلوم چیزوں کی پہچان کا ذریعہ

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو باتیں ذِکْر کی ہیں وہ ظاہِر نہیں ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کو ان کے یقین سے بالاتر باتوں سے آگاہ نہیں فرمایا۔ البتہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کی دیکھی بھالی چیزوں کو اَن دیکھی چیزوں کے دیکھنے کا دروازہ اور مَعْلُوم چیزوں کو نامَعْلُوم چیزوں کی پہچان کا ذریعہ بنا دیا ہے، نیز قرآنِ کریم میں مَوجُود اَحکامِ خداوندی کی حِفاظَت کرنے کے سبَب انہیں عُلَمائے رَبّانِیِّین وشُہَدائے رُوحانِیِّین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے مَقام و مَرتبے پر

بھی فائز فرمایا اور وہ اس پر گواہ ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (پ۱۳، الرعد: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

البتہ! عام مؤمنین کو دنیا میں جو مُشاہدہ کی دولت نصیب ہوتی ہے وہ اس مُشاہدہ کے قریب تر ہے مگر وہ اسے عقل کے پیمانے پر پرکھتے ہیں تو اسے سزا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر کی وجہ سے ہی دنیا بندے پر کُشادہ ہوتی ہے اور اس کی نِگاہِ کَرَم کے صَدقے ہی اس سے دُور ہوتی ہے۔

دنیا کی آبادی

حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی باتوں میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وَحی فرمائی: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آدم کو دَرَخْت کھانے کی آزمائش میں کیوں مبتلا کیا؟ (پھر خود ہی جواب اِرشاد فرمایا:) تاکہ ان کی لَغزِش کو دنیا کی آبادی کا سَبَب بنادوں۔

دنیا آباد کرنے والے کون ہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعَت و فرمانبرداری دنیا کی بربادی کا سَبَب ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کیا جائے۔ جیسا کہ ایک مَشْہور رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دنیا کی مَحبَّت ہر بُرائی کی اَصْل ہے۔[1] کیونکہ یہی اس کی بُنْیاد ہے مگر یہ طاعَت عام لوگوں کے بَس میں نہیں کیونکہ ان سے تو دنیا کی آبادی چاہی گئی ہے (نہ کہ بربادی)۔ لہٰذا چند خواص لوگ ہی (اگر زُہد پر عَمَل پیرا ہو کر دنیا سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کریں تو یہی) بہتر ہیں کیونکہ ان کی تعداد کی کمی دنیا کی آبادی کے لیے نُقصان دہ نہیں۔ اس لیے کہ دنیا کی آبادی دنیا داروں سے چاہی گئی ہے (نہ کہ زاہدین سے)۔

دنیا کی خرابی

مَنْقُول ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے شَجَرِ مَمْنُوعَہ کا پھل کھایا تو

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۲۲، حدیث: ۹

قَضائے حاجَت کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں حَرَکت پیدا ہوئی۔ اس دَرَخْت کے عِلاوہ جنّت کا کوئی بھی دَرَخْت کھانے کی وجہ سے ایسا نہ ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اسے کھانے سے منْع کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جنّت میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکْم اِرشاد فرمایا کہ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے (اس بے چینی کے مُتعلّق) پوچھے۔ چنانچہ اس نے عَرض کی: آپ کیا چاہتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: میں اپنے پیٹ میں مَوجُود تکلیف دہ شے سے نَجات چاہتا ہوں۔ فرشتے کو حکْم دیا گیا کہ پوچھے: آپ کہاں قَضائے حاجَت کرنا چاہتے ہیں؟ بستروں پر، چارپائیوں پر، نہروں میں یا درختوں کے سائے تلے، کیا آپ یہاں اس کے مُناسِب کوئی جگہ پاتے ہیں؟ البتہ! (اس سے نَجات چاہتے ہیں تو) زمین پر چلے جایئے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر اپنا کَرَم فرمایا اور انہیں زمین پر اُتار دیا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کے پھلوں کو ناقِص بنایا اور ان کے اَوصاف کو بیج اور گاد سے بھر کر (ان کی اَصل کو) بدل دیا تاکہ لوگ ان سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کریں اور اس بات کی خَبَر بھی دیدی کہ یہ لذّتیں خَتْم ہو جانے والی ہیں تاکہ لوگ دائمی لذّتوں کے حُصُول میں رَغْبَت رکھیں۔

کسی عالِم کا قول ہے کہ جب بھی دنیا کی کوئی زِیْنَت مجھ پر ظاہِر ہوتی ہے تو میں اس کے باطِن کو بھی دیکھ لیتا ہوں تاکہ اس کی حقیقت جان کر اس سے منہ پھیر لوں۔ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے مُقرَّبین اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام پر خاص عِنایَت ہے۔ چنانچہ جو شخص دنیا کے اِبْتِدائی اَوصاف کا مُشاہدہ کر لیتا ہے وہ اس کے آخِر سے دھوکے میں مبتلا نہیں ہوتا اور جو اس کی باطِنی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے وہ اس کے ظاہِر سے خوش نہیں ہوتا اور جس پر اس کا اَنْجام ظاہِر کر دیا جاتا ہے اسے دنیا کی زیب وزِیْنَت نہیں بہکا سکتی۔

عُلَمائے سُوء کی مثال

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: اے عُلَمائے سُوء! تمہارے لیے ہَلاکَت ہے، تمہاری مِثال بَیْتُ الْخَلَا کی اس نالی جیسی ہے جس کا ظاہِر تو اچھّا ہو مگر باطِن بَدبُودار ہو۔

دنیا ایک جادو گرنی ہے

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: جادو کرنے والی سے بچو! [1] کیونکہ یہ یعنی

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۳۵، حدیث: ۳۹

دنیا عُلَمائے کِرام کے دِلوں پر جادو کر دیتی ہے۔ چنانچہ جس نے باطِل کے ذریعے دنیا کی حِرص کی اس نے اپنے آپ کو ہَلاکت میں ڈالا اور اگر اس کی حِرص قوِی ہو گئی اور دنیا سے اس کی مَحبَّت نے شِدّت اِختیار کر لی تو گویا اب وہ دوسروں کو بھی ہَلاکت میں مبتلا کرے گا۔ چنانچہ (قرآنِ کریم میں بندے کے اپنے آپ کو ہَلاکت میں مبتلا کرنے کے مُتعلِّق) فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۲۹﴾ (پ۵، النسآء: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

راہِ خُدا سے دوسروں کو روک کر ان کی ہَلاکت کا باعث بننے والوں کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا:

اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

سب سے بڑا قاتل

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتعلِّق مَروِی رِوایات و حِکایات میں ہے کہ ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا دورانِ سِیاحت زمین پر پڑے کچھ سونے کے پاس سے گزر ہوا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ حَوارِیوں کا ایک گروہ بھی تھا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سونے کے پاس کھڑے ہو کر اِرشاد فرمایا: یہ سب سے بڑا قاتِل ہے، اس سے بچو۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے حَوارِیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے مگر تین۳ افراد سونے کی خاطِر وہیں رُک گئے۔ دو۲ وہیں رُکے رہے اور تیسرے کو اُنہوں نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدنے کے لیے قریبی شہر بھیجا۔ (جب وہ تیسرا گیا) تو شیطان نے پیچھے رہ جانے والے دونوں ساتھیوں کے دِل میں وسوسہ ڈالا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ سونا تین۳ برابر حصّوں میں تقسیم ہو؟ اس تیسرے کو

قتل کر دو تو یہ صِرف ۲ حصّوں میں ہی تقسیم ہو گا۔ چنانچہ ان دونوں کا اس بات پر اِتّفاق ہو گیا کہ جب وہ تیسرا شخص واپس آئے گا تو دونوں مِل کر اسے قتل کر ڈالیں گے۔ اُدھر شیطان تیسرے شخص کے پاس گیا اور اس کے دِل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ کُل مال کا تیسرا حصّہ لے، اگر ان دونوں کو قتل کر دے تو سارا مال تیرا ہو گا۔ چنانچہ اس نے زَہر خرید کر اسے کھانے میں ڈال دیا۔ جب وہ ان دونوں کے پاس واپس آیا تو انہوں نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، اس کے بعد بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تو وہ دونوں بھی فوراً مَر گئے۔ جب حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا واپسی میں اِدھر سے گزر ہوا تو آپ نے سونے کے اِرد گرد ان سب کو مُردہ پایا جبکہ سونا اسی طرح وہاں مَوجُود تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھیوں کو اس پر بڑا تعجُّب ہوا اور انہوں نے آپ سے ان کا ماجرا پوچھا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں سارا قصّہ بتا دیا۔

عوام اور بادشاہ کون؟

حضرت سَیِّدُنا ابن مُبارَک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عَرض کی گئی: عوام کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام۔ عَرض کی گئی: بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا: زاہِدین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن۔

دل و زبان سے حکمت کی باتوں کا ظہور

حضرت سَیِّدُنا ابن مُسَیِّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کرتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے دل میں حِکمت ڈال کر اس کی زبان سے حِکمت کی باتیں جاری فرما دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کو دنیا کی ہر بیماری اور اس کی دوا دِکھا کر اسے سَلامَتی کے ساتھ دارُ السَّلام (یعنی جنّت) کی طرف لے جاتا ہے۔[1]

دنیا کس کا گھر ہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی الزهد وقصر الامل، ۷/۳۴۶، حدیث: ۱۰۵۳۲، بتغیر قلیل

کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اسے وُہی جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہیں۔ [1]

حلال اشیا میں صحابہ کا بے رغبتی برتنا

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں نے 70 بدری صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی زِیارَت کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم! وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَلال کردہ اَشیا میں اس قَدْر بے رغبتی کا مُظاہرہ کرتے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ چیزوں میں نہیں کرتے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ وہ آزمائش و سختی پر اس قدْر خوش ہوتے کہ تم تنگی و کُشادَگی پر ایسی فَرْحَت محسوس نہیں کرتے۔ اگر تم انہیں دیکھتے تو کہتے کہ یہ دِیوانے ہیں اور اگر وہ تمہیں دیکھتے تو تمہارے نیک لوگوں کو دیکھ کر فرماتے کہ ان کا کوئی حصّہ نہیں اور بُرے لوگوں کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ روزِ قِیامَت پر اِیمان نہیں رکھتے۔ ان میں سے کسی کی خِدْمَت میں حَلال مال پیش کیا جاتا تو وہ قبول نہ کرتا بلکہ اِرشَاد فرماتا: مجھے ڈر ہے کہیں یہ میرے دل کو خراب نہ کر دے۔

جس کے پاس دل ہو

جس کے پاس دِل ہو وہ اسے خَراب ہونے سے بچاتا ہے، اس کے بدَلنے سے ڈرتا ہے اور اسے دُرُست رکھنے والے کام کرتا ہے اور جس کے پاس دِل ہی نہ ہو وہ خواہشات کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ بعض اَوقات اَوندھے منہ گرتا ہے تو دنیا و آخِرَت کا خَسارہ اُٹھاتا ہے یا اس کا شُمار دنیا پر راضی رہنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِشانیوں سے غَفْلَت بَرتنے والے لوگوں میں ہونے لگتا ہے۔ یوں وہ محرومی پر راضی ہوتا ہے اور بے مِثْل و اَعلیٰ شے پر اسے ترجیح دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۟ۙ (پ ۱۱، یونس: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور دنیا کی زِندَگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غَفْلَت کرتے ہیں۔

یوں وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِعراض اور ناراضی کا مُسْتَحِق ٹھہرا اور ان لوگوں کی مِثْل ہو گیا جن سے

[1] ......مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۹/۳۴۳، حدیث: ۲۴۴۷۳، مختصرا

موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۹۸، حدیث: ۱۸۲

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِعراض کرنے اور ان سے کچھ بھی قبول نہ کرنے کا حُکم دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ (پ۲۷، النجم: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زِندگی یہاں تک ان کے عِلْم کی پہنچ ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ (پ۱۵، الکہف: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دِل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ فُرُطًا ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ جن اُمُور سے مَنْع کیا گیا ہے وہ ان سے تجاوُز کرنے والا اور جن باتوں کے بجالانے کا حُکم دیا گیا ہے ان میں کوتاہی کرنے والا ہے۔ جبکہ ایک قول کے مُطابِق یہاں اس کا اپنی ہَلاکت کی طرف بڑھنا مُراد ہے۔

دنیا داروں سے ناراضی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا داروں پر ناراضی کے باعث اپنے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی مَنْع فرمادیا کہ وہ ان پر کَرَم کی نَظَر نہ فرمائیں۔ بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس بات سے آگاہ فرمایا کہ اس نے جو دنیا کی زیب وزِیْنَت ان دنیاداروں کے لیے ظاہر فرمائی ہے وہ مَحْض ان کی آزمائش کے لیے ہے اور قَناعَت وزُہد ہی بہتر اور باقی رہنے والی چیزیں ہیں۔ چنانچہ ان اُمُور کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو بَرتنے کے

وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۱) لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رِزق سب سے اچھّا اور سب سے دیرپا ہے۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

ایک قول کے مُطابِق مذکورہ آیتِ مُبارکہ میں ﴿ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ سے مُراد قناعَت ہے، جبکہ ایک قول کے مُطابق ایک دِن کی خوراک ہے اور ایک قول میں ہے کہ یہاں دنیا میں زُہد اِختیار کرنا مُراد ہے اور یہی قول قرآنِ مجید کے زیادہ مُشابِہ ہے جس کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ (پ ۳۰، الاعلیٰ: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

مَعلُوم ہوا کہ مذکورہ فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی وجہ سے آخِرت میں مِلنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رِزق بہتر اور سب سے دیرپا ہے۔ جبکہ ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۬ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ (پ ۱۲، ہود: ۸۶)

یہاں قناعَت مُراد ہے جبکہ ایک قول کے مُطابِق حلال رِزق مُراد ہے یعنی مال و اَسباب کی کَثرت کے بجائے رِزقِ حلال بہتر ہے کیونکہ اَنجام کے اِعْتِبار سے یہی اَچھّا ہے۔

بہترین مال کی علامت

ایک مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گزر 10 ماہ کی حامِلہ اُونٹنیوں کے پاس سے ہوا، ایسی اُونٹنیاں عربوں کے ہاں عُمدہ و بہترین مال شُمار ہوتی تھیں، کیونکہ یہ گوشت، دودھ، بچوں اور اُون کے حُصُول کا ذریعہ تھیں اور ان کا تعلّق ان اُونٹوں سے تھا جن پر سواری کی جاتی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیک لوگوں کی مِثال ان اُونٹنیوں سے دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: لوگ ان 100 اُونٹوں

کی طرح ہیں جن میں سُواری کے قابل بہت کم ہیں۔[1] یعنی اُونٹ تو بہت ہیں مگر مذکورہ پانچ اوصاف کے حامل اُونٹ بہت کم ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درج ذیل فرمان میں اِنہی اُونٹنیوں کا تذکرہ ہے:

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۟ۙ (پ۳۰، التکویر: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تھلکی (گابھن) اُونٹنیاں چھوٹی پھریں۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں ایسی اُونٹنیاں مُراد ہیں جنہیں ان کے مالکوں نے چھوڑ دیا ہو اور وہ قِیامَت کی ہَولناکیوں کی وجہ سے اپنی جانوں کی فِکْر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سے غافِل ہوگئے ہوں۔

راوی فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان اُونٹنیوں کی طرف سے اپنا رُخِ مُبارَک پھیر لیا اور نِگاہیں جھکالیں تو عَرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ ہمارے بہترین مال ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی طرف کیوں نہیں دیکھ رہے؟ اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ان کی طرف دیکھنے سے مَنْع فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوت فرمائی:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۟ (پ۱۶، طہ: ۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو بَرتنے کے لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رِزْق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔

ہم کیا جمع کریں؟

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی رِوایَت میں ہے کہ جب یہ آیَتِ

---

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ، ۴/۲۴۶، حدیث: ۶۴۹۸

مُبارکہ ﴿ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (پ ۱۰، التوبة: ۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی۔ ﴾ نازِل ہوئی تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ہَلاکَت ہو دِرْہَم و دِینار کے لیے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے عَرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں سونا چاندی جَمْع کرنے سے مَنْع فرمایا ہے تو ہم کیا جَمْع کریں؟ اِرشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ذِکْر کرنے والی زبان، شُکْر کرنے والا دِل اور ایسی نیک بیوی اِخْتیار کرے جو اُمورِ آخِرت میں تمہاری مَدَد کرے۔ [1]

تین مصیبتیں

حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مَرْوِی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مَکّی مَدَنی مصطفٰے صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے دنیا کو آخِرت پر ترجیح دی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تین چیزوں میں مبتلا کرے گا:

﴿1﴾ ایسے غم میں کہ اس کا دِل کبھی اس غم سے خالی نہ ہو گا۔

﴿2﴾ ایسے فَقْر میں کہ وہ کبھی غنی نہیں ہو گا۔ ﴿3﴾ ایسے حِرْص میں کہ وہ کبھی سیر نہیں ہو گا۔ [2]

ایمان کب کامل ہوتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا علی بن ابی طلحہ رَحِمَهُ الله سے ایک مُرْسَل حدیث [3] مَرْوِی ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندے کا اِیمان اس وقْت کامِل ہوتا ہے جب وہ شُہرت سے زیادہ گمنامی کو اور اَشیا کی کَثْرت سے زیادہ ان کی قِلّت کو پسند کرتا ہے۔ [4]

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۳، حديث: ۱۸۵۶، بتغير
مسند احمد، احاديث رجال من اصحاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم، ۹/۴۲، حديث: ۲۳۱۶۲

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنيا، كتاب ذم الدنيا، ۵/۳۳، حديث: ۳۵، عن عيسى عليه السلام، بتغير

[3] ......اگر سَنَد میں راوی کا سُقُوط آخرِ سَنَد سے ہو تو اسے حدیثِ مُرْسَل کہتے ہیں اور اس فِعل کو اِرسال۔ جیسے کوئی تابِعی کہے: رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا۔ جُمہور و امامِ اعظم اور امام مالِک کے نزدیک ثِقہ کی حدیثِ مُرْسَل حُجّت ہے۔ اس لیے کہ راوی کو اپنے شیخ کے ثقہ ہونے پر اِعْتِمادِ کُلّی نہ ہو تا تو اِرسال نہ کرتا۔ (نزہۃ القاری، ۱/۹۵)

[4] ......الزهد للمعافى بن عمران، باب فى خمول الذكر... الخ، حديث: ۵۵، ص ۲۱۸، بتقدم وتاخر

سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی زہد پر مبنی چند باتیں

❁ ⇐ دنیا ایک پُل ہے جسے عُبُور کر کے آخِرت کی طرف جانے کے لیے بنایا گیا ہے، لہٰذا اسے عُبُور کرو اور آباد نہ کرو۔[1]

❁ ⇐ ایک شخص نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کی: مجھے بھی سَفَر میں اپنے ساتھ لے جائیے۔ اِرشاد فرمایا: اپنا مال خود سے دُور کر کے میرے ساتھ شامِل ہو جاؤ۔ عَرض کی: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تو سختی سے اِرشَاد فرمایا: کیا غنی جنّت میں داخِل ہو گا! یعنی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے تَعَجُّب کا اِظْہار کیا۔

❁ ⇐ حَوارِیوں نے عَرض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی! کاش! آپ ہمیں حُکم اِرشَاد فرمائیں کہ ہم ایک عِمارت تعمیر کر کے اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کریں۔ اِرشَاد فرمایا: جاؤ! جا کر پانی پر عِمارت بنالو۔ عَرض کرنے لگے: پانی پر عِمارت کی بنیادیں کیسے قائم رہ سکتی ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: تو پھر دنیا کی مَحبَّت پر عِبادَت کی بنیادیں کیسے اُستُوار ہو سکتی ہیں؟

❁ ⇐ تم میں سے کوئی اِیمان کی حقیقت اس وَقْت ہی پا سکتا ہے جب وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت پر تعریف کو پسند کرے نہ دُنیاوِی غذا کی کوئی پروا کرے۔[2]

عبادت میں غنی وفقیر کی مثال

حضرت سَیِّدُنا بشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں: تقویٰ زُہد کے بغیر عُمدہ نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: عِبادَت (میں ہی لگے رہنا) اَغْنِیا کو زیبا نہیں، غنی کی عِبادَت ایسی ہے جیسے کچرا کنڈی پر خُوبصُورت باغ ہو اور فقیر کی عِبادَت ایسی ہے جیسے کسی خُوبصُورت گردن میں موتیوں کا ہار ہو۔

عِبادَت میں فُقَرا کے ان اَوصَاف کا مفہوم قرآنِ کریم کی ان آیاتِ مُبارَکہ سے ماخوذ ہے:

﴿1﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۳) ترجمۂ کنز الایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں روکے گئے۔

---

[1] ......عیون الاخبار، کتاب الزھد، الدنیا، ۲/ ۳۵۴، بتغیر قلیل

[2] ......نوادر الاصول، الاصل السابع والمائۃ، ۱/ ۴۴۵، حدیث: ۶۴۵، بتغیر واختصار

﴿2﴾ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (پ۲۶، الفتح: ۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: تو انہیں دیکھے گا رُکوع کرتے سجدے میں گرتے۔

مَعْلُوم ہوا ان پر عَلامَتِ فَقْر کی عُمدگی کی وجہ سے عِبادَت کا لِباس بھی عُمدہ ہو گیا۔

شیطانی حملے کا توڑ

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اپنے شہزادے کو کی گئی وَصیتوں میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے شہزادے کو شیطان کے داخِل ہونے کے راستوں سے ڈرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار اِرشاد فرمایا: جب شیطان تیرے پاس فَقْر کی جانِب سے آئے تو اسے بتانا کہ حقیقی مال دار وہ ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طاعت کرے اور فقیر وہ ہے جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَعْصِیَّت رُسوا کرے اور جب شیطان تجھے مال داری کی رَغْبَت دِلائے تو اسے بتانا کہ مال دار اور قراءت کا جَمْع ہونا اچھا نہیں۔

زہد کی باتیں کرنے کا حق صرف زاہد کو ہے

کسی بزرگ کا فرمان ہے: عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین حِکْمَت اور نصیحت کی باتیں دنیا میں زُہد اِخْتیار کرنے والوں کے سِوا کسی سے نہ سنتے اور اِرشاد فرماتے: دنیادار اس کے اہل ہیں نہ اس کے لائق۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا رَجا بن حَیْوَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مُتَعَلِّق مَنْقُول ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بَیْتُ الْمُقَدَّس کے ایک زاہِد کی مَحفِل میں شریک ہو کر اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس زاہِد کی مَحفِل میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگوں کی کثیر تعداد جَمْع ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پیچھے ہی بیٹھ گئے اور یہ خَیال کیا کہ وہ زاہِد بھی ان لوگوں میں ہی تشریف فرما ہوں گے مگر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک بُزرگ نے مَجلِس میں زُہد کی باتیں شُروع کر دیں، وہ بَیْتُ الْمُقَدَّس شریف کے مُؤَذِّن بھی تھے اور ان کے باتیں کرنے میں کوئی حَرَج بھی نہ تھا لیکن حضرت سَیِّدُنا رَجا عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح نے ان کی باتیں سُننے سے اِنکار کر دیا اور پوچھا: یہ بولنے والا کون ہے؟ اس بُزرگ نے اپنا تَعارُف کرایا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو مُعاف فرمائے، ایسی باتیں نہ کیجئے، کیونکہ

ہمیں زُہد کی باتیں صرف زاہِدوں سے ہی سننے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح مَنْقُول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدْمَتِ اَقْدَس میں کچھ چادَریں پیش ہوئیں تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک ایک چادَر تمام صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں تقسیم کر دی۔ جُمُعہ کے دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خود دو چادَروں میں خُطْبَہ دینے لگے اور اِرشَاد فرمایا: اے لوگو! سنو!۔ تو حضرت سَیِّدُنا سلمان فارِسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر عَرض کی: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے۔ دَرْیافت فرمایا: وہ کیوں؟ عَرض کی: کیونکہ آپ نے ہم سب کو ایک ایک چادَر عَطا فرمائی جبکہ خود دو چادَروں میں مَلْبُوس ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے، میں نے اپنے کپڑے دھو رکھے تھے اور میرے پاس ان کے عِلاوہ کوئی اور لِباس نہ تھا، چنانچہ میں نے دوسری چادَر اپنے بیٹے (**عبداللّٰہ**) سے اُدھار لی ہے۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: اب کہیے! ہم آپ کی باتیں سنیں گے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے صِدْق کے مُتَعلِّق پوچھا گیا کہ اس سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اِخْلَاص۔ عَرض کی گئی: اِخْلَاص کیا ہوتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: زُہد۔ عَرض کی گئی: زُہد کیا ہوتا ہے؟ اس پر آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد اِرشَاد فرمایا: اس کے مُتَعلِّق زاہِدوں سے پوچھو، یعنی حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث سے پوچھو۔

زہد کی باتیں کرنے سے پہلے خود زہد کی حالت اختیار کرو

حضرت سَیِّدُنا ابو طالِب وَرَّاق عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں کہ میں مُحَدِّثِیْن کِرام کی ایک جَماعَت میں حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا، میں نے زُہد کی روایات پر مبنی ایک کِتاب لکھی تھی تاکہ ان سب کے سامنے پڑھوں۔ ہمارے لیے ایک کمرے میں ایک نئی چٹائی بچھائی گئی اور آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے کمرۂ خاص سے ہمارے پاس تشریف لائے اور جب بیٹھ کر اپنے دَسْتِ مُبارَک میں کِتاب کا مُسَوَّدہ لیا تو اسے بند کر کے اِرشَاد فرمایا: اے ابو طالِب! زُہد کی باتیں حالَتِ زُہد میں ہی کی جاتی

ہیں۔ یہ فرما کر ہمارے نیچے سے نئی چٹائی ہٹا دی اور ہم سب مِٹّی پر بیٹھ گئے۔

دنیا سے محبّت ناقابلِ معافی گناہ ہے

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین فرماتے ہیں: بندے کو یہی گناہ کافی ہے کہ اس کا دنیا سے مَحبَّت کرنا مُعاف نہیں کیا جائے گا۔ اس سے بھی سخت رِوایت وہ ہے جسے حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت یحییٰ بن سُلَیم طائِفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر کوئی بندہ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والوں کے برابر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کرے مگر بارگاہِ خُداوندی میں اس حالَت میں حاضِر ہو کہ دنیا کو مَحْبُوب جاننے والا ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کل بروزِ قِیامَت اسے ایک مخصوص مَقام پر کھڑا کرے گا، پھر تمام مخلوق میں اس کا شُہرہ عام کرتے ہوئے اِرشَاد فرمائے گا: سنو! فلاں بن فلاں نے اس شے کو مَحْبُوب جانا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند تھی۔

سَیِّدُنا عَمْرو بن اسود عنسی کا عہد

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن جابِر طائی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن اَسْوَد عَنْسِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ عَہْد کیا: میں دِن کو کبھی بھی لِباسِ شُہرَت پہنوں گا نہ رات کو کمبل اَوڑھ کر سوؤں گا، کبھی کسی کام میں نَرمی و سَہل پسندی کا مُظاہرہ کروں گا نہ کبھی اپنے پیٹ کو کھانے سے بھروں گا۔ ان کا یہ عَہْد سُن کر امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہِدایَت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ عَمْرو بن اَسْوَد کو دیکھ لے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کیا ہی سچّی بات کی ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زُہد کے مُتعلِّق ایسی ہی روایات مَروِی ہیں۔

سَیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز کا عہد

حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیز کے سامنے جب حضرت سَیِّدُنا ابو سَلام حبشی عَلَیْہِ رَحمَۃُ

اللهِ القَوِی نے دو۲ جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان بیان کیا کہ میری اُمَّت کے فُقَرا جنّت میں اَغْنِیا سے پہلے داخِل ہوں گے۔ تو آپ نے دَرْیافت فرمایا: ان فُقَرا سے مُراد کون لوگ ہیں؟ اس پر حضرت سَیِّدُنا ابو سَلام حبشی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی نے یہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنایا: ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کے بال پراگندہ اور لباس مَیلے ہوں، جن پر بند دروازے کھولے جائیں نہ وہ ناز و نِعَم میں پلی بڑھی عورتوں سے نِکاح کریں۔ (راوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر) حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ العَزِیْز رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی رِیش مُبارَک تَر ہوگئی پھر اِرشاد فرمایا: میں ان میں سے نہیں ہوں۔ مجھ پر بند دروازے بھی کھولے گئے ہیں، میں نے ناز و نعمتوں میں پلی بڑھی خاتون یعنی اُمِّ بَنِیْن بِنْتِ عَبْدُ المَلِک بن مَروان سے نِکاح بھی کر لیا، مگر اب بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم! میں اس وَقْت تک اپنے سَر میں تیل نہ لگاؤں گا جب تک کہ بال پراگندہ نہ ہو جائیں گے اور اپنے کپڑوں کو بھی اس وَقْت تک نہ دھوؤں گا جب تک کہ یہ مَیلے نہ ہو جائیں۔

وحیِ الٰہی

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: اے ابنِ آدم!

- اپنی زِنْدَگی کے اَیّام میں اس شخص کی طرح روتا رہ جس نے دنیا کو اَلْوَدَاع کہہ دیا ہو اور اب اس کی رَغْبَت ان چیزوں میں ہو جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں۔
- تھوڑی سی دنیا کو کافی سمجھ تاکہ تجھے رُوکھی سُوکھی کافی ہو۔
- میں تجھے سچّی بات بتا رہا ہوں کہ تجھے اپنے ہر دن اور گھڑی کا حِساب دینا ہو گا۔
- دنیا سے جو کچھ تو لے رہا ہے اور جن مُعَامَلات میں خَرْچ کر رہا ہے ہر بات تیرے نامۂ اَعمال میں لکھی جا رہی ہے، لہٰذا اسی کے مُطابِق عَمَل کر کہ تجھ سے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔
- اگر تو ان وعدوں کو جان لیتا جو میں نے صَالِحِین سے کیے ہیں تو تیری جان نِکل جاتی۔

آخرت کی کڑواہٹ

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں: دنیا کی حَلَاوت آخِرت کی کَڑواہٹ ہے[1] اور لِباس کی عُمدگی دلوں کا تکبُّر یعنی ان کا خود پسندی و غُرور میں مبتلا ہونا ہے[2] اور شِکَم سَیرِی نَفْس کی طَاقت واِجْتِماعِیَّت ہے۔ میں تمہیں حق بات بتا رہا ہوں: جس طرح مریض عُمدہ کھانے سے لذّت نہیں پاتا اسی طرح دنیا کو پسند کرنے والا عِبادَت کی حَلَاوت نہیں پاتا۔

یہ بھی زہد ہے

دَرْج ذیل باتیں بھی زُہد ہیں:

- نَرم ومُلائم اور پسندیدہ وجاذِبِ نَظر لِباس کا تَرْک کرنا۔
- عُمدہ کھانوں سے لُطف اَنْدوز ہونے سے اِجْتِنَاب کرنا۔
- نعمتوں والے جن باتوں کو مَرغُوب جانتے ہیں ان سے دُور رہنا۔
- اہلِ ثَرْوَت جن زیب وزِینَت اور اَسباب و آلاتِ فَخْر کو اِخْتِیار کرتے ہیں ان کا تَرْک کرنا۔
- ایک ہی چیز کو دیگر بہُت سی اشیا میں اِسْتِعمال کرنا۔ سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا سامان میں یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اَسباب میں کمی کو پسند فرماتے جبکہ دنیا دار لوگ ایک ہی شے کے لیے بہُت سی اَشیا اِسْتِعمال کرتے ہیں جو تَکاثُر یعنی زِیادَتی کا راستہ ہے اور یہی باتیں دنیا کے دروازے ہیں۔

لباس کا زاہد سے تعلق

کسی بُزرگ کا قول ہے: زُہد کی اِبْتِدا لِباس سے ہوتی ہے۔ کسی عالِم کا قول ہے: جس کا لِباس باریک ہو اس کا دِین بھی پتلا و باریک ہو جاتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک لِباس دوسرے لِباس کے اس وَقْت مُشَابِہ ہوتا ہے جب ایک دل دوسرے دِل کے مُشَابِہ ہو جاتا ہے۔[3]

---

[1] ....الزهد لاحمد بن حنبل، زهد عيسى على نبينا وعليه الصلاة والسلام، ص ۱۲۷، حديث: ۴۸۴

[2] ....موسوعة ابن ابى الدنيا، كتاب التواضع والخمول، باب التواضع فى اللباس، ۳/۵۶۴، حديث: ۱۴۵

[3] ....الزهد لوكيع، باب السمت الحسن والخشوع، ص ۵۹۷، حديث: ۳۲۴
مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الزهد، كلام ابن مسعود، ۸/۱۶۲، حديث: ۳۳

لباس میں تواضع کی فضیلت

ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ شِکَستہ حالی ایمان سے ہے۔[1]

حدیثِ پاک کی شرح

ایک قول کے مُطابِق یہاں لِباس میں شِکَستہ حالی کے قریب ہونا مُراد ہے۔ جبکہ اسی بات کی وَضاحت ایک اور حدیثِ پاک میں کچھ یوں مَرْوِی ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے خُوبصُورَت لِباس پر قادِر ہونے کے باوُجُود اسے مَحض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کی خاطِر تواضُع اِختیار کرتے ہوئے پہننا چھوڑ دیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اِختیار عَطا فرماتا ہے کہ وہ اِیمان کے حُلّوں (یعنی خُوبصُورت لِباسوں) میں سے جو چاہے زیبِ تَن کرلے۔[2] ایک رِوایت میں یہ اَلفاظ ہیں: جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے زیب وزِینَت تَرْک کی اور اس کی خاطِر تواضُع کرتے ہوئے اور اس کی رَضا کے حُصُول کے لیے خُوبصُورَت لِباس تَرْک کردیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حَق ہے کہ وہ اس کی خاطِر بے مِثْل و غیر معمولی جنّتی لِباس کو یاقُوت سے بنی کپڑوں کی اَلماری میں جَمْع فرمادے۔[3]

تواضع میں حلال سے اجتناب

جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَہْلِ قُبا کے پاس تشریف لائے تو اَہْلِ قُبا شَہْد ملا دُودھ کا شَرْبَت لے کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَتِ ناز میں حاضِر ہوئے مگر آپ نے پیالہ دَستِ اَقْدَس سے نیچے رکھ دیا اور اِرشاد فرمایا: میں اسے حَرام نہیں کہتا مگر میں اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تواضُع اِختیار کرتے ہوئے چھوڑ رہا ہوں۔[4]

---

[1] ....ابن ماجه، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه له، ۴/۴۳۰، حديث: ۴۱۱۸

[2] ....ابوداود، كتاب الادب، باب من كظم غيظا، ۴/۳۲۶، حديث: ۴۷۷۸، بتغير

ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب رقم: ۳۹، ۴/۲۱۷، حديث: ۲۴۸۹، بتغير قليل

[3] ....موسوعة ابن ابى الدنيا، كتاب التواضع والخمول، باب التواضع فى اللباس، ۳/۵۶۶، حديث: ۱۵۶

[4] ....نوادر الاصول، الاصل الثانى والتسعون والمائتان، ۲/۱۲۷۷، حديث: ۱۵۶۶، بتغير قليل

معجم اوسط، ۳/۳۸۲، حديث: ۴۸۹۴، بتغير قليل

ٹھنڈا پانی پینے کا بھی حساب ہوگا

سَخت گرمی کے دِن امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدْمَت میں ٹھنڈے پانی اور شَہد کا شَرْبَت پیش کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: مجھ سے اس شَرْبَت کا حِساب دُور رکھو۔ [1]

دشمنوں جیسا لباس پہننے کی ممانعت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی نبی کی جانِب وَحی فرمائی کہ میرے اَوْلیا کو بتا دو: میرے دشمنوں جیسا لِباس پہنیں نہ ان کے گھروں میں جائیں، ورنہ تم بھی میرے دُشْمن بن جاؤ گے جیسا کہ وہ میرے دُشْمن ہیں۔ [2]

حضرت سَیِّدُنا رافع بن خُدَیج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جب بِشر بن مَروان کوفہ کے مِنْبَر پر خُطبَہ دینے لگا تو کسی صحابی نے اِرشَاد فرمایا: اپنے امیر کو دیکھو! لوگوں کو وَعظ و نصیحت کر رہا ہے اور حالَت یہ ہے کہ فاسِقوں جیسا لِباس پہن رکھا ہے۔ [3] فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: وہ لِباس کیسا تھا؟ فرمایا: وہ لِباس باریک کپڑے کا تھا۔ ایک مَرتَبہ ابن رَبیعہ حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدْمَت میں اَعلیٰ لِباس پہن کر حاضِر ہوا اور زُہد سے مُتَعَلِّق باتیں کرنے لگا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی ہتھیلی منہ پر رکھ کر مارتے ہوئے آوازیں نکالنے لگے (گویا اس کا مذاق اُڑا رہے ہوں)، ابنِ ربیعہ کو غُصّہ آگیا اور اس نے حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خِدْمَت میں حاضِر ہو کر یوں شِکایَت کی: کیا آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کے بھائی ابو ذَر نے میرے ساتھ کیسا سُلُوک کیا ہے؟ دَرْیافْت فرمایا: کیا ہوا؟ عَرض کی: میں زُہد کی باتیں کر رہا تھا کہ انہوں نے میرا مذاق اُڑانا شُروع کر دیا۔ اِرشَاد فرمایا: تم سے ایسا سُلُوک تمہاری اپنی وجہ سے ہی ہوا ہے، کیونکہ تم ایسے عُمدہ لِباس میں حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جاکر زُہد کی باتیں کر رہے تھے!۔

ائمۂ ہُدیٰ کا عہد

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَئِمَّہ

---

[1] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد عمر بن الخطاب، حديث: ٦٢٨، ص١٤٧، بدون: في يوم صائف

[2] ......موسوعة ابن ابي الدنيا، كتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ٢/٢١٨، حديث: ٨٩

[3] ......ترمذي، كتاب الفتن، باب رقم: ٤٧، ٤/٩٢، حديث: ٢٢٣١، فيه ذكر ابن عاسر انه يخطب

ہُدیٰ سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں میں سے ادنیٰ شخص کا حال اپنائیں گے تا کہ مال دار لوگ ان کی پیروی کریں اور فقیروں کو ان کا فَقْر مَعْیُوب نہ لگے۔

لباسِ فاروقی

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر لِباس کے مُعَاملے میں عِتاب ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کھُردَرا سُوتی لِباس پہننے لگے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قمیص کی قیمت تین[3] سے پانچ[5] دِرْہَم ہوتی اور انگلیوں کے اَطراف میں مَوجُود زائد کپڑا بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کاٹ دیا کرتے اور اِرشَاد فرماتے: یہ تواضُع کے قریب ہے اور یہی زیادہ مُناسِب ہے کہ مسلمان اس مُعَاملے میں میری پیروی کریں۔

ایک بار یمن سے کچھ چادَریں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدْمَت میں پیش ہوئیں (جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے) تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک ایک چادَر تمام صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں تقسیم کر دی۔ پھر جُمُعہ کے دن مِنْبَر پر لوگوں کو خُطْبہ دینے کے لیے تشریف فرما ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہی چادَروں سے بنا ہوا ایک حُلّہ زیبِ تَن کیا ہوا تھا، عربوں کے ہاں چونکہ حُلّہ ایک ہی قِسْم کی دو[2] چادَروں سے بنتا تھا اور وہ اسے عُمدہ لِباس سمجھتے تھے، لہٰذا جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: سنو! سنو! اس کے بعد جب آپ نے وَعظ شُروع کیا تو حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہوگئے اور عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم آپ کی بات ہرگز نہ سنیں گے۔ پوچھا: وہ کیوں؟ عَرض کی: کیونکہ آپ نے ہم سب کو ایک ایک کپڑا اعطا فرمایا ہے جبکہ خود حُلّہ پہن رکھا ہے، آپ نے ہم پر دنیا کو ترجیح دی ہے۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسکرا پڑے اور اِرشَاد فرمایا: اے **ابوعبداللہ**! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے بہُت جَلْدی یہ سوال کر دیا ہے (میں خود ہی اس کی وَضاحَت کر دیتا)۔ بہر حال اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کپڑے دھوئے ہوئے تھے لہٰذا میں نے اپنے جِگر گوشے **عبداللہ** سے یہ چادَر اُدھار مانگی تا کہ اپنی چادَر کے ساتھ مِلا کر لِباس بنا سکوں۔ اس پر حضرت سَیِّدُنا سلمان فارِسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: اب فرمایئے! ہم آپ کی بات سنیں گے۔

نعمتوں بھری زندگی سے اجتناب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نعمتوں بھری زِنْدگی گزارنے سے

منع فرمایا[1] اور ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے نعمتوں سے بھرپور زِندگی بسر کرنے والے نہیں ہوتے۔[2]

مصر کے گورنر صحابی کا زہد

مِصر کے گورنر حضرت سَیِّدُنا فَضالہ بن عُبَید اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پراگندہ بال اور ننگے پاؤں دیکھ کر عَرض کی گئی: آپ گورنر ہیں مگر یہ حالت کیسی ہے؟ فرمایا: ہمیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زیادہ آرائش سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ کبھی کبھار ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔[3]

لوگوں سے اپنے عیب پوچھنا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو خُطبہ میں اِرشاد فرمایا: میں اس شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم دیتا ہوں جو مجھ میں کوئی عَیب دیکھے اور مجھے نہ بتائے۔ چنانچہ ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر عَرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ میں دو۲ عَیب ہیں۔ پوچھا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے! وہ دو۲ عَیب کون سے ہیں؟ عَرض کی: آپ دو۲ چادریں پہنتے ہیں اور ایک وَقت میں دو۲ قِسم کے سالَن اپنے پاس رکھتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کبھی دو۲ چادریں پہنیں نہ دو۲ سالَن جَمع فرمائے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ خُداوندی میں جاحاضِر ہوئے[4]۔[5]

مُصاحَبَتِ محبوبِ اکبر و صدیقِ اکبر چاہئے تو

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق

---

[1] ......ابوداود، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ، ۴/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۰، مفھوماً
مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۵۷، حدیث: ۲۲۱۶۲

[2] ......مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۵۷، حدیث: ۲۲۱۶۲

[3] ......ابوداود، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ، ۴/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۰

[4] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب القصد فی اللباس، ۷/۴۹۲، حدیث: ۴۱۱، بتغیر قلیل

[5] ...... اس کے بعد لُغوی بحث مذکور ہے، جس کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا، البتہ! صاحبانِ ذوق کے لیے اصل عربی عبارت کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عَرض کی: اگر آپ اپنے دونوں دوستوں (یعنی سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) سے ملنا چاہتے ہیں تو قمیص کو پیوند لگایا کریں، تہبند جھکا کر پہنا کریں، جُوتے میں بھی پیوند لگایا کریں اور پیٹ بھر کر نہ کھایا کریں۔[1]

نصیحتِ فاروقی

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: کپڑوں کو بوسیدہ کرو، موٹا و کھُردَرا لِباس پہنو، رَہن سَہَن میں قبیلہ مَعَد بن عَدنان کی مُشابَہَت اِخْتِیار کرو (یعنی زِندَگی بَسَر کرنے میں قبیلہ مَعَد کی طرح نِعمتوں کو چھوڑ دو) اور قیصر و کسریٰ کے عجمی لِباس سے بچو۔[2]

فرمانِ شیرِ خدا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: جس نے کسی قوم کا لِباس اِخْتِیار کیا وہ انہی میں سے ہے۔[3]

مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس سے بھی سَخْت رِوایَت مَرْوِی ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِرشَاد فرماتے ہیں: میری اُمَّت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو نِعمتوں میں پلتے، رنگ برنگے کھانوں اور کپڑوں کی تلاش میں رہتے اور باتوں میں تکلّف سے کام لیتے ہیں۔[4]

حِمص کے گورنر کی کل دنیا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں جب حِمص کے گورنر حضرت سَیِّدُنا عُمَیر بن سَعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضِر ہوئے تو آپ نے ان سے دَرْیافْت فرمایا: اے عُمَیر! آپ کے پاس کس

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، ۴/۸۳، حدیث: ۲۴، بتقدم وتاخر

[2] ...... الجامع لمعمر بن راشد فی آخر المصنف لعبد الرزاق، باب التنعم والسمن، ۱۰/۱۲۷، حدیث: ۲۰۱۱۶۳، دون: ذکر کسری وقیصر

[3] ......ابوداود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ۴/۶۲، حدیث: ۴۰۳۱، عن ابن عمر بلفظ: من تشبہ بقوم فھو منھم

[4] ......الزھد لاحمد بن حنبل، حکمۃ عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۱۲، حدیث: ۴۰۲

قَدْر دنیا ہے؟ عَرض کی: میرے پاس میرا عصا ہے جس سے سہارا لیتا ہوں اور اگر سانپ دیکھ لوں تو اسی سے مارتا ہوں، ایک تھیلا ہے جس میں کھانا رکھتا ہوں، ایک پیالہ ہے جس میں کھاتا ہوں اور اسی کی مدد سے سر اور کپڑے دھوتا ہوں، ایک مشکیزہ ہے جس میں پینے کے لیے پانی رکھتا ہوں اور اسی سے وُضُو کرتا ہوں۔ اس کے عِلاوہ جس قَدْر دنیا ہے وہ انہی چیزوں کے تابِع ہے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رَحْم فرمائے، آپ نے سچ کہا ہے۔[1]

حمص کے حاکم کا دنیا سے سلوک

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اہلِ حِمْص کو یہ مَکْتُوب روانہ فرمایا کہ مجھے اپنے فُقَرا کے مُتَعَلِّق بتاؤ۔ انہوں نے اپنے شہر کے تمام فُقَرا کے نام لکھ کر پیش کر دیئے۔ ان میں حضرت سَیِّدُنا سعید بن حُذَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام بھی تھا اور ایک قول کے مُطابِق حضرت سَیِّدُنا عُمَیر بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نامِ نامی تھا۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: یہ سعید بن حُذَیم کون ہیں؟ عَرض کی گئی: اے امیر المؤمنین! یہ ہمارے حاکم ہیں۔ پوچھا: کیا وہ فقیر ہیں؟ عَرض کی: جی ہاں! ہم میں ان سے بڑا کوئی فقیر نہیں۔ دَرْیافْت فرمایا: وہ تحائف و وَظائف کا کیا کرتے ہیں؟ عَرض کی: وہ سب کچھ راہِ خُدا میں خَرْچ کر دیتے ہیں اور اپنے اور اپنے اَہْل و عَیال کے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھتے۔ یہ جان کر امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا سعید بن حُذَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو 400 دینار بھیجے اور فرمایا کہ انہیں خود پر اور اپنے گھر والوں پر خَرْچ کیجئے۔ جب یہ رقم آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچی تو اسے لے کر روتے ہوئے اپنی زوجۂ محترمہ کے پاس گئے، انہوں نے عَرض کی: آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیا امیر المؤمنین اس دُنیائے فانی سے کُوچ فرما گئے ہیں؟ فرمایا: اس سے بھی بڑا حادِثہ رُونُما ہوا ہے۔ عَرض کی: کیا مسلمانوں میں اِنْتِشار پیدا ہو گیا ہے؟ فرمایا: اس سے بھی بڑا مُعَاملہ ہے۔ عَرض کی: تو پھر خود ہی بتا دیجئے کہ کیا ہوا ہے؟ فرمانے لگے: میرے پاس دنیا آگئی ہے، حالانکہ میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۷/ ۵۱، حدیث: ۱۰۹، بتغیر قلیل

ساتھ رہا مگر دنیا مجھ پر کُشادہ نہ ہو سکی، امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں بھی دنیا مجھ پر کُشادَگی میں کامیاب نہ ہو سکی اور اب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں یہ آخِر میرے پاس آ ہی گئی ہے، ہائے اَفْسوس! یہ زمانہ بھی کیسا ہے! ان کی یہ بات سن کر نیک بخت زوجہ نے عَرض کی: میری جان آپ پر قربان! اس کے ساتھ جو سُلُوک چاہے فرمایئے۔ فرمایا: کیا میں جو چاہتا ہوں اس میں میری مَدد کریں گی؟ عَرض کی: جی ہاں! ضَرور کروں گی۔ فرمایا: مجھے وہ پُرانی چادر دیجئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس چادر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین۳ تین۳، پانچ۵ پانچ۵ اور 10،10 دینار کی تھیلیاں بنائیں یہاں تک کہ تمام دینار خَتم ہو گئے، پھر ان تمام تھیلیوں کو اپنے بڑے تھیلے میں ڈالا اور بَغَل میں دَبا کر باہَر چل دیئے، راستے میں جِہاد پر جانے والے مسلمانوں کا ایک لشکر ملا تو ان میں سے ہر ایک کی حالَت کے مُطابِق اسے ایک ایک تھیلی دے کر واپَس گھر لوٹ آئے اور اپنے اَہْل و عَیال کے لیے ایک دینار بھی باقی نہ رکھا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عُظّام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی یہی عادات رہی ہیں۔

نیک لوگوں کی علامات

حضرت سَیِّدُنا عِیاض بِن غَنْم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیک لوگوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: میری اُمَّت کے نیک لوگوں کے مُتَعَلِّق فرشتوں نے مجھے بتایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے رب کی رَحْمت کی وُسْعَت پر خوشی سے بَظاہِر مسکراتے رہتے ہیں مگر اس کے عَذاب کے خوف سے تنہائی میں آنسو بہاتے ہیں، لوگوں پر ان کا بوجھ اِنتہائی کم مگر اپنے نَفْسوں پر بہُت زیادہ ہے، وہ پُرانے لِباس پہنتے ہیں اور راہبوں کی پیروی کرتے ہیں، ان کے جِسْم تو زمین پر ہوتے ہیں مگر ان کے دِل عَرش پر ہوتے ہیں۔[1]

[1] ......مستدرک، کتاب الھجرۃ، وصف اھل الصفۃ مفصلاً، ۳/ ۵۵۴، حدیث: ۴۳۵۰، ملتقطاً

اَوصافِ اَبدال کا حامل ہونا

حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَبدالوں کے اَوصاف پر مبنی رِوایت سنائی تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: میں اس وَصف کا حامِل کیسے بن سکتا ہوں؟ اور ایسا کب ہو سکتا ہے کہ میں بھی ان کی مِثل ہو جاؤں؟ اِرشَاد فرمایا: اے میرے بھتیجے! تیرے اور ان اَبدالوں کے اِبتدائی و وَسطی اَوصاف کے درمیان کوئی فَرق نہیں سِوائے اس کے کہ تو دنیا میں زُہد اِختیار کرے، پھر اپنے دِل کی آنکھوں سے آخِرت کا مُشاہدہ کرے اور اسی کی خاطِر عَمَل کرے۔[1]

اللہ کا پسندیدہ بندہ

فرمانِ مُصطَفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بوسیدہ و پرانے کپڑے پہننے والے بندے کو پسند فرماتا ہے جو یہ پَروا نہیں کرتا کہ اس نے کیا پہن رکھا ہے۔[2]

ہر قسم کے خیر و شر کی چابیاں

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور حضرت سَیِّدُنا فُضَیل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہر قِسم کی بُرائی کو ایک گھر میں قید کر کے دنیا میں رَغْبت کو اس کی چابی قرار دیدیا گیا ہے اور ہر قِسم کی بھلائی کو بھی ایک گھر میں قید کر کے زُہد کو اس کی چابی قرار دیدیا گیا ہے۔

سب سے افضل عَمَل

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عَرض کی گئی: کون سے اَعمال سب سے اَفضل ہیں؟ دونوں بُزرگوں نے اِرشَاد فرمایا: دنیا میں زُہد اِختیار کرنا سب سے اَفضل عَمَل ہے۔

---

[1] ......نوادر الاصول، الاصل الحادی والخمسون، ۱/ ۲۰۹، حدیث: ۳۰۱، بتغیر

[2] ......شعب الایمان، باب فی الملابس والاوانی، ۵/ ۱۵۶، حدیث: ۶۱۷۶

دنیا کی مَحبَّت

ایک رِوایت میں حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اور دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ایک رِوایت میں مَرْوِی ہے کہ دنیا کی مَحبَّت ہر بُرائی کی اَصل ہے۔[1]

اسی طرح کسی بُزرگ کا فرمان ہے کہ بندے کو یہی گناہ کافی ہے کہ اس کا دنیا سے مَحبَّت کرنا مُعاف نہیں کیا جائے گا۔ اس سے بھی سَخْت رِوایت وہ ہے جسے حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن سُلَیْم طائفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حَوالے سے مَرفوعاً بیان کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اگر کوئی بندہ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والوں کے برابر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کرے مگر بارگاہِ خداوندی میں اس حالَت میں حاضِر ہو کہ دنیا کو مَحْبُوب رکھتا ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کل بروزِ قِیامَت اسے ایک مخصوص مَقام پر کھڑا کرے گا، پھر تمام مخلوق میں اس کا شُہْرہ عام کرتے ہوئے اِرشاد فرمائے گا: سنو! فلاں بن فلاں نے اس شے کو مَحْبُوب جانا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند تھی۔

سیرت مصطفوی کے پیکر

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن جابر طائی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن اَسْوَد عَنْسِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ عَہْد کیا: میں دِن کو کبھی بھی لِباسِ شُہْرَت پہنوں گا نہ رات کو کمبل اَوڑھ کر سوؤں گا، کبھی کسی کام میں نَرْمی و سَہْل پسندی کا مُظاہَرہ کروں گا نہ کبھی اپنے پیٹ کو کھانے سے بھروں گا۔ تو ان کے مُتَعَلِّق امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سِیْرَت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ عَمْرو بن اَسْوَد کو دیکھ لے۔[2]

سرکار کا سیِّدہ خاتونِ جنّت کی تربیت فرمانا

سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک سَفَر سے واپسی پر حضرت سَیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ

---

[1] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۲۲، حدیث: ۹

[2] ......مسند احمد، مسند عمر بن الخطاب، ۱/ ۵۰، حدیث: ۱۱۵

اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لائے تو ان کے دروازے پر پردہ اور ہاتھوں میں چاندی کے ۲ دو کنگن دیکھ کر واپَس تشریف لے گئے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو رافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سَیِّدَتُنا خاتونِ جنّت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ہاں آئے تو (مَعْلُوم ہوا کہ) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی چشمانِ مُبارَک سے آنسو جارِی ہیں، (سَبَب پوچھنے پر) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد واپَسی کے مُتعلِّق بتایا اور (پھر گویا خود کو تسلّی دیتے ہوئے) فرمایا: یقیناً کسی خاص سَبَب سے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واپَس تشریف لے گئے ہیں (ورنہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا)۔ عَرض کی: (آپ آنسو مت بہائیں) میں ابھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں حاضِر ہو کر پوچھ لیتا ہوں کہ واپَس تشریف لے جانے کا سَبَب کیا ہے؟ چنانچہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ ۲ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتعلِّق عَرض کی تو آپ نے اِرشَاد فرمایا کہ میں پردے اور کنگنوں کی وجہ سے واپَس لوٹ آیا تھا۔ لہٰذا آپ نے سیدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اس سے آگاہ کیا تو آپ نے پردے کو پھاڑ دیا اور دونوں کنگن اُتار کر حضرت سَیِّدُنا بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ سرکارِ ۲ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَتِ عالیشان میں بھیج دیئے اور عَرض کی: میں نے ان کو صَدَقَہ کر دیا ہے، آپ جہاں چاہیں خَرْچ کر دیجئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشَاد فرمایا: جاؤ! انہیں بیچ کر رقم اَہْلِ صُفّہ کو دیدو۔ انہوں نے دونوں کنگن اَڑھائی دِرْہَم میں بیچے اور وہ رقم اَہْلِ صُفّہ پر صَدَقَہ کر دی۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سَیِّدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لائے اور اِرشَاد فرمایا: تم پر میرے والِد فِدا[1]! تم نے بہُت اچھّا کیا۔[2]

لباس کیسا ہونا چاہئے؟

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص لِباسِ شُہرت

[1] ...... خیال رہے کہ میں فِدا میرے ماں باپ فِدا اِنتہائی مَحبَّت و عَظَمت ظاہر کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، ۸/ ۴۳۲)

[2] ...... صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الفقر والزھد والقناعۃ، ۲/ ۴۱، حدیث: ۶۹۵، بتغیر
ابوداود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی الانتفاع بالعاج، ۴/ ۱۱۸، حدیث: ۴۲۱۳، بتغیر

پہنتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اِعراض فرمالیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے اُتار دے، خواہ وہ شخص اس کا محبوب بندہ ہی ہو۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور بعض دوسرے بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: وہ لِباس پہنو جو تمہیں عُلَما کے ہاں مَشْہُور کرے نہ جاہلوں کے ہاں ذلیل کرے۔

مزید فرماتے ہیں: اگر کوئی فقیر میرے پاس سے گزرے اور میں نماز پڑھتے ہوئے اسے جانے دوں تو یہ جائز ہے اور کوئی دنیادار میرے پاس سے گزرے اور اس پر یہ عُمدہ لِباس ہو تو میں اس سے ناراض ہوتا ہوں اور اسے نہ نکلنے دوں تو یہ بھی جائز ہے۔

فقرا کی تعظیم

کسی بُزرگ کا قول ہے کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی مَحفِل میں کسی کو مال داروں سے زیادہ ذلیل دیکھا نہ فُقَرا سے زیادہ کسی کو مُعَزَّز دیکھا۔

ایک اور بُزرگ کا قول ہے کہ جب ہم حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں حاضِر ہوتے تو تمنّا کرتے: کاش! ہم فقیر ہوتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فُقَرا سے خُصُوصی توَجُّہ اور عزّت سے پیش آتے ہیں۔

ایک بُزرگ کا قول ہے کہ عالِم وہ ہے جو فقیر کو غنی اور غنی کو فقیر سمجھے۔

اسلاف کا لباس

کسی کا قول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے دو۲ کپڑوں اور جُوتے کی قیمت ایک دِرہَم، چار دانِق (ایک دانِق دِرہَم کا چھٹا حصّہ ہوتا ہے) لگائی گئی اور حضرت سَیِّدُنا اِبنِ شُبْرُمَہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اچھے کپڑے وہ ہیں جو میری خِدْمَت کریں اور بُرے وہ ہیں جن کی میں خِدْمَت کروں۔

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب، ۴/۱۶۳، حديث: ۳۶۰۸، بدون وان كان عنده حبيباً
الجامع لمعمر بن راشد فی آخر المصنف لعبد الرزاق، باب شهرة الثياب، ۱۰/۱۲۳، حديث: ۲۰۱۴۵، بتغيير قليل

ایک اور بُزُرگ کا قول ہے کہ مجھے سب سے زیادہ مَحْبُوب وہ لِباس ہے جس کی مجھے خِدْمَت نہ کرنا پڑے اور مجھے سب سے زیادہ پسند وہ کھانا ہے جس کی وجہ سے مجھے ہاتھ نہ دھونا پڑیں۔

کسی عالِم کا قول ہے: ایسا لِباس پہنو جو تمہیں عام لوگوں میں مِلا دے اور ایسا لِباس نہ پہنو جو تمہیں مَشْہُور کر دے اور تمہیں ہی دیکھا جائے۔

ایک رِوایَت میں راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قمیص میں لگے ہوئے پیوند شُمار کئے تو وہ 14 تھے جن میں سے بعض چمڑے کے تھے۔

ایک عالِم فرماتے ہیں: انسان کی پیٹھ پر کپڑوں کی کَثْرَت کا بوجھ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک سزا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لِباس میں دو[2] سے زائد کپڑے نہیں پہنتے تھے، یعنی دو[2] چادریں ہوتیں یا ایک قمیص اور اس کے نیچے تہبند۔ اس صُورَت میں قمیص کے دامَن کو سَر پر اُلٹ کر باندھ لیتے اور یوں سَر ڈھانپ لیتے۔ فقیر کے لیے یہی پسندیدہ لِباس ہے اور یہی لِباس کی حَد بھی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دَارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں: (پہننے والا) کپڑا تین[3] قِسْم کا ہوتا ہے: ایک وہ جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہوتا ہے، دوسرا نَفْس کے لیے اور تیسرا لوگوں (کودِکھانے) کے لئے ہوتا ہے۔ جو کپڑا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہوتا ہے اس سے مُراد وہ کپڑا ہے جو سَتْر کو ڈھانپ دے اور فَرْض کی اَدائیگی کے کام آئے۔ نَفْس کے لیے وہ کپڑا مُراد ہے جس کی نَرمی اور عُمْدَگی نَفْس کو مَطْلُوب ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے وہ کپڑا مُراد ہے جس میں جَوہَر اور حُسن کو تلاش کیا جائے۔ پھر اِرشَاد فرمایا: بعض اَوقات ایک ہی قِسْم کا کپڑا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے اور نَفْس کے لیے کافی ہوتا ہے۔

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ مَردوں کا لباس 40 دِرْہَم سے زائد قیمت کا ہو۔ بعض نے 100 دِرْہَم تک کی اِجازَت دی ہے اور اس سے زائد کو سب نے اِسراف شُمار کیا ہے۔ جُمہور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور بُزُرگ تابعین عُظَّام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے لِباس کی قیمت 20 سے 30 دِرْہَم کے درمیان ہوتی جبکہ ان سے پہلے صحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اِزار کی قیمت 12 دِرْہَم تک ہوتی۔ صحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عام طور پر دو[2] کپڑوں پر مُشْتَمِل لِباس پہنتے جس کی قیمت تقریباً 20 دِرْہَم ہوتی۔

سرکار کا لباس

- نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چار دِرْہَم کا ایک کپڑا خرید فرمایا۔ [1]
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو دو کپڑے زیبِ تَن فرماتے تھے ان کی قیمت 10 دِرْہَم سے ایک دینار تک ہوتی۔
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُبارَک تہبند کی لمبائی ساڑھے چار گز تھی۔ [2]
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین دِرْہَم کے عِوَض پاجامہ خرید فرمایا تھا۔ [3]
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو سفید اُونی بڑی چادریں پہنتے تھے جنہیں حُلّہ کہا جاتا کیونکہ یہ دونوں ایک ہی جِنْس کے کپڑے کی ہوتیں۔
- بعض اَوقات ایک ہی جِنْس کے دو کپڑے بھی زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے۔ [4]
- آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بعض اَوقات یمنی یا سَحولی (یعنی یمن کے علاقے سَحول کی بنی ہوئی) دو موٹی چادریں زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے۔ [5]
- ایک رِوایَت میں ہے کہ (سَر اور داڑھی مُبارَک میں بَکَثْرَت تیل اِستِعمال فرمانے کی وجہ سے) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک قمیص یوں محسوس ہوتی گویا تیل والی ہو۔

سرکار کا بعض چیزوں کو ناپسند کرنا

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دِن سُنْدُس کی بنی ہوئی زَرد دھاری دار ریشمی چادَر پہنی، جس کی قیمت 200 دِرْہَم تھی۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس چادَر کو چھوتے اور

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/۴۴۱، حدیث: ۱۳۶۰۳

[2] ......طبقات ابن سعد، ذکر منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۱۹۲

[3] ......سنن کبری للنسائی، کتاب الزینۃ، السراویل، ۵/۴۸۲، حدیث: ۹۶۷۱

[4] ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی الثوب الاخضر، ۴/۳۷۱، حدیث: ۲۸۲۱

[5] ......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل، ۳/۷، حدیث: ۱۲۱۷

حیرت سے عَرض کرتے: **یارسولَ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ آپ پر جنّت سے نازِل کی گئی ہے؟ حالانکہ یہ چادر اِسْکَنْدَرِیَّہ کے بادشاہ مُقَوْقِس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں تحفۃً بھیجی تھی اور آپ نے محض اس کے اِعزاز کے لئے یہ چادر پہنی، پھر اُتار کر آزْرُوئے بھلائی ایک مُشْرِک کو بھیج دی۔[1] اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ریشم اور دیباج کا پہننا حَرام قرار دیدیا۔[2]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ریشم اس لیے پہنا تاکہ بعد میں اس کی حُرْمَت پختہ ہو جائے، جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دِن سونے کی انگوٹھی پہنی، پھر اُتار دی اور اس کا پہننا مردوں کے لئے حَرام فرمادیا[3] اور جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدَتُنا بَرِیْرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کے متعلِّق اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیْقَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا سے اِرشاد فرمایا: **اِشْتَرِطِیْ لِاَھْلِھَا الْوَلَاءَ** یعنی اس کے گھر والوں کے لئے وِلا کی شَرْط کرلو۔ جب اُنہوں نے یہ شَرْط کرلی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مِنْبَر پر تشریف لائے اور اسے حَرام فرما دیا[4] تاکہ اس کی حُرْمَت مُؤَکَّد ہو جائے۔

اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (غزوہ اَوطاس میں) تین[3] دن کے لئے متعہ یعنی عارِضی نِکاح کو مُباح فرمایا اور پھر اسے بھی حَرام فرمادیا[5] تاکہ نِکاح کا مُعاملہ مُؤَکَّد ہو۔

عُلَمائے دنیا کا طرزِ عمل

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) عُلَمائے دنیا ایسی رِوایات (جن میں سرکارِ دو[2] عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی چیز کو جائز قرار دیا مگر پھر حَرام ٹھہرادیا ہو، ان) کو حُجّت بنا کر اپنے نُفُوس کے لیے کوئی (آسانی کی) راہ تلاش کرلیتے ہیں، دیگر لوگوں کو بھی اس بات کی دَعْوَت دیتے ہیں اور

---

[1] ......مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۴۹۹، حدیث: ۱۳۶۲۷، بتغیر واختصار

[2] ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب... الخ، ص ۱۱۵۰، حدیث: ۲۰۷۵

[3] ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال... الخ، ص ۱۱۵۷، حدیث: ۲۰۸۹، ۲۰۹۱

[4] ......مسلم، کتاب العتق، باب انما الولاء لمن اعتق، ص ۸۰۸، حدیث: ۱۵۰۴

بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الولاء، ۲/۲۲۳، حدیث: ۲۷۲۹

[5] ......مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ... الخ، ص ۷۲۸، حدیث: ۱۸ (۱۴۰۵)

مُتَشَابِہ حدیث کی تاویل کرتے ہوئے ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ راہِ حَق کی دَعْوَت دے رہے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے دِلوں میں کجی ہے اور وہ دنیا کی طَلَب اور فتنہ برپا کرنے کے لیے قرآنِ کریم کی مُتَشَابِہ آیاتِ بیّنات کی اپنی نفسانی خواہشات کے مُطابِق تاویل کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ فرامینِ مصطفٰے فرامینِ باری تعالیٰ کا مفہوم ہیں اور ان میں بھی ناسِخ و مَنْسُوخ، مُحْکَم و مُتَشَابِہ اور خاص و عام کی مِثالیں مَوجُود ہیں۔ عُلَمائے دنیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُحْکَم اَقوال واَفعال سے منہ موڑ کر مُتَشَابِہ اَقوال واَفعال اِخْتیار کرتے ہیں۔

سرکار کی عاجزی کے ﴿6﴾ مختلف واقعات

﴿1﴾ عمدہ چادر کسی کو عطا فرما دی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ خَمِیْصَہ یعنی سیاہ دھاری دار چادر میں نماز ادا فرمائی، سلام پھیرنے کے بعد اِرشَاد فرمایا: شَغَلَنِیَ النَّظْرُ اِلٰی ھٰذِہٖ اِذْھَبُوْا بِھَا اِلٰی اَبِیْ جَھْمٍ وَائْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّتِہٖ یعنی اس کی طرف دیکھنے نے مجھے مشغول کر دیا، اسے ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور ان کی چادر مجھے لادو۔[1] [2] گویا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عُمدہ کپڑے کے بجائے معمولی چادر پسند فرمائی۔

﴿2﴾ دنیا یاد دِلانے والے پردے کا حشر

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیْقَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کے حُجرے کے دروازے پر ایک پردہ مُلاحَظہ فرمایا تو اسے پھاڑ دیا[3] اور اِرشَاد فرمایا: کُلَّمَا رَاَیْتُہٗ ذَکَرْتُ الدُّنْیَا، میں اسے جب بھی دیکھتا ہوں مجھے دنیا یاد آتی ہے۔ اَرْسِلِیْ بِہٖ اِلٰی اٰلِ فُلَان، اسے فلاں کے گھر بھیج دو۔

---

[1] .... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 466** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ سب اپنی اُمَّت کی تعلیم کے لئے ہے، قلبِ پاک مصطفٰی کی واردات مختلف ہیں، کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خضوع خُشوع کم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدانِ جہاد میں تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خُشوع میں کوئی فَرق نہیں آتا، کبھی بَشَرِیَّت کا ظُہور ہے اور کبھی نُورَانیَّت کی جلوہ گری۔

[2] .... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ فی ثوب لہ اعلام، ص ۲۸۰، حدیث: ۵۵۶

[3] .... مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان۔۔۔ الخ، ص ۱۱۶۶، حدیث: ۲۱۰۷

﴿3﴾ بستر کی تبدیلی سے نیند نہ آئی

ایک رات اُمُّ الْمُؤمِنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے نیا بِستر بچھایا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چونکہ ایک دوہری تہہ والے کمبل پر آرام فرمایا کرتے تھے، اس لیے پوری رات کروٹیں بدلتے رہے، جب صُبْح ہوئی تو اِرشَاد فرمایا: میرے لئے وہی پُرانا کمبل بچھایا کرو اور اس نئے بستر کو مجھ سے دُور کر دو، اس نے مجھے ساری رات سونے نہیں دیا۔[1]

﴿4﴾ گھر میں موجود دیناروں نے سونے نہ دیا

ایک مرتبہ سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں عِشَا کے وَقْت کہیں سے پانچ یا چھ دینار آئے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کو گھر میں رکھ دیئے، مگر ان کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو سو نہ پائے یہاں تک کہ رات کے آخِری حصّے میں انہیں گھر سے نِکال دیا (یعنی صَدَقہ کر دیا)۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آرام فرمایا یہاں تک کہ میں نے آپ کے سانسوں کی آواز سنی۔ اس موقع پر اِرشَاد فرمایا: میں اپنے رب کے بارے میں کیا گمان کرتا اگر ان دِیناروں کے ہوتے ہوئے مجھے موت آجاتی؟[2]

﴿5﴾ نعلینِ پاک سے نئے تسمے نکلوا دیئے

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عربی نعلَینِ پاک کے تَسمے پرانے ہوگئے تو ان کی جگہ نئے تسمے ڈال دیئے گئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان میں نماز ادا فرمائی[3]، سلام پھیرنے کے بعد اِرشَاد فرمایا: ان نئے

---

[1]......طبقات ابن سعد، ذکر ضجاع رسول اللہ وافتراشہ، ۱/ ۳۶۰، بتغیر

[2]......مسند احمد، حدیث ام سلمة، ۱۰/ ۲۱۳، حدیث: ۲۶۷۳۴، بتغیر

مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۹/ ۵۴۷، حدیث: ۲۵۵۴۸، بتغیر

[3]...... مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مرآة المناجیح، جلد1، صفحہ469 پر فرماتے ہیں: مَوزوں میں نَماز ادا کرنا سنّت ہے لیکن جُوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نَرم کہ سجدہ میں حَرَج واقع نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مُڑ کر قِبلہ رُو ہو سکیں تو ان میں نَماز جائز ہے۔ ہمارے ملک کی جُوتیاں نماز کے قابل نہیں، نیز اب لوگ صحابہ کِرام جیسے باادَب نہیں، اگر انہیں جُوتوں میں نَماز کی اِجازَت دی جائے تو مُصلّے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے، اس لیے اب جُوتے اُتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہیے۔ (از مرقاۃ و شامی) مزید فرماتے ہیں: خَیال

تسموں کی جگہ وہی پُرانے تسمے ڈال دو کیونکہ نماز کے دوران میری توجُّہ ان کی طرف ہوگئی تھی۔[1]

﴿6﴾ توجہ ہٹانے والی شے دُور کر دی

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ انگوٹھی پہن رکھی تھی، جب اس پر نظر پڑی جبکہ مِنْبَر پر تشریف فرما تھے۔ تو اسے اُتار کر پھینک دیا اور اِرشَاد فرمایا: اس نے میری توجُّہ تم سے ہٹا دی تھی، میں ایک نظر اس کو دیکھتا اور ایک نظر تم کو۔[2]

مَحبَّتِ رسول کی علامت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ۳، اٰل عمران: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اے مَحبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ یعنی جو مجھ سے مَحبَّت کرتا ہے وہ میری سنّت کو اِختیار کرے۔[3] ایک مشْہور رِوایت میں ہے: عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ یعنی تم پر میری اور میرے بعد خُلَفَائے رَاشِدِین کی سنّت کو اِختیار کرنا لازم ہے، اسے مَضْبُوطی سے تھامے رکھنا۔[4]

رہے کہ مَسْجِد یا نَماز کے اَدَب کے لیے جُوتا اتارنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ رب فرماتا ہے: فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲)۔ اے موسیٰ تم عزّت والے جنگل میں ہو جُوتے اُتار دو۔ بعض با اَدَب مُرید اپنے شیخ کے شہر میں جُوتے نہیں پہنتے، اِمام مالک زمینِ مدینہ میں کبھی گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار نہ ہوئے، ان کے آداب کا ماخذ یہ آیت ہے۔

[1]......الزھد لابن مبارک، باب فی التواضع، ص ۱۳۵، حدیث: ۴۰۲

[2]......مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال... الخ، ص ۱۱۵۷، حدیث: ۲۰۸۹، بتغیر

[3]......مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضلہ، ۶/۱۳۵، حدیث: ۱۰۴۱۸، بتغیر قلیل

[4]......ابن ماجه، کتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین، ۱/۳۰، حدیث: ۴۲، دون: "من بعدی"

السنة لابن ابی عاصم، باب ما امر به صلی اللہ علیہ وسلم من اتباع السنة وسنة الخلفاء الراشدین، ص ۲۰، حدیث: ۵۴

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: محبّتِ باری تعالیٰ کی علامت محبّتِ محبوبِ باری ہے اور محبّتِ محبوبِ باری کی عَلامت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں سے محبّت ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں سے محبّت کی عَلامت دنیا سے نفرت ہے اور دنیا سے نفرت کی عَلامت یہ ہے کہ اس سے صِرف زادِ راہ اور بقدرِ ضرورت ہی لیا جائے۔

جنّت میں سرکار تک رسائی کا آسان ذریعہ

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے اِرشَاد فرمایا: اگر تم (جنّت میں) میرا ساتھ چاہتی ہو تو مال داروں کی صُحبت سے بچنا اور کسی کپڑے کو اس وَقت تک پُرانا نہ سمجھنا جب تک اسے پیوند نہ لگالو۔ [1]

نئے جوتے مسکین کو دیدیئے

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ نئے جُوتے بنوائے جن کا دِیدہ زیب ہونا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پسند آیا تو فوراً سجدے میں تشریف لے گئے اور اِرشَاد فرمایا: ان جُوتوں کی خُوبصُورتی مجھے اچھی لگی ہے مگر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضُع کرتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔ پھر وہ جُوتے لے کر باہَر تشریف لائے اور جو پہلا مسکین ملا اسے عِنایت فرمادیئے۔ پھر حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے اِرشَاد فرمایا کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے جوتے بنوا دیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وہ جوتے پہنے دیکھا۔ یہ جوتے ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جس پر بال نہیں تھے۔

بقدرِ کفایت رزق کے متعلق ﴿8﴾ فرامینِ مصطفٰے

﴿1﴾ ہم نشینی کے اِعتِبار سے بروزِ قِیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس نے دنیا میں

[1] ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی ترقیع الثوب، ۳/۳۰۲، حدیث: ۱۷۸۷، بتغیر

میری طرح زِنْدگی بَسَر کی ہو گی۔[1]

﴿2﴾... اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری آل کو بَقدرِ کِفایَت رِزْق عَطا فرما۔[2]

﴿3﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو عَذاب نہیں دے گا جسے دنیا میں ہر دن نیا رِزْق دیا ہو گا۔

﴿4﴾... مُبارَک ہو اس شخص کو جسے اِسلام کی ہِدایَت دی گئی اور دنیا میں اسے بَقدرِ کِفایَت رِزْق دیا گیا اور اس نے اس پر قَناعَت بھی کی۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ اس نے صَبْر کیا۔[4]

﴿5﴾... بروزِ قِیامَت ہر مال دار اور غریب شخص یہ چاہے گا کہ کاش دنیا میں اس کا رِزْق بَقدرِ کِفایَت ہوتا۔[5]

﴿6﴾... اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو مجھ سے مَحبَّت رکھے اور میری دَعْوت پر لَبَّیْك کہے اس کے مال اور اولاد میں کمی فرما دے اور جو مجھ سے بُغْض رکھے اور میری دَعْوت پر لَبَّیْك نہ کہے اس کے مال اور اولاد میں کَثْرت فرما اور اسے اپنے ماننے والوں کی مُوافَقَت بھی عَطا فرما (تاکہ وہ ان کے ساتھ الجھا رہے)۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس شخص کو یہ بد دُعا دیا کرتے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بُغْض رکھتا۔[6]

﴿7﴾... دنیا کی کمی آخِرَت کی زِیادَتی کا اور دنیا کی زِیادَتی آخِرَت کی کمی کا باعِث ہے۔[7]

﴿8﴾... جس کو بھی دنیا کی کوئی چیز عَطا فرمائی گئی تو اس کا ایک دَرَجہ کم کر دیا جاتا ہے خواہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کس قَدْر ہی مُعَزَّز کیوں نہ ہو۔[8]

---

[1] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد ابی ذر، ص ۱۷۰، حدیث: ۷۹۵، بغیر قلیل
مسند احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، ۸/۱۰۲، حدیث: ۲۱۵۱۴، بغیر قلیل

[2] ......مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة، ص ۵۲۴، حدیث: ۱۰۵۵

[3] ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ۴/۱۵۶، حدیث: ۲۳۵۶، بتغیر

[4] ......صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الفقر والزهد والقناعة، ۲/۳۱، حدیث: ۲۶۹، بتغیر
ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ۴/۱۵۵، حدیث: ۲۳۵۴، بتغیر

[5] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب القناعة، ۴/۴۴۲، حدیث: ۴۱۴۰

[6] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب فی المکثرین، ۴/۴۳۹، حدیث: ۴۱۳۳، بتغیر
المجالسة وجواهر العلم، الجزء الحادی والعشرون، ۳/۱۰۳، حدیث: ۳۰۰۰، مختصراً

[7] ......دارمی، المقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، ۱/۱۳۹، حدیث: ۵۰۹، مفهوماً

[8] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، کلام ابن عمر، ۸/۱۷۴، حدیث: ۲

دنیادار زاہدین

حضرت سَیِّدُنا اِبراہیم بن احمد خَوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ زُہد کا دعویٰ کرنے والوں کے مُتعلِّق اِرشاد فرماتے ہیں: بعض لوگوں نے زُہد کا دعویٰ کیا اور عُمدہ لباس پہنے تاکہ لوگوں کو یہ یقین دِلا سکیں کہ انہیں اسی قسم کے عُمدہ لِباس بَطورِ تحائِف دیئے جائیں اور اس لیے بھی کہ لوگ انہیں حَقارت کی نَظر سے نہ دیکھیں جیسا کہ فُقَرا کو دیکھتے ہیں اور نہ انہیں مسکینوں کی طرح صَدَقہ وخیرات دیں۔ جب ان لوگوں کو مَجبُور کر کے حقیقتِ حال دَرْیافت کی جاتی ہے تو وہ اپنے لیے ان باتوں کے جَواز کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ وَسیع عِلْم والے اور سُنّت کے پیکر ہیں، دنیا ان کے پاس آتی ہے وہ اس کے پاس نہیں جاتے اور وہ تحائِف بھی دوسروں کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ دین کے بَدْلے دنیا کھانے والے ہیں، انہیں باطِن کی صَفائی کی کوئی فِکْر ہے نہ اَخلاقیات کی اِصلاح کی کوئی پَروا، ان کی ظاہِری صِفات ان پر غالِب ہوتی ہیں اور وہ دنیا کی طرف مائل ہونے اور خواہشات کی پیروی کرنے کے باوُجود اپنے لیے بُلند مَقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دو[2] کپڑوں سے زیادہ نہیں پہنتے تھے یعنی دو[2] چادریں پہنتے یا قمیص اور تہبند اور اس صُورت میں قمیص کے دامَن کو موڑ کر سَر پر ڈال لیتے اور یوں اپنا سَر ڈھانپ لیتے۔ نیز فقیر کے لیے ایسا ہی لِباس پسند فرماتے۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) فَقْر کے فَضائل، فُقَرا کی فضیلت، دنیا کی مَذَمَّت اور اَغْنِیا کے عُیُوب کی نشاندہی پر مُشْتَمِل روایات ہماری ذِکْر کردہ رِوایات سے بَہُت زیادہ ہیں، ہم نے یہاں ان تمام رِوایات کو جَمْع کرنے کا قَصْد کیا ہے نہ ان سے بَہُت زیادہ اِسْتِدْلَال ہمارا مَقْصُود ہے۔

تعمیرات میں زہد

فالتو عِمارتیں بنانا تَرْک کرنا بھی زُہد ہے اور یہ کہ بُلند و بالا اور مَضْبُوط عِمارت تعمیر کی جائے نہ بغیر ضَرورت کے کوئی عِمارت مِٹّی (یعنی گارے، سیمنٹ وغیرہ) سے بنائی جائے۔

لمبی اُمیدوں کے مُعاملے میں سب سے پہلی چیز

مَنْقُول ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِصالِ ظاہِری کے بعد سب

سے پہلے جو بِدْعَت پیدا ہوئی وہ (آٹا چھاننے والی) چھلنیوں اور دَسْتَر خوان کا اِسْتِعمال کرنا ہے اور لمبی اُمّیدوں کے مُعامَلے میں جو چیز سب سے پہلے ظاہِر ہوئی وہ **تَدْرِیْز** اور **تَشْیِیْد** ہے۔**تَدْرِیْز** سے مُراد کپڑوں کی عُمدہ اور باریک سِلائی ہے، جبکہ پہلے لمبے لمبے ٹانکوں سے کپڑے سیئے جاتے تھے اور **تَشْیِیْد** سے مُراد چونے اور اینٹوں سے مکان بنانا ہے جبکہ پہلے کھجور کی شاخوں سے مکان بنائے جاتے تھے۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا

ایک رِوایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ عِمارتوں کو بھی یمنی چادروں کی طرح مُنَقَّش بنایا کریں گے۔

سب سے پہلے پختہ عمارت کس نے بنوائی؟

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مُلکِ شام کی طرف جاتے ہوئے راستے میں چونے اور اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ایک مَحَل دیکھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر کہا) اور اِرشَاد فرمایا: میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اس اُمَّت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ایسی عِمارت تعمیر کریں گے جیسی فِرْعَون کے لیے (اس کے وزیر) ہامان نے تعمیر کی تھی۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مُراد فِرْعَون کا یہ قول ہے:

فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا (پ۲۰، القصص: ۳۸) ترجمۂ کنز الایمان: تو اے ہامان میرے لیے گارا پکا کر ایک مَحَل بنا۔

مَنْقُول ہے کہ سب سے پہلے فِرْعَون نے چونے اور اینٹوں سے عِمارت تعمیر کروائی اور سب سے پہلے یہ کام (اس کے وزیر) ہامان نے کیا، پھر دیگر سرکش لوگوں نے ان دونوں کی پیروی کی اور یہی زیب وزِیْنَت ہے۔

کس طرح کا مکان بنانا افضل ہے؟

ایک بُزرگ نے کسی شہر کی جامِع مَسْجِد کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: میں نے اس مَسْجِد کو پہلے کھجور کی

ٹہنیوں اور شاخوں سے بنا ہوا دیکھا، پھر گارے اور مٹّی سے تعمیر شدہ بھی دیکھا اور اب اسے پکی اینٹوں سے بنا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ مگر اسے کھجور کی شاخوں اور ٹہنیوں سے بنانے والے گارے مٹّی سے بنانے والوں سے جبکہ گارے مٹّی سے بنانے والے اینٹوں سے بنانے والوں سے بہتر ہیں۔

پکے مکان نہ بنانے کی وجہ

بعض بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین زِندگی میں کئی مرتبہ اپنے مَکان کی مُرمَّت کیا کرتے تھے کیونکہ ان کے مَکان مَضْبُوط اور پکّے نہیں ہوتے تھے اور انہیں طویل عَرصہ ان مکانوں میں رہنے کی اُمّید بھی نہ ہوتی تھی، اس لیے وہ پختہ تعمیرات سے بچتے تھے۔

بعض اَسلاف کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام جب سَفرِ حَج یا جِہاد کے لیے روانہ ہونے لگتے تو اپنا مَکان اُکھاڑ دیتے یا پڑوسیوں کو ہِبہ کر جاتے، واپَس آکر دوبارہ مَکان بناتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر گھانس پھونس اور کھالوں سے بنے ہوتے تھے۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں) آج بھی یمن میں اَہْلِ عرب اسی طرح کے گھر بناتے ہیں۔

بلند عمارتوں کو گرانے کا حکم دیا

مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کو وہ کمرہ گرانے کا حکم اِرشَاد فرمایا جسے انہوں نے بُلَند کیا تھا۔[1]

رضائے مصطفٰے پر قبہ گرا دیا

حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا گزر ایک بُلَند قُبّہ کے پاس سے ہوا۔ اِسْتِفْسَار فرمایا: یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے عَرض کی: فلاں کا ہے۔ جب وہ صحابی بارگاہِ رِسالَت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ان سے اِعراض فرمایا اور پہلے کی طرح تَوَجُّہ نہ فرمائی۔ انہوں نے صحابۂ کِرام

---

[1] ......مسند طیالسی، وما اسند عن العباس بن عبد المطلب، ۲/۲۷۸، حدیث: ۱۰۲۰، بتغیر
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۶۳، حدیث: ۲۸۱، بتغیر

عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رُخِ انْوَر کی تبدیلی کا سَبَب پوچھا تو انہوں نے حقیقت بتا دی، چنانچہ انہوں نے فوراً جا کر اس قُبّہ کو گرا دیا۔ اس کے بعد جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوبارہ اس مَقام سے گزرے اور قُبّہ نہ دیکھا تو اس کے مُتَعَلِّق دَرْیافت فرمایا، جب خَبَر دی گئی کہ اس صحابی نے اسے گرا دیا ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لیے خیر کی دُعا فرمائی۔[1]

مکانوں کی چھتوں کی بلندی

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے گھروں میں چھت کی اُونچائی اِنسانی قَدْ سے کچھ زیادہ ہوتی تھی۔ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں جب صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے گھروں میں داخِل ہوتا تو اپنے ہاتھ سے چھت کو چھو لیتا تھا۔

حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن دِینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: جب کوئی شخص چھ گز سے زیادہ اُونچی عِمارت بناتا ہے تو ایک فِرِشتہ اس سے کہتا ہے: اے سب سے بڑے فاسِق! اور کتنا اونچا کرے گا؟

ضرورت سے زائد تعمیر کا وبال

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرَت نشان ہے: جو شخص ضَرورت سے زیادہ عِمارت تعمیر کرے گا بَروزِ قِیامَت اسے وہ عمارت اُٹھانے پر مجبور کیا جائے گا۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گزر ایک بُلَند و بالا مَکان کے پاس سے ہوا تو اِرشَاد فرمایا: دَرَاہِم نے سَر نکال ہی لیا ہے۔ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گزر ایک عامِل کے پاس سے ہوا جس نے بُلَند و بالا مَکان تعمیر کر لیا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے اِرشَاد فرمایا: ہر خائِن پر دو امین ہوتے ہیں یعنی پانی اور گارا مِٹّی۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے مال کے دو حِصّے کیے اور ایک حصّہ بَیْتُ المال میں جَمْع کروا دیا۔

دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نَصیحت نِشان ہے: بندے کو ہر شے

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، ۴/۴۶۰، حدیث: ۵۲۳۷، مفہوماً

[2] ......معجم کبیر، ۱۰/۱۵۱، حدیث: ۱۰۲۸۷

پر خَرْچ کرنے کا اَجْر ملتا ہے مگر جو کچھ وہ پانی اور گارے مِٹّی پر خَرْچ کرتا ہے اس کا اَجْر اسے نہیں ملتا۔[1]

ایک بُزرگ سے مَرْوِی ہے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کے مال پر ناراض ہوتا ہے تو اس پر پانی اور مِٹّی (یعنی غیر ضَروری تعمیرات) کو مُسَلَّط فرما دیتا ہے۔

خوبصورت عمارتوں اور ان کے دروازوں کو مت دیکھو

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن یمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ راستے میں ایک مُنَقَّش دروازے کی جانِب میں نے دیکھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: اسے مَت دیکھو! میں نے عَرض کی: اے ابو عبد **اللہ**! کیا آپ اسے دیکھنا پسند نہیں فرماتے؟ اِرشَاد فرمایا: تمہارا دروازے کی جانِب دیکھنا اس کے بنانے پر مُعاوَنَت شُمار ہو گا، کیونکہ اسے اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی طرف دیکھا جائے اور اگر کوئی بھی گزرنے والا اسے نہ دیکھے تو یہ نہ بنایا جاتا۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے پہلے کے ایک بُزرگ سے بھی ایسا ہی ایک قول مَنْقُول ہے کہ (خُوبصُورت) عِمارتوں کی طرف مَت دیکھا کرو! کیونکہ لوگ تمہاری خاطر انہیں آراستہ کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخِرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبّر نہیں چاہتے اور نہ فَساد۔

(پ۲۰، القصص: ۸۳)

ایک قول کے مُطابِق اس آیتِ مُبارَکہ میں زمین میں بُلندی، کَثرتِ مال کی مَحبَّت، حُکُومَت و رِیاسَت کی طَلَب اور تعمیرات میں باہَم مُقابَلہ بازی کرنا مُراد ہے۔

کون سی عمارت وبال نہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے: كُلُّ بِنَآءٍ وَّبَالٌ عَلٰى

---

[1] ......بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۴/۱۳، حدیث: ۵۶۷۲، بتغیر

صَاحِبِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَا اَكَنَّ مِنْ حَرٍّ وَّبَرْدٍ۔ یعنی سردی گرمی سے بچنے کے لیے بنائی گئی عمارت کے سوا ہر عمارت بروزِ قیامت اپنے بنانے والے کے لیے وَبال ہو گی۔[1]

بارگاہِ رسالت میں گھر چھوٹا ہونے کی شکایت

ایک شخص نے بارگاہِ رِسالت میں اپنے گھر کے چھوٹا ہونے کی شِکایت کی تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اِتَّسِعْ فِي السَّمَآءِ۔ یعنی آسمان میں وُسعت اِختیار کرو۔[2]

حدیثِ پاک کی شرح

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک کی دو طرح شَرح بیان کی جاسکتی ہے ایک کے مُطابِق مُراد یہ ہے کہ جنّت میں وسیع و عریض مَکان کے لیے کوشِش کرو۔ جبکہ دُوسری شَرح کے مُطابِق مُراد یہ ہے کہ مَعْرِفت میں بُلند اور وسیع مَکان کے حُصُول کی کوشِش کرو اور ظاہری مَکان کی وُسعت طَلَب نہ کرو۔

زہد سے رزق کم نہیں ہوتا

یادرکھئے! زُہد اپنانے سے رِزْق کم نہیں ہوتا بلکہ زُہد تو صَبر میں زِیادَتی کا باعث بنتا ہے اور فَقْر و بھوک کو دائمی کرتا ہے۔ یوں زُہد زاہِد کے لیے آخرت کا رِزْق بن جائے گا اس اِعْتِبار سے کہ زاہِد دنیا سے مَحْرُوم اور کَثْرت و وُسْعَتِ مال سے محفوظ رہا۔ زُہد چونکہ زاہد کے اُخْرَوِی رِزْق کا سَبَب بنتا ہے، لہٰذا زاہِد جس قَدْر دنیا سے دُور ہو گا اور مال داری و وُسْعَت سے پرہیز کرے گا اسی قَدْر **الله** عَزَّوَجَلَّ کے حُسْنِ اِخْتِیار اور نِگاہِ کَرَم کے صَدْقے آخِرت میں رِزْق اور بُلَند دَرَجات پائے گا۔ جیسا کہ ایک عالِم فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک سبزی فروش آیا اور عَرض کرنے لگا: میں ایک ایسے محلّے میں سبزی بیچا کرتا تھا جہاں میرے سوا کوئی سبزی بیچنے والا نہ تھا، یوں میں خوب سبزی بیچ لیتا، پھر میرے مُقابلے میں ایک اور سبزی فروش آ گیا تو کیا اس کی وجہ سے

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، ۴/۴۶۰، حدیث: ۵۲۳۷، بتغیر

[2] ......معجم کبیر، ۴/۱۱۷، حدیث: ۳۸۴۲، بتغیر قلیل

میرے رِزْق میں کمی آجائے گی؟ اِرشَاد فرمایا: نہیں! بلکہ وہ سبزی بیچنے میں تیری سُستی کو بڑھادے گا۔

ایک زاہدانہ فریب

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بحث سے) مُمکن ہے کوئی باطِل اور لَہو و لَعِب کو پسند کرنے والا شخص اپنے وُسْعَتِ مال اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے اپنے کسی دنیادار ساتھی کو یہ کہتے ہوئے فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے کہ جب دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے میرے رِزْق میں کوئی کمی نہیں ہوئی تو دنیا کی کَثْرت و وُسْعَت اور عَیْش و تَنَعُّم کی مَوجُودگی میں مجھے زُہد میں کسی مَقام کا حاصِل ہونا بھی دُرُست ہے، کیونکہ میں اپنا ہی رِزْق کھاتا اور اپنا ہی نصیب لیتا ہوں۔ لہٰذا زُہد میں بھی میرا ایک مَقام ہے اور رَضا و توکُّل میں بھی میرا ایک حال ہے۔ یا وہ یہ کہے کہ زُہد کَثْرت و زِینَت کے باوُجُود دُرُست ہوسکتا ہے۔ یوں وہ شخص ان لوگوں کے سامنے لچھے دار باتیں کرے جو زُہد کی حقیقت سے آگاہ نہیں بلکہ زاہِدین کے طریقوں سے ناواقِف لوگوں کو اپنی ایسی باتوں سے دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے شخص کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو دین کے بَدلے دنیا کھاتے ہیں یا چکنی چُپڑی باتیں کرتے ہیں اور غَفْلَت میں مبتلا لوگوں پر خود کو عالِم ثابِت کرتے ہیں۔ چنانچہ،

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے خارِجیوں نے جب یہ کہا: **لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی کا کوئی فیصلہ قبول نہیں۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: بات تو سچ ہے مگر اس سے مُراد غَلَط لی گئی ہے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے سچ فرمایا، کیونکہ خَوارِج اپنی اس بات سے خُلَفائے رَاشِدِین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اَحْکام کو ساقِط کرنا اور عادِل اِمام کی طَاعَت کو تَرک کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح یہ کہنے والا کہ ”میں اپنا ہی رِزْق کھاتا ہوں اور اپنی ہی قِسْمت میں لکھی گئی اَشیا لیتا ہوں“ درحقیقت یہ دلیل اس لیے دیتا ہے تاکہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرسکے اور جاہِلوں کے سامنے اپنے کَثِیْرُ الْمَال ہونے پر ان کی مَلَامَت سے بچنے کا عُذر پیش کرسکے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، ص۵۳۷، حدیث: ۱۵۷ (۱۰۶۶)

دھوکے و فریب میں مبتلا یہ شخص اپنے دھوکے و فریب میں مبتلا ہونے سے ناواقف ہے، اگرچہ یہ اپنا ہی رِزْق کھاتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَطاوبَخْشِش میں سے اپنا ہی حصّہ وُصول کرتا ہے مگر اس کے رِزْق میں عَیب ہے، وہ رَحْمَتِ خداوندی سے دُور ہے، اس میں دنیا کی رَغْبَت اور حِرْص پائی جاتی ہے، اس لیے کہ چور اور غاصِب بھی اپنا ہی رِزْق کھاتے ہیں اور ان کی قِسْمَت میں جو لکھ دیا گیا ہے وہی حِصّہ وُصول کرتے ہیں مگر وہ سب کچھ بُرا کرتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر بیٹھتے ہیں، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ظالِموں کو حَرام رِزْق دیتا ہے جیسا کہ مُتَّقِین کو حَلال رِزْق سے نوازتا ہے۔ ان دونوں میں فَرْق صِرف اتنا ہے کہ بُری تقدیر اور بد بختی دشمنوں کے لیے اور حُسْنِ توفیق و خوش بختی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دوستوں کے لیے ہوتی ہے۔

بندہ اِسْتِدْرَاج کا شکار کیسے ہوتا ہے؟

زُہْد کا مذکورہ دعویدار اسی وجہ سے زُہْد سے مَحْرُوم رہتا ہے، حُبِّ فَقْر سے اپنا وافر حصّہ کھو بیٹھتا ہے اور آخِرَت کے اَفضل ترین اَجْر و ثواب کے حصّے کو بھی کم کر دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا آخِرَت کی ضِد ہے اور دنیا کی ہر وہ شے جس میں تَصَرُّف کیا جائے یا جس کی خاطِر تَصَرُّف کیا جائے اسے زاہِدین کے طریقوں سے مرتبے کی کمی کا سَبَب بنا دیا گیا ہے۔ اسے دنیا سے اور کُشَادَگی و خوشحالی سے آزمایا گیا تاکہ اس کا سچّا و جھوٹا ہونا واضح ہو جائے، مگر یہ فتنے میں مبتلا ہو گیا اور اپنی اس آزمائش کو سمجھ نہ پایا۔

اگر وہ اپنے مُشاہَدے میں سچّا ہے اور اپنے وِجدان میں جھوٹا نہیں تو یقیناً جان لے گا کہ اس کا یہی مُشاہَدہ اس کے لیے اَہْلِ مَعْرِفَت کے عُلوم سے حِجاب بن گیا ہے اور وہ اپنے عِلْم کی بنا پر اِسْتِدْرَاج کا شِکار ہو گیا ہے، کیونکہ یہ بھی ایک دُنیاوی عِلْم ہے جو دنیا کے فنا ہونے کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا، آخِرَت میں اس کا کوئی ثمرہ نہیں کہ اسی عِلْم کی وجہ سے وہ فریب میں مبتلا ہوا اور اس نے خائفین کے عُلُوم اور وَرَع و تقویٰ کے پیکر اُن زاہِدین کے مُشاہَدے سے منہ موڑا جنہوں نے دقیق اُمُور میں بھی حَلال کا خَیال رکھا اور حقیقت میں زُہْد پر عَمَل کرتے ہوئے تَرْکِ رَغْبَت کے اپنے قول کو سچ کر دِکھایا۔

اگر وہ اپنے مُشاہَدے میں جھوٹا اور وِجدان کے دعویٰ میں اپنے نَفْس پر ظُلْم کرنے والا ہے تو اس کا شُمار

شَیاطِین کے دوستوں اور گمراہ اِماموں میں ہوتا ہے، جسے دنیاداروں کے لیے مَامُور کیا گیا اور اسے ان کی آزمائش کے لیے بھیجا گیا، وہ مُتَّقِین کا اِمام نہیں بلکہ اس کا شُمار غافِل دنیاداروں میں سے مَحرُوم و گمراہ اِماموں میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ دنیا میں رَغبَت رکھتا ہے اور اس میں حِرْص و طَمَع اور عَدَمِ یقین پایا جاتا ہے۔ اہلِ یقین کے عُلُوم اور ان کے حقیقی مُشاہَدے سے منہ موڑنے کے باعث اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر کا اسی وَصْف پر شِکار ہوا جس میں اس کا مبتلا ہونا چاہا گیا اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر کا اِحساس ہوا نہ وہ نعمتوں میں مگن ہونے کی وجہ سے اِسْتِدْرَاج کو پہچان پایا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (پ ۱۹، النمل: ۵۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہوں نے اپنا سا مَکر کیا اور ہم نے اپنی خُفْیَہ تدبیر فرمائی اور وہ غافِل رہے۔

یہ بات بہُت ہی دُور کی ہے کہ خُفْیَہ تدبیر کا شِکار اِنسان اس بات کو سمجھ سکے کہ وہ خُفْیَہ تدبیر کا شِکار ہو گیا ہے یا اِسْتِدْرَاج کا شِکار بندہ اپنے اِسْتِدْرَاج میں مبتلا ہونے کو جان پائے، کیونکہ خُفْیَہ تدبیر فرمانے والا اور اِسْتِدْرَاج میں مبتلا فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو لطیف و اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن ہے۔

ایک عارِف کا قول ہے کہ جو شخص نَفْس کی آفات میں مبتلا ہو کر انہیں چھپائے اسے یہ سزا دی جاتی ہے کہ وہ اس مرتبے کا دعویٰ کرنے لگتا ہے جس پر وہ ابھی تک فائز ہی نہیں ہوا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ظاہِری عِلْم کے فریب میں مبتلا ہونے سے اپنی پناہ عَطا فرمائے اور اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل و اَصحاب سب پر دُرُود و سَلام بھیجے اور ہمیں حقیقی عِلْم کے مُشاہَدے کی وجہ سے حُسْنِ توفیق کی دولت عَطا فرمائے۔ (اٰمین)

دنیا و آخرت کس کی مثل ہیں؟

ہم نے مذکورہ بحث میں جو کچھ ذِکر کیا ہے اس کے مُتعلِّق کَثْرت سے اَخبار و رِوایات مَرْوِی ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ دنیا و آخِرت:

- ان دو۲ سوتنوں کی مِثْل ہیں جن میں سے ایک کی رَضا دوسری کی ناراضی کا باعث ہے۔
- مَشْرِق و مَغْرِب کی مِثْل ہیں جس نے ایک کی جانِب منہ کیا تو دوسرے کی جانِب پیٹھ کرنا پڑے گی۔
- ترازو کے دو۲ پلڑوں کی مِثْل ہیں، ایک بھاری ہوگا تو دوسرا ہلکا۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! دنیا و آخِرت دو۲ پیالوں کی طرح ہیں، جن میں سے (صِرف) ایک کو تیرے لیے بھرا جائے گا، اب یہی ہو سکتا ہے کہ تو ایک کو دوسرے میں اُنڈیل دے۔ مُراد یہ ہے کہ اگر تو نے دنیا کا پیالہ بھرا تو آخِرت سے خالی ہو جائے گا اور اگر آخِرت کا پیالہ بھرا تو دنیا سے خالی ہو جائے گا۔ اگر تو نے ایک تِہائی آخِرت کا پیالہ اپنے پاس رکھا تو دنیا کے پیالے میں دو۲ تِہائی پائے گا، اگر دو۲ تِہائی آخِرت رکھے گا تو دنیا صِرف ایک تِہائی رہ جائے گی۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے جو یہ مِثال دی ہے بَہُت خوب ہے مگر اس میں شِدّت اور باریکی ہے۔

نعمت کی موجودگی میں زہد اختیار کرنا

ایک بُزرگ فرماتے ہیں کہ ناز و نِعْمَت کی مَوجُودَگی میں زُہد اِختیار کرنے والا اس شخص کی مِثْل ہے جو اپنے ہاتھ میں لگی ہوئی گوشت کی چکنائی کو مچھلی سے صاف کرے۔

کسی اور بُزرگ کا فرمان ہے کہ دنیا کی طَلَب میں مَشْغُول زاہِد کی مِثال اس شخص جیسی ہے جو گھاس سے آگ بجھانے کی کوشِش کرے۔

ایک زاہِد اَہْلِ شام کے سامنے زُہد کی باتیں کیا کرتے تھے، اَہْلِ شام کے فقیہ حضرت سَیِّدُنا رَجاء بن حَیوَہ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه بھی اس زاہِد کی مَحفِل میں شریک ہو کر اس کی باتیں سنا کرتے۔ ایک دن آپ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه

کو اس زاہِد کی مَحفِل میں تشریف لانے میں تھوڑی دیر ہو گئی، لوگوں کی کثیر تعداد جَمْع تھی، بَیْتُ الْمُقَدَّس شریف کے مُؤَذِّن صاحِب دَرس دینے لگے تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کی باتیں سننے سے اِنکار کرتے ہوئے پوچھا: یہ بولنے والا کون ہے؟ اس بُزرگ نے اپنا تعارُف کرایا تو اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو مُعاف فرمائے، ہم زُہد کی باتیں زاہِدوں کے علاوہ کسی اور سے سننا پسند نہیں کرتے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: ہم وَعْظ و نصیحت صِرف زاہِدوں سے ہی سننا پسند کرتے ہیں۔

ایمان کی حلاوت اور نور کا خاتمہ

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: دنیا داروں کے اَمْوَال کی طرف مَت دیکھو! کیونکہ ان کے مالوں کی چمک تمہارے نُورِ ایمان کو خَتم کر دے گی۔ ایک عالِم فرماتے ہیں: اَمْوَال کو اُلٹ پلٹ کرنا (یعنی اسے شُمار کرتے رہنا) ایمان کی حلاوَت کو چُوس لیتا ہے۔

اس اُمّت کا بچھڑا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر اُمّت (کی آزمائش) کے لیے ایک بچھڑا ہوتا ہے اور اس اُمّت کا بچھڑا دِرْہَم و دِینار ہیں۔[1] کیونکہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی اُمّت کے لیے سَامِری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بھی سونے چاندی کے زیورات سے بنا ہوا تھا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِبْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: گہنا (زیور) یا اور اَسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ (پ۱۳، الرعد: ۱۷)

گویا مذکورہ حدیثِ پاک اسی آیتِ مُبارکہ سے ماخوذ ہے۔

چار فرشتوں کی ندائیں

مَنْقُول ہے کہ روزانہ جب دن طُلوع ہوتا ہے تو چار فرشتے آفاق میں چار ندائیں کرتے ہیں: ان میں سے

[1] ......فردوس الاخبار، ۲/ ۱۹۳، حدیث: ۵۰۵۷

دو۲ فرشتے مَشرِق میں نِدا کرتے ہیں اور دو۲ مَغرِب میں۔ چنانچہ،

مَشرِق میں مَوجُود دونوں فرشتوں میں سے ﴿۱﴾ ایک کہتا ہے: اے خیر کے طالب! آگے بڑھ (اور نیک عَمل کر) اور اے شَر کے طالب! رُک جا (بُرائی سے باز آجا) اور ﴿۲﴾ دوسرا کہتا ہے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! خَرچ کرنے والے کو اس کا اچھّا بدَل عَطا فرما اور بُخل کرنے والے کے مال کو ہلاک فرما۔

مَغرِب میں مَوجُود فرشتوں میں سے ﴿۱﴾ ایک کہتا ہے: موت کے لیے اَولاد پیدا کرو اور ویران ہونے کے لیے گھر تعمیر کرو اور ﴿۲﴾ دوسرا کہتا ہے: طویل حِساب کے لیے دُنیاوِی نعمتیں کھاؤ اور خوب مزے اڑاؤ۔ [1]

دنیا وحشت کے ساتھ مُزَیَّن ہے

ایک عالم فرماتے ہیں: بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کو وَحشَت کے ساتھ مُزَیَّن فرمایا تاکہ فرمانبرداری کرنے والے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مَانُوس ہوں۔

صِدِّیقِ اکبر کی دعا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب میں اپنے نَفس سے کوئی حَق وُصول کرنے لگوں تو اس وَقت مجھے عجز وانکساری عَطا فرما اور جو مال میری ضَرورت سے زائد ہو اس میں مجھے بے رغبتی عَطا فرما۔ [2]

فقر پر مہر لگا دی گئی ہے

کسی عارِف کا قول ہے کہ مَعرِفَتِ باری تعالیٰ سے مُزَیَّن فَقْر کے سِوا ہر شے خَزائِنِ باری تعالیٰ میں پڑی ہوئی ہے، فَقْر ایک رسی میں پرویا ہوا ہے اور اس پر مُہر لگا دی گئی ہے جو صِرف اسے ہی عَطا ہوتا ہے جس پر شُہَدا کی مُہر ثَبت ہو۔

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۳۷۸، حدیث: ۱۰۷۰، مختصراً
نھایۃ الارب فی فنون الادب، الباب الثالث من القسم الثالث من الفن الثانی، ۵/۲۶۳

[2] ......طبقات المحدثین باصبھان، الطبقۃ الخامسۃ، ۲/۲۷، الرقم: ۸۴: عبد الرحمٰن بن یوسف

دنیا دار عُلَما کی غلط فہمی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

(پ ۲۸، الجمعۃ: ۴)

بعض دنیا دار عُلَما اپنے نفسوں کے لیے مذکورہ آیتِ مُبارکہ کی تفسیر سے یہ حُجّت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فَقْر پر مال داری کو فضیلت حاصِل ہے۔ حالانکہ اس آیتِ مُبارکہ میں غور و فِکر کرنے والوں کے نزدیک یہاں فُقَرا مُراد ہیں، کیونکہ فُقَرا سے پہلے یہ اِرشاد فرمایا گیا تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو کوئی تم سے دَرَجات میں آگے بڑھ سکے گا نہ کوئی تمہارے بعد ان دَرَجات کو پا سکے گا۔ [1] یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان سے ثابت ہے اور بالکُل دُرُسْت ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے فرمان میں اسی طرح مَعْصُوم ہیں جیسا کہ اپنے فِعْل میں مَعْصُوم ہیں۔ [2]

لہٰذا یہ مُناسِب نہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حدیثِ پاک کا اِبْتِدائی حِصّہ بعد والے حِصّے کے برعکس ہو، چنانچہ جو کچھ بعد میں بیان ہوا ہے اس کا اِطْلاق بھی پہلے حِصّے میں مَوجُود حُکْم پر ہی ہو گا اور کسی طرح بھی اس کا اُلٹ مفہوم اَخذ کرنا دُرُسْت نہیں، کیونکہ اس فرمان میں جو خَبَر دی گئی ہے اس سے رُجُوع جائز نہیں۔ مگر جب مال داروں نے بھی وُہی کام شروع کر دیئے جن کے کرنے کا فُقَرا کو حُکْم دیا گیا تھا تو گویا فُقَرا کا مرتبہ نِگاہِ نبوّت میں پہلے کی طرح ٹھہر گیا کیونکہ وہ بَظاہِر دیکھ رہے تھے کہ مال دار لوگ سرکارِ دوجہاں

---

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/ ۲۹۳، حدیث: ۸۴۳، بتغیر قلیل

[2] ......یہاں صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے اَصْل میں اس رِوایت کی جانب اِشارہ کیا ہے جس میں ہے کہ ایک بار فُقَرا صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رِسالَت میں عَرض کی: مال دار لوگ خیرات، صدقات، حج اور جہاد کے ذریعے نیکیوں میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں، (ہم کیا کریں؟)۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں تسبیح کے کلمات سکھائے اور بتایا کہ تم ان کے ذریعے مال داروں سے زیادہ ثواب حاصِل کر سکتے ہو۔ اُدھر مال دار صحابہ بھی یہ کلمات سیکھ کر پڑھنے لگے۔ اس پر فُقَرا صحابہ نے دوبارہ بارگاہِ رِسالَت میں حاضِر ہو کر عَرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔

(سنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلوۃ، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاہ... الخ، ۲/ ۲۶۵، حدیث: ۳۰۲۴، مفہوماً)

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان پر عَمَل کرنے کی وجہ سے ان سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ دوبارہ بارگاہِ رِسالَت میں حاضر ہوئے اور حقیقتِ حال عَرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جَلْد بازی سے کام نہ لو! کیونکہ میں نے جیسا تم سے کہا ہے حقیقت وہی ہے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فَضْل ہے جس پر وہ چاہتا ہے فرماتا ہے اور تمہارا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا فَضْل فرمانا چاہا ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے ہماری بیان کردہ تاویل دُرُست اور عُلَمائے دنیا کی بیان کردہ تاویل غَلَط ہوگئی۔ جس کی دلیل سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پہلا فرمانِ عالیشان ہے جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دوسرا فرمان بھی پہلے فرمان کے مُوافِق ہے اور اس کے خِلاف نہیں۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے (کہ مال داری فَقْر سے اَفضل ہو) جبکہ ہماری بیان کردہ مذکورہ بات کی دلیل واضح طور پر اس تفصیلی رِوایت میں بھی مَوجُود ہے جسے حضرت سَیِّدُنا زید بن اَسْلَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم نے حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کیا ہے۔ چنانچہ،

فُقَرا کی فضیلت

مَرْوِی ہے کہ فُقَرا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رِسالَت میں اپنا قاصِد بھیجا جس نے حاضرِ خِدمَت ہوکر عَرض کی: میں فُقَرا کا نمائندہ بن کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تمہیں بھی مَرحَبا اور انہیں بھی جن کے پاس سے تم آئے ہو! تم ایسے لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے میں محبّت کرتا ہوں۔ قاصِد نے عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فُقَرا نے یہ گُزارش کی ہے کہ مال دار لوگ جنّت کے دَرَجات لے گئے، وہ حج کرتے ہیں مگر ہم اس کی اِستِطاعَت نہیں رکھتے، وہ عمرہ کرتے ہیں مگر ہم اس پر قادِر نہیں، وہ بیمار ہوتے ہیں تو اپنا زائد مال صَدَقہ کرکے آخِرَت کے لیے جَمْع کرلیتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا: فُقَرا کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جس نے (اپنی غُربَت پر) صَبْر کیا اور ثواب کی اُمّید رکھی اسے تین ایسی باتیں حاصِل ہوں گی جو مال داروں کو حاصِل نہیں:

﴿1﴾ جنّت میں ایک ایسا بالاخانہ ہے جس کی طرف جنّتی ایسے دیکھیں گے جیسے دنیا والے آسمان کے سِتاروں کو دیکھتے ہیں، اس بالاخانے میں صِرف فَقْر اِختیار کرنے والے نبی، شہید اور مومن داخِل ہوں گے۔

﴿2﴾ فُقَرا مال داروں سے قِیامت کے آدھے دن یعنی 500 سال پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے۔

﴿3﴾ مال دار شخص ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہے اور یہی کلمات فقیر بھی ادا کرے تو مال دار فقیر کے برابر ثواب نہیں پاسکتا اگرچہ وہ 10 ہزار دِرْہم صَدَقہ کرے۔ دیگر تمام نیک اَعمال میں بھی یہی مُعاملہ ہے۔

قاصِد نے واپَس جاکر فُقَرا کو یہ فرمانِ مصطفےٰ سنایا تو انہوں نے کہا: ہم راضی ہیں، ہم راضی ہیں۔ (1)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ رِوایت بھی ہمارے مَوْقِف کے صحیح ہونے پر دَلالت کرتی ہے۔ یہی مفہوم حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمْرو بن دِینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الغَفَّار کے حوالے سے حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِسْتِفْسار فرمایا: اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ یعنی لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ عَرْض کی: وہ مال دار جو جان و مال میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لازِم کردہ حُقُوق (یعنی بدنی اور مالی عبادات) ادا کرتا رہے۔ اِرشاد فرمایا: ایسا شخص اچھا ہے لیکن میرا مقصود یہ نہیں۔ عَرْض کی: یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ہی اِرشاد فرمائیے کہ سب سے اچھا شخص کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: فَقِیْرٌ یُّعْطِیْ جُهْدَهٗ یعنی وہ فقیر جو اپنی اِسْتِطاعَت کے مُطابِق راہِ خُدا میں خَرْچ کرے۔ (2)

صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ذِہن عَقْلی عِلْم کی طرف گیا تھا مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عِلْمِ یقین کی راہ دِکھائی۔ اسی طرح جو شخص حالَتِ غِنا کو حالَتِ فَقْر سے اَفضل قرار دیتا ہے وہ عِلْم کو عَقْل کی آنکھ سے دیکھتا ہے حالانکہ آخِرت اور حقیقت کا مُشاہَدہ یقین کی آنکھ سے کیا جاتا ہے۔

---

(1) ....تنبیه الغافلین، باب فضائل الفقراء، ص ۱۲۲، حدیث: ۲۸۳
ابن ماجه، کتاب الزهد، باب منزلة الفقراء، ۴/۴۳۳، حدیث: ۴۱۲۴، مختصراً

(2) ....مسند طیالسی، ص ۲۵۳، حدیث: ۱۸۵۲، بتغیر قلیل
الکامل لابن عدی، ۵/۳۹۲، الرقم: ۱۰۶۶ عبدالله بن دینار البهرانی حمصی

مذکورہ حدیثِ پاک فَقْر کے اَفضل ہونے میں نَصّ کی حَیثیَّت رکھتی ہے، لہٰذا جس نے اس وَضاحَت کے بعد بھی غِنا کو فَقْر پر فضیلت دی تو گویا اس نے سنّت کی مُخالَفت کی، اگر وہ عالِم ہو تو اس کا سب سے بہتر حال آثار و روایات سے ناواقِف ہونا ہے اور اگر جاہِل ہو تو جہالَت میں اس کا مَقام نفسانی خواہشات کی بنا پر علمی گفتگو کرنے سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اس اُمَّت کے بہترین لوگ فُقَرا ہیں اور جنّت میں سب سے پہلے اس اُمَّت کے کمزور لوگ ٹھکانا پائیں گے۔[1]

سَیِّدُنا بلال حَبَشی کو فقر کی ترغیب

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال حَبَشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَالَتِ فَقْر میں مِلنا، مال دار ہو کر نہ مِلنا۔ عَرض کی: میرے لیے ایسا کیسے ممکن ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جب تجھ سے کچھ مانگا جائے تو اِنکار مَت کرنا اور جب تجھے کچھ دیا جائے تو اسے مَت چھپانا۔[2]

کیا آپ یہ خَیال کر سکتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی اَدنیٰ حال کا حُکْم اِرشَاد فرمائیں گے؟ اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شُمار بُلَند پایہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں اَحْوَال میں فَقْر کو اِیمان میں یقین کے مُشَابِہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے رِضا اور یقین کے ساتھ عَمَل کرو، اگر ایسا نہ ہو سکے تو ناپسندیدہ باتوں پر تمہارے صَبْر کرنے میں بہت بڑی بھلائی ہے۔[3] یہاں بھی میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو یقین کے اَفضل ہونے کے باعِث اس تک رسائی حاصِل کرنے کی ترغیب دلائی جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اَحْوَال میں فَقْر کے اَشرف ہونے کے باعِث اسے اپنانے کی ترغیب دلائی۔ یقیناً

---

[1] ......الکنی والاسماء للدولابی، باب حرف النون، ۳/۱۰۹۱، حدیث: ۱۹۰۹

[2] ......مستدرک، کتاب الرقاق، باب الق اللہ فقیرا ولا تلقه غنیا، ۵/۴۵۰، حدیث: ۷۹۵۷

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الرابع والاربعون، ۱/۱۸۶، حدیث: ۲۷۵، عن ابن عباس

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے وُہی حال پسند فرمایا جو اپنے لیے پسند فرمایا تھا، اس طرح فَقْر اَہْلِ یقین کا حال بن گیا کیونکہ اس سے آخِرت مُنْکَشِف ہوتی ہے۔ جبکہ غِنا میں شُکْر مومِن کا حال ہے کیونکہ اس سے دنیا ملتی ہے۔ چنانچہ زاہِد فقیر کو شاکِر غنی پر وُہی فضیلت حاصِل ہے جو مُشاہَدہ کرنے والے اہلِ یقین کو مُجاہَدہ کرنے والے اَہْلِ یقین پر حاصِل ہے۔

حالتِ فقر میں موت کی دعا

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُعا مانگا کرتے تھے: **اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر حالَتِ فَقْر میں ظاہِری مَوت طارِی کرنا اور حالَتِ غِنا میں مجھ پر موت طارِی نہ کرنا۔** [1]

معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جو یہ اِرشاد فرمایا تھا کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حالَتِ فَقْر میں ملنا" اس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُراد یہ نہ تھی کہ وہ کسی کم تَر حال کو اَپنائیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اِرشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے رِضا اور یقین کے ساتھ عَمَل کرنا۔ تو اس سے بھی حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو کسی کم تَر مَقام کی ترغیب دِلانا مُراد نہ تھا۔ اسی طرح ایک مَشْہور رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے لیے یہ دُعا مانگی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو زِندگی اور موت بلکہ حَشْر میں بھی مسکینوں کے گروہ میں رکھے۔ [2]

مذکورہ ہر رِوایت فَقْر کی فضیلت اور فُقَرا کے شَرَف پر مبنی ہے۔ جیسا کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **یَدْخُلُ فُقَرَآءُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَآئِہَا بِنِصْفِ یَوْمٍ خَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ۔** یعنی میری اُمّت کے فُقَرا مال داروں سے نِصْف دن یعنی 500 سال پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے۔ [3]

---

[1] ......الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو بہ فی سائر نہارہ، ص ۴۲۲، حدیث: ۱۴۲۶

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء ان فقراء المھاجرین۔۔۔ الخ، ۴/۱۵۷، حدیث: ۲۳۵۹

[3] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء ان فقراء المھاجرین۔۔۔ الخ، ۴/۱۵۷، حدیث: ۲۳۶۱، دون: امتی
مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۰۵، حدیث: ۱۰۷۳۵

مال کی کمائی ذکر سے غافل کر دیتی ہے

مَرْوِی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: میں مسکینی کو پسند کرتا اور غنی کے لیے مال و دولت کو بُرا جانتا ہوں، کیونکہ مال میں بہُت سی بیماریاں ہیں۔ عَرْض کی گئی: اے روحُ اللہ! اگرچہ حلال طریقے سے کمایا ہو تو بھی؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! کیونکہ مال کمانا بندے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکْر سے غافِل کر دیتا ہے۔

نیک فقیر نیک امیر سے بہتر ہے

حضرت سَیِّدُنا وَھْبْ بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے عَرْض کی: ہم تورات میں یہ لکھا پاتے ہیں کہ ایک نیک فقیر نیک امیر سے بہتر ہے (تو کیا اِسلام میں بھی ایسا ہی ہے؟)۔ اِرشَاد فرمایا: کیا تم یہ نہیں جانتے کہ **اللہ** کو فقیر سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں بشرطیکہ وہ نیک ہو۔

مال داری کی خرابی

مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کو سب ناموں سے زیادہ یہ پسند تھا کہ آپ کو مسکین کہہ کر پکارا جائے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرمایا کرتے تھے: مال داری کی خرابی یہ ہے کہ بندہ مال دار بننے کے لیے گناہ کرتا ہے مگر فقیر ہونے کے لیے گناہ نہیں کرتا۔

اسی مفہوم کو کسی حکیم نے اَشْعار میں یوں بیان کیا ہے:

یَا عَائِبًا لِلْفَقْرِ تَبْغِی الْغِنٰی عَیْبُ الْغِنٰی اَعْظَمُ لَوْ تَعْتَبِرْ

اِنَّكَ تَعْصِیْ لِتَنَالَ الْغِنٰی وَلَسْتَ تَعْصِی اللهَ كَیْ تَفْتَقِرْ

ترجمہ: اے فَقْر کو عَیب جاننے والے! تو غِنا چاہتا ہے، غِنا کا عیب (فَقْر کے عَیب سے) بہُت بڑا ہے، اگر تو سمجھے۔ کیونکہ تو غِنا کے حُصُول کے لیے تو گناہ کرتا ہے مگر فقیر بننے کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدْرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں ہے کہ اے لوگو! عُسْرت و تنگ دستی اور فاقہ تمہیں حَرام طریقے سے رِزْق تلاش کرنے پر مجبور نہ کرے کیونکہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دُعا مانگتے سنا ہے کہ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر حالتِ فقر

میں ظاہری موت طارِی کرنا، حالَتِ غِنا میں مجھ پر موت طاری نہ کرنا اور قِیامَت کے دن مجھے مساکین کے گروہ میں اُٹھانا۔[1]

عاملین کو ہی اجر ملتا ہے

حضرت سیِّدُنا لُقمان حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے سے اِرشَاد فرمایا: اے میرے بیٹے! دین کی اصلاح میں سب سے زیادہ مُعاوِنِ خُلق دنیا میں زُہد اِختِیار کرنا ہے۔ جس نے دنیا میں زُہد اِختِیار کیا گویا وہ ان چیزوں میں رَغبَت رکھتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس چیزوں میں رَغبَت رکھتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عَمَل بھی کرتا ہے اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عَمَل کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اَجر دیتا ہے۔[2]

نبی اور اُمتی کے عَمَل میں فرق

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حَوارِیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خِدمَت میں عَرض کی: اے رُوحُ **اللہ**! ہم آپ کی طرح نَماز پڑھتے ہیں، آپ کی طرح روزے رکھتے ہیں اور جیسا آپ نے ہمیں حُکم دیا ہے ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتے ہیں مگر پھر بھی آپ کی طرح پانی پر چلنے کی قُدرَت نہیں رکھتے (اس کی کیا وجہ ہے؟)۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے اِستِفسار فرمایا: پہلے اپنے مُتعلّق یہ بتاؤ کہ تمہاری دنیا سے مَحبَّت کی کَیفِیَّت کیسی ہے؟ عَرض کی: ہم اپنے دلوں میں دنیا کی مَحبَّت پاتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: بے شک دنیا کی مَحبَّت دین کو خَراب کرتی ہے مگر میرے نزدیک یہ دنیا ایک پتّھر اور مٹّی کے ڈھیلے کی طرح ہے۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک پتّھر اُٹھا کر اِستِفسار فرمایا: تمہیں کیا پسند ہے یہ پتّھر یا دِرہَم و دِینار؟ عَرض کی: دینار۔ اِرشَاد فرمایا: میرے نزدیک ان سب کی حَیثِیَّت ایک جیسی ہے۔

مَنقُول ہے کہ جس کا دنیا میں زُہد اِختِیار کرنا اس قَدر دُرُست ہو جائے کہ اس کے نزدیک پتّھر اور سونے کی حَیثِیَّت برابر ہو جائے تو وہ پانی پر چلنے لگتا ہے۔ یہ بات عام لوگوں میں اس قَدر مَشہُور ہوئی کہ ایک شاعِر نے

---

[1] ......تنبیه الغافلین، باب فضائل الفقراء، ص ۱۲٦، حدیث: ۲۹٦

[2] ......الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۳۷۳، حدیث: ۱۰۵۹

[3] ......الزهد لاحمد بن حنبل، من مواعظ عیسی علیه السلام، ص ۹۷، حدیث: ۳۳۱، بتغیر

اس کے مُتَعلِّق کچھ یوں اِظْہارِ خیال کیا:

لَوْ كَانَ زُهْدُكَ فِي الدُّنْيَا كَزُهْدِكَ فِيْ وَصْلِيْ مَشَيْتَ بِلَا شَكٍّ عَلَى الْمَآء

ترجمہ: اگر دنیا میں تیری بے رغبتی کا عالَم اس طرح ہوتا جیسا تو مجھ سے ملنے کے مُعَاملے میں کسی چیز کی پَروا نہیں کرتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تو پانی پر چلنے لگتا۔

تارکُ الدنیا کی نیند

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ایک مرتبہ دورانِ سَفَر چادَر اَوڑھ کر سوئے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے جَگا کر اِرشَاد فرمایا: اے سونے والے! اُٹھ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر کر۔ اس نے عَرْض کی: آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ میں نے دنیا کو دنیاوالوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشَاد فرمایا: اے دوست! اگر ایسا ہے تو پھر سو جا۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعلِّق بھی مَرْوِی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا گزر ایک بار ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو سر کے نیچے اینٹ رکھے زمین پر سو رہا تھا، چادَر اَوڑھنے کے باوُجود اس کا چہرہ اور داڑھی گرد آلُود تھے (مگر وہ کسی چیز کی پَروا کئے بغیر مزے سے سویا ہوا تھا)۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرْض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو گیا ہے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: اے موسیٰ! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے پر کامل نَظَرِ رَحْمَت کرتا ہوں تو دنیا کو اس سے مُکَمَّل طور پر دُور کر دیتا ہوں۔[1]

شکستہ دل لوگ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اِسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحی فرمائی کہ مجھے شِکَسْتَہ دِل لوگوں کے پاس تلاش کرو۔ عَرْض کی: وہ کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: سچے فُقَرا۔[2] یہ رِوایَت حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام

---

[1]......تنبيه الغافلين، باب فضائل الفقراء، ص ۱۲۶، حديث: ۲۹۸، بتغير

[2]......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الهم والحزن، ۳/۲۷۳، حديث: ۲۱، بتغير عن داود عليه السلام

کی اس گزارِش کی وَضاحَت ہے جس میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی تھی: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ اِرشَاد فرمایا: شِکَستَہ دل لوگوں کے پاس۔ [1]

مال داری کے فقر سے افضل ہونے کا شبہ

حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح کا شُمار مُتَاَخِّرِین میں ہوتا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک شُبہ کی وجہ سے غِنا کو فَقْر سے اَفضل قرار دیتے تھے۔ ہوا کچھ یوں کہ کسی شیخ نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: حالَتِ غِنا اور فَقْر میں سے اَفضل کون ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیا: غِنا اَفضل ہے کیونکہ یہ حَق تعالیٰ کی صِفَت ہے۔ اس پر اس شیخ نے عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غَنی ہونے سے مُراد تو یہ ہے کہ وہ اَسباب واَعراض سے مُسْتَغْنِی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور ایک لفظ بھی نہ کہا۔

مذکورہ شبے کے رد میں چار جوابات

﴿1﴾ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) بات تو ایسی ہی ہے جیسا کہ اس شیخ نے کہا، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے وَصْف کے اِعْتِبَار سے غَنی ہے اور اس اِعْتِبَار سے فقیر اس مفہوم کا زیادہ حَق رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنے وَصْف کے اِعْتِبَار سے ایمان کی دولت رکھتا ہے نہ کہ اَسباب کی وجہ سے مال دار ہے کیونکہ وہ تو اس سے دُور ہیں۔ اس اِعْتِبَار سے فقیر بھی اَفضل ہے کیونکہ مال دار شخص تو اَسباب کو جَمْع کرنے والا اور پریشان حال ہوتا ہے۔ لہٰذا شک کی بنا پر فقیر اس سے اَفضل ہوگا۔

﴿2﴾ حضرت سَیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کے مَوْقِف کی مُخالَفَت کی اور انہیں دُرُسْت بات کی مُوَافَقَت حاصِل ہوگئی۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مَعْرِفَت میں حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح سے بُلَند مَقام کے حامِل تھے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی کِتاب "شَرَفُ الْفَقْر" میں فرماتے ہیں: فَقْر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایسی صِفَت ہے جس سے وہ لوگوں کو مُتَّصِف فرماتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی یہ بات بھی ہماری تاویل کی مُوَافَقَت کرتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اشیا سے مُسْتَغْنِی ہے۔

---

[1] ......الزھد لاحمد بن حنبل، زھد موسی علیہ السلام، ص ۱۱۰، حدیث: ۳۹۱

﴿3﴾ حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح نے جس بنا پر غِنا کو فَقْر سے اَفضل کہا تھا اس مُغالطے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر غِنا کو فَقْر سے اَفضل قرار دیں کہ غنی ہونا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفَت ہے تو مُناسِب ہو گا کہ مُتَکَبِّر اور جابِر شخص کو اور اپنی مَدح و تعریف اور عزّت کو پسند کرنے والے شخص کو بھی فضیلت دی جائے۔ اس لیے کہ یہ سب بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف ہیں۔ چونکہ تمام مسلمان ان اَوصاف کے حامِلین اَفراد کی مَذمّت پر مُتَّفِق ہیں، لہٰذا جس میں وَصفِ غِنا ہو گا وہ بھی اِنہی اَفراد میں شامل ہو گا، کیونکہ غنی ہونا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ایسا وَصف ہے جو عزّت و کِبریائی کے ساتھ مِلا ہوا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے تمام اَوصاف کو اسی کے لیے تسلیم کیا جائے اور اس کی کسی صِفَت کو کسی کے لیے ثابت کرنے کی خاطر جھگڑا جائے نہ کسی کو اس صِفَت میں شریک کیا جائے۔

﴿4﴾ حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح کا قول اس لیے بھی غَلَط ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: بڑائی میری رِدا اور عَظَمت میرا تہبند ہے جو ان میں سے کسی ایک میں بھی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے جہنّم میں ڈالوں گا۔[1]

اُنہوں نے اس حدیثِ قُدسی کی بھی مُخالَفت کی جبکہ ہماری مُوَافَقَت میں ہر خاص و عام کے مُسَلَّمہ عارِف یعنی حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس نے غِنا، بقا اور عزّت کو مَحبُوب جانا گویا اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس کی صِفات میں جھگڑا کیا۔ چونکہ یہ صِفاتِ رَبّانی ہیں لہٰذا اس شخص کے ہَلاکت میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو فَقْر غِنا سے اَفضل ہو گا کیونکہ یہ بَندَگی کا وَصف ہے۔ جس نے اس وَصف کو پا لیا گویا اس نے بَندَگی پالی کہ بَندَگی کے اَوصاف ہی ایمان کے اَخلاق ہیں اور یہی وہ اَوصاف ہیں جن سے مؤمنین کا مُتَّصِف ہونا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے کہ اس کے مومن بندے خوف، عاجزی، تواضُع اور فَقْر کے ساتھ مُتَّصِف ہوں جبکہ اَوصافِ رَبُوبِیَّت کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں یعنی جَبّارِین اور مُتَکَبِّرِین کو آزمایا جاتا ہے۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں کو عزّت و تکبُّر اور بَقا و غِنا وغیرہ اَوصاف سے آزمایا جاتا ہے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الکبر، ص ۱۴۱۲، حدیث: ۲۶۲۰، بتغیر قلیل
العقد الفرید، کتاب الیاقوتة فی العلم والادب، باب فی الکبر، ۲/ ۱۹۷

حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے: میرے خیال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں ہمیشہ کی زِنْدَگی صِرف اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ فَرد یعنی اِبلیس کو ہی عَطا فرمائی ہے۔

اسی طرح عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کو پسند نہ کرو کیونکہ مخلوق میں سب سے بد تَر اَفراد یعنی شیطانوں کی زِنْدَگی ہی سب سے زیادہ لمبی ہے۔ نیز غِنا سے مَقْصُود دنیا میں باقی رہنا ہوتا ہے۔ مَنْقُول ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے حضرت سَیِّدُنا ابن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح سے مُبَاھَلَہ کیا اور انہیں بَد دُعا دی کیونکہ انہوں نے آپ کی یہ بات ماننے سے سختی سے اِنکار کر دیا تھا کہ صابِر فقیر شاکِر امیر (مال دار) سے اَفضل ہے، اگرچہ دونوں اپنی حالَت کے اِعْتِبَار سے فرائض کی ادائیگی میں مُساوِی ہی ہوں، حالانکہ مُتَّقِی غنی اپنے نَفْس کو راحَت پہنچاتا ہے اور غِنا سے لُطف اندوز ہوتا ہے جبکہ صابِر فقیر پر اس کے فَقْر کی وجہ سے دُکھ اور مصیبتیں ہی آتی ہیں جو اس کے دَرَجات کو مزید بڑھاتی ہیں۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکِّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مُعامَلہ بھی حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے اِرشَاد فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل فرمایا کرتے تھے: فَقْر سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فَقْر کو اَفضل جانتے اور صابِر فقیر کی شان کو عظیم سمجھتے تھے۔ حضرت سَیِّدُنا مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل کی خِدْمَت میں کسی فقیر کا ذِکْر کیا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس فقیر کی عَظْمَت بیان کرنے لگے اور اس کے مُتَعَلِّق مزید سوالات کرنے شُروع کر دیئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عَرْض کی: اسے عِلْم کی حاجَت ہے۔ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رَحْم فرمائے! چپ ہو جاؤ! اس کا اپنے فَقْر پر صَبْر کرنا اور اس میں تکالیف کا بَرْدَاشْت کرنا کثیر عِلْم سے بہتر ہے۔ اس کے بعد اِرشَاد فرمایا: یہ لوگ ہم سے بہُت زیادہ بہتر ہیں۔

جس نے فقر کا مزہ نہیں چکھا

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکِّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ وہی غِنا کو

فَقْر سے اَفضل کہتا ہے جس نے حقیقت میں کبھی فَقْر کا مَزہ چکھا ہے نہ اس کی حَلاوَت۔ وہ فَقْر کی سختیوں کی بنا پر فریب کا شِکار اور فَقْر کی حَلاوَت سے مَحْرُوم ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ فَقْر کی کڑواہٹ یعنی اس کی تکلیف اور غم کو چکھ لے تو ضَرور اسے ہی اَفضل سمجھے اور اگر اسے فَقْر کی یعنی زُہد و رَضا کی حَلاوَت چکھا دی جائے تو وہ کبھی فَقْر پر کسی شے کو فضیلت نہ دے۔

مال دار کے لیے تین۳ شیطانی فریب

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے کہ شیطان کہتا ہے: غنی شخص مجھ سے اپنی تین۳ خصلتوں میں سے کسی ایک کی بنا پر نہیں بچ سکتا۔ میں اس کے دل میں مال کی مَحبَّت پیدا کرتا ہوں تو وہ اسے ناجائز طریقے سے حاصِل کرنے لگتا ہے یا ناجائز جگہوں پر خَرْچ کرتا ہے یا جائز مَقام پر خَرْچ کرنے سے روکتا ہے۔[1]

شیطان راہِ فقر میں بیٹھتا ہے

اگر شیطان کو یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ فَقْر تمام اَحْوال میں اَفضل ہے تو وہ اس کے طریقوں پر نہ بیٹھتا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: میں ضَرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (پ۸، الاعراف: ۱۶)

ایک قول کے مُطابِق یہاں سیدھے راستے سے مُراد فَقْر ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو اس بات سے آگاہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (پ۳، البقرة: ۲۶۸) ترجمۂ کنزالایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دِلاتا ہے محتاجی کا۔

مُراد یہ ہے کہ وہ تمہیں فَقْر میں مبتلا ہو جانے سے ڈراتا ہے۔ مگر ایک صادِق فقیر کا کام یہ ہے کہ وہ راہِ مستقیم پر چلتے ہوئے آخِرت کی طرف گامزَن رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عَطا کردہ مَدَد اور قوّت سے شیطان کے دِلائے گئے خوف کو دُور پھینک دے۔ مَنْقُول ہے کہ مال داری پر رَشک کرنے والے مال دار لوگوں کو بھی شیطان ڈراتا ہے کہ وہ فقیر بن جائیں گے اور انہیں بھی ان کی طرح مشکلات آلیں گی۔ جیسا کہ اِرشَاد ہوتا ہے:

---

[1] ......معجم کبیر، ۱/۱۳۶، حدیث: ۲۸۸

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ (پ ۴، ال عمران: ۱۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اس طرح وہ شیطان کے ڈراوے میں آکر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں اور یوں ان کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ (پ ۱۷، الحج: ۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ آدمی **اللہ** کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی بن گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آپڑی منہ کے بل پلٹ گئے دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نُقصان۔

اگر یہ لوگ اَہلِ زُہد کی فضیلت کے حامل نہ بھی ہوں تو کم از کم اس مُتوسّط راہ کو ہی اپنا لیں جس سے لوگ بھاگتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کر کے اور اس کی رَضا پر راضی ہو کر اس خوف سے بے نیاز ہو جائیں جس سے دنیادار لوگ ڈرتے ہیں تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔

دنیا کی ماہِیَّت، اس میں زُہد کی کیفِیَّت اور زاہِدوں کے مَقامات میں فرق کا بیان

دنیاوی حصّہ چھوڑنے کی وجہ سے زہد کی مختلف صورتیں

ہر بندے کا دنیا میں نفسانی خواہشات اور قلبی شہوات وغیرہ میں سے کچھ حصّہ ضَرور ہوتا ہے۔ لٰہذا بندے کا دنیا میں اپنے حصّہ چھوڑنے کے اِعْتِبار سے زُہد کی مختلف صُورتیں ہیں:

- جو بندہ اپنے حصّے میں زُہد اِختیار کرے اور اپنی مَذمُوم نفسانی خواہشات پر قابو پالے تو اس قدر زُہد کا اپنانا اس پر فَرض ہے۔
- جو شخص مُباحات میں زُہد کا مُظاہرہ کرے یعنی ضَرورت سے زائد چیزوں کو تَرک کر دے تو یہ اَفضل زُہد ہے کہ اس کا تعلّق ان اَعضائے ظاہرہ کی لذّتوں سے ہے جو دنیا کے دروازے اور راستے ہیں۔

❀ جو دُنْیاوِی اشیا بندے پر حَرام ہیں ان میں تمام مسلمان زُہد اِخْتِیار کرتے ہیں کہ اس سے ان کے اِسلام میں حُسْن پیدا ہوتا ہے۔

❀ شُبُہات میں اَہْلِ وَرَع و تقویٰ زُہد اِخْتِیار کرتے ہیں کہ اس سے ان کے اِیمان کامل ہوتے ہیں۔

❀ ضَروریاتِ نَفْس سے زائد حَلال اَشیا میں زُہد کا مُظاہَرہ کرنا اَہْلِ زُہد کا ہی کام ہے کہ اس سے ان کے یقین میں نِکھار پیدا ہوتا ہے۔

بلاحساب جنّت میں جاؤ گے

حضرت سَیِّدُنا زُبیر بن عوّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے اِرشَاد فرمایا: اے زُبیر! شہوات وشُبُہات کے مَوْقَع پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ اشیا سے سچّے وَرَع و تقویٰ کے ذریعے اپنے نَفْس کے ساتھ مُجاہَدہ کرو گے تو بِلا حِساب جنّت میں جاؤ گے۔[1]

زہد کے مقامات

حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی زُہد کے فضائل اور اعلیٰ مَقامات بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرماتے ہیں: کسی بھی بندے کا زُہد اس وَقْت ہی کامل ہوتا ہے جب وہ تین چیزوں میں زُہد اِختیار کرلے:

﴿1﴾ اس دِرْہَم میں جسے وہ نیکیوں میں خَرْچ کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصِل کرنا چاہتا ہے۔

﴿2﴾ اس لِباس میں جسے وہ عِبادَت کے وَقْت اپنے بَدَن کو ڈھانپنے کے لیے اِسْتِعمال کرتا ہے۔

﴿3﴾ اس خوراک میں جس سے وہ عِبادَت پر قوّت ومَدَد حاصِل کرتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہ اس لیے اِرشَاد فرمایا کہ آپ کے نزدیک زُہد کی حقیقت تمام مَقامات سے اَفضل ہے کیونکہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: زاہِد کو تمام عالِموں اور عابِدوں کا ثواب عَطا کیا جائے گا پھر ان کے اَعمال کا ثواب تمام مؤمنین پر تقسیم ہوگا۔ مزید اِرشَاد فرماتے کہ بَروزِ قِیامت اس شخص سے اَفضل کوئی نہ

[1] ......نوادر الاصول، الاصل الثامن عشر والمائۃ، ۱/ ۴۷۷، ۴۷۸، حدیث: ۶۸۵، بتغیر

ہو گا جو زُہد کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ مُتَّقِی و پرہیز گار عالِم بھی ہو۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: زُہد خوف کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا کیونکہ جو ڈرتا ہے وہی دنیا تَرک کرتا ہے۔ گویا آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے زُہد کو خوف کا ایک مقام قرار دیا مگر اسے دَرَجات میں اِضافے کا باعِث ہونے کی وجہ سے اَفضل ٹھہرایا۔

زاہد کی دو۲ رَکعت نماز کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا مَسروق رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے رِوایت کرتے ہیں کہ جس شخص کا دِل زاہِد ہو اس کی دو۲ رَکعت نماز اس کے لیے بہتر ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس عِبَادَت گزار سے زیادہ پسندیدہ ہے جو (زاہِد نہ ہو اور) ہمیشہ عِبَادَت میں مَصروف رہے۔

زہد کی انتہا

عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے ایک گروہ کے نزدیک زُہد کی کوئی اِنتِہا نہیں کیونکہ یہ مَخْفِی نفسانی خواہشات اور دنیا کے دروازوں کی باریکیاں جاننے کی اِنتِہا سے حاصِل ہوتا ہے۔ کسی بُزرگ کا قول ہے کہ زُہد کی اِنتِہا یہ ہے کہ آپ ہر شے میں زُہد اِختیار کریں اور ہر اس شے سے بچیں جو نَفْس کے لیے راحَت و لذّت کا باعِث ہے۔

پتھر کا تکیہ بنانا بھی چھوڑ دیا

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام نے ایک پتّھر کو اپنے سَر کے نیچے رکھا تاکہ سَر کے زمین سے اُونچا ہونے کے باعِث کچھ راحَت ملے تو شیطان نے کہا: اے ابنِ مریم! آپ نے تو دنیا کو تَرک کر دیا تھا پھر اب کیا ہوا؟ پوچھا: ہاں! حقیقت تو یہی ہے (مگر تو نے کیا دیکھا ہے؟) بولا: آپ کا پتّھر کو سر کے نیچے رکھ کر تکیہ بنانے کا کیا مَطلَب ہے؟ یہ سن کر آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے وہ پتّھر پھینک دیا اور فرمایا: میں نے اس پتّھر کو اور اس جیسی دیگر تمام چیزوں کو بھی ان تمام چیزوں کے ساتھ ہی چھوڑا جو میں نے تمہارے لیے پہلے ہی چھوڑ رکھی ہیں۔

اُونی جُبّہ اتار کر بالوں کا جُبّہ پہن لیا

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن زَکَرِیّا عَلَیْهِمَا السَّلَام کے مُتَعلّق مَرْوِی ہے کہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام بالوں سے بنا ہوا جُبّہ زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ جِسْمِ مُبارَک پر نِشانات پڑ گئے تو والِدہ ماجِدہ نے اِرشَاد فرمایا کہ اس

بالوں سے بنے ہوئے جُبّہ کو اُتار کر اس کی جگہ اُونی جُبّہ پہن لیں۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پہنا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: اے یحییٰ! تم نے دنیا کو مجھ پر ترجیح دے دی؟ اس پر آپ رونے لگے، اُونی جُبّہ اُتارا اور پھر سے بالوں سے بنا ہوا جُبّہ زیبِ تن فرمالیا۔

سلف صالحین کا اندازِ استراحت

حضرت سیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں نے 70 کے قریب صَالِحِین کو دیکھا کہ جن کے پاس صِرف ایک ہی کپڑا تھا، ان میں سے کبھی کوئی زمین پر کپڑا نہیں بچھاتا تھا بلکہ جب سونے کا اِرادہ ہوتا تو یہ حَضَرات زمین پر لیٹ کر کپڑا اَوڑھ لیتے تھے۔

اصل نعمتیں

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یاد رکھئے! میں نے تمام نعمتوں کو تین۳ نعمتوں میں پایا اور سب نعمتوں کا کَمال زُہد میں ہے۔

- ﴿1﴾ البتہ! تمام نعمتوں کی اَصْل اِسلام ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر (بارگاہِ خداوندی تک رَسائی کے لیے) لوگوں نے کثیر مَقامات پر حقیقتِ توحید میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔
- ﴿2﴾ اس کے بعد دوسری نِعْمَت سنّت ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر باقی سب کچھ بِدْعَت ہے اور بعض لوگوں نے سنّت کی حقیقت پانے میں غَلَطی کی ہے۔
- ﴿3﴾ تیسری نِعْمَت عِلْمِ باری تعالیٰ ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت و عَظْمَت کی مَعْرِفَت کا حُصُول جہالَت ہے۔

اس کے بعد دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی باری آتی ہے، لہٰذا جسے ان تینوں نعمتوں کے حُصُول کے بعد زُہد کی نِعْمَت بھی مِل جائے اس پر نعمتیں تمام ہو جاتی ہیں اور اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اِنْعَام ہوا یعنی نَبِیِّین، صِدِّیْقِین، شُہَدا اور صَالِحِین میں اس کا شُمار ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے عِلاوہ شُبُہات میں بہت زیادہ حِرْص اور شہوات میں بہت زیادہ رَغْبَت پائی جاتی ہے۔

اِتّباعِ سنّت کی شرط

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمانِ عالی شان کی وجہ سے زُہد کو سنّت کی پیروی کے لیے شَرط قرار دیتے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (پ۳، اٰل عمرٰن: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔

اِرشاد فرماتے ہیں کہ سنّت یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُکمّل پیروی کی جائے۔ کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زاہِد (یعنی دنیا سے بے رَغبت) تھے۔

زاہدین کے درجات میں تفاوُت

زاہدین کے دَرَجات میں تفاوُت اس شے کی وجہ سے ہوتا ہے جس میں وہ زُہد اپناتے ہیں، نیز ان کے مَقامات میں فَرق ان کے مُشاہدات کی رِفعت کی بنا پر ہوتا ہے۔

- بعض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِجلال واِکرام کی وجہ سے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتے ہوئے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف کے سبَب زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وَعدے پر اُمّید رکھتے ہوئے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی بجاآوری میں جلدی کرتے ہوئے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت میں زُہد اِختیار کرتے ہیں۔

زہد کا اعلیٰ و ادنیٰ درجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت میں زُہد اِختیار کرنا زُہد کا اعلیٰ دَرَجہ ہے۔ جبکہ بَروزِ قیامت طویل مدّت تک حِساب کِتاب کے لیے کھڑے ہونے کے ڈر سے زُہد اِختیار کرنا زُہد کا ادنیٰ درجہ ہے۔ جیسا کہ مَنقُول ہے کہ جس کے پاس دو[2] دِرہَم ہوں گے اس کا حِساب بَروزِ قیامت ایک دِرہَم والے کے حِساب سے سَخت ہوگا۔ اس لیے بھی

کہ جو شخص دنیا میں کسی چیز کے جوڑے کا مالک ہو وہ مُتَّقِین کے راستے پر نہیں چلتا۔ نیز دنیا میں جس کو بھی کچھ دیا گیا تو یہ بھی فرمایا گیا کہ اسے لے لو مگر اس کے تین حصے کر لو یعنی ایک تہائی حصہ فِکْر، ایک تہائی مَشْغُولیَّت اور ایک تہائی حِساب۔ چنانچہ بَروزِ قِیامت ایک مال دار شخص کو حِساب کے لیے اتنی دیر کھڑا کیا جائے گا کہ 100 پیاسے اُونٹ اس کے پسینے سے سیر اب ہو جائیں، حالانکہ وہ جنّت میں اپنا ٹھکانا دیکھ رہا ہو گا۔ چنانچہ جب اَہْلِ وَرَع و تقویٰ کے دِلوں میں حِساب کِتاب کا یہ مُعاملہ اس قَدْر راسِخ ہو گیا تو وہ طُولِ حِساب سے ڈر گئے اور انہوں نے جَمْع و مَنْع میں زُہد اِخْتِیار کر لیا، نیز تَخْفِیفِ سوال اور قِیامت کی ہولناکیوں سے جَلْد نجات حاصِل کرنے کے لیے فُضُول اُمّیدوں کو بھی چھوڑ دیا۔

زہد کی علامات

زُہد کی عَلامت یہ ہے کہ فَقْر اور فُقَرا سے مَحبّت کی جائے، مَساکین کے ٹھکانوں پر ان کی ہم نشینی اِخْتِیار کی جائے اور ان کے لیے عاجِزی و اِنکساری کا مُظاہَرہ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مَساکین کی مَجالس میں اُنہی جیسا لِباس پہن کر بیٹھتے اور اپنے رب کے قُرْب کی اُمّید رکھتے۔

حضرت سَیِّدُنا محمد بن یُوسُف اِصْفَہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی ایک زاہِد عالم تھے، بعض لوگ انہیں حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی پر فضیلت دیتے ہیں، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گمنامی کو ترجیح دیتے تھے، عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے سِوا انہیں کوئی نہ جانتا تھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حُسْنِ رِعَایَت اور شِدّتِ بیدار مَغْزِی کا عالَم یہ تھا کہ ہر وَقْت میں وُہی عَمَل سَر اَنْجام دیتے جو اس وَقْت اَفضل ترین ہوتا۔ چنانچہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مُبارَک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو مَصِّیْصَہ [1] میں تلاش کیا اور ان کے مُتَعَلِّق کسی جاننے والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اس وَقْت شہر کی سب سے اَفضل جگہ کے عِلاوہ کہیں نہ ہوں گے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ اس وَقْت شہر کی جامِع مَسْجِد میں ہوں گے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے وہاں جا کر تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جامِع مَسْجِد میں بھی سب سے اَفضل جگہ پر تشریف فرما ہوں گے۔ انہوں

[1] ....ملک شام کی سرحد پر واقع ایک مشہور شہر ہے یا دِمَشْق کی ایک نواحی بستی کا نام ہے۔

نے مزید تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ فُقَرا کے پاس سر جھکائے بیٹھے ہیں اور انہوں نے خود کو مساکین میں چھپا رکھا ہے۔ گویا ان کے نزدیک شہر کی سب سے اَفضل جگہ جامِع مَسْجِد تھی، اس لیے کہ منقول ہے کہ جامِع مَسْجِد میں نماز ادا کرنا باقی مَساجِد میں 50 نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ نیز جامِع مَسْجِد میں فُقَرا کی جگہ چونکہ سب سے اَفضل تھی اور اَفضل حالَت گمنامی تھی، اس لیے انہوں نے جامِع مَسْجِد میں فُقَرا کے درمیان خود کو چھپا لیا تاکہ اَعمال کے تمام فضائل کو جمع کر لیں۔

زُہد کی ایک عَلامَت یہ بھی ہے کہ بندے کو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی عَظمَت کا مُشاہَدہ کرنے کی بنا پر اپنے فَقْر پر رَشک کرنا چاہئے۔ نیز فَقْر کے سَلْب ہو جانے اور زُہد سے حالَت کے بدَل جانے سے ڈرنا چاہئے۔ جیسا کہ مال دار شخص اپنی مال داری پر رَشک کرتا ہے مگر اسے فَقْر میں مبتلا ہو جانے کا ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

زُہد کی حَلاوَت پانا بھی زُہد کی عَلامَت ہے یہاں تک کہ اس کے دِل میں یہ باتیں واضِح ہو جائیں:

- اسے کَثْرت سے زیادہ قِلَّت مَحْبُوب ہو۔
- عزّت سے زیادہ ذِلّت پسند ہو۔
- تنہائی کو اِجْتِمَاع پر ترجیح دے۔
- گمنامی شُہرت سے زیادہ پسند کرے۔

یہ عَلامات بندے کے زُہد میں اِخلاص پر دَلالَت کرتی ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے اور ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ چار چیزیں خود پسندی کے ساتھ آتی ہیں: ﴿1﴾ خاموشی جو عِبادَت کی اِبْتِدا ہے۔ ﴿2﴾ تَوَاضُع ﴿3﴾ کَثْرتِ ذِکْر اور ﴿4﴾ قِلَّتِ اشیا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ بندہ عالِم اس وَقْت شُمار ہوتا ہے جب وہ اِبْتِلا و آزمائش کو نِعْمَت اور فَراخی و کُشادَگی کو سَزا سمجھنے لگے۔

ایک بُزرگ فرماتے ہیں: بندہ اس وَقْت ہی کامِل فقیہ بنتا ہے جب وہ فَقْر کو مال داری سے زیادہ مَحْبُوب رکھے اور عاجِزی و اِنکساری کو طاقت وغَلَبہ پر ترجیح دے۔

---

[1] ......الزهد لابن المبارك، باب في طلب الحلال، ص ۲۲۲، حديث: ۶۲۹

ایک رِوایت میں ہے کہ بندہ اس وَقت ہی اِیمان کی حقیقت تک پہنچتا ہے جب وہ مَعْرُوف ہونے سے زیادہ غیر مَعْرُوف ہونا اور اَشیا کی کَثْرت سے زیادہ ان کا کم ہونا پسند کرے۔[1]

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرمایا کرتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہم پر یہ نِعْمَت فرمانا کہ ہم سے دنیا کو دُور فرما دیا اس نِعْمَت سے عظیم ہے جو اس نے ہمیں دنیا عَطا فرما کر کی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: دنیا مشکلات کا گھر ہے نہ کہ آسانی کا۔ یہ دکھ کا گھر ہے نہ کہ راحَت کا۔ جس نے اسے پہچان لیا وہ کبھی فراخی پر خوش ہوا نہ تنگی و مَحْرُومی پر غم زدہ ہوا۔

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن **عبد اللہ** تُسْتَری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: کسی کی عِبَادَت دُرُست ہو سکتی ہے نہ کسی کا عَمَل خالِص ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ چار چیزوں سے بھاگے نہ ان سے ڈرے:

﴿1﴾ بھوک ﴿2﴾ بے لباسی ﴿3﴾ فَقْر اور ﴿4﴾ ذِلَّت۔

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم تَیمی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں ایک شخص نے 50 ہزار دِرْہَم پیش کیے۔ مگر آپ نے قبول نہ کیے تو عَرض کی گئی: آپ انہیں قبول کیوں نہیں کر لیتے؟ اِرشَاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں 50 ہزار دِرْہَم کے بَدلے اپنا نام فُقَرا کے دَفْتَر سے مِٹا دوں؟

دنیاوی علوم سے کنارہ کشی

اَہلِ زُہد کے نزدیک یہ بھی زُہد ہے کہ ان تمام فُضُول عُلُوم کو تَرْک کر دیا جائے:

- جو دنیا کی طرف مائل کریں۔
- دنیاداروں کے ہاں جاہ و مرتبہ کا باعث بنیں۔
- ان میں آخِرت کا کوئی نَفْع نہ ہو۔
- وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرْب کا باعث نہ بنیں۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت سے غافِل کر دیں۔
- بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کے وَقت فِکروں کو مُنْتَشِر کر دیں۔
- ذِکرِ اِلٰہی کے وَقت دِل کی سختی کا سَبَب بنیں۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور اس کی عَظمَت میں غور و فِکر کرنے سے حِجاب بن جائیں۔

---

[1] ......الزھد للمعافی بن عمران، باب فی خمول الذکر... الخ، ص ۲۱۸، حدیث: ۵۵، بتغیر قلیل

عُلومِ جدیدہ کے بعض نقصان

بہت سے عُلُوم اِیجاد ہو گئے ہیں جن کا ماضی میں کوئی وُجُود نہ تھا۔

❁⇐ غافلین نے انہیں عِلم بنالیا ہے۔ ❁⇐ بے کار لوگ انہیں اپنی مَصروفیت کا بہانہ سمجھتے ہیں۔

❁⇐ لوگوں نے ان عُلُوم کو دنیا کے حُصُول کا ذریعہ بنالیا ہے۔

❁⇐ وہ دنیاداروں کو ان عُلُوم کی مُعَاوَنَت سے اپنے گرد اِکٹھا کر لیتے ہیں۔

❁⇐ انہوں نے ان عُلُوم کو شہوات کے حُصُول کی سیڑھی بنالیا ہے۔

❁⇐ ایسے لوگوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تعلّق مُنْقَطَع ہو چکا ہے۔

❁⇐ وہ مُشاہَدۂ آخِرت سے حِجاب میں ہیں۔ ❁⇐ انہیں حقیقت تک رَسائی سے روک دیا گیا ہے۔

❁⇐ ان کا رُخ خالق سے موڑ کر مخلوق کی طرف کر دیا گیا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم ان عُلُوم کے جاننے والوں کی کَثْرت کی وجہ سے ان کے مُتَعَلِّق مزید کچھ ذِکْر نہ کریں گے مگر یہ سوال ضَرور کریں گے:

❁⇐ کیا یہ حقیقی عِلم ہیں یا مَحض باتیں؟ ❁⇐ کیا یہ حق ہیں یا اس کی تشبیہ؟

❁⇐ صِدْق و حِکْمت پر مَبْنِی ہیں یا خُوبصُورت اور دِل فریب باتوں کا مجموعہ؟

❁⇐ سنّت ہیں یا بِدْعَت؟ ❁⇐ قدیم ہیں یا نئی وفُضُول باتیں؟

اگر ہمیں اپنے سوالات کا جواب مِل گیا تو ہم ان عُلُوم کے صحیح ہونے کے مُتعلِّق ضَرور کلام کریں گے۔

حکمرانی اور زہد

دَرْج ذَیل صُورتیں بھی اَفضل زُہد ہیں:

❁⇐ لوگوں پر حکمرانی میں زُہد اِختیار کرنا۔

❁⇐ لوگوں کے ہاں جاہ و مرتبے میں زُہد اِختیار کرنا۔

❁⇐ لوگوں کی مَدح و تعریف میں زُہد اِختیار کرنا۔

ان اُمور میں زُہد اِختیار کرنے کے اَفضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اُمور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک دنیا کے حُصُول کے بہُت بڑے دروازے ہیں۔ لہٰذا ان میں زُہد کا اِختیار کرنا صِرف عُلَمائے کِرام ہی کا کام ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حکمرانی اور مخلوق کی تعریف میں زُہد اِختیار کرنا دِرْہم و دینار میں زُہد اِختیار کرنے سے زیادہ سَخْت ہے۔ اس لیے کہ دِرْہم و دینار تو بَسا اَوقات ان اُمور کے حُصُول میں خَرْچ کئے جاتے ہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک مَخْفِی دروازہ ہے جسے صِرف ماہِر عُلَمائے کِرام ہی دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا فضیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: پہاڑوں کی چٹانیں ایک جگہ سے دوسری جگہ مُنْتَقِل کرنا جاہِل شخص کے دِل میں سمائی حکمرانی کو خَتْم کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

سَیِّدُنا اُوَیس قَرنی کا زُہد

حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قَرَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: زُہد یہ ہے کہ جو شے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِمَّۂ کَرَم پر ہے اسے تلاش کرنا چھوڑ دیا جائے۔

حضرت سَیِّدُنا ہَرِم بن حَیّان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں دریائے فُرات کے کنارے پر حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قَرَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی سے ملا، آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس وَقْت پانی سے روٹی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا صاف کر رہے تھے جو انہیں کہیں سے ملے تھے، یہی آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کھانا اور لِباس تھا۔ میں نے ان سے زُہد کے مُتَعَلِّق عَرْض کی کہ یہ کیا شے ہے؟ تو مجھ سے پوچھنے لگے: کس شے کی تلاش میں گھر سے نکلے ہو؟ میں نے عَرْض کی: طَلَبِ مَعاش کے سلسلے میں۔ فرمانے لگے: جب زاہِد رِزْق کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس سے زُہد رُخصت ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: زُہد تو حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قَرَنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کا تھا کہ (بَسا اَوقات) لِباس نہ ہونے کے سَبَب آپ کھجوروں کے بڑے تھیلے میں بیٹھے رہتے تھے۔

عورتوں میں زہد

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: عورتوں کے مُعَاملے میں زُہد یہ ہے کہ معمولی خاندان کی یا یتیم عورت کو خُوبصُورت اور خاندانی عورت پر ترجیح دی جائے۔ حضرت سَیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبداللہ تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: عورتوں کے مُعَاملے میں زُہد اِختیار کرنا دُرُست نہیں کیونکہ عورتیں تمام زاہدوں کے سردار یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحْبُوب بنائی گئی ہیں۔

اس رائے میں حضرت سَیِّدُنا سُفیان بن عُیَیْنَہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی رائے بھی حضرت سَیِّدُنا سَہل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی رائے کے مُوافِق ہے۔ آپ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سب سے زیادہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم زُہد کے پیکر تھے مگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی چار اَزْوَاج اور 10 سے زائد لونڈیاں تھیں۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: میں اِبتِدائی مَرحلے میں مُرید کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے دِل کو تین ۳ چیزوں میں مشغول نہ کرے ورنہ اس کا حال بدل جائے گا:

﴿1﴾ رِزْق کی طَلَب ﴿2﴾ حدیث کی طَلَب اور ﴿3﴾ نِکاح۔

ایک بار آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: میں صُوفی کے لیے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ لکھنے پڑھنے میں مشغول نہ ہو تاکہ اسے یکسوئی حاصِل رہے۔

زہد کے متعلق اَقوالِ مشائخ

﴿1﴾ ایک رِوایَت میں ہے: زُہد یہ ہے کہ جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس پر تیرا اِعْتِماد اس سے زیادہ ہو جو تیرے پاس ہے۔[1] یہ تَوَکُّل کا مقام ہے۔

﴿2﴾ ایک جَماعَت کی رائے ہے کہ زُہد تَرکِ جَمْع کا نام ہے، یعنی ان کے نزدیک دنیا جَمْع نہ کرنے کا نام ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/ ۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷

﴿3﴾ کسی کا قول ہے کہ دنیا وہ ہے جو دِل میں گھر کر لے اور دل کو اس طرح اپنے اِہتمام میں لگا دے کہ اس کا تعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مُنْقَطَع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن دُنْیاوِی مَشاغِل تَرْک کرنے اور نَفْس کو اَحْکامِ خداوندی کے تَصَرُّف میں کر دینے کو زُہد قرار دیتے کہ یہ مَقامِ تفویض و رَضا ہے۔

﴿4﴾ حضرت سَیِّدُنا امام اَحمد بن ابو الحواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی سے عَرض کی کہ حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دِینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے حضرت سَیِّدُنا مُغِیرہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: آپ گھر کے اندر جا کر وہ برتن لے لیں جو آپ نے مجھے تحفے میں دیا تھا کیونکہ شیطان مجھے یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اُسے چور لے گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی نے فرمایا: یہ صُوفیا کے دِلوں کی کمزوری ہے، اگر انہوں نے دنیا سے بے رغبتی اِختیار کر لی تھی تو پھر برتن کے چوری ہونے میں ان کا کوئی نقصان نہیں تھا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی کا مَقْصُود یہ تھا کہ اَحکام جارِی ہونے کی وجہ سے بندہ حقیقتِ رَضا کے مَقام پر فائز ہو اور حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار کا مَقْصُود زُہد کی حقیقت پانا تھا، وہ اس طرح کہ وہ اپنے قَلْب کو اس برتن کے اِہتمام سے ہی فارِغ کر دیں۔

﴿5﴾ ایک عالِم فرماتے ہیں: اپنی رائے اور عَقْل کے مُطابِق عَمَل کرنا دنیا ہے جبکہ عِلْم اور سنّت کی پیروی کرنا زُہد ہے۔ یہ طریقہ مُحَدِّثِین کا ہے اور یہ قول بَظاہر عُلَمائے ظاہر کے قول کے مُشابِہ ہے۔

﴿6﴾ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مَرْوِی ہے کہ لوگوں نے حضرت سَیِّدُنا امام زُہرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عَرض کی: زُہد کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: حَرام بندے کے صَبْر پر غالِب آئے نہ حَلال اسے شُکْر سے روکے۔ مُراد یہ ہے کہ بندہ حَرام سے اس قَدْر دُور رہے کہ اس کی خواہش اس پر غالب نہ آئے اور حَلال پر شُکْر ادا کرتا رہے اور حَلال کے مُعَاملے میں اس قَدْر مشغول نہ ہو کہ شُکْر سے غافِل ہو جائے۔

﴿7﴾ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: زاہِد وہ ہے جو کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے اَفضل ہے۔ اس قول میں اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ عاجِزی کا نام زُہد ہے۔

﴿8﴾ حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: زُہد قَناعَت کا نام ہے۔

﴿9﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: وَرَع زُہد کی اِبْتِدا ہے۔

﴿10﴾ حضرت سَیِّدُنا اِمام اَحمد بن ابو الحَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ البَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو ہِشام مَغَازِلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَالِی سے عَرض کی: زُہد کیا شے ہے؟ انہوں نے اِرشَاد فرمایا: اُمّیدوں کو خَتم کرنا، اپنی محنت کی کمائی دوسروں کو دے دینا اور راحَت و آرام کو تَرْک کر دینا۔

﴿11﴾ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص تکلیفوں پر صَبر کرے، شہوات کو تَرْک کر دے اور حلال غِذا کھائے بے شک اس نے زُہد کی حقیقت کو پالیا۔

﴿12﴾ حضرت سَیِّدُنا احمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاَحَد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو صَفْوان رُعَینی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الغَنِی سے عَرض کی: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس دنیا کی قرآنِ کریم میں مَذمَّت بیان فرمائی ہے اس سے مُراد کیا ہے؟ کیا عَقْل مند کے لیے اس سے بچنا بہتر ہے؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: ہر وہ کام جو تو دنیا میں دنیا کی خاطِر کرے وہ مَذمُوم ہے اور ہر وہ کام جس سے آخِرَت مُراد ہو وہ دنیا نہیں۔ میں نے یہ بات حضرت سَیِّدُنا مَروان عَلَیْہِ رَحمَۃُ المَنَّان کو بتائی تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: حضرت سَیِّدُنا ابو صَفْوان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان نے سمجھداری کی بات کی ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ایسا آپ نے اس لیے فرمایا تھا کہ اِخلاص کے علاوہ باقی ہر شے دنیا ہے۔ جو عِلْم کے مُوافِق ہو وہ مُباح اور جو مُخالِف ہو وہ نفسانی خواہش ہے اور نفسانی خواہش نَفْس کا حصّہ جبکہ اِخلاص **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا حصّہ ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُخْلِص بندے اس کے دشمنوں پر حُجَّت ہیں اور یہی لوگ اَہلِ آخِرَت ہیں۔

﴿13﴾ حضرت سَیِّدُنا ابن سماک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: زاہِد وہ ہے جس کے دِل سے غم اور خوشی نِکل جائیں اور وہ دنیا کی کسی شے کے مِلنے پر خوش ہو نہ کسی شے (کے نہ ملنے) پر غم میں مبتلا ہو۔ وہ یہ پَروا بھی نہ کرے کہ اس نے تنگی کی حالَت میں صُبْح کی ہے یا آسانی کی حالَت میں۔

﴿14﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید بن اَعرابی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اپنے صُوفی مشائخ سے رِوایت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک زُہد سے مُراد یہ ہے کہ دنیا کی اَہَمِّیَّت دل سے نِکل جائے کیونکہ دنیا کوئی شے نہیں۔ اس اِعْتِبار سے صِرف دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے کوئی شخص زاہد شُمار نہ ہو گا، کیونکہ اس نے کسی شے کو تَرْک نہیں کیا (جبکہ زُہد کے لیے کسی شے کو تَرْک کرنا ضروری ہے) اس لیے کہ دنیا تو شے ہی نہیں۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میری زِنْدَگی کی قسم! یہ تو زُہد میں زُہد اِخْتِیار کرنا ہے، اس لیے کہ بندے نے زُہد اِخْتِیار کیا، پھر اپنے زُہد کی طرف دیکھا تک نہیں تو گویا وہ زاہِد ہے جس نے کسی شے کو نہیں دیکھا، اس لیے وہ اس شے میں بھی زُہد اِخْتِیار کرنے والا ہو گا جو کوئی شے نہیں (یعنی اس کے دِل میں دنیا کی کوئی اَہَمِّیَّت نہ ہو گی)۔ یہ قول ہمارے اس قول کے مُشَابِہ ہے کہ زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ نَفْس میں زُہد اِخْتِیار کیا جائے کیونکہ بعض اَوقات مُعَاوَضے کی خواہش میں اپنے نَفْس کے لیے دنیا میں زُہد اِخْتِیار کیا جاتا ہے تاکہ زاہِدوں والے اَوصاف کی طرف رَغْبَت ہو۔ لہٰذا جب بندے نے اس نَفْس میں زُہد اِخْتِیار کیا جس کے لیے زُہد کا عِوَض طَلَب کیا گیا ہے تو یہ حقیقی زُہد ہو گا۔

یہ قول اس قول کی مِثل ہے کہ فَنا میں زُہد اِخْتِیار کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ بَقا میں زُہد اِخْتِیار کیا جائے کیونکہ بندہ بعض اَوقات فَنا میں زُہد اِخْتِیار کرتا ہے مگر بَقا میں زُہد اِخْتِیار نہیں کرتا، اس طرح بَقا میں اس کی رَغْبَت پائی جاتی ہے، چنانچہ جب بَقا میں زُہد اِخْتِیار کیا جائے گا تو یہ فَنا میں بھی حقیقی زُہد اِخْتِیار کرنا ہو گا، کیونکہ فَنا سے مُراد بَقا ہے۔

زہد کے متعلق ایک اور فصل

نفس میں زہد اختیار کرنا

خواہشِ نَفْس میں رَغْبَت رکھنا دنیا کی حقیقت ہے، اگرچہ بندہ مال میں زُہد اِخْتِیار کرنے والا ہو، اس طرح کہ اسے مال میں تو زُہد کی دولت عَطا ہو مگر وہ نفسانی خواہش میں زُہد سے مَحْرُوم ہو۔ اس لیے کہ بعض اَوقات بندے کو ایک شے میں تو زُہد کی دولت ملتی ہے مگر دوسری شے میں نہیں ملتی۔ جیسا کہ بندہ بنیان کے مُعامَلے

میں تو بے رغبتی برتے مگر لباس کے مُعَاملے میں بے رغبتی کا مُظاہَرہ نہ کرے۔ اسی طرح تعریف میں زُہد اِختیار کرے مگر مال میں زُہد کا مُظاہَرہ نہ کرے۔

بعض اَوقات اسے مال میں زُہد عَطا ہوتا ہے مگر نفسانی خواہش کے غَلَبہ کی وجہ سے اس کے مَنْصَب میں زُہد عَطا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب اسے نفسانی خواہش میں زُہد عَطا ہوا خواہ وہ کیسی ہی ہو تو گویا اسے دنیا میں زُہد کی حقیقت مل گئی۔ اسے ہی نَفْس میں زُہد اِختیار کرنا کہتے ہیں۔ کیونکہ نَفْس رَغْبَت کی اَصْل ہے اور اسی کی وجہ سے زُہد اپنایا جاتا ہے اور فطری طور پر اس کی مَحَبَّت مَرْغُوب ہوتی ہے جبکہ نفسانی خواہش نَفْس کی رُوح ہے، گویا یہ ایک مُردار نَفْس ہے جس میں کوئی رُوح نہیں، ایسا اِیمان کے داخِلے کے وَقْت ہوتا ہے کہ وہ اس خواہشِ نَفْس کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور یوں نَفْس کی رُوح اس سے جُدا ہو جاتی ہے، اس کی شہوتیں خَتْم ہو جاتی ہیں اور اس کی موت میں دل کی حَیات مُضْمَر ہوتی ہے، یہی عظیم زِنْدَگی ہے اور یہی مَقامِ فَنا ہے جس کی جانب صِدِّیقین نے اِشارہ کیا ہے۔

مَحَبَّتِ باری تعالیٰ میں عیب

مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو وَحِی فرمائی کہ بَرخ (یعنی حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سِیاہ فام خادِم) نے بنی اسرائیل کے لیے بارِش کی دُعا کی ہے۔ وہ بندہ تو بہُت اَچھّا ہے مگر اس میں ایک عَیب ہے۔ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرْض کی: اے میرے مالِک! وہ عیب کیا ہے؟ اِرشَاد ہوا: وہ بادِ نسیم کو پسند کرتا ہے اور اس سے راحَت پاتا ہے اور جو شخص مجھ سے مَحَبَّت رکھتا ہے وہ کسی شے کو پسند کرتا ہے نہ کسی شے سے سُکُون پاتا ہے۔ (صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا یہاں پُر سُکُون فَضا سے نَفْس کے راحَت پانے کو عیب شُمار کیا گیا ہے۔

سَیِّدُنا یونس بن میسرہ کے نزدیک زہد

شامی عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے حضرت سَیِّدُنا یُونُس بِن مَیْسَرَہ جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کا مَطْلَب یہ نہیں کہ حَلال کو حَرام جانا جائے اور مال کو برباد کر دیا جائے،

بلکہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس پر تیرا بھروسا اس شے سے زیادہ ہو جو تیرے پاس ہے۔[1] تیرا حال مصیبت میں اور غیر مصیبت میں برابر ہو، حق کے مُعاملے میں تیرے نزدیک مَذمّت بیان کرنے والے اور تعریف کرنے والے دونوں کی حَیثیّت یکساں ہو۔

سَیِّدُنا سلام بن ابی مطیع کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا سَلام بن ابی مطیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ السَّمِیْع فرماتے ہیں: زُہد کی تین صورتیں ہیں:

﴿1﴾ اپنے قول و عمل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے خالِص کرلو کہ اس سے دنیا کی کوئی چیز مَقْصُود ہو نہ مخلوق سے کسی شے کی تَوَقُّع۔

﴿2﴾ ہر وہ کام چھوڑ دو جو دل اور دین کے لیے بہتر نہ ہو اور صرف وہی عَمَل کرو جو بہتر و صَالِح ہو۔

﴿3﴾ حلال اشیا میں بھی زُہد اِختیار کرو کہ یہ فضیلت کا باعث ہے۔

سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم کے نزدیک زہد

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس عِلْم میں ہمارے اِمام حضرت سَیِّدُنا اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم فرماتے ہیں کہ زُہد کی تین قسمیں ہیں:

﴿1﴾ فَرض زُہد۔ اس سے مُراد حَرام میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔

﴿2﴾ نَفل زُہد۔ اس سے مُراد حَلال میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔

﴿3﴾ سَلامَتی والا زُہد۔ اس سے مُراد شُبُہات کو تَرْک کرنا ہے۔

سَیِّدُنا اَیُّوب سختیانی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ زُہد یہ ہے:

❁ آدمی گھر بیٹھ جائے، اگر اس کا بیٹھنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے لیے ہو تو ٹھیک، ورنہ باہَر نِکل جائے۔

❁ اگر باہَر نکلے تو دیکھے اس کا باہَر نکلنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے لیے ہے تو ٹھیک، ورنہ گھر لوٹ جائے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/ ۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً

❁ ⇐ اگر اس کا گھر واپس لَوٹنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے ہو تو ٹھیک، ورنہ سَفر کرے۔

❁ ⇐ مال خَرچ کرے تو دیکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے ہے تو ٹھیک، ورنہ خَرچ نہ کرے۔

❁ ⇐ اگر مال خَرچ نہ کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہو تو ٹھیک، ورنہ پھینک دے۔

❁ ⇐ بات کرے تو دیکھے کہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہے تو ٹھیک، ورنہ چُپ رہے۔

❁ ⇐ اگر اس کے چُپ رہنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہو تو ٹھیک، ورنہ باتیں کرے۔

عَرض کی گئی: یہ تو بہُت مُشکِل کام ہے۔ اِرشاد فرمایا: یہ بارگاہِ خداوندی تک پہنچانے والا راستہ ہے، (اگر عَمَل کروگے تو پہنچوگے) ورنہ اسے کھیل مَت بناؤ۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ اس کا حال ہے جو اِخلاص کا پیکر اور صَاحِبِ مُراقَبہ ہو، اس کا مَقام وَرَع ہو۔ گویا حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی کے نزدیک زُہد سے مُراد بندے کا اپنے عِلْم کی اِنتِہا اور وسیع کوشش کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کی مُوافَقَت حاصِل کرنا اور اپنی ہر حَرَکت وسُکُون میں اس کی مَحبَّت کا دَم بھرنا ہے۔ یہ نفسانی خواہش میں زُہد اِختیار کرنے کا مَقام ہے اور اُس زاہِد کی صِفَت ہے جس نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی رِضا چاہنے کے لیے اپنے نَفْس سے منہ موڑ لیا ہو۔ گویا آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک زُہد مُراقَبہ کا نام ہے اور مُراقَبہ حقیقت میں اِخلَاص کا نام ہے۔

سَیِّدُنا حاتم اَصَم کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے شاگرد حضرت سَیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم سے زُہد کے مُتعَلِّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: زُہد کی اِبْتِدا بھروسے ویقین سے ہوتی ہے، وَسْط صَبْر پر ہوتا ہے اور اِنتِہا اِخلَاص پر ہوتی ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جب بُزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِین کے نزدیک زُہد کی اِنتِہا اِخلَاص ہے تو یہ کیسے دُرُست ہوسکتا ہے کہ ایک بندہ زُہد کی اِبتِدا سے قبل اِنتِہا تک پہنچ جائے؟ یا وہ اِخلَاص سے تجاوُز کرکے مَقاماتِ مَعرِفَت تک رَسائی حاصِل کرلے؟ گویا ان کے نزدیک زُہد کی اِنتِہا مَعرِفَت کی اِبتِدا ہے۔

زہد مؤمنین پر فرض ہے

ایک طبقے کا خیال ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنا مؤمنین پر فَرض ہے، اس لیے کہ ان کے نزدیک اِخلَاص کی حقیقت ہی زُہد کا اپنانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے فَرض قرار دیا اس اِعْتِبار سے کہ مؤمنین پر اِخلَاص فَرض ہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت میں اِخلَاص اپنانے کا حُکم دیا گیا ہے اور یہ سنّت سے بھی ثابت ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحیم بن یحیٰ اَسْوَد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اسی قول کی طرف مائل ہیں۔

اسی مفہوم میں حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے مَرْوِی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا: صِدْق کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اِخلَاص۔ پھر پوچھا گیا: اِخلَاص کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: زُہد۔ پھر سوال ہوا کہ اے ابو عبد **اللہ**! زُہد کیا ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سر جھکا دیا اور اِرشَاد فرمایا: زاہدین سے پوچھو، حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے اس کے مُتعلّق پوچھو۔

ایک قوم کا کہنا ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد حَلَال طَلَب کرنا ہے اور ہمارے زمانے میں اشیا کے اِختلاط اور شُبُہات کے غَلَبہ کی وجہ سے یہ فَرض ہو چکا ہے۔ لوگوں نے عَرض کی: گویا زُہد کا فَرض ہونا مُتَعَیَّن ہو چکا ہے۔ یہ مَذہب حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم، حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد اور حضرت سَیِّدُنا سلیمان خوّاص رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے عِلاوہ اہلِ شام کے صُوفِیائے کِرام کی ایک جَمَاعَت کا ہے۔

سب سے بڑا زاہد

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: لوگوں میں سب سے زیادہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے والا وہ شخص ہے جس کا کھانا سب سے زیادہ صاف ہے۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: وَرَع کا اِنْتِہائی مقام زُہد کا اَدنیٰ مقام ہے۔

زہد میں احتیاط

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حضرت سَیِّدُنا وَکیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّفِیْع فرماتے ہیں: اگر ہمارے زمانے میں کوئی شخص زُہد اِختیار کرے یہاں تک حضرت سَیِّدُنا ابو دردا اور حضرت سَیِّدُنا ابو ذر

غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسا ہو جائے تب بھی ہم اسے زاہِد نہ کہیں گے کیونکہ ہمارے نزدیک زُہد اب حَلالِ مَحْض میں مُعْتَبَر ہے اور آج کل تو حَلالِ مَحْض کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔

ترکِ دنیا

اسی طرح اِمامُ الائِمّہ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تَرْکِ دنیا سے اَفضل کوئی شے نہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن ثَور رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ سے عَرض کی: اے ابو سعید! دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک حَلال دنیا طَلَب کرتا ہے اور اسے پاکر صِلہ رِحمی کرتا ہے اور اپنی ذات پر بھی خرچ کرتا ہے جبکہ دوسرا شخص تارِکُ الدُّنیا ہے (ان میں سے بہتر کون ہے؟)۔ اِرشَاد فرمایا: مجھے ان دونوں میں تَرْکِ دنیا کرنے والا زیادہ پسند ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: اے ابو سعید! اس شخص نے حَلال رِزْق تلاش کیا اور اسے پاکر صِرف اپنی ہی ذات پر خَرْچ نہیں کیا بلکہ صِلہ رِحمی بھی کی ہے۔ اِرشَاد فرمایا: اس کے باوُجُود مجھے تَرْکِ دنیا کرنے والا ہی پسند ہے۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے تَرْکِ دنیا کو پسند فرمایا، کیونکہ مَقامِ زُہد تَوَکُّل اور رَضا کا جامِع ہے۔ کیا آپ نے دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا: زُہد یہ ہے کہ جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس پر تو اس سے زیادہ بھروسا کرے جو تیرے پاس ہے۔[1] یہ تَوَکُّل ہے۔ پھر اِرشَاد فرمایا: اور یہ کہ تو مصیبت پر حاصِل ہونے والے اَجر و ثواب پر زیادہ خوش ہو اور چاہے کہ کاش! یہ تجھ پر باقی رہتی۔[2] یہ مَقامِ رَضا ہے۔

دنیاداروں کا انجام

زُہد پر مَعرِفَت و مَحبَّت کے مَقام بھی آتے ہیں اور یوں جو مَقام چار مَقامات کا جامِع ہو کیا اس سے بھی اعلیٰ کوئی مَقام ہو سکتا ہے، یہی مَقام طَالِبِینِ حَق کی اِنتِہا ہے۔ میری زِندَگی کی قسم! ایسا ہی ہے۔ اس لیے کہ

---

[1]........ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷

[2]........ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷، بتغیر قلیل

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مَروِی ہے کہ بروزِ قِیامت دنیا کو ایک سفید بالوں والی بوڑھی عورت کی شکل میں لایا جائے گا جس کی آنکھیں نیلی ہوں گی، دانت باہر کو نکلے ہوں گے، وہ انتہائی بدصورت ہو گی، جب وہ لوگوں کے سامنے آئے گی تو کہا جائے گا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ سب عرض کریں گے: ہم اس کی پہچان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس پر کہا جائے گا: یہ وُہی دنیا ہے جس پر تم باہم فخر کرتے تھے، قطعِ رحمی کرتے، ایک دوسرے سے حسد کرتے، بُغض رکھتے اور دھوکا دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اسے جہنّم میں پھینک دیا جائے گا تو وہ پکارے گی: اے میرے رب! میری پیروی کرنے والے اور میری جماعت کے لوگ کہاں ہیں؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرمائے گا: اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کی جماعت کے لوگوں کو بھی اس کے ساتھ ہی جہنّم میں ڈال دو۔ [1]

دنیادار عبادت گزاروں کا انجام

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بروزِ قِیامت کئی قومیں اس حال میں لائی جائیں گی جن کے اَعمال تِہامہ پہاڑ کی مِثل ہوں گے مگر انہیں جہنّم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا وہ نمازی ہوں گے؟ اِرشاد فرمایا: ہاں! وہ نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور رات کے بس تھوڑے سے حصّے ہی میں آرام کرتے ہوں گے۔ مگر جب ان پر دنیا کی کوئی چیز پیش کی جاتی ہو گی تو وہ اس پر جھپٹ پڑتے ہوں گے۔ [2]

دنیا کی قدر و قیمت

حضرت سَیِّدُنا حارِث بن اَسَد مُحاسبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: زُہد سے مُراد یہ ہے کہ دِل میں دنیا کی قدر و قیمت ختم ہو جائے اور دل میں کسی بھی دُنیاوی شے کی کوئی اَہمیّت باقی نہ رہے۔ جب اَشیا کی قدر و قیمت ختم ہو جائے گی اور دِل میں ان کی مَوجُودگی و غیر مَوجُودگی یکساں ہو گی تو یہ زُہد ہے۔

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۷۲، حدیث: ۱۲۳

[2] ......معجم لابن الاعرابی، باب الدال، الجزء الثالث، ص ۸۹۳، حدیث: ۱۸۶۵

حضرت سَیِّدُنا بایزید بِسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی فرمایا کرتے تھے کہ زاہِد وہ نہیں جو کسی شے کا مالِک نہ ہو بلکہ زاہِد وہ ہے جس کی مالِک کوئی شے نہ ہو۔

اسی طرح کسی عالِم کا قول ہے: زاہِد وہ ہے جو اشیا کا مالِک بنے نہ ان سے راحَت پائے۔ مَزید اِرشاد فرماتے ہیں کہ زاہِد وہ ہے جس کی خوراک وُہی ہو جو اسے مُیَسَّر ہو، لِباس اِتنا ہو جس سے وہ سَتْر چھپالے، گھر اِتنا ہو جس میں اسے پناہ مِل جائے اور اس کا حال ہی اس کا وَقْت ہو۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ زُہد سے مُراد تدبیر و اِخْتیار کا تَرْک کر دینا اور تنگی ہو یا کُشادَگی ہر حال میں تسلیم و رَضا کا مُظاہرہ کرنا ہے۔ یہ طریق حضرت سَیِّدُنا خوّاص، حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری اور حضرت سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی کا ہے۔

زاہد کون قادر یا عاجز؟

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا بایزید بِسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی نے اِرشاد فرمایا: زاہِد صِرف وُہی ہے جو کسی شے کا مالِک ہو نہ کوئی شے اس کی مالِک ہو۔ مزید اِرشاد فرمایا: زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کسی چیز پر قُدْرَت رکھنے کے باوُجود اس سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کرے اور جو قُدْرَت ہی نہ رکھے اس کا زُہد دُرُسْت نہیں۔ مُراد یہ ہے کہ بندے کو کلمۂ کُن کا مرتبہ حاصِل ہو اور اسے اِسْمِ اَعْظَم سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہو، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اِظْہارِ کَون کے سَبَب اشیا پر قُدْرَت عَطا فرمادے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کے باعِث اس مُعامَلے میں زُہد اِخْتیار کرے اور اس کی مَحَبَّت میں سب کچھ چھوڑ دے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین اِظْہارِ قُدْرَت کے 24 مَقامات سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طَلَب کیا کرتے تھے۔

کیا دنیا زہد اختیار کرنے کے لائق ہے؟

حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرَّحیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الکَرِیم نے حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: کس شے کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: زُہد کے بارے میں۔ پھر پوچھا: کس شے کے مُتعلِّق

بات ہو رہی تھی؟ بولے: دنیا کے بارے میں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: میں سمجھا تھا کہ کسی شے میں زُہد اِختیار کرنے کے مُتعلّق باتیں کر رہے ہیں، جبکہ دنیا تو کوئی شے ہی نہیں کہ جس میں زُہد اِختیار کیا جائے۔

مَعْرِفَت کے 17 مقامات میں سے کم تر مقام

یہی مَذہَب حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی کا بھی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مَعْرِفَت کے 17 مقامات ہیں، ان میں سب سے کم تر پانی پر چلنا، ہَوا میں اُڑنا اور زمین کے خزانے ظاہر کرنا ہے۔ یہ سب باتیں دنیا کی ظاہری زِینَت ہیں۔

چار ابدال اور چار نیتیں

اسی مفہوم میں حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی سے ایک حِکَایَت مَنْقُول ہے کہ چار اَبدَال شَبِ عِید (بغداد شریف کی) جامِع مَسْجِد اَلْمَنْصُور میں جَمْع ہوئے۔ جب سَحَرِی کا وَقْت ہوا تو ایک فرمانے لگے: میں نَمازِ عِید بَیْتُ الْمُقَدَّس میں پڑھنا چاہ رہا ہوں۔ دوسرے نے فرمایا: میرا اِرادہ طَرسُوس میں نَمازِ عِید پڑھنے کا ہے۔ تیسرے نے بتایا کہ میں مکّہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں نَمازِ عِید پڑھنے کی نِیَّت رکھتا ہوں۔ چوتھے اَبدَال خاموش رہے اور وہ ان میں زیادہ مَعْرِفَت رکھتے تھے۔ جب عَرض کی گئی کہ آپ نے کہاں نَمازِ عِید پڑھنے کی نِیَّت فرمائی ہے؟ تو فرمایا: میں نے آج نِیَّت کی ہے کہ اپنے نَفْس کی تمام خواہشات چھوڑ دوں گا اور جس مَسْجِد میں رات بتائی ہے وہیں نَمازِ عِید اَدا کروں گا۔ تو سب نے عَرض کی: آپ واقعی ہم سب سے زیادہ عِلْم رکھتے ہیں۔ یوں وہ سب بھی اسی اَبدَال کے ساتھ اسی مَسْجِد میں نَمازِ عِید ادا کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔

آزمائش مرتبے کے مُطابق ہوتی ہے

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا ان اَبدَالوں نے ہماری ذِکْر کردہ تمام عَلامات کو شَہوَت شُمار کیا کیونکہ یہ عَلامات مَقامات کی ضَرورت نہیں بلکہ دنیا کی شَہوَت ہیں۔ اس لیے کہ یہ نَفْس کی خواہش ہیں اور ان میں تدبیر و اِختیار مُضْمَر ہیں۔ جبکہ مَحبَّت و مَعْرِفَت کے مَقام پر فائز

زاہد حضرات ان باتوں کو دھوکا و فریب سمجھتے ہیں کہ جس سے بندوں کو آزمایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے یہ کیسا عمل کرتے ہیں؟ کیونکہ ہر شخص کو اس کے مرتبے اور حال کے اِعْتِبار سے آزمایا جاتا ہے، لہٰذا اس شخص پر لازِم ہے کہ وہ اس شے میں زُہد کا مُظاہرہ کرے۔

مَنْقُول ہے کہ ایسا مَعْرِفَت کے 17 ویں مَقام پر ہوتا ہے اور ان باتوں کا مُشاہَدہ وُہی کرتا ہے جو ان راہوں پر چلتا ہے، جبکہ اس مَقام سے بُلَند تقریباً 70 مَقام ہیں۔

زہد کے ظاہری و باطنی دو مفہوم

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْهَادِی سے زُہد کے مُتعلِّق پوچھا گیا تو اِرشَاد فرمایا: اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہری یہ ہے کہ جو چیزیں بندے کے قبضے میں ہوں یعنی جن کا وہ مالِک ہو انہیں پسند نہ کرے اور جو چیزیں اس کے پاس نہیں انہیں طَلَب نہ کرے۔ جبکہ باطنی معنیٰ یہ ہے کہ دل سے ان چیزوں کی رَغْبَت خَتْم ہو جائے اور وہ ان کی یاد تک سے جُدا اور دُور ہو جائے۔ جب ایسا ہو جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخِرَت دیکھنے اور دل سے اس کی جانِب مُتوجِّہ ہونے کی توفیق عَطا فرما دیتا ہے۔ اس وَقْت بندہ موت کو قریب جانتا ہے اور مَغْفِرَت کی اُمّید کم ہونے کے باعث نیک اَعمال میں خوب کوشش کرتا ہے کیونکہ اَسباب اس کے دِل سے دُور ہو چکے ہوتے ہیں اور دِل صِرف آخِرَت کے ساتھ ہی مشغول ہوتا ہے۔ نیز زُہد کی حقیقت اس کے دِل تک پہنچ جاتی ہے اور وہ اپنے رب کے خالِص ذِکْر سے بھر جاتا ہے۔

اَلْغَرَض اِیمان کی حقیقت اور مُشاہَدۂ آخِرَت سے حاصِل ہونے والا زُہد اسی وَقْت نصیب ہوتا ہے جب بندہ عام زُہد اپنا لے اور اس کے نزدیک تمام دُنْیاوِی اشیا کی حَیْثِیَّت یَکْساں ہو جائے، چنانچہ دِل میں ان کی حَیْثِیَّت کے یَکْساں ہونے کی وجہ سے مُشاہَدہ کے بعد ان کا ہونا نہ ہونے جیسا ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں مَدح وذَم کی حَیْثِیَّت بھی یَکْساں ہو جائے گی کیونکہ اس کی آنکھوں میں نَفْس کی کوئی اَہَمِیَّت باقی رہے گی نہ اسے مخلوق کے دِکھاوے کی کوئی پَروا ہو گی۔ یوں زُہد کی پاکیزگی کے باعث اس کے دل میں اِخلاص پیدا ہو گا اور نَفْس کی اَہَمِیَّت خَتْم ہو جانے کی وجہ سے زُہد پختہ ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایک شخص سے دَرْیافْت فرمایا: کیا تو مَقامِ یَکْسانِیت

پر ہے؟ عَرض کی: نہیں! مگر میں یہ مَقام کیسے پا سکتا ہوں؟ اِرشَاد فرمایا: جب تیرے نزدیک مَدح وَذَم یکساں ہو جائیں۔ اسی طرح جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِیمان کی حقیقت کے مُتعلّق دَرْیافت فرمایا تو انہوں نے عَرض کی: میرا نَفْس دنیا سے جُدا ہو گیا۔[1] یہ زُہد کی اِبْتِدا ہے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پتّھر اور سونے کا یکساں ہونا بیان کیا۔ پھر اپنے مُشاہدہ کا ذِکر کیا۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ سب زُہد کے مَقامات ہیں اور جس شخص نے دنیا کو اپنے عِلْم کی اِنتِہا اور اپنے مُشاہدے کی بُلندی کے مُطابِق کوئی شے قرار دیا گویا اس نے زُہد کو اس کی ضِد بنا دیا۔

ایمان و زہد کے دو دو مقام

اَہْلِ مَعْرِفَت نے دل میں اِیمان کے دو مَقام قرار دیئے ہیں، پھر ہر مَقام کے لیے دو زُہد بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: جب اِیمان دل کے ظاہِر سے مُتَعَلّق ہو تو بندہ دنیا و آخِرَت دونوں سے مَحبَّت کرتا ہے اور دونوں کی بہتری کے لیے عَمَل کرتا ہے۔ مگر جب اِیمان دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے تو بندہ دنیا سے نَفْرت کرنے لگتا ہے، اس کی طرف دیکھتا ہے نہ اس کے لیے کوئی عَمَل کرتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جو شخص اپنے نَفْس کے ساتھ مَصروف ہو وہ لوگوں سے غافِل ہو جاتا ہے۔ یہ عَامِلِین یعنی عِبَادَت گزاروں کا مَقام ہے اور جو اپنے رب کی یاد میں مَشْغُول ہو وہ اپنے نَفْس سے غافِل ہو جاتا ہے، یہ عارِفین کا مَقام ہے۔

سنّت سے ثبوت

مذکورہ قول میں بیان کردہ دونوں مَقام سنّت سے ثابِت ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرض کی گئی: لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جو دنیا سے نَفْرت کرے اور آخِرَت سے مَحبَّت۔[2]

---

[1] ......الجامع فی آخر المصنف، باب الایمان والاسلام، ۱۰/ ۱۵۷، حدیث: ۲۰۲۸۳

[2] ......مکارم الاخلاق للخرائطی، باب الحث علی الأخلاق الصالحة والترغیب فیها، الجزء الاول، ص ۱۸۰، حدیث: ۵۴، بتغیر

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا سے نَفرت کو اس کی ضِد یعنی آخرت کی مَحبَّت کے حُصُول کا ذریعہ قرار دیا۔ جبکہ اعلیٰ مَقام کی دلیل یہ حدیثِ پاک ہے جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے اپنی تمام سوچوں کو ایک ہی سوچ میں ضَم کر لیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دنیا و آخرت کے اُمُور کے لیے کافی ہو گا۔

سوچ کی انفرادیت اور قلب کی یکسوئی

ربِ واحِد کے لیے یہ مُنْفَرِد سوچ اسی ذاتِ واحِد کے وِجدان سے حاصِل ہوتی ہے اور وُہی بندہ اسے حاصِل کرتا ہے جو ذاتِ واحِد کے وَصْفِ توحید سے مُتَّصِف ہوتا ہے اور اسی کی خاطِر کلام کرتا ہے تو اسے اَخلاقِ رَبُوبِیَّت سے نوازا جاتا ہے۔ یوں خالِق اپنی صِفَتِ وَحْدَانیت کی وجہ سے ذاتِ واحِد اور بندہ مخلوق کے درمیان اس صِفَت کے وِجدان کی وجہ سے وَصْفِ توحید سے مُتَّصِف ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی سوچ کو اِنفرادِیت اور دِل کو یکسُوئی نصیب ہوتی ہے۔ مگر یہ سوچ کی اِنفرادِیَت نفسانی خواہش مِٹانے کے بعد ملتی ہے اور نفسانی خواہش اس وَقْت ہی خَتْم ہوتی ہے جب دِل کو تقویٰ سے آزما لیا جاتا ہے۔ جبکہ دِل کی یکسوئی اِطمینانِ نَفْس کے ساتھ پائی جاتی ہے اور نَفْس کو اِیمان سے اِطمینان حاصِل ہوتا ہے یا اسے تزکیہ و رَضا سے فَلاح ملتی ہے جیسا کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نَفْس کا اِطمینان بھی ایک نِعْمَت ہے۔[1] اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ (پ۳۰، الشمس: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مُراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ (پ۳۰، الفجر: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: تُو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

اس وَقْت بندہ اِطمینانِ نَفْس کی بنا پر مَقامِ توحید پر فائز ہو گا اور اَخلاقِ اِیمان سے مُتَّصِف ہونے اور مُشاہَدۂ یقین حاصِل ہونے کے باعِث قَلْب کی مُوافَقَت کرنے والا ہو گا۔

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ۳/۷، حدیث: ۲۱۴۱

حضرت سَیِّدُنا وَھْب بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نازِل کردہ باتوں میں ایک بات یہ پائی کہ جو دنیا سے مَحبَّت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پسند نہیں فرماتا اور جو دنیا سے نَفرت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پسند فرماتا ہے۔ جو دنیا کی عزّت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رُسوا کرتا ہے اور جو دنیا کو ذلیل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عزّت عطا فرماتا ہے۔[1]

عُلَمائے ظاہِر کے نزدیک زہد کی تعریف

عُلَمائے ظاہِر کا قول ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد یہ ہے کہ عِلْم کی مُوافَقَت کرے اور اَحکامِ شَرْع پر عَمَل کرے، ہر شے کو اس کے دُرُست طریقے سے حاصِل کرے اور اسے اس کی مُناسِب جگہ رکھے، مگر جو شخص عِلْم کی مُخالَفَت کرے تو اس کا سَبَب نفسانی خواہش ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) عُلَمائے ظاہِر نے زُہد کا فَرْض ہونا اور اس کا ظاہِری مفہوم تو بیان کیا مگر انہوں نے زُہد کی باریکیوں اور باطنی اَحکام کو نہیں پہچانا۔

دولت کی موجودگی میں زہد

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا سُفیان بن عُیَیْنہ اور حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا دونوں سے عَرض کی گئی: کیا وہ شخص زاہِد ہو سکتا ہے جس کے پاس مال و دولت ہو؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: ہاں! مگر شَرْط یہ ہے کہ جب اس پر کوئی آزمائش آئے تو صَبْر کرے اور جب کسی اِنعام سے نوازا جائے تو شُکْر کرے۔

حضرت سَیِّدُنا ابن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سُفْیان بن عُیَیْنہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عَرض کی: اے ابو محمد! جس نے اِنْعام پر شکر ادا کیا، مصیبت پر صَبْر کیا اور نِعْمَت کو روکے رکھا وہ کیسے زاہِد ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر آپ نے اپنے ہاتھ سے مجھے ٹھوکا دیتے (کہنی مارتے) ہوئے فرمایا: خاموش رہو! جس کو نعمتیں شُکْر سے روکیں نہ مصیبتیں صَبْر سے تو وہ زاہِد ہی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بھی اس مُعامَلے میں ان دونوں ہستیوں کے ساتھ ہیں۔ اس کی تفصیل حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے ذِکْر کی ہے۔ چنانچہ ابن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی

---

[1] ......المتفق والمفترق خطیب بغدادی، باب العین، ۳/۱۵۵۷، حدیث: ۹۹۷

مزید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: کیا حضرت سَیِّدُنا داود طائی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه بھی زاہد ہیں؟ اِرشاد فرمایا: ہاں! تو میں نے عرض کی: مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہیں اپنے والدِ ماجد کی میراث میں سے 20 دینار ملے تھے جو انہوں نے 20 سال میں خرچ کئے تو وہ ان دیناروں کو اپنے پاس رکھنے کے باوُجود زاہد کیسے ہو سکتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: تم یہ جان کر زُہد کی حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہو؟ میری زِندَگی کی قسم! دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نیک مال نیک شخص کے لیے بہُت بہتر ہے۔ [1]

شرحِ حدیث

نیک مال سے مُراد حَلال مال ہے جبکہ نیک شخص سے مُراد وہ بندہ ہے جو اپنا مال رات دِن ظاہری و پوشیدہ طور پر راہِ خدا میں خَرچ کرتا رہے اور مقْصُود صِرف رب کی رِضا ہو جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی صِفَت بیان فرمائی اور اس کی تعریف کی ہے۔

دین کسے ملتا ہے؟

حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا اسے بھی عَطا فرماتا ہے جسے پسند فرماتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جسے پسند نہیں فرماتا مگر دین صِرف اسے ہی دیتا ہے جسے پسند فرماتا ہے۔ [2] جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے اسے دنیا بھی عَطا کرے تو وہ شخص اپنی نفسانی خواہش کی خاطِر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مُخالَفت کرتا ہے نہ اپنے نَفْس کو اپنے رب کی مَحبَّت پر ترجیح دیتا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ اسے عَطا فرمایا ہے وہ اس میں اسے ہی اپنا ولی و کارساز سمجھتا ہے۔

شاکر صابر کی طرح ہے

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: کھا کر شُکر ادا کرنے والا روزہ رکھ کر صَبْر کرنے والے کی طرح ہے۔ [3]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی التجارة والرغبة فیھا، ۵/۲۵۹، حدیث: ۹

[2] ......مسند احمد، مسند عبد الله بن مسعود، ۲/۳۳، حدیث: ۳۶۷۲

[3] ......ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فیمن قال الطاعم الشاکر کالصائم الصابر، ۲/۳۵۵، حدیث: ۱۷۶۴

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ حدیثِ پاک میں کھا کر شُکْر اَدا کرنے والے سے مُراد وہ شخص ہے جو کھانے سے اپنے رب کی عِبادَت پر مَدَد حاصِل کرے اور شُکْر اَدا کرتے ہوئے اس کی عِبادَت کرے کہ اس نے اسے اس نِعْمَت سے نوازا ہے۔

زہد کی دو۲ صفات

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین فرماتے ہیں: زُہد کی دو۲ صِفات تمام اَحوالِ قُلُوب کی جامِع ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا مَضاء بن عیسٰی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سِباع مَوصِلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے عَرض کی: اے ابو محمد! زُہد زاہِد کو کہاں تک پہنچاتا ہے؟ اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت تک۔

حضرت سَیِّدُنا عثمان بن عمّارہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مَنْقُول ہے کہ وَرَع بندے کو زُہد تک پہنچاتا ہے اور زُہد اسے مَحبَّتِ باری تعالیٰ تک لے جاتا ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی دونوں حال طالِبانِ حَق کا مَقْصُود ہیں یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت اور اس کا اُنس۔ جسے زُہد حاصِل نہ ہو وہ مَقامِ مَحبَّت تک رَسائی حاصِل کر سکتا ہے نہ اُنس کا حال پا سکتا ہے۔ اس کے بعد مَحبَّت و خِلّت کے مَقام اور اُنس و قُرْبَت کے حال میں عالَمِ غیب کے بے شُمار اَسْرار پائے جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور آپ سب کو ہر اس بات کی توفیق عَطا فرمائے جو اسے پسند ہے اور ہمیں اپنے فَضْل و کَرَم اور رَحْمَت سے اس مَقام پر فائز فرمائے جس کی ہم اُمّید کرتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد و نُصْرت کے بغیر یہ کِتاب مُکَمَّل کرنے کی کوئی قوّت تھی نہ کوئی طاقت۔

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

مقاماتِ یقین میں سے ساتواں مقام

مقامِ توَکُّل کی شَرح اور مُتوَکِّلین کے اَحوال واَوصاف

مُتوَکِّل خدا کا پیارا ہے

توَکُّل کا تعلّق اَعلیٰ مقاماتِ یقین اور اَشرف اَحوالِ مُقرَّبین سے ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ ﴿۱۵۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک توَکُّل والے **اللہ** کو پیارے ہیں۔ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۵۹)

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مُتوَکِّل کو اپنا پیارا اور دوست بنایا اور اسے اپنی مَحبَّت کا شَرف عطا فرمایا ہے۔

متوکل کے فضائل

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بھروسا کرنے والوں کو **اللہ** ہی پر بھروسا چاہیے۔ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُتوَکِّلین کو اپنی نِسبت عَطا فرما کر رِفْعت بخشی اور ان پر کَرَم میں اِضافہ فرمایا جیسا کہ ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو **اللہ** پر بھروسا کرے تو وہ اُسے کافی ہے۔ (پ۲۸، الطلاق: ۳)

یعنی وُہی اسے کافی ہے اور جس کی کِفَایَت کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہو تو وہ اسے شِفا دینے والا اور عَافِیَّت عَطا فرمانے والا بھی ہوتا ہے۔ وہ بندے کو جس حال میں بھی رکھے اس سے اس کے مُتَعَلِّق نہیں پوچھا جاسکتا۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا رکھنے والوں کا شُمار اُن بندوں میں ہونے لگتا ہے جن کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت کی نسبت ان کی جانب فرمائی اور ان خاص بندوں کا ذِکر فرمایا جن کے لیے کِفایت کی ضمانت دی۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ان کے اَوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۳ تا ۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنّم کا عذاب بے شک اس کا عذاب گلے کا غُل (پھندا) ہے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارکہ میں غور فرمایئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کو کس قدر شان عطا فرمائی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی ضَروریات کے لیے اس جہانِ فانی میں کِفایت کی ضَمانت دی اور ان کے جُملہ اُمور کو اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کر دینے کی وجہ سے انہیں بُرائیوں سے بچایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (پ۲۴، الزمر: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا **اللہ** اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا (پ۲۴، المؤمن: ۴۴، ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنے کام **اللہ** کو سونپتا ہوں بے شک **اللہ** بندوں کو دیکھتا ہے تو **اللہ** نے اسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں سے۔

یہ لوگ گنتی میں شُمار ہونے والوں میں سے نہیں ہیں کہ جن کے مُتعلّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ (پ۱۶، مریم: ۹۳، ۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حُضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے بے شک وہ ان کا شُمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ توکُّل توحید کا نِظام اور اُمور کا جَمْع کرنے والا ہے۔ چنانچہ ایک بُزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اَہْلِ بصرہ کے کسی عابِد کو (مرنے کے بعد) خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللہُ بِكَ؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیسا سُلوک فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مَغْفِرت فرما کر مجھے جنّت میں داخِل فرما دیا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ نے وہاں کن اَعمال کو فضیلت والا پایا؟ فرمایا: توکُّل اور اُمّیدوں کی کمی کو میں نے یہاں اَفضل اَعمال میں سے پایا ہے، لہٰذا ان دونوں اَعمال پر قائم رہئے گا۔

ایمان کی چوٹی

حضرت سَیِّدُنا ابو دردا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں ایمان کی چوٹی اِخلاص، توکُّل اور حُکْمِ خداوندی پر سرِ تسلیم خَم کر دینا ہے۔

توکُّل سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ توکُّل سے بڑھ کر کوئی مَقام نہیں، انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو حقیقی توکُّل عطا ہوا اور جو باقی بچا وہ صِدِّیقین اور شُہدا کے حصّے میں آیا، چنانچہ جو توکُّل سے کچھ بھی تعلّق رکھے تو وہ صِدِّیق یا شَہِید ہے۔

سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی کا توکل کے متعلق فرمان

عارِفِ رَبّانی، حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: توکُّل کے سِوا مجھے ہر مَقام میں رَسائی ملی مگر توکُّل مجھے صِرف خوشبو سونگھنے کی حد تک ہی نصیب ہوا۔

سَیِّدُنا لقمان کے توکل کے متعلق دو فرامین

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو وَصِیَّت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان کی عَلامت اس پر توکُّل رکھنا ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل بندے کو اس کا مَحْبُوب بنا دیتا ہے، اپنا ہر مُعامَلہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کر دینے کا تعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہِدایت سے ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہِدایت سے

بندے کو رضائے الٰہی کی مُوافَقَت نصیب ہوتی ہے اور یوں رضائے الٰہی کی مُوافَقَت سے بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کا مُستَحِق بن جاتا ہے۔

یہ قول بھی حضرت سَیِّدُنا لُقْمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہی ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کرے اور قضائے باری تعالیٰ کو تسلیم کرے، اپنا ہر مُعامَلہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کر دے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو اس کی تقدیر میں لکھا ہے اس پر راضی رہے تو بے شک اس نے دین کو قائم کیا، اس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کو نیکیاں کمانے کے لیے ہر کام سے فارِغ کر لیا اور ان نیک کاموں کے بجالانے میں مَصروف کر لیا جو بندے کے مُعامَلے کی اِصلاح کرتے ہیں۔

سَیِّدُنا سہل تُستَری کے توکُّل کے متعلّق چند اقوال

- اَبدالوں کے عالِم یعنی حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:
  - تمام عِلْم عِبادَت کا دروازہ ہے۔
  - تمام عِبادَت وَرَع کا دروازہ ہے۔
  - تمام وَرَع زُہد کا دروازہ ہے۔
  - اور تمام زُہد توکُّل کا دروازہ ہے۔
- توکُّل کی کوئی حد ہے نہ کوئی اِنتہا کہ جہاں یہ خَتم ہو۔
- اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (پ ۱۲، ھود:۷) ترجمۂ کنز الایمان: کہ تمہیں آزمائے تم میں کس کا کام اچھا ہے۔ ﴾ کی تفسیر میں اِرشاد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ سے مُراد ﴿ اَصْدَقُ تَوَكُّلًا ﴾ ہے یعنی تم میں سے کس کا توکُّل زیادہ سچّا ہے۔
- تقویٰ اور یقین ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں جبکہ توکُّل اس ترازو کا کانٹا ہے جس کے ذریعے ان کی کمی اور زیادَتی جانی جاتی ہے۔
- آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (پ۲۸، التغابن:۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ ﴾ کے مُتَعَلِّق سوال کیا گیا (کہ ڈر اور تقویٰ کیسے حاصِل کیا جائے؟) تو اِرشاد فرمایا: فَقْر و فاقہ کا اِظْہار کر کے۔
- فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ﴾ (پ۴، ال عمران:۱۰۲) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے ڈرو جیسا

اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ ﴾ کے مُتعلِّق آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال کیا گیا (کہ یہ کیسے ممکن ہے؟) تو اِرشَاد فرمایا: تَوَکُّل رکھ کر اس کی عِبَادَت کرو۔

توکل یا متوکل پر طعن

حضرت ابو یعقوب سُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: تَوَکُّل والوں پر طَعْن نہ کیا کرو، اس لیے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے ہیں جنہیں خُصُوصِیَّت سے نوازا گیا ہے، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں راحت پالی ہے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو اپنا کِفَایَت کرنے والا سمجھتے ہیں اور اب وہ دنیا و آخِرَت کے غموں سے بے پرواہو چکے ہیں۔ مزید اِرشَاد فرماتے ہیں کہ جس نے تَوَکُّل پر طَعْن کیا گویا اس نے اِیمان کے مُعَامَلے میں طَعْن کیا، کیونکہ یہ بَاہَم مِلے ہوئے ہیں اور جس نے مُتَوَکِّلِین کو مَحْبُوب جانا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مَحْبُوب جانا۔

توکل کی ابتدا

تَوَکُّل کی اِبتِدَا وکیل عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت حاصِل کرنا ہے، اس لیے کہ وہ عزیز اور حکیم ہے جو اپنی بڑائی و عزّت کی بنا پر کسی کو نوازتا ہے تو اپنی حِکْمَت سے کسی کو نہیں نوازتا۔ لہٰذا بندہ اسی کے عزّت وغَلَبہ عطا فرمانے سے عزّت وغَلَبہ پاتا ہے اور اس کی حِکْمَت پر راضی رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے مُتَوَکِّلِین کو اس کے مُتعلِّق آگاہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۴۹﴾ (پ۱۰، الانفال: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ غالب حِکْمت والا ہے۔

وہی عزّت پاتا ہے جسے وہ عزّت کا تاج پہنائے اور جسے وہ اپنی حِکْمَت سے کچھ عطا نہ فرمائے وہ بَس دیکھتا رہتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو اپنی عزّت وجَلَالَت کی بنا پر عِبَادَت کی عاجِزی سے نوازتا ہے اور اپنی حِکْمَت سے اسے ایسی باتیں سکھاتا ہے کہ اسے مخلوق سے کچھ بھی سیکھنے کی حاجَت باقی نہیں رہتی۔

بندے کا مشاہدہ کے بعد اسباب کو اختیار کرنا

ایک عاجز بندہ جب ذاتِ باری تعالیٰ کے مُتعلِّق دَرج ذیل مُشاہَدات حاصِل کر لیتا ہے:

☜ وہی عَدل فرمانے والا ہے۔ ☜ وہی تدبیر وتقدیر کا مالک ہے۔

☜ اسی کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں۔ ☜ ہر شے اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔

☜ وہی ہر شے کو اس کی مُقَرَّرہ مِقدار کے مُطابِق نازِل فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ جب وہ یہ مُشاہَدہ بھی کرتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اَسباب پر بھروسا کرنے والے بندوں کا مالِک و مختار ہے اور دیکھتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اسی کے پاس ہیں تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک رَسائی کے لیے اَسباب کو اِختیار کرتا ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کفّار کو اَسباب میں مگن کر رکھا ہے مگر یہاں مُراد اس کے نیک بندے ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۚ ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ تمہارے رب کی رَحمت کے خزانچی ہیں وہ عزّت والا بہُت عَطا فرمانے والا کیا ان کے لیے ہے سَلْطَنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو رسیاں لٹکا کر چڑھ نہ جائیں۔ (پ۲۳، ص: ۹، ۱۰)

خزانے قسمت کے مطابق ملتے ہیں

مَعْلُوم ہوا لوگ اَسباب کو اِختیار کر کے رَبُّ الاَرْباب تک رَسائی چاہتے ہیں، مگر زمین کے خزانے یعنی لوگوں کے ہاتھوں اور دِلوں میں جو کچھ ہے اور دیگر جس قَدْر ظاہِری اَسباب ہیں وہ سب آسمان کے خزانوں یعنی اَقدار و اَحکام میں غائب ہیں اور آسمان کے خزانے مَلَکُوت و قُدْرَت کی عزّت میں غائب ہیں، آسمانوں کے یہ خزانے بندوں کو ان کی قِسمت اور حِصّے کے مُطابِق ملتے ہیں جبکہ زمین کے خزانے وہ ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لیے نِشانیاں بنادیا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور آسمان میں تمہارا رِزق ہے اور جو تمہیں وَعدہ دیا جاتا ہے۔ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۲)

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۰)

ایک مقام پر ہے:

وَ لِلّٰهِ خَزَآىٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ (پ۲۸، المنافقون: ۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

یقین کے بعد عزت کا تاج سجتا ہے

جب بندے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اسی کے قبضۂ قُدرت میں ہر شے کی مِلکِیَّت ہے اور وُہی سماعت و بَصارت کا مالک ہے، وہی دِن رات کے بدلنے کی طرح ہاتھوں اور دِلوں کو پھیرنے والا ہے، وہی اَہلِ یقین کیلئے حُسنِ تدبیر کرنے والا ہے، وُہی اَحۡکَمُ الۡحَاکِمِیۡن اور خَیۡرُ الرَّازِقِین ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۵۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔

ایک مقام پر ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖؕ (پ۱۱، یونس: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: پھر عَرش پر اِسْتِوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی سِفارِشی نہیں مگر اس کی اِجازت کے بعد۔

تو اس وَقت اس کی نِگاہیں اپنے مالِک و مولا عَزَّوَجَلَّ کی طرف اُٹھتی ہیں اور اس طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی نِگاہوں کا مرکز بنالینے کی وجہ سے قوّت و توانائی مَحسُوس کرتا ہے، یوں اس کی عَطا کردہ قوّت و توانائی کی بَرَکت سے اس کے سر پر عزّتوں کا تاج سجتا ہے اور وہ اس کا قُرب پا کر ہر شے سے مُسۡتَغۡنِی ہو جاتا ہے اور یوں بارگاہِ خداوندی میں حُضوری کے سَبَب اس کا شُمار اَشراف میں ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ مَرۡوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: غِنا کے لیے یقین ہی کافی ہے۔[1]

---

[1]......معجم لابن الاعرابی، ۲/۵۱۲، حدیث: ۹۹۲

شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۵۳، حدیث: ۱۰۵۵۶

توکل کب حاصِل ہوتا ہے؟

جب بندے کی نِگاہوں کا مَرکَز اس کا پروردگار بنتا ہے تو اس کی تجلّیاں اسے ہر شے میں دِکھائی دیتی ہیں، اس کا اپنے رب پر بھروسا قائم ہو جاتا ہے اور وہ ہر شے سے منہ موڑ کر صرف اسی پر توکُّل کرنے لگتا ہے، اس سے جو ملے اس پر قَناعَت کرتا ہے، یہاں تک کہ اَدنیٰ شے ملنے پر بھی خوش ہوتا ہے اور صَبر کرتا ہے، ہر حال میں اس سے راضی رہتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے سِوا اس کا چارہ ساز کوئی نہیں، اگر کوئی شے عَطا نہ ہو تو اسے اس کی حِکْمت جانتا ہے اور فراخی و تنگی کے اَحْوال میں اس کی قُدْرَت کا مُشاہَدہ کرتا ہے۔ اس وَقْت اس کی عِبادَت دُرُست قرار پاتی ہے، اس کا اپنے رب کی جانِب مُتوجّہ ہونے میں مُخْلِص ہونا ظاہِر ہو جاتا ہے، وہ اپنے خالِق کی مَعْرِفَت سے مَخلوق کی مَعْرِفَت پاتا ہے اور رِزْق صِرف اپنے مَعْبُود و رازِق سے ہی طَلَب کرتا ہے۔ نیز وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کو ہمیشہ پیشِ نَظر رکھتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (پ۹، الاعراف: ۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سِوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔

ایک مَقام پر ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سِوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالِک نہیں تو اللہ کے پاس رِزْق ڈھونڈو اور اس کی بَنْدَگی کرو۔

غیر کی تعریف و توصیف کا سبب

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس مَقام پر فائز بندہ مَخلوق کی تعریف اس لیے کرتا ہے کہ اس نے اسے کچھ دیا ہے نہ اس کی مَذمّت اس لیے کرتا ہے کہ اس نے اسے کچھ نہیں دیا، بلکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سب سے پہلے عَطا فرمانے والا ہے، اگر وہ کسی کی تعریف کرتا ہے یا شکریہ ادا کرتا ہے تو اس کا سَبَب یہ ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے ایسا کرنے کا حُکْم دے رکھا ہے،

چنانچہ وہ اپنے رب کے اَحکام کی بجاآوری اور اس کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت کی پیروی میں ایسا کرتا ہے۔ نیز اگر وہ کسی کی مَذمّت بیان کرتا ہے یا اُس سے ناراض ہوتا ہے تو اس کے پیشِ نظر اس شخص کا اَحکامِ خُداوندی کی مُخالَفت کرنا ہوتا ہے، اگر کسی کو اس کی نفسانی خواہش کی بنا پر وہ کچھ عطا کرتا ہے تو اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے خَرچ کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور بُخل کرنے والوں کی مَذمّت۔

حمد سے مُراد

حَمد مُفْرَد ہے جو صِرف **اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ** کے ہی شایانِ شان ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ رَضائے خداوندی کے حُصُول کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَطا کردہ نعمتوں کو اچھے طریقے سے اِسْتِعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اِعْتِراف کیا جائے کہ یہ تمام نعمتیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں اور کوئی ان نعمتوں کے عَطا کرنے میں اس کا شریک نہیں۔ اسی لیے اِرشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ (پ۱، الفاتحۃ:۱) ترجمۂ کنز الایمان: سب خوبیاں **اللہ** کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

مُراد یہ ہے کہ ہر قِسْم کی حَمد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے اور اسی کو زیبا ہے کیونکہ وہ تمام جہانوں کا مالک ہے اور عِبادَت کے مُتَعَلِّق جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ۲۳، الزمر:۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص **اللہ** ہی کی بندگی ہے۔

مَعلُوم ہوا جس طرح مَعْبُودِ حقیقی کے سِوا کسی کی عِبادَت دُرُست نہیں اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی کی حَمد بجالانا بھی لازِم نہیں۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حَمد رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی رِدا ہے۔[1]

شکر سے مُراد

شُکر سے مُراد کسی کی تعریف کا اِظْہار کرنا اور ان لوگوں کے لیے دُعا کرنا ہے جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

[1] ......تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۲۶، حدیث: ۱۱

دین و دنیا کے اَسباب کی پناہ گاہ بنایا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکَرَم سے وَالِدَین بھی اس معنٰی و مفہوم میں شریک ہیں، شُکْر کا تعلّق خاص لوگوں سے ہے اور یہ انہی لوگوں کو زیبا ہے جو اس کے اَہْل ہیں۔ یعنی وہ لوگ کسی کو کچھ دیتے وَقْت اپنے نَفْس کی طرف دیکھتے ہیں نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمتیں بانٹ کر کسی پر اِحسان جَتاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اِرشَاد فرمایا: شُکْر صِرف اسی کا ادا کرنا چاہئے جو مَقامِ شُکْر کی مَعرِفَت رکھتا ہو۔ فرماتے ہیں میں نے عَرْض کی: وہ کیسے؟ اِرشَاد فرمایا: جب میں تجھ پر کوئی اِحسان کروں اور ایسا کرنے سے مجھے تجھ سے زیادہ خوشی ہو اور میں تجھ سے زیادہ حَیا محسُوس کروں تو میرا شکریہ ادا کرنا ورنہ نہیں۔

اَسلاف کس کا مال لیتے؟

سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم کس کا مال لیتے؟

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّحِیم نے اپنے اَحباب میں سے کسی سے دو دِرْہَم مانگے، اس کے پاس نہ تھے تو ان کی مَحفِل میں شریک ایک نوجوان نے فوراً ایک تھیلی نکالی جس میں 200 دِرْہَم تھے اور آپ کی خِدْمَت میں پیش کرنا چاہی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی بلکہ اِرشَاد فرمایا: کیا ہم ہر اس شخص سے قبول کرلیں جو ہم پر کچھ خَرْچ کرے؟ (ایسا نہیں کیونکہ) ہم صِرف اسی سے کچھ لیتے ہیں جس کے مُتَعَلِّق جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ ہمیں دے رہا ہے وہ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی نِعْمَت ہے جو ہمیں دی گئی نِعْمَت سے بڑھ کر ہے۔

سَیِّدُنا حسن بصری کس کا مال لیتے؟

ایک طویل قِصّہ میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں ایک شخص نے بَہُت کثیر مال پیش کیا مگر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قبول نہ فرمایا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت سَیِّدُنا ہاشِم اَوقَص رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عَرْض کی: اے ابو سعید! میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ نے ایک شخص کا مال قبول نہ کرکے اس کی عزّت افزائی نہیں فرمائی اور وہ غم زدہ لوٹ گیا، حالانکہ آپ نے حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اور حضرت سَیِّدُنا محمد بن واسع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّافِع کا مال کئی بار وُصول کیا ہے۔ تو

آپ نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رَحم فرمائے! (میں نے اس شخص کا مال اس لیے قبول نہ کیا کیونکہ) مالِک بن دینار اور اِبْنِ واسع سے جب ہم کچھ لیتے ہیں تو ان کا مقْصُود اپنے رب کی رَضا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہم پر لازِم ہے کہ ان کا مال قبول کرلیں جبکہ یہ شخص جو کچھ دے رہا تھا اس کا مقْصُود ہماری رَضا تھی، اس لیے ہم نے اس کا مال قبول نہ کیا۔

مُتوکِّل کی رضا و ناراضی

مُتوکِّل کسی کی مَذمَّت بیان کرتا ہے نہ کسی سے اس وجہ سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کی عطاوبَخشِش میں رُکاوٹ کا سَبَب بنا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی نعمتوں کو روکنے والا ہے اور جس طرح کوئی نِعمَت عَطا کرنے میں اس کی حِکمَت کارفرما ہوتی ہے اسی طرح عَطا نہ کرنے میں بھی اسی کی حِکمَت کارفرما ہے۔ البتہ! مُتوکِّل کسی کی مَذمَّت بیان کرتا ہے یا اس پر ناراض ہوتا ہے تو صِرف اسی صُورَت میں جب اس بندے پر خَرْچ کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لازِم ہو چکا ہو اور وہ نہ کرے، یوں اس کی ناراضی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے مُوافِق ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ خَرْچ کرنے والے کی سَخاوَت دیکھ کر اپنے بے اِنتِہا کَرَم کی وجہ سے اس کی تعریف فرماتا ہے اور مُتوکِّل کو نِعْمَت عَطا کرنے اور ناپسندیدہ اُمور سے دُور رکھنے میں اپنی کارفرما مَشِیَّت کے مُشاہَدے کی توفیق عَطا فرماتا ہے، جبکہ بُخْل کرنے والوں اور نافرمانوں کی مَذمَّت بیان کرتا ہے تاکہ اس کی حِکْمَت کی قُدْرَت کا اِظْہار ہو اور تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ بھی ظاہِر ہو جائے اور اس کی وجہ سے اَحْکام اور حلال و حَرام کی تفصیل مَعْلُوم ہو جائے، نیز لوگوں پر ثواب و عَذاب کے اَحْکام بھی مُرتَّب ہوں۔ اس طرح وہ اپنے اَمر کو ظاہِر فرماتا ہے مگر تقدیر کے راز کو اپنے ساتھ خاص کر لیتا ہے، چنانچہ مومِن اس کے اَمر پر عَمَل کرتا ہے اور جس بات کو اس نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔

سَیِّدُنا جنید بغدادی کی تائید

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مجھے میرے مشائخ میں سے کسی نے یہ بات بتائی کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الہَادِی سے عَرض کی کہ آپ

کے چند اَحباب پر جب ہم کچھ خَرچ کرتے ہیں تو وہ ہماری بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں مگر جب ہم کچھ خِدمت بجا نہیں لاتے تو وہ ہماری پَروا تک نہیں کرتے۔ پوچھا: وہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ فلاں فلاں ہیں، یعنی انہوں نے آپ کے جلیلُ القدر اَحباب کے نام لیے کہ جن کے عارِف ہونے کا آپ کو یقین تھا اور ان کے سچّے ہونے میں بھی کوئی شک نہ تھا، چنانچہ اِرشَاد فرمایا: وہ بالکل اَچھا کرتے ہیں۔ لوگوں نے حیران ہو کر عَرض کی: وہ کیسے؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ جب تم ان پر کچھ خَرچ کرتے ہو تو تم اپنی نفسانی خواہش کی مُخالَفت اور اپنے رب کے حُکْم کی مُوَافَقَت کرتے ہو، لہٰذا ان پر تمہاری عزّت کرنا لازِم ہو جاتا ہے مگر جب تم ان سے پہلو تَہی کرتے ہو اور اپنی نفسانی خواہش کی مُوَافَقَت اور اپنے رب کے حُکْم کی مُخالَفت کرتے ہو تو ان پر تمہاری طرف سے منہ موڑنا لازِم ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی کے اپنے اَحباب کے نام پوچھنے سے مَعْلُوم ہوتا ہے کہ ایسا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لیے کیا تھا تاکہ جان سکیں کہ ایسا کرنے والوں کا مرتبہ کیا ہے کیونکہ آپ کے اَحباب میں عام لوگ بھی تھے اور خاص بھی۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ بعض اَوقات ایسی باتیں کمزور دلوں میں داخِل ہو کر زُہد کا خاتِمہ کر دیتی ہیں اور پھر وہاں ہَوَائے نَفْس اپنا ڈیرہ جما لیتی ہے، مگر جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان لوگوں کے نام جان کر ان کے عَمَل پر رَضامندی اور اِعتِماد کا اِظْہار کیا تو ان کے عَمَل کے دُرُست ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی۔ اس لیے کہ اس صُورت میں عارِفین کے لیے یہی حُکْم تھا، لہٰذا یہ عَمَل ان کے لیے مزید اِنْعامات کا باعث بن گیا اور انہیں حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے زاہِد اور عارِف ہونے کی سَنَد بھی مِل گئی۔

اگر اِبنِ آدم ربّ کے سِوا کسی سے نہ ڈرے تو

ایک عالِم یہ حدیثِ قُدسی نَقْل فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے: اگر ابنِ آدم کو میرے عِلاوہ کسی کا خوف نہ ہو تو میں بھی اسے اپنے عِلاوہ کسی کا خوف نہ دوں گا اور اگر ابنِ آدم میرے سِوا کسی سے کوئی اُمّید نہ رکھے تو میں اسے اپنے سِوا کسی کے سُپُرد نہ کروں گا۔

بندہ قبر میں کن اشیا سے ڈرے گا؟

اس سے بھی سخت رِوایت یہ ہے کہ بندہ جب اپنی قبر میں جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر وہ شے جس سے وہ ڈرا کرتا تھا مِثالی صُورت میں اسے قِیامت تک ڈراتی رہتی ہے۔[1]

کس سے ہر شے ڈرتی ہے؟

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے ہر شے اس سے ڈرتی ہے۔

مخلوق کا خوف

مَنْقُول ہے کہ مخلوق کا خوف خالق کے خوف میں کمی کی سزا ہے، جس کا سَبَب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کم مَعْرِفَت رکھنا اور اس پر توَکُّل کا کمزور ہونا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ (پ۲۸، الحشر:۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ان کے دِلوں میں **اللہ** سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

جب بندہ کامِل طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے لگتا ہے تو مخلوق کا خوف اس کے دِل سے خَتْم ہو جاتا ہے اور یہ خوفِ مخلوق کے دِلوں میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس سے ڈرنے لگتی ہے لیکن شَرْط یہی ہے کہ وہ اس سے نہ ڈرتا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جب بندے کا مُشاہَدہ کامِل ہوتا ہے اور وہ اپنے مُشاہَدے پر قائم رہتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلیوں کا مُشاہَدہ کرتے وَقْت مخلوق کا وُجُود خَتْم ہو جاتا ہے اور اس وَقْت وہ اپنے ربّ کے سِوا کچھ نہیں دیکھتا، یوں جب اس کا دِل مالکِ حقیقی کے مُشاہَدے کے سَبَب ہر شے سے خالی ہو جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی سَلْطَنَت میں اس کے لیے مَخْصُوص حصّہ اسے عَطا فرماتا ہے۔

وہ شخص ملعون ہے جو

حضرت سَیِّدُنا سُنَیْد بن داود عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَدُوْد حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن ابی کثیر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَبِیْر سے

---

[1] ....حلیۃ الاولیاء، احمد بن الحواری، ۱۰/ ۱۲، الرقم: ۱۴۳۱۸

رِوایَت کرتے ہیں کہ تورات میں ہے: وہ شخص مَلْعُون ہے جو اپنے جیسے شخص پر بھروسا کرے۔

حضرت سَیِّدُنا سُنَیْد بن داود عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَدُوْد فرماتے ہیں: مُرادیہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا اور اگر یہ نہ ہوتا تو یہ بھی نہ ہوتا۔ ایک قول کے مُطابِق کسی شخص کا یہ کہنا کہ اگر ویسا نہ ہوتا تو ایسا بھی نہ ہوتا، شِرک ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر کہنے سے بچو کہ یہ شیطانی عَمَل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

شیطان کا لشکر

ایک عالِم فرماتے ہیں کہ سَوفَ (یعنی یہ کہنا کہ عنقریب میں یہ کام کرلوں گا) شیطانی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ویسا نہ ہوتا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے جبھی شِرک کرنے لگتے ہیں۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں ہے کہ (ان کے شِرک کرنے سے مُرادیہ ہے کہ خشکی پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے پہنچتے مگر) وہ کہتے کہ ملّاح بہُت تیز بھاگنے والے تھے۔ اسی کی مِثْل ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

مَنْقُول ہے کہ (انہیں مُشرِک اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ) وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کتّے نہ بھونکتے اور مُرغ بانگ نہ دیتے تو ہم ضَرور چور پکڑ لیتے۔

بندوں سے عزّت کی خواہش

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جو بندوں سے عزّت چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل کرتا ہے۔[1]

توکُّل کا حق ادا کرنے کی برکت

سرورِ کائنات، فَخْرِ موجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح توکُّل کرو جیسا کہ توکُّل کا حَق ہے تو وہ تمہیں ضَرور رِزْق عَطا کرے گا جیسا کہ پَرِندے کو عَطا کرتا ہے کہ وہ صُبْح خالی پیٹ نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتا ہے[2] اور تمہاری دُعا سے پہاڑ بھی لَرَز جائیں گے۔[3]

ایسا ہی ایک قول یہ بھی مَرْوِی ہے کہ اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت کا حَق پہچان لو تو وہ تمہیں ضَرور یقین کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔ چنانچہ یہ قول بھی اس بات کی دلیل ہے کہ توکُّل کی حقیقت حُسْنِ مَعْرِفَت اور صِدْقِ یقین میں ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے فرمایا: پَرِندے کو دیکھو، فَصْل بوتا ہے نہ کاٹتا ہے اور نہ ذخیرہ کرتا ہے پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ہر دِن نیا رِزْق عَطا فرماتا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ پرندوں سے بڑے ہیں تو جانوروں کو دیکھ لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کس طرح اس مخلوق (کے تم سے بھی بڑے پیٹ) کے لیے رِزْق مُقَرَّر کر رکھا ہے۔

خوراک ذخیرہ کرنے والے تین جاندار

مَنْقُول ہے کہ صِرف تین جاندار ہی خوراک ذخیرہ کرتے ہیں: چیونٹی، چُوہا اور انسان۔[4]

مُتَوَکِّلِین کا رزق کن کے ہاتھوں میں ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو یعقوب سُوسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مُتَوَکِّلِین کے رِزْق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم اور

---

[1] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد عبيد بن عمير، ص ٣٨٥، حديث: ٢٣٠٨

[2] ......ابن ماجة، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ٤/٤٥٢، حديث: ٤١٦٤

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الرابع والاربعون، ١/١٨٠، حديث: ٢٦٩

[4] ......عيون الاخبار، كتاب الطبائع، الحشرات، ٢/١١٥

اِخْتیار کے مُطابِق خاص لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور انہیں مَشَقَّت نہیں کرنا پڑتی جبکہ عام لوگ مَصروف رہتے اور مَشَقَّت اُٹھاتے ہیں۔

توکل کب درست ہوتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو یعقوب سُوسی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: مُتَوَکِّل جب سَبَب پر نِگاہ رکھے یا مَذمّت و مَدح کے مُتَعَلِّق خَیال کرے اور تَوَکُّل کا دعویٰ کرے تو اس کا تَوَکُّل دُرُست نہیں۔

تَوَکُّل کی اِبْتِدا اپنی پسند کو چھوڑ دینا ہے، لہٰذا مُتَوَکِّل کا تَوَکُّل اسی صُورت میں دُرُست ہو سکتا ہے کہ اس کی تکلیف مخلوق سے دُور ہو جائے، وہ کسی سے اپنی تکلیف کی شِکایَت کرے نہ ان میں سے کسی کی مَذمّت بیان کرے، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ نعمتیں دینے اور نہ دینے والی صِرف ایک ہی ذات ہے، چنانچہ وہ سب سے منہ موڑ کر صِرف اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

توکل کا ادنیٰ، درمیانی اور بلند درجہ

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُسْتَری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے کسی نے عَرض کی: تَوَکُّل کا اَدنیٰ دَرَجہ کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: تَمنّائیں چھوڑنا تَوَکُّل کا ادنیٰ دَرَجہ اور اِخْتِیارات چھوڑنا درمیانہ دَرَجہ ہے۔ عَرض کی گئی: پھر تَوَکُّل کا بُلند دَرَجہ کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: اس کی مَعرِفَت صِرف اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو تَوَکُّل کے درمیانی دَرَجے پر فائز ہو اور اس نے اپنے اِخْتِیارات کو چھوڑ دیا ہو۔ اس کے بعد آپ نے ایک طویل کلام کیا۔

رزق پانے کے اعتبار سے لوگوں کی چار اقسام

ایک بُزرگ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ اللہ کا رِزْق کھاتے ہیں مگر سب کے مُشاہَدات میں فَرق ہے:

﴿1﴾ ⟸ بعض لوگوں کو اپنا رِزْق پانے کے لیے ذِلَّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

﴿2﴾ ⟸ بعض کو حُصُولِ رِزْق کے لیے کافی مَشَقَّت اٹھانا پڑتی ہے۔

﴿3﴾ ⟸ بعض کو رِزْق پانے کی خاطر اِنتِظار کرنا پڑتا ہے۔

﴿4﴾ ⟸ بعض کو رِزْق عزّت سے پیش کیا جاتا ہے، انہیں اس سلسلے میں مَشَقَّت اُٹھانا پڑتی ہے نہ اِنتِظار کرنا پڑتا

ہے اور نہ اس کی خاطر کسی قِسْم کی ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ چار قسم کے لوگ کون ہیں؟

﴿1﴾ جن لوگوں کو رِزْق پانے کے لیے ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ لوگوں سے اسے مانگتے ہیں، ان کی نِگاہیں مخلوق کے ہاتھوں پر رہتی ہیں، اس لیے وہ ان سے ذِلّت پاتے ہیں۔

﴿2﴾ جن لوگوں کو حُصُولِ رِزْق کے لیے کافی مَشَقَّت اُٹھانا پڑتی ہے ان سے مُراد وہ مَزدور پیشہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک حُصُولِ رِزْق کے لیے محنت و مَشَقَّت کرتا ہے۔

﴿3﴾ جن لوگوں کو رِزْق پانے کی خاطر اِنتِظار کرنا پڑتا ہے ان سے مُراد تاجِر حَضْرات ہیں، یہ لوگ اپنا سامان فَروخت کرنے کے اِنتِظار میں رہتے ہیں، گویا ان کے دل مَشَقَّت کا شِکار اور اِنتِظار کے عَذاب میں مبتلا ہیں۔

﴿4﴾ جن لوگوں کو رِزْق عزّت سے پیش کیا جاتا ہے، انہیں اس سلسلے میں مَشَقَّت اُٹھانا پڑتی ہے نہ اِنتِظار کرنا پڑتا ہے اور نہ اس کی خاطر کسی قِسْم کی ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان سے مُراد صُوفیائے عُظّام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام ہیں، ان کی نِگاہیں صِرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر رہتی ہیں، لہٰذا یہ لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنا حِصّہ عزّت سے وُصُول کرتے ہیں۔

مخلوق سے چھپا کر کسی سے کچھ لینا یا دینا

مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن حمّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْجَوَّاد کی خِدمَت میں حاضِر ایک شخص نے صِلہ رِحمی کرتے ہوئے کوئی شے آپ کو پیش کرنا چاہی مگر وہ حاضِرین سے اسے چھپا رہا تھا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہ نے اپنی گود پھیلا دی اور اِرشاد فرمایا: جو دینا چاہتے ہو سب کے سامنے دو، کیونکہ جو شخص مخلوق سے کچھ رِزْق لیتے وَقْت اسے چھپاتا ہے وہ رِزْق و عَطا میں اپنے خالِق کا مُشاہَدہ نہیں کر سکتا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) واقعی یہی بات ہے، کیونکہ چھپا کر دینا اس کے حَق میں اَفضل ہے جس کا حال آپ پر مَخْفِی ہو، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں نیکی

اور تقویٰ کے ہر کام میں تعاوُن کا حکم دیا ہے اور اس میں مَوجُود دیگر لوگوں کے دِل کی اِصلاح بھی ہے، اس لیے کہ چھپا کر دینے سے بد گمانی اور حَسَد پیدا ہونے کا خدشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو یہ تمام آداب سکھائے اور پوشیدہ طور پر مُعَامَلات سر انجام دینے کی وَصِیَّت کی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا: اپنے اُمُور کو پوشیدہ رکھو، کیونکہ ہر صَاحِبِ نِعْمَت سے حَسَد کیا جاتا ہے۔

ذِلّت ورُسوائی کے شکار لوگ

مذکورہ چار قِسم کے لوگوں کے علاوہ ایک پانچویں قِسم بھی ہے جو اَربابِ سلاطین سے اپنے رِزْق کا حِصّہ وُصُول کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی رُوح اور ضمیر ان سَلَاطِین کے ہاتھوں بیچ دیتے ہیں، یہ حد دَرجہ خَسارے میں مبتلا اور ذِلّت ورُسوائی کے شِکار ہیں۔

اللہ کے عیال کون؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **مخلوق اللہ کے عَیال ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کو وہ شخص سب سے زیادہ مَحْبُوب ہے جو اس کے عَیال یعنی مَخلوق کو زیادہ نَفْع پہنچائے۔**[1]

اس حدیثِ پاک کے مُتَعَلِّق کسی عالِم سے پوچھا گیا کہ یہاں عَیال سے مُراد کون لوگ ہیں تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: یہ خاص لوگ ہیں یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَیال اس کے خواص ہیں۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ لوگ چار طرح کے ہیں: تاجِر، مَزدور، کاریگر اور کَاشت کار۔ لہٰذا جو شخص ان چاروں میں سے نہ ہو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَیال میں سے ہے اور مَخلوق میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو وُہی شخص سب سے زیادہ مَحْبُوب ہے جو اِن لوگوں کو سب سے زیادہ نَفْع پہنچائے۔

زکاۃ وصدقات کس کے لیے ہیں؟

حقیقت بھی یہی ہے جیسا انہوں نے اِرشَاد فرمایا۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندوں پر جو بعض مالی حُقُوق لازِم قرار دیئے اور ان کے اَموال میں جو زکاۃ فَرض کی ہے وہ انہی لوگوں کے لیے ہے، کیونکہ یہ اس

[1] ......مسند بزار، مسند انس بن مالک، ۱۳ / ۳۳۲، حدیث: ۶۹۴۷

کے عَیال ہیں، ان کی کوئی تِجارت ہے نہ کوئی صَنعت۔[1] چنانچہ ان کی مَعاش کی ذِمّہ داری تاجِروں اور کاریگروں پر ڈال دی۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ زکاۃ لینا کسی تاجِر کے لیے جائز ہے نہ کسی کاریگر کے لیے، کیونکہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: صَدَقَہ (یعنی زکاۃ) کسی مال دار کے لیے جائز ہے نہ کسی طاقتور کمائی کرنے والے کے لیے۔[2]

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کمائی کرنے کو مال داری کے قائم مَقام قرار دیا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝۲۰﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۲۰)[3] یعنی ہم نے بنا دیئے تمہارے لیے بھی اس میں رِزق کے سامان اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔ اس آیتِ مُبارَکہ میں غور کرنے سے مَعْلُوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ روزی پہنچانے والے نہیں ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کا زمین میں کوئی ذریعۂ مَعاش نہیں کہ جس سے وہ کما سکیں۔ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَیال ہیں، ان کا شُمار اس کے اَہْل میں ہوتا ہے نہ کہ دنیا کے اَہْل میں، کیونکہ دنیادار دنیا کی خاطِر کمائی کرتے اور اس کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔

تین آیات سے اپنے حال پر مدد طلب کی

حضرت سَیِّدُنا عامر بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآنِ کریم میں تین آیاتِ مُبارَکہ

[1] .... بہارِ شریعت میں زکاۃ کے سات مَصارِف میں فقیر و مسکین کی تعریف یوں مذکور ہے: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نِصاب کو پہنچ جائے یا نِصاب کی قَدْر ہو تو اُس کی حاجتِ اَصلیہ میں مُسْتَغرَق ہو، مثلاً رہنے کا مَکان پہننے کے کپڑے خِدْمَت کے لیے لونڈی غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کِتابیں جو اس کی ضَرورت سے زیادہ نہ ہوں جس کا بیان گزرا۔ یوہیں اگر مدیُون ہے اور دَین نکالنے کے بعد نِصاب باقی نہ رہے، تو فقیر ہے اگرچہ اُس کے پاس ایک تو کیا کئی نِصابیں ہوں۔ جبکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدَن چھپانے کے لیے اس کا مُحتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حَلال ہے، فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدَن چھپانے کو ہو اُسے بغیر ضَرورت و مجبوری سوال حَرام ہے۔ (بہارِ شریعت، مالِ زکاۃ کے مصارف، ۱/ ۹۲۴)

[2] .... ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، ۲/ ۱۶۶، حدیث: ۱۶۳۴، ۱۶۳۳

[3] .... ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کر دیں اور وہ کر دیئے جنہیں تم رِزق نہیں دیتے۔

پڑھیں تو ان سے اپنے حال پر مدد طلب کی۔ چنانچہ،

پہلی آیتِ مُبارَکہ: جب میں نے یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھا:

وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖؕ (پ ۱۱، یونس: ۱۰۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فَضل کا رَدّ کرنے والا کوئی نہیں۔

تو خود سے کہا: اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے کوئی نُقصان پہنچانا چاہے تو کوئی مجھے نَفْع دینے پر قادِر نہیں ہو سکتا اور اگر وہ مجھے کوئی نِعمَت عطا فرمانا چاہے تو کوئی اسے مجھ سے روک نہیں سکے گا۔

دوسری آیتِ مُبارَکہ: جب میں نے یہ آیتِ مُبارَکہ پڑھی:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

تو اس کے سِوا ہر ایک کی یاد سے منہ موڑ کر صِرف اسی کی یاد میں مگن ہو گیا۔

تیسری آیتِ مُبارَکہ: جب سے میں نے یہ آیتِ مُبارَکہ پڑھی ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۲، ھود: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رِزْق اللہ کے ذِمّۂ کَرَم پر نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قَسم! اپنے رِزْق کا اِہتِمام نہیں کیا بلکہ آرام میں ہوں۔

اَسباب پر نظر

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مُتَوَکِّل جب سَبَب پر اپنی نِگاہ رکھے تو وہ محض تَوَکُّل کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: اِیمان کے ساتھ اَسباب کا کوئی تعلّق نہیں بلکہ اَسباب تو اِسلام میں ہوتے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ اِیمان کی حقیقت میں اَسباب پر نَظَر ہوتی ہے نہ ان سے سُکُون حاصِل ہوتا ہے بلکہ اَسباب پر نَظَر رکھنا اور مخلوق میں طَمَع کا پایا جانا مقامِ اِسلام میں پایا جاتا ہے۔

اسی لیے حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے جگر گوشے سے اِرشاد فرمایا: اِیمان کے چار اَرکان ہیں، اِیمان ان کے بغیر دُرُست نہیں ہو سکتا جیسا کہ جِسْم دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے بغیر دُرُست نہیں ہوتا۔

(وہ اَرکان یہ ہیں:) ﴿1﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھنا ﴿2﴾ اس کی قضا کو تسلیم کرنا ﴿3﴾ اپنا ہر مُعاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کر دینا اور ﴿4﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر راضی رہنا۔

مُتَوَکِّل کا حال

مُتَوَکِّل کا حال یہ ہے:

- اس کا دِل بندوں کی طرف دیکھنا خَتْم کر دیتا ہے۔
- مخلوق کے قبضے میں مَوجُود اَشیا میں طَمَع کی فِکْر سے آزاد ہو جاتا ہے۔
- اس کا دِل دِلوں کو پھیرنے والی اور تدبیر فرمانے والی ذات یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لگ جاتا ہے۔
- اس کی فِکْروں کا مرکز تقدیر بنانے اور اُمُور میں تَصَرُّف کرنے والی ہستی کی قُدْرَت بن جاتا ہے۔
- اَسباب کی عَدَم مَوجُودَگی اسے کسی ایسے کام پر مَجْبُور نہیں کرتی جس سے عِلْم مَنْع کرے اور اسے مَذمُوم قرار دے۔
- کوئی اسے حَق بات کہنے اور اس پر عَمَل کرنے سے روک نہیں سکتا۔
- کوئی اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر دوستی اور دشمنی کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔
- کوئی اسے مخلوق پر اَسباب کے نَفاذ سے مَنْع نہیں کر سکتا۔
- ایسا مُمکِن نہیں کہ وہ اس بنا پر حَق بات کہنا چھوڑ دے کہ لوگوں سے حَیا محسوس کرتا ہے یا ان میں طَمَع رکھتا ہے یا اسے ڈر ہے کہ ان سے حاصِل ہونے والے فوائد خَتْم ہو جائیں گے۔
- حاجات کا پیدا ہونا اور فاقوں کی نَوبَت آجانا بھی اسے اس بات پر مَجْبُور نہیں کر سکتا کہ وہ لوگوں کی نفسانی خواہشات کے سامنے جھک جائے، باطِل کی طرف مائل ہو یا حَق بات پر خاموشی سادھ لے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی دشمن کو دوست بنالے یا اس کے کسی دوست سے دشمنی کرنے لگے۔
- وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے اس کا حال لوگوں کے نزدیک بہتر ہو۔
- وہ لوگوں کا شکریہ اس لیے اَدا نہیں کرتا کہ انہوں نے اسے اپنا مال دیا حالانکہ وہ ان سے دُور رہا۔
- وہ کسی مَعْرُوف صَنْعَت کی نگہداشت نہیں کرتا کیونکہ اس کی نِگاہیں صانِع یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہوتی ہیں۔

❀ ⇐ وہ کسی مَصْنُوع یعنی شاہکار پر اپنی نِگاہیں نہیں جَماتا کیونکہ اسے دائمی مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے اور وہ اس شے کے ایسا ہونے کے اَزَلی فیصلے کو جانتا ہے۔

❀ ⇐ وہ مخلوق کی کسی عادَت پر مطمئن ہوتا ہے نہ اس کی کسی بات پر بھروسا کرتا ہے، اس لیے کہ اسے یقین ہے کہ اسے رِزْق دینے اور نَفْع ونُقصان پہنچانے والی ہستی اللہُ الْوَاحِد عَزَّوَجَلَّ کی ہے۔

یہ مذکورہ باتیں فَرْض تَوَکُّل سے تعلّق رکھتی ہیں، اگر کسی شخص میں یہ سب باتیں پائی جائیں مگر وہ مُسْتَحَب تَوَکُّل پر عَمَل کرنے کے بجائے تَوَکُّل کی حُدُود سے ہی نِکَل جائے تو وہ ضُعْفِ اِیمان کا شِکار ہے۔

توکل کے منافی فساد کا حملہ اور اس کا علاج

بعض اَوقات بُلَند ہِمَّت لوگوں پر ان کے تَوَکُّل کو فاسِد کرنے والی نفسانی خواہشات حَملہ آور ہوئیں تو انہوں نے اَسباب سے ناطہ توڑ کر ان نفسانی خواہشات کی جڑوں کو ہی خَتْم کر دیا، ان کے تَرْک پر پختہ یقین کیا، شہروں سے دُور ہو گئے اور دیس سے پردیس (یعنی آبادی کے بجائے ویرانوں) کو اِخْتیار کیا اور ہزاروں کا مال اور مَحْبُوب اَشیا کو چھوڑ دیا، اس طرح انہوں نے جہاں سے فساد پیدا ہوا تھا اسے وہاں سے نِکال باہَر کیا، انہوں نے اس کا عِلاج یہ کیا کہ جس راستے سے یہ فساد ان تک پہنچا تھا انہوں نے وہاں اس کی ضِد کو کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس سلسلے میں بَسا اَوقات وہ ظاہِر عِلْم کے بھی برعکس کر گئے اور انہوں نے ظاہِری عِلْم کو چھوڑ کر باطِنی عُلُوم، اپنے مُشاہَدے کے تقاضے اور اپنے حال کے وِجدان کے مُطابِق عَمَل کیا۔ اس لیے کہ اَہْلِ ظاہِر کسی بھی شے میں ان پر حُجَّت نہیں بلکہ یہ لوگ ان پر حُجَّت ہیں، کیونکہ اِیمان کا ظاہِر بھی ہے اور باطِن بھی، جبکہ عِلْم مُحْکَم بھی ہوتا ہے اور مُتَشَابِہ بھی۔ نیز اَہْلِ حَق توفیق کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور انہیں حقیقت تک رَسائی کی زیادہ توفیق حاصِل ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ انہیں اس لیے ملا کیونکہ ان کا تَوَکُّل صحیح ہوتا ہے، وہ اپنے وَعدے کو اَچھّی طرح پورا کرتے اور اپنے حال کے اَحْکام کے مُطابِق عَمَل کرتے ہیں تاکہ ان کے دِل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی سے راحَت پائیں نہ ان کی سوچوں کا مَحْوَر اس کے سِوا کوئی اور ذات بنے۔

ان کے نَفْس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی پر مطمئن ہوتے ہیں نہ وہ اس کے عِلاوہ کسی کو اپنی پناہ گاہ بناتے ہیں۔ وہ لوگوں کی خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتے کہ ان کے دِل دھوکے میں مبتلا ہوں، ان کا یقین

پَراگندہ ہو اور ان کا اِیمان جو کہ اَصل کی حَیثیَّت رکھتا ہے وہ کمزور ہو جائے۔ وہ اپنے دِل کی حِفَاظَت کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ کَشف ومُشاہَدہ کامَحَل ہے تا کہ اپنا رَاسُ الْمَال برباد کر کے اپنے حال کی حقیقت سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ کس سے نَفع حاصِل کریں گے اور کیا اَعمال سَر اَنْجام دیں گے؟ یہ باتیں عَقْل والے ہی سمجھتے ہیں مگر ظاہِری آنکھیں انہیں دیکھ نہیں سکتیں۔

توکل سے فرار

مُقَرَّبین میں سے کسی سے جب تَوَکُّل کی حقیقت کے مُتعلّق پوچھا گیا تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: تَوَکُّل کی حقیقت تَوَکُّل سے فَرار ہے۔ (صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس قول سے مُراد یہ ہے کہ بندہ مَقامِ تَوَکُّل سے راحَت نہ پائے، یعنی تَوَکُّل کرے مگر اپنے تَوَکُّل پر نَظر نہ رکھے کیونکہ اسی تَوَکُّل کے باعِث اسے کِفَایَت وعَافِیَّت دی گئی اور اس کی حِفَاظَت فرمائی گئی۔ لِہٰذا تَوَکُّل پر نَظر رکھنا تَوَکُّل میں بیماری کی حَیثیَّت رکھتا ہے اور اس سے چھٹکارا حاصِل کرنا لازِم ہے یہاں تک کہ بندے کی نِگاہیں ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت پر لگی رہیں اور کبھی بھی وہاں سے نہ ہٹیں، وہ بغیر تھکے ہر لمحہ اس کے مُشاہَدہ میں مَصروف رہے، (اگر ایسا ہو جائے تو) کوئی شے بندے اور اس کے مَعْبُود کے درمیان حائل نہ ہو گی کہ جس کی جانِب وہ دیکھے یا اس پر اِنْحِصار کرے یا اس سے رہنمائی حاصِل کرے یہاں تک تَوَکُّل جو کہ اس کا طریق ہے وہ بھی اس کے اور اس کے مَعْبُود کے درمیان حائل نہ ہو گا۔

لاچار و مُضطَر کون؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ترجمۂ کنز الایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے۔ (پ۲۰، النمل: ۶۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تفسیر میں ایک عارِف فرماتے ہیں: یہاں مَجْبُور ولاچار سے مُراد وہ شخص ہے جو بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہو کر دَستِ سوال دراز کرے تو اپنے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان

اپنی کسی نیکی کی طرف نہ دیکھے کہ جس کے سَبَب وہ کسی شے کا مُسْتَحِق بن سکتا ہو بلکہ یوں عَرض کرے: اے میرے پروردگار! مجھے بغیر کسی عِوَض کے وہ شے عَطا فرما جس کی کوئی اَہمیّت نہ ہو۔ اس صُورت میں اس کے پروردگار کے ہاں اس کا کل مال و مَتاع اِفلاس ہو گا اور تمام اَعمال میں اس کا حال اِفلاس بن جائے گا۔ یہی شخص مُضطر اور لاچار و مَجبُور ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہی لوگوں کی صِفَت تقویٰ و خوف سے بیان فرمائی، انہیں اپنے دین کی دعوت دینے اور لوگوں کو ڈرانے کا اہل قرار دیا اور ان کے مُتعلّق خَبَر دی کہ وہ اپنے مَعبُود اور لوگوں کے درمیان کسی سَبَب پر نَظر رکھتے ہیں نہ کسی کی سِفارِش پر۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو انہیں کلامِ اِلٰہی سے ڈرانے کا حُکم اِرشاد فرمایا، اس طرح انہیں اپنے کلام کا مُخاطب بنایا اور لوگوں کا رُخ ان کی طرف کر دیا جس طرح کہ ان کا رُخ اپنے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانِب کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان سے کلام کرنے والا بنایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (۵۱) (پ۷، الانعام: ۵۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سِوا نہ ان کا کوئی حمایتی ہو نہ کوئی سِفارِشی اس اُمّید پر کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

پھر ہم جیسوں یعنی لَہو و لَعِب اور فریب و غَفلَت کا شِکار لوگوں کو ڈراتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَ ذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا (پ۷، الانعام: ۷۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور چھوڑ دے ان کو جنھوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا اور اُنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا۔

حَول اور قوت سے بَری ہونا

کسی عالِمِ رَبّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی (یعنی حضرت سَیِّدُنا سَہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی) سے عَرض کی گئی: تَوَکُّل کیا ہے؟ تو انہوں نے اِرشاد فرمایا: تَوَکُّل حَول اور قوّت سے بَری ہونا ہے، جبکہ حَول قوّت سے زیادہ سَخت ہے۔ حَول سے مُراد حَرَکت اور قوّت سے مُراد حَرَکت پر ثابِت قَدمی ہے کہ حَرَکت ہی کسی فعل کی اِبْتِدا ہے، مَطلَب

یہ ہے کہ تَوَکُّل کی بنا پر اپنی کسی حَرَکَت کی طرف بھی مَت دیکھ، کیونکہ سب سے پہلے حَرَکَت پیدا کرنے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہے اور اسی طرح حَرَکَت کے بعد اس پر ثابِت قَدَم رہنے کو بھی مَت دیکھ کہ حَرَکَت کے بعد اس پر ثابِت قَدَمی عَطا فرمانے والا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، اس طرح اَوَّلِیَّت و آخِرِیَّت تیرے عَینُ الیقین کی بنا پر اس مُشاہَدے کی حقیقت بن جائے گی کہ وہی اَوَّل و آخِر ہے، یوں حقیقتِ توحید کی وجہ سے تیرے دِل سے مَخفِی شِرک تک نکل جائے گا اور یہی مُشاہَدۂ یقین ہے یعنی اس وَقْت تیرا مُشاہَدۂ باری تعالیٰ کی بنا پر تَوَکُّل دُرُست ہو گا۔

توکل اور ترکِ تدبیر

ایک مرتبہ آپ (یعنی حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَرِی) عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِرشاد فرمایا: تَوَکُّل تَرْکِ تدبیر کا نام ہے، ہر تدبیر کی اصل رَغبَت ہے اور ہر رَغبَت کی اَصل لمبی اُمّید ہے، جبکہ لمبی اُمّید کا تعلّق مَحبَّتِ بقا سے ہے اور یہ شِرک ہے۔ مُراد یہ ہے کہ ایسا چاہنے والا گویا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وَصفِ بقا میں شریک ہونا چاہتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا لیکن اپنے آپ کو حِجاب میں نہ رکھا، البتہ! ان کی تدبیر کو ہی ان کا حِجاب بنا دیا۔

ترکِ تدبیر سے مُراد

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) تَرْکِ تدبیر کے مُتَعَلِّق حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے کثیر اَقوال مَنقُول ہیں، بہتر یہ ہے کہ (انہیں بیان کرنے سے پہلے) تَرْکِ تدبیر کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ تَرْکِ تدبیر سے ان کی مُراد یہ نہیں کہ بندے کو جو کچھ عَطا ہوا اور اس کے لیے مُباح کیا گیا اس میں تَصَرُّف کرنا چھوڑ دے اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ان کا قول ہے: جس نے کمائی کرنے پر طَعْن کیا اس نے سُنّت پر طَعْن کیا اور جس نے کمائی نہ کرنے پر طَعْن کیا اس نے توحید پر طَعْن کیا۔ گویا تَرْکِ تدبیر سے ان کی مُراد خواہشوں کا تَرْک کرنا ہے، یعنی جب کوئی کام ہو جائے تو اس وَقْت بندے کا یہ کہنا کہ یہ کام ایسے کیوں ہوا؟ اس طرح کیوں نہ ہوا؟ یا یہ کہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ نہ ہوتا وغیرہ باتیں نہ کرنا تَرْکِ تدبیر ہے، اس لیے کہ ایسی باتیں تقدیر کے لکھے پر جہالَت کا مُظاہَرہ کرنے اور اس پر اِعتِراض کرنے کا باعِث

بننے کے علاوہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَتِ کامِلہ اور حِکمت کے مُشاہَدے کے خاتِمہ کا سَبَب بنتی ہیں۔

نیز یہ باتیں مَشِیَّتِ باری تعالیٰ کی رُؤیَت اور اس کی وجہ سے حُکم کے جاری ہونے سے غَفلَت پر بھی دَلالَت کرتی ہیں۔ مطلَب یہ ہے کہ جو باقی ہے اس میں اور جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے اس میں تدبیر اِختیار نہ کی جائے، یعنی تم ان مُعامَلات میں عَقل وعِلم کے ذریعے اپنی فِکر وسوچ کو مَصروف نہ کرو، کہیں ایسا کرنا تمہارا تمہارے مَوجُودہ حال سے تعلّق خَتم نہ کر دے کہ جسے اِختیار کرنا تم پر لازِم وضَروری تھا یہاں تک کہ اگر مستقبل میں پیش آنے والے اَحکام، کمی بیشی کی بنا پر تَرکِ تدبیر وتقدیر یا تقدیم وتاخیر کی بنا پر ایک وَقت سے دوسرے وَقت میں یا ایک بندے سے دوسرے بندے کی طرف مُنتَقِل ہونے میں کسی قِسم کی کوئی کوتاہی پائی گئی تو اس وَقت بھی آپ کا حال ماضی کی طرح ہوگا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انسان ماضی کی تدبیر نہیں کر سکتا؟

تَرکِ تدبیر کے متعلق سَیِّدُنا سہل تستری کے اَقوال

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

❀ بہتر یہ ہے کہ بندہ مستقبل میں پیش آنے والے مُعامَلات کی تدبیر بھی چھوڑ دے۔

مُراد یہ ہے کہ جو باتیں ہم نے ذِکر کی ہیں ان سے اپنی اُمّیدوں کو وابَستہ نہ کرے تو اس کا مستقبل بھی ماضی کی طرح ہو جائے گا اور یوں اس کے نزدیک دونوں حال یَکساں ہوں گے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اَحکَمُ الْحَاکِمِیْن اور بندہ اپنے اَنجام سے بے خَبَر ہونے کے باوُجود اس کے اَحکام واَفعال کو تسلیم کرنے والا اور اپنے پروردگار کی تقدیر پر راضی رہنے والا ہوتا ہے۔ اس مفہوم کے اِعتِبار سے تَرکِ تدبیر سے مُراد یقین ہے اور یقین ہی مَقامِ مَعرِفَت ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَہلِ یقین کے دِل کو ایک ایسا مَقام بنا دیا ہے جس میں وہ کسی شے کو اس کی شان کے مُطابِق ہی قُدرَت دیتا ہے۔

❀ اے مسکین بندے! اللہ عَزَّوَجَلَّ پہلے بھی تھا مگر تو نہ تھا اور وہ اس وَقت بھی ہوگا جب تو نہ ہوگا، لہٰذا آج تو یہ کیوں کہتا ہے کہ میں میں ہوں۔ بلکہ تو بھی آج اس طرح بن جا جیسے کبھی تھا ہی نہیں، کیونکہ وہ آج بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

❀ زُہد تَرکِ تدبیر کا نام ہے۔

مَطْلَب یہ ہے کہ بندہ ہر اس سَبَب سے دُور ہو جائے یا اسے چھوڑ دے جو تدبیر کو لازِم کرے یا اس کا باعث بنے۔ یہ مُراد نہیں کہ بندہ ان اَسباب پر یقین رکھنے والا اور ان کا مُسَبِّب بن جائے۔ یہی تَرْک تدبیر کا مفہوم ہے، کیونکہ اس مقام پر تدبیر سے تمیز، اَحْکام کی بجا آوری اور اشیا کو ان کی مُناسِب جگہ رکھنا مُراد ہے۔ چنانچہ اَشیا کی مَوجُودَگی میں بندہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ وہ عقل مند، صاحبِ تمیز، عِلْم کا شیدائی اور اَحْکام پر عَمَل پیرا بھی ہو؟

❁ ان اَشیا کو تَرْک کر دو جن کی تدبیر کی گئی ہے اور ان اَسباب میں زُہد سے کام لو جن میں تمیز سے کام لیا گیا ہے یہاں تک کہ تم سے تدبیر و تقدیر کا حُکْم ساقِط ہو جائے، چنانچہ ان اَسباب کے تَرْک کرنے سے تم تارِکِ تدبیر بن جاؤ گے۔ اس لیے کہ ان کے اَحْکام تم سے ساقِط ہو گئے ہیں اور تم نے ان پر عَمَل کرنے اور انہیں پیشِ نَظَر رکھنے کی وجہ سے راحَت پالی ہے۔

تَرْک تدبیر کی یہی تفصیل ہے اور یہ مُتَوَکِّلین کا حال ہے، اس لیے کہ مُتَوَکِّل بَقَدْرِ کِفَایَت چیزوں کا اِہتمام نہیں کرتا جیسا کہ ایک تَنْدُرُسْت شخص بیماری سے شِفایاب ہونے کے بعد دوائی کا اِہتمام نہیں کرتا۔ البتہ! ایک مُتَوَکِّل بعض اَوقات لَغْزِش سے قبل پرہیز کرتا ہے جس طرح ایک تَنْدُرُسْت شخص بعض اَوقات مَرَض آنے سے پہلے پرہیز کا اِہتمام کرتا ہے۔

مُتَوَکِّل کا یقین

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۲، ھود: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رِزْق اللہ کے ذمّۂ کَرَم پر نہ ہو۔

ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں۔

اَلْغَرَض مُتَوَکِّل اپنے یقین کی بنا پر جان لیتا ہے کہ اسے جو کچھ ملتا ہے خواہ وہ ایک ذرّہ ہو یا اس سے زائد کوئی چیز، بلکہ اس کا رِزْق بھی اس کے خالق عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ نیز اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ اس کا رِزْق اور جو کچھ اس کے نصیب میں ہے یقیناً اسے ملے گا خواہ وہ کسی بھی حال میں ہو اور جو کچھ اس کا ہے وہ کسی اور کو کبھی نہ ملے گا، اسی طرح جو کچھ کسی کا ہے وہ اسے کبھی نہ ملے گا۔

متوکل کے تین۳ مشاہدات

مُتَوَکِّل اپنے پروردگار کی طرف سے عَطا کردہ اپنے نصیب اور اپنی قِسْمَت کو یقین کی اُس آنکھ سے دیکھتا ہے جو اسے تین۳ مُشاہَدات میں سے کسی ایک سے حاصِل ہوتی ہے۔

پہلا مشاہدہ

اگر اس کا مُشاہَدہ قریب ہو تو اس کی نِگاہیں عَطا وبَخْشِش میں سے اپنی قِسْمَت کے اس صحیفے پر رہتی ہیں جو اس کی پیدائش کے مَوْقَع پر صُورَت بننے کے وَقْت لکھا گیا، جس میں اس کا رِزْق، موت، کام اور بدبخت یا سَعَادَت مند ہونا سب لکھ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اگر اس کی قِسْمَت میں بدبخت ہونا لکھا گیا ہے تو مَخلوق میں سے کوئی بھی اسے سَعَادَت مند بنانے پر قادِر نہیں اور اگر اس کی قِسْمَت میں سَعَادَت مند ہونا لکھا گیا ہے تو مَخلوق میں سے کوئی بھی اسے بدبخت نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح اگر اس کی قِسْمَت میں وَسِیع رِزْق لکھا گیا ہے تو کوئی اس کا رِزْق کم نہیں کر سکتا اور اگر اس کا نصیب ہی کم ہے تو کوئی اس کی قِسْمَت میں وُسْعَت نہیں پیدا کر سکتا۔ اسی طرح اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے کچھ عَطا کرے تو کوئی اس سے روک نہیں سکتا کہ وہ اپنی قِسْمَت سے مَحْرُوم ہو جائے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی حقیقی عَطا فرمانے والا ہے اور اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اپنی کسی حِکْمَت کی بنا پر اسے کچھ عَطا نہ کرے تو کوئی اسے کچھ دے نہیں سکتا کہ وہ مَرْزُوق (یعنی جسے رِزْق دیا گیا ہو) بن جائے۔ اسی طرح کوئی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تخلیق کو بھی نہیں بدَل سکتا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا خالق ہے جس طرح کہ کوئی اس کا رِزْق تبدیل نہیں کر سکتا کیونکہ رِزْق دینے والا وُہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ تقدیر لکھنے والا وُہی ہے جو صُورَت بنانے والا ہے، اس لیے کہ یہ سب کچھ ایک ہی بار لکھ دیا گیا اور سب مُقَرَّر ہو چکا ہے۔

دوسرا مشاہدہ

اگر اس کے مُشاہدے نے بُلندی حاصِل کی تو اس کی نِگاہیں لوحِ محفُوظ کو دیکھیں گی کہ جس پر سب کچھ لکھ دیا گیا ہے، یہی اُمُّ الکتاب ہے جس سے اس کی قسمت کا صحیفہ نَقْل کیا گیا تھا، چنانچہ اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا رِزْق لوحِ محفُوظ پر لکھ دیا گیا ہے اور اس میں کسی قوّت سے کوئی زِیادتی ممکن ہے نہ کسی حیلے سے، عاجِزی سے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے نہ مسکینی سے، جیسا کہ یہ لکھا ہوا دیکھ کر کہ وہ جنّتی ہے، اسے یقین کا یہ مرتبہ حاصِل ہوتا ہے کہ وہ یقیناً جنّت میں جائے گا، اب لوحِ محفُوظ میں جنّتیوں میں نام لکھے جانے کے بعد اس پر ہے جیسے چاہے عَمَل کرے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارِث میرے نیک بندے ہوں گے۔

(پ۱۷، الانبیآء:۱۰۵)

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) آثار اور ہر شے کا رِزْق تین مَقامات میں ایک ہی بار لکھ دیا گیا تاکہ عِلْم پختہ ہو اور قسمت میں لکھے پر دِل کو تسکین ملے۔ چنانچہ سب سے پہلے ذِکرِ اوّل یعنی لَوحِ محفُوظ میں یہ سب کچھ لکھا گیا، اس کے بعد زُبُرِ اُولیٰ یعنی صحائف میں لکھا گیا اور پھر ہماری اس کِتاب میں نازِل کیا گیا کہ جس کی بنا پر ہم نے گزشتہ اُمُور کو پہچانا۔

تیسرا مشاہدہ

ہر بندہ اپنے مَقام کے اِعْتِبار سے اپنے مَعْبُود کا مُشاہدہ کرتا ہے اور اپنے مرتبے کے اِعْتِبار سے اپنے مَعْبُود کے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اگر بندے کا مُشاہدہ اپنے مرتبے کی بُلندی، عِلْم کے نَفاذ اور یقین کی قوّت کی بنا پر ذاتِ باری تعالٰی تک رَسائی حاصِل کرلے تو وہ ہر اس شے کا بھی مُشاہدہ کرلیتا ہے جس کا ذِکْر ہم نے کیا ہے اور اسے لَوحِ محفُوظ کی تخلیق سے بھی پہلے کی باتیں مَعْلُوم ہو جائیں گی جو صِرف عِلْمِ باری تعالٰی میں ہیں، یوں اس کا دِل پُر سُکُون ہو جائے گا اور وہ عِلْمِ باری تعالٰی جان کر اور اپنے مُتعلّق کئے گئے اَزَلی فیصلے پر مطمئن ہو

جائے گا۔ اسی لیے مَروی ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جو کچھ ہے اس پر تو اپنے پاس مَوجُود اَشیا سے زیادہ بھروسا کرے۔[1] نیز تجھے مصیبت پر حاصِل ہونے والا اَجر و ثواب زیادہ پسند ہو اور چاہے کہ کاش! یہ تجھ پر باقی رہتی۔[2] یعنی تیرے مُشاہَدے کے وُقُوع کی وجہ سے تیری حِرص خَتم ہو جائے اور مخلوق میں تجھے کوئی طَمع نہ رہے کہ یہی مَقامِ رَضا و زُہد ہے۔ گویا تَوَکُّل نے رَضا و زُہد کے دُو مقامات کو ایک ساتھ جَمع کر دیا ہے۔

بندے کا رزق کون سا ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جو کچھ ہے وُہی تیرا رِزْق ہے اور وہ ہر حال میں تجھ تک پہنچے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ وُہی رِزق ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے مُقدّر میں لکھا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم میں مَعْلُوم ہے اس میں کوئی تبدیلی مُمکِن نہیں۔ چنانچہ اس رِزق کی تین صُورتوں میں سے کوئی ایک صُورَت ہو گی: ﴿1﴾ وہ رِزق تونے کھا کر خَتم کر دیا ہو گا ﴿2﴾ یا پہن کر بوسیدہ کر دیا ہو گا ﴿3﴾ یا صَدَقہ کر کے آگے بھیج دیا ہو گا۔ اس لیے سرورِ کائنات، فَخرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ابنِ آدم کی جہالَت و غَفلَت پر تعَجُّب کا اِظْہار کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اِبْنِ آدم (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال کے مُتعلّق) کہتا ہے کہ وہ میرا مال ہے۔ (حالانکہ ایسا نہیں) بلکہ اے اِبْنِ آدم! تیرا مال وہ ہے جو تونے کھا کر خَتم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صَدَقہ کر کے آگے بھیج دیا، اس کے علاوہ جو مال ہے وہ وارِث کا ہے۔[3]

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین طرح کے مال کا ذِکْر فرمایا اور ہر مال کے ساتھ اس کے اَنْجام کو مَشْرُوط ٹھہرایا یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مال کو فنا کرنے، بوسیدہ کرنے اور آگے بھیجنے کے ساتھ مَشْرُوط قرار دیا، مُراد یہ ہے کہ جس مال میں یہ تین شرطیں پائی جائیں گی وہ بندے کا رِزْق ہے جو اس

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادة فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادة فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷، بتغیر قلیل

[3] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۸، ۲۹۵۹، بتغیر قلیل

عیون الاخبار، کتاب الحوائج، الترغیب فی قضاء الحاجة واصطناع المعروف، ۳/۲۰۰

کے ربّ کے پاس ہے اور اس تک ضَرور پہنچے گا، مگر جو مال بندے کے پاس ہوتا ہے بَسا اَوقات وہ اس کا اپنا مال نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے پاس بَطورِ اَمانَت ہوتا ہے خواہ وہ اس کا مالِک ہونے کا دعویٰ کرے اور 50 سال تک اپنے پاس رکھے، کیونکہ بندہ صِرف اسی مال کا قَصد کرتا ہے جو اس کی قِسْمَت میں لکھا ہو۔

یہ سب تفصیل قرآنِ کریم میں بیان کر دی گئی ہے کہ وہ مال بندے کو پورا پورا ملے گا اور اس میں کوئی کمی نہ ہو گی، جیسا کہ کیا آپ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا۔

(پ۸، الاعراف:۳۷)

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم ان کا حصّہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہو گی۔

(پ۱۲، ھود:۱۰۹)

اب اگر کوئی شخص اپنے حصّے کے سِوا کسی اور مال کا مالِک ہونے کا دعویٰ کرے اس بنا پر کہ وہ مال اس کے خزانے میں اور اس کے قبضے میں ہے تو اس کے دعوے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت کے مُتَعَلِّق کچھ نہیں جانتا، وہ ناسمجھ ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت سے بھی غافل ہے، اس لیے کہ اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت و قُدْرَت کی مَعْرِفَت رکھتا تو اسے مَعْلُوم ہوتا کہ زمین میں اس کے پاس جس قَدْر خزانے ہیں اور جو کچھ اس کے قبضے میں ہے سب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں سے ہے جو وہ جسے چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے عَطا فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ خزانے اس کی مَرضی ومَنْشا کے مُطابِق بندے کے پاس رہتے ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ (پ۷، الانعام:۹۸) ترجمۂ کنزالایمان: پھر کہیں تمہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں اَمانت رہنا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد ہوتا ہے:

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ (پ۷، الانعام:۶۷) ترجمۂ کنزالایمان: ہر خَبَر کا ایک وَقت مُقرَّر ہے۔

ایک مقام پر ہے:

وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔ (پ۲۸، المنافقون:۷)

رزق بندے کی تلاش میں رہتا ہے

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی اسی طرح مَرْوِی ہے کہ بے شک رِزْق بندے کی تلاش میں رہتا ہے جیسا کہ موت اس کی تلاش میں ہوتی ہے۔[1]

رزق میں برکت

ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بے شک ہر بندے کا رِزْق ہر صُورَت میں اسے ملے گا، اب جس نے اس پر قَناعَت کی اور راضی رہا اس کے لیے اسی رِزْق میں بَرَکَت ڈال دی جاتی ہے اور جس نے قَناعَت کی نہ راضی رہا تو اس کے لیے اس رِزْق میں بَرَکَت ڈالی جاتی ہے نہ کوئی وُسْعَت۔[2]

بندہ رزق سے نہیں بھاگ سکتا

مَنْقُول ہے کہ اگر بندہ اپنے رِزْق سے اس طرح بھاگے جیسا کہ وہ موت سے بھاگتا ہے تو بھی وہ اسے پکڑ لے گا۔[3]

رزق صرف اپنے پروردگار سے مانگو

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اِبْنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو وصیَّت فرمائی کہ جب بھی مانگو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگو، جب مَدَد طَلَب کرو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے طَلَب کرو اور یاد رکھو! اگر تمام

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب رقم: ۵۱، ص ۶۲، حدیث: ۲۷۱

[2] ......مسند الشامیین للطبرانی، ۴/۶۷، حدیث: ۲۷۴۷

[3] ......التاریخ الکبیر للبخاری، باب العین، ۵/۴۰، الرقم: ۳۹۹/۶۴۶۹: عبد اللہ بن عبد الرحمن بن یزید بن جابر

لوگ مل کر تجھے کوئی ایسا نَفع پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیری قِسْمت میں نہیں لکھا تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے اور اگر وہ تجھے کوئی نُقصان پہنچانے کی کوشش کریں کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیری قِسْمت میں نہیں لکھا تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ صحیفے لپیٹ دیئے گئے ہیں اور قلم خشک ہو چکے ہیں۔[1]

خالق کی طرف رُجوع کا اثر

جس شخص کو اپنی قِسْمت میں لکھے گئے رِزْق کا مُشاہَدہ حاصِل ہو جائے اس سے تمام غم دُور ہو جاتے ہیں، اسے مَخلوق کی طرف دیکھنے کی حاجَت نہیں رہتی، بلکہ مَخلوق بھی اس کی طرف سے ملنے والی تکالیف سے بے فِکْر ہو جاتی ہے، وہ لوگوں سے منہ موڑ کر اپنے ربّ کی عِبادَت میں مَصروف ہو جاتا ہے اور کلامِ خداوندی کو سمجھنے لگتا ہے، یوں اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جو دَعْوتِ حق سن کر اس پر لبیک کہتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف مُتوجّہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ ایک شخص روزانہ صُبْح کے وَقْت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دروازے پر آکر بیٹھ جاتا۔ جب امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص کو روزانہ حاجَت براری کے لیے آتے ہوئے دیکھا تو اس سے اِرشَاد فرمایا: اے شخص! تم نے ہجرت عُمَر کے لئے کی ہے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے؟ جاؤ اور قرآن سیکھو کہ یہ کام تمہیں عُمَر کے دروازے سے بے نیاز کر دے گا۔ وہ شخص چلا گیا اور کافی عرصے تک نَظر نہ آیا، یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے تلاش کیا، پوچھنے پر مَعلُوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس تشریف لائے اور دیکھا کہ اس نے لوگوں سے جُدائی اِخْتیار کر لی ہے اور عِبادَت میں مَشْغُول رہتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے اِرشَاد فرمایا: میں نے تجھے (جب کئی روز تک اپنے دروازے پر) مَفْقُود پایا تو تجھ سے ملنے کا شوق ہوا، کس شے نے تجھے ہم سے دُور کیا؟ اس نے عَرض کی: میں نے (آپ کی نصیحت کے مُطابِق) قرآن پڑھا تو مجھے آپ کی حاجَت رہی نہ آپ کی اولاد کی۔ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رَحم کرے، تم نے قرآن میں کیا پایا؟ عَرض کی: میں نے یہ آیتِ مُبارَکہ پڑھی:

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۵۹، ۲۳۱/۴، حدیث: ۲۵۲۴، بتغیر قلیل
الدعاء للطبرانی، باب الحث علی الدعاء فی الرخاء، ص ۳۴، حدیث: ۴۲

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور آسمان میں تمہارا رِزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ (پ ٢٦، الذّٰریٰت: ٢٢)

تو (خود کو مَلامَت کرتے ہوئے) کہا: میرا رِزْق آسمانوں میں ہے اور میں اسے زمین پر ڈھونڈ رہا ہوں۔ (یہ سن کر) امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھیں اَشک بار ہو گئیں، اس شخص کے اس واقعے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے نصیحت کے مَدَنی پھول تھے، چنانچہ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے اپنے دوستوں میں شُمار کیا کرتے اور اس کے پاس تشریف لا کر اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔

زادِ راہ کے بغیر سفر کرنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث کی خِدمَت میں ایک شخص حاضِر ہوا اور عَرض کی: میں نے مُلکِ شام کے سَفَر پر جانے کا اِرادہ کیا ہے مگر میرے پاس زادِ راہ نہیں، آپ کا اس کے مُتعلِّق کیا خَیال ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اے شخص! جہاں جانے کا تو نے قَصد کیا ہے نِکَل کھڑا ہو، کیونکہ جو رِزْق تیری قِسمَت میں نہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے عَطا نہیں کرے گا اور جو کچھ تیری قِسمَت میں ہے وہ تجھ سے روکے گا نہیں۔

لوگوں سے شکایت کرنا

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خِدمَت میں ایک شخص نے اپنی حالَت کی شِکایَت کی تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: اے شخص! تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا دوسروں کو (اپنی حالَت کے سنوارنے کی) تدبیر کرنے والا بنانا چاہتا ہے۔

آئندہ کے اَعمال کا مُطالَبہ

حضرت سَیِّدُنا حسن رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تَوَکُّل ہی رَضا ہے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا (پ ٢٤، حم السجدۃ: ١٠) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مُقرَّر کیں۔ ﴾ کی تفسیر میں اِرشَاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَجْسام کی تخلیق سے 2000 سال قبل ان کے رِزْق پیدا فرمائے۔ لہٰذا مُتوکِّل اپنے آنے والے کل کے رِزْق کا مُطالَبہ اپنے پروردگار سے نہیں کرتا

جیسا کہ اس کا پروردگار آج کے دن اس سے یہ مُطالبہ نہیں کرتا کہ وہ آنے والے کل کے دن میں سرانجام دیئے جانے والے اَعمال آج ہی کرلے۔

قسمت میں لکھے رزق پر توکل کرنا

قِسمت میں لکھے ہوئے مَعلُوم اور ضَمانَت شُدہ رِزْق میں توَکُّل کرنا عوام کا کام ہے جس کے ذِکْر سے بھی خواص کو حَیا آتی ہے، بلکہ وہ اسے پھیلانے سے بھی بچتے ہیں، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ذات کی قَسَم یاد فرماتے ہوئے اِرشاد فرمایا ہے کہ ان کا رِزْق آسمان میں ہے اور یہ بات حَق ہے جیسا کہ اس نے یہ قَسَم یاد فرمائی ہے کہ اس کا کلام حَق ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ذات کی قَسَم یاد فرمانے میں ان دونوں باتوں کو حَق ہونے کے اِعْتِبار سے جَمْع فرمایا جبکہ دیگر قسمیں اَفعال کے ساتھ یاد فرمائیں تاکہ مخلوق کے دِل اَسباب کو دیکھ کر راحَت پائیں اور ان دونوں باتوں میں انہیں کوئی شک نہ رہے اور ان کے حَق ہونے کا بھی انہیں یقین ہو جائے۔ جیسا کہ اِرشاد فرمایا:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

ترجمۂ کنز الایمان: تو آسمان اور زمین کے ربّ کی قَسَم بے شک یہ قرآن حَق ہے۔ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۳)

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَیَسْتَنْۢبِــٴُـوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ (پ۱۱، یونس: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم سے پوچھتے ہیں کیا وہ حَق ہے تم فرماؤ ہاں میرے رب کی قَسَم بے شک وہ ضَرور حَق ہے۔

قرآنِ کریم میں قسم بالذات کی مثالیں

قرآنِ کریم میں صِرف پانچ مَقامات پر قَسَم بِالذَّات آئی ہے۔ چنانچہ،

﴿1﴾ سورۃُ النسآء میں جو قَسَم ہے وہ تسلیمِ اَحْکام پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ اِرشاد ہوتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ

ترجمۂ کنز الایمان: تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قَسَم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دِلوں میں اس سے رُکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (پ۵، النسآء: ۶۵)

﴿2﴾ سورۃُ التَّغَابُن میں کافِروں اور ان کی اولاد (مع پیروکاروں) کو دوبارہ زندہ کرنے پر قَسَم یاد فرماتے ہوئے یوں اِرشاد فرمایا:

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ (پ۲۸، التغابن: ۷) ترجمۂ کنز الایمان: کافِروں نے بَکا کہ وہ ہر گز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے ربّ کی قسم تم ضَرور اُٹھائے جاؤ گے۔

﴿3﴾ سورۃُ الْمَعَارِج یعنی ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌ ﴾ میں ایک مخلوق کو اس سے بہتر مخلوق کے ساتھ بدَل دینے کے مُتعلِّق اس طرح اپنی ذات کی قسم یاد فرمائی:

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ (پ۲۹، المعارج: ۴۰، ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب پُوربوں سب پچھموں کا مالک ہے کہ ضَرور ہم قادِر ہیں کہ ان سے اچھے بدَل دیں اور ہم سے کوئی نِکَل کر نہیں جاسکتا۔

چوتھی اور پانچویں قسم کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ جبکہ ان کے عِلاوہ جس قدَر قسمیں ہیں وہ اَفعال پر یاد فرمائی گئی ہیں۔

قسم بالذّات کی وجہ

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کا رِزْق اس شخص کے سُپُرد کر دیا ہے جو مخلوق میں سے اس کی ذِمّہ داری اُٹھا سکتا ہے، اگر اسے اس بندے کے کَسب کی وجہ سے رِزْق نہ ملے تو کسی اور کے ہاتھوں اور کَسب کے ذریعے اس تک اس کا رِزْق پہنچ جائے گا۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خواص اُمورِ آخِرت اور قُربِ خداوندی کا سَبَب بننے والے نیک اَعمال کی بجاآوری اور عِبادَت میں مَشْغُول ہوگئے کیونکہ انہیں عِبادَتِ خداوندی بجالانے کا ہی پابند بنایا گیا، اگر وہ عِبادَت نہ کریں گے تو ان کی جگہ کوئی دوسرا بھی نہ کرے گا اور نہ ایسا ہے کہ دنیا کی کوئی اور چیز ان کا بدَل نہ بنے گی۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

ایک مقام پر ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ﴿۹﴾ (پ۳۰، الغاشیة: ۸، ۹) ترجمۂ کنز الایمان: کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں اپنی کوشش پر راضی۔

اس لیے بھی کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، الاعلی: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

ایک مقام پر ہے:

وَ اللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۱۰، الانفال: ۶۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

آخرت کی کھیتی میں اضافے سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ (پ۲۵، الشوری: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کے رِزق میں اِضافے کے مُتعلِّق کچھ اِرشاد نہیں فرمایا۔ جبکہ زیادَتی سے مُراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں بندے کو جو کچھ عطا کرے گا اس کا اس سے حِساب نہ لے گا، اس لیے کہ قِسمت میں اِضافہ نہیں ہوتا۔

آخِرت کی نِیَّت پر دنیا تو ملتی ہے مگر

مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آخِرت کی نِیَّت پر دنیا تو عطا کرتا ہے مگر دنیا کی نِیَّت پر آخِرت عطا نہیں فرماتا۔[1] جس کا سبب آخرت کا اعلیٰ اور دنیا کا گھٹیا ہونا ہے۔

---

[1] ....الزهد لابن المبارك، باب هوان الدنيا على الله، ص ۱۹۳، حديث: ۵۴۹

دنیا و آخِرت کی کھیتی سے مُراد

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: یاد رکھو! دنیا کی کھیتی سے مُراد مال اور آخِرت کی کھیتی سے مُراد نیک عَمَل ہے۔

آخِرت میں زِیادَتی سے مُراد

ایک قول کے مُطابِق آخِرت میں زِیادَتی سے مُراد اس شخص کے دَرَجات کی بُلَندی ہے جس کی نِیَّت اور اِرادہ آخِرت کا ہو اور وہ اس کی خاطِر عَمَل بھی کرے۔

کون کس کی خاطر پیدا ہوا؟

خواص ان کاموں میں مَصروف ہو گئے جو ان کے سُپُرد کیے گئے تھے اور وہ ان کاموں کو بھی خود ہی کرنے لگے جن کی ذِمَّہ داری دوسروں کو دی گئی تھی مگر انہوں نے منہ موڑ لیا اور کوئی کام نہ کیا، چنانچہ کَسب میں دوسروں کو اور ان کی مِثل دیگر اَسبابِ دنیا کو ان خواص کا نائب اور قائم مقام بنا دیا گیا۔ جیسا کہ اَخبارِ داودی میں مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: میں نے محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی خاطِر، آدم کو محمد کی خاطِر اور باقی سب کچھ آدم کی خاطِر پیدا کیا، اب جو شخص اس شے میں مَصروف ہو گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے تو وہ شے اسے مجھ سے دُور کر دے گی مگر جو شخص (سب سے منہ موڑ کر) میری یاد میں مَشْغُول ہو گا میں ہر اس شے کا رخ اس کی طرف کر دوں گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے۔

اَذِیت پر صبر

خواص کا تَوَکُّل یہ ہے کہ وہ کسی کے قول و فعل سے ہونے والی اَذِیَّت پر صَبْر کریں۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مَحْبُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایسا کرنے کا حُکْم دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کافروں کی باتوں پر صَبْر فرماؤ۔

(پ ۲۹، المزمل: ۹، ۱۰)

اس کے عِلاوہ دیگر رسولوں کا یہ قول بھی قرآنِ کریم میں یوں ذِکر فرمایا:

وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (پ۱۳، ابراھیم:۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صَبْر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ حکم بھی اِرشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ ؕ (پ۷، الانعام:۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہِدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔

مَعلُوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس مُعامَلے میں دیگر انبیاو رُسُل کی پیروی کرنے کا حکم اِرشاد فرمایا۔ چنانچہ ایک جگہ اِرشاد فرمایا:

وَدَعۡ اَذٰىهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ (پ۲۲، الاحزاب:۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی اِیذا پر دَرگُزَر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا کرو۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ (پ۲۶، الاحقاف:۳۵) ترجمۂ کنز الایمان: تو تم صَبْر کرو جیسا ہمّت والے رسولوں نے صَبْر کیا۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ کسی کے لیے تَوَکُّل میں اس وَقْت ہی کوئی مَقام ثابِت ہو سکتا ہے جب اس کے نزدیک مخلوق کی طرف سے کی گئی مَدح و ذَم کی حَیثِیَّت برابر ہو کر ان کا اَثر خَتْم ہو جائے، یہاں تک کہ اسے اَذِیَّت بھی دی جائے تو وہ اس پر صَبْر کرے، اس طرح اس کا مخلوق سے راحَت پانا خَتْم ہو جائے گا اور اس کی نِگاہیں اپنے خالِق عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم پر رہیں گی۔

حُسنِ مُعامَلہ پر صبر

حُسنِ مُعامَلہ پر اِستِقامَت اِختیار کرنے پر صَبْر کا مُظاہَرہ کرنا اور مخلوق سے باہَم سامنا ہونے کے وَقْت اپنی خواہش کو تَرْک کر دینا بھی تَوَکُّل ہے، اس لیے کہ اس صُورت میں بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حَیا محسُوس کرتا ہے، اس کی بُزرگی و عَظَمت کا لِحاظ رکھتا ہے، اس کے خوف اور مَحبَّت کو بھی پیشِ نَظر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کے ظاہر و باطن کی تعریف فرمائی ہے۔

ظاہر کے مُتعلّق ارشادِ خداوندی

مذکورہ لوگوں کے ظاہر کے مُتعلّق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی اَچھا اَجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صَبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

مُراد یہ ہے کہ جب انہوں نے عَمَل کیا تو اپنے عَمَل پر صَبر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑا، اس کے بعد اپنے صَبر کے مُعاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا تو اس نے انہیں بہترین اَجر و اِنعام سے نوازا۔

باطن کے مُتعلّق ارشادِ خداوندی

ان کے باطن کے مُتعلّق آگاہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡرًا ﴿۹﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شُکر گزاری نہیں مانگتے۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مَعْلُوم ہوا خوفِ الٰہی نے ان کی خواہش ہی خَتم کر دی، اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ مِنۡکُمۡ ﴾ ایک عجیب اور عُمدہ صُورَت ہے، لُغوی اِعْتِبار سے یہ آیتِ مُبارَکہ کے باطنی مفہوم سے مُتعلّق ہے۔ اس لیے کہ بسا اَوقات اس آیتِ مُبارَکہ سے یہ مُراد بھی لی جاسکتی ہے کہ ہم تم سے عِوَض میں کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور یہ بھی مُراد لی جاسکتی ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ جو حُسنِ سُلُوک کیا ہے اس کے بدلے میں کوئی عِوَض نہیں چاہتے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ مَّلٰٓئِکَۃً فِی الۡاَرۡضِ یَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۰﴾ (پ ۲۵، الزخرف: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے۔ ﴾ یہاں یہ مُراد نہیں ہے کہ اِنسانوں میں سے کسی کو فرشتہ بناتے بلکہ مُراد یہ ہے کہ تمہارے بدلے فرشتوں کو زمین میں بسایا جاتا۔

یہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کی دو توجیہوں میں سے ایک توجیہ ہے جو دوسری سے اعلیٰ و عُمدہ ہے۔ جبکہ

ظاہری توجیہ یہ ہے کہ ﴿ کُمْ ﴾ میں کاف اور میم کھلانے والوں کے نام ہوں، یعنی ہم ﴿ کُمْ ﴾ کے پاس جو جزا یعنی بدلہ ہے وہ چاہتے ہیں نہ اس کی شُکر گزاری یعنی حُسنِ تعریف کے طَلَب گار ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے کوئی عِوَض طَلَب نہ کیا، اس لیے کہ انہوں نے یہ کام اس کی رِضا کے حُصُول کے لیے کیا تھا اور اس کے علاوہ لوگوں سے کوئی عِوَض یا کوئی بَدَل بھی نہ چاہا، بلکہ عَرض کی: ﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا (پ ۲۹، الدھر: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہمیں اپنے ربّ کا ڈر ہے۔ ﴾ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بہترین جزا سے نوازا اور ان پر اپنی عطا اور کَرَم کی خوب بارِش برسائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۲۱، ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صِلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

جب انہوں نے جزا طَلَب کی نہ شکر گزاری کے طالِب ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شَرابِ طَہُور کو ان کی جزا بنا دیا اور ان کی کوشش کو اپنے ہاں شَرفِ قَبولیّت سے نوازا۔

راضی برضا رہنا

اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھنے کا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکم کے سامنے سَر کو جھکا دے اور اس پر راضی رہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھتے ہوئے اس کے حُکم کے سامنے سرِ تسلیم خَم کر دیا تو یوں فرمایا:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ (پ ۱۳، یوسف: ۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: حُکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا۔

اس لیے کہ بندہ جب اپنے نَفْس کی کسی پسندیدہ شے کو چاہتا ہے تو بسا اَوقات وہ ہر شے میں اپنی چاہت نہیں پاتا، البتہ اسے یہ یقین ضَرور ہوتا ہے کہ ہر شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت میں ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ جب اس کی نِیَّت اپنے پروردگار کے اِرادے کے مُوافِق نہ ہو تو وہ اپنی نِیَّت کو اپنے ربّ کی مَشِیَّت کے مُطابِق بنا

لے، بلکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ اسے اپنے پروردگار کی مَشِیَّت زیادہ مَحْبُوب ہو اور وہ اسی کو بہتر جانے، اس لیے کہ اس کا پروردگار جس شے کا اِرادہ فرماتا ہے اس سے بندے پر کوئی سزا لازِم ہوتی ہے نہ اس کا ربّ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحْبُوب و مُختار ہوتی ہے۔ اس لیے بندے کو چاہئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت کو اپنی پسند پر مُقدّم رکھے کیونکہ تمام اُمُور کا اَنْجام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہے۔ جیسا کہ اس نے مُتَّقِین کو شَرَف بخشا اور انہیں دُنْیاوِی اُمُور سے دُور رکھتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ (پ ۲۰، قصص: ۸۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور عَاقبت پرہیز گاروں ہی کی ہے۔

ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحِی فرمائی: جب کوئی کام تمہاری مرضی کے مُطابِق نہ ہو تو اس بات پر راضی رہنا جو ہو کر رہے گی، اگر تم اس پر راضی نہ ہوئے بلکہ اپنی مرضی کے مُطابِق ہی کام کرنا چاہا تو میں تمہیں تمہاری مرضی (کے کام) میں تھکا دوں گا اور ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں۔

سَیِّدُنا حسن بصری کے توکل کی انتہا

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں چاہتا ہوں کہ تمام بصرہ والے میرے عَیال ہوتے اور میرے پاس دینار کا ایک دانہ ہو (تو بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل سے ان میں کوئی بھوکا نہ رہے گا)۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **یہ قول تَوَکُّل کی اِنتِہا ہے اور** یہ حال اسی وَقْت حاصِل ہوتا ہے جب بندہ اَحکامِ خداوندی کے سامنے اپنا سَر جھکا دے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جیسی بھی رَضا ہو اس پر راضی رہے، اس لیے کہ یہ کلام عَقْل سے بالاتر ہے۔

اسلاف کے نزدیک اپنے رزق کا اہتمام کرنا

حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے کہ اگر سارا آسمان تانبے کا اور ساری زمین سیسے کی ہو جائے، پھر بھی میں اپنے رِزْق کا اِہتمام کروں تو میرے خَیال کے مُطابِق میں مُشْرِک ہوں گا۔

مَنْقُول ہے کہ جس نے آنے والے کل کی روزی کا اِہتِمام کیا اور آج اس کے پاس آنے والے کل کی

خوراک موجود ہو تو اس پر ایک گناہ لکھا جائے گا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اگر روزہ دار دن کے آغاز میں ہی رات کے کھانے کا اِہتمام کرنے لگے تو اس پر ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا روزہ دار کے روزے میں نقص پیدا کر دے گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ میں بصرہ میں ایک بہُت بڑے قبرستان کو جانتا ہوں جس کے مُردوں کو صبح شام جنّت سے ان کا رِزق دیا جاتا ہے، وہ اپنے جنّتی گھروں کو بھی دیکھتے رہتے ہیں، مگر ان پر غم و کَرب کی ایک ایسی کَیفِیَّت طارِی ہے کہ اگر وہ غم اور کَرب تمام بصرہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب مر جائیں۔ عَرض کی گئی: اور وہ غم کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: جب وہ صُبح کا کھانا کھالیتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ شام کو کیا کھائیں گے؟ اور جب شام کا کھا لیتے تھے تو کہتے کہ صُبح کو کیا کھائیں گے؟ اور ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا کہ انہیں تَوَکُّل میں سے کچھ حاصِل نہ تھا۔

مقاماتِ توکل

یہ مَقاماتِ تَوَکُّل کی فضیلت پر مُشْتَمِل ہیں اور ان سے بُلَند تر جو مَقام ہیں ان کا کسی کِتاب میں تحریر کرنا مُناسِب نہیں کیونکہ ان کا تعلّق صِدِّیقِین کے مُکاشَفے اور عارِفین کے مُشاہَدے سے ہے۔ مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اِسْمِ اَعْظَم سے آگاہ فرما کر کلمہ ”کُن“ کا مَقام عطا فرمایا (یعنی وہ آنے والے زمانے میں جس شے کے ہونے کا ارادہ کرتے ہیں وہ فوراً ہو جاتی ہے)، مگر انہوں نے ”کان“ (یعنی تقدیر کے لکھے پر یقین ہونے) کی وجہ سے ”کُن“ کے اِسْتِعمال میں کوئی رَغْبَت نہ رکھی، اس لیے کہ ان کا اپنے پروردگار پر کامل بھروسا تھا، نیز انہیں اس بات سے بھی حیا آئی کہ وہ اس کلمے کی طاقَت کا قُدْرَتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مُقابلہ کریں اور اپنے رب کی تقدیر سے غافِل ہو جائیں یا اس کے کلمہ ”کُن“ کہنے میں اس کی مُشابَہت اِخْتیار کریں، کیونکہ ان کے نزدیک ان کے رب کی تدبیر زیادہ پختہ اور یقینی تھی اور وہ اَنجام سے بھی خوب آگاہ و باخبر تھے۔ یہ لوگ ہماری اِسْتِطاعت اور عِلْم سے حد دَرَجہ زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عَظَمَت و بُزرگی سے آگاہ ہیں۔

---

[1] ....الزهد لاحمد بن حنبل، زهد محمد بن سيرين، رقم: ۱۹۰۳، ص ۳۲۸

توکل کی مزید ۲ صورتیں

غِذا اور خوراک کے مُعاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھنا بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے نزدیک فَرض ہے، بلکہ اَسلاف تو بارگاہِ خداوندی میں اپنی غِذا کا ذِکر کرنے سے بھی حَیا محسُوس کرتے تھے۔

اسی طرح شیریں و تلخ اور اچھی وبُری تقدیر کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت اور عَدل جانتے ہوئے اس کے سامنے سرِ تسلیم خَم کرنا بھی تَوَکُّل ہی کی ایک صُورَت ہے۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر شے کا تعلّق قضا و قدَر سے ہے یہاں تک کہ عِجز و دانائی بھی اسی سے ہے۔ [1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جان لو کہ جو شے تجھے (ابھی تک) ملی نہیں وہ کبھی نہ ملے گی اور جو مل چکی وہ چھوڑ کر نہ جائے گی۔ [2]

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(پ ۲۷، القمر: ۵۳)

اِیمان کے چند فرائض

ان اَشیا کا عِلْم اور ان کے حُصُول پر قلبی اِطمینان اور عَقْلی سُکُون کا پایا جانا، رائے اور عَقْل میں اِضْطِراب کا اور تشبیہ و تمثیل کے ذریعے نِزاع (جھگڑے) کا نہ پایا جانا ایسی باتیں ہیں جو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے نزدیک اِیمان کے فرائض سے تعلّق رکھتی ہیں اور کسی بھی بندے کا اِیمان اس وَقْت تک دُرُست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان تمام باتوں کو تسلیم نہ کرلے۔ مگر ان باتوں کا کوئی تعلّق تَوَکُّل سے نہیں۔

ایمان و تقدیر کا باہمی تعلق

حضرت سَیِّدُنا اِبْنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مَنْقُول ہے: تقدیر نِظامِ توحید ہے، جس نے توحیدِ باری

---

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر، ص ۱۴۲۸، حدیث: ۲۶۵۵

[2] ......ابن ماجه، کتاب السنة، باب في القدر، ۱/ ۵۹، حدیث: ۷۷، بتقدم وتاخر

تعالیٰ کا تو اِقرار کیا مگر تقدیر کو جھٹلایا تو اس کا تقدیر کو جھٹلانا اس کی توحید میں عیب کا باعث ہو گا۔[1]

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہر قِسم کی تقدیر پر ایمان لانے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور اس کا حکم قرار دیا کہ یہ اس دھاگے کی مانند ہے جس میں موتی پَرَوئے گئے ہوں۔ مزید فرماتے کہ توحید کا موتی بھی تقدیر کے دھاگے میں پرویا ہوا ہے۔ جب دھاگہ ٹوٹتا ہے تو اس کے موتی گر پڑتے ہیں اسی طرح جب بندہ تقدیر کو جھٹلاتا ہے تو اس کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

فرض اور مستحب توکل

توکُّل فَرض بھی ہوتا ہے اور مُستَحَب بھی، فَرض توکُّل ایمان سے مَربُوط ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ ہر قِسم کی تقدیر کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مان کر سرِ تسلیم خَم کر دیا جائے اور اس بات کا پختہ یقین ہو کہ یہ سب اس کی قضا و قدَر ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ذات کی قسم یاد فرما کر اس شخص کے ایمان کی نَفی بیان فرمائی ہے جو اپنے اِختلافی اُمور میں اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم نہیں مانتا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۶۵ (پ۵، النسآء: ۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دِلوں میں اس سے رُکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اب جو شخص حاکِمِ اَوَّل اور قاضِیِ اَجَل کے حکم کی نافرمانی کرے اس کا حال کیسا ہو گا؟

مُستَحَب توکُّل مُشاہدۂ باری تعالیٰ سے حاصِل ہوتا ہے، کیونکہ اس وَقت مُتوکِّل مقامِ مَعرِفَت پر فائز ہوتا ہے اور عَینُ الیقین سے دیکھتا ہے جیسا کہ ایک صالِح شخص کا قول قرآنِ کریم میں کچھ یوں مذکور ہے:

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵ (پ۱۲، ھود: ۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تم سب مل کر میرا بُرا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو۔

---

[1] ......السنۃ لعبد اللہ بن احمد، سئل عن القدریۃ والصلاۃ خلفھم وماجاء فیھم، ۲/ ۴۲۲، حدیث: ۹۲۵

اس صالح شخص نے ایسا اس لیے کہا تھا کہ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم قوت و قُدْرَت عیاں تھی اور وہ اپنے رب کے ہر شے پر غالِب ہونے کی خَبَر دے رہا تھا، گویا کہ اس سے کہا گیا: ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تو بھی ہماری طرح ایک کمزور بندہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: میں نے اللہ پر بھروسا کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب۔ (پ ۱۲، ھود: ۵۶)

گویا اس سے اس کے توکُّل کی وَضاحَت طَلَب کی گئی کہ اس کا سَبَب کیا ہے؟ تو اس نے مُشاہدۂ باری تعالیٰ کی بنا پر یہ خَبَر دی کہ زمین کے ہر جاندار کی پیشانی اس کے ربّ کے قبضے میں ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قُدْرَت میں نہ ہو۔ (پ ۱۲، ھود: ۵۶)

اس کے بعد اس شخص نے اس مُعاملے میں اپنے ربّ کی حِکْمَت اور عَدْل کی خَبَر دی کہ اگرچہ خَیر و شَر اور نَفْع و نُقْصان کے ہر مُعاملے میں بندوں کی پیشانیاں اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قُدْرَت میں ہیں تو یہ بات اس کے عَدْل میں ٹھیک ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد ہوتا ہے:

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ (پ ۱۲، ھود: ۵۶) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک میرا ربّ سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

فَرْض توکُّل کے مُتَعَلِّق قرآنِ کریم میں کچھ یوں اِرشَاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ (پ ٦، المآئدۃ: ۲۳)

اسی طرح ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ (پ ۱۱، یونس: ۸۴) ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔

مُسْتَحَب توکُّل کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بھروسا کرنے والوں کو **اللہ** ہی پر بھروسا چاہیے۔ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تَوکُّل والے **اللہ** کو پیارے ہیں۔

اَسباب واَواسِط کابیان[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جان لیجئے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قُدْرَت وحِکْمَت والا ہے، اس نے اَشیا کو اپنے وَصفِ قُدْرَت سے ظاہِر کیا اور اپنی حِکْمَت کے مَعانی سے انہیں جاری کیا، اب جو بات اس کی حِکْمَت سے ثابِت ہو چکی ہو مُتَوَکِّل اسے ساقِط نہیں کر سکتا، اس لیے کہ وہ اس کی قُدْرَت کا یہ مُشاہَدہ پہلے ہی کر چکا ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حکیم ہے اور حِکْمَت اس کی صِفَت ہے۔

اسباب کے متعلق متوکل کا طریقہ

پہلا طریقہ

مُتَوَکِّل کبھی یہ نہیں سمجھتا کہ اَشیا حُکْم دینے، سَبَب پیدا کرنے اور نَفْع ونُقصان دینے والی ہیں، اس لیے کہ اسے مَعْلُوم ہے ایسا سمجھنا توحید میں شِرک کرنا ہے، کیونکہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی قادِرِ مُطْلَق ہے اور قُدْرَت اس کی صِفَت ہے، وُہی حاکِم اور سَبَب پیدا کرنے والا اور نَفْع ونُقصان کا مالِک ہے، اس کے اَسمائے حسنیٰ میں کوئی شریک ہے نہ اس کے اَحکام (کے نفاذ) میں کوئی مَدَدگار ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (پ۷، الانعام: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: حُکْم نہیں مگر اللہ کا۔

ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ (پ۱۵، الکہف: ۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنے حُکْم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

---

[1] ...... صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہاں فَصْل کا جو نام ذِکْر کیا ہے طَوالَت کے باعِث اس کی مین ہیڈنگ نہیں بنائی جا رہی جبکہ ان کی ذِکْر کردہ عِبارَت کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے: اَسباب واَواسِط کا حِکْمَت کے مَعانی کے لیے ثُبوت اور ان کے حاکِمِ اوّل کے لیے ثُبوتِ حُکْم وقُدْرَت کا باعِث بننے کی نفی کا بیان۔

اسی طرح ایک مقام پر اِرشَاد ہوتا ہے:

وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ (پ۲۲، سبا: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حِصّہ اور نہ **اللہ** کا ان میں سے کوئی مَدد گار۔

دوسرا طریقہ

مُتَوَکِّل کو مُشاہدۂ باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ یہ بھی مَعْلُوم ہو جاتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام اَشیا پر قُدرَت رکھتا ہے، وہ تقدیر و تدبیر کے اُمُور میں یکتا ہے، مُلک و مَمْلُوک پر اَحْکام نافِذ کرنے والا ہے۔ وہ تصریف و تقلیب میں حِکْمَت کی تمام وُجُوہ اور ظُہُورِ اَشباح (اَمثال) و اَشخاص کی خاطِر اَسباب و اَوَاسِط کے اِظْہار کو بھی خوب جانتا ہے، تاکہ بندوں پر اَحْکام نافِذ کرے اور انہیں ثواب و عِقاب سے نوازے، اس طرح کہ مُتَوَکِّل شَرْعی اَحْکام پر قائم اور عِلْم کے تقاضوں سے وابستہ رہے۔ نیز وہ یہ بھی تسلیم کرے کہ سب سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حُکْم ہے، پھر اس بات کا بھی اِعْتِراف کرے کہ ہر شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَت سے ہے، کیونکہ اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان سن رکھا ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

اس کے عِلاوہ اس بات کا بھی اِعْتِراف کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی پیدا کردہ تمام اشیا میں اپنی قُدرَت کو اپنی حِکْمَت کی بنا پر مَخْفِی رکھا ہے، اب جن اَشیا میں اس کی حِکْمَت کا ظُہُور ہوتا ہے تو مَحْض اس لیے کہ جن لوگوں کے لیے حِکْمَت کا ظُہُور ہوا ہے ان پر اَحْکام نافِذ ہو سکیں مگر اس کی قُدرَت اَشیا میں مَخْفِی رہتی ہے تاکہ ہر مُعامَلے کی نِسبَت اس کی جانِب ہو اور اس کی باطِنی صِفَت کی وجہ سے ظاہِری صِفَت مزید پختہ ہو۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ (پ۲۰، النمل: ۸۸) ترجمۂ کنز الایمان: یہ کام ہے **اللہ** کا جس نے حِکْمَت سے بنائی ہر چیز۔

مُراد یہ ہے کہ اس کے مَخْفِی کام نے ظاہِری کام کو مَضْبُوط کیا۔ چنانچہ ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّهٗ (پ۱۲، ھود: ۱۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اسی کی طرف سب کاموں کی رُجوع ہے۔

خواہ وہ کام ظاہری ہوں یا باطنی۔ پھر اِرشاد فرمایا:

فَاعۡبُدۡهُ وَ تَوَکَّلۡ عَلَیۡهِ ؕ (پ۱۲، ھود: ۱۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو۔

مُراد یہ ہے کہ اپنے تمام کاموں میں اپنے ربّ پر بھروسا رکھو۔

تیسرا طریقہ

ایک عارِف ربّانی مُتوکِّل کو باطنی صَنْعَت کا مُشاہدہ ہوتا ہے تو وہ اس پر قائم رہتا ہے، حِکْمَتِ ظاہِرہ میں اسے عِلْمِ شَرْع حاصِل ہوتا ہے اور وہ سرِ تسلیم خَم کرتے ہوئے اس پر عَمَل کرتا ہے، یہی فضیلت والی عِبادَت میں توحید کا مُشاہدہ ہے اور یہ عُلَمائے رَبّانِیِّیْن رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کا مَقام ہے۔ اگرچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان رکھنے والا ہر شخص اس پر توکُّل کرنے والا بھی ہوتا ہے مگر ہر شخص کا تَوَکُّل بَقَدْرِ یقین ہوتا ہے، چنانچہ خواص کا توکُّل جیسا کہ مُشاہدہ اور مَعانیِ رَضا کے تذکرے میں اور عام لوگوں کے تَوَکُّل کا تذکرہ اچھی و بُری تقدیر پر اِیمان لانے کے ضِمْن میں بیان ہو چکا ہے۔

چار اوصافِ باری تعالیٰ

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ خَبَر دے رکھی ہے کہ وُہی رازِق ہے جیسا کہ وہ خالق ہے اور جیسا کہ وہ زندہ کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ لہٰذا جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان چاروں اَوصاف کو قرآنِ کریم میں حِکْمَت و قُدْرَت کی ترتیب کے ساتھ اِکٹھا ایک ہی جگہ ذِکْر فرمایا ہے تو یہ کیسے مُمکن ہے کہ ان سب کا حُکْم مختلف ہو یا اَسباب کے ظُہور اور واسِطوں کے پائے جانے کی وجہ سے ان کے اَوصاف ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ؕ (پ۲۱، الروم: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: اللّٰہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جِلائے (زندہ کرے) گا۔

جس طرح باقی تین۳ کام کرنے والا ایک ہی ہے تو چوتھے کام یعنی رِزق کا ذِمّہ دار بھی وُہی ہو گا۔

حقیقی خالق کون؟

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کبھی یہ نہیں کہتے کہ مجھے میرے باپ نے پیدا کیا ہے اگرچہ وہ آپ کی پیدائش کا سَبَب ضَرور بنا ہے؟ اور نہ کبھی یہ کہتے ہیں کہ اس نے مجھے زِنْدَگی دی اور فلاں نے موت، اگرچہ زِنْدَہ کرنے اور موت دینے میں وہ واسِطہ ہوں۔ اس لیے کہ یہ ظاہِر شِرک ہے جس کا بُرا ہونا مَشْہُور ہے، لہٰذا ایسا نہیں کہا جاتا۔ اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ۲۷، الواقعة: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

اسی طرح اِرشَاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ (پ۲۷، الواقعة: ۶۳، ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

ان آیاتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نطفہ ڈالنے اور کھیتی بونے کی نِسْبَت ہماری جانِب فرمائی ہے، کیونکہ یہ اَعمال ہیں اور ہم ان اَعمال پر عَمَل کرنے والے بندے۔ نیز یہ ہماری صِفات ہیں اور ان کے اَحْکام ہم پر عائد ہوتے ہیں، جبکہ پیدا کرنے اور کھیتی اُگانے کی نِسْبَت اپنی جانِب فرمائی، کیونکہ یہ اس کی قُدْرَت و حِکْمَت کی نِشانیاں ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ قادِر و حکیم ہے۔

عمل اور وصف کی نِسْبَت کس کی جانِب؟

قرآنِ کریم میں مذکور تمام اَعمال اور کَسب پر مُشْتَمِل باتوں کی نِسْبَت کام کرنے والے اَعضا و جَوارِح اور آلاتِ کَسب کی طرف کی گئی ہے جبکہ قُدْرَت واِرادے پر مُشْتَمِل تمام اَوصاف کی نِسْبَت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جانِب فرمائی ہے، اس لیے کہ وُہی سب سے پہلے اَشیا کا اِرادہ کرنے والا اور قادِرِ اعلیٰ ہے۔ لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خِطاب کو خوب سمجھ لو تاکہ تمہارا دل مُتَشَابِہات میں نہ بھٹکتا رہے۔

کچھ دینے یا نہ دینے والا کون؟

کبھی بندہ یہ کہتا ہے کہ فلاں نے مجھے دیا اور فلاں نے نہ دیا (دُرُست نہیں)، کیونکہ یہ مَخفِی شرک ہے، اس لیے کہ اَسباب لوگوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے اور واسطوں کے ذریعے جاری ہوتے ہیں، لہٰذا ان واسطوں کے اِختیار کرنے کی وجہ سے وہ مُسَبِّبُ الاَسباب عَزَّوَجَلَّ سے حِجاب میں ہوگئے اور اَلْمُعْطِی وَ الْمَانِع بھی ان سے مَخفِی ہو گیا۔ اہلِ یقین کے نزدیک یہ بات بھی پہلی بات کی طرح قبیح ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے سِوا کسی دوسرے کے رازِق ہونے کی نفی فرمادی ہے جیسا کہ اس نے کسی اور کے خالق ہونے کی نفی بیان کی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ (پ ۲۲، فاطر: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اللہ کے سِوا اور بھی کوئی خالق کہ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں اس آیتِ مُبارکہ میں لَفْظ کے مُطابِق لَفْظ ذِکْر نہیں کیا گیا، اگر وہ بہتر ہوتا تو یوں مذکور ہوتا: ﴿ هَلْ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ يَخْلُقُكُمْ وَيَرْزُقُكُمْ ﴾ مُراد یہ ہے کہ خَالِق کی جگہ يَخْلُقُكُمْ ہوتا، مگر یہاں اس لَفْظ کے ذِکْر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کلام کی فضیلت سے ہمارا فائدہ چاہا اور ہمیں بتایا کہ رِزق کا تعلّق مخلوق سے ہے اور یہ دونوں قُدرَت کے اَسباب ہیں۔

کیا کسی کی کوشش اس کے کام آسکتی ہے؟

مُتوَکِّل کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اسے پیدا کرنا لازِم نہ تھا، لیکن جب اس نے اسے پیدا کر دیا تو اب اس کا رِزق اسی کے ذِمّۂ کَرَم پر ہے۔ چنانچہ حدیثِ قُدسی ہے: کیا (ایسا ہو سکتا ہے کہ) میں ایک مخلوق کو پیدا کروں اور اسے رِزق نہ دوں؟[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس کو تو عطا فرمائے اس

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/ ۳۰، حدیث: ۱۲۴۰۲

سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو ہی عطا نہ فرمائے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری بارگاہ میں کسی محنت و کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش کام نہ آئے گی۔[1] یہ جواب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان لوگوں کو دیا تھا جب ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ میری کوشش فلاں شے میں ہے اور کسی نے کہا کہ میری کوشش فلاں شے میں ہے۔ یعنی اُنہوں نے اَسباب مُراد لیے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کلمات مُبارکہ سے دُعا مانگ کر اُن کے اس نظریئے کی نفی فرما دی، اس اندیشے کی بنا پر کہ کہیں یہ شرکِ خفی میں مبتلا نہ ہو جائیں، یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بتایا کہ بندے کی محنت و کوشش کچھ نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـٴًـا ﴿۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (پ۲۷، النجم: ۲۸)

اسی مفہوم میں ایک عالِم (حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی) فرماتے ہیں کہ جس نے کسی شے کی طَلَب میں کوشش کی اور اسے پانے کی حِرص میں مبتلا ہوا مگر اسے پانے کی کوشش میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی رُکاوٹ ہو تو اس کی طَلَب وحِرص میں اس کی کوئی کوشش اسے کچھ نَفْع نہ دے گی۔

اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے۔ (پ۱۳، الرعد: ۳۹)

آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عارِفین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ المُبِین کے دِلوں سے اَسباب مِٹا کر اپنی قُدرَت ثابِت کر دیتا ہے اور غافِلین کے دِلوں سے مُشاہدہ ختم کر کے ان کے سینوں میں اَسباب ثابِت کر دیتا ہے۔

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلوۃ، ۱/ ۲۹۴، حدیث: ۸۴۴

نفس کی آزمائش

آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه مزید ارشاد فرماتے ہیں: الله عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کو مُتحرِّک پیدا کیا، پھر اسے ساکن رہنے کا حکم دیا اور یہی اس کی آزمائش ہے۔ اب اگر یہ گناہوں سے محفوظ رہا تو سُکون پا جائے گا کہ یہ خاص ہے، لیکن اگر نَفْس نے سُکون کو تَرْک کر کے اپنی طبیعت و فطرت کے مُطابِق حَرَکت کرنا شروع کر دی تو یہ بات رُسوائی و ذِلَّت کا باعث ہو گی۔

کیا حیلے سے رزق میں اِضافہ ممکن ہے؟

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے جِگر گوشے کو وَصِیَّت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اپنی رَغْبت کا رُخ الله عَزَّوَجَلَّ کی طرف رکھنا، اگر وہ چاہے گا تو تجھے عَطا فرمادے گا اور اگر چاہے گا تو عَطا نہ فرمائے گا، اس لیے کہ الله عَزَّوَجَلَّ نے تیری قِسْمت میں جو لکھ دیا ہے اس میں تیرا کوئی بھی حیلہ اِضافہ کر سکے گا نہ کسی قِسْم کی کمی کا باعث ہو گا، نیز جان لے کہ تیرا رِزْق تیری پیدائش کے ساتھ ہی تیری قِسْمت میں لکھ دیا گیا ہے، اب اگر تو کسی حیلے سے اپنی پیدائش میں کوئی اِضافہ کر سکتا ہے تو اپنے رِزْق میں بھی اِضافہ کر لے گا، ورنہ یاد رکھ! الله عَزَّوَجَلَّ ہی مخلوق میں عَدْل کرنے والا اور رِزق تقسیم کرنے والا ہے، تو ہرگز ان دونوں باتوں میں سے کسی میں بھی اِضافہ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ بعض لوگ بڑے مَضْبُوط و توانا حیلہ گر ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان کا فَقْر بڑھتا ہی رہتا ہے اور بعض لوگ کمزور و عاجِز ہوتے ہیں مگر ان کا مال بڑھتا رہتا ہے، اگر کسی حیلے سے رِزْق میں اِضافہ ہو سکتا تو طاقتور کمزور سے آگے بڑھ جاتا، مگر الله عَزَّوَجَلَّ ہی پیدا کرتا اور رِزْق دیتا ہے اور بندے ان میں سے کسی بھی چیز کے مالِک نہیں۔

کیا رزق کا تعلق عقل سے ہے؟

ایک حِکایت میں ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے زمانے کے کسی حکیم سے پوچھا: یہ کیسی بات ہے کہ میں عَقْل مند کو مَحْرُوم اور اَحْمَق کو دولت مند دیکھتا ہوں؟ اس نے بتایا کہ (ایسا کر کے) الله عَزَّوَجَلَّ اپنی ذات کی طرف ہماری رہنمائی کرنا چاہتا ہے، اگر ہر عَقْل مند دولت مند اور ہر بے وُقُوف مَحْرُوم ہوتا تو عقلوں میں یہ

بات آتی کہ عقل مند خود اپنے رِزق کا اِہتِمام کرتا ہے اور بے وُقُوف خود اپنے آپ کو مَحرُوم رکھے ہے، مگر جب لوگوں نے مُعَامَلہ اس کے برعکس جانا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہی رِزق بھی دینے والا ہے۔

مال میں آزمائش

حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ کسی کو مال دینے میں بھی فتنہ ہے اور کسی کو نہ دینے میں بھی فتنہ ہے، اگر کسی شخص کو مال دیا جائے تو وہ مال دینے والوں کے عِلاوہ دوسروں کی بھی تعریف کرنے لگتا ہے اور اگر کسی کو نہ دیا جائے تو وہ نہ دینے والوں کے عِلاوہ دیگر لوگوں کی بھی مَذَمَّت بیان کرنے لگتا ہے۔[1]

قسمت کے سوا کچھ نہیں ملتا

حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جان لو! مال کے دینے میں بھی فتنہ ہے اور نہ دینے میں بھی فتنہ ہے۔[2] (وہ اس طرح کہ) ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کے پاس صُبْح کے وَقْت جاتا ہے اور اس سے اپنی اس حاجَت کا سوال کرتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس کی قِسْمَت میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کے پاس چونکہ اسے اس کی حاجَت سے روکنے کا کوئی اِختیار نہیں ہوتا، لہٰذا وہ اسے اس کی قِسْمَت میں لکھی ہوئی چیز دیدیتا ہے، یوں وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور خیر و بھلائی کے ساتھ اس کی تعریف کرتا ہے۔ پھر اگلے سال دوبارہ اس کے پاس آتا ہے اور اس سے اپنی ایک ایسی حاجَت کا تذکرہ کرتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اس کی قِسْمَت میں نہیں لکھی۔ (اِمسَال) اس کے پاس چونکہ اس کی حاجَت پوری کرنے کا کوئی اِختیار نہیں ہوتا جیسا کہ گزشتہ سال اسے اس کی حاجَت سے روکنے کا کوئی اِختیار نہ تھا، لہٰذا وہ اسے وہ چیز نہیں دیتا جو اس کی قِسْمَت میں نہیں لکھی گئی۔ چنانچہ وہ (خالی ہاتھ) واپس

---

[1] ......مسند احمد، حدیث رجل من اصحاب النبی، ۷/۳۴۸، حدیث: ۲۰۶۰۹

[2] ......مسند احمد، حدیث رجل من اصحاب النبی، ۷/۳۴۸، حدیث: ۲۰۶۰۹

لَوٹنے پر اپنے بھائی کو کَوستا ہے اور بُرے اَلفاظ میں اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ لہٰذا یاد رکھو! اس مال کے دینے میں بھی فتنہ ہے اور نہ دینے میں بھی فتنہ ہے۔

مال کے فتنہ ہونے سے کیا مُراد ہے؟

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کیا ہے اس کے اَلفاظ بیان نہیں کیے۔ نیز یہاں فتنے سے مُراد آزمائش ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے واقعی سچ فرمایا ہے کہ مال کے ذریعے نیکی پر یقین رکھنے والوں اور اس سے غافِل لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے تاکہ معلوم ہو وہ کیسے عَمَل کرتے ہیں؟ لہٰذا اہلِ یقین اَسباب سے عِبرَت حاصِل کرتے ہیں اور واسِطہ و سَبَب بننے پر خوش ہوتے ہیں، یوں ان کی ہِدایت اور ایمان میں اِضافہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس بات کا مُشاہَدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ انہیں کچھ دینے اور نہ دینے والی ذات **اَللّٰہُ الْوَاحِد** عَزَّوَجَلَّ کی ہے۔ نیز وہ اس بات کی بھی مَعْرِفَت رکھتے ہیں کہ شَرْعی اُمُور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت کار فرما ہوتی ہے، چنانچہ ان کے لیے دو مَقام ثابت ہوتے ہیں: مال ملنے پر شُکْر ادا کرنا اور نہ ملنے پر صَبْر کرنا۔ جبکہ غافلین اس مُعامَلے میں مُضْطَرِب و پریشان رہتے ہیں، ان کی نِگاہیں اَسباب اور لوگوں کے ہاتھوں پر جمی رہتی ہیں، وہ دینے والوں کی تعریف اور نہ دینے والوں کی مَذَمَّت بیان کرتے ہیں، لہٰذا یہ مال ان کے دَرَجات میں کمی کا باعِث بن جاتا ہے۔ اس طرح مال دونوں قِسْم کے لوگوں کے لیے آزمائش کا سَبَب بنتا ہے اور ان کا اِیمان خوب ظاہِر ہو جاتا ہے اور ان کے قُلُوب کا تقویٰ بھی آزما لیا جاتا ہے۔

بندے کا رحمتِ خداوندی کا نہ پہچاننا

مَرْوِی ہے کہ بندہ رات کے وَقْت اپنے ایسے دُنْیَاوِی اُمُورِ تجارت وغیرہ کا اِرادہ کرتا ہے کہ اگر (صُبْح کے وَقْت) وہ اُمُور سر اَنْجام دے لے تو ہَلاکت کا شِکار ہو جائے، مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی جانِب نِگاہِ کَرَم فرماتا ہے اور اسے اس کام سے روک دیتا ہے، لہٰذا وہ صُبْح رنجیدہ اور غمگین ہوتا ہے اور اپنے چچازاد یا پڑوسی کی نَحُوسَت سمجھتا ہے کہ کون میرے آگے آیا؟ کس نے مجھ پر مصیبت ڈال دی؟ حالانکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس پر رَحْمَت ہے۔

اِخلاص کی علامت

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اِخْلَاص میں سے ہے کہ تو یہ پسند نہ کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت کرنے پر لوگ تیری تعریف کریں اور جو رِزْق تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دیا ہے اس پر تو لوگوں کی تعریف نہ کرے۔ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وغیرہ سے مَرْوِی ہے کہ یہ بات یقین میں سے ہے کہ تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ عطا کرے اس پر تو کسی کی تعریف نہ کرے اور جو چیز نہ دے اس پر تو کسی کی مَذمَّت نہ کرے۔[1] مزید فرماتے ہیں کہ صَبر نِصْف اِیمان ہے اور شُکر بھی نِصْف اِیمان ہے جبکہ یقین کامل اِیمان ہے۔[2]

حدیثِ اِفک[3] میں مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیْقَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں:

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۰/۲۱۵، حدیث: ۱۰۵۱۴ بتغیر قلیل

[2] ......الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۹۳، حدیث: ۵۷

[3] ......اس سے مُراد وہ واقعہ ہے جس میں اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیْقَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تُہمت لگائی گئی۔ چنانچہ صَدْرُ الْاَفَاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیر خزائنُ العرفان میں سورۂ نور کے حاشیہ نمبر 15 کے تحت لکھتے ہیں: ۵ ہجری غزوۂ بنی مُصطَلِق سے واپسی کے وقت قافِلہ قریبِ مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت عائشہ صِدِّیْقَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ضَرورت کے لیے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں، وہاں ہار آپ کا ٹوٹ گیا، اس کی تلاش میں مَصروف ہو گئیں، اُدھر قافِلہ نے کُوچ کیا اور آپ کا مَحْمَل (کجاوہ) شریف اُونٹ پر کَس دیا اور انہیں یہی خَیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین اس میں ہیں، قافِلہ چل دیا آپ آ کر قافِلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خَیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضَرور واپَس ہو گا۔ قافِلہ کے پیچھے پڑی گری چیز اٹھانے کے لیے ایک صاحِب رہا کرتے تھے، اس مَوْقَع پر حضرت صَفْوان اس کام پر تھے، جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بَلند آواز سے "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" پکارا، آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا، انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ مُنافقین سِیاہ باطن نے اَوْہام فاسِدہ پھیلائے اور آپ کی شان میں بد گوئی شروع کی۔ بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آ گئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بے جا سَرزَد ہوا۔ اُمُّ الْمُؤمِنِین بیمار ہو گئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں اس زمانہ میں انہیں اِطّلاع نہ ہوئی کہ ان کی نِسبَت مُنافقین کیا بَک رہے ہیں، ایک روز اُمِّ مِسطح سے انہیں یہ خَبَر معلوم ہوئی اور اس سے آپ کا مَرَض اور بڑھ گیا اور اس صَدْمَہ میں اس طرح روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتا تھا اور نہ ایک لمحہ کے لیے نیند آتی تھی، اس حال میں سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر

(قرآنِ کریم میں میری براءت کے بعد) میرے وَالِدین میرے پاس تشریف لائے اور مجھے اپنے سینے سے لگا کر بوسہ دیا تو میں نے ان سے عَرض کی: میں آپ کی تعریف کروں گی نہ آپ کے آقا کی، بلکہ میں اس پروردگار کی تعریف کروں گی جس نے مجھے عزّت عَطا فرمائی اور میری براءت فرمائی۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے کھڑے ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سرِ اَقْدَس کو بوسہ دینے کا فرمایا۔ مگر آپ نے عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسم! میں ایسا نہ کروں گی اور سِوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی کی تعریف نہ کروں گی۔[2] چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے

وَحی نازِل ہوئی اور حضرت اُمُّ الْمُؤْمِنِین کی طَہارت میں یہ آیتیں اُتریں اور آپ کا شَرَف و مرتبہ **اللہ** تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم کی بہُت سی آیات میں آپ کی طَہارت و فضیلت بیان فرمائی گئی، اس دوران میں سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بَرسرِ مِنْبَر بقَسم فرما دیا تھا: مجھے اپنے اہل کی پاکی وخوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے ان کے حَق میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون مَعْذرَت پیش کر سکتا ہے؟ حضرت عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ منافقین بالیقین جھوٹے ہیں اُمُّ الْمُؤْمِنِین بالیقین پاک ہیں **اللہ** تعالیٰ نے سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جِسْم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے! حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اس طرح آپ کی طَہارت بیان کی اور فرمایا کہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تا کہ اس سایہ پر کسی کا قَدَم نہ پڑے تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔ حضرت علی مرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ ایک جُوں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالَم نے آپ کو نعلین اُتار دینے کا حُکم دیا جو پروردگار آپ کی نعل شریف کی اتنی سی آلُودَگی کو گوارا نہ فرمائے مُمکِن نہیں کہ وہ آپ کے اَہْل کی آلُودَگی گوارا کرے۔ اس طرح بہُت سے صحابہ اور بہُت سی صحابیات نے قسمیں کھائیں، آیَت نازِل ہونے سے قبل ہی حضرت اُمُّ الْمُؤْمِنِین کی طرف سے قُلُوب مطمئن تھے، آیَت کے نُزول نے ان کا عزّو شَرَف اور زیادہ کر دیا تو بدگویوں کی بدگوئی **اللہ** اور اس کے رسول اور صحابہ کِبار کے نزدیک باطِل ہے اور بدگوئی کرنے والوں کے لیے سَخْت ترین مصیبت ہے۔ صَدْرُ الاَفَاضِل مزید فرماتے ہیں کہ حضرت اُمُّ الْمُؤْمِنِین کی شان اور ان کی براءت میں **اللہ** نے اٹھارہ آیتیں نازِل فرمائیں۔ (کنزالایمان، پ۱۸، النور: ۱۱، حاشیہ ۱۵)

[1] ....بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث للهیثمی، کتاب المناقب، باب فی فضل عائشة، الجزء الثانی، ص ۹۱۳، حدیث: ۹۹۸

[2] ....ابو داود، کتاب الادب، باب فی قبلة الرجل ولده، ۴/۴۵۵، حدیث: ۵۲۱۹، بتغیر قلیل

معجم کبیر، ۶۹/۲۳، حدیث ۱۳۸

حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اے ابو بکر! اسے رہنے دو۔

یقین کی کمزوری اور مَعرِفَت کی کمی کا نقصان

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اَلْغَرَض ہم نے جس قَدر مَعانی و مَفاہیم ذِکر کیے ہیں وہ سب یقین کی کمزوری اور مَعرِفَت کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا جب کسی بندے کے دِل میں یہ مَعانی و مَفاہیم سَرایَت کر جائیں اور وہاں قرار پکڑ جائیں اور بندے کے قول و فعل میں کَثرت سے نَظر آنے لگیں تو اس کے دِل سے حَقیقتِ ایمان خَتم کر دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ بندہ اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا اِیمان اس کے ساتھ ہوتا ہے مگر گھر واپَس لَوٹتا ہے تو اس کا اِیمان اس کے ساتھ نہیں ہوتا، اس لیے کہ وہ ایک ایسے شخص سے ملتا ہے جو اس کے نَفْع و نُقْصان کا مالِک نہیں ہوتا اور اس سے کہتا ہے: تو ایسا ہے، تو ویسا ہے۔ اسی طرح کسی اور سے ملتا ہے تو اسے بھی کچھ ایسا ہی کہتا ہے یہاں تک کہ اپنے گھر لوٹ جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس نے ان لوگوں سے کچھ بھی حاصِل نہ کیا ہو مگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خود پر ناراض ضَرور کر لیتا ہے۔

ایمان تین[3] باتوں کا مجموعہ ہے

کسی عالِم سے پوچھا گیا کہ تورات میں مَنقُول اس قول سے کیا مُراد ہے کہ جس نے کسی مال دار کے لیے تواضُع کی اس کا دو[2] تہائی دین خَتم ہو جائے گا؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ اِیمان عقیدے، فعل اور قول (تین[3] باتوں) کا مجموعہ ہے، جب بندہ کسی مال دار کے لیے اس کی دنیا کی وجہ سے تعریف و حَرکَت سے تَواضُع کرتا ہے (یعنی زبان سے تعریف کرتا ہے اور دیگر اَعْضَا سے اس کی خِدمَت بجالاتا ہے) تو اس کا دو[2] تہائی دین خَتم ہو جاتا ہے اور صِرف ایک تِہائی یعنی عقیدہ باقی رہ جاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں سَبَب کی نِسبَت کی مثالیں

اگر آپ نے رِزْق میں واسِطوں کو ان کے ثابت ہونے کے باعث تخلیق میں اَوّل سمجھا تو یہ بھی جان لیجئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہی ان واسِطوں کو اَسباب بنا کر ظاہر فرمایا اور ان میں اپنی قُدرَتِ کاملہ کا ظُہور بھی فرمایا۔

پہلی مثال

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ۲۱، السجدۃ:۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرّر ہے۔

پھر ایک مقام پر موت کی نِسبت اپنی جانب کرتے ہوئے اپنی قُدرتِ کاملہ کا اِظہار یوں فرمایا:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا (پ۲۴، الزمر:۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

دوسری مثال

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۶۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

یہاں واسطے کا ذِکر فرمایا۔ پھر اِرشاد فرمایا:

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ (پ۳۰، عبس:۲۵، ۲۶) ترجمۂ کنز الایمان: کہ ہم نے اَچھی طرح پانی ڈالا پھر زمین کو خوب چِیرا۔

تیسری مثال

اس بات کی (یعنی سَبَب اور واسطوں کی) وَضاحت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا (پ۱۶، مریم:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی طرف ہم نے اپنا رُوحانی بھیجا۔

پھر سَبَب کی نِسبَت اپنی جانِب کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (پ۲۸، التحریم:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی رُوح پھونکی۔

حالانکہ پھونکنے والے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلام تھے۔

چوتھی مثال

اسی طرح مزید اِرشاد فرمایا:

فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ (پ ٢٩، القیامۃ: ١٨) ترجمۂ کنزالایمان: تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اُس پڑھے ہوئے کی اِتّباع کرو۔

مُفَسِّرِینِ کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ اے مَحْبُوب! جب جبرائیل آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قرآنِ کریم کی آیات پیش کریں تو انہیں لے لیجئے۔ حالانکہ یہ آیات دَرْج ذیل آیتِ مُبارَکہ کے بعد کی ہیں:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تم یاد کرنے کی جَلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حَرَکت نہ دو۔ (پ ٢٩، القیامۃ: ١٦)

پانچویں مثال

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول بھی ہے:

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ (پ ١٦، مریم: ١٩) ترجمۂ کنزالایمان: کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ بیٹا دیا تھا تاکہ وہ حضرت سَیِّدَتُنا مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیدیں، مگر انہوں نے صِرف اپنا ذِکْر کیا جبکہ انہیں اپنے ربّ کا مُشاہَدہ بھی حاصِل تھا (پھر بھی انہوں نے نِسبَت اپنی جانِب کی)۔ دوسرے اَلفاظ میں گویا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یوں کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو ایک ستھرا بیٹا دے۔

چھٹی مثال

اسی کی مِثل حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول ہے:

لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَ اَخِيْ (پ ٦، المآئدۃ: ٢٥) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے اِختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا۔

اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا تھا:

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ (پ۱۶، مریم: ۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی عطا کیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے نَفْس کے مالِک تھے نہ اپنے بھائی کے نَفْس کے، اس لیے کہ حقیقت میں اَصل مالِک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔ یہ اس آیتِ مُبارَکہ کا ایک قراءت کے مُطابِق ایک معنیٰ بنتا ہے یعنی جب ﴿ وَ اَخِیْ ﴾ کو مَنْصُوب پڑھا جائے، لیکن اگر اسے مَرْفُوع پڑھا جائے تو معنیٰ بالکل دُرُست ہو گا کہ میرا بھائی بھی اپنے نَفْس کا مالِک نہیں ہے۔

ساتویں مثال

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک مَقام پر اس بات کو وَضاحت کے ساتھ یوں ذِکْر فرمایا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (پ۱۰، التوبۃ: ۵) ترجمۂ کنزالایمان: تو مُشْرِکوں کو مارو۔

اسی طرح واسِطہ کا ذِکْر کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔ (پ۱۰، التوبۃ: ۱۴)

پھر ان سے لڑنے اور انہیں مارنے کی نِسْبَت اپنی جانِب کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ ترجمۂ کنزالایمان: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اُنہیں قتل کیا۔ (پ۹، الانفال: ۱۷)

آٹھویں مثال

اَسباب کے ثُبُوت اور ان کی حقیقت سے پَردہ کُشائی کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (پ۹، الانفال: ۱۷)

نویں مثال

واسِطوں کا ذِکْر کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا (پ۱۰، التوبة:۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تَعَجُّب نہ آئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے ان پر وَبال ڈالے۔

دسویں مثال

اسی کی مِثْل اِرشَاد فرمایا:

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ (پ۳۰، العلق:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے قَلَم سے لکھنا سکھایا۔

پھر اِرشَاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ (پ۲۷، الرحمٰن:۱،۲)

ترجمۂ کنزالایمان: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

گیارہویں مثال

پھر اِرشَاد فرمایا:

عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ (پ۲۷، الرحمٰن:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: مَاکَانَ وَمَایَکُوْن کا بیان اُنہیں سکھایا۔

اور ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾ (پ۲۹، القیامة:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہِر فرمانا ہمارے ذِمّہ ہے۔

بارہویں مثال

اَملاک کے ثُبُوت اور عِوَض کے بدلے ان کی فَروخت کو اپنے فَضْل وکَرَم سے یوں بیان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ۱۱، التوبة:۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔

یہ فَروخت اس لیے مُمکِن ہوئی کہ پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں چیزوں کا مالِک بنا دیا تھا۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۚ (پ۵، النسآء: ۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری مِلک میں آجائیں۔

حقیقی فاعل کون؟

اَہْلِ مَعْرِفَت کے نزدیک حقیقی فاعِل صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، اس لیے کہ حقیقی فاعِل وہ ہوتا ہے جو کسی آلہ یا سَبَب کی مَدَد حاصِل نہ کرے، نیز ان کے نزدیک کسی بھی کام کو کرنے والے دو نہیں ہو سکتے ورنہ یہ شِرْکَت ہو گی، اس لیے کہ دوسرا فاعِل اُس فعل کا ظاہِر کرنے والا ہے جو اس کے ہاتھوں وُقُوع پذیر ہوا اور اس کے واسطے سے جارِی ہوا، گویا اس کی حَیْثِیَّت ثَانَوِی ہے اور یہ ایک نیا فعل ہے گویا کہ یہ مَفْعُول (یعنی اس پر فعل واقع ہوا) ہو، جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اَوَّل و قدیم ہے اور وُہی اَصْلی فاعِل ہے۔ جیسا کہ عارِفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے نزدیک حقیقی مالِک وُہی ہے جو اَشیا کو پیدا کرنے والا ہے اور جو اَشیا کو پیدا کرنے کے بعد انہیں فنا کرنے پر بھی قادِر ہے اور جس کے قبضے میں اَشیا دی گئی ہیں اسے تو مَحْض مالِک بنایا گیا ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے قبضے میں مَوجُود اَشیا کو پیدا نہیں کیا جیسا کہ اس کے ہاتھوں سے سَر اَنْجام پانے والا فعل اَصْل میں مَفْعُول ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اَلْاَوَّلُ الْقَيُّوْمُ بِنَفْسِهٖ ہے وہ کسی غیر کی مَدَد نہیں لیتا، البتہ! اس نے اپنی حِکْمَت اور بڑائی کی بنا پر مخلوق اور زِنْدَگی کے لیے واسطے مُقَرَّر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ،

صورت کون بناتا ہے؟

مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے عورت کے رِحْم پر مُقَرَّر فِرِشتے کے بارے میں اِرشَاد فرمایا کہ فِرِشتہ رِحْم میں داخِل ہو کر نُطْفَہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے، پھر اس کی جسمانی صُورَت بناتے وَقْت بارگاہِ الٰہی میں عَرْض کرتا ہے: اے میرے ربّ! یہ مُذَکَّر ہے یا مُؤَنَّث، اسے سیدھا بناؤں یا عیب دار۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہتا ہے وہ فرماتا ہے اور فِرِشتہ ویسے ہی بنا دیتا ہے۔[1]

جسم میں روح کون ڈالتا ہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ فِرِشتہ صُورَت بناتا ہے پھر اس میں سَعَادَت یا شَقَاوَت کی رُوح پھونک دیتا

---

[1] ......مسلم، كتاب القدر، باب كيفية الخلق الآدمی . . . الخ، ص ۱۴۲۲، حديث: ۲۶۴۵، بتغير قليل

ہے۔[1] ایک قول کے مُطابِق جس فِرِشتے کو رُوح کہا جاتا ہے وہی اَجسام میں رُوح ڈالتا ہے۔ مَنْقُول ہے کہ یہ فِرِشتہ اپنے مَخْصُوص انداز پر سانس لیتا ہے تو اس کا ہر سانس رُوح بن کر جِسْم میں داخِل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اس کا نام رُوح ہو گیا۔

زِندگی کے چار واسطے

اس طرح بندے کی پیدائش میں چار واسطے کار فرما ہوتے ہیں جو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت کی حَد ہیں۔ ان میں سے دو واسطے ظاہِری ہیں یعنی بندے کے ماں باپ اور دو واسطے باطِنی ہیں یعنی عورت کے رِحْم پر مُقرَّر فِرِشتہ اور رُوح پھونکنے والا فرشتہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (پ۲۸، الحشر: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا۔

جیسا کہ اپنے مُتَعَلِّق اس سے پہلے اِرشَاد فرمایا کہ وہ **اَلْخَالِقُ** ہے۔ پھر ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ (پ۲۹، الملک: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: جس نے موت اور زِندگی پیدا کی۔

موت کا واسطہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس طرح زندوں کے لیے واسطے بنائے اسی طرح موت کے لیے بھی حضرت سَیِّدُنا اِسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو واسطہ بنایا ہے جو کہ صَاحِبِ صُور بھی ہیں، جب وہ اس میں دوسری بار پھونکیں گے تو ہر مَرا ہوا زندہ ہو جائے گا، اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اُٹھائے گا، جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ (پ۲۰، النمل: ۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن پھونکا جائے گا صور۔

مُحْیِی اور مُمِیت سے مُراد

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا کہ وہی "اَلْمُحْیِی" یعنی زندہ کرنے والا اور وہی "اَلْمُمِیْتُ" یعنی موت دینے والا ہے۔ (پھر اس نے اپنے ان اَفعال کا واسطہ دو فِرِشتوں کو بنا دیا) جیسا کہ

---

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة الخلق الآدمی ... الخ، ص ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، حدیث: ۲۶۴۴، ۲۶۴۵، بتغیر قلیل

حدیث پاک میں ہے: زِنْدَگی اور موت کے فِرِشتے میں مُناظرہ ہوا، موت کے فرشتے نے کہا: میں زندہ کو موت دیتا ہوں۔ زِنْدَگی کے فرشتے نے کہا: میں ہر مُردہ کو زندہ کرتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں اپنا کام کرتے رہو، میں نے تم دونوں کو اس کام کا پابند کر دیا ہے، اس لیے کہ زِنْدَگی اور موت دینے والا میں ہی ہوں اور میرے عِلاوہ کوئی زندہ کرنے والا ہے نہ کوئی موت دینے والا۔

سب سے بڑا رہنما

اسی طرح مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میں خود اپنی ذات پر رہنمائی کرنے والا ہوں کہ مجھ سے بڑھ کر میری ذات کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔

واسطے کا پایا جانا شرک نہیں

واسطوں کا پایا جانا اس بات کے مانِع نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہر شے میں اَوّل ہو اور ہر شے کا فاعِل بھی وُہی ہو کہ جو یکتا ہے اور کوئی بھی اس کے ساتھ کسی شے میں شریک نہیں۔

- کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ فرشتے نے مجھے پیدا کیا ہے۔
- نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عِزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے موت دی۔
- نہ کوئی یہ کہے گا کہ حضرت سَیِّدُنا اِسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے دوبارہ زندہ کیا۔
- نہ کسی صَاحِبِ یقین توحید کا مُشاہَدہ کرنے والے شخص کے لیے یہ کہنا دُرُسْت ہے کہ فلاں نے مجھے عَطا کیا یا فلاں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ جیسا کہ یہ کہنا دُرُسْت نہیں کہ فلاں نے مجھے رِزْق دیا اور نہ یہ کہنا دُرُسْت ہے کہ فلاں مجھ پر قادِر ہے، اگرچہ اسے واسِطہ بنایا گیا ہے تاکہ اس کے ہاتھوں یہ کام پورا ہو، کیونکہ کسی کو کچھ دینا رِزْق کی اور نہ دینا قُدْرَت کی عَلامَت ہے۔

کوئی اس کی سلطنت میں شریک ہے نہ تخلیق و رزق میں

اَسمائے باری تعالٰی میں کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مُعْطِی، مَانِع، ضَارّ اور نَافِع ہے جیسا کہ وہ مُحْیِی و مُمِیْت ہے، کوئی اس کی سَلْطَنَت میں شریک نہیں اور نہ بندوں میں سے کوئی تخلیق و رِزْق میں اس کا

مدد گار ہے۔ عارِفین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نزدیک ایسا سمجھنا بندے کے مُوَحِّد ہونے میں عیب کی عَلامَت ہے اور یہ شِرکِ خَفی ہے جس کے مُتعلِّق مَرْوِی ہے کہ شِرک میری اُمَّت میں تاریک رات میں چلنے والی چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مَخْفِی ہے۔[1]

اَفعال کی نِسبَت اَسباب کی طرف کرنا شرک ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱۰۶) (پ۱۳، یوسف: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں کسی کا قول ہے کہ یہاں زبان سے اِقرار کرکے اِیمان لانا مُراد ہے، یعنی انہیں یہ یقین نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تقدیر و تدبیر کا مالک ہے، چنانچہ وہ اَسباب پر اِعْتِماد کرکے اور اَفعال کی نِسبَت ان اَسباب کی جانِب کرکے شِرک کے مُرْتکِب ہوتے ہیں۔ حالانکہ مُخْلِصِیْن کے نزدیک اِخْلاص کی عَلامَت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کوئی مَعْبُود ہے نہ کوئی اس کے سِوا مُعْطِی ومانِع ہے اور نہ اس کے سِوا کوئی ہِدَایَت دینے والا اور گمراہ کرنے والا ہے۔

بندوں کا ہادی، ضال اور معطی و مانع ہونا

عارِفین کے نزدیک یہ سب ایک ہی زمانے اور ایک ہی مُشاہَدے میں ہوتا ہے کہ یہ توحید کی اِبْتِدا ہے اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کو بھی ہِدَایَت دینے والا، گمراہ کرنے والا اور مُعْطِی و مَانِع بنایا ہے مگر وہ سب اس کے اِذْن اور اس کی مَشِیَّت و حُکْم کے بعد یہ کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (۱۴) (پ۱۸، المؤمنون: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ایک مَقام پر ہے:

خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (۷۲) (پ۱۸، المؤمنون: ۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے بہتر روزی دینے والا۔

---

[1] ....نوادرالاصول، الاصل السادس والسبعون والمائتان، ۲/ ۱۱۹۴، ۱۱۹۷، حدیث: ۱۴۹۲، ۱۴۹۶

اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہی انہیں اور ان کی تخلیق کو پیدا کیا، انہیں اور ان کے رِزْق کو رِزْق دیا، انہیں ہِدَایَت دی اور انہیں ہِدَایَت کا ذریعہ بنایا، انہیں گمراہ کیا اور دوسروں کی گمراہی کا سَبَب بنایا، اَلْغَرَض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہِدَایَت پاکر یہ لوگ ہِدَایَت پانے والوں میں شُمار ہوئے اور اس کے انہیں گمراہ کرنے کے اِرادے کے بعد یہ گمراہ ہوئے جیسا کہ اس کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے اور اس کے رِزْق دینے سے رِزْق دیئے گئے، ایسا کیوں نہ ہو کہ گزَشْتہ آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں بات بیان ہو چکی ہے۔ چنانچہ پیدا کرنے کے مُتعلّق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تو مٹّی سے پرند کی سی مُورت میرے حکم سے بناتا۔

ہِدَایَت دینے کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ (پ۱۳، ابراھیم: ۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** ہمیں ہِدَایَت کرتا تو ہم تمہیں کرتے۔

گمراہ کرنے کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۳۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا کہ ہم خود گمراہ تھے۔

اَلْغَرَض مذکورہ باتوں کے مُشاہَدہ سے بندہ شِرکِ خَفی سے دور ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کے اس قول کی حقیقت ظاہر کرتی ہے جو اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیَّت کی تصدیق کرتے ہوئے کہی:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

کلمہ کی وضاحت

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی جس نے دِل سے اسے اپنا مَعْبُودِ حقیقی مان کر یہ کہا کہ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی قُدْرَت و وَحْدَت میں اکیلا ہے، مخلوق میں سے کوئی بھی اس کی سَلْطَنَت میں

اس کا شریک نہیں۔ پھر اپنے قول کو مزید پختہ کرنے کے لیے یہ کہا: لَهُ الْمُلْكُ یعنی جو کچھ اس نے پیدا فرمایا ہے وہ سب کچھ اسی کا ہے، لَهُ الْحَمْدُ یعنی وہ دے یا نہ دے ہر صُورت میں حمد اسی کے لیے ہے، وُہی ہر قِسْم کی حمد کا مُسْتَحِق ہے، اس کے عِلاوہ کوئی بھی حمد کا حق نہیں رکھتا، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی وہ تخلیق اور اپنی مخلوق کے ہر مُعَاملے پر قُدْرَت رکھتا ہے، لہٰذا اقْدْرَت و تخلیق کا مُکمَّل طور پر مالِک وُہی ہے، وُہی ہے جو اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے جیسا چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔

واسطوں کی مثال

واسطوں کی مِثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کاریگر کے ہاتھ میں کوئی آلہ و اَوزار ہو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کبھی یہ نہیں کہا جاتا کہ موچی کے چمڑا کاٹنے والے اَوزار (رانبی) نے جُوتا بنایا نہ یہ کہا جاتا ہے کہ کوڑے نے بندے کو مارا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ موچی نے جوتا بنایا اور فلاں نے کوڑے کے ساتھ بندے کو مارا۔ اگرچہ یہ دونوں چیزیں فعل کے واقع ہونے کا واسِطہ ضَرور ہیں مگر یہ صانِع کے ہاتھ میں ایک آلے اور اَوزار کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں۔ اسی طرح مخلوق بھی ظاہری چیزوں میں ان اَسباب کو اِخْتِیار کرتی ہے مگر حقیقت یہ ہے:

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ۟ۚ (پ۳۰، البروج: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

یعنی وہی ہر شے پر قُدْرَت رکھتا ہے اور اپنی مَخفِی قُدْرَت و مَشِیَّت سے یہ اَفعال سَر اَنجام دیتا ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حاکم نے مجھے یہ دیا، اس نے مجھ کو یہ خِلْعَت بخشی۔ اگرچہ حاکم نے اسے اپنے ہاتھ سے یہ اَشیا نہ دی ہوں (بلکہ اس کے خادِم نے دی ہوں، پھر بھی وہ یہی کہتا ہے کہ حاکم نے دیں)۔ مگر یہ کہنا دُرُست نہ ہو گا کہ حاکم کے خادِم نے مجھے یہ سب دیا ہے کیونکہ فعل اس کے ہاتھ سے واقع ہوا اور عَطا کا براہِ راست تعلّق بھی اسی سے تھا، اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ خادِم کسی شے کا مالِک ہوتا ہے نہ حاکم کی مِلْکِیَّت میں اس کی اِجازت کے بغیر کسی قِسْم کا تَصَرُّف کر سکتا ہے۔ البتہ! یہ ہو سکتا ہے کہ بندے سے جب یہ پوچھا جائے کہ اسے حاکم نے کس کے ذریعے نوازا ہے؟ یا کس کے ہاتھ یہ چیزیں بھیجی ہیں؟ تاکہ پوچھنے والا

جان سکے کہ کون سا خادِم یہ لے کر آیا، تو اس صُورت میں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ فُلاں خادِم کے ہاتھ یہ چیزیں بھیجی گئی ہیں۔ رہی یہ صُورت کہ مَحض حاکِم کی عَطاوبَخشِش کا اِظْہار مَقْصُود ہو تو بِن کسی کے پوچھے ہی یہ کہہ دے کہ حاکِم نے مجھے اپنے فلاں خادِم کے ذریعے نوازا ہے۔ تو یہ کلام بھی لَغْو ہے اور حاکِم کا نام لینے کے بعد خادِم کا نام لینے کی حاجَت باقی نہ رہی۔ اس لیے کہ مَقْصُود حاکِم کی عَطا کا اِظْہار ہے، لہٰذا خادِم کا تذکرہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ جو اس عَطاوبَخشِش کا سَبَب بنا۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو کھجور دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اسے لے لو، اگر تم اس کے پاس نہ آتے تو یہ تمہارے پاس آجاتی۔ [1] اس سے بھی معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ اِرشاد نہ فرمایا کہ یہ کھجور لے کر کوئی شخص تمہارے پاس آجاتا۔ اس لیے کہ اس کے تذکرے کی کوئی حاجَت نہ تھی۔

اسی طرح جب ایک شخص نے (توبہ کرتے ہوئے) یہ کہا کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں نہ کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں۔ [2] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:

---

[1] ....صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الحرص ومایتعلق بہ، ۵/۹۸، حدیث: ۳۲۲۹

[2] .... بظاہر اس رِوایَت سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ توبہ صِرف بارگاہِ خداوندی میں کرنی چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ دیگر روایات سے بارگاہِ خداوندی کے عِلاوہ بارگاہِ رسالت میں بھی توبہ کرنا ثابِت ہے۔ جیسا کہ مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی **مراۃ المناجیح، جلد6، ص197** پر ایک حدیث پاک کے جز اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ کے تحت فرماتے ہیں: توبہ اور دوسری عِبادات میں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے ساتھ حُضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو راضی کرنے کی نیّت کرنا بالکل جائز ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ (پ۱۰، التوبۃ: ۶۲، ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے۔) اور فرماتا ہے: وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پ۵، النسآء: ۱۰۰، ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا **اللہ** و رسول کی طرف ہجرت کرتا۔) صُوفِیا فرماتے ہیں کہ ہر گناہ میں **اللہ** تعالیٰ کی بھی ناراضی ہوتی ہے اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بھی: عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸، ترجمۂ کنزالایمان: جن پر تمہارا مَشَقَّت میں پڑنا گراں ہے۔) ہر گناہ سے دو حق تلفیاں ہوتی ہیں، لہٰذا ہر گناہ کی توبہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی کرے اور حُضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی بارگاہ میں بھی، دونوں ذاتوں سے مُعافی چاہیے۔ مزید نَقْل فرماتے ہیں کہ دونوں ذاتوں کی طرف رُجُوع کرنا مستقل ہے، کوئی کسی کے تابع نہیں۔

اس نے حَق دار کا حَق پہچان لیا۔[1]

تذکرۂ اَسباب کی وجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَسباب کا ذِکْر فرمایا تاکہ اَسْما کا تعلّق ان کے ساتھ قائم ہو اور ان اَسْما پر ثواب وعِقاب کے اَحْکام نافِذ ہوں، یہ مُناسِب نہ تھا کہ ان کا تذکرہ نہ کیا جاتا، ورنہ اَحْکام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب لوٹتے حالانکہ وُہی ہر شے کو پیدا کرنے والا اور ہر شے پر موت وارِد ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔ (لہٰذا یاد رکھئے) حاکم حُکْم دیتا ہے اور **مَحْکُوم** پر اس کے اَحْکام نافِذ ہوتے ہیں، یہی وہ سَبَب ہے جو مُردوں اور زندوں کے مَقام ومرتبہ کو ظاہر کرتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حاکم کے بجائے **مَحْکُوم** ہے اور نہ کوئی یہ سمجھے کہ وہ آمِر (حُکْم دینے والے) کے بجائے مَامُور (حُکْم بجالانے والا) ہے۔

سارے خزانے اسی کے ہیں

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) معلوم ہوا اَحْکام **مَحْکُوم** ومَامُور پر نافِذ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو **اللہ** کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (پ۱۴، النحل: ۹۶)

معلوم ہوا سب کچھ اس کے پاس اور اس کے خزانے میں ہے، البتہ! اس نے دنیا کی نِسْبَت ہماری طرف کر دی تاکہ ہم پر اَحْکام نافِذ ہوں اور ہم اس سے بے رَغْبَت ہو جائیں، جبکہ آخِرَت کی خُصُوصِیَّت اور فضیلت کی وجہ سے اس کی نِسْبَت اپنی جانِب کی تاکہ ہم اس میں رَغْبَت رکھیں۔

خلق ورزق کی نسبت

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تو مٹّی سے مُورت بناتا۔

---

[1] .... مسند احمد، مسند الکوفیین، حدیث الاسود بن سریع، ۵/ ۳۰۳، حدیث: ۱۵۵۸۷

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا (پ۴، النسآء:۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اس میں سے کھلاؤ۔

پہلی آیتِ مُبارَکہ میں بندے کو خالق کہا گیا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ہاتھ پر تخلیق کا فعل جارِی کرتا ہے اور دوسری آیتِ مُبارَکہ میں انہیں رِزْق دینے والا کہا گیا ہے کیونکہ بندوں کے ہاتھ پر ان کے گھر والوں کا رِزْق جارِی ہوتا ہے۔ چنانچہ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرے نزدیک یہ بات ایسے ہی ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حضرت سَیِّدَتُنا مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے یہ اِرشاد فرمانا ہے: ﴿ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾ (پ ۱۶، مریم:۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ ﴾ حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جانتی تھیں کہ محض ان کے ہِلانے سے کھجوریں نہ گریں گی اور نہ ان کا دَرَخْت کو ہِلانا کچھ اَثر رکھے گا، مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چونکہ ان کی کَرامت کا اِظْہار چاہتا تھا لہٰذا اس نے ان کے ہاتھ کو آلہ بنا دیا۔

پانی کے دونوں چشمے کیسے پھوٹے؟

اسی کی مِثْل فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (پ۲۳، ص:۴۲) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

چنانچہ دو۲ چشمے پھوٹے، ان میں سے ایک سے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام نے پانی پیا اور دوسرے سے غُسل فرمایا، مگر ان دونوں چشموں کو ظاہر کرنے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاؤں مُبارَک کا عَمَل دخل نہ تھا۔

اللہ کے سوا ہر شے باطِل ہے

لَبِید نے اپنے شِعْر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر شے کی نَفی کچھ یوں کی:

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ

ترجمہ: جان لو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب یہ شِعْر پڑھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: شاعِر کی یہ بات سب سے سچی ہے: **اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ**۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معلوم تھا کہ اَشیا میں واسطے اور اَسباب حَق اور سچ ہیں، پھر بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مذکورہ فرمان کے باوُجُود اَسباب کو اِختیار کرنے سے مَنْع نہ فرمایا، تاکہ توحید کو ترجیح دی جائے اور مُتوحِّد کی توحید کا اِظْہار ہو سکے۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ انبیا و رُسُل کو جھٹلانے اور آسمانی کتابوں کو نہ ماننے کے قریب کا دَور تھا، جب اَشیا کو ان کے مَعْدُوم ہونے کے بعد وُجُود کی دولت ملی اور وُجُود پانے کے بعد پھر ایک وَقْت ایسا آئے گا کہ وہ مَعْدُوم ہو جائیں گی تو گویا یہ اَشیا اس باطِل کے مُشابِہ ہیں جس کی اِبْتِدا میں کوئی حقیقت تھی نہ اِخْتِتام میں اس کا کوئی نِشان ہو گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اَوّل و آخِر اور اَزَلی و اَبَدی ہے، وہی حَق ہے اور اس کے سِوا کوئی بھی اس جیسا نہیں۔

اسباب کا مُسبِّب کے مقابل ہونا

جب اَسباب واسِطہ ہونے کے اِعْتِبار سے مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب عَزَّوَجَلَّ کے مُقابِل ہوں تو ان کی مِثال یوں دی جاسکتی ہے کہ قرآن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یوں فرماتا ہے، حالانکہ آپ اس کے بعد حضرت سَیِّدُنا نُوح عَلَیْہِ السَّلَام کا قول ذِکْر کریں یا حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کا یا کسی اور نبی کا۔ دونوں باتیں دُرُسْت ہیں۔ چنانچہ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا" تو اس سے مُراد یہ ہو گی کہ اس نے یہ بات سب سے پہلے کہی، وہ اپنے اَوصاف کے اِعْتِبار سے یہ بات کہنے والا اور اپنے عِلْم کی خَبَر دینے والا ہے، اس کا کلام وَقْت کے ساتھ خاص ہے نہ کسی جگہ میں مَحْدُود و حادِث۔ لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ "حضرت سَیِّدُنا صالِح عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشَاد فرمایا" یا کہتے ہیں کہ "حضرت سَیِّدُنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ اِرشَاد فرمایا" تو اس سے مُراد یہ ہو گی کہ یہ حَضْرات اس بات کو دوسری بار کرنے کا واسِطہ بنے ہیں اور ان کا یہ کلام حُدُوثِ اَوقات وظُہورِ اَسباب کی وجہ سے ہے، اسی طرح واسطوں کے مُعامَلہ میں اَسباب کی بھی حَیثیَّت ہے، یعنی یہ ثانَوی حَیثیَّت کے حامِل ہیں جبکہ اَوّل و مُبْدِی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ میں شرک کا شُبہ

یہی وجہ ہے کہ بدعتی لوگوں پر ایک شُبہ وارِد ہوا (کہ وہ اپنی جہالت کے باعث صِفاتِ باری تعالیٰ میں شرک کر بیٹھے)۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ قرآن بھی مخلوق ہے۔ وہ اس شُبہ میں مبتلا نہ ہوتے مگر انہوں نے اَحکَمُ الحاکمین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول سے قبل مخلوق کا قول تسلیم کیا اور ثابت کیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول سے پہلے قِیلًا یعنی مَنْقُول ہے، مَحذُوف ہے۔ (ایسا انہوں نے اس لیے کیا) کیونکہ وہ کلام کے قدیم ہونے کو نہ مانتے تھے، لہٰذا وہ اپنی جہالت کے باعث جس بات سے بھاگ رہے تھے اس سے بھی بڑی مصیبت کا شِکار ہو گئے، کیونکہ وہ اپنے گمان کے مُطابِق اس بات سے بھاگ رہے تھے کہ کہیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ کسی اور کو بھی قدیم نہ مان لیں، مگر وہ اپنے زُعمِ باطِل کی وجہ سے اس مصیبت کا شِکار ہو گئے کہ انہوں نے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا حادِث ہونا ثابت کیا، پھر اس کے قدیم ہونے کو حادِث قرار دیدیا۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان باتوں سے بُلند و بَرتَر ہے جو ظالِم و مُلحِد لوگ اس کے اَسمائے حسنیٰ و صِفاتِ حَمیدہ کے مُتعلّق کرتے ہیں اور صُبح و شام اسی کی پاکیزگی ہے۔ وہ لوگ اپنی جہالت کے باعث یہ نہ جان پائے کہ ان کا قول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول کے بعد ہے، گویا ان کا قول اس کے قول سے پیدا ہوا اور وُہی اس قول میں اوّل ہے اس اِعْتِبار سے کہ وُہی عِلم و قِدَم میں اَوّل ہے اور یہ لوگ اس قول میں ثانَوِی حَیثِیَّت رکھتے ہیں اس لِحاظ سے کہ ان کے اَفعال حادِث ہیں۔

اَسمائے باری تعالیٰ میں شرک کا شُبہ

یقین کی کمزوری کے باعث غافلین بھی شُبہ کا شِکار ہو گئے، اس لیے کہ انہوں نے رِزق دینے اور نہ دینے والوں کو فعل میں اوّل سمجھ لیا، اس طرح کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے ہاتھ میں انہیں رِزق دینے یا نہ دینے کے حکم کو ظاہِر فرمایا تو وہ انہیں ہی مُعطِی و مانِع سمجھنے لگے، کیونکہ (وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو واحِد و یکتا ماننے میں دَرَجۂ کَمال پر فائز نہ تھے بلکہ) ان کی توحید میں کمی تھی، لہٰذا انہوں نے اَسمائے باری تعالیٰ میں شرک کیا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ بدعتی لوگوں نے صِفاتِ باری تعالیٰ میں شرک کیا کہ وہ علمِ باری تعالیٰ کے اَزَلی ہونے کا مُشاہَدہ نہ کر سکے جیسا کہ کجی والے لوگ وَحدتِ باری تعالیٰ کی حقیقت کا مُشاہَدہ نہ کر سکے، مگر یاد رکھئے جن کے دِلوں

میں کجی اور کھوٹ ہے ان کا شرک ایک ایسی گمراہی ہے جو انہیں مِلَّت سے خارِج کر دیتی ہے، یعنی یہ شرکِ جَلی ہے جبکہ کمزور یقین والوں کا شرک مِلَّت سے غَفْلَت اور جَہَالَت کا باعث ہے، کیونکہ یہ شرکِ خَفی ہے۔

ایک حِکایَت میں ہے کہ ایک عالمِ ربانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے کسی شخص کے پیچھے نماز پڑھی، جب امام نے فَراغَت کے بعد انہیں نامُناسِب لِباس میں دیکھا تو پوچھا: حضرت! کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ٹھہرو! پہلے میں نے جو نماز تمہارے پیچھے ادا کی ہے اسے دوبارہ پڑھ لوں، پھر تمہیں جواب دوں گا (کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں)۔

اسی مفہوم میں ایک واقعہ یہ مَنْقُول ہے کہ ایک شخص مَسْجِد میں اِعتِکاف بیٹھ گیا، اس کا کوئی ذریعہ مَعاش بھی نہ تھا تو اس سے مَسْجِد میں نماز پڑھانے والے اِمام صَاحِب نے کہا: اگر تو کچھ کمائی کر کے زِنْدَگی گزارے تو یہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ مگر اس شخص نے کوئی جواب نہ دیا، دوسرے وَقْت میں اِمام صَاحِب نے دوبارہ اس سے یہی بات کہی تو وہ شخص بولا: مَسْجِد کے پڑوس میں رہنے والے ایک یہودی نے مجھے روزانہ دُو روٹیاں دینے کی ضَمانَت دی ہے، مجھے وُہی کافی ہیں اس لیے مجھے کام کاج کی حاجَت نہیں۔ اِمام مَسْجِد بولے: اگر وہ اپنی ضَمانَت میں سچا ہے تو تیرا مَسْجِد میں اِعتِکاف کرنا تیرے لیے اچھا ہے۔ اس پر وہ شخص بولا: جناب! اگر آپ مسلمانوں کے اِمام نہ ہوتے کہ جو ان کے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان واسِطہ ہے تو یہ آپ کے لیے زیادہ بہتر تھا۔ اس لیے کہ آپ اپنی توحید میں کامِل نہیں۔

فطانت کا لطف اور مخفی لطف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک صِدّیق کو اِلْہَام فرمایا: میری خاطِر فَطانَت کا اور مَخْفِی لُطف اِخْتِیار کر، کیونکہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ عَرض کی: اے میرے رب! فَطانَت کے لُطف سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اگر تجھ پر کوئی مکھی بھی گرے تو جان لینا کہ یہ میں نے گرائی ہے، لہٰذا مجھ سے ہی سوال کرنا کہ میں اسے تجھ سے دُور کروں۔ عَرض کی: اور مَخْفِی لُطف سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اگر گُھن لگا ہوا لوبیا تیرے پاس آئے تو جان لینا کہ میں نے تجھے اس کے ذریعے یاد کیا ہے۔

عام مومنین کے عقائد اور ان کا طرزِ عمل

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ ذِکر کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی مُعْطِی، مَانِع، ضَارّ اور نَافِع ہے اور وُہی خالق و رازِق ہے کہ جیسے چاہتا ہے، جب چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے نوازتا ہے، تو یہ بات عام مؤمنین کے عقائد و عِلْم میں ہے مگر ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمت جانتے ہیں نہ حاکم عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت رکھتے ہیں بلکہ ان باتوں کو اپنی عادات کی جانب منسوب کرنے لگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا رِزْق انہیں ان کی عادات کے مُطابِق ملے یا اس ذریعے سے ملے جس کو ان کی عقلیں پسند کریں، یعنی وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ انہیں ان کا رِزق عزّت و فخر، طُولِ اَمَل اور تکبُّر کے ساتھ ملے اور ذِلّت کے ساتھ، عاجِز جان کر اور ان کے فقیر و مسکین ہونے کی بنا پر نہ ملے۔ یہ لوگ اپنے اُمور کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کرتے ہیں نہ اس کی تدبیر و تقدیر پر راضی رہتے ہیں کہ وہ انہیں جیسے چاہے رِزْق دے اور جس کے ہاتھوں چاہے دے، لہٰذا وہ اس سلسلے میں مؤمنین کے اَخلاق اپنانے کے بجائے جابِر لوگوں کے اَخلاق اپنانے کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے کہ وہ مُشاہدۂ یقین سے دُور ہیں اور ان پر ان کا نَفْس غالب آ چکا ہوتا ہے، یہ بات جاننے کے باوُجُود کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی تمام مخلوق اور زمین کا مالِک ہے اور اسی کے لیے حمد و سَلْطَنت ہے، ان کے نُفُوس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر دوسروں سے اپنی اُمّیدیں باندھتے ہیں اور ان میں طَمَع رکھتے ہیں، بعض اَوقات مَضْبُوط حَقائق کی بنا پر فطری طور پر ان میں اِضْطِرَاب پیدا ہوتا ہے مگر ان کے دل مطمئن نہیں ہوتے بلکہ مَصائب و فاقے کا شِکار ہو کر وہ مزید پریشان ہو جاتے ہیں اور اپنے خالق کی خاطِر صَبْر اِخْتیار نہیں کرتے، چنانچہ اَسباب دیکھتے ہیں تو ان کی زبانوں پر مَدْح و خوشی کے تَرانے جاری ہو جاتے ہیں اور اگر کچھ نہ ملے تو مَذَمَّت و غم سے بھرپور باتیں کرتے ہیں، کیونکہ وہ غافِل ہیں اور انہیں اپنے عِلْم کا مُشاہدہ حاصِل نہیں، جو ان کے توحید میں ناقِص ہونے اور ان کے یقین کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔ ان کی مَعرِفت سنی سنائی باتوں پر مُشْتَمِل ہوتی ہے اور وہ مُشاہدہ کی مَعْرِفت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔

اہلِ یقین کا طرزِ عمل

اہلِ یقین بھی عام مؤمنین کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم اور اس کی قُدْرَت کو تسلیم کرتے ہیں، اس کی حِکْمَت کے جارِی ہونے اور مَخلوق پر ثواب وعِقَاب کے اَحْکام نافِذ ہونے کی وجہ سے واسِطوں اور اَسباب کو بھی مانتے ہیں، مگر وہ حُسْنِ یقین، قوّتِ مُشاہدہ، صَبْرِ جمیل اور حقیقتِ رَضا پانے کی وجہ سے عام مؤمنین سے بَرتَر ہیں، مصیبتوں اور فاقوں کے نُزول کے وَقْت ان کے دِل پُر سُکُون اور نُفُوس مطمئن رہتے ہیں، وہ اِبتلا و آزمائش میں ثابِت قَدَم رہتے ہیں، اس لیے کہ انہیں مُشاہدۂ باری تعالیٰ حاصِل ہوتا ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ وُہی جیسے چاہتا ہے مَخلوق کی تدبیر فرماتا ہے، چنانچہ وہ مَقامِ یقین پر فائز ہو جاتے ہیں اور ان کا حال تَوَکُّل اور نصیب رَضائے خداوندی ٹھہرتا ہے، یہ لوگ مَعانی کے حقائق سے نِکَل کر ان کے عُموم میں داخِل ہو جاتے ہیں۔

عام مؤمنین و اہلِ یقین کے دَرَجات میں فرق

عام مؤمنین فَرْض تَوَکُّل میں اَہْلِ یقین کے ساتھ شامِل ہیں، مگر اَہْلِ یقین ان سے آگے بڑھ کر ان سے بُلَند دَرَجات حاصِل کر لیتے ہیں اور یوں وہ تَوَکُّل کی فضیلت کے باعِث بُلَند مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں جبکہ عام مؤمنین اپنے مَقام پر ٹھہرے رہتے ہیں اور یوں اپنے یقین میں ٹھہراؤ اور اَسباب کے حِجاب میں ہونے کی وجہ سے بُلَندیوں پر فائز ہونے سے مَحْرُوم رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ؕ (پ ١١، ھود: ٣) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر فضیلت والے کو اس کا فَضْل پہنچائے گا۔

ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۶۳) ترجمۂ کنز الایمان: وہ اللہ کے یہاں دَرَجہ دَرَجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

کسی عالِم کا قول ہے کہ عام لوگوں پر اَسباب کا حِجاب پڑا ہوا ہے وہ بَس اسے ہی دیکھتے رہتے ہیں جبکہ خواص پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنا آپ ظاہِر فرما کر اَسباب کو ان سے دُور کر دیا ہے، وہ اب اَسباب کو دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہے ہوتے۔

یقین ظاہر کرنے والی تین۳ چیزیں

حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تین۳ چیزوں سے یقین ظاہر ہوتا ہے:

﴿1﴾ مقاماتِ ہَلاکت میں حَق پر قائم رہنے سے۔

﴿2﴾ نُزولِ آزمائش کے وَقت اَحکامِ الٰہی کو تسلیم کرنے سے۔

﴿3﴾ زَوالِ نِعمت کے وَقت قضائے الٰہی پر راضی رہنے سے۔

اِیمان کامل کرنے والی تین۳ باتیں

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مَنْقُول ہے جس میں تین۳ باتیں ہوں اس کا اِیمان کامل ہوتا ہے:

﴿1﴾ جب راضی ہو تو اس کی رَضامندی اسے باطِل کی طرف نہ لے جائے۔

﴿2﴾ جب غضب ناک ہو تو اس کا غَضَب اسے حَق سے رُوگردانی کی طرف نہ لے جائے۔

﴿3﴾ جب کسی شے پر قادِر ہو تو وہ شے نہ لے جو اس کی نہیں۔

کسب ومعاش کاتذکرہ

کسب توکل کے مَنافی نہیں

کَسْب اس شخص کے لیے نُقصان دہ نہیں جس کا تَوَکُّل دُرُست ہو اور اس شخص کے لیے بھی نُقصان دہ نہیں جسے اس کے مَقام ومرتبے سے گرائے نہ اس کے حال میں کسی قِسم کی کمی کا باعث بنے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ (پ۳۰، النبا: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔

ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے اس میں زِنْدَگی کے

تَشۡكُرُوۡنَ ﴿١٠﴾ (پ٨، الاعراف: ١٠) اَسباب بنائے بہُت ہی کم شُکر کرتے ہو۔

سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی اور دھوکا و خِیانت سے پاک تجارت سے کھائے۔ [1]

مزدور تاجر سے افضل ہے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن اپنے ہاتھ سے کام کرنے والے کو تاجر سے زیادہ اور تاجر کو بیکار اور فارِغ شخص سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص فارِغ رہے، یعنی اپنے دُنیاوِی مُعامَلات میں مَصروف ہو نہ آخِرت کے مُعامَلات میں مشغول ہو۔

شرطِ ایمان اور وصفِ اسلام

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ تَوَکُّل اِیمان کی شَرْط اور اِسلام کا وَصْف ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ ﴿٨٤﴾ (پ ١١، یونس: ٨٤) ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو اگر اِسلام رکھتے ہو۔

اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے اور اِسلام لانے میں تَوَکُّل کو شَرْط ٹھہرایا گیا ہے، چنانچہ اگر مُتَوَکِّل کا حال یہ ہو کہ جو مُیَسَّر آئے اس میں تَصَرُّف کرلے اور اَسباب میں داخِل ہو جائے:

- مگر اس تَصَرُّف میں اس کی نِگاہیں مُسَبِّبُ الْاَسباب عَزَّوَجَلَّ پر مَرْکُوز رہیں۔
- وہ اس پر اِعْتِماد کرتا ہو۔

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع، باب فی الکسب، ٥ / ٣٧٢، حدیث: ٢، مفہوماً

✿ اس کا اپنی ہر حَرَکت (کی تکمیل) میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر کامِل یقین ہو۔

✿ پروردگار اسے جس حالَت میں رکھے، اس میں اپنے پروردگار کو ہی اپنا سَبَب جانے۔

✿ ہر اس حالَت میں زِندَگی بَسر کرے جس میں اس کا پروردگار اسے رکھے اور اس کے لیے زِندَگی گزارنے کا سَبَب بنا دے۔

✿ وہ اس بات سے بھی خُوب آگاہ ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَشیا کو اپنی مخلوق کے لیے نَفْع بخش بنایا اور انہیں اپنی حِکْمَت کے خزانے اور رِزْق کی کنجیاں قرار دیا ہے۔

✿ اسے قَلْب کی یَکْسُوئی حاصِل ہو۔ ✿ اس کی سوچیں مُنْتَشِر نہ ہوں۔

✿ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّتوں کی پیروی کرنے والا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صَحابہ و بُزرگانِ دین کے نقشِ پا پر چلنے والا ہو۔

✿ وہ عَیْش و نعمتوں سے بھرپور زِندَگی کو چھوڑ چکا ہو۔

جس شخص میں مذکورہ باتیں پائی جائیں وہ کَسْب و تَصَرُّف میں اس شخص سے اَفضل ہے جس کے تَوَکُّل میں کوئی خرابی آئے اور وہ اس کے پاس ہی ٹھہر جائے۔

ترکِ کسب میں آفت کے نزول کے وقت کیا کرے؟

کسی عالِم کے مُتعلّق مَروِی ہے کہ انہوں نے 40 سال تک کوئی کام کاج نہ کیا پھر ایک بار انہیں پاؤں سے (چکّی چلا کر) آٹا پیستے دیکھا گیا تو عَرض کی گئی: آپ نے تو کام کاج چھوڑ دیا تھا، اب یہ کمائی کیوں کرنے لگے؟ اِرشاد فرمایا: اے شخص! جب ہم تَوَکُّل کی عزّت سے دُور ہوئے تو دوسروں کے پاس مَوجُود مال کی طرف دیکھنے کی ذِلّت پر صَبر نہ کر سکے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہر وہ شخص جس پر تَرکِ کَسْب کی صُورَت میں کسی آفَت کا نُزول ہو تو اسے چاہیے کہ کوئی پیشہ اِختیار کرلے مگر جو شخص مَقامِ یقین پر فائز ہو وہ اس آفَت کا ڈٹ کر مُقابلہ کرے اور کَسْب میں مَصروف نہ ہو۔

کسب کیوں بہتر اور توکل کس کے لیے جائز وافضل ہے؟

کَسب مخلوق کی جانب دیکھنے اور ان میں طَمَع رکھنے یا مانگنے کا عادی بن جانے سے بہتر ہے کہ کسی راستے پر چلنے والا شخص آخر مَنزِل تک پہنچ ہی جاتا ہے اگرچہ راستہ طویل ہی ہو۔ تَوَکُّل اسی شخص کے لیے جائز ہے جو اپنے پروردگار پر بھروسا کر کے بیٹھ رہے اور اس کے کَرَم کو دیکھتا رہے، بلکہ ایسے شخص کے لیے تَوَکُّل اَفضل ہے جو اپنے تَوَکُّل میں دُرُست ہو یعنی اس کا دِل مخلوق کی یاد سے خالی اور خالق کی یاد میں مَشْغُول ہو، یہ قُربِ خداوندی کے حُصُول کا (بڑا آسان) راستہ ہے اور اس راستے پر چلنے والا ہی مُقرَّب کہلاتا ہے۔

البتہ! جو شخص (بظاہر تَوَکُّل کا دامَن تھام کر) کَسب کو چھوڑ دے لیکن

❀ ⇐ مخلوق کے مال میں طَمَع رکھے ❀ ⇐ نَفْس کی آسُودگی چاہے

❀ ⇐ لوگوں سے مانگنا پسند کرے اور ❀ ⇐ نفسانی خواہش کی پیروی کرے

تو ایسا شخص تَوَکُّل کے راستے پر نہیں بلکہ وہ جس راستے پر چل رہا ہے وہ راستہ اسے مَنزِل سے قریب لے جائے گا نہ اس سے دُور، اس لیے کہ وہ شخص راہِ حَق پر ثابِت قَدَم رکھنے والے اُصولوں اور قوانین کی خِلاف وَرزِی کرنے والا ہے۔

کما کر کھانا مانگنے سے بہتر ہے

مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تم میں سے کسی کا اپنا کلہاڑا اور رسی لے کر لکڑیاں کاٹنے کے لیے پہاڑ پر جانا تاکہ کچھ (کما کر) کھائے اور صَدَقہ بھی کرے اس شخص سے بہتر ہے جو لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرے اور وہ چاہے اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔ [1]

مخلوق سے مستغنی ہونے کا حکم

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا:

---

[1] ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ۱/ ۴۹۷، حدیث: ۱۴۷۱، بدون: فاسه

بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ: "لا یسالون الناس الحافا" وکم الغنی، ۱/ ۴۹۹، حدیث: ۱۴۸۰، بدون: فاسه

لوگوں سے مُستغنِی ہو جاؤ، خواہ مِسْوَاک چبا کر ہی ہو۔[1]

جنّت کی ضمانت

سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص مجھے ایک وَصف کی ضَمانَت دے میں اسے جنّت کی ضَمانَت دیتا ہوں، (اور وہ وَصف یہ ہے کہ) وہ لوگوں کے سامنے دَستِ سوال دراز نہ کرے۔[2]

ترکِ کسب پر طعن کی مذمّت

ہمارے ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جو شخص کَسْب کو پسند نہ کرے تو گویا اس نے سُنّت پر طَعْن کیا اور جو کچھ کمانے کے بجائے ویسے ہی بیٹھ جائے تو گویا اس نے توحید پر اِعْتِراض کیا۔

سرکار نے کسی کو منع نہ فرمایا

مزید فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لوگوں کے پاس بھیجا تو اس وَقْت بھی آج کی طرح کئی قِسْم کے لوگ تھے: ✿ ان میں سے بعض تاجِر تھے تو بعض کاریگر اور بعض کچھ بھی نہ کرتے تھے ✿ بعض لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے والے بھی تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو لوگوں سے کچھ نہ مانگتے تھے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی تاجِر کو تِجارَت تَرْک کرنے کا حُکْم اِرشَاد فرمایا نہ کسی کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جانے والے شخص کو کمائی کرنے اور محنت مَزْدُوری کرنے کا حُکْم دیا۔ بلکہ مانگنے والے کسی شخص کو دستِ سوال دراز کرنے سے بھی نہیں روکا، البتہ! آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ان کے تمام اَحْوَال میں اِیمان و یقین کو پیشِ نظر رکھنے کی دَعْوَت دی اور ان کے تدبیر والے مُعامَلات کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رَحْم وکَرَم پر چھوڑ دیا۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے حال کے مُطابِق عَمَل کیا۔

---

[1] ......مسند بزار، مسند ابن عباس، ۱۱/۱۰۶، حدیث: ۴۸۲۴

[2] ......مسند احمد، حدیث ثوبان، ۸/۳۲۸، حدیث: ۲۲۴۶۸

کس کے لیے ترکِ کسب منع ہے؟

کسی مُتوکِّل کا قول ہے کہ جو شخص بھوک پر تین دن تک صَبر نہیں کر سکتا مجھے ڈر ہے کہ جب وہ کمائی کا کوئی ذریعہ پائے گا تو کام کاج چھوڑنے پر مزید قُدرت نہ رکھ پائے گا۔

مزید اِرشاد فرماتے ہیں کہ جس نے (کَسب کے) اَسباب کو تو خَتم کر دیا مگر اس وجہ سے اس کا دل کمزور ہو جائے یا اس کا دل اَسباب کی عَدم مَوجُودگی سے زیادہ ان کی مَوجُودگی سے راحت پائے تو ایسے شخص کے لیے کَسب چھوڑ کر بیٹھ جانا دُرُست نہیں، اس لیے کہ اس صُورت میں وہ غَیْرُ اللہ کا مُنْتَظِر رہے گا۔

ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جو شخص نو دن تک فاقے کا شِکار ہو اور پھر اس کے دِل میں مخلوق میں طَمَع کا خَیال پیدا ہو یا وہ کسی بندے کی طرف مائل ہو تو ایسے شخص کے لیے بازار (میں کمائی کرنا) مَسْجِد (میں بیٹھ کر عِبادت کرنے) سے اَفضل ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو (بظاہر توکُّل کر کے) گھر میں بیٹھ جائے مگر اس کا دل دروازے کی دستک پر لگا رہے کہ کب کوئی کسی سَبَب سے دروازے پر دستک دے (یعنی کوئی کچھ لے کر آئے)۔

کس کے لیے ترکِ کسب جائز ہے؟

ہمارے ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جب کسی بندے کے نزدیک سَبَب کا پایا جانا اور نہ پایا جانا یکساں حَیثِیَّت اِخْتِیار کر جائیں۔ بلکہ سَبَب کے نہ پائے جانے پر اس کا دِل زیادہ مطمئن ہو اور یہ بات اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافِل کرے نہ اس کی سوچوں میں اِنتشار کا باعث بنے تو ایسے شخص کے لیے کَسب نہ کرنا اور (اپنے رب پر توکُّل کر کے) بیٹھ جانا اَفضل ہے تا کہ وہ اپنے حال میں مشغول رہے اور زادِ آخِرت جَمْع کرتا رہے۔ اس شخص کا توکُّل میں مَقام دُرُست ہے۔

توکل کب درست ہوتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عَرض کی گئی: بندے کے لیے توکُّل کب

دُرُشت ہوتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جب اس کے جِسْم میں کوئی تکلیف پیدا ہو اور اس کے مال میں کمی واقع ہو جائے مگر وہ اس کی طرف تَوَجُّہ دے نہ اس پر غم زدہ ہو، بلکہ اپنے حال میں مَشْغُول رہے اور اَحکامِ خداوندی کی بجا آوری کو پیشِ نَظر رکھے۔

توکل کے آداب

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ مُتَاَخِّرِین میں سے مُتَوَکِّلِین کے اِمام ہیں، اِرشَاد فرماتے ہیں: تین۳ مَقامات پر زادِ راہ ساتھ رکھنا آدابِ تَوَکُّل میں سے ہے: مَسْجِد میں بیٹھنا، کشتی میں سوار ہونا اور قافلے کے ساتھ سَفَر کرنا۔

جب ذریعہ معاش نہ ہو تو

حضرت سَیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

- جب عالِم کا کوئی ذریعہ مَعاش نہ ہو تو وہ تاریکی کا نُمائندہ بن جاتا ہے۔
- جب عابِد کا کوئی ذریعہ مَعاش نہ ہو تو وہ اپنے دین کو بیچ کر کھاتا ہے۔
- اور جاہِل کے پاس ذریعہ مَعاش نہ ہو تو وہ فاسِقوں کا سفیر بن جاتا ہے۔

لوگوں کی تین۳ اَقسام

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگ تین۳ طرح کے ہیں:

﴿1﴾ وہ لوگ جن کی فِکْرِ آخِرَت انہیں دُنیاوِی مَعاش سے غافِل کر دیتی ہے، یہ کامیاب ہونے والوں کا دَرَجہ ہے۔

﴿2﴾ وہ لوگ جن کی دُنیاوِی مَعاش فِکْرِ آخِرَت کی خاطِر ہوتی ہے، یہ نجات پانے والوں کا حال ہے۔

﴿3﴾ وہ لوگ جن کی دُنیاوِی مَعاش انہیں فِکْرِ آخِرَت سے غافِل کر دیتی ہے، یہ ہَلاک ہونے والوں کی صِفَت ہے۔

فرمانِ شیرِ خدا اور اس کی وضاحت

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ رِزْق دو۲ طرح کا ہوتا ہے:

- ایک رِزْق وہ ہے جو تمہیں تلاش کرتا ہے۔
- اور دوسرا رِزْق وہ ہے جسے تم تلاش کرتے ہو۔

کسی عالِم نے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس فرمان کی وَضَاحت کچھ یوں کی ہے کہ وہ رِزْق جو تمہیں تلاش کرتا ہے اس سے مُراد تمہاری غِذا و خوراک ہے اور وہ رِزْق جسے تم تلاش کرتے ہو اس سے مُراد تملیک کا رِزْق ہے یعنی وہ رِزْق جو خوراک سے زائد طَلَب کیا جاتا ہے۔

توکل کے تین۳ مقام

حضرت سَیِّدُنا ابو یَعْقُوب سُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی تَوَکُّل میں ایک خاص مَقام کے حامِل ہیں، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِرشَاد فرماتے ہیں: (تَوَکُّل میں تین۳ مقام ہیں) عام، خاص عام اور خَاصُ الْخاص۔ چنانچہ،

(1) جو شخص اَسباب میں داخِل ہو کر عِلْم کا اِستِعمال کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل بھی رکھے مگر یقین میں پختہ نہ ہو تو یہ مَقام عام ہے۔

(2) جس نے اَسباب کو چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کیا اور یقین میں بھی پختہ ہو تو یہ مَقام خاص عام ہے۔

(3) جس نے یقین کے پائے جانے کی بنا پر اَسباب سے دُوری اِختِیار کی، پھر اَسباب میں داخِل ہو کر دوسروں کی خاطِر تَصَرُّف کیا تو یہ مَقام خَاصُ الْخَاص ہے۔

دوسروں کی خاطِر اسباب اِختیار کرنے والے

یہ طبقہ اُولیٰ کے صحابہ کِرام یعنی عَشَرَۂ مُبَشَّرہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وغیرہ کا وَصْف ہے۔ یقین نے انہیں دنیا سے دُور کیا تو عِلْم نے انہیں دوسروں کی خاطِر اَسباب اِختِیار کرنے پر مجبور کر دیا اور یوں عِلْم کے سَبَب انہوں نے یقین کی حقیقت کا اِحاطہ کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا کہ

خواص[1] کا دوسروں کی خاطر اَسباب اِختیار کرنا ان پر دوسروں کے اَحوال وارِد کرتا ہے اور یوں انہیں ان کا رِزْق پہنچانے والا بنا دیا جاتا ہے، لہٰذا وہ ان کی خاطر اَسباب میں تصرُّف کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ان اَسباب سے کوئی تعلّق نہیں رکھتے۔

شیخ ابو جعفر حدّاد کا توکل

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی کے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو جعفر حدّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد کا شُمار بھی مُتوکِّلین میں ہوتا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے 20 سال تک اپنا توکُّل چھپائے رکھا اور بازار سے بھی جُدا نہ ہوا، میں روزانہ ایک دینار یا 10 دِرْہَم کماتا مگر رات ایک دانِق (یعنی دِرْہَم کے چھٹے حصّہ) کے ساتھ بَسَر کرتا نہ قِیراط[2] سے راحت پاتا، بلکہ اتنا بھی نہ بچتا کہ حمّام چلا جاتا اور رات ہونے سے پہلے پہلے سب کچھ خود سے جُدا کر دیتا۔

شیخ کی مَوجُودگی میں کلام کرنا

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی اپنے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو جعفر حدّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد کی مَوجُودگی میں توکُّل کے بارے میں کوئی کلام نہ کیا کرتے تھے، بلکہ اِرشاد فرماتے: مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا آتی ہے کہ میں ان (یعنی اپنے شیخ سَیِّدُنا ابو جعفر حدّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد) کی مَوجُودگی میں توکُّل کے مُتعلّق کلام کروں۔

بھیک مانگنا کیسا؟

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فُقَرا کے نُفُوس کو پاک کرنے اور ان کا رُخ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف کرنے کے لیے انہیں کچھ دینے میں اس بات کو شَرْط قرار دیا ہے کہ وہ خود کچھ مانگیں نہ کسی کی طرف اس غَرَض کے لیے دیکھیں۔ اس لیے کہ کسی فقیر شخص کے مانگنے میں ذِلّت اور دنیا کی حِرْص

---

[1] ...... خَواص اصل میں خاص کی جَمْع ہے، چنانچہ اُردو لُغَت میں ہے کہ خَواص سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہیں عِلْم و فَضْل یا اَثَر و اِقْتِدار وغیرہ کی بنا پر عام لوگوں سے اِمْتِیاز حاصِل ہو، خاص لوگ یا بندے (جو عوام سے ممتاز ہوں)۔ (اردو لغت، ۸/ ۷۳۶)

[2] ...... عموماً دینار کے بیسویں حصّے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصّے کو، بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصّے کو قیراط کہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۶۸)

پائی جاتی ہے اور جب وہ بندوں کی طرف اپنی حاجت بر آری کے لیے دیکھتا ہے تو اس کے دل میں اُس شے کا طَمَع پیدا ہوتا ہے جو طَمَع کے قابِل نہیں ہوتی، نیز اس کی نِگاہ کا مرکز غیرُ الله بن جاتا ہے، گویا وہ گھر میں دروازے سے داخِل نہیں ہوا (یعنی اس نے غَلَط راہ اِختیار کی ہے)۔ جیسا کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرَت نشان ہے: لوگوں سے مانگنا فَوَاحِش (یعنی بُری باتوں) میں سے ہے، اس کے عِلاوہ کسی فُحش بات کو جائز قرار نہیں دیا گیا۔[1]

جو جیسا چاہتا اسے ملتا ہے

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: جو غِنا چاہتا ہے الله عَزَّوَجَلَّ اسے غنی کر دیتا ہے، جو پاک دامَنی چاہتا ہے الله عَزَّوَجَلَّ اسے عِفَّت و پاک دامَنی عَطا فرماتا ہے[2] اور جو اپنے نَفْس پر سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو الله عَزَّوَجَلَّ اس پر فَقْر کا دروازہ کھول دیتا ہے (یعنی پھر وہ مانگتا ہی رہتا ہے)۔[3]

ہدیہ قبول کرنے کے آداب

سچے فُقَرا کو ہدیہ و تُحفہ قبول کرنے کی اِجازَت دی گئی ہے، اس لیے کہ جب انہوں نے اپنے تزکیہ نَفْس اور الله عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل کی خاطِر دوسروں سے مانگنا اور ان کی طرف دیکھنا چھوڑا تو اس کے بدلے میں ان کے لیے ہدیہ و تُحفہ قبول کرنا مُسْتَحَب بنا دیا گیا۔ جیسا کہ اَہْلِ بَیْت کے لیے مالِ غنیمت میں سے خُمس لینا تو جائز ہے مگر ان کی عَظمَت و شَرافت اور فضیلت کے باعِث صَدَقہ ان پر حَرام ہے۔

نفس کی خاطِر کچھ نہ لینا

حضرت سَیِّدُنا احمد بن حَنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْاَوَّل نے حضرت سَیِّدُنا ابو بکر مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی کو کسی (مزدور) فقیر کو کچھ رَقَم دینے کا حُکم اِرشَاد فرمایا جو اس کی اُجرَت سے زائد تھی مگر اس نے قبول نہ کی۔ لیکن

---

[1] ......الحاوی للفتاوی، کتاب الادب والرقاق، آخر العجاجۃ الزرنبیۃ فی السلالۃ الزینبیۃ، ۲/۴۲

[2] ......نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من الملحف، ص ۴۲۷، حدیث: ۲۵۹۲

[3] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، ۴/۱۴۵، حدیث: ۲۳۳۲

جب وہ مڑ کر چل دیا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سَیِّدُنا مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے اِرشَاد فرمایا: اس کے پیچھے جا کر اسے یہ دے آؤ، اب یہ یقیناً لے لے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے جالیا اور رَقَم پیش کی تو اس نے قبول کرلی، واپَس آکر انہوں نے حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاَوَّل سے اس بارے میں عَرض کی کہ اس نے پہلے اِنکار کر دیا تھا، پھر دوسری بار پیش کرنے پر کیوں قبول کی؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: پہلی بار اس کی نِگاہیں اس رَقَم کی طرف مائل ہو گئی تھیں چنانچہ اس نے قبول کرنے سے اِنکار کر دیا اور ایسا کر کے اس نے اچھّا کیا مگر جب واپَس مڑ کر چلا اور اس کا نَفْس اس رَقَم سے مایُوس ہو گیا تو بعد میں اس لیے اس نے رَقَم لے لی۔

صوفی پیشہ ور نہیں ہوتا

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خوّاص رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خود کو جب کسی بندے کی عَطا کی طرف مائل پاتے یا آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس بات کا خَدْشہ محسُوس کرتے کہ نَفْس اس کا عادِی ہو جائے گا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کچھ بھی قبول نہ کرتے، بلکہ اِرشَاد فرماتے: صُوفی پیشہ وَر نہیں ہوتا۔

یہ سب باتیں اس صُورت میں اَچھّی ہیں جب بندہ اکیلا ہو اور شادی شُدہ نہ ہو۔ البتہ! جو شخص بال بچوں والا ہو اس کے لیے اس مُعامَلے میں گنجائش ہے اور اس کے اپنے اَہْل و عَیال کے لیے کسی سے کوئی چیز لینے میں کوئی حَرَج نہیں جیسا کہ وہ دوسروں کے لیے لے لیتا ہے، اس لیے کہ اس کے اَہْل و عَیال اس کے پاس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَیال ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اس کے سُپُرد کر کے ان کے رِزْق کو اس کے ہاتھ پر جاری فرمایا ہے، اب اگر اس نے ان کی خاطر رِزْق تلاش کیا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے جو حُقُوق اس پر لازِم کیے ہیں ان کی ادائیگی کے لیے کوشش کی تو اس کے حال میں کوئی کمی نہ ہو گی بلکہ ایسا کرنا اس کے حال میں اِضافے کا باعِث بنے گا۔

کاروبار توکل کے مَنافی نہیں

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا سَعد بن رَبیع اَنصاری

اور حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الرَّحْمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا کے درمیان مُواخات قائم فرمائی تو حضرت سَیِّدُنا سَعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے اپنے مُہاجِر بھائی یعنی حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے عَرض کی: میں آپ کو اپنے مال اور اہل میں نِصف کا حِصّے دار بناتا ہوں۔ مگر حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے فرمایا: (اے میرے بھائی!) اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو آپ کے اہل اور مال میں بَرَکتوں سے نوازے، مجھے آپ بازار کا راستہ بتادیجئے۔[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے اس دن کام کیا اور شام کو گھی اور کچھ پنیر لے کر واپس آئے۔ اگر بازاروں میں کام کرنا توَکُّل میں کمی کا باعِث بنتا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کبھی ایسا نہ کرتے تاکہ ان کے توَکُّل میں کوئی کمی نہ ہو، حالانکہ آپ مُتوَکِّلین کے اِمام بھی ہیں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے نَفۡس کو مَشَقَّت میں ڈالنا پسند کیا اور عَیش والی زِنۡدَگی پسند نہ کی۔ جیسا کہ سرورِ کائنات، فَخۡرِ موجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے اِرشاد فرمایا: نعمتوں سے بھرپور زِنۡدَگی سے بچنا! کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے نعمتوں سے لُطف اندوز ہونے والے نہیں ہوتے۔[2]

ننگے پاؤں چلنا

حضرت سَیِّدُنا فَضَالَہ بِن عُبَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ مِصر کے گورنر تھے، ایک بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کو پراگندہ بال، پریشان حال اور ننگے پاؤں دیکھا گیا تو عَرض کی گئی: آپ اس حالَت میں کیوں ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں آرام دہ زِنۡدَگی بَسر کرنے سے منع فرمایا اور حکم اِرشاد فرمایا کہ بعض اَوقات ہم ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔[3]

---

[1] ......مسند بزار، مسند انس، ۱۳/ ۲۸۸، حدیث: ۶۸۶۳
بخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ: فاذا قضیت الصلاۃ... الخ، ۲/ ۴، حدیث: ۲۰۴۹

[2] ......مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/ ۲۵۷، حدیث: ۲۲۱۶۶

[3] ......ابو داود، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ ۴/ ۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۰

ایثار کرنا

حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اَنصاری بھائی کے اِیثار پر اس بات کو ترجیح دی کہ جس سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے بھائی کے حَق کی دیکھ بھال سے بَری ہو جائیں۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِیثار کو پسند فرماتا ہے اور اس نے اِیثار کرنے والوں کے اَوصاف بھی بیان کئے ہیں۔

حقوق کی ادائیگی میں کچھ پروا نہ کرنا

حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی بُلند مرتبے والے، اِماموں کے اِمام یعنی امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے کپڑوں کی گٹھڑی بَغَل میں دبائی اور بازار میں جا کر بیچنے کے لیے آوازیں لگانے لگے، خِلافت کا اہل ہونے کی بنا پر یہ مُعامَلہ ان کے کامل حال پر دَلالَت کرتا ہے، یہاں تک کہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جَمْع ہو گئے اور انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس طرح تِجارَت میں مَشْغُول ہونے کو اچھّا نہ جانا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: مجھے میرے اہل وعَیال سے غافِل نہ کرو، اگر میں ان کا حَق ادا نہ کر سکا تو دیگر لوگوں کے حُقُوق کو ان سے زیادہ ضائع کرنے والا بن جاؤں گا۔ (مگر صحابہ نہ مانے) بلکہ انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے ایک عام مسلمان گھرانے کے برابر وَظِیفہ مُقرَّر کر دیا، نہ اس سے زیادہ نہ کچھ کم، جب تمام لوگ اس بات پر راضی ہو گئے اور سب کا اِتّفاق ہو گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسلمانوں کے مَصالح میں مَصروفِیَّت کے سَبَب تِجارَت تَرْک کر دی۔

دیکھا آپ نے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر ان کے اہل وعَیال کے جو حُقُوق لازِم کئے تھے، انہوں نے کس طرح ان کی ادائیگی کو ترجیح دی؟ اور اپنے مرتبے کی بُلندی کے باوُجُود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے حُصُول کے لیے تَواضُع سے کام لیا اور اپنی نِگاہوں میں مخلوق کو کوئی اَہَمِیَّت نہ دی، یہاں تک کہ تمام مسلمانوں نے اس بات کو اَچھّا نہ جانا (اور ماہانہ وظیفہ مُقرَّر کر دیا) تو ایک نئے حکم کی وجہ سے تِجارَت تَرْک کی۔

توکل کا تعلق کب تک کسی حکم سے قائم رہتا ہے؟

یاد رکھئے کہ تَوَکُّل کا تعلّق پہلے حُکْم کے ساتھ اس وَقْت تک برقرار رہتا ہے جب تک کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ بندے کے لیے کوئی اور راہ نہ کھول دے، (اور جب کوئی دوسری راہ کھل جائے تو) اس پر دوسری راہ کو اپنانا لازِم ہو جاتا ہے۔

اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنا

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن میں سے ایک عالم کے پاس لوگ جمع ہو جاتے تاکہ وہ انہیں وَعظ کریں تو وہ فرمایا کرتے: اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میرے اہل وعَیال کو سبزی کی ضَرورت ہے تو میں تمہیں وَعظ نہ کروں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ نفسانی خواہشات کو پسند کرنے والے لوگ اپنے کام نہ کرنے کا عُذْر اور اپنے نَفْس (کی تن آسانی) کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ مُتَوَکِّلین کام کرنا پسند نہیں کرتے۔ (چنانچہ ضَرورت اس اَمْر کی ہے کہ) عُلَمائے کِرام دین کی باتیں خوب کھول کر اور عِلْم کی حقیقت کو دلائل کے ساتھ خُوب واضِح کریں۔

کسب اور اَسبابِ کسب کی حیثیت

کَسْب اور اَسبابِ کَسْب ہی وہ راستے ہیں جن کے ذریعے **الله** عَزَّوَجَلَّ اپنی عطاؤں کی بارِش اور رِزق سے نوازتا ہے، یہ دونوں یعنی کَسْب اور اسبابِ کَسْب بذاتِ خود کسی کو نوازتے ہیں نہ رِزْق پہنچاتے ہیں، ان کی حَیْثِیَّت وُہی ہے جو لوگوں میں سے کسی واسطہ بننے والے شخص کی ہوتی ہے۔ چنانچہ،

- اَسباب کا اِستِعمال کرنے والا مُتَوَکِّل شخص اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ ہی اسے (اپنی نعمتوں سے) نوازنے والا اور (اپنی حِکْمَت کی بنا پر) نعمتوں کو روکنے والا ہے۔
- اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ ہی مُسَبِّبُ الاَسْباب اور رازِق ہے، وُہی اَوّل، وُہی آخر ہے، وُہی دلوں کو ایک حالَت سے دوسری حالَت میں پھیرتا ہے۔
- اس کے دل کی نِگاہیں رِزْق بانٹنے والے کے مُشاہَدے میں مَصروف رہتی ہیں۔

❁⇐ اس کا نَفْس قِسْمت پر مطمئن ہوتا ہے۔

❁⇐ دل قناعَت کرنے والا اور جو کچھ قِسْمت میں لکھ دیا گیا ہے اس پر راضی رہتا ہے۔

❁⇐ جِسْم اس مَعْلُوم شے میں مُتَحَرِّک رہتا ہے جس کی جانِب اس کی تَوَجُّہ مَبْذول کرائی گئی اور جسے اس کا سَبَب بنایا گیا۔

❁⇐ وہ اپنے مَقام و مَرتبے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت کو خوب جانتا ہے۔

❁⇐ اپنے حال پر اور جن باتوں کی تکمیل کا اس سے مُطالَبہ کیا گیا اور جو اس پر لازِم کی گئیں وہ ہر حال میں ان کی ادائیگی پر راضی رہتا ہے۔

مُتَوَکِّل کے لیے عیب کا باعث باتیں

دَرج ذیل باتیں مُتَوَکِّل کے لیے عیب کا باعِث بنتی اور اسے تَوَکُّل کی حَد سے باہَر نِکال دیتی ہیں:

❁⇐ کَثْرتِ مال کے حُصُول کے لیے شُبْہات والی کمائی کرنا۔

❁⇐ ذخیرہ کرنے اور بڑائی ظاہِر کرنے کے لیے مال کمانے کی کوشش کرنا۔

❁⇐ عِلْم جس شے سے منع کرے اس کی یا ناپسندیدہ شے کی طَلَب میں حریص ہونا۔

❁⇐ اپنی مرضی کے نامُوافِق تقدیر پر ناراض ہونا۔

❁⇐ باہم لین دین کے مُعامَلات میں دھوکا و فریب سے پیش آنے والے شخص کو نصیحت نہ کرنا۔

❁⇐ مخلوق کی طرف مائل ہونا۔ ❁⇐ کسی سَبَب میں طَمَع رکھنا۔

یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کی مَوجُودَگی میں تَوَکُّل دُرُسْت نہیں۔

وہ تجارت میں مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں

ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص بازار میں کمائی کے لیے داخِل ہو اور اسے اپنا دِرْہَم دوسروں کے دِرْہَم سے زیادہ مَحْبُوب ہو تو وہ تِجارَت میں مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا یہ بات ان کے نزدیک اسے تَوَکُّل سے نِکال دے گی۔

بندے پر آفات و مصیبتوں کا نزول

عِلْم کی کمی یا نَفْسانی خواہش کے غَلَبہ کی وجہ سے بندے پر آفات و مصیبتوں کا نُزول اسے تَوَکُّل سے نِکال دیتا ہے۔ مثلاً

- وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے) لوگوں پر بھروسا کرنے لگتا ہے یعنی ان میں طَمَع رکھتا ہے یا ان کے سامنے تَصَنُّع اور بَناوَٹ سے کام لیتا ہے۔
- وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے) اپنی جِسْمانی صِحَّت اور دائمی تَنْدُرُسْتی پر بھروسا کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے محنت و کوشِش کے بغیر رِزْق نہیں ملے گا۔
- وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے) اپنے مال پر زیادہ بھروسا کرتا ہے، اس طرح کہ اسے اپنے مال پر اس قَدْر یقین واِعْتِماد ہوتا ہے کہ وہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اگر وہ فقیر ہوگیا تو اس کا رِزْق بھی خَتْم ہو جائے گا۔ اس کی عَلامَت یہ ہے کہ وہ مال پر بُخْل سے کام لیتا ہے اور اس لیے جَمْع کرتا رہتا ہے کہ یہ مال فلاں کام کے لیے اور یہ مال فلاں کام کے لیے ہے۔

یہ باتیں بندے کو تَوَکُّل سے نِکال دیتی ہیں اور بسا اَوقات یہ باتیں اس قَدْر مَخْفِی اور دقیق ہوتی ہیں جنہیں صِرف دائمی مُشاہَدے پر اِسْتِقامَت والے اور یقین کے مرتبے پر فائز عُلَمائے راسخین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن ہی پہچان سکتے ہیں۔

اَسباب کی مَوجُودَگی و عدمِ مَوجُودَگی پر دل کی حالت

جس شخص نے مذکورہ اَسباب و اَشخاص پر نِگاہ رکھی یا ان سے مَانُوس و مطمئن ہوا تو ان اَسباب کے پائے جانے کے وَقْت اس کے دل کو قوّت حاصِل ہوگی اور نہ پائے جانے پر اس کا دِل مُضْطَرِب اور وَحْشَت زدہ یا کمزور ہوگا، لہٰذا یہ بات اس کے تَوَکُّل میں عیب کا باعث ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْوَارِث فرماتے ہیں: بیشک بندہ جب یہ آیت پڑھتا ہے ﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ (پ۱، الفاتحہ: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ ﴾ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: تو نے

جھوٹ بولا ہے، تو صِرف میری پُوجا کرتا ہے نہ مجھ سے مَدَد چاہتا ہے، اگر تو صِرف میری عِبادَت کرتا تو اپنی نَفْسانی خواہش کو میری رَضا پر ترجیح نہ دیتا اور اگر مجھ سے ہی مَدَد چاہنے والا ہوتا تو اپنی طاقت و قُدرَت اور مال و نَفْس سے مانُوس نہ ہوتا۔

تجارت ترک کرنا کب اَفضل ہے؟

جب بندہ بَقَدْرِ ضَرورت وکِفَایَت مال رکھے اور اسے صَبْر و قَناعَت کی مُعَاوَنَت بھی حاصِل ہو تو ہمارے آج کے زمانے میں ایسے شخص کا بازاروں میں جا کر کاروبار نہ کرنا کاروبار کرنے والے اس شخص سے اَفضل ہے جسے اندیشہ ہو کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے بغیر مال نہیں کما سکے گا اور واضِح طور پر کسی شُبہ میں مبتلا ہو جائے گا یا اپنے مسلمان بھائیوں سے خِیانَت کا مُرتکِب ہو گا۔

فضیلت کی وجہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ اَسبابِ مَعاش کے ساتھ ساتھ شرائطِ عِلْم پر عَمَل کرنا بَہُت مُشکِل ہو گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تِجارَت میں کثیر آفات و فَساد ہیں، لہٰذا اس ناپسندیدہ وَصْف کی بنا پر بازار والوں سے میل جول کا تَرْک کرنا سلامتی کے زیادہ قریب ہے تا کہ وہ ان اشیا کو دیکھے نہ براہِ راست ان میں مُلَوَّث ہو، اس لیے کہ حُکْم کا تعلّق رُویَت یعنی دیکھنے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ مِثَل مَشْہُور ہے کہ حَرام اس بُرائی کی مِثَل ہے کہ جب تو اسے نہ دیکھے گا تو اسے روکنے کا حُکْم بھی تجھ پر نہ ہو گا۔ نیز خَبَر آنکھوں دیکھے حال کی طرح ہوتی ہے نہ پاس بیٹھا ہونا خود کام کرنے کی طرح ہوتا ہے اور نہ دیکھنے والا خَبَر دینے والے کی طرح ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک شخص کعبہ شریف زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا سے دُوری کی بنا پر مُکَمَّل طور پر سَمْتِ کعبہ نہ پا سکے مگر اس کا رُخ (اپنے غالِب گمان کے مُطابِق) کعبہ کی طرف ہی ہو تو اس کی نَماز جائز ہو گی مگر جو شخص کعبہ شریف زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اگر اس کا رُخ کامِل طور پر کعبہ شریف کی طرف نہ ہو تو اس کی نَماز نہ ہو گی۔

تجارت کب فرض ہے؟

تِجارَت اگرچہ فَرْض نہیں مگر ۲ صُورَتوں میں یہ فَرْض ہے، یعنی جب اہل و عِیال ہوں اور اس کے پاس

ان کی کَفالَت کے لیے کوئی جائز ذریعہ نہ ہو یا کاروبار کا نہ ہونا کسی فَرْض کی ادائیگی کو ساقِط کر دے اور اس میں کمزوری واقع ہو جائے تو اس صُورَت میں اس پر کاروبار کرنا فَرْض ہو جاتا ہے (ورنہ فَرْض نہیں)۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے کاروبارِ حیات تَرْک کر دیا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حلال رِزْق کی ترغیب دِلایا کرتے اور اس میں شِدّت سے کام لیتے تھے، چنانچہ عَرْض کی گئی: اے ابونصر! آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: جہاں سے تم کھاتے ہو، مگر جو روتے ہوئے کھاتا ہو وہ اس شخص کی طرح نہیں جو ہنستے ہوئے کھاتا ہو۔ ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: (میرا) ہاتھ اور لُقْمَہ دوسروں کی نِسْبَت چھوٹے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس 50 دِینار تھے جن سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تِجارَت کیا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تمام دِینار لے کر انہیں اپنے بھائیوں میں تقسیم کر دیا اور کاروبار تَرْک کر دیا۔ ایک قول کے مُطابِق آپ نے ایسا اس وَقْت کیا جب آپ کے گھر والے فوت ہو گئے۔

اہل وعیال کے لیے ترکِ کسب کی جائز صورت

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اہل وعَیال کے حال کو اپنا حال بنا لے، البتہ! اگر ان کی پسند بھی اس کی پسند جیسی ہو جائے تو کوئی حَرَج نہیں، یعنی وہ بھی فَقْر پر صَبْر کریں اور اس کی فضیلت سے اسی طرح آگاہ ہوں جیسا کہ وہ آگاہ ہے تو اس وَقْت اس کے لیے جائز ہے کہ وہ انہیں بھی اپنے طریقے پر چلائے، اس صُورَت میں اس پر اپنے اہل وعَیال کی خاطِر کمائی کرنے کا حُکْم ساقِط ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اب وہ بھی حال میں اس کی مِثْل ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے حُقُوق کا مُطالَبہ خود ساقِط کر دیا ہے۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی ایک جَماعَت نے ایسا ہی کیا ہے۔

معلوم افضل ہے یا غیر معلوم؟

بعض عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن غیر مَعْلُوم کو مَعْلُوم سے اَفْضَل قرار دیتے اور تَرْکِ کَسْب کو اَفْضَل نہ سمجھتے، کیونکہ یہ بھی ایک مَعْلُوم ہے۔ چنانچہ یہ لوگ مَعْلُوم کے پائے جانے پر دل کے سُکُون کو مَرَض شُمار

کرتے اور اگر غیر مَعْلُوم کے پائے جانے پر بھی دل پُر سُکون رہے، فِکْر و سوچ کو یکسوئی ملے اور مَعْدُوم کے حال میں طَمَع نہ رہے تو یہ مَقام فضیلت کا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس مَقام کی وَضَاحت میرے نزدیک یہ ہے کہ صِرف مَعْلُوم کا نہ ہونا فضیلت کا باعث نہیں جیسا کہ کاروبار چھوڑ کر مَحْض بیٹھ جانا فضیلت کا باعث نہیں، بلکہ بندے کو اپنے مَقام کے حال کے اِعْتِبار سے فضیلت حاصِل ہوتی ہے، لہٰذا صاحبِ مَعْلُوم اپنی بہترین مَعْرِفَت اور مَضْبُوط یقین کی بنا پر اس شخص سے اَفضل ہے جس کے پاس مَعْلُوم نہ ہو۔ البتہ! مَقام و مَرتبے کے مُطابِق مَعْلُوم کے پائے جانے پر اِطمینانِ نَفْس اور سُکُونِ قَلْب فِی الْحَال مَرَض شُمار نہ ہو گا، بلکہ یہ کوئی ایسا مَقام نہیں جس کی وجہ سے اسے کوئی رِفْعَت ملے اور نہ یہ کوئی ایسا حال ہے کہ اس کے سَبَب اسے کوئی فضیلت ملے۔ چنانچہ میرے اور سب کے نزدیک مَخْلوق میں طَمَع اور بَقَدرِ کِفَایَت مَعْلُوم کے پائے جانے پر قلبی اِنْتِشَار نُقْصَان دہ ہے۔ جبکہ مَخْلوق میں طَمَع کا نہ ہونا اور مَعْلُوم کے نہ پائے جانے پر قَلْب کو یکسوئی حاصِل ہونا ایک جَمَاعَت کے نزدیک اَفضَل اور اعلیٰ دَرَجہ ہے۔

رزق سے مایوس مت ہونا

مَرْوِی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دو صاحبزادوں سے اِرشَاد فرمایا: جب تک تم دونوں کے سر حَرَکَت میں ہیں رِزْق سے مایُوس مَت ہونا، اس لیے کہ انسان کو اس کی ماں جَنْتی ہے تو وہ سرخ ہوتا ہے، اس پر چھلکا نہیں ہوتا، پھر اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رِزْق دیتا ہے۔ [1]

رزق آخر بندے تک پہنچ ہی جاتا ہے

ایک شخص کو محبوب ربِّ داور، شَفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک کھجور عَطا کی اور اِرشَاد فرمایا: اگر تو اس کے پاس نہ آتا تو یہ تیرے پاس آجاتی۔ [2] ایک قول میں ہے کہ اگر بندہ اپنے رِزْق سے

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ۴/۴۵۲، حديث: ۴۱۶۵، حبة وسوا ابني خالد بدله حَبَّة وسَوَاء

[2] ......صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب ماجاء في الحرص وما يتعلق به، ۵/۹۸، حديث: ۳۲۲۹

بھاگے تو وہ اسے پکڑ لیتا ہے جیسا کہ اگر وہ موت سے بھاگے تو وہ اسے آ لیتی ہے۔ [1]

دنیاوی و اخروی رزق

رِزْق اس وَقْت تک بندے کو نہیں چھوڑتا جب تک کہ اس کے سامنے موت کا فرشتہ ظاہِر نہیں ہوتا، چنانچہ اس وَقْت اس کا دُنْیَاوِی رِزْق خَتْم ہو جاتا ہے اور اُخْرَوِی رِزْق شُروع ہو جاتا ہے، یوں اس کے اُخْرَوِی رِزْق کی اِبْتِدَا اور دُنْیَاوِی رِزْق کی اِنتِہا ہوتی ہے مگر اُخْرَوِی رِزْق کی کوئی اِنتِہا نہیں۔

رزق اس کے ذِمّہ ہے جس نے پیدا کیا

حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن **عبد اللہ** تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یہ دُعا مانگے کہ وہ اسے رِزْق نہ دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی یہ دُعا قبول نہیں فرماتا بلکہ اس سے اِرشَاد فرماتا ہے: اے جاہِل! میں نے تجھے پیدا کیا ہے اور یہ ضَروری ہے کہ تجھے ہمیشہ رِزْق بھی دیتا رہوں۔

کسی شے میں ہونے والی خرابی کو اس کا بنانے والا ہی درست کرتا ہے

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن **عبد اللہ** تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے قُوت (یعنی غذا) کے مُتَعَلِّق چند سوالات پوچھے گئے۔ چنانچہ،

عَرْض کی گئی: قُوت (یعنی غِذا) سے کیا مُراد ہے؟ تو اِرشَاد فرمایا: (اس سے مُراد اس ذات کا ذکر ہے جو) **هُوَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ** ہے یعنی وہی زِندہ ہے جسے موت نہیں۔

عَرْض کی گئی: ہم نے آپ سے (موت کے مُتَعَلِّق نہیں بلکہ) قِوام (یعنی بقائے حیات کے لیے ضَروری روزی) کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: قِوام تو عِلْم ہے (کہ جس سے اُخْرَوِی حیات کی بقا کے لیے نیک اَعمال کیے جاتے ہیں)۔

عَرْض کی گئی: ہم نے جِسْم کی غِذا کے مُتَعَلِّق پوچھا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: غِذا تو ذِکرِ خُداوندی کا نام ہے۔

عَرْض کی گئی: ہم نے جِسْم کی کھائی جانے والی خوراک کے مُتَعَلِّق سوال کیا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: تمہیں کیا ہے

---

[1] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب القناعة والتعفف، ۲/ ۲۵۸، حدیث: ۵۸

کہ اپنے جِسْم کی فِکْر میں مبتلا ہو؟ اسے چھوڑ دو! اس لیے کہ جو پہلے اس کا والی تھا بعد میں بھی وہی اس کا والی ہو گا۔ کیونکہ جب جِسْم پر کوئی بیماری آتی ہے تو اس کو بنانے والی ہستی کی طرف ہی رُجُوع کیا جاتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب کسی شے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اسے اس کے بنانے والے (یعنی کاریگر) کے پاس لے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے دُور کر دیتا ہے۔

خواص بندوں کا رزق

مزید اِرشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے خواص بندوں کو فاقے میں مبتلا کر کے انہیں مخلوق کا حاجَت مند بنا دیتا ہے تا کہ وہ ان میں طَمَع رکھیں اور مخلوق کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ انہیں کچھ نہ دے۔ اس طرح لوگوں کو جن نعمتوں سے اس نے نواز رکھا ہے، اپنے خواص بندوں کو مَحْرُوم رکھتا ہے تا کہ وہ اس کی طرف اپنا رُخ کر لیں۔ چنانچہ جب وہ لوگوں سے مَایُوس ہو کر اس کی بارگاہ میں حاضِر ہوتے ہیں تو وہ انہیں ایسی جگہ سے رِزْق عطا فرماتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

خواص کی علامت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خواص بندوں کی عَلامَت یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کی طرف اپنا مَیلان پاتے ہیں تو اس شے کو خود پر حَرام ٹھہرا لیتے ہیں اور جب کسی بندے سے راحَت پاتے ہیں تو اس بندے کو ان پر مُسَلَّط کر دیا جاتا ہے یا ان کے اور اس بندے کے درمیان جُدائی پیدا کر دی جاتی ہے تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے اس کے سِوا کسی اور سے سُکُون پائیں نہ کسی سے طَمَع رکھیں۔ بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے پاس کوئی چیز کافی اِنتِظار کے بعد آتی تو وہ اسے قبول نہ کرتے۔ بعض اسے قبول کر لیتے مگر فوراً صَدَقہ کر دیتے اور اپنے نَفْس کو سزا دیتے ہوئے اس میں سے کچھ بھی پاس نہ رکھتے۔

اَدَب صوفیائے کِرام کی خِدْمَت میں حاضری سے ملتا ہے

حضرت سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اپنے مسلمان بھائیوں سے عِلْمِ توحید و مَعْرِفَت کی باتیں

کیا کرتے تھے، ایک دن کسی نوجوان لڑکے نے روٹی کے مُتَعَلِّق سوال کیا کہ یہ کہاں سے آتی ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر صُوفیا کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ اسے اَدَب سکھائیں۔

سَیِّدُنا معروف کرخی اور توکل

مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو محفوظ مَعْرُوف کرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عَرض کی گئی کہ حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَارِث پر جب اَسبابِ مَعاش کے دروازے کھلتے ہیں تو وہ بڑے کبیدہ خاطِر (رنجیدہ دل) ہو جاتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: میرے بھائی بِشْر کو وَرَع و تقویٰ نے باندھ رکھا ہے جبکہ مجھے مَعْرِفَت نے تازگی بَخْش رکھی ہے۔ مگر اس کے باوُجُود حضرت سَیِّدُنا مَعْرُوف کرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی بغیر کسی حاجَت کے کوئی سَبَب اِخْتِیار نہ فرماتے بلکہ بِقَدْرِ ضَرورت ہی لیتے۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کوئی شے ذخیرہ کر کے رکھتے نہ طویل اُمّیدیں باندھتے، بلکہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو تو ایک نَماز کے بعد دوسری نَماز تک زندہ رہنے کی اُمّید نہ ہوتی، جب ظُہر کی نَماز پڑھ لیتے تو اپنے ہمسایوں سے فرماتے اپنے لیے کوئی ایسا شخص تلاش کر لو جو تمہیں نَمازِ عَصر پڑھائے۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں مہمان ہوں، اگر اس نے مجھے کھلایا تو کھالوں گا جب وہ کھلائے گا اور اگر اس نے بھوکا رکھا تو صَبْر کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھے کھلائے۔

متوکل تین۳ کام نہیں کرتا

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل بن عبد اللہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے کہ مُتَوَکِّل درج ذیل کام نہیں کرتا:

﴿1﴾ (اگر کچھ پاس نہ ہو تو) کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔

﴿2﴾ (اگر کوئی کچھ دے تو) کسی شے کو واپس نہیں کرتا۔

﴿3﴾ (اگر کچھ ملے تو) کچھ جَمْع کر کے نہیں رکھتا۔

ذخیرہ اندوزی اور تَوَکُّل کا بیان

کس کے لیے ذخیرہ اندوزی نقصان دہ نہیں؟

جس کا توکّل دُرُست ہو اس کے لیے ذخیرہ اندوزی نُقصان دہ نہیں بشرطیکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے لیے ذخیرہ کر رہا ہو اور اس کا مال رَضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے وَقف ہو، اس نے اپنی نفسانی تسکین اور خواہش کی وجہ سے مال جَمْع نہ کیا ہو، اس صُورَت میں (یہ سمجھا جائے گا کہ) جَمْع شُدہ مال ان حُقُوق کی ادائیگی کے لیے ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس پر واجِب کیے ہیں۔ چنانچہ جب یہ ان حُقُوق میں سے کسی حَق کو دیکھے تو اس پر مال خَرْچ کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُقُوق کی ادائیگی بندے کے مَقامات میں کمی کا باعث نہیں بنتی بلکہ اسے مزید بُلَند مَقام پر فائز کرتی ہے۔

حکایت

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث کے ایک شاگرد (حضرت سَیِّدُنا حسین مَغالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوالی) فرماتے ہیں کہ ایک روز میں دِن چڑھے حضرت سَیِّدُنا بِشْر حافی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکافی کی خِدْمَت میں حاضِر تھا کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس گندمی رَنگت اور پتلے رُخساروں والے ایک عمر رَسیدہ بُزرگ تشریف لائے۔ آپ انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے، حالانکہ میں نے پہلے کبھی آپ کو کسی کی خاطِر کھڑے ہوتے نہ دیکھا تھا، پھر مجھے چند دِرْہَم دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: بہترین قِسْم کا کھانا خرید لاؤ، حالانکہ اس سے پہلے کبھی یہ نہ کہا تھا۔ بہر حال میں کھانا لے آیا اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس بُزرگ کے ساتھ کھانا تناوُل فرمایا حالانکہ پہلے کبھی میں نے آپ کو کسی کے ساتھ مِل کر کھانا تناوُل کرتے نہ دیکھا تھا۔ ہم نے بقَدْرِ ضَرورت کھانا کھایا لیکن پھر بھی کافی بچ گیا۔ پھر اس بُزرگ نے باقی کھانا جَمْع کر کے کپڑے میں لپیٹا اور اُٹھا کر چل دیئے۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی اور اسے بالکل اَچھّا نہ جانا، اس لیے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انہیں ایسا کرنے کا حُکْم دیا نہ اِجازَت دی، (لہٰذا میری حیرانی دیکھ کر) آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گویا ہوئے: شاید تمہیں یہ انداز پسند نہیں آیا؟ میں نے عَرض کی: جی ہاں! وہ باقی کھانا بغیر اِجازَت لے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

عَرض کی: جی نہیں! تو آپ نے بتایا کہ یہ ہمارے بھائی حضرت فتح مَوْصِلی (عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی) تھے جو ہماری ملاقات کے لئے مَوْصِل سے تشریف لائے تھے اور ہمیں یہ بات سکھانا چاہتے تھے کہ جب تَوَکُّل دُرُشت ہو تو مال جَمْع کرنے میں کوئی حَرَج نہیں۔

ذخیرہ اندوزی نہ کرنا اس شخص کا حال ہے جس کا مقام اُمّیدوں کی کمی ہو، بسا اَوقات طویل زِنْدَگی کی خواہش پائے جانے پر بھی تَوَکُّل دُرُشت ہوتا ہے، کیونکہ زِنْدَگی کی اُمّید اپنے رب کی عِبادَت کرنے اور راہِ خُدا میں جِہاد کرنے کے لیے ہوتی ہے، یہ اہلِ رِجا اور اہلِ اُنْس و مَحبَّت کی ایک جَماعَت کا طریقہ ہے، لیکن اگر کوئی نفسانی لذّت اور دُنْیاوِی فوائد کے حُصُول کی خاطِر طویل زِنْدَگی کی اُمّید رکھے تو یہ بات اس کے زُہْد میں عیب کا باعِث بن جائے گی اور یوں اس کے تَوَکُّل میں بھی عیب سرایَت کر جائے گا، اس لیے کہ جو بات زُہْد میں کمی کا باعِث بنتی ہے وہ اسی حِساب سے تَوَکُّل میں بھی کمی کا سَبَب بنتی ہے اور اس سے یہ مُراد نہیں کہ جو بات زُہْد میں زِیادَتی کا باعِث بنتی ہے وہ اس حِساب سے تَوَکُّل میں بھی زِیادَتی کا سَبَب بنے، کیونکہ زُہْد خاص تَوَکُّل کے لیے شَرْط ہے مگر تَوَکُّل عام زُہْد کی شرط نہیں۔

زہد اور توکل کا باہمی تعلق

ہر مُتَوَکِّل تو یقیناً زاہِد ہوتا ہے مگر ہر زاہِد مَقامِ تَوَکُّل پر فائز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ تَوَکُّل ایک مَقام ہے اور زُہْد ایک حال ہے۔ مَقامات مُقَرَّبین کے ہوتے ہیں اور اَحْوال اَصحابِ یمین کے، البتہ! جسے زُہْد کی حقیقت سے نوازا جاتا ہے اسے لامحالہ تَوَکُّل کی دولت سے بھی مالا مال کیا جاتا ہے، اس لیے کہ اَحْوال کی حقیقت، ان کا ثابِت رہنا اور اَہلِ اَحْوال کا اپنے اَحْوال میں ہمیشہ اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنا اور ان کے قُلُوب کا ان کے اَحْوال سے ہر صُورَت میں وابَستہ رہنا مَقامات کہلاتا ہے۔

طُولِ اَمَل اور توکل کا باہمی تعلق

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جب مُتَوَکِّل کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایک یا دو ماہ کے لیے زِنْدَہ رہنے کی اُمّید رکھے تو اتنی مُدّت کے لیے اسے ذخیرہ کرنا بھی جائز ہے۔

البتہ! خواص کے نزدیک طُولِ اَمَل (لمبی اُمّید) اسے تَوَکُّل کی حقیقت سے دُور کر دیتی ہے جبکہ میرے نزدیک بندہ تَوَکُّل کی حَد سے باہر نہیں نکلتا۔

متوکل کا خوراک جمع کرنا کیسا؟

مُتَوَکِّل کے لیے 40 دن سے زائد کی خوراک جَمْع کرنا اچھّا نہیں جیسا کہ اس کے لیے 40 دن سے زیادہ زندہ رہنے کی اُمّید رکھنا اچھّا نہیں۔ چنانچہ جس شخص کو مَعْلُوم کے پائے جانے پر راحت ملے وہ اپنے قَلْب کی اِصلاح، نَفْس کے سُکُون اور لوگوں کی طرف مائل نہ ہونے کی غَرَض سے کچھ جَمْع کرے تو اس شخص کا مال (یعنی خوراک) جَمْع کرنا اَفضل ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے گھر والوں کے لیے کچھ جَمْع کرے تاکہ ان کے قُلُوب راحت پائیں، انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا حاصِل ہو اور اس کے ذِمّہ ان کے جو حُقُوق ہیں وہ ساقِط ہو جائیں تاکہ وہ اپنے رب کی عِبادَت کے لیے فارِغ ہو جائے تو ایسے شخص کا مال جَمْع کرنا بھی فضیلت کا باعث ہے اور اس پر سب کا اِتّفاق ہے۔ اس لیے کہ اس صُورَت میں بندہ اپنے رب کے حُکْم کو بجالانے والا اور اپنی اس رَعِیّت کا خَیال رکھنے والا شُمار ہوتا ہے کہ جس کے مُتعلّق اس سے پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ ایک رِوایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اہلِ بَیْت کے لیے سال بھر کی خوراک کا اِنْتِظام فرمایا[1] تاکہ یہ سنّت بن جائے۔ اُدھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو آنے والے کل کے لیے کچھ بچا کر رکھنے سے مَنْع فرمایا،[2] اسی طرح حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی کچھ جَمْع کر کے رکھنے سے مَنْع فرمایا[3] تاکہ اہلِ مَقامات اس مُعامَلے میں ان کی اِقتدا کریں اور خود جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جہانِ فانی سے کُوچ فرمایا تو آپ کے پاس صِرف دو۲ چادریں تھیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ کم اُمّیدیں باندھنے والے تھے، بلکہ طَبْعی حاجَت سے فَراغت کے بعد پانی تک پہنچنے سے پہلے پہلے تَیَمُّم فرما لیتے، جب عَرْض کی

---

[1] ......بخاری، کتاب النفقات، باب حبس نفقة الرجل قوت سنة علی اهله وکیف نفقات العیال، ۳/۵۱۳، حدیث: ۵۳۵۷

[2] ......نوادر الاصول، الاصل العاشر، ۱/۵۶، حدیث: ۶۹

[3] ......معجم کبیر، ۱/۳۴۱، حدیث: ۱۰۲۱

جاتی کہ پانی قریب ہی ہے تو اِرشاد فرماتے: میں پانی تک پہنچنے کی اُمّید نہیں رکھتا۔ [1]

سال بھر کی خوراک کا انتظام فرمانے کی وجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سال بھر کی خوراک کا اِنتِظام فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ اُمَّت اپنی لمبی اُمّیدوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے، لہٰذا ان کی نجات کے لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کام کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذخیرہ اندوزی میں عارِفین کے مُشاہَدات کے اِعْتِبار سے وُسْعَت و تنگی پائی جاتی ہے، کیونکہ شَریعَت میں رُخْصَت وعَزِیمت دونوں ہیں۔ دین کی عزیمتیں ان قوی لوگوں کے لیے ہیں جو ان کا بوجھ بَرْداشت کرسکتے ہیں اور رخصتیں کمزور لوگوں کے لیے ہیں۔

چار چیزیں اُمورِ دین میں سے ہیں

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خوّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اَحْوالِ تَوَکُّل میں بڑی گہری باتیں کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ مال کا جَمْع کرنا بندے کو تَوَکُّل کی حد سے باہَر نِکال دیتا ہے، اس کے باوُجود چار چیزیں ہمیشہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس رہتیں اور اِرشاد فرمایا کرتے کہ ان چار اَشیا کا پاس ہونا مُتوَکِّل کے حال کو مُکمَّل کر دیتا ہے کیونکہ یہ اُمورِ دین میں سے ہیں اور وہ چار چیزیں یہ تھیں: ڈول، رَسّی، سُوئی دھاگہ اور قینچی۔

طُولِ اَمَل اور قصرِ اَمَل میں مال جمع کرنے والے کی مثال

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی طُولِ اَمَل اور قصرِ اَمَل میں مال جَمْع کرنے والے کی مِثال یوں دیا کرتے تھے کہ جو شخص مال جَمْع کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کی مِثال اس شخص کی ہے جو یہ کہے کہ میں اَیْلَہ (نامی ایک قریبی جگہ) جانا چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ (بطورِ زادِراہ) اپنے ساتھ ایک روٹی لے لو۔ لیکن اگر وہ کہے کہ میں (ایلہ سے مزید کچھ دُور واقع شہر) عَبّادان جانا چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ دو روٹیاں ساتھ لے لو۔ لیکن اگر وہ کہے کہ میں (اس سے بھی دُور) عَسکر جانا چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ چار روٹیاں لے لو۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح اُمّیدوں کی کمی اور طوالَت کے مُطابِق خوراک کا جَمْع کرنا ترک کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ....مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۶۵۰، حدیث: ۲۷۶۵، ۲۷۶۴

اُمّیدوں سے پیچھا چھڑانے والی ایک عجیب روایت

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اُمّیدوں سے پیچھا چھڑانے والی اس سے بھی عجیب رِوایَت میں نے یہ سنی ہے کہ ایک بار (دورانِ سفر) حضرت سَیِّدُنا موسیٰ اور حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِمَا السَّلَام کہیں اِکٹھے ہوئے تو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے بھوک کا تذکرہ کیا، چنانچہ انہوں نے عَرض کی: بیٹھ جائیے۔ وہ بیٹھ گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کچھ پڑھا، اتنے میں ایک ہَرن بھاگتا ہوا آیا اور ان دونوں ہستیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا، پھر اچانک اس کے دو برابر برابر ٹکڑے ہو گئے، جو آدھا ٹکڑا حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے گرا وہ بُھنا ہوا تھا جبکہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے گرنے والا ٹکڑا کچا تھا، حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا بُھنا ہوا حِصّہ لے کر کھانا شروع کر دیا اور حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کی: اٹھئے! آگ جلا کر اپنے حصّے کو پکا لیجئے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا حِصّہ بُھون کر کھایا، پھر پوچھا: یہ آدھا حِصّہ جو آپ کی طرف گرا تھا بھنا ہوا کیوں تھا؟ عَرض کی: اس لیے کہ دنیا میں مجھے کوئی اُمّید باقی نہیں۔

اسی بِنا پر کہا جاتا ہے کہ ذخیرہ اندوزی زاہِدین کے فضائل میں اسی قَدْر کمی کا باعث بنتی ہے جس قَدْر وہ حقیقتِ زُہد میں کمی کرتی ہے۔

کاش! یہ عادت نہ ہوتی

حضرت سَیِّدُنا شہر بن حَوشَب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا اِنتقال ہوا تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور حضرت سَیِّدُنا اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اسے غُسل دینے کا حکم اِرشاد فرمایا۔ دونوں حضرات نے اسے غُسل دیا اور اسی کی چادَر سے کَفَن پہنایا۔ جب اسے دَفنا چکے تو مدینے کے تاجدار، بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اسے قِیامت کے دن یوں اُٹھایا جائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور اگر اس میں ایک عادت نہ ہوتی تو اس کا چہرہ

سُورَج کی طرح روشن ہوتا۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ عادَت کیا تھی؟ اِرشَاد فرمایا: یہ شخص بہُت زیادہ روزے رکھنے والا، رات رات بھر عِبَادَت کرنے والا اور کَثْرَت سے ذِکْرِ الٰہی کرنے والا تھا مگر جب سردی آتی تو گرمیوں کے کپڑے (اگلی گرمیوں کے لئے) جَمْع کرلیتا اور جب گرمی آتی تو سرْدِیوں کے کپڑے (اگلی سرْدِیوں کے لئے) جَمْع کرلیتا تھا۔ پھر اِرشَاد فرمایا: جو چیز تمہیں سب سے کم دی گئی ہے وہ یقین اور صَبْر کی عَزِیمت ہے اور جسے ان میں سے کچھ حِصّہ مِل جائے تو وہ یہ پَروا نہیں کرتا کہ اس سے کس قدْر رات کی عِبَادَت اور دن کا روزہ رہ گیا ہے۔

فقیر کے پاس کسی بھی شے کا جوڑا ہونا عیب ہے

ایک عارِف فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا قِیامَت قائم ہو گئی ہے اور لوگ گروہ دَر گروہ مُخْتَلِف طَبَقات میں جنّت کی طرف جارہے ہیں، میں نے ایک طبقے کی طرف دیکھا جو اپنی حالَت کے اِعْتِبار سے سب سے زیادہ اَچھّی صُورَت میں بُلَند دَرَجات پر فائز تھا اور بڑی تیزی سے جارہا تھا، میں نے سوچا کہ یہ سب سے بہتر گروہ ہے میں بھی ان میں سے ہی ہوں گا۔ چنانچہ جب میں نے ان کی طرف قَدَم بڑھائے اور راستے میں ان کے ساتھ شریک ہونے لگا تو ان کے گِرد مَوجُود فرشتوں نے مجھے روک دیا اور کہنے لگے کہ اپنی جگہ کھڑے رہیے یہاں تک کہ آپ کے ساتھی آجائیں اور آپ ان کے ساتھ شامِل ہو جائیں۔ میں نے کہا: تم مجھے ان میں شامِل ہونے سے کیوں روک رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن کے پاس صِرف ایک قمیص تھی اور اس کے عِلاوہ باقی چیزیں بھی ایک ایک ہی تھیں جبکہ آپ کے پاس دو٢ قمیصیں ہیں اور اسی طرح ہر شے کی تعداد دو٢ دو ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے فوراً بعد میری آنکھ کھلی تو میں رو رہا تھا اور غم میں مبتلا تھا، لہٰذا میں نے اپنے نَفْس پر یہ بات لازِم کرلی کہ ہر شے میں سے صِرف ایک ایک ہی کا مالِک رہوں گا۔

اَسلاف کا طریقہ

حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ مَرْعَشِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ میں 40 سال تک صِرف ایک ہی قمیص کا مالِک رہا۔ سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن کی ایک کثیر تعداد ایسی تھی کہ جب وہ نیا کپڑا یا کوئی چیز حاصِل کرتے

تو پہلے سے مَوجُود کپڑے یا چیز کو صَدَقہ کر دیتے اور ایک ہی شے کو کئی اَشیا کے لیے اِستِعمال کیا کرتے۔ یہ سب باتیں زُہد کی حقیقت میں شامِل ہیں اور مُتَوَکِّلین کے فضائل میں سے ہیں۔

حقیقی فقیر کے لیے مال جمع کرنا عیب ہے

ایک مَشْہُور رِوایَت میں ہے کہ اَصحابِ صُفّہ میں سے کسی صَحابی کا اِنتِقال ہوا اور کَفَن کے لئے کپڑا نہ مل سکا تو مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اس کے کپڑوں کی تلاشی لو۔ راوی فرماتے ہیں: ہم نے تلاشی لی تو تہہ بند سے دو دِینار ملے۔ یہ دیکھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یہ دونوں داغ ہیں۔[1] حالانکہ اس صَحابی کے عِلاوہ بہُت سے مسلمان فوت ہوئے اور انہوں نے اپنے پیچھے کثیر مال چھوڑا مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے مُتَعَلِّق یہ اِرشَاد نہ فرمایا، کیونکہ ان کا حال زُہد کا تھا اور ان پر فَقْر ظاہر تھا، لہٰذا ان کے مال جَمْع کرنے کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَیب قرار دیا۔

مُتَوَکِّل کے لیے عِلاج کرنے اور نہ کرنے کا بیان

عِلاج معالجہ توکل کے منافی نہیں

عِلاج مُعَالَجہ بندے کے تَوَکُّل میں کمی کا باعِث نہیں بنتا، اس لیے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود اس بات کا حُکْم دیا ہے اور اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمت کی خَبَر دی ہے۔ چنانچہ،

صرف موت کا عِلاج نہیں

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کوئی بیماری ایسی نہیں جس کی دَوا نہ ہو، اس کی پہچان وُہی رکھتا ہے جو اسے جانتا ہے اور نہ جاننے والا وُہی ہے جو پہچان نہیں رکھتا، البتہ! موت کی کوئی دَوا نہیں۔[2]

---

[1] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب الوضوء فی المسجد، ۱/۳۱۷، حدیث: ۱۶۵۱

مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۷۰، حدیث: ۳۸۴۳

[2] ......معجم اوسط، ۱/۴۲۶، حدیث: ۱۵۶۴

مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الطب، باب من رخص فی الدواء والطب، ۵/۴۲۱، حدیث: ۵

عِلاج کروانے کا حکم

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! (بیمار ہو جاؤ تو) عِلاج کیا کرو۔[1]

دم اور دوا کا تعلّق تقدیر سے ہے

بار گاہِ رِسالَت میں کسی نے سوال کیا: کیا دَم اور دَوا تقدیر کا فیصلہ بدَل سکتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ان کا تعلّق بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے ہی ہے۔[2]

پچھنوں کے ذریعے عِلاج کا حکم

ایک مَشہُور رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میں ملائکہ کے جس گروہ کے پاس سے گزرا اُس نے مجھے یہی کہا: اپنی اُمَّت کو پچھنے لگانے کا حُکم دیجئے۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے کا حُکم دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: (چاند کی) 17، 19 اور 21 تاریخ کو پچھنے لگوایا کرو کہیں خون جَوش مار کر تمہیں ہلاک نہ کر دے۔[4]

مخصوص دنوں میں خون کا جوش مارنا حجاز کے ساتھ خاص ہے

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) خُون کے مَخصُوص دنوں میں جوش مارنے کا ذِکْر اس بات کی دلیل ہے کہ اِنہی مَخصُوص اَیّام میں پچھنے لگوائے جائیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ حُکم اہلِ حِجاز کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہاں گرمی شدید ہوتی ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا دھوپ میں پڑے ہوئے پانی کے مُتعلّق فرمان ہے کہ اس سے بَرَص پیدا ہوتی ہے،

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الطب، باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء، ۴/۸۷، حدیث: ۳۴۳۶

[2] ......ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء في الرقي والادوية، ۴/۱۶، حدیث: ۲۰۷۲

[3] ......ابن ماجه، کتاب الطب، باب الحجامة، ۴/۱۰۸، حدیث: ۳۴۷۹

[4] ......ابن ماجه، کتاب الطب، باب في اى الايام يحتجم؟، ۴/۱۱۰، حدیث: ۳۴۸۶ بتغير قليل
مسند بزار، مسند ابن عباس، ۱۱/۱۷۷، حدیث: ۴۹۱۷

مگر میں نے سنا ہے کہ یہ خاص حِجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے۔

پچھنے کب اور کتنی بار لگوائیں

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن ہر ماہ میں ایک بار پچھنے لگواتے یہاں تک کہ ان کی عُمر 40 سال سے تجاوُز کر جاتی اور وہ عام طور پر ہر ماہ کے آخِر میں پچھنے لگوانا مُسْتَحَب سمجھتے تھے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ جس نے چاند کی 17 تاریخ بَروز مَنگل پچھنے لگوائے تو یہ اس کے لئے سال بھر کی بیماری کا عِلاج ہے۔[1]

اہلِ بَیت سے مَروِی ایک رِوایت میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہر رات سُرمہ لگاتے، ہر مہینہ پچھنے لگواتے اور ہر سال دَوا پیا کرتے۔[2]

عِلاج کروانا رخصت ہے عزیمت نہیں

عِلاج مُعالجے کا اِہتمام کرنا وُسْعَت و رُخصت ہے جبکہ اسے تَرْک کرنا تنگی و عَزِیمت ہے اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رُخْصَت پر بھی اسی طرح عَمَل کیا جائے جیسا کہ اس کی عزیمتوں پر عَمَل کیا جاتا ہے۔[3] چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

(پ ۱۷، الحج: ۷۸)

عِلاج کی دو فضیلتیں

بعض اوقات عِلاج مُعالَجہ کرنے والا عِلاج کرنے کی وجہ سے دو صورتوں میں فضیلت حاصِل کر لیتا ہے۔

پہلی فضیلت

وہ سُنّت کی پیروی کی نِیَّت کر لے اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی دی ہوئی رُخصت پر عَمَل کر کے دِیْنِ حَنِیف کی دی

---

[1] ......معجم کبیر، ۲۰/۲۱۵، حدیث: ۴۹۹

[2] ......الکامل لابن عدی، ۴/۵۰۴، الرقم: ۸۵۰: سیف بن محمد ابن اخت سفیان الثوری کوفی

[3] ......صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابها، ۱/۲۸۴، حدیث: ۳۵۵

ہوئی وُسعت کو قبول کرلے۔ جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو عِلاج اور پرہیز کا حکم اِرشاد فرمایا۔[1] بعض (یعنی حضرت سیِّدُنا سَعد بن مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کی رَگ سے خود فاسِد خون نِکالا اور بعض (یعنی حضرت سیِّدُنا سَعد بن زرارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کا جِسْم داغ کر عِلاج فرمایا۔[2]

دکھتی آنکھوں کا عِلاج

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی دُکھتی آنکھوں کو دیکھ کر اِرشاد فرمایا: کھجور مَت کھاؤ۔ بلکہ جَو کے آٹے میں پکے ہوئے ساگ کی جانِب اِشارہ کرکے فرمایا: اسے کھاؤ، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔[3]

مہندی سے عِلاج

مَرْوِی ہے کہ کئی مرتبہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بچھو وغیرہ کے کاٹنے کا عِلاج بھی کروایا۔[4] ایک رِوایت میں ہے کہ جب وَحی نازِل ہوتی تو سَر مبارک میں کچھ تکلیف محسوس ہوتی، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے سرِ اَقْدَس میں مہندی لگوایا کرتے۔[5] اور ایک رِوایت میں ہے کہ جب کبھی زَخْم لاحِق ہوتا تو اس پر مہندی لگاتے۔[6] حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ تَوَکُّل رکھنے والے اور سب سے زیادہ قَوِی تھے۔

ایک اِعْتِراض اور اس کا جواب

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اگر کوئی شخص یہ اِعْتِراض

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الطب، باب ما انزل الله داءالا انزل له شفاء، ۴/۸۷، حديث: ۳۴۳۶
ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاءفی الحمية، ۴/۳، حديث: ۲۰۴۳

[2] ......مسلم، كتاب السلام، باب لكل داء دواء...الخ، ص ۱۲۱۱، ۱۲۱۰، حديث: ۲۲۰۷، ۲۲۰۸

[3] ......ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاءفی الحمية، ۴/۳، حديث: ۲۰۴۳

[4] ......مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الطب، باب فی رقية العقرب ماهی؟ ۵/۴۴۰، حديث: ۱

[5] ......مسند بزار، مسند ابی هريرة، ۱۴/۲۶۳، حديث: ۷۸۵۲

[6] ......ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاءفی التداوی بالحناء، ۴/۱۱، حديث: ۲۰۶۱

کرے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عِلاج مُعالَجہ کا اِہتِمام دوسروں کی خاطِر فرمایا تھا تاکہ یہ آپ کی سُنّت بن جائے تو ہم اسے کہیں گے کہ ہم سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنّت سے اِعراض کر سکتے ہیں نہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خواہش سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کر سکتے ہیں، اس لیے کہ ایسا آپ نے ہمارے لیے کیا، لہٰذا ہم اس کا اِنکار نہیں کر سکتے تاکہ کوئی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فعل کو لَغْو قرار نہ دیدے اور یوں شَرْع میں طَعْن کرنے لگے اور توکُّل کی حقیقت کے گُمان میں سُنّت سے ہی منہ موڑ لے۔

یاد رکھئے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ظاہِری اَفعال اس لیے ہیں کہ لوگ ان پر عَمَل کریں۔ مثلاً ایک بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَخْت گرمی کے مَوْسَم میں دورانِ سَفَر روزہ رکھ لیا، سرِ اَقْدَس پر پانی ڈالتے [1] اور دَرَخْت کے سائے میں رہتے تاکہ پانی سے ٹھنڈک حاصِل کرنے کی یہ رُخْصَت روزہ دار کے لیے سُنّت بن جائے، لیکن جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرْض کی گئی کہ بہُت سے لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے مگر وہ تکلیف میں ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور پانی پی لیا (یعنی روزہ اِفطار کر لیا) تو دیگر کئی لوگوں نے بھی روزہ اِفطار کر لیا۔ اس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کی خاطِر اپنا حال تَرْک کر دیا، پھر جب یہ عَرْض کی گئی کہ بعض لوگوں نے روزہ اِفطار نہیں کیا تو اِرشاد فرمایا: یہ لوگ نافرمان ہیں۔ [2]

دوسری فضیلت

عِلاج کرنے والے کو دوسری فضیلت یہ حاصِل ہوتی ہے کہ وہ جَلْدی جَلْدی صِحَّت یاب ہونا پسند کرتا ہے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کر سکے، اپنے رب کی بَنْدَگی بجالائے اور اس کے اَحکام کی بجا آوری کی کوشش

---

[1] ......ابو داود، کتاب الصوم، باب الصائم یصب علیہ الماء... الخ، ۲/۴۵۰، حدیث: ۲۳۶۵

[2] ......مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی شھر رمضان... الخ، ص ۵۶۳، حدیث: ۱۱۱۴

ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراھیۃ الصوم فی السفر، ۲/۱۶۸، حدیث: ۷۱۰

کرے۔ کیونکہ بیماریاں عَمَل میں رُکاوَٹ پیدا کرتی اور نَفْس کو اَعمالِ آخِرَت میں مَشْغُول ہونے سے روکتی ہیں۔

پہلے عِلاج سے اِنکار پھر اِقرار

مَنْقُول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بیمار ہوگئے تو بنی اسرائیل آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس (عِیادَت کے لیے) حاضِر ہوئے اور انہوں نے مَرَض پہچان کر عَرض کی: اگر فُلاں دَوائی سے عِلاج کروائیں گے تو صِحَّت یاب ہو جائیں گے۔ اِرشَاد فرمایا: میں عِلاج نہیں کرواؤں گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے عِلاج کے بغیر ہی شِفا دیدے گا۔ مگر مَرَض بڑھتا گیا تو لوگوں نے پھر عَرض کی: فُلاں دَوا اس مَرَض کے لئے آزْمُودَہ اور مشْہُور ہے، اس سے عِلاج کریں گے تو صِحَّت یاب ہو جائیں گے۔ آپ نے پھر وُہی جواب دیا کہ میں عِلاج نہیں کرواؤں گا۔ اس طرح مَرَض دائمی شکل اِختیار کر گیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: میری عزّت وجلال کی قَسم! میں شِفا نہ دوں گا جب تک کہ اس دوائی سے عِلاج نہ کروائیں گے جس کے مُتَعَلِّق لوگوں نے آپ کو کہا ہے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں سے فرمایا: جس دوائی کا ذِکْر تم نے کیا تھا اس سے میرا علاج کرو۔ انہوں نے عِلاج کیا تو آپ صِحَّت یاب ہوگئے، مگر اطمینانِ قلبی حاصِل نہ ہوا۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: آپ اپنے تَوَکُّل کے ذریعے میری حِکْمَت (یعنی طریقۂ کار) کو بدلنا چاہتے ہیں! میرے عِلاوہ کون ہے جو جڑی بوٹیوں میں فوائد رکھتا ہے؟

انڈوں میں بھی شِفا ہے

مَرْوِی ہے کہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے کسی نبی نے بارگاہِ اِلٰہی میں بیماری میں مبتلا ہونے کی فریاد کی تو حُکْم اِرشَاد ہوا: اَنڈے کھائیں۔

طاقت حاصِل کرنے کا نایاب نسخہ

اِسی طرح مَرْوِی ہے کہ کسی نبی نے بارگاہِ الٰہی میں کمزوری کا ذِکْر کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: گوشت کو دودھ کے ساتھ ملا کر کھائیں کہ ان دونوں میں طاقت ہے۔[1] [2]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الطب، باب دواء الضعف، ۵/ ۴۶۸، حدیث: ۳

[2] ......یہاں کچھ عبارت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

انجیر کے پانی سے علاج

حضرت سَیِّدُنا وَھْب بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا، وہ بادشاہ اپنی رَعَایا کے لیے نیک سِیْرَت تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سَیِّدُنا شَعْیَا عَلَیْہِ السَّلَام کو وَحی فرمائی کہ اس بادشاہ سے فرمایئے کہ وہ اِنجیر کا پانی پیے، اس لیے کہ اس میں اس کی بیماری کی شِفا ہے۔[1]

خوبصورت اولاد کے حصول کا نسخۂ کیمیا

اس سے بھی عجیب رِوایَت یہ ہے کہ ایک قوم نے اپنے نبی کی خِدْمَت میں بد صُورَت اولاد پیدا ہونے کی شِکایَت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی کہ انہیں حُکْم دیجئے اپنی حامِلہ عورتوں کو بِہی دانہ[2] کھلائیں تا کہ اولاد خُوبصُورَت پیدا ہو۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی عورتوں کو حالَتِ حَمْل میں بِہی دانہ اور بچے کی پیدائش کے بعد کھجور کھلایا کرتے۔ جبکہ بِہی دانہ حَمْل کے تیسرے چوتھے مہینے میں کھلانا چاہئے۔

قَوِی لوگوں کے لیے افضل کیا ہے؟

ان سب باتوں کے باوُجُود قَوِی لوگوں کے لیے اَفضل یہی ہے کہ وہ عِلاج نہ کریں، یہ بات دین کے عزائم میں سے ہے اور **اُولُو الْعَزْم** صِدِّیْقِین کا طریقہ ہے، کیونکہ دین پر چلنے کے دو راستے ہیں:

﴿1﴾ تَرْکِ دنیا اور عَزِیمت کا راستہ۔ ﴿2﴾ وُسْعَت و رُخْصَت کا راستہ۔

اب جو قَوِی ہو وہ مُشکِل راستے کو اپناتا ہے، یوں وہ اَقرب و اَعلیٰ مَقام پر فائز ہو جاتا ہے، یہ مَقام مُقَرَّبِین کا ہے جن کا شُمار سابِقون میں ہوتا ہے مگر جو کمزور ہو وہ آسان راستہ اِخْتِیار کرتا ہے، یہ مُعْتَدِل و درمیانی راستہ ہے لیکن پہلے راستے سے کچھ طویل ہے، اس راہ پر اَصحابِ یمین چلتے ہیں جن کا شُمار مُقْتَصِدون میں ہوتا ہے۔

مؤمنین کی بعض اَقسام

مؤمنین میں قَوِی و کمزور اور نَرْم و سَخْت ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ سرورِ

---

[1] ......تفسیر طبری، سورۃ الاسراء، تحت الآیۃ: ۴، ۸/۲۱، حدیث: ۲۲۰۵۸، بتغیر قلیل

[2] ......ایک پھل کا نام جو ناشپاتی اور سیب کے مشابہ ہے۔ (لغت)

کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: قَوِی مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کمزور مومن سے زیادہ مَحْبُوب ہے، حالانکہ ہر ایک میں خیر ہے۔ [1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بعض مؤمنین ایسے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں پتّھر سے بھی سخت ہیں اور بعض دودھ سے بھی نَرم ہیں۔ [2]

بعض مؤمنین کے اَوصاف

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قَوِی لوگوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: مومن کی مِثال کھجور کے دَرَخت کی طرح ہے کہ جس کے پتے نہیں گرتے۔ [3]

اسی مفہوم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔

(پ ۱۳، ابراھیم: ۲۴)

ایک مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: مومن کی مِثال (گندم کی) اُس بالی کی طرح ہے جسے ہوائیں دائیں بائیں اُڑاتی پھرتی ہیں۔ [4]

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھانا کِھلانے والے مومن کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ ایسے مومن کی مِثال اس کھجور کی مِثل ہے جسے کھایا جائے تو بھی عمدہ ہوتی ہے اور رکھ دیا جائے تو بھی عمدہ ہی رہتی ہے۔ [5] جبکہ کھانا مانگنے والے کے اَوصاف کو یوں بیان فرمایا کہ ایسے مومن کی مِثال اس چیونٹی کی طرح ہے جو گرمیوں میں سردِیوں کا کھانا جَمع کرتی رہتی ہے۔ [6]

---

[1]......مسلم، کتاب القدر، باب فی الأمر بالقوة... الخ، ص ۱۴۳۲، حدیث: ۲۶۶۴

[2]......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۲۴، حدیث: ۳۶۳۲

[3]......بخاری، کتاب الادب، باب ما لا یستحیا من الحق للتفقه فی الدین، ۴/۱۳۲، حدیث: ۶۱۲۲

[4]......مسند بزار، مسند انس، ۱۳/۴۵۰، حدیث: ۷۲۱۸

[5]......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۶۳۹، حدیث: ۶۸۸۹

[6]......فردوس الاخبار، باب المیم، ۲/۳۴۲، حدیث: ۶۷۳۶

مَعْلُوم ہوا ضُعف و قوّت، بُزدِلی و بَہادُرِی اور صَبر و بے صَبری میں مؤمنین کے اَوصاف مُختَلِف ہیں، فَرق بالکل واضِح ہے کہ ایک شخص قوّت و بُلندی میں کھجور کے دَرَخت کی مِثْل ہو، اس کا قَلْب ثابِت ہو اور ہِمَّت و عزم آسمان کی وُسعتوں کو چھو رہا ہو جو اپنا پھل دوسروں کو کھلا دے اور کچھ جَمْع کر کے نہ رکھے، جبکہ دوسرا شخص چیونٹی کی طرح کمزور ہو، کھانا تلاش کرتا رہے اور ملنے پر اپنے پاس جَمْع کر لے۔

سرکار کی نظر کیمیا اثر

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قوم کے فضائل بیان کیے اور ان کی تعریف فرمائی کہ وہ (اپنی بیماری دُور کرنے کے لیے) دَم کرواتے ہیں نہ داغتے ہیں،[1] بلکہ اپنے رب پر تَوَکُّل رکھتے ہیں۔ نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے مُتعلّق اِرشَاد فرمایا کہ وہ بغیر حِساب کے جنّت میں داخِل ہوں گے۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان لوگوں کے حِساب کے بغیر جنّت میں داخلے کا سَبَب تَوَکُّل سے وَابَستہ ہونا بتایا اور اس بات کی بھی خَبَر دی کہ وہ بیماریوں کا عِلاج تَوَکُّل کی بنا پر نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامِل فرمادے۔[2] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے حَق میں دُعا فرمادی، اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھ لیا تھا کہ وہ اسی راستے پر گامزن ہیں، ان کے پاس زادِ راہ بھی مَوجُود ہے اور وہ اس راستے پر چلنے کی قوّت بھی رکھتے ہیں، لہٰذا انہیں اہل جانتے ہوئے ان کے حَق میں دُعا فرمادی مگر جب ایک اور صَحابی نے حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (پر کَرَم کی بارش ہوتے دیکھ کر ان) کی پیروی کرتے ہوئے عَرض کی کہ میرے لیے بھی ان لوگوں میں شامِل ہونے کی دُعا فرمادیجئے۔[3] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اس راہ کا مُسافِر پایا نہ اس کے پاس کوئی زادِ راہ دیکھا

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف . . . الخ، ص ۱۳۶، حدیث: ۲۱۸

[2] ......المرجع السابق

[3] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف . . . الخ، ص ۱۳۶، حدیث: ۲۱۸

اور نہ اس راہ کا اہل جانا، اس لیے کہ مَقامات میں کسی کی پیروی کی جاسکتی ہے نہ کسی کی مُشابَہَت اِخْتِیار کی جاسکتی ہے جیسا کہ کوئی ان کے حُصُول کا دعویٰ نہیں کر سکتا، کیونکہ ان مَقامات کا تعلّق دِلوں کے وِجدان اور مُشاہَدَۂ حبیب کے باعث حاصِل ہونے والے غیب کے مُشاہَدات سے ہوتا ہے، لہٰذا جو ان مَقامات کی بُلندی تک رَسائی کی قوّت نہ رکھتا ہو وہ ان تک پہنچنے سے پہلے ہی اَوندھے منہ گر پڑتا ہے، لہٰذا جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس صَحابی کے مَوجُودَہ مَقام کو دیکھا اور مزید آگے بڑھنے کی قوّت نہ پائی تو اسے اس کے مَقام کی حد پر ہی ٹھہرنے کی تاکید کی اور اس کی کمزوری کو پیشِ نَظر رکھتے ہوئے بڑا ہی خُوبصُورَت جواب دیا کہ عُکّاشہ تم سے سَبْقَت لے گیا ہے۔[1] اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کَرَم فرمانے والے اور سب کے حبیب ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک عقْل مند حاکم جب دو گواہوں میں سے ایک کو کمزور پائے تو کہے کہ ایک گواہ مزید لاؤ اور وہ اس بات کی صراحت نہ فرمائے کہ گواہ مَجْرُوح ہے، کیونکہ اگر وہ گواہ عادِل ہوتا تو وہ اسی کی گواہی قبول کرلیتا اور مزید گواہ لانے کا مُطالَبہ نہ کرتا۔

ہم ہی اس قابل نہیں

یاد رکھئے! مَقامات اپنی طرف آنے والوں کے لیے تنگ نہیں ہوتے اور نہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان مَقامات پر کسی کو فائز کرنے میں بخیل ہیں، جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کسی بھی مُعَاملے میں بُخْل نہ فرمانے کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ (پ۳۰، التکویر:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس صَحابی میں قوّت کا مُشاہَدہ نہ کیا اور اس میں واضح کمزوری کو دیکھا کہ وہ اس مَقام کے قابِل نہیں تو اسے اس مَقام پر فائز نہ فرمایا۔

زخم کو داغ کر علاج کرنا

کئی احادیثِ مُبارَکہ میں زَخْم کو داغ کر عِلاج کرنے کی مُمانَعَت بھی مَرْوِی ہے۔[2] چنانچہ،

---

[1]......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف . . . الخ، ص۱۳۶، حدیث:۲۱۸

[2]......بخاری، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث، ۴/۱۷، حدیث:۵۶۸۱

دوا کو شِفا کا سَبَب ماننا شرک ہے

مَرْوِی ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کا عِلاج کرنا چاہا مگر (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے داغنے کی اِجازت نہ دی اور) وہ اسی بیماری میں مر گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر وہ تندرُست ہو جاتا تو تم کہتے کہ میں نے اسے ٹھیک کر لیا۔ ایسا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لیے فرمایا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ بعض نُفُوس میں یہ وَسْوَسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شِفا اور نَفْع دَوا سے ہوا ہے اور یہ شِرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مُحَقِّقِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے اس خدشے کے پیدا ہونے کی وجہ سے عِلاج مُعَالَجہ کو پسند نہیں کیا۔

شِفا کون دیتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرْض کی: اے میرے رب! دوا اور شِفا کا تعلّق کس سے ہے؟ اِرشَاد فرمایا: مجھ سے۔ عَرْض کی: پھر طبیب کیا کرتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: وہ اپنا رِزْق کھاتے ہیں اور میرے بندوں کے دِل بَہلَاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں میری طرف سے شِفا یا موت مل جاتی ہے۔

مُتوکِّل کے لیے عِلاج نہ کرنا بہتر ہے

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے تھے: مجھے یہ بات پسند ہے کہ جو شخص توکُّل کا عقیدہ رکھے اور اس راہ پر چلنے والا بھی ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ عِلاج کے مُعَاملہ میں دوائی وغیرہ اِستِعمال نہ کرے۔

فرشتوں کی سلامی سے محرومی

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہو گئے، لوگوں نے آپ کو جِسْم پر داغ لگوانے کا مشورہ دیا مگر آپ نے منْع کر دیا۔ لوگوں کے اِصرار اور حاکِم وَقْت زِیاد کے مَجبُور کرنے پر آپ نے اپنے جِسْم پر داغ لگوالیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: پہلے میں نُور دیکھا کرتا تھا، آوازیں سنا کرتا تھا، فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے مگر جب میں نے داغ کے ذریعے عِلاج کیا تو یہ سب چیزیں مجھ سے جُدا ہو گئیں۔

ایک رِوایت میں ہے کہ فرشتے آپ سے مُلاقات کے لیے آیا کرتے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ان سے بڑے مانُوس تھے، مگر داغ لگوانے کے بعد فرمایا کرتے تھے: میں نے کئی مرتبہ جِسْم پر داغ لگوائے مگر خدا کی قَسَم! کچھ فائدہ ہوا نہ اس مَرَض سے چھٹکارا ملا۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کے ساتھ پہلے والے مُعامَلات آپ پر ظاہِر فرما دیئے۔

فَرِشتوں سے ملاقات ایک اِعزاز ہے

حضرت سیِّدُنا عِمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا مُطرِّف بن **عبد اللّٰہ** رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فرشتوں سے مُلاقات خَتْم ہو جانے کے مُتَعَلِّق بتا دیا تھا، پھر (مُعامَلات کی بحالی پر) ان سے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کے مُعامَلات دوبارہ لوٹا کر مجھے پھر سے یہ اِعزاز بَخْش دیا ہے؟ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اگر حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک داغ کے ذریعے عِلاج کروانا گناہ نہ ہوتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس پر شَرْمِندہ ہوتے نہ اس سے توبہ کرتے، نیز اگر یہ بات باعِثِ نُقْصان نہ ہوتی تو فرشتوں کو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دُور نہ کیا جاتا۔

سلف صالحین کے عِلاج نہ کروانے سے متعلق چند واقعات

سیِّدُنا ابو بکر صدیق کا عِلاج نہ کروانا

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہوئے تو ان کی خِدْمَت میں عَرْض کی گئی: کیا ہم آپ کے لئے کوئی طبیب بُلْوائیں؟ اِرْشَاد فرمایا: میر الطبیب مجھے دیکھ چکا ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ میں جو چاہوں کر لینے والا ہوں۔

سیِّدُنا ابو دَرْدَا کا عِلاج نہ کروانا

حضرت سیِّدُنا ابو دَرْدَا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بیماری میں کسی نے عَرْض کی: آپ کو کیا بیماری ہے؟ اِرْشَاد فرمایا:

مجھے گناہوں کا مَرَض ہے۔ عَرض کی گئی: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اپنے گناہوں کی مغْفِرت۔ لوگوں نے عَرض کی: کیا ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو بُلائیں؟ فرمایا: طبیب (یعنی ربّ عَزَّوَجَلَّ) نے ہی مجھے بیمار کیا ہے۔

سیِّدُنا ابوذَرّ غِفاری کا عِلاج نہ کروانا

حضرت سیِّدُنا ابوذَرّ غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہوئے تو عَرض کی گئی: کاش! آپ اپنی آنکھوں کا عِلاج کروالیں (تو تندرُست ہو جائیں)۔ اِرشاد فرمایا: مجھے ان کی فِکر نہیں۔ عَرض کی گئی: آپ (اگر عِلاج نہیں کروانا چاہتے تو کم از کم) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کیجئے کہ وہ آپ کو اس مَرَض سے نجات عَطا فرمائے۔ فرمایا: میں دُعا میں جو مانگتا ہوں وہ ان آنکھوں سے زیادہ اَہم ہے۔

توکل کب صحیح ہوتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل بن عبد**اللہ** تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عَرض کی گئی: بندے کا توَکُّل کب صحیح ہوتا ہے؟ فرمایا: جب اس کے جِسْم میں کوئی تکلیف ہو اور مال میں نُقصان ہو تو اپنے توَکُّل کی بنا پر ان کی طرف نہ دیکھے بلکہ اَحکامِ خُداوندی کی بجا آوری کو پیشِ نظر رکھے۔

سیِّدُنا ربیع بن خُثَیم کا عِلاج نہ کروانا

حضرت سیِّدُنا رَبیع بن خُثَیم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فَالِج کا مَرَض لاحِق ہوا تو ان سے عَرض کی گئی: کاش! آپ اس کا عِلاج کرواتے (تو تندرُست ہو جاتے)۔ فرمایا: میں نے اِرادہ کیا تھا پھر مجھے یاد آیا کہ قومِ عاد و ثمود اور کنویں والے اور ان کے درمیان جو بہُت سی قومیں گزریں انہیں بھی تکالیف آئی تھیں اور ان میں طبیب بھی مَوجُود تھے، مگر عِلاج کرنے اور کروانے والے سب ہلاک ہو گئے اور انہیں کسی عِلاج نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

نماز کے لیے فالج سے شفا کی دعا

حضرت سیِّدُنا عَبْدُالْوَاحِد بن زَید رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فَالِج کا مَرَض لاحِق ہوا اور آپ نماز میں قیام سے مَعْذُور ہو گئے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کی کہ وہ انہیں صِرف نماز کے اَوقات میں شِفا عطا فرما دیا کرے اور پھر

بعد میں مَرَض کی حالت آجایا کرے۔ چنانچہ جب نَماز کا وَقت ہوتا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس طرح چاک و چوبند کھڑے ہو جاتے جیسا کہ پہلے انہیں رَسّی سے باندھ رکھا ہو، جب نَماز پڑھ لیتے تو پھر فالِج کی حالت طارِی ہو جاتی جیسا کہ پہلے تھی۔

ترکِ عِلاج خواص کا کام ہے نہ کہ عوام کا

سَلَف صَالِحِین اور صِدِّیقِین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں سے ایک کثیر تعداد نے عِلاج نہیں کروایا بلکہ ان کی تعداد تو شُمار سے بھی باہَر ہے، مگر یہ عِلاج نہ کروانے کا حُکْم خواص کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ،

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب ان 70 ہزار لوگوں کا ذِکْر کیا جو جنّت میں حِساب کے بغیر داخِل ہوں گے، پھر ان کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ وہ داغ کے ذریعے عِلاج کرتے ہیں نہ دَم کے ذریعے، تو حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ بن مِحْصَن اَسدِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر عَرْض کی: **یا رسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دُعا فرمایئے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامِل فرمادے۔ لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے حَق میں دُعا فرمادی، مگر جب ایک اور صَحابی نے حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (پر کَرَم کی بارِش ہوتے دیکھ کر) عَرْض کی کہ میرے لیے بھی ان لوگوں میں شامِل ہونے کی دُعا فرما دیجئے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: عُکّاشہ تم سے سَبقَت لے گیا ہے۔ [1]

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے اس صَحابی کے حَق میں دُعا نہ کرنے کا سَبَب بُخْل نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ قَوِی اور خواص کا راستہ ہے جس پر عام اور کمزور لوگ نہیں چل سکتے جیسا کہ عام لوگوں کے راستے پر خواص نہیں چلا کرتے۔

بخار دل کو صاف کرتا ہے

ایک عارِف فرماتے ہیں کہ میرا دِل سب سے زیادہ صاف اس وَقت ہوتا ہے جب مجھے بُخار ہوتا ہے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف...الخ، ص ١٣٦، حدیث: ٢١٨

فکرِ دنیا سے بے نیازی کا انعام

عارِفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کے وِجدان میں سے ایک حِکایت یہ مَرْوِی ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا موسیٰ اور حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَيْهِمَا السَّلَام کی مُلاقات کسی ویران و بیابان جنگل میں ہوئی تو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَيْهِ السَّلَام سے بھوک کا تذکرہ کیا، انہوں نے عَرْض کی: بیٹھ جائیے، دُعا کرتے ہیں (اللہ عَزَّوَجَلَّ کچھ بھیج دے گا)۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَيْهِ السَّلَام نے (زیرِلب) کچھ پڑھا تو ایک ہَرن کہیں سے آیا اور ان دونوں ہستیوں کے درمیان کھڑا ہو کر (خود بخود) دو۲ برابر برابر ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا، جو آدھا ٹکڑا حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَيْهِ السَّلَام کے سامنے گرا وہ بھنا ہوا تھا جبکہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے سامنے گرنے والا ٹکڑا کچا تھا، حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَيْهِ السَّلَام نے آپ سے عَرْض کی: اٹھئے اور اسے پکانے کی فِکر کیجئے جیسا کہ اس کی فِکْر میں مبتلا تھے، آگ جلا کر اپنے حصّے کو پکائیے اور تَنَاوُل فرمائیے۔ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے آگ جلائی اور اپنا حِصّہ بھون کر کھایا، پھر فارِغ ہونے کے بعد پوچھا: یہ آدھا حِصّہ جو آپ کی طرف گرا تھا بھنا ہوا کیوں تھا؟ عَرْض کی: اس لیے کہ دنیا میں مجھے کوئی اُمّید باقی نہیں۔ ایک قول میں ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے مخلوق میں کوئی حاجَت باقی نہیں رہی۔

سیِّدُنا ابو محمد تستری کے نزدیک عِلاج نہ کروانا

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن عبد اللّٰہ تُسْتَرِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی کا مَذْہَب یہ ہے کہ نیکیاں کرنے کے لیے عِلاج کروانے سے اَفضل یہ ہے کہ عِلاج نہ کروایا جائے، خواہ نیکیوں میں کمی اور فرائض میں کوتاہی ہو۔

ایک بار آپ بیمار ہو گئے مگر آپ نے عِلاج نہ کیا حالانکہ دیگر لوگ اس بیماری سے نجات کے لیے عِلاج کیا کرتے تھے۔ بلکہ جب آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے یا بیماری کے سَبَب نیک اَعمال کی طاقَت نہیں رکھتا مگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور دیگر نیک اَعمال کرنے کی خاطر عِلاج کا اِہتِمام کر رہا ہے تو اس پر تَعَجُّب کا اِظْہار فرماتے اور اِرشاد فرماتے: جسمانی قوّت حاصِل کرنے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے لئے عِلاج کروانے سے بہتر ہے کہ یہ رَضائے اِلٰہی پر راضی رہے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

ضَرور پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ دوا کیوں اِستِعمال کی؟

جب آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دوا اِستِعمال کرنے کے مُتَعَلِّق پوچھا جاتا تو اِرشاد فرماتے: ہر وہ شخص جو دوا اِستِعمال کرے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ دَوا اِستِعمال کرنے میں کمزور یقین والوں کے لئے گنجائش ہے، البتہ جو لوگ دَوا اِستِعمال نہیں کرتے وہ اَفضل ہیں، کیونکہ جو بھی دَوا اِستِعمال کی جائے اگرچہ ٹھنڈا پانی ہو اس کے مُتَعَلِّق ضَرور پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ دَوا کیوں اِستِعمال کی؟ اور جو اِستِعمال نہ کرے گا اس سے کوئی سوال نہ ہو گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جس نے ٹھنڈا پانی بھی دَوا کے طور پر اِستِعمال کیا اس سے اس کے مُتَعَلِّق پوچھا جائے گا۔

قلوب کے ذرّہ بھر عمل کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی کے قول کی حقیقت یہ ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک اَفضل عَمَل یہ ہے کہ بندہ اپنی قوّت و طاقت کو کمزور کرے یہاں تک کہ اس کا نَفْس رَضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے ذرّہ برابر کوئی (غَلَط) حَرَکت نہ کرے، اس لیے کہ قُلُوب کا ذرّہ بھر عَمَل مثلاً تَوَکُّل، صَبْر اور رَضا ظاہِری اَعمال کے پہاڑ برابر اَعمال سے اَفضل ہوتا ہے۔ یہ اہلِ بصرہ کا مَذْہَب ہے کہ وہ طویل بھوک کے ذریعے اپنی قوّت کو خَتْم کر دیتے تاکہ ان کے نَفْس کمزور ہو سکیں، اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ نَفْس کی قوّت میں اس کی شہوات کی قوّت اور صِفات کا غَلَبہ پایا جاتا ہے، جس سے گناہ، ہوائے نَفْس کی کَثْرَت، طولِ رَغْبَت، دنیا کی حِرْص اور زِنْدَگی سے مَحَبَّت پیدا ہوتی ہے۔

بیماریوں کے چند فوائد

بیماریوں کا پہلا فائدہ

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی اِرشاد فرماتے ہیں: جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نَفْس پر اس جگہ سے بیماریاں نازِل کرتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا تو وہ ان بیماریوں سے شِفا پانے کے لیے کوئی

عِلاج نہیں کرتا، اس لیے کہ بیماری کمزوری کی اِنْتِہا کا نام ہے اور یہ شہوت کو خَتْم کرنے کا انتہائی بہتر طریقہ ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اَجْسَام کی بیماریاں رَحْمَت اور دِلوں کی بیماریاں سزا ہیں۔ ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: جسمانی اَمراض صِدِّیْقِین کے لیے اور قلبی اَمراض مُنَافِقِین کے لیے ہیں۔

مومن اور منافق میں فرق

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: تو مومن کو پائے گا کہ اس کا دِل خوب صِحَّت مند اور جِسْم بہُت کمزور ہو گا جبکہ مُنافِق کو پائے گا کہ اس کا جِسْم خوب صِحَّت مند اور دِل بہُت زیادہ کمزور ہو گا۔

آوارہ گدھے بیمار نہیں ہوتے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا تم آوارہ گدھوں کی طرح بننا چاہتے ہو کہ کبھی بیمار پڑو نہ کبھی تمہیں کوئی تکلیف آئے؟[1]

مومن کا جسمانی یا مالی مصیبت کا شِکار رہنا

مَنْقُول ہے کہ مومن کبھی جسمانی بیماری یا مالی قِلَّت سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک قول میں ہے کہ وہ کسی کے غَلَبہ یا ذِلَّت سے خالی نہیں ہوتا۔

عِلاج نہ کرنے والے کے فضائل

بندہ اگر عِلاج نہ کروائے تو اسے کئی نیک اَعمال کی توفیق حاصِل ہوتی ہے:

وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آنے والی اِبْتِلا و آزمائش پر صَبْر کرنے کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قضا پر راضی رہنے کی اور اس کے حُکْم کے سامنے سر جھکانے کی نِیَّت کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہے کہ یہ باتیں اس کے ربّ کے نزدیک اچھی ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ اس مُعامَلے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت اور آخِرَت میں اس کا بہتر ہونا خوب جانتا ہے کہ وُہی حکیم و علیم ربّ ہے۔

---

[1] ......الطبقات لابن سعد، ۷/ ۳۵۱، الرقم: ۴۰۲۳: ابو فاطمة الازدی

اس کا ربّ اس سے اچھّی طرح آگاہ ہے، اس پر اس کی نگاہِ کَرَم ہے، وہ اس کا مُنتخَب بندہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے اسے بیماریوں میں مبتلا کر کے مَعاصی کا شِکار ہونے سے باندھ رکھا ہے جیسا کہ حَدِیْثِ قُدسی میں ہے کہ فَقْر میرا قید خانہ اور بیماری میری قید ہے، میں اپنی مَخلوق میں سے جسے پسند کرتا ہوں اس قید خانے میں بند کر دیتا ہوں، لہٰذا اگر میرا بندہ عِلاج کر کے عَافِیَّت پالے تو وہ اس بات سے بے خوف نہیں ہو سکتا کہ اس کا نَفْس قَوِی ہو جائے اور یوں اس کی نفسانی خواہشات اسے فَساد میں مبتلا کر دیں، اس لیے کہ مَعاصی کا تعلّق عَافِیَّت سے ہے، چنانچہ سال بھر بیمار رہنا ایک گناہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

گناہ سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں

ایک شخص کی (کافی عرصہ بعد) کسی عارِف سے مُلاقات ہوئی تو عارِف نے اس سے پوچھا: مجھ سے جُدا ہو کر کیسے رہے؟ عَرض کی: صحیح سَلامَت رہا۔ تو اس عارِف نے اِرشَاد فرمایا: اگر تم نے (اس عرصے میں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی تو واقعی سلامتی کے ساتھ رہے اور اگر نافرمانی کر چکے ہو تو بھلا گناہ سے بڑھ کر بھی کوئی بیماری ہو سکتی ہے، کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرے اس کے لئے کوئی سلامتی نہیں۔

شیرِ خدا کے نزدیک عید کا دن

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عِید کے دِن عِراق کی ایک نَبَطی قوم کو زیب وزِینَت اِختیار کرتے دیکھ کر دَرْیافْت فرمایا: ان لوگوں نے یہ کیا طریقہ اپنایا ہوا ہے؟ لوگوں نے عَرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ ان لوگوں کی عِید کا دن ہے۔ یہ سُن کر اِرشَاد فرمایا: ہر وہ دن جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہو وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے۔

عافیت و مالداری بھی گناہ کا سَبَب ہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دِکھا چکا تمہاری خوشی کی بات۔

ایک قول کے مُطابِق یہاں خوشی کی بات سے مُراد عَافِیَّتیں اور مال داری ہے۔

فرعون کے خدائی کا دعویٰ کرنے کی وجہ

فِرْعَون نے جو یہ کہا تھا کہ ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ (پ۳۰، النزعت:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ ﴾ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ طویل عرصہ تک صِحَّت مند رہا، 400 سال تک اس کے سر میں دَرْد ہوا نہ کبھی بُخار ہوا اور نہ کبھی کسی رَگ میں تکلیف ہوئی۔ چنانچہ وہ خُدائی کا دعویٰ کر بیٹھا، حالانکہ اگر روزانہ اس کے آدھے سر میں دَرْد ہوتا یا وہ بُخار کی تَپِش میں مبتلا ہوتا تو خُدائی کا دعویٰ کرنے کی اسے کبھی فُرصت نہ ملتی۔

تندرستی کے باعث نافرمانی کی وجہ

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یاد رکھئے! انسان جس طرح مال کے ذریعے نافرمانی کرتا ہے اسی طرح صِحَّت وتَندرُستی کے باعِث بھی نافرمانی کامُرتَکِب ہوتا ہے، اس لیے کہ صِحَّت وعَافِیَّت کی وجہ سے وہ کسی کو خاطِر میں نہیں لاتا جیسا کہ مال کی وجہ سے وہ کسی کی پَروا نہیں کرتا، حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں فتنہ وآزمائش ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿۷﴾ (پ۳۰، العلق:۶، ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دو۲ نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہُت سے لوگ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں: صِحَّت وتَندرُستی اور فَراغَت۔[1]

صِحَّت وعَافِیَّت کی حَالَت میں گناہوں سے مَحْفُوظ رہنا ایک دوسری نِعْمَت ہے جیسا کہ حَالَتِ غِنا میں گناہوں سے مَحْفُوظ رہنا نِعْمَت دَر نِعْمَت ہے اور یہ دَرْج ذیل آیتِ مُبارَکہ کی دو۲ صورتوں میں سے ایک صُورَت ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق...الخ، ۲۲۲/۴، حدیث: ۶۴۱۲

اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا ترجمۂ کنز الایمان: تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے۔ (پ ٢٦، الاحقاف: ٢٠)

بیماریوں کا دوسرا فائدہ

بیماریاں گناہوں کو مِٹاتی ہیں، لیکن جب بندہ بیماری کو بُرا جانتا ہے تو اس پر اس کے گناہ کَثْرت سے باقی رہ جاتے ہیں۔

بخار کی وجہ سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندہ بُخار اور تَپِش میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ زمین پر چلتا ہے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔[1]

سال بھر کے گناہوں کا کفارہ

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ایک دن کا بُخار سال بھر کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔[2]

سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہونے کی وجہ

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس رِوایَت کی تاویل میں جو سب سے بہترین بات میں نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دِن کے بُخار کا سال بھر کے گناہوں کا کفّارہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دِن کا بُخار سال بھر کی قوّت خَتْم کر دیتا ہے اور ایک قول میں ہے کہ انسان کے 360 جوڑ ہوتے ہیں[3] اور ایک دِن کا بُخار ہر جوڑ پر اَثَر انداز ہوتا ہے[4] لہٰذا ہر جوڑ (کا بُخار) ایک دِن کا کفّارہ بن جاتا ہے۔

---

[1]......مسند ابی یعلی، مسند ابی ھریرۃ، ٥/٣٦٢، حدیث: ٦١٢٤، مفھوماً

[2]......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، الجزء الاول، ٤/٢٣٩، حدیث: ٥٠

[3]......ابو داود، کتاب الادب، باب فی اماطۃ الاذی عن الطریق، ٤/٤٦١، حدیث: ٥٢٤٢

[4]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الجنائز، باب ما قالوا فی ثواب الحمی والمرض، ٣/١١٩، حدیث: ١٨

بخار میں مبتلا رہنے کی تمنا

جب سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ اِرشاد فرمایا کہ بُخار گناہوں کا کفّارہ ہے۔[1] تو حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ خُداوندی میں ہمیشہ بُخار میں مبتلا رہنے کی دُعا کی۔ چنانچہ اِنتِقال فرمانے تک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر بُخار کی کَیفِیَّت طارِی رہی۔ اَنصار کی ایک جماعت سے بھی ایسا ہی قول مَرْوِی ہے کہ انہوں نے بھی بُخار میں مبتلا رہنے کی دُعا کی تھی۔

نابینا ہونے کی تمنا

اسی طرح مَرْوِی ہے کہ جب سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہے تو اس کے لئے جنّت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔[2] یہ سن کر کئی اَنصاری صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نابینا ہونے کی تمنّا کرنے لگے۔

بیماری سے بچنا بھی جائز ہے

جب بُخار نے حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں حاضِری کے لیے اِجازَت طَلَب کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اِرشاد فرمایا: اہلِ قبا کی طرف جاؤ۔[3]

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بُخار کو اپنے پاس آنے کی اِجازَت نہ دینا دَرْج ذَیل فرمانِ باری تعالیٰ کی دُو صورتوں میں سے ایک صُورَت میں مَرْوِی ہے۔ جیسا کہ اِرشاد ہوتا ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۸)

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، الجزء الاول، ۴/ ۲۳۹، حدیث: ۵۰

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ذھاب البصر، ۴/ ۱۷۹، ۱۸۰، حدیث: ۲۴۰۸، ۲۴۰۹

[3] ......مسند احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/ ۵۴، حدیث: ۱۴۴۰۰
معجم کبیر، ۶/ ۲۴۶، حدیث: ۶۱۱۳

مُراد یہ ہے کہ وہ لوگ گناہوں کی بیماریوں سے صاف ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔

جو مصیبت پر خوش نہ ہو، عالم نہیں

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اِرشَاد فرماتے ہیں: وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جو اپنے جِسْم اور مال پر آنے والی مصیبتوں سے خوش نہ ہو۔ اس لیے کہ اس صُورت میں اس کے گناہوں کے کفّارے کی اُمّید ہوتی ہے۔

کون کیسی بیماریوں سے آزمایا جاتا ہے؟

صِدِّیقِین جسمانی بیماریوں سے آزمائے جاتے ہیں جبکہ مُنَافِقِین قلبی بیماریوں سے آزمائے جاتے ہیں، اس لیے کہ بندہ جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو کر کمزوری کے سَبَب گناہوں اور سرکشی سے مَحْفُوظ رہتا ہے جبکہ قلبی بیماریوں میں مبتلا ہو کر وہ اُخْرَوِی اَعمال اور یقین کی کمزوری کا شِکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

ایک قول کے مُطابِق یہاں ظاہری عَافِیَّتیں اور باطنی اِبْتِلائیں مُراد ہیں، کیونکہ یہ بھی اُخْرَوِی نعمتیں ہیں۔

آزمائش بھی رحمت ہوتی ہے

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک شخص کو بڑی آزمائش میں مبتلا دیکھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عَرض کی: اے میرے ربّ! اس پر رَحْم فرما۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وَحِی فرمائی: جو رَحْم اس پر ہو رہا ہے اس سے زیادہ اور کیسے رَحْم ہو گا۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اسی مفہوم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ (پ ۱۸، المؤمنون: ۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم ان پر رَحْم کریں اور جو مصیبت ان پر پڑی ہے ٹال دیں تو ضَرور بھٹ پنا (اِحسان فراموشی) کریں گے اپنی سرکشی میں بہکتے ہوئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں یہ خَبَر دی ہے کہ ان پر رَحْمَت نہ کرنے کا سَبَب ان پر لُطف و رَحْمَت ہی ہے۔

جُذام میں مبتلا شخص کی حِکایت

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الْوَاحِد بن زَید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَرْوِی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ بصرہ کے اَطراف کی طرف نِکل گئے، چلتے چلتے وہ ایک پہاڑی غار کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں جُذام میں مبتلا ایک شخص ہے جس کے جِسْم سے پیپ اور کچ لَہُو بہہ رہا تھا، انہوں نے اس شخص سے فرمایا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے! اگر تو بصرہ چلا جائے تو اس بیماری کا عِلاج کرا سکتا ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے آسمان کی طرف اپنی نِگاہیں بُلند کیں اور عَرض کی: اے میرے مالِک! میرے کس گناہ کے سَبَب تو نے ان لوگوں کو مجھ پر مُسَلَّط فرمادیا ہے؟ کہ یہ سب مل کر مجھے تجھ سے ناراض کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں تیری قضا کو ناپسند کروں۔ اے میرے مالِک! میں تجھ سے اپنے اس گناہ کی مُعافی مانگتا ہوں، تجھے حق ہے کہ تو مجھ پر عِتاب فرمائے، میں کبھی اس گناہ کا اِعادہ نہ کروں گا۔ اس کے بعد اس شخص نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا، فرماتے ہیں کہ ہم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور واپَس لَوٹ آئے۔

آزمائش مرتبہ کے مُطابق ہوتی ہے

ایک رِوایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ہم اَنبیائے کِرام کا گروہ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے، اس کے بعد دَرَجہ بدَرَجہ ہر شخص کا بِقَدْرِ ایمان اِمْتِحان لیا جاتا ہے۔[1] اگر اس کا اِیمان سَخْت ہو تو آزمائش بھی سَخْت ہوتی ہے اور اگر اِیمان کمزور ہو تو آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے۔ جیسا کہ تم سونے کو آگ میں ڈال کر پَرَکھتے ہو، چنانچہ ان میں سے بعض لوگ خالِص سونے کی طرح نکلتے ہیں اور بعض اس سے کم دَرَجے کے ہوتے ہیں، جبکہ بعض جلے ہوئے (کوئلے کی مانند) سیاہ نکلتے ہیں۔

آزمائش پر صبر کرنے یا خوش ہونے کا انعام

اَہْلِ بَیْت کے طریق سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ....ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶

اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے مَحبَّت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے، اگر وہ صَبر کا دامَن تھامے رکھے تو اسے مَقامِ مجتبیٰ پر فائز فرماتا ہے (یعنی اپنے خاص بندوں میں اسے چن لیتا ہے) اور اگر وہ اس آزمائش پر خوشی کا اِظْہار بھی کرے تو اسے مَقامِ مصطفےٰ پر فائز فرماتا ہے (یعنی اسے اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل فرمالیتا ہے)۔ [1]

بیماریوں کا تیسرا فائدہ

بیماریوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ فرشتہ بندے کے لیے ان نیک اَعمال کی مِثل اَعمال لکھتا ہے جو وہ حالَتِ صِحَّت میں کیا کرتا تھا اور اس کے لیے ویسا ہی اَجْر وثَواب لکھتا ہے جو عام طور پر ایسے اَعمال بجالانے والوں کے لیے لکھتا ہے، [2] بلکہ اس کے (حالَتِ صِحَّت میں کیے جانے والے) اَعمال سے بھی بہتر نیک اَعمال لکھتا ہے، اس لیے کہ بعض اوقات حالَتِ صِحَّت میں سَر اَنجام دیئے جانے والے اَعمال میں کوئی خرابی بھی ہو جاتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے کے لیے اس بات کو پسند فرمانا کہ وہ اسے تکلیف میں مبتلا کرے اس بات سے بہتر ہے کہ بندہ اپنے لیے یہ بات پسند کرے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر نیک اَعمال بجالائے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اَفضل عَمَل وہ ہے جسے نَفْس پسند نہ کریں۔ [3]

ایک قول کے مُطابِق یہاں جان و مال پر آنے والے مَصائب مُراد ہیں، کیونکہ نَفْس اسے پسند نہیں کرتا، حالانکہ یہ مَصائب اس کے لیے بہتر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی مفہوم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ (پ ٢، البقرۃ: ٢١٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حَق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حَق میں بُری ہو۔

بعض اَوقات بندہ فَقْر، بیماری، اِفلاس، نُقْصان اور گمنامی پسند نہیں کرتا حالانکہ یہ ساری چیزیں آخِرت

---

[1] ......فردوس الاخبار، ١/١٥١، حدیث: ٩٧٦

[2] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ٢/٥٥١، حدیث: ٦٤٩٢

[3] ......محاسبۃ النفس لابن ابی الدنیا، باب الحذر علی النفس... الخ، ص ١٢٣، حدیث: ١١٣

میں اس کے لیے بہتر ہیں اور اَنجام کے اِعْتِبار سے بھی زیادہ عُمدہ ہیں۔ اسی طرح بعض اَوقات وہ مال داری، تَنْدُرُسْتی، اور شُہرت کو پسند کرتا ہے حالانکہ یہ سب چیزیں اس کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بُری ہیں اور اَنجام کے لیے لِحَاظ سے بھی اس کے لیے بدتر ہیں۔

بیماری گویا ربّ کی قید ہے

حدیثِ پاک میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے (اس کی بیماری کے دوران) وُہی نیک اَعمال لکھو جو وہ (حالتِ صحّت میں کیا) کرتا تھا کہ وہ میری قید میں ہے،[1] اگر اسے آزاد کیا تو پہلے سے اچھّا خون اور گوشت دوں گا اور اگر وفات دی تو اپنی رَحمت کی جانِب بلوالوں گا۔[2]

اَلْغَرَض کسی صِفَت کا بدَل دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُسْنِ اِخْتِیار کی وجہ سے ہے اور یہ بات بندے کے لیے دنیا و آخِرَت اور نفسانی خواہشات سے حد دَرَجہ بہتر ہے۔

شِفا کب اور کیسے؟

تَوَکُّل اور تَرْکِ تَوَکُّل میں اَصل یہ ہے کہ مُتَوَکِّل کو اپنے تَوَکُّل کی بنا پر یہ یقین ہوتا ہے کہ بیماری کا ایک وَقْت مُعَیَّن ہے، جب وہ وَقْت خَتم ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے بیماری سے بھی یقیناً شِفا مل جائے گی۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بعض اَوقات یہ فیصلہ فرمادیتا ہے کہ اگر بندے نے عِلاج کیا تو وہ اسے 10 دن میں شِفا عطا فرمائے گا اور اگر عِلاج نہ کیا تو 20 دن میں اسے شِفا عطا فرمائے گا تاکہ بیمار شخص کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس شے کو مُباح قرار دیا ہے وہ یہ رُخصَت حاصِل کر سکے۔ چنانچہ وہ چاہے گا کہ جَلْدی جَلْدی 10 دن میں ہی صِحّت پالے تاکہ جَلْدی صِحّت یاب ہو جائے اور عافِیّت پاسکے، لیکن اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ دَوا سے شِفا نہیں ملتی کیونکہ عِلاج بذاتِ خود نَفْع مند نہیں، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی شِفا و نَفْع دینے والا ہے، شِفا و نَفْع اس کے اَفعال ہیں مگر اس

[1] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/۵۵۱، حدیث: ۶۴۹۲

[2] ......موطا امام مالک، کتاب العین، باب ماجاء فی اجر المریض، ۲/۴۲۹، حدیث: ۱۷۹۸

المجروحین لابن حبان، باب الجیم، ۱/۲۶۱، الرقم: ۱۹۸: الجارود بن یزید

نے اپنی حِکْمَت کی بنا پر عِلاج کو ان کے حُصُول کا ذریعہ بنا دیا ہے، اس کے سِوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ جڑی بوٹیوں کو پیدا کرتے وَقْت ہی فِطری طَور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان میں یہ دونوں چیزیں رکھ دی تھیں۔

جڑی بوٹیوں سے شِفا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جڑی بوٹیوں کو عِلاج کا سَبَب بنایا ہے وُہی ان کی فطرت وجِبِلَّت بنانے والا بھی ہے، کیونکہ ان میں عِلاج کا سَبَب رکھنا اور انہیں ایک خاص وَصْف سے نوازنا کسی طبیب کا کام نہیں، اگرچہ بَظَاہِر ان جڑی بوٹیوں سے عِلاج طبیب ہی کرتا ہے اور شِفا و مریض کے درمیان (عِلاج کا سَبَب بننے والی) ان خاص جڑی بوٹیوں کو اِکٹھا کرتا ہے، اس لیے کہ یہ طریقۂ عِلاج اس کے ہاتھوں اس لیے ظاہِر ہوتا ہے تاکہ اس کے رِزْق کا سَبَب بن سکے۔ حالانکہ حقیقی طور پر ان جڑی بوٹیوں کو (ان کی مَخْصُوص صِفات کی بنا پر) جَمْع کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور وُہی ان کے ذریعے شِفا دینے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللہ** نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اَعمال کو۔

(پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۶)

بھوک پیاس کون مٹاتا ہے؟

اسی طرح عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے نزدیک روٹی بندے کو سیر کرتی ہے نہ پانی اسے سیراب کرتا ہے، جیسا کہ مال کا ہونا بندے کو غنی کرتا ہے نہ اس کا نہ ہونا اسے فقیر بناتا ہے، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کِھلانے اور پِلانے والا ہے اور وُہی بندے کو سَیر ہونے اور سیراب ہونے کی نِعْمَت عَطا فرماتا ہے جیسا کہ وُہی ہے جو اپنے بندے کو جس شے سے چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے غنی و مُحتاج بناتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں سَیری و سیرابی بھی اسی کی پیدا کردہ ہیں جیسا کہ اس نے اپنی حِکْمَت و رَحْمَت سے نَفْس میں غِنا و محتاجی ڈال رکھی ہے، اسی طرح بھوک اور پیاس کا پیدا کرنے والا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، وُہی بھوک و پیاس کے وَقْت کھانا اور پانی عَطا فرماتا ہے جس سے بھوک و پیاس خَتْم ہوتی ہے۔ جیسا کہ وُہی دن پر رات کو اور رات پر دن کو بھیجتا ہے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے پر غالِب آکر اسے خَتْم کر دیتا ہے۔

مُوَحِّدِین کے نزدیک ان سب باتوں کی حَیثِیَّت یَکساں ہے، خواہ دِن ہو یا رات، بیماری ہو یا اس سے شِفا کا ذریعہ بننے والی دوائیاں کہ ان میں کوئی شے اپنی ضِد پر غالِب آکر اسے خَتْم کر دے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے ہے۔ عوام میں ان باتوں میں شِرک چکنے پتّھر پر چلنے والی چیونٹی کی رفتار سے بھی مَخْفِی ہوتا ہے، جبکہ اہلِ یقین اور صحیح توحید والے ان سب باتوں سے بَری ہیں۔ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کی دُو صورتوں میں سے ایک صُورَت ہے۔ چنانچہ اِرشَاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی ﴿۵۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صُورَت دی پھر راہ دکھائی۔

(پ۱۶، طٰه: ۵۰)

مُرادیہ ہے کہ ہر رنگ اور جِنْس کو اس کی فطرت عَطا کی، یعنی ہر شے کو نَفْع و نُقْصان کے لِحَاظ سے اس کی صُورَت اور اَوصاف عَطا کئے۔

حُصُولِ عِلاج میں نِیَّت کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام

اگر مریض عِلاج کے ذریعے جَلْد صِحَّت یابی چاہے اور وہ صِحَّت یاب بھی ہو جائے تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَضاو قَدَر کی وجہ سے ہے کہ اس نے اسے جَلْدی صِحَّت عَطا فرما دی ہے۔

پہلی قسم

اگر وہ عِلاج کروانے اور جَلْد صِحَّت یاب ہونے میں یہ نِیَّتیں بھی کرلے کہ وہ اپنے رب کی فرمانبرداری کرے گا اور اس کے اَحْکام کو بجالائے گا تو یہ بات اس کے لیے مزید اَجْر و ثواب کا باعث ہوگی اور اس کے مَقامِ تَوَکُّل میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

دوسری قسم

اگر اس نے عِلاج اس غَرَض سے کروایا کہ جسمانی طور پر صِحَّت مند ہو جائے اور عَافِیَّت پاکر نعمتوں سے خُوب لُطف اندوز ہو سکے تو یہ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور یوں وہ مُباح دُنیَاوِی اَشیا میں داخِل ہو جائے گا مگر تَوَکُّل کی فضیلت نہ پاسکے گا۔ دُنیَاوِی زِنْدَگی اور نعمتوں سے بندہ جس قَدْر کم بے رَغْبَت

ہو گا اسی قدر اس میں توکُّل بھی کم پایا جائے گا۔

تیسری قسم

اگر جلد صحت یابی پانے سے مقصود یہ ہو کہ نفسانی خواہشات کے حُصُول کی خاطر اس کا نفس قوی ہو جائے اور وہ اپنے ربّ کی نافرمانی کر سکے تو وہ گناہ گار ہو گا کیونکہ اس کی نیّت بُری ہے اور وہ بُرائی کا عزم رکھتا ہے۔ یہ شخص مُباح دنیا کے حُصُول سے ممنُوع دنیا کے حُصُول کی طرف چلا گیا ہے اور یہ بات اسے توکُّل کی حد بلکہ اِبتدا اسے ہی نِکال باہر کرے گی۔ یہ بات قابلِ مذمّت دنیا کے دروازوں میں سے ایک ہے۔

چوتھی قسم

اگر جلد صحت یابی میں اس کی نیّت یہ ہو کہ کاروبارِ حیات میں تصرُّف کر سکے اور کمائی کرے تاکہ خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ مال جمع بھی کر لے تو اس کا مُعاملہ محلِّ نظر ہو گا۔ چنانچہ اگر اس نے بقدرِ ضرورت کمانے کی کوشش کی تاکہ اپنے کمزور اہل وعیال پر خرچ کر سکے اور اپنی کوئی ضرورت وحاجت پوری کر سکے یا کسی کا حق ادا ہو سکے تو اس کا تعلّق پہلے گروہ سے ہو گا اور یہ بھی آخرت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس پر اسے اَجر دیا جائے گا اور وہ توکُّل کی حد سے بھی خارج نہ ہو گا۔ لیکن اگر وہ محض مال کی کثرت اور لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کمانے کی کوشش کرے اور یہ پروانہ کرے کہ مال کہاں سے کما رہا ہے اور کہاں خرچ کر رہا ہے تو اس کا تعلّق تیسری قسم کے لوگوں سے ہو گا، یعنی یہ گناہ گار ہو گا اور یہ دنیا کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو بارگاہِ خداوندی سے دُور کر دینے والا ہے۔

عِلاج میں متوکل کی نیّت

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ نیتیں عام لوگوں کی ہیں جو وہ عِلاج میں کرتے ہیں، ان میں سے بعض اچھی اور بعض بُری ہیں۔ جبکہ مُتوکّل اگر عِلاج کا اِہتمام نہ کرے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے، اس کے حکم کے تحت سُکون محسُوس کرے، اس کے اِختیار پر راضی رہے، اس لیے کہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ بیماری کا ایک وقت معیّن ہے جب وہ وقت پورا

ہو گا تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے صِحَّت مند ہو جائے گا اور وہ دن 20 دن بعد آئے گا۔ چنانچہ وہ صَبْر کرتا اور راضی رہتا ہے اور اپنے آپ کو مزید 10 دن تکلیف بَرْداشت کرنے پر اُبھارتا ہے تاکہ قضائے باری تعالیٰ پر نَفْس راضی رہے اور اس کی طرف سے آنے والی آزمائش پر صَبْر کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ اس کے لیے پسند فرمایا ہے اس پر حُسْنِ ظَن رکھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا کو بُرا نہ جانے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حُسْنِ ظَن کی ایک صُورَت یہ بھی ہے کہ اس کی قضا پر کسی بھی صُورَت میں کوئی تُہمت نہ لگائی جائے۔ چنانچہ،

اسی مَفْہوم میں نَصّ مَرْوِی ہے کہ ایک شخص نے عَرْض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کچھ وَصِیَّت فرمایئے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو فیصلہ تیرے خِلاف لکھا ہے اس میں اس پر کوئی تُہمت مت لگاؤ۔[1] اس سے بھی سَخْت رِوایت وہ حَدِیْثِ قُدْسی ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے: جو شخص میری آزمائش پر صَبْر کرے نہ میری قضا پر راضی ہو اور نہ میری نعمتوں کا شُکْر اَدا کرے تو وہ میرے عِلاوہ کسی اور کو اپنا مَعْبُود بنا لے۔[2]

بیماری پر صبر کرنا

عِلاج پر صَبْر کرنا دنیا میں زُہد اِخْتیار کرنے کا دروازہ ہے، یعنی جس قَدْر نفسانی لذّتوں میں کمی ہو گی اسی قَدْر زُہد میں اِضافہ ہو گا، اس لیے کہ جِسْم کا تعلّق عالَمِ ظاہِر سے ہے اس میں جس قَدْر کمی ہو گی دنیا میں بھی اسی قَدْر کمی ہو گی جبکہ دِل کا تعلّق عالَمِ باطِن سے ہے اس میں جس قَدْر اِضافہ ہو گا آخِرَت میں بھی اسی قَدْر اِضافہ ہو گا۔ نیز یہ بات صَبْر کے حُصُول کا دروزاہ ہے کہ جس قَدْر نُقْصان ہو اس پر صَبْر کیا جائے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَۙ (۱۵۵) (پ۲، البقرۃ: ۱۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضَرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صَبْر والوں کو۔

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الرِّضا عن اللہ، ۱/۳۹۳، حدیث: ۵

[2] ......معجم کبیر، ۲۲/۳۲۰، حدیث: ۸۰۷

تنبیہ الغافلین، باب الصبر علی المصیبۃ، ص ۱۴۳، حدیث: ۳۴۷

مُراد یہ ہے کہ جانوں کی آزمائش یہ ہو گی کہ انہیں بیماری میں مبتلا کر دیا جائے گا جبکہ مالوں کی آزمائش یہ ہو گی کہ ان میں کمی کر دی جائے گی یا انہیں خَتم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ (صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ ہم نے صَبْر کو زُہْد قرار دیا کیونکہ اس کا تعلّق مال سے بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بندہ اس بات سے بھی بے خوف نہیں ہو سکتا کہ وہ جَلْد صِحَّت یاب ہو کر مَعاصی میں مبتلا نہ ہو۔ لٰہذا جب بیماری کا مَخْصُوص وَقْت گزر جائے گا تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے بغیر دوا کے تَنْدُرُسْت ہو جائے گا۔

حالتِ مرض میں بیمار کیا کرے؟

حَالَتِ مَرَض میں مریض کو چاہئے کہ وہ توبہ کرے، اپنے گناہوں پر دُکھ کا اِظْہار کرے، کَثْرت سے اِسْتِغْفار پڑھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر کرے، اُمّیدوں کو کم کر دے اور موت کو بَہُت زیادہ یاد رکھے۔ چنانچہ، مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: لذّتوں کو خَتْم کرنے والی موت کا کَثْرت سے ذِکْر کیا کرو۔ [1]

موت کا قاصد

سب سے زیادہ جو شے موت کی یاد دِلاتی ہے اور جس کی آمد پر موت کی تَوَقُّع کی جاتی ہے وہ اَمراض ہیں۔ جیسا کہ ایک قول ہے کہ بُخار موت کا قاصِد ہے۔ [2] اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ (پ ١١، التوبۃ: ١٢٦)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہر سال ایک یا دوبار آزمائے جاتے ہیں۔

یہاں ایک قول کے مُطابِق انہیں بیماریوں سے آزمانا مُراد ہے۔ جبکہ ایک قول ہے کہ بندہ جب دو مرتبہ بیمار ہو اور پھر بھی توبہ نہ کرے تو مَلَکُ الْمَوت عَلَیْہِ السَّلَام اس سے کہتے ہیں: اے غافِل انسان! تیرے پاس میرا ایک کے بعد ایک قاصِد آیا لیکن تو نے کوئی جواب نہ دیا۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ٢٦، ٤/٢٠٨، حدیث: ٢٤٦٨

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، ٧/٤٨٠، حدیث: ٣٤٩، برید: بدلہ: رائد

اَسلاف کا مصیبت نہ آنے پر طرزِ عمل

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین پر اگر کسی سال کوئی جانی یا مالی مصیبت نہ آتی تو گھبرا جاتے تھے۔ایک قول ہے کہ مومن کو ہر 40 دن میں کوئی نہ کوئی گھبرا دینے والا مُعَامَلہ یا آزمائش ضَرور پہنچتی ہے۔اگر کبھی اتنے دن بغیر کسی مصیبت کے گزر جاتے تو وہ پریشان ہو جایا کرتے تھے۔چنانچہ،

بیمار نہ ہونے والی زوجہ کو طلاق دیدی

مَرْوِی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمّار بن یاسِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک عورت سے نِکاح کیا وہ کبھی بیمار نہ ہوتی تھی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے طلاق دے دی۔

سرکار نے بیمار نہ ہونے والی عورت سے شادی نہ کی

ایک مرتبہ بارگاہِ رِسَالت میں ایک عورت کے اَوصاف بیان کیے گئے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے نِکاح کا اِرادہ فرمالیا، پھر کسی نے یہ وَصْف بیان کر دیا کہ وہ کبھی بیمار نہیں پڑی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: مجھے اس کی کوئی ضَرورت نہیں۔[1]

بیمار نہ ہونا جہنمی ہونے کی علامَت ہے

ایک مرتبہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دردِ سر وغیرہ اَمراض کا تذکرہ فرمایا تو ایک شخص نے عَرض کی: یہ دردِ سر کیا ہوتا ہے؟ میں اسے نہیں جانتا۔اِرشَاد فرمایا: مجھ سے دُور ہو جا! جو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔[2] ایسا اس لیے اِرشَاد فرمایا گیا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: بُخار ہر مومن کا حِصّہ ہے جو کہ جہنّم کی آگ سے (اسے پہنچنا) تھا۔[3]

---

[1] ......مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۳۱۱/۴، حدیث: ۱۲۵۸۱

[2] ......مسند احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۲۲۸/۳، حدیث: ۸۴۰۳، بتغیر قلیل

[3] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۲۷۰/۴، حدیث: ۱۶۰

مسند احمد، حدیث ابی امامۃ، ۲۷۵/۸، حدیث: ۲۲۲۲۷

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ اور حضرت سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے رِوایَت ہے کہ کسی نے بارگاہِ رِسالَت میں عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا قِیامَت کے دن شہیدوں کے عِلاوہ بھی کوئی شہادت کے دَرَجہ پر فائز ہو گا؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! جو شخص روزانہ موت کو 20 مرتبہ یاد کرے۔ [1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کا ذِکر فرمایا جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے غمگین ہو جائے۔

وبائی امراض میں بندہ کیا کرے؟

اگر کسی نے عِلاج نہ کیا اور بغیر دوا کے آہستہ آہستہ صِحَّت یاب ہو ا تو یہ صِحَّت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قضا و قدر کا نتیجہ ہے۔ البتہ! اس بات میں صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں اِختِلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ ایک سال امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فَارُوق اَعْظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ مُلکِ شام کی جانِب سَفَر کیا۔ جب جابیہ نامی ایک جگہ کے قریب پہنچے تو خَبَر آئی کہ شام میں ایک وَبا پھوٹنے کی وجہ سے کافی اَموات ہو چکی ہیں، لہٰذا صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وہیں ٹھہر گئے، (باہمی مُشاوَرت شروع ہوئی کہ اب کیا کریں؟ کیا آگے جائیں یا نہ جائیں؟ چنانچہ) اس مسئلہ میں وہ دو۲ گروہ بن گئے، ایک گروہ کی رائے تھی ہم وبا والے مَقام پر نہیں جائیں گے کہ یہ خود کو ہَلاکَت پر پیش کرنا ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ ہم جائیں گے اور تَوَکُّل کریں گے کہ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے بھاگ سکتے ہیں نہ موت سے، اگر ہم نے ایسا کیا تو کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ (پ۲، البقرۃ: ۲۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔

بالآخر مُعامَلہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فَارُوق اَعْظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں پیش کیا گیا اور آپ کی رائے مَعْلُوم کی گئی تو آپ نے ان لوگوں کی رائے کی مُوَافَقَت فرمائی جن کا کہنا تھا کہ ہم واپس لوٹیں

---

[1] ......معجم اوسط، ۵/ ۳۸۱، حدیث: ۷۶۷۶، بتغیر

گے اور وبا والی جگہ نہیں جائیں گے۔ اِختِلافِ رائے رکھنے والے گروہ نے عَرض کی: کیا ہم تقدیرِ الٰہی سے بچ کر بھاگ سکتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: ہاں! (بات کچھ ایسی ہی ہے مگر) ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی جانب جارہے ہیں۔ یہ فرما کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (انہیں سمجھانے کے لیے) یہ مِثال اِرشاد فرمائی: اگر تم میں سے کسی کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہو اور اس کے پاس دو وادیاں ہوں، ان میں سے ایک سرسبز و شاداب ہو جبکہ دوسری بنجر ہو، اگر وہ اپنا ریوڑ سرسبز و شاداب حِصّہ میں چَراتا ہے تو کیا تقدیرِ الٰہی کے مُطابِق نہیں ہو گا؟ یونہی اگر وہ اپنا ریوڑ بنجر حِصّے میں چَرائے تو کیا تقدیرِ الٰہی کے مُطابِق نہیں ہو گا؟ یہ سن کر سب صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان چُپ ہو گئے، پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے جاننے کے لئے انہیں یاد فرمایا تو عَرض کی گئی کہ وہ ابھی مَوجود نہیں ہیں کیونکہ جب ان لوگوں نے اس جگہ پڑاؤ کیا تھا وہ ابھی تک یہاں نہ پہنچے تھے۔ چنانچہ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر وہ تمام لوگ جن کی یہی رائے تھی، اپنی رائے پر پختہ ہو گئے کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے کے بعد ہی حَتمی فیصلہ ہو گا۔

صُبح کے وَقت جب حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی آ پہنچے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس مسئلہ میں ان کی رائے جاننا چاہی تو انہوں نے کہا: امیرالمؤمنین! اس مسئلہ میں میری رائے وُہی ہے جو میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرطِ خوشی سے فوراً اَللّٰہُ اَکْبَر کہا، پھر حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِرشاد فرماتے سنا کہ جب کسی جگہ وبا پھیلنے کی خَبَر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ مَوجود ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو وہاں سے مَت بھاگو۔[1] حضرت سیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ فرمان سن کر بے حد خوش ہوئے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کیا کہ ان کی رائے حدیثِ پاک کے مُطابِق تھی۔ لہٰذا جابیہ سے ہی لوگوں کے ساتھ واپَس تشریف لے آئے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرة والکھانة ونحوھا، ص۱۲۱۷، حدیث: ۲۲۱۹

عِلاج اور ترکِ عِلاج کی ایک اور تمثیل

عِلاج کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں، ان میں سے ایک طریقہ طاقت ور اور صَبْر کرنے والوں کا ہے یعنی تَرْکِ عِلاج۔ اس کی مِثال کمائی کرنے اور نہ کرنے جیسی ہے۔ یعنی بندے کے لیے اپنی اُس بھوک کے وَقْت کمائی کرنا جائز ہے کہ جو جِسْم کے لیے ایک بیماری کی حَیْثِیَّت رکھتی ہے، تاکہ بندہ روٹی کے ذریعے دوا لینے میں جَلْدی کرے، اس صُورَت میں اس کا تَوَکُّل مَعْیُوب نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ یہ اَمر مُباح ہے اور اس کا حُکْم بھی دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

کمائی کرنے میں نیتیں

﴿۱﴾ اگر بندے نے کمائی کرنے میں یہ نِیَّت کر لی کہ وہ طَاعَت وعِبَادَت پر قوّت حاصِل کر سکے، راہِ خُدا میں سَعی وکوشِش کر سکے اور نیکی وتقویٰ کے کاموں پر مُعاوَنَت کر سکے تو یہ بہتر ہے۔

﴿۲﴾ اگر کمائی کرنے میں اس کی نِیَّت یہ ہو کہ وہ نفسانی شَہوَت کی تسکین کی خاطِر کھائے، نفسانی لذّت حاصِل کر سکے تو اس کا تَوَکُّل نہ صِرف کم ہو جائے گا بلکہ اسے حقیقتِ تَوَکُّل سے بھی خارِج کر دے گا۔ یہ طریقہ دنیا کے حُصُول کا ہے اگرچہ یہ بھی مُباح ہے۔

﴿۳﴾ اگر کمائی سے مَقْصُود مال کی کَثْرت اور جَمْع ومَنْع کی حِرْص ہو تو بندہ اپنی کمائی کے سَبَب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مُخالَفَت کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا اور یہ نفسانی خواہش کی تکمیل کا بہُت بڑا ذریعہ ہے۔

کس کے لیے کمائی نہ کرنا افضل ہے؟

اگر کسی شخص نے کمائی کرنا چھوڑ دی اور بھوک پر صَبْر سے کام لیا اور قِلَّت وفَقْر پر راضی رہا تو اس کا رِزْق وَقْت آنے پر اس کے پاس (خود ہی کسی طرح) پہنچ جائے گا۔ اگرچہ وہ بہُت تھوڑا ہی ہو اور کثیر نہ ہو، مگر یہ شخص بہترین صَبْر، حُسْنِ رَضا، سُکُونِ نَفْس اور اِطْمِینانِ قَلْب کا مُحتَاج رہے گا، اگر یہ باتیں پائی گئیں تو یہی تَوَکُّل ہے اور وہ اپنے حُسْنِ یقین کی بنا پر کمائی نہ کرنے پر فضیلت کا حَق دار ہو گا کیونکہ اسے اپنے رازِق پر بھروسا ہے، وہ بہتر کام میں مَشْغُول ہے اور نَفْع مندِ اُخْرَوِی کام کر رہا ہے۔

کس کے لیے کمائی کرنا افضل ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جو اپنے رب کے کاموں میں مَصروف ہوتا ہے وہ اپنے نَفْس کے کاموں سے غافِل ہو جاتا ہے، مگر جس شخص کی ہِمَّت جواب دے جائے، نَفْس مُضْطَرِب ہو اور وہ اپنے رب کی قضا کو پسند نہ کرے، بلکہ جَزَع فَزَع کرے، شِکوہ و شِکایَت سے کام لے تو اس کا کمائی کرنا اَفضل اور سَبَب کا اَپنانا عُمدہ ہے، یہ شخص کمائی نہ کرنے کی وجہ سے نُقصان کا شِکار ہو سکتا ہے، اس لیے کہ اس صُورَت میں اس کا یقین کمزور اور شرک میں اِضافہ ہوتا جائے گا۔

اسی طرح جو شخص کَثْرَت سے اپنی بیماری کا رونا روئے اور اپنے رب کے حُکْم پر ناراض رہے، اُکتاہَٹ و پریشانی کا شِکار ہو، مَرَض کی وجہ سے بد اَخلاق ہو جائے تو ایسے شخص کے لیے اَفضل یہی ہے کہ وہ عِلاج کا اِہتمام کرے کہ عِلاج کا اِہتِمام نہ کرنا اس کے لیے نُقصان دہ ہے۔

یقین کے کمزور ہونے کی علامَت

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدْرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یقین کے کمزور ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مول لے کر لوگوں کو راضی کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رِزْق پر لوگوں کی تعریف کرے اور جو چیز تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہ دے اس پر تو دوسروں کی مَذمَّت بیان کرے، (یاد رکھو!) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رِزْق کو کسی حریص کی حِرْص کھینچ سکتی ہے نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی دُور کر سکتی ہے۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حُکْم وجلال کے باعِث اپنی رِضا و یقین میں راحَت وفَرْحَت کو اور شک وناراضی میں غم وحُزْن کو رکھ دیا ہے۔[1]

❁❁❁❁❁❁

---

[1] ......الجلیس الصالح الکافی، المجلس السابع: الروح والفرج فی الرضا والیقین، ۱/۲۶۲
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، ۱/۳۵، حدیث: ۳۲، بتغیر قلیل عن ابن مسعود

مشاهدے کی یکسانیت

(ظهورِ اسباب کے مُختَلِف ہونے کے باوجود متوکل کا مشاهده یکساں ہوتا ہے)

خواص کی رزق پانے کی تین۳ کیفیات میں یکسانیت

یقین کی آنکھ نصیب ہونے کے باعث خواص کے نزدیک دَرْج ذیل باتوں میں کوئی فَرْق نہیں:

- رِزْق بندوں تک ان کے اپنے ہاتھوں اور اِن کے اَسبابِ کمائی کے ذریعے پہنچے یا دوسروں کے ہاتھوں اور اُن کے اسبابِ کمائی کے ذریعے دونوں میں کوئی فَرْق نہیں۔ اس لیے کہ انہیں یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ انہیں عَطا کرنے والا ایک ہی ہے اور عَطا خواہ کیسی بھی ہو رِزْق ہی شُمار ہوتی ہے، کیونکہ ہاتھ تو عَطا کرنے کا ظَرْف (یعنی برتن) ہیں جو عام طور پر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں، لہٰذا ظَرْف تیرا ہاتھ ہو یا کسی اور کا، بات تو ایک ہی ہے۔
- اسی طرح کمائی تیرے کاروبار کی ہو یا کسی اور کے کاروبار کی، بات ایک ہی ہے، اس لیے کہ یہ سب تیرا رِزْق ہے، کیونکہ ہر شے کے لیے ایک حُکم، ہر شے میں ایک حِکْمت اور ہر شے ایک نِعْمت ہے۔

چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۪ۙ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۪ۙ (پ ۳۰، الفجر: ۷، ۸) ترجمۂ کنز الایمان: وہ اِرَم حد سے زیادہ طول والے[1] کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ قومِ اِرَم نے اپنے ہاتھوں سے بُلَند و بالا (محلات کے اونچے اونچے) سُتون بنائے اور

[1] ......عِماد کا لغوی معنیٰ سُتُون ہے، یہاں صَاحِبِ قُوت نے اس آیتِ مُبارَکہ سے یہی معنیٰ مُراد لیا ہے گویا کہ آپ کے نزدیک اس آیتِ مُبارَکہ کا مفہوم کچھ یوں ہے: قومِ اِرَم اس قدر بُلَند و بالا سُتُونوں والی تھی کہ ان جیسے سُتُون دیگر شہروں میں نہیں بنائے گئے۔ جبکہ ایک رِوایت کے مُطابِق قومِ اِرَم خود بھی طویل قد و قامت والے تھے، لہٰذا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے یہاں یہی معنیٰ ترجمۂ کنزالایمان میں مُراد لیا ہے، یعنی قومِ اِرَم حد سے زیادہ طویل القامت تھے کہ ان جیسے لوگ دیگر شہروں میں پیدا نہ ہوئے۔

اس کام سے فارِغ بھی ہوگئے مگر پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی تخلیق کی نِسبت اپنی جانِب فرمائی۔

❀ اسی طرح اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ایک چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قُدرت سے ظاہِر ہو اور اس میں تخلیق کا فعل کار فرما ہو نہ کسی دیگر واسطے کا اس کے ظُہور میں کوئی عَمَل دخل ہو اور دوسری وہ شے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمت اور ترتیبِ عُرف کے لِحاظ سے لوگوں کے ہاتھوں ظاہِر ہو۔ اس لیے کہ قُدرت بھی عَطا کے لیے ظَرف کے قائم مَقام ہوتی ہے کہ جس کے ذریعے عطا کا ظُہور ہوتا ہے، یہ گویا بندوں کے ہاتھوں جیسی ہے یعنی انسان کے اپنے ہاتھوں ظاہِر ہو یا کسی دوسرے کے ہاتھوں سے۔ اس لیے کہ قُدرت اور حِکمت مُلک و مَلَکُوت (ظاہِری و باطنی دنیا) کے دو خزانے ہیں۔

اَلْغَرَض یہ تینوں مَعانی یعنی ﴿1﴾ جو رِزْق تیرے ہاتھوں اور تیری کمائی سے ظاہِر ہو ﴿2﴾ جو کسی اور کے ہاتھوں اور اس کی کمائی سے ظاہِر ہو اور ﴿3﴾ وہ رِزْق جسے قُدرت ظاہِر کرے یعنی اسے عَدَم سے اس طرح وُجُود ملے کہ اس میں کوئی مُعتاد طریقہ کار فرما ہو نہ عرفاً ایسا ہوتا ہو اور نہ کسی واسِطہ کا اس کے وُقُوع میں عَمَل دَخل ہو۔ یہ سب باتیں اَہلِ یقین کے نزدیک یَکساں حَیثیَّت رکھتی ہیں۔ وہ ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے کیونکہ انہیں ایمانِ کامل، یقینِ مُحکَم اور مُشاہَدۂ تام حاصِل ہوتا ہے۔ نیز ان سب باتوں میں حکیم و قادِر عَزَّوَجَلَّ کی حِکمتِ کامِلہ اور قُدرتِ نافِذہ کار فرما ہے۔

اولیائے کِرام کا کسی سے کچھ لینا

عُلَمائے رَبّانِیّین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نزدیک جو شے واسِطوں کے ذریعے ظاہِر ہو اور جسے قُدرت ظاہِر کرے دونوں کی یَکسانِیَت پر یہ بات دَلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جس نے اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی کَرامات اور صِدّیقِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے اِجابات کو جَمع کیا ہے ان میں ان باتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ان کی خاطِر (بغیر واسِطہ کے) قُدرت سے ظاہِر ہوئیں اور جو (واسِطہ کے ذریعے) مخلوق کے ہاتھوں ظاہِر ہوئیں یعنی جب یہ نیک لوگ فاقوں کا شِکار ہوتے تو ان کے بِن مانگے اور نَفْس کے میلان کے بغیر ہی لوگ ان پر خَرْچ کرتے۔

چنانچہ ان لوگوں نے کَرامات میں ان دونوں باتوں کو یکساں قرار دیا اور اِجابات میں انہیں ایک ہی شے مانا اور ان میں ہر شے کو **الله** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانی سمجھا۔ اس اِعْتِبار سے کہ عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن اس بات کا مُشاہَدہ کررہے ہوتے ہیں کہ بندے جو مُختَلِف قِسْم کا رِزْق لاکر ان کی خِدْمَت میں پیش کررہے ہیں اَصْل میں یہ ان کے پاس ان کی اَمانت تھا اور یہ ان کا حَق ہے جو ان کے ہاتھوں تھوڑا تھوڑا کرکے انہیں اَدا کیا جارہا ہے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ انہیں ان کا حَق پورا پورا ادا کردیتے ہیں مگر عارِفین اپنے حَق کی وُصُولی کے لیے ان لوگوں سے کچھ مانگتے ہیں نہ کسی قِسْم کا مُطالَبہ کرتے ہیں۔ اگرچہ اس مُعامَلے میں وہ حُسْنِ اَدَب اور حُسْنِ اِقْتِضا کو ضَرور ملحوظ رکھتے ہیں کیونکہ مُطالَبہ نہ کرنا حُسْنِ اِقْتِضا ہی ہے، نیز انہیں اپنے رِزْق دینے والے پروردگار پر پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ انہیں ان کا حِصّہ بغیر کمی کے عَطا فرمائے گا، لہٰذا وہ اپنے حَق کی وُصُولی کے لیے اس کے اَزَلی فیصلے پر اسی طرح مطمئن ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی نِگاہیں اس کے دَسْتِ قُدْرَت کی کُشادَگی پر جمی ہوتی ہیں۔

اولیائے کرام کا کسی کو کچھ دینا

جب اَوْلیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس بات کا مُشاہَدہ بھی کررہے ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں کے حُقُوق انہیں اَدا کررہے ہیں اور انہیں ان کی اَمانت لوٹا رہے ہیں، چنانچہ وہ ان پر خَرْچ کرکے راحَت پاتے ہیں اور حَق داروں کو ان کے حُقُوق ادا کرکے خوش ہوتے ہیں، وہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کا اس بات پر شُکْر ادا کرتے ہیں کہ اس نے انہیں حُقُوقُ الْعِبَاد کی ادائیگی کی بہترین توفیق عَطا فرمائی اور اس سلسلے میں مُعاوَنَت بھی فرمائی۔ جیسا کہ ایک شخص پر بھاری مِقْدار میں قَرْض ہو، جب وہ اسے ادا کردے تو قَرْض کا بھاری بوجھ خَتْم ہوجانے پر بہُت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

یہ مَقامِ مَعْرِفَت تک رَسائی حاصِل کرنے والوں کا مَقام ہے اور انہیں یقین میں سے بھی بہترین حال ملتا ہے۔ یہی تَوَکُّل کی دولت پانے والوں کا بُلَند مُشاہَدہ ہے۔

توَکُّل کی زُہد سے مُشابَہت

توکل سے رزق میں کمی ہوتی ہے نہ زہد سے

توَکُّل سے رِزْق میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ توَکُّل تو زُہد، صَبْر اور یقین میں اِضافے کا باعث بنتا ہے جبکہ زُہد بھی دُنیاوِی رِزْق میں کمی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی فَقْر، بھوک اور فاقے میں اِضافے کا باعث بنتا ہے، گویا کہ زُہد مُتوکِّل کا رِزْق ہے اور زاہِد کا رِزْق آخِرت ہے۔ اس مَخْصُوص صِفَت کی بنا پر بندہ دنیا پانے سے مَحْرُوم ہوتا ہے، کَثْرتِ مال سے بچا رہتا ہے اور دُنیاوِی وُسْعَت سے دُور رہتا ہے، گویا توَکُّل اور زُہد ہی ان باتوں کا سَبَب ہیں۔

اُخْرَوِی دَرَجات میں کمی بیشی کا سَبَب

دنیا جس قَدْر بندے سے دُور ہوتی ہے اس کے لیے اُخْرَوِی دَرَجات میں اسی قَدْر اِضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ موجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دنیا کی کمی آخِرت کا اِضافہ ہے اور دنیا کی زِیادَتی آخِرت کی کمی ہے۔[1] جسے دنیا میں سے کچھ دیا گیا اس کا دَرَجہ آخِرت میں اسی قَدْر کم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مُعَزَّز ہی ہو۔[2] جبکہ ایک قول میں ہے کہ دنیا و آخِرت دُو سوتنوں کی طرح ہیں، جس نے ایک کو راضی کیا دوسری اس سے ناراض ہو جائے گی۔[3]

کیا کوئی انسان کسی کے رزق میں کمی کر سکتا ہے؟

ایک شخص نے کسی عالِم سے عَرْض کی: میں ایک محلے میں سبزیاں بیچا کرتا تھا، جہاں میرے عِلاوہ کوئی اور سَبْزِی فَروش نہ تھا، پھر ایک اور سَبْزِی فروش نے میرے پاس ہی اپنی دکان کھول لی ہے، مجھے یہ خوف لاحِق ہو گیا ہے کہ وہ میرے رِزْق میں کمی کر دے گا۔ تو اس عالِم نے اِرشَاد فرمایا: وہ تیرے رِزْق میں کوئی کمی نہ کرے گا، البتہ! تیری فَراغَت کو بڑھا دے گا، یعنی تو زیادہ وَقْت تک اس طرح بیٹھا رہے گا کہ کچھ نہ بیچے گا۔

---

[1]......مسند احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ۷/ ۱۶۵، حدیث: ۱۹۷۱۷، بمفہوما

[2]......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام ابن عمر، ۸/ ۱۷۴، حدیث: ۲

[3]......الزھد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، ص ۲۱۰، حدیث: ۵۹۴

جھوٹے دعویدار

اس راہ میں ایک قوم نے ٹھوکر کھائی، وہ لوگ نفسانی خواہشات کی تکمیل کی راہ پر چل پڑے اور دُنیاوی شہوتوں سے آزمائے گئے مگر انہوں نے تَوَکُّل و زُہد اپنانے کا دعویٰ کیا لیکن خوراک و لِباس میں کُشادگی سے کام لیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسا کرنا ان کے رِزْق میں کسی قِسْم کی کمی کا باعث نہ ہوگا۔ بلکہ وہ اس کو اپنا حَق جاننے لگے، یوں سیدھے راستے سے بھٹک گئے مگر اپنے حَق پر ہونے کی دلیل دیتے اور دیگر لوگوں کے مُتَعَلِّق یہ سمجھتے کہ وہ زُہد و تَوَکُّل کی راہ سے واقِف نہیں۔

امراض کا چھپانا و ظاہِر کرنا

مرض کا چھپانا یا ظاہِر کرنا کس کے لیے افضل ہے؟

مَرَض کا عِلاج نہ کرنے والے شخص کے لیے اَفضل یہ ہے کہ اپنے مَرَض کو مَخفی رکھے، اس لیے کہ یہ نیکی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نیز یہ اس کے اور اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان مُعاملہ ہے، لٰہذا اس کو چھپانا اَفضل اور سلامتی کے زیادہ قریب ہے، البتہ! اگر مَرَض بتانے میں کوئی مَخْصُوص نِیَّت ہو یا وہ لوگوں کا اِمام ہو جس کی بات سن کر اس پر عَمَل کیا جاتا ہو تو مَرَض کے اِظْہار میں بھی کوئی حَرَج نہیں۔ بشرطیکہ وہ شخص مَعرِفَت میں پختہ کار ہو، اپنی بیماری کو خوب جانتا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر اس کا دِل راضی ہو یا اس کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جو اِبْتِلا و آزمائش کو نِعْمَت سمجھتے ہیں تو اب اس کا تحدیثِ نِعْمَت کے طور پر اپنے مَرَض کے مُتَعَلِّق دوسروں کو بتانا جائز ہے۔

اگر کسی عِلاج نہ کرنے والے شخص میں مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس کا اپنی بیماری ظاہِر کرنا اس کے حال میں کمی کا باعث ہو گا اور سمجھا جائے گا کہ وہ بیماری کا اِظْہار کر کے گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شِکایَت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ نَفْس شِکوہ و شِکایَت کر کے بھی مصیبت سے اسی طرح راحَت پاتا ہے جس طرح بیماری کا عِلاج کر کے راحَت پاتا ہے۔ کوئی بھی عالِم رَبّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ایسی حَرَکَت (یعنی اپنے خالق کی شِکایَت مخلوق کے سامنے) نہیں کرتا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے رب نے جو اس کے لیے دَوا کا اِسْتِعمال مُباح کیا ہے اس سے راحَت

پانا لوگوں کے سامنے اپنے مالک کی شِکایَت کر کے راحَت پانے سے زیادہ بہتر ہے۔ اس بنا پر کہ اس کے مَرَض کے اِظْہار سے بعض آفات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، یعنی اِظْہارِ مَرَض میں وہ تَصَنُّع اور بَناوَٹ سے کام لے یا بیماری کو بڑھا چڑھا کر بیان کرے۔

صبر جمیل سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ (پ ۱۲، یوسف: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: تو صَبر اچھّا۔

اس آیَتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ یہاں کسی آزمائش و مصیبت پر ایسا صَبْر کرنا مُراد ہے جس میں کوئی شِکوہ و شِکایَت نہ ہو۔ کسی کا قول ہے کہ جس نے شِکوہ کیا وہ صابِر نہیں۔ ایک قول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرْض کی گئی: آپ کی بینائی خَتْم ہونے کا سَبَب کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: مُرورِ زمانہ (یعنی عُمْر کی زِیادَتی) اور غموں کی طَوالَت (میری بینائی خَتْم ہونے کا سَبَب ہیں)۔ اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وَحی فرمائی: کیا آپ میری شِکایَت مخلوق سے کر رہے ہیں؟! عَرْض کی: (نہیں) اے میرے رب! (پھر بھی) میں اپنے اَلفاظ پر توبہ کرتا ہوں۔ [1]

مریض کا کراہنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا طاؤس اور حضرت سَیِّدُنا مُجاہِد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہِمَا سے مَرْوِی ہے کہ حَالَتِ مَرَض میں مریض کے کراہنے کی آواز بھی لکھی جاتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین مریض کے کراہنے کی آواز کو پسند نہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ بھی مَعْنَوِی طَور پر اِظْہارِ شِکوہ کا ایک طریقہ ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مَرَض سے شیطان کو صرف ان کے کراہنے کی آواز ہی ملی تو وہ اسے ہی اپنا حِصّہ جاننے لگا۔ [2]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام لقمان، ۸/۱۲۳، حدیث: ۸، بتغیر قلیل

[2] ......المجالسة وجواھر العلم، الجزء الثانی، ۱/۱۳۸، حدیث: ۲۵۲

بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو

حدیثِ پاک میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے دو فرشتوں کو وَحی فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو وہ اپنے تیمار داروں سے کیا کہتا ہے؟ اگر وہ اپنے معبود کی حمد وثنا کرے تو اس کے لیے دُعا کرنا اور اگر وہ شِکوہ وشِکایت کرے اور بیماری کو بُرا جانے تو کہنا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہو۔[1]

بیماری اور تیمارداری

بعض عابِدین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بیمار کی بیمار پُرسی (یعنی تیمار داری) کو پسند نہیں کرتے تھے مَبادا (خدانخواستہ) ان کی زبان پر شِکوہ وشِکایت آجائے یا وہ بیماری کو اس کی مِقدار سے بڑھا چڑھا کر بیان کر بیٹھیں اور یوں یہ تیمار داری دو آزمائشوں کے درمیان نِعمت کی ناشکری بن جائے۔ چنانچہ بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی بُزرگ بیمار ہو جاتے تو وہ دروازہ بند کر لیتے اور کوئی بھی ان کے پاس نہ آتا یہاں تک کہ وہ تَنْدُرُست ہو کر خود ہی گھر سے باہَر تشریف لاتے۔ ایسے بُزرگانِ دین میں حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض، حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد مکّی اور حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم بھی شامل ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے: میں چاہتا ہوں کبھی بیمار پڑوں تو کوئی میری تیمار داری کے لیے نہ آئے۔ مزید فرماتے: مجھے بیماری صِرف تیمار داروں کی وجہ سے پسند نہیں۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے بہت سے سَلَف صالِحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کو دیکھا ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے حالانکہ وہ سالِکینِ راہِ طریقت کے اِمام ورہنما تھے۔

کس کے لیے مرض کا اِظہار جائز ہے؟

مَرَض کا اِظہار مُتوکِّل کے تَوکُّل میں کمی نہیں کرتا، اس مفہوم کے اِعْتِبار سے کہ اِظْہارِ مَرَض سے نَفْس

---

[1] ......موطا امام مالک، کتاب العین، باب ماجاء فی اجر المریض، ۲/۴۲۹، حدیث: ۱۷۹۸، مختصراً
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۴/۲۳۸، حدیث: ۷، بتغیر قلیل

آفات کا شِکار نہ ہو۔ مطلَب یہ ہے کہ اس کا دِل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرنے والا ہو، اس کی قضا پر راضی ہو اور اِظہارِ مَرَض سے مَحض اپنے رب کے سامنے عِجز و اِنکساری ظاہر کرنا مقصود ہو یا اہلِ اِیمان کی دُعائیں لینا چاہے یا بیماری کو نِعمت جان کر زبان سے شُکر بجالانے کی غَرَض سے اس کا اِظہار کرے۔ چنانچہ،

بغرضِ عِلاج اظہارِ مرض

حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث کے مُتَعلِّق بتایا جاتا ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عبد الرحمٰن نامی طبیب کو اپنی تکالیف بتایا کرتے تاکہ وہ (عِلاج کی خاطِر) آپ کے لیے بعض اَشیا کے طِبّی اَوصاف بیان کرے۔ اسی طرح حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے مُتَعلِّق مَنقُول ہے کہ آپ بھی اپنی بیماری بتادیتے اور اِرشَاد فرماتے: میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر قادِر ہے۔

بغرضِ تحدیثِ نعمت اظہارِ مرض

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب مریض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرتا ہے اور اس کا شُکر ادا کرتا ہے، اس کے بعد اگر وہ اپنی بیماری کا تذکرہ بھی کرے تو یہ شِکوہ نہ ہو گا۔

حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے جب آپ کی بیماری کے مُتَعلِّق پوچھا جاتا تو آپ کچھ نہ بتاتے تھے، پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے مذکورہ قول کو اِختیار کر لیا اور اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَمد و ثَنا بیان کرنے کے بعد اپنی بیماری کے مُتَعلِّق بتادیا کرتے تھے کہ میری یہ کیفِیَّت ہے۔

بغرضِ اظہارِ عجز اظہارِ مرض

مَرْوِی ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے بیماری کی حالَت میں عَرض کی گئی کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اِرشَاد فرمایا: بہُت بُری۔ یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے گویا انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس قول کو اچھّا نہ سمجھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: کیا میں بار گاہِ خداوندی میں بہادُری دِکھاؤں؟ گویا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بار گاہِ خُداوندی

میں اپنے عاجز ہونے کا اظہار کیا (حالانکہ آپ کی بہادری اور شجاعت مشہور تھی) اور یہ بھی بتانا چاہا کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگوں سے جب خیریت پوچھی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ خیریت سے ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہوتا)۔ اسی طرح حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے: عِلْم در حقیقت ثقہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے حاصِل ہونے والی رُخصت کا نام ہے اور باقی رہا سختی کا مُعامَلہ تو اسے ہر کوئی اَچھّی طرح جانتا ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے چاہا کہ آپ لوگوں کو بارگاہِ نبوّت کا اَدَب سکھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِظْہارِ قوّت سے منع فرمایا ہے، کیونکہ مَرْوِی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہوئے تو دُعا کی: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس مصیبت پر صَبْر عطا فرما۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے مصیبت طَلَب کی ہے، اس کے بجائے عَافِیَّت طَلَب کرو۔[1]

عافیت پر شکر مصیبت پر صبر سے افضل ہے

یہی وجہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف بن عبد **اللّٰہ** رَحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں: مجھے عَافِیَّت عطا فرمائی جائے اور میں اس پر شُکْر ادا کروں یہ بات مجھے مصیبت میں مبتلا ہو کر صَبْر کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اِبْتِلا و آزمائش قَوِی لوگوں کا طریقہ ہے اور اہلِ خوف اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے اپنی قوّت و بہادُری کا اِظْہار کریں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی ایک بار شدید بیمار ہو گئے تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر اس بیماری میں تو راضی ہے تو اس میں مزید اِضافہ فرما۔ ایک بُزرگ عالِم (یعنی شہر کے اَطراف سے حضرت سَیِّدُنا اِدرِیس بن یحیٰی مَعافِری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی) نے انہیں ایک مَکْتُوب اِرْسَال فرمایا: اے ابو عبد **اللّٰہ**! آپ کا شُمار مصیبت زدہ اَفراد میں نہیں ہوتا، لہٰذا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸، بتغیر قلیل

سے اس کی نرمی اور عافیت مانگئے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے اپنے قول سے رُجوع کر لیا اور بارگاہِ خداوندی میں توبہ و اِستغفار کیا اور پھر یوں دُعا کیا کرتے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَتِیْ فِیْمَا اَحْبَبْتَ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری بھلائی ان اُمور میں رکھ دے جنہیں تو پسند کرتا ہے۔

ترکِ کسب کی فضیلت

عبادت میں مصروفیت کی بنا پر ترکِ کسب کی فضیلت

بسا اوقات عِبادت میں مَصروفیت کی بنا پر تَرْکِ کَسب کرنے والا اَفضل ہوتا ہے اس اِعْتِبار سے کہ مُتقدِّمِین زاہدین نے اسے حلال مال کما کر راہِ خدا میں خَرْچ کرنے والے سے اَفضل قرار دیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے ان دو۲ اَفراد کے مُتعلّق پوچھا گیا جن میں سے ایک کاریگر تھا اور دوسرا عِبادت میں مَصروف رہنے والا کہ ان دونوں میں سے اَفضل کون ہے؟ تو اِرشاد فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ! یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، عِبادت کی خاطر کام کاج سے فارِغ رہنے والا شخص اَفضل ہے۔

اسی طرح ایک رِوایت میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: موت بطورِ واعظ، تقویٰ بطورِ غنا اور عِبادت بطورِ مَصروفیت کافی ہے۔[1]

دُنیاوی و اُخروی کاموں میں فرق

کام کاج نہ کرنے والا

- اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل رکھتا ہے۔
- اسی پر بھروسا کرتا ہے
- مَقامِ تَوکُّل کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتا ہے۔
- فَقْر پر صَبْر کا مُظاہرہ کرتا ہے۔
- مَعاش کو چھوڑ کر آخِرت کے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔
- اور اس راہ میں ہر قِسم کی اِبْتِلا و آزمائش کا سامنا بھی کرتا ہے۔

اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا میں اس کے رِزْق کا ضامن اس کا ربّ ہے اور اسی نے اسے اُخْرَوِی

[1] ......معجم لابن الاعرابی، ۲/۲ ۵ ۱، حدیث: ۹۹۲، بالتقوی بدله بالیقین

اَعمال بجالانے میں لگایا ہے۔ اب اگر وہ انہی اُخرَوِی کاموں میں مصروف رہے جو اس کے سُپُرد کیے گئے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دُنْیاوِی اُمور کی اَنْجام دہی کے لیے کسی اور کو اس کے قائم مَقام بنادے گا یعنی اگر مُتَوَکِّل نے تَصرُّف نہ کیا تو وہ اس کی جگہ تَصرُّف کرے گا، لیکن اگر اس نے اُخرَوِی کاموں کی اپنی ذِمّہ داری پوری نہ کی تو کوئی دوسرا اس کی جگہ کام نہ کرے گا۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی خاطِر اس کے دُنْیاوِی کاموں کی کَفالَت کا وعدہ فرما رکھا ہے چنانچہ اگر اس نے کوئی دُنْیاوِی عَمَل نہ کیا تو کوئی اور شخص اس کے دُنْیاوِی کام سَراَنْجام دیدے گا جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے گا۔

اَلْغَرَض وہ دُنْیاوِی عَمَل جس کی کَفالَت کا وعدہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے اس کے اور اس اُخرَوِی عَمَل کے درمیان یہی بنیادی فَرْق ہے کہ جس کی ذِمّہ داری اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کے سُپُرد کی ہے۔ چنانچہ،

وہ دُنْیاوِی رِزْق جس کی کَفالَت کا ذِمّہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لیا ہے، اس کے مُتَعَلِّق اس کا فرمان ہے:

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں۔

اور اُخرَوِی رِزْق کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (پ ۲۷، النجم: ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

چار چیزیں

توحید کے بعد مُتَوَکِّل یہ یقین رکھتا ہے کہ دَرْجِ ذیل چار اَشیا ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں گویا ایک ہی شے ہوں اور یہ یکے بعد دیگرے واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ چار اَشیا یہ ہیں:

﴿1﴾ تقسیم شُدہ رِزْق کہ جس میں کبھی اِضافہ نہ ہو گا۔

﴿2﴾ یہ رِزْق ایک مَعْلُوم وَقْت میں ملے گا۔

﴿3﴾ کسی بھی سَبَب کے ذریعے یہ اپنے وَقْت سے پہلے ملے گا نہ بعد میں۔

﴿4﴾ لوحِ محفوظ میں لکھا ہونے کی بنا پر اس میں کوئی تَغَیُّر وتَبَدُّل نہ ہو گا۔

مَعْلُوم ہوا رِزْق رازِق کے فَضْل سے ملتا ہے اور جس وَقْت میں عَطا و بَخْشِش کا فَضْل ظاہِر ہوتا ہے وہ اس کے لیے ظَرْف کی حَیْثِیَّت رکھتا ہے جبکہ سَبَب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت ہے اور لوحِ مَحْفُوظ میں لکھا ہونا بندے کی حَد ہے۔ چنانچہ مُتَوَکِّل اس بات کا یقین ہونے کے بعد اگر تَصَرُّف سے کام لے تو وہ حُکْم کی وجہ سے تَصَرُّف کرے گا اور اگر بیٹھا رہا تو عِلْم کی وجہ سے بیٹھے گا۔ لہٰذا اس کا تَصَرُّف کرنا اور بیٹھے رہنا یکساں حَیْثِیَّت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے حال کے عِلْم کا تَقاضا پورا کرنے والا اور اپنے تَصَرُّف و بیٹھنے کی جگہ سے بخوبی آگاہ ہے۔ اب اگر اس کے ربّ نے اسے دوسروں سے غافِل فرما کر اپنی خِدْمَت میں مَصروف کر دیا یعنی اسے بندوں کے مُعامَلات سے ہٹا کر اپنے مُعامَلات میں لگا دیا تو اس کا رِزْق بھی اس تک پہنچائے گا جہاں سے چاہے گا، بندوں میں سے جس کے ہاتھوں سے چاہے گا اور اسے حُدود سے تجاوُز کرنے سے بھی مَحْفُوظ فرمادے گا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: خاوند کے پیچھے حِفَاظَت رکھتی ہیں جس طرح **اللہ** نے حِفَاظَت کا حُکْم دیا۔ (پ۵، النسآء: ۳۴)

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی وِلایَت کی دولت عَطا فرما کر اس کی حِفاظَت فرماتا ہے اور اسے مَمْنُوعات سے بچنے کی توفیق بھی وُہی دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے اَولیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے مُتَعَلِّق خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اَولیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام تک حَلال رِزْق ہی پہنچاتا ہے اور انہیں صِرف حَلال کی ہی توفیق دیتا ہے اور جیسا پسند کرتا ہے ان کے لیے کوئی سَبَب پیدا فرما دیتا ہے۔ لہٰذا بندہ تَرْکِ کَسْب میں فضیلت کا باعِث بن جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے خالِق سے لَو لگا کر مخلوق سے منہ موڑ لیتا ہے، مالِک کے مُعامَلہ میں مَصروف ہو کر مَمْلُوک یعنی مخلوق کے مُعامَلات سے جُدا ہو جاتا ہے اور اپنی فِکْر کا رُخ دنیا سے پھیر کر آخِرَت کی طرف کر لیتا ہے۔ اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا ہے کہ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس شخص نے اپنی تمام (دُنیاوِی)

فِکْروں (کو چھوڑ کر) ایک ہی فِکْر بنالیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی آخرت کے لیے کافی ہے۔[1]

اس وَقْت یہ ان لوگوں کی صَف سے نِکَل جاتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنا ناطہ توڑ کر غیرُ اللہ سے تعلّق قائم کر لیتے ہیں اور یوں (غیر اللہ کی) فِکْروں میں مگن ہو کر خود کو ہَلاکت کے لیے پیش کر دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے صُبْح اس حال میں کی کہ اس کی فِکْر کا مَرْکَز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی اور ہو تو اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی تعلّق نہیں۔[2]

ایک رِوایَت میں ہے کہ جس کے نظریات مُنْتَشِر ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی پَروا نہیں کہ کس وادی میں ہلاک ہو۔[3]

اپنا رزق خود کمانا

اگر مُتوکِّل کا حال یہ ہو کہ اس کا رِزْق اس کے اپنے ہاتھ میں ہو یعنی اس کی اپنی کمائی کے ذریعے اسے رِزْق ملے تو یہ مالِک کے خَزانوں میں سے ایک خَزانہ ہے اور وہ اس کے خاص بندوں میں سے ایک ایسا بندہ ہے جس کا رِزْق اس تک دوسروں کے ہاتھوں پہنچنے کے بجائے اس کے اپنے ہی ہاتھ سے پہنچ رہا ہے۔ اب یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی ہے کہ اس کی قِسْمَت میں رِزْق لکھنے کے بعد اسے رِزْق تک پہنچادے یا رِزْق اس تک پہنچادے، کیونکہ جس رِزْق کو آپ پالیتے ہیں وہ بھی یقیناً آپ کو پالے گا۔ چنانچہ (رِزْق بندے تک پہنچے یا بندہ رِزْق تک) دونوں حالتوں میں بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھتا اور اسی کی جانِب دیکھتا ہے، دونوں اُمور میں اپنے حال کے مُطابِق اَحْکام بجالاتا ہے اور دونوں حُکموں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُسْنِ اِخْتِیار سے آگاہ ہوتا ہے۔

وہ کمائی کرے یا نہ کرے

جس نے کمائی اس لیے تَرْک کی کہ اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کامِل تھا اور وہ اس (کے عطا کردہ رِزْق) پر مطمئن تھا یا اس لیے چھوڑی کہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے اور اَحکامِ خداوندی کی بجا آوری نہ کر سکنے کا

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب السنة، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۷، حدیث: ۲۵۷

[2] ......الکامل لابن عدی، ۸/۳۴۰، الرقم: ۱۹۹۲: وھب بن راشد

[3] ......ابن ماجہ، کتاب السنة، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۷، حدیث: ۲۵۷

اندیشہ تھا تو اس کی نیکی اس شخص جیسی ہو گی جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطر کوئی عمل کیا، اس لیے کہ کسی کام کا تَرْک کرنا بھی ایک عَمَل ہی ہے جو اَچھی نِیَّت کا مُحتاج ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اَفضل وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ مُتَّقِی ہو اور جو ان میں سب سے زیادہ مُتَّقِی ہو گا وُہی ان میں سے زیادہ عارِف ہو گا خواہ کمائی کرے یا نہ کرے۔

وصیتِ باری تعالیٰ

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن دِینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن میمون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کرتے ہیں کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِرشَاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا اِرشَاد فرمایا ہے؟ انہوں نے عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رَسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: جب اس نے عَرش پر اِسْتِوا فرمایا تو اپنی مخلوق کی جانِب دیکھ کر اِرشَاد فرمایا: اے میرے بندو! تم میری مخلوق ہو اور میں تمہارا ربّ ہوں، تمہارے رِزْق میرے قبضے میں ہیں، لہٰذا میں نے تمہاری جس شے کی کَفالَت کا ذِمّہ لیا ہے اس میں اپنے نَفْسوں کو مَت تھکانا اور اپنے رِزْق مجھ سے ہی طَلَب کرنا، اپنے نَفْسوں کو میری بارگاہ میں حاضِر رکھنا، اپنی حاجتیں میری بارگاہ میں پیش کرنا، میں تم پر تمہارے رِزْق اُنڈیل دوں گا۔ (دوبارہ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دَرْیافت فرمایا) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ربّ نے کیا اِرشَاد فرمایا؟ انہوں نے پھر یہی عَرض کی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: اے میرے بندے! میری راہ میں خَرْچ کر، میں تجھ پر خَرْچ کروں گا، دوسروں کے لیے وُسْعَت پیدا کر میں تجھ پر وُسْعَت پیدا کروں گا اور تنگی سے کام نہ لے کہ میں بھی تجھ پر تنگی نہ کروں، بے شک رِزْق کے دروازوں کا تعلّق عَرش سے ہے، جو رات کو بند ہوتے ہیں نہ دِن کو۔ میں لوگوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کی نِیَّت، صَدَقہ و خیرات اور خَرْچ کے مُطابِق رِزْق نازِل کرتا ہوں، لہٰذا جو ان کاموں میں کَثْرت سے کام لیتا ہے میں اسے کثیر رِزْق عَطا فرماتا ہوں اور جو کمی کرتا ہے میں بھی اس کے رِزْق میں کمی کر دیتا ہوں اور جو رِزْق کو اپنے پاس روکے رکھتا ہے (اور خَرْچ نہیں کرتا) میں بھی اس سے رِزْق کو روک لیتا ہوں۔

اے زُبیر! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ خَرْچ کرنے کو پسند اور جَمْع کرنے کو ناپسند کرتا ہے، چنانچہ خود بھی کھا اور دوسروں کو بھی کِھلا، تنگی نہ کر، ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تجھ پر تنگی کر دے گا، مُشکِل پیدا نہ کر، ورنہ اللہ بھی تجھ پر مشکلیں پیدا کر دے گا، اپنے بھائیوں کو کِھلا، نیک لوگوں کی عزّت کر، پڑوسیوں سے صِلہ رِحْمی کر اور فاجِروں کے نَقشِ قَدَم پر مَت چل، (اگر تو نے ایسا ہی کیا تو) جنّت میں بلاحساب داخِل ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے یہ وَصیّت کی ہے اور میں اے زُبیر بن عوّام تمہیں کر رہا ہوں۔

بازار

بازار بھاگے ہوئے غُلاموں کا دَسْتَر خوان ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اس بندے کو ان بازاروں سے کِھلاتا ہے جو اس کی عِبَادَت سے بھاگتا ہے، اس کی بارگاہ میں حاضری سے راہِ فَرار اِختیار کرتا ہے، اس کے مُعاملہ میں سُستی کا مُظاہَرہ کرتا ہے اور اس کی تِجارَت کی جگہوں میں بُزدِلی سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶، ۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رِزْق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

مُتَقَدِّمِین اَہْلِ عَرَب میں سے کسی کا قول ہے کہ یہاں ﴿ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ میں ان سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ میری مخلوق کو رِزْق دیں کیونکہ اس کے بعد اِرشَاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ ہی بڑا رِزْق دینے والا ہے۔

مَطْلَب یہ ہے کہ وہ ان سے یہ مُطالَبہ نہیں کرتا کہ جب وہ اس کی خِدْمَت بجالائیں تو اپنے رِزْق کا اِہتمام بھی خود ہی کریں۔ چنانچہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تین صورتوں کا ذِکْر فرمایا ہے:

ایک صُورَت اپنے لیے پسند فرمائی یعنی عِبَادَت وخِدْمَت کو پسند فرمایا اور اس پر کِفَایَت کا ذِمّہ لیا۔

دوسری صُورَت کو اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا یعنی ان کا عِبَادَت گزار ہونا پسند کیا۔

تیسری صُورَت سے وہ پاک اور عظیم تر ہے یعنی بندے اسے کِھلائیں، البتہ! اس نے اپنے عام بندوں کو اس تیسری صُورَت میں مصروف کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو کھانا کِھلائیں یعنی کمائی کریں اور زمین میں اپنے اور

اپنی مخلوق کے درمیان قائم تعلّق کو بیان کرنے کے لیے کچھ یوں اِرشاد فرمایا:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (پ ۲۱، الروم: ۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اُسی کے لیے ہے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں۔

اب بندے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ قائم تعلّق دو حکموں کی بنا پر ہے: پہلا یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عِبادت کو اپنے لیے پسند فرمایا اور یہی (اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان تعلّق قائم رکھنے والا) مُعاملہ ہے اور اس صُورت میں اسی کے ذِمّۂ کَرَم پر ہے جیسے چاہے اور جب چاہے بندوں کو رِزْق دے کہ یہ سب اس کے بندے ہیں دنیا کے نہیں۔ دوسرا حُکم بندے کے ساتھ خاص ہے یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے نَفْس کے لیے کمائی کرنے کا حُکم دیا اور رِزْق کے حُصُول کا ذریعہ اس کے اعضا کو بنایا اور اس وَصْف پر اس کی تعریف فرمائی۔ یہ عام بندے ہیں، ان میں سے بعض دنیا کے غلام ہیں اور بعض خواہشِ نَفْس کے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ان تینوں صورتوں میں بندوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لیے مُباح قرار دی ہیں اور جن کی خاطر اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان قائم تعلّق کو مِثال سے بیان فرمایا۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ ان کے لیے کیا پسند فرماتا ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے:

پہلی صورت کی وضاحت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں سے تعلّق ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے سے یہ اِرشاد فرمائے کہ جا (کمائی کر کے لا) اور مجھے کِھلا، کیونکہ تو میرا بندہ اور میری مِلکِیَّت ہے، میں تیری کمائی کا بھی اسی طرح مالِک ہوں جس طرح کہ تیری جان کا مالک ہوں۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی وہ صُورَت ہے کہ جس کا ہم نے پہلے بھی تذکرہ کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک اور بُلند و بَرتر ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝۵۷ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

جیسا کہ دنیادار آقا اپنے غلاموں سے اس بات کی خواہش رکھتے ہیں۔

دوسری صورت کی وضاحت

اگر آقا اپنے کسی غلام سے کہے: جا اور اپنے نَفْس کو کھانا کِھلا، اپنی غذا کو وسیع کر، میں نے تیرے لیے یہ سب کچھ مُباح کر دیا ہے اور تجھے تیری کمائی بخش دی ہے۔ یہ رِزْق میں نے تجھے دیا اور یہ میرا تجھ پر فَضْل ہے۔ (گویا آقا نے غلام سے مکاتبت کرلی) اس کے ساتھ ہی غلام مُکاتَب بن جائے گا اور آقا کی حَیثِیَّت غلام کو آزادی دینے میں مُعْتِق یعنی آزاد کرنے والے شخص جیسی ہو جائے گی، اس طرح کہ اسے اس کی ولایت کا حَق حاصِل ہو گا اور اس کا میراث میں بھی حِصّہ ہو گا، کیونکہ اس نے اس پر مُکاتَبَت کر کے اِحسان کیا ہے، جیسا کہ آزاد کرنے والا شخص غلام کو آزاد کر کے اس پر اِحسان کرتا ہے، اگرچہ مُکاتَبَت کی صُورَت میں غلام کو اپنی آزادی کی خاطِر خود ہی کمائی کی کوشش کرنا پڑتی ہے مگر آقا پہلے ہی اس کے جان ومال کا نہ صِرف حَق رکھتا ہے بلکہ اس کا مالِک بھی ہے، لیکن جب وہ غلام کو ان چیزوں کا مالِک بنا دیتا ہے تو گویا وہ اس پر اِحسان کرنے والا بن جاتا ہے، یہ عام لوگوں کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تعلّق ہے، کیونکہ وُہی ان کا حقیقی مولا ہے اور وہ اسی کے مَمْلُوک و بندے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں فرماتا ہے: جاؤ! کمائی کرو اور اپنے آپ کو کِھلاؤ، میں نے تمہارا رِزْق تمہیں دیدیا اور بخش دیا ہے۔

اس دوسری صُورَت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خواص بندوں کو ان کی فضیلت کی بنا پر دُور رکھا، ان سے ان کی بَنْدَگی کے حِساب سے کام نہ لیا بلکہ ان کا تعلّق کام کاج سے خَتْم کر دیا اور انہیں ان کے نَفْسوں اور دیگر مخلوق سے فارِغ کر کے اپنی خِدْمَت میں مَشْغُول کر دیا۔ ان کی بَقَدْرِ کِفَایَت کارسازی فرمائی اور ان کاموں کی ذِمَّہ داری انہیں نہ دی جو دیگر لوگوں کو دی، بلکہ ان کے رِزْق کی ذِمَّہ داری بھی اپنے بندوں میں سے جسے چاہا اس کے سُپُرد کر دی، چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ ﴾ سے یہی مُراد ہے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ خود اپنے رِزْق کا اِہتمام کریں۔ اس کی دلیل اس سے اگلی آیتِ مُبارَکہ میں کچھ یوں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (پ۲۷، الذّٰريٰت: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک **اللہ** ہی بڑا رزق دینے والا ہے۔

یعنی اپنے خواص بندوں کے رِزْق کا دوسروں کے ذریعے اِہتمام کرنے والا ہے اور اس بات کا اِظْہار اس فرمانِ عالیشان سے بھی ہو رہا ہے:

مَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس آیَتِ مُبارَکہ میں یائے مُتَکَلِّم اِسْمِ باری تعالیٰ کا کِنایہ ہے اور یہاں خاص اِرادہ مُراد ہے نہ کہ عام۔ یعنی یہاں اِبْتِلا و مَحبَّت مُراد ہے۔ چنانچہ مَطْلَب یہ ہو گا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ نیز یہ حُکْم اس کے خاص بندوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بَنْدَگی کریں۔

یہ آیَتِ مُبارَکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے اس کی عِبادَت کی اور یہاں جنوں اور انسانوں میں سے اَہْلِ اِیمان مُراد ہیں، عام مخلوق مُراد نہیں۔

تیسری صورت کی وضاحت

آقا اپنے کسی غُلام سے کہے کہ میری خِدْمَت کر اور تیرا کھانا میرے ذِمّۂ کَرَم پر ہے۔ تیرا میری خِدْمَت کرنا گویا کہ ایسے ہی ہے کہ تو اپنے لیے کمائی کرے۔ یہ صُورَت سب سے اعلیٰ ہے کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پسند فرمایا ہے، پھر اس نے اپنے جن بندوں کے لیے چاہا اس صُورَت کو پسند فرمایا، اس نے اپنے ان خاص عُلَمائے رَبّانِیِّین کے لیے اس صُورَت کو اِخْتِیار فرمایا، ان سے مُراد وہ لوگ نہیں ہیں جنہیں اس نے اپنے نَفْسوں کی خاطِر رِزْق کمانے میں لگایا ہے، جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶، ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: کہ میری بَنْدَگی کریں میں ان سے کچھ رِزْق نہیں مانگتا۔

مَطْلَب یہ ہے کہ اپنے نَفْسوں کو اس کمائی کے ذریعے رِزْق مُہَیّا کرو جو میں نے ان کے لیے مُباح کیا ہے، تاکہ ان کا شُمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے جن سے میں نے کہا ہے: جا اور کما کہ میں نے تجھ سے یہی چاہا ہے کہ تو اپنی کمائی کے ذریعے اپنے نَفْس کو رِزْق مُہَیّا کرے اور میں نے تجھے یہ رِزْق بَخْش دیا ہے۔ یعنی میں نے ان لوگوں سے صِرف عِبادَت چاہی ہے اور اسی کے لیے انہیں پیدا کیا ہے۔

ہر ایک کا مقصدِ حیات

ہر ایک کے لیے وُہی بات آسان ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، اب جس کا کام عِبَادَت ہو اور وُہی اس کی تخلیق کا مَقْصَد بھی ہو تو وہ کام اس کے لیے آسان ہو گا اور جس کا کام دنیا ہو اور اسے پیدا بھی دنیا کے لیے ہی کیا گیا ہو تو دنیا اس پر آسان ہوتی ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر صَانِع اور اس کی صَنْعَت کو پیدا کیا ہے۔[1]

ہر ایک نے اپنا کام خود پسند کیا

مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب عَدَم میں مخلوق کو ظاہِر فرمایا تو ان کے لیے ہر قِسْم کے صَانِع کو ظاہِر فرما کر انہیں اِخْتِیار دیا، لہٰذا ہر ایک نے اپنی صَنْعَت پسند کر لی۔ چنانچہ جب وہ انہیں وُجُود کی دولت عَطا فرماتا ہے تو ہر ایک پر اس کی پسند کردہ صَنْعَت کے مُطابِق حُکْم جارِی فرماتا ہے۔ مگر (عَدَم میں) ایک گروہ نے کوئی چیز پسند نہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس گروہ کے لوگوں سے اِرشاد فرمایا: تم بھی کچھ پسند کر لو۔ انہوں نے عَرْض کی: ہم نے جو چیزیں دیکھی ہیں ان میں سے کوئی بھی شے ہمارے دِل کو اَچھّی نہیں لگی کہ ہم اسے پسند کر لیتے۔ لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں پر عِبَادَت کے مَقامات ظاہِر فرمائے تو انہوں نے عَرْض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری عِبَادَت و خِدْمَت کو پسند کرتے ہیں۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: مجھے میری عزّت و جلال کی قَسَم! میں ان دوسرے لوگوں کو تمہاری خِدْمَت پر لگا دوں گا اور انہیں تمہارے لیے مُسَخَّر کر دوں گا۔

دنیا کس کی خادم ہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی طرف وَحِی فرمائی: جو میری خِدْمَت کرے تو اس کی خِدْمَت کر، مگر جو تیری خِدْمَت کرے تو اسے تھکا دے۔[2]

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب رقم: ۸۰، ص ۸۱، حدیث: ۳۶۶

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۱۸۳، حدیث: ۴۳۹

عِبادَت وخِدمت کا باہمی تعلق

عِبادَت ہی خِدمَت ہے اور اسی سے بُزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا یہ قول ہے: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ، وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ یعنی ہم تیری ہی عِبادَت کرتے ہیں، تیرے لیے ہی نَماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف ہی سَعی کرتے اور جلدی کرتے ہیں۔ مَطْلَب یہ ہے کہ ہم تیری خاطِر عَمَل کرتے ہیں اور ہم تیری ہی خِدمَت بجالاتے ہیں۔

یہ قول ایک تفسیر کے مُطابِق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی طرح ہے:

جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِيۡنَ وَحَفَدَةً ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے۔ (پ ۱۴، النحل: ۷۲)

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے بیٹوں اور پوتوں، نواسوں کو تمہاری خِدمَت گاری کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ عِبادَت کا مَطْلَب بھی عاجِزی و اِنکساری کے ساتھ خِدمَت کرنا ہے۔ چنانچہ جس راستے کو لوگ کَثْرت سے اپنے پاؤں تلے رَوندیں اور وہ ہموار ہو گیا ہو تو عَرَب اس راستے کو طَرِیْقٌ مُّعَبَّدٌ کہتے ہیں۔ اسی طرح جو اُونٹ بہُت زیادہ سَفَر کرنے اور بوجھ اُٹھانے کی وجہ سے کمزور ہو جائے اسے بَعِیْرٌ مُّعَبَّدٌ کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں یہ لَفْظ کچھ یوں مَذْکور ہے:

اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ ﴿۴۷﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے۔ (پ ۱۸، المؤمنون: ۴۷)

قِبْطِیوں کے اس قول سے ان کی مُراد بنی اِسرائیل تھے، یعنی انہوں نے یہ کہا کہ بنی اِسرائیل ہمارے خادِم ہیں، ہم انہیں ذلیل کرتے ہیں اور ان سے مزدوری و مَشَقَّت کے کام لیتے ہیں۔

جو جس کے لائق تھا اس کے سپرد وہی کام ہوا

کسی عارِف کا قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کے دِلوں کو دیکھا تو انہیں اپنی مَعْرِفَت کے لائق پایا نہ اپنے مُشاہَدے کے قابِل انہیں جانا تو ان پر رَحْم فرمایا اور انہیں عِبادات اور نیک اَعمال

کی توفیق عَطا فرما دی۔ پھر ایک دوسرے گروہ کے دِلوں کو دیکھا تو ان کے ظاہِری اَعْضَا کو اپنی خِدْمَت کے لائق پایا نہ اپنے مُعامَلہ کا اَہْل جانا تو انہیں دنیا کے کاموں میں لگا دیا اور انہیں دنیا والوں کا خادِم بنا دیا۔ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے **حبیب** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے کہ دِرْہَم و دِینار کا غُلام (یعنی خادِم) ہلاک ہوا، بیوی کا غُلام بھی ہلاک ہوا، دھاری دار جُبے کا غُلام (یعنی آرائشی لِباس پہننے والا) بھی ہلاک ہوا۔ [1]

مُراد یہ ہے کہ یہ لوگ ان اَشیا کے حُصُول کے لیے ذِلَّت اٹھاتے اور خوب سعی و کوشش کرتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام سے مَرْوِی رِوایات میں ہے (کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی): میں نے اپنے مَحْبُوب محمد کو اپنی خاطِر پیدا کیا اور آدم کو اپنے حبیب محمد کی خاطِر پیدا کیا اور باقی ساری مخلوق اولادِ آدم کی خاطِر پیدا کی۔ لہٰذا جو شخص اس شے میں مَصروف ہو گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے تو وہ شے اسے مجھ سے دُور کر دے گی مگر جو شخص (سب سے منہ موڑ کر) میری یاد میں مَشْغُول ہو گا میں ہر اس شے کا رخ اس کی طرف کر دوں گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے۔

تمت المجلد الثاني بحمد الله تعالٰى

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

[1] ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ۲/۲۷۷، حدیث: ۲۸۸۷، بدون: عبدالزوجة

متروکہ عبارات

پہلی عبارت

وهجر أيضاً يحيى بن معين فى كلمة تكلم بها وهو قوله: لو أعطانى الشيطان شيئًا أخذته۔ [1]

دوسری عبارت

ولقد بلغنى أنه استطعم من بيت فطرد وبزقت امرأة فى وجهه، وفى رواية قال: فأخرجت إليه عجوز جرة فيها بول فصبته على رأسه۔ [2]

تیسری عبارت

قد عظم الذكر بقوله: (وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ) فصار الشكر أكبر لاقترانه به ورضا الله تعالى بالشكر مجازاة من عباده لفرط كرمه لأن قوله تعالى: (فَاذْكُرُونِى أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِى) البقرة: 152، خروج من لفظ المجازاة لتحقيق الأمر وتعظيم الشكر لأن الفاء للشرط ولاجزاء والكاف المتقدمة للتمثيل، فقوله تعالى: فاذكرونى متصل بقوله: (كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِنْكُمْ) (فَاذْكُرُونِى) (وَاشْكُرُوا لِى) البقرة: 151 - 152، والمعنى كمثل ما أرسلت فيكم رسولًا منكم فاشكروا لى، والعرب تكتفى من مثل بالكاف كما اكتفت من سوف بالسين فى قوله تعالى: (سَنُؤْتِيهِمْ) (سَنَسْتَدْرِجُهُمْ) الأعراف: 182۔ [3]

چوتھی عبارت

فالأسباب مع صحتها والأواسط مع ثبوتها إنما هى حكمه وأحكامه، فظروف العطاء وآثار المعطى لا تؤثر فى الحكم بها والجعل لها حكماً ولاجعلًا يعنى لاتحكم ولا تجعل لأنها محكومات فكيف تحكم ومجعولات فكيف تجعل لاحاكم إلا الله وحده ولا يشرك فى حكمه أحداً وهذا الحرف فى مقرأ أهل الشام أبلغ وأوكد

---

[1] ....قوت القلوب، الفصل الحادى والثلاثون، ذكر تفصيل العلوم ومعروفها وقديمها ومحدثها ومنكرها، ١/٣٤٢

[2] ....قوت القلوب، الفصل الثانى والثلاثون، ذكر فروض التوبة وشرح فضائلها ووصف التوابين، ١/٣٤٢

[3] ....قوت القلوب، الفصل الثانى والثلاثون، شرح مقام الشكر ووصف الشاكرين وهو الثالث من مقامات اليقين، ١/٤١٠، ٤١١

لأنه يخرج على الأمر لأنهم قرؤوه بالتاء وجزم الكاف ولا تشرك في حكمه أحدًا، فالأسباب أحكام حق وأواسط حكمه۔[1]

پانچویں عبارت

فلم يذكر له نعمته عليه بنبوته وعرضه للكفر، وجوز دخوله عليه بعد النبوة، فاعترف النبي بذلك، ورضي به واستعصم۔[2]

چھٹی عبارت

ثم أشار لها، بقوله تعالى ذلك فذا إشارة إلى الكاف والكاف كناية عن المذكور المتقدّم المنسوق واللام بين ذا والكاف للتمكين والتوكيد۔[3]

ساتویں عبارت

وهذا من الكلام المضمر، فلذلك أشكل والبقاء والحياة اسمان لمعنى، ولذلك جعل الله تعالى الدنيا وصفًا للحياة فتكون الدنيا هي الحياة ونعتها بالدنيا نعت مؤنث لدخول الهاء في الإسم الى هي إحدى علامات التأنيث، فصارت الحياة هي الدنيا وصار قوله الدنيا نعتها بالدناءة، ولو كان الإسم مذكرًا مثل البقاء نعته بمذكر فقال: الأدنى، وقد قال في مثله: (يَأْخُذُونَ عَرَضَ هذا الأَدْنٰى) الأعراف: 169 فالأدنى تذكير الدنيا، والدنيا تأنيث أدنى كالأعين والأقنى والأشعث؛ تذكير عيناء وقنواء وشعثاء، والعرض اسم لما يعرض ويقل بقاؤه فمن أحبّ ذلك فقد أحبّ الدنيا بحبه الأدنى، وهذا يرجع إلى حبّ حياة الأصل لأنه إنما يريد العرض الأدنى لأجل الحياة فصار حبّ البقاء الذي لأجله يريد عرض الأدنى هو الدنيا وصار حبّ العرض لأجل البقاء من الدنيا۔[4]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الثاني والثلاثون، شرح مقام الشكر ووصف الشاكرين وهو الثالث من مقامات اليقين، ۱/۴۱۳

[2] ......قوت القلوب، الفصل الثاني والثلاثون، شرح مقام الخوف . . . الخ، ۱/۴۵۸

[3] ......قوت القلوب، الفصل الثاني والثلاثون، شرح مقام الزهد . . . الخ، ذكر ماهية الزهد، ۱/۴۹۱

[4] ......قوت القلوب، الفصل الثاني والثلاثون، شرح مقام الزهد . . . الخ، ذكر ماهية الزهد، ۱/۴۹۴، ۴۹۵

آٹھویں عبارت

وزھید کأنہ معدول من زاھد للمبالغة فی الوصف بالزھد کما عدل شھید من شاھد ومجید من ماجد وکما عدل علیم وقدیر ورحیم من عالم وقادر وراحم للمبالغة فی العلم والقدرة والرحمة۔[1]

نویں عبارت

فغابت السبع سبعاً فی السبع العلی والسبع السفلی لما طوی نفس الھوی وغابت العلیا والسفلی فی ملکوت العرش والثری لما طوی طیّ النفس وغاب العرض والثری فی جبروت الأعلی لما محی طیّ الطی وحضر الأزلی الأول إذا غاب الحدثان الثانی وظھر الباطن الآخیر حین بطن الظاھر الساتر۔[2]

دسویں عبارت

ھکذا حدثنا بہ قال الشیخ: بإسنادہ یذیل بالذال فمعناہ تجمع بین ذیلیھما فیتفق ذیل الأعلی علی ذیل الأسفل من طول البرد الأعلی وأنا أحسب أن معناہ تدیل بالدال أی تبدّل أحدھما بآخر دولة ذا ودولة ذا ویصلح أن یکون بالذال من الإذالة أی الوضع یقال: أشل ھذا وأذل ھذا مثل قول الناس من إذالة العلم أن یجیب العالم عن کلّ ما یسأل عنہ کأنہ: أرادتضعھما عندك معًا وھو راجع إلی معنی تدیل من الدولة۔[3]

گیارہویں عبارت

قال الشیخ أحسبہ الضعف عن الجماع۔[4]

❀❀ ❀❀ ❀❀

---

[1]......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الزھد۔۔۔ الخ، ذکر بیان آخر مستنبط من الکتاب، ۱/۴۹۹

[2]......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الزھد۔۔۔ الخ، ذکر وصف الزاھد وفضل الزھد، ۱/۵۰۶

[3]......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الزھد۔۔۔ الخ، ذکر وصف الزاھد وفضل الزھد، ۱/۵۱۴

[4]......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام التوکل۔۔۔ الخ، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ۲/۴۵

قوت القلوب کی تیسری

جلد کی چند جھلکیاں

* صاحبِ گھر مُتوکِّل کا حُکم
* مُتوکِّل کا مال چوری ہونے کی سات صورتیں
* مُتوکِّل کے اَحکام
* مُتوکِّل کے توکُّل میں کمی نہ ہونے کا بیان
* مقامِ رَضا کے اَحکام اور اہلِ رَضا کے اَوصاف کا بیان
* ذِکر کی بر کتیں
* بندے کا رب کے ہاں مرتبہ
* رَضا کی مُختلِف صورتیں
* بندہ کب اپنے رب سے راضی کہلاتا ہے؟
* اہلِ رَضا کی فضیلت
* بسااَوقات مصیبت بھی نِعْمت ہوتی ہے
* ان باتوں کا بیان جو اہلِ رَضا کے لیے مُضر نہیں
* سیدنا سری سَقَطی کو مقامِ رضا کیسے ملا؟
* ایمان کا سب سے مَضْبوط حلقہ
* اللہ کی خاطر محبّت ونَفْرت سے مُراد
* کافروں اور فاسِقوں سے محبّت کا اَنْجام
* اللہ کے مَحْبُوب اور مَبْغُوض بندے
* اللہ کا محبوب بندہ بننے کا طریقہ
* اہلِ سُنّت سے مَحبّت کی علامت
* نیک یا بُرا کام کرنے پر کیا کہے؟
* آدابِ مَعْرِفت
* رَشک کس پر جائز ہے؟
* اہلِ بغداد کے مُتَعلِّق بُزرگانِ دین کی کچھ باتیں
* مقامِ مَحبّت کے اَحکام اور اہلِ مَحبّت کے اَوصاف کا بیان
* محبوب کی شان
* دَرَجاتِ مَحبّت میں فَرْق
* مَحبّتِ باری تعالٰی کا فرض ہونا
* خدا کے بعد کس کی مَحبّت اَفضل؟
* خدا اور سول کی مَحبّت میں فَرْق
* ذِکرِ اِلٰہی اور اس کی اَہَمیّت
* دل میں مَحبّت کب پیدا ہوتی ہے؟
* فَرْضِ مَحبّت کیا ہے؟
* اللہ کی بندے سے مَحبّت کی حقیقت
* مَحبّت کے فرائض وفضائل
* نفسانی اَمراض اور ان سے بچاؤ کا طریقہ
* بکے ہوئے نُفُوس کی چند علامات
* بُزرگانِ دین سے مَنْقُول مَحبتِ باری تعالٰی کی باتیں
* مُقَرَّبِین واَبرار میں فَرْق

❀☜ حج کا بیان ❀☜ اسلام و ایمان کی تفصیل ❀☜ معاملاتِ اہلِ سنت

❀☜ اعتقاداتِ قلب ❀☜ ارکانِ اسلام و ایمان کا تذکرہ ❀☜ اسلام و ایمان کا باہمی تعلق

❀☜ قلوب و عمل کا باہمی تعلق ❀☜ اسلام اور ایمان میں فرق ❀☜ ایمان میں استثناء

❀☜ نفاق اور اس سے بچاؤ کے طریقہ ❀☜ سنت اور اس کی فضیلت ❀☜ آدابِ شریعت

❀☜ 16 عقائد اہلسنت کی تشریح ❀☜ قرآنِ کریم کا غیر مخلوق ہونا ❀☜ صحابۂ کرام کی افضلیت

❀☜ امامت کا بیان ❀☜ اہلِ قبلہ کی تکفیر کا بیان ❀☜ تقدیر پر ایمان

❀☜ نکیرین کے سوالوں پر ایمان ❀☜ عذابِ قبر پر ایمان ❀☜ میزان پر ایمان

❀☜ پل صراط پر ایمان ❀☜ حوضِ کوثر پر ایمان ❀☜ رؤیتِ باری تعالیٰ پر ایمان

❀☜ حساب و کتاب پر ایمان ❀☜ ایمان و شریعت کا تذکرہ ❀☜ مسلمان ہونے کی شرط

❀☜ اہلِ توحید کے جہنم سے نکالے جانے پر ایمان ❀☜ بدعتیوں کا اہلِ سنت سے خروج

❀☜ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق کا تذکرہ ❀☜ مسلمانوں پر حرمتِ اسلام کا واجب ہونا

❀☜ بدن کی سنتوں کا بیان ❀☜ داڑھی کے احکام

❀☜ نوافل کی زیادتی اور ان میں کمی کی کراہت کا تذکرہ ❀☜ کبیرہ گناہوں کی تفصیل اور محاسبۂ کفار کا بیان

❀☜ غیبت کا بیان ❀☜ ریاکاری کا بیان ❀☜ اخلاص کا بیان

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

ماٰخذ و مراجع

قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	❋ ❋ ❋

❋ … ❋ … ❋ … ❋ … ❋

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
1.	کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
2.	التفسیر من سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور بن شعبۃ الخراسانی المروزی متوفّٰی ۲۲۷ھ	المکتبۃ الشاملۃ
3.	تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفّٰی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
4.	تفسیر ابن ابی حاتم	امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفّٰی ۳۲۷ھ	مکتبۃ نزار مصطفی الباز ۱۴۱۷ھ
5.	مفرداتُ الفاظ القرآن	ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفھانی متوفّٰی ۵۰۲ھ	دار القلم، دمشق ۱۴۱۶ھ
6.	تفسیر البغوی	امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی متوفّٰی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۴ھ
7.	تفسیر الکشاف	جار اللہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی متوفّٰی ۵۲۸ھ	مکتبۃ الاعلام الاسلامی ۱۴۱۴ھ
8.	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
9.	تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ بن احمد انصاری قرطبی متوفّٰی ۶۷۱ھ	دار الفکر ۱۴۲۰ھ
10.	تفسیر غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری متوفّٰی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۶ھ
11.	تفسیر الخازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی متوفّٰی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیۃ بمصر ۱۳۱۷ھ
12.	الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
13.	تفسیر روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی متوفّٰی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۵ھ
14.	تفسیر مظہری (مترجم)	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفّٰی ۱۲۲۵ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۲۳ھ
15.	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفّٰی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
16.	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
17.	تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
18.	الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی متوفّٰی ۱۵۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
19.	الموطأ	امام مالک بن انس اصبحی حمیری متوفّٰی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
20.	الزھد	امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ

21.	الزہد	امام ابو مسعود المعافی بن عمران الازدی الموصلی متوفّٰی ۱۸۵ھ	دارالبشائر الاسلامیۃ ۱۴۲۰ھ
22.	الدعاء	ابو عبدالرحمٰن محمد بن فضیل بن جریر الضبی مولاھم الکوفی متوفّٰی ۱۹۵ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۹ھ
23.	الزہد	امام وکیع بن جراح بن ملیح متوفّٰی ۱۹۷ھ	الدار المدینۃ المنورۃ ۱۴۰۴ھ
24.	مسند الطیالسی	امام حافظ سلیمان بن داود طیالسی متوفّٰی ۲۰۴ھ	دارالمعرفۃ بیروت
25.	المصنف	امام حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام متوفّٰی ۲۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
26.	سنن سعید بن منصور	امام حافظ ابو عثمان سعید بن منصور خراسانی جوزجانی متوفّٰی ۲۲۷ھ	دارالصمیعی ۱۴۲۰ھ
27.	الطبقات الکبری	امام حافظ محمد بن سعد بن منیع بصری متوفّٰی ۲۳۰ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
28.	المسند	ابو الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی متوفّٰی ۲۳۰ھ	مؤسسۃ نادر ۱۴۱۰ھ
29.	المصنف	حافظ عبداللہ محمد بن ابی شیبۃ عبسی متوفّٰی ۲۳۵ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
30.	المسند	امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
31.	الزہد	امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالکتب العلمیۃ
32.	فضائل الصحابۃ	امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	مؤسسۃ الرسالہ ۱۴۰۳ھ
33.	علل ومعرفۃ الرجال	امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالخانی ریاض ۱۴۲۲ھ
34.	سنن الدارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفّٰی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
35.	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
36.	الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
37.	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
38.	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفّٰی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
39.	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
40.	سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفّٰی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
41.	الزہد	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفّٰی ۲۷۵ھ	دارالمشکاۃ قاہرہ ۱۴۱۴ھ
42.	عیون الاخبار	ابو محمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ دینوری متوفّٰی ۲۷۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
43.	سنن الترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی متوفّٰی ۲۷۹ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
44.	الموسوعۃ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
45.	الشکر	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	دار ابن کثیر دمشق ۱۴۰۷ھ
46.	مکارم الاخلاق	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ

47.	محاسبۃ النفس	حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
48.	مسند الحارث	امام حافظ حارث بن ابی اسامہ متوفّٰی ۲۸۲ھ	مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۳ھ
49.	سنن دارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی متوفّٰی ۲۸۵ھ	ملتان پاکستان
50.	السنۃ	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۴ھ
51.	الزھد	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۸ھ
52.	الآحاد والمثانی	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار الرایۃ ریاض ۱۴۱۱ھ
53.	السنۃ	امام عبد اللہ بن أحمد بن حنبل الشیبانی متوفّٰی ۲۹۰ھ	دار ابن القیم ۱۴۰۶ھ
54.	مسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
55.	سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
56.	السنن الکبری	امام احمد بن شعیب نسائی متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ
57.	المسند	امام ابویعلی احمد بن علی موصلی متوفّٰی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
58.	الکنی والاسماء	امام ابوبِشْر محمد بن احمد بن حماد الانصاری الدولابی الرازی متوفّٰی ۳۱۰ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۱ھ
59.	کتاب التوحید واثبات صفات الرب	امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ الشافعی متوفّٰی ۳۱۱ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۸ھ
60.	مساوئ الاخلاق	حافظ ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی متوفّٰی ۳۲۷ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ ۱۴۱۳ھ
61.	اعتلال القلوب	حافظ ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی متوفّٰی ۳۲۷ھ	مکتبۃ نزار مصطفی الباز ۱۴۲۰ھ
62.	العقد الفرید	ابوعمر واحمد بن محمد بن عبد ربہ متوفّٰی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
63.	المجالسۃ وجواھر العلم	حافظ ابوبکر احمد بن مروان دینوری مالکی متوفّٰی ۳۳۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
64.	المعجم	امام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد ابن الاعرابی متوفّٰی ۳۴۰ھ	دار ابن الجوزی ۱۴۱۸ھ
65.	صحیح ابن حبان	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
66.	کتاب الثقات	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
67.	المجروحین	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
68.	الفوائد الشھیر بالغیلانیات	ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن ابراھیم بن عبدوَیْہ الشافعی البزّاز متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ
69.	نوادر الاصول	ابوعبد اللہ محمد بن علی بن حسین حکیم ترمذی متوفّٰی ۳۶۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری
70.	المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
71.	المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ

.72	كتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳٦۰ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۲۱ھ
.73	مسند الشاميين	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳٦۰ھ	مؤسسة الرسالة بيروت ۱٤۰۹ھ
.74	عمل اليوم والليلة	ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی متوفّٰی ۳٦٤ھ	دار الكتاب العربی، بيروت
.75	الكامل في ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی متوفّٰی ۳٦۵ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۱۹ھ
.76	اخلاق النبي وآدابه	ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبہانی متوفّٰی ۳٦۹ھ	دار الكتاب العربی ۱٤۲۸ھ
.77	كتاب العظمة	ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبہانی متوفّٰی ۳٦۹ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۱٤ھ
.78	طبقات المحدثين باصبهان	ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبہانی متوفّٰی ۳٦۹ھ	المكتبة الشاملة
.79	تنبيه الغافلين	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفّٰی ۳۷۳ھ	دار الكتاب العربی ۱٤۲۰ھ
.80	قوت القلوب	شیخ ابو طالب محمد بن علی مکی متوفّٰی ۳۸٦ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند
.81	الجليس الصالح الكافي	ابو الفرج المعافی بن زکریا بن یحیی الجریری النہروانی متوفّٰی ۳۹۰ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۲٦ھ
.82	المستدرك	امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم متوفّٰی ٤۰۵ھ	دار المعرفة بيروت ۱٤۱۸ھ
.83	شرح اصول اعتقاد	علامہ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن البصری لالکائی متوفّٰی ٤۱۸ھ	دار البصيرة مصر
.84	حلية الاولياء	امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفّٰی ٤۳۰ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۱۸ھ
.85	معرفة الصحابة	امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفّٰی ٤۳۰ھ	دار الكتب العلميه ۱٤۲۲ھ
.86	امالي ابن بشران	ابو القاسم عبد الملک بن محمد بن بشران البغدادی متوفّٰی ٤۳۰ھ	دار الوطن رياض ۱٤۱۸ھ
.87	اَعلام النبوة	امام ابو الحسن علی بن محمد الشہیر بالماوردی متوفّٰی ٤۵۰ھ	دار الكتاب العربی ۱۹۸۷ء
.88	شعب الايمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفّٰی ٤۵۸ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۲۱ھ
.89	السنن الكبرى	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفّٰی ٤۵۸ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۲٤ھ
.90	دلائل النبوة	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفّٰی ٤۵۸ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۲۳ھ
.91	البعث والنشور	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفّٰی ٤۵۸ھ	مركز الخدمات والابحاث الثقافية ۱٤۰٦ھ
.92	الزهد الكبير	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفّٰی ٤۵۸ھ	مؤسسة الكتب الثقافية ۱٤۱۷ھ
.93	تاريخ بغداد	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفّٰی ٤٦۳ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۱۷ھ
.94	المتفق والمفترق	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفّٰی ٤٦۳ھ	دار القادری دمشق ۱٤۱۷ھ
.95	جامع بيان العلم وفضله	حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبد البر القرطبی متوفّٰی ٤٦۳ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۲۸ھ
.96	التمهيد	حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبد البر القرطبی متوفّٰی ٤٦۳ھ	دار الكتب العلمية ۱٤۱۹ھ

.97	الرسالة القشیریة	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفّٰی ۴۶۵ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۸ھ
.98	فردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی متوفّٰی ۵۰۹ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۰۶ھ
.99	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفّٰی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیه ۱۴۲۴ھ
.100	العلل المتناهیة	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۴ھ
.101	ذم الهوی	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ	پشاور پاکستان
.102	صفة الصفوة	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۳ھ
.103	النهایة فی غریب الحدیث والاثر	امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری متوفّٰی ۶۰۶ھ	دارالکتب العلمیة ۲۰۱۱ء
.104	عوارف المعارف	امام ابو حفص شہاب الدین السہروردی متوفّٰی ۶۳۲ھ	دارالمعارف
.105	التذکرة	ابو عبد اللّٰه محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفّٰی ۶۷۱ھ	دارالسلام قاہرہ ۱۴۲۹ھ
.106	وفیات الاعیان	ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان متوفّٰی ۶۸۱ھ	دارالکتب العلمیه ۱۴۱۹ھ
.107	نهایة الارب فی فنون الادب	شہاب الدین احمد بن عبد الوهاب النویری متوفّٰی ۷۳۳ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۲ھ
.108	بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث للهیثمی	امام نور الدین علی بن سلیمان الهیثمی الشافعی متوفّٰی ۷۳۵ھ	مرکز خدمة السنة والسیرة النبویة المدینة المنورة ۱۴۱۳ھ
.109	مشکوة المصابیح	علامہ محمد بن عبد اللّٰه خطیب تبریزی متوفّٰی ۷۴۱ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۴ھ
.110	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفّٰی ۷۴۸ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
.111	الوافی بالوفیات	صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللّٰه الصفدی متوفّٰی ۷۶۴ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
.112	جامع العلوم والحکم	عبد الرحمن بن شہاب الدین بن رجب حنبلی متوفّٰی ۷۹۵ھ	المکتبة الفیصلیه مکة المکرمه
.113	حیاة الحیوان	علامہ کمال الدین محمد بن موسی دمیری متوفّٰی ۸۰۸ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۵ھ
.114	الاصابة فی تمییز الصحابة	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفّٰی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۵ھ
.115	تهذیب التهذیب	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفّٰی ۸۵۲ھ	مؤسسة الرساله
.116	المقاصد الحسنة	شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی متوفّٰی ۹۰۲ھ	دارالکتاب العربی ۱۴۲۵ھ
.117	جمع الجوامع	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۱ھ
.118	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
.119	شرح الصدور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	مرکز اہل سنت برکات رضا ہند
.120	الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۵ھ
.121	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین متقی ہندی متوفّٰی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۹ھ

122.	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری متوفّٰی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
123.	فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی متوفّٰی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
124.	اتحاف السادۃ المتقین	علامہ سید محمد بن محمد مرتضی زبیدی متوفّٰی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۳۰ھ
125.	فتاوی رضویہ	اعلی حضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاھور پاکستان
126.	فضائل دعا	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ۱۳۴۰ھ۔	مکتبۃ المدینہ کراچی
127.	بہار شریعت	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینۃ کراچی پاکستان
128.	مرأۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور
129.	معمولات الابرار	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی متوفّٰی ۱۴۰۵ھ	مکتبہ جمال کرم مرکز الاولیا لاہور
130.	نزھۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفّٰی ۱۴۲۰ھ	فرید بکسٹال لاھور
131.	تیسیر مصطلح الحدیث	الدکتور محمود الطحان	کراچی پاکستان
132.	مَدَنی قاعدہ	مجلس مدرسۃ المدینہ	مکتبۃ المدینہ کراچی
133.	غیبت کی تباہ کاریاں	امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی
134.	تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقھیہ	مجلس المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ کراچی
135.	فتاوٰی بحر العلوم	بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی	شبیر برادرز لاھور
136.	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لمیٹڈ
137.	اردو لغت	اردو لغت بورڈ	اردو لغت بورڈ گلشن اقبال کراچی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فہرست

✿✿✿✿✿✿

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

✿✿✿✿✿✿

مجلس المدینۃ العلمیہ کی طرف سے پیش کردہ 332 کُتُب و رسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

﴿1﴾ حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

﴿2﴾ کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

﴿3﴾ ...ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقِ اِثْبَاتِ ہِلَال) (کل صفحات:63)

﴿4﴾ بیاضِ پاک حُجَّۃُ الْاِسْلَام (کل صفحات:37)

﴿5﴾ اولاد کے حقوق (مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات:31)

﴿6﴾ اَلْوَظِیْفَۃُ الْکَرِیْمَۃ (کل صفحات:46)

﴿7﴾ ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)

﴿8﴾ حدائقِ بخشش (کل صفحات:446)

﴿9﴾ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات:40)

﴿10﴾ کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاہِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاہِم) (کل صفحات:199)

﴿11﴾ فضائلِ دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاء مَعَہٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات:326)

﴿12﴾ عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْد) (کل صفحات:55)

﴿13﴾ والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)

﴿14﴾ معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح) (کل صفحات:41)

﴿15﴾ الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)

﴿16﴾ شریعت و طریقت (مَقَالُ عُرَفَا بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَا) (کل صفحات:57)

﴿17﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:1 (کل صفحات:524)

﴿18﴾ اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْہَارُ الْحَقِّ الْجَلِی) (کل صفحات:100)

﴿19﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:2 (کل صفحات:495)

﴿20﴾ ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃ) (کل صفحات:60)

﴿21﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:3 (کل صفحات:573)

﴿22﴾ معرفۃ القرآن علی کنز العرفان (پہلا پارہ) (کل صفحات:80)

﴿23﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:4 (کل صفحات:592)

﴿24﴾ معرفۃ القرآن علی کنز العرفان (دوسرا پارہ) (کل صفحات:84)

﴿25﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:5 (کل صفحات:617)

﴿26﴾ معرفۃ القرآن علی کنز العرفان (تیسرا پارہ) (کل صفحات:88)

﴿27﴾ اعتقاد الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات:200)

عربی کُتُب:

﴿28﴾ جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں) (کل صفحات:4000)

﴿29﴾ اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃ (کل صفحات:93)

﴿30﴾ اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی (کل صفحات:458)

﴿31﴾ اَلْفَضْلُ الْمَوْہَبِی (کل صفحات:46)

﴿32﴾ کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاہِم (کل صفحات:74)

﴿33﴾ اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ (کل صفحات:60)

﴿34﴾ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62)

﴿35﴾ تَمْہِیْدُ الْاِیْمَان (کل صفحات:77)

﴿36﴾ اَجْلَی الْاِعْلَام (کل صفحات:70)

﴿شعبہ تراجم کُتُب﴾

﴿1﴾ سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْہِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:88)

﴿2﴾ مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاہِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاہِر) (کل صفحات:112)

﴿شعبہ درسی کُتب﴾

﴿شعبہ تخریج﴾

﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

﴿شعبہ فیضانِ صحابیات﴾

﴿شعبہ اصلاحی کُتب﴾

﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

﴿23﴾ ☜ دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں(کل صفحات:220)

﴿24﴾ ☜ بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)

﴿25﴾ ☜ میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟(کل صفحات:33)

﴿26﴾ ☜ بد نصیب دولہا(کل صفحات:32)

﴿27﴾ ☜ مخالفت محبت میں کیسے بدلی ؟(کل صفحات:33)

﴿28﴾ ☜ کفن کی سلامتی(کل صفحات:32)

﴿29﴾ ☜ وضو کے بارے میں وسوسے اوران کا علاج (کل صفحات:48)

﴿30﴾ ☜ چمکتی آنکھوں والے بزرگ(کل صفحات:32)

﴿31﴾ ☜ شادی خانہ بربادی کے اسباب اوران کا حل (کل صفحات:16)

﴿32﴾ ☜ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط1)(کل صفحات:49)

﴿33﴾ ☜ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط3)(سنّتِ نکاح)(کل صفحات:86)

﴿34﴾ ☜ چل مدینہ کی سعادت مل گئی(کل صفحات:32)

﴿35﴾ ☜ آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے)(کل صفحات:275)

﴿36﴾ ☜ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط2)(کل صفحات:48)

﴿37﴾ ☜ نو مسلم کی درد بھری داستان(کل صفحات:32)

﴿38﴾ ☜ نورانی چہرے والے بزرگ(کل صفحات:32)

﴿39﴾ ☜ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4)(کل صفحات:49)

﴿40﴾ ☜ بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32)

﴿41﴾ ☜ معذور بچی مبلغہ کیسے بنی ؟(کل صفحات:32)

﴿42﴾ ☜ قاتل امامت کے مصلے پر(کل صفحات:32)

﴿43﴾ ☜ عطاری جن کا غُسلِ میّت(کل صفحات:24)

﴿44﴾ ☜ ولی سے نسبت کی برکت(کل صفحات:32)

﴿45﴾ ☜ ڈانسر نعت خوان بن گیا(کل صفحات:32)

﴿46﴾ ☜ اغوا شدہ بچوں کی واپسی(کل صفحات:32)

﴿47﴾ ☜ ساس بہو میں صلح کا راز(کل صفحات:32)

﴿48﴾ ☜ خوفناک دانتوں والا بچہ(کل صفحات:32)

﴿49﴾ ☜ نشے باز کی اصلاح کا راز(کل صفحات:32)

﴿50﴾ ☜ کرسچین مسلمان ہوگیا(کل صفحات:32)

﴿51﴾ ☜ جرائم کی دنیا سے واپسی(کل صفحات:32)

﴿52﴾ ☜ کرسچین کا قبولِ اسلام(کل صفحات:32)

﴿53﴾ ☜ جھگڑے باز سدھر گیا(کل صفحات:32)

﴿54﴾ ☜ ماڈرن نوجوان کی توبہ(کل صفحات:32)

﴿55﴾ ☜ شرابی، مؤذن کیسے بنا؟(کل صفحات:32)

﴿56﴾ ☜ صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ(کل صفحات:33)

﴿57﴾ ☜ خوش نصیبی کی کرنیں(کل صفحات:32)

﴿58﴾ ☜ فیضانِ امیر اہلسنّت(کل صفحات:101)

﴿59﴾ ☜ میں حیادار کیسے بنی ؟(کل صفحات:32)

﴿60﴾ ☜ گلوکار کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32)

﴿61﴾ ☜ میوزکل شو کا متوالا(کل صفحات:32)

﴿62﴾ ☜ رسائل مدنی بہار(کل صفحات:368)

﴿63﴾ ☜ چند گھڑیوں کا سودا(کل صفحات:32)

﴿64﴾ ☜ بری سنگت کا وبال(کل صفحات:32)

﴿65﴾ ☜ کالے بچھو کا خوف(کل صفحات:32)

﴿66﴾ ☜ میں نیک کیسے بنا؟(کل صفحات:32)

﴿67﴾ ☜ سینگوں والی دلہن(کل صفحات:32)

﴿68﴾ ☜ سینما گھر کا شیدائی(کل صفحات:32)

﴿69﴾ ☜ حیرت انگیز حادثہ(کل صفحات:32)

﴿70﴾ ☜ فلمی اداکار کی توبہ(کل صفحات:32)

﴿71﴾ ☜ عجیب الخلقت بچی(کل صفحات:32)

﴿72﴾ ☜ قبرستان کی چڑیل(کل صفحات:24)

﴿73﴾ ☜ ہیروئنچی کی توبہ(کل صفحات:32)

﴿74﴾ ☜ بے قصور کی مدد(کل صفحات:32)

﴿75﴾ ☜ اسلحے کا سوداگر(کل صفحات:32)

﴿76﴾ ☜ شرابی کی توبہ(کل صفحات:33)

﴿77﴾ ☜ بھیانک حادثہ(کل صفحات:30)

﴿78﴾ ☜ پراسرار کتا(کل صفحات:27)

﴿79﴾ کینسر کا علاج (کل صفحات:32)
﴿80﴾ اجنبی کا تحفہ (کل صفحات:32)
﴿81﴾ انوکھی کمائی (کل صفحات:32)
﴿82﴾ چمکدار کفن (کل صفحات:32)
﴿83﴾ خوفناک بلا (کل صفحات:33)
﴿84﴾ سنگر کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿85﴾ ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر (کل صفحات:32)
﴿86﴾ مفلوج کی شفایابی کا راز (کل صفحات:32)
﴿87﴾ جھگڑالو کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
﴿88﴾ عمامہ کے فضائل (کل صفحات:517)
﴿89﴾ باکردار عطاری (کل صفحات:32)
﴿90﴾ خوشبودار قبر (کل صفحات:32)
﴿91﴾ بدچلن کیسے تائب ہوا؟ (کل صفحات:32)
﴿92﴾ ڈانسر بن گیا نعت خواں (کل صفحات:32)
﴿93﴾ پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں (کل صفحات:32)
﴿94﴾ میٹھے بول کی برکتیں (کل صفحات:32)
﴿95﴾ والدین کے نافرمان کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿96﴾ جنتیوں کی زبان (کل صفحات:31)
﴿97﴾ اصلاحِ امت میں دعوتِ اسلامی کا کردار (کل صفحات:28)
﴿98﴾ بداطوار شخص عالم کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
﴿99﴾ جوانی کیسے گزاریں؟ (بیان 2) (کل صفحات:32)
﴿100﴾ غریب فائدے میں ہے (بیان 1) (کل صفحات:30)
﴿101﴾ ڈاکوؤں کی واپسی (کل صفحات:32)
﴿102﴾ اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟ (کل صفحات:32)
﴿103﴾ نام کیسے رکھے جائیں؟ (کل صفحات:44)
﴿104﴾ ولی کی پہچان (کل صفحات:36)
﴿105﴾ مساجد کے آداب (کل صفحات:32)

﴿شعبہ اولیاوعلما﴾

﴿1﴾ فیضانِ محدثِ اعظم پاکستان (کل صفحات:62)
﴿2﴾ فیضانِ خواجہ غریب نواز (کل صفحات:32)
﴿3﴾ فیضانِ سید احمد کبیر رفاعی (کل صفحات:33)
﴿4﴾ فیضانِ عثمان مروندی (کل صفحات:43)
﴿5﴾ فیضانِ پیر مہر علی شاہ (کل صفحات:33)
﴿6﴾ فیضانِ داتا گنج بخش (کل صفحات:20)
﴿7﴾ فیضانِ علامہ کاظمی (کل صفحات:70)
﴿8﴾ فیضانِ سلطان باہو (کل صفحات:32)
﴿9﴾ فیضانِ حافظِ ملت (کل صفحات:32)

﴿شعبہ بیاناتِ دعوتِ اسلامی﴾

﴿1﴾ باطنی بیماریوں کی معلومات (کل صفحات:352)
﴿2﴾ گلدستۂ درود وسلام (کل صفحات:660)